بسم اللہ الرحمن الرحیم

آسمان رسالت کے درخشندہ ستارے

یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی داستان حیات

www.KitaboSunnat.com

تالیف:

ابو عمار محمود مصری

مترجم:

حافظ محمد عباس انجم گوندلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی

کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق محفوظ ہیں۔

بسم اللہ
الرحمن
الرحیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

- انتساب 65
- تقدیم 68
- مقدمہ 71
- مقدمہ 77
- مقدمہ 80
- مقدمہ 83
- عرض مؤلف 85
- امت محمدیہ علیہ السلام کے مناقب وفضائل 90
- فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند اہم گوشے 97
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے خالق کی نظر میں 99
- حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے 101
- سینوں پر جو تمغے سجائے 101
- بہترین لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں 101
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہی کی اہمیت 101
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ناراضگی سے اللہ ناراض ہوتا ہے 102
- صحابہ رضی اللہ عنہم کا وجود فتنوں میں رکاوٹ ہے 102
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نصرتِ الٰہی کا ذریعہ ہیں 103
- انصار رضی اللہ عنہم کے فضائل کا بیان 104
- ایثار پیشہ لوگ تھے 104
- ابن کثیر رحمہ اللہ کی وضاحت 104
- قرطبی رحمہ اللہ کی وضاحت 104
- خود اللہ تعالیٰ نے ان کا نام انصار رکھا 106

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- انصار سے محبت، محبتِ الٰہی کی علامت 106
- انصار سے محبت ایمان کی علامت ہے 106
- نبی اکرم ﷺ نے انصار کو اپنا راز دان قرار دیا 106
- انصار رضی اللہ عنہم نے سب سے زیادہ سرفروشی کا مظاہرہ کیا 107
- انصار سے حبیب کبریاء کا پیار 108
- حبیب کبریاء ﷺ کا انصار رضی اللہ عنہم سے ملاقات کا وعدہ 108
- انصار حبیب خدا کی وراثت تھے 109
- عقبہ ثانیہ میں انصار کا عظیم کردار 110
- جنگ بدر کو جاتے ہوئے انصار کا جذبۂ فداکاری 112
- حبیب کبریاء ﷺ کی گفتگو نے وفا شعار انصار رضی اللہ عنہم کو اشکبار کر دیا 113
- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینا حرام کام ہے 115
- صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والے کے بارے میں حکم 115
- صحابۂ کرام کو سب وشتم نہ کرنے کی عقلی دلیل 116
- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے تاثرات 116

(1)......سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی

- کائنات کے عظیم ترین اعزازات 118
- خلاصۂ حیاتِ صدیق رضی اللہ عنہ 118
- جناب صدیق رضی اللہ عنہ کا تعارف 119
- جاہلیت میں بھی مثالی کردار 119
- جناب صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ 120
- جب صدیق کے ساتھ عتیق بنے رضی اللہ عنہ 121
- آلِ فرعون کے مؤمن سے بڑھ کر ایمان والے صدیق رضی اللہ عنہ 122
- باوفا ساتھی 124
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مختلف فضائل کا بیان 124
- حبیب کبریاء کی دلی دوستی کا اظہار 124
- سب سے زیادہ رحمدل 125
- جنت کا ستارہ 125

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- سب سے زیادہ نفع بخش مالدار 125
- دین کی آنکھ 125
- لائق اقتداء 125
- وزنی ایمان 126
- جنت کے سردار 126
- جنت کی بشارت 126
- حوض کوثر پر ساتھی 126
- اللہ کا ساتھ 127
- صحابہ رضی اللہ عنہم نے بہتر قرار دیا 127
- خوشی سے رو پڑے 127
- زبان نبوت سے لقب صدیق ملنا 127
- واہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کتنے اچھے ہیں 127
- جب زبان نبوت سے بہشت کی بشارت ملی 128
- صدیق کے ایمان کی بزبان نبوت تصدیق 128
- سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گواہی 128
- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مقامِ صدیق رضی اللہ عنہ 129
- میرے ساتھی کو تنگ نہ کرو 129
- دلجوئی کی انتہا 130
- محبوب کبریاء کے محبوب 130
- وہ جسے جنت کے آٹھوں دروازے شرف ملاقات کے لیے پکاریں گے 130
- صدیق رضی اللہ عنہ کی محبوب کبریاء سے والہانہ محبت کے چند واقعات 131
- حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں جان پر کھیل گئے 132
- حبیب کبریاء کے راز دان 133
- مالی قربانی کے واقعات 134
- تکبر سے بریت کا اعلان 136
- ہر نیکی میں پیشرو 136
- معراج پر بے مثال موقف 137
- سفر ہجرت کے تابناک اور یادگار کارنامے 137

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- نبی ﷺ صدیق کے گھر میں 137
- گھر سے غارِ ثور تک 138
- میدانِ بدر میں بے مثال شجاعت 141
- معرکہ بدر، جگر پاروں اور پیاروں کا امتحان تھا 141
- جبریل و میکائیل ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما کی نصرت میں 143
- حبیب کبریاء ﷺ کی آواز پر لبیک کہا 143
- تمام غزوات میں ثابت قدم رہے 143
- کتاب اللہ کے سامنے سرافگندگی 144
- حدیبیہ کے میدان میں حبیب کبریاء ﷺ کی ہمنوائی 145
- حبیب کبریاء ﷺ نے خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ کا واضح اشارہ دیا 146
- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا استدلال 146
- ایک اعتراض 146
- اس کا حل 147
- امام نووی رحمہ اللہ کا استدلال 147
- امامت سے خلافت پر اشارہ 147
- لاؤ میں تحریر لکھ دوں 148
- واضح ترین اشارہ 148
- حبیب کبریا ﷺ کی وفات کے اشارے 148
- دو مرتبہ قرآن پاک کا دور کیا 149
- ایک بندے کو دنیا یا آخرت کی زندگی کے انتخاب کا اختیار 150
- بیماری کا آغاز 150
- حبیب کبریاء ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری لمحات 150
- نزع رواں اور صحابۂ کرام کی بے تابی 151
- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دردمندی 151
- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اظہار صدمہ 151
- آپ کی وفات کا یقین نہ آتا تھا 152
- وفاتِ نبوی پر مسلمانوں میں اضطراب کا سمندر 152
- ان دلفگار لمحوں میں بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دلاسہ دیا 152

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت 154
- خلافت کے بعد عظیم دستور کا اعلان 155
- انمول پند و نصائح 156
- تواضع و انکساری کے تابناک نقوش، نابینا بڑھیا کی خدمت کون کرتا ہے 157
- دودھ کون دھوئے گا 157
- میں ثواب چاہتا ہوں 157
- عدل و انصاف کے آفتاب 157
- ہر خوبی والے صدیق رضی اللہ عنہ 158
- احتیاط و تقویٰ میں بے مثال کردار 159
- رقتِ قلب والے صدیق رضی اللہ عنہ 159
- صدیق رضی اللہ عنہ کی رقتِ آمیزی کے سامنے کفر بھی جھک گیا 160
- دنیا سے بے رغبتی 160
- لشکر اسامہ کی روانگی میں بے مثل جذبہ اطاعت شعاری 161
- لشکر اسامہ کے لیے صدیقی ہدایات 162
- لشکر اسامہ کے لیے سنہری جنگی اصول کی وصیت 162
- مرتدوں کے خلاف صدیق رضی اللہ عنہ کی کاروائی 163
- قرآنِ پاک جمع کرنے کا تاریخ ساز کارنامہ 165

(2)......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عظیم انتخاب

- خلافت فاروق کی تحریر 167
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے قیمتی نصیحت 168
- عقلمند ترین انسان 168
- دنیائے فانی سے کوچ کا وقت 169
- وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تاریخی خراجِ عقیدت 171
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی 174
- خوبیوں کا گلدستہ 174
- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تعارف 175
- عظیم انسان 175

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- تمغہ جات 175
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم 176
- حضرت عمر کے اسلام لانے کا ایک اور سبب 176
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے متعلق مشہور روایات 177
- غلاف کعبہ میں چھپ کر تحقیق 180
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیرانہ ہجرت 182
- سیرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا گلدستہ 183
- خوب انسان 183
- جنت میں بلند درجہ پر فائز 183
- الہامِ الٰہی کے اعزاز یافتہ 183
- جنت کے ادھیڑ عمر کے سردار 183
- نبی بننے کی صلاحیت مگر نبوت کا دروازہ بند ہے 183
- زبان پر حق بولتا ہے 184
- جن کی رائے پر قرآن نازل ہوا 184
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا اعزاز 184
- جب فاروق اعظم کے اعزاز میں پہاڑ پر سکون طاری ہوا 184
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد ساتھی 185
- مضبوط دین والے 185
- وہ فاروق اعظم جنہیں آپ نے اپنی آنکھ قرار دیا 185
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطاع ہونے کا شرف 185
- بہشت میں محل کی خوشخبری 185
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمانی معیار 186
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معیار دین 187
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم و فہم 187
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قیمتی نصیحتیں اور علمی معیار 189
- بیوی کے ساتھ نماز پڑھنے کا مسئلہ حل کر دیا 189
- عصر کے بعد والی دو رکعات کا مسئلہ حل کیا 190
- خود کو برتر نہ سمجھو 190

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- حدودِ الٰہی کے پاسبان 190
- تراویح باجماعت کا اہتمام 190
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات پر بدخوش ہوئے 191
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی علمی برتری 191
- فرش پر بات کی اور عرش سے جواب قرآن بن کر آیا 191
- فاروقی درخواست پر مقام ابراہیم جائے نماز بنا 192
- پردہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی درخواست پر لازمی ہوا 192
- آپ کی بیویوں سے اختلاف کا مسئلہ فاروقی رائے پر حل ہوا 192
- جنگ بدر میں جزیہ کا مسئلہ فاروقی رائے کی قرآن نے تائید کی 193
- منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھو 194
- فاروقی جلال کے سامنے شیطان نہیں ٹھہرتا 195
- عمر آ گئے ہیں 196
- غزوۂ تبوک میں فاروق اعظم کی ذہانت 196
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پُر ہیبت شخصیت کی قوت کا مزید بیان 197
- نادرۂ روزگار فراست فاروقی کا تذکرہ 198
- تمہارا گھر جل گیا ہے فاروقی کرامت 198
- تم ابو مسلم ہو 198
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عبادت و ریاضت کا تذکرہ 199
- عمر تم نے قوت اپنائی 199
- گھر والوں کو نماز سے خبردار کرتے 199
- اگر میں سو گیا تو رعایا ضائع ہو جائے گی 200
- اتباع سنت کے سامنے جذبہ فاروقی کا سرنگوں ہونا 200
- حجر اسود کو خطاب 200
- بیعت والا درخت کاٹ دیا 200
- غلو پسند نہ کیا 201
- کتاب اللہ کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں 201
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بحیثیت سخی 201
- آدھا گھر راہِ اللہ میں لٹا دیا 201

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- ہزاروں درہم خرچ کرنے کے بعد سانس لیا 202
- ایسا سخی میری آنکھ نے نہیں دیکھا 203
- حبیب کائنات ﷺ کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حواس باختگی 203
- صدیق اکبر نے حواس درست کر دیئے 204
- فاروق اعظم، حضرت ابوبکر کے لیے بیعت لیتے ہیں 205
- عہدہ قضا اور فاروق اعظم 205
- اسلام کا بہترین قاضی 205
- صدیق کی نرم خوئی اور فاروق کی سخت جوئی کا حسین امتزاج 206
- صدیق فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی جواب دہی کے ذمہ دار بنے 207
- عدل فاروقی کا ایک انوکھا انداز 207
- حقوق انسانی کے بارے میں عدل کا تاریخ ساز چارٹر 208
- ہاں میں سخت گیر ہوں اعتراف کرتا ہوں 208
- رعایا کی خیر خواہی کا یقین دلاتا ہوں 210
- میں نے عُمّال کو زیادتی کے لیے مقرر نہیں کیا 210
- فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ خوفِ خدا کے پیکر تھے 211
- چلچلاتی دھوپ اور بیت المال کا نگہبان 211
- عبداللہ سے منافع واپس لے لو 212
- یہ سونا تقسیم کر دو 212
- مال خرچ کرنے پر افسردگی 213
- کاش میں تنکا ہوتا 213
- دوسروں کا غمخوار بھوکا امیر 213
- اونٹ کی خوراک کی فکرمندی 214
- آگ کی شدت کا احساس 214
- لوگو! مجھے شہد کھانے کی اجازت ہے 214
- بکری کا بچہ ضائع ہونے پر جوابدہی کا خوف 214
- جب بیت المال سے ایک درہم ملا 214
- خوفِ خدا سے آنسوؤں کی آبشار 215
- محاسبہ نفس کا منظر 215

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- زہد فاروقی کے درخشاں گوشے 215
- میں عام مسلمان ہوں 216
- پیوند لگا لباس 216
- ساتھیوں کو خود احتسابی کا درس 216
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کھانا 216
- قحط سالی میں غذا کی سادگی 217
- دنیا کو نہ چاہنے والا امیر 217
- سب سے آگے 217
- اخلاق کا مرقع شاعر کی زبانی 217
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تواضع کے درخشاں نقوش 219
- جب سرنگوں ہو کر ایک بڑھیا کی بات سنی 219
- نابینی بڑھیا 219
- عمر اللہ کا سب سے بڑا غلام ہے 220
- شوخ گھوڑے کو ناپسند کیا 220
- میں چرواہا ہوا کرتا تھا 220
- میں نرم جگہ پر نہیں بیٹھوں گا 221
- غلاموں سے امتیازی سلوک پر برہمی 221
- میں نخوت کا سر پھوڑ دوں گا 221
- جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تواضع نے ہرمزان کو مرعوب کر دیا 222
- اتباع سنت کا جذبہ 224
- اتباع سنت کی وجہ سے بیوی کو مسجد سے نہ روکا 224
- تبصرہ 224
- محبوب کبریا ﷺ کے محبوب کو ترجیح دی 225
- علم نہ ہونے پر سنت کی طرف رجوع 225
- حافظ ابن حجر کا ایمان افروز تبصرہ 226
- مسجد نبوی میں شور کرنے والوں کو ڈانٹ پلائی 226
- چند فاروقی کرامات کا تذکرہ 226
- ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ 227

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- جب خشک دریائے نیل پانی سے اچھل پڑا 227
- جب توکل کا صحیح مطلب آشکارا کیا 228
- قرآن پاک دنیا کمانے کا ذریعہ نہ بنائیں 228
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قرآن کے سامنے سرافگندہ تھے 229
- جب ایک آیت شعلہ غضب پر شبنم بن گئی 229
- رعیت پر سراپائے شفقت ورحمت فاروق رضی اللہ عنہ 229
- بچوں کی بے قراری دیکھی نہ گئی 230
- جب عمر رضی اللہ عنہ کی آہیں نکل گئیں 231
- بچوں سے پیار پر اعتراض والے کو عہدہ نہ دیا 232
- ایک آدمی کی بپتا سن کر آبدیدہ ہو گئے 232
- رعایا کی خیر خواہی کا بے پناہ جذبہ 233
- جب بیٹی نے کہا اماں امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ملاوٹ سے منع کیا ہے 233
- جب ایک فوجی کی دکھیا بیوی نے تڑپا دیا 234
- زلزلہ کو دھمکی 235
- عدل فاروقی کا دلکش منظر 235
- گورنر سے عہد لیتے 236
- افسران کا مواخذہ 236
- ایک امیر کی ظالمانہ کاروائی پر گرفت 236
- جب ایک عورت نے آشنا سے مل کر بچہ مار ڈالا 237
- وفاداری بشرط استواری کا فاروقی اصول 238
- باپ کی خدمات کا بیٹی کو صلہ دیا 238
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظیم خوبصورت آرزو 239
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب تقدیر کا معتدل نظریہ پیش کر کے صحابہ کو حیران کر دیا 239
- حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کے واقعہ کی حقیقت 240
- بیت المقدس کی فتح فاروق اعظم کا تاریخ ساز کارنامہ ہے 242
- اسلام کی عظمت کافی ہے 243
- قحط سالی اور فاروق کی حالتِ زار 245
- قحط سالی ختم ہونے تک میں گھی نہ چکھوں گا 245

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- قحط سالی کا روحانی علاج 245
- دنیا سے کوچ کرنے کی تیاری 246
- دعا کی قبولیت کے آثار 246
- خواب 247
- شہادت کی بشارت والی احادیث 247
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فتنہ میں ایک دروازہ تھے 247
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا درجہ شہادت پر فائز ہونا 248
- جب قیامت ٹوٹ پڑی 249
- موت کی کشمکش اور حق گوئی 250
- آخری لمحاتِ دردآمیز کی روداد، آخری آرزو جو پوری ہوئی 251
- امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی گریہ وبکا 252
- خلیفہ کا انتخاب اور کمیٹی مقرر کر دی 252
- آنے والے امیر کو پند ونصائح 252
- سپرد خاک 253
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد 253
- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا خراج تحسین 253
- اسلام کا نگہبان چلا گیا 253
- حق کا قلعہ گر گیا 253
- اسلام کا دورِ اقبال چلا گیا 254
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تمنا میرا عمل عمر جیسا ہو 254
- عمر رضی اللہ عنہ ایک یادگار شخصیت 254

(3)..... حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زندگی کے اہم گوشے

- ایک عمدہ خصال انسان 256
- جاہلیت میں بھی بلند پایہ تھے 256
- اسلام کی چھاؤں میں 257
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کو حضرت عثمان سے حسن سلوک کرنے کا کہا 259
- سفر ہجرت 259

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- ذوالنورین کا لقب ایک ممتاز خاصیت ہے 260
- غزوۂ تبوک میں لازوال کردار کا تذکرہ 260
- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غزوۂ تبوک میں کردار 261
- بلوائیوں نے ایک نیکی کی بھی قدر نہ کی 262
- آج کے بعد عثمان کی مغفرت ہے 262
- اس دور میں بھی یگانہ روزگار 262
- رومہ کنوئیں کی خریداری تسکین آور سودا 263
- ہر جمعہ کو غلام آزاد کیا کرتے تھے 263
- جب حبیب کبریا نے انہیں جنت وشہادت کی بشارت دی 264
- ذوالنورین کی شرم وحیاء پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں 264
- حیا والے سے ہر چیز حیا کرتی ہے 265
- امت میں سب سے بڑا حیا والا 266
- تلاوت قرآن پاک سے والہانہ لگاؤ 266
- حجر اسود کے قریب رات بھر تلاوت کرتے 267
- دو غلاموں سے اچھا سلوک 268
- جب ذوالنورین نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے سودا طے کر لیا ہے 268
- خلافت کا عہد برکت افزا 269
- قراءت قرآن میں اختلاف کو ختم کرنے کا کارنامہ 270
- خوفِ خدا سے آہ وزاری اور رقت آمیزی 270
- عدل کا چمکتا ہوا آفتاب، دنیا کا قصاص آسان آخرت کا مشکل ہے 271
- حدودِ الٰہی کا بے لاگ نفاذ 271
- ایمان والے ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دفاع میں کھڑے ہیں 272
- رعایا سے نرمی کا برتاؤ 273
- الزامات لگانے والے غور کریں 273
- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر وارد کیے گئے اعتراضات کا جائزہ، اعتراض کہ قصاص نہ لیا تھا 274
- اقرباء پروری کا اعتراض 275
- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو جلاوطن کرنے کا الزام 276
- قرآنِ پاک جلانے کا اعتراض 277

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکم بن عاص کو بلانے کا اعتراض 278
بے دریغ عطیات دینے کا اعتراض 278
حضرت عمار اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو زدوکوب کرنے کا الزام 279
جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع کا حق ادا کیا 279
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ خطاب جو خون کے آنسو رلاتا ہے 281
جب گھر سے جھانک کر کہا 281
پیکر صبر و رضا کی شہادت کی داستانِ خونچکاں 282
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جوش دفاع 282
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دفاع کرنا 282
بے یار و مددگار خلیفہ 283
آپ ﷺ نے خلعت خلافت نہ اتارنے کا حکم دیا تھا 283
آپ نے سلطنت اسلامیہ کی عظمت کی خاطر لڑائی سے گریز کیا 284
خلیفہ ثالث کا کردار ہی درست ہے 285
قرآن کا دوست قرآن سے الوداع ہو رہا ہے 286
حضرت ذوالنورین کے دفاع کی ذمہ داری خود رب نے لی ہے 287
خلیفۂ ثالث کے سفاک قاتلوں کا انجام 287
خلیفۂ ثالث کا کردار تابناک رہے گا 288

(4)......حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حالات

زندگی کے اہم نقوش 289
نبی ﷺ کے تربیت یافتہ 289
سچائی کا پیکر 290
آپ ﷺ کے اوصاف کا عکس 291
وہ تمغے جو رسول اکرم ﷺ نے ان کے سینہ پر سجائے ہیں 292
چٹان ٹھہر جا تیرے اوپر شہید ہے 292
عہدۂ قضا میں ثابت قدمی کی دعا 292
علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں 293
باپ کو دفن کرنے میں شرکت 293

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- آپ ﷺ حضرت علی کے پاس 293
- ابوتراب کنیت کی افضلیت 294
- غزوہ تبوک میں عارضی خلافت کا اعزاز 295
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تکلیف نہ دو 295
- نبی ﷺ کی نمائندگی کا شرف 295
- کاتبِ معاہدۂ صلح حدیبیہ کا اعزاز 296
- آپ کا فرمان علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں 297
- تین بے مثال اعزازات کا ذکر 297
- فتح خیبر کی بشارت 297
- اہل بیت میں شمولیت 298
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موت کے سائے میں شب گزاری 299
- علی رضی اللہ عنہ آج تم نے میرے بستر پر سونا ہے 299
- آپ ﷺ کے بستر پر سونے کا صلہ 300
- جنت جن کی راہوں کو تک رہی ہے 301
- حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے تابناک جہادی کارنامے 301
- معرکۂ بدر میں حیدری کارنامہ 301
- حیدر کرار کا غزوۂ خندق میں جہادی کارنامہ 302
- فتح خیبر کے علمبردار حیدرِ کرار رضی اللہ عنہما 306
- حیدر کرار کے سر پر فتح خیبر کا تاج 306
- جب مرحب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے 308
- حضرت علی رضی اللہ عنہ تینوں خلفاء سے وابستہ رہے 310
- حیدر کرار علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفۂ راشد تھے 311
- دنیا سے بے زار حیدر کرار 311
- سادگی اور زہد کا پیکر 313
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدل پروری کے روشن واقعات 313
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت یقین پر مبنی تھی 313
- اپنے تحائف بھی بیت المال میں جمع کرا دیئے 314
- حیدر کرار کھانے میں تکلف نہ کرتے تھے 314

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- مال تقسیم کر کے اس جگہ پر نماز پڑھتے 315
- حیدر کرار اپنی تلوار ذوالفقار فروخت کرتے ہیں 315
- حیدر کرار کی عدالت کی عظمت 315
- خود زخموں سے گھائل مگر عدل کا دامن نہ چھوڑا 317
- حیدر کرار اس امت کے سب سے بڑے قاضی کی حیثیت سے 317
- مدینہ کے سب سے بڑے قاضی 317
- دونوں جانب سن کر فیصلہ کرنا 317
- فاروق اعظم نے کہا، جہاں علی نہ ہوں میں رہنا پسند نہیں کرتا 318
- کنوئیں میں گرنے والوں کا مسئلہ حل کیا 318
- حیدر کرار کا جود وسخا 319
- حیدر کرار کا اندازِ شکر دانی 320
- حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی تواضع 320
- حیدرِ کرار بڑوں کا ادب کرتے تھے 320
- حیدر کرار کا زہد و ورع 321
- حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے اقوالِ زریں 321
- لوگوں کی اقسام 321
- علم، مال سے بہتر ہے 321
- علم، ذکرِ جمیل باقی رکھتا ہے 321
- پانچ نایاب چیزیں 321
- علم والوں کے تذکرے آسمانوں پر 322
- کامل فقیہہ 322
- خیر کس میں ہے 322
- دنیا کی خیر والے 322
- حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کی ایک اثر انگیز نصیحت کا بیان 322
- حیدر کرار اور اتباع سنت کا جذبہ فروزاں 324
- مسح موزوں کے اوپر کرو 324
- اتباع کا حق 324
- حیدر کرار کا دعوت الی اللہ میں کردار 325

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- خارجیوں کے خلاف تاریخی جنگ 325
- سفرِ آخرت کی تیاری 328
- قضاو قدر پر یقین 328
- شہادت کی دلفگار تفصیل 328
- راہِ حق کا مسافر 331

(5)......حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے خدوخال

- زندہ شہید 332
- تعارف 332
- جاہلیت میں بھی نفیس طبع تھے 332
- عمدہ طریقے والے 333
- سچے تاجر 333
- اسلام لانے میں سبقت 333
- ہجرتِ مدینہ 334
- زندہ شہید کا اعزاز دلنواز 334
- ایک اور اعزاز صد ہا افتخار کہ طلحہ پر جنت واجب ہے 335
- جب طلحہ رضی اللہ عنہ ڈھال بن گئے 337
- جب زخمی شیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھے پر اٹھایا 339
- اللہ سے کیا ہوا عہد، وفا کیا 339
- طلحہ رضی اللہ عنہ کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب 340
- بھائیوں سے حسن ظن رکھتے تھے 340
- حسن ظن کی آج ضرورت 341
- سخاوت کا بحر بیکراں 341
- جنگ جمل میں مصلحانہ کردار 342
- دونوں فریق سے علیحدگی اختیار کی لی 343
- حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل بہت بڑا مجرم ہے 344
- وفات کے بعد لاش کی حفاظتِ الٰہی کا سامان 345

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)......سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی داستانِ حیات

- ابتدائی حالات 346
- آپ ﷺ کے دفاع میں زبیر رضی اللہ عنہ کا کردار 346
- اپنے بچوں کے نام شہداء کے ناموں پر رکھتے تھے 347
- اللہ کی راہ میں مصائب کے مقابلہ میں صبر کے کوہِ گراں تھے 347
- حبشہ کی طرف ہجرت 348
- راہ خدا میں جذبۂ جہاد کی فراوانی 349
- جنگ احد میں بہادرانہ کاروائی 350
- اللہ اور رسول ﷺ کی پکار پر پروانہ وار جھوم جاتے تھے 350
- خندق کے غزوہ میں دادِ شجاعت 351
- جنگ حنین میں دادِ شجاعت 352

(7)......غنا کا کوہِ گراں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

- حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام کی نظر میں، حضرت عثمان کی نظر میں 354
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے معتمد ساتھی 354
- تمام صحابہ ثقہ تھے 355
- آپ کے گلشن فضائل سے چند معطر پھولوں کا تذکرہ 355
- آپ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی 355
- آپ اہل بدر میں سے ہیں 356
- رسول اکرم ﷺ نے حمایت فرمائی 356
- برکت والے تھے 357
- جود وسخا کا دریا 357
- مذکورہ آیات کی عملی تفسیر تھے 358
- محاسبۂ نفس 359
- سر پر تاج سلطانی سجانے سے گریز 359
- تواضع وانکساری کا پیکر 360
- دعوت الی اللہ کا اہتمام 360
- دارفانی سے رحلت کا منظر 361

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8)......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی داستان زیست

- اچھے لوگوں سے محبت، فلاح ونجات کی علامت ہے 362
- تعارف 363
- آپ کی استقامت اور ثابت قدمی کا تذکرہ، مکہ کا معزز نوجوان 363
- اسلام کی روشنی کا حصول 363
- اس بارے میں ابن حجر رحمہ اللہ کا تبصرہ 364
- حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اسلام پر، ماں کی بھوک ہڑتال 364
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعد پر فخر تھا 365
- سعد رضی اللہ عنہ کو مجلس سے نہ اٹھائیں 365
- اسلام کا عظیم سپوت جو سب سے پہلا تیر انداز تھا 366
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکیداری کا شرف 367
- حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کا گرانمایہ ہدیہ دعا 367
- سیدنا سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے 368
- ایک جھوٹے ریا کار پر ان کی بددعا کا اثر 368
- لوگ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا سے بہت گھبراتے تھے 369
- جب مروان کے حواس اڑ گئے 369
- جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی گھبرا گئے 370
- اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہادی کارنامے 370
- جنگ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے 370
- فرشتوں کو دیکھنے کا اعزاز 371
- ابن حجر رحمہ اللہ کی وضاحت 371
- امام نووی رحمہ اللہ کے اخذ کردہ نکات 372
- اسلام کا شیر 372
- فارسیوں کے مقابلہ میں بہادر تیر انداز 372
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جوش 373
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نصیحت 373
- حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قادسیہ روانگی 373

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اندازِ لڑائی 374
افواج میں روح جنگ بھر دی 374
لشکر کو خبردار کر دو 374
فوج سے رابطہ 375
میدان میں ایمان افروز خطاب 375
خطاب کا اثر 376
ڈٹ جاؤ 376
جنگِ قادسیہ کے دور رس اثرات 377
فتح کی اطلاع فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک 377
قصرابیض (سفید محل) کی فتح 378
دریا عبور کرنے کا تاریخی کارنامہ 379
اللہ کے شیر ذکرالٰہی کرتے ہوئے دریا عبور کرتے ہیں 379
دیو مالائی بہادری والے انسان 381
اور دشمن بھاگ گیا 381
خراج تحسین 382
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی خطاؤں کے متعلق نظریہ 383
حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فتنہ سے علیحدگی 383
فتنہ سے علیحدگی کا ایک عظیم شرف 384
امارت سے بے اعتنائی 385
اسلامی بھائیوں کے دفاع میں سینہ سپر رہتے تھے 386
آزمائش کے وقت پیکر صبر و رضا 386
دنیا سے چل چلاؤ 387

(9)...... حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے نقوش حیات

اچھے درخت کا اچھا پھل 388
زید کا عظیم کارنامہ 388
زید کا جوہر توحید کی جستجو میں سفر 389
اب راہِ حق کے متلاشی حق کی تلاش میں نکلتے ہیں 389

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- قریش کے سامنے دینِ ابراہیم کا اعلان 390
- قوم کے دین سے بیزاری کا اشعار میں تذکرہ 390
- آخری آرزو 393
- ایک عظیم فضیلت کا تذکرہ 393
- مستجاب الدعوات تھے 394
- راہِ خدا میں جہاد کا جذبہ بے مثال 394
- جنگ ''اجنادین'' میں بہادرانہ کاروائیاں 395
- جنگ یرموک کا شیر 395
- وقتِ موعود کی آغوش میں 397

(10)......حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی داستانِ عالی شان

- ایک غلط فہمی کا ازالہ 398
- چند اوصاف کا خلاصہ 398
- اسلام میں شمولیت 399
- محبوب کبریا کے بغیر دل نہیں لگتا 399
- حبشہ سے مکہ واپسی 399
- مدینہ منورہ کی جانب ہجرت 400
- بے مثال غیرتِ ایمانی 400
- دنیا کو اللہ تعالیٰ سے محبت کا انداز بتا دیا 401
- جنگ احد میں نبی ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے 402
- جب پیغمبر عالم ﷺ کا چہرہ خون سے رنگین ہوا 402
- رسول اکرم ﷺ کے لیے سنگین ترین حالات 402
- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی 403
- ابوعبیدہ بہت خوب 403
- امارت سے بے پرواہی 404
- اللہ کی راہ میں بھوک برداشت کی 405
- عیسائیوں کا وفد آپ ﷺ کی خدمت میں 406
- جب نبی ﷺ میدانِ مباہلہ میں اترے 406

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- اور عیسائی راہِ فرار اختیار کر گئے 406
- اس امت کا امین 407
- راہ جہاد میں جانفشانی کی چند جھلکیاں 407
- بے لوث قیادت 407
- ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ امیر ہی سجتے ہیں 408
- بے لوث جانبازوں کا حیران کن کردار 408
- ایک بہادر کا خراج عقیدت 409
- سالارِ اعظم نے عقیدت مندوں کی خوش فہمی دور کر دی 409
- صاحب ضبط جرنیل 410
- جرنیل مشورہ بغیر قدم نہیں اٹھاتا 410
- جرنیل اعظم کا ایمان پرور مقولہ 411
- جب جرنیل اعظم نے آیت کا جواب آیت قرآن ہی سے دیا 411
- فحل کی جنگ میں زبردست تدبیر سازی کا مظاہرہ 412
- لاذقیہ کی فتح 412
- ایک خاص بات 413
- جب امت کے امین کی دعوت نے اثر دکھایا 413
- حیرت انگیز جرنیل 414
- فتح فلسطین 414
- دنیا کی عیش پرستی سے صاف جرنیل 415
- جرنیل کی سادگی پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آنسو چھلک پڑے 415
- جود سخا کا بحرِ پیکراں 416
- یہ جرنیل اعظم جب دنیا سے رخت سفر باندھتا ہے 416
- آخری لمحات میں ساتھیوں کو نہیں چھوڑ سکتا 417
- ابوعبیدہ تم میری سانسوں میں بستے ہو 417

(11)......سرگزشتِ سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ

- پروان گاہ 419
- نعمتوں میں پروردہ صہیب جب اسیر ہو گیا 419

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- جب نورِ اسلام نے کشش دکھائی 419
- اور دل منور ہو گیا 420
- اللہ کی راہ میں مصائب کے پہاڑ اٹھائے 421
- واہ! صہیب تم نے جنت لوٹ لی 422
- دنیا کی ساری دولت سے قیمتی اعزاز 423
- زندگی کا مشکبو گلدستہ 424
- خوش طبعی کا بڑا ہی پیارا واقعہ 424
- اللہ کی راہ میں جہاد کا جذبہ 425
- رسول اکرم ﷺ کی بلند نگاہ میں مقامِ صہیب رضی اللہ عنہ 425
- حضرت صہیب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے دل کی دھڑکن تھے 426
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آخری لمحات تک انہیں یاد کرتے رہے 426
- آخر وقت موعود آن پہنچا 427

(12)...... حضرت سالم مولیٰ ابن حذیفہ رضی اللہ عنہما کی داستان باوفا

- جب ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بیٹا بنا لیا 429
- جب نور اسلام سے سالم کا سینہ تابناک ہوا 429
- سالم جب متبنّٰی سے مولیٰ بن گئے 430
- جب آقا کی محبت کو نبی پاک ﷺ کی محبت پر قربان کر دیا 430
- ستاروں کی گزرگاہوں سے بھی بلند رتبہ 431
- اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی امامت 431
- سالم سے قرآن سیکھو 432
- تمغۂ امتیاز امت 432
- جب تمغۂ ایمان ملا 433
- میدانِ شرف کا شاہسوار 433
- اب وقت شہادت ہے آیا 433
- میدان کا منظر 434
- اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے 434
- ہم کل جنت میں ملیں گے 434

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی قدر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں 435

(13)......حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی داستان زیست

ایمان داری اور فدا کاری کی حقیقی داستان 436
اسلام کا داعیٔ اول 436
نعمتوں کا پروردہ ایمان کا متوالا کیسے بنا 437
محیر العقول مردانِ کار 437
امانت کا احساس 437
انہوں نے امانت کا حق ادا کر دیا 438
مثالی گروہ 439
وعظ نہیں عمل 439
یہ سب کچھ آنکھیں بند کیے حاصل نہ ہوا تھا 439
حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی تربیت گاہ 440
امتحان بقدر دین ہوتا ہے 440
حبس بے جا سے رہائی 442
مصعب کی حالتِ زار پر جب رحمت عالم آبدیدہ ہو گئے 442
مٹی میں سے چمکتا ہیرا حاصل ہوا 442
دعوت دین کا نقیب اول 443
داعی ہو تو ایسا ہو 444
حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے مجاہدانہ کارنامے 446
میرا رشتہ اسلامی ہے نسبی نہیں 446
مصعب رضی اللہ عنہ نے سچ کہا 447
مصعب رضی اللہ عنہ جنہوں نے عہد وفا پورا کیا 447
جب سید ولد آدم نے آنسوؤں کے موتی نچھاور کیے 448
یہ مرد باوفا بہارِ زندگی دیکھنے سے پہلے ہی چل بسا 449
مصعب رضی اللہ عنہ ہم تمہیں زندگی بھر نہ بھولیں گے 449

(14)......حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی زیست کے پہلو

مسلمانوں کے کارناموں سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں 450

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کون ہیں 451
- دین کی حفاظت کے لیے سریانی زبان سیکھی 451
- بے مثال اعزاز کہ کاتب وحی تھے 452
- سقیفہ بنو ساعدہ میں عہد ساز کردار 453
- عہد ابی بکر رضی اللہ عنہ میں قرآن پاک کے مدون 453
- حضرت زید رضی اللہ عنہ کی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں قدر افزائی 454
- مصحف عثمانی کا زندہ کردار 455
- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دیگر صحابہ کرام کی نظر میں 456
- پیکر علم سے خوش طبعی کی مسکراہٹ 457
- اے دنیا الوداع، اے دنیا الوداع 457

(15)......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی

- یہ ہر مسلمان کی محبت بھری خواہش ہے جو مچلتی رہتی ہے 458
- چوٹی کے صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا تعارف 459
- اچھے درخت کا اچھا پھل 459
- ماں کی تربیت کا اثر 459
- دنیا کی سب سے بڑی سعادت کا حصول 460
- حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں 460
- حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت 461
- حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا بیان حضرت انس کی زبانی 461
- بچوں سے خوش طبعی 462
- کبھی نہ ڈانٹا 462
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے سامنے کبھی قدم نہ پھیلائے تھے 462
- معمولی لونڈی کی بات بھی غور سے سنتے 463
- آپ کی داد و دہش کا تذکرہ 463
- وجودِ معطر 463
- کائنات کی بہادری کا پیکر 463
- روزِ قیامت آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے 464

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- نبی اکرم ﷺ کے راز داں 464
- نبی اکرم ﷺ کی دعاء کے ثمرات 465
- ان کے گھر میں دعائے خیر کی جھلک 465
- حبیب کبریاء ﷺ کی جدائی کا غمِ جاوداں 466
- حضرت فاطمہ ؓ کی حالت زار 466
- آپ ﷺ کی وفات پر بے قراری کا عالم 467
- یاد کانٹوں کی طرح کھٹکتی ہے سدا 468
- حضرت انس ؓ کی عبادت کا اندازِ دلربا 469
- حضرت انس ؓ کی ایک کرامت کا ذکر 470
- ہر شب نبی ﷺ کے دیدار سے شاداں ہوتے تھے 470
- آخر دنیا سے چل بسے 471

(16)......حضرت خباب بن ارت ؓ کی زندگی کے سنہرے کارنامے

- جب گردش زمانہ کا شکار ہوئے 472
- جب مقدر کا ستارہ چمکا 472
- جاہلیت کی ظلمت سے اسلام کی روشنی تک 472
- آزمائش میں ثابت قدمی 473
- اللہ تعالیٰ کی راہ میں آزمائشوں کا دور 473
- رونگٹے کھڑے کرنے والی سزا 474
- نبی اکرم ﷺ دلاسہ دیتے ہیں 474
- ہجرت کی راہ پر 476
- عدل الٰہی کا کوڑا 476
- دین کے لیے عملی جدوجہد 476
- دنیا سے کوچ 477
- حضرت عمر ؓ سے ملاقات 477
- خوف الٰہی سے آنسو چھلک پڑے 477
- ساتھیوں کی خوبصورت یاد 478
- جب یہ درِ ناب کوفہ کی سرزمین میں دفن ہوا 478

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(17)......حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حالات

- ان کے اوصاف بیان کرنے سے زبان قاصر ہے 480
- مقام سعد رضی اللہ عنہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی نظر میں 480
- جب پورا مدینہ جگمگا اٹھا 481
- حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی کایا ہی پلٹ گئی 481
- غزوۂ بدر میں تاریخ ساز کردار 484
- سخت ترین حالات میں بھی غیرت ایمانی ماند نہ پڑی 485
- فیصلہ فرش پر تائید عرش سے ہوئی 486
- حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب زخمی ہوئے 486
- جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں 487
- فیصلہ کے لیے آنے کا انداز 487
- جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا 488
- بنوقریظہ پر قرآنی تبصرہ 488
- سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حد درجہ ادب تھا 489
- ان کی وفات پر عرش الٰہی جھوم گیا 490
- صاحب وفا 490
- جب عرش جھوم گیا اس کی تفصیل 490
- اس پر امام نووی رحمہ اللہ کا تبصرہ 490
- علامہ مازری رحمہ اللہ کا تبصرہ 490
- ایک اور تبصرہ 491
- امام ذہبی رحمہ اللہ کا جاندار اور شاندار تبصرہ 491
- حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو فرشتوں نے کندھا دیا 492
- جب قبر نے بھینچا 493
- اس پر امام ذہبی رحمہ اللہ کا تبصرہ 493
- حضرت حسان کا منظوم خراج عقیدت 494
- جنت میں اعزاز 495
- امام نووی رحمہ اللہ کا تبصرہ 496

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد صدیق انصار کا درجہ ہے 496

(18)......حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے اوراقِ حیات کی نقاب کشائی

- دوستی کا معیار عقیدہ میں ہم آہنگی ہے 497
- حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اس کی عملی تفسیر تھے 498
- جب غزوۂ تبوک کا اعلان ہوا 499
- غزوۂ تبوک کی تیاری کا ایمان پرور منظر 499
- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جذبۂ خیرات 499
- دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عطیات 500
- جب جُلاس نے عمیر رضی اللہ عنہ کو حیران و ششدر کر دیا 501
- عمیر رضی اللہ عنہ ملامت سے نہ ڈرے 501
- عمیر رضی اللہ عنہ کو اللہ نے سرخرو کر دیا 502
- عدل اسلام کی دیوار ہے اور حق اس کا دروازہ ہے 503
- یہ جوہر نایاب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی صورت میں مل گیا 504
- حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا تاریخ ساز خطاب 504
- میں فقط رضائے الٰہی کے لیے کام کرتا ہوں 504
- امتحان میں سرخرو ہوئے 505
- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تمنا کہ کاش مجھے عمیر جیسے افراد میسر ہوں 506

(19)......حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زندگی کے اہم واقعات

- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ 508
- ایمان آزمائش کی بھٹی سے کندن بن کر نکلتا ہے 508
- اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں 509
- انہی فرزندان ایمان میں سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں 509
- مزید تعارف 509
- اسلام کی چھاؤں میں 510
- بکریوں کے چرواہے کو کیا پتہ تھا 511
- ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے رب کی نظر میں 511
- قریش کے سامنے سب سے پہلے اعلانِ حق کیا 512

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- وحی کے سایہ میں پروان چڑھے 512
- راہِ الٰہی میں جہادی سرگرمیاں 513
- فائدہ جلیلہ 514
- ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو قرآن سے لگاؤ نے سربلند کر دیا 514
- قرآنی علم میں وافر حصہ 515
- جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دعاء پر آمین کہی 515
- ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تلاوت سے حبیب کبریاء کے آنسو چھلک پڑے 516
- احد پہاڑ سے بوجھل پنڈلی 517
- ایمان وتقویٰ کا پیکر 517
- ماہرِ قرآن 517
- ہر دلعزیز شخصیت 518
- خوفِ الٰہی سے لرزاں وترساں 518
- مجسم تواضع 519
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر وتعظیم بجالاتے 519
- شہوت پر ضبط 520
- ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں 520
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں 520
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں 522
- ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی نظر میں 522
- تمیم بن حذلم کا خراج عقیدت 522
- مسروق رحمہ اللہ کا خراج تحسین 523
- حضرات ابو موسیٰ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہما کے ان کی وفات پر تاثرات 523
- اقوال زریں جو دل کو نور سے بھرتے ہیں 523
- آخری لمحات 526

(20)......حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی داستانِ چشم کشا

- قادر الکلام خطیب 527
- سعادت کی گھڑی 528

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- رسول اکرم ﷺ کے بے باک خطیب 529
- نمونہ خطابت 530
- شہادت اور جنت کی بشارت 531
- احسان کی قدردانی کا عجیب واقعہ 532
- بنو مصطلق کے بارے میں شریفانہ کردار 534
- مقام شہادت کی جستجو 535
- واقعۂ شہادت کی مزید تفصیل 535
- حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اچھی طرح ڈالی 537
- وہ خوبی جو کسی اور میں نہیں 538

(21)...... حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا سفرِ زیست

- اسلام کیسے قبول کیا 539
- اور اسلام حق مہر بن گیا 540
- جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ روشن جبیں ہو کر دربار رسالت میں پہنچے 541
- ابوطلحہ قابل صد رشک انسان 541
- صبر کا بے پناہ اجر 542
- اللہ کی راہ میں جہاد میں روشن کارنامے 543
- جنگ حنین میں داد شجاعت 545
- اللہ کی راہ میں سخاوت کا جذبۂ فراواں 545
- نبی ﷺ نے موئے مبارک کا ہدیہ دیا 545
- عبادت گزاری 546
- وفات کے بعد کی کرامت 546

(22)...... حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کی داستانِ حیات

- آذان دینا ایک افضل عمل ہے 548
- اسلام کی چھاؤں میں 549
- جب اللہ کے دین کی خاطر تختۂ ستم بنے 550
- ایمانِ بلالی کافروں کی سختیوں کی آگ پر غالب آ گیا 551
- جب غلام سے سردار بن گئے 552

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی گواہی قرآن سے 553
- جب عرش والے نے حمایت کا اعلان کیا 553
- جس پر بلال رضی اللہ عنہ ناراض اس پر رب العزت ناراض 554
- وہ بلال رضی اللہ عنہ جنت جن کی مشتاق ہے 554
- وہ غلام جس کی شہرت آسمانوں کو چیر گئی 555
- فرش پر چلنے والے بلال عرش پر آہٹ پیدا کرتے ہیں 556
- غلط فہمی کا ازالہ 557
- راہِ اللہ میں ہجرتِ مبارکہ 557
- جب مکہ کی یاد نے تڑپایا 557
- آذان کا آغاز اور جب بلال مؤذن بنے 559
- جب امیہ بن ابی خلف سے قصاص لیا 560
- جب کعبہ پر آذان بلالی نے سماں باندھا 561
- مشرکوں میں حیرت اور مسلمانوں میں جلالت پھیل گئی 562
- دم آخریں 563

(23)......حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کی جھلک

- مردہ سے زندہ پیدا ہوا 566
- سفر زندگی کا آغاز 567
- جب عکرمہ راہِ فرار اختیار کر گئے 568
- اسلام میں داخلہ کی تفصیل 569
- مسلمانوں کا عظیم شاہسوار 569
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اسلام کے وفادار رہے 570
- شہادت گہِ الفت میں قدم 570
- امام شافعی رحمہ اللہ کا خراج تحسین 571
- ابواسحق کا خراج عقیدت 571
- مسلمانوں کے لیے مثالی زندگی 571

(24)......سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی حیاتِ دلربا کا تذکرہ

- ایمان اصل قوت ہے 572

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- نبی اکرم ﷺ کی حسین خواہش 573
- من مست حمزہ 573
- جب بھتیجے کی حمایت نے پرجوش کردیا 573
- اور حادثاتی طور پر حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے 574
- اور حمزہ رضی اللہ عنہ سچ مچ مسلمان ہو گئے 574
- سفر ہجرت کی شان 576
- سیف البحر غزوہ کے سالار 576
- اور زندگی میں انقلاب آ گیا 576
- اللہ کا شیر راہِ جہاد پر گامزن ہے 577
- میدانِ بدر میں جہادی کارنامہ 577
- جب مبارزہ کے لیے نکلے 578
- غزوۂ احد میں جہادی سرگرمی 579
- سرزمین معرکہ میں شیر کے ہاتھ میں دو شمشیریں 580
- جب سید الشہداء کے مقام پر فائز ہوئے 581
- سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی شہادت کی کہانی وحشی کی زبانی 582
- جب وحشی نے اسی حربہ سے کذاب مارا 583
- سید الشہداء رضی اللہ عنہ جنت کی نہروں میں غوطہ زن 583
- جسم مبارک کا مثلہ 584
- جب آہ سسکیوں میں بدل گئی 585
- شعراء کا خراج عقیدت 585
- حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اظہارِ درد 585
- حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا آنسو بہانا 586
- اللہ کے شیر کی ہمشیرہ کا دکھڑا 587
- جنت کی خوشخبری پانے والے کے تاثرات 588
- وفات کے بعد کرامات کا ظہور 588

(25)...... حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی

- مکہ والوں کا دور رس جاسوس 589
- عمیر رضی اللہ عنہ کا خطرناک ارادہ 590

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- عمیر رضی اللہ عنہ کی مدینہ روانگی 590
- عمیر رضی اللہ عنہ کی دربار نبوت میں پیشگی 590
- اور عمیر رضی اللہ عنہ کی سوچ بدل گئی 591
- عمیر رضی اللہ عنہ میدانِ عمل میں 592
- جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی آخری آرزو بھی پوری ہوئی 592

(26)......حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حیاتِ ایمان افروز

- قارئین کرام دل حاضر کرلیں 594
- مختصر خاندانی تعارف 594
- حقیقی ایمان کی روشنی میں سفر 595
- حبیب کبریاء کے معتمد خاص 596
- روزِ قیامت تک برپا ہونے والے فتنوں کے ماہر 597
- راز دانی میں اتھارٹی شخصیت 598
- حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں استغفار کا تحفہ دیا 599
- عبادت میں ریاء کاری سے اجتناب 600
- جنگِ بدر میں حاضر نہ ہونے کا عذر 600
- میدانِ احد میں جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی 601
- جنت میں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا لازوال شرف 602
- مدائن کے والی 604
- مدح سرائی سے ناآشنا امیر 605
- فتوحاتِ اسلامیہ کا شاہکار 605
- حذیفہ رضی اللہ عنہ کو سالار بنادو 606
- معرکہ کی ہولناکی کا منظر 607
- نادرۂ روزگار حکمت و دانش کا پیکر 607
- اتباع سنت کا جذبۂ گرانمایہ 608
- ایک مصحف پر جمع ہونے کی ترغیب دلانے والے 609
- مصحف پر اجتماع کی تفصیل 610
- میدانِ بلاغت کے شاہسوار 610

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- دلوں کی اقسام کا تذکرہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زبانی 611
- لازوال اقوال 611
- عقبیٰ کی تیاری 611
- اختتامی کلمات 612

(27)......حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی داستانِ درد

- آج بھی صبر کی ضرورت ہے 614
- حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف 614
- سعادت کے دامن میں 615
- جزیرۂ عرب پر نورِ اسلام کا تڑکا 616
- والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک 616
- ابتلاء وآزمائش کی بھٹی میں 617
- حبیبِ کبریاء ﷺ دلاسہ دیتے ہیں 617
- دین قربانی مانگتا ہے 618
- اسلام کی پہلی درجۂ شہادت پر فائز ہونے والی خاتون 619
- جن کے دل میں ایمان نے قرار پکڑی 619
- ہجرت کا مبارک سفر 620
- فضائل ومناقب 621
- شیطان کے وار سے حفاظت 622
- جہاد میں سنہری کارکردگی 623
- کوفہ کے والی 623
- جنگِ صفین میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا کردار 624
- دنیا سے کوچ 625
- امام ذہبی رحمہ اللہ کا تبصرہ 625

(28)......حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی داستانِ دلربا

- کفار اور اسلام کے درمیان کشاکش 627
- اسلام کا جوانِ رعنا 627
- ہجرت کی راہ پر 628

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- جہادی کارنامے 628
- لازوال اور بے مثال بختاوری 629
- لوگو تدبر کرو 630
- توکل کی صفت ایک نعمت ہے 631
- مفسرین کی وضاحت 632
- انسان سے پرندے اچھے 633
- رزق رسانی کے متعلق عجیب واقعہ 633
- موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا مثالی توکل 633
- اللہ پر توکل کا نادر واقعہ 635
- توکل کی وجہ سے سطح آب بچھونا بن گئی 635
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے توکل 636
- توکل کا ثمرہ 636
- اگر خالق کی نظر کرم ہو پھر کیا ہو جائے 636
- توکل ہی سے مسجد اقصیٰ کی آزادی ممکن ہے 637
- توکل کی طاقت نے جب آفتاب ٹھہرا دیا 638
- مسجد اقصیٰ فریاد کرتی ہے 639
- حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کا زندوں کے خلاف صف آراء ہوتا 639
- جنت کا مہمان 640

(29)...... حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حیات کا مگارِ کی جھلک

- اسلام میں ابتدائی حالات 642
- حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تمغے ان کے سینہ پر سجائے 643
- ابتلاء و آزمائش کا اٹل قانون ان پر بھی نافذ ہوا 644
- راہِ ہجرت کا راہی 644
- جب خطابت جعفر نے نجاشی کو ہلا کر رکھ دیا 645
- حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی دربارِ نجاشی میں تقریر دلپذیر 646
- بادشاہ سلامت ہم کہاں جائیں 647
- اور نجاشی اشکبار ہو گیا 648

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- ایک چال جو کارگر نہ ہوئی 648
- نجاشی کو اس دین پروری کا صلہ مل گیا 649
- دو ہجرت کا ثواب پانے والی 649
- حبیبِ کبریاء ﷺ نے چوم لیا 650
- مساکین کی مسرت گاہ 651
- وقت شہادت ہے آیا 651
- دشمن سے آمنا سامنا 652
- فرشتوں کے ساتھ محو پرواز شہید 653
- اے حبیب کبریاء کیوں روتے ہو؟ 654
- اہلِ موتہ کے دکھ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے چند آنسو 654

(30)......حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی مبارک زندگی

- خوش بخت نوجوانی کا آغاز 656
- نقیب عبد اللہ بن گئے 657
- حبیبِ کبریاء ﷺ کا پروانہ 657
- باپ کی بیٹے کو قیمتی وصیت 657
- بیٹے نے وصیت کی تعمیل کی 658
- ایثار پیشہ 658
- بے مثال برکت کی لازوال سعادت 659
- بیعت رضوان میں شرکت 660
- حدیث سے والہانہ عقیدت کا واقعہ 660
- حصول ثواب کی تڑپ 661
- آخری لمحات 662

(31)......حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی حیاتِ جاوداں

- ایمان صحیح انسان بناتا ہے 663
- عرب کی جاہلیت 664
- ایمان کا کرشمہ 664
- دین اسلام کی چھاؤں میں 665

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- میں ایمان لے آیا 665
- مزید وضاحت 666
- بامقصد زندگی کا آغاز 667
- میں اللہ کی طرف توبہ کرتا ہوں 667
- تلافی مافات 669
- عمرو کے بیٹے نے اس امت کا فرعون مارا 669
- حبیبِ کبریاء ﷺ نے پاکباز قرار دیا 670
- رحلت 670
- دوستوں سے ملاقات 672
- وفات کے بعد کرامت کا ظہور 672

(32)..... حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی حیاتِ فروزاں کی جھلک

- باصفا وباوفا لوگ 673
- صاف دلی کا ایک ایمان افروز واقعہ 674
- رضائے الٰہی کے لیے محبت کا اجر وثوب 675
- اللہ کی رضا کے لیے محبت کرنے والوں کو جنت کی بشارت 676
- نشوونما 678
- سعادت کی گھڑی 678
- اور ملاقات ہوگئی 679
- ہجرت کی راہ پر 680
- حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تاریخ ساز ایثار 680
- اسلام عملی دین ہے 681
- مہمان نوازی کا ایمان افروز واقعہ 682
- ایثار میں جان قربان کردی 682
- جہاد میں سنہری کارنامے 683
- مجھے جنت سے خوشبو آرہی ہے 684
- اس مردِ صالح کی اولاد کی حفاظت خود اللہ نے کی 684

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(33)......حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی حیات روح پر کی جھلک

- ماں کا فرمانبردار 686
- کون حارثہ رضی اللہ عنہ؟ 687
- سعادت کا آغاز 687
- ہجرت کی راہ پر 688
- شریفانہ کارنامے 688
- جبریل علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا 689
- جنت سے رزق کی کفالت پانے والے 689
- امانتدار فوجی 690
- والدین سے حسن سلوک سے پریشانیاں دور ہوتی ہیں 690
- والدین کی دعاء دارین کی نجات ہے 691
- والدین سے نیکی فراخی رزق کا باعث ہے 691
- والدین سے نیکی کبیرہ گناہوں کا کفارہ ہے 692
- والدین سے نیکی سے حج وعمرہ کا ثواب 692
- والدین سے نیکی حسن خاتمہ کی علامت ہے 693
- والدین سے نیکی مغفرت کا باعث ہے 693
- والدین سے نیکی اعمال کی قبولیت کا باعث ہے 694
- دخول جنت کا باعث 694
- جنت کے دو دروازے 694
- والدین کی وفات کے بعد نیکی کرنا 695
- باپ کے دوست سے صلہ رحمی کرنا 696

(34)......حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی حیاتِ حقیقت افروز

- اعتذار 697
- حیات کے حالات کا آغاز 697
- اسلام کی خنک چھاؤں میں 698
- حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع آنگن میں 699
- حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے بارے میں وصیت 700

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- امیر شام کی حیثیت سے 700
- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں 701
- اللہ کی راہ میں خرچ 701
- اللہ کی راہ میں جہاد 701
- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں 701
- حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا ایمان افروز تبصرہ 702
- امام ذہبی رحمہ اللہ کا زریں تبصرہ 702
- سفر آخرت 703

(35)...... حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ کی زیست راست کا تذکرہ

- سلامتی کی دعاء 705
- ابدی کامیابی کا حصول 706

(36)...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کی ایمان افروز زندگی

- جب ان کے نصیب جاگ اٹھے 709
- اسلام لانے کا واقعہ ایمان افزا 710
- حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شوق دلدار 711
- اللہ کی راہ میں جذبہ جہاد 711
- آخری وصیت بیٹا بہنوں کا خیال رکھنا 711
- اللہ تعالیٰ نے قرض کا بندوبست کر دیا 713
- منافقوں کی ضرورت نہیں اللہ اپنے نبی کو کافی ہے 713
- فرشتوں کے پروں کی چھاؤں میں 714
- وفات کے بعد کرامت کا ظہور 714
- بغیر حجاب اللہ سے گفتگو کا شرف 715
- شہادت کے بعد احباب سے ملاقات 716
- دعاء کا تحفہ 716

(37)...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ درخشاں

- طلب علم سے لگاؤ 719
- بعد والا سبقت لے گیا 720

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- علم محنت مانگتا ہے 720
- ان کے علم کے بارے میں نبی ﷺ کی شہادت 722
- متبرک 722
- رسولِ اکرم ﷺ کی وراثت کا نگہبان 724
- ایک شبہہ کا ازالہ 724
- ماں کے ساتھ حسن سلوک 726
- عبادت وریاضت 727
- خوش طبعی اور سادگی 727
- عفو وحلم کا کوہِ گراں 727
- اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدردانی 728
- امارت سے بے اعتنائی 729
- نبی اکرم ﷺ سے دلی شفقت 729
- وقتِ موعود آہی گیا 730

(38)......حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی محبت بھری زندگی

- کتاب اللہ میں اسم گرامی 732
- باپ سے بھی زیادہ محبت کا اظہار 733
- حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح 735
- جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سر تسلیم خم کر دیا 736
- اور جاہلی رسم ٹوٹ گئی 737
- ابن حجر رحمہ اللہ کا تبصرہ 738
- حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ام المومنین کا شرف پالیا 738
- آسمان سے نکاح کا پیغام 739
- غور فرمائیں 740
- ان کی فراست 740
- طائف کے کٹھن سفر میں آپ ﷺ کی رفاقت 741
- حبیبِ کبریا کی پرگداز دعا کے پرسوز الفاظ 742
- راہِ جہاد پر 742
- حضرت زید رضی اللہ عنہ کے وہ اعزازات جوان کے سینہ پر سجے 743

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- جب پیارا پیارے کو داغ مفارقت دے گیا 744
- اور حضرت زید بن حارثہ کی المناک شہادت کا حادثہ رونما ہو گیا 746

(39)......حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی حیات باصفا کی جھلک

- حبیبِ کبریاء ﷺ کے محبوب 750
- اللہ کی راہ میں جہاد 753
- غزوۂ احد میں شرکت 753
- غزوۂ خندق میں شرکت 754
- غزوۂ موتہ میں کارکردگی 754
- غزوۂ حنین میں ثابت قدمی 754
- اسامہ نے نصیحت پلے باندھ لی 755
- ماں سے حسنِ سلوک 756
- لشکرِ اسامہ کی روانگی 756
- وقتِ رحلت 758

(40)......حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی حیات باکردار کا تذکرہ

- کامل 759
- سعادت کا آغاز 759
- حبیبِ کبریاء ﷺ سے ملاقات 760
- جان کیسے چھوٹی 760
- جود وسخا کا بحرِ بے کراں 761
- حق پر ثابت قدمی 762
- حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت کا تذکرہ 762
- نبی ﷺ کی دعا کی سعادت 763
- جب سعد بن عبادہ پر حبیبِ کبریا ﷺ رو پڑے 763

(41)......حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کی داستانِ انقلاب انگیز

- جب جزیرۂ عرب پر آفتاب اسلام چمکا 766
- تاریکی سے روشنی کا سفر 768
- نقصان کی تلافی 770

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نائب 771
- حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا صدمہ 772
- دنیا سے جانے کا وقت 773
- وفات کا سبب 774

(42)......حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حیاتِ حقیقت پسند

- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق یہودیوں کا موقف 776
- اسلام کی چھاؤں میں 776
- جب حق کے سامنے سرنگوں ہو گئے 777
- جب نبوت کی صداقت کو پرکھا 777
- یہودیوں کا تعصب 778
- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کی کہانی خود ان کی زبانی 778
- فضائل کا بیان 779
- جس کی گواہی کو اللہ نے قبول کیا 779
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دفاع کیا 780
- جنتی نے کھانا کھایا 780
- ساتھی کا خراجِ تحسین 781
- سید کونین نے ان کے اسلام پر قائم رہنے کی اطلاع دی 781
- تواضع 782
- توکل 783
- جہادی سرگرمی 783
- دنیا سے کوچ 783

(43)......حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی حیاتِ دلفروز

- ابتدائی حالات 784
- ایسا معرکہ جسے تاریخ کبھی نہ بھلا سکی 785
- فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے پند و نصائح 786
- حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی خوبصورت جنگی چال 786
- جب بصرہ آباد کیا 787

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- اس مردِ درویش کا پر مغز خطاب 788
- سفر آخرت 788

(44)......حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حیاتِ انقلاب انگیز

- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے آج کا مسلمان سبق لے 790
- راہِ حق کا متلاشی 791
- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے سفر اسلام کی کہانی خود ان کی زبانی 791
- ایک دوسرے زاہد سے ملاقات 793
- جب مطلوب کے قریب آ گئے 794
- مطلوب محبوب مل گیا 794
- خندق کے تجویز کنندہ 796
- یہودیوں کی خطرناک غداری 797
- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا محفوظ مشورہ 797
- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا علمی پہلو 798
- علم کا استعمال 799
- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بذریعہ علم دلاسہ 800
- مقام و مرتبہ 800
- سلمان رضی اللہ عنہ کی ناراضگی رب کی ناراضگی 800
- کہکشاں سے علم لانے والے 800
- سلمان ہمارا ہے 801
- عظیم فضیلت 801
- ظلم و جور سے خوف و ہراس 801
- خوش طبعی کا عنصر 802
- تواضع 803
- دل سے نکلنے والی سنہری باتیں جو نور راہ ہیں 804
- تین چیزیں رلاتی اور ہنساتی ہیں 805
- عمر تھوڑی ہے 805
- مومن کی مثال 805
- حساب یاد کرو 805

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- آزمائش سے سبق سیکھنا 806
- برائی کو نیکی سے بدلو 806
- بات سچی کرو 806
- جانبِ آخرت روانگی 807
- عمر 807

(45)......حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کی زندگی کا سفر سعادت آمیز

- ایمان کے خوبصورت انقلابات 809
- ثمامہ رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی 810
- ان کی گرفتاری ان کے اسلام کا باعث ہوئی 810
- دین پر مضبوطی 812

(46)......حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی قابل رشکِ حیات

- اس صاحب سعادت کی جھلک 814
- سعادت کے لمحات 815
- حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے شوقِ ملاقات 815
- مزید وضاحت 816
- عبادت میں لگن 817
- عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں ان کی رائے 817
- زمین وآسمان کو قائم رکھنے والا عدل 818
- دادِ شجاعت 818
- شہادت سے سرفرازی 821

(47)......حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ باشجاعت کا تذکرہ

- دشمنوں کی کھوپڑیاں اڑانے والے 826
- موت کی پٹی والا 826
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع 829
- جہادی کارنامے 830
- فقیر ابودجانہ 830
- غزوۂ خیبر میں کارکردگی 830

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنگِ حنین میں دادِ مردانگی 831
مدرسۂ نبوت کا شاہسوار 831
حسنِ اخلاق کا پیکر 831
دنیا سے کوچ کی گھڑی 832

(48)......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حیاتِ عدل پرور کا تذکرہ

مختصر تعارف 834
حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی آرزو 834
حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغی مشن 835
جب حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ تبلیغ سے متاثر ہوئے 835
مدینہ میں اسلام کی کرن 836
بیعت کے اہم نکات 836
بیعت کے بعد 837
دیدارِ نبی کے مشتاق 837
اللہ اور رسول سے دوستی 838
اور یہودی جلا وطن ہو گئے 838
اسلام کی راہ میں موت بھی قبول ہے 840
حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد 841
جہاں عبادہ نہ ہوں اس سرزمین کا ستیاناس ہوا 841
فتح مصر کا تاریخ ساز کارنامہ 841
حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کا رعب 842
نفسیاتی جنگ کے ماہر 843
امیر المومنین کا ایمان افروز واقعہ 844
اور کوچ رحلت بج گیا 845

(49)......حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے گوشہائے زندگی

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی مشعل راہ بن گئی 846
زہد و حیا کے پیکر باصفا 849
ایک اہم پیغام امرائے اسلام کے نام 850

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- جب امیر حمص فقیر نکلا 851
- تاریخ کی پیشانی کا جھومر 852
- کوچِ رحلت 853

(50)......حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی زندگی کے پر بہار لمحات

- اور انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں 854
- حبیب کبریاء ﷺ میزبان کے گھر میں 855
- واہ! کیا شان ہے اس گھر کی 856
- ضیافت کی تاریخ ساز کہانی، خود ان کی زبانی 857
- حبیبِ کبریاء ﷺ کا احترام 858
- ابوایوب رضی اللہ عنہ کامیاب انصاری 860
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں 861
- حیاتِ درخشاں 861
- ایک حدیث کی طلب میں طویل سفر 862
- یادگار موقف 862
- اللہ کی راہ میں جہادی کارنامے 863

(51)......حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حسین پہلو

- مدینہ منورہ میں چپقلش کا آغاز 866
- خزرج اور اوس ہوش میں آ گئے 867
- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی اسلام آشنائی 867
- جہاد کی تمنا 868
- صبر و احتساب 869
- منافقوں کی ریشہ دوانیاں 869
- جب منافق منت و سماجت پر اتر آیا 870
- اس منافق کا کمینہ پن 871
- قرآنی فیصلہ کہ زید سچے ہیں 872
- درد بھری جدائی کا صدمہ 873
- دارِ فانی سے کوچ 874

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(52)......حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حسین پہلو

- مختصر تعارف 875
- صبح نو کا آغاز 875
- صبر و احتساب 876
- ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا سفر مدینہ 877
- ان کی سرکردگی میں دستۂ فوج کی روانگی 878
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا شرف پایا 878
- ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے صبر کا گراں بہا صلہ پایا 879

(53)......حضرت عبداللہ بن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی

- مختصر تعارف 881
- نورِ ایمان کی ضیاء باری 882
- انصار کے آنگن میں 884
- توحید کے علمبردار 884
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت 885
- مستجاب الدعوات 885
- دنیا سے رخت سفر باندھنا 886
- جھنڈا ان کے سینہ سے لپٹا تھا 886
- ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تمہارے نصیب قابلِ رشک ہیں 887

(54)......حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حیاتِ باوفا کا تذکرہ

- مکہ والوں کا غیظ و غضب 890
- جنگ کی تیاری کا منظر 890
- ایک قریش عورت کی عجیب نذر 891
- عاصم کی طرح لڑو 892
- اے اللہ! ہمارے نبی کو ہماری حالت بتا دینا 892
- واقعۂ رجیع کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر صدمہ 894

(55)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی

- یمن کا رہائشی مکہ مکرمہ میں 895

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چچا، بھتیجا دونوں کی نبی ﷺ سے ملاقات 896
خود سپردگی 896
ہم محبوب ساتھیوں سے ملیں گے 897
اس کی تفصیل خود ابو موسیٰ کی زبانی 897
جب حبیب کبریاء ﷺ نے اشعریوں کو اپنا قرار دیا 898
حبیب کبریاء ﷺ نے انھیں جن تمغہ جات سے نوازا 899
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں ان کا مقام 901
جنگِ اوطاس میں جہادی کارنامہ 902
فتح اصبہان میں کردار 903
تستر کا معرکہ 904
فتنہ سے علیحدگی پسندی 905
وقت آخریں 906
ان کی اولاد کا اعزاز 906

(56)...... حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی حیاتِ جاوداں کا تذکرہ

مختصر تعارف 907
ہجرت حبشہ 908
ایک ایسا حادثہ نمودار ہوا جو وہم وگمان میں نہ تھا 909
مجھے صرف اللہ کی امان پسند ہے 910
مدینہ منورہ کی جانب ہجرت 911
دنیا سے روانگی کا وقت 912

(57)...... حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی پرحکمت زندگی کی جھلک

اسلام میں داخلہ 914
دنیا سے بے رغبتی 915
عبادت کی وجہ سے خود کو بھول گئے تھے 916
اقوالِ زریں 917
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک ان کی قدر ومنزلت 918
کسی کا حق مارنے کا خوف 920

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- سچی اخوت کے آرزومند تھے 920
- رقتِ قلبی کا پیکر 920
- اہلِ دمشق کے لیے ایک تابندہ نصیحت 922
- رعایا کی خیر خواہی 922
- دنیا سے رحلت 923
- جب ام درداء رضی اللہ عنہا رب کے ذریعہ خاوند سے مخاطب ہوئیں 924
- ایسا سہانا خواب جو دل کو فرحت ومسرت سے معمور کر دیتا ہے 924

(58)......حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی حیاتِ دلبرانہ کا تذکرہ

- براء رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف 925
- بے مثال گھڑسوار 926
- اللہ تعالیٰ ان کی قسم کی لاج رکھتے تھے 927
- ایسے روشن کارنامے کہ گردشِ زمانہ مٹا نہ سکے گی 927
- موت کے باغیچہ میں 929
- میں بستر پر نہیں مروں گا 930
- جب اپنے بھائی انس رضی اللہ عنہ کا بچاؤ کیا 930
- شہادت کی موت کے لیے قسم کھائی 931

(59)......حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے یادگار لمحات

- دین کی طرف رغبت 933
- جب آفتابِ ہدایت حضرت اسید کے دل میں جگمگا اٹھا 933
- حضرت اسید رضی اللہ عنہ کی کامیاب تجویز 935
- جب ملائکہ ان کا قرآن سننے اترے 936
- نہایت ہی قیمتی آرزو 937
- منافق کے خلاف سخت نفرت کا اظہار 938
- پارلیمنٹ میں موقف 940

(60)......حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حیاتِ پاکباز کا تذکرہ

- رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مؤدب تھے 941
- اتباع سنت کی فکر 941

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- عالی ہمتی 942
- اللہ پر توکل 943
- عدل میں موقف 944
- فتنہ سے علیحدگی 944

(61)......حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی حیاتِ وفاکیش کا تذکرہ

- مختصر تعارف 945
- جب حضرت نعمان رضی اللہ عنہ دین سے آشنا ہوئے 946
- سعادتِ ابدیہ کا حصول 946
- جنگوں میں شرکت 947
- قلعہ تستر کی فتح کے روز روشن کردار 949
- معرکۂ نہاوند میں تاریخ ساز کردار 950

(62)......حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حیاتِ انقلاب انگیز

- جب الجھن آسان ہوگئی 955
- شرک سے توحید اسلام کی طرف سفر 957
- تلافی 957
- اشک ندامت 958
- جنت کا رستہ طے کرنے کا عزم 958
- اللہ کی راہ میں شہادت کا سہرا 959

(63)......حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حیاتِ زاہدانہ کا تذکرہ

- جب اسلام سے ہمکنار ہوئے 960
- ایمان کی کہانی خود حضرت ابوذر کی زبانی 961
- ابوذر پر اللہ رحم کرے 963
- حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیتیں 964
- امام ذہبی رحمہ اللہ کا تبصرہ 965
- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں 965
- ربذہ حضرت ابوذر خود گئے تھے۔ 966
- زہد وعبادت کا تذکرہ 967

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- قیمتی پند و نصائح 968
- کوچ کا وقت 969

(64)......حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی حیاتِ روشن کا تذکرہ

- ایک سہانا خواب 970
- اللہ کی راہ میں مصائب جھیلے 971
- جب جام شہادت نوش کیا 973

(65)......حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مدبرانہ زندگی کے نشیب و فراز

- مختصر تعارف 974
- مہاجروں کے تعاقب میں حبشہ آمد 975
- مزید تفصیل 975
- ایلچیوں کی بادشاہ سے گفتگو 976
- بادشاہ کا جواب 976
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حق گوئی 976
- نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر کی تقریر 977
- جب نجاشی تلاوت کلام سے آبدیدہ ہو گیا 977
- اسلام کی چھاؤں میں 978
- حبیب کبریاء کی مردم شناسی 980
- اس غزوہ میں کارکردگی 980
- فضائل 981
- امام ذہبی رحمہ اللہ کا خراج عقیدت 982
- اخلاص کا پیکر 982
- عبادت کا سراپا 983
- اخلاق اور زہد کا مرقع 983
- اللہ کی راہ میں جہاد 983
- معرکۂ اجنادین میں دادِ مردانگی 984
- دنیا جب سے رختِ سفر باندھ لیا 986

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(66)......حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ پاکیزہ کے روشن پہلو

- اللہ کے دوست 988
- وہ رات جس کی صبح جنت میں بدل گئی 989
- مومن ایسا ہی ہوتا 990
- یہ ہے حقیقی فخر 994

(67)......حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی سرگزشتِ حق پرست کا تذکرہ

- سنت کی کتابت کا شوقِ فراواں 995
- نفیس باتیں 997
- تواضع کے پیکر 998
- خوبیوں کے پیکر 998
- امت کی افراتفری سے آبدیدہ ہو گئے 999
- تقویٰ کی انتہاء 999
- صفین کے دن پر اشکِ ندامت 1001
- وعدہ وفائی 1003
- وقتِ رحلت 1004

(68)......حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کی روح پرور زندگی کی جھلک

- بئر معونہ کا جانکاہ حادثہ 1007
- پردۂ برزخ سے صدا 1008

(69)......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی پیاری زندگی کی جھلک

- اسلام کے سایہ میں 1011
- دعوت الی اللہ کی برکت 1012
- بارگاہِ رسالت سے ملنے والے اعزازات 1012
- دلوں میں بسنے والے 1014
- یمن روانگی 1015
- جب پیارا پیارے سے جدا ہوا 1016
- امانت کا پیکر 1017

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- اللہ تعالیٰ کا ادب 1017
- ذکر الٰہی کی کثرت 1018
- عبادت 1018
- قیمتی باتیں 1018
- وہم وگمان سے بھی اونچا ایثار 1019
- جہادی کارنامے 1019
- جنگِ یرموک میں کردار 1020
- سفر آخرت 1021

(70)......حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی تابناک زندگی

- یہ جاہلیت میں ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے تھے 1024
- وفائے عہد 1025
- سابقہ خیر بھی اسلام میں حاصل ہوگئی 1026
- جنت میں گھر خریدا 1026
- میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے 1027
- دنیا سے کوچ 1027

(71)......حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی وفاء سے معمور زندگی کا ذکر

- وفادار داماد 1028
- وعدہ وفا کیا 1029
- ابو العاص رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سے ملاقات 1030
- اور کلمہ پڑھ لیا 1031
- واہ کیا خوش نصیب داماد ہے 1032

(72)......حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حیاتِ جاوداں کا تذکرہ

- جب سینہ نور اسلام سے بھر گیا 1036
- قرآنِ پاک سے محبت کا درجہ 1037
- ایک عظیم الشان شرف 1038
- امام نووی رحمہ اللہ کا ایمان افروز تبصرہ 1038
- علم مبارک ہو 1039

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- وہ دعاء جو مقبول ہوئی 1039
- اتباع سنت کا بے پناہ جذبہ 1040
- اقوالِ زریں 1040
- دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں 1041
- علمی خراج تحسین 1042
- دنیا سے چل چلاؤ 1042

(73)......حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی بے مثال زندگی کا تذکرہ

- اقوالِ زریں 1044
- امام ذہبی رحمہ اللہ کا تبصرہ 1045
- موت کی شان 1045
- مہیب منظر سے بچو 1047
- فرصت کو غنیمت جانو 1048

(74)......حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی حیاتِ دلبرانہ کا تذکرہ

- اسلام میں سبقت 1050
- دین کی امانت اٹھائی 1051
- راہِ ہجرت پر 1051
- رحمان کی جنت میں گھر 1051
- انصار کے آنگن میں 1052
- دستۂ فوج لے کر جانے کا یادگار واقعہ 1053
- اللہ کی راہ میں جہاد 1055
- دنیا سے چل چلاؤ 1055

(75)......شاہسوارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ شاہانہ کا تذکرہ

- وہ کردار ساری دنیا جس کے سامنے ہیچ ہے 1058
- زیادتی کرنے سے خوف 1060
- امارت کا ڈر 1061
- جہاد کی فکر 1061
- رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت 1061

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روشن بصیرت 1062
بے مثال کرم 1063

(76)......حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی خوش کن زندگی

نام ونسب 1064
ہر مسلمان قبیلہ میں ان کے شعر تھے 1065
اللہ کی راہ میں جہاد 1066
جب غزوۂ تبوک میں جانے میں سستی ہوئی 1066
غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے کی کہانی حضرت کعب کی زبانی 1070

(77)......حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کی کارگہِ حیات

آیئے یہ دلفگار واقعہ خود ان کی زبانی سنتے ہیں 1076

(78)......حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ کا تذکرہ

حوروں سے شادی 1080

(79)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حیات مایۂ ناز کا تذکرہ

عظیم بشارت 1084
طلبِ علم کا ذوق 1084
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب 1085
جبریل علیہ السلام کا دیدار 1085
وصیت جاوداں 1086
باپ کی نصیحت 1086
طلبِ علم کی انتہا 1087
معزز مطلوب 1089
عبادت وریاضت 1089
حیاء کے پیکر 1089
سراپائے تواضع اور غمگساری کا پیکر 1090
صاف دلی 1090
کرم وزہد کا کوہ گراں 1090
قیمتی پند ونصائح 1091

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- حرمتِ الٰہی کی تعظیم 1091
- علم نے سربلند کر دیا 1091
- قوتِ استدلال 1092
- یہ ہے اصل فخر 1093
- حاضر جوابی کا واقعہ 1093
- حضرت حسان بن ثابت کا منظوم خراج عقیدت 1096
- صحابہ وتابعین کے دلوں کی دھڑکن 1097
- سفر آخرت 1097
- موت کے وقت کرامت کا ظہور 1098

(80)......حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی حیات ہدایت یافتہ کا تذکرہ

- اسلام کی چھاؤں میں 1099
- جب شرک کدہ ویران کر دیا 1100
- اس امت کے حسن یوسف کے محافظ 1101
- اخلاقِ بلند کا مرقع 1101
- راہِ جہاد پر 1102

(81)......حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کی حیات کرامت افزاء کا تذکرہ

- اسلام قبول کرنے کا واقعہ 1103
- قوم کی طرف واپسی کی شان 1104
- شہادت گہِ الفت میں 1105

(82)......حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حیاتِ جفاکش کا تذکرہ

- موت پر بیعت 1107
- جب چار آدمی بھیڑ بکریاں بنا لئے 1108
- نادرۂ روزگار بہادری 1109
- ان کے وہ تمغے جو سینہ پر سجے 1112
- فتنہ سے علیحدگی 1112

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(83)......حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کی حیات بہشت زار کا تذکرہ

- طویل زندگی کی فکر 1115
- یہ زندگی طویل ہے 1116

(84)......حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ امن پرور کا تذکرہ

- محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کون ہیں 1118
- ابدی سعادت 1119
- جہادی روشن کارنامے 1120
- فضائل کا گلدستہ 1121
- رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع 1121
- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں 1122
- خلافتِ راشدہ کے سائے میں 1123
- وقتِ رحیل 1123

(85)......حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی حیاتِ تابدار کا تذکرہ

- بیعتِ عقبہ میں شرکت 1125
- یہ سعادت بھی مل گئی 1126
- خالد بن سفیان ہذلی کا قتل 1126
- سلام بن ابی الحقیق کا قتل 1129
- المناک جدائی 1131
- دنیا سے روانگی کا وقت 1132

(86)......حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روح پرور زندگی کا تذکرہ

- حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے دفاعی اشعار 1135
- منکروں اور ادیبوں سے التجاء 1136

(87)......حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی جمال آراء زندگی کا تذکرہ

- تفصیل سماعت فرمائیں 1139
- جہادی سرگرمیاں 1139
- معطر سیرت 1140

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(88)......حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حیاتِ بلند پایہ کا تذکرہ

- یہ ہے حقیقی فخر 1142
- دو گواہیوں کا شرف کیسے حاصل ہوا 1142
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی فرمانبرداری 1143

(89)......حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی حیاتِ سرفروش کا تذکرہ

- امت کی اٹھان کی طرف قدم کیسے ممکن ہے 1145

(90)......حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کی خیر سے معمور زندگی کا تذکرہ

- سعادت کی ابتداء 1149
- حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر سجے تمغے 1149
- آج کا بہترین شاہسوار 1149
- وجود اور بالوں میں برکت کی دعا 1150
- اللہ کے شیر 1151
- ابو قتادہ اللہ تمہاری حفاظت کرے 1151
- بے انتہاء شجاعت کا پیکر 1152

(91)......حضرت عبداللہ ذو البجادین رضی اللہ عنہ کی حیاتِ باصفا کا تذکرہ

- ریاء کار نہیں اخلاص کا شاہکار ہے 1155
- لحد میں اترنے کی شان 1156

(92)......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ کی اہم جھلکیاں

- آغازِ واقعہ 1158
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر 1160
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات 1163
- دستر خوان کا اترنا 1164
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا 1165
- آخر زمانہ میں نزول 1167
- نزول عیسیٰ علیہ السلام کے دلائل قرآن سے 1168
- سنتِ مطہرہ سے نزول مسیح کا ثبوت 1169

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول ہی کی حکمت 1169
- دجال کی ہلاکت 1171
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معیار حکومت 1172
- بیت اللہ کا حج 1172
- ان کے نزول سے پہلے جزیہ لینا منسوخ نہ تھا 1172
- امن عام ہوگا 1172
- دنیا سے رخصتی 1173
- اختتامی کلمات 1174
- دعاء و التجاء 1179

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند اہم گزارشات

(۱)...... ہر کام اللہ کے حکم سے ہی انجام پاتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ یہ کب معرض وجود میں آئے گا۔
اس کتاب کی طباعت بھی اس قانون کے تحت ہی منصۂ شہود میں آئی ہے ویسے اس کا ترجمہ تو تقریباً دس برس پہلے کیا جا چکا تھا۔

(۲)...... اس کتاب میں بنیادی خدمت جو کہ خطیر رقم سے خریدی ہے اس میں برخوردار محمد عظیم کا کردار ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نیکی اس کے والد محترم کے لیے بلندئ درجات کا باعث بنائے اور اس نے زکوٰۃ سے نہیں خالص مال سے تعاون کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسے ان کے لیے اجر کا ذخیرہ بنا دے۔
اور دوسرا اہم کردار جو زیادہ خرچہ سے اس کی طباعت میں ادا کیا ہے وہ میاں محمد افضل حفظہ اللہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین صلہ عطاء فرمائیں۔
راقم نے دوبارہ اس کی نظر ثانی کر کے اسے طباعت کے قابل بنایا ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا ہے۔

(۳)...... یہ کتاب مصری عالم دین کی ہے۔ راقم نے اس کا ترجمہ کیا ہے اور یہ تقریباً (۹۰) کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان افزا حالات زندگی پر مشتمل ہے۔
یہ آسمان اسلام کے ایسے درخشندہ ستارے ہیں کہ اگر انہیں تاریخ اسلام سے نکال دیا جائے تو یہ سارا دور تاریک ہو جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی تربیت قرآن پاک اور معلم کائنات سیدنا و مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی اور یہ لوگ قرآن و حدیث کا مجسم اور عکس تھے۔ اس سے ان میں ایسی طاقت پرواز پیدا ہوئی تھی کہ عرش تک ان کی شہرت تھی۔ ان میں ایسی روحانیت تھی کہ دریاؤں کی سطح پر جھوم جھوم کر سفر کر رہے ہیں اور انہوں نے دریاؤں کے رخ پھیر دیے اور سنگلاخ زمین پر نعرۂ توحید بلند کر کے اسے دونیم کر دیا اور پوری دنیا کو نور ہدایت کا مرکز بنا دیا۔

(۴)...... یہ کتاب ان ہی اللہ کے شیروں کے بے مثال کارناموں سے معمور ہے۔ ہر مسلمان جو بھی اسے پڑھے گا وہ ان عظیم الشان کرداروں سے وابستہ ہو جائے گا۔

(۵)...... اس کتاب میں یہ خصوصیت ہے کہ ہر صحابی رضی اللہ عنہ کے کارناموں کے اہم خدوخال اجاگر کیے گئے ہیں اور اس کی یہ بھی خوبی ہے کہ اس میں حالات و واقعات باحوالہ اور حکم کے ساتھ درج ہیں کہ یہ سند صحیح، حسن وغیرہ ہے یا ضعیف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس کا انداز تحریر اتنا منظر کشا ہے کہ گویا ہم ہر صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے ہیں۔

آخر میں گزارش ہے کہ یہ ایک بہترین گلشن عطر بیز کتاب ہے۔ اس سے استفادہ کر کے ایمان میں روحانی تازگی پیدا کریں۔

اللہ کی بارگاہ میں التجاء ہے اللہ تعالیٰ اسے میرے اور میرے اہل خانہ اور معاش اور قارئین اور میرے اساتذہ کے لیے روزِ قیامت نیکیوں کے ترازو میں اعمال کے بھاری ہونے کا ذریعہ بنادے۔

محمد عباس انجم گوندلوی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرے خیالات

تین طبقے ایسے ہیں جو سارے کے سارے جنتی ہیں: (۱) انبیاء کرام (۲) اصحاب رسولؐ (۳) نابالغ بچے۔ جو بچپن میں فوت ہو جائیں۔ زیر مطالعہ کتاب جس کے مطالعہ سے آپ سکون قلب حاصل کریں گے۔ میری مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر انتہائی مدلل، جامع، مستند اور مفصل تاریخی کتاب ہے۔ اس سے قبل بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عنوان پر بے شمار کتب کا آپ مطالعہ کر چکے ہوں گے۔ لیکن اس ضخیم کتاب میں آپ کو ایسی تفصیلات اور معلومات پڑھنے کو ملیں گی جو شاید آپ کے علم میں پہلی دفعہ آئی ہوں۔

میرے مربی استاذ اور انتہائی مخلص بھائی شیخ الحدیث حافظ محمد عباس انجم گوندلوی حفظہ اللہ کی زیر مطالعہ تالیف ''آسمانِ رسالت کے درخشندہ ستارے'' طویل جدوجہد کی ایک ایسی تحریر ہے کہ جو ہر صاحب علم کے لیے گوہر نایاب ہے۔ میں نے مطالعہ کے بعد اسے موجودہ دور کی اصحاب رسول کے عنوان پر ایک منفرد تحریر پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم حافظ صاحب حفظہ اللہ کے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے اور کتاب ہذا کو اُن کے لیے توشہ آخرت بنائے۔

ادارہ اسلامک ویلفیئر فاؤنڈیشن موصوف محترم کی تالیفات ✿ جواہر اسلام ✿ مقالات گوندلوی ✿ پیغمبر امن ✿ تفسیر خواتین ✿ الجوہر المنفرد شرح الادب المفرد شائع کر کے فی سبیل اللہ تقسیم کر چکا ہے۔ اب ''آسمان رسالت کے درخشندہ ستارے'' رمضان المبارک 2019ء کے مقدس مہینہ میں آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ مترجم نے جس لگن، محنت اور اخلاص کے ساتھ کتاب کی تیاری میں اپنی توانائی خرچ کی ہے اس کا اندازہ کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات کو جس تفصیل اور اسناد کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ میری نظر میں ایسی تحریر اس سے پہلے نہیں گزری۔

میں حافظ صاحب موصوف کے لیے رب ذوالجلال سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے قلم میں مزید نکھار پیدا فرمائے اور وہ اسی طرح کی شاندار اصلاحی تحریریں عوام الناس تک پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھیں۔

مجھے محترم حافظ صاحب کی تالیفات کو اپنے ادارہ کی طرف سے شائع کرنے پر اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ موصوف نے اپنی ساری زندگی قرآن وسنت کی اشاعت میں بسر کی ہے اور وہ موجودہ دور کے باعمل عالم دین ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو تبلیغ دین کے لیے ہمہ وقت معروف رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا وآخرت میں بھلائیوں سے نوازے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔

میاں محمد افضل

چیئرمین اسلامک ویلفیئر فاؤنڈیشن

مئی 2019ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آفتاب نبوت کے روشن ستاروں کی داستانِ حیات

انتساب

میں

(ابوعمار محمود مصری)

یہ عظیم تحفہ

درج ذیل عظمت کے پیکروں اور اصحاب علم وفضل کی نذر کرتا ہوں

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهِ)) (احمد، ترمذی: والضیاء عن ابی سعید وصححه الالبانی و صحیح الجامع: ٦٥٤١)

''جسے لوگوں کے شکریہ کا ڈھب نہیں آتا، اسے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کا طریقہ بھی نہیں آیا۔''

اس حدیث مبارک کو میں زاویۂ نگاہ بناتے ہوئے، وہ اصحاب دانش، اور پیکر علم وفہم لوگ جنہیں میں نے دل کی گہرائیوں میں بٹھا رکھا ہے، ان کا پہلے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پیاری والدہ مرحومہ کے لیے چند الفاظ:

اے میری پیاری امی جان! تمہاری موت سے میرے عقل و دل دونوں متاثر ہوئے ہیں، میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے اس کی وسیع رحمت کا سوال کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ وہ میرے تمام اعمال کا تمہاری نیکیوں کی میزان میں وزن کر دے اور مجھے آپ کے ساتھ اپنی جنت اور اپنی جوارِ رحمت میں پناہ گاہ مہیا فرما دے۔

پیارے ابا جان!

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کناں ہوں کہ وہ آپ کی نگہبانی فرمائیں اور برکات سے نوازیں اور اپنی اطاعت کیشیوں پر تمہاری مدد فرمائیں اور حسن خاتمہ سے نوازیں اور میری تمام حسنات کو آپ کے ترازو میں ڈال دیں اور اپنی بے پایاں رحمت اور جنت میں مجھے اور آپ کو اکٹھا فرما دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معلمِ محترم فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر زکی محمد ابو سریع کے لیے:

اے استاد گرامی! میں بچشم تصور دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے دلِ رحمت پرور سے رحمت و برکت کے سر چشمے پھوٹ رہے ہیں اور میں نے یہ آپ ہی سے سیکھا ہے کہ رحمت ہی ہر ایک خیر کی کنجی ہے۔ میری طرف سے اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائیں، میں نے آپ کے ہاتھوں آپ کے دامن سے بے شمار علم وحکمت کے موتی چنے ہیں اور اخلاق شیریں کے پرکیف جام لنڈھائے ہیں۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں میرا یہی التماس ہے کہ وہ مجھے اور آپ کو اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ جنت میں اکٹھا فرما دیں اور وہاں منظر یہ ہو کہ ہم سب تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں۔

فضیلۃ الشیخ محمد عبدالمقصود کی نذر:

جبل تواضع وانکساری، عالم ربانی وہ کہ جنہوں نے دنیا کو علم وفقہ اور تواضع سے بھر دیا۔ واللہ! میں آپ سے اللہ کی رضا جوئی کی خاطر محبت کرتا ہوں اور اللہ کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہوں کہ وہ آپ کے علم وتواضع میں اور ترقی فرمائیں اور مکمل صحت وعافیت سے بہرہ ور کریں اور عیوب کی ستر پوشی فرمائیں۔

فضیلۃ الشیخ محمد حسان کی خدمت میں:

آپ وہ بقیۃ السلف ہیں، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں جن کی محبت کو جاگزیں کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا دیں، یہ بات اللہ ہی جانتا ہے کہ میں جو بھی لکھتا ہوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ اسے آپ کی نیکیوں کی ترازو میں تول دیں، میری دلی تمنا ہے کہ جب میری میرے رب سے ملاقات ہو تو میرے عمل آپ جیسے ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو جنت میں اکٹھا کر دیں۔

فضیلۃ الشیخ ابو اسحاق حُوینی کی خدمت میں التجاء:

ان کے لیے رب کائنات کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ انہیں اس امت میں سب سے زیادہ لمبی عمر ملے اور ساتھ حسن عمل کی توفیق بھی ارزاں ہو۔ اسلام اور مسلمانوں کی جانب سے اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزاء عطا فرمائیں، انہوں نے علم حدیث اور چمن حدیث کی مہکار سے ایک دنیا معطر کر دی ہے اور وہ اپنی شیریں کلامی سے ہمارے دلوں میں رس گھولتے ہیں اور انھیں سنتے ہی دِل کے گلاب کِھل اٹھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ گاہ میں درخواست ہے، وہ مجھے اور آپ کو آمنے سامنے تختوں پر بٹھا کر جنت میں یکجا کریں۔

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سید بن حسین عفانی کے لیے ہدیۂ تبریک:

یہ وہ صاحب ہمت اور بلند عزم انسان ہیں، جنہوں نے اپنی نادر اور مفید تصانیف کے ذریعہ علم کے وسیع میدان سر کیے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ تواضع وانکساری کا کوہِ گراں ہیں، انہوں نے تواضع اور اخلاقِ عالیہ کی شیرینی سے اک دنیا کو متاثر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے شیخ کی ہمت میں اضافہ فرمائیں اور برکات سے نوازیں اور ہمہ وقت صحت سے سرفراز رکھیں اور ہر زمان ومکان میں ان کی کتب سے مسلمانوں کو مستفید فرمائیں اور تصانیف کو ان کی حسنات کی میزان میں بار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آور کریں اوران کی تواضع کی بدولت جنت میں اعلیٰ درجات پر فائز فرمائیں۔

میرے برادران محترم العربی ابراہیم اور...... یوسف کوخراج تحسین:

اے میرے برادرانِ! اللہ تعالیٰ میری اور مسلمانوں کی طرف سے تمہیں بہترین جزاء عطا فرمائیں اور ہمیں جنت میں یکجا کریں اور روزِ قیامت تک اسی طرح محبت کا دریا ہمارے درمیان موجزن رہے۔

اسامہ ہریدی اور ہشام دسوتی دونوں معزز بھائیوں کے نام:

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہمارے درمیان خالص محبت کے روابط قائم فرمائے ہیں، جن میں کسی غیر چیز کی آمیزش تک نہیں، وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ہمیں آخرت میں اپنی رضا کی خاطر محبت کرنے والوں کے گروہ میں شامل کرے اور ان نصیب ور انسانوں میں سے بنادے، جنہیں وہ اپنے عرش کا سایہ دے گا، اللہ تعالیٰ میری طرف سے تمام مسلمانوں اور اسلام کی جانب سے انہیں بہترین صلہ عطا فرمائیں۔

بیوی ام عمار کے لیے اظہار تشکر:

یہ میری وہ رفیقۂ حیات ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر وقت کی قربانی دی اور اس نے پورا وقت نہ دینے کی میری کوتاہی کو برداشت کیا۔ اے میری رفیقِ سفر! اس کی جزائے خیر تجھے اللہ تعالیٰ ہی دے گا دعا ہے کہ اس کے عوض وہ تجھے جنت میں دائمی نعمتوں سے مالا مال کرے، جو کبھی ختم نہ ہوں۔

اپنے فرزندوں عمار ہاجر اور سارہ کا شکریہ:

اے میرے فرزندو ارجمندو! اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں اور عمل میں برکت دیں اور تمہیں نیکوکاروں اور پرہیز گاروں اور اپنے ان عبادت گزاروں میں سے بنائیں، جو جان و مال رضائے الٰہی کی خاطر قربان کرنے والے ہیں۔

تمام مسلم خواتین وحضرات کا شکریہ:

میں ہر مسلمان مرد اور عورت سے التماس کرتا ہوں کہ میرے لیے دعا گوئی میں بخل سے کام نہ لیں، جبکہ میری کیفیت یہ ہے، واللہ! ہر نماز میں میں جب سجدہ ریز ہوتا ہوں، تو رب کبریا کے سامنے تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرنا نہیں بھولتا، اس لیے آپ مجھے نہ بھولیے گا۔

آپ کا بھائی

ابو عمار محمود مصری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقدیم

فضیلۃ الشیخ ابو اسحاق حوینی حفظہ اللہ

حمد و صلاۃ کے بعد!

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسے صحابۂ کرام کا انتخاب فرمایا ہے اور ایسے بابرکت ساتھی عطا فرمائے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کو بھی ایسے ساتھی میسر نہیں آئے۔

اس وقت میرے قلب و ذہن میں عروہ بن مسعود ثقفی کی گفتگو سے زیادہ بلیغ اور مؤثر گفتگو نہیں آ رہی، جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے پیش کی تھی، جب کہ وہ ابھی کافر تھے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت شعاری کے اوصاف کا نقشہ ان کے سامنے بڑے ہی بلیغ اور مؤثر انداز میں بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا:

اے میری قوم! ''اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے درباروں میں گیا، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے ایوانوں میں گیا، ان کا جائزہ لیا، واللہ! ان میں سے میں نے کسی فرمانروا کو نہیں دیکھا، کہ اس کے ساتھی اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں، جتنی تعظیم میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے دیکھا ہے۔

واللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تھوک پھینکتے ہیں، تو وہ بھی جاں نثاروں کے ہاتھ میں گرتا ہے اور وہ اسے اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتے ہیں، ایسے لوگ آپ کا خون کیسے بہنے دیں گے اور آپ جب انہیں کوئی حکم دیتے ہیں، وہ جلد سے جلد اس کی بجا آوری کرتے ہیں اور جب آپ نے وضو کیا تو عین ممکن تھا کہ وہ آپ کے وضوء کے پانی کے حصول کے لیے لڑ پڑتے اور جب آپ بات کرتے۔ تو وہ اپنی آوازیں پست کر لیتے اور آپ کی تعظیم میں آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ [1]

قارئین کرام! اس روشن تصور جاں نثاروں اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا موازنہ کرو ادھر یہ جذبہ دلربا موجزن ہے، ادھر وہ کہتے ہیں:

﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ۝﴾ (المائدہ: ۵: ۲۴)

''اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب جا کر لڑو، ہم تو یہاں بیٹھیں گے۔''

اور ان کے ایمان کی یہ صورت ہے:

﴿لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً﴾ (البقرہ ۲: ۵۵)

''ہم ہرگز آپ کے لیے ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو ظاہراً نہ دیکھ لیں۔''

---

[1] بخاری، کتاب الشروط: ۵/ ۳۲۹.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یہ لوگ جو موسیٰ علیہ السلام سے دیدارِ الٰہی کا مطالبہ کر رہے ہیں، یہ بنی اسرائیل میں سے بہترین لوگ تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا﴾ (اعراف ۷: ۱۵۵)

''موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے (۷۰) ستر منتخب آدمی چنے۔''

یہاں ''مِنْ قَوْمِهِ'' نہیں کہا، ''قَوْمَهُ'' اس سے پتہ چلتا ہے، وہ بنی اسرائیل کے افضل اور منتخب افراد تھے، ایسا ممکن نہیں کہ کسی فاضل آدمی کو وہ اپنے پیچھے چھوڑتے، مگر جب یہ فاضل حضرات اپنے رب کی مقرر کردہ جگہ پر آئے تو یہ مطالبہ کر دیا کہ ہم نے تو پہلے رب تعالیٰ کو دیکھنا ہے، یہ بات ایسی خوفناک تھی کہ اس جگہ پر زلزلہ برپا ہونے لگا اور اب سب کی ہلاکت کا خطرہ تھا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے رب!

﴿أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا﴾ (الاعراف ۷: ۱۵۵)

''کیا تو ہمیں بیوقوفوں کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔''

ان لوگوں کے فضل و شرف کے باوجود انہیں کم عقل قرار دیا گیا ہے، جو وہاں نہیں تھے، ان کی پس ماندگی اور عقل و دانش کا آپ خود اندازہ کر لیں اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا اندازہ اسی مطالبہ سے آپ کو خود ہو جاتا ہے، جو انہوں نے دستر خواں نازل کرنے کا کیا تھا، ان کی عزت و توقیر کا اندازہ اپنے رسول علیہ السلام کے ساتھ ان کے سلوک کا اندازہ اس سے ہی لگایا جا سکتا ہے، ان کے اسی مطالبہ کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کو کہنا پڑا:

﴿اتَّقُوا اللَّهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ (المائدہ: ۱۱۲)

''اگر تم ایمان کا ذرہ رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔''

یہ تھے سیدنا موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھی آپ نے ان کا کردار دیکھ لیا اور ان جلیل القدر انبیائے کرام کے ساتھ عہد وفا نبھانے میں ان کی بے پروائی بھی مشاہدہ فرما لی۔

اس کے برعکس، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی وابستگی اور تعلق خاطر کی تو دنیا بھر میں مثال نہیں ملتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ان کی عقیدت و محبت کا مرکز و محور تھی، اس کی حفاظت تو وہ جان پر کھیل کر کرتے تھے، ہر وہ لفظ جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، اپنی جان سے پیارا ہیرا موتی سمجھ کر پیشانی کا جھومر بنایا اور پھر بعد والوں تک اسے نقل کیا، اس کی تصویر کشی سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کرتا ہے، کہ آسمان کی فضاؤں میں ایک پرندہ بھی اگر اپنے پر پھڑ پھڑا رہا ہے، تو اس کے متعلق بھی ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معلومات سے آگاہ کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر دینی تفصیلات سے آگاہ کر دیا ہے کہ طالب حق ہر پہلو پر اس قدر ضرور حاصل کر سکتا ہے کہ جس کی فرمانبرداری کر کے یہ مقصد حیات میں کامیاب ہو جائے، اس کے برعکس دیگر انبیائے کرام علیہم السلام سے اتنی معلومات میسر نہیں آتیں، یہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی خاصہ ہے اور پھر جو ان برگزیدہ ہستیوں سے اکا دکا معلومات فراہم ہوئی ہیں، وہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بھی ان کے حواریوں سے اور قابلِ اعتماد طریقہ سے صحیح ثابت نہیں ہوتیں بلکہ وہ بھی ہمارے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ ہی منقول ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ اس میدان میں گفتگو کی بہت زیادہ گنجائش ہے، ہم نے اہم بات بیان کر دی ہے، ہم لوگوں کو بہت زیادہ ترغیب دیتے رہے ہیں اور اب بھی دے رہے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت سیکھیں اور اس کے مراکز سے ان کی سیرت کو طلب کریں، کیونکہ ان کی سیرت رسول اکرم ﷺ کے اسوہ اور کردار کی تکمیل ہے، خصوصاً ہمارے دور میں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ شیطانی پودے اس دور میں بڑے برگ و بار نکال رہے ہیں اور اس دور کی یگانۂ روزگار ہستیوں کی قدر و منزلت کو یہ کہہ کر داغدار کیا جا رہا ہے کہ وہ بھی آدمی تھے، کوئی فرشتے نہ تھے کہ ان سے غلطیاں سرزد نہ ہوں اور وہ گناہ بھی کرتے تھے، ہم بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ یقیناً فرشتے نہ تھے، لیکن یہ ضرور یاد رکھیں کہ وہ انبیاء کے بعد انسانیت کے بہترین درجہ پر فائز لوگ تھے کہ ان کے بعد والے لوگوں اور ان کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے اور بعد والے ان آفتابِ نبوت کے ستاروں کی گرد راہ تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی ابو عمار کو اس پاکیزہ مشن کی تکمیل پر، اور ان مقدس افراد کی سیرت کی جمع و ترتیب کرنے پر بہترین جزا دیں۔

ایک بات گوش گزار کر دوں کہ برادرم ابو عمار صاحب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات بہت جانفشانی اور محنت شاقہ سے جمع کیے ہیں، جب کہ میری خواہش یہ تھی کہ اس کتاب میں بھرپور انداز پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عبرت آموز واقعات و حالات بایں طور پر بیان کرتے کہ ان کے بعد آنے والے اور ہمارے دور کے وہ لوگ جنہوں نے ان پر اعتراض کرنے کو اپنا وتیرہ بنا رکھا ہے، ان کا ان کے حالات کے ساتھ موازنہ کیا جاتا کہ جو اعتراض ان پر کیے جا رہے ہیں، ہم اس بارے میں کیا کر رہے ہیں، تو اس طرح ان کا تابناک کردار مزید نکھر کر سامنے آتا ہے اور بعد والوں اور ہمارے ان اکابر کا فرق خود بخود واضح ہو جاتا ہے، تاہم ہمارے بھائی نے قیمتی محنت و کاوش کی ہے، اختصار کے باوجود ان اکابر کے کردار پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم دے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد وآله وصحبه۔

ابو اسحاق حُوینی

۱۴۲۲ ہجری / ۱۲ ربیع الاول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

از فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر زکی محمد ابو سریع حفظہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَالْاَنْبِیَآءِ اِلٰی یَوْمِ الْجَزَاءِ ! وبعد:

یہ ایک حقیقت ہے، اللہ عزوجل نے سیدنا محمد ﷺ کو ثقلین (یعنی جنوں اور انسانوں) کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ (انبیاء: ۱۰۷)

''ہم نے آپ کو دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

آپ ﷺ کے رحمت ہونے کا مشاہدہ کرنا ہو تو قبل از اسلام جاہلیت کے باسیوں کو دیکھیں کہ وہ کس حد تک پستی میں گرے ہوئے تھے، اگر کوئی رحمت عالم کی جھلک دیکھنے نکلا ہو اور اسے عقل و دانش کا حصہ بھی ملا ہو، تو وہ اس دور سے یہ جوہر تلاش کر سکتا ہے۔

دنیا میں جو گناہ سنا گیا ہو، وہ ان عربوں میں وافر تھا اگر اللہ تعالیٰ کا حلم و بردباری اور عفو و درگزر کا معاملہ نہ ہوتا، تو ان کی بد اعمالیوں کی نحوست سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے اور جو ظلم و تاریکی اس دور کے لوگوں میں پائی جاتی تھی اور گناہوں کی جس دلدل میں وہ پھنس چکے تھے، ان کی ہولناکیوں سے آسمان زمین پر آن گرتا، گناہوں کی ظلمت اس قدر سیاہ اور برائیوں کی گھٹا اس قدر گہری تھی کہ نظر والا اگر اپنا ہاتھ باہر نکال کر دیکھتا تو اسے دیکھ نہ سکتا تھا اور نورِ ایمان معدوم ہو چکا تھا، جس کے لیے اللہ روشنی نہ بنائے، اس کے لیے روشنی کہاں سے آئے گی، والی کیفیت تھی۔

قارئین محترم! یہ عالمِ رنگ و بو فنا ہونے والا ہے، یہ ایک اٹل فیصلہ ہے اور زمانہ گردش میں ہے اور یہ زمانہ انقلابات کا گھر ہے، طویل رات ضرور صبح روشن میں تبدیل ہوتی ہے اور ظلم کی کثرت یقیناً زوال سے ہمکنار ہوتی ہے آخر یہ فرمان پورا ہونا ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝﴾ (الرحمٰن: ۲۶۔ ۲۷)

''ہر چیز فنا ہونے والی ہے، تیرے رب کا چہرہ جو جلالت و عزت والا ہے، باقی رہنے والا ہے۔''

حضرات! شب و روز کی کروٹیں بہت سارے عجائبات کو رونما کرتی ہیں اور تقدیر کا دستِ تصرف ان سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے، بنی اسرائیل وہ ہیں، نبوت و رسالت جن میں ہزارہا سال رہی لیکن انہوں نے آداب دین نہ اپنائے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ ہی وحی الٰہی کی جانب توجہ کی، بلکہ اس کے الٹ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلمات کو ان کے مقام سے تبدیل کر دیا اور اس فطرتی پکار سے رخ موڑ لیا، چنانچہ اس کی پاداش میں ان کی عظمت کا آفتاب گہنا گیا اور ان کی شرافت کا ماہتاب بے نور ہو گیا اور ان کا انجام کار خسارہ کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ اگر ہم ان کے حالات و آثار اور ان کی ابدی خوابگاہوں کی تحریروں کو پڑھیں تو یہ عدل و انصاف کا فیصلہ زبان حال سے ہمیں پکار رہا ہے اور ان کی ہلاکت کا رونا روتا ہے۔

﴿فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوٓا۟ ۗ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝﴾ (النمل: ٥٢)

"یہ ان لوگوں کی رہائش گاہیں ہیں، جنہوں نے ظلم کیا، جو ان کے ظلم کی وجہ سے زمین بوس ہوئیں، یقیناً ان میں جاننے والی قوم کے لیے نشانی ہے۔"

اس آیۂ مبارکہ میں کائنات کی نشانیوں کا ذکر ہے، جنہیں کوئی تبدیل نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ خود پیدا کرتا ہے، ظلم و ستم کرنے والے ہلاکت و تباہی سے دوچار ہوتے ہیں اور عدل و انصاف کا دامن تھامنے والے فوز و فلاح پاتے اور نجات حاصل کرتے ہیں، یہ ایک مضبوط اصول ہے:

﴿سُنَّةَ ٱللَّهِ فِى ٱلَّذِينَ خَلَوْا۟ مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ ٱللَّهِ تَبْدِيلًا ۝﴾ (الاحزاب: ٦٢)

"وہ لوگ جو پہلے گزر گئے ہیں، ان میں ہمارا یہ طریقہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے طریقہ میں تو ہرگز تبدیلی نہ پائے گا۔"

رحمت عالم ﷺ کی بعثت کے بعد جہالت و ظلمت کے لشکر کوچ کر گئے اور ہر دیدۂ بینا رکھنے والے کے لیے صبح نو پھر پھوٹی، نئے سرے سے آفتاب اسلام کرنیں بکھیرنے لگا، باطل ملتوں کا وجود نابود ہوا اور ان کی گنجائش باقی نہ رہی۔

رحمت عالم آخری ملت دے کر مبعوث کیے گئے، جو یکسو اور آسان تھی، جس نے تاریخ کے دھارے بدل دیئے اور اس دھرتی پر ناپسندیدہ اندھی بت پرستی کی جگہ ایسی تابناک اور روشن توحید کا غلبہ ہوا، جس نے ایسی وحدانیت و انفرادیت الٰہی اس جہاں میں روشناس کرائی، جو اخلاقی طور پر اور احاطہ کرنے میں اور تدبیر میں ممتاز ہے۔

آپ ﷺ ایسا دین لے کر آئے جو عقل سلیم اور فطرت صحیح اور پاکیزگی پر مبنی تھا، جو تصور رکھتا ہے اور جس سے تناقض و اختلاف رکھنے والا ہے وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے۔

ابتدائی زمانہ میں جب رحمت عالم ﷺ اس دین کی قندیل کو اٹھائے جانب منزل روانہ ہوئے، تو آپ ﷺ کے ساتھ چند افراد چلے تھے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے دن بہ دن ان میں اضافہ ہوتا رہا اور لطف کی بات یہ تھی کہ اگرچہ یہ لوگ پیہم صعوبتوں کے پہاڑ طے کر رہے تھے، لیکن نہ خوف سے اور نہ ہی حرص و طمع سے اور نہ ہی دین بیزاری سے، ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے دین سے نہیں پھرا، ایسا اس دین کے لیے ان کا شرح صدر ہوا تھا۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل لیکن
لوگ آتے گئے کارواں بنتا گیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور پھر بالآخر اس آیت مبارکہ کی پیش گوئی اپنی صداقت کا اعلان کرنے لگی:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝۲۸﴾ (الفتح ۲۸:۴۸)

''وہی اللہ ہے، جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور دینِ حق دے کر بھیجا تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غلبہ دے، اس پر اللہ تعالیٰ گواہی دینے کے لیے کافی ہے۔''

یعنی یہ دلربا منظر دنیا نے دیکھ لیا کہ جس کا وعدہ با ایں صورت کیا گیا تھا......

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

رحمت عالم ﷺ قافلہ سالار کی حیثیت سے اس کاروانِ توحید و رسالت کو لے کر جب چلے تو ان کا مطمع نظر فقط رضائے الٰہی تھا کہ اسی کے اختیار میں مخلوق کو وجود میں لانا ہے، اسی کا حکم چلتا ہے اور وہی نفع و نقصان کا مالک ہے:

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲﴾ (فاطر ۳۵: ۲)

''اللہ تعالیٰ جو درِ رحمت کھولنے والا ہے، اسے کوئی بند نہیں کر سکتا اور جو وہ روک لے اسے کوئی چھڑانے والا نہیں وہی غالب، حکمت والا ہے۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ ہر میدان میں رواں دواں رہے، حتیٰ کہ ایمان نے ان کی حیات جاودانی کے ہر گوشہ کو تابناک کر دیا، اور ایمان کی بشاشت و تازگی ان کے دلوں میں اتر گئی اور ان کے سینے ایمان کے لیے کشادہ ہو گئے اور ان کی صورت یہ ہوئی کہ انہوں نے آپ ﷺ کی محبت کو اپنی محبتوں پر اور اپنی بزرگی اور عزت پر آپ کی بزرگی اور عزت کو ہمیشہ برتر رکھا۔ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہا، جب وہ ابھی حالتِ کفر میں تھے کہتے ہیں:

''میں نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محبت محمد ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم محمد ﷺ سے کرتے دیکھا۔''

اللہ اکبر! یہ دل بھی کتنے ہی قابلِ رشک تھے، جو ایمان کی دولت سے معمور تھے، کتنی ہی قدر والی ہیں وہ آنکھیں جو دنیا کی اس دور کی جنت نعیم اور فردوسِ اعلیٰ کا مشاہدہ کر رہی تھیں۔ اگرچہ دو متضاد چیزوں کا یکجا ہونا عقل کے دائرہ میں محال ہے، مگر شریعت کے میدان میں جائز ہے، اللہ عزوجل نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کے دلوں میں باہمی نہایت درجہ رحم رکھ دیا تھا اور دشمنانِ دین کے خلاف انتہاء درجہ کی شدت و نفرت ڈال رکھی تھی......

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ﴾ (الفتح ۴۸:۲۹)

''محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں، وہ کافروں پر سخت اور باہم رحمدل ہیں۔''

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾ ﴾ (المجادلہ۵۸ : ۲۲)

''جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں، تو انہیں اس حال میں نہیں پائے گا کہ وہ ان کے ساتھ محبت کریں، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، بلکہ یہ ان سے دشمنی رکھتے ہیں، اگرچہ یہ ان کے باپ یا بھائی اور بیٹے ہی کیوں نہ ہوں، یا ان کے خاندان والے ہی ہوں، یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے دلوں میں ایمان ثابت و راسخ ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ساتھ ان کی تائید کی اور روزِ قیامت وہ انہیں بہشتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں، خبردار! اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس دھرتی کے شرق و غرب میں پھیلے، جہاں بھی گئے حق و جہاد کے پھریرے لہراتے گئے، انہوں نے قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت گرائے، ان کے دل حق پر پختگی اور مضبوطی کے لحاظ سے پہاڑوں کی مانند ٹھوس تھے، دن کو میدانِ جنگ میں روزہ رکھ کر جہاد کرتے اور رات کو کتاب اللہ کی تلاوت پر جھوم جھوم جاتے اور کتاب الٰہی کے آداب و حدود کا خوب خیال رکھتے، اللہ عزوجل نے ان کے ذریعہ اپنے دین کو عزت بخشی اور اپنے دین کے علم کو سربلند کیا اور اپنے کلمہ کو رفعت و بلندی کی چوٹی تک پہنچایا۔ یہ نمایاں اسلامی فتوحات نہ تو آتش بیان خطبات اور نہ ہی کیسٹوں کی خوبصورت آوازوں اور نہ ہی شخصیات کا لبادہ اوڑھنے کی مرہون منت ہیں بلکہ یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پابند شرع ہونے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے کسی بھی ملامت گر کی ملامت سے بے نیاز ہونے کی وجہ سے رونما ہوئی تھیں۔

موجودہ دور میں امت کی حالت بہت ہی دگرگوں ہو چکی ہے اور بڑی فکر کی بات ہے کہ نہ تو اپنے پیارے ہم سے خوش ہیں اور نہ دشمن کو ہم سے کوئی غم ہے، ہم گفتار کے غازی ہیں، وہ کردار کا پیکر تھے، یہی وجہ ہے جنس کفر حرکت میں ہے ہم بے حس ہیں، آج ہماری اکثریت صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی شخصیت کے برعکس میں پیش آمدہ معاملات میں غمخواری اور ملال کا اظہار تو کرتی ہے اور ظالموں کے خلاف دلفگار بھی ہوتی ہے مگر اس سے آگے بڑھ کر یہ ہے کہ ہم بس زیادہ سے زیادہ دشمن کو اس کی زیادتی کے انجام پر زبانی دھمکی دیتے ہیں، مگر عملی میدان میں صفر ہیں جبکہ صلاح الدین

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ایک عملی زندہ کردار تھا۔

دشمن کو خبر ہے کہ مسلمانوں کی شہادت اور شان و شوکت اور ان کی بہادری اب پہلے جیسی نہیں رہی، اس لیے مسلمانوں کا استہزاء اور ٹھٹھہ اڑانے کے لیے ان کی زبانیں گز گز لمبی ہو چکی ہیں اور امت مسلمہ کو ذلیل کرنے اور ہر طرف سے ان کی تنقیص میں یہ بہت آگے تک جا چکے ہیں اور ایسے دور بھی آئے کہ اس متحرک امت کی بعض چھوٹی چھوٹی سلطنتیں نقشہ عالم سے ہی مٹ گئیں۔ اس امت کی خوراک بڑھ رہی ہے یہ خوشحال ہوتی جا رہی ہے اور اس کا دن رات یہ شغل ہو چکا ہے، کہ منہ بھر کر ہنسنا اور خواب گراں سے پلکیں بھر کر خراٹے لینا، شاعر نے ہماری خوب عکاسی کی ہے:

لَقَدْ اَسْمَعْتُ اِذَا نَادَیْتُ حَیًّا
وَلٰکِنْ لَا حَیَاۃَ لِمَنْ تُنَادِیْ

”جب میں پکارتا ہوں، تو زندہ کو سناتا ہوں، لیکن جب یہ حالت ہو کہ جسے پکارا جا رہا ہے، وہ زندگی سے ہی عاری ہو تو کیسے آواز دی جائے۔“

ایک اور شاعر کہتا ہے:

مَنْ یُّھِنْ یَسْھَلِ الْھَوَانُ عَلَیْہِ
مَا لِجُرْحٍ بِمَیِّتٍ اِیْلَامٗ

”جس کی اہانت کی جائے اور وہ اسے آسانی سے سہہ جائے، تو وہ ایک مردہ ہے کیونکہ میت کو زخمی کریں تو اسے تکلیف نہیں ہوتی۔“

یعنی......

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

آہ! کوئی ہے جو ہمارے اس دور میں فاروق اعظم، سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن جراح، خالد بن ولید (رضی اللہ عنہم)، معتصم باللہ اور صلاح الدین (رحمہما اللہ) کے کردار کو لوٹا دے، تاکہ یہ امت پستی سے نکل کر بلندی کو چھو لے اور گہری وادی میں سے نکل کر اوج ثریا پر ڈیرے ڈال سکے......اس مظلومہ امت کو جو اسے کردار سے یہ بتا دے۔

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

یہ عظیم تحریر جو ہمارے سامنے اصحاب الرسول ﷺ کے عنوان سے معرض وجود میں آئی ہے، یہ ہمیں انہی چوٹی کے لوگوں کی کہ جو عزت و غیرت کا نشان تھے، ان کی حیاتِ درخشاں سے آشنا کرتی ہے، جنہوں نے عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر، اور شہادت کی موت کو خوشحالی کی دل لگی پر ترجیح دی، ان کی حیاتِ مبارکہ روشن اور تابناک عمل کا پیکر تھی،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے ہر فرد زمین پر چلتی ہوئی اسلام کی تصویر تھا، اس کے اوامر کا تابع اور اس کی تمام منع کردہ باتوں سے رکنے والا تھا، رب کائنات کی خشیت میں یگانہ تھا، چھپا چھپا کر فقط رضائے الٰہی کی تلاش میں عمل کرتا تھا، اسے خودستائی پسند نہ تھی اور یہ صحابۂ کرام اللہ تعالیٰ کا کامیاب گروہ تھا، آج کے لوگوں کے عمل اور ان کے عمل کا موازنہ کرنا عبث ہے ان میں کوئی نسبت نہیں، وہ کہکشاں پہ کمند ڈالے ہوئے تھے، ہم تحت الثریٰ جوتوں میں روندے جا رہے ہیں۔

ببیں تفاوت ست از کجا تا بہ کجا

اس کتاب کے مؤلف محتاج تعارف نہیں، یہ جوانِ رعنا ابو عمار محمود مصری ہیں، انہیں صحیح اور غیر صحیح بات کی تمیز کا خاص ملکہ ہے اور تاریخ صحابۂ کرام پر ان کی گہری نظر ہے۔

ہم اللہ الحی القیوم سے دست بہ دعاء ہیں کہ وہ ذوالجلالِ والاکرام انہیں دنیا و آخرت میں اس کاوش کی عمدہ جزا دیں اور اس کتاب کو مفید بنائیں اور ہمیں ہمارے سلف صالحین کے ساتھ بہتر حال میں ملائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، وصلی اللہ وسلم علی سید العالمین وشفیع المذنبین وعلیٰ آلہ وصحبہ

از بندہ فقیر: زکی محمد ابو سریع

جمعہ ۱۱ شعبان ۱۴۲۰ھ ۱۹ نومبر ۱۹۹۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

فضیلۃ الشیخ محمد عبدالمقصود ﷾

حمد و صلاۃ کے بعد: تاریخ اسلام کا مطالعہ عمومی طور پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خصوصاً خلفائے راشدین کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے سے اس امت کی اٹھان کے لیے ایک اہم پیش رفت ہوتی ہے، کیونکہ ان اکابر کی تاریخ امت مسلمہ کو دوبارہ کھڑا ہونے کا سہارا دیتی ہے اور اس سے غفلت کے گرد و غبار چھٹتے ہیں اور یہ امت اس سے اپنی عظمت رفتہ کو واپس لاسکتی ہے اور یہ دنیا و آخرت کی بھلائی کے لیے اس دور کی قائد بن سکتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہترین لوگ تھے، بشریت کی دنیا میں ان جیسا کوئی نہیں، انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد مخلوق خدا میں سے بہترین لوگ ہیں، یہ ایک ایسی قوم ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا، ان کے دل نیکی کی آماج گاہ اور گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے، ان میں تکلف نام کی کوئی چیز نہ تھی، بعد والوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے پہلے بزرگوں کے شرف وفضل کو پہچانیں، کیونکہ اس دور میں (جس میں ہم سانس لے رہے) ہیں، ایسے صالح کرداروں کی بہت کمی ہے۔

ان عظیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو تاریخ کی پیشانی پر روشن کارنامے رقم کیے ہیں، انہیں صفحات کی تہوں سے نکال کر لوگوں کے سامنے ان کی پردہ کشائی کرنا ہماری ذمہ داری ہے اور اس دور میں یہ کام اور زیادہ ضروری ہے، کیوں کہ اسلامی افکار ماند پڑ رہے ہے اور عدل و انصاف کی ترازو مضطرب ہیں اور کفار سے دوستی کی پینگیں بڑھائی جارہی ہیں۔

ایسا کیوں ہورہا ہے، اس کا سبب یہی ہے کہ امت مسلمہ اپنی عزت کے مرکز سے ہٹ چکی ہے۔ اور حقیقی شرف و بزرگی کے سرچشمہ سے بے خبر ہوچکی ہے، اس لیے اس کی عزت اور افتخار کے سوتے خشک ہو چکے ہیں۔

جب کہ وہ وقت بھی تھا، جب حبیب خدا ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منہج الٰہی پر گامزن اور اس کی ہدایات پر حرکت کرتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر میدان میں سرخرو کیا، کائنات ان کی تسخیر میں دے دی اور غزوۂ بدر میں ان کی نصرت و حمایت اور تائید و تصدیق کے لیے آسمان سے فرشتے نازل کیے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ان کی بلیغ انداز میں مدح فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١١٠﴾ ﴾ (آل عمران ۳:۱۱۰)

"تم بہترین امت ہو جو کہ لوگوں کی بھلائی کے لیے جلوہ جگر ہوئی ہے، تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لاتے ہو، اگر اہل کتاب ایمان لائیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے، ان میں سے بعض ایماندار ہیں اور اکثر ان میں سے فاسق ہیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾

(البقرہ۲ : ۱۴۳)

''اسی طرح ہم نے تمھیں بہترامت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو۔''

ان آیات کے پہلے مخاطب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور واقعی انھوں نے منشائے الٰہی کے مطابق اپنے کردار سازگار کر کے عزت و سرخروئی حاصل کی، یہ اعلان آج بھی ہمیں دعوتِ کردار دے رہا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے مالوں اور اپنے گھروں سے بے دخل کیے گئے انہوں نے جانوں کے نذرانے دیئے اور کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لیے قیمتی چیزوں کو قربان کر دیا کہ لا الٰہ الا اللہ کی صدا اس تمام دھرتی پر خوب گونجے، وہ اس مشن میں کوشاں رہے، تو زمین کے مشرق و مغرب، ان کے زیر فرماں رہے اور اس معمورۂ عالم پر سب سے بلند اسلام کا جھنڈا لہراتا رہا۔

آج پھر ضرورت ہے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کا گہرا مطالعہ کیا جائے، ان سے وابستگی پیدا کی جائے، وہ پاکیزہ لوگ تھے، جنھوں نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت لی اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خود اللہ تعالیٰ نے تربیت کی تھی، چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تربیت یافتہ جماعت کے حالاتِ زندگی امت کے ہر دور کے لوگوں کے لیے، ہر زمان و مکان میں تعمیر و ترقی کا بلند مینار و مشعل راہ ثابت ہوں گے۔ بقول اقبال......

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کتنا ہی خوبصورت تجزیہ پیش کیا ہے، فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو ٹٹولا تو ان میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر کو سب سے زیادہ بہتر پایا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اپنی رسالت و نبوت کے لیے چن لیا اور رسول بنا کر بھیجا، اس کے بعد پھر بندوں کے دلوں کی ٹوہ لگائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو اپنے تمام بندوں میں سے بہتر پایا چنانچہ انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر مقرر فرما دیا، جو اس کے دین کی حفاظت میں لڑے اور اس قدر بلند رتبہ پایا کہ پھر ان مسلمانوں نے جو اچھا سمجھا اسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا سمجھا گیا اور جو ان کی رائے میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بری چیز تھی، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بری قرار پائی۔"[1]

وہ یقیناً انسانیت کی اس معراج تک پہنچ گئے تھے شاعر نے جس کی خواہش کی تھی۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

زیر نظر کتاب ابو عمار محمد مصری کے رشحات قلم کا ثمرہ ہے، یہ بہت ہی مفید اور فیضیاب کرنے والی کتاب ہے، یہ بہت بہترین اور شاندار ہے ایک ایسی محنت و کاوش ہے، جو نہایت ہی قابل قدر ہے، اس کے مقدمہ میں انہوں نے پہلے عام امت محمدیہ کے فضائل کا تذکرہ کیا ہے اور پھر خصوصاً صحابۂ کرام اور انصار رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کیے ہیں۔ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرنے اور انہیں تبرّا بازی کا نشانہ بنانے کے حرام ہونے پر قطعی اور محکم دلائل کا ذکر کیا ہے اور کتاب کا آغاز عشرہ مبشرہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کیا ہے، ان کے بعد نوے (90) دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کیا ہے، تاکہ سو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد زیر تبصرہ آجائے، تو یہ تقریباً ایک سو یگانۂ روزگار شخصیات کی سوانح عمری پر مشتمل کتاب ہے، جو اس امت کا منتخب اور چیدہ وسنجیدہ گروہ ہیں، اس کتاب میں نہایت ہی آسان انداز میں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ہمیں اس سلسلہ جنبانی پر پوری توجہ دینی چاہیے اور اس کتاب کو پورے اہتمام سے حاصل کرنا چاہیے، اس میں منفرد فوائد اور علمی موتی پرو دیئے گئے ہیں اور اسے مناقب اور حکمتوں کے سنہری ہار سے آراستہ کیا گیا ہے، نہ تو اس میں پیچیدگی ہے اور نہ ہی بے جا طوالت ہے بلکہ یہ علمی تحقیق اور حقیقت پسندی پر مبنی ہے۔ ہمارے بھائی کو اللہ تعالیٰ اس کتاب کی تالیف پر بہترین جزا دے اور اسے لوگوں کے لیے نفع بخش بنائے۔

وصلى الله علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ آلهٖ وصحبه وسلم۔

کتبہ
ابو عبدالرحمٰن
محمد بن عبدالمقصود عفیفی

[1] مسند احمد: ۱/ ۳۷۹، اسناده صحيح احمد شاكر.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

فضیلۃ الشیخ محمد حسان ﷾

برادران ذی وقار! یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، ایک کتاب ہی نہیں، بلکہ اسلام کا ایک پر بہار گلشن ہے، جس کی عطر بیز کیاریوں میں ہم گھوم رہے ہیں اور اس کی مہکار سے ہم اپنے دل کے وسیع میدان کو معطر و تازہ کر رہے ہیں۔

ہم اس کتاب کو پڑھ کر ایسا محسوس کرتے ہیں کہ اس گھنے چمن میں ہم چہل قدمی کر رہے ہیں، جو خوش رنگ پھولوں سے لدا ہوا ہے اور دل خوش کن خوشبوؤں سے مہکا ہوا ہے اور اس سے آب شیریں کے چشمے ابل رہے ہیں، کیونکہ اس کے ذریعہ ہمیں ان بندگانِ الٰہی کا تعارف ہوتا ہے، جن کی قرآنِ پاک کے دستر خوان پر تربیت ہوئی ہے اور ان کے معلم و استاد امام الانبیاء اور خیر الانام سیدنا محمد ﷺ ہیں۔

اس کتاب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ ہمتوں اور جرأتوں کے کوہِ گراں مردانِ کار کے بلند و بالا کارناموں کو اجاگر کیا جائے، دعوت و جہاد، علم و فہم، صبر و توکل، زہد و ورع اور تواضع و انکساری کے علاوہ دیگر میدانوں میں جو انہوں نے بے مثال داستانیں رقم کی ہیں، وہ جن کی تاریخ عالم میں نظیر نہیں ملتی، ان سے روشناس کرایا جائے۔

تاریخِ اسلامی کا مطالعہ خصوصاً سیرت نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کی تاریخ، صحابہ کرام، تابعین عظام اور علمائے اسلام اور مجاہدین با احترام اور ہمارے سلف صالحین میں سے دیگر قائدین کی تاریخ سے واقفیت حاصل کی جائے اور اسے اچھے انداز میں پیش کیا جائے اور اس کی نمایاں خصوصیات کا تذکرہ کیا جائے اور وہ لوگ جو بطل حریت اور بہادری کی علامت تھے، وہ لوگ، جو بکریوں کے چرواہے تھے، اسلام نے انہیں اس مقام رفیع تک پہنچایا کہ امتوں کے قائد اور سردار بنے، ان کی سیرتوں وسوانح عمری کا مطالعہ یقیناً اسلامی ذہن کے نوجوانوں میں جذبہ اسلامی بڑھائے گا اور ان میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہی دوستی کرنے کی روح بیدار کرے گا اور بلند کارناموں کی جانب ان کی ہمتوں کو مہمیز لگائے گا اور ان کی چھپی ہوئی قوتوں کو نمایاں و بیدار کرے گا اور انہیں فائدہ مند بنائے گا، چنانچہ ایسے ہی ہم زخموں سے چور اس امت کو شاید پھر سے اٹھا سکیں گے، جو اپنے مشن اور اسلاف و اسلام سے بہت دور جا چکی ہے۔

برادران محترم! خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین اور با عمل علماء کی تاریخ و سیرت کا مطالعہ بہت اہمیت رکھتا ہے، خصوصاً جب روایات و احادیث کی محدثین کے انداز پر نقد و جرح کی جائے اور اس پر اعتماد کیا جائے۔

برادران اسلام! اگر آپ تاریخ و سیرت کی کتابوں کو پوری یاد دہانی کے ساتھ مسلسل پڑھتے جائیں گے تو آپ محسوس کریں گے کہ اس بارے میں بہت سارے مؤرخین سے اس سلسلے میں غلطی واقع ہوئی ہے، اس میں پرانے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے وقت کے نئے مؤرخ تقریباً سب شامل ہیں، پرانے مؤرخوں نے سب دستیاب آثار و اخبار کو جمع کر دیا، صحیح اور ضعیف کا خیال نہیں کیا اور سب کچھ اپنی کتابوں میں مدوّن کر دیا، بعض مؤرخ تو اپنی ہوا و ہوس کے پجاری بھی تھے، بعض ثقہ اور عادل تھے، لیکن انہوں نے اس مقولہ پر عمل کیا، جو ابن معین کہا کرتے تھے:

"اِذَا كَتَبْتَ فَقَمِّشْ وَاِذَا حَدَّثْتَ فَفَتِّشْ"

جب لکھو تو ہر چیز لکھتے جاؤ، مگر جب بیان کرو تو تحقیق کے بعد بیان کرو۔"

لیکن ہمارے زمانے کے مؤرخ بس اس پر عمل کرتے ہیں کہ تاریخ میں جو چاہو بیان کرو، کوئی حرج نہیں، ایسے مورخ کم ہیں، جو شرعی پیمانہ پر اعتماد کرتے ہوئے، علمی تحقیق اختیار کرتے ہیں۔

ہماری اس بیان کردہ وجہ سے تاریخ اسلام کے روشن چہرے پر سیاہ دھبے، دسیسہ کاری اور نسیان کا داغ لگ گیا ہے اور اسی باعث تاریخ اسلام کی حمایت و حفاظت اس طرح نہیں ہوسکی، جس طرح حدیث کی ہوئی ہے، حدیث کی حفاظت وصیانت کے لیے ایسے ایسے علوم معرضِ وجود میں آئے ہیں کہ جن کی کوئی انتہاء نہیں، کتابیں اور قلم انہیں احاطۂ تحریر میں لانے سے قاصر ہیں، جبکہ اس کے برعکس تاریخ کے مقابلے میں ایسا نہیں ہوا۔

تاہم سیرتِ نبوی ﷺ کی تدوین و تالیف میں اور اس کی نقد و تحقیق میں بہت بلند پایہ اہتمام ہوا ہے، اور یہ عظیم الشان کام مورخین نہیں بلکہ علمائے حدیث کے ہاتھوں ہوا ہے، لیکن تاریخ کے لیے ایسے علوم موجود نہیں، جو اسے بہ تمام و کمال محفوظ کرسکیں اور نہ ہی اس کے لیے کماحقہ جدو جہد ہوئی ہے، جو کھرا کھوٹا علیحدہ کر دے اور خبیث کو طیب سے اور آمیزش والے کو غیر آمیزش والے سے اور صحیح کو ضعیف سے علیحدہ کرے۔

آسمان کو بلند کرنے والے اللہ رب العزت کی قسم! اس دور میں ہمیں سلف صالحین کی سیرت پڑھنے کی سخت ضرورت ہے، ہمیں آج اس بہترین کردار کی اشد ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے، ہم اپنے بھائیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ باپ ہوں یا کوئی دوسرے مربی، وہ اپنے فرزندوں اور طلباء کو سلف صالحین، صحابہ کرام، تابعین عظام اور باعمل علماء کی سیرت پڑھائیں، ان اکابر کی تاریخ کو نمایاں کرنے سے اور دعوت الی اللہ کی امانت ادا کرنے میں، جو انہیں اذیتیں اٹھانی پڑیں اور جن مشقتوں سے انہیں دو چار ہونا پڑا اس پر توجہ مرکوز کرنے سے ان نونہالوں کی طبیعت پر گہرے اثرات نقش ہوں گے، یقیناً اس کے دوررس اثرات مرتب ہوں گے اور ہمیں ان اکابر کی قدر و منزلت کا پتہ چلے گا۔

آیئے ......!! ہم اپنے فرزندوں اور ارجمندوں کو ان صالح کردار لوگوں کی زندگیوں کو نمونہ بنانے کی ترغیب دلائیں اور ان کے ساتھ نسبت قائم کرا کے انہیں عزت دیں، تاکہ موجودہ امت کا اپنے روشن ماضی سے تعلق قائم ہوا، تابناک روایات اور دعوتِ دین زندہ ہو، علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت، توحید ربانی اور امت مسلمہ بشریت کی قیادت سے بھرپور ادوار اور منور تاریخ کی روشنی میں زندہ ہوکر فلاح و نجات کے زینے پر چڑھ سکے۔

آیئے ......!! اسی فائدہ مند اور ثمر آور شجر سایہ دار کے نیچے جمع ہو جائیں، تاکہ سچے اور نیکوکاروں کی صف میں شامل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو کر فراخی کی زندگی گزاریں اور ان کی سچائی کا مشکِ عنبر سونگھیں۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو ان کی سیرت اپنانے سے اپنی رحمت میں ٹھکانا دیتے ہوئے جنت میں ان کے ساتھ ملا دے اور وہ اس پر کارساز ہے، قادر ہے۔

ہونے دیں گے نہ غیرت کا نیلام ہم
زندہ رکھیں گے اسلاف کا نام ہم
سر بکف دوستو صف شکن دوستو
اپنی تاریخ کو پھر سے ترتیب دو

ایک عربی شاعر کہتا ہے:

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

''میں صالحین سے محبت رکھتا ہوں اگرچہ میں ان جیسا نہیں ہوسکتا ہے، اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھے بھی نیکی کی صلاحیت عطا کر دے۔''

ہمارے محترم بھائی ابو عمار محمود مصری کو اللہ تعالیٰ یہ پاکیزہ اور مبارک تالیف مرتب کرنے پر جزائے خیر دیں، اس کا ان کی حسنات کی ترازو میں وزن فرمائیں اور انہیں درست رستہ اور رشد و ہدایت کی توفیق بیش بہا فرمائیں اور ہم سب کو سچے لوگوں میں شمار فرمائیں۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين

کتبہ

ابو احمد محمد حسان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سید بن حسن عفانی حفظہ اللہ

حمد و صلاۃ کے بعد: میرے لیے یہ بات باعث رشک ہے کہ میرے جیسا ایک کم حیثیت آدمی اپنے انتہائی پیارے شیخ ابو عمار محمود مصری جیسے عظیم ماہر فن کی کتاب کا مقدمہ تحریر کرے، اللہ تعالیٰ ان کے ایام میں برکت دے اور دین کے عطیات سے انہیں نوازتا رہے۔

شیخ مجھ سے بہت زیادہ حسن ظن رکھتے ہیں، وگرنہ میں ایک مسکین و بے بس شخص ہوں، میرا یہ مقام نہیں، جس پر انہوں نے مجھے فائز کر دیا ہے، دراصل شیخ کی یہ تحریر خیر کی دعوت دیتی ہے اور بلند تر ہمت سے معرض وجود میں آئی ہے، اس میں رسول اکرم ﷺ کے سادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سوانح حیات رقم ہوئی ہے، جن کے متعلق رسول اکرم ﷺ نے خود فرمایا ہے:

((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ))[1]

''لوگوں میں سب سے زیادہ بہتر وہ لوگ ہیں، جو میری والی صدی میں ہیں، پھر جو ان کے بعد ہیں، اس کے بعد پھر جو ان کے بعد ہیں، یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین۔''

شاعر انہی کے بارے میں کہتا ہے:

تَرَكْنَا الْبِحَارَ الزَّاخِرَاتِ وَرَاءَنَا
فَمِنْ أَيْنَ يَدْرِي النَّاسَ أَنَّا تَوَجَّهْنَا

''ہماری یہ کیفیت تھی کہ اپنے پیچھے ہم نے ٹاٹھیں مارتے ہوئے سمندر چھوڑے ہیں، لوگوں کو کہاں سے معلوم ہوا کہ ہم نے شکست خوردہ ہو کر رخ موڑ لیا ہے۔''

سیل حوادث سے کب مڑتا ہے مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے، وقت رفتن آب میں

اللہ تعالیٰ شیخ کی سعی اور ان کے عطر بیز پاکیزہ قلم میں، جس کا ہر حرف مشک عنبر ہے، میں برکت فرمائے اور اس کتاب کو ان کی حسنات کی میزان میں رکھ کر اس کا اجر دیں اور اللہ روزِ قیامت اسے ان کے لیے نفع بخش بنائے، جس دن کے متعلق قرآنِ پاک کہتا ہے:

---

[1] بخاري و مسلم عن ابن مسعود، صحيح الجامع: ٣٢٩٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝﴾ (الشعراء ٢٦: ٨٨_٨٩)

''اس دن مال اور بیٹے نفع نہ دیں گے سوائے اس کے کہ جو قلب سلیم لایا، صرف وہی فائدہ میں ہے۔''

میری دعا ہے اس کے لیے اس کتاب کو شیخ کے لیے پروانہ نجات بنائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

کتبہ

فقیر سید بن حسین عفان

شعبان ۱۴۲۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض مؤلف

حمد وصلاۃ کے بعد: یاد رکھیں اس امت کا معاملہ اسی چیز کے ساتھ اصلاح پذیر ہوگا، جس کے ساتھ اس امت کے پہلے افراد نے اصلاح حاصل کی تھی۔

یہ بات یقین کی دنیا میں حد درجہ تسلیم شدہ ہے اور ہر عقل مند اور اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے کا پختہ عقیدہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ اولاد آدم کے سردار ہیں۔ انبیائے کرام اور پیغمبران عظام علیہم السلام کے بعد نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام کائنات کی مخلوق میں سے افضل و برتر ہیں، روئے زمین پر پائی جانے والی تمام امتوں میں سے ہر صدی اور ہر امت سے یہ بہتر و برتر ہیں، اور اگر کوئی محمد ﷺ کی زندگی مبارک پر عمل پیرا ہونا چاہتا ہے تو صحابہ کے احوال و اخلاق اور سیرت و کردار کا آفتاب ہر مومن کے سامنے، اس راہِ راست اور جادۂ عمل کو منور کرتا ہے، جو محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کا حامل تھا، ہمارے اس موقف کی تائید فرمانِ الٰہی سے بھی ہوتی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (یوسف ١٢: ١١١)

''ان کی داستان حیات میں عقلمندوں کے لیے بہت سا سامان عبرت موجود ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی حاملین اسلام ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے بعد یہی دین کے محافظ تھے، آپ ﷺ کی زندگی میں انہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی صحابیت کے لیے انہیں چن لیا اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد پیغام کی نشر و اشاعت کے لیے منتخب کر لیا، اللہ تعالیٰ نے بے شمار آیتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عادل قرار دیا اور ان کی پاکیزگی نفس کا اظہار فرمایا نیز اوصاف کمال سے متصف قرار دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾﴾ (احزاب ٣٣: ٢٣)

''ایمانداروں میں سے ایسے افراد بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا، انہوں نے اسے سچا کر دکھایا، ان میں سے کچھ اپنا مقصد پورا کر گئے اور بعض ان میں سے منتظر ہیں، انہوں نے اس عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

ارشاد ربانی ہے:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ ۙ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴿٣٧﴾﴾ (النور ٢٤: ٣٧)

''ایسے آدمی ہیں جنھیں تجارت اور خرید و فروخت، ذکر الٰہی اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روکتی، یہ اس دن سے ڈرتے ہیں، جس دن دل اور آنکھیں پھر جائیں گے۔"

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٠٠﴾﴾

(التوبہ ٩: ١٠٠)

"سبقت لے جانے والے پہلے لوگ جو مہاجرین اور انصار میں سے ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے ان کی احسان کے ساتھ اتباع کی ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہیں اور یہ اس سے راضی ہیں اور اس نے ان کے لیے بہشتیں تیار کی ہیں، جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، یہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

ارشاد ربانی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾﴾ (الفتح ٤٨: ٢٩)

"محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں، تو انہیں دیکھتا ہے کہ رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرتے ہیں اور اس کی رضا مندی چاہتے ہیں، ان کی علامت یہ ہے کہ ان کے چہروں میں سجدہ کے نشانات ہیں، ان کی مثال تورات اور انجیل میں اس کھیتی کی مانند ہے، جو اپنی کونپل نکالتی ہے اور اسے مضبوط کرتی ہے اور وہ طاقتور ہوتی ہے اور اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوتی ہے، جو کاشتکاروں کو پسند ہے، تاکہ کافروں کو غصہ میں ڈالے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے، جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہستیاں یکتائے روزگار تھیں، وہ بحر بشریت کے درِ ناب تھے، صدیاں بیت جانے کے باوجود بشریت کی تاریخ میں ان کی نظیر مفقود ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر میدان میں اولیت حاصل کی ہے۔ وہ ورع وتقویٰ کی چوٹی پر براجمان تھے وہ اخلاص کا پیکر تھے اور علم وعمل کی شمع تھے اور دعوت وحرکت کی راہ کی روشن قندیل تھے، ہر بھلائی کی خصلت ان کے دامن کی زینت تھی اور ہر رشد و ہدایت کی عادت ان کی پیشانی کا جھومر تھی، واللہ! ان کی زندگیاں آبِ حیات کے چشمہ کی مانند تھیں، جو کہ شیریں، صاف اور آبِ زلال والا ہو، انہوں نے قواعد اسلام کی ایسی مضبوط تائید کی کہ بعد والوں کے لیے تنقید کی ذرہ بھر گنجائش نہ چھوڑی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن قیم رحمہ اللہ نے نہایت بلیغ اور دلکش بات کہی ہے:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے عدل، قرآن اور ایمان کے ذریعہ دلوں کو فتح کیا اور میدان جہاد میں تیر و سنان کے ذریعہ بستیوں کو فتح کیا۔'' [1]

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابتدائی دور میں جب دین پروان چڑھ رہا تھا، اس کے انصار و معاون تھے، انہوں نے اس دور میں جان کے نذرانے پیش کیے، جب لوگ درہم و دینار خرچ کرنے سے بھی کنجوسی سے کام لے رہے تھے، انہوں نے اس وقت سینہ تان کر دین کی خاطر تاوان اٹھائے، جب کہ زندہ لوگ کپڑوں میں منہ چھپاتے پھرتے تھے، ان کے دل، بدن، مال، خون ہر چیز اللہ عزوجل کے لیے تھی۔''

ان کی فکر پیٹ بھرنا، ریشم پہننا اور عیش میں مست رہنا نہ تھی ہرگز نہ تھی!!

''انہوں نے کج رو ہوا و ہوس کے پجاریوں کے خلاف دین کی حفاظت کی، میدان جنگ میں اترنے والے مخالفین کے مقابلہ میں ملت کا تحفظ کیا، انہوں نے کتاب تنزیل کی گواہی دی اور جو اس میں احکام تھے، ان کی خوش دلی سے تعمیل کی، انہوں نے وحی کے دونوں پہلوؤں کو اٹھایا اور دونوں بیعتوں میں حاضر ہوئے اور ان میں سے اکثر نے دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی۔''

''ہر ایک کی کوئی فکر ہوتی ہے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک ہی سوچ تھی کہ لا الہ الا اللہ کا کلمہ سربلند ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر اپنے مالوں سے بے دخل ہو گئے، جو باقی بچا اس پر گزارہ کیا، یہ تو مال تھا، انہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے اور اپنے خون، پانی کی طرح بہائے اور اللہ تعالیٰ کے رستہ میں تکالیف برداشت کیں، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوں اور انہیں راضی کریں اور خلد بریں میں انہیں معزز مقام دیں۔'' [2]

جس نے بطور اسوہ کسی کی اتباع کرنا ہو وہ ان کے کردار کی عکاسی کرے، اس امت میں سے ان کے دل نیکی میں رچے بسے تھے، علم و آگہی میں اعلیٰ درجے کے تھے، تکلف سے محفوظ، ہدایت میں مستقیم، اور کیفیت میں حسین تھے، شاعر نے ان کے کردار کی کیا خوب ترجمانی کی ہے:

هُمُ الرِّجَالُ بِأَفْيَاءِ الْجِهَادِ نَمَوْا
وَتَحْتَ سَقْفِ الْمَعَالِيْ وَالنِّدٰى وُلِدُوْا
جِبَاهُهُمْ مَا انْحَنَتْ اِلَّا بِخَالِقِهَا
وَغَيْرُ مَنْ أَبْدَعَ الْاَكْوَانُ مَا عَبَدُوْا

[1] اعلام الموقعين: ١/ ٥.

[2] سير صحابه، ص: ٣ عائض قرنی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَلْخَاطِبُوْنَ مِنَ الْغَایَاتِ اَکْرَمُهَا
وَالسَّابِقُوْنَ وَغَیْرُ اللّٰهِ مَا قَصَدُوْا

''یہ ایسے مردانِ کار تھے، جو جہاد کے وسیع میدانوں میں پروان چڑھے تھے اور نمایاں کارناموں اور سخاوت کے بلند و بالا محل کی چھت کے نیچے انہوں نے جنم لیا تھا۔ ان کی پیشانیاں صرف اپنے خالق کی بارگاہ میں جھکتی تھیں، کائنات کی گردش ان کی عبادت کے آثار مٹا نہیں سکیں، ایسے نقوش ثبت کیے۔ ان کی غرض و غایت سب سے زیادہ اور دائمی عزت والی چیز ہوتی تھی اور ہر خیر میں آگے بڑھتے تھے اور انہوں نے غیر اللہ کا کبھی قصد نہیں کیا تھا۔''

ان وجوہات کی بناء پر ہمارا اہم فریضہ ہے کہ صحابہ کرام کے حالات اور سیرت و کردار کی معرفت حاصل کریں اور انہیں مسلمانوں کے درمیان خوب پھیلائیں، تاکہ جس کا دل زندہ ہو، وہ کان لگا کر سنے اور حاضر باش ہو کر سوچے۔ یہ واقعات ان کے لیے موعظت و نصیحت اور یاددہانی کا سبب ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام ہم تک نہایت ہی حزم و احتیاط کے ساتھ پہنچایا ہے، یہ صحیح دین اسلام آگے پہنچانے والے ہیں، ان کا یہ جو حفاظت اسلام کا کارنامہ ہے، تقاضا کرتا ہے کہ ایسے لوگوں کی تاریخ لکھنے کا اہتمام کیا جائے، تاکہ ان پر طعن و تشنیع کے ذریعہ دشمنان اسلام ہمارے دین اسلام کو ہی معرض تنقید میں نہ لے آئیں۔

اسی صورت حال کے پیش نظر ہم کہتے ہیں کہ ان پر عظمت ہستیوں کے متعلق کچھ کہا لکھا جاتا رہے اور انہوں نے جو تاریخ کے صفحات میں کارنامے رقم کیے ہیں، انہیں آشکارا کیا جائے اس دور میں جس میں ہم زندگی کا سفر طے کر رہے ہیں، یہ اور زیادہ ضروری ہے، کیونکہ اس میں عدل کی ترازو قائم نہیں رہی، چنانچہ ان نیکوکار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کی جا رہی ہے، ایسے زندیقوں اور ملحدوں، اہل کفر و بدعت کو روکنا اس دور کی اہم ضرورت ہے، جنہوں نے یہ بدعت ایجاد کی ہے کہ انبیائے کرام کے بعد روئے زمین پر پائے جانے والوں میں سے سب سے زیادہ بہترین لوگوں کو وہ گالی دیتے ہیں اور ان کی شان میں تنقیص کرتے ہیں یہ حضرات صحابہ یہ اسلام کا جھنڈا اٹھانے والے ہیں اور احادیث مبارکہ کے راوی ہیں، جو بدعت کی دیوار کو منہدم کرتے ہیں اور ان بدعتیوں کی ضلالت طشت از بام کرتے ہیں اور ان کی اندرونِ دل چھپی خباثتوں کو واضح کرتے ہیں۔

ہمارا یہ دین قیم سابقہ ادیان پر ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ یہ دین ہر آن اور زمان و مکان کے لیے ایک معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ اس کی تجدید ہوتی رہتی ہے اور اس کا سب سے بڑا معجزہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام کی نذر کر دیں، نہ انہیں اپنی راحت کی فکر تھی، نہ ہی ان کے نفس سست پڑے، بلکہ ایک آتشیں تحریک تھے، نہ تھمتے تھے، نہ ہی سستاتے تھے اور تھکتے تھے، نہ اکتاتے تھے، نہ انہیں اپنی زندگی کے لیے مال و متاع کا غم تھا اور نہ ہی انہیں اپنے مقاصد کی تکمیل میں دنیاوی سجاوٹ و بناوٹ ہی اپنی طرف مصروف کر سکی، انہوں نے فقط اللہ تعالیٰ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رضا جوئیوں میں ہمت و کوشش کی، اتنے مخلص تھے کہ انہوں نے اپنی نیتوں میں سے سوائے اخلاص کے ہر آمیزش کو مٹا دیا تھا چنانچہ اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ اعزاز بخشا کہ ان ہستیوں کو نبی اکرم ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ بنا دیا، انہوں نے یہ ساری دنیا کے سامنے ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کا دین مکمل اور کامل ہے اور شریعت الٰہی میں سامنے یا پیچھے سے باطل نہیں مل سکتا اور اگرچہ کافر، منافق، ظالم، فاسق اسے گوارا نہیں کرتے، لیکن یہ نور اسلام دنیا کے کونے کونے میں کرنیں بکھیرتا رہے گا اور تمام ہو کر رہے گا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ان بہترین لوگوں کے واقعات بیمار دلوں کے لیے دواء اور عقلوں کے لیے جلاء ہے اور جب کوئی کردار قابل رشک نمونہ نہ رہے تو یہ اس دور کے لیے قابلِ قدر نمونہ ہیں یہ ایک زندہ مثال ہیں، جس کی اقتداء کی جائے اور ایک مشعل راہ ہیں، جن کی اتباع کی جائے، بعد والوں کو ان پہلوں کے شرف و فضل کو پہچاننا چاہیے اور ان کے طریقہ و منہج پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ان عظیم لوگوں کے تاریخ ساز کارناموں پر واقفیت سے دل حیات تازہ پاتے ہیں اور ان کے نقوش پا کی پیروی سے سعادت پائندہ حاصل ہوتی ہے اور ان کی سیرت و منقبت پر عمل پیرا ہونے سے انسان نیک خصال اور شریفانہ اخلاق و افعال کا پیکر بن جاتا ہے۔

یہ صفحات جو میں نے خونِ جگر سے رقم کیے ہیں، اگر ان میں تقصیر و کوتاہی ہوئی ہے، تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں، ان پاک سیرت لوگوں کی سوانح حیات مرتب کرنے میں، میں نے اس وسیع و عریض میدان میں مدت گزار دی ہے، اس صحراء کی دشت نوردی اور آبلہ پائی سے میں نے لحظہ بھر بھی کبھی دل میں ملال نہیں آنے دیا، یہ اکتاہٹ کیسے میرے قریب پھٹکتی، میں تو اس دوران محسوس کر رہا تھا کہ میں دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنت میں سانس لے رہا ہوں۔

برادرانِ گرامی! اور محترم بہنو! آیئے! ہم حبیب خدا ﷺ کے تقریباً نوے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گلشن حیات کی وسعتوں میں زندگی بسر کریں، یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے تاریخ کی حسین پیشانی پر ایسے تابناک کارنامے رقم کیے ہیں، جن سے وہ اب بھی جگمگا رہی ہے۔

اللہ عزوجل سے امید ہے کہ وہ اس کتاب سے ہر ایک مسلمان مرد اور عورت کو اس کائنات میں نفع دے گا دعا ہے کہ وہ ذاتِ الٰہ میری اس محنت و کاوش کو مسلمانوں کے درمیان قبولیت سے نوازے اور مجھے صدق و اخلاص کی دولت سے مالا مال کرے اور اپنے ہاں اسے خالص اپنی رضا کے لیے مخصوص کر دے اور جس دن مجھے کفن کی چادر میں لپیٹا جا رہا ہو اسے میری حسنات کی ترازو میں رکھ دے۔ آمین!

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم

ابو محمد عمار محمود مصری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مناقب وفضائل

وہ ذات والا صفات اللہ پاک ہے، جس نے ہمیں کائنات کی مخلوقات پر مقدم کیا اور اپنی معرفت کے سمندر سے ہمیں سیراب کن جام دیا اور ہمارے پیارے محمد ﷺ کو افضل ترین نبی بنایا، جنھوں نے ہماری نگہبانی وسیاست رانی کی، آپ ﷺ کو افضل امت بنایا اور ہمیں علو ہمت کی نعمت سے نوازا، اور ہمیں تمام امتوں میں سے بہترین امت ہونے کے اعزاز سے نوازا۔ [1]

ہم رسالت ونبوت والی امت ہیں سو ہمیں پیغام رسانی کی ذمہ داری ہمیشہ پوری کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت مسلمہ کو دنیا کے نقشہ پر اس لیے جلوہ گر کیا ہے، تاکہ یہ مشعل راہ بن جائے، جس سے راستہ روشن ہو اور ہر امت اس نہج پر چل سکے، جو اللہ نے تمام بشریت کے لیے پسند کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں کو مکلف بنایا تھا مگر وہ گمراہ ہوگئیں، اس امت کو سیدھی راہ پر رہنے کا حکم دیا، فرمایا:

﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝﴾ (البينة:٥)

''انھیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، یک طرفہ ہو کر دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور یہ مضبوط دین ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس اسلامی امت کو دو بڑی ذمہ داریوں کا مکلف بنایا ہے:

(۱):...... عبودیت و بندگی فقط اللہ کے لیے کرے، فرمایا:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا﴾ (النساء: ٣٦)

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔''

(۲):...... اس امت کو اس بات کا مکلف بنایا ہے کہ یہ امت بشریت کی راہنما ہو اور اس پر شہادت دے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ﴾

(البقرۃ: ١٤٣)

---

[1] تبصرہ ابن جوزی: ١/ ٥٨٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہو۔''

اس امت مسلمہ کو خیر امت قرار دینے میں یہی راز ہے کہ یہ عبودیت و بندگی صرف اللہ کی کرتی ہے اور روزِ قیامت شریعت پر گواہ ہوگی۔ ❶ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں حدیث میں آتا ہے کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''روزِ قیامت سیدنا نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے: لبیک میں حاضر ہوں اور سعادت مند ہوں، اے میرے رب! اللہ تعالیٰ کہیں گے: کیا تم نے رسالت کا پیغام پہنچایا ہے؟ وہ کہیں گے، ہاں! اب ان کی امت سے کہا جائے گا، کیا انہوں نے تم تک پیغام پہنچایا ہے؟ وہ کہیں گے: ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، اللہ تعالیٰ کہیں گے: اے نوح! آپ کا گواہ کون ہے؟ وہ فرمائیں گے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی امت۔ یہ امت گواہی دے گی کہ انہوں نے اللہ کا پیغام پہنچایا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہی دیں گے، پھر آپ نے سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت پڑھی۔'' ❷

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

''اس امت کے لوگ روزِ قیامت دوسری امتوں کے لوگوں پر گواہی دیں گے، اس امت کے لوگ نوح، ہود، صالح، شعیب اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی قوموں پر گواہی دیں گے کہ ان کے پیغمبروں نے ان تک پیغام نبوت مکمل طور پر پہنچا دیا ہے، لیکن ان قوموں نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی۔''

نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر امت میں سے ہر فرد کی تمنا ہوگی کہ وہ ہماری امت میں سے ہو اور جس نبی کی قوم اس کی تکذیب کرے گی، ہم روزِ قیامت اس کی گواہی دیں گے کہ انہوں نے اللہ کا پیغام پہنچایا ہے اور ان کی خیر خواہی کی ہے، یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔'' ❸

محترم بہن بھائیو......!! فضائل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر گفتگو کرنے سے پہلے حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے عطر بیز فضائل پہلے بیان کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

''تم سے بہتر امتوں کی تکمیل ہوئی ہے، لیکن تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر اور معزز ہو۔'' ❹

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے، معلوم نہیں اس کا آغاز بہتر ہے یا انتہا۔'' ❺

---

❶ كتاب ولا تموتن للمصنف: ٦.

❷ بخاري: ٤٤٨٧، كتاب التفسير، باب وكذالك جعلنا كم الخ.

❸ ابن ابى حاتم ،بسند جيد، فتح البارى: ٨/ ٢١٨.

❹ احمد، ترمذى، ابن ماجه، عن معاوية بن جيده، وحسنه الالبانى، صحيح الجامع: ٢٣٠١.

❺ احمد، ترمذى عن انس وصححه الالبانى، صحيح الجامع: ١٣٩٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"میری امت رحمت کی گئی ہے، اسے آخرت میں عذاب نہ ہوگا، اس کا عذاب دنیا میں ہے کہ یہ فتنوں، زلزلوں، قتل و غارت اور مصائب سے دوچار ہوتی رہتی ہے۔" ❶

یعنی تکالیف سے گناہ جھڑ جاتے ہیں چنانچہ اسی کے باعث آخرت کا عذاب نہ ہوگا، حقوق العباد اللہ تعالیٰ بھی معاف کروا دے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی امت پر جب رحمت کا ارادہ کرتے ہیں، تو اس امت کی ہلاکت سے پہلے ہی نبی کو فوت کر دیتے ہیں، جو کہ اس کے لیے پہلے جا کر میر کارواں کی حیثیت سے ان کا استقبال کرتے ہیں، اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے عذاب کرتے ہیں اور اسی کا نبی زندہ ہوتا ہے، وہ اس قوم کی ہلاکت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے، انہیں ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں، کیونکہ انہوں نے پیغمبر کی تکذیب کے ذریعے اور اس کے حکم کی نافرمانی کے ذریعے پیغمبر کو اذیت دے کر پریشان کیا ہوتا ہے۔" ❷

اللہ اکبر! اس آخری امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی وہ رحمتیں اور برکات ہیں کہ کسی دوسری امت کے نصیب میں نہیں ہو سکیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے میری امت کے سینوں میں اٹھنے والے وسوسوں سے درگزر فرمایا ہے، جب تک ان پر عمل نہ کیا جائے، یا وہ زبان سے بات نہ کر دے اور اس سے بھی درگزر کیا ہے کہ جس پر یہ لوگ مجبور کیے جائیں۔" ❸

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے میری امت کو گمراہی پر اکٹھا ہونے سے بچایا ہے۔" ❹

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آخر میں اس امت کے لیے ایسا آدمی بھیجے گا، جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔" ❺

نیز نبی ﷺ نے فرمایا:

"ہمیں دوسرے لوگوں پر تین وجہ سے برتری دی گئی ہے:

۱: نماز میں ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں۔

۲: ہمارے لیے تمام زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے اور اس کی مٹی باعث طہارت بنا دی گئی یعنی اگر ہمیں پانی نہ ملے تو تیمم کر لیں۔

---

❶ ابو داود، طبرانی کبیر، حاکم عن ابی موسیٰ صحیح الجامع: ۱۳۹۶.

❷ مسلم، عن ابی موسیٰ، صحیح الجامع: ۱۷۰۷.

❸ ابن ماجه، بیهقی عن ابی هریرة وصححه الالبانی، صحیح الجامع: ۱۷۲۹.

❹ ابن ابی عاصم، عن انس، وحسنه الالبانی، صحیح الجامع: ۱۷۸۶.

❺ مسلم، احمد، نسائی، عن حذیفة، صحیح الجامع: ٤٢٢٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳: اور مجھے سورت بقرہ کی آخری آیتیں عرش کے خزانہ کے نیچے سے دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم سے پہلے مالِ غنیمت کسی کے لیے حلال نہ تھا، مال غنیمت کسی میدان میں جمع کیا جاتا تھا، آسمان سے آگ نازل ہوتی اور اسے کھا جاتی تھی، یہ صرف ہمارے لیے ہی کھانا حلال ہے۔'' ❶

اس امت کی چھوٹی عمریں مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ پہلی امتوں کی بہ نسبت اس کے لیے اجر وثواب کئی گنا بڑھا دیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تمہاری عمر گزشتہ امتوں کی بہ نسبت نمازِ عصر سے لے کر غروب آفتاب تک ہے، تمہاری مثال اور یہود ونصاریٰ کی مثال ایک ایسے آدمی کی مانند ہے۔ جو مزدوروں کو اجرت پر رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ کون ہے، جو آدھے دن تک ایک قیراط کے عوض کام کرے؟ تو یہودیوں نے آدھے دن تک کام کیا۔ پھر اس نے کہا: آدھے دن سے لے کر عصر تک کون کام کرے گا، اسے ایک قیراط ملے گا؟ عیسائیوں نے ایک قیراط کے عوض عصر تک کام کیا۔ پھر وہ کہتا ہے: وہ کون ہے جو عصر سے لے کر غروب آفتاب تک دو قیراط کے عوض کام کرے؟ چنانچہ یہ آخری مزدور تم مسلمان ہو۔ اس سے یہود ونصاریٰ ناراض ہوئے کہ ہمارا کام زیادہ تھا اور مزدوری کم عطا ہوئی، وہ کہتا ہے: کیا میں نے تمہارا حق مارا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، اس نے کہا: یہ میری مہربانی ہے، میں جس پر چاہوں کروں۔'' ❷

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ سیدنا عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب آخر زمانہ میں دوبارہ دنیا میں آئیں گے، تو وہ اس امت کے ایک فرد امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے پیچھے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نماز پڑھیں گے وہ ہم میں سے اور میری امت میں سے ہوگا۔'' ❸

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے متعلق بیان کیا ہے کہ روزِ قیامت یہ کیسی ہوگی اور یہ بھی بتایا ہے، اس کا حساب کتاب کیسے ہوگا اور بتایا کہ یہ روزِ قیامت دیگر اہل جنت کے مقابلے میں اکثریت سے ہوگی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزِ قیامت میری امت سفید چہروں اور سفید پاؤں کے باعث ممتاز ہوگی، وضو کے آثار سے ان کے اعضاء چمک رہے ہوں گے۔'' ❹

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم تمام امتوں میں سے آخر میں ہیں اور ہمارا حساب سب سے پہلے ہوگا، قیامت کو کہا جائے

---

❶ ترمذی، عن ابی ھریرۃ وصححہ الالبانی، صحیح الجامع: ٥١٩٦.

❷ بخاری، احمد، مالك، ترمذی، عن ابن عمر، صحیح الجامع: ٢٣١٥.

❸ ابو نعیم فی کتاب المھدی عن ابی سعد و صححہ الالبانی، صحیح الجامع: ٥٩٢٠.

❹ بخاری، مسلم عن ابی ھریرۃ، صحیح الجامع: ٢٠٠٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گا: میرے امی نبی کی امت کہاں ہے: ان کا حساب لینا ہے؟ ہم آخر میں آئے ہیں، لیکن حساب میں اوّل ہیں۔'' ❶

نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار یا سات لاکھ اس انداز میں جنت میں داخل ہوں گے کہ وہ ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے ہوں گے، ان کا اول تب جنت میں داخل ہوگا جب ان کا آخری ساتھی جنت میں داخل ہوجائے گا، ماہ کی مانند ان کے چہرے روشن ہوں گے۔'' ❷

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے یہ خصوصیت بھی دی گئی ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے چہرے بدر تمام کی مانند دمکتے ہوں گے، ان کے دل محبت میں ایک آدمی کے دل کی مانند ہوں گے، میں نے اپنے رب سے ان میں اضافہ کا مطالبہ کیا، اس نے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار کا اور اضافہ فرما دیا۔'' ❸

ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے ''ان کے علاوہ میرا رب تین دفعہ چلو بھر کر دوزخ سے نکالے گا۔'' ❹

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہر امت میں سے بعض افراد دوزخ میں اور بعض افراد جنت میں جائیں گے میری امت کے سوا، یہ ساری کی ساری جنت میں جائے گی۔'' ❺

انتباہ: ...... جو نافرمان ہیں اور ابدی دوزخیوں والے کام کرتے ہیں، انہیں آپ نے امت میں ہی شامل نہیں کیا اور بعض نافرمان سزا کے بعد جنت میں آ جائیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی، ان میں سے اسّی میری اس امت کی ہوں گی اور چالیس دیگر امتوں میں سے ہوں گی۔'' ❻

آہ کاش! ہم اسلام کو اسی طرح نعمت الٰہی سمجھیں جس طرح کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے سمجھا، اس کی بدولت وہ ساری دنیا کے فرمانروا بنے، اور ہر قطعۂ زمین میں انہیں اللہ عزوجل نے اعزاز سے نوازا۔ ہاں ہاں! خالق ارض وسماء جل جلالہ ہمیں اسی بات کی دعوت دے رہا ہے کہ ہم اس نعمت کا شعور پیدا کریں اور اس پر ثابت قدم رہیں اور اسی پر ہمیں موت آئے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝١٠٢ ﴾ (آل عمران: ۱۰۲)

''اے ایماندارو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت آئے تو صرف حالت

---

❶ ابن ماجه، عن ابن عباس، وصححه الالبانی، صحیح الجامع: ٦٧٤٩.

❷ بخاری، مسلم، عن سهیل بن سعد، صحیح الجامع: ٥٣٦٥.

❸ احمد، عن ابی بکر، وصححه الالبانی، صحیح الجامع: ١٠٥٧.

❹ احمد، ترمذی، ابن حبان، عن ابی امامة، وصححه الالبانی فی صحیح الجامع: ٧١١١.

❺ خطیب، عن ابن عمر و صححه، صحیح الجامع: ٥٦٩٣.

❻ احمد، ترمذی، ابن ماجه، عن ابی هریرة، صحیح الجامع: ٢٥٢٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں آئے۔"

شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

مَلَکْنَا هٰذِهِ الدُّنْيَا الْقُرُوْنَا
وَاَخْضَعَهَا جُدُوْدٌ خَالِدُوْنَا

"ہم صدیوں اس دنیا کے مالک رہے ہیں اور ہمارے تاابد رہنے والے کارناموں نے اسے سرنگوں رکھا۔"

وَسَطَّرْنَا صَحَائِفَ مِنْ ضِيَآءٍ
فَمَا نَسِيَ الزَّمَانُ وَلَا حَيِيْنَ

"اور ہم نے صحیفہ دہر میں ایسے تابناک کارنامے رقم کیے ہیں، جنہیں نہ تو ہم بھولے ہیں اور نہ ہی زمانہ انہیں صدیوں تک بھلا سکے گا۔"

وَكُنَّا حِيْنَ يَاْخُذُنَا وَلِيٌّ
بِطُغْيَانٍ نَدُوْسُ لَهُ الْجَبِيْنَا

"ہم ایسے تھے جب کوئی اکڑی گردن والا سرکشی کا مظاہرہ کرتا تو ہم اس کی پیشانی خاک میں روندا کرتے۔"

تَفِيْضُ قُلُوْبُنَا الْهُدٰى بَأْسًا
فَمَتٰى تَغْضِيْ عَنِ الظُّلْمِ الْجُفُوْنَا

"ہمارے دلوں پر ہدایت کا فیضان ہوا کرتا تھا، ہم ظلم سے نظریں چرا کر درگزر نہ کیا کرتے تھے، بلکہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے تھے۔"

بَنَيْنَا حُقْبَةً فِي الْاَرْضِ مُلْكًا
يُدَعِّمُهُ شَبَابٌ طَامِحُوْنَا

"طویل زمانہ ہم نے اس دھرتی پر ملک وسلطنت کی بنیاد رکھی، جسے ہمارے بلند مطمح نظر رکھنے والے جوانانِ رعنا نے اور مضبوط کیا۔"

شَبَابٌ ذَلَّلُوْا سُبُلَ الْمَعَالِيْ
وَمَا عَرَفُوْا سِوَى الْاِسْلَامِ دِيْنًا

"وہ ایسے نوجوان تھے، جنھوں نے بلند اخلاق اور اعلیٰ کارناموں کے محل تعمیر کیے ہیں اور سوائے اسلام کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے کسی دین کو اہمیت نہ دی۔''

تَعَهَّدَهُمْ وَاَنْبَتَهُمْ نَبَاتًا
كَرِيْمًا طَابَ فِي الدُّنْيَا غُصُوْنًا

''اسلام نے ان کی نگہداشت کی اور انہیں اس قدر بڑھایا کہ ان کی شاخیں دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئیں۔''

اِذَا شَهِدُوا الْوَغٰى كَانُوْا كُمَاةً
يَدُكُّوْنَ الْمَعَاقِدَ والْحُصُوْنَا

''جب یہ میدان جنگ میں اترتے تھے، تو ایسے بہادر تھے کہ ہر کمین گاہ اور قلعے مسمار کرتے جاتے تھے۔''

شَبَابٌ لَمْ تَحْطَمْهُ اللَّيَالِيْ
وَلَمْ يُسْلِمْ اِلَى الْخَصْمِ الْعَرِيْنَا

''یہ ایسے نوجوان تھے، جنہیں راتیں بھی توڑ نہ سکیں اور نہ ہی یہ سخت جان دشمن کے سامنے سرنگوں ہوئے۔''

وَاِنْ جَنَّ الْمَسَآءُ فَلَا تَرَاهُمْ
مِنَ الْاِشْفَاقِ اِلَّا سَاجِدِيْنَا

''یہ ایسے نوجوان تھے، جب رات چھا جاتی تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتے۔''

كَذَالِكَ اَخْرَجَ الْاِسْلَامُ قَوْمِيْ
شَبَابًا مُخْلِصًا حُرًّا اَمِيْنًا

''اسلام نے میری قوم میں سے ایسے جوانانِ باصفا پیدا کیے ہیں جو آزاد اور امانت دار ہیں۔''

وَعَلَّمَهُ الْكَرَمَةَ كَيْفَ تُبْنٰى
فَيَابٰى اَنْ يُّقَيَّدَ اَوْ يَهُوْنَا

''اسلام نے انہیں تعلیم دی کہ عزت وکرامت کی عمارت کیسے تعمیر کی جاتی ہے، اس لیے یہ قید ہونے اور رسوا ہونے کو قبول نہیں کرتے۔''

وَمَا فَتِئَ الزَّمَانُ يَدُوْرُ حَتّٰى
مَضٰى بِاالْمَجْدِ قَوْمٌ آخَرُوْنَا

''زمانہ ہمیشہ گردش میں رہا ہے حتی کہ اب یہ وقت آیا کہ دوسری قومیں عزت و بزرگی لے گئیں۔''

وَاَصْبَحَ لَا يُرٰى فِي الرَّكْبِ قَوْمِيْ
وَقَدْ عَاشُوْا أَئِمَّةً سَنِيْنًا

''اب میری قوم اس قافلۂ عزت میں نظر نہیں آرہی، جب کہ سالہا سال یہ پیشوا بن کر زندہ رہی۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وَآلَمَنِی وَآلَم کُلَّ حُرٍّ
سُؤَالُ الدَّهرِ اَیْنَ الْمُسْلِمُوْنَا

''یہ بات میرے لیے بہت ہی المناک ہے اور ہر آزاد شخص کے لیے بھی یہ المیہ ہے، لیکن اس کا زمانہ یہ سوال دہراتا ہے کہ مسلمان کہاں گئے۔''

تَرٰی هَلْ یَرْجِعُ الْمَاضِیْ فَاِنِّیْ
أَذُوْبُ لِذَالِكَ الْمَاضِیْ حَنِیْنًا

''کیا گزرا ہوا وقت کبھی لوٹ کے بھی آتا ہے؟ میں شوق سے اس یاد ماضی میں پگھلتا جا رہا ہوں۔''

دَعُوْنِیْ مِنْ اَمَانٍ کَاذِبَاتٍ
فَلَمْ اَجِدِ الْمُنٰی اِلَّا ظُنُوْنَا

''مجھے جھوٹی آرزوئیں مت دلاؤ، یہ آرزوئیں تو فقط وہم وگمان ہیں۔''

وَهَاتُوْا لِیْ مِنَ الْاِیْمَانِ نُوْرًا
وَقَوُّوْا بَیْنَ جَنْبَیَّ الْیَقِیْنَا

''مجھے نورِ ایمان سے منور کرو اور میرے دونوں پہلوؤں میں یقین کو مضبوط کردو۔''

اَمُدُّ یَدِیْ فَاَنْتَزِعُ الرُّوَاسِیْ
وَاَبْنِیْ الْمَجْدَ مُؤْتَلِفًا مَّکِیْنَا

''میں ہاتھ پھیلاتا ہوں کہ جوش سے پہاڑوں کو ہلا دوں اور میں بزرگی وعزت کی عمارت مضبوط اور مربوط جگہ پر بنانا چاہتا ہوں۔''[1]

فضائل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے چند اہم گوشے:

وہ لوگ کیا ہی خوب تھے جنھوں نے اپنے اعمال نہایت ہی اخلاص سے کیے اور اپنی شہوات کو خوفِ خدا کی بیڑیوں میں جکڑ کر رکھا۔ اور انہوں نے ہر لمحہ اطاعتِ الٰہی میں گزارا اور میدان مار گئے۔ انھوں نے اپنے ہر عمل کو ریاء کاری سے محفوظ رکھا اور خلوص نیت سے اسے ادا کیا، خواہشات نفسانی پر ایسا قابو پایا کہ انہیں مٹا کر رکھ دیا اور اس قدر رب کبریاء کا قرب حاصل کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں اپنی مجلس سے دور کرنے کی ممانعت کر دی:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ﴾ (الانعام : ٥٢)

''جو لوگ صبح وشام اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں، انہیں اپنے پاس سے مت ہٹاؤ۔''

ان کے اعمال نامے جب آسمان کی طرف بلند ہورہے تھے، تو وہ برائیوں کے گدلے پن سے صاف شفاف اور پر

[1] دیوان هاشم رفاعی منقول از صلاح الامة: ٣/ ٤٩٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٹھ رہے تھے، اخلاص کی دولت سے مالا مال ایسے نفوس قدسی، جو دنیا سے کنارہ کش تھے، جب کہ لوگ دنیا میں لتھڑے پڑے تھے، یہی لوگ اس سے عافیت میں تھے، ایسے پیکر خشیت تھے کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلتے اور وقتِ سحر ان کے سر جھکے ہوتے تھے، ان کی ہتھیلیوں سے خیر کے دریا بہتے تھے، پوری عملی جدوجہد کے باوجود ان کے دل ملامت سے کپکپاتے اور صاف دلی کے حوضوں سے سیراب ہوتے تھے۔

فرض و نفل عمل میں ہر طرح کے باطل کی آمیزش کے گدلے پن سے بچے ہوئے تھے اور اپنے مولیٰ کریم کی رضا جوئیوں میں اس کی اطاعت میں ہمہ وقت کوشاں تھے، سب سے بڑا نصیب ور بننے کے لیے انہوں نے خود کو آمادہ و تیار رکھا اور خواہشاتِ نفس سے نگاہوں کو پست رکھا، جب کوئی انہیں دیکھتا تو ایسے احساس کرتا، جیسا کہ وہ بیمار جسم ہیں اور آنکھیں سحر خیزی سے مانوس ہو کر ایسے لگتی تھیں، جیسے سونہ سکی ہوں، انہوں نے اپنی طویل عمریں ایسے گزاریں گویا وہ چند گھڑیاں تھیں جو کہ دیکھتے ہی دیکھتے گزر گئیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ جب آزمائش کا دور آیا تو انہوں نے صبر کیا اور سرخرو ہوئے، جب انعام کی برکھا برسی تو نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے، انہوں نے شکریہ کا حق ادا کر دیا، اللہ کی رضا مندی کے کام سرانجام دیئے، پھر بھی معذرت کا رویہ اپنایا، اپنے دشمنوں نفس امارہ اور شیطان کے خلاف جہاد کیا، جب جنگ کے بادل چھٹ جاتے تو یہ ظفر یاب ہو کر اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے۔

ان کے دل حق کے ساتھ وابستہ تھے، جس کی انوار و تجلیات ان کے ظاہر پر ضوء افگن تھیں، جب وہ خوفِ خدا سے اشکبار ہو کر آہیں بھرتے، تو ان کے غموں کے بادل ڈھل جاتے، شب تاریک میں ان کے آنسوؤں کا ٹپکنا، اس وجہ سے تھا کہ وہ آنے والے خوفناک حالات سے باخبر تھے، وہ رو رو کر اپنے گناہوں کے اعمالنامے دھو رہے تھے، شدید خوف میں مبتلا تھے، حالانکہ ان کو مخالف کا ڈر نہ تھا، فقط خوف الٰہی سے خوفزدہ تھے، جب رات کا سناٹا ہوتا تھا، تو ان کے قدم رک جاتے تھے، پیارے حبیب کی طرف اس طرح لپکتے ہیں، جیسا کہ اونٹنی بچے سے پیار کرتی ہے، ان کے آنسو ان کا غم مٹانے میں سازگار تھے، انہیں یقین تھا کہ دنیا ایک معمولی سامان ہے، وہ بھی فنا ہونے والا ہے، اس لیے انہوں نے اسے آخرت کا پل سمجھ کر عبور کیا ہے، اسے رہائش کے لیے آباد نہ کر لیا تھا۔

انہوں نے عارضی گھر تیار کیے، جب وہ ٹوٹ جاتے تو وہ انہیں پھر تعمیر کر لیتے تھے، وعظ ان کے کانوں میں کھٹکا پیدا کرتا تھا، وہ اس کے مفہوم پر غور کرتے، وہ سامانِ سفر سمجھ کر دنیا کا سامان لیتے تھے، وہ یہ گھٹیا مال نہ لیتے تھے، وہ خود پسندی سے کوسوں دور تھے، مساکین اور بے بسوں میں نظر آتے ہیں، انہوں نے سچے دل سے ہوا و ہوس ترک کر دی تھی، انہوں نے غنا میں اپنے پرانے فقر کو یاد رکھا، انہیں دنیاوی لیلیٰ کی چاہت نہ تھی، وہ جنت کی یاد میں ذوق اور پر شوق تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت ان تین آدمیوں سے خود شوقِ ملاقات رکھتی ہے:

(۱) سیدنا علی (۲) سیدنا عمار (۳) سیدنا سلمان رضی اللہ عنہم۔'' [1]

[1] ترمذی، حاکم عن انس، وحسنه الالبانی، صحیح الجامع: ۱۵۹۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے خالق کی نظر میں:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝۱۸﴾ (الفتح : ۱۸)

''تحقیق اللہ تعالیٰ ان ایمانداروں سے راضی ہو چکا ہے، درخت کے نیچے جو تمہاری بیعت کر رہے تھے، اس نے جو ان کے دلوں میں تھا، وہ جان لیا اور ان پر سکون نازل کیا اور انہیں قریب کی فتح پہنچائی۔''

انتباہ:...... کیکر کے درخت کے نیچے مقام حدیبیہ میں وہ جو بیعت کا ذکر ہے وہ خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے لی گئی تھی اور قریب والی فتح یعنی فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹﴾ (الحشر : ۸۔ ۹)

''ان مہاجر فقراء کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے صرف اس لیے الگ کر دیئے گئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا جوئی تلاش کرتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے گھر اور ایمان کو جگہ دی ان سے پہلے وہ ان کو جو ان کی طرف ہجرت کرتے ہوئے آئے ہیں، ان سے محبت کرتے ہیں، اپنے سینوں میں ان کے لیے تنگی نہیں پاتے اور اگرچہ وہ خود ضرورت مند ہوں وہ اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں، جو نفس کی کنجوسی سے بچایا گیا، وہی کامیاب ہے۔''

سورۃ الفتح آیت نمبر ۲۹ پہلے گزر چکی ہے، جس میں اللہ عزوجل نے زبردست انداز پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا تزکیہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک دوسرے مقام پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں فرماتے ہیں:

﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ؗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸۸ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۸۹﴾

(التوبة : ۸۸، ۸۹)

''البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار پر جنہوں نے آپ کی تنگی کی گھڑی میں اتباع کی جس میں ایک فریق کے دل ٹیڑھے ہونے کے قریب تھے، پھر اس نے ان پر توبہ کی، یقیناً وہ ان کے ساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝﴾

(الکھف : ۲۸)

’’خود کو ان لوگوں کے ساتھ روک کر رکھو، جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں، صرف اس کی رضا چاہتے ہیں، تم ان سے اپنی نظریں نہ پھیرو کہ تم دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہو، تم اس کی اطاعت نہ کرو، جس کا دل ہم نے اپنے ذکر سے بے خبر کر دیا اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور اس کا معاملہ زیادتی والا تھا۔‘‘

غور کریں اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو صحابہ جیسے باوفا و باصفا لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیتے ہیں۔ سورۂ بقرہ آیت (۱۴۳) میں پہلی امتوں پر گواہی دینے کی وجہ سے اس امت کی بہتری کا ذکر کیا گیا ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔ سورۃ آل عمران آیت (۱۱۰) گزر چکی ہے، جس میں اس امت کو سب امتوں سے بہترین امت قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ اَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ اَلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝﴾ (آل عمران ۱۷۲ تا ۱۷۴)

’’جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی بات زخمی ہونے کے باوجود قبول کی ہے، ان لوگوں کے لیے جو ان میں سے نیکی کرتے اور ڈرتے ہیں، بہت بڑا اجر ہے، ایسے لوگ کہ ان سے کہنے والوں نے کہا کہ دنیا تمہارے خلاف جمع ہو چکی ہے، تم ان سے ڈرو، یہ سن کر ان کے ایمان اور بڑھے اور کہنے لگے، ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل سے لوٹے انہیں کسی برائی نے نہ چھوا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی اتباع کی، اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔‘‘

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

حبیب کبریا ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں پر جو تمغے سجائے

آ یئے ذرا شرف و فضل کے وہ اعزازات، جو حبیب کبریا ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں پر سجائے تھے، ان پر ایک نظر ڈال لیں، جو بہت کثرت سے ہیں، لیکن ہم چند ایک کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

بہترین لوگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں:

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے بہترین صدی میری ہے، پھر ان لوگوں کی جو اس کے بعد ہیں، پھر ان لوگوں کی جو اس کے بعد ہیں۔''

سیدنا عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، مجھے معلوم نہیں اپنی صدی کے بعد آپ ﷺ نے دو صدیاں یا تین صدیاں بیان کی تھیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر ان کے بعد ایک قوم آئے گی، جو گواہی دے گی، لیکن ان سے گواہی کا مطالبہ نہ کیا جائے گا، خیانت کریں گے، امانت نہ رہے گی، نذر مانیں گے، اسے پوری نہ کریں گے، ان میں موٹاپا نمایاں ہوگا۔''❶

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہی کی اہمیت:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا، جس کی اچھی تعریف کی گئی، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، ایک اور جنازہ گزرا تو اس شخص کا منفی ذکر کیا گیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔''

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! ایک جنازہ گزرا تو آپ نے تین مرتبہ کہا واجب ہوئی، دوسرا جنازہ گزرا کہ جس پر بری تعریف کی گئی، تو آپ نے اس پر بھی تین دفعہ کہا، واجب ہوئی، بتائیں کیا واجب ہوئی، تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس جنازہ پر تم نے اچھی تعریف کی اس کے لیے جنت واجب ہوئی اور جس پر تم نے بری تعریف کی اس کے لیے دوزخ واجب ہوئی، تم زمین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہ ہو، یہ تین مرتبہ آپ نے کہا۔''❷

---

❶ بخاری: ۳٦٥٠، مسلم: ۲٥۳٥.

❷ بخاری، کتاب الجنائز: ۱۳٦٧، مسلم، کتاب الجنائز: ۹٤۹.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ناراضگی سے اللہ ناراض ہوتا ہے:

عائذ بن عمرو رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ سیدنا سلمان، سیدنا صہیب اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہم کے پاس کچھ نفری کے ساتھ آئے تو انہیں دیکھ کر کہا، اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمنوں کا اچھی طرح قلع قمع نہیں کیا، بعض بچ گئے ہیں، اشارہ ابوسفیان کے بچ جانے کی طرف تھا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان تینوں کی بات پر تنقید کرتے ہوئے کہا، تم نے قریش کے شیخ اور سردار کے خلاف اچھی بات نہیں کی، اور نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر سیدنا ابوبکر نے یہ بات بتادی کہ ان تینوں نے ابوسفیان سے یہ کہا ہے اور میں نے انہیں ٹوکا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکر! کہیں انہیں ناراض تو نہیں کردیا، اگر تو نے انہیں ناراض کیا ہے، تو نے رب کو ناراض کیا ہے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان تینوں کے پاس گئے، اور کہا: اے میرے بھائیو! میری بات ناگوار تو نہیں گزری اور ناراض تو نہیں ہوئے؟ انہوں نے کہا، نہیں ناراض کیونکر ہونا تھا، ہم نے بھی بات کی اور تم نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا، اور ساتھ ہی انہوں نے کہا: اے ہمارے گرامی قدر! بھائی ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ [1]

صحابہ رضی اللہ عنہم کا وجود فتنوں میں رکاوٹ ہے:

سیدنا سعید بن ابی بردہ رحمہ اللہ اپنے باپ سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نمازِ مغرب ادا کی، تو ہم نے سوچا، ہم مسجد ہی میں بیٹھ جاتے ہیں، نماز عشاء بھی آپ ﷺ کے ساتھ ادا کر کے ہی گھروں کو جائیں گے، ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اکرم ﷺ حجرہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: 'مَا زِلْتُمْ هٰهُنَا' تم اس وقت سے یہیں ہو؟ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم نے نمازِ مغرب آپ کے ساتھ ادا کی تھی، پھر ہم نے سوچا ہم بیٹھ جاتے ہیں اور نمازِ عشاء بھی آپ کے ساتھ پڑھ کر ہی جائیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے درست اور بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔"

پھر آپ ﷺ نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی اور آپ ﷺ زیادہ تر نگاہ آسمان کی جانب اٹھایا کرتے تھے، فرمایا:

"یہ جھلملاتے ستارے آسمان پر جب تک موجود ہیں، یہ آسمان ہر آفت سے محفوظ ہے، جب یہ ستارے گدلے ہوجائیں گے اور مٹ جائیں گے تو آسمان کے امن کی ضمانت نہیں، اسی طرح میں اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے امن کی علامت ہوں اور جب میں چلا جاؤں گا، تو میرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جو آزمائش کا کہا گیا، وہ آجائے گی اور میرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میری امت کے لیے امن کا پیغام ہیں، جب میرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نہ رہیں گے، تو میری امت سے جو وعدہ کیا گیا ہے، وہ ہو کر رہے گا۔" [2]

علامہ نووی رحمہ اللہ اس حدیث مبارک کی شرح میں فرماتے ہیں:

"صحابہ کے امت کے لیے امن ہونے اور ان کے اٹھنے سے وعدہ پورا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے

---

[1] مسلم، کتاب فضائل الصحابة: ٢٥٠٤.
[2] مسلم: ٢٥٣١، احمد: ٤/ ٣٩٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد جانکاہ حادثات جنم لیں گے، بدعات کا ظہور ہوگا، فتنوں کی کثرت ہوگی، شیطان سر اٹھائے گا، رومیوں کا ان پر غلبہ ہوگا مکہ و مدینہ کی حرمت پامال ہوگی وغیرہ۔ یہ حدیث نبی اکرم ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ہے۔'' ❶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نصرتِ الٰہی کا ذریعہ ہیں:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں پر ایک وقت آئے گا، لوگوں میں سے کئی جماعتیں لڑائی کے لیے نکلیں گی، پوچھا جائے گا، کیا تم میں سے کوئی ایسا آدمی موجود ہے، جس نے رسول اکرم ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو؟ لوگ بتائیں گے، ہاں وہ ہے، تو اس کی برکت سے فتح پائیں گے، پھر ایک وقت آئے گا، لڑائی کے لیے جماعتیں نکلیں گی، پوچھا جائے گا، کیا تم میں وہ آدمی ہے، جس نے رسول اکرم ﷺ کے صحابی کو دیکھا ہو، یعنی تابعی ہو؟ جواب دیں گے، ہاں ایسا شخص موجود ہے، تو انہیں فتح ملے گی، پھر ایک وقت ہوگا، جماعتیں لڑیں گی، پوچھا جائے گا، کیا تم میں وہ شخص ہے، جس نے تابعی کو دیکھا ہو، یعنی تبع تابعی کو؟ جواب ملے گا ہاں، تو پھر بھی فتح نصیب ہوگی۔'' ❷

سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں اس وقت تک ہمیشہ خیر رہے گی، جب تک تم میں میرا صحابی رضی اللہ عنہ موجود ہے، یا میرے صحابی رضی اللہ عنہ کا شاگرد تابعی رحمہ اللہ موجود ہے۔'' ❸

انتباہ:...... اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعا کی برکت سے مدد طلب کرنے کا ذکر ہے اور ان کے اور ان کے بعد تابعین رحمہم اللہ اور پھر تبع تابعین رحمہم اللہ کے شرف و فضل کا ذکر ہے کہ دین کی اصلاح ان میں موجود تھی اور اللہ کی مدد ان کے دور میں اترتی تھی، آہ! آج ہمارا کیا حال ہے؟ یہ سب پر آشکارا ہے۔ ❹

---

❶ شرح مسلم: ۳۹۱، نمبر ۵.

❷ بخاری: ۳۶۴۹، مسلم: ۲۵۳۲، احمد: ۳/ ۷.

❸ ابن ابی شیبہ: ۱۲/ ۱۷۸، اسنادہ حسن، فتح الباری: ۷/ ۵.

❹ فتح الباری: ۶/ ۸۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انصار رضی اللہ عنہم کے فضائل کا بیان

قارئین کرام! انصار کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں، لیکن ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے چند ایک فضائل کا ذکر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور جنت میں ہمیں ایسے لوگوں کے ساتھ ٹھکانا دے۔ (آمین)

ایثار پیشہ لوگ تھے:

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴾ (الحشر ۹)

''اور وہ لوگ جنہوں نے گھر اور ایمان کو جگہ دی، جو ان کی طرف ہجرت کرتے ہیں ان سے یہ محبت کرتے ہیں اور جو انہیں دیا گیا ہے، اس پر سینہ میں کنجوسی نہیں پاتے اور اگرچہ ضرورت مند بھی ہوں پھر بھی اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اور جو نفس کی بخیلی سے بچایا گیا وہی کامیاب ہوگا۔''

ابن کثیر رحمہ اللہ کی وضاحت:

یعنی انصار اتنے کریمانہ اخلاق کے مالک اور ان کے نفس اتنے شریفانہ ہیں کہ اپنے مہاجر بھائیوں سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے مال سے ان کی غمخواری کرتے ہیں اور مہاجروں کو اللہ تعالیٰ نے جو مرتبہ وشرافت عطا کی ہے اور ان کا ذکر و رتبہ مقدم رکھا ہے، اس پر اپنے دلوں میں ذرہ برابر حسد نہیں رکھتے۔ (۳۳۷/۴)

قرطبی رحمہ اللہ کی وضاحت:

''ایثار یہ ہوتا ہے کہ اپنے دنیاوی مفاد پر دوسروں کو ترجیح دینا، یہ چیز قوت یقین سے پیدا ہوتی ہے اور دوسرے سے پختہ محبت سے جنم لیتی ہے اور مشقتوں پر صبر کرنے سے حاصل ہوتی ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ انصار مالدار ہوں تو پھر بھی اپنے مالوں یا مراتب میں خود کو مہاجروں پر ترجیح نہیں دیتے، بلکہ یہ خود اس چیز کے ضرورتمند بھی ہوتے ہیں، اس کے باوجود مہاجروں کو ترجیح دیتے ہیں۔[1]

اس ایثار کا مشاہدہ کرنا ہو تو سیدنا سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کا کردار دیکھیں جو انہوں نے سیدنا عبدالرحمٰن بن

[1] احکام القرآن: ۸/ ٦٥٠٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا، یہ ایثار کا ایسا جذبہ ہے، جو تا حیات بھلایا نہ جائے گا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد مدینہ آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا، تب سیدنا سعد بن ربیع نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو یہ پیشکش کی کہ میں اہل اور مال میں سے نصف آپ کے نام کرتا ہوں، ادھر ایثار کا یہ عالم تھا تو ادھر استغنا کی یہ کیفیت کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ تمہارے اہل اور مال میں برکت کرے، مجھے بس منڈی کا راستہ بتا دیں۔ ❶

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا، میں انصار میں سے بہت زیادہ مالدار ہوں، تقسیم کر کے مال نصف آپ کو دیتا ہوں۔ میری دو بیویاں ہیں، ان میں سے جو تمہیں زیادہ بھلی لگے، اسے میں طلاق دے دیتا ہوں، جب اس کی عدت گزر جائے تو اس سے نکاح کر لینا۔ سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ تعالیٰ تمہارے اہل و مال میں برکت کرے، مجھے بازار کا راستہ بتاؤ، تو اس پر انہیں بنوقینقاع کا بازار بتایا گیا، جب بازار سے واپس آئے تو کچھ پنیر اور گھی میں بچت ہوئی، پھر روزانہ بچت ہوتی رہی، حتی کہ ایک دن سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو شادی والی خوشبو لگا رکھی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا ہوا، کہنے لگے، میں نے شادی کی ہے، فرمایا، حق مہر کتنا باندھا ہے؟ کہا، گٹھلی برابر سونا حق مہر باندھا ہے۔'' ❷

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کمال ایثار کا مظاہرہ کیا، جو کبھی صفحہ دہر سے مٹ نہ سکے گا، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام بیویوں کے پاس پیغام بھیجا، انہوں نے کہا، کھانے کو کچھ نہیں، صرف پانی ہی ہے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مہمان کی مہمان نوازی کا کون ذمہ لیتا ہے؟ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں حاضر ہوں، انہوں نے مہمان کو لیا اور گھر لے گئے، بیوی سے کہا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے، اس کی خاطر تواضع کرو، اس نے کہا، گھر میں تو صرف بچوں کا کھانا باقی ہے، کہا، وہی کھانا تیار کر کے مہمان کے سامنے رکھ دو اور جب وہ کھانے لگیں تو چراغ بجھا دینا تاکہ اسے پتہ نہ چل سکے کھانا کتنا ہے اور ہاں بچوں کو بھی سلا دینا۔ اب اس نیک بی بی نے کھانا تیار کیا، چراغ بجھا دیا اور بچوں کو سلا دیا، کھاتے وقت مہمان یہی سمجھتا رہا کہ یہ دونوں بھی میرے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں، مگر ہوا یہ تھا کہ ساری رات انہوں نے بھوک سے گزاری اور جب صبح ہوئی اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عظیم خوشخبری سنائی، فرمایا، کہ تم دونوں میاں بیوی کے اس ایثار پیشہ کردار سے رات اللہ تعالیٰ عرشِ معلیٰ پر مسکرائے ہیں۔ ❸

یہ ایثار و کرم انفرادی نہ تھا، بلکہ تمام انصار ہی اس کا پیکر تھے۔ رضی اللہ عنہم

---

❶ بخاري، مناقب الانصار : ٧/ ٣١٧. ❷ بخاري، مناقب انصار، : ٧/ ١٤٠.

❸ بخاري: ٣٧٩٨، مسلم: ٢٠٥٤، ترمذي: ٣٣٠٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار نے نبی اکرم ﷺ سے کہا، ہمارے اور ان ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان کھجوروں کے درخت بھی تقسیم کر دیں، انصار نے اس حد تک ایثار کا مظاہرہ فرمایا، لیکن مہاجروں نے اس طرح فارغ بیٹھ رہنے کو پسند نہ کیا، تو پھر انصار نے کہا، اچھا چلو تم ہمارے ساتھ کام میں اور محنت میں ہاتھ بٹاؤ، ہم تمہیں پھل میں سے آدھا حصہ دیا کریں گے، یہ مہاجروں نے قبول کر لیا۔ ❶

انصار صحابہ ہوں کہ مجاہدین سب ہی کمال کردار کے حامل لوگ تھے۔ ے

وقت خود ہی بتائے گا کہ میں زندہ ہوں
وہ کب مرتا ہے جو زندہ رہے کردار کے ساتھ

خود اللہ تعالیٰ نے ان کا نام انصار رکھا:

جناب غیلان بن جریر کہتے ہیں، ''میں نے سیدنا انس سے کہا، بتائیں، انصار اپنا نام خود رکھا تھا یا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام تجویز کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا، ہمارا یہ نام اللہ تعالیٰ نے خود رکھا تھا۔'' ❷

انصار سے محبت، محبتِ الٰہی کی علامت:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو انصار سے محبت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کریں گے، جو انصار سے بغض رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھیں گے۔'' ❸

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے انصار! لوگ ہجرت کرتے ہوئے تمہارے پاس آئیں گے، تم ان کی جانب ہجرت نہ کرو گے، مجھے اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو آدمی انصار سے جذباتِ محبت رکھتے ہوئے ملے گا، تو جب اس کی اپنے اللہ سے ملاقات ہوگی، تو اس سے بھی اللہ محبت سے پیش آئیں گے اور جو آدمی انصار سے بغض رکھتا ہے، جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا، تو اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھتے ہوں گے۔'' ❹

انصار سے محبت ایمان کی علامت ہے:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''انصار سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور انصار سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔'' ❺ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ انصار سے بغض نہیں رکھ سکتا۔'' ❻

نبی اکرم ﷺ نے انصار کو اپنا راز دان قرار دیا:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''انصار نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی ہے اور ان کا حق تمہارے ذمہ باقی ہے، ان کے

❶ بخاری: ۲۳۲۵.
❷ بخاری: ۳۷۷٦.
❸ احمد، بخاری فی تاریخہ عن معاویۃ، وصححہ الالبانی، صحیح الجامع: ۵۹۵۳.
❹ احمد، طبرانی کبیر، عن الحارث بن زیاد وحسنہ الالبانی، صحیح الجامع: ۷۵۹۲.
❺ بخاری، مسلم، عن انس، صحیح الجامع: ۱۵.
❻ مسلم عن ابی ہریرۃ، احمد، ترمذی، نسائی عن ابن عباس، صحیح الجامع: ۱۵۸۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محسن کی بات قبول کرو اور ان میں سے کسی سے غلطی ہو جائے تو درگزر کرو، بشرطیکہ وہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ کسی حد کا نہ ہو۔'' ❶ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں انصار سے بہتری سے پیش آنے کا حکم دیتا ہوں۔'' ❷

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ باہر تشریف لائے، آپ نے اپنے مبارک شانوں پر ایک چادر لپیٹ رکھی تھی اور سر مبارک پر تیل کی چکناہٹ والی پٹی باندھ رکھی تھی، حتی کہ آپ منبر پر جلوہ گر ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا، اما بعد! لوگو! دوسرے لوگ بڑھ رہے ہیں اور انصار کم ہو رہے ہیں، حتی کہ یہ کھانے میں نمک کی مانند محسوس ہو رہے ہیں، تم میں سے کوئی بھی طاقتور حکمران بنے، تو انصار کے محسنوں کو ان کا صلہ دے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرے۔ ❸

ہشام بن زید بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، سیدنا ابوبکر اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما انصار کی مجلس کے پاس سے گزرے، اور یہ دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، سیدنا ابوبکر نے پوچھا، کیوں آبدیدہ ہو، آپ ﷺ ابھی اس وقت بیماری سے باہر نہ آتے تھے، انصار نے کہا، ہم نبی ﷺ کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے، اب جبکہ وہ بیمار ہیں تو آپ کے غم میں ہم رو رہے ہیں، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کے پاس آتے ہیں اور یہ بات بتا دیتے ہیں کہ آپ کے فراق میں انصار آبدیدہ ہیں، یہ سن کر نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے، سر اقدس پر لکیردار چادر باندھ رکھی تھی اور آپ منبر پر تشریف فرما ہوگئے، یاد رہے اس کے بعد آپ فوت ہونے تک منبر پر جلوہ افروز نہ ہو سکے بہرحال آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا، انصار میرے راز دان اور خاص لوگ ہیں، میں ان کے بارے میں تمہیں خیر خواہی کرنے کی تلقین کرتا ہوں، انہوں نے اپنی ذمہ داری اور عہد کو بہ احسن خوبی پورا کر دیا ہے، اس لیے ان میں سے جو محسن ہوا، اسے اچھا صلہ دو اور جو خطاوار ہو اس سے تجاوز کرو۔ ❹

انصار رضی اللہ عنہم نے سب سے زیادہ سرفروشی کا مظاہرہ کیا:

انصار بہت زیادہ شجاع تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے:

''جب بھی شمشیریں بے نیام ہوئیں اور جب بھی جنگوں نے جھرمٹ ڈالا اور جب بھی میدان جہاد میں صف آرائی کا وقت آیا تو اوس اور خزرج جو ازد قبیلہ کے بنو عمرو بن عامر کی شاخ کے انصار تھے، یہ قدم بڑھاتے اور سر جھکاتے ہوئے میدان میں اتر آئے۔'' ❺

سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''انصار سے بڑھ کر عرب قوم میں کوئی قبیلہ ایسا نہیں جو اپنے شہداء پیش کر سکے، یہ سب

❶ شافعي، بيهقي في المعرفة، عن انس، وصححه الالباني، صحيح الجامع: ١٥٨٧.
❷ احمد، عن انس، وصححه الالباني، صحيح الجامع: ٩٥٩.
❸ بخاري: ٣٨٠٠، عن ابن عباس رضي الله عنهما.
❹ بخاري: ٣٨٠٠، عن ابن عباس رضي الله عنهما.
❺ العقد الفريد: ١/ ١١٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ تعداد میں شہادت پانے والے ہیں اور روزِ قیامت بھی یہ سب سے زیادہ روشن جبیں والے اور سرخرو ہوں گے۔"

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "میدانِ احد میں انصار میں سے ستر آدمی شہید ہوئے اور بئر معونہ پر جب کافروں نے دھوکہ سے صحابۂ کرام کو قتل کیا تو اس دن بھی انصار میں سے ہی ستر افراد نے جام شہادت نوش کیا تھا اور عہد خلافت ابی بکر رضی اللہ عنہ میں مسیلمہ کذاب کے خلاف معرکہ برپا ہوا تھا، جسے یوم یمامہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس میں بھی ستر انصاری کام آئے۔ رضی اللہ عنہم اور سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی جرنیلی میں ایک پل سے گزر کر دشمن کے مقابلہ میں گئے، تو اس دن بھی ستر انصار راہ وفا میں کامیاب ہوئے۔ ❶

انصار سے حبیب کبریاء کا پیار:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کو ایک شادی سے واپس آتے ہوئے دیکھا، تو سامنے کھڑے ہو کر فرمایا: "تم مجھے کائنات کے لوگوں سے سب سے زیادہ عزیز ہو، یہ بات آپ نے تین مرتبہ دہرائی۔" ❷

ہشام بن زید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار سے ایک خاتون رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا ایک بچہ لے کر حاضر ہوئی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بات چیت کی تو آپ نے اس کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: "قسم ہے مجھے اس ذاتِ والا صفات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم انصار مجھے تمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہو اور یہ بات دو مرتبہ دہرائی۔" ❸

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور ان کے بچوں کو سلام کہتے اور ان کے سروں پر پیار سے ہاتھ پھیرتے اور ان کے لیے دعائے برکت کرتے، اس سے الفت جھلکتی ہے کہ آپ کو انصار سے اتنا زیادہ پیار تھا۔ ❹

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار رضی اللہ عنہم سے ملاقات کا وعدہ:

سیدنا یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں جب ولید کے پاس گیا، یحییٰ کہتے ہیں، میں بھی ان کے ساتھ تھا تو ولید سے انہوں نے کہا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا تاکہ انہیں بحرین کے علاقہ میں کچھ جاگیر سے نوازیں، تو انہوں نے یہ سن کر عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نہیں لیں گے جاگیر، اس وقت لیں گے جب آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنی ہی جاگیر عنائت فرمائیں گے، اس تاریخی ایثار کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انصار! روزِ قیامت میری ملاقات تک صبر سے کام لینا، کیونکہ عن قریب ایسی گھڑی آ سکتی ہے، جب تمہیں چھوڑ کر دوسروں کو ترجیح دی جائے مگر تم اسی جذبہ پر

❶ علوھمت: ۳/ ۳۷۲، سید حسن۔ ❷ بخاری: ۳۸۸۵.

❸ بخاری: ۳۷۸۶، مسلم: ۲۵۰۹، نسائی: ۲۲۷، فی الفضائل.

❹ نسائی فی الفضائل کبریٰ: ۵/ ۹۲، صححہ الالبانی، صحیح الجامع: ۴۹۴۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کاربند رہنا۔''❶

سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بھی فلاں آدمی کی مانند عامل مقرر فرمائیں، اس کے جواب میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم پر دوسروں کو ترجیح دی جانے کا دور آنے والا ہے، اس لیے حوض کوثر پر میری ملاقات تک صبر سے کام لینا۔''❷

سبحان اللہ! حبیب کبریاء ﷺ انصار کو کتنا عظیم خراج تحسین پیش کر رہے ہیں اور کتنی عظیم ان کی عظمت و منقبت بیان کرتے ہیں، جنت کی نہروں میں سے ایک پر بہار اور خوشگوار نہر حوض کوثر کا جو معزز تحفہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنائت فرمایا ہے، اس مقام ذی شان کو وعدہ گاہ قرار دے رہے ہیں، یہ اتنی قیمتی ملاقات گاہ ہے، ساری دنیا کی متاعِ گرانمایہ بھی جس کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔''

انصار حبیب خدا کی وراثت تھے:

حمید طویل بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، خندق کی جنگ میں انصار نے تاریخ ساز اور ایمان افروز اظہار خیال کیا ہے۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا = عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

''ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کی اس عزم پر بیعت کر رکھی ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں، ہمیشہ جہاد پر کاربند رہیں گے۔''

ان کے اس جوش وخروش کا جواب رسول اکرم ﷺ نے ان روح پرور کلمات سے دیا:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَة
فَاكْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَة

''اے میرے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے، انصار اور مہاجروں کو عزت سے نواز۔''❸

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، یہ کلمات رسول اکرم ﷺ نے اس وقت دہرائے تھے، جب ہم خندق کھود رہے تھے اور اپنے کندھوں پر اٹھا اٹھا کر مٹی دوسری جگہ منتقل کر رہے تھے، اس کسمپرسی کے عالم میں نبی ﷺ نے اس دعاء کے ساتھ ہماری ڈھارس بندھائی۔❹

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''انصار، مزینہ، جہینہ، غفار اور اشجع قبائل اور جو بھی بنو عبداللہ میں سے ہے، یہ دوسروں سے زیادہ میرے دوست ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ان

❶ بخاري: ٣٧٩٤. ❷ بخاري: ٣٧٩٢، مسلم: ١٨٤٥، ترمذي: ٢١٨٩.
❸ بخاري: ٣٧٩٥.
❹ بخاري:٣٧٩٦، احمد: ٣/ ١٥، نسائي: ٢١٢، في فضائل الصحابة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے دوست ہیں۔"❶

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "انصار میرا اوپر والا لباس ہیں اور دیگر لوگ میرا نیچے والا لباس ہیں، لوگ ایک وادی یا گھاٹی پر چلیں اور انصار بھی ایک وادی میں چلیں تو میں اس وادی میں چلوں گا، جس میں انصار چلیں گے، اگر ہجرت نہ ہوتی، تو میں انصار کے ساتھ ہی رہتا، انہیں کبھی نہ چھوڑتا۔"❷

عقبہ ثانیہ میں انصار کا عظیم کردار:

انصار رضی اللہ عنہم نے تاریخ ساز کارنامے سرانجام دیئے ہیں، جو اوراق تاریخ میں مکمل رعنائی اور آب و تاب سے جگمگا رہے ہیں، چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہوا، حالانکہ وہ مجھ سے بڑے تھے، اس کے باوجود ہمہ تن میری خدمت میں مصروف رہے ہیں، میں نے کہا، یہ میرا حق ہے، آپ یہ تکلیف نہ کریں تو سیدنا جریر نے جواب دیا کہ انصار نے ایسے ایسے کام کیے ہیں، میں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ جو بھی انصار میں سے مجھے ملے گا، میں اس کی خدمت بجا لاؤں گا۔"❸

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ دس سال تک مکہ میں ٹھہرے، موسم حج میں لوگوں کے مقامات پر آپ تشریف لے جاتے، کبھی مجنہ میں کبھی عکاظ میں اور کبھی منیٰ میں ان کی رہائش گاہوں میں گردش کر رہے ہیں اور ایک ہی التماس کرتے کہ کوئی ہے، جو میرا دست و بازو بنے اور مجھے ٹھکانا دے کہ میں اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچا سکوں، اس کے صلہ میں اسے جنت ملے گی؟

لیکن اتنی وسیع مکہ کی سرزمین میں ایک بھی آواز آپ ﷺ کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتی، ایک ہاتھ بھی دست تعاون نہیں بڑھاتا، ایک قدم بھی آپ کے ہم قدم نہیں ہوتا، اور نہ ہی کوئی پناہ دینے کی حامی بھرتا ہے، بلکہ اگر کوئی آدمی مصر، یمن اور ازد وغیرہ قبائل میں سے سفر طے کر کے مکہ میں آتا تو قریش اسے بدگمان کرتے، کہتے بھائی قریش کے اس نوجوان سے محتاط رہنا، کہیں اس کی باتوں میں نہ آ جانا، مگر آپ مسلسل پوری لگن سے ان کے گھروں میں دعوت کا کام جاری رکھے ہوئے تھے اور لوگ طنزاً آپ کی جانب انگلیاں اٹھاتے تھے، اسی دوران اللہ تعالیٰ نے ہماری ملاقات جو کہ ہم یثرت (مدینہ) سے آئے تھے، آپ ﷺ سے کرا دی، ہم فرداً فرداً آپ ﷺ سے ملتے رہے اور آپ پر ایمان لاتے رہے۔ آپ ہمیں قرآن پاک پڑھاتے رہے، جو آدمی اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر واپس مدینہ لوٹتا تو وہاں اس سے متاثر ہو کر لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے، نوبت بایں جارسید کہ یثرب (مدینہ) میں ہر گھر اور ہر خاندان

---

❶ مسلم: ۲۵۱۹، ترمذی: ۳۹۴۰، حسن صحیح.

❷ ابن ماجه، عن سهل بن سعد، بخاری، مسلم، عن عبدالله بن زید، صحیح الجامع: ۲۷۹۱.

❸ بخاری: ۲۸۸۸، مسلم: ۲۵۱۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اسلام کی روشنی پہنچ چکی تھی اور لوگ علانیہ اسلام کا اظہار کرنے لگے، ہم نے ایک میٹنگ بلائی، جس میں ہم ستر آدمی جمع ہوئے اور ہم نے مشورہ کیا، یہ ہم کب تک دیکھتے رہیں گے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے پہاڑوں اور وادیوں میں تبلیغ دین کی خاطر مارے مارے پھرتے رہیں اور آپ کو یہ لوگ خوفزدہ کرتے رہیں۔

اس کے بعد ہم مدینہ سے مکہ آئے، حج کا موسم تھا، ہم نے آپ سے ملاقات کی اور یہ طے پایا کہ عقبہ کی گھاٹی میں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خفیہ ملاقات کریں گے، یہ جب طے پا چکا، تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہما جو آپ کے چچا تھے، آپ سے کہنے لگے، اے بھتیجے! یہ لوگ جو آپ کے پاس آئے ہیں، میں انہیں جانتا نہیں، حالانکہ مجھے یثرب والوں کی کافی جان پہچان ہے، جب ہم وعدہ کے مطابق گھاٹی میں آئے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہما نے ہمارے چہرے غور سے دیکھے اور کہا، یہ نوعمر لوگ ہیں، میری پہچان میں نہیں آئے، تاہم ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کس چیز پر بیعت کریں، فرمایا چستی وسستی، ہر دو صورت میں میری بات کو سننا اور اس کی اطاعت کرنے پر بیعت کرو اور تنگی و آسانی ہر دو حالت میں مجھ پر خرچ کرنے پر بیعت کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر بیعت کرو اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرنے پر، اور جب میں یثرب میں آجاؤں تو میری نصرت وحمایت کرنے پر، اور جس طرح تم اپنی جانوں، بیویوں اور بیٹوں کی حفاظت کرتے ہو، اسی طرح میری حفاظت کرنے پر بیعت کرو، اس کے عوض اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا کریں گے۔''

ان شرائط پر ہم بیعت کے لیے آپ کی طرف لپکے ہی تھے کہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ جو ہم ستر افراد میں سب سے زیادہ کم عمر تھے، انھوں نے درمیان میں اپنا ہاتھ رکھ کر ہمیں روک دیا اور کہا، اے یثرب والو! ''ہم مدینہ سے سفر کر کے اپنی سواریوں کو جگر پاش مسافت طے کراتے ہوئے مکہ میں اسی لیے آئے ہیں کہ ہمیں یقین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آج اس مکہ کی سرزمین سے آپ کو مدینہ میں لے جانے کا معاہدہ کرنا اتنا خوفناک ہے کہ تم تمام عرب کو اپنا مخالف کر رہے ہو اور اس کا نتیجہ خونریزی کی صورت میں بھی سامنے آسکتا ہے۔ سارے عرب کی خون آشام تلواریں میان سے نکل کر خونخوار نگاہوں سے تمہیں دیکھیں گی، اگر یہ تم سے ممکن ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جاؤ اور تمام عرب کی مخالفت مول لے سکو اور لوگوں کے خون نذرانہ کے طور پر دے سکو، اور ان تلواروں کی کاٹ برداشت کر سکو، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ آنے کی دعوت دو اور اس کا صلہ اور اجر تم نے اللہ تعالیٰ سے لینا ہے اور اگر تمہیں اپنی جانیں زیادہ عزیز ہیں اور تم ڈر محسوس کرتے ہو تو پھر ابھی آپ کو مکہ ہی میں رہنے دو، اللہ کے ہاں تمہارا عذر قابل قبول ہوگا کہ ہم کسی طرح مجبور تھے۔ ہم نے کہا، اے اسعد بن زرارہ! اپنا ہاتھ درمیان سے ہٹا لو! واللہ! ہم اس بیعت کو توڑیں گے اور نہ ہی اس سے رخ موڑیں گے، ہم ایک ایک کر کے اٹھے اور مذکورہ بالا شرائط پر ہم نے بیعت کی اور آپ نے ہمیں خوشخبری سنائی کہ اگر ہم اس بیعت پر قائم ودائم رہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے عوض جنت عطا کریں گے۔ [1]

[1] احمد: ۳/ ۳۳۹، وصححه الالبانی، تخریج فقه السیرة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنگ بدر کو جاتے ہوئے انصار کا جذبہ فدا کاری:

جنگ بدر میں انصار نے ایک عظیم کردار پیش کیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے کہا، لوگو! ''مشورہ دو، یہ آپ نے اس لیے کہا، ایک تو انصار کی تعداد زیادہ تھی اور مہاجر کم تھے، دوسرا انصار نے جب بیعت عقبہ میں آپ ﷺ کی بیعت کی تھی تو انہوں نے کہا تھا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! ''ہمارے گھروں میں آ کر اگر کوئی آپ کو نقصان پہنچائے گا تو ہم جان پر کھیل کر بھی آپ کا تحفظ کریں گے۔

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے تو گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

لیکن گھر کے باہر کے ہم ذمہ دار نہیں، ہاں، جب آپ مدینہ تشریف لے آئیں اور کوئی مدینہ میں آ کر نقصان پہنچانا چاہے تو ہم آپ کی حفاظت اسی طرح کرنے کے پابند ہوں گے، جس طرح ہم اپنے اہل خانہ کی حفاظت کرتے ہیں۔

اس خدشہ کے پیش نظر آپ ﷺ نے انصار کی رائے طلب کی کہ مجھے معلوم ہے کہ تم نے یہ عہد کیا تھا کہ مدینہ میں دشمن آئے تو ہم دفاع کریں گے، اگر مدینہ سے باہر آپ دشمن کے مقابلہ میں نکلیں، تو پھر ہم پابند نہیں، رسول اکرم ﷺ نے جب ان سے یوں کہا، تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ''ہم آپ کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے اور ہم نے یہ گواہی دے رکھی ہے کہ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں وہ برحق ہے اور ہم نے آپ سے فرمان سننے اور اطاعت کرنے کے عہد و پیمان باندھ رکھے ہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! جہاں آپ کی مرضی ہو، ہم آپ کے شانہ بہ شانہ ساتھ ہوں گے، اس ذاتِ کبریاء کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، اگر آپ سمندر تک جائیں اور اس میں گھس جائیں، تب بھی ہم آپ کے ساتھ ہوں گے، ہمارا ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا، اگر دشمن سے ملاقات ہوگی، تو ہم میدان جنگ میں ثابت قدم رہیں گے اور دشمن کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں گے، ہوسکتا ہے ہم ایسا کارنامہ سرانجام دیں اور ایسے باوفا ثابت ہوں کہ آپ خوش ہوجائیں، اب ہمیں ساتھ لے کر میدانِ جنگ کی جانب اللہ کا نام لے کر رواں دواں ہوجائیں، یہ آگے بڑھنے والے قدم اب کبھی پیچھے نہ ہٹیں گے۔ ان شاء اللہ!

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی یہ روح پرور تقریر سن کر رسول اکرم ﷺ مسرت و شادمانی سے کھل اٹھے اور رخِ تاباں پر نشاط اور بشاشت کھیلنے لگی انھوں نے فرمایا:

چلو! اور خوش ہوجاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ابوجہل اور تجارت کے قافلہ والے دو قافلوں میں سے ایک کا مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ میرے قبضہ میں آئے گا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میدانِ جنگ میں دشمن کی قتل گاہ کہاں کہاں ہے۔'' [1]

---

[1] ابن ھشام من غیر سند، ابن کثیر: ۳/ ۷۲، مرسلاً وللحدیث شواھد منھا ما اخرجه البخاری عن ابن مسعود، فتح الباری: ۷/ رقم ۳۹۵۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حبیب کبریاء ﷺ کی گفتگو نے وفاشعار انصار رضی اللہ عنہم کو اشکبار کر دیا:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے بعد رسول اکرم ﷺ نے قریش اور قبائل عرب میں عطاء وبخشش کی مگر انصار کو کچھ نہ دیا، ان کے دل میں یہ خلش سی پیدا ہوئی اور دبی آواز سے باتیں بھی شروع ہوگئیں، بعض نے یہاں تک بھی کہہ دیا کہ رسول اکرم ﷺ اپنی قوم اور قبیلے کو بھولے نہیں۔

اسی دوران سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگے، اے اللہ کے رسول ﷺ! قبیلہ انصار میں سے بعض لوگ اپنے دلوں میں آپ سے اظہارِ ناراضگی کررہے ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ نے جو مال غنیمت حنین میں حاصل کیا ہے اور اسے اپنی قوم اور دیگر قبائل میں تقسیم کیا ہے، اس میں سے انصار کو کچھ نہیں دیا چنانچہ اس پر وہ معترض ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، سعد تم اپنی رائے بتاؤ، تمہارا اس تقسیم کے متعلق کیا خیال ہے، کہنے لگے میں بھی اپنی قوم کا ایک فرد ہوں، ان کے ساتھ ہی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں ایک چھولداری میں جمع کریں، اس پر تمام انصار رضی اللہ عنہم کو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے چھولداری میں اکٹھا کرلیا، اگر کوئی دوسرا فرد آتا بھی تو سعد رضی اللہ عنہ اسے واپس کردیتے، جب سب جمع ہوچکے تو وہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ تمام انصار آچکے ہیں آپ تشریف لائیں۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ ان کے پاس آئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور فرمایا: اے گروہ انصار! تمہاری جانب سے مجھے یہ کیا بات پہنچی ہے، میں نے ایک اڑتی سی خبر سنی ہے کہ تمہیں میرے مال تقسیم کرنے پر اعتراض ہے اور تم مجھ سے کچھ ناراض ہو، آپ نے فرمایا کیا تم راہ سے بھٹکے نہ تھے، کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیج کر تمہیں راہِ راست پر لگایا، کیا تم محتاج نہ تھے کہ تمہیں غنا دیا، تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا یہ سننا تھا کہ تمام انصار بہ یک آواز پکار اٹھے، کیوں نہیں، ایسا ہی ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ہم پر بہت زیادہ احسان اور انعام ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا، تم کہہ سکتے ہو اور تم یہ کہنے میں حق بجانب ہو اور تمہارا یہ کہنا صداقت پر مبنی ہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! جب لوگوں نے آپ کی تکذیب کی تو ہم نے تمہاری تصدیق کی، لوگوں نے بے یار و مددگار چھوڑا، تو ہم نے آپ کی حمایت کی، لوگوں نے تمہیں دیس سے نکال دیا، ہم نے آپ کو پناہ دی اور جب لوگوں نے آپ کو محتاج کردیا ہم نے آپ کی غمخواری کی۔

> "اے گروہ انصار! کیا تم دنیا کے مال کی وجہ سے دلفگار ہوتے ہو، میں نے جن لوگوں کو مال دیا ہے، ان کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے دیا ہے، اور تمہیں تمہارے اسلام کے حوالہ کیا ہے۔
>
> اے گروہ انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر گھروں میں جائیں اور تم رسول اکرم ﷺ کو لے کر اپنے گھروں میں جاؤ گے۔"

اس ذات کی قسم! محمد ﷺ کی جان جس کے ہاتھ میں ہے، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ایک آدمی ہوتا، اگر لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار رضی اللہ عنہم ایک رستہ پر چلیں، تو میں انصار والے رستہ پر چلوں گا۔ یہ فرمایا اور پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعا فرمائی:

"اے میرے اللہ! انصار پر رحم کر ان کے بیٹوں پر رحم کر اور ان کے بیٹوں کے بیٹوں پر بھی رحم کر۔"

یہ سن کر انصار آبدیدہ ہو گئے، حتی کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور وہ بے ساختہ پکار اٹھے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں دیا اور جو بھی تقسیم کی، ہم اس پر رضا مند ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد واپس تشریف لے گئے اور انصار بھی چلے گئے۔ [1]

ہم نے خوفِ طوالت سے انصار رضی اللہ عنہم کے چند تابندہ کارناموں کا ذکر کیا ہے، ان کے کارنامے صرف اتنے ہی نہیں، بلکہ کوئی غزوہ اور مسلمانوں اور اسلام کا کوئی لحظہ ایسا نہیں، جہاں انصار کا تابدار اور پائدار کردار نمایاں نہ ہو، ان کے زندہ و جاوید کردار نے اسلام کے لیے جو تابندہ کارنامے سر انجام دیے ہیں اس کے تذکرہ کے لیے کئی جلدیں درکار ہیں، ہم نے اختصار کی خاطر چند اقتباسات بیان کیے ہیں۔

آخر میں ہم وہ بات نقل کیے بغیر نہیں رہ سکتے، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خراج تحسین کے طور پر کہی تھی، انصار رضی اللہ عنہم کے مرد تو اعلیٰ تھے ہی، انصار رضی اللہ عنہم کی عورتیں بھی کس قدر اچھی تھیں، دین میں سمجھ کے لیے وہ ذرہ برابر نہ چونکتی تھیں۔ [2]

رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَعَنْ سَائِرِ الصِّحَابَه أَجْمَعِيْنَ

---

[1] احمد: ٣/ ٧٦، من طريق اسحاق، رجاله رجال الصحيح، مجمع الزوائد: ١٠/ ٢٩.

[2] مسلم: ٢٦١، ابوداؤد: ٣١٦، ابن ماجه: ٦٤٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینا حرام کام ہے

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے صحابۂ کرام پر سب وشتم مت کرو، تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر ڈالے، تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مٹھی بھر کر اناج خرچ کریں، اس کے درجہ تک بھی نہیں پہنچتا، بلکہ نصف لپ تک بھی نہیں پہنچتا۔''❶

وضاحت:...... اس حدیث کا مطلب ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایک مٹھی کے برابر یا آدھی مٹھی کے برابر اناج اللہ کی راہ میں خرچ کریں اور ان کے بعد والے احد پہاڑ جتنا سونا صرف کریں، یہ اجر وفضل میں اس مٹھی کے برابر نہیں ہو سکتا، وجہ یہ ہے کہ جو صدق واخلاص صحابۂ کرام میں پیدا ہو چکا تھا، بعد والے اس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔

اس کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کی ایک اور بھی وجہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کرنے اور لڑائی کرنے کی شدید ضرورت تھی، فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کی کثرت تھی اور لوگ دین اسلام میں فوج در فوج داخل ہو رہے تھے، بعد میں طاقت تھی جبکہ اس سے پہلے کمزوری تھی، بعد والے اس وقت جانفشانی کرنے والوں کے مقام تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔❷

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے صحابۂ کرام کے بارے میں اللہ سے ڈرنا، میرے بعد انہیں طعن وتشنیع نہ کرنا، جو ان سے محبت کرے گا، وہ میرے پیاروں سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اسے مجھ سے بغض ہوگا، جس نے انہیں اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی، اللہ تعالیٰ عن قریب اسے گرفت میں لیں گے۔''❸

صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والے کے بارے میں حکم:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینا فحش قسم کا حرام کام ہے، خواہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے مشاجرات (آپس میں اختلافات) میں بھی کوئی ملوث رہے ہوں، یا نہ رہے ہوں، کیونکہ وہ مجتہد تھے اور تاویل واجتہاد کے ساتھ قائم تھے، ان پر کوئی فتویٰ لگانا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔❹

قاضی عیاض کہتے ہیں: ''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے، ایسے شخص کو تعزیر لگائی جائے اور

❶ بخاري: ۳٦٧٣. ❷ فتح الباري: ٧/ ٣٤.
❸ مسند احمد: ٤/ ٤٧، اسناده حسن، ترمذي: ۳۸٦۲.
❹ شرح مسلم: ٥/ ٤٠٠.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کو گالی دینے والا کافر ہے، کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بھی نہیں مانتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ایمان دار اور جنتی ہونے کی بشارت دی ہے اور یہ سب وشتم والا اس کی تکذیب کرتا ہے، اس لیے یہ کافر ہے۔'' ❶

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے چن لیا اور میرے لیے میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چنا، انہیں میرے وزیر و معاون بنایا، اور میرے داماد و سسرال بنائے، جو انہیں گالی دے، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس سے روزِ قیامت نہ تو فرض قبول ہوگا نہ ہی نفل قبول ہوگا۔'' ❷

صحابہ کرام کو سب وشتم نہ کرنے کی عقلی دلیل:

امام ذہبی رحمہ اللہ کیا خوب فرماتے ہیں:

''اگر کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال، سیرت و کردار اور ان کی حیات تابدار کے روشن آثار جو انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں سرانجام دیئے، ان پر غور وفکر کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی ان کی داستانِ حیات کو گہری نظر سے دیکھے، تو اسے ان کے فضائل کا معترف ہونا پڑے گا۔''

ایمان میں سبقت، کفار کے مقابلہ میں جہاد، دین کی نشر و اشاعت، شعائر اسلام کا حد درجہ احترام، کلمۃ اللہ کی سربلندی، فرائض دین کی تعلیم دینے میں کمربستہ ہونا، یہ کارنامے ان کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں، ہم تک ہمارا دین ان کی بدولت ہی پہنچا ہے، دین کے فرائض اور سنتیں اور احادیث مبارکہ انہی کے ذریعہ ہم تک آئی ہیں، اگر یہ نہ ہوتے تو نہ دین پہنچتا اور نہ ہی احادیث ہم تک پہنچتیں۔

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں طعن وتشنیع کرتا، یا سب وشتم کرتا ہے، وہ دین سے خارج ہے اور مسلمانوں کی ملت سے باہر ہے، طعن وتشنیع تب ہی ہوتی ہے، جب کوئی ان کے متعلق برا اعتقاد رکھے اور اس نے ان کے بارے میں دل میں کینہ چھپایا ہو، تو اس نے اس چیز کا انکار کیا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں ان کی ثناء میں کہی ہے، ان کے مناقب و فضائل بیان کیے ہیں، ان سے اظہارِ محبت کیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین میں وسائل اور وسائط ہیں، واسطوں اور وسیلوں پر طعن کریں، تو اصل پر بھی طعن ہوتی ہے، کیونکہ قرآن ہی ان کے فضائل بیان کرتا ہے، اگر ان پر تنقید کریں یا تنقیص کریں، تو پھر یہ قرآن کی بھی تنقیص ہے، صحابہ کی تحقیر کرنے سے قرآن کی تحقیر لازم آتی ہے، اس پر جو بھی تدبر کرے گا، وہ صاف اور ظاہر طور پر اسے تسلیم کرے گا، بشرطیکہ وہ نفاق، زندیقی اور عقیدہ کی بے دینی سے پاک ہو، اگر یہ بیماریاں ہوں گی تو پھر کبھی کوئی دلیل کارگر نہیں ہوسکتی۔ ❸

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے تاثرات:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب محاسن وخوبیاں رکھتے تھے، انہیں برے انداز میں یاد کرنے سے باز رہنا ہوگا، یہ

❶ فتح الباری: ۷/ ۳٦. ❷ حاکم: ۳/ ٦۳۲، صحیح الاسناد، واوفقه الذهبی.
❸ الکبائر: ۲۷٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات واضح دلیل سے ثابت شدہ ہے اور ان کے درمیان جو تنازع ہوئے، ان کا ذکر کبھی موضوع بحث وجدال یا برسر منبر بھی نہ کیا جائے، جو رسول اکرم ﷺ کے کسی صحابی کو بھی گالی دے، یا تنقیص کرے، یا طعن دے، یا عیب کا اشارہ کرے، تو وہ بدعتی ہے اور رافضی خبیث ہے، اللہ تعالیٰ اس کے فرض اور نفل قبول نہ کریں گے۔ صحابہ سے محبت سنت ہے اور ان کے لیے دعاء کرنا قربت ہے۔ ان کی اقتداء ذریعہ نجات ہے اور ان کے کارناموں سے آگاہی کو حاصل کرنا شرف وفضل ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام لوگوں میں سے بہترین ہیں چنانچہ کسی کو ان کی برائیاں بیان کرنے کی قطعاً اجازت نہیں اور نہ ہی کسی صحابی پر طعن کی جائے اور نہ ہی عیب وتنقیص بیان کرنے کی اجازت ہے۔ ❶

نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حفاظت کرنا، پھر ان لوگوں کی جو ان کے بعد ہیں اور پھر ان کی جو ان کے بعد ہیں۔'' ❷

نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب میرے صحابہ کرام کا ذکر ہو تو رک جاؤ اور جب ستاروں کا ذکر ہو تو زبان روک لو اور جب تقدیس کا ذکر آئے تو بھی رک جاؤ۔'' ❸ یعنی ان کاموں میں زبان بے دریغ مت چلاؤ۔ بلکہ سوچ کر بولو۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے، جو میرے صحابہ کرام کو گالی دیتا ہے۔'' ❹

آہ! کاش کہ ہم نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قدر شناسی کریں اور زندگی ان کی مانند گزاریں، بلکہ ہر لحظہ ان کی پیروی میں گزاریں، انہوں نے دین کے لیے مصروف زندگی گزاری، ہر طرح کی قربانی دی، جان، مال اور اولاد ہر چیز فدا کی، جب ہم ان کی زندگی کو عملی جامہ پہنائیں گے، تو ہمیں پتہ چلے گا کہ وہ رضائے الٰہی، اس کی محبت اور جنت کے کس طرح مستحق ٹھہرے، ہمیں ان کے نقش پا پر چلنا ہوگا ہم بھی اگر لا الہ الا اللہ کے کلمہ کو کائنات میں سربلند کرنے کے لیے قیمتی جانیں اور مال بے دریغ صرف کریں تو تب ہی ہماری نجات ممکن ہے، ہم جب ان کی اتباع کریں گے، تو تب ہی ان کی طرح کامیاب ہوں گے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دل اور کان کھول دے، اور ہمارے ذریعہ دنیا کے کونے کونے تک خیر وایمان پھیلا دے، تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی نصرت وحمایت کا وعدہ پورا کریں۔

آیئے! ہمارے ساتھ ان صدق وصفاء کے چمنستانوں کی سیرتوں کی سیر کریں اور دیکھیں جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا وعدہ پورا کیا، تو اللہ عزوجل نے انہیں اعزاز دیا اور اسلام نے ہر مقام پر انہیں عزت دی۔

---

❶ السنة: ٧٨.

❷ ابن ماجه عن عمر، وصححه الالبانی، صحيح الجامع: ٢٠٦.

❸ طبرانی كبير عن ابن مسود، وصححه الالبانی، صحيح الجامع: ٥٤٥.

❹ طبرانی كبير عن ابن عمر، وحسنه الالبانی، صحيح الجامع: ٥١١١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

1

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی

کائنات کے عظیم ترین اعزازات:

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس جہان میں مجھ پر جس کے بھی احسانات ہیں، میں نے ان سب کا بدلہ چکا دیا ہے، ماسوائے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے، ان کے مجھ پر اتنے زیادہ احسانات ہیں کہ ان کا بدلہ روزِ قیامت کائنات کا رب ہی دے سکے گا۔'' فرمایا: ''اتنا نفع مجھے کسی کے مال نے نہیں دیا، جتنا نفع مجھے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا ہے، اگر میں نے رب کی ذات کے علاوہ کسی کو خلیل اور پیارا دوست بنانا ہوتا تو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایسا دوست بناتا۔''

خلاصۂ حیاتِ صدیق رضی اللہ عنہ:

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ایک ایسی عظیم ہستی ہیں، جو رفیع القدر اور عظیم المرتبت ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں انہوں نے عبادتِ الٰہی سرانجام دی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور تمام مال اللہ کی راہ میں صرف کیا، ہاں یہ وہی صدیق ہیں، جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت نصرت وحمایت کی، جب اوروں نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت آپ پر ایمان لائے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تصدیق کرتے ہیں، جب دیگروں نے تکذیب کر دی۔ تو انہوں نے اقرار کیا۔

جی ہاں! یہ وہی صدیق ہیں مگر آہ! مسلمان نسلیں بھی ان کے تاریخ ساز کارناموں سے ناآشنا ہیں اور ان کے حق میں کوتاہی کی مرتکب ہیں انھوں نے ان کے مرتبہ سے کم سمجھا ہے اور یوں ان کی شایانِ شان حق شناسی نہیں کر رہی ہیں۔

عوام ہی صرف ان کے بلند رتبہ سے بے خبر نہیں، بلکہ خواص خطباء، واعظ حضرات، مبلغ اور اصحاب قلم ادباء، میں سے بھی بہت سارے بے خبر ہیں۔

ہاں، یہ وہی صدیق ہیں رضی اللہ عنہ صرف ایک حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی اس سے مستثنیٰ ہے، ان کے علاوہ ان کی قدر و منزلت اور عظمت امت میں سب سے بلند و بالا ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ پہلی امتوں کے انبیاء کے بعد ساری دنیا میں جو سب سے زیادہ صاحب عظمت ہیں، ان کی عظمت کے مقابلہ میں کسی کی عظمت نہیں اور انبیاء کے بعد ان کی کرامت سے بڑھ کر کوئی کریم نہیں۔ بالاتفاق تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں، انبیائے کرام اور پیغمبرانِ عظام کے بعد اس جہان میں جہاں بھی آفتاب طلوع اور غروب ہوتا ہے، ان سے بہتر کوئی نہیں، ہاں، یہی صدیق ہیں رضی اللہ عنہ جو مردوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے سب سے پہلے ایمان کے زیور سے آراستہ ہوئے، ان کا ایمان ساری امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا گیا، تو ان کا ایمان بڑھ گیا۔ ہاں، یہی وہ صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو ورع و حیاء میں، حزم و احتیاط اور رحم دلی میں ایک مثال تھے۔ ایک کریم تاجر تھے اور ایسی فطرت سلیمہ کے مالک کہ جو جاہلیت کی تاریکی کی میل کچیل سے بھی محفوظ تھی۔

یہ وہی صدیق رضی اللہ عنہ تھے، جن کی سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے عکس حاصل کیے ہوئے تھی، واہ! کس قدر یہ خوبصورت عکس ہے، عام آدمی کی مانند نہ تھے، نہ ہی ان کی سیرت عام سیرتوں کی مانند تھی کہ جب آپ کو اسلام کی دعوت دی گئی، تو ذرہ برابر ٹھوکر کھائی اور نہ ہی تردد کیا، بلکہ فوراً دعوت اسلام پر لبیک کہا اور ہر فطرت سلیمہ اسی طرح بغیر لغزش کے دعوت اسلام کی جانب لپکتی ہے۔

جناب صدیق رضی اللہ عنہ بعثت سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمنشیں رہے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و امانت اور اخلاقِ کریمانہ اور حسن طبیعت کو قریب سے جانچا تھا، اسی لیے ادھر آپ نے پیغام اسلام کا آغاز کیا، ادھر انہوں نے قبول کرلیا، انہیں علم تھا کہ جو مخلوق پر جھوٹ نہیں بولتے، وہ خالق پر کیا جھوٹ بولیں گے!!!......اس لیے یہ کہتے ہوئے کہ میں نے زندگی بھر آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا، لہٰذا میں دعوت قبول کرتا ہوں اور اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ" پکارتے ہوئے، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہاتھ بڑھا دیتے ہیں اور یہ پہلا ہاتھ تھا، جو اسلام پر بیعت کے لیے حبیب کبریاء کی طرف لپکا، یہی وہ تاریخ ساز کردار ہے، جسے ہم اختصار سے درج ذیل سطور میں بیان کریں گے، جو تاریخ کی حسین پیشانی پر نورانی کرنوں سے آج بھی چمک رہا ہے۔

جنابِ صدیق رضی اللہ عنہ کا تعارف:

نام ونسب: عبداللہ بن عثمان بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لؤی قرشی تیمی۔ کنیت: ابوبکر صدیق بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہما۔ (ولادت کا مقام) منیٰ میں پیدا ہوئے، آپ کا نسب مرّہ پر پہنچ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے۔ (نکاح) دو بیویوں سے دورِ جاہلیت میں شادی کی:

۱: قتیلہ بنت عبدالعزیٰ۔ ۲: ام رومان بن عامر۔

اور دورِ اسلام میں بھی دو بیویوں سے شادی کی:

۱: اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس۔

۲: حبیبۃ بنت خارجہ بن زید۔ رضی اللہ عنہا

جاہلیت میں بھی مثالی کردار:

جناب صدیق رضی اللہ عنہ ہر معاملہ میں مثالی تھے، حتی کہ ان کا دورِ جاہلیت بھی روشن اور ظاہر تھا اسلام کے نور سے سینہ منور ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ ہی سب میں افضل قرار پاتے ہیں، اس کی تائید خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے بھی ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا)) [1]

''جو تم میں سے دورِ جاہلیت میں بہتر تھے، وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں، بشرطیکہ وہ دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرلیں۔''

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں پسندیدہ و الفت دیدہ شخصیت تھے اور قوم کے لیے نرم و گداز گوشہ رکھتے تھے، یہ قریش میں سے سب سے بڑھ کر نسب دان اور علم و عرفان والے تھے، ان میں یعنی قریش میں جو بھی خیر و شر گزری آپ اسے خوب جانتے تھے اور معروف اخلاق کے مالک تھے، قریش کے افراد ان سے تجارت کی معلومات کے لیے آیا کرتے تھے اور ان کی حسن مجلس سے مانوس تھے، ان سے نشست و برخاست رکھتے، جو بھی ان کے پاس آتا اگر وہ قابل اعتماد ہوتا تو اسے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسلام کی دعوت دیتے۔ [2]

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نہ تو کبھی جاہلیت میں اور نہ ہی کبھی اسلام میں شراب نوشی کی تھی، بلکہ انہوں نے دونوں ادوار میں برابر خود پر ان کو حرام کر رکھا تھا، اس کی وجہ ایک واقعہ بنا تھا، جاہلیت میں ان کا ایک نشہ میں مست آدمی کے قریب سے گزر ہوا، جو پاخانہ ہاتھ میں لیے اپنے منہ کے قریب کر رہا تھا جب اس نے اس کی بو سونگھی تو پیچھے کر دیا، یہ قبیح صورت حال دیکھ کر طبیعت میں ایسی بیزاری پیدا ہوئی کہ شراب کو جاہلیت میں بھی کبھی ہاتھ نہ لگایا۔

اور دورِ جاہلیت میں بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہ کبھی بت کے سامنے سجدہ کیا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے مجمع عام میں کہا کہ میں نے کبھی کسی بت کے سامنے سجدہ ریزی نہیں کی، اس کی بھی وجہ بیان کی کہ میں جب بلوغت کے قریب ہوا تو میرے باپ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک بت خانہ میں لے گئے اور کہا، یہ تیرے عالی مرتبت معبود ہیں، وہ یہ کہہ کر مجھے تنہا چھوڑ کر خود باہر چلے گئے، میں بت کے قریب ہوا، میں نے کہا کہ میں بھوکا ہوں، مجھے کھانا دو، اس نے کوئی جواب نہ دیا، میں نے کہا، مجھے لباس پہناؤ، جواب نہ دیا، میں نے اس پر ایک چٹان پھینکی، جس سے وہ بت منہ کے بل گر پڑا اور میں واپس آ گیا، اس کے بعد ہمیشہ مجھے بت پرستی سے نفرت رہی۔ [3]

جناب صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں سب سے پہلے اسلام لایا ہوں، اس لیے خلافت کا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حقدار ہوں۔'' [4]

ایک روایت کے مطابق سب سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے، ایک قول ہے، سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں، لیکن ان تمام اقوال میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے نہایت ہی خوبصورت مطابقت پیدا کی ہے، وہ یہ کہ مردوں میں سے سب سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے، بچوں میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور عورتوں میں سے سب

---

1. بخاری، مسلم عن ابی هریرة، صحیح الجامع: ۳۲۶۷.
2. سیرت ابن هشام: ۱/ ۲۱۱.
3. تاریخ اسلامی: ۳۱/ ۳، محمود شاکر.
4. ترمذی: وصححه الالبانی: صحیح ترمذی: ۲۸۹۸.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں۔ ❶

اسلام لاتے ہی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دین کی دعوت کا بارِ امانت اٹھایا اور لوگوں کو دین کی طرف بلانا شروع کر دیا، وہ دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے، ان میں سے چھ افراد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہی مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں، ظاہر ہے یہ فرزندانِ توحید اور دلدادگانِ سنتِ مطہرہ جو بھی اعلیٰ مقام پاتے رہے، ان کا حصہ روزِ قیامت جناب صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کی میزان میں ہوگا، بلکہ ان نیک اطوار اور پاکیزہ و نیکوکار افراد کے علاوہ بے شمار لوگ ان کے ہاتھوں گلشن اسلام سے معطر ہوئے، یہ تمام اجر و ثواب سمیٹ کر جناب صدیق رضی اللہ عنہ روزِ حساب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ ان شاء اللہ!

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آج بھی ہر دعوت دین دینے والے کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت کے اس پہلو پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے، ہر داعیٔ حق کو اپنے ماحول میں رہنے والوں کی فکر ہو کہ یہ لوگ عذاب الٰہی سے چھٹکارا پائیں اور جنت والے اعمال اپنائیں اور وہ انہیں ہاتھ سے پکڑ کر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئیوں والے کام کرنے کی دعوت دیں۔

جب صدیق کے ساتھ عتیق بنے رضی اللہ عنہ:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے سب سے بڑا اعزاز یہ ہے اور منقبت و فضیلت اور اعزازات جتنے جھلملاتے ستارے ان کے سینۂ اطہر پر چمک رہے ہیں، ان میں سے سب سے تابندہ و پائندہ یہ شرف ہے کہ صادق و مصدوق پیغمبر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خود ''عتیق'' کا لقب عطا کیا ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تھی، آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی صحن خانہ میں حاضر تھے، میرے اور ان کے درمیان پردہ تھا، جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اس دھرتی پر چلتا پھرتا ایسے شخص کو دیکھنا پسند کرتا ہے، جسے دوزخ سے آزاد کر دیا گیا ہو، تو وہ (سیدنا ابوبکر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا، اسے دیکھ لے، ایک روایت میں ہے کہ پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بھی کہا:

((اَبْشِرْ فَاَنْتَ عَتِيْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ.))

''خوش ہو جاؤ، تم دوزخ سے اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ بندے ہو۔''

حالانکہ گھر والوں نے آپ کا نام عبداللہ رکھا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے یہ لقب عطاء کیا اس دن سے صدیق کے ساتھ عتیق کا لقب ہی غالب آ گیا اور اصل نام دب گیا۔ ❷

---

❶ تاریخ الخلفاء، سیوطی: ۳۴.

❷ ترمذی: ۳۶۷۹، طبرانی کبیر: ۹، مستدرک: ٤/ ٤١٥، رجالهما ثقات، مجمع الزوائد: ۹/٤٠، سیوطی فی الجامع الکبیر: ٤٣٨، اسناده جید، ابن کثیر وصححه، یعنی حدیث الترمذی کو البانی صحیحہ میں لائے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آلِ فرعون کے مؤمن سے بڑھ کر ایمان والے صدیق رضی اللہ عنہ:

امام ابن قیم رحمہ اللہ فضائل صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آلِ فرعون کے مؤمن سے بہتر ہیں، وہ مؤمن تھا، جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ فرعون نے تیار کیا تھا، تو اس نے کہا تھا، تم اس آدمی کو قتل کرتے ہو، جو کہتا ہے، کہ میرا رب اللہ ہے، اس سے پہلے فرعونیوں کو علم نہ تھا کہ یہ مسلمان ہے، اس دن اس نے ایمان ظاہر کیا۔ (مؤمن: ۲۸)

جناب صدیق اس لحاظ سے اس سے بہتر ہیں کہ اس نے پہلے ایمان چھپا رکھا تھا، لیکن صدیق رضی اللہ عنہ نے ایمان کا اعلان کیا تھا اور سورت یٰسین میں جس مؤمن کا ذکر ہوا ہے، وہ پیغمبروں کی تائید میں بولا تھا، اور مخالفوں نے پاؤں تلے کچل کر اسے شہید کر دیا تھا، جناب صدیق اس سے اس طرح بہتر ہیں کہ اس نے ایک گھڑی جہاد کیا، مگر جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے دشمنان پیغمبر کے خلاف کئی سال سربکف جہاد کیا۔ جب فقر و فاقہ کا پرندہ مال و دولت کی دہلیز کے اردگرد پر پھڑ پھڑانے لگا اور یہ پکار پکارنے لگا:

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ (البقرۃ: ۲۴۵)

''کون ہے، جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے۔''

تو جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے رضائے الٰہی کے گلشن میں مال صرف کرنے کا پختہ عزم کیا اور خود فقر کے گھر میں بسیرا کیا، اس طائرِ فقر نے مزید دانہ کے لیے چونچ کھولی تو یہ اسے بھرتے گئے اور اس وصف کے باعث اتنا بلند مقام پایا کہ صدق و صفا کی شاخوں پر چہچہانے لگے اور مدح و تعریف کی ایک ایک شاخ ان کے گیت گانے لگی اور اسلام کی ہر محراب سے ان کے کردار کی ثناء میں یہ دلربا صدا کانوں میں رس گھولنے لگی، جو ہمیشہ گھولتی رہے گی:

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿١٨﴾﴾ (اللیل ۱۷-۱۸)

''اس دوزخ سے متقی آدمی کو دور رکھا جائے گا، جس نے اس لیے اپنا مال دیا ہے کہ وہ پاکباز ہو جائے۔''

یہ اعلان دوزخ سے رہائی کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں قیامت تک گونجتا رہے گا، آیات و احادیث صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شرف و فضل کو پکار پکار کر بیان کر رہی ہیں، آپ وہ ہستی ہیں، مہاجر و انصار جن کی بیعت پر متفق ہوئے۔ ایسی بزرگ و باکمال ہستی سے بغض رکھنے والو! ان کا نام سن کر تمہارے دلوں میں آگ شعلہ زن ہو جاتی ہے اور جب ان کے فضائل و مناقب کا تذکرہ ہو تو ذلت و رسوائی کی نحوست میں دب جاتے ہو، ان سے پیار کیوں نہیں کرتے......!!! کیا ان رافضیوں نے فرمان الٰہی نہیں سنا:

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ (التوبہ ۴۰)

''یہ غار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار تھے۔''

یہ تو وہ ہیں کہ جب انہیں اسلام کی دعوت دی گئی نہ تو انہوں نے تاخیر کی، نہ ہی انکار کیا بلکہ فوراً شاہراہ اسلام پر گامزن ہو گئے، نہ پھسلے نہ ٹھوکر کھائی۔ دشمنان اسلام کی ہر تکلیف پر صبر کیا اور موت تک راہِ اسلام میں مال خرچ کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کمی نہیں آنے دی، مسلسل دین کی خاطر مال لٹاتے رہے۔

سبحان اللہ! وہ صدیق رضی اللہ عنہ جو جوانی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے، جو ایمان لانے میں پہلے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے اور یہ شرف بھی انہیں حاصل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز ادا کی اور سب سے آخر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، یہی صدیق رضی اللہ عنہ ہی جو وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں لیٹے ہوئے ہیں، ایسے عظیم پڑوسی کا حق پہچانو! لوگو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب لوگ مرتد ہونے کو تھے، اس دن بیدار مغزی اور گہری نظر سے کتاب اللہ دیکھی اور باریک بینی سے کام لے کر اس کے ذریعہ فتنہ ارتداد کا سد باب کیا، محب تو ان کے فضائل سن کر خوش ہوتا ہے اور بغض والا غصہ میں آگ بگولہ ہوتا ہے، یہ رافضی کی بد باطنی ہے کہ جس مجلس میں بھی یار غار کا ذکر ہو وہاں سے راہِ فرار اختیار کرے گا، لیکن صدیق امت کے فضائل کے آفتاب سے وہ کہاں بھاگ سکتا ہے؟ یہ تو ہر جگہ کرنیں بکھیر رہا ہے، جنہوں نے جان اور مال کے ذریعہ پوری زندگی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا اور وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں انہیں قبر ملی، ان کے فضائل روشن اور پاک ہیں اور ہر شبہ سے صاف ہیں۔

آہ تعجب ہے! جو دوپہر کے آفتاب کی ضیاء پاشی سے آنکھیں موند لیتا ہے، یہ فضائل تو قدم قدم پیچھا کریں گے۔ یہ دیکھیے یہ دونوں غار میں داخل ہیں، وہاں نہ جہاں تیسرا کوئی نہ تھا، صدیق رضی اللہ عنہ یہاں کسی متوقع خوفناک حادثہ سے پریشان ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تسلی دیتے ہیں، کہ اے ابوبکر! وہ دو جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے، ان کے بارے میں کیوں خوفزدہ ہو، اے صدیق رضی اللہ عنہ! وحشت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں، یہ ایمان افروز بات سن کر صدیق رضی اللہ عنہ پر سکون اور وقار اترتا ہے، خوف و ہراس اٹھ جاتا ہے، اور قلق و اضطراب تھم جاتا ہے یہ واقعہ کون بھلا سکتا ہے؟ ہر شہر اور ہر ملک اور دنیا کا ہر گوشہ جو ہے، اس کے منبروں سے برسر عام یہ آواز اٹھتی رہے گی کہ صدیق رضی اللہ عنہ یار غار ہیں۔

واللہ! صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت دین حنیف کی علامت ہے اور ان سے بغض خبثِ باطن پر دلالت ہے، یہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بہتر تھے، ان کی امامت و خلافت کے حق میں خلیفہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر ابن حنفیہ کی شہادت ہی کافی ہے، جو کہتے ہیں، ابوبکر کی خلافت کے حق میں مخالفت سے باز آجاؤ، یہ صحیح ہے، یہ سن کر رافضیوں کا خون کھولتا ہے، واللہ! ہم ان سے اپنی محبت کے لیے ہی پیار نہیں کرتے اور نہ ہی ہم دوسروں کو کم نگاہی سے دیکھتے ہیں، بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا تھا: ''اے ابوبکر! جب تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کی اہم عبادت نماز کے لیے منتخب اور پسند کیا ہے، تو ہم آپ کو اپنی دنیا اور خلافت کے لیے چنتے ہیں۔'' ہم اور کچھ بھی رافضیوں کے مقابلہ میں پیش نہیں کرتے، صرف یہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہی کافی و وافی تصور کرتے ہیں، واللہ! جناب صدیق رضی اللہ عنہ کا حق بجا لانا ہمارے ذمہ واجب ہے، ہم ان کی مدح سرائی کرتے رہیں گے اور ہم ان کی ثناء خوانی سے اسی طرح آنکھیں روشن کرتے رہیں گے، جس طرح بجلی کی چمکار سے ہوتی ہیں۔ [1]

[1] الفوائد: ۱۱۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، سب سے پہلے جس نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، اور پھر سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کو بطور مثال بیان کیا۔

اِذَا تَذَكَّرْتَ شَجْوًا مِّنْ اَخِیْ ثِقَةٍ
فَاذْكُرْ اَخَاكَ اَبَا بَكْرٍ بِمَا فَعَلَا
خَيْرُ الْبَرِيَّةِ اَتْقَاهَا وَاَعْدَلُهَا
اِلَّا النَّبِیَّ وَاَوْفَاهَا بِمَا حَمَلَا
اَلثَّانِیْ التَّالِیْ الْمَحْمُوْدُ مَشْهَدُهٗ
وَاَوَّلُ النَّاسِ حَقًّا صَدَّقَ الرُّسُلَا

''جب بھی کسی قابل اعتماد آدمی کے رنج وغم یاد آئیں، تو اپنے محترم ومعزز بھائی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کارنامے یاد رکھنا، یہ وہ ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کے بعد اور انبیائے کرام کے بعد ساری مخلوق سے زیادہ صاحب تقویٰ اور صاحب عدل تھے، اور ذمہ داری جو بھی اٹھائی اسے پورا کرنے والے تھے، یار غار اور نبی ﷺ کے ساتھ ہر کام میں دوسرے آپ ہوتے تھے۔ یہ ہر میدان میں قابل ستائش ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس امت میں لوگوں میں سے سب سے اول یہی ہیں اور یہی ہیں جنھوں نے سب سے پہلے پیغمبر علیہ السلام کی تصدیق کی۔''

باوفا ساتھی:

ماہرین تواریخ اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ میدانِ بدر اور دیگر تمام معرکہ آرائیوں میں حاضر وشریک رہے، ایک بھی معرکہ سے پیچھے نہیں رہے اور احد کے دن جب لوگ افراتفری کا شکار ہوکر بھاگ رہے تھے، آپ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے غزوہ تبوک کے وقت رسول اکرم ﷺ نے بڑا جھنڈا ان ہی کے ہاتھ میں تھمایا تھا اور جب آپ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تو چالیس ہزار درہم کے مالک تھے، یہ سب انہوں نے غلاموں کو آزاد کرنے اور مسلمانوں کو پاؤں پر کھڑا کرنے میں صرف کیے، یہ سب سے پہلے ہیں، جنھوں نے قرآنِ پاک کو جمع کیا اور جاہلیت اور اسلام دونوں ادوار میں شراب نوشی سے احتراز کیا اور یہ سب سے اول ہیں جنھوں نے حرام کے شبہ سے جو بھی پیٹ میں تھا، اسے قے کر دیا۔ [1]

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مختلف فضائل کا بیان

حبیب کبریاء کی دلی دوستی کا اظہار:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری ہم نشینی اور مال میں تمام لوگوں سے

[1] صفة الصفوة: ١/ ٩٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادہ میرے اوپر احسان والے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، اگر میں نے اپنے پروردگار کے علاوہ کسی کو خلیل اور پیار اقرار دینا ہوتا تو میں ابوبکر کو اپنا خلیل قرار دیتا، لیکن اخوت اسلامی اور یہی محبت و الفت ہی ہمارے درمیان کافی ہے، مسجد نبوی میں اترنے والے ہر دروازے کو بند کر دیا جائے، صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دروازہ باقی رکھا جائے۔"[1]

سب سے زیادہ رحمدل:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں سے لوگوں کے لیے سب سے زیادہ رحمدل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں سب سے زیادہ مضبوط سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور حیاء کے عظیم پیکر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور فیصلہ کرنے میں سب سے زیادہ ماہر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔"[2]

جنت کا ستارہ:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت میں اعلیٰ درجات والے، اپنے اوپر والوں کو ایسے دیکھیں گے، جیسے تم افق آسمان پر نمودار ہونے والے چمکدار ستارے کو دیکھتے ہو، سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما انہی لوگوں میں سے ہیں، جنہیں لوگ نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے، واہ! کیا خوب یہ دونوں روشن ستارے ہیں۔"[3]

سب سے زیادہ نفع بخش مالدار:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا جس نے بھی ہمارے اوپر احسان کیا ہے، ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے، ان کے ہمارے اوپر اتنے زیادہ احسانات ہیں، اللہ تعالیٰ ہی انہیں روزِ قیامت بدلہ دے گا، مجھے کسی کے مال نے اتنا زیادہ نفع نہیں دیا، جتنا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع دیا ہے، اگر میں نے لوگوں میں سے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا، خبردار! تمہارا پیغمبر جو ہے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔"[4]

دین کی آنکھ:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما اس دین کے لیے وہی مرتبہ رکھتے ہیں، جو سر کے لیے کان اور آنکھ رکھتے ہیں۔"[5]

لائق اقتداء:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد میرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرو۔"[6]

---

❶ بخاری: ٣٦٥٤، فضائل الصحابة، مسلم: ٢٣٨٢، فضائل صحابه.

❷ احمد، ترمذی، ابن ماجه، نسائی، وصححه الالبانی، صحیح الجامع: ٨٩٥.

❶ احمد، ترمذی، ابن حبان، وصححه الالبانی، صحیح الجامع: ٢٠٣٠.

❷ ترمذی: ٣٦٦٢، المناقب، وصححه الالبانی، صحیح ترمذی: ٢٨٩٤.

❸ هذا اسناد حسن رجاله کلهم ثقات، الصحیحه: ٨١٥. ❹ ترمذی: وصححه الالبانی، صحیح الجامع: ١١٤٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وزنی ایمان:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن لوگوں سے پوچھا، رات تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ایک آدمی نے کہا، جی میں نے دیکھا ہے، وہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک ترازو آسمان سے نازل ہوئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا ہے، آپ سیدنا ابوبکر سے وزنی ہیں اور پھر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا وزن کیا گیا ہے، تو سیدنا ابوبکر وزنی ہیں اور پھر سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کا وزن کیا گیا ہے، تو سیدنا عمر وزنی ہیں، پھر میزان اٹھا لی گئی ہے یہ جب اس آدمی نے کہا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں، ہم نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک پر پریشانی تھی۔'' ❶

وضاحت:...... اس سے ایک تو فضیلت میں ترتیب کا پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں میزان اٹھائی جانے کی تفسیر یہ ہے کہ معاملات میں انحطاط آئے گا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد فتنوں کا ظہور ہوگا۔ اس لیے آپ غمگین ہو گئے۔'' ❷

جنت کے سردار:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی جانب دیکھا اور فرمایا:

''یہ دونوں انبیائے کرام اور پیغمبروں کے بعد اول و آخر آنے والوں میں سے تمام لوگوں کے ادھیڑ عمر اہل جنت کے سردار ہیں، لیکن انہیں نہ بتانا۔'' ❸

جنت کی بشارت:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے ہیں: ''ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، سعید بن زید جنتی ہیں، ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔'' (رضی اللہ عنہم) ❹

حوض کوثر پر ساتھی:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ ''آپ حوضِ کوثر پر میرے

---

❶ ابوداؤد: ٤٦٣٤، فی السنة، باب فی الخلفاء، ترمذی: ٢٢٨٨، فی الرؤیا، وصححه الالبانی، صحیح ابی داؤد: ٣٨٧٥.

❷ تحفة الاحوذی: ٣/٢٥١.

❸ ترمذی: ٣٦٦٦، المناقب، مجموعی سندوں سے صحیح ہے۔ (الصحیحه: ٨٢٤)

❹ ترمذی: ٣٧٤٨ المناقب، روایت مجموعی سندوں سے صحیح ہے۔ الصحیح: ٨٢٤، البانی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھی اور میرے یارِ غار ہیں۔“ ❶

اللہ کا ساتھ:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم غارِ ثور میں تھے، تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اگر ان دشمنوں میں سے کسی ایک نے اپنے پاؤں کی جانب دیکھا تو ہم نظر آ سکتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پر اعتماد انداز میں کہا، اے ابوبکر! جو دو ہوں کہ تیسرا ان کے ساتھ اللہ ہو تو انہیں کیا ڈر ہے، اس لیے ہمیں کوئی خوف نہیں، اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔“ ❷

صحابہ رضی اللہ عنہم نے بہتر قرار دیا:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ”کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سے ایک کو دوسرے پر پسندیدہ قرار دیتے تھے، اپنے میں سے سب سے زیادہ بہتر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بہتر قرار دیتے۔“ ❸

خوشی سے رو پڑے:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جتنا نفع مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا ہے، اتنا نفع مجھے کسی کے مال نے نہیں دیا، یہ جذبات سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم میرا مال کیا چیز ہے، میری جان بھی آپ ہی کے لیے ہے۔“ ❹

زبان نبوت سے لقب صدیق ملنا:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، کوہِ احد پر جلوہ گر تھے، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم بھی ہمراہ تھے، کہ ناگہاں احد پہاڑ پر لرزہ طاری ہو گیا، وہ کپکپانے لگا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”احد ٹھہر جا۔ تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔“ ❺

واہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کتنے اچھے ہیں:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت ہی اچھے آدمی ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی کتنے ہی اچھے ہیں۔“ ❻

---

❶ ترمذی، ابواب المناقب، حسن صحیح: ۳۶۶۸۔ ترمذی نے صحیح قرار دی ہے، مگر البانی نے جمیع بن عمیر کی وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے۔

❷ بخاری: ۳۶۵۳، مسلم: ۲۳۸۱، ترمذی: ۳۰۶۶.

❸ بخاری: ۳۶۵۵، احمد فی فضائل الصحابة: ۵۳.

❹ احمد: ۲/ ۲۵۳، ابن ماجه: ۹۴، وصححه الالبانی فی الجامع الصحیح: ۵۸۰۸.

❺ بخاری: ۳۶۷۵، ابو داؤد: ٤٦٥١، ترمذی: ۳٦۹۷.

❻ ترمذی: ۳۷۹۵، احمد، وصححه الالبانی، صحیح الجامع: ٦۷۷۰.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جب زبان نبوت سے بہشت کی بشارت ملی:

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے گھر میں وضوء کیا اور یہ عزم لیے باہر آیا کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑوں گا، آج کا سارا دن آپ کے ساتھ ہی بسر کروں گا، میں مسجد میں آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا کہ آپ کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا ابھی تشریف لے گئے ہیں، کوئی کہتا، ادھر رخ انور کیا ہے کوئی کہتا ادھر گئے ہیں، میں آپ کی تلاش میں کھوج لگاتا، اَرِیس کے باغ میں داخل ہوا، آپ وہاں تھے، میں اس کے دروازہ پر بیٹھ گیا، جو کہ کھجور کی ٹہنیوں کا بنا ہوا تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کی، فارغ ہو کر وضوء کیا، میں کھڑا ہوا کہ دیکھوں اب آپ کہاں ہیں، میں نے دیکھا کہ آپ اَرِیس کنویں کے درمیان پاؤں لٹکائے اس کی منڈیر پر تشریف فرما ہیں اور پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا رکھا تھا، میں نے سلام کہا اور واپس لوٹ آیا اور دروازے پر دربان بن کر بیٹھ گیا۔

میں دیکھتا ہوں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آتے ہیں اور دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں میں نے پوچھا، کون؟ کہا میں ابوبکر ہوں، میں نے کہا، ٹھہریئے، میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ابوبکر اجازت طلب کرتے ہیں، فرمایا، اجازت بھی دو اور ساتھ انہیں جنت کی بشارت سے شادکام بھی کر دو، میں آیا، اور سیدنا ابوبکر سے کہا، داخل ہو جائیں، اجازت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت بھی دی ہے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوتے ہیں اور کنویں کی منڈیر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب پاؤں لٹکا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ [1]

صدیق کے ایمان کی بزبان نبوت تصدیق:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دفعہ ایک بھیڑیا بکریوں پر حملہ آور ہوا اور ایک بکری پکڑ لی، چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور بکری چھڑا لی، اس بھیڑیئے نے بول کر کہا، ایک دن ایسا آنے والا ہے، شیر اس پر حملہ آور ہوگا، تو اس سے بھاگ جائے گا اور وہ جتنی چاہے، بکریاں پکڑے گا، میرے سوا بکریوں کا کوئی چرواہا نہ ہوگا، یعنی لوگ فتنوں میں مصروف ہوں گے، بکریاں بے یار و مددگار رہ جائیں گی اور بھیڑیا نگہبان ہوگا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا واقعہ یہ سنایا کہ ایک آدمی گائے پر سوار ہو کر اسے ہانکتا ہوا لے جا رہا تھا، اس گائے نے اس کی جانب مڑ کر دیکھا اور کہا: میں اس طرح سواری کے لیے پیدا نہیں ہوئی، میں تو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کی گئی ہوں، یہ سن کر لوگ حیرانگی سے سبحان اللہ کہنے لگے اور کہا، کیا جانور بھی باتیں کرتے ہیں!!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس بات کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں۔'' لطف کی بات یہ ہے کہ جب آپ یہ اظہار فرما رہے ہیں، اس وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود تھے اور نہ ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ [2]

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گواہی:

سیدنا ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات سنائی کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جام شہادت

---

[1] بخاری: ٣٦٧٤، مسلم: ١٨٦٨۔ [2] بخاری: ٣٦٦٣، مسلم: ٢٣٨٨، ترمذی: ٣٦٧٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نوش کیا اور ان کی نعش کو چارپائی پر رکھا گیا تو لوگوں نے چارپائی گھیر رکھی تھی، دعائیں کر رہے ہیں اور میت ابھی اٹھائی نہیں گئی تھی، میں بھی وہیں تھا، مجھے محسوس ہوا کہ کسی آدمی نے مجھے کندھے سے پکڑا ہے، وہ غم سے نڈھال تھے، میں نے دیکھا، تو وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور یہ تاثرات بیان کیے۔

''اے عمر! سب سے زیادہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے جب ملاقات کروں، تو میرے اعمال تم جیسے ہوں، اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تمہارے دو عظیم ساتھیوں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رکھیں گے، میں نے اکثر آپ سے یہ سن رکھا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:''میں، ابوبکر اور عمر فلاں جگہ گئے اور فلاں جگہ میں داخل ہوئے، یعنی اکثر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ ان دو بزرگوں کا ذکر کیا کرتے تھے۔ مجھے یقین ہے، اب بھی یہ ساتھ نہ چھوٹے گا۔''[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مقامِ صدیق رضی اللہ عنہ

میرے ساتھی کو تنگ نہ کرو:

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، گھٹنوں تک کپڑا اٹھایا ہوا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر کہا، تمہارے ساتھی ابوبکر غصہ سے بھرے ہیں، آتے ہی سلام کہا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ تکرار ہوئی ہے اور میں نے سخت پن کا اظہار کیا ہے، بعدازاں ندامت اٹھاتے ہوئے میں نے معافی مانگی ہے، لیکن انہوں نے معافی دینے سے انکار کر دیا ہے، میں حاضر ہوا ہوں، مجھے معافی دلوا دیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ کہا۔''

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کریں۔

ادھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بات پر پشیمان تھے کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معذرت قبول نہیں کی، یہ بات غلط تھی، اسی فکر میں غلطاں، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درِ دولت پہ حاضر ہوئے، پوچھا، ابوبکر گھر پر ہی ہیں، جواب ملا نہیں، اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھتے ہیں تو آپ کا چہرہ غصہ سے بھر جاتا ہے۔ یہ جاہ و جلال دیکھا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دوزانوں بیٹھ گئے اور عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! زیادتی کا ارتکاب میری جانب سے ہوا تھا، اس لیے میں نے معافی طلب کی تھی، عمر کا قصور نہیں، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روانی میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری جانب نبی بنا کر بھیجا، تم نے کہا، تو جھوٹا ہے، ابوبکر نے کہا، تم سچے ہو اور انہوں نے جان و مال سے میری ہمنوائی کی، تم نے میرے ساتھی کو چھوڑنا ہے کہ نہیں چھوڑنا ہے اس کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو اس کے بعد کبھی کسی کو انہیں اذیت دینے کی ہمت نہیں ہوئی۔''[2]

---

[1] بخاری:۳۶۸۵، مسلم: ۲۳۸۹، ابن ماجہ: ۹۸۔ [2] بخاری: ۳۶۶۱، الفضائل، باب لو كنت متخذا خليلا.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلجوئی کی انتہا:

محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیسا خضاب لگاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خضاب لگانے کی ضرورت ہی نہ تھی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو چند ہی بال سفید تھے، ہاں سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حناء اور وسمہ ملا کر خضاب لگایا کرتے تھے۔ مزید بیان کیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے باپ ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے دن لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں اٹھا رکھا تھا، لا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بٹھا دیا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''بزرگوں کو کیوں تکلیف دی، انہیں گھر پر ہی رہنے دیتے، میں خود ان کے پاس چلا آتا۔'' یہ ایک ایسا اعزاز ہے، اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جتنا بھی مسرت کا اظہار کریں، اتنا ہی کم ہے۔ ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی داڑھی اور سر کے بال ''ثغامہ'' بوٹی کی مانند سفید تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان داڑھی اور سر کے بالوں کو رنگین کرو، لیکن خالص سیاہ خضاب سے اجتناب کرنا۔''[1]

محبوب کبریاء کے محبوب:

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ''امت کے لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ کون عزیز ہے؟ فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا! میں نے کہا، یہ تو عورتوں میں سے ہوئیں، مردوں میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: ''عائشہ کے باپ ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہیں۔''[2]

وہ جسے جنت کے آٹھوں دروازے شرف ملاقات کے لیے پکاریں گے:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو بھی چیز کا جوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا، اسے جنت کے دروازے بآوازِ بلند پکاریں گے کہ اے بندۂ خدا! ادھر آ مجھ سے گزر میں سراپائے خیر ہوں، جو نمازی ہوگا اسے نماز کا دروازہ پکارے گا، جو مجاہد ہوگا، اسے جہاد کے دروازے سے صدا آئے گی، جو صدقہ والا ہوگا، اسے صدقہ کے دروازہ سے آواز آئے گی، جو روزے دار ہوگا، اسے ریّان (سیراب کرنے والے) دروازے سے صدا آئے گی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہر دوازے سے گزرنا تو ممکن نہیں، گزرنا تو ایک ہی سے ہے، لیکن کیا کوئی ایسا نصیب ور بھی ہوگا، جسے تمام دورزاے بہ یک وقت گزرنے کی دعوت دیں گے؟ فرمایا ہاں وہ بھی ہے اور اے ابوبکر رضی اللہ عنہ میں پختہ یقین رکھتا ہوں کہ تم ان میں سے ہو، جنہیں ہر دروازہ جنت گزرنے کی سعادت سے بہرہ مند کرنے کے لیے پکارے گا۔''[3]

---

[1] احمد: ۳/ ۱۶۰، ابو یعلی: ۲۸۳۱، ابن حبان: ۱۴۷۶، وصححه الالبانی، الصحیحه:۴۹۶.

[2] مسلم: ۲۳۸۴، ترمذی: ۳۸۸۵.

[3] بخاری، مسلم: ۳۶۶۶، فضائل اصحاب النبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن حبان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ تمہیں تو ہو، جنہیں ہر دروازے سے داخلے کا پیغام آئے گا۔ ابن قیم رحمہ اللہ اس معاملے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

وَلَسَوْفَ يُدْعٰی الْمَرْءُ مِنْ اَبْوَابِهَا
جَمْعًا اِذَا حَلّٰی حُلَلَ الْاِيْمَانِ
مِنْهُمْ اَبُوْبَكْرٍ هُوَ الصِّدِّيْقُ
ذَاكَ خَلِيْفَةُ الْمَبْعُوْثِ بِاالْقُرْآنِ

''جو آدمی ایمان کے پورے پورے لباس سے آراستہ ہوگا، عن قریب اسے جنت کے در دروازہ سے پکارا جائے گا۔ ان میں سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہیں، جو کہ قرآن دے کر بھیجے گئے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں، جو آٹھوں دروازں سے پکارے جائیں گے۔''

صدیق رضی اللہ عنہ کی محبوب کبریاء سے والہانہ محبت کے چند واقعات:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت کرتے تھے، ایسی والہانہ محبت کہ ان کی عقل وخرد، اعضاء اور دل پر اسی کا اثر تھا، یہاں تک آرزومند تھے کہ ان کی اپنی جان، اولاد، مال اور تمام لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا کردیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد اٹھاسی افراد پر مشتمل ہوئی، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا کہ اب ہمیں خود کو نمایاں کرنا چاہیے، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابوبکر رضی اللہ عنہ ابھی ہماری تعداد کم ہے ہم برسرِ پیکار نہیں ہوسکتے۔

تاہم یہ اصرار برقرار رہا، یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کا کھلے عام اظہار کردیا، مسجد حرام کے گوشے گوشے میں مسلمان پھیل گئے اور ہر آدمی اپنے خویش و اقارب میں دعوت کا کام کرنے لگا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ عوام الناس میں خطیب بن کر کھڑے ہوئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، یہ سب سے پہلے خطیب تھے، جو سرزمین مکہ میں دعوت الی اللہ کے لیے کھڑے ہوئے، بس مشرک تو مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور خصوصاً سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بہت تشدد کیا، مسجد کے ہر کونے میں سخت مار کٹائی شروع ہوئی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سخت تشدد ہوا اور انہیں پاؤں تلے روندا گیا، بدکردار عتبہ بن ربیعہ نے جوتوں سے چہرے کو مسلا اور پیٹ پر اچھلا، اس قدر سوجن ہوئی کہ ناک اور چہرہ ایک ہوگیا، یہ ظلم دیکھ کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قوم بنوتمیم انتقام کے لیے آئی، تو قریش بکھر گئے، بنوتمیم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کپڑے میں لپیٹا اور ان کے گھر لے گئے، انہیں ان کی موت کا یقین ہو چکا تھا، اس لیے وہ مسجد حرام میں آئے اور انہوں نے اعلان کردیا کہ اگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس صدمہ سے قتل ہوگئے، تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو زندہ نہ چھوڑیں گے، یہ اعلان کرنے کے بعد وہ دوبارہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور سیدنا قحافہ رضی اللہ عنہ ان کے والدِ محترم اور بنوتمیم انھیں ہوش میں لانے کی تدابیر کرتے رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صبح سے بے ہوش تھے اور دن کے آخر میں ہوش آیا، سب سے پہلے لب پر سوال تھا، وہ یہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ یہ سن کر سب خاموش ہوگئے اور ملامت کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ جن کی وجہ سے یہ ساری مصیبت جھیلی ہے، انہیں ہی یاد کرتے ہیں، ان کی والدہ ام خیر نے کہا، ہم تو جا رہے ہیں، اگر چاہو تو انہیں کچھ کھلا پلا دینا۔

ماں نے تنہائی میں کہا، کچھ کھا لو اور بہت اصرار سے کہا، وہ یہی کہتے جاتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ کیسے ہیں؟ ماں نے کہا، واللہ مجھے تیرے نبی کا کوئی علم نہیں، وہ کہاں ہے؟ کہا امی جان! ام جمیل بن خطاب کے پاس جاؤ، ان سے پوچھو، والدہ محترمہ جاتی ہیں اور ام جمیل کے پاس پہنچ کر پوچھتی ہیں ابوبکر تجھ سے محمد بن عبداللہ کا پوچھتا ہے کہ وہ کہاں ہے؟ ام جمیل نے کہا، میں تو ابوبکر کو نہیں جانتی اور نہ ہی محمد بن عبداللہ کو جانتی ہوں، اگر تم یہ پسند کرو کہ میں تمہارے بیٹے سے ملاقات کے لیے جاؤں، تو میں ایسا کر سکتی ہوں کہ اس کی بات سنوں وہ ان کی والدہ کے ساتھ چل پڑیں۔ آ کر دیکھا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سخت زخمی پایا، جب ام جمیل قریب ہوئیں تو بلند آواز سے چیخنا شروع کر دیا، اور کہا، واللہ! جن لوگوں نے تمہیں یہ تکلیف پہنچائی ہے، وہ فسق و کفر والے ہیں اور مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ ضرور ان سے انتقام لیں گے۔

ابوبکر نے کہا ام جمیل! رسول اکرم ﷺ کیسے ہیں؟ ام جمیل نے کہا، یہ تمہاری ماں سن رہی ہیں، کہا کوئی فکر نہ کریں، ام جمیل نے کہا، صحیح سالم اور صالح ہیں، کہا آپ ﷺ کہاں ہیں کہا؟ ابن ارقم کے گھر میں ہیں، کہا، میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ نہ تو میں کھانا چکھوں گا اور نہ ہی پانی کا گھونٹ پیوں گا جب تک کہ میں رسول اکرم ﷺ سے نہ مل لوں۔ چنانچہ جب لوگوں کی آمد و رفت ختم ہوئی اور لوگ پرسکون ہو گئے۔ تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ام جمیل اور ام خیر دونوں سہارا دیئے لے گئیں اور رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچا دیا۔ انہیں دیکھ کر رسول اکرم ﷺ نے پیشانی چوم لی، اور دیگر مسلمان بھی پیار کے لیے ابوبکر پر سرنگوں ہوگئے، ان کی حالت زار دیکھ کر رسول اکرم ﷺ پر رقت طاری ہوگئی، آپ کو تسلی دیتے ہوئے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں، باپ آپ پر قربان ہوں، کوئی بات نہیں، مگر اس ظالم و فاسق نے جو میرے چہرے پر مارا ہے، اس سے سخت تکلیف ہوئی ہے، یہ میری والدہ ہے، جو کہ میرے ساتھ نہایت شفقت اور نیکوکاری سے پیش آتی ہیں، آپ سراپائے خیر و برکت ہیں، اسے اللہ کی طرف دعوت دیں اور دعا بھی کیجیے کہ شائد اس کی برکت سے یہ دوزخ کی آگ سے بچ جائے، رسول اکرم ﷺ نے ام خیر کے لیے دعا کی اور دعوت الی اللہ پیش کی، تو وہ اسلام لے آئی، یوں سیدنا ابوبکر کی تمنا بر آئی۔ [1]

حبیب کبریاء ﷺ کے دفاع میں جان پر کھیل گئے:

اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ پر جان و مال فدا کرنا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کتابِ حیات کا ایسا روشن باب ہے، جو ہمیشہ اہل دنیا کے لیے مشعل راہ رہے گا۔

[1] البدایه والنهایه: ۳/ ۲۹، رجاله ثقات، والبزار ورجاله رجال الصحیح، غیر اسماعیل بن ابی الحارث وهو ثقه، حلیة الاولیاء: ۱/ ۳۲، مجمع الزوائد: ۹/ ۴۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ المناک منظر میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش نے پکڑ رکھا تھا، کوئی ادھر کھینچ رہا تھا، کوئی اُدھر دھکیل رہا تھا اور ساتھ ساتھ وہ یہ کہتے جا رہے تھے: ''تم ہی وہ ہو جو سب معبودوں کو چھوڑ کر ایک معبود قرار دیتے ہو، واللہ اس دلفگار منظر کو سب دیکھ رہے تھے، لیکن ان کو چھڑانے کے لیے کوئی قریب نہیں پھٹکتا، صرف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا آگے بڑھتے ہیں، اس کو مارتے ہیں، کسی قریشی کو کھینچتے اور کسی کو دھکیلتے ہیں اور آبدیدہ ہو کر کہتے ہیں:

﴿ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ ﴾ (غافر: ۲۸)

''کیا تم ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو، جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔''

یہ دلدوز واقعہ سنا کر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی، اس کا پلو پکڑ کر رونا شروع کر دیا، حتی کہ داڑھی مبارک تر ہوگئی اور فرمایا: ''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ، آل فرعون والا مومن بہتر تھا، یا ابوبکر رضی اللہ عنہ بہتر تھے؟ لوگ خاموش ہیں، کہا، لوگو جواب نہیں دیتے، سن لو، واللہ! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک لمحہ آل فرعون کے مومن کی ہزار زندگی سے بہتر ہے، وہ ایک ایسا مرد باوفا تھا، جس نے ایمان چھپا رکھا تھا، لیکن ابوبکر ایسے آدمی تھے، جنہوں نے اپنے ایمان کا اعلان کر رکھا تھا۔''❶

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ اچانک عقبہ بن ابی معیط آیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے کندھے مبارک سے پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیمابی رنگت والی ریشمی گردن میں کپڑا ڈال کر اسے بل دے کر آپ کا گلا گھونٹتا ہے، اتنی دیر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آ جاتے ہیں اور اسے کندھے سے پکڑ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کرتے ہیں گردن کھولتے اور کہتے ہیں ایسے آدمی کو قتل کرنے کے درپے ہو جو اللہ تعالیٰ کی پکار پکارتا ہے اور ظاہر دلائل لے کر آیا ہے، غور کرو، کس جرم کی اسے سزا دیتے ہو۔''❷

حبیب کبریاء کے راز دان:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری بہن حفصہ رضی اللہ عنہا جب خنیس بن حذافہ سہمی کی وفات کے بعد بیوہ ہوئیں، خنیس، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک تھے، یہ مدینہ میں فوت ہوئے تو والدمحترم سیدنا عمر خود بیان کرتے ہیں کہ میں خود سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور حفصہ کا رشتہ پیش کیا، انہوں نے جواب دیا، میں اس پر غور کروں گا کچھ دن گزرے تو عثمان رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور کہا، میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے کہا، اے ابوبکر! میری تمنا ہے کہ میں اپنی لختِ جگر حفصہ کی آپ سے شادی کر دوں؟ یہ سن کر سیدنا ابوبکر خاموش رہے، کچھ جواب نہ دیا، مجھے غصہ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

---

❶ تاريخ الخلفاء: ۳۷.

❷ بخاري: ۳۸۵۶ مناقب الانصار، باب ما لقي النبي ﷺ واصحابه من المشركين بمكة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے جواب سے بھی آیا تھا، کیونکہ وہ میرے گہرے دوست تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور ان کے درمیان رشتۂ اخوت قائم کیا تھا، دوسرا یہ کہ انہوں نے پھر عذر پیش کیا، یا تو پہلے ہی جواب دے دیتے، لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ان سے بھی زیادہ مجھے غصہ آیا، کیونکہ انہوں نے ہاں یا نہ کچھ نہ کہا، کچھ وقت گزرا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام نکاح بھیجا، میں نے حفصہ کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر دیا، ایک دن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی، تو انہوں نے مجھ سے کہا، جب تم نے حفصہ کا رشتہ پیش کیا تھا، میری خاموشی کی وجہ سے ہوسکتا ہے، تم ناراض ہوئے، میں نے کہا، ہاں، میں ناراض ہوا تھا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ نکاح کرنے میں میری رکاوٹ یہ تھی کہ مجھے علم تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کا ذکر کیا تھا کہ میں ان سے نکاح کا خواہش مند ہوں، یہ ایک راز تھا، میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا راز کبھی افشا نہیں کرسکتا تھا، خواہ کچھ بھی ہوجاتا، اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ کرتے تو پھر میں ضرور حفصہ کو بطور بیوی قبول کر لیتا۔ ❶

مالی قربانی کے واقعات:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مجھ پر بہت سارے احسانات ہیں، انہوں نے اپنی جان اور مال کے ساتھ میری غمگساری اور اپنی پیاری لختِ جگر میرے نکاح میں دی۔“ ❷

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو چالیس ہزار درہم ان کے پاس تھے، جنہیں انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا، سات افراد جنہیں اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے اذیت دی جاتی تھی آزاد کیا، ان میں سے سیدنا بلال، سیدنا عامر بن فہیرہ، سیدتنا زنیرہ، سیدتنا نہدیہ، اور ان کی بیٹی اور بنومؤمل کی لونڈی اور ام عُبَیس رضی اللہ عنہم ہیں۔“ ❸

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر چالیس ہزار درہم صرف کیے۔ ❹ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ﴿١٨﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ﴿١٩﴾ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضَى ﴿٢١﴾﴾ (اللیل: ١٧۔ ٢١)

”اللہ تعالیٰ اس دوزخ سے متقی کو بچائے گا، وہ متقی جو اپنا مال دیتا ہے کہ وہ پاکباز ہو، اس نے کسی پر احسان اس لیے نہیں کیا کہ بدلہ دیا جائے، وہ تو صرف اپنے بلند رب کی رضا چاہتا ہے، عن قریب وہ راضی ہوگا۔“

❶ بخاري: ٥١٢٢، في النكاح، باب عرض الانسان ابنته اور اخته على اهل الخير احمد في مسنده: ١/ ١٢.

❷ طبراني كبير عن ابن عباس، صحيح الجامع: ٥٥١٧، وحسنه الالباني.

❸ اسد الغابه: ٣/ ٣٢٥، طبراني ورجاله الى عروة رجال، الصحيح، مجمع الزوائد.

❹ ابن حبان: ٢١٦٧، الصحيحه: ٤٨٧، وصححه الالباني.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ یہ سورت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس سے بڑھ کر کونسا شرف ہوسکتا ہے اور کونسی تجارت اس سے زیادہ قیمتی ہوسکتی ہے، جو قرآن پاک نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دی ہے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرک سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ تکلیف دیتے تھے اور یہ احد احد یعنی اللہ ایک ہے کی صدا بلند کرتے تھے، ان کے قریب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا، تو فرمایا، بلال! مت گھبرانا یہ اللہ احد ہی تمھیں نجات دلائے گا، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، اے ابوبکر! راہ خدا میں بلال کو بہت اذیت سے دو چار کیا جا رہا ہے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب سمجھ گئے، گھر آئے، ایک رطل سونا لیا اور بلال کے آقا امیہ بن خلف کے پاس گئے اور کہنے لگے کیا تو بلال کو میرے ہاتھ فروخت کرتا ہے؟ اس نے کہا، ہاں میں فروخت کرتا ہوں۔ چنانچہ بلال کو خرید کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آزاد کر دیا، مشرکوں نے طعنہ زنی کی کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مطلب کے لیے آزاد کیا ہے، تو اس کی تردید میں اوپر والی آیات نازل ہوئیں اور بتایا گیا کہ جنت میں اللہ تعالیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو وہ کچھ دیں گے، جو یہ پسند کریں گے۔ [1]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور انھوں نے ہمارے سردار سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا ہے۔ [2]

کسی شاعر نے کیا خوب نقشہ کشی کی ہے:

اَبُوْبَکْرٍ　حَبَافِیْ　اللّٰهِ　مَالًا
وَاَعْتَقَ　فِیْ　مَحَبَّتِهٖ　بِلَالًا

''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنا مال لٹا دیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا۔''

وَقَدْ　وَاسٰی　النَّبِیَّ　بِکُلِّ　فَضْلٍ
وَاَسْرَعَ　فِیْ　اِجَابَتِهٖ　بِلَالًا

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر لحاظ سے غمخواری کی اور آپ نے جب بھی حکم دیا بغیر انکار کے فوراً اس پر عمل پیرا ہوئے۔''

لَوْ　اَنَّ　الْبَحْرَ　یَقْصُدُهٗ　بِبَعْضٍ
لَمَا　تَرَکَ　الْاِلٰهُ　بِهٖ　بَلَالًا

[1] جامع احکام القرآن: ۳/ ۷۸.

@ بخاری: ۳۷۵٤، فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اگر کوئی ان سے سمندر بھی مانگتا تو اللہ کی رضا کے لیے دے دیتے، ایک قطرہ بھی باقی نہ رکھتے۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا، میں خوشحال اور صاحب مال تھا، میرے مالی حالات سازگار تھے، میں نے دل میں کہا، آج میں سیدنا ابوبکر سے خرچ کرنے میں سبقت لے جاؤں گا، سو میں اپنا نصف مال لے کر حاضرِ خدمتِ نبوی ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ میں نے کہا، آدھا لے آیا ہوں اور آدھا چھوڑ آیا ہوں۔

اتنی دیر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مال اٹھائے آ گئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گھر والوں کے لیے کتنا چھوڑا ہے؟ کہا، ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کی خوشبو چھوڑ آیا ہوں، یہ سن کر سیدنا عمر نے کہا، میں نے کہا اے ابوبکر! میں کبھی آپ سے نہیں بڑھ سکتا۔''❶

پروانہ کو شمع بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

تکبر سے بریت کا اعلان:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اپنا لباس تکبر سے زمین پر گھسیٹتا ہے، اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے نظر رحمت سے نہ دیکھیں گے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میرے لباس کا ایک پہلو زمین پر لٹک جاتا ہے، بے حد کوشش کرتا رہوں تو تب اوپر رہتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! تم یہ تکبر کی وجہ سے نہیں لٹکاتے ہو، خود ہی لٹک جاتا ہے۔''❷

ہر نیکی میں پیشرو:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا ہے؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رکھا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: ''آج تم میں سے جنازہ کس نے پڑھا ہے؟''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے پڑھا ہے؟'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے مسکین کو کھانا کس نے کھلایا ہے،؟ سیدنا ابوبکر نے کہا، میں نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا آج تم میں سے بیمار کی مزاج پرسی کس نے کی ہے۔ سیدنا ابوبکر نے کہا، میں نے مریض کی تیمارداری کی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ باتیں جس آدمی میں یکجا ہوجائیں، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''❸

---

❶ ابو داود: ۱۶۷۸، الزکاۃ، ترمذی: ۳۶۷۵ المناقب، حدیث حسن، صحیح وحسنه الالبانی.

❷ بخاری: ۳۶۶۵، ابو داؤد: ۴۰۸۵، احمد: ۲/ ۱۰۴.

❸ مسلم: ۱۰۲۸، فضائل صحابه، باب من فضائل ابی بکر رضی االلّٰه عنه.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وضاحت:...... ابوبکر مزنی کہتے ہیں، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ روزہ یا نماز کی وجہ سے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فوقیت نہ لے گئے تھے، بلکہ جو ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا دریا موجزن تھا اور اس کی مخلوق سے ہمدردی اور جذبہ خیر خواہی کا امڈتا ہوا سمندر متلاطم تھا، اس کی وجہ سے انہیں برتری حاصل تھی۔ ❶

معراج پر بے مثال موقف:

سفر معراج سے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس مکہ میں تشریف لائے تو مشرک سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ تمہارا پیغمبر دیکھ کیا کہتا ہے۔ انہوں نے کہا، کیا کہتا ہے؟ کہنے لگے وہ کہتا ہے کہ مجھے گزشتہ رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا ہے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ ہم تو ایک کامل ماہ اونٹوں پر سفر کرتے ہوئے جگر پاشی کرتے ہیں، تب وہاں پہنچتے ہیں اور وہ کہتا ہے، میں وہاں سے ہو کر آسمان پر سے بھی ہو کر آیا ہوں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر میرے پیغمبر نے کہا، تو پھر سچ کہا ہے۔ سیدنا صدیق نے فوراً اس کی تصدیق کر دی اور فرمایا، جب میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ صبح و شام آپ پر آسمان سے خبر آتی ہے، تو میں بیت المقدس میں جانے کی خبر کی تصدیق کیوں نہ کروں۔ ❷

مشہور یہی ہے کہ واقعۂ معراج کی تصدیق کی وجہ سے ہی انہیں صدیق کے نام سے پکارا جاتا ہے، نبی علیہ السلام نے سیدنا جبریل علیہ السلام سے کہا، میری قوم، میرے معراج کو تسلیم نہ کرے گی تو جبریل علیہ السلام نے کہا تھا، اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ تمہاری تصدیق کریں گے، کیونکہ وہ صدیق ہیں۔ ❸

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اللہ کی قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی صدیق آسمان سے ہی نازل ہوا تھا۔ ❹

سفر ہجرت کے تابناک اور یادگار کارنامے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم صدیق کے گھر میں:

ہر چیز بھلائی جا سکتی ہے، لیکن جناب صدیق رضی اللہ عنہ کا شبِ ہجرت میں کردار کبھی نہ بھلایا جائے گا، ایسے خوفناک حالات تھے کہ قریش کے سردار دارالندوہ (پارلیمنٹ) میں جمع ہوتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی بے رحمانہ اور ظالمانہ سازش کرتے ہیں۔

اس کی تفصیل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ہی تھے کہ انھوں نے مسلمانوں سے کہا، مجھے تمہاری ہجرت گاہ خواب میں دکھائی گئی ہے جو کہ پتھریلی زمین کے دو پہاڑوں کے درمیان ہے اور کھجور کے درخت والی ہے، کچھ لوگوں نے اپنے اندازہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں سے بھی زیادہ

---

❶ استنشاق نسیم الانس، ابن رجب: ١٣۔
❷ البدایه والنهایه: ٣/ ١٠٨۔
❸ التبصره ابن جوزی: ١/ ٣٣٨۔
❹ فتح الباری: ١١/ ٧، طبرانی ورجاله ثقات.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تر لوگ مدینہ میں لوٹ آئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی تیاری کی، ان سے رسول اکرم ﷺ نے کہا، ابوبکر! ابھی ٹھہر جائیں، ہجرت نہ کریں، مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت ملنے ہی والی ہے چنانچہ اکٹھے جائیں گے، سیدنا ابوبکر نے کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا اس کی پختہ امید ہے؟ فرمایا، ہاں پختہ امید ہے۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور وہیں مکہ میں ہی رکے رہے۔ تا کہ رسول اکرم ﷺ کا ساتھ حاصل ہو۔ ہجرت کے سفر کے لیے دو سواریاں تھیں، انہیں کیکر کے پتے ڈالتے رہے، چار ماہ تک انہیں خوب چارہ کھلایا، اب جب قریش نے نبی ﷺ کے ظالمانہ قتل کی قرارداد اتفاق رائے سے پاس کر لی، تو رب تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوگئے اور قریش کے سنگین مشورہ کے متعلق آپ کو آگاہ کیا اور بتایا کہ اب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو یہاں سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ❶

اس اطلاع کے بعد دوپہر کے وقت آپ ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر جاتے ہیں، تا کہ ہجرت کے معاملات طے کریں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن ہم اپنے والد ماجد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھر میں تھے، سخت دوپہر کا وقت تھا، کسی نے کہا، اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ دیکھو رسول اکرم ﷺ چہرہ پر نقاب ڈالے آرہے ہیں ویسے تو روزانہ آپ کا آنا جانا تھا، یہ ایسا وقت تھا، کہ جس میں رسول اکرم ﷺ کبھی ہمارے گھر تشریف نہ لائے تھے، یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اس جان سوز گھڑی میں آپ کسی اہم معاملہ کے پیش نظر ہی تشریف لائے ہیں۔

اتنی دیر میں رسول اکرم ﷺ تشریف لے آتے ہیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں، اجازت ملی تو آپ کمرہ میں داخل ہوگئے اور سیدنا ابوبکر سے کہا، جو بھی اندر ہے اسے باہر نکال دو، میں نے کچھ اہم راز کی بات کرنی ہے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہاں تمہاری بیوی عائشہ ہی ہے، کہا چلو کوئی بات نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے مکہ سے ہجرت کے لیے نکلنے کی اجازت مل چکی ہے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے باپ آپ پر فدا ہوں، مجھے بھی رفاقت کا شرف بخشیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں، ضرور تم میرے ساتھ جاؤ گے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے پاس دو سواریاں ہیں، ان میں سے ایک آپ قبول فرمائیں، فرمایا، ضرور قبول کروں گا، لیکن قیمتاً لوں گا، اور قیمتاً ہی لی۔

گھر سے غارِ ثور تک:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، اس کے بعد ہم نے سیدنا رسول اکرم ﷺ کے لیے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے بہت تیزی سے سامان سفر تیار کیا۔ ایک تھیلے میں ہم نے دستر خوان رکھ دیا اور کھانے پینے کا سامان ٹکا دیا، اس تھیلے کا منہ باندھنے کے لیے سیدنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند کو دو ٹکڑے کیا اور ایک ٹکڑے سے تھیلے کا منہ باندھ دیا، اسی وجہ سے ان کا نام تاریخ میں ذات النطاق (کمر بند والی) پڑ گیا۔ ❷

❶ سیرت ابن ھشام: ۱/۴۸۲ و زاد المعاد: ۲/ ۵۲.   ❷ بخاری: ۷/ ۲۷۲، مناقب الانصار.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے معاملہ طے کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر انہیں اشارتاً سمجھا دیا کہ آج اس خطرناک ترین رات کو میری وہ چادر جس پر میں محو خواب ہوا کرتا تھا، اسے ڈھانپ کر میری چارپائی پر سونا ہے اور میں کسی وقت بھی راہِ ہجرت پر روانہ ہو جاؤں گا، جب رات پر سکون ہوئی اور چوکیدار بے خبر ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی خاموشی سے اپنے گھر سے نکل کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد یہ دونوں دروازے کی پچھلی جانب سے نکلے، اور غار ثور میں پہنچ گئے۔

وہ غار ہے، جسے یہ شرف نصیب ہوا کہ اس کی خاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں کو بوسے دیئے، اور یہی وہ غار ہے جو بے انتہا شہرت کا محور بنی اور انتہائی وحشت میں اور وطن سے دوری کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکیداری کا اسے شرف حاصل ہوا، تمام معاملات تقدیر الٰہی کے مطابق ہی سرانجام پاتے ہیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزندِ ارجمند سیدنا عبداللہ کو حکم دے رکھا تھا کہ جو ہمارے بارے میں لوگ باتیں کریں، وہ سن کر ہمیں ان سے آگاہ رکھیں، جب رات چھا جاتی تو دن بھر کی تمام خبریں وہ غار میں آ کر سنا جایا کرتے تھے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام فہیرہ سے کہہ رکھا تھا کہ وہ دن بھر بکریاں چرائے اور جب رات ہو تو انہیں ہمارے پاس غار میں لے کر آ جائے ادھر قریش جو مشورے کرتے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو بھی ان کی سازشیں ہوتی تھیں، سیدنا عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سن لیتے اور رات کی تاریکی میں غار میں آ کر ساری معلومات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچاتے۔ عامر بن فہیرہ مکہ والوں میں جانور چراتے رہتے اور جب رات ہوتی، تو وہ غار میں بکریاں لے جاتے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان بکریوں کا دودھ پیتے اور گوشت کے لیے ضرورت پڑتی تو وہ ذبح بھی کر لیتے۔ جب عبداللہ غار سے واپس مکہ جاتے تو عامر بن فہیرہ ان کے نشاناتِ قدم پر سے بکریاں گزارتے، جس سے ان کے آثار مٹ جاتے۔

ادھر یہ بزرگوار ہستیاں یوں غارِ ثور میں تشریف فرما تھیں، ادھر مکہ کے مشرکوں نے مہاجروں کے علاقہ کا کونہ کونہ چھان مارا تھا، وہ راستوں میں گھات لگائے بیٹھے تھے اور اس جگہ کے متعلق تفتیش کر رہے تھے، جو بھی جانے والوں کے لیے معاون ہو سکتی تھی، پہاڑوں کے کھوہ اور غاروں کے منہ میں تلاش کیا گیا حتی کہ یہ غار ثور کے قریب جا نکلے، اتنے قریب ہوئے کہ ان جستجو کرنے والوں کے قدموں کی آہٹ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے یار غار نہایت ہی خاموشی سے سن رہے ہیں، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مرعوب ہو کر لبوں پر تھبھتاہٹ لا کر آہستہ سے کہتے ہیں کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنے پاؤں کی طرف دیکھا تو ہم اسے نظر آ سکتے ہیں، اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کامل اعتماد سے کہتے ہیں، اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! کیا خیال ہے، دو آدمیوں کے ساتھ اس موقع پر تیسرا اللہ ہو تو پھر کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے؟ کہا نہیں۔ [1]

قارئین کرام! غور و فکر فرمائیں، دورانِ ہجرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خوف کے مارے بے قرار ہو رہے ہیں، اس کی وجہ

---

[1] بخاری: ۷/ ۲۰۷، مسلم: ۷/ ۱۰۹، فقه السیره للغزالی: ۱۹۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تلاش کریں، وہ کیوں بے چین تھے، کیا وہ اپنی جان کی فکر میں ہلکان ہو رہے!؟ تھے، نہیں، ہرگز نہیں، سنئے۔

ابو قاسم بغوی ابن ابی ملیکہ سے بیان کرتے ہیں، جب نبی اکرم ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غارِ ثور کی جانب روانہ ہوتے ہیں، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کبھی تو نبی اکرم ﷺ کے آگے چلتے نظر آتے ہیں اور کبھی پیچھے چلنا شروع کر دیتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ان سے وجہ دریافت کی تو عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! جب میں آپ کے پیچھے چلتا ہوں، تو مجھے اندیشہ ہوتا ہے کوئی آپ کے آگے سے نہ حملہ کر دے اور جب میں آگے چلتا ہوں، تو خطرہ ہوتا ہے کہ کوئی پیچھے سے آپ پر حملہ نہ کر دے، اسی کشمکش میں جہت بدل رہا ہوں۔ اب جب رسول اکرم ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غار ثور تک پہنچے، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، آقا! آپ ابھی غار میں نہ داخل ہوں کہ کہیں کوئی موذی چیز نہ ہو، اس لیے پہلے میں اندر جاتا ہوں، تاکہ اگر کوئی زہریلی چیز ہو تو نقصان نہ دے سکے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوتے ہیں اور اسے صاف کرتے ہیں، غار کی ایک جانب سوراخ تھا، اپنا تہبند پھاڑ کر اس کو بند کرتے ہیں، دو سوراخ اور باقی تھے، ان پر اپنے دونوں پاؤں رکھ دیئے، اب رسول اکرم ﷺ سے بصد ادب عرض کرتے ہیں داخل ہو جائیں، رسول اکرم ﷺ غار میں جلوہ گر ہو جاتے ہیں، تھکاوٹ تھی، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر مبارک رکھ کر خواب شیریں میں محو جاتے ہیں۔

اس سوراخ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو کوئی زہریلی چیز ڈس لیتی ہے، لیکن وہ حرکت نہیں کرتے کہ رسول اکرم ﷺ بیدار نہ ہو جائیں اور کہیں نیند میں خلل نہ پڑ جائے، شدت درد سے آنسو رواں ہو گئے اور رسول اکرم ﷺ کے رخ تاباں پر گرے، رسول اکرم ﷺ بیدار ہوتے ہیں اور پوچھا، ابوبکر! کیا بات ہے، کیوں اشکبار ہو، عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ بھی آپ پر قربان مجھے کسی موذی نے ڈسا ہے، رسول اکرم ﷺ اس زخم خوردہ پاؤں پر لب مبارک لگاتے ہیں، تو وہ تمام تکلیف لمحہ بھر میں ختم ہو جاتی ہے۔ [1]

یہی وہ زہر جو اب نبی ﷺ کے لب مبارک کی برکت سے منقطع ہوا تھا، یہی ان کی وفات کا باعث بنا۔ یہ ہے وہ وجہ جو جناب صدیق رضی اللہ عنہ کو بے تاب کیے ہوئے تھی کہ وہ آرزو مند تھے کہ حبیب کبریاء ﷺ سے اپنی جان، مال اور تمام کائنات نثار کر دوں، یہی محبت کا کمال ہے، ایک اور انداز پر غور فرمائیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ جب راہِ ہجرت پر گامزن ہوتے ہیں، نہ تو ان کا ارادہ جاہ و منصب کے حصول کا تھا، نہ ہی کوئی وزارت کا طمع تھا، وہ تو فقط رضائے الٰہی کی خاطر نکلے تھے، یہ کیسے وہ سمجھتے، انہیں تو یقین تھا کہ مشرکوں کی خون آشام تلواریں میری منتظر کھڑی ہیں، پھر بھی وہ نکلتے ہیں اور موت کی دیوار بنی شمشیروں کے درمیان سے آپ کا ساتھ دیتے ہیں، مقصد صرف یہ تھا، شرف صحبت سے سرفراز ہو جائیں، خواہ جان بھی قربان ہو جائے، یہی وجہ ہے،

[1] مشکاۃ المصابیح، باب مناقب ابی بکر: ۲/ ۵۵٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، یہ غارِ ثور والی رات جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی ہے، یہ تمام آلِ عمر سے بہتر ہے۔

حضرات گرامی قدر! ہجرت ایک ہمیشہ یادگار اور صفحہ روزگار پر انمٹ واقعہ ہے، جسے کبھی بھلایا نہیں جا سکتا، یہ صرف ایک شہر سے دوسرے شہر میں راہِ فرار اختیار کرنے کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک ایسا اقدام تھا، جو مسلمانوں کی سلطنت قائم کرنے کے لیے اختیار کیا گیا، تاکہ دینِ الٰہی کو مظبوط اور محکم کیا جائے، مبارک ہے، یہ سفر اور باعثِ صد مبارک ہے، یہ شرف جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے ذریعہ حاصل کیا، جو کہ دین کی قوت کا مرکز بنا۔

میدانِ بدر میں بے مثال شجاعت:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر تمام غزوات میں شریک سفر رہے ہیں اور ایسی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ میدانِ بدر میں اترنے سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا کہ کیا کیا جائے، تو اس موقع پر بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسی بہترین دلربا اور برمحل گفتگو کی کہ کمال کر دیا، جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت عمدگی سے اظہارِ وفاداری جھلکتا تھا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، سب سے زیادہ شجاع اور بہادر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب جنگ بدر کا معرکہ ہوا تو ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جھونپڑا سا بنایا کہ آپ اس میں تشریف فرما ہوں، اب مسئلہ درپیش تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہرہ داری میں کون کھڑا ہو، یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہ تھی، ساری کائنات کی شجاعت جن کے قدموں میں ڈھیر تھی، ان کی چوکیداری کا معاملہ تھا اور دشمن کی ساری نگاہوں کا مرکز بھی یہی ذاتِ گرامی تھی اور ساری جنگ کی آتشِ شعلہ زن انہی کے گرد اٹھ رہی تھی، اس لیے ہمیں یہی فکر دامن گیر تھی کہ کہیں کوئی مشرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی حاصل نہ کر جائے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، واللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اور کسی نے ہمت نہ کی، یہ تلوار میان سے نکال کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کھڑے تھے اور چاق چوبند تھے، کوئی بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے کی کوشش کرتا، تو یہ نہایت مستعدی سے اس پر لپکتے اور مار بھگاتے۔ [1]

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزند عبدالرحمٰن جنگ بدر میں مشرکوں کی حمایت میں میدان میں آئے تھے، مسلمان ہونے کے بعد اپنے والد گرامی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، ابا جان! بدر کی معرکہ آرائی کے دوران آپ میری کاٹ دار شمشیر کی زد میں آئے تھے اور نشانہ پر تھے، لیکن میں نے قتل کرنے سے درگزر کیا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، عبدالرحمٰن اگر تم میرے نشانہ پر ہوتے تو میں مارنے سے قطعاً گریز نہ کرتا۔ [1]

معرکہ بدر، جگر پاروں اور پیاروں کا امتحان تھا:

اس معرکۂ بدر میں جو بات حیران کن ہے، وہ یہ ہے کہ باپ بیٹے کے، بھائی بھائی کے اور دیگر گہرے رشتے دار پیاروں اور دلاروں کے مدمقابل صف آراء نظر آ رہے ہیں اور شمشیر بکف ہو کر گردنیں کاٹ رہے ہیں، تلواروں کی

[1] مجمع الزوائد: ٩/ ٤٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنسناہٹ، نیزوں کی سرسراہٹ سے میدان گونج رہا ہے، آج کوئی رشتہ نہیں، صرف ایک اسلامی اخوت اور ایمانی قوت ہی عزیز ہے، ہر ایک کسی بھی دوسرے رشتے سے اعلان براءت کر رہا ہے اور ایک ہی صدائے ولایت بلند ہو رہی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست ہے وہی ہمارا دوست ہے، جسے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں، ہمیں بھی اس سے کچھ الفت نہیں۔

ہمارے دور میں بھی استعماری قوتیں اپنے ہی ہم وطنوں سے لڑتی ہیں اور اپنے استعماری عزائم کی تکمیل میں یہ انسان قیمتی سے قیمتی روایات اور رشتوں کو بھی پاش پاش کر رہے ہیں، جب یہ اس دنیاوی غلط مقاصد کے حصول کے لیے ایسا جذبہ دکھا رہے ہیں، تو پھر یہ عجیب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے ہمتا کی خاطر ایک بیٹا، اپنے ملحد اور بے دین باپ کے خلاف غضب کا اظہار کرے اور اس سے ٹکرا جائے، جو جذبہ معرکہ میدانِ بدر میں پیش آیا ہے، اس نے الحاد کے خلاف ایسے ہی یادگار نقوش رقم کیے ہیں، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ نظر آ رہے ہیں اور آپ کا بیٹا عبدالرحمٰن ابوجہل کی صفوں میں کھڑا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے ہی بلند کرداروں کا ذکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ہی معیارِ دوستی قرار دیا ہے اور اس کی خلاف ورزی کو عذاب کا مستحق قرار دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾ (التوبة : ٢٤)

''کہہ دو! اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، خاندان اور مال جو کماتے ہو اور وہ تجارت جس کے نقصان سے ڈرتے ہو اور وہ رہائش گاہیں جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیارے ہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کے آنے کا انتظار کرو، اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کے کچھ اوصاف بیان کیے ہیں:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (المجادلة : ٢٢)

''نہیں پائے گا، تو ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کو پسند

❶ تاریخ الخلفاء: ٣٦.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوں، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، اگرچہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی یا خاندان والے ہی ہوں، یہ لوگ ہیں، ان کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی روح یعنی جبریل کے ذریعہ ان کی مدد کی اور انہیں ایسی بہشتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے، خبردار! اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔‘‘

جبریل و میکائیل ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما کی نصرت میں:

ابو صالح بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی کہا، یہ جنگ بدر کی بات ہے کہ تم میں سے ایک کے ساتھ جبریل علیہ السلام اور دوسرے ساتھ میکائیل علیہ السلام تھے۔ [1]

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، یہ آیتِ مبارکہ:

﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ﴾ (آل عمران ۱۷۲)

’’وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار کو قبول کیا، حالانکہ انہیں زخم لگے تھے، ان لوگوں کے لیے ان میں سے جنہوں نے احسان کیا ہے اور پرہیز گار ہوئے، بڑا اجر ہے۔‘‘

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ سے کہا، تیرے باپ زبیر اور نانا ابوبکر رضی اللہ عنہما بھی ان لوگوں میں سے ہیں، جنہیں جنگ احد کے دن زخم لگے اور مشرک واپس جا چکے تھے، پھر انہوں نے کہا، ہم مسلمانوں کو ختم کر سکتے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ان مشرکوں کا پیچھا کون کرے گا؟‘‘ ستر آدمیوں نے کہا، ہم کریں گے، ان میں سے سیدنا ابوبکر اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے، لہٰذا اس آیت مبارکہ میں جو اجر و ثواب بیان ہوا ہے، دونوں اس کے مستحق ہیں۔ [2]

تمام غزوات میں ثابت قدم رہے:

امام ابن قیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ احد کے میدان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد کوہِ گراں بن کر ڈٹ گئے اور دفاع کا حق اداء کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بنوفزارہ کی جانب ایک دستۂ فوج بھیجا، جو ایک چشمہ پر وارد ہوا، مالِ غنیمت لوٹا اور قیدی لے کر صحیح و سلامت یہ دستہ سیدنا ابوبکر کی قیادت میں کامیاب ہو کر واپس لوٹا۔

---

[1] احمد: ۱/ ۱٤۷، حاکم: ۳/ ۱۳٤، صحیح الاسناد، ولم یخرجاہ.

[2] بخاری: ٤۰۷۷، مسلم: ۲٤۱۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غزوہ تبوک جو کہ سخت ترین حالات میں پیش آیا، اس دن بھی جھنڈا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا، اگرچہ جنگ نہ ہوئی، لیکن دور کا سفر تھا، رسول اکرم ﷺ کو اس سفر میں تقریباً پچاس دن لگ گئے تھے۔

جنگ حنین کے دن مسلمانوں کو اپنی کثرت پر ناز تھا، لیکن یہ کثرت کام نہ آئی، وادی کی گھاٹی میں دشمن چھپ گیا اور تیر باری شروع کر دی، اس اچانک حملہ کے سامنے پاؤں نہ ٹھہرے، بیٹھ پھیر کر مسلمان بھاگے، بعد میں مجتمع ہو گئے اور ثابت قدمی سے لڑے اور کامیاب ہوئے، اس افراتفری کے عالم میں بھی رسول اکرم ﷺ کے سامنے حصار بن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ثابت قدم رہے، بھاگے نہ تھے۔ ❶

کتاب اللہ کے سامنے سرافگندگی:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک خوبی یہ تھی کہ کوئی کام ہو جس کا کتاب اللہ نے حکم دیا ہو، وہیں ٹھہر جاتے تھے، ایک قدم بھی آگے پیچھے نہ ہوتے تھے، خواہ عزت آن کا مسئلہ ہو یا جان و ایمان کا معاملہ ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ پر جب ناہنجاروں نے جھوٹ کا طوفان باندھا، تو اللہ تعالیٰ نے میری براءت کا اعلان فرمایا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسطح بن اثاثہ پر مال خرچ کرتے تھے، ایک تو وہ فقیر تھے، دوسرا قریبی رشتہ دار تھے، انہوں نے بھی سازش سے متاثر ہو کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف باتیں کیں، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فطرتی غیرت میں آ گئے، کہ میری بیٹی کے بارے میں اس نے یہاں تک جرأت کر دی کہ الزام میں شریک ہو گیا، واللہ! آئندہ اسے خرچہ نہ دوں گا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾﴾ (النور : ۲۲)

''اصحاب فضل اور کشادگی والے اس بات پر قسم نہ اٹھائیں کہ وہ قرابتداروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں پر خرچ نہیں کریں گے، معاف کر دو اور درگزر کرو، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دیں، اللہ تعالیٰ بخشنے والے اور مہربان ہیں۔''

یہ سنتے ہی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سر تسلیم خم کرتے ہوئے گویا ہوئے: ''کیوں نہیں، ضرور اللہ! میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری بخشش کریں، اسی وقت مسطح کا خرچہ اور وظیفہ دوبارہ جاری کر دیا اور عہد کیا، اللہ کی قسم! اس پر خرچ کرنے سے ہاتھ کبھی نہ کھینچوں گا، ہمیشہ جاری رکھوں گا۔'' ❷

ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق سوال ہوا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ کہنے لگے:

''مجھے کون سی زمین برداشت کرے گی اور کون سا آسمان سایہ فگن ہوگا، اور میں کہاں جاؤں گا اور میں کیا کروں گا......!! اگر میں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے خلاف رائے دوں، یعنی مجھے کہیں

❶ زاد المعاد: ۳/ ۴۶۹۔　❷ بخاری: ۴۷۵۰، التفسیر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پناہ نہ ملے گی، اگر میں قرآن میں اپنی مرضی شامل کردوں۔'' ❶

ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جس کا علم نہ ہو اس بارے میں گفتگو کرنے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر میں نے کسی کو مرعوب اور خوفزدہ نہیں دیکھا۔ ان کے ہاں اگر کوئی قضیہ یا معاملہ پیش ہوتا، اگر کتاب اللہ میں اس کی دلیل نہ پاتے اور نہ ہی سنت میں کوئی اثر یا حدیث پاتے، تو اجتہاد کرتے اور بڑے ہی محتاط انداز پر فرماتے: ''یہ اس فیصلہ میں میری رائے ہے، اگر درست ہو تو یہ اللہ کی طرف سے ہے اگر یہ خطا ہو تو خطا مجھ سے ہوئی ہے، **واستغفر اللّٰہ** کہ میں گناہ سے استغفار کرتا ہوں۔'' ❷

حدیبیہ کے میدان میں حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمنوائی:

ہاں! دیکھیں، جناب صدیق رضی اللہ عنہ کا موقف کتنا عظیم تھا، جب کہ دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مشرکوں سے شرائط صلح طے کرنے پر سیخ پا تھے، اور اعتراض تو نہ کیا، لیکن اعتراض کرنے ہی والے تھے کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہونے کو تھا، لیکن جناب صدیق رضی اللہ عنہ کی فکر اور دلی صفائی حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمنوا تھی۔ اس وقت جب کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ قریش سے طے پانے والی شرائط ذلت آمیز ہیں، جناب صدیق رضی اللہ عنہ کا موقف اس وقت بھی یہ تھا کہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف عزت اور قوت والا ہے۔ دیکھیے! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے بہادر اور دور اندیش بھی کھڑے ہو کر ان شرائط صلح پر اعتراض کرتے ہیں، بولے: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں......؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔'' پھر کہا، کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح ہے۔ پھر کہتے ہیں، ہم اپنے دین کے بارے میں اتنی پستی کیوں قبول کر رہے ہیں......! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اللہ کا رسول ہوں، وہی میرا مددگار ہے، میں اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔''

سیدنا عمر نے کہا، کیا آپ نے فرمایا تھا: ''ہم بیت اللہ میں داخل ہوں گے اور اس کا طواف کریں گے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں نے اسی سال کہا تھا، سیدنا عمر نے کہا: نہیں، فرمایا، آئندہ سال آئیں گے اور ضرور طواف کریں گے، یہاں سے فارغ ہو کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسی جوش و جذبہ کے ساتھ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے اور کہتے ہیں، اے ابوبکر! کیا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! سچے نہیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیوں نہیں آپ سچے نبی ہیں؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیوں نہیں، ہم حق پر ہیں اور دشمن باطل پر ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بولے! تو پھر ہم نے اپنے دین کے بارے میں پست موقف کیوں اپنایا ہے؟ سیدنا ابوبکر نے کہا، اے عمر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، اس کی نافرمانی نہیں کرسکتے اور وہ ان کا حامی و مددگار ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو

---

❶ فتح الباری: ۱۳/ ۲۷۱ حسن.
❷ مسند عبد بن حمید وهو صحيح ورجاله ثقات، عدوی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریں اور کہیں اس کی اتباع کرو، مخالفت نہ کرو، واللہ! آپ حق پر ہیں۔

سیدنا عمر نے کہا: ''کیا آپ ﷺ نے ہم سے یہ نہ کہا تھا کہ ہم بیت اللہ میں آئیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیوں نہیں ضرور کہا تھا، لیکن آپ نے یہ تو نہ کہا تھا کہ اسی سال آئیں گے اور طواف کریں گے۔ سیدنا عمر نے کہا، یہ نہیں کہا تھا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، تو اے عمر! ضرور آ ؤ گے اور طواف کرو گے۔ [1]

واہ! جو جناب صدیق رضی اللہ عنہ کی طرز گفتگو پر غور کرے گا تو اسے صاف نظر آئے گا کہ یہ پاکیزہ دل اللہ کی محبت میں کس طرح باہم موافق اور مشابہہ ہیں، یہ بالکل وہی کلمات ہیں، جو بذات خود نبی اکرم ﷺ نے کہے تھے، ان پاکیزہ، پرہیز گار اور سچی روحوں میں کیسی حیرت انگیز یگانگت ہے، حالانکہ نہ تو نبی ﷺ کے جواب سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آگاہ تھے اور نہ ہی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب سے نبی اکرم ﷺ باخبر تھے، لیکن صدیق رضی اللہ عنہ بالکل رسول اکرم ﷺ کے نقش پا پر چلتے ہوئے، وہی جواب دے رہے ہیں، جو آپ ﷺ نے دیا تھا۔

کب نکلتا ہے کوئی دل میں اتر جانے کے بعد
اس گلی میں دوسری جانب کوئی رستہ ہی نہیں

حبیب کبریاء ﷺ نے خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ کا واضح اشارہ دیا

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی، تو آپ ﷺ نے اس سے کہا، پھر آنا، اس نے عرض کی، اگر میں آؤں اور آپ موجود نہ ہوں (یعنی وفات پا جائیں) تو پھر کس کے پاس آؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو مجھے نہ پائے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا۔'' [2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا استدلال:

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ برحق ہیں اس میں آپ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ ہے۔

ایک اعتراض:

یہ ممکن ہے کہ کوئی اعتراض کرے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، کہ نبی ﷺ نے خلیفہ مقرر نہیں کیا اور یہاں کہا جا رہا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں!!!

اس کا حل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے کہ خلیفہ نہیں بنایا، اس کا مطلب ہے، واضح اور صریح خلیفہ بنانے کا حکم نہیں دیا، اشارتاً

[1] بخاری: ۲۷۳۱، کتاب الشروط، باب الشروط فی الحرب.

[2] بخاری: ۷۲۱۷، الاحکام باب الاستخلاف، مسلم (۲۳۸۶) فضائل الصحابة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلافت کی راہنمائی کرنے کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تردید کب کی ہے، اس لیے ہم نے کہا ہے، خلافت صدیقی کا اشارہ ہے، واضح حکم نہیں، کرمانی رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے، اس حدیث سے خلافتِ صدیق پر استدلال کیا جاتا ہے۔ [1]

امام نووی رحمہ اللہ کا استدلال:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات تک صریح حکم سے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا، اہل سنت والجماعت کا بھی یہی مسلک ہے۔ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے انعقاد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا ہے اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شرف و فضل کی بنا پر خلافت میں انہیں مقدم رکھا، اگر ان کی یا ان کے علاوہ کسی دوسرے کی خلافت پر واضح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوتا تو پھر انصار اور غیر انصار کے درمیان خلافت کے بارے میں قطعاً تنازع بپا نہ ہوتی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم جس کو یاد ہوتا اور وہ اسے سناتا تو سب اس کی جانب رجوع کرتے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت کے بارے میں انہوں نے اختلاف کیا، یہ ظاہر دلیل ہے کہ واضح حکم خلافت کے بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ تھا، اس لیے انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کیا اور معاملہ انہی کی خلافت پر آن ٹھہرا۔ [2]

امامت سے خلافت پر اشارہ:

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری نے شدت اختیار کی تو میں کچھ مسلمانوں کے ساتھ آپ کے پاس حاضر تھا، بلال رضی اللہ عنہ آتے ہیں اور نماز پڑھانے کی آپ کو دعوت دیتے ہیں، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' عبداللہ کہتے ہیں، میں باہر آیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں تشریف فرما تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر نہ تھے، میں نے کہا، اے عمر! کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو نماز پڑھاؤ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے ہیں اور اللہ اکبر کہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رفیع الصوت تھے، جب انہوں نے قراءت شروع کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز پہچان لی، پوچھا ابوبکر کہاں ہیں؟ نہ تو اللہ تعالیٰ اسے تسلیم کرتے ہیں، اور نہ ہی مسلمان تسلیم کریں گے، دو مرتبہ آپ نے یہ جملہ دوہرایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ نماز پڑھاؤ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا چکے تھے، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہی نماز پڑھائی۔ [3]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، وہ تو ایک رقیق القلب آدمی ہیں، جب آپ کے مقام پر کھڑیں ہوں گے تو وہ لوگوں کو نماز پڑھانے کی ہمت نہ پائیں گے، وہ تو روتے ہی جائیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز

---

[1] فتح الباری: ۱۳/ ۳۴۵. [2] شرح مسلم: ۱۵/ ۱۲۲۰.

[3] ابوداؤد: (٤٦٦٠) کتاب السنة، باب استخلاف ابی بکر، وحسنه الارناؤوط وصححه الالبانی و صحیح ابی داود: ۳۸۹۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا، تم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی کہو، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی کہہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رک جاؤ، تم بھی یوسف علیہ السلام کو ورغلانے والیوں کی مانند مجھے بھی راہِ حق سے ورغلانا چاہتی ہو، میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔'' ❶

لاؤ میں تحریر لکھ دوں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ آپ کے ایّام بیماری کی بات ہے کہ بلاؤ ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو بھی میں ایک تحریر نامہ لکھ دوں، کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس معاملہ میں کوئی آرزو کرنے والا آرزو نہ کرے اور کوئی یہ کہہ دے کہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں اگر کوئی یہ کہے گا بھی تو اسے نہ تو اللہ تعالیٰ تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی ایماندار تسلیم کرتے ہیں، وہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی تسلیم کرتے ہیں۔'' ❷

ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال ہوا، میں سن رہا تھا کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ منتخب کرتے تو کس کو کرتے انہوں نے جواب دیا: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ چنتے، پوچھا گیا، ان کے بعد اگر کسی کو خلیفہ بناتے تو کس کو بناتے؟ تو جواب دیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناتے۔'' ❸

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے معلوم نہیں میں کتنی مدت تمہارے درمیان زندہ رہوں گا، میرے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا۔'' ❹

واضح ترین اشارہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، جس بیماری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، اس میں بیٹھ کر خود آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا فرمائی تھی۔ ❺ یہ سب سے واضح ترین اشارہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً نیابت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیش فرما دیا۔

حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اشارے

جب کوئی عظیم حادثات رونما ہونے والے ہوں تو ان سے پہلے ایسے اشارات اور علامات کا ظہور ہوتا ہے، جو ان کے جلدی ہی وقوع پذیر ہونے کو نمایاں کرتے ہیں۔

❶ بخاری: ٦٧٩، کتاب الاذان، مسلم: ٤١٨، کتاب الصلاة.

❷ بخاری: ٧٢١٧، الاحکام، باب الاستخلاف، مسلم: ٢٣٨٧، فضائل الصحابة.

❸ مسلم: ٢٣٨٥، فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنه.

❹ ترمذی: ٣٦٦٣، فی المناقب، باب مناقب ابی بکر، حسن صحیح.

❺ احمد: ٦/ ١٥٩، اسناده صحیح، احمد شاکر) حسن صحیح: ترمذی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸ھ میں مکہ فتح ہو چکا تھا، جو کہ علاقہ کا مرکز تھا، ۹ھ میں وفود آ رہے ہیں اور عرب کے جزیرہ کے کونے کونے سے اسلام قبول کرنے کی صدا بلند ہو رہی ہے اور سرنگوں ہو کر لوگ جزیہ دے رہے ہیں اور ۹ھ میں ہی غزوۂ تبوک کے لیے نبی ﷺ روم کے لشکرِ جرار کو مرعوب کرنے کے لیے اس کی سرحد پر جاتے ہیں، وہ آپ کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں پاتا، بلکہ راہ فرار اختیار کرتا ہے، تمام جزیرۂ عرب اسلام کی قوت کے سامنے سرافگندہ ہے، یہ نتیجہ تھا، نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پے در پے کوششوں کا جو آپ نے دس سال تک متواتر اسلام کی سربلندی کے لیے جاری رکھیں۔

یہ تمام علامات ظاہر کر رہی تھیں کہ رسول اکرم ﷺ کی مہم آخری مراحل میں ہے اور آپ ﷺ نے پیغامِ رسالت پہنچا دیا ہے اور یہ امانت ادا کر دی ہے، امت کو مکمل نصیحت کر دی ہے اور راہِ شریعت پر امت کو گامزن کر دیا ہے، لوگ اب ایسی شاہراہ روشن پر رواں دواں ہو چکے ہیں، جس کی رات بھی روز روشن کی مانند سفید ہے، اب اگر کوئی ہلاکت و گمراہی میں گرتا ہے، تو یہ نہیں کہ اسے حق سمجھ نہیں آیا، بلکہ اس کی کجروی نے اسے گرایا ہے، نبی اکرم ﷺ اپنی اجل اور وقت مقررہ کے قریب ہونے کے خود ہی اشارے فرما رہے تھے، جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اکرم ﷺ نے یمن کی جانب روانہ کیا، تو میرے ساتھ ہی مجھے الوداع کرنے کے لیے باہر تشریف لائے اور ساتھ ساتھ وصیت فرما رہے تھے، کیفیت یہ تھی کہ رسولِ اکرم ﷺ سواری کے ساتھ چل رہے تھے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سوار تھے، جب وصیت سے فارغ ہوئے، تو فرمایا: ''اے معاذ! ہوسکتا ہے، میری اور تمہاری اس سال کے بعد ملاقات نہ ہو اور شاید تم میری مسجد یا قبر کے پاس سے ہی گزرو، یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی جدائی کے غم سے آبدیدہ ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے مدینہ کی جانب رخ تاباں پھیر کر کہا، مجھے سب سے زیادہ پیارے اور عزیز، متقی لوگ ہیں، خواہ کوئی بھی ہوں اور کہاں بھی ہوں۔'' [1]

دو مرتبہ قرآن پاک کا دور کیا:

یہ بھی اشارہ تھا کہ آپ ﷺ ہر سال رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے، لیکن عمر کے آخری سال میں بیس راتوں کا اعتکاف کیا اور جبریل علیہ السلام رمضان میں آپ ﷺ سے ایک مرتبہ دور کرتے تھے، لیکن آخری سال میں دو مرتبہ دور کیا اور نبی ﷺ ۱۰ ہجری میں حج کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا: ''حج کے طریقے سیکھ لو شاید میں تمہیں اس سال کے بعد نہ ملوں اور آپ نے لوگوں سے الوداعی انداز پر بات کی۔'' [2]

اور عرفات میں یہ آیت آپ پر نازل ہوئی، جو ہماری اس بات کی تائید کرتی ہے کہ وفات کے قریب ہونے کے اشارے مل رہے تھے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ: ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور اسلام کو بطور دین میں

---

[1] احمد و صحح الالبانی، صحیح الجامع: ۲۰۱۲. [2] مسلم: ۸/ ۱۷۲، کتاب الحج.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نے پسند کر لیا۔"

ایک بندے کو دنیا یا آخرت کی زندگی کے انتخاب کا اختیار:

مضبوط ترین اشارہ یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، اور کہا: "ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور جو اللہ کے پاس ہے، اس کے درمیان اختیار دیا ہے، جو چاہے منتخب کر لے اس بندے نے جو اللہ کے پاس ہے، اسے پسند کر لیا ہے۔"

یہ بات سن کر حضرت ابوبکر وہیں آبدیدہ ہو گئے، ہم بہت حیران ہوئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بندے کے اختیار کا ذکر کر رہے ہیں اور حضرت ابوبکر آبدیدہ ہو رہے ہیں، رونے کا کیا مطلب ہے؟ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ راز کھلا کہ وہ اختیار آپ کو دیا گیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ علم والے اور دور اندیش تھے۔ [1]

بیماری کا آغاز:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتداء اس وقت ہوئی کہ آپ ایک دن بقیع کے قبرستان سے ایک جنازہ سے واپس تشریف لائے، میرے سر میں درد ہو رہا تھا، میں سر پکڑے بیٹھی پکار رہی تھی کہ، ہائے میرے سر میں بہت شدید درد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عائشہ میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے، ہائے میرا سر! اور پھر تسلی دیتے ہوئے کہا: اے عائشہ! اگر تم مجھ سے پہلے وفات پا جاؤ، تو کوئی نقصان نہیں، میں تمہیں خود غسل دوں گا کفن پہناؤں گا۔" اور نمازِ جنازہ پڑھوں گا اور تجھے خود قبر میں اتاروں گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

یہ سب کچھ کرنے کے بعد آپ پھر دوسری کسی بیوی کی جانب چلے جائیں گے، یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیر لب مسکرائے، بس اس دن سے وفات والے مرض کا آغاز ہوا۔ [2]

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آخری لمحات:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان سوموار کی فجر کو مصروفِ عبادت تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں نماز پڑھا رہے تھے، اچانک حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا پردہ کھلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نظرِ الفت سے دیکھ رہے ہیں، وہ صف باندھے نماز ادا کر رہے ہیں، پھر کھل کر مسکراتے ہیں، اتنی دیر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے پاؤں صف میں کھڑے ہونے کے لیے حرکت کرتے ہیں، ان کا خیال تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں اور ادھر مسلمان اتنی مسرت و شادمانی میں ڈوب جاتے ہیں کہ قریب تھے کہ نماز توڑ کر محبوب کا دیدار کریں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے ساتھ اشارہ کیا کہ نماز مکمل کرو، یہ کہا اور حجرہ میں اندر ہو کر پردہ لٹکا لیا۔ [3]

---

[1] احمد: ۳/ ۱۸، ابن ابی شیبہ: ۱۲/۶ بخاری، مسلم میں دوسری سندوں سے ہے، اس سند سے نہیں۔

[2] ابن ماجہ: ۱٤٦٥، وحسنہ الالبانی، صحیح ابن ماجہ: ۱۱۹۷.

[3] بخاری: ٤٤٤٨، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(تبصرہ) قارئین کرام! جناب صدیق رضی اللہ عنہ کے مؤدب ہونے پر غور فرمائیں، اسی ادب کی بناء پر تو ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے مصلیٰ پر کھڑا کیا ہے اور اپنے نائب کی حیثیت سے امامت پر فائز کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھنے اور ثابت رہنے کا حکم دیتے ہیں، مگر آپ کے قدم پیچھے ہی جاتے ہیں، اور جب امید نہ رہی کہ آپ آئیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا آگے بڑھو وہی پیچھے ہٹنے والے قدم کس طرح تیزی سے آگے بڑھتے ہیں۔ [1]

نزعِ رواں اور صحابۂ کرام کی بے تابی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن میرے پاس آئے، ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیئے بیٹھی تھی، میں نے بھانپ لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں، میں نے پہچان لیا کہ آپ مسواک کی خواہش کر رہے ہیں، میں نے کہا، مسواک دوں، آپ نے سرِ اقدس سے اشارہ کیا ہاں، میں نے عبدالرحمٰن سے مسواک پکڑ کر آپ کو دی، وہ سخت تھی، میں نے کہا، نرم کر دوں، اشارہ فرمایا: ہاں، میں نے منہ میں ڈال کر نرم کر دی اور آپ نے دانتوں پر پھیرنا شروع کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پانی کا ایک برتن تھا، اس میں آپ ہاتھ ڈالتے اور اپنے چہرے مبارک پر پھیرتے اور زبان سے کہہ رہے تھے، اے میرے اللہ! مجھے بلند رفاقت میں جگہ عطا فرما، آپ کا ہاتھ جھک گیا اور داعی اجل کو لبیک کہا اور آخری بات رفیق اعلیٰ تھی، جو زبان سے ادا کی۔ [2]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دردمندی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کافی بوجھل تھی اور غشی پر غشی آ رہی تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ جگر سوز منظر دیکھ کر کہتی ہیں، ہائے میرے ابا جان کو بہت تکلیف ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا، آج کے بعد تیرے باپ کو کبھی تکلیف نہ ہوگی، جب آپ نے وفات پائی تو کہنے لگیں: اے ابا جان! اپنے رب کے بلاوا کو قبول کر لیا ہے۔ اے ابا جان! آپ کا ٹھکانا جنت الفردوس ہے۔ اے ابا جان! ہم جبریل علیہ السلام کو آپ کی موت کی خبر دیتے ہیں کہ وحی کا مہبط سینہ آج خاموش ہو گیا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا تو کہنے لگیں:

اے انس! ہائے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنے کو کیسے جی چاہا تھا!!! [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اظہارِ صدمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس وقت ہوئی، جب آپ میری گود میں تھے، میں نے دیکھا کہ آپ انگلی اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں: "**بَلِ الرَّفِيقَ الْأَعْلَىٰ**" تین مرتبہ کہا کہ بلند رفاقت چاہتا ہوں، میں نے جان لیا کہ آپ ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ [4]

---

[1] مدارج السالکین: ۲/ ۳۹۲.
[2] بخاری: ۷/ ۷۴۵، المغازی.
[3] بخاری: ۷/ ۷۶۶، ابن ماجه: ۱۶۳۰، کتاب الجنائز.
[4] بخاری: ۴۴۶۳، المغازی، باب آخر ما تکلم به النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کی وفات کا یقین نہ آتا تھا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، وہ دن جس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اس دن مدینہ کی ہر چیز چمک اٹھی تھی اور وہ دن جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اس دن مدینہ کی ہر چیز پہ تاریکی چھائی تھی اور درو دیوار سے اداسی جھلکتی تھی، ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈال کر ہاتھ جھاڑ تو رہے تھے، لیکن ہمارے دل تسلیم نہ کر رہے تھے کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیا ہے۔ [1]

وفاتِ نبوی پر مسلمانوں میں اضطراب کا سمندر:

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مسلمانوں میں اضطراب کا سمندر تلاطم خیز تھا، بعض تو دہشت سے عقل وحواس ہی کھو بیٹھے اور جو بیٹھا تھا وہ بیٹھ ہی گیا، اس میں اٹھنے کا یارا نہ تھا، بعض ایسے تھے جن کی زبان ہی قوتِ گویائی سے بے بس اور لاچار ہوگئی اور بعض ایسے مخبوط الحواس ہوئے کہ آپ کی موت سے صاف انکار کر دیا۔ [2]

ان دلفگار لمحوں میں بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دلاسہ دیا:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پُر یقین اور پُر اعتماد لہجہ سخت ترین مصیبت کی گھڑیوں میں بھی ان کا اعتماد آسمان اور زمین پیدا کرنے والے اللہ پر اتنا پختہ اور اعلیٰ تھا کہ تصور سے باہر ہے، اگر کوئی بہ چشم خود دیکھنا چاہتا ہے، تو ہم اسے دعوت دیتے ہیں، اس قیامت خیز اور زلزلہ آمیز گھڑی کو دیکھیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ کی رفاقت کو پسند کرتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہتے ہیں، زندگی اور زندہ انسانوں کی دنیا سے سامان سفر باندھ کر راہِ آخرت پر روانہ ہوتے ہیں، اس آزمائش کی بھٹی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اللہ پر یقین و اعتماد کندن بن کر نمودار ہوتا ہے، اتنا یقین محکم کہ اس میں ذرہ برابر خلل نہیں آتا، بلکہ مزید بڑھتا ہے اور جزع وفزع نہیں کرتے، بلکہ ہمت بندھاتے ہیں، اس حادثۂ جانکاہ کے نیچے دبتے نہیں، بلکہ آپ کے بعد اپنی ذمہ داریوں اور کارگزاریوں میں ثابت قدمی اور دانشمندی اور پوری قوت سے ادا کرنے کے لیے اٹھان لیتے ہیں۔

وفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حوصلہ اور یقین اس قدر قابل اعتماد چٹان کی بلندیوں پر ٹھہرتا ہے کہ دوسرے کسی کے بس کی بات نہیں کہ اتنی عزیز ترین متاع گرانمایہ چھن جائے اور حواس قائم رہیں، یہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی عطائے الٰہی تھی اور کسی کے بس کی بات نہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سنح جگہ پر جو مدینہ کے باہر بالائی جگہ تھی، وہاں تھے، آپ کی موت کی اطلاع پا کر وہاں سے گھر آنے کے لیے روانہ ہوئے، اتنی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی اور اس پر ان کا

---

[1] ترمذی: ۱۳/ ۱۰٤، المناقب و صحیحه الالبانی. [2] لطائف المعارف: ۱۱۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقین تھا، آپ کی وفات نے ایسا اثر ڈالا اور کہا عن قریب اللہ تعالیٰ آپ کو بھیجے گا اور مجرموں کو سزا دیں گے، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر امن قائم کریں گے، اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں اور سیدھے رسول اکرم ﷺ کی میت مبارک والی چارپائی پر جاتے ہیں اور رخ تاباں سے کپڑا ہٹاتے ہیں اور آبدیدہ ہو کر پیشانی چوم لیتے ہیں اور خراج عقیدت پیش کرتے ہیں آپ کی حیاتِ مبارکہ بھی گزری تو خوب تھی اور اب موت ہوئی، تو آپ پھر بھی اچھے ہیں، واللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتوں سے شاد کام نہیں کریں گے، یہی موت کا وقت تھا، جو آ گیا، اب باہر تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو قسمیں اٹھا اٹھا کر کہہ رہے تھے، آپ ﷺ کو موت نہیں آئی، ان سے مخاطب ہوتے ہیں، اے قسمیں اٹھانے والے بھائی، ٹھہر جاؤ! اور گفتگو کا آغاز کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اب خاموش ہو گئے اور بیٹھ گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا خبردار رہو! جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، وہ جان لے کہ محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، وہ جان لے کہ وہ زندہ رہنے والا ہے، اسے کبھی موت نہ آئے گی اور یہ آیات تلاوت کیں:

﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴾ (الزمر : ٣٠)

''یقیناً آپ کو بھی موت آنے والی ہے، یہ بھی مرنے والے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ (آل عمران : ١٤٤)

''محمد ﷺ رسول ہیں، ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر گئے، کیا اگر آپ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں، تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھرے گا وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز نقصان نہ پہنچائے گا، عن قریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے۔''

یہ آیات سننے کی دیر تھی کہ لوگ تو بچوں کی مانند بلک بلک کر رونے لگے، ہر آدمی کی زبان پر یہ آیات تھیں اور وہ تلاوت کر رہا تھا، گویا تقریباً سات سال پہلے اترنے والی میدان احد والی یہ آیات آج نازل ہوئی تھیں، اب انہیں یقین ہوا کہ رسول اکرم ﷺ ہم سے بچھڑ چکے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب میں نے ان آیات کی تلاوت سنی تو میں تو بے جان ہو گیا اور پاؤں پر کھڑا ہونے کی سکت نہ پا رہا تھا، زمین پر بیٹھ گیا، کیونکہ مجھے اب یقین ہوا تھا کہ نبی اکرم ﷺ تو عالم جاودانی کو سدھار چکے ہیں۔ [1]

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے یقینِ محکم کی نگاہِ شاہین کی مانند باریک بین تھی، جو لمحہ بھر میں اس راز کی گہرائی تک دیکھ لیتی تھی، جو بعد میں حادثہ کی صورت اختیار کرنے والا ہوتا تھا، جس کے سامنے ہمتیں پست ہو جاتی ہیں اور ایسے ہولناک حادثات کو پہلے ہی بھانپ جاتی اور سلامتی کی راہیں تلاش کر لیتی تھی۔ ''اے اللہ کے لشکرو! اے اللہ کے دین کے

[1] بخاري: ٤٤٥٤، کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاته اور بخاري: ٣٦٦٧، کتاب فضائل صحابه.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

علمبردارو! اٹھو! اس روشن آفتاب سے راہنمائی لو، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یقین ہی تھا، جس نے مضطرب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو اس دلخراش اور ہوش و حواس گم کر دینے والے واقعہ سے بے جان ہو چکے تھے، انہیں نیا جذبہ اور پختہ عزم عطا کیا۔'' ❶

خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت:

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد مہاجروں اور انصار کے درمیان خلافت کے معاملہ میں عظیم حادثہ اور فتنہ رونما ہوا، حالانکہ ہم مکمل طور پر یقین رکھتے ہیں کہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اعمال اور محنت کا صلہ صرف اللہ تعالیٰ سے چاہتے تھے، لیکن پھر بھی آخر انسان تھے، خلافت کے معاملہ میں تو تکار ہوئی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ صورت حال پیدا ہوئی کہ انصار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی وہاں پہنچے اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے، انصار کہہ رہے تھے کہ ایک امیر ہم سے ہو اور ایک امیر مہاجروں میں سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بات کرنا چاہی، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں خاموش کرا دیا، حضرت عمر کہتے ہیں: ''واللہ! میں نے ایسی بات تیار کی تھی، جو مجھے بہت اچھی طرح ذہن میں آئی تھی، مجھے اندیشہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں تک رسائی نہ حاصل کر سکیں گے، حضرت ابوبکر کے کہنے پر میں خاموش رہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بات کا آغاز کیا، دو امیروں کی تقرری درست نہیں، ہم میں سے امیر ہوگا اور تم اس کے وزیر ہوں گے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرے دل والی بات ہی کہی۔'' حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''واللہ! ہم ایسا نہیں کریں گے، بات وہی ہے کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہوگا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، امیر ہم ہوں گے اور وزیر تم ہوں گے۔

قریش عرب میں سے خاندان کے لحاظ سے بہترین لوگ ہیں اور ان کا حسب و نسب بہت ہی بلند و بالا ہے، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرو، یہ سنتے ہی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''نہیں'' بلکہ اے ابوبکر! ہم تمہاری بیعت کرتے ہیں، کیونکہ تم ہمارے سردار ہو، اور ہم سے بہتر ہو اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز تر ہو، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور بیعت کرتے ہیں، اسکے بعد تمام لوگ بیعت کرنے لگ جاتے ہیں، دریں اثنا ایک نے کہا، سعد بن عبادہ کی مرضی یہ نہ تھی، وہ تو تم نے مار دیئے، ان کے پلے کیا چھوڑا ہے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، انہیں اللہ تعالیٰ نے مارا ہے، ہم نے نہیں، یعنی جو حضرت ابوبکر کی بیعت کی مخالفت کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے۔ ❷

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب یہ آواز بلند ہوئی کہ ایک امیر ہم سے اور ایک امیر مہاجروں میں سے ہوگا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس آئے اور کہا، یہ کیا کہہ رہے ہو، تمہیں علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ لوگوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں، اب تمہاری طبیعت کیسے پسند کر رہی ہے کہ ابوبکر پر کسی اور کو ترجیح دو؟ یہ

❶ صلاح الامة: ٥/ ٨٩ سید حسین. ❷ بخاری: ٣٦٦٧.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سن کر سب نے کہا، اللہ کی پناہ کہ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کسی اور کو ترجیح دیں۔ ❶

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر کے متعلق کہا گیا کہ انہیں امیر مان لو تو حضرت عمر نے کہا، میری گردن اڑا دی جائے، یہ پسند کرلوں گا، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ترجیح پا کر امیر بنوں، یہ پسند نہیں کرتا۔'' ❷

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت لینے کے بعد دوسرے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں منبر پر تشریف فرما ہوئے اور مسجد لوگوں سے بھری پڑی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطاب فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا:

''لوگو! میں نے کل جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کا مشورہ دیا تھا، یہ کوئی ایسی دستاویز نہیں، جو کتاب اللہ میں ہے اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے، آپ ﷺ نے اس بارے میں حکم اس لیے نہیں دیا کہ آپ کو علم تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب تمہارے درمیان چھوڑ رہا ہوں، جس نے خود رسولِ اکرم ﷺ کی راہنمائی کی ہے، اگر تم اسے مضبوطی سے تھام رکھو گے، تو تم بھی ہدایت سے ہمکنار رہو گے، اس لیے میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تمہارا اکٹھ اس بہترین انسان کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں ہوا ہے، جو رسول اکرم ﷺ کے یارِ غار تھے، اٹھو! اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرو، چنانچہ سب مسجد میں جمع ہونے والوں نے بیعت کی۔ ❸

خلافت کے بعد عظیم دستور کا اعلان

بیعت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پہلا خطاب جو انہوں نے زمام خلافت سنبھالنے کے بعد کیا وہ یوں ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، کہا: اما بعد:

''لوگو! میں تم پر خلیفہ مقرر کیا گیا ہوں، میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کام کروں، تو تم میرے دست بازو بن کر معاون بن جاؤ اور اگر میں غلط کام کروں، تو میری کجی کو سیدھا کر دو، صداقت امانت ہے، اور جھوٹ خیانت ہے، ان شاء اللہ تم میں سے کمزور میرے نزدیک طاقتور ہے، میں اس بے بس کا حق واپس دلا کر رہوں گا اور تم میں سے جو طاقتور ہے، وہ حق نہ مارے، میرے نزدیک وہ کمزور تر ہے، ان شاء اللہ میں اس سے حق لے کر رہوں گا۔''

''جو قوم اللہ کی راہ میں جہاد چھوڑ دے، اسے اللہ تعالیٰ ذلت سے دوچار کرتے ہیں اور جس قوم میں بے حیائی اور زنا کاری عام ہو جائے، انہیں آزمائشوں اور مصیبتوں اور بیماریوں میں مبتلاء کر دیا جاتا ہے، اس وقت تک میری اطاعت کرو، جب تک میں اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت کرتا ہوں اور جب

❶ نسائی: ۲/ ۷٤، احمد: ۱/ ۲۱، حاکم: ۳/ ٦۷ و صححه ووافقه الذهبی.

❷ ابن هشام، اسناده صحیح، ابن کثیر فی البدایه. ❸ ابن هشام: ٤/ ۲۸۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اللہ تعالیٰ کی اور رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی کروں، تو پھر تم پر میری اطاعت کرنا لازم نہیں، اب نماز کا وقت ہوا چاہتا ہے، اٹھو اور بارگاہِ رب العزت میں نماز ادا کرو، اللہ تم پر رحم کرے۔“ ❶

انمول پند و نصائح:

حضرت عبداللہ بن حکیم کہتے ہیں کہ ہم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطاب کیا، فرمایا اما بعد:

”میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہوں اور یہ حکم دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اہل ہیں، اسی طرح ان کی تعریف کرو، ترغیب کے ساتھ وعید کو یاد رکھو، اور اللہ تعالیٰ سے الحاح وزاری سے مانگو، کیونکہ اللہ تعالیٰ زکریا علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کی تعریف کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے تھے ارشادِ ربانی ہے:

﴿ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ﴾ (الانبیاء: ۹۰)

”یقیناً یہ خیرات اور بھلائیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں خوف اور رغبت سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے خشوع کرنے والے تھے۔“

اے اللہ کے بندو! جان لو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمہ کچھ اپنے حقوق رکھے ہیں اور ان کے بارے میں تم سے عہد و پیمان باندھ رکھے ہیں اور تم سے اس حقیر سی فانی دنیا کے عوض، آخرت کی گرانقدر حیات جاودانی کا سودا کیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے، اس کا نور کبھی نہ بجھے گا، اس کے قول کی تصدیق کرو اور اس کی کتاب پر عمل کر کے نصیحت حاصل کرو اور روزِ قیامت کی تاریکی کے لیے ضیاء پاشی پیدا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور تمہارے اوپر کراما کاتبین بٹھا رکھے ہیں، جو تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں اور لکھ رہے ہیں: اے اللہ کے بندو! جان لو! تم اس موت کی طرف رات دن سفر کر رہے ہو، جس کا علم تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے، اگر یہ کر سکو کہ تمہاری عمر اللہ کی رضا کے کاموں میں بسر ہو، تو ایسا ضرور کرو، مگر یہ تم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی کر سکو گے، اپنی عمر میں جو مہلت ملی ہے، یہ ختم ہونے سے پہلے پہلے جلدی نیک اعمال کر لو، کہیں برے اعمال کی جانب نہ چل پڑنا، کچھ لوگ ایسے ہیں، جنہوں نے اپنی عمر غیروں کے نام کر دی اور خود کو بھول گئے، میں تمہیں ایسا بننے سے منع کرتا ہوں۔ نجات کے لیے جلدی کریں، تمہارے پیچھے ایک ایسا طالب لگا ہوا ہے جس کا معاملہ بہت تیز رفتار ہے، اس لیے جلدی اپنے بچاؤ کا سوچیں۔ ❷

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں مسلمانوں کو مخاطب کیا اور کہا:

”اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے حیاء کرو، واللہ! میں نے جب سے رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، میں جب بھی قضائے حاجت کے لیے نکلتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتے ہوئے میں اپنا سر ڈھانپ کر نکلتا ہوں۔“ ❸

❶ البدایه والنهایه:٥/٢٤٨، اسناده صحیح۔ ❷ صفة الصفوه: ١/١٠٦۔

❸ مکام الاخلاق، ابن ابی دنیا: ٢٠۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تواضع و انکساری کے تابناک نقوش، نابینا بڑھیا کی خدمت کون کرتا ہے:

ابو صالح غفاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مدینہ کے ایک کونہ میں ایک نابینا بڑھیا کا خیال رکھا کرتے تھے، اس کا کام کاج کر دیتے اور پانی وغیرہ کا انتظام کرتے تھے اور اس کے دیگر امور بھی سرانجام دے دیتے تھے، پھر ایسا ہونے لگا یہ آتے تو ان کے آنے سے پہلے ہی کوئی اس کے کام کر جاتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نگرانی کی کہ یہ کون ہے؟ دیکھا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے حالانکہ جب یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں، یہ اس دن خلیفہ تھے، حضرت عمر نے دل میں کہا، یقیناً ابوبکر! میرا خیال تھا یہ تم ہی ہو سکتے ہو۔

دودھ کون دھوئے گا:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت سے پہلے اپنے قبیلہ کے لوگوں کی بکریاں دھویا کرتے تھے، جب خلافت پر براجمان ہوئے، تو قبیلہ کی ایک لڑکی کہنے لگی، اب ہماری بکریوں کا دودھ کون دھوئے گا؟ جب یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سنی تو کہا: ''بیٹی! میں تمہاری بکریوں کا دودھ ضرور دھوؤں گا، امید ہے، یہ خلافت مجھے میرے رفاہی کاموں اور عادات سے نہیں روک سکے گی اور خلافت کے بعد بھی اسی طرح ان کی بکریوں کا دودھ دھوتے رہے، اور یہاں تک پوچھ لیتے، بچی! دودھ پر جھاگ لاؤں، یا بغیر جھاگ کے ہی دھو دوں، جس طرح وہ کہتی، تو اسی طرح کا دودھ دھو دیتے۔'' [1]

میں ثواب چاہتا ہوں:

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے علاقہ شام کی جانب حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت عمرو بن عاص اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا، تو ان امرائے لشکر کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل چل رہے تھے کہ انہیں الوداع کہہ رہے تھے، اسی طرح ثنیۃ الوداع تک چلتے رہے، تو ان امراء نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! ہم سوار ہیں اور آپ پیدل ہیں، فرمایا: ''کوئی بات نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اٹھنے والے قدموں کو میں باعث اجر تصور کرتا ہوں۔'' [2]

عدل و انصاف کے آفتاب:

آیئے! ہم آپ کے سامنے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف کے روشن پہلو اجاگر کریں، جو بھی مسلمانوں کا سرپرست ہو، آپ کا یہ پہلو اس کے لیے قندیل راہ ہے۔

سب سے بڑا عدل صدیقی یہ تھا کہ عطاء و نوازش اور مال کی تقسیم میں انہوں نے اپنی تمام رعایا کو برابر رکھا ہے اور جو نیکیوں میں ان میں سے ایک کو دوسرے پر برتری تھی، اس کا انہیں آخرت میں بدلہ ملے گا اور جنت میں درجات بلند ہوں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''کہ میرے ابا محترم نے ایک سال مال میں سے آزاد شخص کو دس دس درہم

---

[1] اسد الغابہ: ۳/ ۳۲۵، حسن، ابن کثیر، کنز الاعمال: ۱۴۰۷۷۔

[2] بیہقی: ۹/ ۵۸، ابن عساکر۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دیئے، تو غلام کو بھی دس دس درہم دیئے، آزاد عورت کو بھی اتنے ہی اور لونڈی کو بھی دس درہم دیئے، پھر دوسرے سال مال تقسیم کیا تو انہیں بیس بیس درہم دیئے۔'' ❶

سہیل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''خلافت صدیقی میں کچھ مال حاصل ہوا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے تقسیم کیا، ہر آدمی کو وہ مال سینکڑوں کے حساب سے آیا، اس میں بھی مساوات رکھی، آزاد، غلام، مرد، عورت، چھوٹا، بڑا سب برابر تھے، جنہیں مال دیا۔'' ❷

ہر خوبی والے صدیق رضی اللہ عنہ:

سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کیا ہی کہنے، ایک ایسے عظیم پیشوا ہیں، اور اتنا بلند کردار کہ کوئی خوبی ایسی نہیں، جو ان کے دامن زیبا پر نہ سجی ہو اور ہر شرف و فضل ان کا طرۂ امتیاز ہے، اپنی خلافت کے آغاز میں ایسے معجز نما کلمات کہے گویا ان کا ایک ایک حرف حکمت کی ترازو میں تول کر نکالتے ہیں۔''

واہ! کیا خوب ہیں، صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی ہمنوائی اور موافقت حرفی یا لفظی ہی نہ تھی، بلکہ تمام ظروف و حالات میں اور تمام میلانات کی گردش و حرکت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطابقت تھی اور رقت قلبی میں دیگر تمام لوگوں سے برتر تھے۔ ابتدائے خلافت میں ہی ایک واقعہ سخت امتحان بن کر سامنے آیا، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر چلنے اور عدالت کرنے کا کڑا امتحان تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاتی ہیں اور فدک کی زمین کے پلاٹ کا مطالبہ کرتی ہیں کہ یہ میرے باپ کی وراثت ہے، یہ مجھے دو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: ''کہ ہم جو انبیائے کرام کا گروہ ہیں، ہم کسی کو مال میں اپنا وارث نہیں چھوڑتے، جو ہمارا ترکہ ہے، وہ صدقہ کر دیا جاتا ہے۔'' ❸

''واللہ! جو کام بھی میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے، میں اسی پر کار بند رہوں گا، اگر میں آپ کے کسی بھی حکم سے روگردانی اختیار کروں گا، تو میں کج رو ہو جاؤں گا۔''

یہ حدیث انہوں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دی، حالانکہ انہیں علم تھا یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر اور پیاری بیٹی بہت زیادہ رعایت کی مستحق ہے، لیکن انہوں نے صحیح و برحق بات ان تک بھی پہنچا دی۔

واہ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عبقری ایمان رکھتے ہیں، دل کو پسیج دینے والی رقت سے لبریز شخصیت بھی جناب صدیق رضی اللہ عنہ کو شاہراہ عدل سے نہ ہٹا سکی۔ ❹

---

❶ ابن سعد: ۳/ ۱۹۳، طبقات. ❷ طبقات: ۳/ ۲۱۲ حسن لغیرہ.

❸ ابن سعد: ۸/ ۳٦۷، اسنادہ صحیح، اس کی اصل بخاری: ۳۰۹۲ میں ہے۔

❹ ترطیب الافواہ: ۱/ ۱۱۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احتیاط وتقویٰ میں بے مثال کردار:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا، وہ آپ کو کچھ حصہ دیا کرتا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کمائی سے کھالیا کرتے تھے، ایک دن وہ کچھ لے کر آیا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کھایا ہے، غلام نے کہا، جانتے ہو یہ کیا کھایا ہے؟ کہا، کیا ہے؟ اس نے کہا، جاہلیت میں میں نے کہانت کا اٹکل لگا کر بتایا تھا، میں کہانت اچھی طرح جانتا تو نہیں تھا، میں نے اسے دھوکہ ہی دیا تھا، کہ کام ہوگیا تو ٹھیک ہے، نہ ہوگا نہ سہی، چنانچہ اس کا کام ہوا ہے، اس کے عوض اس نے مجھے یہ چیز دی ہے، جو آپ نے کھائی ہے، یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ منہ میں داخل کیا قے کی اور جو کچھ پیٹ میں تھا باہر نکال دیا۔ [1]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا، جو کہ غلہ لاتا تھا، ایک رات وہ کھانا لایا، اس سے لقمہ پکڑا اور تناول کرلیا، غلام نے کہا:

آپ پہلے روزانہ پوچھتے ہو کہ کہاں سے لائے ہو، آج نہیں پوچھا کہاں سے لائے ہو؟ حضرت ابوبکر نے کہا، مجھے سخت بھوک تھی، اس لیے بغیر پوچھے کھا گیا، اب بتاؤ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا، میں جاہلیت میں ایک قوم کے پاس سے گزرا، انہیں دم کیا، انہوں نے مجھے کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا، آج میں ان کے پاس سے گزرا ان کی کوئی شادی تھی، انہوں نے مجھے یہ کھانا دیا ہے، جس سے آپ نے لقمہ لیا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، تو تو مجھے ہلاکت میں ڈال رہا تھا، اور حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنا شروع کر دی، لیکن وہ لقمہ باہر نہ آ رہا تھا، ان سے کسی نے کہا، یہ پانی پیتے جائیں، تو باہر آئے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک تھال منگوایا اور پانی پینا شروع کیا اور قے کر کے جو لقمہ تھا، اسے باہر نکالا، ان سے کسی نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، ایک لقمہ کی خاطر اتنی زیادہ تکلیف میں مبتلا ہوئے ہو، فرمایا: ''اگر یہ نکالتے ہوئے میری جان بھی نکل جاتی، میں نے پھر بھی اسے نکالنا تھا۔'' [2]

رقتِ قلب والے صدیق رضی اللہ عنہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، چلیں ہم حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت ہی کر آئیں، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے، وہ یاد تازہ کریں، جب یہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے، تو وہ رونے لگیں، ان دونوں نے پوچھا، ام ایمن کیوں آبدیدہ ہوئی ہو، اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یاد آئے ہیں، تو یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دینے کے لیے اس دنیا سے بدرجہ ہا بہتر چیزیں ہیں، ام ایمن نے کہا، یہ تو مجھے خوب علم ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا و بخشش دی ہے، وہ بہت ہی بہتر ہے، میں اس پر آبدیدہ نہیں، یہ تو مجھے یقین ہے اور تسلی ہے،

---

[1] بخاری: ۳۸۴۲، مناقب الانصار، باب ایام الجاهلیة.

[2] ابو نعیم فی الحلیه: ۱/ ۳۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں تو اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ آپ کے جانے سے جو وحی آسمان سے نازل ہوا کرتی تھی، وہ منقطع ہوگئی ہے، یہ سن کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی رونے لگے اور نہایت ہی رقت آمیز روئے۔ [1]

صدیق رضی اللہ عنہ کی رقتِ آمیزی کے سامنے کفر بھی جھک گیا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مکہ میں سے ہجرت کے لیے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سامانِ سفر کندھے پر رکھا، تو ابن دغنہ آپ کو واپس مکہ میں لے آیا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد تعمیر کی اس میں نماز پڑھتے اور قرآنِ پاک کی قرأت و تلاوت میں مصروف رہتے، مشرکوں کے معصوم بچے اور عورتیں متاثر ہوکر حیران کن انداز پر ٹوٹ پڑتے، تلاوت سنتے اور نماز پڑھتے انہیں دیکھتے، کیوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو آنکھوں پر ضبط نہ رکھتے، زار و قطار رونے لگتے۔ [2]

دنیا سے بے رغبتی:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پینے کے لیے پانی طلب کیا، آپ کے پاس شہد ملا کر پانی لایا گیا، تو جب اسے نوش کرنے کے لیے منہ کے قریب لائے، تو رونے لگے، اردگرد بیٹھے بھی رونے لگے، کچھ سنبھلے، لیکن اردگرد والے سنبھل نہ سکے، روتے جا رہے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر رونا شروع ہوگئے، ساتھیوں میں پوچھنے کی ہمت نہ تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ صاف کیا، تو اب دوستوں نے پوچھا، اتنا زیادہ رونے کا سبب کیا ہے؟ تو بتایا کہ میں ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، اچانک آپ ایسے تھے، جیسے کسی چیز کو دور ہٹا رہے ہوں اور فرما رہے تھے، مجھ سے دور ہو جا، لیکن مجھے کچھ بھی نظر نہ آرہا تھا، میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کسی چیز کو اپنے سے دور کر رہے ہیں، لیکن میں نے کسی کو دیکھا نہیں، آپ کس کو دفع کر رہے تھے؟ فرمایا، دنیا اپنی تمام رعنائیوں اور زیبائیوں کو لیے میرے سامنے مجسم بن کر آئی، میں نے اس سے کہا تھا، تو مجھ سے دور ہو جا، تو وہ دور چلی گئی ہے۔'' اس نے مجھ سے کہا ہے: ''اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! واللہ! اگرچہ آپ میری طرف متوجہ نہیں ہوئے، لیکن آپ کی امت جو آپ کے بعد ہے، وہ مجھ سے چھٹکارا نہ پائے گی۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ واقعہ میرے حاشیہ خیال پر ابھرا تھا، جس کی وجہ سے میں رقت آمیز رونے لگا کہ کہیں یہ دنیا مجھے اپنی کشش میں جذب نہ کر لے۔'' [3]

لشکر اسامہ کی روانگی میں بے مثل جذبۂ اطاعت شعاری:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبائل عرب کی کثرت مرتد ہوگئی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جیسی باہمت جماعت کی یہ

---

[1] مسلم: ٢٤٥٤، فضائل الصحابة، باب فضل ام ایمن.

[2] بخاری: ٣٩٠٥، مناقب الانصار: باب هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابه الی المدینه.

[3] حاکم، بزار، اسناده، جید عراقی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالت تھی، جیسا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے نقشہ کشی کی ہے کہ ہم لوگ ایسے تھے، جیسے بغیر چرواہے کے بکریوں کا ریوڑ ہوتا ہے اور مدینہ منورہ اپنی وسعتوں کے باوجود سمٹ کر ایک تنگ وادی کی مانند نظر آتا تھا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافت پر براجمان ہونے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا لشکر روانہ کیا، یہ وہی لشکر تھا، جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے کچھ دیر پہلے قضاعہ قبائل کی تادیب اور سرزنش کے لیے روانہ کیا تھا، کیونکہ قبائل مسلمانوں کے خلاف رومیوں کی دوستی اور معاونت میں مصروف ہو چکے اور زید بن حارثہ اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت کا سبب بنے تھے، لیکن یہ لشکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور وفات کی کشمکش میں روانہ نہ ہوا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کا آغاز اس لشکر کو روانہ کرنے سے کیا۔

ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی تفصیلات یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ یہ اپنی سرپرستی میں شام کے علاقہ بلقاء کی جانب لشکر لے کر جائیں، یہ وہ مقام تھا، جہاں حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر، حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ یہ اسامہ جائیں اور اس علاقہ کی زمین پر حملہ آور ہوں، ابھی یہ لشکر جُرف جگہ تک ہی پہنچا تھا اور وہاں خیمہ زن ہوا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت زیادہ ہی ناساز ہوگئی، یہ لشکر وہیں ٹھہر گیا، وہیں تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثۂ دلفگار رونما ہوا۔

اس کے بعد صورت حال بہت سنگین ہوگئی، معاملہ ہاتھ سے نکلتا نظر آ رہا تھا، مدینہ منورہ میں نفاق سر اٹھانے لگا، مدینہ کے گردونواح کے قبائل میں سے بعض قبائل نے ارتداد اختیار کرلیا، بعض نے یہ اعلان کیا کہ ہم جناب صدیق رضی اللہ عنہ کو زکوۃ نہیں دیں گے، نماز جمعہ سے سرتابی ہونے لگی، صرف مکہ و مدینہ میں جمعہ ادا ہوتا تھا، حالانکہ بحرینِ علاقہ میں جواثی بستی ایک ایسی بستی تھی، جہاں حرم کے بعد سب سے پہلے جمعہ کا انتظام ہوا تھا۔

ہاں بنوثقیف جو طائف میں تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سنگباری کرنے والے انہوں نے جب سے راہِ حق کو اپنایا تھا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی مرتد نہ ہوئے تھے اور نہ ہی انہوں نے راہِ فرار اختیار کی تھی، بلکہ ثابت قدم رہے۔

الغرض اس انارکی، اور افراتفری اور پریشان کن معاملات نے گھیر لیا، تو جناب صدیق رضی اللہ عنہ کو زیادہ تر لوگوں نے یہی رائے دی کہ لشکر اسامہ کو روک لیا جائے، روانہ نہ کیا جائے کیونکہ اس کی یہاں بہت ضرورت ہے، یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تیار کیا تھا، اس وقت تو حالات سازگار تھے، اب ناخوشگوار ہیں، لہٰذا لشکر اسامہ روک لیا جائے، یہ مشورہ دینے والوں میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے زیرک اور دور اندیش انسان بھی شامل تھے۔

لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ کو روکنے سے سخت انکار کیا اور کہا: واللہ! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام یا فیصلہ پر گرہ دی ہے، میں اسے نہیں کھولوں گا اور جو آپ نے عزم فرمایا تھا، میں اس سے سرمو پیچھے نہ ہٹوں گا۔ سن لو: اگر مدینہ کے اردگرد سے آ کر درندے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور پرندے میرا گوشت نوچ کر لے جائیں اور امہات المومنین جیسی مقدس خاتونوں کے پاؤں میں کاٹنے کے لیے کتے دوڑیں میں لشکر اسامہ روانہ کر کے رہوں گا، اس کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدینہ کے گردو نواح میں چوکیدار مقرر کر دیئے اور انہیں حکم دیا وہ پہرہ سخت کر دیں، کوئی دشمن نقصان نہ پہنچائے۔

بعد میں ثابت ہوا کہ لشکر اسامہ کا روانہ ہونا نہایت ہی مناسب اور مستحسن اقدام تھا، اور اسی میں مصلحت تھی، کیونکہ یہ لشکر جس قبیلہ کے قریب سے گزرتا وہ مرعوب ہوجاتے اور کہتے، یہ تب ہی نکلے ہیں جبکہ مدینہ میں امن ہے، حالانکہ مدینہ میں ان کی اشد ضرورت ہے، یہ بہت مضبوط ہیں اور ان کی قوت میں ذرہ برابر دراڑیں نہیں پڑیں، یہ لشکر ستر یا چالیس دن تک میدان میں اترا رہا جب واپس لوٹا تو صحیح وسلامت اور مال غنیمت لے کر لوٹا تھا اور یہ مال اور یہی لشکر پھر بعد میں مرتدوں اور زکوۃ کے منکروں کے مقابلہ میں کام آیا۔

لشکر اسامہ کے لیے صدیقی ہدایات:

اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لشکر اسامہ کے پاس آئے اور اسے الوداع کہا، یہ منظر بھی بہت ہی ایمان افروز ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل چل رہے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سوار تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سواری کی لگام تھامے ہوئے ہیں، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! واللہ! یا تو آپ بھی سوار ہوجائیں، وگرنہ میں سواری سے اتر جاتا ہوں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کمال اخلاص سے جواب دیا، ناں تو تم اترو اور نہ ہی میں سوار ہوں گا، اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرے قدم ایک گھڑی دو گھڑی غبار آلود ہوجائیں گے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ غازی کے لیے ایک ایک قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔اور سات سو درجات بلند ہوتے ہیں۔اور سات سو خطائیں معاف ہوتی ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب الوداع کے مقام تک پہنچ گئے تو کہا۔ اے اسامہ! اگر آپ مناسب سمجھو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ میری معاونت کے لیے مدینہ میں ہی رہنے دو۔تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی۔

لشکر اسامہ کے لیے سنہری جنگی اصول کی وصیت:

اس کے بعد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لشکر اسامہ کو بہترین اصولِ جنگ کا توشہ دیتے ہیں جو راہِ جنگ میں نہایت ہی عمدہ زادِراہ ہے۔اور انہیں دستور معرکہ آرائی سے آشنا کرتے ہیں اس سے زیادہ پاکیزہ اور اعلیٰ واشرف اور عدل وانصاف والا دستور سوائے تاریخ اسلام کے اور کہیں نہیں ملتا۔انہیں مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: ”اے لوگو! ٹھہرو! میں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔انہیں حرزِ جان رکھنا بھول نہ جانا۔“

اے نوجوانانِ ملت! خیانت نہ کرنا، مال غنیمت میں دھوکہ نہ کرنا، غدر نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا، عمر رسیدہ بوڑھوں اور عورتوں کو نہ مارنا، کھجور کے درخت نہ کاٹنا اور نہ ہی انہیں جلانا اور نہ ہی پھل آور درخت کو کاٹنا، بکری، گائے اور اونٹ فقط کھانے کی ضرورت کے تحت ذبح کرنا اور تمہارا اگزر کلیساؤں میں بیٹھے فارغ لوگوں کے پاس سے ہوگا جب تک وہ اپنی تنہائی میں مگن ہیں تمہیں نقصان نہ دیں تو تم انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دو۔

اب یہ لشکر اسامہ اللہ تعالیٰ کی امان اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل اور اس کی تکمیل کے لیے روانہ ہوتا ہے، تو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس کے نہایت خوشگوار اثرات سرزمین عرب اور بیرون عرب پر ظاہر ہوئے جس قبیلہ کے قریب سے لشکر اسامہ گزرتا وہ اگر مرتد ہونے کا سوچ ہی رہے تھے تو رک گئے اور کہنے لگے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اگر ان کی قوت شکنی ہوئی ہوتی تو یہ مسلمان اب بیرون شہر جا کر لڑائی نہ کرتے ہمیں کچھ انتظار کرنا ہوگا، اور دیکھنا وسوچنا ہے کہ یہ رومیوں سے ٹکرائیں، اگر رومیوں نے ان پر غلبہ پالیا تو ہماری پریشانی ختم ہوئی وہی انہیں سمیٹ لیں گے، اگر اسامہ غالب آیا تو پھر اسلام کے پاؤں مضبوط ہیں پھر ہم اسلام کے سائے میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے لشکر اسامہ غالب ہوا، رومیوں کو اس میں شکست فاش سے دوچار کیا، اور بہت سارے رومی قتل ہوئے، اور لشکر اسامہ صحیح سالم واپس لوٹا، اس طرح ارتداد کے منتظر لوگ شاہراہِ اسلام پر مستقل گامزن رہے۔''[1] ہم دنیا کے باسیوں سے التماس کرتے ہیں اور خصوصاً وہ یورپ جو یہ پروپگنڈہ کررہا ہے کہ اسلام سختی اور دہشت سے پھیلا ہے، ہم انہیں دعوت فکر دیتے اور اسلام کا یہ حسین تصور پیش کرتے ہیں کہ وہ ان سنہری اصولِ جنگ پر غور کریں جو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے لشکر روانہ کرتے ہوئے بتائے تھے۔ یہ باتیں اور یہ ایمان واخلاق کے سانچے میں ڈھلے امن پرور اصول ان بہادروں اور میدانِ کارزار میں اترنے والوں کو بتا کے جا رہے ہیں جو کافروں اور مشرکوں کے خلاف انتقام کے کوہِ رسا شعلے بن چکے تھے اور اسلام کی سربلندی کے جذبات ان کے سینوں میں سیل رواں کی مانند موجزن تھے اور ان کے بازوئے شمشیر زن دشمن کی رگوں کو پکڑنے میں حرکت کرنے والے تھے۔ لیکن یہ شعلہ آرائی، یہ جذبات انتقام کا سیلاب اور بازوئے شمشیر زن ان ہدایات کے سامنے سرنگوں ہیں اور ہمیں اس لشکر کے ہر قدم پر ایمان واخلاق کی بہار اٹھتی دکھائی دیتی ہے، کفر کی تاریکیوں میں بھی ان ہدایات کا آفتاب ضیاء پاشی کرکے کرنے بکھرتا ہے، یہ سب اسلام ہی کی برکت ہے، اس کی ہی رحم لی ہے، کہ اس رحمت کے بحرِ بیکراں سے آج تک دنیا سکون حاصل کررہی ہے۔

مرتدوں کے خلاف صدیق رضی اللہ عنہ کی کاروائی:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: گردونواح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی اطلاع جب پہنچی تو قبائلِ عرب میں سے بہت سارے گروہ اسلام سے مرتد ہوگئے، اور زکاۃ دینے سے انکار کردیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے لڑائی کے لیے کمربستہ ہوگئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر ساتھیوں نے حضرت ابوبکر کو ان سے لڑائی نہ کرنے اور نرمی برتنے کا مشورہ دیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اونٹ کا گھٹنا باندھنے والی ایک رسی بھی دیا کرتے تھے وہ بھی دینے سے انکار کریں گے تو میں ان کے خلاف اعلان جہاد کروں گا۔

اسی موقع پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، آپ ان منکرینِ زکاۃ سے کیوں لڑائی کا اعلان کررہے ہیں جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے لوگوں سے اس وقت تک لڑائی کرنے کا حکم ملا ہے۔ جب تک یہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی نہ دیں۔ جب یہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیں گے تو یہ اپنے مال اور جان کو مجھ سے محفوظ کرلیں گے

---

[1] البدایہ والنہایہ: ۳۳۶/٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

،اور باقی ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔''

اس کے جواب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اگر یہ لوگ ایک رسی یا بکروٹا بھی بطور زکاۃ ادا کرتے تھے اسے بھی روک لیں تو میں ان کے اسے روکنے کے خلاف بھی لڑوں گا، زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ واللہ! جو نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں تفریق ڈالے گا میں اس سے بھی لڑوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''یہ جذباتِ ایمانی بپھرے ہوئے دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے یہی حق موقف ہے۔ [1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! ''لوگوں کی دلجوئی فرمائیں اور ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ اے عمر! مجھے تو آپ سے اپنی نصرت وحمایت کی امید تھی لیکن تم تو مجھے بے یارومددگار چھوڑ رہے ہو دورِ جاہلیت میں تو بہت سخت گیر تھے، اب اسلام میں حد سے زیادہ ڈھیلے پڑ رہے ہو۔''

عمر! وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا اور دین مکمل ہو چکا ہے، اب میں زندہ موجود ہوں اور دین میں نقص پیدا کیا جائے، میں تو کبھی ایسا نہ کرنے دوں گا، کیا تم نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے اس حصہ پر غور نہیں کیا کہ کلمہ کے بعد حساب اللہ کے ذمہ ہے مگر اس کا حق لیا جائے گا، اس کلمہ کے حق میں سے ہی نماز قائم کرنا ہے۔ اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ واللہ! اگر اس بارے میں عمر تم ہی نہیں، ساری کائنات کے لوگ بھی مجھے چھوڑ دیں گے، میں تنہا ہی منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف میدان میں اتر کر جہاد کروں گا۔'' [2]

اللہ تعالیٰ نے اس دین اور اس کی حفاظت کے لیے سراپائے خیر و برکت شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صورت میں پیدا کر دیا جو اس فتنہ کے طوفانِ بلاخیز کے مقابلہ میں کوہِ گراں بن کر ٹھہرے رہے، اور اس عظیم سپوت کے ایمان و یقین اور دین کے بارے میں گہری سوچ کا نقشہ بھی ابھر کر سامنے آتا ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان سجھائی نہ دینے والے بکھرے ہوئے معاملات کو اور بگڑے ہوئے حالات کو اپنی خصوصی نصرت و تائید سے سنبھلنے کی توفیق دی۔

جزیرۂ عرب کا کوئی بھی علاقہ ایسا نہ تھا جہاں کسی نہ کسی قبیلہ میں ارتداد کا زہر نہ پھیل چکا ہو، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کی جانب لشکر اور امراء روانہ کیے، جو اس علاقہ کے ایمانداروں کی معاونت کے لیے پہنچے، مشرکوں اور مومنوں کا جس میدان میں بھی سامنا ہوا اسی میں اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو غلبہ دیا، اور انہوں نے مرتدوں پر قابو پایا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی ہو رہا تھا بہت عظیم معرکہ آرائی ہوئی، مالِ غنیمت حاصل ہوا، جو بہت زیادہ مسلمانوں کی قوت کا باعث تھا، وہ لشکر مال غنیمت کا پانچواں حصہ جناب صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت مین بھیجتے تھے جو اسے

[1] بخاری ۷۲۸۴، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنة رسول اللهﷺ ٢٣ کتاب الایمان. [2] تاریخ اسلامی ۸٦/۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں پر صرف کرتے جس سے ان کی قوت میں اضافہ ہوا ،اور رومیوں اور دیگر عجمیوں کے خلاف جو ہمہ وقت جنگ آزمائی پر آمادہ رہتے تھے ان کے مقابلہ میں تیاری میں مدد ملی ،صدیقِ امت رضی اللہ عنہ خواب شیریں سے بے پرواہ ہوکر اسلامی لشکروں کو دائیں بائیں بھیج رہے تھے کہ اسلامی قواعد مضبوط ہوں اور دین سے بدکنے والے سرکش لوگ جو ہیں ان کی سرکوبی ہو اور حق پھر اپنی تابنا کی دکھائے اور جزیرۂ عرب اسلام کا گہوارہ بن جائے اور دورونزدیک میں اسلام کی وحدت کا پھریرا لہرائے۔

رب ارض وسماء کے فضل وکرم سے فتوحات اور کامیابیوں کا تسلسل جاری رہا اور مرتدوں پر غلبہ ہوا وہ سرنگوں ہوگئے اور رومیوں اور فارسیوں کے لشکر پس پا ہوئے ،اور مسلمانوں کی قوت کا اظہار ہوا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے زخموں سے چور چور مسلمانوں نے جنگی مہارت کا اظہار کرکے شوکت اسلام کا جلال برقرار رکھا اور ثمر آور فوائد حاصل کیے ان تمام کا سہرا جناب صدیق رضی اللہ عنہ کے سر ہے۔

قرآنِ پاک جمع کرنے کا تاریخ ساز کارنامہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں ایک بہت بڑا لشکر مسیلمہ کذّاب کے خلاف جنگ کے لیے بھیجا اس لشکر نے اس سے سخت معرکہ آرائی کی، اللہ تعالیٰ نے مسیلمہ کو رسوا کیا اور وہ قتل ہوا۔

اس جنگ میں صحابہ کرام میں سے حفاظ قرآن کی کثیر تعداد شہید ہوئی جو سات سو کے کم وبیش بتائی جاتی ہے، یہ معرکہ یمامہ کے علاقہ میں پیش آیا تھا ،اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرآن پاک جمع کرنے کی سوچ پیدا ہوئی کہ اگر اسی طرح یہ حُفّاظِ شہید ہوتے رہے تو قرآن محفوظ نہ رہے گا۔

آیئے! یہ واقعہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی زبانی سنتے ہیں جو کہ کاتبِ وحی تھے۔ [1]

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، یمامہ کے شہداء کے واقعہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے پیغام بھیجا کہ میری بات سنو، میں جب حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس تشریف فرما تھے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یمامہ میں بہت زیادہ حفاظ قرآن جام شہادت نوش فرماگئے ہیں، مجھے اندیشہ ہے اگر جنگوں میں اسی طرح ان کی شہادت کا سلسلہ جاری رہا تو قرآنِ پاک کا زیادہ تر حصہ کہیں ضائع نہ ہوجائے ،میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآنِ پاک کو جمع کرنے کا کسی کو حکم دیں تاکہ اس کی حفاظت کا بندوبست ہو۔"

حضرت زید کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی ہم وہ کام کیسے کریں جسے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "واللہ! یہ کام کرنے میں خیر ہی خیر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کافی تکرار کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کارخیر کے لیے میرا سینہ کھول دیا۔اور میری رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے مل گئی۔"

---

[1] ائمة الهدٰی ومصابيح الدجیٰ ص۲۰۳ شيخ محمد حسان.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک روایت میں ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا اور کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے قرآنِ پاک کو یکجا کرنے کا مشورہ دیا ہے اگر تمہاری رائے بھی ان سے مل جائے گی تو میں یہ کام کروں گا اور اگر تمہاری رائے نہ ملی تو پھر میں ایسا نہیں کروں گا، بلکہ پہلوتہی کروں گا۔لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسی بات کی کہ ہمیں انکار کی ہمت نہ ہوسکی ،فرمایا: ''اے ابوبکر! اے زید رضی اللہ عنہما اگر یہ کام کرو تو بہتر ہے کوئی حرج والی بات نہیں ۔پھر ہم دونوں نے غور وفکر کیا تو اسی نتیجہ پر پہنچے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اچھی ہے قرآن پاک جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔اس فیصلہ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید سے کہا کہ تم ایک خردمند اور دانا نوجوان ہو ہمیں تم پر اعتماد ہے اور تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی بھی رہے ہو، لہٰذا اب تم ہی یہ کام کرو قرآن پاک کی جستجو کرو اور اسے جمع کرنا شروع کردو۔''

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! اگر مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ حکم دیتے کہ ایک کوہِ گراں کو منتقل کرو یہ تو میرے لیے اتنا مشکل نہ تھا۔لیکن جو قرآن پاک جمع کرنے کا کہا تھا یہ کام بہت ہی مشکل تھا اب مجھے اس طے شدہ کام کرنے سے سرتابی کا یارانہ تھا لہٰذا میں نے کھجور کے چھال اور باریک پتھروں اور آدمیوں کے سینوں میں سے جہاں جہاں بھی قرآن پاک تھا وہاں سے تلاش بسیار کے بعد اسے جمع کرنا شروع کردیا حتی کہ (سورۃ توبہ ۱۲۸) آخری آیت نہ مل رہی تھی ،آخر یہ بھی حضرت ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس سے مل گئی یوں اس اہم کام کی تکمیل ہوئی ۔

جب یہ صحیفہ مکمل ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا آپ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا ان کی وفات کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا۔''[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عظیم انتخاب:

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دستِ حق پرست کو مرتدوں پر غلبہ کے اعزاز سے نوازا اور ان کے عہد تاریخ ساز میں فتوحاتِ اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوا اور ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو ہر خیر سے ہمکنار کیا تو احساس بیدار ہوا کہ بہتر یہی ہے میں اپنے بعد ایک ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کردوں جو اصلاح وتزکیہ کی راہ پر گامزن رہے ۔اور دعوتِ دین کی نشر و اشاعت پر قدم زن رہے اور لوگوں کی اس قدر اصلاح کرے کہ انہیں بازوؤں سے پکڑ کر ربِّ رحمان کی جنت کی راہ دکھائے ۔ یقیناً ایسے آدمی کا انتخاب جناب صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے ایک مستحسن قدم تھا اس سے آئندہ بننے والے خلیفہ کے بارے میں جو اختلاف کی آزمائش سے دوچار ہونے کا خطرہ تھا اس سے رہائی حاصل ہوسکتی تھی ،اسی لیے جناب صدیق رضی اللہ عنہ اس بارے میں بہت زیادہ فکر مند تھے کہ کہیں یہ منصب خلافت غیر مستحق آدمی کو نہ سونپ دوں کہ اس طرح یہ اہم امانت کہیں ضائع نہ ہوجائے ان کا زہد وتقویٰ کا معیار بھی بہت بلند تھا اس منصب کے اہل آدمی اور حقدار کی تلاش میں بہت اندیشہ ناک تھے کہ کہیں اس کے انتخاب سے پہلے پہلے موت کی آغوش میں نہ چلا جاؤں ۔کبھی تو انتخاب نہ کرنے کا ہی ذہن تیار ہوتا، اتنا محتاط تھے ۔لیکن

[1] بخاری: ٤٩٨٦، فضائل القران باب جمع القرآن ،ترمذی ابواب التفسیر، نسائی ص ٢٩٣/٥ فی المناقب.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رائے اسی جگہ پر ٹھہری کہ بعد میں خلیفہ کا انتخاب ہی بہتر ہے اب اس بارے میں نظر انتخاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ہی ٹھہری۔ ان کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے لینا شروع کی۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی رائے تھی کہ موجودہ تمام لوگوں میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی اس قابل ہیں مگر ان کی طبیعت میں سخت پن ہے۔ ڈر ہے کہیں رعایا پر سخت گیری نہ کریں لیکن اس جلیل القدر نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سخت گیری صرف اس بنیاد پر تھی کہ کوئی شخص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی یا آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف بولنے کی جرأت نہ کر سکے کافی سوچ بچار کے بعد جناب صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے اسی پر پختہ ہوگئی کہ خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حکم دیا کہ تحریر کرو۔ انھوں نے عرض کی کیا لکھوں؟ فرمایا لکھو۔

خلافت فاروق کی تحریر:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ دستاویز ہے جو ابوبکر بن ابی قحافہ نے اپنی زندگی کی آخری سانسوں میں اس دار فانی سے کوچ کرنے سے پہلے اور آخرت کی وادیوں میں داخل ہونے سے پہلے لکھوائی یہ ایسا وقت ہوتا ہے جب کافر، مومن، فاجر یقین سے بہرہ ور، اور کاذب، صداقت سے ہمکنار ہوجاتا ہے میں ان دشوار گزار لمحات میں تمہارے اوپر خلیفہ مقرر کر رہا ہوں۔ ابھی تنا ہی تحریر کروایا تھا کہ غشی طاری ہوگئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے از خود ہی آگے تحریر کر دیا کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تم پر خلیفہ مقرر کر رہا ہوں۔

اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوش میں آ گئے، فرمایا: ''عثمان جو لکھا ہے وہ پڑھو، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھا تو کہا اللہ اکبر! تم نے یہ خوف محسوس کیا ہوگا کہ اگر میری اسی غشی میں روح پرواز کر جائے گی تو لوگ اختلاف برپا کریں گے اس لیے تم نے حضرت عمر کا نام خود ہی لکھ دیا ہے، انھوں نے کہا ہاں یہی وجہ ہے یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خوشی کا اظہار فرمایا کہا: ''اے عثمان! اللہ تعالیٰ تمھیں اس تحریر کرنے پر اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دیں۔''

اور اس تحریر کو برقرار رکھا اور حکم دیا یہ تحریر لے کر لوگوں کے سامنے جاؤ اور ان سے کہو جس کا میں نے اس میں نام لکھوایا ہے۔ اس کے لیے بیعت کرو یہ اتنا واضح پیغام تھا سب لوگ جانتے تھے کہ جن کے لیے بیعت لینے کا حکم جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے اس میں لکھا ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور کون ہو سکتا ہے۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے قیمتی نصیحت:

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن سابط بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا:

[1] طبقات:٣/ ١٤٨، فیه ا لواقدی، تاریخ طبری:٢/ ٢٥٢، من طریق الواقدی، المنتظم :٤/ ١٢٥، بیهقی:٨/ ١٤٩، باسناد حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے عمر! تقویٰ اختیار کرنا اور جان رکھو اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے اعمال مقرر کیے ہیں جو دن میں کرتے ہیں جنھیں وہ رات کے وقت قبول نہ کرے گا صرف دن میں ہی قبول کرے گا اور کچھ عمل ایسے ہیں جو رات میں ہم پر مقرر کیے ہیں انھیں دن میں قبول نہیں کرتا صرف رات ہی میں قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نفلی عبادت تب قبول کرتے ہیں جب فرائض ادا کیے جائیں۔ روزِ قیامت نیکی کی ترازو اس کی بھاری ہوگی جو اس دنیا میں حق کی اتباع کرے گا اور حق کا بول بالا کرے گا اور یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ کل روزِ قیامت حق میزان میں رکھا جائے گا تب ہی یہ میزان وزنی ہوگی اور روزِ قیامت جس کی ترازو ہلکی ہوگی اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس نے اس دنیا میں باطل کی اتباع کی ہوگی اور یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ جس ترازو میں باطل ہوگا وہ ضرور ہلکی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا ذکر کیا ہے تو ان کے ساتھ نیک اعمال کا ذکر کیا ہے ہمیشہ فکر مند رہنا کہ میں کہیں جنت والوں سے پیچھے نہ رہ جاؤں۔

اور اللہ تعالیٰ نے دوزخ والوں کا ذکر کیا ہے تو ان کے بدترین اعمال کا بھی ذکر کیا ہے، جب تم ان دوزخ والوں کا ذکر کرو تو کہو مجھے امید ہے کہ میں ان کے ساتھ شمار نہیں ہوں گا اس طرح بندہ کو جنت کی رغبت اور دوزخ سے خوف کی عادت برقرار رہتی ہے نہ تو اللہ تعالیٰ سے غلط آرزو رکھی جائے اور نہ ہی اس کی رحمت سے مایوسی اپنائی جائے۔

''اے عمر! اگر تم میری اس وصیت کو نظر کے سامنے رکھو گے تو موت جو آنے والی ہے اور اب پردۂ غیب میں ہے اس کا تمھیں کوئی خوف نہ رہے گا، بلکہ محبوب ہوگی اور اگر میری اس وصیت کو تم نے یاد نہ رکھا تو موت تمھیں خوفزدہ کرے گی اور ناپسند ہوگی لیکن تم پسند کرو یا نہ پسند کرو موت تو آ کر ہی رہے گی اس سے کوئی کہاں بھاگ سکتا ہے لہٰذا میری وصیت نہ بھولنا۔''[1]

عقلمند ترین انسان:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''لوگوں میں سے فہم و فراست میں سب سے زیادہ بڑھ کر تین افراد ہیں۔

۱: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، جب انھوں نے گہری سوچ بچار کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا۔

۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گھر لے جانے والی خاتون۔

۳: عزیز مصر حضرت موسیٰ علیہ السلام والی خاتون نے کہا تھا اے ابا جان! انھیں اجرت پر رکھو یہ بہتر، قوی اور امانتدار آدمی ہے۔ باپ نے کہا تم نے اس کی قوت کا کیا دیکھا ہے؟ کہا ہماری بکریوں کو پانی پلانے کے لیے یہ کنوئیں کے پاس آئے تھے اس پر چٹان تھی جسے آدمیوں کی کافی تعداد اٹھا سکتی تھی لیکن انھوں نے تنہا اٹھا لیا۔

باپ نے کہا: ان کا امانت میں کیا دیکھا ہے؟ کہا جب آپ کے پاس لانے کے لیے ان کے سامنے چل رہی تھی تو انھوں نے مجھے اپنے پیچھے کر دیا یہ امانتداری ہے۔

اور عزیز مصر کی فراست یہ ہے کہ اس نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں غور و فکر کیا اور بیوی سے کہا: اس کا ٹھکانا اچھا

[1] حلیة لابی نعیم:٣٦/١، صفة الصفوة: ١/ ١٢٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنا، ہوسکتا ہے یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا ہی بنالیں گے۔'' (یوسف:۲۱) [1]

دنیائے فانی سے کوچ کا وقت:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے طویل زندگی گزاری، جو محبت، قربانی، فدائیت اور عدل و ایثار سے بھرپور تھی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ جناب صدیق رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر دراز ہوگئے تاکہ رب رحمٰن کی اعلیٰ بہشتوں میں تخت پر آمنے سامنے بیٹھ کر اپنے حبیب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کریں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مرض کا آغاز اس طرح ہوا کہ سرد دن تھا انھوں نے غسل کیا اس کے بعد آپ کو بخار ہوا، پندرہ دن تک بخار رہا، اتنے بیمار ہوئے کہ نماز کے لیے بھی تشریف لے جانے کے قابل نہ رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھائیں۔

لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تیمار داری کرتے تھے اور خصوصاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو بیماری میں ہمہ وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مگن تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں فرماتے ہیں: دیکھو......!! جب سے میں نے خلافت کا قلمدان سنبھالا ہے اس وقت سے میرے مال میں جتنا اضافہ ہوا ہے میری وفات کے بعد جو خلیفہ مقرر ہو وہ سب مال اسے بھیج دینا۔ وہ اضافہ ہم نے دیکھا ایک نوبی غلام تھا جو چھوٹے بچوں کی نگرانی کرتا تھا اور باغ کو سیراب کرنے کے لیے ایک اونٹ تھا یہ سامان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا یہ سامان دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا: ابوبکر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو انھوں نے اپنے بعد زمامِ اقتدار سنبھالنے والے کو بہت ہی مشکل میں ڈال دیا ہے اتنی باریکی کے ساتھ کون حساب کتاب رکھ سکے گا۔'' [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے مرض الموت کا ہی یہ واقعہ بیان کرتی ہیں کہ میں ان کے ہاں حاضر ہوئی آپ پر ایسی حالت زار طاری تھی جو ایک مرنے والا بے قراری میں مبتلا ہوتا ہے اسے برداشت کر رہے تھے اور سینہ میں سانس حرکت کر رہی تھی۔ میں نے یہ شعر کہا:

لَعَمْرُكَ مَا يُغْنِيْ الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتٰى
اِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَ ضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

''جب جان نکلتے وقت سانس اٹکنے لگے اور سینہ تنگ ہو جائے تو جوان کی ثروت و دولت کسی کام کی نہیں،

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غضبناک نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کہا اے ام المومنین! ایسا نہیں، سچی بات یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿١٩﴾﴾

[1] مصنف ابن ابی شیبہ:۸/۵۷۵، مستدرك حاكم:۳/۹۰، وصححه الذهبی.

[2] صفة الصفوة: ۱/۱۰۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''موت کی غشی سچ بن کر نمودار ہوگئی، یہ ایسی چیز ہے، جس سے روگردانی نہیں ہوسکتی۔''

پھر فرمایا: ''اے عائشہ! تم مجھے میرے تمام گھر والوں سے زیادہ محبوب ہو، میں نے تمہیں ایک باغ دیا تھا، اس کے بارے میں میرے دل میں کچھ تردد سا اٹھا ہے، اسے وراثت کے مال میں ہی شمار کر لینا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اچھا میں اسے وراثت میں لوٹا دوں گی۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں جب سے مسلمانوں کا سرپرست بنا ہوں، میں نے ان کا نہ تو کوئی دینار کھایا ہے اور نہ ہی درہم کھایا ہے، صرف پیٹ بھر کر سادہ روٹی کھائی ہے اور تن ڈھانپنے کے لیے موٹا سا لباس پہنا ہے، مسلمانوں کے مال سے صرف یہ حبشی غلام اور یہ پانی اٹھانے والا اونٹ اور یہ سادی سی چادر میں نے ضرور استعمال کی ہے، جب میری وفات ہوجائے، تو یہ چیزیں بھی اے عائشہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجنا اور دامن جھاڑ لینا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی ہدایت پر عمل کیا، جب ایلچی یہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو ان کے آنسو چھلک پڑے اور زمین پر بہنے لگے اور چار مرتبہ کہا، ابوبکر! ''تم پر اللہ تعالیٰ رحمت کرے، تم نے بعد والوں کو بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔'' [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب تھا، تو کہا، میں نے بیت المال سے دورِ خلافت میں وہ بھی حضرت عمر کے اصرار پر صرف چھ ہزار درہم خرچ کیے ہیں، فلاں جگہ پر میرا باغ ہے، اسے فروخت کر کے یہ اداء کرنا، جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات واقع ہوگئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی اس بات کا ذکر کیا گیا، تو حضرت عمر نے کہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ رحم کریں، ان کی خواہش یہ تھی کہ ان کی زندگی کے بعد کسی کو بات کرنے کا موقع نہ رہے۔ [2]

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کل مدتِ مرض پندرہ دن ہے، ۱۳ھ، جمادی اخریٰ کی بائیس تاریخ اور سوموار کا دن منگل کی رات تھی، اپنی لختِ جگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس دن فوت ہوئے تھے، انہوں نے کہا، سوموار کے دن یہ سن کر فرمایا، ہوتا تو وہی ہے جو اللہ کی مرضی ہو، میں امید رکھتا ہوں، شاید اس شب میں دنیا میں نہ رہوں گا اور پھر پوچھا، تم نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟ کہا، یمن کے بُنے ہوئے تین کپڑے تھے، اس میں نہ تو قمیض تھی اور نہ ہی پگڑی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیٹی سے کہا، مجھے اس کپڑے میں کفن دینا دیکھ لینا اگر اس میں کوئی زعفران وغیرہ کا داغ ہو تو اسے دھو لینا اور دو کپڑے اس کے ساتھ اور بھی ملا لینا، اس طرح تین کپڑوں میں مجھے کفن دینا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، ابا جان! یہ تو پرانا اور بوسیدہ کپڑا ہے، ہم نئے کپڑے میں کفن دیں گے، فرمایا، نہیں مردہ سے زیادہ زندہ کو نئے کپڑوں کی ضرورت ہے، یہ تو قبر میں خاک میں مل جائے گا اور فرمایا، اگر میری وفات آج سوموار کو ہوجائے، تو مجھے دفن کرنے میں تاخیر نہ کرنا کہ کل پر ملتوی نہ کرنا مجھے اسی دن یا رات میں آغوشِ موت میں جانا پسند ہے، جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت واقع ہوئی تھی۔ [3]

---

[1] طبقات: ۳/ ۱۴۶، ورجاله ثقات.
[2] المنتظم: ۴/ ۱۲۷، عن ابن سعد، ورجاله ثقات.
[3] مسند احمد: ۴۵، اسناده صحیح احمد شاکر.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس پر سب کا اتفاق ہے، مسنون عمر یعنی تریسٹھ برس کی عمر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی ان کی ولادت عام الفیل کے تین سال بعد ہوئی تھی، اس حساب سے وفات مسنون عمر میں ہی بنتی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے غسل دیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی وصیت فرمائی تھی کہ مجھے میری بیوی اسماء غسل دے۔ [2] اور آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا گیا، اس کی بھی وصیت کر رکھی تھی اور نمازِ جنازہ آپ ہی کے مقرر کردہ خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور قبر میں اتارنے کے لیے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم نیچے لحد میں اترے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے قریب آپ کا سر رکھا گیا اور لحد کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ ملا دیا گیا، رضی اللہ عنہ یوں یہ امت کا قیمتی ہیرا زمین میں ہمیشہ کے لیے دفن کر دیا گیا۔

وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تاریخی خراجِ عقیدت:

حضرت اسید بن صفوان بیان کرتے ہیں کہ وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چادر میں ڈھانپ کر رکھا گیا، آج پھر مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں اسی طرح آہ و بکا کا طوفان بپا تھا، جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بپا ہوا تھا، اس موت نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے زخموں کو تازہ کر دیا تھا، اتنے میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آتے ہیں، جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک پڑی تھی، اس کمرہ میں کھڑے ہوجاتے اور کہتے ہیں، اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کریں، تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مالوف و مانوس تھے، اور تم آپ کے لیے سامانِ راحت تھے، قابل اعتماد ساتھی اور آپ کے مشیر اور راز دان تھے، آپ سب سے اول اسلام لانے والوں میں سے تھے اور آپ کا ایمان سراپائے اخلاص تھا، تمہیں اللہ تعالیٰ پر کامل یقین تھا اور تم خوف خدا سے لبریز تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں عظیم تر تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ اور اسلام کے گرویدہ تھے، اور شرف صحابیت میں خوب تر تھے، اور تمہارے مناقب و فضائل شمار سے باہر ہیں اور نیکیوں میں سبقت میں تم سب سے بہتر ہو اور بلندی درجات میں تمہارا کوئی ثانی نہیں۔ سیرت و کردار میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہہ ہو، تمہارا منزل و مرتبہ اشرف ہے، تمہارا درجہ اکرم و ارفع ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات کی بہترین جزاء دیں جو تم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی خدمت کی ہے، جب لوگوں نے تکذیب کی تم نے اس وقت بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کان اور آنکھ ہو، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں صدیق کے لقب سے متصف کیا ہے، فرمایا:

﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ﴾ (الزمر: ۳۳)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچائی لے کر آئے اور تم نے اس کی تصدیق کی۔''

آہ! جب لوگوں نے بخل سے کام لیا، تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غمخواری کی، لوگ جب سختیوں سے ہمت ہار گئے، تمہارے پاؤں میں لرزش نہ آئی، تم نے ہر مصیبت میں آپ کا ساتھ دیا، تم یارِ غار ہو اور تم وہ ہو، جن پر سکون و اطمینان

[2] طبقات: ۳/ ۲۰۳، و اسنادہ صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نازل ہوا اور تم راہِ ہجرت کے ہمسفر ہو، اللہ تعالیٰ کے دین اور آپ کی امت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہو، جب لوگ دین سے مرتد ہوئے تم نے نیابت کا حق خوب ادا کیا، جو کسی بھی نبی کے خلیفہ سے ادا نہ ہو سکا، تم اس وقت کمر بستہ رہے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ ضعف کا شکار ہوگئے اور جب دوسرے پست ہمت ہوئے، تم نمایاں ہو کر ابھرے، جب انہوں نے کمزوری کا اظہار کیا، تم نے قوت کا مظاہرہ کیا، جب دوسرے شکستہ دلی کا داغ چاٹ رہے تھے، تم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ وسنت کو لازم پکڑا۔

آہ! تم بقول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدن میں ضعیف و ناتواں تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں طاقتور اور توانا تھے، تم اپنے دل میں تواضع والے تھے، لیکن اللہ کے ہاں تم عظیم ہو اور لوگوں کی نگاہوں میں بھی جلیل القدر اور بڑائی والے ہو، تمہارے خلاف کوئی زبان عیب نہ کہہ سکی اور نہ ہی چغلی کر سکی اور نہ ہی تم نے کسی کی جانبداری کی، کمزور و ذلیل تمہارے نزدیک قوی تھا، حتی کہ تم نے اسے حق دلوایا، رشتہ اور غیر رشتہ دار تمہارے نزدیک برابر تھے، تمہارے نزدیک ترین وہ ہوتا تھا، جو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ متقی اور تابع فرمان تھا، تمہیں حق وصداقت سے واسطہ تھا اور بس اور نرم گوئی تمہارا لازمی خاصہ تھا، اور تمہارا ہر معاملہ حلم اور احتیاط سے آراستہ تھا اور تمہاری ہر رائے علم وعزم سے پیراستہ تھی، دین تمہاری وجہ سے راہِ اعتدال پر رہا اور ایمان کو قوت ملی، اور حکم الٰہی نمودار ہوا، واللہ! تم بہت آگے بڑھ گئے ہو اور دوسروں کو کوسوں میل پیچھے واماندہ چھوڑ گئے ہو اور تم ہر چیز میں کامیاب ہو، میں تمہاری جدائی میں یہی کہہ سکتا ہوں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

آہ! ہم نے اپنے اللہ کی رضا اور قضا وقدر کے فیصلہ کو تسلیم کر لیا ہے۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

واللہ! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اتنا بڑا مصائب کا کوہِ گراں مسلمانوں پر کبھی نہیں گرا، تم دین کے لیے پناہ، حفاظت گاہ اور غار تھے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملائیں اور ہمیں اس صدمہ کے اجر سے محروم نہ کریں اور نہ ہی تمہارے بعد گمراہ کریں۔ یہ خراج عقیدت لوگ ہمہ تن گوش ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سن رہے تھے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بات ختم کی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رونے لگے، حتی کہ ان کی صدائیں بلند ہوئیں اور کہنے لگے: ''اے علی رضی اللہ عنہ! تم نے سچ کہا ہے۔'' [1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا تمام روئے زمین کے باسیوں کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے، تو ان کا ایمان بڑھ جائے گا۔ کاش! کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ کے بالوں میں ایک بال ہوتا۔ [2]

رضی اللہ عنہ وعن سائر الصحابة رضی اللہ عنهم

[1] التبصره ابن جوزی: ١/ ٤٧٧.

[2] المطالب العالیه: ٤٢٩٢، زیاداتِ مستد مسدد ورجاله ثقات.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عظیم انتخاب

خوبیوں کا گلدستہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا، تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے، لیکن میرے بعد نبوت ختم ہے۔''

عمر بن خطاب جن کا لقب فاروق ہے، جن کے ذکر سے محفلوں میں مہک پیدا ہوتی ہے، یہ مقولہ ان پر صادق آتا ہے، جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اس سے ہر شی ڈرتی ہے کیونکہ عمل کے مطابق ہی جزاء ہوتی ہے۔ ہاں، وہی فاروق ہے، قرآن پاک کی تلاوت سن کر جس پر غشی طاری ہوا کرتی تھی اور وہیں گر جاتے تھے اور اسے اٹھا کر گھر لایا جاتا تھا کہ خوف خدا سے باہر نہ آسکتے تھے لوگ اس کی تیمارداری کے لیے جایا کرتے اور بیمار نہ ہوتے تھے، خوف خدا سے نڈھال ہوکر گر پڑتے تھے، خوف الٰہی نے اس کا یہ حال کر دیا تھا کہ آنسوؤں کی آبشار نے اس کے چہرے پر آنکھوں کے نیچے سیاہ گڑھے بنا دیئے تھے۔ گویا یہ کیفیت تھی۔ [1]

دیکھ اے دیدۂ تر! یہ تو میرا چہرہ ہے
سنگ کٹ جاتے ہیں پانی کی جہاں دھار گرے

ہاں یہ وہی فاروق اعظم ہیں، لوگو ں نے جب اسلام پوشیدہ رکھا تو انہوں نے کھل کر اسلام کا اعلان کیا سب کچھ پاس تھا لیکن قمیض پیوند زدہ پہنی، آپ جس گلی میں سے گزر جائیں شیطان وہ گلی چھوڑ جاتا ہے۔ کتاب اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے، اور اللہ کی راہ کے مجاہد اور ایک عظیم منتظم تھے، اور ان کا وجود مثالی وجود تھا اور دل لبھا لینے والے مردوں میں سے اور اخلاق کے پیکر تھے عدل پروروں کا ذکر کیا جائے تو یہ سب سے بڑے عدل گستر تھے۔ ہاں یہی فاروق ہیں جو بیدار رہتے اور لوگ آرام کی نیند سوتے تھے۔ اور خود بھوکے رہتے اور لوگوں کو سیر کرتے تھے۔ ہاں یہ وہی فاروق ہیں جو بڑوں کو باپ، عمر والوں کو بھائی، اور چھوٹوں کو اولاد کا درجہ دیتے تھے، بڑوں کی باپ کی مانند تعظیم کرتے تھے، ہم عمر حضرات کو بھائی کی محبت دیتے اور اپنے سے چھوٹوں کو بچوں کا پیار دیتے تھے۔

[1] الجزاء من جنس العمل : ۲/۱۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ وہی فاروق اعظم تھے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور حق گو تھے اگر چہ وہ کتنا ہی کڑوا ہو، آپ ہی ہیں جنھوں نے تین ہزار درہموں کے عوض ایک شاعر سے مسلمانوں کی عزتیں محفوظ کر لیں، شاعر خود اس کا اعتراف کرتا ہے۔

وَاَخَذْتَ اَطْرَافَ الْكَلَامِ فَلَمْ تَدَعْ
شَتْمًا يَضُرُّ وَلَا مَدِيْحًا يَنْفَعُ

”تو نے تو کلام کے کنارے ہی پکڑ رکھے ہیں اور ایسی حالت کر دی ہے کہ نہ تو کوئی گالی نقصان دہ ہے اور نہ ہی مدح کرنے والے کی مدح فائدہ مند رہی ہے۔“

وَمَنَعْتَنِي عِرْضَ الْبَخِيْلِ فَلَمْ يَخَفْ
شَتْمِيْ وَاَصْبَحَ آمِنًا لَا يَفْزَعُ

”تو نے تو بخیل کی عزت بھی مجھ سے محفوظ کر دی، وہ میری گالی سے خوفزدہ نہیں ہوتا، بلکہ گھبراہٹ سے محفوظ اور امن سے معمور ہے۔“

یعنی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں کسی کو یہ ڈر نہ رہا تھا کہ کوئی شاعر ناجائز کسی کی مذمت کرے یا مدحت کرے۔

ہاں ہاں، وہی فاروق امت ہیں، جن کے نام سے ظالموں کے بلند و بالا ایوانوں میں زلزلہ بپا ہو جاتا اور جن کی ہیبت سے قیصر و کسریٰ کے مضبوط قلعے زمین بوس ہوئے اور جن کی عدالت کے جاہ و جلال کے سامنے بڑے بڑے جابروں اور اکڑفوں دکھانے والوں کی گردنیں جھک گئیں اور جن کی کامیاب فتوحات اور عدل پروری کے لہراتے ہوئے، جھنڈوں کے سامنے ظلم کی تارِ عنکبوت کے ریزے اڑ گئے، وہی فاروق جن کی سطوت کے سامنے رومیوں کی چڑھی ہوئی، ناک خاک آلود ہوئی اور فارسیوں کے نخوت و کبر کا محل ٹکرے ٹکڑے ہوا اور غضب الٰہی کا شکار ہونے والے یہودی جنہیں اپنے محلات کی مضبوطی پر بہت گھمنڈ تھا، انہیں جزیرہ عرب سے دیس نکالا دیا اور ذلت سے دوچار ہو کر وہ وہاں سے دم دبا کر بھاگے۔ ہاں، ہاں، وہی زاہد، عالم اور غیور عابد اور خوفِ الٰہی سے معمور یہی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہے، ایک ایسا نور ہے، جو تاریخ کے صفحات میں ضیاء پاشی کرتا رہے گا، جو زمانے کی پیشانی کا سفید دمکتا جھومر ہے، تنہا ایک امت اور زمانہ کا سب سے بڑا امام ہے، فتنوں کی سرکوبی کرنے والا اور سنتوں کو حیاتِ نو سے ہمکنار کرنے والا ہے۔ [1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تعارف

عظیم انسان:

یہ ایک عظیم انسان تھے، قوت میں کشادہ اور عدل و رحمت میں قوی اور اسی کے دلدادہ تھے، آپ اسلام کے ایک

[1] صور و عبر شیخ علی قرنی.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عظیم سپوت تھے، جسے جزیرہ عرب کی سرزمین نے نجابت وعمدگی کی کوکھ سے جنم دیا اور اسلام کی تربیت نے اسے چار چاند لگا دیئے۔ یہ ایک ایسا ورع وتقویٰ کا پیکر ہے، جو عبادت گزار ہے، جس کی عبادت سے حرکت، فہم و ذکاء اور عمل و تعمیر کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ ایک ایسا معلم ہے جس نے حیات انسانی کے بہت سارے گُر صحیح انداز پر پیش کیے اور اپنے اخلاق و کردار اور سلوک کے ذریعہ اسے عظمت اور دلکشی کے خوبصورت لباس سے آراستہ کیا، یہ اصحابِ تقویٰ لوگوں کا پیشوا معلم تھا۔

ایک ایسا فرزند تھا، جس نے انسانوں کی دنیا کو ایسا اسوہ دیا کہ جو کبھی نہ مٹ سکے گا، یہ ایسا نمونہ تھا کہ دنیا بھاری غنیمتوں سے لدی اور پاکیزہ سامان عیش سے سجی اس کے گھر کی چوکھٹ پر ہاتھ جوڑ کر گھٹنوں کے بل بیٹھی نظر آتی ہے، لیکن یہ اس سے نہایت ہی اچھے طریقہ سے کنارہ کش رہتا ہے اور دوسرے لوگوں کی جانب اسے ہانک دیتا ہے، اور تمام عمدہ سامانِ تعیش ان کے سامنے ڈال دیتا ہے اور اس دنیا کی ضلالتوں سے لوگوں کو دور ہٹاتا ہے، اس زائل ہونے والے متاعِ دنیا کی آلودگیوں سے ہاتھ جھاڑ کر جھلس دینے والی دوپہر کے وقفہ میں صدقہ کے مال کے ایک اونٹ کے گم ہونے پر اس کی تلاش میں دوڑتا ہوا نظر آتا ہے کہ یہ قوم کا مال کہیں ضائع نہ ہوجائے اور کبھی ایک ہنڈیا پر جھک کر ایک غریب اور اجنبی عورت کا کھانا پکاتے ہوئے دکھائی دیتا ہے، کیونکہ وہ عورت دردزہ کی وجہ سے کھانا پکانے کے قابل نہ تھی، یا سیاہ ترین رات کی تاریکی میں بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں کا کھانا تیار کر رہا ہے۔

آہ! یہ ایک ایسا عظیم آدمی ہے، بارہا جس کی رائے کے موافق قرآن پاک نازل ہوتا رہا، یہ ایک ایسا آدمی تھا، جس کا اسلام لانا فتح کا باعث اور اس کی ہجرت نصرت الٰہی کا سبب اور جس کی خلافت عدالت کا مجسم تھی، وہ فاروقِ امت، جن کا اسم گرامی عمر بن خطاب ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ ایسے متقی اور عادل و منصف کے قریب ہونا بھی ایک مرعوب کن معاملہ ہے، لیکن جتنا یہ مرعوب کن ہے، اتنا ہی یہ دلوں میں بھی محبوب ہے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک ایسی طرز و اداء ہستی کے مالک تھے، جن کی ہیبت تم پر سوار ہوگی، لیکن جب تم ان کی تاریخ میں رقم داستان دہراؤ گے تو تم ایسے شخص کو پاؤ گے جو نہایت ہی متواضع تھا، ان کی تاریخ سے ان کے انمٹ کارنامے پڑھ کر تم انہیں گویا زندہ پاؤ گے، صرف ان کا وجود تمہاری نظروں سے اوجھل ہوگا کہ ایک بطل اسلام نگاہوں سے اوجھل ہے، مگر کردار و کارنامے آج بھی اسی طرح زندہ ہیں۔

تمغہ جات:

ہاں، ہاں! صرف نگاہوں سے پوشیدہ ہے، لیکن دلوں کی بصیرت میں وہ نمایاں نظر آتا ہے کہ تم ایک ایسے عمر کی داستانِ حیات کا مطالعہ کر رہے ہو، جو تمہارے ساتھ اور تمہارے درمیان زندگی گزار رہا ہے، گویا کہ تم اس کے جلیل القدر کارناموں اور شجاعت و بہادری کی داستانوں اور تابناک کامرانیوں کا آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہو، جو اس نے زمانے کی وسیع جبین اور گذشتہ ایام کے صفحہ حیات پر نقش کیے ہیں، یہ اس امت کے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ [1]

[1] ائمة الهدى و مصابيح الدجى: ۲۲۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں ابوحفص کنیت سے نوازا تھا۔''[1] کیونکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان کی اولاد میں سے سب سے بڑی بیٹی تھیں، ان سے کنیت ملی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قریش کے اشراف میں سے تھے اور جاہلیت میں عہدہ سفارت ان کے پاس تھا، قریش اور دیگر قبائل کے درمیان جب بھی جنگ ہوتی تھی، تو انہیں سفیر بنا کر بھیجا کرتے تھے، اگر باہم فخر کرنے میں مقابلہ ہوتا تو آپ اس میں مقابلہ کرتے، اگر کوئی نفرت کے اظہار میں مقابلہ ہوتا تو بھی نفرت میں مقابلہ کرتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان خیبر، فتح مکہ، حنین وغیرہ تاریخ ساز معرکوں میں شریک رہے، آپ کفار پر بہت سخت تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سارے مقامات پر ان کی تعریف کی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ حکمت خزینہ پر بے شمار تمغہ جات سجائے ہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں روایات بہت کثرت سے وارد ہیں، ان میں سے اکثر ضعیف ہیں، لیکن مشہورِ عوام ہیں۔ مشہور واقعات میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن اور بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور وہاں سے قرآن سنا اور یہ بھی مشہور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کعبہ کے پردوں کے پیچھے سے انہوں نے قرآن پاک کی تلاوت سماعت کی تھی، سب سے بڑا سبب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا یہ ہوا بھی کہا جا سکتا ہے) کہ ان کے اسلام کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھ رب کائنات کی بارگاہ میں بلند ہوئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

> ''اے اللہ! ان دو آدمیوں میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہے، اس کے ذریعہ اسلام کو عزت وقوت عطا فرما، ان میں ایک ابوجہل ہے، جس کا نام عمرو بن ہشام ہے اور دوسرا عمر بن خطاب ہے، ان میں سے زیادہ محبوب کو اسلام کے دامن سے وابستہ کر دے۔'' تو اللہ تعالیٰ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ زیادہ پسند تھے، اس لیے وہ مسلمان ہو گئے۔''[2]

حضرت عمر کے اسلام لانے کا ایک اور سبب:

امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک دوسرا سبب بھی بیان کیا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے کہا ہو کہ میرا خیال ہے کہ فلاں آدمی اس اس طرح کا ہے، تو ان کا خیال عموماً درست ہی ثابت ہوتا تھا۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوبصورت شخص ان کے پاس سے گزرا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا،

[1] فتح الباری: ۷/ ۵۳.

[2] ترمذی: ۳۶۸۲، المناقب، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ وصحیح، البانی: ۲۹۰۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاید میں بھول رہا ہوں، یا یہ آدمی ابھی اپنے جاہلی دین پر ہی قائم ہے، یا یہ کاہن ہوا کرتا تھا، اسے میرے پاس لاؤ، اسے بلا کر لایا گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خیالات کا اظہار اس کے سامنے کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں مجھے اپنی صورت حال سے آگاہ کرو، اس نے کہا، میں جاہلیت میں لوگوں کا کاہن تھا، اب میں مسلمان ہو چکا ہوں، یہی خیال حضرت عمر کا تھا کہ اب اس کی حالت مسلمانوں والی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، تمہارے جن نے جو عجیب ترین خبر دی ہے، وہ مجھے بتاؤ وہ کونسی خبر ہے؟ اس کا کوئی عجیب واقعہ سناؤ، کیونکہ کاہنوں کے پاس جن ہوا کرتے تھے، اس نے بتایا کہ ایک دن میں بازار میں تھا، میرے پاس میرا جن آیا، مجھے محسوس ہوا یہ گھبرایا ہوا ہے اور آتے ہی مخاطب ہوا، کیا تو نے جنوں کی نا امیدی نہیں دیکھی، جو کہ اب باتیں چرانے میں تبدیلی آ چکی ہے، ہے، اب آسمان سے باتیں سننے میں رکاوٹ ہے، ہم نا امید ہو چکے ہیں اور اپنے اونٹ کجاوے کس لو اور کہیں چلے جاؤ۔

یہ بات سن کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، وہ سچ کہتا ہے، یہ واقعہ مجھے بھی پیش آ چکا ہے، میں ایک دفعہ ان کے معبودوں کے پاس سویا ہوا تھا، ایک آدمی جلدی سے آیا، بچھڑا ذبح کیا، ایک چنگاڑے والا چیخ کر کہتا ہے کہ اتنا سخت چلانے والا میں نے کبھی نہیں سنا، بہت بلند آواز تھی، کہتا ہے، اے عداوت رکھنے والے! نجات والا معاملہ آن پہنچا ہے اور ایک فصیح آدمی لا الہ الا اللہ کہتا ہے، یہ سن کر لوگ اچھل پڑتے ہیں میں بھی اسی جستجو میں مسلسل لگ گیا، کہ معلوم کروں کہ یہ کون ہے؟ اس نے پھر پکارا اور وہی بات دہرائی، میں کھڑا ہوا، اس کے کچھ دیر بعد ہی ہم نے سن لیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے۔ [1]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کے مسلمان ہونے کا یہ سبب بھی ہو سکتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ ابو جہل اعلان کرتا ہے، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے گا، ہم اسے سو اونٹ دیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا، اے ابو حکم! کیا یہ ضمانت درست ہے، سو اونٹ دو گے؟ اس نے کہا، ہاں! میں ذمہ دار ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے قتل کے ارادہ سے تلوار گلے میں حمائل کی اور ایک بچھڑے کے قریب سے گزرا جسے وہ ذبح کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، میں بھی اس کو ذبح ہوتے دیکھنا چاہتا تھ، تو بچھڑے کے پیٹ سے چلانے والے کی آواز بلند ہوئی، اور یہی کہتا ہے، فصیح آدمی تمہیں دعوت دیتا ہے اور تم جانتے ہی نہیں، حضرت عمر نے کہا، میں صاف سمجھا کہ یہ مجھے کہہ رہا ہے، میں ادھر سے رخ موڑ کر اپنی بہن اور بہنوئی سعید بن زید کے پاس چلا گیا۔ [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے متعلق مشہور روایات:

حضرت عبداللہ بن بنت ابی حثمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ ہم حبشہ کی سرزمین کی طرف ہجرت کرنے کے لیے سواری تیار کر رہے تھے میرے خاوند عامر کسی کام کے لیے گئے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے ابھی وہ حالت

---

[1] بخاری: ۳۸۶۶، مناقب الانصار باب اسلام عمر.

[2] البدایہ والنہایہ: ۳/ ۷۸، مزید تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرک پر تھے۔ ہمیں بہت تنگ کیا کرتے اور سخت اذیت دیتے تھے۔ کہا اے ام عبداللہ! لگتا ہے تم جانے کی تیاری میں ہو؟ ام عبداللہ نے کہا۔ ہاں! ہم جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے لیکن تم نے ہمیں اذیت میں مبتلاء کر رکھا ہے اور سخت قہر برپا کر رکھا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی آسانی پیدا کریں گے تو ہم واپس آ جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اللہ تمہارا بھلا کرے یہ سن کر میں نے اندازہ لگایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جواب رقت طاری ہے ایسی رقت آمیزی میں نے کبھی ان میں نہیں دیکھی یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے۔ لیکن ان کے چہرے کے آثار بتا رہے تھے کہ ہمارے یہاں سے چلے جانے سے وہ غمگین تھے۔

اس کے بعد میرے خاوند عامر گھر آ گئے۔ میں نے کہا۔ اے ابوعبداللہ! اگر تم اب حضرت عمر کی کیفیت اور ان کی رقت انگیزی اور غم آمیزی مشاہدہ کرو تو شاید ہجرت کا ارادہ ترک کردو۔ عامر نے کہا کیا: تم یہ توقع رکھتی ہو کہ عمر اسلام لے آئیں گے؟ میں نے کہا۔ ہاں، یہی امید ہے عامر نے کہا۔ خطاب کا گدھا تو اسلام لا سکتا ہے، عمر اسلام لے آئے، یہ نہیں ہوسکتا! عامر کو اس لیے مایوسی تھی کہ حضرت عمر اہل اسلام پر نہایت ہی سنگدل تھے۔ [1]

ابن اسحاق فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی تفصیلات یوں ہیں کہ ان کی بہن حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے عقدِ نکاح میں تھی، فاطمہ اور سعید دونوں مسلمان ہو چکے تھے اور انہوں نے حضرت عمر سے اسلام کو چھپا رکھا تھا اور نُعیم بن عبداللہ نحّام جو بنوعدی بن کعب کی قوم میں سے تھے، بھی اسلام لا چکے تھے، انہوں نے بھی اپنی قوم کے خوف سے اسلام پوشیدہ رکھا تھا۔ حضرت خبّاب بن ارت رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کے پاس آتے جاتے اور انہیں قرآنِ پاک پڑھاتے تھے۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار گلے میں ڈالے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مارنے کے ارادہ سے باہر نکلے انہیں بتایا گیا تھا کہ صفا کے نزدیک ایک مکان میں یہ سب لوگ جمع ہیں، مردوں اور عورتوں سمیت ان کی تعداد تقریباً چالیس افراد پر مشتمل تھی ان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور ابوبکر بن ابی قحافہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم بھی تھے، یہ حبشہ کی طرف نہ گئے تھے بلکہ مکہ میں ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔

رستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات نعیم بن عبداللہ کے ساتھ ہوئی، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا، میں اس صابی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے (کام تمام کرنے) جا رہا ہوں جس نے قریش کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہے اور ان کی عقلوں پر تنقید کرتا اور انہیں بے وقوف قرار دیتا ہے، ان کے دین میں کیڑے نکالتا ہے اور ان کے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے۔ نعیم نے کہا: واللہ! اے عمر! تم دھوکہ کھا رہے ہو، اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرو گے تو کیا

[1] ابن اسحٰق ۱۷ سناده ضعيف فيه عبدالرحمٰن بن الحارث صدوق له اوهام تقريب احمد متروك الحديث ليس بالقوى، نسائى الميزان: ۵۵۴/۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنوعبد مناف جو آپ کا قبیلہ ہے، تمہیں اس زمین پر زندہ چھوڑے گا؟

نہیں کبھی نہ چھوڑے گا، پہلے تم اپنے گھر کی خبر لو اور اسے درست کرو، کہا: کس گھر کی؟ کہا: اپنی بہن فاطمہ اور اپنے بہنوئی اور چچا کے بیٹے سعید کی خبر لو، وہ دونوں مسلمان ہو چکے ہیں اور محمد ﷺ کے تابع ہو چکے ہیں، یہ سن کر حضرت عمر اپنی بہن اور بہنوئی کی جانب پلٹتے ہیں جبکہ انہیں حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ مصحف سے قرآن پاک کی تعلیم دے رہے اور انہیں سورت طٰہٰ پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ پائی تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ ایک کمرہ میں چھپ گئے اور حضرت فاطمہ نے وہ صحیفہ لیا اور اپنی ران کے نیچے چھپا دیا لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کے قریب پہنچے تو انہوں نے ان کی تلاوت سن لی تھی۔ پھر اندر داخل ہو کر کہتے ہیں یہ کیا بھبھناہٹ ہے؟

جو میں نے سن لی ہے، انہوں نے کہا: کچھ نہیں انہوں نے کہا: کیوں نہیں؟ واللہ! چھپائیں مت میں یہ سن چکا ہوں کہ تم محمد ﷺ کے دین کے تابع ہو چکے ہو، اور پورے غصے سے اپنے بہنوئی سعید بن زید کو گرفت میں لے لیا بہن چھڑانے کے لیے اٹھی تو اسے مار کر اس کا سر زخمی کر دیا، جب یہ کام ہوا تو بہن اور بہنوئی نے اقرار کر لیا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں، اب جو کچھ تم سے ہوسکتا ہے کر لو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بہن کو لہولہان دیکھا تو رقت طاری ہوگئی اور اپنے اس فعل پر نادم ہوئے اور لرزہ براندام ہو کر بہن سے کہتے ہیں، مجھے وہ صحیفہ تو دو جو میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سنا ہے، میں دیکھوں کہ محمد ﷺ کیا لائے ہیں؟ حضرت عمر لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس لیے یہ مطالبہ کیا تو بہن نے کہا: ہمیں اندیشہ ہے کہ تم اسے نقصان پہنچاؤ گے، کہا: کوئی اندیشہ نہیں اور اپنے معبودوں کی قسم اٹھا کر کہا میں پڑھ کر صحیفہ واپس کر دوں گا۔ جب حضرت عمر نے یہ یقین دہانی کرائی تو بہن نے توقع کی شاید اب اسلام لے آئیں گے۔ لیکن کہا: اے میرے بھائی جان! آپ شرک کی وجہ سے نجس ہیں اور اس پاک صحیفہ کو پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور غسل کیا۔ تب حضرت فاطمہ نے انہیں صحیفہ تھما دیا، جس میں سورت طٰہٰ لکھی تھی، اسے پڑھا جب شروع سے طٰہٰ کی آیات تلاوت کیں تو پکار اٹھے یہ کلام کتنا ہی خوب اور کرامت والا ہے، حضرت خباب چھپ کر سن رہے تھے جب حضرت عمر کے یہ تاثرات سنے تو نمودار ہو گئے اور کہا: اے عمر! ''واللہ! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس خصوصیت سے نوازا ہے کہ اپنے نبی ﷺ کی دعا تمہارے بارے میں قبول فرمائی ہے کیونکہ میں نے گذشتہ کل سنا تھا آپ دعا کر رہے تھے۔ ''اے اللہ! ابوالحکم بن ھشام یا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کو قوت بخش۔''

یہ سن کر حضرت عمر نے حضرت خباب سے کہا: خباب! مجھے بتاؤ محمد ﷺ کہاں ہیں؟ میں حاضر ہو کر مسلمان ہونا چاہتا ہوں، حضرت خباب نے کہا: آپ صفا کے قریب ایک گھر میں ہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابۂ کرام بھی ہیں۔

پھر حضرت عمر تلوار اپنے گلے میں ڈالے ہوئے رسولِ اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے ہاں پہنچتے اور دروازہ کو دستک دیتے ہیں جب صحابہ نے آواز سنی تو ایک آدمی نے دروازے کی درز سے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار گلے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حمائل کیے کھڑے ہیں۔اور گھبرا کر رسول اکرم کے پاس آ کر کہتا ہے اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ دیکھیں سیدنا عمر دروازے پر تلوار حمائل کیے کھڑے ہیں، حضرت حمزہ کہتے ہیں، انہیں آنے کی اجازت دے دو۔اگر نیت اچھی ہے تو ہم جان سے بھی عزیز رکھیں گے، اور اگر بری نیت ہوئی تو انہی کی تلوار سے ان کی گردن اڑا دوں گا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عمر کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔'' اس آدمی نے اجازت دے دی رسول اکرم ﷺ اٹھتے ہیں اور حجرہ میں آ کر حضرت عمر سے ملتے ہیں اور دامن پکڑ کر کہتے ہیں اور کھینچتے ہیں ،اے خطاب کے بیٹے ! کیسے آئے ہو؟ واللہ! مجھے نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ تم پر کوئی مصیبت اتاریں گے تب اسلام لاؤ گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں تو حاضر ہی اس لیے ہوا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لاؤں، یہ بات سنتے ہی رسولِ اکرم ﷺ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، جسے گھر میں موجود آپ ﷺ کے صحابۂ کرام نے سن لیا اور جان لیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے۔[1] حضرت عمر سے پہلے حمزہ بھی مسلمان ہو چکے تھے، ان دونوں حضرات کے اسلام سے فیضیاب ہونے کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خود کو مضبوط سمجھنے لگے اور کھلم کھلا نماز پڑھنے اور تبلیغ کرنے لگے۔

غلاف کعبہ میں چھپ کر تحقیق

یہ مدینہ والوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ اسلام بیان کیا ہے جس کی تفصیل آپ اوپر سن چکے ہیں، یہ تمام راوی وہ ہیں جو مدینہ کے رہنے والے تھے،مکہ کے راوی درج ذیل واقعہ بیان کرتے ہیں۔ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اسلام سے کنارہ کش اور دور ہی رہتا تھا اور میں جاہلیت میں شراب کا رسیا تھا ،حزورہ جگہ پر جو کہ اب مکہ میں مسجد حرام میں شامل ہو چکی ہے، قریش کے آدمیوں کے ساتھ جمع ہوتا تھا۔ایک رات میں حسبِ معمول اس مجلس میں شرکت کے لیے باہر نکلا، جب میں وہاں پہنچا تو میرا کوئی ساتھی وہاں موجود نہ تھا میں نے خیال کیا کہ فلاں شراب فروش ہے جو مکہ میں شراب فروخت کرتا ہے اس کے پاس جاتا ہوں شاید شراب مل جائے اور نوش کر سکوں میں وہاں آیا لیکن کوئی وہاں بھی نہ تھا، اور نہ ہی وہ شراب فروش تھا، میں نے کہا چلو اب کعبہ میں چلتے اور طواف ہی کرتے ہیں، میں کعبہ میں آیا تو رسولِ اکرم ﷺ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ،آپ جب کعبہ میں نماز پڑھتے تو کعبہ اور رکن شامی کے درمیان کھڑے ہوتے تھے آپ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کھڑے تھے ،میں نے آپ کو دیکھتے ہی کہا: واللہ! آج رات میں نے محمد ﷺ کے کلام کو سننا ہے کہ آپ کیا پڑھتے ہیں؟ میں نے سوچا اگر میں نے آپ کے قریب ہو کر سنا تو آپ پریشان نہ ہو جائیں میں حطیم کی جانب سے آیا ،اور کعبہ کے غلاف کے نیچے آہستہ آہستہ چلتا ہوا آپ کے سامنے پہنچ کر کھڑا ہوا رسولِ اکرم ﷺ کھڑے نماز میں قرآنِ پاک پڑھ رہے تھے ۔میرے اور آپ کے درمیان

[1] بیهقی فی الدلائل ص۲/۲۱۹،طبقات ص۳/۲۶۷، مستدرك حاكم ص۵۹/٤، اسناده صعیف، القاسم بن عثمان بصری میں علت ہے یہ ضعیف ہے، لسان المیزان ص ٤/٥٤٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف غلاف کعبہ کا فاصلہ تھا، جب اتنی نزدیکی سے میں نے قرآن پاک سنا تو میرے دل پر رقت طاری ہوگئی اور میں آبدیدہ ہوگیا اور اسلام میرے دل میں اتر گیا، میں اسی جگہ پر کھڑا رہا حتی کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی نماز ختم کی اور واپس گھر کی جانب چل پڑے آپ کا رستہ یہ تھا ابن ابی حسین کا گھر راستے میں پڑتا تھا صفا سے سعی (بھاگنے) کی جگہ سے آگے گزرتے ہوئے عباس بن عبدالمطلب کے گھر کے درمیان اور ابن ازہر کے درمیان سے گزرتے ہوئے اور اخنس بن شریق کے گھر سے ہوکر اپنے گھر میں داخل ہوتے تھے۔ آپ کا مسکن دار ارقم کا راستہ تھا جو بعد میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں تھا جب آپ ﷺ عباس اور ازہر کے گھر کے درمیان پہنچے تو میں آپ سے ملا جب رسول اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو پہچان گئے آپ نے سمجھا کہ میں آپ کو اذیت دینے کے لیے پیچھا کر رہا ہوں، آپ نے مجھے ڈانٹا پھر فرمایا:

اے خطاب کے بیٹے! اس وقت میرا پیچھا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور جو کچھ آپ اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لانے کے لیے ہی حاضر ہوا ہوں، یہ بات سن کر آپ ﷺ نے اللہ کا شکر اور ثنا بیان کی، پھر فرمایا:

''اے عمر! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت سے ہمکنار کیا ہے۔ پھر میرے سینہ پر دستِ مبارک پھیرا اور میرے لیے اسلام پر ثابت قدمی کی دعا فرمائی۔'' میں واپس آگیا اور رسولِ اکرم ﷺ اپنے گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ [1]

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میرے ابا جان جب ایمان لائے تب مجھے اچھی طرح ہوش تھا، میں ان کے پیچھے ہولیا کہ دیکھوں کیا ہوتا ہے؟ میرے والد جمیل بن معمر کے پاس آئے اور کہا: اے جمیل! تم جانتے ہو کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو چکا ہوں، یہ سنتے ہی جمیل اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے مسجد حرام کے دروازے پر آیا اور ابا جان بھی اس کے پیچھے پیچھے آرہے تھے اور چلاتے ہوئے بلند آواز سے کہتا ہے ''اے گروہِ قریش! وہ اپنی اپنی مجلسیں جما کر کعبہ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ خبردار! عمر بن خطاب بے دین ہوگیا ہے پیچھے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ غلط بیانی کر رہا ہے۔ میں تو مسلمان ہوا ہوں اور میں نے کلمہ'' لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دی ہے۔'' یہ سنتے ہی وہ سب پل پڑے اور ابا جان سے لڑتے رہے۔ صبح سے لے کر یہ جنگ آزمائی آفتاب کے سروں پر آنے تک جاری رہی، جب حضرت عمر تھک گئے تو بیٹھ گئے، وہ سب ان کے سر پر کھڑے تھے حضرت عمر نے کہا: جو کچھ ہوتا ہے کرلو اور قسم اٹھا کر کہا: اگر ہم تین سو افراد ہوتے یا تم نہ ہوتے یا ہم نہ ہوتے۔

یہی صورت حال تھی کہ ایک قریش کے شیخ آئے، دھاری دار حلہ انہوں نے زیب تن کیا تھا۔ اور نقش ونگار والی قمیض تھی وہ بھی آکر کھڑے ہوئے، پوچھا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا: عمر بے دین ہوگئے ہیں، انہوں نے کہا: تمہیں کیا اعتراض ہے؟ ایک آدمی جو مذہب چاہے اختیار کرے تم کیوں سیخ پا ہو یہ سوچ لو، کیا بنوعدی اپنے اس سردار کو

[1] سیرت ابن اسحاق، سندہ مرسل ولہ شواھد، تقویٰ بما قبلہ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہارے سپرد کر دیں گے کہ تم جو چاہو کرو وہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے چھوڑو! اسے پھر یہ گھیرے میں لینے والے اس طرح چھٹ گئے جیسے کوئی کپڑا اتار لیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد میں نے ابا جان سے اس شیخ کے متعلق پوچھا کہ مکہ میں اس نے لوگوں کو آپ سے دور کیا تھا، وہ کون تھے؟ کہا، بیٹا! وہ عاص بن وائل سہمی تھے، جو خود مسلمان نہ ہوئے تھے، اللہ انہیں جزائے خیر دیں۔ ❶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا، اسلام کے ظہور اور اس کی تقویت کا سبب عظیم بنا تھا، کیونکہ وہ طاقت وقوت اور شجاعت میں ممتاز مقام رکھتے اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہ گھبراتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کا اسلام لانا فتح کا باعث تھا اور ان کی ہجرت نصرتِ الٰہی کا سبب تھی، ان کی امامت وخلافت رحمت تھی، ہم میں اتنا دم نہ تھا کہ ہم کعبہ کے نزدیک بھی نماز پڑھ سکیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو قریش سے پنجہ آزمائی کی اور کعبہ میں انہوں نے نماز پڑھی، ہم نے بھی ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھی تھی۔ ❷

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیرانہ ہجرت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی جانب ہجرت کرتے ہوئے وہ انداز اپنایا کہ مشرکوں کے سامنے ڈٹ گئے اور ان کی ناک خاک آلود کی اور بے بسی ان کا تماشا دیکھتی رہی اور اس سے دل مرعوب ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میرے علم کے مطابق ہر مہاجر نے چھپ کر مدینہ کی جانب ہجرت کی، صرف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اعلانیہ ہجرت کی۔

انہوں نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں لٹکائے اور کمان تھامے ہوئے اور ہاتھوں میں تیر اٹھائے ہوئے اور ایک ہاتھ میں لمبا تیر پکڑے ہوئے بڑی شان وشوکت کے ساتھ کعبہ کے سامنے گئے۔ صحن کعبہ میں قریش حلقے بنائے بیٹھے تھے، آپ نے کعبہ کے گرد نہایت ہی باوقار اور پرسکون طواف کے سات چکر لگائے، پھر مقام ابراہیم پر آئے، دو رکعات اداء کرتے ہیں پھر ایک ایک قریش کے حلقہ کے پاس جا کر کہتے ہیں، براہو ان چہروں کا، اللہ تعالیٰ ایسی ہی تکبر سے اکڑی ہوئی ناک کو ذلیل کیا کرتے ہیں۔ تم میں سے جو یہ چاہتا ہو کہ اسے اس کی ماں ہمیشہ گم پائے اور جو اپنے بچوں کو یتیم کرانا اور اپنی بیوی کو بیوہ کرانا چاہتا ہے، تو مجھے اس وادی کے پار آ کر ملے مگر ان میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی، صرف ناتواں مسلمان ہی ان کی راہنمائی میں ہجرت کی راہ پر چلنے کے لیے ان کے ساتھ نکلے۔ ❸

---

❶ سیرة ابن هشام: ١/ ٢٨٧.

❷ طبقات: ١/ ٢٧٥، مجمع الزوائد: ٩/ ٦٢، طبرانی ورجاله رجال الصحیح، الا ان القاسم لم یدرك جده ابن مسعود، مستدرك حاكم: ٣/ ٨٣، صحیح الاسناد ولم یخرجاه وافقه الذهبی.

❸ اسد الغابه: ٤/ ١٤٤، بسند صحیح ، ریاض النضره: ١/ ١٩٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا گلدستہ:

آ یئے! ہم آپ کی خدمت میں فاروقِ امت کے مناقب کا معطر گلدستہ پیش کرتے ہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل کے لیے کئی دفتر درکار ہیں، ہمارے بس میں نہیں کہ ہم ان کے تمام مناقب شمار کریں، اس لیے ہم ان کے مناقب کے گلستان سے چند حسین پھول پیش کررہے ہیں۔

خوب انسان:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کیا ہی خوب آدمی ہیں۔'' ❶

جنت میں بلند درجہ پر فائز:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں بلند درجہ لوگوں کو نیچے درجہ والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے افق پر طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو، ان ہی بلند رتبہ لوگوں میں سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں، اور یہ دونوں کتنے ہی اچھے ہیں۔'' ❷

الہامِ الٰہی کے اعزاز یافتہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے، جن پر الہام کیا جاتا تھا اور وہ نبی نہ تھے، اگر میری امت میں کوئی ایسا ہے، تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔'' ❸

ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''محدث وہ آدمی ہے، جب کوئی گمان کرے یا اندازہ لگائے، تو وہ اسی طرح ہو جس طرح اسے الہام ڈالا جائے۔ الہام یہ ہے کہ دل میں کوئی بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالی جائے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے، الہام کے لیے چن لے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے ہی ہیں۔ ❹

جنت کے ادھیڑ عمر کے سردار:

حضرت انس بن مالک اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما انبیائے کرام اور پیغمبروں کے بعد اول وآخر مخلوق میں اہل جنت کے ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہوں گے، لیکن انہیں نہ بتانا۔ ❺

نبی بننے کی صلاحیت مگر نبوت کا دروازہ بند ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ حضرت

❶ ترمذی: ۳۷۹۷، المناقب) صحیح ہے۔ (البانی، الصحیحہ: ۸۷۵، صحیح الجامع: ۶۷۷۰.

❷ ابو داود: ۳۹۹۷، ترمذی: ۳۶۰۹ صحیح ہے، الجامع: ۲۰۳۰، البانی.

❸ بخاری: ۳۶۸۹ الفضائل، مسلم: ۲۳۹۸، فضائل الصحابة.

❹ جامع الاصول: ۸/ ۶۱۰، ٦٤٣٤.

❺ ترمذی: ٣٦٦٦ المناقب، صحیح الجامع: ۷۰۰۵ و صححه الالبانی.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عمر بن خطاب ہوتا۔"❶

زبان پر حق بولتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حق کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر جاری کر دیا ہے۔"❷

جن کی رائے پر قرآن نازل ہوا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: "لوگوں کو جب بھی کوئی معاملہ پیش آیا اور اس بارے میں انہوں نے کوئی رائے دی ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی رائے دی ہو تو قرآن پاک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ہی نازل ہوتا تھا۔"❸

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپس میں یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر فرشتہ بولتا ہے۔❹

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا اعزاز:

حضرت سالم اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قمیض میں زیب تن دیکھا اور پوچھا، یہ نئی قمیض ہے یا دھلی ہوئی ہے؟ انہوں نے عرض کی یہ دھلی ہوئی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا: "نیا لباس پہنو، اور تم مجسمۂ تعریف بن کر زندگی گزارو اور تمہیں شہادت کی موت حاصل ہو۔"❺

جب فاروق اعظم کے اعزاز میں پہاڑ پر سکون طاری ہوا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر جلوہ گر تھے، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ہمراہ تھے، پہاڑ میں لرزش پیدا ہوئی، حرکت کرنے لگا، سرکار دو جہاں اس پر پاؤں کی ٹھوکر مارتے ہوئے فرمانے لگے: احد ٹھہر جا، تیری چوٹی پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید براجمان ہیں، وہ پہاڑ پر سکون ہو گیا۔❻

---

❶ احمد: ١٧٣٣٦، ترمذی: ٣٦٨٦، صحیح الجامع: ٥٢٨٤، وصححه الالبانی.

❷ احمد: ٥١٤٥، ترمذی: ٣٦٨٢، صحیح الجامع: ١٧٣٦، وصححه الالبانی.

❸ احمد: ٢/ ٩٥، فضائل صحابه: ٣١٣، اسناده حسن عدوی.

❹ احمد، فضائل صحابه: ٣٤١ وهو موقوف صحیح، وصی الله بن محمد عباس.

❺ احمد: ٥٦٢٠، عبدالرزاق: ٢٠٣٨٢، وحسنه الالبانی فی الصحیحه: ٣٥٢، صحیح الجامع: ١٢٣٤.

❻ بخاری: ٣٦٨٦، فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابو داود: ٤٦٥١، ترمذی: ٣٦٩٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد ساتھی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک چرواہا اپنی بکریاں چرانے میں مصروف تھا کہ اچانک ایک بھیڑیا ان بکریوں پر حملہ آور ہوا اور ایک بکری کو گرفت میں لے لیتا ہے، چرواہا اسے چھڑانے کے لیے پیچھا کرتا ہے، تو وہ بھیڑیا مڑ کر دیکھتا ہے اور زبانِ حال سے بول کر کہتا ہے۔'' ان بکریوں کا اس دن کیا بنے گا، جب اور کوئی نہ رہے گا، درندے ہی ان کی حفاظت کریں گے، میں ہی اس کا چرواہا بنوں گا اور کوئی نہ ہوگا۔''

ایک دفعہ ایک آدمی گائے پر بوجھ لادے اسے ہانکتا جا رہا تھا، وہ اس کی طرف مڑ کر دیکھتی اور زبان قال سے کہتی ہے،''میں بوجھ اٹھانے کے لیے تو نہیں پیدا کی گئی، میں تو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔''

یہ دونوں باتیں سن کر لوگ حیران ہوئے کہ سبحان اللہ! کیا جانور باتیں کرتے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''میں اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس پر یقین رکھتے ہیں۔'' لطف کی بات یہ ہے کہ اس وقت یہ دونوں وہاں موجود بھی نہ تھے۔ [1]

مضبوط دین والے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''میری امت میں سے ان پر سب سے زیادہ رحمت کرنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں سب سے زیادہ مضبوط حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔'' [2]

وہ فاروق اعظم جنہیں آپ نے اپنی آنکھ قرار دیا:

حضرت عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں میرے کان اور میری آنکھ کے مرتبہ پر ہیں۔'' [3]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطاع ہونے کا شرف:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مجھے معلوم نہیں، میں نے کتنی دیر اس دارِ فانی میں تمہارے ساتھ رہنا ہے، میرے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا۔'' [4]

بہشت میں محل کی خوشخبری:

دیکھیں! صادق و مصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سناتے ہیں کہ وہ جنتی ہیں، آہ! یہ خوشخبری کہ حبیب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں محل دیکھا اور کہا، اے عمر! میں نے جنت میں تمہارا خوبصورت محل دیکھا ہے۔

[1] احمد، بخاری، مسلم، نسائی، صحیح الجامع: ۲۸۷۱.

[2] ابو یعلی، احمد، ترمذی، نسائی، صحیح الجامع: ۸۹۵، وصححه الالبانی.

[3] ترمذی، حاکم و صححه الالبانی، صحیح الجامع: ۷۰۰٤.

[4] ترمذی: ۳٦٦۳، المناقب: وصحح الالبانی: ۲۸۹۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت ابوبکر جنتی ہیں، حضرت عمر جنتی ہیں، حضرت عثمان جنتی ہیں، حضرت علی جنتی ہیں، حضرت طلحہ جنتی ہیں، حضرت زبیر جنتی ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، حضرت سعید بن زید جنتی ہیں، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔''[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابھی تم پر ایک جنتی آدمی نمودار ہوگا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے، پھر آپ نے فرمایا: ''تم پر ایک جنتی آدمی نمودا ہوگا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے۔''[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں بہشت بریں میں داخل ہوا تو اچانک میری نظر ایک سونے سے بنے ہوئے محل پر پڑی، میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ بتایا گیا یہ ایک قریشی نوجوان کا ہے، میں گمان کیا شاید یہ میرا ہے، میں ہی وہ قریشی نوجوان ہوں، میں نے دریافت کیا، وہ کونسا قریشی نوجوان ہے؟ تب مجھے بتایا گیا کہ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔''[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا کہ میں خود کو جنت میں پا رہا ہوں، ایک عورت ایک محل کے پہلو میں وضوء کر رہی ہے، میں نے کہا، یہ محل کس کا ہے؟ اس نے کہا: یہ حضرت عمر کا ہے، میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت کو یاد کیا تو میں اندر داخل نہ ہوا، بلکہ واپس پھر گیا، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہوگئے اور کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ غیرت آپ کے لیے تو نہیں ہے، دوسروں کے لیے ہے اور یہ پیدا بھی تو آپ نے ہی کی ہے۔''[4]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمانی معیار:

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا، آپ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری جان کے علاوہ آپ مجھے سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! مجھے قسم ہے اس ذات کی میری جان جس کے ہاتھ میں ہے، ایمان تب مکمل ہوگا، جب میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ عزیز ہوجاؤں گا، حضرت عمر نے کہا، اب کے بعد اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہاں اے عمر! اب معیار ایمان صحیح ہوا ہے۔''[5]

---

1. ترمذی: ۳۷۴۸، احمد، والضیاء، وصححه الالبانی، صحیح الجامع: ۵۰.
2. ترمذی: ۳۶۹۵، المناقب، مستدرك حاكم وصحح واقره الذهبی.
3. ترمذی: ۳۶۸۹، احمد، ۱۱۹۵۸، ابن حبان: ۲۱۸۸، صحیح الجامع: ۳۳۶٤.
4. بخاری: ۳۶۸۰، فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مسلم: ۲۳۹۵، فضائل الصحابة.
5. بخاری: ۶۶۳۲، احمد: ۵/ ۲۹۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے ایک مقولہ یہ ہوا کرتا تھا ۔ جس میں حیاء کم ہوگی اس میں احتیاط کم ہو گی ۔ اور جس میں احتیاط کم ہوگی اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے ۔ ایک یہ مقولہ تھا، ''جو حیاء طلب کرتا ہے وہ خفا اور پوشیدگی پسند کرتا ہے اور جو خفاء پوشیدگی پسند ہوگا وہ زیادہ تقویٰ والا ہوگا۔ اور جو تقویٰ والا ہوگا وہ ہلاکت سے محفوظ رہتا ہے۔'' ❶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معیارِ دین:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''میں محوِ خواب تھا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے، انہوں نے قمیصیں پہن رکھی ہیں۔ بعض کی قمیص سینہ تک ہے بعض کی اس سے کم وپیش ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب میرے سامنے پیش ہوئے تو قمیص کو زمین پر کھینچ رہے ہیں۔''

لوگ دریافت کرتے ہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس خواب کی کیا تعبیر فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس سے مراد دین ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لباس دین سے مکمل آراستہ ہیں۔'' ❷

ایک اعتراض ہوسکتا ہے کہ اس سے تو ثابت ہوتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی افضل ہیں؟

اس کا حل یوں ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں، دراصل آپ نے اس لیے ان کا ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہی اس وقت بتانا مقصود تھا اس حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قمیص نہ پہنی تھی، بلکہ ہوسکتا ہے، ان کی قمیص اس سے بھی لمبی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شرف ہی بتانا تھا۔ ❸

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم وفہم:

زہری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حمزہ نے بیان کیا ہے، وہ بتاتے ہیں، مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دودھ نوش کر رہا ہوں، اتنا زیادہ پیا کہ تراوٹ میرے ناخنوں سے ظاہر ہو رہی ہے، پھر میں نے وہ دودھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا ہے، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس خواب کی کیا تعبیر فرماتے ہیں، فرمایا اس کی تعبیر علم ہے۔'' ❹

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طلب علم میں بہت زیادہ فکرمند رہا کرتے تھے اور بلند ہمت اصحابِ علم میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

وضاحت:...... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث پر لاجواب تبصرہ فرماتے ہیں: ''کہ اس حدیث میں علم سے مراد لوگوں کو کتاب وسنت کے مطابق چلانے اور ان کی راہنمائی کرنا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خصوصیت یہ بتائی ہے کہ انہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت مدت خلافت لمبی ملی تھی، انہوں نے لوگوں کو اپنے

---

❶ مکارم الاخلاق ابن ابی دینا / ۲۰.
❷ بخاری: ۳۶۹۱، مسلم: ۲۳۹۰، ترمذی: ۲۲۸۶.
❸ فتح الباری: ۷/ ۵۱.
❹ بخاری: ۳۶۸۱، مسلم: ۲۳۹۱، ترمذی: ۳۶۸۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تابع رکھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدت خلافت کی کمی کی وجہ سے زیادہ فتوحات نہ کر سکے اور فتوحات کا دائرہ وسیع نہ ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ارتداد کے بعد جب مضبوطی ہوئی تو زیادہ اختلاف سے محفوظ رہا، کیونکہ فتوحات کی وسعت بھی اختلاف کا باعث ہوتی ہے، فتوحات کا وسیع موقع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملا، اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے انداز پر لوگوں پر حکمرانی کی کہ ایک آدمی بھی اختلاف کی نذر نہ ہوا، بلکہ امت کی وحدت قائم رہی۔"

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات مزید وسعت اختیار کرتی ہیں، تو اقوالِ پریشاں پر نکالنے لگے، آراء مختلف ہونے لگیں، لوگ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے سرنگوں تھے، اس طرح پر اتفاق پر قائم نہ رہے، اس میں حضرت عثمان کا قصور نہیں اور نہ ہی یہ ہے کہ انہیں حکمرانی کے گر نہ آتے تھے، سب کچھ تھا، یہ فتوحات کی وسعت کے بعد ایک فطرتی سبب تھا، اس لیے فتنوں نے سر اٹھایا اور ان کی شہادت تک نوبت پہنچی، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی اس میں بھی فتنہ اور اختلافات اور انتشار میں اضافہ ہی ہوا۔" ❶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں اور میرا ایک ہمسایہ جو بنو امیہ بن زید قبیلہ میں سے انصاری تھے، جو مدینہ منورہ کے بالائی حصہ میں رہتے تھے۔ ہم دونوں باری باری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے تھے، ایک دن وہ آتے اور ایک دن میں آتا، جب میرا ہمسایہ آتا جو وحی وغیرہ سیکھ کر جاتا، وہ مجھے بتا دیتے تھے اور جب میں جاتا تو جو علم وحی حاصل کر کے آتا انہیں میں بتا دیتا۔ ❷

علامہ ذہبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورت بقرہ بارہ (۱۲) برسوں میں سیکھی، جب اسے سیکھا تو اس خوشی میں اونٹ ذبح کیے۔ ❸

اس سے ثابت ہوا قرآن پاک کی منزل کے اختتام پر ضیافت کرنا بدعت نہیں کر سکتے ہیں۔ حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے پاس آیا اور کہا، اے امیر المومنین! ایک آیت مبارک تم اپنی کتاب میں تلاوت کرتے ہو، اگر ہم گروہ یہود پر نازل ہوتی تو ہم جس دن میں وہ نازل ہوئی ہے، اسے اظہار مسرت دن کے طور پر عید کا دن بنا لیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، وہ کونسی آیت ہے؟ اس نے کہا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ: ٦ : ٣)

"کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور میں نے اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے۔"

---

❶ فتح الباری: ٧/ ٤٦، اس تفصیل کے سے اس خواب کی تعبیر صحیح سمجھ آتی ہے۔

❷ بخاری: ٥١٩١ كتاب النكاح، باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها، مسلم: ١٤٧٨، كتاب الطلاق، باب بيان تخيير امرأته لا يكون طلاقا.

❸ سير الخلفاء: ٨١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کو جواب دیا، میں جانتا ہوں، وہ کس دن میں نازل ہوئی اور کس جگہ پر نازل ہوئی تھی؟ یہ جب نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں جلوہ گر تھے، جمعہ کا مبارک دن تھا اور ہم عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے، ہمارے لیے ایک عید نہیں دو عیدیں ہیں، ایک حج دوسرا جمعہ کا دن تھا۔ [1]

عید نو روز اور عید میلاد النبی وغیرہ خود ساختہ جشن منانے والے اگر اس فاروقی جواب پر غور کریں، شاید یہ بدعت چھوٹ جائے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قیمتی نصیحتیں اور علمی معیار:

"سرداری ملنے سے پہلے پہلے دین میں سمجھ حاصل کرلو، کیونکہ ہوسکتا ہے سرداری سیکھنے نہ دے۔" (انتباہ) اس بات کو بیان کرنے کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ سرداری ملنے کے بعد بھی دین سیکھو۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمر رسیدہ ہونے کے بعد بھی تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں، حضرت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مزید اس عقدہ کو یوں حل فرمایا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس کی تشریح اس لیے کر رہے ہیں کہ کوئی یہ خدشہ نہ رکھے سیادت اور سرداری دین فہمی میں رکاوٹ ہے، یہ خیال مت کرو، بلکہ ہر حال میں علم سیکھو۔ [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سیادت اور سرداری دین کی سمجھ میں رکاوٹ بن جاتی ہے، کیونکہ رئیس کے لیے تکبر اور جاہ وحشمت رکاوٹ بن جاتے ہیں کہ وہ خود کو اس سے بلند تر سمجھتا ہے کہ وہ متعلّم بن کر بیٹھے۔

امام مالک رحمہ اللہ عہدہ قضاء کا ایک عیب بیان کیا کرتے تھے کہ قاضی جب معزول کر دیا جائے، تو وہ اپنی اس مجلس کی جانب رجوع نہ کرے گا، جس میں تعلیم حاصل کیا کرتا تھا۔ [3]

بیوی کے ساتھ نماز پڑھنے کا مسئلہ حل کر دیا:

حارث بن معاویہ کندی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، میں سوار ہوا صرف اس لیے سفر کیا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین چیزیں دریافت کروں، جب میں مدینہ میں پہنچا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوا، تو انہوں نے پہلا سوال ہی یہ کیا، کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا، تین باتیں پوچھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا: یہ ایک کہ مکان تنگ ہے، میں اور میری بیوی و بچے یکجا ہیں، نماز کا وقت ہوا چاہتا ہے، اگر میں اور عورت اکٹھے نماز پڑھیں تو وہ میرے برابر ہوگی، اس طرح نماز ہوتی اور اگر وہ میرے پیچھے نماز پڑھتی ہے، تو پھر وہ عمارت سے باہر ہوگی اور پردہ نہ رہا کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا کہ اپنے اور اس عورت کے درمیان کپڑا ڈال کر پردہ کرلو اور اگر برابر بھی ہو پھر بھی

---

[1] بخاری: ٤٤، کتاب الایمان، مسلم: ٣٠١٧، کتاب التفسیر.

[2] بخاری معلقا، کتاب العلم، باب الاغتیاط فی العلم والحکمة ابن ابی شیبه و اسناده صحیح، فتح الباری: ١/ ٢١٩.

[3] فتح الباری حواله مذکوره.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نماز پڑھ لو۔

عصر کے بعد والی دو رکعات کا مسئلہ حل کیا:

میں نے عصر کے بعد دو رکعات نماز پڑھنے کے متعلق بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: ''ان دو رکعات سے مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا تھا۔'' حارث کہتے ہیں: ''میں نے قصہ گوئی کے متعلق ان سے پوچھا کہ لوگ مجھ سے اس کا مطالبہ کرتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، جو مرضی کرو، مقصد ہے کہ میں منع نہیں کر سکتا۔'' میں نے کہا، میرا مقصد ہے کہ اگر آپ مجھے منع کریں، تو میں باز آ جاؤں۔''

خود کو برتر نہ سمجھو:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''مجھے اندیشہ ہے کہ تم قصہ گوئی کے ذریعہ خود کو دوسروں پر برتر قرار دو گے اور بار بار یہ بیان کرنے سے تم خود کو ان سے کہکشاں سے بھی بلند تر تصور کرو گے، اگر یہ صورتِ حال ہوئی تو پھر یہ یاد رکھیں، اتنی مقدار میں جتنا تم خود کو بلند تر سمجھو گے، روزِ قیامت اللہ تمہیں ان کے قدموں میں نچلی جگہ دیں گے۔''❶

حدودِ الٰہی کے پاسبان:

حضرت قبیصہ بن جابر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''واللہ! رعیت کے ساتھ بہت زیادہ مہربان اور بہترین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا اور کتاب اللہ کی تلاوت کثرت سے کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کے دین میں فہم و ذکاء میں اور حدودِ الٰہی کے قائم کرنے میں اور لوگوں کے سینوں میں ہیبت کی دھاک بٹھانے میں حضرت عمر سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں دیکھا اور حیاء میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔''❷

تراویح باجماعت کا اہتمام:

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں، رمضان کی ایک رات کو میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں گیا، تو لوگ مختلف جماعتوں کی صورت میں جدا جدا نماز تراویح پڑھ رہے تھے، کوئی آدمی تنہا نماز پڑھ رہا ہے، کوئی آدمی ایک آدمی کو لیے نماز پڑھ رہا ہے، کوئی آدمی نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے ساتھ مل کر ایک گروہ نماز پڑھ رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میری رائے ہے کہ میں ان سب کو ایک ہی قاری کے پیچھے نماز میں یکجا کر دوں تو بہتر ہے، پھر انہیں ایک ہی قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے جمع کر دیا، پھر میں ایک اور رات کو مسجد میں گیا، تو لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز میں اکٹھے کھڑے تھے، انہیں دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ'' یہ نیا طریقہ بہتر ہے اور جو سو گئے ہیں کہ رات کے آخر میں قیام کریں گے یہ ان سے بہتر ہیں جو اب پہلی رات کے حصہ میں قیام کر رہے ہیں۔❸

---

❶ مسند احمد: ۱۱۱، اسناده صحيح، احمد شاكر. ❷ اسد الغابه: ٤/ ١٤٧، ابن اثير.

❸ بخارى، ۲۰۱۰، صلاة التراويح، باب فضل من تام رمضان .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتباہ:.....حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ایک قاری کے پیچھے نماز پڑھنا زیادہ مناسب ہے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے حاصل کی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات تراویح پڑھائی اور لوگ آپ کے پیچھے جمع ہوتے رہے۔ اور آپ نے جمع ہونا جو ناپسند کیا تھا وہ اس کے فرض ہونے کے ڈر سے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فرضیت کا اندیشہ نہ رہا لیکن وہ اسے زیادہ مناسب اس لحاظ سے قرار دے رہے تھے کہ اس طرح پہلے پہر میں ایک امام کے پیچھے جمع ہونا اختلاف سے بچاتا ہے وحدت و اتحاد قائم رہتا ہے اور ایک قاری کے پیچھے نمازیوں کا یکجا ہونا ایک دوسرے کی نشاط اور دلبستگی کا باعث بھی ہوتا ہے۔ اور رات کے آخر میں افضل وقت ہے اس لیے سو کر جو اس وقت نماز پڑھے گا وہ اس لحاظ سے افضل ہیں۔ ❶

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات پر بدخوش ہوئے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادتِ جانکاہ کے دن مسلمانوں کے ہر گھر میں صف ماتم بچھی تھی ہر گھر کے لوگ درد وغم میں ڈوب گئے تھے۔ مگر جن گھروں میں بدی کا دھواں اٹھ رہا تھا وہی خوش ہوئے ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے اور کتاب الٰہی کی تلاوت کرنے والے اور دین الٰہی کے سمجھنے والے تھے۔ ❷

جب صالحین کا ذکر کیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذکر سے قصرِ صالحیت کو زینت بخشا کرو، کیونکہ وہ سب سے زیادہ معرفت، تلاوت اور فقاہت سے مالا مال تھے۔ ❸

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی علمی برتری:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھیں اور زمین کے دیگر باسیوں کا علم دوسرے پلڑا میں رکھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کا پلڑا اب بھی بھاری ہوگا۔

امام اعمش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، میں نے یہ بات سنی تو تسلیم کرنے سے انکاری تھا۔ میں حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے پاس آیا۔ اور یہ علم کے موازنہ والی بات میں نے ان سے ذکر کی، انہوں نے کہا تم انکار کرتے لیکن میں تو انکار نہیں کرسکتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تو اس سے بھی بہتر تاثرات بیان کیے ہیں جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تھی۔ اس دن علم کے دس حصوں میں سے نو حصے علم کے رخصت ہو گئے تھے۔ ❹

فرش پر بات کی اور عرش سے جواب قرآن بن کر آیا:

آہ! اس فاروق امت کی عظیم منزلت اور جلیل منقبت کا کون مقابلہ کرے؟ کہ اللہ عزوجل نے کئی مقامات پر انہیں

❶ فتح الباری: ٤/ ٣١٥.
❷ ابن ابی شیبہ، ٧/ ٤٨٠، ابن عساکر حاکم.
❸ سیر الخلفاء/ ٨١.
❹ ابن ابی شیبہ، ٧/ ٤٨٣، والحاکم وصححه واقره الذهبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی ہمنوائی کا اعزاز بخشتا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک رائے دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے قرآن بنا کر نازل کر دیتے ہیں۔ کتنا بلند کردار ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

عظیم انسان کو تدبیر بھی لازم ہے دنیا میں
زبانی بات کرنے سے پریشانی نہیں جاتی

فاروقی درخواست پر مقام ابراہیم جائے نماز بنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں، میں نے تین خصلتوں میں اپنے رب سے موافقت کی ہے۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لیں، تو بہت بہتر ہوگا، تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ: ١٢٥)

”کہ مقام ابراہیم کو طواف سے فراغت کے بعد جائے نماز بنا لو۔“

پردہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی درخواست پر لازمی ہوا:

پردہ کی آیت نازل ہونے کی وجہ بھی یہ ہے کہ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! بیویوں کو پردہ کا حکم دیں، کیونکہ ان کے پاس نیک بھی آتا ہے، بہانہ سے فاجر بھی آ جاتا ہے، اور ان سے بات کرتا ہے، اس لیے یہ غیرت سے باہر ہے کہ ایسی صورت باقی رہے، تو پردہ والی آیت نازل ہوئی۔

آپ کی بیویوں سے اختلاف کا مسئلہ فاروقی رائے پر حل ہوا:

ایک مرتبہ غیرت میں آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جمع ہوتی ہیں اور مطالبہ کرتی، میں نے کہا، تم کیا کر رہی ہو؟ اگر آپ تمہیں طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء کر سکتا ہے، یہی الفاظ قرآن بن گئے:

﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ (تحریم: ٥)

”ہوسکتا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق دے دیں، تو آپ کا رب تم سے بہتر بیویاں بدل کر دے دے۔“ [1]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے تین کاموں میں اپنے رب سے موافقت کی ہے، مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھنے، پردہ کے بارے میں اور بدر کے قیدیوں کے فیصلہ کے بارے میں۔ [2]

انتباہ:...... ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے کہ تین واقعات میں میں نے اپنے رب سے موافقت کی ہے، اس کا مقصد ہے کہ میرے رب نے میری موافقت کی ہے کہ جو میری رائے تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اس کے موافق اتارا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ادب ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے، موافقت کی نسبت اپنی جانب کی ہے۔

[1] بخاري: ٤٠٢، كتاب الصلاة، احمد: ١٥٧، نسائي في الكبرىٰ: ٨/ ١٣.

[2] مسلم: ٢٣٩٩، فضائل الصحابة، باب فضائل عمر رضی اللہ عنہ.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تین واقعات میں ہی تخصیص کرنا، اس سے زیادہ واقعات کی نفی نہیں کرتا، کیونکہ ان تین واقعات کے علاوہ بھی انہیں موافقت حاصل ہوئی ہے، ان مذکورہ واقعات کے علاوہ منافقوں پر نماز نہ پڑھنے کی رائے تھی۔ اس کے علاوہ ہماری تحقیق کے مطابق تقریباً پندرہ مواقع پر موافقت منقول ہے۔ [1]

جنگ بدر میں جزیہ کا مسئلہ فاروقی رائے کی قرآن نے تائید کی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں پر نگاہ دوڑائی تو ان کی تعداد ایک ہزار تھی، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تقریباً تین سو انیس کی تعداد میں تھے، مشہور تین سو تیرہ ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ ہو کر ہاتھ پھیلا لیتے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِيْ مَا وَعَدْتَّنِيْ اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلَكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِي الْاَرْضِ))

''اے اللہ جو تو نے مجھ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے، اسے پورا کرنے کا وقت آن پہنچا ہے، اے میرے اللہ! اگر یہ جماعت جس کے پنجہ میں اسلام کی جان ہے، یہ ہلاک ہوگئی، تو سرزمین عرب پر تیری پرستش نہ ہوگی۔''

آپ ہاتھ پھیلائے ہوئے قبلہ رخ ہو کر اپنے رب سے آہ و زاری میں مسلسل مصروف تھے، حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک پر ایک چادر تھی، وہ بھی گر پڑی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے اور چادر پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک پر ڈالتے ہیں اور کمر مبارک سے لپٹ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ کے نبی! آپ نے اپنے رب کی بارگاہ میں سرگوشی کا حق ادا کر دیا ہے، وہ عن قریب آپ سے وعدہ وفا کرے گا، تو اس کا نقشہ قرآن پاک میں یوں پیش کیا گیا ہے:

﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝﴾ (الانفال: ٩)

''جب تم نے اپنے رب سے فریاد رسی کی درخواست کی، تو اس نے قبول فرمائی اور کہا میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں، تمہاری مدد کروں گا۔''

اور عملاً اس جنگ میں فرشتوں نے نصرت و حمایت کی، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میدانِ بدر میں ایک مسلمان ایک مشرک آدمی کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اسے قتل کرے، اچانک وہ اپنے اوپر سے ایک کوڑا لگنے کی آواز سنتا ہے، اور ایک شاہسوار کہہ رہا ہے اور فرشتے کا نام لے کر پکار رہا ہے، ''حزوم'' آگے بڑھو۔

اس کے بعد وہ مسلمان دیکھتا ہے کہ مشرک اس کے سامنے چت گرا پڑا ہے اور اس کی ناک توڑ دی گئی ہے اور چہرہ کوڑے کی ضرب سے پھٹا پڑا ہے، اور سارا بدن نیلگوں ہو چکا ہے، وہ انصاری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر یہ واقعہ بیان کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صَدَقْتَ'' تم سچ کہتے ہو، یہ وہ مدد تھی، جو تیسرے آسمان سے نازل ہوئی ہے۔

[1] فتح الباری: ١/ ٦٦٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں نے اس روز ستر کافر قتل کیے اور چالیس قید کیے۔ ایک روایت میں ستر قید کرنے کا بھی آتا ہے، جب قیدی آئے تو رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے رائے طلب کی، ان قیدیوں کے بارے میں بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ ہمارے چچا زاد اور قبیلہ والے ہیں، میری رائے یہ ہے کہ ان سے جزیہ لیں، جو کافروں کے خلاف ہماری قوت کا باعث ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی راہ پر گامزن کردیں۔ رسول اکرم ﷺ حضرت عمر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے خطاب کے بیٹے! تمہاری کیا رائے ہے؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ! اے اللہ کے رسول ﷺ! میری رائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کے خلاف ہے، میری رائے یہ ہے کہ ہم نے ان پر قابو پالیا ہے، اب ان کی گردنیں اڑا دیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد ان کے کافر بھائی عقیل کردیں، وہ اس کی گردن اڑائیں اور مجھے میرا فلاں رشتہ دار دیں، میں اس کی گردن اڑاتا ہوں، کیونکہ یہ کفر کے پیشوا اور لیڈر ہیں، انہیں کسی طرح زندہ نہ چھوڑیں۔ لیکن رسول اکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات کی جانب میلان کرتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں، حضرت عمر کی بات کو قبول نہ کیا، جب دوسرا دن ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں آیا تو رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں تشریف فرما رو رہے ہیں۔

میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بتائیں، آپ اور ابوبکر کیوں رو رہے ہیں؟ اگر مجھے رونا آئے تو میں بھی نالہ و فغاں کرسکوں، اگر رونا نہ آئے، تو تمہارے رونے کی وجہ سے میں رونے کا انداز اختیار کرسکوں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں رو رہا ہوں، ان سے فدیہ لینے کے سبب جو عذاب آتا تھا، وہ مجھ پر پیش کیا گیا ہے اور اس درخت کے بالکل قریب وہ عذاب مجھے دکھایا گیا ہے، ایک درخت کی طرف آپ ﷺ نے اشارہ کیا، جو آپ کے قریب ہی تھا، اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ﴾ (الانفال: ٦٧)

''کسی نبی کے لیے لائق نہیں کہ اس کے قیدی ہوں اور ان کا خون بہائے بغیر انہیں چھوڑ دے۔''

عذاب سے رہائی اس لیے مل گئی کہ مالِ غنیمت حلال تھا، وگرنہ عذاب آجاتا۔ [1]

منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھو:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مرا، تو رسولِ اکرم ﷺ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے بلائے گئے۔

جب رسول اکرم ﷺ نمازِ جنازہ کے لیے تیار ہوئے، تو میں ایک جست لگا کر گیا اور عرض کی اے اللہ کے

[1] مسلم: ١٧٦٣، كتاب الجهاد، باب كيفيته قسمة الغنيمة الخ، مسند احمد: ٢٠٨، ترمذی: ٣٠٨١، تفسیر القرآن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول ﷺ! آپ ابن اُبی کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے!؟ اس نے اس اس دن فلاں فلاں اسلام شکن بات کی تھی، یوں میں نے اس کا ایک ایک زخم جو اس نے اسلام کے گداز جسم پر لگایا تھا گنوایا۔ لیکن رحمت عالم ﷺ زیر لب مسکرائے اور فرمایا، عمر! ہٹ جاؤ، تاہم میں نے بہت اصرار کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے پڑھنے یا نہ پڑھنے کا اختیار ملا ہے، لہٰذا میں نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے ہی کا فیصلہ کیا ہے، اگر مجھے یہ علم ہو کہ اگر میں ستر سے زائد دفعہ جنازہ پڑھوں گا، تو اس کی مغفرت ہوجائے گی، میں اس سے بھی زیادہ پڑھوں گا، یہ کہہ کر آپ نمازِ جنازہ کے لیے آگے بڑھتے ہیں، پھر واپس ہوئے، ابھی کچھ دیر ہی گزری ہوگی، کہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ (توبہ: ٨٤)

''ان میں سے اگر کوئی مر جائے، تو آپ ان میں سے کسی کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں اپنی اس جرأت پر حیران تھا کہ میں نے یہ جرأت کیسے کی۔ [1]

فاروقی جلال کے سامنے شیطان نہیں ٹھہرتا:

کسی انسان کا دل جتنا زیادہ خوف خدا سے لبریز ہوگا، اتنی ہی زیادہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت بٹھا دیتے ہیں۔ آیئے! اس امت کے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہیبت سے شیطان بھی کپکپاتا ہے، اتنی زیادہ ہیبت اللہ تعالیٰ نے عطاء کر رکھی تھی، ان کے خوف و رعب سے شیطان راہِ فرار اختیار کر جاتا تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہاں حاضر ہونا چاہتا ہوں، صورت حال یہ تھی کہ قریش کی عورتیں آپ سے زیادہ مطالبہ کر رہی تھیں، اس دوران ان کی آوازیں نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند ہو رہی تھیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو جلدی سے وہ پردہ میں چلی گئیں، آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت دے دی، جب وہ داخل ہوئے، تو نبی ﷺ ہنس رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ'' آپ ہمیشہ خوش وخرم رہیں، کبھی غمزدہ نہ ہوں، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، ہنسنے کی وجہ بتا دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ عورتیں میرے پاس تھیں، مجھے ان پر تعجب ہوا ہے، یہ میرے پاس بیٹھی مطالبات کی بھرمار کر رہی تھیں، جب انہوں نے تمہاری آواز سنی، تو جلدی سے پردہ کی اوٹ میں چلی گئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، انہیں آپ سے زیادہ مرعوب ہونا چاہیے، پھر ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اے اپنی جان کی دشمنو! مجھ سے خوفزدہ ہو اور نبی اکرم ﷺ سے نہیں!!!

عورتوں نے کہا: ہاں تم سخت طبع ہو، جب کہ نبی ﷺ نرم طبیعت ہیں۔''

[1] بخاری: ١٣٦٦۔ الجنائز، مسلم: ٢٥٠٠، فضائل الصحابة.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہاں اے ابن خطاب! مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے:

((مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ))

''شیطان جس کوچہ و بازار میں تم سے ملتا ہے، وہ چھوڑ کر دوسرے کوچہ و بازار میں چلا جاتا ہے۔''

میں نے دیکھا ہے کہ شیطان خواہ جنوں سے ہوں یا انسانوں سے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر راہِ فرار اختیار کر جاتا ہے۔ [1]

وضاحت:...... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس سے یہ دلیل نہ لی جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ معصوم عن الخطاء تھے۔ یہ عصمت صرف نبی اکرم ﷺ کے حق میں ہے۔ آپ کے علاوہ ممکن ہے لیکن لازمی نہیں کہ کوئی دوسرا معصوم ہے۔'' [2]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہی رہے گی کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ شیطان جب بھی ایک گلی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھے گا تو ان کی ہیبت سے دور بھاگ جاتا ہے حتی کہ وہ گلی چھوڑ جاتا ہے اور اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خوف طاری ہو جاتا ہے۔ [3]

عمر آ گئے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے لیے کھانا پکایا۔ اور آپ ﷺ کے پاس لائی۔ تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی تھیں۔ میں نے ان سے کہا، کھاؤ، انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا یہ کھاؤ ورنہ میں اسے تمہارے منہ پر چپکا دوں گی۔ انہوں نے پھر بھی انکار کر دیا میں نے اس مالیدہ میں ہاتھ ڈالا اور میمونہ رضی اللہ عنہا کے چہرہ پر مل دیا۔ یہ منظر دیکھ کر نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے اور مالیدہ اپنے ہاتھ سے حضرت میمونہ کے لیے رکھ دیا اور کہا: ''اے میمونہ! تم بھی عائشہ کے چہرہ پر مل دو، انہوں نے بھی مل دیا اب بھی نبی اکرم ﷺ مسکرا دیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا وہ گلی میں کسی سے کہہ رہے تھے۔ اے عبداللہ! اے عبداللہ! آپ ﷺ کا خیال تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شاید اندر آئیں گے۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ اٹھو چہرے دھولو، عمر آ گئے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اتنی اہمیت دی تو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت سے ہمیشہ ڈرتی رہتی تھی۔ [4]

غزوۂ تبوک میں فاروق اعظم کی ذہانت:

جلیل القدر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حبیب کائنات ﷺ پر اپنے وسیع اعتماد کا اظہار کرتے اور اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی تائید کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ غزوۂ تبوک میں لوگ بھوک سے دو چار ہوئے تو انہوں نے کہا۔ اے

[1] بخاری: ٣٦٨٣، فی فضائل اصحاب النبی، باب مناقب عمر الخ، مسلم: ٢٣٩٦.

[2] فتح الباری، ٧/٥٨. [3] شرح مسلم، ١٨٠٧.

[4] مسند ابی یعلی، ٧/ ٤٤٩، اسناده حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے رسول ﷺ! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹ ذبح کر کے پکا کر کھائیں۔ اور ان کی چربی بطور تیل استعمال کریں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اچھا ایسا کرلو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہتے ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر ایسا ہوا تو سواریوں کی قلت پیدا ہوگی، میری رائے ہے کہ آپ انہیں بلا کر حکم دیں کہ جو زادِ راہ ان کے پاس بچا ہے، وہ لائیں اور پھر اس پر برکت کی دعا کیجئے، شاید اللہ تعالیٰ اس میں برکت نازل فرما دیں، رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں، ہاں، یہ درست بات ہے، رسول اکرم ﷺ ایک دستر خوان منگواتے ہیں اور اسے بچھاتے ہیں، پھر حکم دیا کہ اگر کسی کے پاس کھانے والی چیز کا ٹکڑا بھی ہو، تو لے آؤ، دستر خوان پر کچھ کھانے کی چیزیں اکٹھی ہو جاتی ہیں، پھر آپ ﷺ اس پر برکت کی دعا کرتے اور فرماتے ہیں، اپنے اپنے توشہ دانوں میں ڈال لو، حتیٰ کہ پڑاؤ گاہ پر جس کے پاس بھی توشہ دان تھا، اس نے اسے بھر لیا، اور سیر ہو کر کھایا اور کچھ زائد بھی بچ گیا۔ یہ برکت دیکھ کر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دیتا ہوں اور یہی کلمہ پڑھ کر کوئی بندہ بھی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا، بشرطیکہ اس میں شک نہ ہو، اس کا کامل یقین ہو تو اسے جنت میں جانے سے نہ روکا جائے۔ [1]

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پُر ہیبت شخصیت کی قوت کا مزید بیان:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بارعب شخصیت سے نواز رکھا تھا کہ آدمی اگر کوئی ضرورت لے کر آیا ہے تو ان کی ہیبت کی وجہ سے اس کا اظہار نہ کر پاتا تھا، بغیر ضرورت پوری ہوئے ہی واپس چلا جاتا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں کسی ملامت سے نہ ڈرتے تھے، اس لیے ان سے لوگ ڈرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری اپنی یہ حالت تھی کہ میں ایک سال سے انتظار میں تھا کہ ایک آیت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھوں، لیکن آپ کی ہیبت سے ہمت نہ پا رہا تھا۔

ایک دن ایسا آیا کہ حج کے لیے روانہ ہوئے، میں بھی ان کے ساتھ گیا، جب حج سے واپس لوٹے تو ایک جگہ پر حاجت کے لیے جھاؤ کے درخت والا رستہ تھا، اس پر مڑے، میں ان کے انتظار میں کھڑا رہا، جب وہ فارغ ہوئے، تو میں آپ کے ساتھ چل دیا، اب موقع پا کر میں نے کہا: اے امیر المومنین! نبی ﷺ کی بیویوں میں سے وہ دو عورتیں کون تھیں، جنھوں نے آپس میں آپ کے خلاف ایک دوسرے سے تعاون کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا، وہ حفصہ اور عائشہ تھیں۔ اب میں نے انہیں بتایا کہ تقریباً ایک سال ہونے کو ہے، میں اس کے متعلق آپ سے پوچھنا چاہتا تھا، لیکن تمہاری ہیبت کی وجہ سے نہ پوچھ سکا، فرمایا'' ایسا نہ کیا کرو، اگر تم جانتے ہو کہ مجھے کسی چیز کا علم ہے، تو اس کے متعلق بے دھڑک پوچھا کرو، اگر مجھے پتہ ہوگا، تو میں تمہیں بتا دیا کروں گا، مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔'' [2]

---

[1] بخاری: ۲۹۸۲، فی الجهاد، باب حمل الزاد فی الغزو، مسلم: ۲۷، فی الایمان باب الدلیل علیٰ ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعا۔ [2] بخاری: ۴۹۱۳، التفسیر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سینگی لگانے والا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو واقعات سنایا کرتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے ہی پر ہیبت شخصیت کے مالک تھے، کبھی کھنگھورتے تو اس سینگی والے کا پیشاب نکل جایا کرتا تھا، جب وہ صحیح قصہ گوئی کرتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے چالیس درہم دیا کرتے تھے۔'' ❶

نادرۂ روزگار فراست فاروقی کا تذکرہ:

شفاف بینی اور فراست بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے بھی وافر حصہ عنایت فرمایا تھا اور اس عظیم احسان سے انہیں مالا مال کر رکھا تھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شفاف بینی اور فراست سے ایسا کام لیا کہ کائنات میں اس کا وجود بہت کم ہے، جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس سے کام لیا ہے، دوسرے اس معاملہ میں کہیں پیچھے ہیں، آپ کی فراست اور معاملہ فہمی کے آفتاب کی چند کرنیں مشاہدہ فرمائیں کہ ان کی نورانیت اور حسن تابندہ سے ان کے اعلیٰ مقام پر روشنی پڑتی ہے اور آپ کی فہم وفراست کا معیار ہمارے سامنے اجاگر ہوتا ہے۔

تمہارا گھر جل گیا ہے فاروقی کرامت:

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: جمرہ (جس کا معنی انگارا ہے) پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ اس نے کہا، شہاب کا بیٹا ہوں (جس کا معنی شعلہ ہے) کہا، کس قبیلہ سے ہو؟ کہا حرقہ (جس کا معنی جلانا ہے) سے ہوں، کہا اس سے بڑا خاندان بتاؤ؟ اس نے کہا، بنوضرام آگ بھڑکنا اس کا معنی ہے) سے ہوں، کہا رہائش کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا، حرّہ (گرم پتھر والی زمین) میں ہے، کہا، حرہ کی کونسی جانب؟ اس نے کہا، ذات لظی (جس کا معنی دوزخ کی ایک وادی ہے، شعلوں اور انگاروں والی)

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اپنے گھر والوں کی خبر لو، وہ جل چکے ہیں، تم ہر کام میں تو آگ ہی آگ بتارہے ہو، پتہ کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات درست نکلی۔ ❷

تم ابو مسلم ہو:

علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں کہ شرجیل نے بتایا کہ اسود عنسی نے یمن کے علاقہ میں نبوت کا دعویٰ کیا، اس نے ابو مسلم خولانی کی جانب آدمی بھیجا، جو انہیں لے آیا، اسود نے آگ بھڑکائی جو بہت بڑے الاؤ کی صورت میں تھی اور ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کو اس الاؤ میں پھینک دیا، لیکن اس آگ نے انہیں نقصان نہ پہنچایا، اسود عنسی سے کسی نے کہا: اگر تم نے ابو مسلم کو یہاں سے جلاوطن نہ کیا تو یہ تمہارے پیروکاروں کو خراب کر لے گا، اس نے ابو مسلم کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔

ابو مسلم رحمہ اللہ وہاں سے نکل کر مدینہ منورہ میں آ گئے، اپنی سواری بٹھاتے ہیں اور مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھتے

❶ مسلم، احمد، عن ابی هريرة، صحيح الجامع: ۱۰۰۹.

❷ تاريخ الخلفاء: ۹ اصابه: ۱/ ۲۶۲، الطرق الحكميه: ۲۹، مالك فى المؤطا: ۲/ ۹۷۳ فى الاستيذان.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں، حضرت عمر انہیں پہلے نہ جانتے تھے، انہیں دیکھ کر کہنے لگے میرے دل میں یہ بات آئی کہ یہ ابو مسلم ہوں گے، ان کے پاس گئے، پوچھا، تم کہاں سے آئے ہو، کون آدمی ہو؟ انہوں نے کہا، یمن کا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کا کیا بنا کذاب اسود عنسی نے جسے آگ میں ڈال کر جلانا چاہا تھا، لیکن اس کا نقصان نہیں کر سکا؟ ابو مسلم نے کہا، وہ عبداللہ بن ثوب تھے، نام بدل کر بتایا، حضرت عمر نے کہا، میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، وہ تم ہی تو نہیں؟ ابو مسلم نے کہا، میں تو نام بدل رہا ہوں، یقیناً وہ میں ہی ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کے انہیں گلے لگا لیا اور آبدیدہ ہو گئے، پھر انہیں لے کر گئے اور جناب صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے بٹھا کر کہتے ہیں: تمام تعریفات اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے وفات سے پہلے اس شخص کا دیدار کروایا ہے، جس نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام والا کردار ادا کیا ہے کہ حق گوئی کی پاداش میں آگ میں پھینکے گئے اور پھر بھی محفوظ رہے۔ ❶

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عبادت و ریاضت کا تذکرہ:

آپ حیران ہوں گے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے امتِ مسلمہ کی خلافت کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے کندھے پر ڈال رکھا تھا، تقریباً بائیس پچیس لاکھ مربع میل کی وسیع پیمانے پر خلافت کر رہے تھے، اس کے باوجود عبادت الٰہی سے بے خبر نہیں تھے۔

اگرچہ میں رہا رہین ستم ہائے روزگار
لیکن تیری یاد سے میں غافل نہیں رہا

بلکہ ہمیشہ توشۂ آخرت جان کر اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں عبادت میں مصروف نظر آتے ہیں۔

عمر تم نے قوت اپنائی:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، تم وتر کب پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا، میں رات کے شروع میں ہی وتر پڑھ لیتا ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، تم وتر کب پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا، رات کے آخر میں پڑھتا ہوں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، تم نے احتیاط اختیار کر رکھی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، انہوں نے قوت کا مظاہرہ کیا ہے۔'' ❷

گھر والوں کو نماز سے خبردار کرتے:

حضرت اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جس قدر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے، اتنی نماز پڑھتے جب رات کا آخر ہوتا، تو اپنے گھر والوں کو وعظ و نصیحت کے انداز پر کہتے، نماز، نماز، اس کی حفاظت کرو اور پھر یہ آیت تلاوت کرتے:

---

❶ سیر اعلام النبلاء: ٤/ ٧، تهذیب التهذیب: ١٢/ ٢٣٦.

❷ ابوداؤد: ١٤٣٤، الصلاة، وصححه الالبانی: ١٢٧١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ ❶

''اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور اس پر صبر کرو۔''

حضرت زیاد بن حدیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت کثرت سے روزے رکھتے اور مسواک کرتے تھے۔ ❷

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وفات تک بہت روزے رکھتے تھے۔ ❸

حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن ابی عاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہت قریبی ایک عورت سے شادی صرف اس لیے کی وہ مجھے یہ بتائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کیسے بسر کرتے ہیں؟ وہ عثمان کہتے تھے، واللہ! میں نے اس عورت سے مال یا اولاد کی طلب میں نکاح نہیں کیا، صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رات کے معمولات پوچھنے کے لیے اس عورت سے میں نے نکاح کیا ہے۔'' ❹

ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے، پھر گھر میں تشریف لے آتے اور فجر تک نماز میں مصروف رہتے۔

اگر میں سو گیا تو رعایا ضائع ہو جائے گی:

حضرت عمر نے معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہما سے کہا: ''اے معاویہ! اگر میں دن کو سو جاؤں تو رعایا ضائع ہو جائے گی اور اگر میں رات کو سو جاؤں، تو میں ضائع ہو جاؤں گا، اے معاویہ! جب ان دونوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، بتاؤ میری آنکھوں میں نیند کیسے آئے۔'' ❺

اتباعِ سنت کے سامنے جذبہ فاروقی کا سرنگوں ہونا

حجر اسود کو خطاب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کو بوسہ دیتے اور مخاطب ہو کر کہتے ہیں: ''میں جانتا ہوں، تو ایک پتھر ہے، نہ تو نقصان دے سکتا ہے اور نہ ہی نفع دے سکتا ہے، اگر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔''

بیعت والا درخت کاٹ دیا:

حضرت نافع بیان کرتے ہیں، صلح حدیبیہ کے موقع پر درخت کے نیچے جو بیعت رضوان لی گئی تھی، لوگ اس درخت کو متبرک تصور کرتے ہوئے، اس کے نزدیک نماز کے لیے جاتے تھے، یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہیں جھڑکا یہ کام

❶ ابو داود، فی الزهد، مالك: ۱/ ۱۱۹، فی المؤطا، بیهقی فی الشعب: ۲۸۲۲.
❷ طبقات: ۳/ ۲۲۰.
❸ صفة الصفوة: ۱/ ۲۸٦.
❹ طبرانی ورجاله ثقات، مجمع: ۹/ ۷۳.
❺ الزهد، امام احمد: ۱۲۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درست نہیں اور وہ درخت ہی کاٹ دیا۔

غلو پسند نہ کیا:

حضرت معرور بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک دفعہ حج کے لیے گئے، تو نماز فجر میں انہوں سورت فیل اور سورت قریش کی تلاوت کی، جب نماز سے فارغ ہوئے، تو لوگوں کو دیکھا ایک مسجد میں جلدی سے جا رہے ہیں، پوچھا یہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا، یہ وہ مسجد ہے، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی تھی، اس لیے یہ لوگ جلدی میں وہاں جا رہے ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، تم سے پہلے لوگ اسی لیے برباد ہوئے کہ انہوں نے انبیائے کرام کے آثار قدم کو گرجا گھر اور عبادت خانے بنا لیا تھا، جس کے لیے نماز کا وقت ہو جائے، وہ جہاں چاہے پڑھ لے اور جسے نماز درپیش نہ ہو وہ گزر جائے اور کام کو چل پڑے۔

کتاب اللہ کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں:

عمرو بن میمون اپنے باپ میمون سے بیان کرتے ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا کہا: اے امیر المومنین! ''جب ہم نے مدائن کا علاقہ فتح کیا، تو مجھے ایک کتبہ ملا ہے، جس میں بہت اچھی بات لکھی ہے، حضرت عمر نے اس سے کہا، کیا وہ تحریر اللہ کی کتاب سے ہے، اس نے کہا نہیں، درہ منگوایا اور اسے مارنا چاہا اور کہا، اگر کتاب سے نہیں تو پھر کوئی ضرورت نہیں۔'' اور خود یہ آیات پڑھیں:

﴿ الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۞ ﴾

''یہ روشن کتاب کی آیات ہیں، یقینا ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے، تاکہ تم سمجھو اور ہم نے بہترین قصہ بیان کیا ہے، بے شک آپ اس سے پہلے اس سے خبردار نہ تھے۔''

اور فرمایا: ''تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے برباد ہوئے کہ وہ اپنے علماء اور پادریوں کی کتابوں پر متوجہ ہو گئے اور تورات، انجیل کو پس پشت ڈال دیا، حتیٰ کہ یہ کتابیں مٹ گئیں اور ان کا علم ختم ہو گیا۔''[1]

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بحیثیت سخی:

مومن کو اس بات کا پورا وثوق اور اعتماد ہوتا ہے کہ رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور پورا یقین ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مومن صادق اپنے مومن بھائیوں پر مال خرچ کرنے میں بخیل نظر نہیں آئے گا، کیونکہ اسے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ جو میں خرچ کروں گا، اللہ اس کے عوض مجھے ضرور عطا کرے گا۔

آدھا گھر راہِ اللہ میں لٹا دیا:

آیئے! فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جود و کرم میں بھی ایک مثالی شخص کے روپ میں نظر آتے ہیں:

[1] مناقب امیر المومنین عمر بن خطاب، ابن جوزی: ۱۲۳.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا، حسن اتفاق ایسا تھا کہ میرے پاس مال وافر مقدار میں تھا، میں نے کہا، اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نیکی کے میدان میں غلبہ پا سکتا ہوں، تو وہ آج کا دن ہے، میں گھر جاتا ہوں اور اپنا نصف مال جمع کرتا ہوں اور خدمت نبوی ﷺ میں پیش کر دیتا ہوں، رسول اکرم ﷺ پوچھتے ہیں: " مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِكَ " گھر والوں کے لیے کتنا مال چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کی نصف لے آیا ہوں اور نصف چھوڑ آیا ہوں۔

اتنی دیر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آ جاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: " یَا اَبَا بَکْرٍ مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِكَ " اے ابوبکر! اپنے گھر والوں کے لیے کتنا مال چھوڑ آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی، "اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ" "میں گھر والوں کے لیے اللہ کا نام اور رسول اکرم ﷺ کی محبت چھوڑ کر آیا ہوں۔"[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے اعتراف کیا، میں کبھی بھی کسی نیکی کے میدان میں ابوبکر پر غالب نہیں آ سکتا۔

پروانے کو شمع بلبل کو پھول بس
ابوبکر کے لیے خدا کا رسول بس

انتباہ: ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ تاثرات اس بنا پر تھے کہ میں فضائل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا، کیونکہ جب میرے پاس مال کی کثرت، اور حضرت ابوبکر کے پاس مال کی قلت تھی، تو میں غالب نہ آ سکا، جب اس کے علاوہ حالت ہوگی، تو میں کیسے غالب آ سکوں گا۔[2]

ہزاروں درہم خرچ کرنے کے بعد سانس لیا:

حضرت اعمش بیان کرتے ہیں، ایک دن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ان کے پاس بائیس ہزار درہم آئے، اپنی نشست سے تب اٹھے، جب انہیں غرباء میں تقسیم کر لیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو مال زیادہ پسندیدہ ہوتا، وہ اسے صدقہ کرتے تھے اور شکر وغیرہ میٹھی چیز زیادہ صدقہ کرتے تھے، اس کی وجہ ان سے دریافت کی گئی تو فرمایا: "مجھے میٹھا پسند ہے، اس لیے میں اسے صدقہ کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے کہ پسندیدہ چیز خرچ کرو۔"[3]

فرمان الٰہی ہے:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران: ۹۲)

"تم نیکی کو ہرگز نہ پاسکو گے، یہاں تک کہ تم وہ چیز خرچ کرو جو تم پسند کرتے ہو۔"

---

[1] ابو داود: ۱۶۷۸، الزکاۃ، مستدرک حاکم: ۱/ ۴۱۴ علی شرط مسلم، و وافقه الذهبی، وحسنه الالبانی: ۱۴۷۲.

[2] تحفة الحوذی: ۱۰/ ۱۱، عون المعبود: ۵/ ۷۲.

[3] الدر المنضود فی ذم البخل ومدح الجود، عبدالرؤف مناوی: ۶۴.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسا سخی میری آنکھ نے نہیں دیکھا:

مجاہد کہتے ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جلولاء مقام پر جو جنگ ہوئی ہے، اس میں سے جو لونڈیاں حاصل ہوئی ہیں، ان میں سے خرید کر ایک مجھے بھیجو، انہوں نے اس پر عمل کیا، وہ لونڈی آئی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلایا، جب وہ آئی تو اسے آزاد کر دیا۔

اسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت عمر کے متعلق کسی اہم بات کا پوچھا کہ مجھے بتاؤ، انہوں نے آگے سے جواب دیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سخاوت اور نیکی محنت میں، میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ [1]

انتباہ:...... خیال رہے کہ امورِ خلافت چلانے میں اور نیکی کی جدوجہد کرنے اور مال کی سخاوت کرنے میں آپ کا بے مثال ہونا حضرت عمر کی مدت خلافت میں محدود تھا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ جدوجہد میں بے مثال تھے، کلی طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر افضل ہیں۔

حبیب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حواس باختگی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بوجہ علالت بوجھل تھی اور غشی کے دورے پڑ رہے تھے، یہ رقت آمیز منظر دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پکار اٹھیں:

"وَاکَرْبَ اَبْتَاهُ" ہائے میرے ابا جان کو بہت تکلیف ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: "لَیسَ عَلیٰ اَبِیْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْیَوْمِ" بیٹی! آج کے بعد تمہارے ابا جان کبھی تکلیف سے دوچار نہ ہوں گے، جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، تو پکارنے لگیں۔ اے میرے ابا جان! کیا تم نے اپنے رب کے بلاوا کو قبول کر لیا ہے، اے ابا جان! تم نے جنت الفردوس کو ٹھکانا بنا لیا ہے، اے ابا جان! ہم جبریل علیہ السلام کو آپ کی وفات کی خبر دیتے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے انس!

((اَطَابَت نُفُوْسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم التُّرَابَ)) [2]

"تمہارے دلوں نے یہ کیسے برداشت کر لیا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی کے لپ بھر کر ڈالو۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، وہ دن جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں قدم رکھ رہے تھے، بڑا ہی روشن دن تھا، مدینہ کا ذرہ ذرہ گویا آفتاب تھا، لیکن جس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے بڑا تاریک دن تھا، گویا ہر چیز تاریکی میں ڈوب گئی اور در و دیوار اداس دکھائی دیتے تھے، ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈال کر ہاتھ جھاڑ

---

[1] بخاری: ٣٦٨٧، فضائل اصحاب النبی، باب مناقب عمر.

[2] بخاری: ٧/ ٧٥٥، المغازی، احمد: ٣/ ٢٠٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے تھے، لیکن ہمارے دل کسی طرح بھی تسلیم نہ کر رہے تھے کہ آپ وفات پا چکے ہیں۔ ❶

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر مسلمانوں میں اضطراب برپا تھا، بعض تو سکتہ میں آ گئے، عقل و حواس ہی قائم نہ رکھ سکے، جو بیٹھا تھا، اسے کھڑا ہونے کا یارانہ رہا، غم و اندوہ سے زبان ہی سل گئی، قوت گویائی جاتی رہی اور بعض نے موت کا انکار کر دیا، کہا ابھی اٹھ کر تشریف لے آئیں گے۔'' ❷

صدیق اکبر نے حواس درست کر دیئے:

یہ صورت حال تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی رہائش گاہ سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور سواری سے اتر کر سیدھے مسجد میں داخل ہوئے کسی سے کوئی بات نہیں کی، بیٹی عائشہ کے پاس گئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک دھاری دار کپڑے میں لپیٹی ہوئی تھی، آپ کے رخ تاباں پر سے کپڑا اٹھاتے اور جھک جاتے ہیں، چہرہ چوم کر آبدیدہ ہو گئے اور کہتے ہیں: ''آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ پر دو موتیں جمع نہ ہوں گی، جو موت آپ کے مقدر میں لکھی گئی تھی، آپ پر وہ آ چکی ہے، یہ کہہ کر باہر تشریف لائے، حضرت عمر بات کر رہے تھے، فرمایا: عمر! بیٹھ جاؤ، وہ غم اندوہ کی وجہ سے بیٹھ نہ رہے تھے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے گفتگو کا آغاز کیا، لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے توجہ ہٹا لی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف رخ موڑ لیا، آپ نے فرمایا: اما بعد! سنو!

''جو تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں اور جو تم میں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ رہنے والا ہے، اسے موت نہیں آئے، پھر یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝﴾ (آل عمران ۳: ۱۴۴)

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک پیغمبر ہیں، آپ سے پہلے بھی پیغمبر گزر چکے ہیں، اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے، جو ایڑیوں کے بل پھر جائے گا، وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو عن قریب اچھا بدلہ دیں گے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''لوگوں کو اب علم ہوا کہ یہ آیت اس موقع کے لیے ہے سب لوگوں کی زبان پر یہ آیت جاری تھی۔'' اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے جب یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنی تو ایسے محسوس ہوا کہ جیسا میرے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے اور میں زمین پر گر پڑا، اب مجھے یقین ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے۔'' ❸

---

❶ ترمذی: ۱۳/ ۱۰۴، المناقب، حاکم: ۳/ ۵۷، علی شرط مسلم، واقرہ الذهبی، وصححه الالبانی فی مختصر الشمائل.

❷ لطائف المعارف: ۱۱۳. ❸ بخاری: ۴۴۵۲، فی المغازی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتباہ:...... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو علمی فوقیت و برتری حاصل تھی اور اس حادثہ فاجعہ میں جب سب کے پاؤں اکھڑ گئے، تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ثابت قدم رہے۔''[1]

فاروق اعظم، حضرت ابوبکر کے لیے بیعت لیتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ خطاب سنا تھا، جو انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے دن منبر پر جلوہ گر ہو کر کیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش تشریف فرما ہیں، حضرت عمر فرماتے ہیں: پہلے تو مجھے امید تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زندہ رہیں گے، لیکن اب مجھے یقین ہے کہ آپ وفات پا چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے وہی نور تمہارے لیے برقرار رکھا ہے، جس کے ذریعہ تم راہِ ہدایت پر گامزن رہ سکتے ہو، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت سے ہمکنار کیا تھا، یعنی کتاب وسنت۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ خاص اور یارِ غار ہیں، یہ تم سب سے اولیٰ ہیں کہ تمہارے امورِ سلطنت چلائیں، لہٰذا کھڑے ہو جائیں اور ان کی بیعت کریں، اس سے پہلے بھی سقیفہ بنو ساعدہ میں کچھ لوگوں نے بیعت کی تھی، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس دن منبر پر بٹھایا اور تمام لوگوں سے حضرت عمر نے عام بیعت کروائی۔[2]

عہدہ قضا اور فاروق اعظم:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ علم، فقہ اور حکمت میں درجہ عالیہ پر فائز تھے، اس وجہ سے ان میں یہ اہلیت وصلاحیت پیدا ہو چکی تھی کہ جناب صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد، عدلِ معہد میں قاضی ہوں اور ان کی وفات کے بعد امیر المومنین ہوں۔

اسلام کا بہترین قاضی:

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کے امور کا سب سے پہلے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ذمہ دار بنایا تھا، انہیں حضرت ابوبکر نے قاضی مقرر کیا، اسلام میں سب سے پہلے قاضی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔[3] اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری لمحات میں اپنے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔

ابن جوزی منتظم میں تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کا پختہ عزم کر لیا، تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا، عمر بن خطاب کے متعلق رائے دو وہ کیسے ہیں؟

انہوں نے کہا، واللہ! یہ ایک آدمی کے متعلق جتنی بھی بہتر رائے دی جائے، اس سے بھی افضل ہیں، لیکن طبیعت میں سخت پن ہے۔''

---

1. فتح الباری: ۷/ ۳۶.
2. بخاری: ۷۲۱۹، الاحکام، باب الاستخلاف.
3. مناقب عمر بن خطاب، ابن جوزی: ۵۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صدیق کی نرم خوئی اور فاروق کی سخت جوئی کا حسین امتزاج:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''یہ اس وجہ سے سخت ہیں کہ ان کا خیال ہے کہ میں ابوبکر نرم ہوں، اس لیے وہ اتنے گرم ہیں، جب خلافت کا معاملہ ان کے ہاتھ میں آئے گا، تو وہ سختی چھوڑ کر نرمی اختیار کریں گے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلاتے اور فرماتے ہیں: ''مجھے حضرت عمر کے بارے میں رائے دو، انہوں نے جواب دیا، آپ ان کے بارے میں مجھ سے زیادہ باخبر ہیں۔''

فرمایا: اے عثمان! نہیں، پھر بھی کچھ بتاؤ، حضرت عثمان نے کہا:

میں تو یہ جانتا ہوں ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی بہتر ہے اور ہم میں سے ان کے مقابلہ کا اور کوئی آدمی نہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے عثمان! اللہ تم پر رحم کریں، واللہ! اگر تم اسے اس قابل نہ سمجھتے تو میں تمہاری رائے کی قدر کرتا اور اس سے آگے نہ گزرتا، تمہاری رائے کی وجہ سے میں ان کا انتخاب کرنے والا ہوں، اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا، تحریر لکھو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ آخری لمحات ہیں، جب ابوبکر بن ابو قحافہ دنیا میں سے روزانہ ہونے کے لیے آخری سانس لے رہے ہیں اور آخرت کا اول عہد ہے، جس میں قدم رکھ رہے ہیں، یہ ایک ایسا وقت ہے، جب کافر مومن، فاجر یقین والا ہو اور کاذب سچائی والا ہوجاتا ہے، اس نازک گردشِ زماں میں، میں خلیفہ مقرر کر رہا ہوں، یہ لکھا ہی تھا کہ غشی کا دورہ پڑ گیا، حضرت عثمان نے خود ہی تحریر کر دیا کہ میں حضرت عمر بن خطاب کو خلیفہ بناتا ہوں، اس کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوش میں آئے تو حضرت عثمان سے کہا پڑھو، انہوں نے پڑھا تو خوشی سے اللہ اکبر کہا، اور کہا، میرا خیال ہے، تمہیں خطرہ تھا کہ میں کہیں اچانک فوت نہ ہو جاؤں، اس لیے خود ہی حضرت عمر کا نام لکھ دیا ہے۔

حضرت عثمان نے کہا: ہاں یہی وہ خطرہ تھا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت ممنون احسان ہوئے اور کہا، اس اچھی تحریر پر اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام اور اہل اسلام کی جانب سے جزائے خیر دیں، اور حضرت عمر کی خلافت والی تحریر کو برقرار رکھا اور حضرت عمر نے عثمان کو حکم دیا کہ یہ تحریر لوگوں کے سامنے لے جاؤ اور کہیں جو آدمی اس تحریر میں ہے، اس کی بیعت کرو، سب جان گئے تھے کہ اس میں جس کے لیے بیعت کا کہا گیا ہے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی ہیں، یہ دیکھ کر کچھ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا:

''اگر اللہ تعالیٰ نے تم سے پوچھا کہ ایک بندے کی طبیعت کی شدت کو جانتے ہوئے بھی تم نے اسے خلیفہ بنا دیا ہے، اس کا جواب کیا ہوگا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؟ مجھے اٹھا کر بٹھاؤ، جب بیٹھ گئے، تو فرمایا، مجھے اللہ کا خوف دلاتے ہو، وہ تو ناکام ہوا، جو تمہیں ظلم کا توشہ دے۔

انصاف سے کہتا ہوں، اگر اللہ تعالیٰ سوال کریں گے تو میں یہ جواب دوں گا کہ یا اللہ! میں نے تیری مخلوق میں سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سب سے بہتر کو خلیفہ منتخب کیا ہے۔'' اور پھر حضرت عمر کو بلایا اور انہیں وصیتیں فرمائیں۔ ❶

صدیق فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جواب دہی کے ذمہ دار بنے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا، تو ان کی رائے تھی کہ میرے بعد خلافت کے معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ صاحبِ قوت اور اس نظامِ خلافت کو چلانے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، انہوں نے اس رائے کے بارے میں مسلمانوں سے بھی مشورہ کیا، اگر یہ خلافت عطیہ کے طور پر کسی کو دینا ہوتی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس قدر سوچ بچار میں نہ پڑتے، بلکہ اپنی اولاد میں سے کسی کو عطیہ بخش دیتے، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا، پہلے اہلیت دیکھی تھی، جب مشورہ لیا تو بعض نے بہت ہی خوشی کا اظہار کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں، بعض نے ناپسند کیا کہ ابوبکر حضرت عمر کو خلیفہ بنا کر آپ ایک سخت گیر آدمی کو تختِ خلافت پر بٹھائیں گے، اپنی زندگی میں یہ کیا کر رہے ہو، جب کل رب کے سامنے پیش ہوں گے اور اس بارے میں اگر اس نے پوچھ لیا تو کیا جواب دو گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر اس بارے میں رب تعالیٰ نے سوال کیا تو میں عرض کروں گا:

''اے میرے رب! میں نے ان پر اس وقت تیری مخلوق پر اس شخص کو خلیفہ مقرر کیا تھا، جو ان میں سے سب سے بہتر تھا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ مزید اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، یہ اپنے پیشرؤں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم پر ہمیں چلاتے رہے، ایسا بہترین نظام خلافت چلایا کہ ہم ان کے کسی کام پر حرف گیری نہیں کر سکتے، بلکہ دین و دنیا میں دن بدن ترقی ہوئی، روئے زمین پر فتوحات کے جھنڈے لہرائے، شہروں کے شہر آباد کیے، اور ہر ملامت گر کی ملامت سے بے پرواہ ہو کر قریبی ہو یا دور کا ہو، اسے عدل و انصاف مہیا کیا اور ہمیشہ حق کا پرچار کیا۔

میں تو کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے عمر کے زبان و دل پر حق جاری کر دیا تھا، ہم یہاں تک تصور رکھتے تھے کہ اطمینان اور سکینت وسکون سے ان کی زبان لبریز ہے اور ہمہ وقت فرشتہ ان کے سامنے کھڑا انہیں راست روی کی تلقین کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انہیں اچھے کاموں کی توفیق الٰہی ملی ہے۔ ❷

عدل فاروقی کا ایک انوکھا انداز:

ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے، حضرت عروہ اور حضرت مجاہد رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں کہ بنومخزوم کا ایک آدمی حضرت عمر بن خطاب کی عدالت میں حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہما کے خلاف مقدمہ لے کر آیا کہ فلاں جگہ کی حد بندی میں ابو سفیان میرا حق مار رہے ہیں۔

---

❶ المنتظم فی تاریخ الامم والملوک: ٤/ ١٢٦، اسد الغابہ: ٤/ ١٥٧ اسنادہ صحیح.

❷ زوائد علی المسند: ١/ ١٠٦، لالکائی فی کرامات الاولیاء: ٦٤، ورجالہ ثقات.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں اس جگہ کو خوب جانتا ہوں، میں اور تم بچپن میں اکٹھے وہاں کھیلتے رہے ہیں، فکر کی بات نہیں، جاؤ اور ابوسفیان کو میرے پاس لاؤ، وہ لے کر آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوسفیان سے کہتے ہیں، ابوسفیان فلاں جگہ میرے ساتھ چلو، سب وہاں چلے گئے، ابوسفیان بھی ساتھ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، ابوسفیان! یہ پتھر اٹھاؤ اور اسے یہاں رکھو جہاں میں کہہ رہا ہوں، یہ وہی جگہ تھی، جس کی انہوں نے غلط حد بندی کی تھی، ابوسفیان نے کہا: میں نہیں کروں گا، حضرت عمر نے کہا، واللہ! تم کو یہ پتھر ہر صورت رکھنا ہوگا۔

ابوسفیان کہتے ہیں، واللہ! میں نہیں رکھوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ دُرّہ اٹھا کر کہتے ہیں، اسے پکڑو اور جہاں میں کہتا ہوں، اسے وہاں رکھو، تم نے حد بندی غلط کی ہے، اگرچہ مجھے علم ہے، لیکن یہ حد بندی درست نہیں، اس کے بعد ابو سفیان پتھر اٹھاتے ہیں اور جہاں حضرت عمر کہہ رہے تھے، وہاں رکھ دیتے ہیں اس کاروائی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبلہ رخ ہو کر دعا کرتے ہیں:

"اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ" "اے میرے اللہ میں اس بات پر تیری تعریف کرتا ہوں کہ تو نے مجھے موت سے پہلے ابوسفیان کی رائے بدلنے پر غلبہ دیا، وگرنہ یہ تو رائے بدلنے والے نہ تھے اور صرف قوت اسلام کی وجہ سے انہیں میرے سامنے جھکایا۔"

اس کے بعد ابوسفیان بھی قبلہ رو ہوئے اور دعا کرتے ہیں۔

"اے اللہ! تمام تعریفات کے تو ہی لائق ہے کہ مجھے موت سے پہلے اس قابل بنایا کہ میرے دل میں نورِ اسلام جگمگایا، جس کی بدولت میں نے عمر کے حکم کے سامنے سر جھکایا، وگرنہ میں کیسے جھکنے والا تھا۔"[1]

حقوق انسانی کے بارے میں عدل کا تاریخ ساز چارٹر

آیئے! ہم خطباتِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ان دل آویز اور عطر بیز کا گلدستہ پیش کرتے ہیں، جو حقوق انسانی کا ایسا چارٹر ہے، انسانوں کو جن حقوق کے تحفظ کی ہمیشہ ضرورت اور آرزو رہی ہے، وہ اس میں رقم ہیں اور خصوصاً وہ شخص جو مسلمانوں کا سرپرست ہو، خواہ کسی بڑے معاملہ کا یا چھوٹے معاملہ کا، ان کے لیے ہم ان قوانین کو خاص طور پر ہدیہ نظر کرتے ہیں کہ اس کی ایک ایک سطر ایسی ضیاء پاشی کرتی ہے اور ان کے لیے راہ راست کو اجاگر کرتی ہے کہ ان کی روشنی میں قربتِ الٰہی کی راہ پر یہ گامزن ہو سکتے ہیں۔

ہاں میں سخت گیر ہوں اعتراف کرتا ہوں:

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک اڑتی ہوئی یہ بات پہنچتی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طبع نرم خو تھی کہ بچے بھی جب انہیں آتے ہوئے دیکھتے تو ان کی جانب دوڑ کر جاتے اور پیار سے کہتے، اے ابا جان! وہ ان کے سروں پر پیار کا دست

[1] المغنی علیٰ مختصر الخرقی: ۱۰/ ۴۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرم بار پھیرتے، جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت اس قدر چھائی ہے کہ بچے تو درکنار بڑے آدمی اپنی مجلسیں چھوڑ کر اپنے گھر کے صحنوں میں مبہوت ہو کر لب زیر منقار ہوجاتے ہیں اور بولنے کی ہمت نہیں پاتے اور تتر بتر ہوجاتے اور مارے خوف کے منتظر رہتے ہیں کہ دیکھو اب ان کا کیا حکم آتا ہے، یہ تو ہمارے لیے بہت پریشان کن مرحلہ ہے۔

اس بات کی بھنک جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کانوں میں پڑتی ہے، تو لوگوں میں منادی کرائی کہ جمع ہوجاؤ، وہ حاضر ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر وہاں بیٹھ جاتے ہیں، جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قدم رکھا کرتے تھے، جب دیکھا کہ تمام لوگ اکٹھے ہوچکے ہیں، منبر پر کھڑے ہوکر، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے اور کہتے ہیں۔

''مجھ تک یہ خبر پہنچ چکی ہے کہ لوگ میری شدت اور سخت گیری سے ہیبت زدہ اور میری طبعی سختی سے خوفزدہ ہیں اور یہ باتیں کر رہے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان حیات تھے، تو عمر بھی شدت پسند ہوا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارے فرمانروا اور والی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، لیکن شدت پسندی عمر رضی اللہ عنہ کی چھائی ہوئی تھی اور اب تو یہ خود ہی امور سلطنت کے سرپرست بن گئے ہیں، اب دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ حضرت عمر نے کہا: ہاں، ہاں، میں اقرار کرتا ہوں، جو لوگ بھی میرے بارے میں بات کہتے ہیں، ان کی بات درست ہے، کیونکہ میں جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہا، آپ کا خادم خاص بن کر رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم خوئی اور رحمت وشفقت کا پیکر بے مثل تھے، اس صفت میں آپ جیسا کوئی بھی نہیں، آپ بالکل فرمانِ الٰہی کی تصویر تھے:

﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾﴾ (التوبہ: ۱۲۸)

''مومنوں کے ساتھ حد درجہ پر شفقت اور مہربان تھے۔''

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو میں شمشیر برہنہ تھا، آپ کی مرضی ہوتی تو مجھے میان میں رکھتے اور اگر چاہتے تو مجھے استعمال کرتے، میں اس کے مطابق کر گزرتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک میرا طریقہ یہی رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہوئے، تو مجھ پر راضی تھے، الحمدللہ، یہ میرے لیے بہت بڑی سعادت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے امیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، دنیا ان کی نرمی، مہربانی اور خوئے خوشنما کا انکار نہیں کر سکتی، میں ان کا بھی خدمتگار اور معاون و مددگار تھا، میری شدت اور ان کی نرمی آپس میں مل جل کر کام کرتی رہیں، میں ان کے لیے بھی بازوئے شمشیر تھا، یہ بھی میرے لیے ایک نیک بختی ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ مجھے تمہارا امیر مقرر کر دیا گیا ہے۔

''لوگو! تم جان رکھو، اب میری وہ شدت ماند پڑ چکی ہے، لیکن ظالموں اور مسلمانوں پر چڑھائی کرنے والوں کے لیے برقرار رہے گی، مگر جو سلامتی کے طالب اور میانہ روی اختیار کریں گے اور دین پرور ہوں گے، میں ان کے لیے تم سب سے زیادہ نرم پہلو ثابت ہوں گا، میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی کسے دوسرے کو ظلم وستم کا نشانہ بنائے، یا اس پر زیادتی کرے، اگر کوئی ایسا کرے گا، تو میں اس سے حق لے کر مظلوم وحقدار کو دلا کر رہوں گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رعایا کی خیر خواہی کا یقین دلاتا ہوں:

اے لوگو! میں چند اہم باتیں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

میری ذمہ داری یہ ہے کہ تمہارے خراج (ٹیکس) کا مال حاصل کرنے سے کچھ نہیں لوں گا اور نہ ہی تمہارے مال فی (جو بغیر جنگ کیے حاصل ہو) سے کچھ حصہ دار ہوں، الا کہ کوئی صورت پیدا ہوگئی، تو لوں گا اور تمہارا مجھ پر یہ حق بھی واجب ہے کہ جو کچھ میرے ہاتھ میں آئے، میں اسے حق پر خرچ کروں، اگر ممکن ہو تو مجھ پر یہ حق بھی ہے کہ تمہارے عطیات اور وظائف میں اضافہ کروں اور تمہاری سرحدوں کی حفاظت کروں اور تمہاری طرف سے مجھ پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ میں تمہیں ہلاکت خیزیوں سے بچاؤں اور بلا وجہ تمہیں سرحدوں پر نہ بھیجوں اور جب تم لشکروں کی صورت میں میدان میں اترو اور گھروں میں موجود نہ ہوں، تو میں تمہارے اہل و عیال کی تمہارے واپس آنے تک نگرانی کروں۔ اے بندگان خدا! اللہ سے ڈرو، تم میرے معاون و مددگار بن کر رہو کہ خود کو مجھ سے روک کر رکھو، کوئی قانون شکنی نہ کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی پر میرے دست و بازو بن جاؤ اور اللہ تعالیٰ نے امور خلافت کی جو بھی ذمہ داری سونپی ہے، میں اس کی کما حقہ ادائیگی کے لیے تمہیں نصیحت و خیر خواہی کا یقین دلاتا ہوں۔

میں اب یہی کہتا ہوں اور اجازت چاہتا ہوں، اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں۔"

میں نے عُمّال کو زیادتی کے لیے مقرر نہیں کیا:

حضرت ابو فراس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا: "اے لوگو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہمیں تمہارے حالات کا پتہ چل جاتا تھا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے اور وحی کے ذریعہ ہمیں اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق اطلاعات دیتے تھے، خبردار! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رخصت فرما چکے ہیں اور سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے، اب تمہارے قول و کردار سے ہمیں تمہارا پتہ چلے گا جو خیر کا اظہار کرے گا، ہم بھی اس سے حسن ظن رکھیں گے اور اس سے محبت اور لگن ہوگی اور جو تم میں سے شر ظاہر کرے گا، ہم بھی اس سے بدظن ہوں گے اور اسے ناپسند تصور کریں گے، باقی تمہارے اندرون خانہ رازوں کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

خبردار! ایک ایسا وقت بھی آیا تھا کہ میں جس کسی کو قرآن پاک کی تلاوت کرتے دیکھتا، میں سمجھتا تھا کہ یہ فقط اللہ تعالیٰ سے اجر کے حصول کے لیے ہی تلاوت کر رہا ہے، لیکن اب مجھے خیال آیا ہے کہ کچھ آدمی قرآن پاک کی تلاوت لوگوں سے مفاد حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں، میں تلقین کرتا ہوں کہ اپنی تلاوت و عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئیاں ہی حاصل کرو۔

خبردار! واللہ! میں جو تمہارے اوپر اپنے کارندوں کو مقرر کرتا ہوں، تو اس لیے نہیں کرتا کہ وہ تمہارے جسموں کو پیٹیں اور تمہارے مال چھینیں، میں تو انہیں فقط اس لیے مقرر کرتا ہوں کہ وہ تمہیں تمہارے دین کے احکام سکھائیں اور تمہارے نبی کی سنت سے تمہیں روشناس کرائیں، یہ جس کے ساتھ اس کے علاوہ کوئی حرکت کریں، تو اسے میری عدالت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں پیش کرو، اللہ کی قسم! میں اسے ان حکمرانوں سے قصاص دلاؤں گا، یہ سن کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اچھل کر بولے، اے امیر المومنین! بتائیں، اگر ایک آدمی جو عامل ہو، اپنی رعیت میں سے کسی آدمی پر تادیبی کاروائی کرتے ہوئے سزا دیتا ہے، توتم اس سے قصاص دلاؤ گے، یہ تو بہت پریشان کن بات ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں قسم ہے اس ذات کی عمر کی جان جس کے ہاتھ میں ہے، اگر وہ حاکم زیادتی کا مرتکب ہوا ہوگا تو میں ضرور قصاص دلاؤں گا، کیونکہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذاتِ گرامی کو قصاص کے لیے پیش کیا تھا۔

خبردار! مسلمانوں کو اتنا نہ مارو کہ ذلیل کردو، اور نہ ہی انہیں فتنہ میں ڈالو اور ان کے حقوق نہ چھینو کہ تمہارے خلاف بغاوت کردیں بلکہ اہم کاموں میں مصروف رکھو۔ [1]

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خوفِ خدا کے پیکر تھے

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خوفِ الٰہی اور ورع وتقویٰ کے ایسے نقوش تابدار وآبدار نقش کرتے ہیں کہ تاریخ کی پیشانی ان سے ہمیشہ چمکتی دمکتی رہے گی اور صفحہ دہر کروڑوں کروٹیں بدلنے کے باوجود ان کے حسن رعنا نظر اور ان کے جمال وجلال کے منظر کو مٹا نہ سکے گا، یہ ایسا شاندار سیرتِ فاروق کا پہلو ہے کہ قلم اسے رقم کرنے سے عاجز ہے، چند ایک سماعت فرمائیں۔

چلچلاتی دھوپ اور بیت المال کا نگہبان:

گرمیوں کا موسم تھا، شدت کی گرمی پڑ رہی تھی، مدینہ کے بالائی علاقہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں مال کی نگرانی پر بیٹھے تھے، انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی دو اونٹ ہانک کر لے جارہا ہے، زمین پر اتنی تپش تھی کہ حرارت کا بستر بچھا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے دل میں کہتے ہیں، اس آدمی کو چاہئے تھا کہ یہ مدینہ میں ہی ٹھہرتا کہ کچھ ٹھنڈک ہوتی، گرمی کا جوش کم ہوتا تو پھر ان اونٹوں کو لے جاتا۔

جب وہ اونٹوں والا آدمی قریب آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے کہا، دیکھو یہ آدمی کون ہے، اس نے دیکھا تو کہا، ایک آدمی اپنی چادر کو سر پر لپیٹے دو اونٹوں کو چلاتا ہوا چل رہا ہے، ابھی وہ اتنی دور ہے کہ پہچان نہیں ہو رہی، اتنی دیر میں وہ آدمی قریب ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غلام سے کہا، اب دیکھو کون ہے، اس نے دیکھ کر بتایا کہ یہ تو حضرت عمر بن خطاب ہیں، حضرت عثمان نے کہا، اچھا امیر المومنین ہیں، یہ کہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور دروازے سے سر باہر نکالا، لیکن لو کی شعلہ نوائی کی تاب نہ لاسکے، سر اندر کرلیا، حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے برابر آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین اس قیامت خیز گھڑی میں کڑکڑاتی دھوپ میں باہر آنے کی کیا وجہ تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، صدقہ کے دو اونٹ پیچھے رہ گئے تھے، دوسرے چراگاہ میں پہنچ چکے ہیں، میں نے چاہا کہ میں انہیں

[1] الخراج لابی یوسف: ۱۴۰، احمد، ۲۸۶، اسنادہ حسن، احمد شاکر، حاکم: ۴/ ۴۳۹ صحیح علی شرط مسلم ووافقه الذهبی، کنزل العمال: ۴۴۲۱۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی چراگاہ تک پہنچا دوں، کہیں ضائع نہ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ روزِ قیامت کہیں ان کے متعلق پوچھ ہی نہ لیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، امیر المومنین! تشریف لائیں، پانی نوش فرمائیں اور کچھ دیر سایہ میں آرام کر لیں، ہم یہ اونٹ چراگاہ تک پہنچا دیتے ہیں اور یہ کام ہم سرانجام دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے عثمان! آپ سایہ میں چلے جائیں، کوئی بات نہیں، میں خود ہی یہ کام سرانجام دینا چاہتا ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ساتھیوں سے کہتے ہیں اور خود نڈھال ہو کر زمین پر بیٹھ جاتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب قوت امانتدار دیکھنا چاہتا ہے تو اس شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔''[1]

عبداللہ سے منافع واپس لے لو:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اونٹ خریدے اور انہیں سرکاری چراگاہ میں لے گیا، جب وہ اچھی طرح موٹے تازے ہو گئے، تو میں انہیں برائے فروخت بازار میں لے گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں داخل ہوئے، تو موٹے تازے اونٹ دیکھے، تو کہا، یہ اونٹ کس کے ہیں؟ انہیں بتایا گیا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے جا رہے تھے کہ واہ، واہ، امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹ تو بہت صحت مند ہیں، اتنی دیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما حاضر ہو کر کہتے ہیں، اے امیر المومنین کیا حکم ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، یہ اونٹ کیسے لائے ہو، انہوں نے عرض کی کہ یہ اونٹ پتلے دبلے تھے، میں نے انہیں خرید لیا اور پھر چراگاہ میں بھیج دیا، جتنا دوسرے مسلمانوں کا حصہ ہے، میرا بھی تو چراگاہ میں اتنا ہی حصہ ہے، اس لیے میں نے وہاں بھیج دیئے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں تمہارا معاملہ اور ہے، چراگاہ والے، لوگوں نے کہا ہو گا کہ یہ امیر المومنین کے لختِ جگر کے اونٹ ہیں، لہٰذا انہیں اچھی جگہ پر چرائیں اور پانی پلائیں، اس لیے میں عبداللہ! یہ حکم دیتا ہوں کہ تم اپنا اصل خرچ لے لو اور جتنا ان کے فروخت کرنے سے منافع حاصل ہوا ہے، وہ مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کروا دو۔''[2]

یہ سونا تقسیم کر دو:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بلایا، میں ان کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے اپنے سامنے ایک چمڑے پر سونا بکھیر رکھا تھا، مجھے حکم دیا، آگے بڑھو اور یہ سونا لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے محفوظ رکھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دامن بھی اس سے آلودہ نہ ہوا، مجھے دیا گیا ہے، یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ مال میرے لیے بہتر ہے، یا برا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں سر جھکائے وہ مال لوگوں کے درمیان بانٹ رہا تھا، تو میں نے آہ و بکا سنی،

---

[1] اسد الغابہ: ٤/ ١٦٠، بسند صحیح، کامل ابن اثیر: ٢/ ٤٥١.

[2] اخبار عمر: ٢٩٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نے دیکھا، تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، جو روتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ وہ مال ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روک رکھا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی روک رکھا تھا، اس کی شر سے انہیں محفوظ رکھنا مقصد تھا، عمر کو عطا کر دیا ہے، پتہ نہیں خیر کا ارادہ تھا یا کہ نہیں۔ [1]

مال خرچ کرنے پر افسردگی:

حضرت مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حج کیا تو مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ گئے اور مکہ سے پھر واپس مدینہ تشریف لے آئے، اس مبارک سفر میں ان سے اَسّی (۸۰) درہم صرف ہو گئے، کف افسوس ملتے ہوئے کہنے لگے، ہمارے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں اس طرح اسراف کرتے اور خرچ کرتے۔" [2] آہ! آج حکمران اللوں تللوں میں کروڑوں صرف کرتے ہیں، کسی نیک کام میں نہیں بلکہ فقط اپنے ٹھاٹھ باٹھ کے لیے مال وزر پانی کی مانند بہاتے ہیں، کاش انہیں بھی احساس ہو کہ سیرت فاروقی میں ان کے لیے کتنا اچھا پیغام ہے۔

احساس مر نہ جائے تو انسان کے لیے
کافی ہے راہ کی اک ٹھوکر لگی ہوئی

کاش میں تنکا ہوتا:

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں: "میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک تنکا ہاتھ میں پکڑ رکھا، اور خوف خدا سے لرزاں و ترساں کہہ رہے تھے کہ کاش کہ میں یہ تنکا ہوتا، کبھی فرماتے، آہ! میں کچھ بھی نہ ہوتا، کاش میری والدہ نے مجھے جنم ہی نہ دیا ہوتا۔" [3] مگر اس میں عاصم بن عبداللہ بن عاصم ہے، اسے محدثین ضعیف کہتے ہیں۔

دوسروں کا غمخوار بھوکا امیر:

حضرت قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب سفر شام پر روانہ ہوتے ہیں تو ان کی خاطر تواضع کے لیے ایسا کھانا تیار کیا گیا، جو ان کے دستر خوان پر کبھی نہ چنا گیا تھا، انہوں نے ایسا کھانا کبھی نہ دیکھا تھا، اب جب کھانا پیش ہوا تو کہا یہ تو ہمارے لیے کھانا چنا گیا ہے، مسلمان فقراء کا کھانا کیسا ہے؟ وہ تو جو کی روٹی سے سیر ہوئے بغیر ہی ساری رات پیچ و تاب میں گزار دیتے ہیں۔"

تسلی دلاتے ہوئے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ فقراء مسلمانوں کو یہ کھانا جنت میں ملے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا چشم خانہ لبریز ہو جاتا اور آبدیدہ ہو کر کہتے ہیں۔ "ہمیں اگر ایسا کھانا دنیا میں نصیب ہو جائے اور وہ جنت کے کھانے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں، تو پھر وہ ہم سے بہت آگے نکل گئے، وہ تم ہم سے بہتر ہوئے۔" [4]

---

[1] طبقات: ۳/ ۲۳۰ بسند صحیح۔ [2] اسد الغابہ: ٤/ ١٦١ بسند صحیح۔
[3] سیر الخلفا: ۸۳، للذهبی، امنتظم للجوزی: ٤/ ١٤١، بسندرجاله رجال الصحیح۔
[4] مناقب امیر المومنین ابن جوزی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اونٹ کی خوراک کی فکر مندی:

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اونٹ کی کوکھ میں ہاتھ ڈال کر کہا کرتے تھے، مجھے اس کے متعلق بھی خوف آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ اسے بھی سیر کیا تھا یا نہیں۔" [1]

آگ کی شدت کا احساس:

اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضرت عمر اپنا ہاتھ آگ کے قریب کرتے اور کہتے، اے عمر! اس کی سختی کو کیسے برداشت کرو گے؟ [2]

لوگو! مجھے شہد کھانے کی اجازت ہے:

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے، کسی نے شہد کھانے کا مشورہ دیا اور بتایا کہ بیت المال میں شہد کا بھرا ڈبہ موجود ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لاتے اور منبر پر جلوہ گر ہوتے اور فرماتے ہیں:

"بوجہ بیماری مجھے شہد کھانے کا مشورہ دیا گیا ہے اور اگر تم اجازت دیتے ہو تو میں بیت المال سے لے لیتا ہوں، اگر تمہاری اجازت نہ ہوئی تو یہ شہد میرے لیے حلال نہیں۔" [3]

بکری کا بچہ ضائع ہونے پر جوابدہی کا خوف:

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ بھاگے جا رہے تھے، میں نے کہا: اے امیر المومنین! کہاں جا رہے ہو؟ کہا: "صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا ہے، اس کی تلاش میں جا رہا ہوں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ نے اپنے بعد والے خلفاء کے لیے بہت مشکلات پیدا کر دی ہیں، آپ جیسی احتیاط کون برتے گا؟ اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے ابو الحسن! میرے اس کام پر ملامت نہ کرو، مجھے اس ذات کی قسم ہے، جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا تاج پہنچایا ہے، اگر دریائے فرات کے کنارے پر ایک بکری کا بچہ بھی ضائع ہو گیا، تو روز قیامت عمر کو گرفت میں لیا جائے گا، اس کی بھی پوچھ ہو گی۔"

جب بیت المال سے ایک درہم ملا:

حضرت قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معیقیب کو اپنے بیت المال پر مقرر کر رکھا تھا، ایک دن اس نے بیت المال میں جھاڑو دیا تو اس میں ایک درہم اسے ملا، اس نے وہ درہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا اور اپنے گھر چل دیا، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایلچی آیا اور مجھے بلایا اور وہ درہم مجھے دے دیا، وہی درہم لیے میں حضرت

---

[1] طبقات: ۳/ ۲۱۷ ورجالہ ثقات. [2] اخبار عمر: ۳۰۷.

[3] طبقات: ۳/ ۲۰۹، تاریخ طبری، ۲/ ۵٦۹ بسند صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوا تو فرمانے لگے، ''اے معیقیب! کیا تم مجھ سے غصہ میں ہو، معیقیب نے عرض کی، امیر المومنین کیا ہوا؟'' فرمایا: ''تم چاہتے ہو کہ اس درہم کے بارے میں امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے خلاف رب کی بارگاہ میں مقدمہ دائر کرے۔'' [1]

خوفِ خدا سے آنسوؤں کی آبشار:

ہاں، ہاں، یہی وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں کہ آنسوؤں کی آبشار نے چہرے میں دو سیاہ نشان ڈال دیئے تھے، رب کا واسطہ دے کر کہتا ہوں، مجھے بتاؤ گوشت پر آنسوں کے گڑھے اتنی جلدی نہیں بنتے، پتہ نہیں یہ کب سے گر رہے تھے شاعر نے کیا ہی خوب دادِ سخن دی ہے:

مَنْ لَّمْ يَبِتْ وَالْخَوْفُ حَشْوُ فُؤَدِهٖ
لَمْ يَدْرِ كَيْفَ يُفَقّتُ الْاَكْبَادُ

''جس نے جی بھر کر خوف میں رات نہ گزاری ہو، اسے خوفِ خدا سے جگر کے پاش پاش ہونے کا کیسے احساس ہوسکتا ہے، یہ تو خوف خدا والا ہی جانتا ہے کہ جگر پاشی کیا چیز ہے؟

رات وظیفہ کرتے ہوئے جب عذاب الٰہی والی آیت تلاوت کر لیتے تو بیمار ہوجاتے، حتی کہ ساتھی ایک ایک ماہ تک تیمارداری کرتے رہتے۔

عجب قحط پڑا ہے، اب کے سال اشکوں کا
آنکھ تر نہ ہوئی خون میں نہا کر بھی

محاسبہ نفس کا منظر:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ''میں ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلا، وہ ایک باغ میں داخل ہوئے، میرے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل تھی، خود کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں، تم امیر المومنین ہو، کیا خوب؟ واللہ! یاد رکھنا، اے خطاب کے بیٹے! اگر تو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا، تو کامیاب ہوگا، اگر نہ ڈرا تو پھر وہ تجھے عذاب میں مبتلا کرے گا۔'' [2]

زہد فاروقی کے درخشاں گوشے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ متواضع روکھی سوکھی زندگی گزارنے والے، سادہ غذا والے تھے، اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی کے بارے میں بہت شدت سے پابند تھے، لباس پر چمڑے کے پیوند لگے ہوتے تھے، پرہیبت تھے، لیکن پانی کی مشک کمر پر اٹھائے ہوئے نظر آتے تھے، بغیر زین گدھے پر سوار ہوجاتے اور اونٹ کی لگام کھجور کے پتوں سے بنی ہوتی، بہت کم

---

1. مناقب عمر بن خطاب ابن جوزی.
2. محاسبہ نفس ابن ابی دنیا، واحمد فی الزھد، موقوف علی عمر، واسنادہ صحیح متصل.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہنستے تھے، کسی سے مزاح نہ کرتے تھے، ان کی انگوٹھی میں یہ نقش تھا۔ "كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا يَا عُمَرُ" اے عمر موت ہی بہترین واعظ ہے۔ ❶

میں عام مسلمان ہوں:

جب خلافت کا قلمدان سنبھالتے، تو فرماتے، اللہ تعالیٰ کے مال سے میرے لیے فقط دو جوڑے ہی کافی ہیں، ایک جوڑا سردیوں میں اور ایک جوڑا گرمیوں میں اور میرے گھر والوں کی خوراک اس معیار کی ہوگی جو قریش میں سے درمیانہ درجہ کا آدمی کھاتا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ایک عام مسلمان کی حیثیت رکھتا ہوں۔

پیوند لگا لباس:

ابن جوزی مناقب عمر میں بیان کرتے ہیں کہ عبدالعزیز بن ابی جمیلہ نے بتایا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نمازِ جمعہ کے لیے تاخیر کر دی، جب منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو لوگوں کے سامنے معذرت کی کہ میری ایک ہی قمیض تھی، وہ پھٹی ہوئی تھی اسے سلائی کر کے پہننا تھا، اس لیے دیر ہوئی، وہ بھی ہتھیلیوں کے گٹوں تک تھی زیادہ کشادہ نہ تھی۔ ❷

ساتھیوں کو خود احتسابی کا درس:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گوشت کا ٹکڑا دیکھا، پوچھا، جابر! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا، جی چاہا تھا، گوشت کھاؤں، تو یہ گوشت خرید لایا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر اسی طرح حالت رہی، جب جی چاہا تو گوشت خرید کر کھا لیا تو اس آیت کو نہ بھولنا، کیا تمہیں اس آیت سے خوف نہیں آتا:

﴿أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا﴾ (احقاف: ٢٠)

"تم نے اپنی دنیا کی زندگی میں ہی اپنی اچھی چیزیں حاصل کر لیں، خیال رکھنا کہیں اس کی زد میں نہ آ جانا۔ ❸

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کھانا:

حمید بن ہلال بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کھانا کھانے کے وقت حفص بن ابی عاص حاضر تھے، لیکن وہ ان کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے، ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ہمارے ساتھ کھانا کھانے میں کیا رکاوٹ ہے، تم کھاتے نہیں۔ انہوں نے کہا، تمہارا کھانا بہت خشک ہے، میں تو نرم کھانا کھاؤں گا، جو میرے لیے تیار کیا گیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں یہ کر سکتا ہوں کہ بکری ذبح کی جائے اور اس کی کھال اتار دی جائے اور آٹا ہوا سے خوب چھانا جائے اور پھر اس سے چپاتی تیار کی جائے اور منقا ہوا سے برتن میں ڈال کر اس میں پانی ڈالا جائے اور جب وہ ہرن کے خون کی مانند ہو جائے، تو پھر اسے نوش کیا جائے، میں یہ سب کچھ کر سکتا ہوں، حضرت عمر کی یہ باتیں سن کر حفص نے کہا، میں تو دیکھ رہا ہوں کہ آپ تو عیش زندگی کے تمام لوازمات سے آگاہ ہو، میں نے سمجھ رکھا تھا کہ شاید تم پر تعیشِ

---

❶ البدایہ والنہایہ: ٥/ ٢١٤. ❷ طبقات: ٣/ ٢٥١ و اسناده صحیح.

❸ مؤطا امام مالك احمد فی الزهد: ١٥٣، بیهقی شعب ایمان: ٥٢٨٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سامان سے آشنا ہی نہیں، لیکن تم تو زندگی کی تمام خوش ذائقہ رموز سے آشنا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں! میں جانتا ہوں، مجھے قسم ہے اس ذات کی میری جان جس کے ہاتھ میں ہے، اگر میری نیکیوں میں اس پر بہار زندگی گزارنے سے کمی واقع ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا، تو میں بھی تمہاری اس نرم و گداز عیش پسندی میں برابر کا شریک ہوتا، مگر ایسا کرنے سے میری نیکیاں نہیں رہیں گی۔

قحط سالی میں غذا کی سادگی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سخت لہجہ میں کہا گیا کہ اگر آپ اچھی خوراک کھائیں گے تو حق و واجب کی ادائیگی میں آپ کو تقویت ملے گی، اس لیے آپ خوراک اچھی کھایا کریں۔

اس کے جواب میں کہا، میں اپنے ساتھیوں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی راہ چھوڑنے کے لیے قطعاً تیار نہیں، کیونکہ اگر میں نے وہ جادۂ حق چھوڑ دی، تو ممکن نہیں مجھے ان کا مقام و منزلت اور ساتھ ملے گا۔

ایک سال قحط برپا ہوا، تو فقط روٹی اور زیتون کا تیل ہی کھاتے رہے، یہاں تک کہ جلد سیاہ ہوگئی اور کہنے لگے، لوگ بھوکے مریں اور میں سیر ہو کر کھاؤں؟ ایسا کروں، تو مجھ سے بدتر بھی کوئی والی اور سرپرست ہوگا میں کہتا ہوں، اے عمر رضی اللہ عنہ! کیا خوب حکمرانی کی ہے، تجھ سا لاؤں کہاں سے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قحط سالی بپا تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیٹ سے گڑگڑ کی آواز آتی تھی، زیتون کھاتے تھے، گھی کھانا حرام کر رکھا تھا، پیٹ میں انگلی مار کر کہتے ہیں، تو گڑگڑ کی آواز دے رہا ہے لوگوں کی جب تک قحط سالی دور نہیں ہوتی، تیری یہی غذا ہے۔ ❶

دنیا کو نہ چاہنے والا امیر:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہ دنیا کا ارادہ کیا اور نہ ہی دنیا نے ان کا ارادہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دنیا نے چاہا، لیکن انہوں نے دنیا کو نہ چاہا، ہم تو دنیا میں گھس چکے ہیں۔ ❷

سب سے آگے:

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہم سے پہلے اسلام نہ لائے تھے، نہ ہی ہم سے پہلے ہجرت کی تھی، لیکن وہ دنیا میں زہد و تقویٰ اور آخرت میں رغبت رکھنے میں ہم سب سے آگے تھے۔ ❸

اخلاق کا مرقع شاعر کی زبانی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اخلاق کی ایک شاعر نے کیا خوب ترجمانی کی ہے:

يَا رَافِعًا رَايَةَ الشُّوْرٰى وَحَارِسَهَا
جَزَاكَ رَبُّكَ خَيْرًا عَنْ مُحِبِّيْهَا

---

❶ احمد فی الزهد: ١٥٠. ❷ سير الخلفاء: ٨١.
❸ تاريخ ابن عساكر: ٥٢/ ٢٢٤، اسد الغابه: ٤/١٤٧، بسند حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''مشورہ کے علمبردار اور اس کی چوکیداری کرنے والے، تیرا پروردگار تجھے بہترین جزا عطاء فرمائے۔''

رَأْیُ الْجَمَاعَةِ لَا تَشْقٰی الْبِلَادُ بِهٖ
رَغْمُ الْخِلَافِ وَ رَأْیُ الْفَرْدِ یَشْقِیْهَا

''مشورہ دینے والی ایک جماعت کی رائے نہ ماننے سے علاقوں میں پریشانی اور مصیبت پیدا ہوجاتی ہے، جب فرد واحد ہی کی رائے ہو دوسروں سے مشورہ نہ لیا جائے، تو پریشانی ہوتی ہے اور شہروں میں مصیبت جنم لیتی ہے۔''

اِنْ جَاعَ الْخَلِیْفَةُ فِیْ شِدَّةِ قَوْمٍ شَرَکْتَهُمُ
الْجُوْعَ اَوْ تَنْجَلِیْ عَنْهُمْ غَوَاشِیْهَا

''کسی قوم پر قحط سالی کے وقت اگر کوئی خلیفہ بھوکا رہا ہے، تو وہ تم ہو، جو ان کی بھوک میں برابر شریک رہے، اس وقت تک رہے، جب تک وہ قحط سالی کھل نہیں گئی۔''

جُوْعُ الْخَلِیْفَةِ وَالدُّنْیَا بِقَبْضَتِهٖ
مَنْزِلَةً فِی الزُّهْدِ سُبْحَانَ مَوَلِّیْهَا

''خلیفۃ المسلمین بھوک کاٹ رہا ہو، جب کہ دنیا اس کی مٹھی میں ہو، یہ زہد وتقویٰ کا ایسا مقام ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی جتنی تسبیح کی جائے کم ہے۔''

فَمَنْ یُّبَارِیْ اَبَا حَفْصٍ وَ سِیْرَتِهٖ
اَوْ مَنْ یُّحَاوِلُ لِلْفَارُوْقِ تَشْبِیْهَا

''حضرت عمر ابو حفص رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار کا کون مقابلہ کرسکتا ہے، مقابلہ تو درکنار فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مشابہت کی کوئی کوشش ہی نہیں کرسکتا۔''

یَوْمٌ اشْتَهَتْ زَوْجُهٗ الْحَلْوٰی فَقَالَ
لَهَا مِنْ اَیْنَ لِیْ بِثَمَنِ الْحَلْوٰی فَاَشْرِیْهَا

''ایک دن اہلیہ نے حلوہ کھانے کی خواہش کا اظہار کیا، تو کہا، حلوہ کھلانے کے لیے میرے پاس پیسے نہیں۔''

مَا زَادَ عَنْ قُوْتِنَا فَالْمُسْلِمُوْنَ بِهٖ
اَوْلٰی فَقُوْمِیْ لِبَیْتِ الْمَالِ رُدِّیْهَا

''جو چیز ہماری خوراک سے زائد ہوگی وہ مسلمانوں کے لیے ہی خوراک ہوگی، لہٰذا اسے بیت المال میں لوٹا دو، جو حلوہ کے لیے پیسے بچے ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كَذَاكَ اَخْلَاقُهٗ كَانَتْ وَ مَا
عُهِدَتْ بَعْدَ النُّبُوَّةِ اَخْلَاقٌ تُحَاكِيْهَا

''ان کے اخلاق اس قدر بلند تھے کہ نبوت کے بعد کسی کے اخلاق و کردار ان کی ہمنوائی کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔''

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تواضع کے درخشاں نقوش

دیکھئے! امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، امت کے لیے تواضع اور انکساری میں وہ خوشنما مثالیں قائم کی ہیں، جو دلکش محاوروں اور ضرب الامثال کی حسین دستاویز ہیں۔

جب سرنگوں ہو کر ایک بڑھیا کی بات سنی:

حضرت قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور ان کے ہمراہ جارود بھی تھے، اچانک ایک عورت جو بہت زیادہ عمر رسیدہ تھی، وہ سر راہ بیٹھی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سلام کہا، اس عورت نے سلام کا جواب دیا، جارود کہتے ہیں، اس عورت نے مجھے بھی سلام کہا اور میں نے بھی جواب دیا، وہ عورت حضرت عمر سے کہتی ہے۔عمر! ادھر آؤ، ایک وقت تھا، تمہیں پیار سے عمیر کہا جاتا تھا، لوگ عکاظ کے بازار میں تجھے کہا کرتے تھے، او چھوٹو عمر! تو بچوں سے کشتی کیا کرتا تھا، پھر ابھی کل کی بات ہے، تم عمیر سے عمر کہلوانے لگے اور ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ لوگ تجھے امیر المومنین کے لقب سے پکارنے لگے۔ ایک بات یاد رکھنا رعیت کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا خوف مدنظر رکھنا اور جان رکھو! جو موت سے ڈرتا ہے، وہ نیکی ضائع کرنے سے اندیشہ کرتا ہے، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ جارود کہتے ہیں، میں نے اس عورت سے کہا، اے اماں، تم نے امیر المومنین پر بڑی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کیا ہے اور انہیں آزردہ خاطر کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جارود، چھوڑ دو، تم نہیں جانتے یہ خاتون کون ہے؟ یہ خولہ بنت حکیم ہے، جب اس سے اس کے خاوند نے ظہار کیا تھا، بیوی کو ماں کہا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر اس کی بات سن لی تھی، تو عمر کی کیا مجال ہے کہ اس کی بات نہ سنے۔''[1]

نابینی بڑھیا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں باہر نکلتے ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا، اب وہ طلحہ پیچھا کرتے ہیں، تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک گھر میں داخل ہوتے ہیں، پھر اسے چھوڑ کر ایک دوسرے گھر میں داخل ہوتے ہیں، صبح ہوئی تو طلحہ رضی اللہ عنہ اس گھر میں گئے، جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تھے، اس میں دیکھا کہ ایک بڑھیا جو نابینی اور اپاہج ہے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس بڑھیا سے پوچھا، اماں جان! رات جو آدمی تمہارے ہاں آتا ہے، وہ کیا لینے آتا ہے؟ اس نے

[1] المصباح: ۲/ ۳۷، العقد الفرید: ۲/ ۳۵۸، مختصر منہاج القاصدین سے منقول ہے: ۱۷۰.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کہا، یہ تو مدت سے میری نگہداشت کر رہا ہے، میری اصلاح اور ضرورت کے کام سرانجام دیتا ہے، گند، غلاظت صاف کرتا ہے، اور چلا جاتا ہے، حضرت طلحہ خود کو مخاطب کرتے اور حیرت کی تصویر بن کر کہتے ہیں، طلحہ! تیری ماں تجھے گم پائے، اس خدمت وتواضع کے نادر منظر کو دیکھ کر بھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی لغزشوں کو ڈھونڈے گا، یعنی ایسے آدمی میں تجھے کیا عیب ملے گا جو ناداروں کی خدمت کے چراغ شب کی تاریکی میں جلا رہا ہے۔''[1]

عمر اللہ کا سب سے بڑا غلام ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس عراق کا ایک وفد آیا، ان میں احنف بن قیس بھی تھے، گرمیوں کا موسم تھا، شدید گرمی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک چادر کو سر پر پگڑی کی مانند باندھے ہوئے صدقہ کے ایک اونٹ کو جو خارش زدہ تھا، اسے گندھک مل رہے تھے، حضرت عمر نے حضرت احنف سے کہا، احنف! لباس تبدیل کرو اور آؤ، یہ صدقہ کا اونٹ ہے، اس کے علاج کے لیے مجھ سے تعاون کرو، کیونکہ اس اونٹ میں یتیم اور محتاج کا حق ہے، ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے، امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائیں، احنف جیسے عظیم آدمی سے کہنے کی بجائے، آپ یہ حکم صدقہ کے غلاموں میں سے کسی غلام کو دیتے تو یہ کام وہ بھی کر سکتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لوگو! مجھ سے اور احنف سے بڑھ کر اور کون غلام ہو سکتا ہے؟ کیونکہ جو مسلمانوں کے خلافت کے معاملہ کا سربراہ بنتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کی اتنی ہی زیادہ خیر خواہی کرے اور امانت ادا کرے، جتنی کہ ایک غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کرتا ہے۔''[2]

شوخ گھوڑے کو ناپسند کیا:

آہ! فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں فاتح بن کر مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے، ایک گھوڑے پر سوار تھے، وہ گھوڑا شوخیاں دکھانے لگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے چادر کا (کوڑا) بنا کر مارا اور کہا، برا ہو اس کا جس نے تجھے یہ تکبرانہ چال سکھائی ہے، وہ باز نہ آیا، تو اس سے نیچے اترے اور کہا، تم نے تو مجھے شیطان پر سوار کر دیا ہے، اس پر سے نیچے اترنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس پر بیٹھ کر تو میری طبیعت بھی بدلنے لگ گئی تھی، دل میں لڑائی کے خیالات آنے لگے تھے، اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔[3]

میں چرواہا ہوا کرتا تھا:

محمد بن عمر مخزومی بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے بتایا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو پکارا، نماز کے لیے جمع ہو جائیں، جب لوگ جمع ہو گئے اور کثرت سے آ گئے تو منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا، پھر لوگوں سے خطاب کیا، اے لوگو! مجھے وہ وقت بھی یاد ہے کہ میں بنو مخزوم میں اسے اپنی خالاؤں کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور وہ اس کے عوض مجھے کھجور یا منقا کی ایک مٹھی دیا کرتی تھیں، یہ کہہ کر منبر سے نیچے اتر آئے۔''

[1] الحلیه: ۱/ ۴۸، واسنادہ صحیح، لابی نعیم. [2] اخبار عمر: ۳۴۳.
[3] تاریخ طبری: ۲/ ۴۵۰، ابن شیبه فی تاریخ المدینه: ۳/ ۸۲۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، اے امیر المومنین! آپ ہمیشہ اپنے عیب اور کوتاہیاں ہی بتاتے رہتے ہیں، اس بات کو منبر پر بیٹھ کر اچھالنے کی کیا ضرورت تھی؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے عبدالرحمٰن! میری مجبوری سنیں، پھر آپ اظہار افسوس نہ کریں گے، ہوا یوں کہ میں تنہا تھا، میرے دل میں یہ خیال آیا کہ عمر! اب تو تم امیر المومنین ہو، تم سب سے بہتر ہو، اس نفسی گھمنڈ کو توڑنے کے لیے میں نے خود کو یہ ماضی کی یاد دہانی کرائی ہے کہ وہ وقت بھی یاد رکھو، جب ایک چرواہا ہوا کرتے تھے، اس سے زیادہ کچھ نہ تھے، تاکہ طبیعت میں اعتدال رہے۔ [1]

میں نرم جگہ پر نہیں بیٹھوں گا:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک سخت گرم دن تھا، چادر لیے باہر تشریف لے گئے، اپنی چادر سر پر رکھے ہوئے تھے، اتنے میں ان کا غلام ایک گدھے پر سوار پاس سے گزرا، کہا: اے غلام! مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کرلو، غلام یہ سن کر گدھے سے نیچے چھلانگ لگاتا ہے اور کہتا ہے، اے امیر المومنین! آپ سوار ہوں، کوئی بات نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں میں نہیں سوار ہوں گا، میں تیرے پیچھے ہی سوار ہوں گا، تیرا مطلب ہوگا کہ عمر کو نرم جگہ پر بٹھائے اور خود کھردری جگہ پر بیٹھے، میں ایسا نہیں کروں گا، یہ کہہ کے غلام کے پیچھے سوار ہوگئے، امیر المومنین اسی حالت میں مدینہ منورہ میں داخل ہوئے کہ غلام کے پیچھے سوار تھے اور لوگ بچشم سر یہ تواضع کا حسین پیکر دیکھ رہے ہیں۔ [2]

غلاموں سے امتیازی سلوک پر برہمی:

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ صفوان بن امیہ ایک ٹپ لے کر آئے جسے چند افراد نے ایک چادر میں رکھ کر اٹھایا ہوا تھا۔ اور اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے لا کر رکھ دیا اس میں عمدہ قسم کا کھانا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ غلاموں اور مسکینوں کو بلایا اور انھیں ساتھ شامل کرتے ہوئے ان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ اس قوم یا قبیلہ کو ہدایت دے جو اپنے غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے سے برا مناتے ہیں صفوان نے کہا: واللہ! ہم غلاموں سے بے رغبتی نہیں کرتے بلکہ ہم خود کو ان پر اولیت دیتے ہیں کیونکہ ہمیں بھی عام کھانا نہیں ملتا بلکہ کبھی کبھار ملتا ہے اس لیے ہم خود کو ان پر ترجیح دیتے ہیں یہ قصور ضرور ہے ان سے نفرت نہیں ہم خود بھی تو عمدہ کھانا نہیں پاتے جو ہم بھی کھائیں اور انھیں بھی کھلائیں۔ [3]

میں نخوت کا سر پھوڑ دوں گا:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے کندھے پر پانی کی

---

1. طبقات: ۳/ ۲۹۳. 2. حياة الصحابة: ۲/ ۵۵۱.
3. بخاری فی الادب المفرد، صحیح (البانی:۹۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشک اٹھائے آ رہے ہیں میں نے کہا اے امیر المومنین ! یہ کام آپ کے لیے موزوں نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''عروہ! بات یہ ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ وفود کے وفود سر تسلیم خم کرتے ہوئے اور ہمہ تن گوش بن کر میرے پاس حاضر ہو رہے ہیں تو میرے دل میں نخوت اور بڑائی جنم لینے لگی تھی، میں نے چاہا کہ اس طرح خدمت خلق کے ذریعہ اس سر اٹھاتی نخوت و کبر کا سر پھوڑ دوں۔ ❶

جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تواضع نے ہرمزان کو مرعوب کر دیا:

اہل فارس شکست و ریخت کا شکار ہو گئے اس کے بعد مسلمانوں کا ایک وفد آتا ہے ان میں حضرت انس بن مالک اور احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے ان کے ساتھ ہرمزان بھی تھا جو قید رہا تھا یہ بہت بڑا سپہ سالار تھا اور یہ وفد مال غنیمت بھی ساتھ لایا تھا جب یہ وفد مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو ان کا ارادہ تھا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر حاضر ہوں۔ جب وہ وفد گھر پہنچا تو انھوں نے انھیں گھر نہ پایا تو واپس مسجد میں آئے تو دیکھا کہ راستے میں بچے کھیل رہے ہیں اس وفد نے ان سے پوچھا امیر المومنین کہاں ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں اب یہ وفد مسجد میں آتا ہے تو دیکھتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک چادر سرہانے رکھے تنہا مسجد میں آرام فرما رہے ہیں اور درہ ہاتھ میں اس طرح لٹک رہا ہے ہرمزان کہتا ہے مجھے کہاں لے آئے ہو؟ میں پوچھ رہا ہوں عمر کہاں ہیں؟ وفد نے کہا یہی عمر ہیں جو کوڑا پکڑے محو خواب ہیں ان لوگوں نے اپنی آوازیں پست کر لیں کہ عمر کہیں بیدار نہ ہو جائیں ان کی نیند میں خلل نہ آجائے ہرمزان ایک ہی سوال کرتا جا رہا ہے:

''اَیْنَ حُجَّابُهٗ اَیْنَ حَرَسُهٗ''

''ان کے چوکیدار کہاں، ان کے باڈی گارڈ کہاں ہیں۔''

وفد نے کہا، نہ تو چوکیدار ہیں اور نہ دربان ہیں، نہ کوئی منشی ہے، نہ ہی باقاعدہ کوئی دیوان (امارت خانہ یا صدر ہاؤس) ہے ہرمزان پکار اٹھا پھر تو ایسے آدمی کو نبی ہونا چاہیے، وفد نے کہا ہمارے دین میں نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے یہ نبی تو نہیں لیکن انبیاء والے کارنامے سرانجام دے رہے ہیں۔ ❷

حافظ ابراہیم رحمہ اللہ نے اشعار میں اس واقعہ کی کیا ہی خوب ترجمانی کی ہے:

وَرَاعَ صَاحِبَ كِسْرٰى اَنْ رَأٰى عُمَرًا
بَیْنَ الرَّعِیَّةِ عُطْلًا وَ هُوَ رَاعِیْهَا

''اس بات نے کسریٰ کے سپہ سالار ہرمزان کو خوف سے لبریز کر دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بغیر کسی حفاظتی انتظام کیے، رعیت میں عام آدمی کی مانند چل پھر رہے ہیں جب کہ وہ ان کے خلیفہ تھے۔''

---

❶ مدارج السالكين: ٢/ ٣٣٠. ❷ البداية والنهاية: ٤/ ٨٩.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وَ عَهْدُهٗ بِمُلُوْكِ الْفُرْسِ اَنَّ لَهَا
سُوْرًا مِّنَ الْجُنْدِ وَالْاَحْرَاسِ يَحمِيْهَا

”جبکہ میں نے فارس کے فرمانرواؤں کو دیکھا ہے کہ ان کی حفاظت پر باڈی گارڈز اور چوکیداروں نے دیوار کی مانند انھیں حصار میں لے رکھا ہوتا ہے۔“

رَاهُ مُسْتَغْرَقًا فِيْ نَوْمِهٖ فَرَاٰى
فِيْهِ الْجَلَالَةَ فِيْ اَسْمٰى مَعَانِيْهَا

”حضرت عمر کو ہرمزان نے جب خواب شیریں کے مزے لوٹتے دیکھا تو حیران ہوا کہ وہ بے خبر سوئے ہیں لیکن جلالت وعظمت کے تمام نشان ان پر سایہ ڈالے ہوئے تھے۔“

فَوْقَ الثَّرٰى تَحْتَ ظِلِّ الدَّوْحِ مُشْتَمِلًا
بِبُرْدَةٍ كَادَ طُوْلُ الْعَهْدِ يُبْلِيْهَا

”حضرت عمر ایک درخت کے سائے میں تر مٹی پر چادر اوڑھے لیٹے ہوئے ہیں وہ بھی دیر تک استعمال ہونے کی وجہ سے بوسیدہ ہو چکی تھی۔“

فَهَانَ فِيْ عَيْنِهٖ مَا كَانَ يُكْبِرُهٗ
مِنَ الْاَكَاسِرَ وَالدُّنْيَا بِاَيْدِيْهَا

”ہرمزان کی نگاہوں میں جو کسریٰ کے بادشاہوں کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور ان کے ہاتھوں میں دنیا کی رنگینیاں آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھیں دیکھ چکا تھا، حضرت عمر کی سادگی دیکھ کر وہ بے وقعت ہو گئیں۔“

وَ قَالَ قَوْلَةَ حَقٍّ اَصْبَحَتْ مَثَلًا
وَاَصْبَحَ الْجِيْلُ بَعْدَ الْجِيْلِ يَرْوِيْهَا

”ہرمزان نے یہ منظر دیکھ کر حقیقت آشنا بات کہی جو کہ ایک ضرب المثل کے طور پر مشہور ہو چکی ہے اور قومیں اسے بیان کرتی آ رہی ہیں، وہ یہ ہے کہ ہرمزان حضرت عمر سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

اَمِنْتَ لِمَا اَقَمْتَ الْعَدْلَ بَيْنَهُمْ
فَنِمْتَ نَوْمَ قَرِيْرِ الْعَيْنِ هَانِيْهَا

”تم امن میں ہو کیونکہ تم نے لوگوں کے درمیان عدل پروری کی ہے، جس کی بدولت تم پرسکون اور خوش کن خواب شیریں کے مزے لوٹ رہے ہو، ہمارے بادشاہ ستم پرور ہیں، اس لیے وہ چھپتے پھرتے ہیں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اتباعِ سنت کا جذبہ

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بھی تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشاناتِ قدم کی پیروی میں خوبصورت اور دلربا انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اتباع سنت نبوی کی تاریخ کے صفحات کی پیشانی پر جو نورانی جذبہ رقم کیا ہے، وہ ہمیں دعوتِ فکر دیتا ہے، سماعت فرمائیں۔

اتباع سنت کی وجہ سے بیوی کو مسجد سے نہ روکا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ عاتکہ بنت زید بن عمرو رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مسجد میں نماز کے لیے جانے کی اجازت طلب کی، لیکن وہ خاموش رہے، جواب نہ دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سراپائے غیرت تھے، بیوی سے بس اتنا کہا، تمھیں علم ہے کہ میں تمہارا اس طرح مسجد میں جانا پسند نہیں کرتا، منع نہ کرتے تھے۔ بیوی طرزِ فاروقی سے واقف تھی، کہنے لگی، واللہ! میں جاؤں گی اس وقت تک جاؤں گی، جب تک تم مجھے جانے سے روکتے نہیں، لیکن وہ روکتے نہ تھے، لہٰذا بیوی مسلسل صبح اور عشاء کی نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کررہی تھی، حتی کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے، ان کی بیوی اس وقت بھی مسجد میں تھی۔ بیوی سے کسی نے کہا بھی، تم جانتی ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرزِ غیرت حرکت میں رہتی ہے اور وہ تمہارا مسجد میں جانا پسند بھی نہیں کرتے، پھر تم کیوں جاتی ہو؟ بیوی نے کہا: یہ تو درست ہے، لیکن وہ مجھے منع ہونے کا حکم کیوں نہیں دیتے، تو اس کے جواب میں بتایا گیا، وہ زبردستی روک دیتے، لیکن وہ اس لیے نہیں روک رہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((لَا تَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ)) [1]

''اللہ کی بندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے نہ روکو۔''

اس حدیث کی وجہ سے خاموش ہیں، اس لیے نہیں روک رہے، وگرنہ قطعاً تمہیں مسجد میں نہ جانے دیتے۔

تبصرہ:

قارئین کرام! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت اپنے گھر والوں پر بہت زیادہ تھی، اور یہ غیرت ایسی تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے آگاہ تھے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا، ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں اور محل کے ایک گوشے میں ایک عورت وضوء کررہی ہے، میں پوچھتا ہوں۔ یہ محل کس کا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت عمر کا محل ہے، میں نے جب یہ سنا تو میں واپس آگیا، حالانکہ میں اندر جانا چاہتا تھا، کیونکہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت مندی یاد تھی۔ [2]

---

[1] مؤطا: ۱/ ۱۹۸، فی القبلة، باب ما جاء فی خروج النسا إلی المساجد، بخاری: ۹۰۰، فی الجمعة.

[2] بخاری: ۳۶۸۰، فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب عمر.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس غیرت فاروقی کے باوجود جو کہ بارگاہِ رسالت سے حسن انتخاب کا درجہ پا چکی تھی، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت کی جرأت نہ پاتے، اور یہ جرأت پاتے بھی کیسے یہ وہ فاروقِ امت تھے، جنہوں نے قرآنِ پاک کے دستر خوان کے ریزوں پر تربیت و پرورش پائی تھی اور سید ولد آدم علیہ السلام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا تھا، یہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور اعلیٰ نمونہ اور مثالی کردار کی مخالفت میں کیسے دم مار سکتے تھے۔ ❶

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو ترجیح دی:

حضرت زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے ہجرت کرنے والوں کو انعام میں زیادہ حصہ دیا اور ان کے بیٹوں کو ان سے کم حصہ دیا اور حضرت اسامہ بن زید کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے زیادہ حصہ دیا، ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ امیر المومنین نے ان لوگوں کو بھی تم سے زیادہ انعام دیا ہے، جو تم سے نہ تو عمر میں زیادہ ہیں اور نہ ہی ہجرت میں بہتر ہیں اور نہ ہی ایسا ہوا ہے کہ جن معرکوں میں وہ حاضر تھے تم حاضر نہ تھے، وہ کسی لحاظ سے بھی تم سے افضل نہیں، لیکن انہیں انعام زیادہ ملا ہے، حضرت عبداللہ نے یہ بات والدمحترم کے سامنے پیش کی اور کہا:

''اے امیر المومنین! آپ نے مجھ پر ان لوگوں کو مقدم رکھا ہے، جو مجھ سے عمر، ہجرت اور معرکہ آرائی میں افضل نہیں، حضرت عمر نے پوچھا، بیٹا! بتاؤ، وہ کون ہے؟ میں نے کہا، اسامہ بن زید ہے، تو حضرت عمر نے کہا، ہاں اللہ تیری عمر زیادہ کرے، یہ میں نے کیا ہے، وجہ یہ ہے کہ اس کے والد زید بن حارثہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے باپ عمر سے زیادہ پیارے تھے اور ان کے بیٹے اسامہ تم سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پیارے تھے، اس لیے میں نے انہیں انعام نوازی میں افضل و برتر رکھا ہے۔ ❷

علم نہ ہونے پر سنت کی طرف رجوع:

حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر حج کیا، شام کے علاقہ کے سردار آئے اور کہا، اے امیر المومنین! ہمارے پاس غلام اور جانور ہیں، جو ہم نے حاصل کیے ہیں، اس لیے آپ ان میں سے ہم سے زکوٰۃ و صدقات لے لیں، تاکہ ہمارے مال پاک وصاف رہیں اور ہماری زکوٰۃ ادا ہو، ہمیں قرار ملے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ ایک ایسی بات ہے، جس بارے میں میرے پیشرو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوئی حکم نہیں دیا، انتظار کرو، پہلے میں اس بارے میں مسلمانوں سے مشورہ کرلوں پھر کچھ بتاؤں گا، مسلمانوں سے مشورہ کیا، پھر فیصلہ دیا۔ ❸

عباس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آتے ہیں اور اسے بوسہ دیتے اور کہتے ہیں، میں جانتا ہوں، تو ایک پتھر ہے، نہ نفع دیتا ہے، نہ نقصان دیتا ہے، اگر میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ

---

❶ ائمة الهدیٰ ومصابیح الدجیٰ: ٣٤٠. ❷ طبقات: ٤/ ٥٢ صحیح لغیره.

❸ مسند احمد، ٨٢، ٢١٨، اسناده صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔'' ❶

حافظ ابن حجر کا ایمان افروز تبصرہ:

یہ اتباع سنت کی ایسی تصویر ہے کہ تمام تر اتباع کے جذبے اس میں سمٹ آتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تاثرات اس لیے بیان کیے کہ صنم پرستی کا ابھی نیا دور تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ نادان لوگ کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ مسلمان بھی پتھروں کی تعظیم کرتے ہیں، جس طرح کہ جاہلیت میں عرب کرتے تھے، اس اثر کو زائل کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ لوگوں کو بتا دیں کہ حجر اسود کو چومنا ان کی تعظیم کے لیے نہیں، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے۔

علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس وضاحتی بیان میں امور دین کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا جذبہ اور حسن اتباع کا طریقہ بیان ہوا ہے اور عظیم قاعدہ اور اصول بتایا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کیا ہے وہ کریں، اگرچہ اس کی حکمت سے پردہ کشائی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، فقط اس لیے اطاعت کی جائے کہ فلاں کام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ ❷

مسجد نبوی میں شور کرنے والوں کو ڈانٹ پلائی:

حضرت سائب بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، میں مسجد میں کھڑا تھا کہ مجھے ایک آدمی نے چھوٹی سی کنکری ماری، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، مجھ سے کہا، جاؤ یہ دو آدمی مسجد میں شور ڈال رہے ہیں انہیں میرے پاس لاؤ، میں انہیں لایا، تو حضرت عمر نے ان سے کہا، تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا، ہم طائف سے ہیں۔

فرمایا: ''اگر تم مدینہ کے ہوتے تو میں تمہیں بڑی تکلیف دہ سزا دیتا، تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں شور مچا رہے تھے، تمہیں آداب کا پتہ نہیں۔'' ❸

آخر میں ہم اس نصیحت آموز پیغام کو نقل کرتے ہیں، جو انہوں نے امت کے نام کیا ہے۔ اصحاب رائے سے بچو، یہ سنتوں کے دشمن ہیں، یہ احادیث کی حفاظت سے بے بس ہیں، لیکن رائے سے بات کرتے ہیں، یہ دین میں رائے دے کر گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ❹

چند فاروقی کرامات کا تذکرہ:

کرامات کا ظہور کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں پر ایک عظیم احسان کیا ہے اور ان کی تعریف بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ہاتھوں کرامات ظاہر ہوتی رہتی ہیں اور شریعت میں کرامات ثابت ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى

❶ بخاری: ۱۵۹۷، فی الحج، باب ما ذکر فی الحجر الاسود.

❷ فتح الباری: ۳/ ۵۹۰.

❸ بخاری: ٤٧٠، کتاب الصلاۃ، باب رفع الصوت.

❹ مسند احمد، ۲۱۳، اسنادہ صحیح، بخاری: ٤٢٣٥، المغازی، باب غزوۃ خیبر.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (یونس: ٦٢ تا ٦٤)

''خبردار! اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ تو خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے، جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگار ہوئے، یہی اللہ کے دوست ہیں، ان کے لیے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ تعالیٰ کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی چند کرامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہوجاؤ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اس پر ایک آدمی کو سپہ سالار مقرر کیا، اس کا نام ساریہ تھا، یہ لشکر جاچکا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، دوران خطبہ آواز دینے لگے۔ '' يَا سَارِيَةَ الْجَبَلِ'' اے ساریہ سپہ سالار پہاڑ کی اوٹ لو، دو یا تین مرتبہ کہا، بعد میں لشکر کی جانب سے ایلچی آیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کے متعلق پوچھا، تو اس ایلچی نے بتایا، اے امیر المومنین! ہم شکست خوردہ ہوچکے تھے کہ اچانک ہمارے کانوں میں کسی پکارنے والے کی آواز پڑی کہ: اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ لو، ہم نے پشت پر پہاڑ رکھ کر مقابلہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی۔

یہ سن کر لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے دوران خطبہ یہ آواز دی تھی۔ [1]

شیخ البانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ درست اور ثابت ہے، یہ ایک کرامت ہے، جس کا اعزاز اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینہ پر سجایا ہے، جس کے ذریعہ مسلمانوں کا لشکر قید و بند کی مصیبت سے محفوظ رہا۔

لیکن اہل تصوف کی مانند عقیدہ بنا کر یہ خیال کرنا کہ ولی کو غیب دانی کا ملکہ حاصل ہوتا ہے، یہ بات اور اعتقاد نہایت ہی غلط اور خطرناک ہے، یہ غیب دانی نہیں، بلکہ الہام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈالتا ہے، کبھی درست ہوجاتا ہے اور کبھی غلطی کر جاتا ہے۔ [2]

کیونکہ کرامت غیر نبی کا عمل ہوتا ہے اور قوت و طاقت اللہ کی کارفرما ہوتی ہے۔

جب خشک دریائے نیل پانی سے اچھل پڑا:

قیس بن حجاج نے بیان کیا کہ جب مصر فتح ہوا، تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جب بونہ شہر میں داخل ہوئے تو عجم والے ایک مہینہ مناتے تھے، وہی مہینہ تھا، اس علاقہ کے لوگ حضرت عمرو کے پاس آئے جو کہ گورنر تھے اور کہا اے امیر! دریائے نیل کے بارے میں ایک طریقہ ہے، تب یہ جاری ہوتا ہے اس کے بغیر نہیں چلتا، حضرت عمرو نے پوچھا، وہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس مہینہ کی جب بارہ تاریخ گزر جائے گی، تو ہم ایک دوشیزہ کی تلاش میں نکلیں گے، اسے تلاش

[1] بيهقي في الدلائل، ابن عساكر، البدايه والنهايه: ٧/ ١٣٥، وقال اسناد جيد، حسن، امام البانی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ [2] الصحيحه: ١١١٠.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے بعد ہم اس کے والدین کو راضی کریں گے اور اسے حاصل کرنے کے بعد ہم اسے زیور سے آراستہ کریں گے اور بہترین لباس اسے زیب تن کرائیں گے اور پھر اس دریائے نیل میں پھینکیں گے، تو تب یہ دریا رواں ہوگا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ اسلام میں جائز نہیں اور اسلام ایسی جاہلیت کی رسموں کو ملیا میٹ کرنے آیا ہے۔ یہ سن کر ان لوگوں نے یہ رسم ظالمانہ ادا نہ کی، تو نیل چلنے سے رک گیا، قحط سالی پڑ گئی اور اس علاقہ کے لوگوں نے جلا وطنی کا ارادہ کر لیا، حضرت عمرو بن عاص نے یہ ساری صورت حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے تحریر کر کے بھیج دی، اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا:

"عمرو! تم نے درست کہا: میں ایک رقعہ بھیج رہا ہوں، جو میرے خط کے اندر موجود ہے، اسے نکال کر دریائے نیل میں پھینک دینا، جب وہ خط حضرت عمرو کے پاس آیا تو انہوں نے وہ رقعہ نکالا، تو اس میں یہ تحریر تھا، اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی جانب سے یہ رقعہ مصر کے دریائے نیل کی جانب ہے۔"

اما بعد:

((فَاِنْ كُنْتَ اِنَّمَا تَجْرِیْ مِنْ قِبَلِكَ وَمِنْ اَمْرِكَ فَلَا تَجْرِ فَلَا حَاجَةَ لَنَا فِيْكَ وَاِنْ كُنْتَ اِنَّمَا تَجْرِیْ بِاَمْرِ اللّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ وَهُوَ الَّذِیْ يُجْرِيْكَ فَنَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يُّجْرِيَكَ))

"اے نیل! اگر تو خود اپنی مرضی سے چلتا ہے، تو نہ چل ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں اور اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے رواں ہوتا ہے، جو کہ واحد اور غالب ہے، تو پھر وہی تجھے چلائے گا، ہم اسی اللہ کی بارگاہ میں التجاء کناں ہیں کہ وہ تجھے جاری کر دے۔"

حضرت عمرو نے وہ کاغذ کا ٹکڑا دریائے نیل میں پھینکا، وہی ہفتہ کے دن کی صبح تھی، جس میں لڑکی کا نذرانہ دیتے تھے، اسی دن ایک ہی رات میں دریائے نیل سولہ ہاتھ اچھل پڑا، اس کا پانی موجیں مارنے لگا اور آج تک اللہ تعالیٰ نے اس فاروقی کرامت کی برکت سے ہمیشہ کے لیے مصر والوں سے اس رسم بد کا خاتمہ کر دیا ہے۔ [1]

جب توکل کا صحیح مطلب آشکارا کیا:

معاویہ بن قرّہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یمن والوں کی ملاقات ہوئی تو پوچھا، تم کون ہو؟ انہوں نے کہا، ہم توکل کرنے والے ہیں، کہا، نہیں بلکہ تم تو دوسروں پر تکیہ کرنے والے ہو، توکل والے تو وہ ہوتے ہیں، جو دانہ زمین میں ڈالتے اور پھر اس کے اگنے کی اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں اور تم بغیر اسباب ہی توکل کرتے پھرتے ہو۔" [2]

قرآن پاک دنیا کمانے کا ذریعہ نہ بنائیں:

حضرت معرور بن سوید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے قرائے کرام کی جماعت! اپنے سر اٹھاؤ اور

---

[1] البدایہ والنہایہ: ۷/ ۱۰۲۔ [2] التوکل: ۴۸، ابن ابی دینا، واسنادہ صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روشن ترین راستہ دیکھو، بھلائیوں میں آگے بڑھو اور مسلمانوں کے لیے بوجھ نہ بنو۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے کہ وہ حالات کو بھانپ گئے، اور اہم بات سے آگاہ کر دیا کہ توکل میں بھی فرق اور لوگ قرآن کو دنیا کمانے کا ذریعہ نہ بنائیں، بلکہ نیکیاں کمائیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قرآن کے سامنے سرافگندہ تھے:

آج ہمارے معاشرہ میں مسلمانوں کے درمیان بغض اور کینہ کے لاوے ان کے سینہ میں اٹھتے دیکھ رہے ہیں، لیکن درگزر اور معاف کرنا بہت کم اور شاذ و نادر ہے۔ اس کی وجہ ایمان کی کمزوری اور کتاب اللہ کے سامنے سر تسلیم خم نہ ہونا ہے، جب کہ کتاب اللہ ہمیں عفوو درگزر کرنے اور چشم پوشی کرنے اور جاہلوں سے اعراض کرنے کا حکم دیتی ہے۔

جب ایک آیت شعلہ غضب پر شبنم بن گئی:

دیکھیں! فاروق اعظم رضی اللہ عنہ انتقام لینے کی پوری قوت رکھتے اور امیر المومنین ہیں، اس کے باوجود جب یہ قرآن پاک سورت اعراف کی آیت مبارک سنتے تو وہیں سرنگوں ہوجاتے ہیں اور فوراً آتش غضب ٹھنڈی ہوجاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس آتے ہیں، حر ان افراد میں شامل تھے، جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے نزدیک کر رکھا تھا، زیادہ حفاظ قرآن ہی حضرت عمر کی مجلس شوریٰ کے ارکان تھے، خواہ وہ عمر رسیدہ ہوں یا نوجوان، عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا، اے بھتیجے! امیر المومنین تم پر بہت اعتماد کرتے ہیں، مجھے ان سے ملاقات کی اجازت تو طلب کر دو، انہوں نے کہا، اچھا میں کوشش کرتا ہوں، انہوں نے عیینہ کے لیے اجازت مانگی تو حضرت عمر نے اجازت مرحمت فرما دی، اب عیینہ حضرت عمر کے پاس داخل ہوتے ہیں، حُر بھی ساتھ تھے، عیینہ بیٹھتے ہی کہتے ہیں۔

اے ابن خطاب! تم نہ تو ہمیں کوئی ہدیہ تحفہ دیتے ہو اور نہ ہی عدل کا فیصلہ کرتے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ شدید غصہ سے لبریز اس پر حملہ آور ہونے ہی والے تھے کہ اتنی دیر میں عیینہ کے بھتیجے حُر نے کہا، اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ درگزر کرو اور نیکی کا حکم دو اور نادانوں سے رخ پھیر لو، امیر المومنین! یہ میرے چچا بھی ان نادانوں میں سے ہی ہیں۔''

واللہ! جب یہ آیت حر نے تلاوت کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جوش و جذبہ کا طوفان وہیں تھم گیا، ایک قدم بھی آگے نہ بڑھے، کتاب اللہ کے حکم کے سامنے وہیں ٹھہر جاتے تھے۔ [2]

رعیت پر سراپائے شفقت و رحمت فاروق رضی اللہ عنہ:

آیئے! ہم آپ کو ایسی جگمگاتی تصویر دکھائیں، جس میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو رعایا کے ساتھ شفقت و رحمت کا

---

1. شعب ایمان: ۲/ ۱۳٦، اسناده حسن.
2. بخاري: ٤٦٤٢، كتاب التفسير، باب خذالعفو وامربالعرف واعرض عن الجاهلين.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سلوک کیا ہے، اس کی صاف جھلک نظر آتی ہے اور خلافتِ راشدہ کے سائے میں رعایا نے جو زندگی گزاری ہے، اس کا عکس دیکھیے:

بچوں کی بے قراری دیکھی نہ گئی:

زید بن اسلم اپنے باپ اسلم سے بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کا واقعہ ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حرہ جگہ کی جانب گیا، جب ہم صرار جگہ پر پہنچے تو آگ نظر آئی، تو حضرت عمر نے کہا، اے اسلم! یہ کوئی قافلہ ہے، رات گزاری کے لیے رکا ہے، یا ٹھنڈک کی وجہ سے پڑاؤ ڈالا ہے، چلیں ان کا پتہ کریں، ہم تیز رفتاری سے اس قافلہ کی جانب بھاگتے جا رہے تھے، حتی کہ ہم اس کے قریب ہو گئے، وہاں ایک عورت تھی اور اس کے ساتھ اس کے بچے بھی تھے اور اس نے آگ پر ہنڈیا رکھی ہوئی تھی اور بچے قریب بلبلا رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، السلام علیکم! اے آگ روشن کرنے والو! اس عورت نے کہا: وعلیک السلام! حضرت عمر نے کہا، میں آگے آ سکتا ہوں؟ اس عورت نے جواب دیا، اگر خیر کا ارادہ ہے، تو آ جائیں، وگرنہ کوئی ضرورت نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ قریب ہو کر پوچھتے ہیں:

"**مَا بَالُكُمْ**" تمہارا کیا معاملہ ہے؟ کہا، معاملہ یہ ہے کہ ہم رات اور سردی سے بچنے کے لیے ٹھہرے ہیں، پوچھا، ان بچوں کو کیا ہے؟ یہ بلک رہے ہیں، عورت نے کہا، بھوک سے رو رہے ہیں۔

حضرت عمر نے کہا، اس ہنڈیا میں کیا ہے؟ کہا، اس میں صرف پانی ہے، میں نے آگ پر رکھا ہوا ہے کہ انہیں دلاسہ ہو اور یہ سو جائیں، اچھا کوئی بات نہیں ہمارے اور عمر کے درمیان اللہ ہی فیصلہ کرے گا، حضرت عمر نے کہا:

"اے اللہ کی نیک بندی! اللہ تم پر رحم کرے، عمر کو تمہارا کیا پتہ ہے کہ تم یہاں ہو؟ کہا، ٹھیک ہے، اسے ہمارا سرپرست بننے کا شوق ہے اور ہماری خبر لینے کی اسے ذمہ داری کا پتہ نہیں، حضرت اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا، اسلم چلیں، ہم دوڑتے ہوئے وہاں سے باہر آئے، حتی کہ ہم اناج گاہ میں آئے اور وہاں سے ایک بورا اناج لیا اور چربی کی گیلن لی، اور کہا، اسلم یہ مجھے اٹھوا دو، میں نے کہا، اسے میں اٹھاتا ہوں، دو تین مرتبہ کہا، نہیں مجھے اٹھوا دو، میں نے کہا نہیں، میں اٹھاتا ہوں، کہنے لگے، مجھے بتاؤ تم روزِ قیامت میرا بوجھ اٹھا لو گے، تو پھر اٹھا لو، آخر کار خود ہی اٹھایا اور چل دیئے، میں بھی ساتھ ساتھ بھاگ رہا تھا، جب ہم اس عورت کے پاس پہنچے، تو یہ سامان حضرت عمر نے اس کے پاس رکھ دیا اور آٹا نکالا اور کہا، اسے صاف کر دو، میں ہنڈیا پکاتا ہوں، وہ عورت اس آٹے کو صاف کرنے لگی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنڈیا کے نیچے پھونک مار کر آگ جلا رہے تھے، گھنی اور بڑی داڑھی والے تھے، جب پھونک مارتے، تو اسلم کہتے ہیں، میں نے دیکھا کہ دھواں داڑھی کے درمیان سے گزر رہا تھا، حتی کہ روٹیاں پکائیں اور ہنڈیا تیار کی، پھر اسے چولہے سے اتارا اور کہا، کوئی چیز لاؤ، میں اس میں سالن ڈالوں وہ ایک بڑا پیالہ لائی تو حضرت عمر نے یہ سالن اس پیالہ میں ڈالا اور کہا، اب انہیں کھلاؤ، میں انتظار کرتا ہوں، اب یہ بچے سیر ہو گئے، اور جو کھانا باقی بچا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا، وہ اس عورت کو دیا اور واپس آ گئے، یہ واپس ہو رہے تھے، تو عورت دعا دے رہی تھی، اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے، امیر المومنین عمر کو نہیں تجھے ہونا چاہیے تھا۔

حضرت عمر نے کہا: بی بی دعائے خیر ہی کرنا، اگر آپ امیر المومنین کے پاس آئیں گی تو وہاں مجھے پاؤ گی۔ ان شاء اللہ! پھر اس عورت سے الگ ہو کر اس کی طرف رخ کرتے ہوئے کھڑے رہے اور درندے کی مانند بیٹھنے کا انداز اپنایا، اسلم کہتے ہیں، میں نے کہا، آپ کے لائق نہیں، آپ تو بڑی شان و شوکت والے ہیں، یہ کیا کر رہے ہیں؟ اصل میں حضرت عمر روپ بدل کر بچوں کی کیفیت دیکھنا چاہتے تھے، خاموش تھے، میری بات کا جواب نہ دیتے تھے، میں نے دیکھا کہ بچے کھیل رہے اور خوش مستی کر رہے ہیں اور اب سو گئے اور سکون میں ہیں، تو پھر کھڑے ہوئے اور زبان شکرِ الٰہی سے تر تھی۔ مجھے کہنے لگے! اسلم! بھوک نے انہیں بیدار کر رکھا اور انہیں رلا دیا تھا، میری خواہش یہی تھی، جس طرح میں نے ان کی بے قراری دیکھی ہے، اسی طرح میں ان کی خوشگواری بھی مشاہدہ کروں، تب جاؤں، آؤ اب چلیں۔ [1]

جب عمر رضی اللہ عنہ کی آہیں نکل گئیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تاجروں کا ایک قافلہ مدینہ میں آیا جو کہ عید گاہ کے قریب مدینہ سے باہر اترا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا، آؤ اس قافلہ کی نگہبانی کے لیے چلیں، کہیں کوئی چور نقصان نہ پہنچائیں، پھر دونوں بزرگ ان کی چوکیداری کرتے رہے اور جو مقدر میں تھی، ساتھ نماز بھی پڑھتے رہے، اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بچے کو چپ کراؤ، یہ کہہ کر پھر اپنی چوکیداری کی جگہ پر آ جاتے ہیں، کچھ دیر بعد پھر بچے کے رونے کی آواز سنتے اور جاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں، اسے چپ کراؤ، یہ کہہ کر پھر اپنی جگہ پر لوٹ آئے، جب رات کا آخری پہر ہوا، تو پھر بچے کے رونے کی آواز سنی، پھر اس کی ماں کے پاس آئے اور کہا، بی بی، بہت افسوس ہے، میں نے بھی تیرے جیسی ظالم ماں نہیں دیکھی، کیا وجہ ہے، یہ ساری رات سے بے قرار ہے، تو اسے سلا بھی نہیں سکتی؟ اس عورت نے کہا اے اللہ کے بندے رات سے تو مجھے کوس رہا ہے، آخر تو نے مجھے بات کرنے پر مجبور کر دیا ہے، میں اسے بہت دیر سے دھیان لگا رہی ہوں، میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے، یہ اس لیے رو رہا ہے، حضرت عمر نے پوچھا، اس کا دودھ اتنی جلدی کیوں چھڑا رہی ہو؟ اس عورت نے جواب دیا، عمر اس وقت وظیفہ مقرر کرتا ہے، جب بچے کا دودھ چھڑایا جائے، میں ضرورت مند ہوں، جلدی چھڑانا چاہتی ہوں، تاکہ وظیفہ ملے، کہا، اس بچے کی کتنی عمر ہے، کہا، ابھی یہ چند ماہ کا ہوا ہے، فرمایا، افسوس! جلدی نہ کرنا، نمازِ فجر کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو اتنا زیادہ روئے کہ لوگ قرأت نہ سمجھ پا رہے تھے، جب سلام پھیرا تو کہا، اے عمر! تنگدستی تمہیں روئے، تم نے کتنے مسلمانوں کے بچے بھوک سے مار ڈالے، پھر اسی وقت حکم دیا، منادی سے کہا، اعلان کر دو، خبردار! بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں۔

---

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۵۶۸، رجاله رجال الصحیح اخرجه عبدالله بن احمد فی الفضائل: ۳۸۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آج کے بعد جو بچہ بھی مسلمان کے گھر پیدا ہوگا، ہم اسی دن سے اس کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں اور سلطنت کے گوشے گوشے میں حکمنامہ جاری کر دیا کہ بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی وظیفہ مقرر کر دیا جائے گا۔ [1]

بچوں سے پیار پر اعتراض والے کو عہدہ نہ دیا:

حضرت ابوعثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنو اسد میں سے ایک آدمی کو عامل بنانے کے لیے طلب کیا، جب وہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے سلام کہنے کے لیے داخل ہوئے، تو ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بچہ بھی آیا، تو انہوں نے پیار سے بچے کو بوسہ دیا، وہ بنو اسد کا آدمی کہنے لگا، امیر المومنین! کیا تم بچے کو بوسہ بھی دیتے ہو؟

واللہ! میں نے کبھی اپنے کسی بچے کو بھی بوسہ نہیں دیا۔

حضرت عمر نے کہا: واللہ! تم تو اپنے بچوں پر رحمدل نہیں، میں تجھے کبھی کسی کام پر عامل نہیں بنا سکتا، اس سے عہدہ واپس لے لیا، اس نے کہا، میرا قصور کیا ہے، عہدہ کیوں واپس لے رہے ہو؟ حضرت عمر نے فرمایا، اس سے بڑا اور کیا قصور ہے، کہ اللہ عزوجل نے تیرے دل سے رحمت چھین لی ہے، بندوں میں سے اللہ تعالیٰ بھی اسی بندے پر رحم کرتے ہیں، جو اس کے بندوں پر رحم کرتا ہے، پھر کہا، جو میں نے عہدہ لکھا تھا، وہ تحریر پھاڑ دو۔

جو اپنی اولاد پر رحم نہیں کرتا، وہ رعیت پر کیسے رحم کرے گا؟ [2]

ایک آدمی کی بپتا سن کر آبدیدہ ہوگئے:

قسامہ بن زہیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہوا اور کہا:

يَا عُمَرَ الْخَيْرِ جُزِيْتَ الْجَنَّةَ
جَهِّزْ بُنَيَّاتِيْ وَاكْسِهِنَّ اَقْسِمُ بِاللّٰهِ لَتَفْعَلَنَّهْ

"اے عمر! جو سراپائے خیر ہو، میری بیٹیوں کو جہیز دو اور انہیں پہننے کے لیے لباس دو، اللہ تعالیٰ تمہیں جنت بدلہ میں دیں، واللہ! تم نے یہ کرنا ہوگا۔"

حضرت عمر نے کہا: دیہاتی! اگر میں یہ نہ کروں، تو کیا ہوگا؟ دیہاتی نے کہا، میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں، میں لے کر جاؤں گا۔ حضرت عمر نے کہا: اگر میں نہ دینے کا ارادہ کروں، تو دیہاتی پھر کیا ہوگا، دیہاتی نے کہا:

وَاللّٰهِ عَنْ حَالِيْ لَتُسْاَلَنَّهْ
ثُمَّ تَكُوْنُ الْمُسَالَاتُ عَنَّهْ

"اللہ کی قسم! اگر نہ دیا تو تم سے میری حالتِ زار کے متعلق پوچھا جائے گا اور پھر میری بیٹیوں کے متعلق بھی سوال ہوگا۔"

---

1. طبقات: ۳/ ۲۲۸، ورجاله ثقات.
2. عبدالرزاق: ۲۰۵۹۰، بخاری فی الادب المفرد: ۹۹، وحسن اسناده الالبانی، صحیح الادب المفرد: ۷۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالْوَقْفُ الْمَسْؤُلُ بَيْنَهُنَّهُ

اِمَّا اِلٰی نَارِ وَاِمَّا جَنَّهُ

''ان بچیوں کے درمیان کھڑا کر کے جس سے سوال ہوگا، اگر جواب صحیح ہوگا، تو جنت میں جائے گا اور اگر جواب نہ آیا تو دوزخ جائے گا۔''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہوگئی، غلام کو حکم دیا کہ اس کے شعر سنانے کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس نے جو دن یاد دلایا ہے، اس سے بچنے کے لیے اس دیہاتی کو میری قمیض دے دو، کیونکہ اس کے علاوہ میرے پاس اور چیز نہیں، وگرنہ میں زیادہ دیتا۔ [1]

رعایا کی خیر خواہی کا بے پناہ جذبہ:

دیکھیں! یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، آپ دیکھ رہے ہیں، رعیت کی فکر میں ہلکان ہو رہے ہیں، کہیں اندیشہ ہے، ان میں نافرمانیاں نہ جنم لیں، کبھی خطرہ ہے، ان میں کوئی بھوکا نہ ہو، کہیں فکرمند ہیں، ان میں کوئی مریض تو نہیں، جسے میری مدد کی ضرورت ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رعایا کے لیے نجات دہندہ تھے، ایسا کیوں تھا، وجہ یہی تھی کہ شب و روز وہ خود کو اپنے رب کی نگہبانی میں گمان کرتے تھے، ایسا آدمی پھر اپنی رعیت کو اطاعت الٰہی کے کام کرنے کی ترغیب ہی دے سکتا تھا۔

جب بیٹی نے کہا اماں امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ملاوٹ سے منع کیا ہے:

حضرت اسلم بیان کرتے ہیں، ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں معمول کے مطابق گشت پر تھے، تھک گئے، رات کا درمیان تھا، ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، اچانک سنتے ہیں کہ ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے۔ بیٹی! کھڑی ہو جاؤ اور جو دودھ فروخت کرنا ہے، اس میں پانی ڈال دو۔ بیٹی نے کہا: امی جان! آپ کو امیر المومنین کے حکم کا علم نہیں! ماں نے کہا: بیٹی! امیر المومنین کا کیا حکم ہے۔

بیٹی نے کہا کہ انہوں نے منادی بھیج کر یہ اعلان کر رکھا ہے کہ دودھ میں پانی کی ملاوٹ نہ کی جائے، ماں نے کہا: بیٹی! تم پانی ملا دو، ہم اس جگہ پر ہیں کہ نہ تو عمر دیکھ رہے ہیں اور نہ ہی عمر کا منادی یہاں موجود ہے۔ بیٹی ماں سے کہتی ہے، امی جان! اللہ کی قسم! مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ بر سر مجلس تو میں امیر المومنین کی اطاعت کروں اور خلوت میں نافرمانی کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ تمام گفتگو بغور سنتے رہے، فرمایا: اسلم! اس دروازے پر شناخت کی علامت لگا دو اور اس مقام کی پہچان کرلو، اس کے بعد پھر معمول کے گشت پر روانہ ہوگئے۔

جب صبح ہوئی، تو فرمایا: ''اسلم! اس جگہ پر جاؤ اور دیکھو بات کرنے والی کون تھی اور جسے جواب مل رہا تھا، وہ کون ہے؟ ان کا آپس میں کیا رشتہ ہے اور یہ بھی تحقیق کرنا، ان کا خاوند ہے یا نہیں؟

اسلم کہتے ہیں، میں اس جگہ پر آیا، میں نے دیکھا کہ وہ لڑکی بیوہ تھی اور دوسری اس کی ماں تھی، میں نے یہ سب کچھ

[1] اسد الغابہ: ٤/ ١٥٥، بسند صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتا دیا۔ پھر حضرت عمر اپنے تمام بیٹوں کو جمع کرتے اور کہتے ہیں، تم میں سے کسی کو نکاح کی ضرورت ہے؟ میں اس لڑکی سے اس کا نکاح کرنا چاہتا ہوں، واللہ! اگر مجھے ضرورت ہوتی، میں خود اس سے نکاح کرتا، یہ لڑکی ضائع کرنے کے قابل نہیں۔

حضرت عبداللہ نے کہا، میری تو بیوی ہے، عبدالرحمٰن نے بھی کہا، ابا جان! میری بھی بیوی ہے، عاصم نے کہا، ابا جان! میری بیوی نہیں، میری شادی اس سے کردو، حضرت عمر نے عاصم کو لڑکی کے پاس بھیجا اور مسنون نکاح ہوا، پھر اس لڑکی سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، جوان ہوکر اس کا نکاح ہوا تو اس سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ پیدا ہوئے تھے، وہ ایسی نیک فال لڑکی تھی۔ ❶

جب ایک فوجی کی دکھیا بیوی نے تڑپا دیا:

سعید بن جبیر رحمہ اللہ ایسی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں، جس کے راوی ثقہ ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب شام ہوتی، تو درّہ پکڑ لیتے تھے، مدینہ میں گشت پر نکلتے اور جب کوئی چیز قابل انکار دیکھتے تو اس پر تنقید کرتے تھے، ایک رات کی بات ہے، جب وہ معمول کی گشت پر تھے کہ ایک عورت کے پاس سے گزرے، جو چھت پر کہہ رہی تھی:

تَطَاوَلَ هٰذَا اللَّيْلُ وَاخْضَلَّ جَانِبُهٗ
وَاَرَّقَنِیْ اَلَّا خَلِيْلُ اُلَاعِبُهٗ

"یہ رات تو لمبی ہوگئی، ختم ہونے کا نام نہیں لیتی اور اس کے کنارے پھیل چکے ہیں، اور میری نیند اچاٹ ہوچکی ہے اور میرا پیارا ابھی گھر نہیں کہ میں اس سے دل لگی کرتی۔"

فَوَ اللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ
لَحُرِّكَ مِنْ هٰذَا السَّرِيْرُ جَوَانِبُهٗ

"واللہ! اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا، جس کے سوا کوئی رب نہیں، تو اس چارپائی کا ہر پہلو حرکت کرتا سنائی دیتا۔"

مَخَافَةُ رَبِّیْ وَالْحَيَاءُ يَصُدُّنِیْ
وَاُكْرِمُ بَعْلِیْ اَنْ تُنَالَ مَرَاكِبُهٗ

"میرے رب کا خوف اور حیاء مانع ہے اور میں اپنے خاوند کی عزت بھی پائمال نہیں کرنا چاہتی کہ اس کی سواری کو کوئی غیر استعمال کرے، وگرنہ پتہ نہیں، میں کیا کچھ کرچکی ہوتی۔"

پھر ایک بلند جگہ پر چڑھ گئی، ٹھنڈی آہ بھر کر کہا: عمر کو کیا پتہ ہو، میں رات کیسے بسر کررہی ہوں؟ کچھ دیر بعد اس کے گھر کا دروازہ کھٹکا، کہنے لگی، تم کون ہو؟ جو اس عورت کے پاس آنے کی اجازت مانگ رہے ہو، جس کا خاوند گھر پر موجود نہیں، جواب آیا: دروازہ کھولو، اس عورت نے انکار کردیا، جب زیادہ ہی اصرار ہوا تو وہ عورت کہنے لگی، اگر امیر المومنین

❶ ابن حبان فی العقلاء: ٥٤، بسند صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو علم ہوا تو وہ تجھے سزا دیں گے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جانچ لیا کہ یہ پاکدامن عورت ہے، تو کہا، دروازہ کھولو، میں امیر المومنین ہوں، عورت نے کہا، تم جھوٹ بولتے ہو، تم امیر المومنین نہیں ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، دروازہ کھولو اور آواز بلند کی وہ پہچان گئی کہ یہ واقعتا امیر المومنین ہیں تو دروازہ کھول دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا کہہ رہی تھیں؟ پھر پڑھو، اس نے یہی اشعار دوبارہ لوٹائے، فرمایا، تمہارا خاوند کہاں ہے؟

عورت نے کہا فلاں فلاں لشکر میں گیا ہوا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کے سپہ سالار کو لکھا کہ فلاں بن فلاں کو فوراً گھر بھیج دو، جب وہ آیا تو کہا، اپنی بیوی سے ملو، اس کے بعد اپنی بیٹی کے پاس گئے اور کہا، بیٹی! عورت خاوند کے بغیر کتنی مدت صبر کر سکتی ہے؟ انہوں نے کہا، ایک ماہ، دو ماہ، یا تین ماہ اور چوتھے ماہ میں صبر نہیں ہوتا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لشکر میں جانے والے فوجیوں کے لیے اتنی مدت مقرر کر دی کہ تین ماہ کے بعد اور چوتھے کے آغاز میں ہر فوجی کو رخصت پر بھیجا جائے۔[1]

میرے بھائیو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی رعایا کی بھلائی کی فکر میں ہمہ تن مصروف نظر آتے اور ہر گھڑی ان کی نگہداشت رکھتے تھے، یہی سبب تھا، ان کے عہد خلافت میں امت مسلمہ میں ہر بھلائی اور خیر کے سوتے پھوٹتے رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ امت کو یہ تعلیم دیا کرتے تھے، کہ جب بندے اپنے اللہ کی اطاعت میں لگ جائیں گے تو کائنات کی تسخیر کر لیں گے، اگر یہ کج رو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں سے دور جائیں گے تو کائنات ان کے لیے مصائب گاہ بن جائے گی اور نعمت رحمت میں بدل جائے گی۔

زلزلہ کو دھمکی:

حضرت صفیہ بنت ابی عبید بیان کرتی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں زمین پر زلزلہ آیا اتنا شدید تھا کہ چار پائیاں باہم ٹکرا گئیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ فرمایا: ''تم نے بہت جلدی دین میں نئی چیزیں پیدا کی ہیں، تبھی یہ زلزلہ آیا ہے، اگر یہ دوبارہ آیا، تو میں تمہارے درمیان سے نکل جاؤں گا اور پھر تمہارے ساتھ نہ رہوں گا۔''[2]

یعنی انہیں اتنا یقین تھا کہ اگر انسان برائی چھوڑ کر اچھائی اپنا لے تو پھر زلزلے بھی رک جاتے ہیں۔

عدل فاروقی کا دلکش منظر:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عدل پروری کی فکر میں رہتے تھے اور اس حد تک انہیں اس کا خیال تھا کہ اگر کسی علاقہ کا سربراہ منتخب کرتے تو، جو اس کا حریص ہوتا، آپ اسے سرپرست ہی نہیں بناتے تھے، کیونکہ جو حریص ہوگا، اس سے عدل کے خلاف بھی ہو سکتا ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زاہد، پاکدامن اور تقویٰ والے کو عہدہ دیا کرتے تھے اور اس فکر

1. عبدالرزاق بیهقی: ۲۹۱۹، طبقات الکبریٰ، روغة المحسبين: ۲۵۲.
2. ابن ابی شیبه: ۳/ ۴۷۳، بیهقی: ۳/ ۳۴۲، واسناده صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ہوتے تھے کہ ایسا شخص عہدہ پر ہو، جو لوگوں کی بات مانے اور انہیں خیر کی نصیحت کرے۔

گورنر سے عہد لیتے:

ابن خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو گورنر مقرر کرتے تو اس سے تحریری عہد لیتے اور مہاجرین و انصار کو گواہ بناتے اور اس عامل یا گورنر سے یہ شرط لیتے کہ وہ اچھے ترکی گھوڑا پر سوار نہ ہوگا اور میدہ کی روٹی نہ کھائے گا، باریک لباس نہ پہنے گا اور لوگوں کی ضروریات پورا کرنے سے کبھی اپنے دروازہ بند نہ کرے گا۔ [1]

افسران کا مواخذہ:

ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں سے امراء کے متعلق تفتیش کر رہے تھے، حمص کے علاقہ کے لوگوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا، تو ان سے دریافت کیا، تم کیسے ہو، تمہارا امیر کیسا ہے؟ لوگوں نے کہا، اے امیر المومنین! ہمارا امیر بہت اچھا ہے، ایک بات ہے کہ اس نے ایک بالا خانہ بنا رکھا ہے، جس میں وہ رہتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خط لکھا اور ڈاکیا کو دے کر روانہ کیا اور ڈاکیا سے کہا، جب اس بالا خانہ کے دروازہ سے گزرے، ایندھن جمع کرنا اور آگ لگا کر دروازہ جلا دینا، جب یہ ایلچی وہاں پہنچا تو اس نے ایندھن اکٹھا کیا اور بالا خانہ کا دروازہ جلا کر خاکستر بنا دیا، جب لوگ اس امیر کے پاس آئے اور اسے بتایا کہ یہاں ایک آدمی آیا ہے اور تمہارے بالا خانہ کے دروازے کو جلا دیا ہے۔ امیر نے کہا: اسے چھوڑ دو وہ امیر المومنین کا ایلچی ہے، پھر وہ ایلچی اندر داخل ہوا اور امیر المومنین کا خط پیش کیا، خط ابھی ہاتھ میں ہی تھا کہ امیر سواری پر سوار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھتے ہی اپنے ملازموں کو حکم دیا اسے تین دن تک دھوپ میں روکے رکھو، تین دن اسے دھوپ میں رکھا گیا، جب تین دن کے بعد اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''اے قرط کے بیٹے! حرہ جگہ پر مجھ سے ملاقات کر، کیونکہ اس مقام پر صدقہ اور مالِ غنیمت کے اونٹ تھے، وہ گورنر حرہ جگہ پہنچا تو اسے ایک جبہ دیا اور کہا، دوسرا لباس اتار دے اور اس جبہ کا ازار اور تہبند بنا لو، یہ پہنا دیا اور اس سے کہا، ان اونٹوں کو پانی پلاؤ اور یہ تمہاری ڈیوٹی ہے، یہ ذمہ داری پوری کرتے ہوئے وہ تھک گیا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے قرط کے بیٹے! کتنی مدت سے امارت کے عہدہ پر فائز ہو؟ اس نے کہا، امیر المومنین! کافی دیر سے اس پر براجمان ہوں۔'' فرمایا: اسی لیے بالا خانہ بنایا تھا اور مسلمانوں پر اس کے ذریعہ جھانکتا ہے، محتاج اور یتیم پر خود کو برتر قرار دیا ہے، اتنی سزا ہی کافی ہے، چلو اب اپنا وہی کام کر اور آئندہ کبھی ایسی شکایت نہ آئے۔'' [2]

ایک امیر کی ظالمانہ کاروائی پر گرفت:

حضرت زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ باہر نکلے اور اپنے ہاتھ کانوں پر رکھے کہہ رہے تھے، میں حاضر، میں حاضر۔

---

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۵۶۹ بسند صحیح۔ [2] الریاض النضرۃ: ۲/ ۵۵۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے، انہیں کیا ہوا ہے کہ پکار پکار رہے ہیں؟ پتہ چلا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس امراء میں سے ایک امیر کا پیغام لانے والا، یہ پیغام لایا ہے کہ ایک نہر ہے جسے عبور کرنا مشکل ہے ان کے پاس کشتیاں بھی نہ تھیں، جن کے ذریعہ وہ اس نہر سے گزر سکیں، ان کے امیر نے کہا، کوئی آدمی تلاش کریں، جو پانی کی گہرائی کا اندازہ کرسکتا ہو، ایک عمر رسیدہ آدمی اس امیر کے سامنے پیش کیا گیا، امیر نے اس سے کہا، ہمیں نہر کی گہرائی کا اندازہ کرا دو، اس بوڑھے نے کہا، میں ضرور کراتا، مجھے جان کا اندیشہ ہے، سردی کا موسم تھا، اس لیے اس نے خوف ظاہر کیا، ٹھٹھر نہ جاؤں، لیکن امیر نے اسے مجبور کیا اور زبردستی نہر میں داخل کر دیا، سردی برداشت نہ کرسکا اور دھائی دینے لگا، اے عمر! میں مر رہا ہوں، میری مدد کو پہنچ، وہ یہ کہتا کہتا ہی نہر میں غرق ہوگیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس امیر کو خط لکھا کہ میرے پاس حاضر ہو جاؤ، وہ آیا اور کچھ دن ٹھہرا رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے روگردانی کرتے رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی سے ناراض ہوتے، تو اس سے رخ پھیر لیا کرتے تھے، اس کے بعد اس امیر سے کہا، جس آدمی کو تونے مار دیا ہے، اس کا کیا بنا؟ اس امیر نے کہا: ''اے امیر المومنین! میں نے اسے قصداً نہیں مارا، ہمارے لیے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ ہم اس نہر کو عبور کرتے تو فتوحات کا دروازہ کھلتا، اسے ہم نے نہر میں اتارا تھا، تاکہ پانی کی گہرائی کا اندازہ کرسکیں، اس کا فائدہ یہ ہوا ہے کہ ہم نے فلاں فلاں علاقہ فتح کرلیا اور اتنا مال غنیمت حاصل کرلیا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَرَجُلٌ مُّسْلِمٌ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ جِئْتَ بِهٖ))

''ایک مسلمان مجھے ہر اس چیز سے زیادہ پیارا ہے، جو تم لوٹ کر لائے، اگر سنت نے تجھے مارنے کا فیصلہ دیا ہوتا، تو میں تیری گردن اڑا دیتا، چلو اس مرنے والے کے ورثاء کو دیت ادا کرو، اس کے بعد مجھے یہاں نظر نہ آنا۔'' [1]

جب ایک عورت نے آشنا سے مل کر بچہ مار ڈالا:

حضرت مغیرہ بن حکیم صنعانی بیان کرتے ہیں کہ صنعاء کے علاقہ میں ایک عورت کا خاوند کہیں سفر پر تھا، گھر نہ تھا، اس عورت کے علاوہ دوسری بیوی سے اس سفر پر جانے والے کا ایک بیٹا تھا، وہ اس کی پرورش میں چھوڑ کر گیا تھا، اس کا نام اَصیل تھا، اس عورت نے خاوند کی عدم موجودگی میں ایک آدمی سے آشنائی اختیار کر لی، تو اس آشنا سے کہنے لگی، یہ لڑکا اصیل اگر دیکھ لے گا، تو ہمیں کہیں کا نہ چھوڑے گا، اس لیے اسے قتل کر دو اور رستہ سے ہٹا دو، اس آشنا نے اس عورت کا یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا، جب اس نے انکار کیا، تو اس عورت نے اس آشنا سے ملنے سے بے رخی کر دی، آخر اس نے اس کے اس منصوبہ پر عمل کرنے کی حامی بھر لی، اس لڑکے کو قتل کرنے کا منصوبہ اس آشنا نے ایک دوسرے آدمی کے ساتھ مل کر بنایا تھا، اس نے اور اس عورت نے اور اس کے ایک خادم نے مل کر تیار کیا اور ان سب نے مل کر اسے قتل

[1] بیہقی: ۸/ ۳۲۲، واسنادہ صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دیا، پھر اس کے اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے کیے، اور اس کی نعش ایک چمڑے کے تھیلے میں بند کر کے کے ایک پرانے کنوئیں میں ڈال دی، اس میں پانی نہ تھا، وہ خشک ہو چکا تھا، یہ اس بستی کے ایک کونہ میں تھا۔

یہ کب تک زمین کی مٹی ہضم کرتی، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

روزِ محشر کو کب تک چھپے گا یہ کشتوں کا لہو
جو چپ رہے گی زبان خنجر تو لہو پکارے گا آستین کا

آخر اس کا آشنا پکڑا گیا، اس نے اس قتل کا اعتراف کیا، اس کے بعد دوسروں نے بھی اعتراف کر لیا، حضرت یعلیٰ اس وقت اس علاقہ کے امیر تھے، انہوں نے ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ کیا کروں، انہوں نے لکھا، ان سب کو قصاص میں قتل کر دو۔

''واللہ! اگر تمام صنعاء والے بھی اس کے قتل میں شریک ہوتے تو میں ان سب کو قصاص میں تختہ دار پر لٹکا دیتا۔''[1]

وفاداری بشرط استواری کا فاروقی اصول:

اس دور میں وفاداری معدوم ہوتی جا رہی ہے، الا ماشاء اللہ!

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس چیز کو کبھی نہ بھولتے تھے، جو کسی نے اسلام کی خاطر پیش قدمی کی ہو، خواہ وہ کوئی حقیر سی چیز ہو یا بڑی، فاروق اعظم صرف اس شخص کے ہی نہیں، بلکہ اس کی نسل کے بھی قدر دان تھے، ان کی اس وفاداری کا واقعہ ان کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔

باپ کی خدمات کا بیٹی کو صلہ دیا:

حضرت زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ اسلم نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار میں جا رہا تھا کہ ایک نوجوان خاتون کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی:

''اے امیر المومنین! میرا خاوند فوت ہو چکا ہے اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچے چھوڑے ہیں، وہ اتنے چھوٹے ہیں کہ کما کھا نہیں سکتے اور نہ ہی کوئی کھیتی یا جانور ہیں، کہ ان کی گزر اوقات ہو سکے، مجھے ڈر ہے کہ بھوک کا عفریت انہیں نگل نہ جائے۔'' اور میں تعارف کروا دوں کہ میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں، میرے ابا جان کو یہ سعادت حاصل ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں شریک خدمت تھے، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اٹھتے ہوئے قدم وہیں رک جاتے ہیں اور دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا، بیٹی! مرحبا! بہت ہی قریب نسب تم نے بتایا ہے، یہ کہہ کر ایک سواری والے اونٹ کی جانب جاتے ہیں، جو گھر میں باندھا ہوا تھا، اس پر دو بورے لادئے جو کہ اناج سے بھرے ہوئے تھے، اور مزید خرچہ اور لباس اٹھاتے ہیں اور لا کر اس اونٹ کی لگام اسے تھماتے ہوئے کہتے ہیں، بیٹی! اسے لے جاؤ، جب یہ ختم ہو گا تو اللہ تعالیٰ اور دے گا۔''

---

[1] بخاری: ٦٨٩٦، فی الدیات، مع فتح الباری: ١٢/ ٢٨١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک آدمی کہتا ہے: ''امیر المومنین! آپ نے اس عورت کو بہت زیادہ عطاء و بخشش کی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آدمی سے کہتے ہیں، تیری ماں تجھے گم پائے۔

واللہ! تجھے تو اس کے باپ کی خدمات کا علم نہیں، میں جانتا ہوں کہ اس خاتون کا بھائی اور باپ دونوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا اور اس وقت تک محاصرہ کیے رکھا تھا، جب تک اسے فتح نہ کر لیا تھا اور ان کی فتح کے عوض جو مال حاصل ہوا، ہم نے اس سے حصے پائے، ایسے محسنوں کی بیٹی کے لیے کچھ عطیہ زیادہ نہیں۔'' [1]

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظیم خوبصورت آرزو:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

اے دنیائے فانی کے آرزومندو! آؤ میں تمہاری خدمت میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بے مثال آرزو کا تحفہ پیش کرتا ہوں، جو باوفا اور باصفا لوگوں کے لیے انمول ہدیہ ہے، ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سے کہتے ہیں، آؤ اپنی اپنی خواہشیں بتاؤ۔ ایک نے کہا، میری تمنا یہ ہے کہ میرا گھر سونا سے بھرا ہو اور میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ میں صرف کر دوں۔ دوسرا یوں اظہارِ خیال کرتا ہے، کہ کاش! میرا آشیانہ ہیرے جواہرات سے معمور ہو اور میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساتھیوں اور ہمنواؤں سے کہتے ہیں اور مزید کوئی آرزو ہو تو اس کا کھل کر اظہار کرو، انہوں نے جواب دیا، امیر المومنین! اور کوئی آرزو سجھائی نہیں دے رہی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میرے دلی ارمان یہ ہیں کہ کاش! میرا گھرانہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت معاذ بن جبل، حضرت سالم بن مولیٰ ابی حذیفہ اور حضرت حذیفہ بن یمان جیسے مردان میدان اور وفا شعار شخص سے سجا ہو۔'' [2]

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب تقدیر کا معتدل نظریہ پیش کر کے صحابہ کو حیران کر دیا:

کتنا یقین و اعتماد ہے، ان کلمات فاروقی میں جو انہوں نے ''عمواس'' جگہ پر پھیلنے والی طاعون کی وباء کے دوران حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے سامنے کہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کے سفر پر روانہ ہوئے، جب ''سرغ'' جگہ پر پہنچے، جو کہ یرموک کا ایک علاقہ اور مدینہ منورہ سے تقریباً ایک سو ساٹھ میل دور ہے تو سپہ سالارانِ لشکر

[1] بخاري: ٤١٦٠، في المغازي، باب غزوة الحديبيه.
[2] مستدرك حاكم: ٣/ ٢٢٦، وصححه وافقه الذهبي.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور اطلاع دی کہ سرزمین شام میں طاعون کی وباء پھیل چکی ہے، وہاں جانا ہلاکت میں جانا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا، پہلے پہل ہجرت کرنے والوں کو میرے پاس لاؤ، انہیں بلا کر ان سے مشورہ لیا کہ سر زمین شام میں تو وباء پڑ چکی ہے، اب کیا کریں، آگے جائیں یا نہ؟ تو ان میں سے بعض نے کہا، اب ہم تو نکل پڑے ہیں، وہاں جائیں، بعض نے کہا، اس وباء میں ان لوگوں کو لے کر نہ جائیں، فرمایا: ''اب تم چلے جاؤ۔'' حکم دیا۔

انصار کو بلاؤ، وہ آئے، تو ان سے مشورہ مانگا، تو انہوں نے بھی مہاجروں کی مانند دو رائیں دیں، ان سے بھی کہا، اب چلے جاؤ، پھر حکم دیا۔ قریش کے مشائخ اور عمر رسیدہ لوگوں کو بلاؤ، جنہوں نے فتح مکہ کے وقت ہجرت کی تھی، ان کو بلایا گیا، تو ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہ کیا، سب نے رائے دی کہ اس وباء کے خونخوار منہ میں خود کو ٹھونسنے کی کوئی ضرورت نہیں، لوگوں کو واپس مدینہ میں لے چلو، یہ مشورہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منادی کرادی کہ میں صبح سوار ہو کر واپس جا رہا ہوں، تم بھی تیار رہو، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا تقدیر الٰہی سے راہ فرار اختیار کر رہے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوعبیدہ کاش! یہ بات آپ نہ کہتے، آپ تو بہت زیرک وعقلمند ہو، کوئی اور کہتا تو مجھے دکھ نہ تھا، ہاں ''نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰهِ'' ''ہم تقدیر الٰہی سے راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے تقدیر الٰہی کی جانب ہی پناہ لے رہے ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوعبیدہ بتاؤ اگر تمہارے اونٹ ہوں۔ آپ انہیں وادی میں لے کر اترو، ان میں سے ایک جگہ سرسبز وشاداب ہو اور دوسری جگہ بے آب وگیاہ ہو، تو آپ سرسبز وشاداب مقام پر اونٹ چراؤ گے تو یہ بھی تقدیر الٰہی ہے۔ اور اگر آپ بنجر جگہ پر چراؤ گے تو یہ بھی تقدیر الٰہی سے ہے، مقصد یہ ہے کہ اللہ پر توکل بھی ہونا چاہیے۔ اور جو اس نے اسباب پیدا کیے ہیں انہیں بھی بروئے کار لانا چاہیے دونوں چیزیں تقدیر کا حصہ ہیں۔

اسی دوران حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے، وہ کسی کام کی وجہ سے وہاں موجود نہ تھے۔ انہوں نے کہا اس بارے میں میرے پاس علم ہے میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: جب تم طاعون کی وباء کے پھیلنے کا سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جس زمین پر طاعون آجائے اور تم وہاں موجود ہو، تو پھر وہاں سے راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے باہر نہ جاؤ۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی کہ میری رائے حدیث مصطفی کے مطابق ہے، اس کے خلاف نہیں اور پھر واپس لوٹ آئے۔ [1]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کے واقعہ کی حقیقت:

یہ ردی قسم کی بدگمانی پھیلائی گئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دلی کینہ اور پرانے بغض کی

---

[1] بخاری: ٥٧٢٩، الطب، باب ما يذكر فی الطاعون.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے سپہ سالاری سے معزول کیا تھا، جب کہ یہ دعویٰ سراسر جھوٹ پر مبنی ہے، جو تاریخ کی کتابوں میں پھیلایا گیا ہے اور تاریخ کے ماتھے پر جھوٹی خبر سجائی گئی ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسا عدل پرور اور بارگاہ رب میں گڑ گڑانے والا خلیفہ ایسے بہادر سالار کو اپنی انانیت کی بھینٹ چڑھا دے اور معزول کر دے۔''

ایسی گھٹیا حرکت کو تو عام مؤمن بھی نہیں کرتا، کجا وہ کرے، جو فاروقِ امت ہو، صاحب قوت اور امین خلافت ہو اور رب کائنات نے جس کی پاکیزگی کا اعلان کیا ہو اور سید انبیاء نے جسے سراپائے طہارت قرار دیا ہو۔

اس الزام کی تردید کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کی وجہ بیان کرتے ہیں اور ایسا روشن بیان دیتے ہیں کہ اس کے بعد اس پر کوئی پردہ خفاء باقی نہیں رہتا، فرماتے ہیں: میں نے خالد کو کسی ناراضگی اور خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا لوگ کچھ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر فتنہ میں پڑ رہے تھے کہ شاید فتوحات فقط حضرت خالد کے ہاتھوں ہی حاصل ہو رہی ہیں اگر یہ نہ ہوں تو پھر فتحیابی کے قدم رک جائیں گے اس اندیشہ کے پیش نظر میں نے چاہا کہ میں انہیں معزول کروں تا کہ لوگوں کو علم ہو ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرانجام پاتا ہے بندوں کے اختیار سے نہیں۔''

اس پر دوسری یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جنگ مؤتہ کے لیے الوداع کہتے ہیں تو کتنے ہی خوبصورت اور شیریں الفاظ ہیں جن کے سایہ میں انہیں رخصت کرتے اور اس جنگ میں ان کی شہادت پر تاثرات بیان کرتے ہیں:

((رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا سُلَيْمَانَ! مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا كَانَ فِيهِ لَقَدْ عَاشَ حَمِيدًا وَمَاتَ سَعِيدًا))

''اے ابوسلیمان! خالد بن ولید! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کریں اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے لیے خیر ہی خیر ہے، تم زندہ رہے تو قابل تعریف تھے اور فوت ہوئے تو سراپائے سعادت تھے۔'' آہ بہت عجیب بہتان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کو بغض اور نفرت سے معزول کیا تھا۔ جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بستر مرگ پر بھی یاد کرتے رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا حضرت حالات مخدوش ہیں اگر آپ کسی کا نام خلافت کے لیے بتا دیں تو اچھا ہے۔ فرمایا:

''اگر ابوعبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ موجود ہوتے تو میں انہیں خلافت کا قلمدان سونپتا اور پھر میں اللہ کے سامنے پیش ہوتا وہ مجھ سے پوچھتا، عمر تم نے ابوعبیدہ کو خلیفہ کیوں بنایا ہے؟ تو میں عرض کرتا، کہ پروردگار! میں نے تیرے بندے اور تیرے خلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ کہ ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اس امت کا امین حضرت ابوعبیدہ ہے، اس لیے میں نے اسے والی بنایا اور اگر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہوتے تو میں انہیں سربراہ مقرر کرتا اگر میرا رب مجھ سے پوچھتا خالد کو کیوں خلیفہ بنایا تھا تو میں کہتا، تیرے بندے اور خلیل محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: کہ حضرت خالد بن ولید اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے سر پر سونت رکھا ہے یہ سن کر میں نے خالد

---

1 تاريخ طبرى ص ٤٩٢/٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو خلیفہ بنایا ہے۔“ [1]

بیت المقدس کی فتح فاروق اعظم کا تاریخ ساز کارنامہ ہے:

اس فتح میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس حدیث کی صحیح تصویر نظر آتے ہیں، کہ

((مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ))

”جو تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند کرتے ہیں۔“

بیت المقدس کی فتح کی مسرّت آمیز اور شادمانی سے لبریز لمحات کے سائے میں سے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے کردار کا ایسا آفتاب کرن ریز نمودار ہوا جو زہد و تواضع میں امت مسلمہ کے لیے ایک مثال ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ”حضرت ابوعبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ جب دمشق کی فتح سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ایلیاء (بیت المقدس) والوں کو اللہ تعالیٰ اور دین اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی اور کہا، اگر تم نے اسے قبول نہیں کرنا، تو جزیہ ادا کرو، اگر یہ بھی منظور نہیں تو جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، ان لوگوں نے ان میں سے کسی بھی شرط کو قبول نہ کیا تو حضرت ابوعبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ نے اہل علاقہ پر لشکر کشی کی اور دمشق پر اپنا نائب حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو اس کا محاصرہ کیا اور ان کے گرد گھیرا تنگ کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ صلح پر آمادہ ہوئے، انہوں نے ایک شرط لگائی کہ ہم بیت المقدس تب حوالے کریں گے جب امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود آئیں گے، حضرت ابوعبیدہ بن جرّاح نے ان کا یہ مطالبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں لوگوں سے مشورہ طلب کیا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ امیر المؤمنین نہ جائیں تاکہ وہ مزید حقیر ہوں اور ان کی ناک خاک آلود ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ امیر المؤمنین جائیں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کو ان کے حصار سے نکالنے سے بہت فوائد ملیں گے اور آسانی حاصل ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بات کو ترجیح دی اور لشکر لے کر ایلیاء والوں کی جانب روانہ ہوئے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر نائب بنایا اور لشکر کے مقدمہ اگلے حصہ پر حضرت عباس بن عبدالمطلب کو سپہ سالار مقرر کیا۔ اس طرح جب شام تک پہنچے تو حضرت ابوعبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ اور دیگر امرائے لشکر حضرت فاروق اعظم کے استقبال کے لیے آئے، جب باہم ملے تو بہت زیادہ پیار کا اظہار کیا۔ پھر آگے بڑھے اور بیت المقدس کے عیسائیوں کے ساتھ مصالحت کی اور یہ شرط لگائی کہ رومیوں کو تم نے تین دن تک یہاں سے جلاء وطن کرنا ہے وہ یہاں نہ رہیں تب صلح ہوگی جب یہ صلح طے پا گئی تو بیت المقدس میں داخل ہوئے جب مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے تو اس دروازے سے داخل ہوئے جس دروازے سے معراج کی شب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تھے۔ پھر امیر المومنین صخرہ (چٹان) کے پاس آئے کعب احبار سے اس کی نشانی دریافت کی انہوں نے نشاندہی کی اور

[1] ائمة الهدى ص: ۳۸۳.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مشورہ دیا کہ امیر المومنین! مسجد کا رخ اس کی طرف کر دو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کعب تم نے یہودیت کی مشابہت اختیار کر لی ہے یہ نہ مانے بلکہ مسجد کا قبلہ رخ بیت المقدس کی طرف بنایا اس دروازے کا نام آج بھی عمری (عمر والا دروازہ) ہے پھر اس صخرہ کی گرد وغبار اپنی چادر کے پلو سے صاف کی اور اس کی صفائی میں دیگر مسلمان بھی شامل تھے۔ [1]

اسلام کی عظمت کافی ہے:

ابو عالیہ شامی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایلیاء کے رستہ سے جابیہ مقام پر پہنچے تو حالت یہ ہے کہ یہ ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل کا فرمانروا ایک مٹیالے رنگ کے اونٹ پر سوار تھا یہ وہ فرمانروا تھا جو بیت المقدس کی فتح کی دستاویز خود اپنے ہاتھوں سے تحریر کرنے آ رہا تھا۔ جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی لیکن اونٹ پر سوار ہیں، سر پر کوئی ٹوپی یا پگڑی نہیں سجائی بلکہ سر کے بال جس جگہ سے اڑ چکے تھے اس کی وہ جگہ سورج کی دھوپ کی وجہ سے چمک رہی ہے اور ننگی پیٹھ اونٹ پر سوار پاؤں لٹکائے جو سواری کی دونوں جانب سواری سے ٹکرا رہے ہیں اور ایک اون کی چادر زیب بدن کر رکھی ہے جب سوار ہوتے تو اسے سواری کی گدی بنا لیتے اور جب سوتے تو اسے بستر بنا لیتے اور جسم جس قمیض سے ڈھانپ رکھا تھا وہ کھردری سی قمیض تھی وہ بھی بوسیدہ ہو چکی اور ایک پہلو سے پھٹی ہوئی تھی۔

یہ تھا اس سادگی کی تہوں میں چھپا ہوا خلیفہ جس کے عدل کا آفتاب ہر جگہ کرنیں بکھیر رہا تھا اور جس کے جاہ وجلال کے سامنے کجکلاہ سرنگوں نظر آتے ہیں، جب یہ سرزمین شام میں قدم رکھ رہا تھا، یہ اس کے ٹھاٹھ باٹھ تھے۔ جابیہ میں پہنچ کر فرمایا:

قوم کے سردار کو بلاؤ، جب سردار آیا تو اس سے کہا، میری قمیض دھلوا دو، اور جہاں سے پھٹی ہے، اسے سلوا دو، اتنی دیر کے لیے مجھے عاریتاً قمیض لا دو، جو میں واپس کر دوں گا۔

کتان (الیسی) کے عمدہ کپڑا سے سلی ہوئی قمیض لائی گئی، پوچھا یہ کیا ہے! کہا گیا، یہ کتان کے کپڑا سے تیار شدہ قمیض ہے، کہا کتان کیا ہوتا ہے؟ جب انہوں نے بتایا یہ تو قمیض اتار دی اور اپنی قمیض دھل کر اور رفو ہو کر آئی، تو پھر اسے زیب بدن کر لیا، رئیس نے کہا، آپ تو عرب کے بادشاہ ہیں اور اس علاقہ میں اونٹ کی سواری پسند نہیں کرتے، میری تمنا یہ ہے کہ آپ کا لباس بھی اچھا نہیں، اچھا لباس پہنیں اور عمدہ گھوڑے پر سوار ہوں، اس طرح رومیوں کی نظر میں آپ کی عظمت کا سکہ بیٹھ جائے گا۔

اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِاالْاَسْلَامِ" ہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جو اسلام کی بدولت اعزاز بخشا ہے، وہی کافی ہے، ہم اس کے مقابلہ میں کسی چیز کو قبول نہیں کرتے۔

تاہم پھر بھی وہ ایک عمدہ گھوڑا لے آئے، جس پر زین تھی اور نہ ہی کجاوہ تھا اس پر چادر بچھائی گئی اس پر سوار ہوتے ہی کہا، اسے پکڑ لو، پکڑ لو، یہ تو شیطان ہے، بالآخر ان کا اونٹ لایا گیا، اسی پر سوار ہوئے۔ [2]

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۵۷/۷۔ [2] البدایہ والنہایہ: ۷/ ۵۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابراہیم نے اشعار میں اس تاریخ ساز واقعہ کو نظم کیا ہے، فرمایا:

يَامَنْ صَدَفْتَ عَنِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا
فَلَمْ يُغْرِكَ مِنْ دُنْيَاكَ مُغْرِيهَا

"اے وہ شخص کہ تو نے دنیا کی زیبائش خیرہ کن سے رخ پھیر رکھا ہے، تجھے تیری دنیا میں ورغلانے والا کبھی ورغلا نہ سکا۔"

مَا ذَا رَأَيْتَ بِبَابِ الشَّامِ حِيْنَ رَأَوْا
اَنْ يُّلْبِسُوْكَ مِنَ الْاَثْوَابِ زَاهِيهَا

"شام کے علاقہ میں اس کے دروازے میں کھڑا ہو کر جو تو نے رائے دی، وہ کتنی ہی اچھی تھی، جب لوگوں نے تجھے زینت سے سجا ہوا، لباس پہنانا چاہا تھا۔"

وَيُرْكِبُوْكَ عَلَى الْبِرْذَوْنَ تَقَدَّمُهُ
خَيْلٌ مُطَهَّمَةٌ تَعْلُوْا مُرَائِيْهَا

"تجھے عمدہ گھوڑے پر سوار کر رہے تھے کہ تو ان کے سامنے خوشنما اور موٹے تازے گھوڑے پر سوار ہو کر جائے، جو کہ نمود و نمائش کرنے والے کو بہت دلربا لگتا ہے۔"

مَشٰى فَهَمْلَجَ مُخْتَالًا بِرَاكِبِهٖ
وَفِیْ الْبَرَاذِيْنِ مَا تُزْهِیْ بِعَالِيْهَا

"وہ گھوڑا اچھوتی اور متکبرانہ چال چلا، جو کہ گھوڑوں میں ایسی سرکشی والی چال ہوتی ہے کہ اس کا سوار بھی پھر اکڑ میں آجاتا ہے۔"

فَصِحْتَ يَا قَوْمِ كَادَ الزَّهْوُ يَقْتُلُنِیْ
وَدَاخَلَتْنِیْ حَالٌ لَسْتُ اَدْرِيهَا

"تو نے چلا کر کہا، لوگو! اس کی بیٹھ پر تو میں بھی قابل تکبر کیفیت محسوس کر رہا ہوں، پتہ نہیں یہ متکبرانہ خیال کیسے پیدا ہو رہا ہے؟"

وَكَادَ يَصْبُوْا اِلٰی دُنْيَاكُمْ عُمَرُ
وَيَرْتَضِیْ بَيْعَ بَاقِيْهَا بِفَانِيْهَا

"قریب ہے کہ عمر بھی تمہاری دنیا کی رنگینیوں میں کھو جائے اور کہیں اس فانی دنیا کے عوض باقی رہنے والی زندگی فروخت ہی نہ کر دے، یہ کہہ کر تو نے یہ لباس اور گھوڑا واپس کر دیا، فانی کی جگہ باقی کو رکھا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رُدُّوْا رِكَابِيْ فَلَا اَبْغِيْ بِهٖ بَدَلًا
رُدُّوْا ثِيَابِيْ فَحَسْبِي الْيَوْمَ بَالِيْهَا

''میرے اونٹ والی سواری ہی لوٹا دو، مجھے اس کے سوا اور کوئی نہیں چاہیے اور میرا وہی لباس لوٹا دو، مجھے نئے کی جگہ بوسیدہ لباس ہی کافی ہے۔''

حضرت طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام کے علاقہ میں آئے، تو پانی کا چھوٹا سا تالاب سامنے آ گیا، اونٹ سے نیچے اترتے اور اپنے جوتے اتار کر ہاتھوں میں تھام لیتے ہیں اور اونٹ سمیت پانی میں داخل ہوجاتے ہیں، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا، امیر المومنین! آپ نے تو آج عجیب کام کر دکھایا، اس سے تو ہماری عزت پر حرف آتا ہے۔آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا۔

''ابوعبیدہ! یہ بات کوئی اور کہتا تو خیر تھی، تم کیوں کہہ رہے ہو، یاد کرو، تم کم تعداد تھے، حقیر تھے، ذلیل تھے، اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں عزت کے چار چاند لگائے، جب تم اسلام کے علاوہ عزت کے طلب گار بنو گے، تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کردیں گے۔''[1]

قحط سالی اور فاروق کی حالتِ زار:

ابن جوزی بیان کرتے ہیں، لوگ قحط سالی کا شکار ہوگئے، اتنی سخت بھوک چھا گئی کہ جنگلوں کے وحشی درندے بھی انسانوں کے ہاں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے، ہوا چلتی، تو ایسی مٹی اڑاتی تھی، جس طرح راکھ ہوتی ہے، اس یہ خشک سالی و بدحالی عام الرمادہ (راکھ والے سال کے نام سے) مشہور ہوئی۔

قحط سالی ختم ہونے تک میں گھی نہ چکھوں گا:

ایسی عجیب کیفیت تھی کہ تنگدست آدمی بکری ذبح کرتا کہ اسے کھا سکے، لیکن وہ اس لیے اس کا گوشت کھانے سے نفرت کرتا تھا، کہ کہیں نقصان نہ ہوجائے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بے قراری کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے قسم اٹھالی کہ جب تک لوگ اپنی اصلی حالت پر نہیں آتے ہیں، نہ تو گھی چکھوں گا، گوشت کھاؤں گا اور نہ ہی دودھ کا گھونٹ نوش کروں گا۔ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام چالیس درہم کے عوض ایک برتن میں گھی اور تازہ دودھ خرید کر لایا تاکہ آپ اس سے بھوک مٹائیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ صدقہ کردو، میں کھانے میں زیادتی پسند نہیں کرتا، یہ دودھ گھی میرے حلق کے نیچے کیسے اتر سکتا ہے، جب کہ رعایا کی حالت بے بسی کا آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہوں! میری حالت تو پھر بھی رعایا سے کچھ بہتر ہی ہے۔[2] آج یہ روحانیت کہاں!! پھر جذبۂ اسلامی سے سرشاری کدھر!!!

قحط سالی کا روحانی علاج:

آپ نمازِ استسقاء کے لیے لوگوں کو جمع کرتے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھامتے

[1] البدایہ والنہایہ: ٤/ ٦١.
[2] المنتظم: ٤/ ٢٥٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بارگاہِ رب العزت میں عرض پرداز ہوتے ہیں۔

"اے اللہ! جب ہم پر بارش برسنا بند ہوتی تھی، تو ہم تیرے نبی کی دعاء کے ذریعہ بارش طلب کیا کرتے تھے، اب تو تیرے پیغمبر دنیا میں نہیں رہے، اس لیے ہم تیرے نبی کے چچا کی دعا کے ذریعہ بارش طلب کرنے حاضر ہوئے ہیں، ہم پر بارش برسا دے۔"[1]

جب یہ دعا کے لیے حضرت عباس تشریف لائے تو کہا: اے میرے اللہ! ابتلاء و آزمائش گناہوں کی وجہ سے ہی نازل ہے اور توبہ کی وجہ سے ہی یہ دور ہوتی ہے، یہ لوگ مجھے تیرے نبی کا پیارا چچا ہونے کے ناطے تیری بارگاہ میں لائے ہیں، ہمارے تیری بارگاہ میں اٹھے ہوئے ہاتھ جو کہ گناہ آلود ہیں، لیکن ہم اپنی پیشانیاں تیرے در توبہ پر جھکائے حاضر ہیں، ہم پر بارش برسا دے، اس کے بعد آسمانوں پر بادل چھا جاتے اور سرزمین کو سرسبزی و شادابی کا گہوارہ بنا دیتے ہیں۔"

دنیا سے کوچ کرنے کی تیاری:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جفاکشی، قربانی اور اطاعتِ الٰہی میں معمور طویل زندگی کے شب و روز جب گزار چکے، تو اپنے وقت مقررہ کو قریب آتے ہوئے محسوس کیا، اور نہایت ہی قیمتی اور اعلیٰ آرزو یعنی شہادت کی یہ دعا کرتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ))[2]

"اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت سے ہمکنار کر دو، اور میری موت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر (مدینہ منورہ) میں مقدر کرنا۔"

دعا کی قبولیت کے آثار:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دعاء کی قبولیت کے آثار اپنی زندگی ہی میں بھانپ چکے تھے، حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ سے واپس آرہے ہیں، ایک جگہ میدان میں اترتے ہیں اور وادی کی مٹی جمع کر کے چھوٹا سا ڈھیر بناتے اور چادر نیچے ڈال کر اوپر بیٹھ جاتے ہیں پھر چت لیٹ جاتے اور ہاتھ آسمان کی جانب اٹھا کر دعا کرتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ ضَعُفَتْ قُوَّتِیْ وَکَبُرَتْ سِنِّیْ وَانْتَشَرَتْ رَعِیَّتِیْ فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْكَ غَیْرَ مُضَیِّعٍ وَّلَا مُفَرِّطٍ))

"اے اللہ! میری قوت میں ناتوانی عمر میں بڑھاپا آچکا ہے، رعایا لاکھوں مربع میل پر پھیل چکی ہے، اس میں کسی قسم کی بربادی اور کوتاہی کیے بغیر ہی مجھے اپنے پاس بلا لے۔"

پھر مدینہ آئے، تو لوگوں سے خطاب فرمایا: "اے لوگو! میں نے کچھ طریقے بتائے ہیں اور کچھ فرائض سونپے ہیں

---

[1] بخاری: ١٠١٠، فی الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا.

[2] بخاری: ١٨٩٠، فی فضائل المدینة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور میں تمہیں ایک روشن شاہراہ پر چھوڑ کر جا رہا ہوں، دیکھنا اس سے دائیں بائیں ہو کر کہیں راہِ راست سے بھٹک نہ جانا۔“ ❶

خواب:

یہاں تک کہ اس ولی کامل کو درجہ شہادت خواب میں بھی دکھا دیا گیا۔ معدان بن ابی طلحہ عمری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز منبر پر رونق افروز ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر عنبر افزا کیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یاد کیا اور کہا، میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس سے مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میرا وقت اجل قریب ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے دو دفعہ ٹھونگا مارا ہے، میں نے اس خواب کا ذکر حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے کیا ہے، تو انہوں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ مجھے ایک عجم کا رہنے والا قتل کرے گا۔ ❷

اس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جس میں خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بارے میں شہادت کی پیش گوئی فرما چکے تھے۔

شہادت کی بشارت والی احادیث:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر کھڑے تھے، آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے، کہ کوہ احد اچانک لرز جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پاؤں مبارک سے ٹھوکر لگاتے ہیں اور فرماتے ہیں: ”احد کے کوہ گراں ٹھہر جا، یہ کیسی حرکت ہے، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید جلوہ گر ہیں۔“ ❸

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ دھلے ہوئے کپڑے پہنے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، اے عمر! یہ کپڑے دھلے ہوئے ہیں یا نئے۔ انہوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دھلے ہوئے کپڑے پہن رکھے ہیں، نئے نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نیا لباس پہنو قابل تعریف زندہ رہو اور جب وفات ہو تو شہادت والی موت سے ہو اور اللہ تعالیٰ تجھے دنیا و آخرت میں ٹھنڈک دیں۔“ ❹

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فتنہ میں ایک دروازہ تھے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا، فتنہ کے بارے میں تم میں سے کسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں نے سنا ہے، جو مجھے یاد ہے، اور جس طرح سنا ہے، اسی طرح یاد ہے، فرمایا: ”لاؤ حذیفہ بیان کرو، اسے بیان کرنے کی تم میں ہی جرأت ہے۔“ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک فتنہ

---

❶ حاکم: ۳/ ۹۱، مؤطا: ۲/ ۸۲۴، ابن ابی دنیا فی مجابو الدعوة: ۹.

❷ مسند احمد: ۱۶۸، مسلم، حاکم: ۳/ ۹۰.

❸ بخاری: ۳۶۷۵، فی الفضائل، باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا، ابوداود: ٤٦٥١، فی السنة، باب ما جاء فی الخلفاء، ترمذی: ۳۶۹۷، فی المناقب، باب مناقب عثمان حدیث حسن صحیح

❹ مسند احمد: ۲/ ۸۸، نسائی فی الیوم واللیلة: ۳۱۱، ابن ماجه: ۳۵۵۱، طبرانی: ۱۳۱۲۷، اسناده صحیح احمد شاکر.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وہ ہے جو آدمی کے گھر میں برپا ہوتا ہے، ایک وہ ہے جو اس کے مال میں پیدا ہوتا ہے، ایک فتنہ وہ ہے جو اس کے پڑوس میں واقع ہوتا ہے، یہ فتنہ ایسا ہے، جسے نماز، صدقہ اور نیکی کا حکم اور برائی سے روکنا، یہ نیکیاں مٹا دیتی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں یہ نہیں پوچھ رہا، میں اس فتنہ کے متعلق پوچھ رہا ہوں، جو سمندر کی مانند موج مارے گا، اس کے جواب میں حضرت حذیفہ نے کہا، اے امیر المومنین! آپ کو اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے، اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ حائل ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا، حضرت حذیفہ نے کہا، نہیں وہ توڑا جائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پھر یہ بند نہ ہوگا۔''

اصل میں حضرت حذیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واضح طور پر ان کے شہید ہونے کی اطلاع نہ دینا چاہتے تھے بلکہ اشارہ ہی کرنا چاہتے تھے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے، وہ فتنہ کے درمیان حائل دروازہ میں ہی ہوں۔ [1]

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا درجہ شہادت پر فائز ہونا:

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حائل تھے، کوئی زیادہ فاصلہ نہ تھا، یہ اس دن کی بات ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخموں سے گھائل تھے، تفصیل یہ ہے کہ:

عمرو کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت کی وجہ سے پہلی صف میں کھڑا نہ ہوتا تھا، کیونکہ آپ بڑے بارعب شخصیت کے مالک تھے، اس لیے میں دوسری صف میں کھڑا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تک اللہ اکبر نہ کہتے، جب تک پہلی صف پر مکمل نظر نہ ڈال لیتے تھے، اگر کسی آدمی کو صف سے آگے پیچھے دیکھتے تو اسے درہ سے سیدھا کر دیتے، اسی خوف سے میں ان کے قریب دوسری صف میں کھڑا ہوا۔ آپ کی عادت تھی کہ صفوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے، سیدھے ہو جاؤ، اگر کوئی خلل نہ ہوتا تو اللہ اکبر کہتے اور نماز کا آغاز کر دیتے، اگر کوئی کجی ہوتی تو درست فرما دیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلی رکعت لوگوں کو ملانے کے لیے سورت یوسف یا سورت نحل جیسی سورتیں پڑھتے تھے، آج انہوں نے حسب معمول اللہ اکبر کہا اور نماز میں داخل ہو گئے، ابھی داخل ہوئے ہی تھے، کہا، مجھے کسی کتے نے کاٹ کھایا ہے، اس وقت ابولؤلؤ لعین نے آپ کو زخمی کیا تھا، اس کمینہ صفت کے رنجیدہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی غیر عربی بالغ کو جو قید میں آیا تھا، اس کو مدینہ میں داخل نہ ہونے دیتے تھے، کوفہ سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میرے پاس ایک غلام ہے جو بڑا کاریگر ہے، وہ مدینہ میں داخلے کی اجازت طلب کر رہا ہے، اس کا خیال ہے کہ میں بہت سارے کام جانتا ہوں، لوگوں کو بہت فائدہ ہوگا، وہ لوہار بھی ہے، پتھر تراش اور بڑھی بھی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اجازت دے دی۔

جب وہ آیا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس پر ہر ماہ سو درہم ٹیکس لگا رکھا تھا، ابولؤلؤ غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت لے کر آیا کہ مغیرہ نے ٹیکس زیادہ لگا رکھا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا، یہ تیرے کام کے مطابق ٹیکس ہے

[1] بخاري: ٣٥٨٦ في المناقب.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ سن کر وہ ناراض ہو کر چلا گیا، کچھ راتیں گزر چکی تھیں، وہ غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرتا ہے، آپ اس سے کہتے ہیں مجھے کسی نے بتایا ہے کہ تم کہتے ہو، میں ایسی چکی تیار کر سکتا ہوں، جو ہوا سے چلے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا، یہ چکی تیار کر دو، اس نے پیشانی پر شکن ڈالتے ہوئے کہا، میں ایسی چکی آپ کے لیے تیار کروں گا کہ لوگ یاد رکھیں گے۔

جب قیامت ٹوٹ پڑی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کی جانب رخ کرتے ہوئے فرمایا: ''اس غلام نے مجھے دھمکی دی ہے، اس کے بعد ظالم نے حملہ کر کے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا، اس عجمی کافر غلام ابولؤلؤ نے دو دھاری خنجر سے آپ کو زخمی کیا تھا اور اس کے بعد دائیں بائیں جہاں گزرتا گیا، لوگوں کو زخمی کرتا گیا، حتی کہ اس نے تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا، جن میں سے سات زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے، جب اس کی خونخواری حد سے بڑھ گئی، تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے اس سفاک پر چادر ڈالی، جب اس کافر غلام کو یقین ہو گیا کہ اب میں پکڑا جاؤں گا، تو اس نے خود کو ذبح کر دیا۔

اس کے بعد زخمی خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور نماز کی امامت کے لیے انہیں مصلیٰ پر کھڑا کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں ہلکی سی نماز پڑھائی، اس کے بعد لوگوں کو علم ہوا کہ ہمارا خلیفہ زخموں سے چور ہے، ہم پر تو قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہونے کے بعد بہت فکر مند تھے شاید مجھ سے کوئی لوگوں کے بارے میں کوئی قصور ہوا ہے، جس کا مجھے علم نہیں، لوگوں کی رائے لینے کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے بہت محبت رکھتے اور نزدیک جگہ دیتے تھے، کہا ابن عباس! ''لوگوں سے رائے طلب کرو وہ میرے بارے میں کیا تاثرات رکھتے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جائزہ لینے کے لیے باہر نکلتے ہیں، جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پیش آنے والے سانحہ دلفگار سے آبدیدہ اور ایسے رنجیدہ خاطر ہوتے، گویا کہ ان کی نوجوان اولاد فوت ہو گئی ہو تو ان کے جگر دولخت ہو گئے ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب یہ صورت حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی کہ لوگ تو اس صدمہ سے مارے مارے رو رہے ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے کہ شکر ہے میں ان کے بارے میں کوتاہ نظری کا شکار نہیں ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا، مجھے دیکھ کر بتاؤ کہ مجھ پر قاتلانہ حملہ کس نے کیا ہے؟ وہ کچھ دیر گھوم پھر کر آئے، تو کہا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا ہے، کہا، وہ جو صنعت گر ہے، کہا، ہاں وہی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ تعالیٰ اسے غارت کرے، میں نے اسے اچھا مشورہ دیا تھا، لیکن وہ انتقام پر اتر آیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن میں اس پر رب کا شکرگزار ہوں کہ اے اللہ تعالیٰ اگر میری موت کا وقت آ گیا ہے، تو کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں آیا بلکہ ایک مجوسی کے ہاتھوں آئے گا۔

ابن عباس! تم اور تمہارے ابا جان بھی پسند کرتے تھے کہ عجمی کافر غلام مدینہ میں کثرت سے ہوں، آج تم نے اس کا نتیجہ دیکھ لیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، اگر آپ چاہیں تو اب ہم سب عجمی غلام قتل کر دیتے ہیں، فرمایا، اب تو یہ غلط ہوگا، یہ تو پہلے کرنا چاہیے تھا، اب جب کہ وہ تمہاری زبان سمجھ گئے اور تمہاری بولی بولنے لگ گئے ہیں اور تمہارے قبلہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھتے اور حج کرتے ہیں، تو اب تو انہیں قتل کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خون کثرت سے بہہ چکا تھا، آپ پر غشی طاری ہوئی، انہیں گھر لے جایا گیا، صبح کے سفید ہونے تک آپ مسلسل بے ہوش رہے، جب آپ کو ہوش آیا تو ہمارے چہروں پر نظر ڈالی اور کہا۔ ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ میں نے کہا ہاں پڑھ لی ہے، فرمایا: بہت اچھا کیا۔ اس کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں جس نے نماز چھوڑ دی؟ پھر وضوء کیا اور نماز ادا فرمائی۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے پر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آج سے پہلے انہیں کبھی کوئی مصیبت نہ پہنچی تھی، ہر آنکھ اشکبار اور ہر شخص دلفگار تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ کوئی حرج نہیں، کوئی کہہ رہا تھا، حالت بہت ہی مخدوش ہے نبیذ لایا یعنی کھجوریں پانی میں بگو کر اس سے مشروب تیار کیا گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ پیا تو پیٹ کے رستہ سے بہہ گیا۔ پھر دودھ لایا گیا وہ پیا تو وہ بھی زخم سے بہہ گیا اب لوگوں نے جان لیا کہ آپ کی حالت خطرناک ہے ہر زبان فاروق اعظم کی مدح سرا تھی لوگ جمع ہو رہے ہیں اور ہر ایک زبان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی کر رہی ہے، اتنی دیر میں ایک نوجوان آیا اور کہا اے امیر المومنین! خوش ہو جائیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف بخشا ہے اور آپ پہلے اسلام قبول کرنے والے خوش نصیبوں میں سے ہیں اور پھر آپ خلیفہ منتخب ہوئے تو عدل و انصاف پھیلایا۔ اور اب مرتبہ شہادت پر فائز ہو رہے ہو اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''اے بیٹے! یہ جو کچھ تم نے شمار کیا ہے کہ میں نے عدل و انصاف پھیلایا ہے اس میں مجھے برابر چھوڑ دیا جائے تو میں راضی ہوں۔''

موت کی کشمکش اور حق گوئی:

جب یہ نوجوان واپس مڑا تو اس کا تہبند زمین پر گھس رہا تھا۔ فرمایا: ''اس لڑکے کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آیا تو اس سے کہا، بھتیجے! ''تہبند اوپر کرو۔ اس طرح لباس ستھرا رہے گا اور رب تعالیٰ کا تقویٰ پیدا ہوگا۔''

ابن عباس! کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا میں تمہیں جنت کی بشارت دیتا ہوں تم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور عرصۂ دراز تم اس سے نصیب ور رہے اور پھر امیر المومنین رہے اور بہت ہی زور آور انداز

[1] فتح الباری، ۷/ ۷۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر اس کا حق ادا کیا اور امانت کا حق پورا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ابن عباس! جو تم مجھے جنت کی بشارت سے سامع نواز کرتے ہو۔ اللہ کی قسم مجھے انجام کی جزا سے پہلے پیش آنے والی ہولناکیوں کے عوض ساری دنیا دے کر بھی نجات مل جائے تو میں راضی ہوں اور جو تم نے کہا کہ میں نے خلافت بہت عمدہ طریقہ پر چلائی ہے تو میری خواہش ہے اس میں مجھے بغیر حساب لیے چھوڑ دیا جائے تو مجھے قبول ہے اور جو تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے شرف کا ذکر کیا ہے یہ تو مجھ پر میرے اللہ کا احسان ہے۔''[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر میری گود میں تھا، مجھے کہنے لگے۔''عبداللہ! میرے رخسار زمین پر رکھو جب میں نے رکھ دیے تو کہا۔ اللہ مجھ پر رحمت کرنا۔ میرے اور میری ماں کے لیے ہلاکت ہے اگر میرا پروردگار مجھ پر رحم نہ کرے۔''[2]

آخری لمحاتِ دردآمیز کی روداد، آخری آرزو جو پوری ہوئی:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حیاتِ مبارکہ کے آخری لمحات میں اپنے بیٹے سے کہا۔

اے عبداللہ! اندازہ لگاؤ کہ میرے اوپر کتنا قرض ہے؟ جب اس کا حساب لگایا گیا تو تقریباً چھیاسی ہزار درہم قرض بنا، فرمایا، یہ قرض عمر کی آل سے پورا کرنا، اگر پورا آجائے تو ٹھیک ہے، نہ آئے تو میرے خاندان بنو عدی بن کعب سے مانگ کر پورا کرنا، اگر پھر بھی پورا نہ ہو، تو قریش سے لے کر پورا کر دینا، ان کے سوا کسی اور سے نہ مانگنا، عبداللہ! یہ میرا قرض ضرور ادا کرنا اور عبداللہ! ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہونا اور کہنا، عمر آپ کو سلام کہتا ہے، امیر المومنین نہ کہنا، آج میں امیر المومنین نہیں ہوں اور عرض کرنا کہ عمر بن خطاب اپنے دونوں پیارے ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔

حضرت عبداللہ! جاتے ہیں اور اجازت لے کر ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوتے ہیں، وہ بھی اس صدمہ سے بیٹھی رو رہی تھیں، عرض کی، عمر بن خطاب آپ کو سلام عرض کرتے اور اپنے پیارے ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی آرزو رکھتے ہیں، ام المومنین نے جواب دیا، میں نے جگہ تو اپنے لیے رکھی تھی، لیکن میں عمر کو آج خود پر ترجیح دیتی ہوں، اجازت ہے، اب عبداللہ بن عمر واپس آئے، تو کسی نے کہا، وہ دیکھو حضرت عبداللہ ام المومنین کے پاس سے ہو کر آرہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے اٹھاؤ، ایک آدمی نے انہیں سہارا دے کر بٹھایا، تو پوچھا، عبداللہ! کیا خبر لائے ہو؟ کہا امیر المومنین! جو آپ چاہتے تھے، وہی خبر ہے کہ ام المومنین نے اجازت دے دی ہے، آپ پکار اٹھے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، یہ میری سب سے بڑی اور اہم تمنا تھی جو بر آئی، فرمایا:''جب میری روح پرواز کر جائے، تو میری میت اٹھانے سے پہلے پھر ام المومنین کے پاس جانا اور کہنا، السلام علیکم، عمر بن خطاب کو دفن کرنے کی اجازت ہے، اگر وہ اجازت دیں تو مجھے حجرہ میں

---

[1] مسند احمد، ۳۲۲، اسنادہ صحیح۔

[2] سیرت خلفاء للذہبی: ۹۴، طبقات: ۳/ ۲۷۴، اسنادہ صحیح۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داخل کرنا وگرنہ مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا۔"

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی گریہ وبکا:

اسی دوران ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور دیگر عورتیں بھی ساتھ تھیں، آئیں، ابن عمر فرماتے ہیں، انہیں دیکھ کر ہم کھڑے ہوگئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئیں، کچھ دیر بیٹھی روتی رہیں اور پھر آدمیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی اجازت مانگی، تو حضرت حفصہ اس سے اندر والے کمرے میں چلی گئیں، اندر سے بھی ان کے رونے کی آواز باہر آرہی تھی اور رقت آمیز الفاظ سے دل دہلا دینے والی گفتگو کر رہی تھیں۔

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر! اے امیر المومنین! یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، جو میں آہ وزاری سن رہا ہوں، مجھ میں یہ سننے کا یارا نہیں، حفصہ میں باپ کی حیثیت سے کہتا ہوں، مجھ پر نوحہ نہ کرنا، آنکھوں سے آنسو بہانے پر میں پابندی نہیں لگاتا۔

خلیفہ کا انتخاب اور کمیٹی مقرر کردی:

لوگوں نے کہا، امیر المومنین! خلیفہ منتخب کر جائیے، فرمایا، میں انتخاب تو نہیں کرتا، میں خلافت کے زیادہ حقداروں کی نشاندہی ضرور کرتا ہوں، یہ وہ گروہ ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر وفات تک رضا مند تھے، وہ ہیں، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت سعید بن زید بھی عشرہ مبشرہ میں سے تھے، لیکن حضرت ابوبکر اور حضرت ابوعبیدہ پہلے فوت ہو چکے تھے اور حضرت سعید بن زید کا نام اس لیے نہیں لیا تھا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے اور فرمایا، حضرت عبداللہ میرا بیٹا، ان کے ساتھ شریک ضرور ہوگا، لیکن خلافت پر براجمان نہیں ہوگا، یہ ان کی تسلی کے لیے کہا تھا، وگرنہ ابن عمر کا نام ہی نہ لینا چاہتے تھے۔

آنے والے امیر کو پند ونصائح:

اگر امارت حضرت سعد تک پہنچ جائے، تو یہ بہت اچھی بات ہے تاہم جو بھی امارت کے لیے منتخب ہو، اس سے تعاون کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے حضرت سعد کو معزول کیا تھا، اس کی ایک اور وجہ تھی یہ نہیں کہ اس کے اہل نہ تھے انہیں معزول کرنے پر کہا تھا۔ میں نے اگر حضرت سعد کو عہدہ سے معزول کیا تھا تو ان کی بے بسی اور ضعف کی وجہ سے نہ کیا تھا، اس کی وجہ اور تھی کہ لوگ ان کے متعلق فضول باتیں کرنے لگ گئے تھے، فرمایا، میں اپنے بعد منتخب ہونے والے خلیفہ کو یہ بات خصوصی طور پر بتاتا ہوں کہ وہ پہلے پہل ہجرت کرنے والوں کے حق کی پہچان رکھے، ان کی عزت و حرمت کا خیال رکھے اور میں خلیفہ کو انصار کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں، یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے ایمانداروں کو پناہ گاہ دی، ان کے محسن سے احسان قبول کیا جائے اور خطاء کار سے درگزر کی جائے۔

اور میں خلیفہ کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ وہ تمام علاقہ جات والوں سے بھلائی سے پیش آئے، کیونکہ یہ لوگ اسلام کے دست و بازو اور قوت مدافعت ہیں، اور ان کی کثرت وقوت دیکھ کر دشمن غیظ و غضب میں جل بھن جاتا ہے اور میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیہاتیوں کے ساتھ بھلائی کا کہتا ہوں، کیونکہ یہ عرب کی اصل اور اسلام کا مرکز ہیں، ان سے درمیانہ مال لیا جائے اور ان کے فقراء میں تقسیم کیا جائے۔ میں خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ کا خیال رکھے اور ان ذمہ داریوں کو پورا کرے، جو اس نے اہل ذمہ سے طے کر رکھی ہیں اور انہیں طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے۔'' ❶

سپرد خاک:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اور انہیں دفن کے لیے لے جایا گیا، تو ان کی وصیت کے مطابق حضرت عبداللہ نے ام المومنین سے دوبارہ اجازت طلب کی، انہوں نے داخلے کی اجازت دی، تو پھر رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہلو میں اسلام کے اس عظیم سپوت کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ ❷

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خراج تحسین

اسلام کا نگہبان چلا گیا:

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دینے آئے تو رو رہے تھے، میں نے انہیں آج سے پہلے اتنا روتے ہوئے کبھی نہ دیکھا تھا اور بہت ہی زیادہ افسردہ تھے اور کہہ رہے تھے، اللہ کی قسم! انسان تو درکنار اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کتے سے پیار کرتے تھے، ان کی وجہ سے وہ کتا بھی مجھے پیارا لگنے لگے گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن کہا تھا۔ ''آج مسلمان اسلام کے نگہبان سے محروم ہو گئے ہیں۔'' ❸

حق کا قلعہ گر گیا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد تمہارے کیا تاثرات ہیں؟ کہا: ابو حفص حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ اپنی بے شمار رحمت کی برکھا برسائیں، اللہ کی قسم! یہ اسلام کے باوفا حلیف و ہمنوا تھے، یتیموں کا ماویٰ اور ایمان کا کوہِ گراں تھے، احسان کرنا ان پر ختم تھا، ناتوانوں اور کمزوروں کا مضبوط سہارا اور خلفاء کے لیے پناہ گاہ تھے، یہ حق کا قلعہ اور لوگوں کے لیے سراپائے تعاون تھے، حقوق اللہ پر پیکر صبر بن کر اور سراپائے اجر بن کر کاربند تھے، حتی کہ دین کا دنیا میں بول بالا کیا، ملکوں پر فتوحات کے علم بلند کیے اور ہموار و ناہموار ہر سطح زمین پر ذکر الٰہی سے یادگار قائم کی، گرمی ہو یا نرمی، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سرنگوں اور ہر آن انعامات الٰہیہ کے سامنے اظہارِ تشکر کے لیے

---

❶ بخاری: ۳۷۰۰، فی فضائل اصحاب النبی، باب قصة البیعة والاتفاق علی عثمان بن عفان، وفیه مقتل عمر بن خطاب.

❷ ائمة الهدی. ❸ طبقات: ۳/ ۲۸۴.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کمر بستہ تھے، جو بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے گا، روز قیامت اللہ تعالیٰ اس کا انجام ندامت و پشیمانی کریں گے۔ ❶

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں رہتا تھا، میری آنکھ نے ان سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا، ان کی رات کی گھڑیاں یاد الٰہی میں بسر ہوتی اور دن کے لمحات روزہ رکھنے میں گزرتے، یا پھر لوگوں کی ضروریات پوری کرتے ہوئے۔ ❷

اسلام کا دورِ اقبال چلا گیا:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اسلام اس شخص کی مانند تھا، جو سامنے سے ہماری جانب آ رہا ہے، اور وہ قریب تر آتا جائے، جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، تو اسلام کی حالت اس آدمی کی مانند ہوگئی، جو آدمی سے پیٹھ پھیر کر جا رہا ہے اور دور تر ہی جا رہا ہے۔'' ❸

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تمنا میرا عمل عمر جیسا ہو:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی نعش مبارک ایک چار پائی پر رکھی گئی لوگوں نے گھیر رکھا تھا، دعائیں کر رہے اور ان کے لیے رحمت کی التجائیں کر رہے تھے، اچانک میرے کندھے پر ایک آدمی نے ہاتھ رکھا میں نے دیکھا تو وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعاء کی اور کہا: اے عمر! میری یہ تمنا ہے کہ جب میری ملاقات میرے رب سے ہو تو میرے اعمال تمہاری مانند ہوں، واللہ! مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے پیشرو ساتھیوں کے ساتھ جگہ دے گا، کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر یہ سنا تھا کہ فلاں جگہ میں، ابو بکر اور عمر گئے اور فلاں جگہ سے ہم آئے یعنی تم اکثر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد رہا کرتے تھے لہٰذا تم موت کے بعد بھی ان سے ملو گے۔'' ❹

عمر رضی اللہ عنہ ایک یادگار شخصیت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کارناموں کو کثرت سے یاد کیا کرو، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یاد کرو گے تو تم عدل کو یاد کرو گے، اور جب تم عدل کو یاد رکھو گے تو تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ یاد رہیں گے گویا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کی یاد کی ترغیب دلاتا ہے۔'' ❺

آخر میں ہم اس جلیل القدر صحابی اور اسلام کے عظیم سپوت کو ان الوداعی خراجِ عقیدت کے کلمات کہے بغیر نہیں رہ

---

❶ الریاض النضرہ: ١/ ٣٥. ❷ الحلیہ: ١/ ٥٤، سیوطی، ورجالہ ثقات.

❸ ابن سعد: ٣/ ٢٨٥، ورجالہ ثقات.

❹ بخاری ٣٦٨٥، فضائل اصحاب النبی باب مناقب عمر، مسلم ٢٣٨٩، فضائل الصحابة، باب فضائل عمر بن خطاب.

❺ اسد الغابہ ص١٥٣/٤ سند صحیح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتے۔اے عمر!

''اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے اور اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دیں کہ ہم آپ کی عطر ریز سیرت سے جس کی خوشبوئے دلآویز دنیا کے گوشے گوشے میں اب بھی مہک رہی ہے اور اس سے ہم نے بہت کچھ سیکھا ہے اور ہم آپ کے وہ زندہ وجاوید کارنامے جو تم نے تاریخ کی پیشانی پر سنہری حروف سے کندہ کیے ہیں انہیں آج تک بھلا نہیں سکے ان سے سبق حاصل کر رہے ہیں۔''

اے ہمارے پیارے راہنما! جب تک ہمارے بدن میں روح باقی ہے ہم تمہیں کبھی نہ بھلا سکیں گے واللہ! کبھی نہ بھلا سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر راضی ہوں اور ہمیں بھی آپ کے ساتھ جنت میں اکٹھا کریں اور اپنی جوار رحمت میں آپ کو جگہ عطاء فرمائیں۔آمین!

وقت خود ہی بتائے گا کہ میں زندہ ہوں
وہ کب مرتا ہے جو زندہ رہے کردار کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

3

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زندگی کے اہم گوشے

ایک عمدہ خصال انسان:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ایسے باحیا باکردار انسان ہیں جن سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں تو میں کیوں نہ کروں، یہ اعزاز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کردار کا وہ جھومر ہے جس سے ان کی شخصیت نمایاں ہوتی ہے۔اسی لیے ہم اس جلیل القدر صحابی (رضی اللہ عنہ) کا تذکرہ اس تاریخ ساز وصف سے کررہے ہیں جو انہیں بارگاہ رسالت سے ملا ہے۔

یہ ایسے پاکباز اور عمدہ خصال شخصیات میں سے ہیں، زمانہ جن کی تلاش میں ہزاروں سال گزار دے پھر بھی بمشکل انہیں پاسکے گا،جن کے پاکیزہ کردار سے فرشتے بھی پردۂ حیاء میں چھپ جائیں، یہ ہر اعلیٰ سیرت وکردار آدمی کے بس کی بات نہیں، یہ دُرّ ناب کمیاب ہوتے ہیں جو زمانہ کے سمندر کی تہوں سے نکالے جاسکیں،

اتنا سہل مت سمجھو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے ذرّے سے انسان نکلتا ہے

ہاں ! یہی وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں جو ذوالنورین کے خاص لقب سے ممتاز ہیں، آپ ایک ایسی دلربا شخصیت کے مالک ہیں، جب ان کی سیرت کا تذکرہ کرنے لگیں تو اس کی ایک ایک اداء سے حیاء تواضع جود وکرم اور خشیتِ الٰہی کی دلآویز خوشبوئے عنبریں مہکتی ہے جو یقیناً مشام ایمان میں تازگی پیدا کرتی ہے۔(ولادت) عام الفیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے ،یعنی ابرہہ نے جو کعبہ پر حملہ کیا تھا اس واقعہ کے چھ سال بعد پیدا ہوئے۔(پیکر) درمیانہ قد،خوبرو، پرکشش چہرہ، بدن کی جلد نہایت ہی نرم ونازک تھی ،لمبی گھنی داڑھی اور چوڑے سینہ والے تھے۔ [1]

جاہلیت میں بھی بلند پایہ تھے:

لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ بتاؤ، تو انہوں نے کہا: عثمان رضی اللہ عنہ دورِ جاہلیت میں بھی اپنی قوم میں ایک بلند رتبہ شخصیت تھے اور جاہ ومنصب رکھتے تھے،صاحب ثروت تھے لیکن انتہاء درجہ کے متواضع منکسر المزاج اور شرم وحیاء کے پیکر، صاحب ثروت اور شیریں زبان تھے جس کی وجہ سے قوم کے لوگ

[1] اصابہ ص ٤/٣٧٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سے بہت ہی زیادہ محبت رکھتے اور ان کا احترام کرتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ ان کی جبین نیاز جاہلیت میں بھی کبھی کسی صنم کدہ میں بت کے سامنے سرنگوں نہیں ہوئی اور نہ ہی انہوں نے کبھی جاہلیت میں شراب نوشی و زنا کاری کی ہے جب کہ ظلم وستم کی چکی زوروں پر تھی لیکن اس میں بھی کسی انسان کے ساتھ ظلم نہیں کیا اور ایک بہت بڑا کردار جو تاریخی اوراق میں تازیست جگمگا رہا ہے کہ آپ ایسے صاحب مروّت تھے کہ ان کے ہاتھوں نے بہت سارے بندوں کی پیشانیاں جو کہ جاہلیت کی دہلیز پر جھکی پڑی تھیں اور اس کی تباہ کن سمندر میں غرق تھیں انہیں اس کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر ساحل سلامتی تک پہنچایا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلانِ نبوت کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً اسلام قبول کرلیا اور ''سابقون الاولون'' جو پہلے پہلے اسلام لانے والے تھے ان میں شمار ہوتے ہیں

اسلام کی چھاؤں میں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بہت ایمان افروز اور قابل سماعت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک یہ اطلاع پہنچتی ہے، کہ ابھی دورِ جاہلیت تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی نبوت کا اعلان نہ فرمایا تھا انہیں معلوم ہوا کہ محمد بن عبداللہ نے اپنی لختِ جگر رقیہ کا نکاح اپنے چچا الولہب کے بیٹے عتبہ بن ابی لہب سے کردیا ہے، چونکہ ابولہب کے گھر کے وہ اخلاق نہ تھے جو آپ کے آباء واجداد میں نسلی طور پر آرہے تھے اور وہ ان بلند اخلاق سے محروم تھا، اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس پر شدید پشیمان ہوئے اور غم واندوہ میں ڈوب گئے، اسی مغموم حالت میں اپنے گھر جاتے اور وہاں ان کی خالہ سعدیٰ بنت کریز تھیں، یہ نہایت ہی زیرک و دانا اور عمر رسیدہ عورت تھی اور عقلمندوں میں ان کا شمار ہوتا تھا، انہوں نے دیکھا کہ عثمان افسردہ خاطر ہیں تو انہوں نے کوشش کی کہ عثمان کی دلی پژمردگی اور افسردگی دور کریں اور حضرت عثمان کو یہ خوشخبری سنائی کہ ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جو بتوں کی پرستش کا نام ونشان مٹا دے گا۔ اور واحد قہار اللہ کی عبادت کی دعوت دے گا اور انہیں ترغیب دلائی کہ جب وہ نبی جلوہ آراء ہو تو اس کا دست وبازو بننا، اور اس بات کی بھی بشارت دی کہ اے عثمان! جو تمہارے نیک مقاصد ہیں وہ اس نبی کی ہمنوائی سے ہی حاصل ہوں گے۔

خالہ سے یہ گفتگو سنی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس بارے میں غور وفکر کرنے لگے۔ اسی دوران ان کی ملاقات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے اپنی خالہ کی بات چیت کا تذکرہ ان سے کردیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عثمان! تمہاری خالہ نے سچ کہا اور تمہیں خیر کی خوشخبری سنائی ہے۔ اے عثمان! تم ایک دانشور اور پختہ رائے آدمی ہو، حق تم سے چھپا نہیں اور باطل کی پہچان میں تمہیں کبھی شبہ نہیں ہوتا، میں تم سے پوچھتا ہوں اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ہماری قوم جن بتوں کی پرستش کر رہی ہے ان کی حقیقت کیا ہے، کیا یہ ٹھوس پتھر نہیں جو نہ تو سنتے ہیں اور نہ ہی دیکھتے؟ حضرت عثمان نے کہا: بالکل یہ ٹھوس پتھر ہیں نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور حضرت ابوبکر نے کہا: اے عثمان! جو بات تمہاری خالہ نے کہی ہے وہ تو ثابت بھی ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس رسول رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کا انتظار تھا، اب انتظار کے لمحات ختم ہوئے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے دینِ حق اور ہدایت نامہ دے کر بھیجا ہے حضرت عثمان نے کہا: وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں، حضرت عثمان نے کہا: اچھا وہ صادق و امین یہ لقب ایسے تھے کہ بعثت سے پہلے ہی آقائے نامدار ان سے مشہور ہیں، حضرت عثمان کہتے ہیں میں نے کہا: ابوبکر آپ میرے ساتھ محمد ﷺ کے پاس چلیں گے؟ انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں ضرور چلوں گا۔

سیدنا ابوبکر اور عثمان رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب چل دیئے۔ آپ ﷺ نے جب دیکھا تو فرمایا: عثمان! اللہ تعالیٰ کے داعی کو قبول کرو اور ساتھ ہی دعوت کا اظہار فرمایا: میں خصوصاً تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور تمام مخلوق الٰہی کے لیے عموماً پیغمبر ہوں۔

حضرت عثمان کہتے ہیں واللہ! ایسا رعب وجلال تھا رسولِ اکرم ﷺ کا کہ میں نے آپ کو ابھی نظر بھر کر بھی نہ دیکھا تھا اور یہ بات سنتے ہی مجھے راحت محسوس ہوئی میں نے فوراً آپ کی رسالت کی تصدیق کر دی اور گواہی میں پکارا اٹھا ”اشهد ان لا اله الاّ اللّٰه واشهد انّ محمدا عبده ورسوله“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھ سے پہلے نبی ﷺ کی قوم بنو ہاشم میں سے ابھی کوئی ایمان نہ لایا تھا اور نہ ہی ابھی آپ کی علانیہ مخالفت شروع ہوئی تھی۔ صرف آپ کا چچا ابولہب اکیلا ہی عام مخالفت کرتا اور کوئی نہ تھا، ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل تمام قریش سے زیادہ آپ پر سخت دلی کا مظاہرہ کرتی، نہایت سخت اذیت پہنچاتی اور بہت ہی زیادہ تکالیف میں مبتلا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵﴾ (لهب)

”ابولہب کے دو ہاتھ برباد ہوں اور یہ خود بھی برباد ہو جائے اس کو مال اور جو اس نے کمایا کام نہ آئے گا عن قریب یہ شعلہ والی آگ میں داخل ہوگا یہ اور بیوی اس کی ایندھن کا گٹھا اٹھانے والی اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی بٹی رسی ہوگی انہیں دوزخ میں گھسیٹا جائے گا۔“

اس سورت کے نزول کے بعد ابولہب کے کینہ اور سینہ میں چھپی نفرت دوآتشہ ہوگئی۔ اتنا حسد و عناد میں جل بھن گیا اور ساتھ ہی اس کی بیوی ام جمیل بھی نبی ﷺ اور دیگر مسلمانوں کے خلاف، ان کے دلوں میں نفرت کے لاوے پھوٹنے لگے، جو بدزبانی اور فحش گوئی کے انگارے بن کر نکلتے۔ حتیٰ کہ ابولہب اور اس کی بیوی نے اپنے بیٹے عتبہ سے کہا کہ وہ اپنی بیوی اور رسول اکرم ﷺ کی نورِ نظر حضرت رقیہ بنت محمد ﷺ کو طلاق دے دے، چنانچہ اس نے باپ کے قہر و غضب کا نشانہ بنتے ہوئے حضرت رقیہ کو طلاق دے دی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب یہ خبر سنی کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق ہوگئی ہے تو مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے۔ جلدی جلدی رابطہ کیا۔ اور رقیہ کے لیے رسولِ اکرم ﷺ کو پیغام منگنی بھیجا تو رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنی بیٹی رقیہ کا نکاح کر کے رخصتی بھی کر دی۔ حضرت رقیہ کی والدہ محترمہ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خاوند

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے لیے انہیں تیار کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قریش میں سے سب سے زیادہ خوبرو تھے جبکہ حضرت رقیہ بھی خوبروئی میں ان کی مدمقابل تھیں، جب شب زفاف کو حضرت رقیہ، حضرت عثمان کے ہاں گئیں تو کسی نے کہا:

((اَحْسَنُ زَوْجَيْنِ رَاهمَا اِنْسَانٌ رُقَيَّةُ وَزَوْجُهَا عُثْمَانُ))

حسین ترین جوڑا اگر کسی انسان نے دیکھا ہے، تو وہ اس روئے زمین پر حضرت رقیہ اور ان کے سرتاج حضرت عثمان ہیں۔ [1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کو حضرت عثمان سے حسن سلوک کرنے کا کہا:

حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان قرشی بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی رقیہ کے گھر ایک دن تشریف لے گئے، تو وہ اپنے خاوند حضرت عثمان کا سر دھو رہی تھیں، فرمایا: میری پیاری لخت جگر! ابو عبداللہ عثمان کے ساتھ اچھا پیش آیا کرو، یہ اخلاق میں میرے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہ نسبت مجھ سے زیادہ میل کھاتے ہیں، اس لیے ان کے ساتھ حسنِ معاملہ رکھنا۔ [2]

سفر ہجرت:

اس کے باوصف کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے درمیان بہت زیادہ بلند مقام رکھتے تھے اور لوگ ان سے محبت کے خوگر تھے، مگر ان کے مسلمان ہونے، اسلام کا اعلان کرنے اور ایمان کا اظہار کرنے کے بعد انہوں نے آنکھیں پھیر لیں اور تکلیف پہنچانے پر کمربستہ ہوگئے۔ جب قوم نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہ تو کسی لالچ کا شکار ہوئے اور نہ ہی ہمارے سخت اور ترش رویہ سے خوفزدہ ہو کر کسی صورت شرک کرنے والے ہیں، نہ ہی دین سے برگشتہ ہونے والے ہیں اور نہ ہی یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑیں گے اور نہ ہی آپ کے دین سے روگردانی کریں گے، تو قوم کے لوگوں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور اب کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کرتے تھے۔

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بہتر یہی خیال کیا کہ مکہ چھوڑ کر ہجرت کر کے حبشہ چلے جائیں، آپ کے ساتھ راہ ہجرت میں شریک سفر آپ کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، تاہم جب ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد نے بے تاب کر دیا اور پھر مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے، اس وقت تک مکہ سے باہر قدم نہ رکھا جب تک اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ میں ہجرت کی اجازت نہیں دی، جب ہجرت کی اجازت ملی تو پھر اپنی اہلیہ سمیت مدینہ منورہ کی جانب سفر ہجرت کا آغاز کیا، اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے حبشہ اور مدینہ دونوں ہجرتیں کیں، اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ تاریخ میں دو ہجرتوں والے، اور سیدنا داؤد علیہ السلام کے بعد اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہجرت کرنے میں مشہور ہوئے ہیں۔

---

[1] صور من حياة الصحابة: ٥٥٨.

[2] طبرانی، ورجاله ثقات، مجمع الزوائد: ١٤٥٠٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذوالنورین کا لقب ایک ممتاز خاصیت ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک کار رہے ہیں، صرف غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے، وہ بھی اس وجہ سے کہ آپ کی لختِ جگر حضرت رقیہ جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، شدید بیمار تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود جب بدر کی جانب قدم رنجہ فرما ہوئے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت رقیہ کی تیمار داری اور دیکھ بھال کے لیے پیچھے چھوڑ گئے، کیونکہ اور کوئی بھی پیچھے ان کا خیال رکھنے والا موجود نہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر سے فتح کے ساتھ واپس لوٹے تو معلوم ہوا کہ میری لختِ جگر رقیہ اللہ کو پیاری ہو چکی اور جوارِ رحمت میں جگہ پا چکی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹی کی وفات پر شدید غم میں مبتلا ہوئے، اس صدمہ سے بہت ہی دلفگاری ہوئی، لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کا دل اتنا ٹھنڈا کر رکھا تھا، حالانکہ وہ غزوہ بدر میں مجبوری کی بنا پر شریک نہ ہو سکے تھے، اس کے باوجود آپ نے حضرت عثمان کے لیے مال غنیمت سے باقاعدہ حصہ مقرر کیا اور اس میں شرکت کے ثواب کی نوید ومسرت سنائی، یعنی بالکل آپ سے وہی سلوک کیا کہ انہیں شریک غزوہ قرار دیا اور اس قدر دلجوئی فرمائی کہ اپنی دوسری لختِ جگر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں دے کر کہا، اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی اور عثمان کو ضرورت پڑتی تو میں اسے بھی ان کے عقد نکاح میں دے دیتا، اس دن سے انہیں ذوالنورین کے لقب سے پکارا جانے لگا، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگر آپ کے نکاح میں جمع ہوئی تھیں۔

آج تک تاریخ انسانی سے یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کبھی کسی کے نکاح میں کسی نبی کی دو لختِ جگر ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کے علاوہ یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، یعنی ان دس آدمیوں میں سے ہیں، جن کے قدم فرش زمین پر اٹھتے تھے اور دنیا ہی میں عرش بریں سے جنت میں داخلہ کی بشارت مل چکی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ شرف وعظمت بھی حاصل ہے کہ آپ جامع قرآن بھی ہیں۔ [1]

غزوۂ تبوک میں لازوال کردار کا تذکرہ:

غزوۂ تبوک ایسے کٹھن حالات میں پیش آیا کہ لوگوں پر تنگدستی چھائی تھی، پھلوں کے توڑنے کا وقت قریب تھا اور سائے میں بیٹھنا بہت بھلا لگتا تھا اور ہزاروں میل لق و دق صحراؤں میں چلنا تو کجا لوگ گھروں سے باہر نکلنا دشوار سمجھتے تھے۔ ان مشکل ترین حالات کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں جہاد کی روح بیدار کرنے کے لیے انہیں ابھار رہے اور اس میں بھرپور حصہ لینے کی ترغیب دلا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ وخیرات کا حکم دیا، لوگوں نے صدقات دینے میں غیر معمولی دلچسپی لی، یہی وہ تاریخ ساز غزوہ ہے جس کے لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اپنے تمام مال کا نذرانہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا، جو کہ چار ہزار درہم تھا اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا کہ کچھ اہل وعیال کے لیے بھی چھوڑا ہے؟ تو عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور پھر اس کے بعد اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

---

[1] صفة الصفوة: ١/ ١١٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی دولت گھر میں ہے، دنیا کا تو سارا مال و اسباب ہدیہ جہاد کر دیا ہے۔ یہی وہ موقع تھا جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنا نصف مال اٹھائے حاضر خدمت ہوتے ہیں، ادھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی کثیر تعداد میں مال اٹھائے آ رہے ہیں، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تقریباً آٹھ ہزار درہم اٹھائے ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی مقدور بھر مال اٹھائے نظر آتے ہیں اور ادھر سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے ہیں اور مال پیش کرتے ہیں ادھر عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ پانچ سو بیس من کے قریب کھجوروں کا کوہِ گراں راہ اللہ میں نچھاور کرتے ہیں، یہ تو مرد حضرات تھے، اس دن عورتوں کا جذبہ خیر سگالی بھی موجزن تھا اور مردوں سے کچھ کم نہ تھا، وہ اپنی بساط کے مطابق سراپائے تعاون تھیں۔

حضرت ام سنان اسدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کپڑے کے ڈھیر پڑے، کنگن، بازو بند، پازیب، بالیاں اور مندریاں وغیرہ پڑیں ہیں اور گھر ان اشیاء سے بھرا پڑا ہے، جو کہ عورتوں نے مسلمان مردوں کی غزوہ میں تیاری کے لیے بھیجی تھیں۔

حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ کے اخلاص بھرے جذبے کا تو جواب ہی نہیں۔ یہ شرماتے ہوئے ایک صاع (ٹوپہ) کھجوروں کا خدمتِ نبوی میں پیش کرتے اور ساتھ ہی اپنی رات کی داستان سناتے ہیں کہ میں نے دو صاع مزدوری پر زمین سیراب کی ہے اس کے عوض دو صاع ملے ہیں، واللہ! ان کے سوا میرے پاس کچھ نہیں، ان میں سے ایک لے آیا ہوں اور ایک صاع اہل و عیال کی بھوک مٹانے کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ [1]

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیرات کرنے کی ترغیب دلائی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار درہم لائے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرا کل سرمایہ آٹھ ہزار ہے، نصف خدمت اقدس میں پیش کر دیا ہے اور نصف گھر والوں کے لیے رکھ لیا ہے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْمَا اَمْسَكْتَ وَفِيْمَا اَعْطَيْتَ))

”جو کچھ تم نے گھر رکھا ہے، اس میں بھی اور جو کچھ غزوہ کی نذر کیا ہے، اس میں بھی اللہ تعالیٰ تمہارے لیے برکت ڈالیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غزوۂ تبوک میں کردار:

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آستین میں ایک ہزار دینار لے کر حاضر ہوتے ہیں، تاکہ غزوۂ تبوک کی تیاری میں حصہ ڈالیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ان دیناروں کو اپنے دامن میں رکھے ہوئے بکھیر رہے ہیں اور دامن میں پلٹ رہے ہیں اور ساتھ کہتے جاتے ہیں۔ آج کے بعد اگر حضرت عثمان کوئی بھی عمل نہ کریں، تو کوئی نقصان نہ ہوگا، ان کی نجات کے لیے یہی عمل کافی ہے۔ [2]

[1] تاریخ ابن عساکر: ۱/ ۱۱۰۔ [2] ترمذی، احمد، فی السنة ابن ابی عاصم، حاکم، وصححه، واقره الذهبی بیهقی فی الدلائل، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں بیان کی ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بلوائیوں نے ایک نیکی کی بھی قدر نہ کی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب بلوائیوں نے ان کے گھر میں محصور کر دیا، تو انہوں نے چھت کے اوپر کھڑے ہو کر انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کیا وہ منظر تمہیں یاد ہے، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کے چہروں پر ایک نگاہ ڈالی اور تبوک کے لیے ساز و سامان مہیا کرنے میں اس کے لیے رب کبریا کی بارگاہ میں بخشش کی دعا کی میں نے وہ لشکر تیار کیا، اتنا ساز و سامان سے لاد دیا کہ ایک لگام اور اونٹ کا گھٹنا باندھنے والی رسی بھی نایاب نہ ہونے دی، سب نے کہا، یقیناً ایسا ہی ہوا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے اللہ! تو بھی گواہ رہنا میری جان کے دشمن بھی میرے اس کردار کا اعتراف کر رہے ہیں۔'' [1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز سنتے ہی کہ جو اس لشکر کی تیاری میں حصہ ڈالے اللہ تعالیٰ اسے بخشے۔ اس پر لبیک کہتے ہوئے جلدی سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا جوئی کے حصول میں کمربستہ ہوگئے۔ اس تنگدست لشکر کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عطا و بخشش کے ابرِ کرم نے سیراب کر کے رکھ دیا، کوئی کمی باقی نہ رہی۔

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں: غزوۂ تبوک میں جنگ کی تیاری کے سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نو سو چالیس اونٹ اور سو کی تکمیل کرتے ہوئے ساٹھ گھوڑے دیئے، اس طرح جانوروں کی گنتی ایک ہزار مکمل کر دی۔

آج کے بعد عثمان کی مغفرت ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ تبوک کی تیاری کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دس ہزار دینار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے ہاتھوں میں الٹ پلٹ کرتے ہوئے فرمانے لگے: اے عثمان! اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر اور پوشیدہ تمام گناہ معاف کر دے اور قیامت تک جو بھی گناہ ہونے والے ہیں وہ بھی معاف کر دے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا جبکہ غزوۂ تبوک کی تیاری کے سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سونے کے اٹھائیس ہزار سکے لائے اور خدمت نبوی میں پیش کیے۔

اس دور میں بھی یگانہ روزگار:

میں آج بھی ببانگ دہل کہہ سکتا ہوں کہ اس امت اور جدید دور کے لیے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک یگانہ روزگار آرزو کا مرکز وحید ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ غزوہ تبوک میں جنگ کی نوبت ہی نہ آئی، دشمن پہلے ہی بھاگ گیا، جب رومیوں کے

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: (۷/ ٤٨٦) ابن حبان (٦٨٨١) ابن ابی عاصم فی السنة (١٣٠٣) حسن لغیرہ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھاگ جانے کی وجہ سے لڑائی نہ ہوئی، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیاب کیا، تو اسلامی لشکر اپنا تمام ساز و سامان لے کر اسی طرح محفوظ واپس لوٹا، جنگ نہ ہونے کی وجہ سے اخراجات نہ ہوئے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو تعاون کیا، اس سے ایک پائی بھی واپس نہ لی، اونٹ تو کجا راہِ اللہ میں دی ہوئی اونٹ کی لگام تک واپس نہ لی۔ [1]

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ اپنی رضا و خوشنودی فرمائیں، جو راہ حق کے وہ مہاجر ہیں، جو اپنی وسیع و عریض دنیا اور اپنے بے پناہ مال کی وسعتوں سے نکل کر اپنے پروردگار کی جانب گامزن ہوئے اور شاہراہ شریعت کے ایسے پیکر شرم و حیا تھے کہ فرشتے بھی ان کی حیا کی قدر کرتے تھے۔ آہ! وہ مال کس قدر اچھا ہے، جو حلال کا ہو اور صالح آدمی کے قبضہ میں ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ افضل صدقہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی راہ میں خیمہ نصب کیا جائے، یا پھر خادم کا عطیہ کیا جائے، یا سانڈ کی مادہ سے جفتی کرائی جائے، تاکہ نسل بڑھے۔ [2]

اس حدیث کی روشنی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے راہ اللہ میں کتنے ہی فقراء کے برہنہ سر سکون آور سائے میں چھپائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت میں اپنے پاس نہ معلوم کتنے ہی بے شمار روح پرور سائے تیار کر رکھے ہیں۔ [3]

رومہ کنوئیں کی خریداری تسکین آور سودا:

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے لیے آبِ شیریں نہ تھا اور انہیں پانی کی سخت ضرورت تھی، مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ نفع بخش سودا پیش کرتے ہیں کہ ہے کوئی مسلمانوں کے لیے رومہ کنوئیں کی کھدائی کرائے اور ان کے لیے وقف کر دے کہ جو چاہے اس سے پانی پیئے؟ اس کارِ خیر کے بدلے میں جنت کا اعلان کرتا ہوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے جیسا کہ ہر کارِ خیر کے لیے ہمہ وقت تیار ہوتے، اسی طرح عرض کیا میں کرتا ہوں، آپ نے اس کنوئیں کی کھدائی کرائی اور عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا، جو چاہے اس کا پانی استعمال کر لے، نہائے، غسل کرے، اسے نوش کر کے، پیاس بجھائے، کھلی اجازت ہے، ایسا نفع بخش عمل کیا کہ صدقہ جاریہ کا اجر پایا اور جنت خرید لی۔ مشہور یہی ہے کہ حضرت عثمان نے یہ کنواں خریدا تھا جبکہ کھدوایا نہ تھا، تو جواب ہوگا کہ کنواں خریدا تھا، خریدنے کے لیے بعد توسیع کی تاکہ زیادہ لوگ مستفید ہوں، اس کی کھدوائی بھی کرائی تھی۔

ہر جمعہ کو غلام آزاد کیا کرتے تھے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بحرِ کرم سے صرف مالی تنگی کا لشکر ہی غزوہ تبوک میں سیراب نہ ہوا اور رومہ کا کنواں خریدنے اور اسے وقف عام کرنے کے لیے ہی یہ نہ برسا بلکہ آپ ہمیشہ ہر ایک مسلمان کی مصیبت میں اس کی غمخواری کرتے اور

---

1. خلفاء الرسول: ۲۴۱.
2. احمد، ترمذی، عن ابی امامة وحسنه الالبانی، صحیح الجامع: ۱۱۰۹.
3. ترطیب الافواہ: ۱۸۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محنت کشوں کے لیے دستِ تعاون بڑھاتے رہتے اور فقراء اور حاجتمندوں کے کام آتے تھے۔

انہوں نے تادم اپنے قلب سے عہد کر رکھا تھا، کہ وہ اپنا مال دوسروں کی ضروریات کے لیے صرف کریں گے اور ہر جمعہ کو ایک غلام یا لونڈی کی گردن آزاد کریں گے، مالک سے غلام خرید لیتے، خواہ وہ کسی قیمت پر ملے، پھر اسے آزادی کا پروانہ دے دیتے، مقصد یہی تھا کہ رب کبریا راضی ہو جائے، اس کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ [1]

جب حبیب کبریا نے انہیں جنت و شہادت کی بشارت دی:

قارئین کرام! آیئے ہم وہ بشارت سنائیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دی اور فرمایا، انہیں شہادت حاصل ہوگی اور جنت ان کی منتظر ہوگی، یہ بشارت ایسی زبان سے جاری ہوئی، جو اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتی بلکہ وحی سے جنبش کرتی ہے اور بشارت اس صادق و مصدوق ہستی نے دی جسے کبھی جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ حراء پر جلوہ آرا تھے، ساتھ ہی حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے، چٹان لرزنے لگی، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: ”اِهْدَأْ“ چٹان ٹھہر جا، تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور شہید ہے۔ [2]

ایک دوسری حدیث میں اس سے بھی واضح یوں ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے حکم فرمایا اس باغ کے دروازے پر بطور چوکیدار بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ جاتا ہوں، ایک آدمی آیا ہے اور اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اسے اندر آنے کی اجازت دو، نیز اسے جنت کی بشارت بھی سنا دو، یہ آنے والے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے، پھر ایک اور آدمی آتا ہے، وہ بھی اجازت مانگتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا: اسے ابھی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی سنا دو، پھر ایک اور آدمی آتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرماتے ہیں: اسے بھی اندر آنے کی اجازت دے دو اور جنت کی خوش کن اطلاع بھی دو اور انہیں بتا دینا کہ تمہیں ایک بہت بڑے بلوا (مصیبت) کا سامنا کرنا پڑے گا، یہ آنے والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ [3]

ذوالنورین کی شرم و حیاء پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں:

ساری کائنات کی دولت ایک پلڑے میں رکھ دیں اور ذوالنورین کی صفتِ حیاء ایک پلڑے میں ہو تو یہ زر و مال کے ڈھیر اس منقبت اور عظیم شرف کے سامنے ایک پرِ کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے کاشانہ میں لیٹے ہوئے ہیں، کیفیت یہ تھی کہ

[1] خلفاء الرسول: ٢٤٥. [2] مسلم: ٢٤١٧، ترمذی (٣٦٩٦) احمد (٢/ ٤١٩).
[3] بخاری: ٣٦٩٥، مسلم (٢٤٠٣) ترمذی (٣٧١٠).

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اپنی رانوں اور پنڈلیوں سے کپڑا اوپر اٹھایا ہوا تھا۔ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت مانگتے ہیں کہ اندر آجاؤں؟ تو آپ انہیں اجازت دیتے ہیں اور اسی حالت میں رہتے ہیں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بات چیت اسی صورت میں ہوتی رہی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اجازت طلب کرتے ہیں، آپ انہیں بھی اجازت دیتے ہیں، وہ آئے اور اسی کیفیت میں بات ہو رہی ہے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت طلب کرتے ہیں تو انہیں اجازت دینے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کر لباس درست فرماتے ہیں، پھر انہیں آنے کی اجازت دیتے ہیں آپ بھی بات چیت کرتے ہیں، کچھ دیر حاضر خدمت رہ کر چلے جاتے ہیں۔

ان کے جانے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر آئے، تو آپ نے لباس وغیرہ درست کرنے کی پرواہ نہیں کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے، تو آپ نے لباس سیدھا کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو آپ نے بڑا اہتمام فرمایا، سیدھے بیٹھ گئے، لباس درست کیا، تب انہیں آنے کی اجازت دی، وجہ کیا ہے؟ فرمایا: عائشہ! میں اس شخص سے حیا کیوں نہ کروں، جس سے فرشتے بھی حیاء کریں، دوسری بات یہ ہے کہ عثمان ایک حیادار انسان ہیں اور اتنے شرمیلے ہیں کہ مجھے اندیشہ تھا اگر میں اسی حالت میں رہتا تو انہوں نے مارے حیا کے میرے پاس ہی نہیں آنا تھا، جس کام لیے میرے پاس آئے تھے، وہ بغیر کیے پہلے ہی واپس لوٹ جاتے، اس وجہ سے میں نے ان کے لیے یہ اہتمام کیا ہے۔ جب کہ میرے دوسرے دونوں ساتھی میرے ساتھ گھلے ملے ہیں، اس میں میں نے زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ [1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

> ''جو شخص جیسا عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس کے عمل کی ویسی چادر پہنا دیں گے۔ یعنی جس نیت سے کام کیا ہوگا، اس کی نیت کا ویسا ہی پھل ملے گا۔''

حضرت یحییٰ بن معاذ کہا کرتے تھے:

> ''جو اطاعت کرنے میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی اس وقت حیا رکھیں گے، جب وہ گنہگار ہوگا۔''

حیا والے سے ہر چیز حیا کرتی ہے:

انسان اپنے آپ میں نقص پاتا ہے، لیکن ہزار نقص ہوں، حیا باقی ہو، تو پھر کوئی نقصان نہیں، کیونکہ حیاء کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جلالتِ شان انسان پر غالب رہتی ہے، وہ خود کو تو نقص و تقصیر کی نگاہ سے دیکھتا ہے، لیکن وہ حیاء کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے جلیل القدر اوصاف رکھنے والوں میں شمار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقامِ حیا خاص درجہ رکھتا ہے، حیا ایک ایسا درخت ہے جس سے جلالت و عظمت شان کی کونپلیں پھوٹتی ہیں۔

[1] مسلم: ۲۴۰۱، احمد: ۱/ ۷۷، بخاری فی الادب المفرد: ۶۰۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رتبہ اس لیے اتنا بلند ہے کہ ان میں تو پہلے ہی کوئی نقص نہ تھا اور ساتھ حیاء کے سنہری زیور سے آراستہ ہیں اور آپ حیا کے آسمان کی جانب اتنے بلند پرواز ہیں کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی حیاء کی قدر کرتے ہیں اور آسمان پر فرشتے بھی یہ بالکل اس کی مانند ہے جیسا کہ جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھے وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے بھی محبت رکھے گا اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اس سے ہر چیز ڈرنے لگ جاتی ہے، اس طرح حضرت عثمان اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے والے تھے، تو کائنات کی ہر چیز ان کی حیا کی تعظیم بجالاتی، جیسا کرو گے، ویسا بھرو گے۔ ❶

امت میں سب سے بڑا حیا والا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عُثْمَانُ اَحْيٰى مِنْ اُمَّتِیْ." ❷

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میری ساری امت سے بڑھ کر وصف حیا سے متصف ہیں۔"

حیا آداب کا منبع ومرکز ہے، مشہور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، میں نے جب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے، جس ہاتھ سے بیعت کی ہے، میں نے وہ ہاتھ کبھی شرمگاہ کو نہیں لگنے دیا۔

کسی شاعر نے بہت خوب حیا کے جوہر کی نشاندہی کی ہے:

فَلَا وَاللّٰهِ مَا فِیْ الْعَيْشِ خَيْرٌ
وَلَا الدُّنْيَا اِذَا ذَهَبَ الْحَيَآءُ

"اللہ کی قسم! اس زندگی اور دنیا میں سے خیر کا جنازہ اٹھ جاتا ہے، جس میں سے حیا اٹھ جائے۔"

يَعِيْشُ الْمَرْءُ مَاسْتَحْيَا بِخَيْرٍ
وَيَبْقَی الْعُوْدُ مَا بَقِیَ اللِّحَآءُ

"حیا باقی ہو تو آدمی خیر سے بھرپور زندگی کے ایام گزارتا ہے، جس طرح لکڑی پر چھلکا رہے، تو سبز رہے گی، چھلکا راتار دو تو سوکھ جائے گی، اسی طرح حیاء ہی سے زندگی ہے، بغیر حیاء کے معاشرہ مردہ ہے۔"

محاورہ ہے:

بے حیاء باش ہرچہ خواہی کن

"بے حیا بے لگام ہے، جو چاہے کرے، یعنی لگام حیا ہی ڈالتی ہے۔"

تلاوت قرآن پاک سے والہانہ لگاؤ:

عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی بیان کرتے ہیں: میں نے عزم کیا کہ آج رات مقام ابراہیم کے پاس گزاروں گا، ساری رات اس پر غلبہ رکھوں اور مصروف عبادت رہوں گا، میں نے سب سے پہلے پہنچ کر مقام ابراہیم کے قریب جگہ پکڑ لی، میں کھڑا ہوا اور نماز کا آغاز کر دیا، میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک کسی نے میری کمر پر ہاتھ رکھا، میں نے دیکھا، تو یہ

❶ فیض القدیر: ٤/ ٣٠٢. ❷ صحیح الجامع: ٣٨٧٢، البانی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، آپ اس وقت خلیفہ تھے، جب سے میں بات سنا رہا ہوں، میں اس جگہ سے اور کہیں چلا گیا، اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، طویل قیام تھا، اتنا طویل کہ ایک رکعت میں ہی سارا قرآن پڑھ دیا، جب فارغ ہوئے تو میں نے کہا، اے امیر المومنین! آپ نے صرف ایک رکعت ہی پڑھی ہے، فرمایا: ہاں، میں نے ایک ہی رکعت اس لیے پڑھی ہے کہ یہ میرا وتر تھا، جو میں نے ادا کی ہے۔ [1]

سلمان بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عشا کی نماز کے بعد قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تو صبح تک ایک ہی رکعت میں جو کہ وتر ہوتی سارا قرآن پڑھ دیتے تھے۔ [2]

ابن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت ہوئی، اور آپ کی اہلیہ نے یہ دلفریب تاثرات بیان کیے ہیں۔ لوگو! تم نے اس محب قرآن کو بے دردی سے شہید کر دیا ہے، جو ایک رکعت میں تمام رات بیدار رہ کر قرآن پاک ختم کیا کرتا تھا۔ [3]

حجر اسود کے قریب رات بھر تلاوت کرتے:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، کئی سندوں سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حج کے ایام میں حجر اسود کے قریب رات کو نماز پڑھتے تو ایک رکعت میں ہی مکمل قرآن پاک پڑھا کرتے تھے اور یہ صرف ایک دن کا کام نہیں، بلکہ روزانہ کا معمول تھا، ارشاد ربانی ہے:

﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (الزمر: ۹)

”کیا وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ ریز ہوتا ہے اور قیام کرتا ہے، آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے، اور جو ایسا نہیں کیا وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کہہ دو، کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، برابر ہیں!!؟ نصیحت صرف وہی حاصل کرتے ہیں، جو عقل والے ہیں۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں، اس سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں، اور آپ کے بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ضَحُّوْا بِأَشْمَطَ مَنْ عُنْوَانُ السُّجُوْدِ بِهِ
يُقَطِّعُ اللَّيْلَ تَسْبِيحًا وَّ قُرْاٰنًا

”ان بدنصیبوں نے ایسی نابغۂ روزگار ہستی کو ذبح کر دیا، جس کی جبیں کو سجدہ ریزی نے رونق بخشی، جو تسبیح الٰہی

[1] كتاب الزهد ابن مبارك: ١٢٧٦، مصنف عبدالرزاق: ٣/ ٢٤، طبقات: ٣/ ٧٥، سنن بيهقى، صحيح.

[2] ابن مبارك، ابن سعد، ابن عساكر، اسناده صحيح، طحاوى بيهقى (٣/ ٢٥) ابن ابى داؤد، صحیح ہے۔

[3] كتاب الزهد: ١٢٧، احمد بن حنبل.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور تلاوت قرآن میں ہی رات بسر کر دیتے تھے۔

امام نووی تبیان صفحہ ۵۵ پر رقمطراز ہیں:

یہ نامور لوگ جو ایک ہی رات یا ایک ہی دن میں قرآن ختم کرتے تھے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ ۴۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ

۵۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ہیں۔ [1]

دو غلاموں سے اچھا سلوک:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بے مثال سیرت کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ وہ رات اہل خانہ اور ملازموں وغیرہ کو بیدار نہ کرتے تھے، وضو وغیرہ خود ہی کر لیتے، ہاں اگر کوئی بیدار ہوتا، تو پھر اس سے خدمت لے لیتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک خوبی یہ تھی کہ بہت کثرت سے روزے رکھتے تھے، اس کے باوجود گھر والوں کو کھانا تیار کرنے میں تنگ نہ کرتے تھے، ان سے کہا گیا کہ آپ اس خدمت کے لیے کسی ملازم کو بیدار کر لیا کریں، فرماتے: کوئی بات نہیں، رات آرام کے لیے ہے، ان کی نیند اور آرام میں خلل ڈالنا درست نہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: ''ہمارے دل اگر طہارت و پاکیزگی کا اس طرح گہوارہ بن جائیں، جیسا کہ حق ہے تو ہم اپنے رب کے کلام کی تلاوت سے کبھی بھی سیر نہ ہوں، مجھے یہ بات گوارہ نہیں کہ دن گزر جائے اور میں مصحفِ قرآن نہ پڑھوں، یہ مجھے ناگوار ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس قرآن سے تلاوت کرتے تھے، وہ کثرت سے پڑھنے کی وجہ سے پھٹ گیا تھا۔

آہ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قرآن پاک سے وابستگی اور وارفتگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے، کہ جب ان کی روحِ شہادت کے قطرے بکھیرتی عرش بریں کی جانب پرواز کر رہی تھی، تو ان کے دامن میں پڑا ہوا قرآن ان کے خون شہادت کی لالی سے شہادت کی موت کی مہر ثبت کر رہا تھا۔ [2]

جب ذوالنورین نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے سودا طے کر لیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قحط برپا ہوا، لوگوں نے بلبلا کر خلیفہ سے شکایت کی کہ بہت تنگدستی کا عالم ہے، کیا کریں؟

خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! افسردہ خاطر مت ہوں، ان شاء اللہ! کل شام سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی آسودگی کی صورت پیدا فرما دیں گے۔

دوسرے دن صبح ہوئی، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قافلہ تجارت مال و دولت لے کر آیا، یہ سنتے ہی تاجر حضرات ٹوٹ

[1] دیگر ائمہ کا تذکرہ بھی امام سیوطی نے کیا ہے (مقالات اثری دیکھیے) [2] البدایه والنهایه: ۵/ ۳۰۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑے، ان کے ہاں تانتا باندھ لیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان سے ملنے کے لیے آئے تو پرانی سی چادر زیب تن کیے ہوئے تھے، ایک پلو ایک کندھے پر دوسرا پلو دوسرے کندھے پر ڈال رکھا تھا، تاجروں نے کہا، یہ قافلہ تجارت ہم خریدنا چاہتے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا بتاؤ، کتنا منافع دیتے ہو، انہوں نے کہا، جو چیز دس روپے کی ہے، اس کے ہم بارہ درہم دیتے ہیں، کہا، ایک اور خریدار ہے، وہ تو مجھے اس سے زیادہ دیتا ہے، تب تاجروں نے کہا، چلو دس درہم والی چیز کے ہم پندرہ درہم دیتے ہیں، حضرت عثمان نے کہا، وہ تاجر تو مجھے اس سے بھی زیادہ دیتا ہے، تاجر تلملا کر کہتے ہیں، ہم بھی اسی مدینہ کے تاجر ہیں، اس سے زیادہ دینا کس کے بس میں ہے، وہ کون ہے؟ ہمیں بتاؤ تو سہی، کہا: وہ اللہ تعالیٰ ہے، اس نے مجھے ایک کے عوض دس زیادہ دینے کا وعدہ کر رکھا ہے، اگر تم اس سے زیادہ دے سکتے ہو تو پھر خرید کر لے جاؤ، یہ سن کر تاجر حضرات خاموشی سے واپس چلے گئے، حضرت عثمان گڑگڑاتے ہوئے پکارتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ وَهَبْتُهَا فُقَرَاءَ الْمَدِیْنَةِ بِلَا ثَمَنٍ وَبِلَا حِسَابٍ))[1]

''اے میرے اللہ! میں یہ مال تجارت بغیر کسی قیمت اور بلا حساب مدینہ منورہ کے فقراء کے نام کرتا ہوں، اسے قبول فرمالینا۔''

خلافت کا عہد برکت افزا:

جب زمام خلافت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں آئی تو اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے دروازے کھول دیئے، آرمینیہ اور قوقاز کے علاقے ان کے ہاتھوں فتح ہوئے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی خصوصی نصرت فرمائی، خراسان، کرمان، سجستان، جزیرہ قبرص اور افریقہ کی سرزمین کے غیر معمولی علاقہ پر مسلمانوں نے اپنی خلافت کے جھنڈے لہرائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مسعود میں لوگ اتنے زیادہ دولت و ثروت سے مالا مال ہوئے کہ روئے زمین پر ایسی خوشحالی کا بانصیب دور اور کسی خطۂ زمین پر نہیں آیا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ عہد عثمانی میں انعامات الٰہیہ کی برکھا برسی تھی اور لوگوں کو اس میں جو خوشحالی اور آسودگی میسر آئی تھی، یوں بیان کرتے ہیں کہ اطمینان راحت و آرام اور فضل و احسان کے اس کے ذرے ذرے سے چشمے ابلتے تھے، فرماتے ہیں: میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک شخص صدا دے رہا ہے کہ:

صلائے عام ہے یار ان نکتہ داں کے لیے

اے لوگو! وہ عطیات جن کے تم مستحق ہو وہ لینے کے لیے آ جاؤ، یہ سن کر لوگ جوق در جوق اور ہمہ تن شوق بن کر آتے اور پورے پورے عطیات حاصل کرتے۔ کبھی منادی پکارتا ہے، لوگو! اپنے وظائف اور تنخواہیں حاصل کرلو، جب لوگ آتے، تو بہت زیادہ وظائف سے دامن بھر کر لے جاتے۔

کبھی آواز آرہی ہے، لباس حاصل کرلو تو لوگ جوڑے لباس کے وصول کرتے نظر آرہے ہیں، کبھی صدا اٹھ رہی

[1] خلفاء الرسول: ٢٤٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، گھی اور شہد لے جاؤ، لوگ امڈتے آتے ہیں اور سامان ضرورت لے جاتے ہیں۔

بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں دائمی رزق کی فراوانی تھی، خیر و برکت میں ارزانی تھی، اور لوگوں کے آپس کے معاملات میں سعادت و محبت جھلکتی تھی، روئے زمین پر کوئی ایماندار دوسرے ایماندار سے کسی بارے میں خوفزدہ نہ تھا، بلکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے الفت سے ملتا، اس سے محبت سے پیش آتا تھا اور ایک دوسرے پر نصرت و حمایت پر کمر بستہ تھا۔ [1]

قراءت قرآن میں اختلاف کو ختم کرنے کا کارنامہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اہل شام کے ساتھ پر بر سر پیکار تھے اور آرمینیہ، آذر بیجان کی فتح کے دوران اہل عراق کے ساتھ بھی جنگ آزما رہے تھے، اسی دوران انہوں نے دیکھا کہ ان علاقہ جات کے لوگ آپس میں قرآنِ مجید کی تلاوت میں اختلاف کر رہے ہیں، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر سخت بے قرار ہوئے، وہاں سے آتے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے۔ اے امیر المومنین! اس امت کی فکر کریں، اس سے پہلے ہی انہیں اختلافات سے بچا لیں کہ جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں اختلاف کیا تھا، یہ بھی نہ کرنے لگ جائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ جو مصحف تمہارے پاس ہے، وہ ہمیں دے دو، کہ ہم اس سے نقل کر کے نسخے تیار کر لیں، پھر اصل مصحف ہم آپ کو واپس کر دیں گے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن عاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ اصل مصحف سے نقل کر کے اس سے اور مصحف تیار کریں اور یہ فرمان جاری کیا کہ جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے تمہارا جو کہ تم قریشی ہو کہیں قراءت میں اختلاف ہو جائے، تو اسے قریش کی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن پاک قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے، ان حضرات قدردان نے اسی ہدایت پر عمل کیا، جب انہوں نے اصلی مصحف سے نقلیں تیار کر لیں، تو وعدہ کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تک پہنچایا اور جو نسخے پہلے تیار ہوئے، تھے انہیں ملک کے ہر کونے تک پہنچا دیا اور حکم دیا کہ اسی کے مطابق تلاوت کی جائے اور اس کے علاوہ جو بھی مصحف یا قرآن ہو، اسے جلا دیا جائے، تا کہ اختلاف بھسم ہو جائے۔ [2]

خوفِ خدا سے آہ وزاری اور رقت آمیزی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا زیادہ روتے کہ داڑھی مبارک تر ہو جاتی، ان سے پوچھا گیا، جنت کا ذکر خیر ہو یا دوزخ کا دہلا دینے والے عذاب کا ذکر ہو تو آپ اتنا نہیں روتے جتنا کہ آپ قبر کو یاد کر کے روتے

[1] صور من حیاۃ الصحابۃ: ٥٦٨. [2] بخاری: ٤٩٨٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں؟ فرمایا: میں اس لیے اس کے ذکر سے روتا ہوں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی کٹھن ترین منزل ہے، اگر کوئی اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد والا سفر آخرت پھر بہت آسان ہے، اگر یہ مشکل ترین مرحلہ آسانی سے طے نہ ہوا، تو پھر اس سے آگے والے مرحلے تو نہایت ہی دشوار گزار ہیں اور نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: تمام منظروں میں سے سب سے زیادہ گھبراہٹ اور اوسان خطا کرنے والا منظر دلفگار قبر کا منظر ہے۔ [1]

عبداللہ رومی بیان کرتے ہیں کہ یہ بات مجھ تک پہنچی ہے، کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اگر جنت اور دوزخ کے درمیان مجھے کھڑا کر دیا جائے اور مجھے یہ پتہ نہ ہو کہ مجھے جنت میں جانے کا اذن ملے گا، یا دوزخ میں جانے کی صدا آئے گی، اس گومگو کی کیفیت کے درمیان میری تمنا یہ ہوگی کہ ٹھکانے کا علم ہونے سے پہلے پہلے میں راکھ بن جاؤں۔

عدل کا چمکتا ہوا آفتاب، دنیا کا قصاص آسان آخرت کا مشکل ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عدل سپیدۂ سحر کی مانند تاریخ کے اوراق میں روشنی بکھیرتا نظر آتا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رحمدل تھے، ان کی حیات گرانمایہ کا ہر گوشہ رحمت و رقت کا سرچشمہ اور ان کی ہر حرکت عمل و تصرف ایک روشن مشعل ہے۔

ایک دن اپنے خادم پر غصہ آیا، اس کے کان مروڑ دیئے، حتی کہ اسے تکلیف ہوئی، غصہ میں آکر ایسا کر تو دیا، پھر بہت جلد غصہ فرو ہوا اور خادم کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ مجھ سے قصاص لو اور میرا کان مروڑ دو، لیکن اس نے انکار کر دیا، آپ نے اصرار کیا آخر خادم تھا، نہ مانتا تو نافرمانی کا خوف تھا، وہ بادل ناخواستہ حکم بجا لاتا ہے، فرماتے ہیں: اے غلام! سختی سے قصاص لو، دنیا کا قصاص آخرت کے قصاص کے مقابلہ میں بہت ہی نرم و آسان ہے اور وہ بہت مشکل ہے۔

حدودِ الٰہی کا بے لاگ نفاذ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نمایاں کارناموں اور خلافت کے دور میں خوبیوں میں سب سے بڑی خوبی حدودِ الٰہی کا نفاذ ہے، خواہ قریبی رشتہ دار ہو یا دور کا رشتہ دار، سب پر یکساں حد قائم کرتے، آپ دیکھیں، ولید بن عقبہ ان کے نہایت ہی قریبی رشتہ دار اور ماں کی طرف سے بھائی تھے، اس کے باوصف حد قائم کرنے میں نرمی نہیں کرتے نہ ہی ترس کھاتے ہیں۔ ہاں حد قائم کرنے میں کچھ تاخیر ضرور ہوئی لیکن وہ بھی اس وجہ سے کہ اس معاملہ کی چھان پھٹک ہو جائے، کیونکہ جن لوگوں نے ولید کے خلاف گواہی دی ان کے متعلق تحقیقات کرتے رہے تھے، جب پتہ چل گیا کہ گواہ درست ہیں اور صورتِ حال واضح ہوگئی، تو پھر فوراً حد قائم کر دی۔ [2]

تفصیل یوں ہے کہ حنین بن منذر کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا کہ ان کے پاس ولید کو لایا گیا، انہوں نے صبح کی نماز پڑھائی، دو رکعات پڑھ لیں، تو کہنے لگے، اور پڑھا دوں، یہ ان کی بے سدھی حالت دیکھ کر دو آدمیوں نے گواہی دی ان میں سے ایک تو حمران تھے، انہوں نے کہا، کہ ولید نے شراب نوشی کی ہے اور دوسرے آدمی

---

[1] ترمذی: ابن ماجه، حسن صحیح ابن ماجه: ٣٤٦١، الباني.

[2] فتح الباری: ٧/ ٥٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے گواہی دی کہ میں نے ولید کو شراب کی قے کرتے دیکھا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ولید نے شراب پی ہے تو شراب کی قے کی ہے، اس لیے اے علی، آپ کھڑے ہو جائیں، انہیں کوڑے ماریں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اے حسن! کھڑے ہو جائیں، انہیں کوڑے ماریں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کے نفع و نقصان کے تم ذمہ دار ہو اور یہ کام خود ہی سرانجام دو۔

پھر حضرت علی نے کہا: اے عبداللہ بن جعفر! کھڑے ہو جاؤ اور ولید کو کوڑے مارو، وہ کوڑے مارے جاتے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شمار کرتے جا رہے تھے، جب چالیس پورے ہوئے تو حضرت علی نے فرمایا، بس، عبداللہ! رک جاؤ اور فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسیّ (80) کوڑے مارے تھے اور مجھے بھی یہی زیادہ پسند ہیں، دونوں طریقے ٹھیک ہیں۔ [1]

ایمان والے ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دفاع میں کھڑے ہیں:

یہ ایک عجیب نیرنگی دوراں ہے اور حیرت کی انتہاء ہے کہ عیب چین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے ہیں، حالانکہ ان کی ذات ان آلودگیوں سے پاک و صاف ہے۔ میں پوچھتا ہوں، وہ ساری زندگی عدل پرور رہے، کیا ان کی عدل پروری پر تمہیں اعتراض ہے، وہ ساری عمر جود وسخاوت کے پیکر رہے، کیا یہ برائی ہے! ان کے لمحات رحمت و شفقت کی خوشبوئے دلربا سے لبریز ہیں، کیا یہ برا کام ہے اور وہ ایمان کی روشن قندیل رہے، جو ہمیشہ جگمگاتی رہی کیا، یہ اعتراض والی بات ہے: اور یہ وہ گرانمایہ ہستی ہیں، جنہیں دنیا میں کئی بار جنت کی بشارت ملی کیا یہ کوئی عیب ہے!!۔

آہ! اعتراض کرنے والو! زبان کھولنے سے پہلے غور کرو، یہ زبان کس پیکر باوفا کے خلاف تیر و نشتر چلا رہی ہے، یہی وہ ہستی ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یکے بعد دیگر دو صاحبزادیوں کے سرتاج ہیں، اور مسلمانوں کی نگاہوں کا نور، دل کا سرور اور ان کی عقیدت و محبت کی سلطنت پر راج کرنے والے ہیں، سنئے، حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تنقید کرنے والے کچھ تو سوچیں، ان جیسا بابرکت اور کہاں سے آئے گا، کم ہی ایسا ہوتا تھا، وگرنہ روزانہ خیر ہی خیر حاصل کرتے۔ مسلمانوں کو پکارا جاتا تھا، اپنے عطیات لے جاؤ، لوگ وافر لے جاتے، کبھی اپنے وظائف لے رہے ہیں تو کبھی گھی اور شہد لے رہے ہیں۔

آہ! یہ وہ دورِ سعادت تھا جس میں عطاء و بخشش کے دریا بہتے تھے، دشمنی ناپید تھی، لوگ آپس میں بہت اچھے طریقے سے رہ رہے تھے، خیر و برکت کی فراوانی تھی، مسلمان آپس میں امن کے گہوارہ میں زندگی بسر کرتے تھے، اخوت و بھائی چارہ کی فضا قائم تھی، الفت، نصیحت اور مودّت ان کا طرۂ امتیاز تھا اور ان کی تربیت کی گئی تھی کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے، تو صبر و شکر سے کام لینا۔ کاش! لوگ اس سعادت پر قناعت کرتے، تو ان پر مزید انعامات کی برکھا برستی، لیکن انہوں نے بے صبری کا مظاہرہ کیا تو وہ دور نہ لوٹ سکا اور ان کی سلامتی بھی خطرہ میں پڑ گئی۔ حضرت

[1] مسلم، احمد، ابن ابی شیبه فی تاریخ المدینة: ۳/ ۱۹۷۳، اسد الغابه: ۵/ ۴۵۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کی دوسری خصوصیت یہ بھی ہے کہ اہل اسلام نے آپس میں تلوار میان میں بند کر رکھی تھی، کسی بھی خطۂ زمین پر دوسرے مومن کو یہ ڈر نہ تھا کہ وہ اس کے خلاف شمشیر بکف ہوگا، لیکن ان کے دور کے بعد تلوار ایسی میان سے باہر نکلی جو آج تک لوگوں کے سروں پر تنی ہوئی اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ روزِ قیامت تک یہ تنی رہے گی جس سے گردنیں گرتی رہیں گی۔ ❶

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کیا ہی خوب تجزیہ بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت اتنا خوشحالی کا دور تھا اور اس قدر مال کی فراوانی اور پھر تقسیم زر کا اتنا وسیع انتظام تھا کہ لاکھوں مربع میل میں پھیلی ہوئی سلطنت میں ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے حصہ مل رہا تھا۔ ❷

رعایا سے نرمی کا برتاؤ:

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی عادات میں سے سب سے زیادہ خوبصورت اور دلربا عادت یہ تھی کہ آپ اپنی رعایا کے ساتھ نرم گوشہ رکھنے اور رقتِ قلب سے لبریز اور احسان کرنے والے تھے، اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے والوں نے جھوٹ اور بہتان کے پلندے تیار کر کے آپ کو مظلوم شہید کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جن باتوں کے ساتھ موردِ الزام ٹھہراتے ہو وہی اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کرتے تو تم انہیں عیب تصور نہ کرتے۔ ❸

الزامات لگانے والے غور کریں:

حسن بصری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ برس کے دورِ خلافت میں ایسا عمدہ کردار پیش کیا ہے کہ اس پر کوئی انگشت نمائی نہیں کر سکتا، بدکردار قسم کے بلوائی اٹھے، انہوں نے آپ پر جھوٹے الزامات لگائے اور مدینہ والوں نے ان بلوائیوں کی باز پرس نہ کی، تو وہ سرکش ہو گئے، وگرنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بلند کردار ہیں جن کے باوفا ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ ❹

موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ گر تھے، مؤذن نماز کے لیے اقامت کہنے ہی والا تھا کہ اس قلیل وقت میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کے متعلق فکرمند اور ان کے حالات دریافت کر رہے ہیں کہ بتاؤ فلاں کیسا ہے، کون بیمار ہے، اس طرح ان کے حالات کی خبر گیری کر رہے ہیں۔ ❺

اس دلکش منظر سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اپنی رعایا کے ساتھ شفقت و محبت کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے، حضرت

---

❶ ابن عساکر، طبرانی کبیر، ابن شبہ فی تاریخ المدینہ، اسنادہ حسن، مجمع الزوائد: ۹/ ۹۴.

❷ ابن شبہ، اسنادہ حسن۔ ❸ مصنف ابن ابی شیبہ اسنادہ صحیح.

❹ تاریخ صغیر، بخاری تاریخ ابن عساکر اسنادہ صحیح.

❺ مسند احمد، طبقات، اسنادہ صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عثمان رضی اللہ عنہ ان کی مثل کون دعویٰ کر سکتا ہے! ان کے کردار کے آفتاب کے سامنے تنقید کرنے والے چمگادڑوں کی کیا حیثیت ہے؟ شاعر نے کیا ہی خوب ترجمانی کی ہے:

عُبَابُ الْبَحرِ تُنْقِصُ مِنْهُ قَدْرًا
اِذَا شَبَّهْتَهٗ وقَلْبًا ذَمَامًا

''جب کوئی سمندر کی گہری موجوں کو چھوٹے چھوٹے کنوؤں کے ساتھ مشابہت دے گا، تو وہ اس سمندر کی قدر ناشناسی کرے گا۔''

آہ! کہاں قطرہ اور کہاں سخاوت کا بحرِ ناپیدا کنار، یہ بے جا اعتراضات سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بے مثال کردار کو داغدار نہیں کر سکتے۔

ایک اور شاعر نے بہت ہی خوب دادِ سخن دی ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ السَّيْفَ يُنْقَصُ قَدْرُهٗ
اِذَا قِيْلَ اَنَّ السَّيْفَ اَمْضٰی مِنَ الْعَصَا

''جب یہ کہا جائے کہ تلوار لاٹھی سے زیادہ کاٹ والی ہے، تو یہ مشابہت دے کر اس نے تلوار کی قدر کم کی ہے، لہٰذا ان معترض لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھریں، بلکہ ان کو توجہ کے قابل نہ سمجھا جائے۔''

ہم تو دشمن کو بھی بس اتنی سی سزا دیتے ہیں
زباں سے کچھ نہیں کہتے نظروں سے گرا دیتے ہیں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر وارد کیے گئے اعتراضات کا جائزہ، اعتراض کہ قصاص نہ لیا تھا:

(اعتراض نمبر ۱) یہ ہے کہ حضرت عثمان نے عبید اللہ بن عمر پر قصاص نافذ نہ کیا تھا، جب کہ انہوں نے ہرمزان کو قتل کیا تھا۔

(اعتراض کا جواب) اس اعتراض کا جواب یوں ہے کہ قاعدہ ہے: ''اَلسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ'' جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی بادشاہ ہے، مقتول کے خون کا ولی بن کر کیونکہ ہرمزان کا اور کوئی مسلمان ولی نہ تھا، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کے بعد حضرت عثمان نے اپنے مال سے اس کی دیت ادا کر دی تھی۔ [1]

ابن عربی تو اس اعتراض کا کافی و شافی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱: پہلی بات تو یہ ہے کہ ہرمزان کے قتل اور جفینہ اور ابولؤلؤ کی بیٹی کے قتل کے واقعہ میں اضطراب ہے، اس کی سند درست نہیں۔

۲: دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس قصہ کو درست تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار سے

[1] تاريخ الملوك والامم ابن جوزی: ٤/ ٢٣٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس بارے میں مشورہ طلب کیا، انہوں نے کہا، مسلمان کو کافر کے عوض قتل نہیں کیا جا سکتا، اس لیے اس کے عوض دیت دے دی، اس کے بعد یہ اعتراض نہیں رہتا، کہ ہرمزان کے قصاص میں حضرت عبیداللہ کو کیوں نہ قتل کیا گیا، قصاص کی نوبت ہی نہ تھی، صرف دیت ہی دینا تھی اور یہی حق تھا، کیونکہ عبیداللہ کو اندیشہ تھا کہ ہرمزان بھی حضرت عمر کے قتل میں ملوث ہے اور یہ قتل خطا میں آتا ہے جس کی دیت ہے بہرصورت قصاص نہیں۔

اقرباء پروری کا اعتراض:

اعتراض یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو عہدوں پر فائز کیا تھا، انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو والی بنایا، عبداللہ بن عامر بن کریز، مروان، ولید بن عقبہ کو عامل بنایا اور مروان کو افریقہ سے حاصل ہونے والے مال کا پانچواں حصہ دیا۔

اس اعتراض کی تردید یوں ہے کہ ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ تمام اعتراضات باطل اور بے سند ہیں۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو والی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نہیں بلکہ شام کے تمام علاقے کا سربراہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تو فقط انہیں اسی طرح پر برقرار رکھا تھا کیونکہ وہ صلاحیتوں کے مالک تھے اور عبداللہ بن کریز کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہی سربراہ مقرر کیا تھا، وجہ یہ ہے کہ یہ بڑا کریم النسب اور لیاقت و صلاحیت والا انسان تھا، اس کی پھوپھیاں اور خالائیں سب بہت اچھی اور نامور تھیں۔

اور ولید بن عقبہ کے بارے میں سربراہ مقرر کرتے ہوئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں انہیں اس لیے سربراہ مقرر نہیں کر رہا کہ یہ میرے بھائی ہیں، میں انہیں اس لیے سربراہ بنا رہا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ام حکیم کے بیٹے اور ان کا نسب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کے ساتھ جڑتا ہے اور یاد رہے کہ سربراہ مقرر کرنا ایک اجتہادی معاملہ ہے، اس کے عزل و نصب میں حاکمِ یا خلیفہ وقت کو اختیار ہوتا ہے، دیکھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے سپہ سالار اور فاتح کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ پر ان سے کم درجہ کو سپہ سالار بنا دیا۔

باقی رہی بات مروان کی تو یہ ایک بہت بڑے امام تھے، صحابہ و تابعین اور فقہائے اسلام نے انہیں کبار ائمہ میں شمار کیا ہے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کے فتویٰ کو قابل توجہ سمجھتے اور ان کی روایت پر اعتماد کرتے ہیں اور کم عقل مؤرخ اور بے دانش ادیب ان پر طعن و تشنیع کے نشتر چلاتے ہیں جبکہ ہر ایک اپنی قدر و ہمت کے مطابق ہی بات کرتا ہے۔

اور ولید پر جو شراب کی حد کا معاملہ ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو شراب نوشی پر حد لگائی تھی جب کہ وہ امیر تھے اور بعد میں انہیں معزول کر دیا، جب کوئی گناہ سے تائب ہو جائے، تو ایسے گناہ سے اس آدمی کی عدالت و دیانت پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن ابی سرح کو سرپرست بنانے پر اعتراض کرنا کہ انہیں سرپرست کیونکر بنایا تھا، حالانکہ یہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

یہ درست ہے کہ پہلے مرتد ہوئے لیکن بعد میں انہوں نے توبہ کی، اسلام کی طرف لوٹ آئے اور اچھے اسلام والے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے، انہوں نے نیکوکاروں کی مانند راہِ اللہ میں جہاد کیا اور حالتِ اسلام میں ہی دنیا سے رخصت ہوئے اور توبہ کے بعد عدالت وثقاہت پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو جلاوطن کرنے کا الزام:

اعتراض ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ربذہ جگہ جو مدینہ سے باہر ہے ادھر جلاوطن کر دیا تھا۔ اس کا جواب یوں ہے کہ یہ بہتان ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی پر ظلم ہے اور یہ بہت ہی منکر اور گناہ والی بات ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پیکر عدل وحیا ہیں، وہ کسی عام آدمی کے ساتھ بھی ایسا سلوک نہیں کر سکتے، کجاوہ اتنے فاضل اور بزرگ صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا غیر انسانی سلوک کرتے، جس کے وہ کسی طرح بھی مستحق نہیں، کہ آپ رضی اللہ عنہ انہیں کوئی معمولی گزند اور تکلیف پہنچائیں، بلکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی مرضی سے گئے تھے۔

مذکورہ واقعہ خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زبانی ہی سماعت فرمائیں، زید بن وہب کہتے ہیں، میں ربذہ کے قریب سے گزرا تو میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آپ یہاں کس طرح آئے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں بتاتا ہوں۔ میں شام کے علاقہ میں تھا، درج ذیل کے بارے میں میرے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان بحث ہوئی، ارشاد باری ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ﴾ (التوبہ: ٣٤)

''اور وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو جمع کرتے اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو۔''

حضرت معاویہ کہتے ہیں: یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی تھی، حضرت ابوذر کہتے ہیں، میں کہتا تھا، یہ اہل کتاب کے بارے میں بھی نازل ہوئی اور ہمارے بارے میں بھی نازل ہوئی ہے، ہمارے اس اختلاف رائے کا ذکر حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کی طرف لکھا، تو حضرت عثمان نے مجھ سے کہا، ابوذر! میرے پاس آجاؤ، میں حضرت عثمان کے پاس آیا، تو لوگ اس طرح میرے اردگرد سے بکھر گئے، جیسے کہ یہ مجھے پہچانتے ہی نہیں، میں نے اس بے رخی کی شکایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کی، تو انہوں نے مجھے اختیار دے دیا کہ ابوذر جہاں چاہو رہو، میری طرف سے کوئی پابندی نہیں، اس طرح میں میری اپنی مرضی سے ربذہ میں آیا ہوں۔ [1]

عبداللہ بن صامت کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غفار قبیلہ کے گروہ کے ہمراہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اس دروازے میں سے داخل ہوا، جس میں سے ان کے پاس کوئی نہ جاتا تھا، اس لیے ہم ڈرتے ہی گئے کہ کہیں وہ برا نہ مان جائیں، تاہم حضرت عثمان تک پہنچے، انہیں سلام کہا، اور پہلا سوال ہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان سے یہ کیا۔ اے امیر المومنین! تم نے ان لوگوں کو مجھ سے دور بھگایا ہے، واللہ! میں کوئی خارجیوں میں سے تو نہیں

[1] ابو نعيم تثبيت الامامة: ١٣٩، حديث صحيح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں، جو کہ گمراہ فرقہ ہے، میں تو ان کے قریب بھی نہیں آنا چاہتا۔

امیر المومنین! اگر آپ مجھے حکم دیں، تو میں اپنی سواری پر کہیں نکل جاؤں اور اس پر سفر کرتے کرتے مسافرانہ زندگی گزار کر موت کی آغوش میں چلا جاؤں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوذر! ہم نے تمہاری طرف یہ پیغام، کہ تم میرے پاس آؤ اس لیے بھیجا تھا، ہمارے مدنظر تمہاری بھلائی ہے، ہم تو آپ کو اپنے قریب اور ہمسائیگی میں رکھنا چاہتے ہیں، باقی جو تمہاری مرضی ہو، ہم تمہاری رضا کے ساتھ راضی ہیں، تمہارا فیصلہ ہمارا سر ماتھے پر۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے یہاں رہنے کی کوئی ضرورت نہیں اور ربذہ میں جانے کی اجازت طلب کی! مجھے ربذہ جانے دو، حضرت عثمان نے کہا، ٹھیک ہے، ہماری جانب سے آپ کو جانے کی اجازت ہے، بلکہ ہم آپ کے تعاون کے طور پر آپ کی خوراک کا بندوبست بھی کر دیتے ہیں کہ صدقہ کے جانور صبح وشام چرنے کے لیے آتے ہیں، ہم ان کے چرواہوں سے کہہ دیں گے کہ وہ تمہارے پاس لے جایا کریں تاکہ آپ ان سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، ابوذر کے لیے اس کے اپنے اونٹوں کا ریوڑ ہی کافی ہے، جانے لگے تو پکارتے ہوئے کہا: اے قریش! تم اپنی دنیا کے مال و زر کو سینہ سے لگاؤ، ہمیں اس کی کوئی حاجت نہیں، ہمیں ہمارے دین پر نگہبانی کرنے کے لیے تنہا چھوڑ دو۔ [1]

غالب قطان کہتے ہیں، میں نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا، کیا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان نے مدینہ سے جلاوطن کیا تھا؟ انہوں نے کہا، بالکل نہیں، اللہ کی پناہ، انہوں نے نہیں نکالا تھا بلکہ حضرت ابوذر خود گئے تھے۔ [2]

جب کوئی یہ کہتا کہ حضرت عثمان بن عفان نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے جلاوطن کیا تھا، تو محمد بن سیرین رحمہ اللہ سخت برہم ہوتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے باہر نہیں نکالا بلکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ خود تشریف لے گئے تھے۔ [3] یہ اس بے جا اعتراض کی حقیقت ہے جو آج تک اس پیکر باصفا پر کیا جاتا ہے۔ ثابت ہوا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے خود جانا چاہا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں زبردستی ربذہ کی جانب نہ نکالا تھا۔

قرآنِ پاک جلانے کا اعتراض:

اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کو جلا دیا تھا۔ اس اعتراض کا حل اور اس کی وضاحت خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کی اور اس کا مسکت جواب دیا ہے، فرماتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کر کے مشورہ طلب کیا، کہ بتاؤ جو لوگ قرآن پاک کی تلاوت میں اختلاف کر رہے ہیں، اس بارے میں کیا کیا جائے، ہر ایک دوسرے سے ملتا اور کہتا ہے، میرے الفاظ کی تلاوت دوسرے سے بہتر ہے۔ یہ بات بہت ہی خطرناک ہے، یہ

[1] طبقات: ٤/ ٢٣٢، ابن شبه، تاريخ المدينه: ٣/ ١٠٣٦، حليه ابى نعيم: ١/ ١٦٠.

[2] ذهبى تاريخ الاسلام، ابن شبه: ٣/ ١٠٣٧.

[3] ابن شيبه: ٣/ ١٠٣٧، اسناده حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختلاف تو امت کو کفر کی عمیق غار میں ڈال دے گا، ضرور اس کا سد باب ہونا چاہیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا، میرا مشورہ یہ ہے کہ میں لوگوں کو مصحف کی ایک قراءت پر جمع کرنا چاہتا ہوں، کیوں کہ اگر آج تم اس میں اختلاف کرتے رہے تو تمہارے بعد یہ اختلاف مزید شدت اختیار کر جائے گا، ہم سب نے بہ یک آواز کہا، آپ کی رائے بہت ہی خوب ہے، پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے روبرو ایک متفقہ مصحف باقی رکھا اور دیگر تمام مصاحف جلا دیئے، یہ مصحف انہوں نے تنہا نہیں جلایا بلکہ ہم سب کی متفقہ رائے شامل تھی، اس کام پر صحابۂ کرام کا بمع حضرت علی رضی اللہ عنہم اجماع ہے، پھر اسے موردِ الزام ٹھہرانا عقل و دانش سے پرے بات ہے۔''[1]

حکم بن عاص کو بلانے کا اعتراض:

اعتراض کیا جاتا ہے کہ حکم بن عاص کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے باہر نکال دیا تھا اور سیدنا عثمان نے اسے واپس بلا لیا۔ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا اور نہ ہی اس کی کوئی سند ہے اور اصل ہے، یہ بے اصل داستان ہے۔

بے دریغ عطیات دینے کا اعتراض:

اعتراض کیا جاتا ہے کہ صدقہ کے مال سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو بے دریغ عطیات سے نوازتے تھے۔ یہ ایک اس قدر بودا اعتراض ہے کہ لوگوں نے برا مانا اور حضرت عثمان صدقہ کا مال نوازشات کی نذر کرتے رہے، یہ ایسی غلط بات ہے کہ اس کی تردید کی بھی ضرورت نہیں، تاہم ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے اس کی بہت عمدہ تردید کی ہے۔ فرماتے ہیں: یہ اصولی بات ہے کہ ایک آدمی کسی مصلحت کے کام سے بے خبر ہے اور دوسرا آدمی مصلحت کو جانتا ہے، جو نہیں جانتا اسے ہم جاننے والے کے خلاف بطورِ حجت قبول نہیں کر سکتے۔

اب غور فرمائیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت تھے، وہ رعایا کی مصلحت کے پیش نظر ایک کام کرتے ہیں، اسے انکار کرنے والے نادانوں کی طعن وتشنیع سے گھائل نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ان کی بہ نسبت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی رعایا کی بہتری زیادہ جانتے اور ان سے زیادہ صلاح وفلاح کے ماہر تھے، دنیا میں کوئی دور بھی جاہلوں اور حق کے منکروں اور بے علم لوگوں سے خالی نہیں رہا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رعایا کی مصلحت کے لیے جو کچھ بھی کیا، کسی ناداں کے انکار کی وجہ سے اسے سبب الزام نہیں بنایا جا سکتا، یہ واقعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پیش آیا لیکن اعتراض کرنے والوں کا منہ بند نہیں کیا جا سکتا۔

جنگِ حنین میں بہت زیادہ مالِ غنیمت حاصل ہوا، ''جعرانہ'' مقام پر آپ تشریف لائے، جتنے بھی نومسلم تھے، یہ مال مصلحت کے تحت ان میں تقسیم کر دیا اور آپ نے انصار کو کچھ نہیں دیا، حتی کہ بعض نوجوان بول ہی پڑے، اے اللہ

---

[1] منهاج السنة: ٦/ ٢٥٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے رسول! دشمن کا خون ہماری تلواروں سے ٹپکتا ہے اور مالِ غنیمت سے آپ دوسروں کو نواز رہے ہیں۔

یہ وفاؤں کے دیپ جلانے والے کبھی بولنے والے نہ تھے، بولنے کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اس معاملہ کی گہری مصلحت سے ناآشنائی تھی، جب آپ نے مصلحت بیان کی کہ میں انہیں اسلام پر استقامت دلانا چاہتا ہوں، تو سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصلحت کے تحت اپنے پیغمبر (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اقتدا میں رعایا میں مال تقسیم کیا، یہ کوئی غلط تقسیم نہیں تھی۔ [1]

حضرت عمار اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو زدوکوب کرنے کا الزام:

اعتراض ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو مارا اور خصوصاً حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مار مار کر ان کی انتڑیاں پھاڑ دیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اتنا مارا کہ ان کی پسلیاں توڑ دیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مارنے کا کوئی ثبوت نہیں، یہ سفید جھوٹ اور بہتان کا طوفان ہے، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی پسلیاں توڑنے کا واقعہ بھی باطل، جھوٹ کا پلندا اور بے اصل بات ہے، اور یہ بھی بہتان ہے کہ حضرت عثمان نے دو برس تک ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے عطاو بخشش روک لی تھی۔ یہ تمام باتیں بے دست و پا ہیں۔ [2]

امام بن تیمیہ رحمہ اللہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: سیدنا ابن مسعود اور عمار رضی اللہ عنہم کو مار پڑنا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مارنا کوئی قابل اعتراض عمل نہیں مارا ہو یا نہ مارا ہو، تینوں اہل جنت میں سے ہیں، ہمیں اعتراض کی کیا ضرورت پڑی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے دوست اور متقی لوگ تھے، ہمارا اعتراض کرنا کسی کام نہیں آئے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اس وقت درہ مارا جب وہ آگے چل رہے تھے اور لوگ ان کے پیچھے تھے، یہ ٹھاٹھ دیکھ کر درہ مار کر فرمایا، یہ انداز آگے چلنے والے اور پیچھے چلنے والے دونوں کے لیے ذلت کا باعث ہے۔ [3] اس طرح یہ عظیم اصحاب تھے ضرورت کے تحت انہیں بھی ہاتھ چلانا پڑتا۔ اور جو عمار اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان کے مارنے کا معاملہ ہے، تو یہ بالکل جھوٹ کا پلندہ ہے، اگر بالفرض صحیح بھی ہوتا تو بھی کوئی اعتراض والی بات نہ تھی کیونکہ یہ کام ان متقی اور باصفا لوگوں کے جنتی ہونے میں رکاوٹ نہ تھا۔

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع کا حق ادا کیا:

اہل مصر سے ایک آدمی آیا اور حج ادا کیا، اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، پوچھتا ہے، یہ کون لوگ ہیں؟ اسے بتایا گیا، یہ قریش کے لوگ ہیں، پوچھا ان میں سے جو شیخ نظر آرہے ہیں، ان کا کیا تعارف ہے؟ اسے بتایا گیا، وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

---

1. تثبیت الامامۃ: ۱۴۹، منقول از سیرت و حیاۃ ذوالنورین مجدی فحی: ۹۴.
2. تثبیت الامامۃ: ۱۵۱.
3. منھاج السنۃ: ۳/ ۱۹۲، ترطیب الافواہ سے منقول ہے: ۱۴۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب وہ ان کے پاس آیا اور سامنے بیٹھ کر کہتا ہے۔ میں آپ سے چند ایک سوال کرنا چاہتا ہوں، اس کا جواب دینا اور برا نہ ماننا، اس نے کہا، آپ جانتے ہیں، میدانِ احد سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھاگ گئے، حضرت ابن عمر نے کہا، ہاں درست ہے، وہ بھاگ گئے تھے۔

اس نے کہا، آپ کو یہ بھی علم ہے، وہ جنگِ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے، حضرت ابن عمر نے کہا، ہاں، یہ بھی ٹھیک ہے، وہ میدانِ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے۔ اس نے کہا، آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان (صلح حدیبیہ میں جو بیعت ہوئی تھی) اس میں شریک نہ ہوئے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا، ہاں، یہ بھی بالکل درست ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان سے غیر حاضر تھے، یہ سن کر وہ مصری کہتا ہے: ''اللہ اکبر! اشارہ تھا کہ اتنی بڑی کوتاہیاں ہوئیں، پھر بھی حضرت عثمان پر تنقید نہ ہو!! تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا، مصری! آؤ میں تمہیں ان اعتراضات کی وضاحت بتاتا ہوں۔

کلیجہ تھام لو کہ میری باری آئی

تم نے جو یہ کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احد کے دن میدان سے بھاگ گئے تھے، یہ قصور تو اللہ تعالیٰ نے ان سے معاف کر دیا ہے اور تم اب بھی معاف نہیں کر رہے!!۔ تم نے جو کہا ہے کہ وہ بدر کی جنگ سے غائب رہے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی بیوی جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر حضرت رقیہ بیمار تھیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو خود اجازت دی تھی کہ تم شریک معرکہ نہ ہونا، اپنی بیوی کی تیمار داری کرنا، تمہارے لیے اتنا ہی اجر ہے، جتنا شریک جنگ ہونے والوں کا ہے، اور آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو باقاعدہ غازی تصور کرتے ہوئے، انہیں مال غنیمت کا حصہ بھی دیا تھا۔ تم نے جو کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان میں حاضر نہ تھے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے قریشیوں کے پاس اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا اور یہ ایک اعزاز تھا، اگر کوئی مکہ کی وادی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ معزز ہوتا، تو یقیناً آپ اسے بھیجتے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفیر کی حیثیت سے مکہ والوں کے ہاں جا چکے تھے کہ اچانک بیعت رضوان پیش آ گئی اور اس اعزاز پر تمام عزتیں بھی جھوم جاتی ہیں، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی عدم موجودگی میں ملا، بیعت لیتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر بیعت کے لیے رکھتے ہوئے فرمایا: ''اپنے دو ہاتھوں میں سے میں ایک ہاتھ کو اپنا ہاتھ اور دوسرا حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیتا ہوں اور عثمان کی بیعت لیتا ہوں۔'' اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مضبوط اعتماد کا اظہار کیا۔''

یہ تینوں باتیں بتا کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس مصری آدمی سے کہا، لو اب ان باتوں کو اپنے پلّے باندھ لو اور جا کر دوسروں کو بھی بتانا کہ ان کے دل بھی صاف ہوں۔ [1]

[1] بخاری: ۳۶۹۸، ترمذی: ۳۷۰۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ خطاب جو خون کے آنسو رلاتا ہے:

حضرت ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں محصور و محدود تھے کہ بلوائیوں نے باہر آنا بند کر دیا تھا اور ہم آپ کے ساتھ تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باہر جھانکتے اس حال میں کہ رنگ غم کی وجہ سے متغیر تھا، فرمایا:

تم لوگ مجھے ابھی قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہے ہو، ہم نے دلاسہ دلاتے ہوئے کہا:

امیر المومنین! تمہیں ان کے مقابلہ میں اللہ ہی کافی ہے، ان کی کیا جرأت ہے کہ یہ قتل کریں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ لوگ میرے قتل کے درپے کیوں ہو رہے ہیں، جب میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے فرمایا:

کسی مسلمان کا خون صرف تین وجوہات کی بنا پر بہانا جائز ہے۔

۱: اسلام لانے کے بعد کفر کرے تو اسے قتل کیا جائے گا، بشرطیکہ وہ توبہ نہ کرے۔

۲: جب کوئی مسلمان شادی شدہ ہونے کے بعد بدکاری کرے خواہ مرد ہو یا عورت، تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔

۳: کسی کو ناحق قتل کرے، تو اسے قصاص میں قتل کیا جائے۔

اللہ کی قسم! میں نے کبھی جاہلیت میں بھی زنا نہیں کیا اور جب سے مجھے اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے ہمکنار کیا، اس وقت سے لے کر ساری کائنات مجھے دین کے مقابلہ میں ہیچ نظر آتی ہے، میں اس سے برگشتہ ہونے کا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا، اور نہ ہی میں نے کسی جان کو ناحق قتل کیا ہے، اس لیے میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، تم مجھے کس جرم کی بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو، بتاؤ تو سہی!![1]

جب گھر سے جھانک کر کہا:

ابو عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ ہوا، تو گھر کے اوپر ایک چبوترا سے جھانک کر لوگوں کو خطاب کیا اور کہا، میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں، جواب درست دینا اور میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تصدیق چاہتا ہوں، کیونکہ یہ عظمت کے نشان ہیں، کہا، بتاؤ، تمہیں علم ہے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رومہ کنواں کھدوا کر اس کا پانی عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دے اسے اس کے عوض جنت حاصل ہوگی، میں نے کھدوا کر خریدا اور اسے وقف عام کر دیا، لوگوں نے اس کی تصدیق کی۔ پھر کہا، کیا تم جانتے ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، جو تبوک کے غزوہ کے لیے جانے والے لشکر کو تیار کرے، میں اسے جنت کی خوشخبری سناتا ہوں، تو میں نے اسے تیار کیا تھا، لوگوں نے اس بات کی بھی تائید کی، کہا پھر نہ جانے یہ لوگ میرے خون کے کیوں پیاسے ہیں![2]

خون نہ کردہ ایم کسے رانہ کشتہ ایم
جرمم ہمیں کہ عاشقِ روئے تو گشتہ ایم

[1] ابو داؤد: ٤٥٠٢، احمد: ١/ ٦١، نسائی: ٧/ ٩١، واسنادہ صحیح.

[2] بخاری تعلیقاً: ٢٧٧٨، یہ شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''نہ تو کسی کا خون بہایا نہ کسی کو میں نے قتل کیا ہے، میرا جرم صرف یہ ہے کہ تیرے چہرے کا چاہنے والا ہوں۔''

پیکر صبر و رضا کی شہادت کی داستانِ خونچکاں:

سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے گھر کے گرد جب بلوائیوں نے گھیرا تنگ کر دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے گھر کے پاس جمع ہوئے، اور اسلحہ بند ہو گئے کہ ان بلوائیوں کا مقابلہ کریں، یہ صورتِ حال دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ان جانباز ساتھیوں سے حاکمًا کہا:

تم میں سے میرا سب سے زیادہ بہی خواہ وہ ہے جس نے اپنا ہاتھ اور ہتھیار بلوائیوں پر حملہ کرنے سے روک لیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا جوش دفاع:

جب دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تلوار نیام سے نکالے حضرت ذوالنورین کے دفاع کے لیے آرہے ہیں، تو آپ نے ان سے کہا: ابوہریرہ! اگر تم نے میری وجہ سے ایک آدمی بھی قتل کیا تو گویا آپ نے اتنا سنگین جرم کیا کہ تمام لوگوں کو قتل کیا ہے۔

ان کے دفاع کے لیے مورچہ بند ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نوجوانوں حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت ابن عمر، اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے کہا: اے نوجوانانِ رعنا! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور اس کے نام سے مطالبہ کرتا ہوں کہ میری وجہ سے انسانوں کو مارنا تو دور کی بات خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہانا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دفاع کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوائیوں نے اپنے گھر میں محصور کر دیا تو انہوں نے اپنا دروازہ بند کر لیا تھا، ان حالات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہتھیار اٹھائے آئے، اور ان کے ساتھ ان کے لختِ جگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی اسلحہ اٹھائے ہوئے تھے، جب دروازہ کے قریب آئے، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ابا جان باہر تشریف فرما ہیں اور سلام کہتے اور عرض کرتے ہیں:

میں آپ کی نصرت و حمایت کے لیے حاضر ہوا ہوں، آپ جو بھی حکم دیں میں اس پر عمل پیرا ہوں گا، یہ پیغام پہنچا کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان کے پاس سے باہر آئے اور اپنے ابا جان کو حضرت عثمان کا پیغام پہنچاتے ہیں، کہ ابا جان! امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کو سلام پیش کرتے اور کہتے ہیں، میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں، خونریزی اور قتل و غارت گری کی مدینہ رسول میں کوئی ضرورت نہیں۔ یہ سن کر اپنی براءت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی سیاہ رنگ کی پگڑی سر سے اتار کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے کی چوکھٹ پر رکھ دیتے ہیں اور پکار کر یہ آیت پڑھتے ہیں:

﴿ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝﴾ (یوسف: ۵۲)

''یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ (حضرت عثمان) جان لیں کہ میں نے ان کی عدم موجودگی میں ان سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

خیانت نہیں کی، یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کی تدبیر کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔"

یوں اظہار یکجہتی فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی واپس چلے گئے۔ (البقرہ: ۱/ ۴۳۱)

اے عثمان رضی اللہ عنہ! آپ کا پیکر ہی کس قدر خوبیوں کا خزانہ ہے۔ تمہاری رحمدلی ہر سو چھائی ہے اور تمہارے عطیات بڑے اور چھوٹے تک پہنچے ہیں، خادم کو بھی اتنا نوازتے اور وہ اتنا نصیبا حاصل کرتا تھا کہ وہ بے فکر آرام کی نیند سوتا تھا۔

بے یار و مددگار خلیفہ:

آہ! غور فرمائیں، خلیفہ بذاتِ خود بڑھاپے کی عمر میں ظلم و ستم کی تاریک شب میں بے یار و مددگار ہے اور ان کے نصیب میں یہ ہے کہ ان کے نحیف و لاغر جسم سے خون کے قطرات ٹپک رہے ہیں کہ مسلمان سلامتی اور عافیت سے رہیں، یہ کس قدر ستم کی بات ہے، اس پر آنکھیں جس قدر بھی اشک بار ہوں کم ہیں، ایک ظالم و گنہگار ستم گر عہد شکن اور بد ذات کے ہاتھوں اس بزرگ عمر رسیدہ خلیفہ کی جان قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے، لیکن ان کی رحمدلی قوم کی بہتری کے لیے اب بھی بے تاب ہے، ان کی حیاتِ فانی میں ان کا رحمدلی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ان کے سلوک اور طرزِ عمل کے خوش رنگ موتی اچھالتا ہوا تادمِ آخر اسی طرح موجزن رہا، حتیٰ کہ اپنی جان کی قربانی دے دی اور قتلِ عام سے سب کو بچا لیا، جب اس رحمدل خلیفہ کا یہ ایثار غیروں کے ساتھ ہے، تو پھر طبعی بات ہے کہ ایسے رحم پرور آدمی کی حالت اپنے اعزہ و اقارب کے ساتھ کس قدر خوب ہوگی، ہماری اس بات کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود فرمائی ہے، فرماتے ہیں: "اَوْصَلُنَا لِلرَّحِمِ عُثْمَانُ" ہم میں سے سب سے زیادہ، زیادہ صلہ رحمی والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صلہ رحمی کرنے اور رشتہ داری جوڑنے میں ممتاز مقام رکھتے تھے، کوئی دوسرا ان کا ہم پلہ نہیں۔ [1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلعتِ خلافت نہ اتارنے کا حکم دیا تھا:

خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس عظمت کے سامنے تمام عظمتیں سرنگوں ہیں اور ان کے لیے یہی عظمت کافی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے کہا، اے عثمان! اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی قمیض پہنائے گا، اگر منافقوں کا گروہ اسے اتارنا چاہے تو "فَلَا تَخْلَعْهُ حَتّٰى تَلْقَانِیْ" اسے اس وقت تک اتارنا نہیں، جب تک مجھ سے ملاقات نہیں ہوجاتی، یعنی موت قبول کر لینا خلافت چھیننے والوں کے حوالے خلافت نہ کرنا۔ [2]

مبارک ہو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو صد آفرین ہے ان کی وفا شعاری کو، انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر پوری جانفشانی اور محنت سے پہرا دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بھرپور جدوجہد اور تگ و تاز پر مشتمل حیاتِ مبارکہ کا یہ اتنا بلند مینار ہے کہ تمام سازشیوں کی مغروریاں اس کے دامن میں گر جاتی ہیں اور خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حلیمی کوہ قاف کی چوٹی پر نظر آتی ہے۔

---

1. صلاح الامة: ٦/ ٦٢، سید حسین.
2. احمد، ترمذی، ابن ماجه، حاکم، ابن حبان، صحیح ہے، صحیح الجامع: ٧٩٤٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پیش گوئی فرما چکے تھے، کہ جب میری امت کے لوگ غرور والی چال چلیں گے اور بادشاہوں اور بڑے بڑے کجکلاہوں کے بیٹے ان کے خدمتگار ہوں گے، مراد فارس اور روم کے شاہوں کے بیٹے، تو اس وقت ان کے شر پسند اور شورش پسند لوگ ان کے بہتر اور اہل دانش لوگوں پر غالب آجائیں گے۔ [1]

آپ نے سلطنت اسلامیہ کی عظمت کی خاطر لڑائی سے گریز کیا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف سازش تیار کرنے والے اصل میں دین، اسلامی سلطنت اور امتِ مسلمہ میں سے ہر ایک کے بدخواہ تھے، جو کہ خلیفۂ راشد کی مخالفت کی آڑ میں ان تینوں اہم ستونوں کو گرانا چاہتے تھے، حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مدنظر اس وقت اہم ترین بات یہ تھی اور دل کے جذبات پر ایک ہی ذمہ داری غالب اور ایک ہی مقدس مشن تھا کہ دولتِ اسلامی کی ہیبت اور دھاک برقرار رہے اور ہر طرح سے اس کی حفاظت کی جائے۔ لیکن یہ فتنہ پرور تخریب کار اور بغاوت و سرکشی کے آلہ کار سلطنتِ اسلامی کے قلعہ میں دراڑیں ڈالنا چاہتے تھے اور اس کی چوٹیاں زمین بوس کرنے کے تمنائی تھے۔ جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وسیع سلطنتِ اسلامیہ کو مضبوط کرنے کو اپنا فرض اولیں تصور کرتے تھے، اور یہ ان کی زندگی کا مقدس مشن تھا، وجہ یہ ہے کہ خلیفۂ راشد نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا عہد دوررس نگاہ سے بھانپ لیا تھا کہ میں نے اسی کا پاس ولحاظ رکھنا ہے، اس لیے اس ذمہ داری کو عزم نو کے ساتھ اٹھایا اور عمدہ انداز سے اسے پورا کیا۔ جو خلیفۂ راشد کی بلند ہمتی اور قوتِ ارادی کی مضبوطی معلوم کرنا چاہے، تو کرسکتا ہے کہ شورش بپا کرنے والوں کے خلاف لڑائی کی فرصت بھی تھی اور ان کے قتل کرنے کے اسباب بھی موجود تھے اور انہیں ختم کرنا کوئی غیر قانونی کام بھی نہ تھا، اس کے باوجود خلیفۂ راشد خود اپنی جان پر کھیل گئے، بلوائیوں کو نیست و نابود نہیں کروایا، یہ ان کی جلالتِ شان اور دلربا کردار کی آن ہے اور ان کی پختہ خیالی کی خوبصورت تصویر ہے، جو ہر ایک کو نظر آتی ہے۔

شورش پسند آخرکار یہ مطالبہ کرتے ہیں اور خونریز جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، شور وغل اٹھاتے اور یہ دستاویز پیش کرتے ہیں کہ حضرت عثمان یا تو معزول ہوجائیں، نہیں تو پھر قتل کردیئے جائیں، صرف دو ہی باتیں ہیں، تیسری کوئی نہیں۔ ایسے دہلا دینے والے بلاخیز حالات میں بھی جب کہ عقل رختِ سفر باندھ لیتی ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حیران کن ثابت قدمی اختیار کرتے اور معزول ہونے سے انکار کرتے ہیں اور خلعتِ خلافت کسی دوسرے کو پکڑانے کے لیے تیار نہیں۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ شورش برپا کرنے والوں نے محاصرہ کر رکھا ہے، اور مطالبہ کر رہے ہیں، یا معزولی یا شہادت، جس شخص سے یہ مطالبہ کیا جارہا ہے، وہ اسّی (80) سال کی عمر سے تجاوز کرچکا ہے، اس عمر میں تو جاہ و منصب کا طمع بھی نہیں رہتا اور نہ ہی بزرگی کی چاہت ہوتی ہے اور نہ ہی ایسے ہلاکت خیز اور پُرخطرات اور ہلا دینے والے خوفناک سیل رواں کے سامنے ٹھہرنے کی سکت ہوتی ہے، کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عثمان نے جاہ و منصب پر براجمان رہنے کے لیے جان دی تھی، یہ بات ظلم ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے معزول ہونے سے انکار اس لیے کیا کہ انہوں نے رسول

---

[1] ترمذی عن ابن عمر، صحیح الجامع: ۸۰۱، یہ صحیح ہے، البانی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا پیمان پورا کیا تھا، کیونکہ دنیا میں یہ ایک انوکھے قسم کا تاریخ ساز عہد تھا، حضرت عثمان نے جس کی پاسداری کی۔

اہل دنیا کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس عادت باوفا کا پہلے علم نہ تھا، نہ ہی کسی کے وہم و گمان میں تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلافت پر ڈٹ جائیں گے، یہ ہیرا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تواضع اور حیا کے پردہ میں چھپا ہوا تھا، جو نصف النہار کے آفتاب کی مانند چمک اٹھا، اس قسم کے جوہر اسی قسم کی آزمائشوں کے وقت ہی جگمگایا کرتے اور آزمائشوں اور ابتلا کے سمندروں کی تہوں سے طلوع ہوا کرتے ہیں۔

خلیفہ ثالث کا کردار ہی درست ہے:

ایک فتنہ پرور گروہ جو شرع، عقل، قانون ہر ایک کے حکم کی دھجیاں بکھیرتا ہوا شورش بپا کرتا ہے، کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دولت اسلامی کی خلافت وعزت ان کے ہاتھ میں تھما کر اسلام کا دامن ان کے خونخوار پنجوں میں پھنسا کر انہیں اسے تارتار کرنے کے لیے چھوڑ دیتے، کیا یہ درست تھا، ہم ہزار بار کہیں گے، یہ ہرگز درست نہ تھا، بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کردار ہی درست تھا۔ ہمارے اس موقف کی تائید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے بھی ہوتی ہے، یہ واقفِ حال بیان فرماتے ہیں، اے عثمان! ''اسلام میں نئی رسم پیدا کرنا کہ جس کا جی چاہے وہ اٹھے اور حکومت گرا دے جو خلعتِ خلافت تمہیں اللہ تعالیٰ نے زیب تن کرایا، اسے مت اتارنا، اسے زیب تن ہی رکھنا۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفا شعاری اور جانثاری دیکھئے، یہ بلوائی سامانِ خورونوش روک لیتے ہیں اور اپنی گرہ خاص سے رومہ کا آب شیریں والا کنواں جو انہوں نے خرید کر مسلمانوں کے لیے ہدیہ میں جاری کیا تھا، آج اس سے پانی کا گھونٹ تک پینا بند کر دیا ہے اور چالیس دنوں تک آپ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا، جس گھر میں بند تھے وہاں سات سو کے قریب انصار ومہاجرین بھی اندر موجود تھے اور بہت سارے غلام بھی، جو جان کی بازی لگانے پر آمادہ اور اپنے محسن کے اشارہ ابرو پر کٹ مرنے کے لیے آمادہ وتیار تھے، اگر آپ رضی اللہ عنہ انہیں اپنے دفاع کا کہہ دیتے، وہ ان فتنہ پردازوں کا نام ونشان مٹا دیتے۔ لیکن اس کے برعکس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، میں تمہیں قسم دیتا ہوں، اگر کوئی میرا کچھ خیر خواہ ہے اور مجھے حقدار سمجھتا ہے، تو میرا بھی خواہ وہی ہوگا جو اپنا ہاتھ روک لے اور میں شکریہ کے ساتھ اسے اپنے گھر جانے کی اجازت دیتا ہوں اور ان حالات میں جب کہ خونخوار ظالموں کے ہاتھ پر موت رقص کرتی نظر آرہی تھی، سخاوت کا انداز اپناتے ہوئے اعلان فرمایا۔ میرا جو غلام اپنی شمشیر کو نیام میں ڈال لے گا وہ آزاد ہے۔

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صبح ہوئی تو لوگوں کو بتایا کہ میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عثمان! آج روزہ ہمارے پاس آکر افطار کرنا۔ صبح ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روزہ کی حالت میں تھے اور اسی دن انہیں شہید کر دیا گیا۔ [1]

---

[1] البدایہ والنہایہ: ۷/ ۱۹۰.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آہ! یہ کس قدر بلند ہمتی ہے کہ خلیفۂ راشد نے اپنا خون پیش کر دیا، لیکن امت کو خونریزی سے بچا لیا اور خود شہادت پا گئے، لیکن سلطنت اسلامی کی ہیبت پر آنچ نہ آنے دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آدم علیہ السلام کے بہتر قرار پانے والے بیٹے کا کردار پسند کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اور اس کے وعدوں کا اعتبار کرتے ہوئے اور اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شوقِ ملاقات کی امید پر اس آیت مبارکہ کی تصویر بن گئے۔

﴿اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝۲۹﴾

(المائدہ: ۲۹)

''میں ارادہ کرتا ہوں کہ تو میرے اور اپنے گناہ کے ساتھ لوٹے تاکہ تو دوزخ والوں میں سے ہو جائے اور ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔''

قرآن کا دوست قرآن سے الوداع ہو رہا ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے خواب کی سچائی کا مکمل یقین تھا کہ یہ سچا خواب ہے، انہیں پختہ خیال تھا کہ میں عنقریب ایک دائمی شادمانی سے ہمکنار ہونے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جنت کی وسعتوں میں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں جگہ پانے کے لیے ہمیشہ کے سفر پر روانہ ہونے والا ہوں۔ اب ظالموں نے ان پر حملہ کر دیا جب فتنہ پرور لوگوں نے ان کی ہتھیلی پر وار کیا اور ہاتھ کٹ گیا تو کہا: واللہ! یہ پہلا ہاتھ ہے جس کے سرخ خون شہادت نے قرآنِ پاک کی آیات رقم کی ہیں، کیونکہ ان کے خونِ شہادت کے قطرے، اس فرمان الٰہی پر ٹپکے:

﴿فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۱۳۷﴾ (البقرہ: ۱۳۷)

''عنقریب تجھے اللہ تعالیٰ ان سے کفایت کرے گا، وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔''

آہ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عزم و ارادہ یہی تھا کہ خلافت کا علم جو انہوں نے اپنے ہاتھ میں تھام رکھا ہے، وہ سرنگوں نہ ہونے پائے، اور اپنے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ایزدی میں حاضر ہو کر اس خالق حقیقی سے اس طرح ملنا چاہتے تھے کہ ان کے ہاتھ پر کسی مسلمان کے ناحق خون کا ایک قطرہ بھی نہ لگا ہو، بلکہ قتل جیسے کبیرہ گناہ سے بری ہوں۔

جب ان کی روح بہشت کی بلندیوں کی جانب محو پرواز ہوگی اور ان کے جسم اطہر سے نکل کر ملاء اعلیٰ کی جانب اڑ رہی ہوگی کسی کے دوست یا رشتہ دار بوقت مرگ نزدیک ہوتے ہیں، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جسم کتاب اللہ سے وابستہ تھا اور قرآن پاک ہی ان کا دوست تھا، جس پر ان کا جسم فدا ہوا اس سے بڑھ کر اور کون صدیقِ باصفا اور رفیق باوفا ہو سکتا ہے؟! یہ ایک ایسا شرف ہے جو قرآنِ پاک نے اپنے فدائی خلیفہ کو بخشا ہے، جس نے انہیں یگانۂ روزگار بنا دیا ہے اور ایسی نگرانی کہ انہیں بے مثال فداکار مشہور کر دیا، شاعر دادِ سخن دیتا ہے:

ضَحُّوْا بِاَشْمَطَ عُنْوَانُ السُّجُوْدِ بِهِ
یُقَطِّعُ اللَّیْلَ تَسْبِیْحًا وَّقُرْآنًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''انہوں نے اس سیاہ وسفید بالوں والے کو قربان کر دیا، جس پر سجدہ کی علامت نمایاں تھی، جو تسبیح خوانی اور تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے رات بسر کر دیتے تھے۔''❶

ایسے قرآن کے پروانے کے آج انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

جو رکے تو کوہِ گراں تھے ہم جو چلے تو جان سے گزر گئے

راہ وفا ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

حضرت ذوالنورین کے دفاع کی ذمہ داری خود رب نے لی ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں اور دوستوں کی ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد ان کے خلاف بولنے والی زبانوں کے خلاف دفاع کی ذمہ داری خود لے رکھی ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ﴾ (الحج: ۳۸)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دفاع کا وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر ایک خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں کرتے۔''

حدیث قدسی میں آتا ہے:

((مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ))❷

''جو میرے دوست سے دشمنی رکھے گا، میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔''

(ایک اعتراض) یہ بھی ہو سکتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کا دفاع کرتا، اور ان کے دشمن سے اعلان جنگ کرتا ہے، تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت کیوں کر دفاع نہ کیا؟

(اس کا حل) میں کہتا ہوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک بہت بڑا دفاع ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق جو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہادت کی بشارت سنائی تھی وہ نصیب فرمائی، جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ان کی وفات کے بعد دفاع کی بشارت ہے کہ ان کے قاتلوں کی جب روزِ قیامت اپنے رب کے پاس ملاقات ہوگی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید ہونے کی وجہ سے محفوظ رہیں گے، اور ان کے سفاک قاتل عذاب میں جکڑے ہوں گے، اس کی دلیل سنئے۔

خلیفۂ ثالث کے سفاک قاتلوں کا انجام:

ابو قلابہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، میں شام کی جانب سفر کے دوران ایک قافلہ کا رفیق سفر تھا، میں نے ایک آدمی کی دلدوز چیخ و پکار سنی، وہ کہہ رہا ہے، ہائے افسوس، میرے لیے دوزخ کی آگ ہو، میں اس کے پاس آیا، تو میں نے دیکھا

❶ صلاح الامة: ٦/ ٦٤.

❷ بخاري عن ابي هريرة، كتاب الرقاق، باب التواضع.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کے دونوں ہاتھ اور کمر کے قریب سے دونوں پاؤں بھی کٹے ہوئے ہیں، آنکھوں سے اندھا اور چہرہ اوندھا کیے چل رہا ہے۔ میں نے اس سے حقیقت حال پوچھی، ایسا کیوں ہوا ہے؟ اس نے کہا: میں بھی ان آدمیوں میں سے ایک ہوں جو حضرت عثمان کے گھر کے گھیراؤ کے دن محاصرہ کرنے والے تھے، جب میں انہیں مارنے کے لیے قریب ہوا، تو ان کی اہلیہ چلانے لگیں، میں نے انہیں تھپڑ رسید کیا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، ظالم اس بیچاری پر دستِ ظلم کیوں اٹھاتا ہے، اللہ تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھ کاٹ دے اور تیرے پاؤں بھی کاٹ دے، اور تیری آنکھیں اندھی کر دے اور تجھے دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں داخل کرے۔ بس اسی وقت مجھ پر کپکپی طاری ہوئی، میں بھاگتا ہوا باہر دوڑا، اس وقت سے میری یہ حالت ہے، حضرت عثمان کی پوری بددعا مجھے لگ چکی ہے، صرف دوزخ میں جانے والی باقی رہ گئی ہے۔ میں نے کہا، ہلاکت ہو تیرے لیے دور چلا جا، مجھ سے۔ [1] یزید بن حبیب کہتے ہیں: ان لوگوں کی اکثریت جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش لے کر اٹھے پاگل ہوگئی تھی۔ [2]

خلیفہ ثالث کا کردار تابناک رہے گا:

عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ جو دنیا سے کوچ کر گئے، یہ دنیا میں اہل ایمان کا دفاع ہے، انہوں نے ایسی تابناک، بھرپور اور کارناموں سے معمور زندگی بسر کی، جو کہ ایثار و قربانی، جہاد و عدل، سماحت و سخاوت اور تواضع و فضل سے بھرپور ہے۔

دنیا سے کوچ کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جسد با مسعود سے خون کے وہ قطرات ٹپک رہے تھے، جن میں سے ہر ایک خون کی بوند میں اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و الفت کی مشک عنبریں کی چاشنی اٹھ رہی تھی۔

آہ! جب یہ خلیفہ راشد دنیا کو الوداع کہہ رہا تھا، اس کا خون ہر آیتِ قرآنی میں ڈھل رہا تھا، ہاں، ہاں، یہ ذوالنورین جب دنیا سے جا رہے تھے، تو ویسے ہی نہیں بلکہ اسلام کی جھولی میں بے شمار خدمات کے تمغے سجا کر جا رہے تھے۔ خبردار! جب تک ہمارے پیکر خاکی میں روح متحرک ہے، ہم صدیاں بیت جانے کے باوجود ان کے یادگار کارناموں کو دہراتے رہیں گے اور ان کے جلیل القدر کردار کو کبھی بھی بھول نہ سکیں گے، ہماری دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا ہے، اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور خصوصاً سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی ہوں۔ آمین یا رب العالمین!

---

[1] الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ للطبری: ۵۰۷.

[2] مجمع الزوائد: ۱۴۵۵۳، طبرانی اسنادہ حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

4

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی کے اہم نقوش

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وہ یکتائے عصر ہیں، جن کی پیشانی پر عظمت کا سب سے اہم تاج سجا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! کیا تم یہ سن کر راضی نہ ہوں گے کہ تم میرے نزدیک وہی مرتبہ رکھتے ہو جو موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کا مقام و منصب تھا۔

((اِلَّا لَا نُبُوَّةَ بَعْدِیْ))

''مگر یہ یاد رکھنا میرے بعد نبوت ختم ہے۔ یعنی میرے بعد خلیفہ ہوں گے نبی نہ ہوں گے۔''

ہاں، ہم جس ہستی کی حیات مبارک کے صفحات کی ورق گردانی کرنا چاہتے ہیں، ان کا اسم گرامی حضرت علی بن ابی طالب ہے، وہ ایک بطل اسلام، حیدر کرار ہیں، جن کی زندگی کا ہر صفحہ آفتابِ کردار بن کر چمک رہا ہے، زہد و ورع، خشیتِ الٰہی، ایثار و قربانی، مال و جان سے جہاد کرنے اور قلب و قالب اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں سے معمور رکھے ہوئے ہیں۔

یہ وہ متقی شخص ہیں، جن کی پرورش اسلام کے دامن میں ہوئی اور ان کی نشو و نما کے لیے آسمان سے وحی آبِ حیات بن کر انہیں سیراب کرتی رہی، اور پھر یہ ایک پھول چمنستانِ دنیا سے نمودار ہوا جس کی عمدہ خوشبو نے کائنات کے گوشے گوشے کو معطر کر دیا، آج تک ہم ان کی سیرت عطر ریز کے جھونکوں سے نیکی کی خوشبو سونگھ رہے ہیں۔ اور ان کی زندگی کی مشک عنبر زمانے بیت جانے کے باوجود بھی ہر گوشۂ عالم میں مہکار پیدا کر رہی ہے۔ اور اہل دنیا کو بتاتی رہے گی کہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت کس بلند نہج پر کر گئے، کہ جس طرح آسمان کے ستارے لوگوں کو تاریکی میں راہ دکھاتے ہیں، اسی طرح یہ آسمان نبوت کے دمکتے ہوئے ستارے اللہ تعالیٰ کی راہ دکھاتے ہیں، ایسا کیونکر نہ ہوتا، جو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت خود رب جل و علا نے کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت یافتہ امت اور قوم کی پرورش اس طرح کی کہ صدیاں بیت گئیں، مگر زمانہ کی صدہا کروٹیں ان کے کردار کے ماہتاب پر گرد نہیں ڈال سکے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ابھی چھٹے برس میں داخل ہوئے، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر کفالت آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل نام چھوڑ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگ آپ کو صادق اور امین کے نام سے پکارتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زانوئے ادب طے کرتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے نقوش ان کی زندگی کی راہنمائی کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ اور روشن ضمیر اور طرزِ عمل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ کی خصوصی صلاحیتیں اجاگر کرتا ہے، ظاہر ہے مربی کے معیار کے مطابق ہی تربیت یافتگان ہوتے ہیں، جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی عمر کی دس بہاریں دیکھ چکے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام دعوت دینے کا حکم ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دیتے ہیں، تو بچہ ہونے کے باوجود بچوں میں سے سب سے اول اسلام لانے والوں میں شمار ہوا، یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش ہی کا نتیجہ تھا۔ بچپن سے لے کر موت تک ان کی حیاتِ مبارکہ قرآنی تعلیمات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اطوار اور منہج کے عین مطابق گزری ہے۔

سبحان اللہ! یہ زندگی سراپائے برکت کیوں نہ ہو؟ کیونکہ اس میں نہ تو لڑکپن کی پھڑک تھی، نہ ہی شہوت رانی کی دھڑک تھی اور نہ ہی ہفوات و بکواس کی لعنت و پھٹک تھی، ان سب کمزوریوں سے پاک زندگی تھی، یہ زندگی کے ابتدائی دور سے گزرے، لیکن اس بچپن میں ہی بڑی عمر والے آدمیوں کا سا بوجھ آن پڑا تھا۔

سچائی کا پیکر:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بچوں والے کھیل کا کوئی حصہ نہ تھا، نہ تو دیہاتی بانسریوں کی پرسوز صدا تھی، نہ ہی رات کو افسانہ گوئی کرنے والوں کی نغمہ آرائی تھی کہ جن کو سن کر بچوں کے کان میں رس گھلتا تھے اور نوجوان کے دلوں میں وجد پیدا ہوتا تھا، حضرت علی کی زندگی اس سے پاک تھی، خالقِ قضاء و قدر نے ان کے کانوں کے رس گھولنے والی اور دل کے لیے وجد افزا کوئی اور ہی چیز مقدر کر رکھی تھی اور ایسے کلمات حیدرِ کرار کو سکھائے کہ روئے زمین پر انقلاب بپا کر دیا اور زندگی کا رخ بدل دیا، ہاں وہ چیز اس نوجوان کے کانوں میں رس گھولتی ہوئی اور اس کے دل میں وجد آفرینی پیدا کرتی تھی، جس کے ذریعہ اس جوانِ رعنا نے وہ کچھ حاصل کیا، جو دوسرا نہ کر سکا، وہ تھی اللہ تعالیٰ کی آیاتِ مبارکہ انہوں نے تازہ بتازہ قرآنِ پاک اس مبارک منہ سے سنا جو سچائی کا پیکر بلکہ مجسمہ صدق و صفا تھے۔

قابل احترام بھائیو! ذرا تصور کریں، جس سینہ علم خزینہ پر قرآنِ پاک نازل ہوا ہے، آپ اس ہستی کے پرسوز منہ سے اور نرم و گداز آواز میں قرآنِ پاک کی تلاوت سنیں تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی، انوارِ قرآنی جو مسلسل وحی کی صورت میں نازل ہو رہی تھیں، ان کے سائے میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات تازہ کا آغاز کیا، ان کی حیران کن نورانیت میں پرورش پائی اور ان آیات کی ترنم خیز صداؤں میں جھوم جھوم کر پروان چڑھے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی آیات کی تلاوت کرتے تھے، یہ دلربا منظر ایک فہم و ذکا کا پتلا نوجوان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا اور اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ہاتھ پھیلائے اس جنت کے دلکش پھل اور انگور توڑ رہا ہے۔ اور عذاب پر مشتمل آیات اس پرسوز سینہ سے دردخیز صدا بن کر باہر آتی ہیں، تو یہ انہیں سماعت کر کے اس طرح لرز جاتا ہے جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح شاخِ درخت پر بیٹھی چڑیا کو ہوا کا جھونکا حرکت دیتا ہے اور اتنا متاثر ہوتا ہے کہ اگر نماز کی جلالت اور اس کی عزت وحرمت کا خیال نہ ہو تو یہ جو آگ کی تپش دیکھ اور محسوس کر رہا ہے، اس سے کوسوں دور بھاگ جائے۔ ❶

بعض اہل علم بیان کرتے ہیں کہ جب وقت نماز آتا تو رسول اکرم ﷺ مکہ کی کسی گھاٹی میں چلے جاتے، اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد اور چچاؤں اور اپنی قوم سے نظریں بچا کر آپ ﷺ کے ساتھ ہو لیتے، دونوں مل کر وہاں گھاٹی میں نمازیں پڑھتے، اور جب شام ہوتی تو واپس لوٹ آتے، کافی عرصہ اسی طرح کرتے رہے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نماز ادا کر رہے تھے کہ اچانک ابو طالب ان پر نمودار ہو گئے اور رسول اکرم ﷺ سے کہا: اے بھتیجے! یہ کیا کر رہے ہو، یہ کونسا دین ہے، جس کی تم اطاعت کر رہے ہو؟ فرمایا: ''چچا جان! یہی وہ دین ہے، جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا ہے، اور فرشتوں اور پیغمبروں اور ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا بھی یہی دین ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے بندوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے، چچا جان! میری نصیحت کے سب سے زیادہ تم حقدار ہو، اور جو میں دعوتِ ہدایت دے رہا ہوں، آپ اس کے قبول کرنے کے بہت زیادہ مستحق ہیں اور آپ کا حق ہے کہ تم میری اس دعوت پر معاونت کرو۔ ابو طالب نے کہا، بھتیجے! صاف بات یہ ہے کہ میں اپنے آبا و اجداد کا دین تو نہیں چھوڑ سکتا اور نہ ہی ان کی رسوم کے خلاف چل سکتا ہوں، لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، جب تک میں زندہ ہوں، واللہ! تمہیں کوئی تنگ نہیں کر سکتا۔ پھر اپنے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: بیٹے! جس پر تم چل رہے ہو یہ کیسا دین ہے؟ انہوں نے کہا، ابا جان! میں یہ تو نہیں جانتا مجھے اتنا علم ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں، اور جو کچھ اللہ کے رسول لے کر آئے ہیں، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں، اور جو بھی آپ کہتے یا کرتے ہیں، میں اس کی اتباع کرتا ہوں تو ابو طالب نے اس کے جواب میں کہا، محمد ﷺ تجھے خیر ہی کی دعوت دیں گے اور ان کے ساتھ ہی رہنا، یہ کبھی غلط نہیں کریں گے۔ ❷

آپ ﷺ کے اوصاف کا عکس:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے گھر میں پروان چڑھے، اس لیے یہ آپ کے تمام اندرونی معاملات سے آگاہ تھے، اور آپ ﷺ کے احوال اور اخلاق و عادات کو قریب سے پڑھا تھا۔ آپ ﷺ کے ہم مشرب رہے تھے، اور تمام حرکات وسکنات، اور اخلاق و عادات کی آپ ﷺ سے تربیت پائی، چھوٹی عمر میں ہی پاکیزگی کا حسین لباس زیب تن کیا، اصنام پرستی سے کوسوں دور رہے بلکہ شروع ہی سے ان بتوں سے نفرت تھی۔

ساری زندگی نبی اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل میں مصروف رہے، وجہ یہ ہے کہ آپ ہمیشہ ان کے قریب رہے، وابستگی رہی اور تعلقِ خاطر رہا، آپ کی راحت و خدمت پر کاربند رہے، اور آپ ﷺ کے نورِ نبوت سے ہی روشنی حاصل کرتے

❶ خلفاء الرسول: ٤٧٣. ❷ سیرت ابن ہشام: ١/ ٢٠٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے، اور زیادہ تر آپ کی گھاٹ سے ہی پانی پیا، اس کے ساتھ ساتھ یادداشت کی قوت بہت تھی عقل وفہم وسیع پیمانہ پر رکھتے، اور ذکاوت اور تیز فہمی میں نادرۂ دہر تھے، شجاعت میں یگانۂ عالم، اور بے مثال قوتِ ارادی کے مالک تھے۔ یہ اوصاف حمیدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی کہ وہ زہد وسادگی، خوفِ خدا میں اور حق پر ٹھوس ثبوت رہنے اور اس پر ثابت قدم رہنے میں اور دعوتِ حق دینے میں وہی حیات جاوداں کے نقوش اپنائے جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں اجاگر کیے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی عزم، احتیاط، اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں شدت اور ٹھوس پن، اور معاملہ کو تیزی سے طے کرنا اور باطل کا سر توڑنا، اس میں کسی قسم کی مصلحت جوئی اور سستی سے کام نہ لینا وغیرہ اوصافِ عالیہ حاصل ہوئے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حق کی حمایت اور باطل کی شکست وریخت میں لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے سے بالکل نہ آشنا تھے، وہ ہر صورت میں باطل شکن اور ہر صورت میں حق کے طرفدار تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک رعایا کی سیاست دانی کے وہ اصول خواہ وہ اصول سیاست میں سے ہوں، اگر وہ دین اور اس کی فروعات سے میل نہ کھاتے ہوں، تو وہ رعایا کی بہتری کی صلاحیت کبھی نہیں رکھتے، ان کے نزدیک بہتر وہی اصول ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ ہیں، یا پھر آپ کے بعد آپ کے دو خلفاء، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیے ہیں، ان کے علاوہ کوئی اصول نہیں، خواہ وہ کتنے اچھے ہوں۔ [1]

وہ تمغے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ پر سجائے ہیں:

قارئین کرام! آیئے ہم حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل کا معطر گلدستہ پیش کرتے اور ان تمغوں کی تفصیل بتاتے ہیں، جو حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کے سینۂ حکمتِ خزینہ پر سجائے ہیں۔ سنئے!

چٹان ٹھہر جا تیرے اوپر شہید ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ حراء پہاڑ پر موجود تھے، اچانک ایک چٹان ہلنے لگی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چٹان حرکت مت کر، ٹھہر جا، تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور شہید ہے۔ [2]

عہدۂ قضا میں ثابت قدمی کی دعا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی جانب قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے ان لوگوں کی طرف قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں، جو مجھ سے زیادہ عمر رسیدہ ہیں، ممکن ہے، وہ مطمئن نہ ہو سکیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى مُثَبِّتٌ لِسَانَكَ وَيَهْدِيْ قَلْبَكَ)) [3]

---

[1] الخلفاء الراشدون: ۲۵۱۔ [2] مسلم: ۲٤۱۷، ترمذی: ۳٦۹٦۔

[3] احمد: ۱/ ۸۸، نسائی، فی الخصائص: ۳۵) یہ مجموعی سندوں سے صحیح ہے۔ (عدوی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو درست اور تمہارے دل کی راہنمائی فرمائیں۔"

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: سیدنا ابوبکر جنت میں جائیں گے، حضرت عمر جنت میں جائیں گے، حضرت عثمان جنت میں جائیں گے، حضرت علی جنت میں جائیں گے، حضرت طلحہ جنت میں جائیں گے، حضرت زبیر جنت میں جائیں گے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں جائیں گے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم جنت میں جائیں گے، حضرت سعید بن زید جنت میں جائیں گے، اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح جنت میں جائیں گے۔ (1)

علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں:

حضرت حبشی بن جنادہ سلولی، یہ حجۃ الوداع میں شریک تھے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، اگر مجھے کسی چیز کی ادائیگی کی ضرورت پڑے، تو میں خود یا علی اسے ادا کریں گے۔ (2)

باپ کو دفن کرنے میں شرکت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ابا جان ابو طالب جب فوت ہوئے تو میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے بوڑھے چچا فوت ہو گئے ہیں، کیا کروں؟ فرمایا: جاؤ، انہیں زیر زمین دفن کر دو، سیدھا میرے پاس آنا درمیان میں کوئی اور کام نہ کرنا، میں ابا جان کو دفن کرنے کے بعد حاضر ہوا، فرمایا: جاؤ غسل کرو اور سیدھے میرے پاس آؤ، کوئی اور کام نہ کرنا، میں غسل کے بعد حاضر ہوا، تو آپ نے میرے لیے بہت ساری دعائیں فرمائیں، مجھے بے شمار سرخ اور سیاہ اونٹ مل جائیں، مجھے اتنی مسرت و شادمانی نہ ہوگی، جتنا میں رسول اکرم ﷺ کی دعاؤں سے شاداں وفرحاں ہوا۔

اگرچہ فرض تو نہیں کہ میت کو غسل دینے والا خود غسل کرے یہ بہتر ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بھی میت کو غسل دیتے تو خود بھی غسل کرتے تھے۔ (3)

حضرت زرّ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے قسم ہے، اس ذات کی جس نے دانہ چیر کر انگوری نکالی اور روح پیدا کی، نبی اکرم ﷺ نے مجھے عہد دیا تھا کہ مجھ سے محبت وہی رکھے گا، جو مؤمن ہوگا، (نام کا نہیں کام کا مؤمن ہو) اور مجھ سے بغض وہی رکھے گا جو منافق ہی ہوگا اور ایماندار مجھ سے بغض نہیں رکھ سکتا۔ (4)

آپ ﷺ حضرت علی کے پاس:

حضرت ابن ابی لیلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سنایا کہ چکی چلا چلا کر ہاتھوں میں

(1) احمد، والضیاء عن سعید بن زید، صحیح الجامع: ٥٠، البانی.
(2) احمد: ٤/ ١٦٥، ترمذی: ٣٧١٩، صحیح الجامع: ٤٠٩١، حسن ہے، البانی.
(3) احمد: ١/ ١٠٣، مسند ابو یعلی: ١/ ٣٣٥، مجموعی سندوں سے حسن ہے۔
(4) مسلم: ٧٨، ترمذی: ٣٧٣٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آ بلے بن گئے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کی شکایت لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، کہ مشقت سے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں، کوئی غلام عطا فرما دیں، چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس، غلام آئے ہیں، یہ درخواست پیش کی کہ خدمت کے لیے کوئی لونڈی یا غلام عطیہ فرما دیں، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر پہ موجود نہ تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی خواہش کا اظہار کیا، اور خود واپس چلی آئیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کے بارے ان کا مطالبہ بیان کیا، یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے (سیدنا علی کہتے ہیں) ہم سونے کے لیے بستروں پر دراز ہو چکے تھے، آپ کو دیکھ کر میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی جگہ پر ہی رہو، لیٹے رہو، کوئی بات نہیں، یہ کہہ کر آپ میرے اور میری اہلیہ حضرت فاطمہ کے درمیان بیٹھ گئے، اتنے قریب تھے کہ آپ کے قدموں کی ٹھنڈک میرے سینہ پر محسوس ہو رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے تمہاری خواہش کا علم ہو چکا ہے، میں اسی لیے چلا آیا ہوں، کیا میں تمہیں تمہارے مطالبہ سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟! ہم نے عرض کی بتائیں، فرمایا: جب تم سونے کے لیے بستر پر قرار پکڑو، تو چونتیس (34) مرتبہ اللہ اکبر کہو، اور تینتیس (33) مرتبہ، سبحان اللہ کہو اور تینتیس (33) مرتبہ الحمدللہ کہو، یہ تمہارے لیے خادم کا مطالبہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔[1]

ابو تراب کنیت کی افضلیت:

ابن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مدینہ منورہ کا فلاں امیر منبر کے قریب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا بولتا ہے، یہ امیر آل مروان میں سے ایک آدمی ہے، اس نے حضرت سہل کو بلایا اور حکم دیا کہ حضرت علی کو گالی دو، حضرت سہل نے حضرت علی کو گالی دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس نے کہا، اچھا پھر یہ کہو کہ ابو تراب پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔

حضرت سہل نے کہا: میں یہ بھی نہیں کہنے والا، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب کنیت بہت پسند تھی، وہ تو بہت خوش ہوتے، جب انہیں ابو تراب کی کنیت سے پکارا جاتا، لہٰذا میں یہ کہہ کر بھی انہیں سب و شتم نہیں کر سکتا، اس آدمی نے سمجھا کہ ابو تراب بھی اگر حضرت علی کو کہا جائے، تو یہ بھی درست نہیں، اس لیے اس نے امیر کی شکایت لگاتے ہوئے کہا، کہ وہ انہیں ابو تراب کہتا ہے۔

اس کی یہ سادگی دیکھ کر حضرت سہل ہنس پڑے اور کہا، کہ ابو تراب کہنے سے حضرت علی کی تحقیر نہیں ہوتی، یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں کنیت سے نوازا تھا، اور یہ ان کے نزدیک سب سے پیارا نام تھا۔ ابن ابی حازم نے کہا: ”میں نے مزید اس بات کی کرید کرتے ہوئے عرض کیا، اے ابو عباس! یہ سہل کی کنیت تھی، ذرا تفصیل سے بتائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کس طرح ابو تراب کی کنیت سے نوازا تھا۔

---

[1] بخاري: ٣٧٠٥، مسلم: ٢٧٢٧، احمد: ١/ ١٣٦.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں داخل ہوئے، کوئی تو تکرار ہوئی بیوی سے ناراض ہوکر حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر چلے گئے اور مسجد میں لیٹ گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر آئے، بیٹی سے پوچھا، تمہارے چچا کا بیٹا علی کہاں ہے، انہوں نے کہا، کچھ تکرار سی ہوئی تھی جس کے بعد وہ باہر چلے گئے ہیں، دوپہر کا آرام بھی گھر نہیں کیا، شاید مسجد میں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے، تو دیکھا برہنہ کمر زمین پر دراز اور گردو غبار سے کمر آلودہ ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ان کی کمر سے مٹی صاف کی اور فرمایا: اے مٹی سے پیار کرنے والے (ابوتراب) اٹھو، پھر آپ انہیں گھر لے کر آئے۔ یہ سبب ہے، انہیں ابوتراب کی کنیت ملنے کا۔ ❶

غزوہ تبوک میں عارضی خلافت کا اعزاز:

مصعب بن سعد رحمہ اللہ اپنے باپ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے سفر پر روانہ ہوئے، تو پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آپ بچوں اور عورتوں میں نائب بنا کر جا رہے ہیں، لوگ مجھے طعنہ دیں گے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! کیا تمہیں یہ چیز پسند نہیں کہ تم میرے بعد اسی مرتبہ پر ہو، جو موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا، صرف یہ بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ❷

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تکلیف نہ دو:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ میرے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے، ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کچھ تنقید کی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سن کر تشریف لائے، رخِ تاباں سے غضب کا شعلہ اٹھ رہا تھا، جو نمایاں نظر آ رہا تھا، میں نے یہ حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے آپ کے غضب ناک ہونے کی پناہ طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی۔ ❸

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نمائندگی کا شرف:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کے خلاف اظہار بیزاری اور ذمہ داری کے اٹھ جانے کے اعلان کے لیے مکہ بھیجا، کہ یہ اعلان کر دینا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہ کرے اور نہ ہی کوئی برہنہ ہوکر بیت اللہ کا طواف کرے اور جنت میں صرف مسلمان جان داخل ہوگی، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سے بھی کوئی معاہدہ کیا ہوا ہے وہ جس مدت تک ہے، اس مدت تک اس کی پاسداری ہوگی، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں سے براءت و بیزاری کا اعلان کرتے ہیں، حضرت ابوبکر فرماتے ہیں، میں یہ پیغام پہنچانے کے لیے ابھی تین دن کا سفر ہی طے کر پایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملو اور جہاں

---

❶ بخاري: ٣٧٠٣. ❷ بخاري: ٤٤١٦، مسلم: ٢٤٠٤.

❸ مسند ابی یعلیٰ: ٢/ ١٠٩، فضائل الصحابة للاحمد: ١٠٧٨ حسن ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملاقات ہو جائے، انہیں میرے پاس بھیج دینا، اور جو پیغام رسانی میں نے ان کی ذمہ داری لگائی تھی، وہ پیغام مکہ والوں تک تم نے پہنچانا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا، اب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، تو آبدیدہ ہو کر عرض کرتے ہیں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میرے بارے میں کوئی غلط فہمی پیدا ہوئی ہے!؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پریشان نہ ہوں آپ کے بارے میں بہتری ہی پیدا ہوئی ہے، کوئی بری بات نہیں، پیغام پہنچانے کے متعلق مجھے حکم ہوا تھا کہ میں خود پہنچاؤں یا نسب اور رشتہ داری میں جو زیادہ میرا قریبی ہے، وہ پہنچائے، اسی لیے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نمائندہ مقرر کیا ہے۔[1]

کاتبِ معاہدۂ صلح حدیبیہ کا اعزاز:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ماہ ذوالقعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ ادا کرنا چاہا، تو اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی، تاہم چند نقاط پر صلح طے پائی، جب دستاویز کی تحریر ہونے لگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لکھو: یہ وہ دستاویز ہے، جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ طے کیا ہے۔ اہل مکہ کہنے لگے، ہم آپ کو محمد رسول اللہ تسلیم نہیں کرتے، اگر مانتے ہوتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تو ہم کوئی رکاوٹ نہ ڈالتے، یہ لکھو، محمد بن عبداللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اگرچہ میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں، تم محمد رسول اللہ مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد رسول اللہ مٹانے سے انکار کر دیا، میں یہ کبھی نہ مٹاؤں گا، وہ دستاویز خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک میں پکڑی، اسے مٹایا اور اس کی جگہ لکھا، جب کہ آپ اچھی تحریر نہیں کر سکتے تھے، یہ وہ دستاویز ہیں، جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح نامہ طے کیا ہے۔ کوئی بھی مکہ میں ہتھیار لے کر داخل نہ ہوگا، تلوار لے کر داخل ہو سکتا ہے، لیکن وہ بھی میان میں ہو، مکہ والوں میں سے مسلمان ہو کر اگر کوئی ان کے ساتھ جانا چاہے تو اسے لے کر نہیں جائیں گے اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے کوئی یہاں مکہ میں رہنا چاہے ساتھ نہ جانا چاہے یہ اسے لے جانے پر مجبور نہ کریں گے۔ معاہدہ کے تحت آئندہ سال جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں عمرہ کے لیے تشریف لائے، تو وہ تین دن کی مقرر کی ہوئی مدت پوری ہوئی، تو اہل مکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اپنے ساتھی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ وہ یہاں سے چلے جائیں، کیونکہ مدت پوری ہو چکی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جانے کے لیے روانہ ہوئے، تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی نے اے چچا جان! پکارتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلنے لگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بازو سے پکڑ لیا اور اپنی اہلیہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا، اسے اٹھا لو! یہ تمہارے چچا کی لختِ جگر ہے۔

[1] احمد: ۱/ ۳، مجموعی سندوں سے صحیح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کا فرمان علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں:

یہاں حضرت علی، حضرت زید، حضرت جعفر رضی اللہ عنہم کے درمیان کچھ جھگڑا سا کھڑا ہوگیا، حضرت علی نے کہا، اسے میں لیتا ہوں، کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور حضرت جعفر نے کہا، ایک تو یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، دوسرا اس کی خالہ میری بیوی ہے، اس لیے یہ میرے ہاں رہے گی، حضرت زید نے کہا، یہ میری بھتیجی ہے، اس لیے اسے میں لیتا ہوں۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کو اس کی خالہ کو دینے کا فیصلہ کیا، اور فرمایا: ''خالہ ماں کے قائم مقام ہے اور حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو، میں تم سے ہوں، حضرت جعفر کو یہ اعزاز دیا، تم جسم و جان اور اخلاق میں میرے مشابہ ہو۔ حضرت زید سے کہا، تم ہمارے مولا اور بھائی ہو۔ جب بچی جوان ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، آپ حمزہ کی بیٹی سے شادی کیوں نہیں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ میری رضاعی بھتیجی ہے، اس سے کسی صورت میرا نکاح جائز نہیں۔ [1]

تین بے مثال اعزازات کا ذکر:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے کہا، کہ تم ابوتراب یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کیوں نہیں کہتے؟ انھوں نے جواب دیا، کہ تین ایسے اعزازات ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہی عطا کیے ہیں، ان کے ہوتے ہوئے، میں ان کے متعلق بدگوئی کا ارتکاب نہیں کرسکتا، مجھے ان میں سے ایک عزت والا تمغہ سرخ قیمتی اونٹوں سے بھی زیادہ پیارا ہے، یہ تو پھر تین ہیں۔

غزوۂ تبوک میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عورتوں اور بچوں کی نگرانی پر اپنا نائب مقرر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں اپنا نائب بنا کر جا رہے ہیں، میرے لیے یہ اعتراض کی بات ہے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا آپ اس پر رضا مند نہیں کہ تمہارا وہی مقام و مرتبہ ہو، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا، صرف فرق یہ ہے کہ میرے بعد نبوت ختم ہے۔

فتح خیبر کی بشارت:

خیبر کے دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جھنڈا اسے تھماؤں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے رسول اس سے محبت رکھتے ہیں، ہم منتظر تھے، دیکھیں یہ کون خوش نصیب ہے؟ اسی انتظار میں رات گزار دی اور رات ختم ہونے کو نہ آتی تھی، صبح ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **''اُدْعُوا لِیْ عَلِیًّا''** میرے پاس علی کو لاؤ، انہیں بلایا گیا، تو ان کی آنکھیں خراب تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر لب مبارک لگائی اور انہیں جھنڈا تھما دیا، وہ لڑنے کے لیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں خیبر کی فتح نصیب کی۔

[1] بخاری: ٤٢٥١، ترمذی مختصر.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اہل بیت میں شمولیت:

یہ ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی، جس میں اہل کتاب کو مباہلہ کا چیلنج تھا:

﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ﴾ (آل عمران: ٦١)

''ان سے کہہ دو آؤ، ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں، تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔''

ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں، تم اپنی عورتوں کو بلاؤ، ہم بھی آتے ہیں، تم بھی آؤ، پھر ہم مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اس آیت کے اترنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور کہا:

''اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ اَهْلِيْ''

''اے میرے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔'' [1]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حدیث کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور صاحب تقویٰ ہونے کی بھی داد دینی پڑتی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے انہوں نے یہ حدیث سن کر ایک لفظ بھی مخالفت میں نہیں بولا، بلکہ مدینہ سے خاموشی کے ساتھ اپنے دارالخلافہ شام کی طرف روانۂ سفر ہو گئے۔ [2]

اپنی ان خوبیوں کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود منظوم بیان کرتے ہیں:

مُحَمَّدٌ النَّبِيُّ اَخِيْ وَصِهْرِيْ
وَحَمْزَةُ سَيِّدُ الشُّهَدَآءِ عَمِّيْ
وَجَعْفَرُ الَّذِيْ يُمْسِيْ وَيُضْحِيْ
يَطِيْرُ مَعَ الْمَلَآئِكَةِ ابْنُ اُمِّيْ
وَبِنْتُ مُحَمَّدٍ سَكَنِيْ وَزَوْجِيْ
مَنُوْطٌ لَحْمُهَا بِدَمِيْ وَلَحْمِيْ
وَسِبْطَا اَحْمَدٍ وَلَدَایَ مِنْهَا
فَاَيُّكُمْ لَهٗ سَهْمٌ كَسَهْمِيْ

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی اور میرے سسر بھی ہیں اور سید الشہداء اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے چچا ہیں اور جعفر طیار رضی اللہ عنہ جنہیں یہ مقام و مرتبہ ملا ہے کہ وہ فردوس اعلیٰ میں فرشتوں کے ساتھ صبح و شام محو پرواز ہیں، وہ میرے ماں جائے بھائی ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میری رفیقہ حیات اور سامان سکون

---

[1] مسلم: ٢٤٠٤، ترمذی: ٣٧٢٤، احمد: ١/ ١٨٥.

[2] خصائص کبریٰ نسائی: ٥٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

و راحت ہیں، اور میرا ان سے اتنا گہرا رشتہ ہے کہ میری اہلیہ کا گوشت پوست میرے خون اور میرے گوشت پوست سے وابستہ ہے، یعنی ہمارے آباء و اجداد ایک ہیں۔ احمد ﷺ کی مقدس نسل سے دو بیٹے حسن اور حسین میری اہلیہ سے مجھے حاصل ہیں، ہے کوئی دوسرا جسے میرے جیسا نصیب ملا ہو؟"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موت کے سائے میں شب گزاری:

قریش دارالندوہ (پارلیمنٹ ہاؤس) میں آپ ﷺ کے خلاف مزاحمت کی مہم تیز کرنے کے بارے میں سوچ بچار کے لیے جمع ہوئے ہیں، یہ سب شیطان کے چیلے، ابلیس کی سرکردگی میں جو کہ نجد کے ایک رئیس کی شکل وصورت میں ان کے سامنے نمودار ہوا، آپ کے خلاف آراء پیش کر رہے تھے، آخر کار ان کی رائے، اس بات پر مکمل ہوتی ہے جو کہ ابوجہل بن ہشام نے پیش کی تھی کہ، ہر قبیلہ سے ایک جوان لیا جائے، جو مضبوط ہو، حسب ونسب میں بھی بلند تر ہو، اور ہم میں سے بہتر ہو، اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک تیز دھار، قاطع تلوار تھما دی جائے اور انہیں یہ تربیت دی جائے کہ وہ حضرت محمد ﷺ پر یکبارگی حملہ آور ہوں، اور آپ کو قتل کر دیں، اس طرح ہی ہمیں جو آپ نے ہماری جان پر مصیبت ڈال رکھی ہے، اس سے راحت پاسکیں گے۔

اس طرح آپ کو قتل کرنے سے مختلف قبائل کے ذمہ آپ کا خون آئے گا، بنوعبد مناف ہر قبیلہ سے تو محمد ﷺ کا بدلہ لینے کے لیے طاقت نہ پاسکیں گے، آخر لاچار ہو کر دیت لینے پر رضامند ہو جائیں گے اور ہم دیت ادا کر دیں گے۔ یہ خونی فیصلہ طے پا چکا تھا، اس پر یک رائے ہو کر یہ لوگ بکھر گئے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے رات کا انتظار کرنے لگے۔ ادھر جبریل علیہ السلام رسول اکرم ﷺ کے پاس تشریف لا کر کہتے ہیں: "آج رات آپ نے اپنے اس بستر پر نہیں سونا، جس پر روزانہ محو خواب ہوتے ہیں، منصوبہ بندی کے مطابق دشمنوں نے ظلمتِ شب کے آغاز پر ہی اکٹھے ہو کر آپ ﷺ کے حجرہ مبارک کے دروازے کی گھات لگا کر نگرانی شروع کر دی، کہ جب نبی پاک خواب شیریں کے سمندر میں غوطہ زن ہوں، ہم اسی وقت آپ پر شب خوں مار دیں:

علی رضی اللہ عنہ آج تم نے میرے بستر پر سونا ہے:

رسول اکرم ﷺ نے جب حالات کا جائزہ لیا اور دشمن کے عزائم بھانپ لیے، تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا، اے علی! آج آپ نے میرے بستر پر سونا ہے اور میری یہ سبز رنگ کی حضر موت علاقہ میں تیار شدہ دھاری دار چادر اوڑھ لینا، اور بے فکر سو جانا، تمہیں دشمن کی جانب سے کوئی پریشانی نہیں پہنچے گی، یہ ہدایات آپ ﷺ نے اس لیے حضرت علی کو دی تھیں، کہ آپ ﷺ کا اسی چادر میں سونے کا معمول تھا اور اس کا فائدہ یہ تھا کہ دشمن شبہہ میں ہی رہے کہ یہ آپ ہی سوئے ہوئے ہیں، ان ہدایات سے فارغ ہو کر رسول اکرم ﷺ اپنے مکان سے باہر تشریف لاتے ہیں اور ان آیاتِ قرآنی کی زیر لب تلاوت فرما رہے تھے:

﴿يٰسٓ ۚ ① وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ ② اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ ③ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۭ ④ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۙ ⑤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّآ أُنذِرَ آبَآؤُهُمْ فَهُمْ غَٰفِلُونَ ۝٦ (یس: ١، ٦)

''قرآن حکیم کی قسم! یقیناً آپ پیغمبروں میں سے ہیں اور راہِ راست پر ہیں، اسے غالب آنے والے، رحم کرنے والے نے اتارا ہے، تاکہ تم اس کے ذریعہ اس قوم کو ڈراؤ، جن کے باپ نہیں ڈرائے گئے، اور وہ غافل ہیں، ہم نے ان کے سامنے بھی دیوار کر دی اور ان کے پیچھے بھی دیوار کر دی، ہم نے انہیں ڈھانپ لیا، وہ دیکھتے نہیں۔''

ان کی تلاوت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے مٹھی بھر کر پتھر پھینکے، ان میں سے ہر آدمی کے سر پر پتھروں کی گرد پڑی اور آپ ﷺ جہاں جانا چاہتے تھے، اس راہ پر گامزن ہو گئے، جو لوگ آپ کا حصار کیے کھڑے تھے، ان کے پاس باہر سے ایک آدمی آ کر پوچھتا ہے، یہاں تم کس کے انتظار میں کھڑے ہو؟ انہوں نے کہا، محمد ﷺ کے انتظار میں ہیں، اس نے کہا۔ اللہ کی قسم! اگر تم محمد کے انتظار میں ہو تو پھر ناکام ہو، وہ تو کب کے جا چکے ہیں، وہ تمہارے سروں پر خاک ڈال کر اپنے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔

ان میں سے ہر آدمی نے جب اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو دیکھا کہ وہ تو خاک سے اٹا پڑا ہے۔ پھر انہوں نے اندر جھانکا، تو کہنے لگے، واللہ! یہ محمد ﷺ اپنی چادر میں ملبوس آرام فرما ہیں، اصل میں اس چادر میں جو کہ رسول اکرم ﷺ کی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے، وہ صبح تک مطمئن رہے کہ یہ محمد ﷺ ہیں، جبکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر سے اٹھتے ہیں، تو انہیں یقین آیا کہ وہ آدمی سچ کہتا تھا کہ یہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور محمد ﷺ تو جا چکے ہیں۔ غیرت کے پیکر حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے لیے نبی اکرم ﷺ کی دعا ایک قلعہ ثابت ہوئی، وگرنہ اتنی مشکل ترین رات کی ساعتیں ہیں، جب وہ نبی اکرم ﷺ کے بستر مبارک پر شب بسری کرتے ہیں، یہاں وہ دعا ہی کام آتی ہے، بصورت دیگر صورتِ حال بہت ہی خطرناک تھی۔

آپ ﷺ کے بستر پر سونے کا صلہ:

ایک آدمی ایسے بستر پر سوتا ہے، وہ بستر، جس کمرے میں بچھا ہے، اسے علم ہے کہ اس کے دروازے پر خون آشام تلواریں تھامے وہ افراد موجود ہیں، جو بستر پر سونے والے کا سر لینا چاہتے ہیں، آہ! حضرت علی رضی اللہ عنہ اگر ایک رات نبی ﷺ کی خاطر آپ کے بستر پر بے چین ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کا صلہ عطا کرتے ہوئے اپنے نبی کی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ ان کے بستر کو سعادتوں کا مرکز بنا دیتے ہیں، جو اپنے کمال کی چادر میں لپٹی ان کے دامن میں رفیقۂ حیات کی حیثیت سے آتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ مبارکباد پیش کرتے ہیں، زرہ سے نوازتے ہیں اور جب فاطمہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر ان کے گھر کی ملکہ بنتی ہیں، وہ ایک تکیہ، ایک مشک، چھلنی، پیالہ، اور چکی لاتی ہیں، ایک ہی بستر ہے، رات اس پر آرام کرتے ہیں اور صبح اس پر اونٹنی کو چارہ ڈالتی، اور گھر کا کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتی ہیں۔ ہاں، ہاں، یہ مصائب، دنیا کے مال میں سے معمولی حصہ تھا، لیکن یہ کوئی کمی والی بات نہیں، ادھر یہ اعزاز حاصل ہو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رہا ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: فاطمہ، تم راضی ہو کہ میں اعلان کرتا ہوں، کہ تم اس امت کی ایماندار عورتوں کی جنت میں سردار ہو گی، کہا، کیوں نہیں، یہ کافی ہے۔ ❶

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے غضبناک کیا، اس نے مجھے غضبناک کیا۔ ❷

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک خاص اعزاز بیان کرتے ہیں۔

جنت جن کی راہوں کو تک رہی ہے:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جنت تین آدمیوں سے شوق ملاقات میں بے تاب ہے، جو کہ حضرت علی، حضرت عمار، حضرت سلمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ ❸

کہاں یہ آرام و راحت جنہیں زوال کا سیلاب بہالے جائے گا اور کہاں یہ کمال کا آفتاب جو تا ابد جگمگاتا رہے گا۔

حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے تابناک جہادی کارنامے:

حیدر کرار رضی اللہ عنہ تاریخ کی پیشانی پر راہ اللہ میں جدوجہد کرنے کے ایسے تابناک، نورانی اور محیر العقول واقعات رقم کر گئے ہیں، جو ہمیشہ جرأت و شجاعت کی دنیا میں نئی روح پھونکتے رہیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شوق شہادت کی جستجو و تلاش میں اسی طرح سرگرداں رہتے جس طرح کوئی تشنہ لب بے آب و گیاہ صحراء میں آبِ خنک وشیریں کی طلب میں کشاں کشاں پھرتا ہے۔

معرکۂ بدر میں حیدری کارنامہ:

جب غزوۂ بدر میں یہ شاہسوار راہِ اللہ پر روانہ ہوتا ہے، تو یہ کیفیت ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ جب ہم اور تم بدر کی جانب روانہ ہوتے ہیں، تو ہم ایک اونٹ پر تین تین سوار تھے، حضرت ابولبابہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سواری پر سوار ہوتے تھے، لیکن جب رسول اکرم ﷺ کی پیدل چلنے کی باری آئی، تو حضرت ابولبابہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ سوار ہی رہیں، ہم آپ کی جانب سے پیدل چلنے کی باری خود ادا کر دیتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا اَنْتُمَا بَاَقْوٰی مِنِّیْ وَلَا اَنَا بِاَغْنٰی عَنِ الْاَجْرِ مِنْکُمَا))

''بات یہ ہے کہ میں تم سے قوت میں کم تر نہیں ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ مجھے تم سے زیادہ اجر کے حصول کی ضرورت ہے، اس لیے میں اپنی پیدل چلنے کی باری خود ادا کروں گا۔'' ❹

❶ بخاری، مسلم. ❷ بخاری و مسلم.

❸ ترمذی، مستدرك، حسن، البانی، صحیح الجامع: ۱۵۹۸.

❹ احمد: ۱/ ۴۱۱، طیالسی: ۳۵۴، اسناده حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس شرف و جہاد کی سرزمین میں، جہاں وحشت سے زبانیں گنگ اور سروں کی کھوپڑیوں سے تلواریں ہم آہنگ تھیں، اس عظیم معرکہ گاہ میں ہمارے بطل حریت کا کارنامہ ہمیشہ یاد رہے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود ہی بیان کرتے ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ پہلے میدان میں اترتا ہے، اس کے بعد اس کا ایک بیٹا اور ایک بھائی میدان میں آتا اور للکارتا ہے، ہمارے مدمقابل کون آئے گا؟ یہ دھاڑ سن کر انصار کے نوجوانانِ رعنا لپک کر جاتے ہیں، وہ کہتا ہے، تم کون ہو؟ انہوں نے بتایا ہم انصار میں سے ہیں، اس نے کہا، تم ہمارے مدِ مقابل نہیں ہو، ہمارے مقابلہ میں ہمارے رشتہ دار آئیں۔ اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حمزہ اٹھو، علی اٹھو، عبیدہ بن حارث تم بھی اٹھو۔ یہ سنتے ہی تینوں بہادر میدان میں شیر کی للکار بن جاتے ہیں، حمزہ، عتبہ سے زور آزما ہوتے، علی شیبہ کے سامنے صف آراء اور حضرت عبیدہ بن حارث ولید کے مبارز ہوتے ہیں، حضرت حمزہ نے عتبہ کو مار گرایا اور حضرت علی نے شیبہ کو چت کر دیا، عبیدہ اور ولید گتھم گتھا ہوئے اور آپس میں زخمی ہو گئے، اپنے دونوں حریفوں سے فارغ ہو کر حضرت حمزہ اور حضرت علی ولید پر حملہ آور ہوئے اور اسے قتل کر دیتے ہیں اور عبیدہ کو میدان سے باہر اٹھا لاتے ہیں۔ [1]

قیس بن عباد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ تفسیر بیان فرمائی کہ اس آیت مبارکہ کے مصداق ہم ہیں:

﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ﴾ (الحج: ١٩)

''یہ دونوں جھگڑنے والے ہیں، جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑے ہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''روز قیامت میں سب سے پہلا شخص ہوں گا، جو رحمٰن کے سامنے دشمن سے جھگڑنے کے لیے گھٹنوں کے بل بیٹھوں گا، اور ہم تینوں مراد ہیں، میں یعنی علی، حمزہ اور عبیدہ یا ابوعبیدہ جنہوں نے بدر کے دن شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ سے مقابلہ کیا تھا، یہ سب اس آیت میں داخل اور رحمٰن کی حمایت میں لڑنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ [2]

حیدر کرار کا غزوۂ خندق میں جہادی کارنامہ:

عمرو بن عبدود بن عامر خندق کے دن دشمن کے لشکر جرار کا رئیس تھا، اس سے پہلے یہ معرکۂ بدر میں بھی شریک ہوا اور زخمی بھی ہوا تھا، اور جلتی پر تیل یہ امر تھا کہ یہ شکست کی زہر آلودگی کی کڑواہٹ بھی چکھ چکا تھا۔

یہ جوش میں ہوش سے پیدل ہو رہا تھا، اس نے جنگ بدر کے بعد یہ منحوس نذر مان رکھی تھی کہ جب تک میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل نہ کر لوں تب تلک سر پر تیل نہ لگاؤں گا۔

یہ مست ہاتھی کی مانند ہر چیز سے بے پرواہ ہو کر اپنے وجود پر خاص نشان سجائے کہ سب کو پتہ چل جائے کہ عمرو

[1] ابو داؤد: ٢٦٦٥، احمد: ١/ ١١٧.

[2] بخاری: ٣٩٦٥، مزی نے اطراف میں اس روایت کو نسائی کی جانب بھی منسوب کیا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کہاں ہے، اپنے ساتھ قریش کے شاہسواروں کو لیتا ہوا اور مسلمانوں کی جانب خراماں خراماں بڑھتا ہے، اور خندق کی جہاں تنگنائی تھی، وہاں کھڑا ہو جاتا ہے مبارزہ کی دعوت دیتا ہے، یہ سرتا پا لوہے میں غرق تھا، بار بار مقابلہ کے لیے للکارتا ہے ادھر سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس سے سامنا کرنے کا آرزو مند ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بیٹھ جاؤ، یہ کوئی معمولی بہادر نہیں یہ عمرو ہے۔''

اتنی دیر میں عمرو، پھر چنگاڑ کر کہتا ہے: کوئی ہے تو میرے مد مقابل آئے اور ساتھ ہی سرزنش کرنے اور عار دلانے لگا، مقابلہ میں کیوں نہیں آتے، اب تمہارا یہ دعویٰ کہاں گیا کہ ہم میں سے جو شہید ہوتا ہے، وہ جنت میں داخل ہوتا ہے، اب جنت کا کوئی طلبگار سامنے نہیں آرہا، اب کی بار حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر عرض گزار ہوئے، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیں میں دست آزمائی کروں، آپ نے فرمایا: ''علی! بیٹھ جاؤ، وہ پھر بیٹھ گئے، اب تیسری مرتبہ وہ فخریہ رجز خوانی کرتا ہے۔

وَلَقَدْ بَحَحْتُ مِنَ النِّدَاءِ
لِجَمْعِهِمْ هَلْ مِنْ مُّبَارِزِ

''میں نے بانگ دہل مسلمانوں کی جمیعت کو للکارا ہے، کہ میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا میدان میں آئے۔''

وَوَقَفْتُ اِذْ جَبُنَ الْمُشَجَّعُ
مَوْقِفَ الْقِرْنِ الْمُنَاجِزْ

''اور میں اس مقام پر مد مقابل اور ہمسر کو للکارتا ہوں جہاں پر بڑے بڑے دادِ شجاعت دینے والوں کے پتے بھی پانی ہو جاتے ہیں۔''

وَلِذَاكَ اِنِّيْ لَمْ اَزَلْ
مُتَسَرِّعًا قَبْلَ الْهَزَاهِزْ

''یہی وجہ ہے کہ اتنا بہادر ہوں کہ زلزلہ خیز مصائب سے پہلے ہی چابکدستی سے کامیابی کے ساتھ نکل جاتا ہوں۔''

اِنَّ الشُّجَاعَةَ فِيْ الْفَتیٰ
وَالْجُوْدَ مِنْ خَيْرِ الْغَرَائِزْ

''ایک نوجوان بہادر میں صفتِ شجاعت وسخاوت کا ہونا بہترین عادت ہے۔''

یہ سن کر حضرت علی پھر کھڑے ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے مبارزت کی اجازت مرحمت فرما دیں، آپ نے پھر فرمایا: ''علی، دیکھ لو، یہ عمرو ہے، جس کی بہادری کا سکہ عرب پر بیٹھا ہوا ہے، عرض کیا، اگرچہ عمرو ہے،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آپ اذن تو فرمائیں، اب رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معرکہ آرائی کی اجازت مرحمت فرمادی حضرت علی رضی اللہ عنہ عمرو کے مدمقابل پیادہ پا چلتے ہوئے یہ گنگنا رہے ہیں:

لَا تَعْجَلَنَّ فَقَدْ آتَاكَ
مُجِيْبُ صَوْتِكَ غَيْرُ عَاجِزْ
فِيْ نِيَّةٍ وَّبَصِيْرَةٍ
وَالصِّدْقُ مَنْجَى كُلِّ فَائِزْ
اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ اُقِيْمَ
عَلَيْكَ نَائِحَةَ الْجَنَائِزْ
مِنْ ضَرْبَةٍ نَجْلَاءَ يَبْقَىٰ
ذِكْرُهَا عِنْدَ الْهَزَائِزْ

''عمرو! جلد بازی کا شکار نہ ہونا، ایک تنومند تیری للکار کا جواب بن کر آ رہا ہے، اور وہ جذبات کے سیل رواں میں بہہ کر نہیں آ رہا، وہ خالص نیت لے کر آ رہا ہے، اور بصیرت کی راہ پر قدم رنجا فرما اور سچا عزم لیے میدان میں اتر رہا ہے، اور سچائی ہی ہر کامیابی کی اساس اور نجات کا دارومدار ہے، امید ہے کہ آج تیرے جنازہ پر نوحہ خوانی کرنے والی پر درد نوحہ کریں گی، جو آ رہا ہے، وہ ایسا ماہر شمشیرزن ہے، جو ایسے گہرے زخم کرتا ہے، جن کے تذکرے جنگوں میں یادگار ہوتے ہیں، انہیں کبھی بھلایا نہ جا سکے گا۔

یہ اشعار پڑھتے ہوئے، بہادرانہ انداز میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ عمرو سے مبارزت کے لیے چل پڑتے ہیں، اور اس کے قریب پہنچ کر یوں مخاطب کرتے ہیں:

اے عمرو! تو کہا کرتا تھا اگر کوئی تین شرائط پیش کرے تو میں ان میں سے ایک قبول کر لیتا ہوں، عمرو نے کہا، ہاں یہ میں کہا کرتا ہوں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، آج میں تیری بات کو تجھ پر پیش کرتا ہوں۔

میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ تو ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ'' کی گواہی دے دے اور رب کائنات کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ عمرو! نے کہا، بھتیجے، یہ مجھے نامنظور ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: واپس اپنے شہر میں چلا جا اور انتظار کر، اگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سچے ہیں، آپ غالب آئیں اور اس صداقت کی قبولیت کی وجہ سے دو عالم کی سعادتیں تجھے حاصل ہوں گی، اگر تیرے بقول جھوٹے ہیں، تو پھر ناکام ہوں اور تیری آرزو پوری ہو گی۔ عمرو نے کہا، میں واپس جا کر قریش کی عورتوں کے طعنے نہیں برداشت کر سکتا اور یہ ناممکن ہے، میں تو محمد ﷺ کو قتل کرنے کی نذر کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، واپس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر مقابلہ کے لیے تیار ہو جا، یہ سن کر قریش کا شاہسوار عمرو ہنسنے لگا، یہ اسی سالہ عمر رسیدہ گھوڑ اسوار

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تھا، اور سرزمین عرب پر اس کی شجاعت کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، یہ اعلان اس کی بہادری کے کوہِ گراں کے مقابلہ میں صحراء میں چھوٹا سا پتھر پھینکنے کے مترادف تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا، میں بہت حیران ہوں کہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی سرزمین عرب کا باشندہ مجھے اس طرح دعوت مبارزت دے گا، اور مجھے خوفزدہ کرنے کی جرأت پائے گا، مجھے بتاؤ! تم کون ہو؟ اپنا تعارف تو پیش کرو، حضرت علی نے کہا: میں علی ہوں، اس نے کہا عبد مناف کا بیٹا، کہا، میں علی بن ابی طالب ہوں۔

عمرو نے کہا، بھتیجے! میں تو تیرے چچاؤں میں سے سب سے عمر میں بڑا ہوں، تو ابھی کم سن ہے، میں تجھے قتل کرنا پسند نہیں کرتا، یہ میرے لائق نہیں، اس لیے چلا جا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: لیکن میں تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں، یہ بات اس پر بجلی بن کر گری، اور عمرو غصہ سے آتش بداماں ہوا، اور سواری سے نیچے اترا، اور تلوار سونت لی، اب یہ عمرو نہ تھا، بلکہ آگ کا گولہ تھا، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب لپکا اور غضب کی چنگاریاں اڑاتا ہوا حضرت علی کے سامنے آکر اور بازوئے شمشیر زن میں تمام توانائی سمیٹتے ہوئے حملہ کرتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے ڈھال سے روکتے ہیں، مگر وہ تلوار ڈھال کو چیرتی ہوئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر جالگتی ہے اور آپ زخمی ہو جاتے ہیں۔ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ عمرو کے کندھے پر وار کرتے ہیں، عمرو دولخت ہو کر زمین پر گرتا ہے، گرد و غبار اٹھنے لگا اور فلک شگاف نعرۂ تکبیر کی صدا بلند ہوتی ہوئی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی، لوگ جان گئے کہ حضرت علی کے ہاتھوں عمرو قتل ہو چکا ہے، اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

اَعَلِيُّ تَقْتَحِمُ الْفَوَارِسَ هٰكَذَا
عَنِّيْ وَعَنْهُمْ اَخِّرُوْا اَصْحَابِيْ
اَلْيَوْمَ يَمْنَعُنِيْ الْفِرَارَ خَفِيْظَتِيْ
وَمُصَمَّمٌ فِي الرَّاْسِ لَيْسَ بِنَابِيْ

"اے علی! تم اسی طرح شاہسواروں میں گھس جاتے ہو، میرے اور ان سواروں کے درمیان سے میرے ساتھیوں کو ہٹا دو، میں اکیلا ہی کفایت کروں گا۔"

آج قابل حفاظت چیز مجھے راہ فرار اختیار کرنے سے روک رہی ہے اور میرا عزم مصمم سوداء بن کر میرے سر میں سمایا ہے، وہ مجھ سے جدا نہیں ہوا۔"

یعنی:

ارادے جن کے پختہ ہوں، نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

عمرو کی لاش کو پاش پاش دیکھ کر اس دن عکرمہ نے بھی اپنا نیزہ پھینک دیا اور شکست خوردہ ہو کر میدان سے چلا گیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کیا عمدہ انداز پر کہا ہے:

فَرَّوَ اَلْقِیْ لَنَا رُمْحَهٗ
لَعَلَّكَ عِكْرِمُ لَمْ تَفْعَلِ
وَوَلَّيْتَ تَعْدُوا كَعَدْ وِالظَّلِيْمِ
مَا اَنْ يُحَرَّ رَعَنِ الْمَعْدِلِ
وَلَمْ تُلْوِ ظَهْرَكَ مُسْتَانِسًا
كَاَنَّ قَنَاكَ قَفَا فَرْعَلِ

"عکرمہ نے راہ فرار اختیار کی اور نیزہ پھینک کر بھاگ نکلا، عکرمہ تجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، تو اس طرح پیٹھ پھیر کر بھاگ رہا تھا، جس طرح شترمرغ کا بچہ اپنے واپسی کے رستہ پر بالکل سیدھا پلٹتا ہے، تو پیچھے پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا تھا، تیری گدی ایسے تنی ہوئی تھی، جیسے بھاگتے ہوئے بجو کی گدی ہوتی ہے۔"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا، اے علی! تم نے اس سے زرہ حاصل کرنا تھی، وہ عرب کی سرزمین میں بے مثال زرہ تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اے میرے چچا کے بیٹے!

اس نے بچاؤ کے لیے اپنی شرمگاہ کا سہارا لیا تھا، مجھے حیاء آئی اور میں زرہ لینا ہی بھول گیا، مشرکوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ ہم عمرو کی لاش کی دس ہزار قیمت دیتے ہیں اور وہ لاش ہمارے حوالہ کر دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خبیث لاش ہے، اس کا عوض بھی خبیث ہے، میں ایک پائی بھی نہیں لوں گا۔ [1]

فتح خیبر کے علمبردار حیدرِ کرار رضی اللہ عنہما:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر کے دن جو یہ اعزاز ملا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کل میں ایک ایسے شخص کو علم (جھنڈا) دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے ہاتھوں خیبر فتح بھی کر دے گا۔"

حیدر کرار کے سر پر فتح خیبر کا تاج:

اس کی تفصیل سماعت فرمائیں:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے روز، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کل میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں قلعۂ خیبر زیرنگیں ہوگا اور وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرتاپا محبت میں رچا بسا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ لوگ رات اسی کشمکش میں گزار دیتے ہیں کہ نامعلوم! وہ کونسا خوش نصیب ہے، جسے یہ جھنڈا ملے گا، اب صبح نمودار ہوتی ہے، تو ہر آدمی امیدوار ہے، شاید آج یہ اعزاز

[1] البدایہ والنہایہ: ٤/ ١٠٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی کلاہ اس کے سر پر سجے گی، جب لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امیدوں کا انبار لے کر جمع ہوئے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ بتایا گیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی آنکھیں خراب ہیں، آپ نے فرمایا: ''انہیں پیغام بھیجو، کہ میں بلا رہا ہوں، جب انہیں لایا گیا، تو آشوبِ چشم میں مبتلا تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعاء فرمائی اور لب مبارک آنکھوں پر لگائی، جس سے وہ بالکل صحت مند ہوجاتے ہیں، ایسے لگ رہا تھا، جیسا کہ انہیں کوئی تکلیف نہ تھی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جھنڈا تھما دیا، روانۂ سفر ہوتے ہوئے عرض کرتے ہیں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس وقت تک ان سے جنگ آزما رہوں گا، جب تک وہ ہماری مثل مسلمان نہیں ہوجاتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اپنے مشن پر روانہ ہوجاؤ اور دشمن کے سامنے میدان میں جب صف آراء ہو، تو انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ کون کون سے حقوقِ الٰہی ان کے ذمہ واجب ہیں، واللہ! اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ اگر ایک آدمی کو بھی راہِ ہدایت پر گامزن کردے تو یہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ایک ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں خیبر فتح کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے آج تک کبھی امارت وعہدہ کی تمنا نہ کی تھی، یہ اعزازات سن کر میں نے بھی آرزو کی اور میں سر اٹھا کر دیکھ رہا تھا، شاید مجھے بلایا جائے گا، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یہ جھنڈا انہیں دے دیا، اور فرمایا: علی جاؤ اور مڑ کر نہ دیکھنا، مصروف عمل رہنا حتی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح نصیب کردے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ چلتے ہیں اور پھر رک جاتے ہیں، نبی اکرم نے چونکہ فرمایا تھا، مڑ کر نہ دیکھنا بغیر مڑ کر دیکھے بلند آواز سے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں لوگوں سے کس بنیاد پر لڑوں؟ کہا: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کی شہادت تک ان سے برسرِ پیکار رہو، جب یہ اس کا اقرار کرلیں، تو پھر انہوں نے اپنے خون، مال، وغیرہ کو محفوظ کرلیا ہے، باقی ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔[2]

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں پیچھے چھوڑا تھا، ان کی آنکھیں خراب تھیں، یہ کہنے لگے، میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہوں گا، یہ سوچ کر خود ہی چل پڑے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا کر مل گئے۔

جس صبح خیبر فتح ہوا، اس رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں صبح ایک ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا، جس سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی رسول سے محبت رکھتا ہے اور اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ خیبر فتح بھی کرے گا، آپ

---

[1] بخاری: ۴۲۱۹، مسلم: ۲۴۰۶، نسائی فی فضائل الصحابۃ: ۴۶.

[2] ۲۴۰۵، احمد: ۲/ ۳۸۴، طیالسی: ۲۴۴۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، یہ صورت حال ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز عنایت کریں گے، جب حضرت علی آئے تو لوگوں نے کہا، یہ علی ہیں، تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا انہیں دیا، اور اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔'' ❶

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا پکڑا اور اسے لہرایا، اور فرمایا: ''اس کا حق ادا کرنے کے لیے اسے کون پکڑے گا؟ یہ سن کر جانثار آگے بڑھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پیچھے ہٹ جاؤ، پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو عزت بخشی ہے، یہ جھنڈا میں اس شخص کو دوں گا، جو بھاگے گا نہیں، علی آؤ، یہ آگے بڑھے جھنڈا لیا، تو اللہ تعالیٰ نے خیبر اور فدک کا علاقہ ان کے ہاتھوں فتح کر دیا اور آپ وہاں سے عجوہ اور قدید کھجوریں لائے۔ ❷

جب مرحب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا دینے کا اعلان فرمایا تو مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، میں گیا تو دیکھا کہ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں، میں انہیں ہاتھ سے پکڑ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر لب مبارک لگایا تو وہ تندرست ہو گئے، انہیں آپ نے جھنڈا دیا، جب یہ میدان میں اترے تو ان سے لڑنے کے لیے مرحب نکلا اور فخر یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

قَد عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ مَرْحَبُ
شَاكِيْ السَّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، میں ایک ایسا بہادر ہوں جو ہتھیار بند اور ماہر تجربہ کار ہوں، جب جنگیں رونما ہوں تو میں شعلہ جوالہ بن کر لپکتا ہوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب آں غزل کے طور پر رجز خوانی کی جس سے میدان وغا گنگنانے لگا:

اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَة
كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَة
اُوَفِّيْهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَة

''میں وہ ہوں کہ میری والدہ نے میرا نام حیدر رکھا ہے، میں جنگل کے شیر کی مانند ہوں، جس کا منظر و تصور بہت خوفناک ہے، اور میں پیمانہ کا ماپ پورا دیتا ہوں، یعنی مقابلہ آرائی میں کمی نہیں کرتا۔''

---

❶ بخاري: ٣٧٠٢، مسلم: ٢٤٠٧.

❷ احمد: ٣/ ١٦، وفي فضائل الصحابة: ٩٨٧، واسناده حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جوشِ حیدری مجتمع کرتے ہوئے تلوار مرحب کے سر پار ماری، اور اسے قتل کر دیا اور قلعہ خیبر ان کے ہاتھوں سر ہوا۔ [1] مرحب کوئی معمولی بہادر نہ تھا، یہ یہودیوں کے نامور شاہسواروں میں شامل تھا اور عبرانی زبان میں اس کی تلوار پر یہ نقش تھا:

هٰذَا سَيْفُ مَرْحَبُ مَنْ يَّذُقْهُ يَعْطَبْ

''یہ مرحب کی شمشیر آبدار ہے، اسے جو چکھے گا، وہ ہلاکت کا سزاوار ہے۔''

جب ضربِ حیدری کی زد پڑی تو اس نے مرحب کی ڈھال پاش پاش کر دی اور اس کا سر دو ٹکڑے کر دیا اور تلوار کی کاٹ اس کی داڑھوں تک دھنس گئی۔

اس سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے بھائی حارث کو بھی تہہ تیغ کیا اور ایک یہودی سپہ سالار سے بھی دست آزمائی کی، اس مشہور سپہ سالار اور شاہسوار کا نام عامر تھا، یہ جب نمودار ہوا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم دیکھتے ہو کہ یہ پانچ زرہیں پہنتا ہے، جب یہ میدان میں آیا تو دو زرہیں زیبِ بدن کر رکھی تھیں اور یہ لوہے میں غرق تھا، طویل جسم والا تھا، اس نے مقابلہ کے لیے للکارا اور شمشیر بکف ہو کر تلوار کو لہرایا، چلاتے ہوئے بولا۔

ہے کوئی مقابلہ کرنے والا! لوگ سامنے آنے کی ہمت نہ پا رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں اترتے ہیں اور شمشیر زنی کے تمام داؤ و پیچ استعمال کرتے ہیں لیکن اسے کوئی اثر نہ ہوا، آخر کار اس کی پنڈلیوں پر تلوار ماری وہ بیٹھ گیا، پھر آنکھ جھپکتے ہی اس پر وار کیا اور اس کا کام تمام کر دیا، اور اس کے ہتھیار لے گئے، اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ناعم قلعہ جو کہ خیبر کے قلعوں میں سے بہت محفوظ اور مضبوط قلعہ تھا، علی کے ہاتھوں فتح یاب کیا۔

تاریخ آپ کے ان روشن، بہادرانہ کارناموں کو کبھی مٹا نہ سکے گی، اور جب تک ہمارے جسموں میں جان ہے، تب تلک ہم انہیں بھلا نہ سکیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب تک حیات مستعمار میں بقید رہے، حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نورِ علم زہد اور اخلاق سیکھتے رہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو غم و حزن کے سمندر میں ڈوب گئے، اور اس قدر متاثر ہوئے، قریب تھا کہ قلب و جگر پھٹ جاتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محبوب پیغمبر کو ہی جدا نہ کیا، بلکہ آپ کی پرورش میں رہے تھے، جس کی وجہ سے آپ ایک اپنے بے مثال مربی سے بھی محروم ہو گئے تھے، وہ ہستی ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تھی، جس نے ان پر انعامات کی بارش کر دی تھی، آج اسی ابر بہار کا سایہ ان کے سر سے اٹھ چکا تھا، آج وہ محسن و معلم انہیں داغ مفارقت دے گیا، بچپن میں جن کی رحمدلی و مہربانی اور علم دانی کا ان کی ذات گرامی پر پرتو تھا۔

آہ! آج وہ کریم ہستی دنیا سے رخصت ہو رہی تھی، جس نے اپنی آنکھوں کا نور، اور دل کا سرور اور اپنی جگر گوشہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علی کی رفیقۂ حیات بنایا، ایسے کریم نبی کی وفات پر ان کا دل اشک بار نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔

[1] مسلم: ۱۸۰۷.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ تینوں خلفاء سے وابستہ رہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وابستہ رہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی قدر ومنزلت جانی، تمام اہم اور بڑے معاملات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیتے رہے اور مدت دراز تک ایسا ہوتا رہا کہ جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف فوراً رجوع فرماتے اور انہیں شریک معاملہ کرتے ہوئے فرماتے، اے ابو الحسن! اس مسئلہ کے بارے میں بتاؤ تمہارا کیا مشورہ اور کیا رائے ہے، وہ بتاتے تو پھر اقدام کرتے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خلیفۂ دوم امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی آپ کے تعلقات بہت اچھے رہے، یہ بھی ان کی قدر ومنزلت پہچاننے میں کمی نہ کرتے تھے، بلکہ ایک عرصہ تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فقہ، ذہانت وبصیرت سے مستفید ہوتے رہے، حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ مشہور تھا: ”لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ“ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر بہت سارے معاملات میں نقصان اٹھاتے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور خلیفۂ راشد وثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امیر المومنین اور امت کے کار پرداز بنے امورِ امت کی سرانجامی کی زمام ہاتھ میں لی، تو یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کرتے، نصیحت لیتے اور بھرپور تعاون حاصل کرتے رہے، حضرت عثمان کی شہادت تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فتنوں کا سدِ باب دہلیز سمیت ٹوٹ گیا، اور فتنہ انگیزی کا نہ ختم ہونے والا مسلسل سلسلہ شروع ہوگیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سرپرست خلافت ہوئے، ان حالات میں یہ خلیفہ بننے کے لیے تیار نہ تھے، مگر بادلِ ناخواستہ یہ عہدہ قبول کرنا پڑا۔ سب سے بڑا فتنہ جو رونما ہوا، وہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ بپا ہوئی، اس سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو بھی کشیدگی رونما ہوئی، اور جو بھی جنگ جاری ہوئی وہ اجتہادی تھی، بہر صورت حق وصواب کا پہلو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب جھکا ہے، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطا کار قرار نہیں دیں گے، وہ معذور ہیں، کتاب وسنت کے دلائل دونوں کو مسلمان قرار دیتے ہیں۔ [1]

اس پر ہمارا پختہ یقین ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تمام کے تمام سچے اور قابلِ اعتماد ہیں اور دنیاوی ساز وسامان کے طلب وطمع سے کوسوں دور ہیں، ان کی حیاتِ مبارکہ کی تمام کشاکش رضائے الٰہی اور دینِ الٰہی کی نصرت وحمایت کے لیے تھی، دنیاوی خزف ریزے چننے کے لیے نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اور ہم سے بھی راضی ہوں اور جنت کے تختوں پر ہمیں اور انہیں روبرو بٹھا کر اپنی رحمت سے نوازیں۔ آمین!

[1] البدایہ والنہایہ: ٥/ ٦٢٩.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حیدر کرار علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ راشد تھے

ابوتراب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زندگی کی مترنم آبشار سے محیر العقول کارنامے اور عظمت و جلالت کے سوتے پھوٹتے نظر آتے ہیں، ان کی عظمت اور اوجِ ہمت کا میدان نہایت ہی دلکش اور کشادہ ہے، ان کے بہادرانہ کارناموں کا سمندر اتنا عمیق ہے کہ اس کا کوئی کنارہ نہیں، اس کی لہروں پر ان کی جوانمردی، سرفروشی اور عظمت و بزرگی کے جوہر اپنی تابانی دکھارہے ہیں اور ایسے حیرت انگیز کارنامے ہیں کہ اگر تاریخ پر صداقت کی چمک نہ ہوتی تو وہ ہمیں ایک داستان نظر آتے، لیکن وہ ایسے سچے کارنامے ہیں کہ یقین کیے بغیر چارہ کار نہیں۔

حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ ایک ایسے عظیم بطلِ حریت مجاہد اسلام تھے، جنھوں نے دنیا میں قرابتداری قائم کی، تادم مرگ استقامت کے کوہِ گراں رہے، طہارت و پاکیزگی کے دھارے بہا دیئے اور ایسے شاہین تھے، جنھوں نے اخلاق عالیہ کی چٹانوں پر بسیرا کیا، آپ عظمتوں کی علامت اور تمام بزرگیوں کی ساخت تھے، رہتی دنیا تک ان کی عظمت کا نشان مٹ نہ سکے گا۔ (ان شاء اللہ)۔

ضرار بن ضمرہ کنانی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصافِ جلیلہ کا اس پیرایہ میں ذکر کرتے ہیں: بہت ہی زیادہ بلند ہمت، مضبوط قوت والے، فیصلہ کن کلام کرتے، عدل کے مطابق کام کرتے، دنیائے دوں کی خیرہ کن چمک سے نامانوس، نیم شب کی وحشت میں عبادت سے مالوف، خوفِ الٰہی سے آنکھوں سے اشک رواں رہتے، طویل فکر میں غلطاں رہتے، خود اپنے نفس کے محاسبہ پر کف افسوس کرتے، سادہ خوراک کھاتے اور کھدر کی پوشاک پہنا کرتے تھے، آپ کو طاقتور باطل پر آمادہ نہ کرسکتا تھا، اور نہ ہی ناتواں ان کے عدل سے محروم ہوتا تھا۔

دنیا سے بے زار حیدر کرار:

ضرار کہتے ہیں: ''میں خود اس پر گواہ ہوں، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ رات کی سیاہی نے اپنی طنابیں لٹکا دیں اور جھلملاتے ستارے غروب ہورہے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ محراب میں کھڑے ہیں، اپنی ریش مبارک مٹھی میں لے رکھی ہے، مار گزیدہ کی مانند پیچ و تاب کھا رہے اور غم و اندوہ میں ڈوبے ہوئے شخص کی مانند زخمی دل ہوکر آنسو بہا رہے ہیں، اور کہتے ہیں اے دنیا! اے دنیا! تو مجھے ورغلا رہی ہے، اپنی طرف رغبت کا شوق دلا رہی ہے، چلی جا، چلی جا، مجھ سے دور چلی جا، بہت دور چلی جا، کسی اور کو جاکر اپنے دامِ فریب میں پھنسا، میں نے تو تجھے تین طلاقیں دے رکھی ہیں، جن میں رجوع کا حق نہیں۔

اے دنیا! تیری عمر کوتاہ ہے، تیری عیش بے ہمتا ہے، تیری خطرناکی حد سے زیادہ ہے، آہ! سفر بہت لمبا، مگر زادِ راہ بہت کم ہے، اور رستہ ایسا ہے، جس میں قدم قدم پر وحشت ٹپکتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بیت المال کو مستحقین پر تقسیم کرتے تو وہ خالی ہوجاتا تو ذمہ دار کو حکم دیتے، اس بیت المال پر پانی کا چھڑکاؤ کرے اور اسے اچھی طرح دھوئے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب وہ یہ کام کر دیتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس زمین پر دو رکعات نماز ادا کرتے، آپ جلیل القدر مقصد کے لیے کرتے تھے، کہ آپ اس عہد کی تجدید کرتے کہ میری دنیا پر آخرت کی اصلاح غالب ہے اور سلطنت پر ورع وتقویٰ کا نفاذ تازہ ہو جاتا تھا، اور معاشرہ پر بھی اس کے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے تھے، اور لوگوں کے دل و جان بھی پرہیز گاری کی خنکی پاتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قصر امارت میں اترنے کی دعوت پیش کی گئی، یہ ایک بلند چوٹی والا شاندار محل تھا، اسے پوری گردن اٹھا کر دیکھنا پڑتا تھا، اس کی سجاوٹ دیکھ کر کہنے لگے، میں اس میں کبھی نہ رہوں گا۔ بازار سے تین درہم میں ایک چادر خرید رکھی تھی، وہی زیب تن رکھتے، اور گدھے پر سوار ہوتے، اور کہتے تھے، مجھے چھوڑ دو، میں اس دنیا کی اہانت کرتا رہوں گا، مجھے کچھ نہ کہو۔ آہ! حضرت علی رضی اللہ عنہ جو دنیا سے کوچ کر گئے ہیں، لیکن ہمارے دلوں میں ابھی تک بستے ہیں، رفتید ولیک نہ از دل ما، چلے تو گئے ہیں ہمارے دلوں سے نہیں گئے۔

آپ کا منہج اور آپ کا طرزِ حکمرانی ہمارے لیے ایک معلم و ھادی کی حیثیت رکھتا ہے، ہر دور اور ہر قوم کے لیے اس میں تعلیم وتربیت ہے کہ دنیا اور شیطان کی ورغلاہٹ میں نہ آنا، حق تعالیٰ کی دوستی قائم رکھنا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ خلافت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زیبائی نہیں دی، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کارناموں نے خلافت کا حسن دوبالا کیا ہے۔

مَا زَانَهُ الْمُلْكُ إِذْ حَوَاهُ
بَلْ كُلُّ شَيْءٍ بِهِ يُزَانُ
جَرْى فَفَاتَ الْمُلُوكَ سَبْقًا
فَلَيْسَ قُدَّامَهُ عَنَانْ
نَالَتْ يَدَاهُ ذُرَا مَعَال
يُعْجِزُ عَنْ مِثْلِهَا الْعِيَانُ

''جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ملک پر خلیفہ ہوئے، تو ملک ان کے لیے زیبائش کا سامان نہ بنا، بلکہ ہر چیز کو ان کی بدولت زینت ملی۔''

''جب چلے تو ایسی رفتار چلے کہ دنیا کے شاہوں سے سب پر سبقت لے گئے، کوئی بھی صاحب عنان واقتدار ان سے آگے نہ گزر سکا۔''

''ان کے ہاتھوں ایسے کارہائے نمایاں سرانجام پائے کہ بلند ترین مقام کی ایسی چوٹی پر ٹھہرے جو کہ انسان کی دسترس سے باہر ہے۔''

زہد وتقویٰ کی ایسی بلند و بالا منازل طے کیں کہ بہت بڑا جوانمرد، زاہد، اور بارگاہ الٰہی میں جھکنے والا بھی سرگرداں ہو جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ دنیا کی اہانت ظاہر کریں اور اس کی ہولنا کیوں اور ہوس نا کیوں کو کم تر ثابت کریں اور اس کی فریب کاریاں جب حرکت میں آتیں، تو ان کے چہرے پر ایسا طمانچہ رسید کرتے، جس میں لرزش نہ ہوتی تھی۔

سادگی اور زہد کا پیکر:

اتنے سادہ کہ ایک بار درّہ ہاتھ میں لیے بازاروں میں گشت کر رہے تھے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے خوف کرنے اور تجارت اچھے طریقہ سے کرنے کا حکم دے رہے ہیں، ماپ اور وزن پورا کرنے کی تلقین فرماتے اور یہاں تک کہ قصابوں سے کہتے: گوشت میں پھونک بھر کر اسے فروخت نہ کرو کہ یہ موٹا تازہ لگے۔

آپ ایک دن باہر تشریف لائے، دو چادریں زیب تن ہیں، ایک تہبند کے طور پر باندھی اور ایک اوپر لپیٹ رکھی ہے، تہبند کا ایک کنارہ اوپر اٹھا رکھا اور ایک نیچے لٹکا رکھا ہے، کہا، میں یہ اندازِ لباس اس وجہ سے اختیار کر رہا ہوں، تا کہ تکبر سے دور رہ سکوں اور میری نماز کی ادائیگی اچھے طور پر ہو جائے، ایک مؤمن صادق اس طریقہ سادگی کو اپنائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کہتے تھے، اس دنیا میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ زہد و تقویٰ میں بے مثال ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ رحم کریں، یہ اللہ تعالیٰ کا تیر تھے، جو اس کے دشمنوں کے سینوں میں سیدھا پیوست ہوتے، یہ علمی طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب مقام رکھتے تھے، آپ اس امت کے متقی و خدا رسیدہ تھے، اللہ تعالیٰ کے مال میں خیانت نہ کرتے، اور نہ ہی حکمِ الٰہی میں خواب غفلت کا مظاہرہ کرتے تھے، ان کے عزائم اور علم و عمل قرآنِ پاک سے عطیہ اور قرآن پاک کے دلربا باغیچوں میں سیر کرتے تھے، اور آپ رضی اللہ عنہ علومِ قرآن کا مینارۂ نور تھے۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدل پروری کے روشن واقعات

ابو الحسن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں، ان کی گفتگو موتیوں کی لڑی ہوتی، فیصلہ میں عدل پروری ہوتی، طہارت، عدالت، اور تقویٰ سے وافر حصہ ملا تھا، خصوصی عدل پروری میں یادگار کردار تھا، جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور رشد و ہدایت کے طلبگاروں کے لیے اور اصحاب دانش کے لیے مینارۂ نور رہے گا، جس کی روشنی میں وہ عدل و انصاف کی شمع جلاتے رہیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت یقین پر مبنی تھی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت فطرتی، یقین پر مبنی اور طبعی تھی، اس میں کوئی تکلف نہ تھا، فرمایا کرتے تھے بس میں اسی

[1] صلاح الامة: ٦/ ٦٧، سید حسین.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات پر راضی ہوں کہ مجھے امیر المومنین کہہ دیا جائے، اور بس اتنا ہی کافی ہے، یہ درست نہیں، اگر میں امیر المومنین کہلواتا ہوں، تو پھر ایمانداروں پر جو مصائبِ زمانہ نازل ہوں، مجھے ان میں ان کا برابر شریک ہونا ہوگا، واللہ! اگر میں چاہوں تو صاف شفاف شہد استعمال کروں اور عمدہ ترین گندم بطورِ اناج کھاؤں اور نرم و ملائم لباس پہنوں، لیکن میں ایسا نہیں کروں گا، میں اس سے بہت دور رہوں گا کہ میری خواہشات مجھ پر غلبہ نہ پاسکیں اور ایسا کیونکر ہو، میں رات گزاروں سیر شکم ہو کر اور میرے قریب بھوکے بلک رہے ہوں اور جگر سوختہ تڑپ رہے ہوں، میں یہ کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن منبر پر براجمان ہو کر کہا۔ اے عہدۂ حکومت رکھنے والو! تمہارے ذمہ تمہاری رعیت کے حقوق ہیں، ان کا خیال رکھنا فیصلہ عدل سے کرو، تقسیم میں مساوات رکھو، اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ نیکی یہ ہے کہ امام وقت عادل و منصف مزاج ہو۔ [1]

اپنے تحائف بھی بیت المال میں جمع کرادیئے:

علاء بن عمار بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب فرمایا:

اے لوگو! مجھے اپنے معبودِ حقیقی کی قسم! میں نے تمہارے مال سے معمولی چیز بھی نہیں لی، اپنی قمیض کی آستین سے ایک ڈبیا سی نکالی جس میں عطر تھا، کہا یہ لیا ہے، وہ بھی اس طرح کہ ایک رئیس نے مجھے یہ تحفہ میں دی ہے پھر بیت المال کے پاس آتے ہیں، اس میں وہ ڈبیا رکھتے ہوئے کہتے ہیں، یہ بھی لے لو، اور اسے بیت المال میں جمع کردو اور کہتے ہیں۔ اگرچہ ایک ٹوکرا کھجوروں سے بھرا ہوا ہو، لیکن کامیاب وہی ہے جو اس سے بھی دن میں ایک مرتبہ کھائے اور کثرت سے نہ کھائے۔ [2]

حیدر کرار کھانے میں تکلف نہ کرتے تھے:

عبداللہ بن زریر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، عید الاضحیٰ کے دن ہم حضرت علی کے پاس داخل ہوئے، انہوں نے خزیرہ (ایک کھانا ہے)، پیش کیا، ہم نے ان سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح کریں، ہمیں یہ بطخ کا گوشت کھلانا تھا، اب تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بہتری عطا کر رکھی ہے، فرمایا: ابن زریر! میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے مال میں سے خلیفہ کے لیے صرف دو پیالے لینے حلال ہیں، ایک پیالہ وہ جس میں وہ خود اور اس کے اہل وعیال کھائیں، دوسرا پیالہ وہ جس میں خلیفہ لوگوں کے ساتھ مل کر کھائے، اس لیے میں نے تمہیں کھلانے میں زیادہ تکلف نہیں کیا۔ [3] زہد و تقویٰ اور عدل کا معیار دیکھیے کتنا بلند ہے کہ آپ امت کے مال میں سے معمولی چیز لینے میں بھی

[1] تمهيد ابن عبدالبر: ٢/ ٢٨٤.

[2] حليه ابی نعيم، البدايه: ٨/ ٣، تاريخ الاسلام للذهبی.

[3] احمد: ١/ ٧٨، اس میں ابن لہیعہ راوی جو ضعیف ہے، لیکن یہاں کوئی نقصان نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتنی احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ عنترہ بن عبدالرحمٰن شیبانی بیان کرتے ہیں، میں خورنق (کوفہ کے ایک مقام) پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے ایک چادر اوپر لے رکھی اور ٹھنڈک سے کانپ رہے تھے، میں نے عرض کیا، امیر المومنین! مسلمانوں کے بیت المال میں آپ اور آپ کے اہل و عیال کے لیے اللہ تعالیٰ نے حصہ مقرر کر رکھا ہے، کوئی گرم کپڑا لے لینا تھا، جب کہ آپ کپکپا رہے ہو، فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تمہارے مال سے کچھ نہ لوں گا، میرے لیے بس یہی چادر کافی ہے، جو میں اپنے گھر سے لے کر نکلا ہوں۔ [1]

مال تقسیم کر کے اس جگہ پر نماز پڑھتے:

عدل و انصاف کا منظر دیکھیں، علی بن ربیعہ والبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ابن نباح آیا اور کہتا ہے، امیر المومنین! مسلمانوں کا بیت المال سونے اور چاندی سے بھر گیا ہے، حضرت علی نے اللہ اکبر کہا اور ابن نباح پر سہارا لیے بیت المال کے قریب کھڑے ہو کر کہتے ہیں: اگر اس بارے میں کوتاہی کا ارتکاب کروں، تو مجھے کف افسوس ہو گا، اے ابن نباح! کوفہ کے لوگوں کو بلاؤ، بس منادی کرا دی گئی، تمام بیت المال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، اس کے بعد سونے اور چاندی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے سونے اور چاندی! کسی اور کو دام فریب میں پھنساؤ میں تمہاری چمک سے خیرہ چشم ہونے والا نہیں، پھر اس مقام پر پانی کا چھڑکاؤ کیا اور دو رکعات نماز ادا کی۔ [2]

حیدر کرار اپنی تلوار ذوالفقار فروخت کرتے ہیں:

فقر و غنا کے پیکر اور قناعت کے سراپا کا حال دیکھیں، ارقم بیان کرتے ہیں، میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بازار میں دیکھا کہ وہ کھڑے اپنی تلوار برائے فروخت کا اعلان کر رہے اور کہتے ہیں یہ شمشیر آبدار مجھ سے کون خریدے گا؟ مجھے قسم ہے، اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑ کر اناج پیدا کیا، میں نے اس ذوالفقار کے ذریعہ کئی بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا ہے، میں اسے مجبوراً فروخت کر رہا ہوں، اگر میرے پاس تہبند کی قیمت کے پیسے بھی ہوتے تو میں اسے ہرگز فروخت نہ کرتا۔ [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کے بازاروں میں چلتے پھرتے، جب کہ آپ مسلمانوں کے خلیفہ تھے، راہ سے بھٹکے کو راہ دکھاتے، ناتواں سے تعاون کرتے، عمر رسیدہ بوڑھوں کا بوجھ اٹھاتے تھے۔

حیدر کرار کی عدالت کی عظمت:

حقیقت یہ ہے کہ جب ہم خلیفہ راشد، امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے بارے میں بات کرتے ہیں، تو گویا کہ ہم انسانیت کی عظمت و عدالت کی تاریخ کا تذکرہ کرتے ہیں عدل و انصاف تو ان کے تن و بدن

---

1. صفة الصفوه، ابن جوزی، حلیه، ابو نعیم، تاریخ اسلام، ذهبی.
2. حلیه ابونعیم، حسن ہے۔
3. حلیه: ۱/ ۸۳، مصنف بن ابی شیبه: ۸/ ۱۵۷، صحیح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ہر بال سے آفتاب کی کرنیں بن کر دمکتا ہے، وہ امت کے استاد ہیں، اپنے لشکر کو کیا ہی خوب ہدایات دیتے ہیں۔ بھاگ جانے والے کو قتل نہ کرو، زخمی کو نہ مارو، عورتوں کو اذیت نہ پہنچاؤ، اگرچہ وہ تمہیں اور تمہارے امراء اور صلحاء کو گالیاں ہی کیوں نہ دیتی ہوں، اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو تاکہ تم کامیاب قرار پاؤ۔ اسود دؤلی نے بہت ہی عمدہ خراج تحسین پیش کیا اور آپ کے بے لاگ عدل کا تذکرہ کیا ہے:

يُقِيْمُ الْحَقَّ لَا يَرْتَابُ فِيْهِ
وَيَعْدِلُ فِيْ الْعِدىٰ وَالْأَقْرَبِيْنَا

''حضرت علی رضی اللہ عنہ حق کے قائم کرنے والے ہیں اور اس میں ذرہ برابر شک کا شکار نہیں ہوتے، دشمنوں اور قرابتداروں میں عدل کا خیال رکھتے ہیں۔''

وَنَفْسًا لَمْ تَذُقْ طَعْمَ الدَّنَايَا
وَلَا لَذَّتْ مِنَ الدُّنْيَا طَعَامَا

''یہ ایک ایسی ذات گرامی ہیں کہ کمینگی ان کے قریب تک نہیں آئی اور نہ ہی انہوں نے لذت افزا کھانا کھایا ہے۔''

غَذَاهَا الدِّيْنُ مُذْ كَانَتْ فَشَبَّتْ
عَلَى التَّقْوٰى رُضَاعًا وَّانْفِطَامَا

''اس ذات گرامی کی غذا دین ہے، یہ اسی پر پروان چڑھی ہے، اس کی شیر خواری اور دودھ چھڑانا بھی تقویٰ اور دین داری پر ہوا ہے۔''

وَنَشْأُهَا عَلَى كَرَمٍ وَّأَيْدٍ
وَصَاغَ مِنَ الْجَلَالِ لَهَا قِوَامًا

''اس ذات گرامی کی نشوونما کرم وسخاوت پر ہوئی ہے اور احسان کا پیکر ہے، اس کا سانچہ جلالت میں ڈھلا ہے۔''

ذَكَتْ فَسَمَتْ عَنِ الدُّنْيَا طِلَابًا
وَأَضْنٰى حُبُّهَا قَوْمًا وَّتَامَا

''یہ ایسی ذات گرامی ہے، جو روشن ضمیر اور فہم وذکاوت کا سراپا تھی، یہ دنیا کی طلب پر غالب آ گئی، جب کہ اس دنیا کی محبت نے دوسرے لوگوں کو لاغر کر دیا ہے۔''

طَوٰى عَنْهَا عَلَى الضَّرَّاءِ كَشْحًا
وَعَافَ نُضَارُهَا تِبْرًا وَّسَامًا

''اس نے دنیا کی تکلیف سے پہلوتہی اختیار کر لی تھی اور اس کے سونے اور اس کی نام ونمود سے نفرت کی۔''[1]

[1] تاریخ طبری: ٥/ ١٥٠، اسد الغابہ: ٤/ ١٢٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزید کہتا ہے:

يُذِلُّ بِعِزِّهَا نَفْسًا وَّيَرْضٰى
لِدَفْعِ الضَّيْمِ عَنْهَا اَنْ يَّضَامَا

''یہ ان حدود کے نفاذ پر جان بھی قربان کر دیتے، لیکن ان پر آنچ نہیں آنے دیتے۔''

اِذَا مَارَنَّ صَوْتُ الْحَقِّ مِنْهُ
تَوَلَّى الْاِفْكُ وَانحَطَمَ اِنْحِطَامًا

''جب کوئی ظلم کرتا، یا جھوٹ کا طوفان کھڑا کرتا ہے، اور حق کی آواز رو رو کر فریاد کرتی ہے، تو یہ حق کا بول بالا کرتے ہیں۔''[1]

خود زخموں سے گھائل مگر عدل کا دامن نہ چھوڑا:

آپ جب زخموں سے گھائل ہوئے، اس وقت آپ نماز کی تیاری کر رہے تھے، کوفہ کی سڑکوں سے گزرتے ہوئے، لوگوں کو نمازِ فجر کے لیے بیدار کرتے جا رہے تھے کہ آپ کو زخمی کر دیا گیا۔ اس کے بعد بیٹوں سے کہا، مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے والے کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنا، اگر میں زندہ رہا تو میں خود فیصلہ کروں گا، قصاص لینا ہے، یا معاف کرنا ہے، اگر میں جام شہادت نوش کر جاؤں تو اس کی گردن اڑا کر میرے پاس بھیج دینا، میں رب کائنات کے پاس اس کے خلاف مقدمہ لڑوں گا، اس کے علاوہ کسی اور کو قتل نہ کرنا، کیونکہ یہ زیادتی ہوگی اور اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔[2]

حیدر کرار اس امت کے سب سے بڑے قاضی کی حیثیت سے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم میں سے فیصلہ کرنے کے سب سے زیادہ ماہر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

مدینہ کے سب سے بڑے قاضی:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپس میں عام طور پر یہ کہا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ کے باسیوں میں سب سے زیادہ قوتِ فیصلہ کے مالک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

دونوں جانب سن کر فیصلہ کرنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن کی جانب قاضی مقرر کرتے ہوئے، بھیجا تو جانے سے پہلے میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! نوخیز اور نوعمر ہوں، آپ میرا بطور قاضی تقرر فرما کر یمن بھیج

[1] العلویہ، محمد عبدالمطلب۔ [2] ترطیب الافواہ: ١/ ١٤٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں، میں فن قضاء میں مہارت بھی نہیں رکھتا، باقی آپ کے حکم کے سامنے سرتابی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ڈھارس بندھاتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی راہنمائی کرے" اور تمہاری زبان پر صداقت کی حکمرانی ثابت رکھے گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدالت کا اہم گر بیان فرمایا، مقدمہ لڑنے والے تمہارے سامنے حاضر ہوں تو جب تک ایک دوسرے کی مکمل بات نہ سن لو ہرگز فیصلہ نہ کرنا، اس سے فیصلہ کرنے کی صحیح صورت نمایاں ہوجاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، اس دعا کا اتنا زبردست اثر ہوا کہ میں جب تک بطور قاضی رہا، مجھے کسی فیصلہ میں کبھی شک نہیں گزرا، یقین سے تمام فیصلہ جات کرتا رہا۔ [1]

فاروق اعظم نے کہا، جہاں علی نہ ہوں میں رہنا پسند نہیں کرتا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب جیسے ملہم من اللہ ولی کامل، اور ماہر نباضِ امت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی سوال کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اس کا جواب دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متاثر ہوکر کہا، اے ابوالحسن، جن لوگوں میں آپ نہ ہوں، میں وہاں رہنا پسند نہیں کروں گا مجھے اللہ کی پناہ۔ [2]

کنوئیں میں گرنے والوں کا مسئلہ حل کیا:

امام احمد نے مناقب میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں، مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی جانب بھیجا تو ایک واقعہ پیش آیا، کہ ایک گڑھا کھودا گیا، کہ اس میں شیر شکار کریں گے، ہوا یوں کہ اس میں چار آدمی گر پڑے، پہلے ایک گرا، وہ دوسرے کے ساتھ چمٹ گیا، وہ تیسرے کے ساتھ اور تیسرا چوتھے کے ساتھ چمٹ گیا، اسی طرح چاروں گڑھے میں گر پڑے جبکہ نیچے شیر تھا، اس نے انہیں زخمی کر دیا، اور زخموں کی تاب نہ لاکر وہ مر گئے۔ اب ان کے ورثاء نے آپس میں تنازع کھڑا کر دیا، وہ تو لڑنے مرنے تک پہنچ گئے۔ یہ مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش ہوا، تو انہوں نے فرمایا: میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں، اگر تم تمام فریق رضا مند ہو، تو ٹھیک ہے، اگر نہیں تو قطعاً ایک دوسرے کے خلاف کوئی اقدام کرنے سے میں تمہیں روکتا ہوں، اس کے بعد تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور جو آپ فیصلہ فرمائیں اس کی تعمیل کرو، اس لیے اس وقت تک کسی قسم کی توتکار نہ کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان قبائل کو جمع کیا، جنھوں نے کنوا کھودا تھا، اور فیصلہ کیا، دیت کا چوتھا حصہ، تیسرا حصہ، نصف حصہ، اور مکمل دیت (سو اونٹ) اکٹھی کریں، جو پہلا گڑھے میں گرا، اسے دیت کا چوتھا حصہ دیا جائے کیونکہ یہ اوپر

---

[1] احمد، ابو داؤد، مستدرك حاكم، فضائل صحابه للاحمد: ۲/ ۶۹۹، صحيح الاسناد، شیخ وصی اللہ ابن محمد عباس نے اسے حسن کہا ہے۔

[2] الرياض النضرة فى مناقب العشره: ۳/ ۱۶۶، محب طبرى.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والوں کی ہلاکت کا باعث بنا ہے، اور جو اس کے بعد گرا، اسے دیت کا تیسرا حصہ دیا جائے، کیونکہ یہ اپنے سے اوراوپر والوں کی ہلاکت کا باعث بنا ہے، تیسرے گرنے والے کو نصف دیت دی جائے، کیونکہ یہ اپنے سے اوپر والے کی موت کا باعث بنا ہے اور آخر میں جو چوتھا گرا، اسے پوری دیت دی جائے، کیونکہ وہ کسی کی ہلاکت کا باعث نہیں بنا۔

یہ فیصلہ سن کر وہ لوگ اس پر رضا مند نہ ہوئے، بلکہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اس وقت آپ مقامِ ابراہیم کے پاس تشریف فرما تھے، انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا، اس وقت آپ گھٹنوں پر چادر لیے جلوہ گر تھے، آپ نے فرمایا: میں ابھی فیصلہ کرتا ہوں، ابھی آپ نے یہ کہا ہی تھا کہ ایک نے حضرت علی رضی اللہ عنہ والا فیصلہ آپ کے گوش گزار کیا، تو آپ ﷺ نے اپنا فیصلہ دینے کی بجائے اسی فیصلہ کو درست قرار دیا۔ [1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قوت فیصلہ سے نواز رکھا تھا۔

حیدر کرار کا جود و سخا:

ابوجعفر بیان کرتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جب وفات ہوئی تو ان کا غلہ ایک لاکھ صاع تھا اور جس دن آپ نے وفات پائی ستر ہزار درہم قرض ان کے ذمہ تھا۔ کسی نے کہا، اتنا زیادہ قرض کیوں تھا، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ آپ کی جان پہچان والے اور رشتہ دار آتے تو آپ انہیں عطیات سے نوازتے تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جگہ پر خلیفہ ہوئے، تو انہوں نے ان کا مال فروخت کیا اور تمام قرض چکا دیا، اس کے علاوہ سالانہ پچاس غلام بھی والد محترم کی جانب سے آزاد کرتے تھے، جب یہ اللہ کو پیارے ہوگئے، تو ان کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ باپ کی جانب سے پچاس غلام آزاد کیا کرتے تھے، جب حضرت حسین شہید ہوگئے، تو پھر یہ سلسلہ رک گیا۔ [2] مشہور مقولہ ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خواہشات کا لباس اتار پھینکا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے چاک چاک کر دیا تھا۔ جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے اس مطلقہ (طلاق شدہ) دنیا کا جہیز پھینک ڈالا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی پیروی کی انہوں نے اس کی ایک انگوٹھی تک کو بھی پھینک دیا۔

حَبَّبَ الْفَقْرَ اِلَیْهِ اَنَّهٗ
سُؤْدُدٌ وَهُوَ بِذَاكَ الْفَقْرِ یَغْنٰی

”فقر و فاقہ انہیں بہت مرغوب تھا گویا کہ اسی میں سرداری تھی، اور وہ اسی فقر میں ہی غنا سے مالا مال تھے۔“

وَشَرِیْفُ الْقَوْمِ مَنْ بَقّٰی لَهُمْ
شَرَفَ الذِّكْرِ وَخَلّٰی الْمَالَ یَغْنٰی

”لوگوں میں سے شرافت کا پیکر وہ ہے، جو ان کے شرف کی یادگار کو قائم رکھے، اور شرف کی حفاظت میں

[1] الریاض النضرة، فی مناقب العشرہ: ۳/ ۱۶۹، محب طبری.

[2] مکارم اخلاق: ۱۰۶.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سارا مال لٹا دے۔''

مَا اطْمَأَنَّ الْوَفْرُ فِيْ بُحْبُوْحَةٍ
فَرَأَيْتُ الْمَجْدَ فِيْهَا مُطْمَئِنًّا

''اس گھر کے آنگن میں دولت کی کثرت نہیں ہوتی جس میں بزرگی کا بسیرا ہو، یعنی بزرگی برقرار رکھنے کے لیے دولت صرف کرنا پڑتی ہے۔''

تُهْدَمُ الْأَمْوَالُ مِنْ آسَاسِهَا
اَبَدًا مَّا دَامَتِ الْعُلْيَاءُ تُبْنٰی

''بلندیوں کے محل کی تعمیر کے لیے ہمیشہ مال و دولت کی بنیادوں کو ہلانا پڑتا ہے، تب وہ پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ [1]

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

حیدر کرار کا اندازِ شکر دانی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بیت الخلاء سے فارغ ہو کر باہر آتے تو اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہتے، اس اللہ تعالیٰ کے ہمارے اوپر بے شمار انعامات ہیں، کاش! کہ بندوں کو اس کے شکر کے ادا کرنے کا طریقہ آ جائے۔ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمدان والوں میں سے ایک آدمی سے کہا، نعمت وابستہ ہے، شکر کے ساتھ اور شکر کا لازمی نتیجہ ہے کہ یہ نعمت میں اضافہ کرتا ہے، یہ دونوں شکر اور نعمت ایک لڑی میں منسلک ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اضافہ قطعاً ختم نہیں ہوتا، یہ تب ختم ہوتا ہے، جب بندہ شکر کرنا چھوڑ دے۔ [3]

حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی تواضع:

عمرو بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تہبند پہنا تھا، جس پر پیوند لگے تھے، اس پہناوے پر ان پر اعتراض ہوا تو انہوں نے کہا، اس طرح سادگی سے مؤمن دوسروں کے لیے مقتدا اور پیشوا بنتا، اور دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے۔ [4]

حیدرِ کرار بڑوں کا ادب کرتے تھے:

صہیب، حضرت عباس کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں، میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دے رہے اور عرض کرتے ہیں، میرے چچا جان! مجھ پر راضی رہنا۔ [5]

---

[1] التبصرہ: ۲/ ۲۵۸۔ [2] عدۃ الصابرین: ۱۲۲۔
[3] الشکر، ابن ابی دنیا۔
[4] احمد فی فضائل الصحابہ، احمد، اسنادہ صحیح، طبقات۔
[5] السیر: ۲/ ۹۴، اسنادہ حسن۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حیدرِ کرار کا زہد و ورع:

حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کے سامنے دنیا جس قدر ناکامی کے آنسو بہاتی نظر آتی ہے، اسی قدر آخرت ان پر فریفتہ اور مسکراتی دکھائی دیتی ہے۔ کھردرا لباس اور نہایت ہی سادہ خوراک انہیں پسند تھی۔

حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کے اقوالِ زریں:

درج ذیل میں ہم حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کے اقوالِ زریں کا معطر گلدستہ پیش کرتے ہیں، جو دل کی تختی پر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

لوگوں کی اقسام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: لوگ تین طرح پر ہیں:

۱: عالم ربانی ۲: راہِ نجات کا طالبِ علم

۳: عوام جو ہر ایک چلّانے والے کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں۔

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

یہ چراغ علم سے روشنی حاصل نہیں کرتے اور نہ ہی قابلِ اعتماد سہارا لیتے ہیں۔

علم، مال سے بہتر ہے:

علم، مال سے بہتر ہے، کیونکہ علم خود تمہاری حفاظت کرتا ہے، جب کہ مال کی تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے، علم عمل پر پاکیزگی کا نکھار پیدا کرتا ہے، اور مال خرچ ہونے سے کم ہو جاتا ہے، عالم سے محبت کرنا ایک دین ہے، جس کا صلہ اچھا ملتا ہے۔

علم، ذکرِ جمیل باقی رکھتا ہے:

علم، عالم کو زندگی میں اطاعت کیشی حاصل کرنے کا طریقہ بتاتا، اور موت کے بعد ذکرِ جمیل جاری رکھتا ہے۔ جب کہ مال کی جاگیر اس کے زوال کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے۔ مالدار زندہ بھی ہوں تو مردہ ہیں، جب کہ علماء تا زیست زندہ ہیں، علماء کا وجود باقی نہیں، لیکن دلوں سے ان کے نقش و نگار نہیں مٹتے۔

پانچ نایاب چیزیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، مجھ سے پانچ چیزیں ازبر کر لو، وہ ایسی نایاب ہیں کہ اگر تم ان کی طلب میں اونٹ ہلکان کر دو، تب بھی انہیں پا نہ سکو گے۔

۱: بندہ صرف اپنے رب سے امید رکھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲: اور اپنے گناہ سے خوفزدہ رہے۔

۳: آدمی کو جس چیز کا علم نہیں اس کے پوچھنے سے حیا نہ کرے۔

۴: اور عالم سے جب سوال ہو اس کا جواب نہ آتا ہو، اس وقت یہ کہنے میں کہ میں نہیں جانتا، شرم محسوس نہ کرے۔

۵: صبر، ایمان کا اہم حصہ ہے، یہ ایمان میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو بدن میں سر کو حاصل ہے، اس کا ایمان نہیں جو صبر نہیں کرتا۔

۶: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے تم سب سے زیادہ خوف، خواہشات کی اتباع کرنے، اور لمبی آرزو کرنے کا ہے، خبردار! خواہش پرستی حق قبول کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے اور لمبی آرزو آخرت بھلا دیتی ہے۔[1]

علم والوں کے تذکرے آسمانوں پر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا علم کے سرچشمے، حکمت کی کانیں، اور رات کے ستارے بن جاؤ، لباس بوسیدہ اور دل نئے کر لو، تو آسمان والوں کے ہاں معروف ہو جاؤ گے اور اہل زمین کے ہاں تم گمنام رہو گے، لیکن تمہارے رب کے ہاں تمام تذکرے ہوں گے۔

کامل فقیہہ:

فرمایا: خبردار! کامل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو رحمتِ الٰہی سے ناامید نہ ہونے دے، نہ ہی عذابِ الٰہی سے بے خوف ہونے دے، نہ ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں رخصت دے، اور نہ ہی کم فکر سے قرآن کو چھوڑے، جو علمِ دین کے بغیر عبادت ہو، اس میں خیر نہیں، اور بغیر فہم کے علم خیر والا نہیں اور قرآنِ مجید کی اس تلاوت میں خیر نہیں جو غور و تدبر سے خالی ہو۔

خیر کس میں ہے:

مال و اولاد کی کثرت میں خیر نہیں ہوتی، خیر اس میں ہے کہ تیرا علم زیادہ ہو، تیرا حلم بڑا ہو، اور تو لوگوں سے رب کی عبادت میں مقابلہ کرے، اگر کوئی اچھائی ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے، اور اگر کوئی برائی ہو جائے تو استغفار کرے۔

دنیا کی خیر والے:

دنیا میں خیر صرف دو آدمیوں کے لیے ہے:

۱: ایک وہ جو گناہ کا ارتکاب کرتا ہے لیکن توبہ کے ذریعہ اس کا تدارک کرتا ہے۔

۲: وہ آدمی جو خیرات کے حصول میں جلدی کرتا ہے اور درجات پانے کے لیے عمل کرتا ہے۔

حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کی ایک اثر انگیز نصیحت کا بیان:

جعفر بن محمد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک جنازہ کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے، جب میت لحد میں اتار دی گئی، تو اس کے اعزہ و اقارب آہ و بکا کرنے لگے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا،

[1] صفة الصفوة: ۱/ ۱۳۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیوں روتے ہو!؟ واللہ! جو میت دیکھ رہی ہے، اگر تم اس کا مشاہدہ کرو تو تمہارے ہوش اڑ جائیں۔
یاد رکھو! ہر ایک کے پاس ملک الموت (موت کا فرشتہ) آنے والا ہے، وہ کسی کو نہ چھوڑے گا، پھر کھڑے ہو کر گفتگو کا آغاز کیا۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، جس نے تمہاری نصیحت کے لیے مثالیں بیان کی ہیں اور تمہاری موت کا وقت مقرر کیا ہے اور اہم چیزوں کے سننے کے لیے کان بنائے اور آنکھیں عطا کی ہیں کہ پسِ پردہ چیزیں روشن ہو جائیں اور دل پیدا کیے کہ ہولناکیوں کی دہشت سے آگاہ ہو سکو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے کار پیدا نہیں کیا، بلکہ وہ مسلسل یاددہانی کراتا ہے، اس نے تم پر نعمتوں کے سائبان تن دیئے ہیں اور جزاء کے دن کو تمہارے لیے گھات لگانے والا بنا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اے بندگان خدا، مطلوب کی کامیابی کے لیے کوشش کرو، لذت شکن موت کے حملہ سے پہلے پہلے عمل کرو، دنیا آخرت کے انعامات کے سامنے حائل ہے اور ایسا سرنگوں سہارا ہے، جو گرنے کی طرف مائل ہے، اللہ کے بندو! عبرت آموز باتوں سے وعظ و نصیحت اختیار کرو اور ڈرانے والوں کی ڈانٹ سے اثر قبول کرو، مواعظ سے فائدہ اٹھاؤ، تصور کرو کہ موت کے پنجے میں تم جکڑے گئے ہو اور مٹی کے گھروندے قبر میں تم رکھے گئے ہو اور نقارۂ قیامت سے جو دہلا دینے والے امور پیش آنے والے ہیں وہ چھا چکے ہیں اور قبروں نے اپنی امانتیں دھرتی کے سپرد کر دی ہیں۔
آہ! تصور کرو، یقین کرو! ابھی ابھی تمہیں میدان محشر کی جانب ہانکا جا رہا ہے اور حساب کے مقام پر کھڑے ہو، اب تم اس قادرِ مطلق جبار کے گھیرے میں ہو اور ہر جان کو ہانکنے والا روزِ محشر کی طرف ہانک رہا ہے اور گواہی دینے والا اپنی گواہی کا بھگتان کر رہا ہے، اور یہ منظر سامنے ہے۔

﴿وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۝۶۹﴾ (الزمر: ٦٩)

''زمین اپنے رب کے نور کے ساتھ چمک اٹھے گی اور اعمال نامے رکھے جائیں گے، انبیاء اور شہداء کو بلایا جائے گا، اور ان کے درمیان حق کا فیصلہ کیا جائے گا اور یہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔''

اس دن شہروں کی آبادیاں لرز جائیں گی اور منادی پکارے گا، درندوں کا حشر ہو گا، سربستہ راز کھل جائیں گے، دل ہوا ہو جائیں گے اور دوزخ نمایاں ہو گی، اس کی آگ شعلہ زن اور پانی کھولتا ہو گا۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو! جس طرح موت سے ڈرتے ہو، اس طرح احتیاط کرو، دیکھو اور سرکشی سے باز آ جاؤ، تیز رفتاری کے ساتھ اس سے نجات پانے کے لیے بھاگو، آخرت کے لیے کچھ آگے بھیجو، اور زادِ آخرت اور آخرت کا وسیع میدان طے کرنے کے لیے سواری تیار کرو، اللہ تعالیٰ مجرموں سے انتقام لینے والا اور نیکیوں کی مدد کرنے والا ہے، عمل نامہ ہی مد مقابل ہو تو فریق مقدمہ بننے کے لیے یہی کافی ہے، جنت کا ثواب اور دوزخ کا وبال و عقاب کافی ہے، ان کی فکر کرو، اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور تمہیں بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاف کردے۔[1]

حیدر کرار اور اتباع سنت کا جذبہ فروزاں:

مروان بن حکم بیان کرتے ہیں: مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں بزرگ تشریف فرما تھے جبکہ میں بھی وہاں پر حاضر تھا، حج تمتع کے متعلق میں ان کے درمیان بات ہو رہی تھی، کہ عمرہ کے ساتھ حج کا فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ یا کہ نہیں، پہلے آدمی عمرہ کرلے اور احرام کھول دے اور حج کے دنوں میں پھر حج کا احرام باندھ کر اس کے ارکان پورے کرے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حج تمتع سے منع کرتے تھے، جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی اجازت کے قائل تھے، جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عمرہ و حج کو اکٹھا کرنے سے روکتے ہیں، تو انہوں نے حج و عمرہ کا احرام باندھ لیا، اور تلبیہ کہہ دیا میں حج و عمرہ کے ساتھ حاضر ہوں۔ حضرت عثمان نے کہا، علی! میں اس سے لوگوں کو روکتا ہوں اور تم حج و عمرہ کر رہے ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، میں کسی بھی انسان کے کہنے پر وہ طریقہ نہیں چھوڑ سکتا، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا ہے۔[2]

مسح موزوں کے اوپر کرو:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، اگر دین صرف رائے سے ہوتا تو پھر عقل و رائے کا تقاضا ہے کہ موزوں کے نیچے مسح کرنا اوپر کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہوتا، لیکن میں نے دیکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کے ظاہر پر مسح کیا ہے۔[3]

اتباع کا حق:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حق یہی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ادا کیا ہے، یہ اتباع کوئی معمولی اہمیت نہیں رکھتی بلکہ جو آپ کے جادۂ حق سے برگشتہ ہوگا اس کا انجام بیان ہوا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور: ٦٣)

"جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہیے کہ انہیں کوئی فتنہ نہ پہنچے، یا وہ دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہوں۔"

بلکہ اللہ تعالیٰ نے پوری امت کو اتباعِ رسول کریم کی ترغیب دلائی ہے، فرمایا:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

(الاحزاب: ٢١)

"تمہارے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ میں بہترین اسوہ ہے، یہ اس کے لیے ہے، جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔"

---

1. صفة الصفوة: ١/ ١٣٢.
2. بخاري، كتاب الحج.
3. بيهقي، كتاب المسح على الخفين.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور آپ ﷺ کے اللہ تعالیٰ نے جو اوصاف بیان کیے وہ لازم کرتے ہیں کہ ہم آپ کی اتباع کریں، فرمایا:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝١٢٨﴾

(التوبہ: ۱۲۸)

''تحقیق تمہارے پاس تمہاری جانوں میں سے رسول ﷺ تشریف لائے ہیں، جو چیز تمہیں مشقت میں ڈالے وہ ان پر گراں گزرتی ہے اور وہ تم پر فکر مند ہیں، اور ایمانداروں کے ساتھ شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جذبہ اطاعت انہی آیات کے چراغوں سے اخذ کردہ ہے۔

حیدر کرار کا دعوت الی اللہ میں کردار:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یمن والوں کی جانب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ انہیں دعوت اسلام دیں۔

براء کہتے ہیں: جو لوگ ان کے ساتھ گئے تھے، میں بھی ان میں شامل تھا، ہم وہاں چھ ماہ تک ٹھہرے اور انہیں دعوتِ اسلام پیش کرتے رہے، مگر انہوں نے قبول نہ کی۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ تم جاؤ اور سیدنا خالد کو واپس بھیج دینا، دیگر میں سے اگر کوئی خالد کے ساتھ آنا چاہے تو اسے آنے کی اجازت دینا، اور اگر کوئی تمہارے ساتھ وہاں رہنا چاہیے تو رہ سکتا ہے۔

حضرت براء کہتے ہیں، میں بھی انہی میں شامل تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے تھے، اب کی بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ہم لڑنے کے لیے نکلے اور جب ہم ان کے قریب ہوئے تو وہ ہمارے مقابلہ کے لیے باہر آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ہمیں نماز پڑھائی، نماز سے فراغت کے بعد ایک ہی ہماری صف بنائی، پھر ہمارے آگے ہوئے اور یمن والوں کے سامنے رسول اکرم ﷺ کا خط پڑھا، تو اہلیانِ ہمدان تمام مسلمان ہوگئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کو ان کے اسلام لانے کی اطلاع تحریراً بھیجی، جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بشارت نامہ پڑھا تو سجدہ ریز ہوگئے، پھر اپنا سر مبارک اٹھایا اور آپ پکار پکار کر کہہ رہے تھے، ہمدان قبیلہ پر سلامتی ہو، ہمدان قبیلہ پر سلامتی ہو۔[1]

خارجیوں کے خلاف تاریخی جنگ:

خارجیوں سے جنگ کے بارے میں حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے لیے آپ ﷺ نے پہلے ہی خوشخبری بیان کی کر رکھی تھی جسے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اکرم ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں، اچانک آپ

[1] بیهقی، وروی البخاری مختصراً اسی طرح البدایه والنهایه: ۵/ ۱۰۵ پر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی ایک اہلیہ کے گھر سے باہر تشریف لائے، ہم آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہوگئے اور چلنا شروع کر دیا، اچانک آپ کا جوتا مبارک ٹوٹ گیا، آپ تو چلتے رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے گانٹھنے پر پیچھے چھوڑا، ہم بھی آپ کے ساتھ چل رہے تھے، پھر آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتظار میں ٹھہر گئے، ہم بھی رک گئے آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہے تم میں سے جو اس قرآن کی حفاظت کی خاطر لڑے، جس طرح کہ میں نے اس کے اترنے پر اس کی حفاظت کے لیے معرکہ آرائی کی ہے، ہمارے اندر اس وقت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، ہم نے نظریں اٹھا کر آپ کی طرف دیکھا، لیکن آپ نے فرمایا: کوئی نہیں، یہ کام جوتا گانٹھنے والے، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سرانجام دیں گے۔ ہم یہ مسرت افزا بشارت سنانے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، وہ کہنے لگے، تمہارا شکریہ مگر میں نے یہ خوشخبری سن لی ہے۔ [1]

یہی حیدرِ کرار ہی تھے، جو خارجیوں کے خلاف لڑے اور ان کے ہاتھوں ہی شہید ہوئے، اور رسول اکرم ﷺ کا فرمان ان پر صادق آیا، کہ مبارک ہے جو خارجیوں کو قتل کرے یا خارجی اسے شہید کر دیں۔ [2]

اور خارجیوں کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا: اگر میں خارجیوں کو پاؤں تو میں انہیں ثمود قوم کی مانند قتل و غارت سے نیست و نابود کر دوں گا۔ [3]

اور فرمایا: خارجی دوزخ کے کتے ہیں۔ [4]

اور ایک حدیث میں یہاں تک آپ ﷺ نے فرمایا: جس لشکر کو ان کے ہاتھوں شہادت یا مصیبت پہنچے اس کے لیے نبی ﷺ کی زبان مبارک نے کتنا اجر بیان کیا ہے، اگر لوگوں کو اس کا علم ہوجائے تو یہ دوسرے عمل ہی چھوڑ دیں، اسی اجر کو نجات کے لیے کافی سمجھیں۔ [5]

آپ ﷺ نے فرمایا: ''خارجیوں کو قتل کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہیں بہت بڑا اجر ملے گا۔'' [6]

یہی خارجی جن کے خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں اترے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جب خارجیوں نے بغاوت کی تو ان کی تعداد آٹھ ہزار تھی، اور یہ سب قرآن پاک کے ماہر قراء تھے، یہ تمام حروراء مقام پر اترے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے مناظرہ کیا، تو چار ہزار نے توبہ کرلی، ان میں سے عبداللہ بن کواء بھی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باقی ماندہ خارجیوں کو بھی پیغام بھیجا کہ تم بھی رجوع کرلو، مگر انہوں نے انکار کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر پیغام بھیجا، تم جہاں چاہو رہو، لیکن ہمارے اور تمہارے درمیان یہ معاہدہ ہے کہ ناحق خونریزی نہ کرنا،

---

[1] مسند احمد: ۳/ ۸۲، واسنادہ حسن۔
[2] ابن ابی عاصم فی السنة، واحمد، اسنادہ حسن۔
[3] صحیح بخاری۔
[4] احمد، ابن ماجه، عن ابن ابی اوفی اور مستدرک حاکم اور احمد نے عن ابی امامہ بیان کی ہے، صحیح، الجامع الصحیح، البانی۔
[5] نسائی فی خصائص علی، عبد اللہ بن احمد فی السنة، صحیح ہے۔
[6] ابن ماجه، احمد ترمذی، عن ابن مسعود۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہزنی نہ کرنا، کسی پر ظلم وستم نہ کرنا، اگر تم نے اس میں سے کسی شق کی بھی خلاف ورزی کی تو پھر یہ معاہدہ ختم اور تم سے جنگ ہوگی۔ لیکن وہ باز نہ آئے انہوں نے رہزنی کی، ناحق خونِ بہایا، حضرت عبداللہ بن خباب بن ارت کو قتل اور ان کی اہلیہ کا پیٹ چاک کیا۔ [1]

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کے قتل عام کرنے کا عزم کیا۔ سلمہ بن کہیل کہتے ہیں: زید بن وھب جہنی نے بیان کیا کہ میں بھی اس لشکر میں شامل تھا، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خارجیوں کی سرکوبی کے لیے گیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لوگو! میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں، میری امت میں سے ایسے لوگ نمودار ہوں گے جو قرآن پاک پڑھیں گے اور ان کے مقابلہ میں تمہاری تلاوت ہیچ ہوگی، اور تمہاری نماز ان کی نماز کے سامنے کم تر نظر آئے گی اور تمہارے روزے ان کے مقابلہ میں بے حیثیت دکھائی دیں گے، وہ قرآن پاک کی تلاوت کریں گے، ان کا خیال ہوگا، یہ تمام نیکیاں ہمارے لیے مفید اور باعث اجر ہیں، لیکن ان کی قرأت گلے سے نیچے تجاوز نہ کرے گی، اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح شکار سے تیر بغیر کسی آمیزش کے صاف گزر جاتا ہے، ان خارجیوں کی علامت یہ ہوگی کہ ان میں ایک آدمی کا مکمل ہاتھ نہ ہوگا، اس کے سرے پر ایسا گوشت حرکت کر رہا ہوگا، جس طرح عورت کے پستان پر ڈنڈی اور اس پر سفید بال ہوں گے۔

ان کے خلاف لڑائی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! تم حضرت معاویہ اور شام والوں کی جانب پیش قدمی چاہتے ہو، اور ان فسادیوں کو اپنی اولاد اور اپنے مالوں میں تباہی پھیلانے کے لیے پیچھے چھوڑتے ہو، نہیں، ہم ان شام والوں کے خلاف بعد میں دیکھیں گے، پہلے ان لوگوں سے نمٹ لیں، واللہ! یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے ناحق خون بہایا اور لوگوں پر غارت گری مچائی۔ اب دیر مت کرو، اللہ کا نام لو اور روانہ ہو جاؤ۔

خارجیوں کا سربراہ اس وقت عبداللہ بن وھب راسبی تھا، ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود قیادت فرما رہے تھے، ایک پل سے گزر کر جب خارجیوں کے ساتھ آمنا سامنا ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے پہلے ان کا تجربہ ہو چکا تھا کہ یہ دھوکہ دہی کے لیے واسطہ ڈالیں گے، اس سے بچاؤ کے لیے پہلے ہی کہہ دیا، میرے ساتھیو! نیزے نکال لو، تیر کمان پر چڑھا لو اور تلواریں میانوں سے نکال لو، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے تیروں، تلواروں اور نیزوں سے خارجیوں کو چھلنی کر دیا، اور وحشت پھیلا دی، ان کے کشتوں کے پشتے لگ گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا، جس آدمی کا حلیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا تھا، اسے تلاش کرو، انہوں نے بہت تلاش کیا، مگر وہ پا نہ سکے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود کھڑے ہوئے اور مقتولوں میں سے اس کی جستجو کرنے لگ گئے، ایک دوسرے کے اوپر مقتول پڑے ہوئے تھے، ایک ڈھیر سے نیچے زمین پر وہ مطلوب حلیہ والا آدمی مل گیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا، اللہ تعالیٰ نے سچ کہا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ ہی پہنچایا ہے۔'' [2]

---

[1] صلاح الامة: ٥/ ٩٢. [2] مسلم: ٧٤٨، ابو داؤد: ٤٧٦٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سفرِ آخرت کی تیاری:

حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی شہادت کا جام نوش کرنے کا مژدۂ جانفزا سنایا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بشارت کو کبھی دل سے اترنے نہ دیا تھا، انہیں یقین کامل تھا، خواہ میری عمر کتنی ہی دراز ہوجائے، میں شہادت سے ضرور ہمکنار ہوں گا۔ زید بن وھب کہتے ہیں کہ اہل بصرہ میں سے ایک خارجی جس کا نام جعد بن بعجہ تھا، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور مخاطب ہو کر کہتا ہے:

((اِتَّقِ اللّٰهَ يَا عَلِيُّ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ))

''اے علی! اللہ سے ڈرو، آخر تم کو موت آنے والی ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا، عام موت نہیں، بلکہ مجھے شہادت کی موت نصیب ہوگی، میرے سر کے کنارے پر تلوار کاری زخم لگائے گی اور میرا سر اور داڑھی خون سے رنگین ہوں گے، یہ مجھ سے پختہ عہد ہوا ہے اور یہ قضاو قدر کا فیصلہ ہے، جو جھوٹ باندھے وہ ناکام ہوتا ہے، اس لیے میں سچ سچ کہہ رہا ہوں۔

قضا و قدر پر یقین:

ابومجلز بیان کرتے ہیں کہ مراد قبیلہ کا ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جبکہ آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، فارغ ہوئے تو کہنے لگا، آپ پہرہ دار مقرر فرمائیں، کیونکہ مراد قبیلہ کے کچھ آدمی آپ کے قتل کا منصوبہ بنا چکے ہیں، اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: ''ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں، جو اس کے محافظ ہیں، لیکن یہ اس وقت تک ہیں، جب تک اس کے مقدر میں زندگی ہے، جب قضا و قدر کے فیصلے پورے ہوتے ہیں، تو وہ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، اجل خود ایک مضبوط ڈھال ہے۔[1]

اصبغ حنظلی بیان کرتے ہیں کہ جس رات حضرت علی رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے، طلوعِ فجر کے قریب ابن نباح آیا اور نماز کے وقت کی اطلاع دی آپ کی طبیعت بوجھل سی تھی اور لیٹے ہوئے تھے، وہ دوبارہ آیا آپ اسی طرح رہے، پھر وہ سہ بار آیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور چلنا شروع کر دیا اور کہہ رہے تھے:

اُشْدُدْ حَيَازِيمَكَ لِلْمَوْتِ فَإِنَّ الْمَوْتَ لَاقِيكَا

''موت کا سامان باندھ لو، موت سے ضرور ملاقات ہونے والی ہے۔''

وَلَا تَجْزَعْ مِنَ الْمَوْتِ إِذَا حَلَّ بِوَادِيكَا

''اور موت جب تمہاری وادی میں اتر پڑے تو پھر اس سے بے صبری کا مظاہرہ مت کرو۔''

شہادت کی دلفگار تفصیل:

حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تفصیلی واقعہ یوں ہے کہ خارجیوں کے تین آدمی باہم جمع ہوئے:

---

[1] صفة الصفوه: ١/ ١٣٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱: عبدالرحمٰن بن ملجم ۲: برک بن عبداللہ ۳: عمرو بن بکر تمیمی

یہ تینوں اپنے مقتول خارجیوں کو یاد کرتے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سمیت دیگر امراء کے خلاف تنقید کرتے، اپنے مقتولوں پر ترس کھاتے رہے اور یہاں تک جوش میں آ کر کہنے لگے، ان کے قتل کے بعد اب ہم نے زندہ رہ کر کیا کرنا ہے، ان کے بقول ہمارے مقتول لوگوں کو رب کی عبادت کی دعوت دیتے تھے، وہ کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے، اس لیے اگرچہ ہمیں جانوں کا نذرانہ بھی دینا پڑے، ہمیں گمراہی کے پیشواؤں کو تلاش کر کے قتل کرنا چاہیے، تاکہ ہم شہروں کو بھی ان کی زیادتیوں سے آرام دلا سکیں اور اپنے مقتول بھائیوں کا بدلہ بھی لیں، اس کے بعد عبدالرحمٰن بن ملجم بولا: میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا کام تمام کرنے کا ذمہ اٹھاتا ہوں، برک نے کہا، میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا بیڑا اٹھاتا ہوں، عمرو بن بکر نے کہا، میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے خاتمہ کا وعدہ کرتا ہوں۔

اس معاہدہ پر توثیق کے لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں اٹھائیں کہ ہم میں سے کوئی آدمی پچھلے پاؤں نہیں پلٹے گا، بلکہ اپنے ذمہ لیے کو قتل کر کے چھوڑے گا، انہوں نے ۴۰ ہجری اور رمضان کی پندرہ تاریخ کا منحوس منصوبہ کے لیے دن متعین کر رکھا تھا کہ اس دن سب نے اپنے اپنے ہدف پر حملہ آور ہونا ہے، انہوں نے اپنی تلواروں کو زہر آلود کر لیا اور اپنے اپنے ہدف کے علاقہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن ملجم کندہ والوں میں شمار ہوتا تھا، یہ کوفہ میں آیا، حالانکہ کوفہ میں اس کے دیگر بھائی بند بھی موجود تھے، لیکن اس نے انہیں خبر تک نہ دی کہ کہیں راز فاش نہ ہو جائے۔

کوفہ میں تیم رباب قبیلہ کے دس افراد موجود تھے جبکہ ان میں ایک عورت تھی، جس کا نام قطام بنت شجنہ تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے باپ اور بھائی کو قتل کیا تھا، یہ عورت حسن و جمال کا پیکر تھی، عبدالرحمٰن نے جب اسے دیکھا تو اسے اپنا مشن بھول گیا، اس میں مگن ہو گیا، اسے پیغام نکاح بھیجا، اس نے کہا، میں اس وقت تک تجھ سے نکاح نہیں کروں گی، جب تک تو مجھے راحت نہیں پہنچاتا، اس نے کہا، تیرے لیے سامانِ راحت کیا ہے؟ اس نے کہا، تین ہزار درہم، ایک غلام اور ایک گانے والی لونڈی اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قتل، یہ میرا حق مہر ہے، اس نے کہا دوسری اشیا تو حق مہر ہوا، حضرت علی کا قتل درمیان میں رکھ کر تو مجھے مروانا چاہتی ہے، اس قطام نے کہا: نہیں میں ہر پریشانی صاف کرنا چاہتی ہوں، کیونکہ اگر تو انہیں قتل کر دیتا ہے، تو مجھے بھی اور تجھے بھی تشفی ہوگی، پھر تو میرے ساتھ بلا خطر خوش کن زندگی کی دادِ عیش دے گا اور اگر تو قتل ہوگا، تو تیرے لیے اس کار خیر کے عوض وہ ثواب اور بدلہ ہے، جو ہمیشہ رہنے والا اور پائدار زیبائش ہے۔ قطام کے سامنے عبدالرحمٰن نے اظہار کر دیا کہ میں کوفہ میں آیا ہی اسی مشن پر ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کروں، یہ سن کر قطام نے اپنی قوم میں سے اسے معاون دیئے۔

۴۰ ہجری جمعہ کی شب پندرہ رمضان کی تاریخ ہوئی تو یہ بدبخت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے گھات میں بیٹھ گیا، جونہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نمازِ فجر کے لیے باہر تشریف لائے، ابن ملجم نے آپ کے سر مبارک کے کنارے پر تلوار کا وار کیا اور ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پکارنے لگا، اے علی! حکم و حکومت صرف اللہ کے لیے ہے، نہ تیرا اور نہ تیرے ساتھیوں کا حق ہے، جو لوگ نماز کے لیے مسجد میں جمع تھے، وہ گھبرا گئے۔ ❶

زہر آلود تلوار کنپٹی میں پیوست ہوئی پھر زخم بھی گھائل تھا اثر کر دیا۔ آہ! بہادروں کی عظمت صرف ان کی حیات فانی تک ہی نہیں ہوتی، بلکہ وہ حیات جاودانی کی جانب بھی سدھارتے ہوئے اپنی عظمتوں کے نقوش اجاگر کرتے ہیں، آپ کو گھر لے جایا گیا، ایسے تکلیف دہ لحظوں اور لمحوں میں بھی اپنے اٹھانے والوں اور گرد جمع ہو کر آنے والوں سے کہا: ''نمازِ فجر ادا کرو کہیں فوت نہ ہو جائے، کیونکہ یہ بطلِ عظیم نماز فجر کی ادائیگی کے لیے ہی مسجد کی جانب جا رہا تھا، کہ یہ بدبخت حملہ آور رکاوٹ بن گیا، نمازی فارغ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، ان میں سے بعض نے آپ کے قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم کو پکڑا ہوا تھا، سامنے پیش کیا، آنکھیں کھولیں، قاتل کو دیکھا اسے پہچان گئے، کہتے ہیں، کیا تو قاتل ہے؟ میں نے تجھ پر بے شمار احسان کیے، کیا احسان کا یہی بدلہ ہے۔

اس کے بعد اسلام کا یہ عظیم سپوت اپنے بیٹوں اور اپنے جانثار ساتھیوں کے چہروں پر نگاہ دوڑاتا ہے، تو بھانپ جاتا ہے کہ ان کے سینہ سے غیظ و غضب کے لاوے پھٹ رہے اور انتقام کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور محسوس کیا کہ موت کی برودت و ٹھنڈک انگ انگ میں سرایت کر رہی ہے، اور ابن ملجم اپنی بدانجامی کے جال میں پھنسنے والا ہے، میرے بیٹے اور باوفا ساتھی اسے خوفناک انتقام کے پنجوں میں جکڑنے والے ہیں، تو بھی اس کمینہ صفت قاتل پر حدودِ الٰہی اور شرعی قصاص کے نفاذ کے سوا کسی قسم کی زیادتی نہیں چاہتے اور تجاوز کرنے سے روکنے پر اصرار کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ اپنے لائق و فائق اور تابع فرماں فرزندوں کو آواز دیتے ہیں جبکہ موت کی تاریکی گہری ہوتی جا رہی ہے، منہ سے نکلنے والی بات ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی اور بولنے میں دقت و دشواری آ رہی ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ انسانیت کی عظمت کی لوح پر قرآنِ پاک سے اخذ کردہ نئی تاریخ رقم کر رہے ہیں، اپنے گھر والوں اور خصوصاً پیارے جگر گوشوں سے کہا۔

اس قاتل کی مہمانی عمدہ طریقہ سے کرنا اور اچھا ٹھکانا دینا، اگر میں زندہ رہا تو میں خود ذمہ دار ہوں، قصاص لوں یا معاف کروں، یہ مجھے اختیار ہے اور اگر میں مر جاؤں تو اسے میرے پاس بھیج دینا قصاص میں قتل کر دینا، میں رب کائنات کی بارگاہ میں اس کے خلاف مقدمہ لڑوں گا، بس اسے ہی قتل کرنا جو میرا قاتل ہے اور کسی کو نہ مارنا، کیونکہ اس نے زیادتی کی ہے، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ❷

علمائے تاریخ بیان کرتے ہیں، رمضان کی تیرہ راتیں ابھی باقی تھیں اور ۴۰ ہجری تھی، ایک قول کے مطابق رمضان کی اکیسویں شب تھی، جب عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا، جمعہ اور ہفتہ کا دن آپ زندہ رہے اور بروز اتوار آپ کی شہادت ہوئی، آپ کو حضرت حسن و حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ

---

❶ الخلفاء الراشدون: ۳۱۹، حسن ایوب.

❷ خلفاء الرسول: ۵۹۸، خالد محمد خالد.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے نماز جنازہ پڑھائی اور سحری کے وقت اس پیکر مروت کو دفن کیا گیا۔ [1]

حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت حسن نے قاتل کی گردن اڑا دی، اس کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے یہ تاثرات بیان کیے۔

لوگو! کل تم سے ایسا آدمی جدا ہوا اور داغ مفارقت دے گیا ہے، جو پہلوں اور بعد والوں پر سبقت لے گیا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے فوجی دستہ میں علمبردار بنا کر بھیجا کرتے، تو اللہ کی مدد سے یہ فتح یاب ہو کر لوٹا کرتے تھے، جبریل ان کی دائیں اور میکائیل ان کی بائیں جانب چلا کرتے تھے، نہ تو کوئی چاندی چھوڑی نہ ہی سونا صرف سات سو درہم ان کی داد و دہش سے بچے ہیں، یہ بھی غلام خرید کر آزاد کرنے کے خواہاں تھے کہ وقت موعود آن پہنچا۔ [2]

اس طرح یہ آخرت کا راہی اپنے آخرت کے وطن میں داخل ہوا اور حقیقی منزل کی جانب سدھارا، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دنیا سے توکوچ کر گئے، لیکن ان کی حیات نے ایسے تابناک کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ جو حیاتِ بشری اور ساری انسانیت کے بلند مقام پر آفتاب بن کر درخشاں رہیں گے اور حق کی قدروں، شجاعت، ایمان، خیر اور شرف کی بلندیوں کا ایسا مدار رہیں گے، جن کی مقناطیسی قوت جذب وکشش کے ساتھ انسانیت کی نگاہوں کا مرکز رہے گی۔

راہِ حق کا مسافر:

آہ! یہ امام وقت دنیا سے جا بھی چکا لیکن اس کی یادیں نہیں گئیں، یہ عجیب کوچ کرنے والا ہے، صدیاں بیت گئیں، پھر بھی یہاں کا مکین ہے، ان کی یاد کے لیے ہمیشگی کے دروازے کیوں نہ کھلے رہیں، انہوں نے دنیا والوں کے لیے اپنی دنیا چھوڑ دی، اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کو پسند کیا، تند و تیز ہوائیں اور آندھیاں چلیں کہ انہیں وحشت زدہ کریں اور روشن جادۂ حق سے کج رو بنا کر گمراہی کی تاریکی میں پھینک دیں یا رشد و ہدایت کے نور سے محروم یا مشغول کر دیں، لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان طوفانوں میں بھی چراغ ہدایت بن کر جگمگاتے رہے، راہِ حق سے ذرہ برابر برگشتہ نہ ہوئے۔

رضی اللہ عنہ وعنھم اجمعین! [3]

---

[1] صفة الصفوة: ١/ ١٣٥.

[2] ابن حبان، احمد، بزار، صحیح ہے، الصحیحه: ٢٤٩٦، البانی.

[3] خلفاء الرسول: ٦٠١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

5

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے خدوخال

زندہ شہید:

ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص آرزو مند ہو کہ وہ اس سرزمین پر چلتا ہوا زندہ شہید دیکھے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ کتنے ہی مبارک ہیں طلحہ بن عبید اللہ جنہوں نے غزوۂ احد میں اپنی متاع حیات حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رکھ دی۔ کتنے ہی مبارک ہیں، یہ شہید باوفا (طلحہ بن عبید اللہ) ان کے پاؤں کی آہٹ اس سرزمین سے آ رہی تھی اور یہ زندہ چلتے پھرتے تھے، کہ عرش بریں سے ان کے لیے جنت کی بشارت مل چکی ہے۔ مبارک ہیں، جن کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' طلحہ اسلام کے ان فرزندوں میں سے ہیں جنہوں نے اسلام پر جانثاری کا عہد پورا کیا۔

تعارف:

مبارک ہے، انہیں جن کا نام طلحہ بن عبید اللہ قریشی تیمی اور کنیت ابو محمد ہے، عشرہ مبشرہ میں سے اور ان آٹھ افراد میں شامل ہیں، جو پہلے پہل اسلام کے دامن امن میں جاگزیں ہوئے اور انہیں یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ ان پانچ افراد میں سے ہیں، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ترغیب و دعوت سے اسلام لائے اور جو چھ افراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحابِ شوریٰ کے لیے منتخب کیے تھے آپ ان میں شمار ہوتے تھے۔[1]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بہت نفیس طبیعت انسان ہیں، ہمہ وقت خیر کی طلب میں کوشاں رہتے، خواہ وہ خیر کہیں سے بھی مل جائے۔

جاہلیت میں بھی نفیس طبع تھے:

اپنے اردگرد جاہلیت کا ماحول دیکھ کر جس میں وہ زندگی گزار رہے تھے، بہت کبیدہ خاطر رہتے، اس سراپائے برائی کے ماحول پر غمگین رہتے، ان کی حالت دیکھ کر ان کا کلیجہ پھٹ جاتا، ان کی مروت و روح کی بالیدگی، صاف دلی اور ہر عیب سے پاکیزہ فطرت میں یہ ارمان ماہئی بے آب کی مانند تڑپتے تھے، کہ جاہلیت کی یہ غلاظت، پاکیزہ اور صاف عادت

[1] اصابہ: ۳/ ٤٣٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بدل جائے کہ لوگ نفرت کی جگہ محبت، ناچاکی کی جگہ الفت، ظلم کی جگہ عدالت اور مخالفت کی جگہ اخوت سے معمور زندگی گزاریں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اسلام کے عظیم سپوت اور شجاع شاہسوار ہیں، آپ اثر انگیز اور سحر خیز شخصیت کے مالک تھے، خصوصاً اسلامی فتوحات میں ان کا عظیم کردار تھا۔ ان کے والد محترم عبید اللہ، اشراف مکہ میں سے سربر آوردہ شخص اور مکہ کے بااثر آدمیوں میں سے ایک تھے اور ان کی والدہ محترمہ کا نام صعبہ بنت عبداللہ تھا اور ان کے نانا امجد کا نام وھب بن عبداللہ تھا، جو عطیات ونوازشات اور جود وکرم میں نامور تھے۔

عمدہ طریقے والے:

ایسے عمدہ اوصاف والے کہ ماں، باپ کے درمیان ان کا بچپن اور لڑکپن گزرا اور جوانی پروان چڑھی، اپنے والدین سے انہوں نے کارگاہِ حیات عمدہ طریقہ سے گزارنے کے گُر سیکھے، ان کے اخلاق کریمانہ کے زیور سے آراستہ اور اوصاف حمیدہ کے لباس سے پیراستہ ہوئے۔ اب یہ تنومند جوانِ رعنا تھے، شادی کے قابل عمر ہوئی تو حضرت حمنہ بنت جحش صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ حضرت زینب بنت جحش ام المومنین کی ہمشیرہ تھیں، ان سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے سرزمین مکہ مکرمہ میں پرورش پائی، اس کے نرم وگرم چشیدہ تھے، اس کی تمام اونچ نیچ سے آشنا تھے، ان کے قدم پہاڑوں کی چوٹیوں تک کو چھو چکے تھے، آپ نے تیر اندازی کا فن سیکھا اور نیزہ بازی میں مہارت حاصل کی۔

سچے تاجر:

اب ذمہ داریوں کی وجہ سے اخراجات بڑھے تو مکہ کی وسعت انہیں تنگ محسوس ہونے لگی، اب انہوں نے تجارت کو ذریعۂ معاش کے طور پر اختیار کیا، سفر تجارت میں بیرون شہر جانے لگے، بصریٰ اور شام کے بازاروں میں ان کا نام گونجنے لگا اور یہی شہرت تھی کہ طلحہ ایک سچا تاجر اور خرید وفروخت میں نرم خو ہے تجارت کی وجہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی زندگی مضطرب تھی، کبھی سفر پر روانہ ہوتے اور کبھی گھر میں۔ آج مقام ہے آج کوچ ہے

عجب سرا ہے یہ دنیا کہ شام و سحر
کسی کا کوچ اور کسی کا مقام ہوتا ہے

دن گزرتے گئے، راتیں کروٹ بدلتی رہیں، حضرت طلحہ تجارت کے ہوکر رہ گئے، مگر انہوں نے یہی مشکل عمل ہی زندگی کی گزران کے لیے پسند کیے رکھا۔

اسلام لانے میں سبقت:

حضرت طلحہ کی امنگ جلد ہی بھر آئی کہ نور اسلام کا تڑکا پھوٹ پڑا، جس نے لحظہ بھر میں کائنات کو اپنی ضیاء پاشی سے روشن کردیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

وہ پر رونق دن کہ جبریل علیہ السلام حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر نازل ہوتے ہیں، اور یہ ایسا نور تھا، جس سے دلوں کے تاریک گوشے جگمگا اٹھے، اور وہ نفوس جو شرک وکفر کے خوفناک صحراء کے ریگزاروں میں سرگردان ہو کر زندگی کے لمحات گزار رہے تھے، وہ توحید وایمان کے انوار وتجلیات سے ہدایت پانے لگے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر مبعوث کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی رسالت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ اطلاع پائی کہ آپ نبی بن کر آئے ہیں، یہی ان کے دل کی آواز تھی، ادھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں دعوتِ اسلام پیش کی، ادھر انہوں نے قبول کر لی اور ذرہ برابر بھی پاؤں میں ڈگمگاہٹ نہیں آئی، وہ جانتے تھے، یہ صدائے حق ہے، کیونکہ اس کے داعی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادق اور امین ہیں، اس میں کوئی دو رائے نہیں ہو سکتیں اور مجھے راہِ حق کی طرف بلانے والے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ایک سچے تاجر ہونے کی شہرت رکھتے ہیں، یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ صدیق اکبر جیسا آدمی کبھی ضلالت وگمراہی اختیار کرے اور پھر یہ دعوت حبیب کبریاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی ہے، دونوں ہی پیکر صداقت ہیں، دونوں ہی غلط نہیں ہو سکتے۔

یہ سوچ بچار اختیار کرنے کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ دھڑکتے دل اور شوقِ ملاقات پر بے تابانہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کائنات کے باسیوں کے سامنے والہانہ اعلانِ اطاعت کرتے ہیں۔

"اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله."

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں کوئی معمولی آدمی نہ تھے، جدی پشتی شرف وقدر اور دولت وثروت والے تھے، اس کے باوجود مخالفوں کی آتشِ انتقام کا نشانہ بنے، انہیں گوناگوں اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا، لیکن یہ مصائب کا دور اور ابتلاء وآزمائش کی گھڑیاں جلد ہی بیت گئیں، اور مشکلات کے بادل چھٹ گئے۔

ہجرتِ مدینہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کا سفر کیا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی مہاجروں میں شامل ہو گئے، تاکہ کفار قریش کی نگاہوں سے دور اور ان کے تسلط سے رہائی پا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے دلبہار جھونکوں سے آنکھیں ٹھنڈی رکھ سکیں۔

زندہ شہید کا اعزاز دلنواز:

دیکھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو خوشخبری دے رہے ہیں کہ یہ اللہ عزوجل کے حکم سے شہید ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ حرا پر تھے کہ اس پر لرزہ طاری ہوا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حراء ٹھہر جا، تیرے اوپر نبی، صدیق اور شہید ہیں، اس وقت کوہِ حراء پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی اور حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ ❶

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو جب علم ہوا کہ وہ عنقریب شہادت کی موت سے فائز المرام ہوں گے تو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مژدۂ دلنواز سننے کے بعد شہادت گاہوں کو ڈھونڈتے رہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام معرکوں میں شرکت کی، صرف غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ اس میں حاضری سے محروم رہے، یہ شام میں تجارت کی غرض سے چلے گئے تھے، اور حاضر نہ ہو سکے، ابن سعد نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ شام سے قریش کا قافلۂ تجارت آنے والا ہے، اسے ہم نے گرفتار کرنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہم کو دس دن پہلے اس قافلہ کی جاسوسی کے لیے بھیجا کہ پتہ کریں اور اس کی نقل وحرکت کا بتائیں، یہ دونوں گئے، حوراء مقام پر پہنچے اور وہیں ٹھہر گئے، ان کے پاس سے وہ قافلہ گزرا ان کے جانے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قافلہ کی واپسی کی اطلاع ملی، آپ بدر کی جانب نکلے مگر ابھی تک طلحہ اور سعید رضی اللہ عنہم مدینہ نہ پہنچ سکے تھے کہ معرکۂ بدر پیش آ گیا، اس وجہ سے یہ شریکِ معرکہ نہ ہوئے۔ ❷

ایک اور اعزاز صد ہا افتخار کہ طلحہ پر جنت واجب ہے:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے شوقِ شہادت میں مسحور ہو کر غزوۂ احد میں شرکت کی کہ شاید اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کو اسی غزوہ میں پورا کر دیں اور اس میں یہ اعزاز حاصل ہو جائے، معرکۂ بدر میں جو مسلمانوں کو نصرتِ الٰہی حاصل ہوئی، اس کا اہلِ مکہ پر رعب اور خوف طاری تھا کہ مٹھی بھر جماعت نے بہادری کی ایک نئی تاریخ رقم کی ہے۔

لیکن میدانِ احد میں تیر اندازوں سے ایک بہت ہی فاش غلطی ہوئی جس نے میدانِ معرکہ کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی، مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا، بلکہ یہاں تک صورت حالات خطرناک اور نازک ہو چکی تھی کہ دشمن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل تک پہنچنے والے تھے، اس غلطی کی وجہ سے بہت برے اثرات مرتب ہوئے اور جو معرکۂ بدر کے مسلمانوں کی ہیبت کا سکہ دشمنوں کے خلاف بیٹھا تھا، وہ بظاہر شکست میں بدل گیا۔

درّہ پر کھڑے تیر اندازوں نے جب دیکھا کہ مسلمان، دشمن کا مالِ غنیمت لوٹ رہے ہیں اور دشمن پر ان کا غلبہ ہے، تم بھی ان میں شامل ہو جاؤ، تو یہ (تیر انداز) آپس میں بٹ گئے، کچھ کہنے لگے: (دل ہی دل میں) یہ جو لوٹ رہے ہیں، ان پر دنیا کی محبت غالب ہے، ہم اس میں شریک نہیں ہوں گے، بعض نے کہا، اب کس چیز کا انتظار، یہ غنیمت ہے، ہاں یہ غنیمت ہے اسے ضرور لوٹنا چاہیے۔

اوران کے قائد حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یاد کروایا کہ تم بھول گئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے یہ درہ نہیں چھوڑنا، خواہ ہم غالب آئیں یا مغلوب ہوں لیکن ان میں سے زیادہ نے اس

❶ مسلم: ٥٠، کتاب فضائل الصحابة. ❷ طبقات: ٣، ١/ ١٥٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یاددھانی پر کان نہ دھرے، بلکہ بضد ہو کر کہا، ہم تو مال غنیمت لوٹتے ہیں، ان تیر اندازوں میں سے چالیس افراد نے درہ چھوڑ دیا اور لشکر میں شامل ہو کر غنیمت اکٹھا کرنا شروع کی، اس سے مسلمانوں کی پشت خالی ہوگئی، وہاں درہ پر صرف عبداللہ بن جبیر اور نو دیگر افراد باقی رہ گئے، یہ اپنی جگہ ڈٹے رہے اور عزم مصمم کرلیا کہ یہاں سے تب حرکت کریں گے، جب اجازت ملے گی یا پھر یہیں موت آ جائے۔

خالد بن ولید نے جو کہ اس وقت مشرکوں کی فوج کے سپہ سالار تھے، اس سنہری موقع کو ضائع نہ ہونے دیا، وہ نہایت ہی تیز رفتاری سے چکر کاٹ کر لشکر اسلامی کی پشت پر پہنچ گئے، حضرت عبداللہ اور ان کے جانثار ساتھیوں کو شہید کیا اور مسلمانوں پر ان کے پیچھے سے حملہ آور ہو کر ٹوٹ پڑے۔

خالد کے شاہسواران نے چیخ و چلاہٹ شروع کر دی، شکست خوردہ مشرکوں کے حوصلے بلند ہوگئے، انہیں جنگ کا ایک نیا روپ مل گیا، وہ بھی مسلمانوں کے خلاف واپس پلٹ آئے، ان کا جھنڈا خاک میں گرا پڑا تھا، اسے ایک عورت عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے اٹھایا، اور اسے لہرا دیا، تمام بھگوڑے مشرک اس کے نیچے جمع ہوگئے اور اردگرد سے بھاگنے والے ادھر سمٹ آئے، اور ایک دوسرے کو پکار کر اکٹھا کرنے لگے، اس طرح دشمن کی بکھری ہوئی فوج پھر اجتماعیت اختیار کرگئی، اور ثابت قدم ہو کر لڑنے لگی جبکہ مسلمان آگے اور پیچھے سے چکی کے دو پاٹ کی مانند دشمن کی زد میں آ گئے۔

آتشِ جنگ شعلہ بار تھی، مسلمانوں کے گروہ، دشمنوں کے درمیان طوق کی مانند جکڑے گئے اور مسلمان مشرکوں کی فوج کی چکی میں پس رہے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد خونریز معرکہ آرائی بپا تھی، ایک اور خطرہ یہ نمودار ہوا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو آواز دی کہ ''هَلُمَّ اِلَيَّ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ'' لوگو! میرے پاس آؤ، میں اللہ کا رسول یہاں ہوں۔

مشرکوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو سنا تو پہچان لیا، اب بار بار حملہ آور ہونے لگے، پورے زور شور سے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر آپ کے اردگرد ہجوم کر رہے تھے کہ مسلمانوں کے پروانہ وار جمع ہونے سے پہلے پہلے وہ آپ کو نقصان پہنچا دیں اور کام تمام کر دیں، اس لیے اس وقت مشرکوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں سے نو جانثاروں کے درمیان گھمسان کا معرکہ جاری تھا، جس میں محبت و جانسپاری اور محبوب پر فداکاری اور بسالت و شجاعت کے نادر واقعات کا ظہور ہوا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد کے دن تنہا صرف سات انصار میں سے اور دو قریش میں سے اپنے محبوب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اس طرح کھڑے تھے، جس طرح ماہتاب ہالہ میں گھرا ہوتا ہے۔ جب دشمن آپ کے قریب آیا تو فرمایا: ''جو میرا جانثار انہیں مجھ سے دور کرے گا، میں اسے جنت کی خوش کن خبر دیتا ہوں، یا فرمایا: ''وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔''

یہ سن کر ایک انصاری آگے بڑھے اور بے جگری سے دفاعی لڑائی لڑتے ہیں، حتی کہ راہِ حق میں شہید ہوگئے، دشمن پھر قریب ہوا، تو آپ نے پھر فرمایا: ''حتی کہ ساتوں انصاری ایک ایک کر کے جامِ شہادت نوش کرتے گئے، رسول

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اکرم ﷺ نے اپنے قریشی دونوں دوستوں سے مخاطب ہو کر کہا: یہ ہمارے باوفا و باصفا ساتھی ایک ایک کٹتے گئے ہیں، انہوں نے حق ادا کر دیا، ہم ان کا حق نہیں ادا کر سکے۔ ❶

ان خونِ جگر سے محبتِ رسول ﷺ کے گلشن کی آبیاری کرنے والوں میں سے آخر میں شہید ہونے والے عمارہ بن یزید بن سکن تھے، ان کا دنیا سے الوداع ہونے کا نرالہ ہی انداز تھا، یہ آپ ﷺ کے دفاع میں اتنا لڑے کہ زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر پڑے، لحظہ بھر میں مسلمانوں کی ایک جماعت نے کافروں کے جھرمٹ کو عمارہ سے دور کیا اور اسے اٹھا کر رسول اکرم ﷺ کے پاس لے آئے، انہوں نے وفا کی دنیا میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا کہ رخسار، آپ ﷺ کے قدم مبارک پر رکھ دیئے اور اس حالت میں ان کی روح قصر عنصری سے پرواز کرتی ہے کہ رخسار رسول اکرم ﷺ کے ان قدموں کو تکیہ بنائے ہوئے ہیں۔ ❷

گلستان میں جا کر میں نے ہر ایک گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی خواہش یہی آرزو ہے

ابوعثمان بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جماعت انصار کی شہادت کے بعد لڑنے والے صرف حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما ہی رہ گئے اور کوئی نہ تھا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے یہ اعزاز بہت بلند ہے کہ رسول اکرم ﷺ اپنے ترکش سے تمام تیر نکال کر زمین پر بکھیر دیتے اور کہتے ہیں: اے سعد! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، تیر دشمن پر پھینکو۔

حضرت سعد کے لیے یہی عظمت کافی ہے کہ نبی ﷺ نے غزوہ احد میں اور کسی کے لیے ماں باپ کی فداکاری کا اعلان نہیں کیا، صرف انہی کے لیے ہے۔ اگرچہ ایک اور موقع پر ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ماں باپ کی فدائیت کا کہا تھا، مگر احد میں صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے ہی کہا ہے۔ ❸

جب طلحہ رضی اللہ عنہ ڈھال بن گئے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ یوں نقشہ کشائی کرتے ہیں کہ احد کے دن لوگ میدان سے بھاگ گئے، بارہ آدمیوں کی حفاظت میں رسول اکرم ﷺ کھڑے تھے، ان میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، دشمن نے آپ کو بھانپ کر گھیرے میں لے لیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اس دشمن کا سامنا کون کرے گا؟ حضرت طلحہ نے کہا، میں کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم ٹھہرے رہو، ایک اور آدمی نے کہا، میں کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: ہاں تم کرو، وہ بے جگری سے لڑا حتی کہ شہید ہوگیا،

---

❶ مسلم: ۲/ ۱۰۷، باب غزوہ احد. ❷ ابن ھشام: ۲/ ۸۱.

❸ بخاری: ۳۷۲۲، مسلم: ٤٧، بخاری: ۳۷۲۵، بخاری: ۱/ ٤۰۷، ۲/ ۵۸۰، ۳۷۲۵، مسلم: ٤۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے توجہ کی تو مشرک آ رہے تھے، فرمایا، ان کا مقابلہ کون کرے گا؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے پھر خود کو پیش کیا، آپ نے فرمایا: تم ابھی ٹھہرو، ایک انصاری نے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: ہاں تم دفاع کرو، انہوں نے فداکاری کا مظاہرہ کیا، یہاں تک کہ وہ راہِ وفا میں شہید ہوگیا، اسی طرح آپ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے، انصار پروانہ وار جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہوئے شہید ہوتے گئے، اب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رہ گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کا مقابلہ کون کرے گا؟ طلحہ نے کہا: میں کروں گا، اب انہوں نے آپ کے دفاع میں لڑنا شروع کیا، اس شجاعت کے پیکر نے گیارہ شہداء کی جانثاری برابر تنہا ہی دفاع کیا، حتی کہ ان کی انگلیاں دفاع کرتے کرتے کٹ گئیں، بے ساختہ زبان سے حس نکل گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: طلحہ! اگر تم حس کی جگہ بسم اللہ کہتے تو تمہیں فرشتے اٹھا لیتے اور لوگ اس منظرِ دلربا کا نظارہ کرتے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو تتر بتر کر دیا۔ [1]

طبرانی میں ہے، اگر تم بسم اللہ کہتے تو لوگوں کے سامنے تمہیں فرشتے اٹھا کر آسمان کی جانب پرواز کرتے۔ نسائی اور دلائل بیہقی میں ہے: اگر تم بسم اللہ کہتے تو آسمان کی فضاؤں میں چڑھ جاتے۔ احمد میں ہے کہ حضرت طلحہ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم حس کی بجائے بسم اللہ کہتے تو تم دنیا میں زندہ ہوتے اس کے باوجود جنت میں تمہارے لیے جو محل تیار ہو رہا ہے، اسے تعمیر ہوتا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے۔ [2]

حضرت قیس بن حازم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ دیکھا تو جو جنگ احد میں نبی اکرم ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل ہو چکا تھا۔ [3]

اس غزوۂ احد میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو انتالیس یا پینتیس زخم آئے تھے، انگوٹھے کے ساتھ والی دونوں انگلیاں بے کار ہوگئی تھیں۔

اس دن نبی ﷺ نے فرمایا: اور انہیں یادگار اعزاز دیا: جو روئے زمین پر قدم رنجا فرما شہید دیکھنے کا آرزو مند ہو، وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ [4]

ابو داؤد طیالسی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب بھی معرکۂ احد کا دن یاد کرتے تو فرماتے تھے: اس دن طلحہ سب پر بازی لے گئے تھے۔ [5]

ان کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے طلحہ بن عبید اللہ! تمہارے لیے جنت لازم ہو چکی ہے اور تم نے جنت کی آبشاروں میں جگہ ڈھونڈ لی ہے۔ [6]

---

1. حاکم مختصرا: ۳/ ۳۶۹، معرفة الصحابه، وله طرق، حدیث مجموعة حسن ہے، الصحیحه: ۲۱۷۱، البانی.
2. فضائل الصحابة: ۱۲۹۴، اسناده صحیح.
3. بخاری: ۴۰۶۳.
4. بخاری: ۷/ ۳۶۱، ترمذی، حاکم عن جابر، صحیح ہے، صحیح الجامع: ۵۹۶۲.
5. فتح الباری: ۷/ ۳۶۱.
6. مختصر تاریخ دمشق: ۷/ ۸۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی دونوں بیٹیاں عائشہ اور ام اسحاق بیان کرتی اور اپنے علم کے مطابق کہتی ہیں کہ ہمارے والد محترم کو احد کے دن چوبیس زخم لگے، ان میں سے ایک سر میں تھا، جو مربع شکل کا تھا، ان کی رگ کٹ گئی تھی، جس سے ان کی انگلی شل ہوگئی تھی، سارا جسم زخموں سے گھائل اور وہ بے ہوش ہوگئے تھے۔

جب زخمی شیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھے پر اٹھایا:

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت ٹوٹ گئے اور رخِ انور بھی زخمی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غشی طاری ہوگئی، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا رکھا، اور الٹے پاؤں واپس آرہے تھے اور جب بھی کسی مشرک سے سامنا ہوتا آپ کے دفاع میں اس سے لڑتے بھی، یہاں تک کہ حضرت طلحہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھاٹی تک پہنچانے میں کامیاب ہوگئے اور آپ کو گھاٹی کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بٹھا دیا۔ [1]

یہ بے مثال، تگ و تاز اور عمدہ کارکردگی کا مشاہدہ فرما کر ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا لازوال اعزاز بخشا کہ طلحہ رضی اللہ عنہ نے جنت لازم کر لی ہے۔ [2]

اللہ سے کیا ہوا عہد، وفا کیا:

حضرت موسیٰ و عیسیٰ جو کہ حضرت طلحہ کے بیٹے ہیں، دونوں بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ابا جان نے ہمیں یہ واقعہ سنایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دیہاتی سے کہا کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ سورت احزاب پارہ ۲۱ میں جن لوگوں کا یہ وصف بیان ہوا ہے کہ انہوں نے اپنا پاس عہد نبھایا ہے، اس سے کون مراد ہے؟

خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور ہیبت کی وجہ سے پوچھنے کی ہمت نہ پاتے تھے، اس دیہاتی نے سادگی کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخِ تاباں پھیر لیا، اس نے پھر پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر رخ پھیر لیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کچھ دیر بعد میں مسجد کے دروازہ سے باہر آیا، میں نے سبز رنگ کا لباس زیب بدن کر رکھا تھا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا: عہد پورا کرنے والا کون ہے، اس کے متعلق پوچھنے والا دیہاتی کہاں گیا ہے؟ دیہاتی نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں حاضر ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ ہے جس کے متعلق قرآنِ پاک نے عہد وفا کا پاس رکھنے والے کہا ہے۔'' [3]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جنگ احد میں میرے جسم کا ہر انگ زخمی ہوا، حتی کہ میری شرمگاہ بھی زخموں سے محفوظ نہ رہی۔ [4]

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۳۲ للذھبی۔

[2] احمد، ترمذی، ابن حبان، حاکم عن الزبیر، صحیح ہے، صحیح الجامع: ۲۵۴۰، الصحیحہ: ۹۴۵۔

[3] ابو یعلیٰ: ۲/ ۲۶، ترمذی: ۳۷۴۲، باسناد حسن۔ [4] سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۳۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی شاعر نے کیا ہی خوب دادِ شجاعت دی ہے:

وَطَلْحَةُ يَوْمَ الشِّعْبِ وَاسٰى مُحَمَّدًا
لَدٰى سَاعَةٍ ضَاقَتْ عَلَيْهِ وَسُدَّتِ

''حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں درہ والے دن، حضرت محمد ﷺ کی اس گھڑی میں غمخواری کی جب زمین تنگیٔ داماں کی شکایت کر رہی تھی اور نکلنے کی تمام راہیں بند ہو چکی تھیں۔''

وَقَاهُ بِكَفَّيْهِ الرِّمَاحَ فَقُطِّعَتْ
اَصَابِعُهُ تَحْتَ الرِّمَاحِ فَشُلَّتِ

''انہوں نے آپ ﷺ پر برسنے والی تیروں کی بوچھاڑ کو اپنے ہاتھوں پر روکا، جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں اور ہاتھ شل ہو گیا۔''

طلحہ رضی اللہ عنہ کے دل میں نبی ﷺ کا ادب:

طلحہ رضی اللہ عنہ کے دل میں نبی اکرم ﷺ کی کتنی زیادہ قدر اور آپ کا ادب و احترام تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے چلتا ہے کہ زخمی حالت میں رسول اکرم ﷺ پہاڑ کی چٹان پر چڑھنے کے لیے اٹھتے اور آپ کو کمزوری ہو چکی تھی، اس ناتوانی اور زرہ پہننے کی وجہ سے چٹان پر بلند ہونے میں کامیاب نہ ہو پائے، یہ حالت دیکھ کر حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھ گئے اور آپ کو اٹھا کر چٹان پر لے گئے، اس سے پہلے نبی ﷺ کے دفاع میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں لنگڑا پن ظاہر ہو چکا تھا، اس لنگڑے پن کے باوجود نبی اکرم ﷺ کو اٹھا کر بہت ہی آہستہ آہستہ دونوں پاؤں پر برابر رکھ کر چل رہے تھے، تاکہ توازن برقرار رہے (اور نبی ﷺ کو تکلیف نہ ہو، اس لیے وہ اپنی جان پر دکھ برداشت کرتے ہوئے پاؤں سیدھا رکھ کر چلتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے انہیں لنگڑے پن سے شفا دے دی، ان کا لنگڑاتا ہوا پاؤں برابر ہو گیا اور وہ سیدھا چلنے لگے۔ [1]

بھائیوں سے حسن ظن رکھتے تھے:

حضرت مالک بن ابی عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا، اے طلحہ! تم نے دیکھا کہ یمن کے علاقہ سے آنے والے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تم سے زیادہ حدیثیں بیان کرتے ہیں، ہم ان سے ایسی احادیث سنتے ہیں، حالانکہ تم رسول اکرم ﷺ کے زیادہ قریبی ساتھی ہو، تم سے ہم وہ احادیث نہیں سنتے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی دیانتدارانہ، اور سنہری حروف سے لکھنے والا جواب دیا کہا، ہاں وہ درست بیان کرتے ہیں، کیونکہ ہم نے رسولِ اکرم ﷺ سے وہ کچھ نہیں سنا، جو انہوں نے سنا ہے، اس میں مجھے ذرہ برابر بھی شک نہیں۔ میں اس کی وجہ بتاتا ہوں، کیوں وہ زیادہ احادیث سنتے تھے اور ہم اہل و عیال والے تھے، ہمیں ان کی معاش کی

[1] صلاح الامة: ٥/ ٦٤٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی فکر ہوتی، اس لیے ہم رسول اکرم ﷺ کے پاس صرف صبح یا شام حاضر ہوتے، جب کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مسکین آدمی تھے، ان کا کوئی کاروبار نہ تھا، نہ ہی انہیں مال کی فکر تھی، وہ تو ہمہ وقت در رسالت پر حاضر رہتے، اس لیے وہ وہ کچھ سنتے رہے، جو ہم نہیں سن سکے۔ تمہارا کیا خیال ہے، اس آدمی کا بھلا ہوسکتا ہے، جو رسول اللہ ﷺ پر وہ بات باندھے، جو آپ ﷺ نے نہیں کہی، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسا عظیم انسان ایسی بات کیسے کرسکتا ہے، جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کہی ہو۔ ❶

حسن ظن کی آج ضرورت:

کاش! آج یہ سبق ہمیں یاد ہو اور ہم اپنے علمائے حق کے ساتھ حسنِ ظن پیدا کرسکیں، جو کہ اسلام کی سرحدوں کے محافظ، دین کے دفاع میں ہمہ وقت کمر بستہ اور ساری دنیا کے گوشے گوشے میں حبیب کبریاء ﷺ کے غلام بن کر آپ کی رسالت کا دفاع کر رہے ہیں۔ اگر سوچا جائے تو یہ علمائے حق ہر ظالم کے مقابلہ میں امت کے لیے مضبوط سرمایہ ہیں، جو بھی دین کی ناموس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، اس کا ہاتھ پکڑتے ہیں۔ ہم اس مضبوط سرمایہ کے بغیر کسی حال میں بھی زندہ نہیں رہ سکتے، یہ نہ ہوں تو امت کا ہر تن وبدن امراض کی آماجگاہ بن جائے اور ناتوانی میں دب جائے۔ اے اہل اسلام! اہل علم کی قدو منزلت پہچانو!

سخاوت کا بحر بیکراں:

حضرت قبیصہ بن جابر بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں، وہ بغیر کسی کے سوال کرنے کے اسے داد و دہش کرتے تھے اور بن مانگے کثرت کے ساتھ مال دینے میں میں نے ان سے بڑھ کر کسی اور کو نہیں دیکھا۔ ❷

موسیٰ اپنے والد محترم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس حضرموت کے علاقہ سے سات لاکھ درہم آئے تھے، میں نے وہ گھر میں رکھے، لیکن میں نے رات بے تابی اور پیچ و تابی میں گزاری، میری بیوی نے کہا، طلحہ! کیا بات ہے، کیوں مضطرب ہو؟ میں نے کہا، میں رات بھر تفکر کے کانٹوں پر لوٹ پوٹ ہوتا رہا ہوں کہ اس آدمی کا اپنے رب کے ساتھ کیسا گمان ہے، جس کے خانہ میں رات بھر اتنا مال پڑا رہا، بیوی بھی بہت سمجھ دار تھی، کہا، فکر کی کون سی بات ہے، اپنے دوستوں کو پیغام بھیجو اور اسے تقسیم کردو، جب صبح ہوئی تو دوستوں سے ٹپ اور پیالے منگواؤ اور اس مال کو ان میں بانٹ دو۔

میں نے اس اللہ کی بندی کی بات سن کر کہا، اللہ تجھ پر رحم کرے، تجھے خیر کی توفیق عطا ہوئی تو بیٹی بھی اس ہستی کی ہے جسے خیر کی توفیق مرحمت ہوئی آپ کی اہلیہ کا نام ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہما تھا۔ جب صبح ہوئی، ٹپ منگوائے اور مال کو مہاجروں اور انصار میں تقسیم کردیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ایک ٹپ بھر کر مال بھیجا، میری اہلیہ نے کہا: ابو محمد! یعنی

---

❶ ترمذی ورجالہ ثقات ارنؤوط، وحسنہ الترمذی والحافظ فی الفتح.

❷ طبقات: ۱،۳/ ۱۵۷، طبرانی کبیر: ۱۹۴.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلحہ اس مال میں ہمارا کوئی نصیب نہیں؟ کہا سارا دن کہاں رہی ہو، پہلے بتانا تھا، جو باقی بچا ہے وہ تمہارا ہی ہے جبکہ ایک تھیلی باقی بچی تھی جس میں تقریباً ایک ہزار درہم تھا، یعنی سات لاکھ میں سے یہ بچا وہ بھی یاد کرانے پر۔ [1]

سعدیٰ بنت عوف مریہ بیان کرتی ہیں، میں ایک دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی، وہ کچھ بوجھل سے محسوس ہوئے، میں نے کہا، طلحہ کیا بات ہے، تم بوجھل سے نظر آرہے ہو، کیا کوئی بیوی یا گھر والوں کی جانب سے کبیدہ خاطر ہو؟ انہوں نے کہا، نہیں، واللہ کوئی ایسی بات نہیں اور مجھے مخاطب ہو کر کہا، تم ایک مسلمان کے لیے بہترین غمخوار ہو، میرے پاس دراصل کچھ مال ہے اور اس نے غم واندوہ میں ڈال رکھا ہے، سعدیٰ کہتی ہیں: میں نے کہا، اس نے غم میں مبتلا کر رکھا ہے، اس سے غمزدہ اور افسردہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اسے اپنی برادری میں بانٹ دو، یہ سن کر غلام سے کہا، میری برادری کو بلاؤ، جب تمام قوم آ گئی تو مال ان میں بانٹ دیا۔ سعدیٰ کہتی ہیں، میں نے منشی سے کہا، اس دن حضرت طلحہ نے کتنا مال عطا و بخشش میں دیا تھا، اس نے بتایا، چار لاکھ درہم تھے۔ [2]

حضرت حسن بصری بیان کرتے ہیں، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک جاگیر فروخت کی جو سات لاکھ درہم میں فروخت ہوئی، ساری رات اس مال کی وجہ سے بے خوابی میں گزار دی چین تب آیا، جب صبح اسے لوگوں میں بانٹ دیا۔ [3]

علی بن زید کہتے ہیں، ایک دیہاتی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور دستِ سوال دراز کیا اور اس نے ایک ایسی رشتہ داری یاد دلائی کہ سیدنا طلحہ بہت متاثر ہوئے، اور اس دیہاتی سے کہا، ایسی رشتہ داری کے ساتھ تجھ سے پہلے مجھ سے کبھی کسی نے سوال نہیں کیا، میں بہت متاثر ہوا ہوں جبکہ میری زمین ہے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی قیمت تین لاکھ لگائی ہے، میں ان کے ہاتھوں فروخت کرنا چاہتا ہوں، میں فروخت نہیں کرتا تم اس زمین کو قبضہ میں لے لو، اگر تمہاری مرضی ہو تو میں اسے عثمان کے ہاتھ فروخت کرتا ہوں اور تجھے قیمت دے دیتا ہوں، اس نے کہا، جی ہاں! مجھے قیمت ہی دے دو، تو سیدنا طلحہ نے اسے قیمت تین لاکھ دے دی۔ [4]

واہ! سبحان اللہ! سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سراپائے خیر، فیاضی اور جود و سخا کے بحر بیکراں ہیں۔

جنگ جمل میں مصلحانہ کردار:

حضرت علقمہ بن وقاص لیثی بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا طلحہ، حضرت زبیر اور سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہم خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ لے کر باہر نکلے، تو یہ ذاتِ عرق جگہ سے واپس لڑتے ہوئے آئے آپ ذاتِ عرق سے ایک طرف ٹھہرے، عروہ بن زبیر اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بھی ساتھ تھے جبکہ ان کی کم عمری کی وجہ سے انہیں واپس لوٹا دیا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ خلوت پسند تھے، میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی سینے پر جھٹک رہے تھے، میں نے ان سے کہا، اے ابومحمد! آپ تنہائی پسند تھے، آپ شورش آرائی اور ہنگامہ خیزی میں حصہ نہیں لیتے تھے، اسے ناپسند کرتے

[1] سير اعلام النبلاء: ١/ ٣٠.
[2] مجمع الزوائد: ٩/ ١٤٨ ورجاله ثقات.
[3] سير اعلام النبلاء: ١/ ٣٢.
[4] سير اعلام النبلاء: ١/ ٣٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے، اب میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس لڑائی میں باقاعدہ شامل ہو، اسے چھوڑ دو، حصہ دار نہ بنو، انہوں نے کہا، علقمہ! مجھ پر ملامت کے تیر نہ برساؤ، ابھی کل کی بات ہے، ہم دوسروں کے خلاف ایک مٹھی کی مانند اکٹھے تھے، آج ہم دو لوہے کے پہاڑوں کی مانند ہیں، ہم ایک دوسرے کو دھکیل رہے ہیں، لیکن خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا معاملہ ایسا ہیجان انگیز ہے، آپ رضی اللہ عنہ کا مظلومیت کی نذر ہوجانا اتنا جوش خیز ہے کہ میں اس کا کفارہ یہی تصور کرتا ہوں کہ اس کے مطالبہ میں میری جان چلی جائے تو تب کفارہ ادا ہوگا۔ ❶

امام ذہبی رحمہ اللہ اس پر تبصرہ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے خون کا بدلہ لینے میں جس اضطراب کا اظہار کیا، یہ ان کا اجتہادی عمل تھا، پہلے انہوں نے ان کے متعلق گرمجوشی کا مظاہرہ نہ کیا تھا، لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیئے گئے، تو ان کی حمایت نہ کرنے پر سیدنا طلحہ بہت پشیمان ہوئے، تب ان جذبات کا اظہار کیا۔ ❷

دونوں فریق سے علیحدگی اختیار کی لی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی صورت یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ پر دباؤ بڑھایا، یہاں تک لاچار کیا کہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا پڑی۔ ❸ لیکن جنگ جمل میں سیدنا طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اس سے علیحدہ رہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صف میں کھڑے ہیں، تو انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول یاد آ گیا کہ اے عمار! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

انہوں نے سمجھا جب عمار حضرت علی کی صف میں ہیں، تو ہم ان کے خلاف لڑ کر بخدا کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی زد میں نہ آ جائیں۔ سیدنا طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے، (جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف صف آراء) اور حضرت علی کی حمایت میں عمار اکٹھے کھڑے نظر آ رہے تھے، اس لیے ان دونوں نے اس لڑائی میں حصہ دار بننے سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس پر مزید یہ ہے کہ جس کی وجہ سے دونوں حضرات جنگ سے علیحدگی پر پختہ ہو گئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے، حضرت زبیر سے کہا: اے زبیر! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، تم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا ہے کہ تو علی سے لڑے تو زیادتی پر ہوگا، حضرت زبیر نے کہا، مجھے یاد ہے، اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے۔ ❹

❶ حاکم: ۳/ ۳۷۲، سنده جید، مختصر ذهبی.

❷ سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۳۵.

❸ مسلم: ۲۹۱۵، کتاب الفتن، احمد: ۳/ ۵، مستدرك حاکم: ۳/ ۳٦٦، صحیح الاسناد وافقه الذهبی.

❹ مستدرك حاکم: ۳/ ۳۷۰، طبقات: ۱،۳/ ۱۵۹، مطولاً، الاصابه: ۵/ ۲۳۵، سنده صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما دونوں فریقوں سے علیحدہ ہو گئے، اسی علیحدگی کے دوران ہی ان دونوں کو شہید کر دیا گیا، ایک آدمی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا پیچھا کیا، جس کا نام ''عمرو بن جرموز'' تھا اور خیانت سے انہیں شہید کر دیا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جاتا ہے، کہ اچانک بادل نخواستہ تیر آیا، پتہ نہیں چل سکا کس نے مارا تھا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ ایک قول ہے کہ مروان بن حکم نے پھینکا تھا، قیس کہتے ہیں: ''میں نے دیکھا تھا کہ مروان بن حکم نے اس دن ایک تیر پھینکا، جو حضرت طلحہ کے گھٹنے پر لگا جس کی وجہ سے خون بہتا رہا، اس صدمہ سے وہ شہید ہو گئے۔

ابو سبرہ بیان کرتے ہیں: ''جنگِ جمل کے دن مروان بن حکم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھا اور کہا: اگر آج میں ان سے انتقام نہ لے سکا تو کبھی نہ لے سکوں گا، تیر مار کر انہیں شہید کر دیا۔''[1]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل بہت بڑا مجرم ہے:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل اتنا بڑا مجرم ہے، جتنا بڑا مجرم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: ''طلحہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دے دو۔''[2]

طلحہ بن مطرف بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جہاں وہ گرے پڑے تھے، وہاں پہنچے تو سواری سے نیچے اترے، انہیں سینے سے لگا کر بٹھایا، ان کے چہرے اور داڑھی سے گرد و غبار جھاڑا، اور ان پر رحمت کی دعا کرنے لگے اور کہا: ''کاش! میں اس سانحہ سے بیس برس پہلے مر گیا ہوتا۔''[3]

قیس بن عبادہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ اپنے بیٹے، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں، حسن! کاش! میں ایسے دل دہلا دینے والے سانحہ کے رونما ہونے سے بیس برس پہلے مر گیا ہوتا۔ (حوالہ مذکور)

ابو حبیبہ جو کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، یہ بیان کرتے ہیں، میں حضرت طلحہ کے لختِ جگر عمران کے ساتھ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واقعۂ جمل کے بعد داخل ہوا، انہوں نے عمران کو مرحبا کہا اور نزدیک ترین بٹھا کر کہا، قرآنِ پاک میں ہے۔

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ﴾ (الحجر: ٤٧)

''ہم ان کے سینوں سے کینہ نکال دیں گے، اور یہ جنت میں آمنے سامنے تختوں پر بھائی بھائی بن کر بیٹھیں ہوں گے۔''

عمران! مجھے کامل امید ہے کہ تیرے ابا جان حضرت طلحہ کو اور مجھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بنائیں گے، جو جنت میں روبرو بیٹھے ہوں گے۔[4]

---

[1] الاصابہ: ٥/ ٢٣٥، اسنادہ صحیح۔ [2] سیر اعلام النبلاء: ١/ ٣٦۔

[3] مجمع الزوائد: ٩/ ١٥٠، طبرانی، و اسنادہ حسن ہیثمی۔

[4] طبقات: ٣/١، ١٦٠، تفسیر طبری: ١٤/ ٣٦، تفسیر ابن کثیر: ٤/ ١٦٤.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وفات کے بعد لاش کی حفاظتِ الٰہی کا سامان:

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی وفات کے بعد بھی نگہبانی فرماتے ہیں، جس طرح کہ زندگی میں ان کا تحفظ فرماتے ہیں۔ دیکھیں یہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں، تیس برس سے اوپر ان کی وفات کو ہوئے گزر چکے ہیں، لیکن جب ان کی قبر کشائی کی جاتی ہے کہ انہیں دوسری جگہ منتقل کریں تو تمام بدن محفوظ ہے، صرف داڑھی کی دونوں جانب سے معمولی ساضرور تغیر آیا تھا۔

مثنیٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ کے پاس آ کر کہتا ہے: ایک روایت میں ہے یہ خواب خود عائشہ نے دیکھا تھا۔ (مسعود) ممکن ہے دونوں کو خواب آیا ہو، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت طلحہ مجھے کہہ رہے ہیں: ''میری بیٹی سے کہو کہ مجھے اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیں، کیونکہ رطوبت ونمی نے مجھے بے چین کر رکھا ہے، وہ اپنے غلاموں کو ساتھ لے کر اپنے والد کی قبر پر گئیں اور وہ قبر درست کی اور پانی سے بچاؤ کے لیے طریقہ اپنایا، جب ان کی قبر کھودی گئی تو جبڑے کے چند بال متغیر ہوئے اور کچھ فرق نہ پڑا تھا، تمام جسم تروتازہ تھا، اس پر تیس برس سے اوپر عرصہ گزر چکا تھا۔ [1]

رضی اللہ عنہ وعنھم اجمعین

قبر کی ظلمت میں ہے ان آفتابوں کی چمک
جن کے دروازوں پر رہتا تھا جبیں گستر فلک

[1] سیر اعلام النبلاء: ۱/ ٤٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

6

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی داستانِ حیات

ابتدائی حالات:

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ وہ ہیں، جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہونے اور دنیا میں جنت کے باسی ہونے کی بشارت ملی ہے، اسلام کے وہ عظیم سپوت اور بطل حریت ہیں، جنہوں نے راہ اللہ میں سب سے پہلے شمشیر بے نیام کی ہے۔ اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل جگمگاتے ستاروں کی مانند چمک دمک رہے ہیں، ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی، ان کا سراپا، یوں بیان ہوا ہے کہ دراز قد شخصیت تھی، جب گھوڑے پر سوار ہوتے تو پاؤں زمین پر لگتے تھے اور ہلکے چہرے والے تھے۔ [1]

جب دامن اسلام سے وابستہ ہوئے تو ابھی نوعمر تھے، تقریباً سولہ برس کے تھے جب مسلمان ہوئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری، آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے، آپ ان دس بانصیب افراد میں سے ہیں، جن کے قدم فرش زمیں پر اٹھتے اور عرش بریں سے جنت کی بشارت ان کی زیب دامن بنتی ہے، آپ مجلس شوریٰ کے ارکان میں سے ایک اہم رکن تھے، یہی وہ جانثار تھے، جنہوں نے راہِ خدا میں سب سے پہلے تلوار سونتی۔

نوخیزی اور نوعمری میں ہی آپ نڈر شاہسوار تھے، زندگی کے کسی موڑ پر موت سے خوفزدہ نہیں ہوئے، یہی وجہ ہے آپ تمام غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نظر آتے تھے۔'' آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محب صادق تھے، ان کے رگ وریشہ میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم رچی بسی تھی، آپ سے والہانہ عقیدت تھی، خود پر قابو نہ تھا، اس قدر جذبات محبت تھے کہ آپ فکرمند رہتے تھے کہ آپ کو بادنسیم کا مست جھونکا بھی تکلیف نہ پہنچائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں زبیر رضی اللہ عنہ کا کردار:

ایک دن لوگوں میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے، یہ خبر سنتے ہی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شمشیر بدست باہر نکلے اور بگولے کی مانند گردش کرتے اور اس خبر کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں، اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوجاتی ہے، آپ فرماتے ہیں: زبیر! کیا بات ہے؟ عرض کیا، اطلاع ملی تھی کہ نعوذ باللہ! آپ کو

[1] سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۴۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شہید کر دیا گیا ہے، اس لیے بے چین ہوں، اب آپ سے ملاقات ہوئی تو اطمینان ہوا۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے پوچھا، اگر میں شہید کر دیا جاتا تو تم کیا کرتے؟ انہوں نے کہا، میں قاتل کی گردن اڑا دیتا، آپ نے ان کے لیے اور ان کی تلوار کے جوہر کے بارے میں برکت کی دعا دی۔ [1]

اپنے بچوں کے نام شہداء کے ناموں پر رکھتے تھے:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ راہِ خدا میں شہادت کو بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے اور شہادت کی تمنا لیے ہمہ وقت اسی میں سرشار رہتے اور اس کے مواقع تلاش کرتے رہتے تھے، اس کی اہم علامت یہ ہے کہ آپ اپنے بچوں کے نام شہداء کے نام پر رکھتے تھے۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمی رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کے نام انبیائے کرام علیہم السلام کے ناموں پر رکھتے تھے، کیونکہ انہیں علم تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اس لیے ان کے ناموں پر بچوں کے نام رکھ کر یادگار قائم رکھے ہوئے اور برکت حاصل کرتے تھے، اور میں اپنے بیٹوں کے نام شہداء کے نام پر رکھتا ہوں کہ شاید ان ناموں کی برکت سے یہ بھی راہِ اللہ میں شہادت کے اعزاز سے سرفراز ہوں۔

انہوں نے اپنے ایک بچے کا نام، عبداللہ بن جحش کے نام پر، عبداللہ بن زبیر رکھا اور منذر بن عمرو کے نام پر، ایک کا نام منذر بن زبیر رکھا اور عروہ بن مسعود کے نام پر عروہ بن زبیر رکھا اور حمزہ بن عبدالمطلب کے نام پر حمزہ بن زبیر رکھا اور جعفر بن ابی طالب کے نام پر جعفر بن زبیر رکھا اور معصب بن عمیر کے نام معصب بن زبیر رکھا، اور عبیدہ بن حارث کے نام پر عبیدہ بن زبیر نام رکھا اور خالد بن سعید کے نام پر خالد بن زبیر نام رکھا اور عمرو بن سعید بن عاص کے نام عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہم نام رکھا تھا۔ یہ سب شہداء راہِ وفا ہیں، جن کے نام پر حضرت زبیر نے نام رکھے۔ [2]

اللہ کی راہ میں مصائب کے مقابلہ میں صبر کے کوہِ گراں تھے:

اس کے باوصف کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں شرف ونسب کی بلند چوٹی پر فائز تھے، پھر بھی مسلمان ہونے کی پاداش میں اپنی قوم کے ظلم وستم کا شکار ہوئے، اور زیادہ تر جس نے انہیں مصائب کی زنجیروں میں جکڑا، وہ آپ ہی کا چچا تھا۔

یتیم عروہ کہتے ہیں، جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہجرت فرمائی تو ان کی عمر اٹھارہ برس تھی، ان کے چچا ان پر ایسے ستم کے تیر آزماتے تھے کہ انہیں الٹا لٹکا دیتے اور ان پر دھونی لگاتے تھے، سانس بند ہونے کو آتی تھی اس کے باوجود حضرت زبیر کہتے ہیں، میں کفر کی جانب کبھی نہ لوٹوں گا۔ [3]

---

[1] مستدرك حاكم: ٣/ ٣٦٠، استيعاب: ٣/ ٣١١، اسد الغابه: ٢/ ٢٥٠، اصابه: ٤/ ٨، رجاله ثقات، ار نوؤوط.

[2] طبقات: ٣/ ٧٤.

[3] مجمع الزوائد: ٩/ ١٥١، رجاله ثقات، مگر یہ مرسل ہے، مستدرك حاكم: ٣/ ٣٦٠، هيثمی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی جانب دو دفعہ ہجرت کی ہے پھر واپس لوٹ آئے آرزو یہی تھی کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معرکوں میں شرکت کی سعادت حاصل کرسکوں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جنہوں نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی جسمانی ساخت بیان کی ہے۔ پھر جو اس جسم میں جوشِ شہادت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا، اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ مخالفین اسلام کے خلاف کس قسم کی بے جگری سے دادِ مردانگی دیتے ہوں گے۔

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میرے ابا جان کے جسدِ خاکی میں تلوار کے تین گہرے گھائل تھے، ان میں سے ایک کندھے کے قریب زخم اتنا گہرا تھا کہ میرا ہاتھ اس میں چھپ جاتا تھا، دو زخم جنگ بدر میں آئے اور ایک جنگ یرموک میں لگا تھا۔ ❶

حضرت علی بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا سینہ دیکھا تھا، اس نے مجھے بتایا کہ ان کے چوڑے چکلے سینہ میں نیزوں اور تیروں کے زخم ایسے گہرے نظر آتے تھے جیسا خشک چشموں کی دھاریں نظر آتی ہیں۔ ❷

حبشہ کی طرف ہجرت:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر جب قریش کی ایذاء رسانی کی انتہاء ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کا مشورہ دیا، تا کہ یہ اس عدل پرور اور رحمدل بادشاہ کے زیر سایہ زندگی گزاریں، تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی حبشہ کی جانب ہجرت کی اور انہیں بہترین پناہ گاہ حاصل ہوگئی۔ مہاجرین امن وقرار سے وہاں رہ رہے تھے کہ حبشہ کا ایک باشندہ نجاشی کے خلاف ملک چھیننے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا، اس سے مسلمانوں کو بہت صدمہ پہنچا اور سخت پریشان ہوئے اور خوف میں ڈوب گئے کہ اگر یہ آدمی نجاشی پر غالب آ گیا تو اسے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حق کا پتہ نہیں اور نہ ہی یہ ان کی قدر سے آشنا ہے، نجاشی تو ان کا بہت قدردان ہے۔

یہ صورت حال دیکھ کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ارادہ کیا کہ دریائے نیل کی دوسری جانب اس باغی آدمی اور نجاشی کے درمیان برپا ہونے والے معرکہ کا کھوج لگانے کے لیے بھیجا جائے کہ اس آدمی کو شکست ونجبت سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ یا اس کا کیا ہوا ہے وہ آدمی اس کی اطلاعات حاصل کرے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ کون آدمی ہے، جو اس واقعہ کی خبر گیری کر کے آئے اور حالات ہمیں بتائے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ خدمت میں سرانجام دیتا ہوں، سب نے کہا: "ہاں تم ہی اس قابل ہو، یہ ابھی نوعمر تھے، ایک مشک میں ہوا بھری اسے سینے کے نیچے رکھ لیا اور تیرتے ہوئے دریائے نیل کی اس جانب جا نکلے جہاں

---

❶ بخاری: ٧/ ١٠٠، فضائل الصحابة، السير: ١/ ٥٢.

❷ صفة الصفوة: ١/ ١٤١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں فوجوں کا باہم ٹکراؤ ہوا تھا، ان کے قریب گئے اور مکمل حالات کا جائزہ لیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اُدھر ہم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نجاشی کے لیے ان کے دشمن پر غالب آنے کی مسلسل دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نجاشی کو ملکی استحکام عطا فرمائے، فرماتی ہیں، واللہ! ہم مکمل طور پر پُریقین تھے کہ ہماری یہ دعائیں ضرور رنگ لائیں گی، ہم اس امید پر ہی تھے کہ اچانک حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آرہے ہیں اور اپنے کپڑے کا پلو لہرا رہے تھے کہ خوش ہو جاؤ، نجاشی کو اللہ تعالیٰ نے سرفرازی سے ہمکنار کیا اور دشمن کو نیست و نابود کیا ہے اور اس کی سلطنت میں امن و استحکام قائم ہو چکا ہے اب کوئی فکر کی بات نہیں۔ [1]

راہ خدا میں جذبۂ جہاد کی فراوانی:

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے راہِ اللہ میں بلا حساب سے مال صرف کیا، یہاں تک کہ انہوں نے اپنی جان و مال اللہ عزوجل کے لیے وقف کر رکھے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت و اکرام سے نوازا تھا، اور دنیا و آخرت کی رفعت و بلندی عطا فرمائی کہ فرشتے ان کا روپ دھارتے تھے۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے زرد رنگت والی پگڑی زیب سر کر رکھی تھی، بالکل یہی حالت جبریل علیہ السلام اپنائے ہوئے تھے، جب کہ یہ میدان بدر میں اترے۔ [2]

آہ! یہ منقبت اور فضیلت کہ جس کے بدلے دنیا کی متاع ہائے گرانمایہ بھی حاصل ہو جائے تو اس کی ہمسری نہیں کر سکتی۔ اس بارے میں عامر بن صالح بن عبداللہ بن زبیر نے کیا خوب کہا ہے:

جَدِّیْ ابْنُ عَمَّةِ اَحْمَدِ وَّوَزِیْرُهٗ
عِنْدَ الْبَلَآءِ وَفَارِسُ الشَّقْرَاءِ

”حضرت زبیر جو کہ میرے دادا اور احمد ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں اور آزمائش کی گھڑی میں آپ ﷺ کے باوفا وزیر اور سرخ رنگ کے گھوڑے کے شاہسوار ہیں۔“

وَغَدَاةَ بَدْرٍ کَانَ اَوَّلَ فَارِسٍ
شَهِدَ الْوَغٰی فِی اللَّاْمَةِ الصَّفْرَاءِ

”اور بدر کی صبح میدانِ وغا میں اترنے والے پہلے شاہسوار ہیں، زرد رنگ کی زرہ پوش کیے رزمگاہ میں حاضر ہوئے تھے۔“

نَزَلَتْ بِسِیْمَاهُ الْمَلَائِكُ نُصْرَةً
بِالْحَوْضِ یَوْمَ تَاَلُّبِ الْاَعْدَاءِ

”جس دن میدانِ بدر کے حوض کے قریب دشمن اُمڈ آئے تھے، اس دن فرشتے میرے دادا کا روپ دھار کر

[1] سیرت ابن ہشام: ١/ ٢٧٩.
[2] مجمع الزوائد: ٦/ ٨٤، مرسل، صحیح الاسناد.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہی مسلمانوں کی نصرت کے لیے نازل ہوتے تھے۔‘‘

موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی جانب ہجرت کی، لیکن زیادہ عرصہ وہاں ٹھہرے نہیں تھے۔ [1]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن میری عبیدہ بن سعد سے مڈبھیڑ ہوگئی، وہ لوہے میں غرق تھا، صرف اس کی آنکھیں نظر آتی تھیں، اسے ابو کرش کہا جاتا تھا کہ یہ جگر پاش پاش کرتا ہے، میں اس پر نیزہ سے حملہ آور ہوا اور میں نے نیزہ اس کی آنکھ میں مارا جس سے وہ مرگیا، میں نے اس پر پاؤں رکھا تب نیزہ کھینچا، وہ میں نے بہت جدوجہد کے بعد نکالا، جس سے اس کی آنکھ مڑ گئی۔ جنگ بدر میں حضرت زبیر نے اپنے چچا نوفل بن خویلد بن اسد کو بھی قتل کیا تھا، وہ دین کے معاملہ میں کسی کی پرواہ نہ کیا کرتے تھے۔ [2]

جنگ احد میں بہادرانہ کاروائی:

جنگ احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک کافر مسلمانوں کو بڑی بے دردی سے تہہ تیغ کرتا جا رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! اس کی جانب اٹھو۔ وہ ایک بلند جگہ پر تھا، حضرت زبیر بلندی پر گئے اور چڑھائی کے بعد اس سے گتھم گتھا ہو گئے، اسی طرح سے ڈھلوان سے دونوں نیچے لڑکھڑائے اور زمین تک پہنچ گئے، زمین پر گرتے ہی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس کے سینہ پر بیٹھ گئے اور اسے قتل کر دیا۔ [3]

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر پروانہ وار جھوم جاتے تھے:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا، اے زبیر! میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، ایک مرتبہ جنگ احد میں اور دوسری مرتبہ جنگ قریظہ میں۔ [4] پہلے گزر چکا ہے کہ یہ اعزاز صرف حضرت سعد کو ملا تھا، تطبیق یوں ہے کہ جنگ بدر میں صرف حضرت سعد کے لیے ماں باپ فدا کرنے کا اعزاز بخشا تھا، اس کے علاوہ دیگر جنگوں میں یہ اعزاز آپ نے حضرت زبیر کو بھی بخشا۔ ہشام اپنے باپ عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا: اے بھانجے! تیرے باپ سیدنا زبیر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں شامل ہیں، جن کی تعریف یہ آیت بیان کر رہی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ﴾ (آل عمران: ١٧٢)

’’جن لوگوں نے زخموں سے چور چور ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات کو قبول کیا۔‘‘

اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ مشرک جب احد سے واپس لوٹ گئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم زخموں سے چور تھے، آپ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ مشرک دوبارہ حملہ آور ہونے کے لیے نہ لوٹ آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکار

[1] السیر: ١/ ٤٧.
[2] بخاری: ٧/ ٣٦٥، کتاب المغازی.
[3] تهذیب ابن عساکر: ٥/ ٣٥٨.
[4] اسد الغابه: ٢/ ٢٥٠.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دی کہ دشمن کے پیچھے جانے کے لیے کون تیار ہے؟ تا کہ ان پر رعب پڑے کہ ہم ناتواں نہیں، بلکہ قوت والے ہیں، اس پر سب سے پہلے حضرت ابوبکر اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے لبیک کہا، یہ ان ستر آدمیوں میں سے تھے، جو مشرکوں کے نشانات قدم کی شناخت کے لیے نکلے، جب مشرکوں نے سنا کہ مسلمان ہمارا پیچھا کر رہے ہیں، تو وہ واپس مکہ کی جانب لوٹ گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر ان جانے والوں کی فضیلت میں قرآن پاک بیان کرتا ہے:

﴿فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ﴾ (آل عمران: ١٧٤)

''یہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل سے مالا مال پلٹے، انہیں کسی قسم کی پریشانی نہ آئی۔''

یعنی دشمن بھاگ گیا، اس سے ٹاکرانہ ہوا، یہ تجارت میں نفع لے کر اور رضائے الٰہی سے دامن بھر کر گھروں کو پلٹے تھے۔ [1]

خندق کے غزوہ میں دادِ شجاعت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ خندق کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون جاتا ہے تا کہ بنوقریظہ کے حالات کی خبر لائے اور ان کی ہمیں اطلاع کرے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں جاتا ہوں، آپ ایک گھوڑے پر سوار ہو کر گئے، بنوقریظہ کے حالات کا بغور جائزہ لیا اور آ کر بتایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا، پھر حضرت زبیر نے عرض کی، میں جاؤں گا، آپ گئے اور بغور جائزہ لے کر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ کہا، تو پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہی اپنی خدمات پیش کیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے، میرا حواری سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ [2]

عالم اگر کسی کی تعریف کرتا ہے وہ بھی لائق قدر ہے، لیکن مردِ میدان کسی کی مردانگی کا اقرار کرے تو اصل خراج تحسین ہے، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کائنات کے شجاع ترین آدمی ہیں۔ ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بہادری کا مینار تھے۔''

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میں اور عمر بن سلمہ چھوٹی عمر کے تھے، اس لیے جنگ احزاب کے دن ہم عورتوں کے گروہ میں تھے، میں نے نظر دوڑائی تو دیکھا حضرت زبیر میرے والد محترم ایک گھوڑے پر سوار تھے، بنو قریظہ کے ہاں دو تین مرتبہ آتے جاتے رہے، جنگ سے واپسی ہوئی تو میں نے پوچھا، ابا جان! میں نے دیکھا کہ آپ بنو قریظہ کی جانب بار بار آتے جاتے رہے ہیں، فرمایا: بیٹے! تم نے دیکھ لیا تھا، میں نے کہا، ہاں، میں نے دیکھا تھا، کہنے لگے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا کہ کون ہے جو بنوقریظہ کے ہاں جائے اور ان کے حالات کی خبر لائے، تو میں گیا، جب میں اطلاعات لے کر واپس آیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمغۂ بسالت عطا فرمایا کہ زبیر! تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ [3]

---

[1] بخاری: ٤٠٧٧، کتاب المغازی، مسلم میں پہلا حصہ ہے، دوسری آیت والا نہیں: ٢٤١٨، کتاب الفضائل.

[2] بخاری: ٣٧١٩، فضائل الصحابة، مسلم: ٢٤١٥، الفضائل. [3] بخاری: ٣٧٢٠، مسلم: ٢٤١٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن ابی زناد بیان کرتے ہیں کہ خندق کے دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ پر بذریعہ تلوار وار کیا تو تلوار اس کے خود (لوہے کی ٹوپی) کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی زین تک گزر گئی۔ لوگوں نے ان کی شمشیر آبدار کی تعریف کی کہ یہ تلوار کتنی عمدہ اور کاٹ دار ہے، یہ سن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ غصہ میں آگئے کہ کمال تلوار کا نہیں، کمال تو بازوئے شمشیر زن کا ہے، تعریف اس کی کرو۔ ❶

جنگ حنین میں دادِ شجاعت:

جنگ حنین کے دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مشرکوں پر اتنی نیزہ بازی کی کہ انہیں ان کی جگہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا ان کے قدم ہلا دیئے۔

مشرکوں کا سالار میدانِ جنگ کا گہری نگاہ سے جائزہ لے رہا تھا، اس کے ساتھیوں نے اسے بتایا کہ ایک گھڑسوار ہے، اپنا نیزہ کندھے پر ٹکائے ہوئے اور سر پر سرخ بوسیدہ سی چادر باندھے ہوئے ہے، وہ ہمیں ٹکنے نہیں دیتا، اس نے سنتے ہی کہا، یہ زبیر بن عوام ہیں، مجھے لات کی قسم! تم ثابت قدم رہنا تمہاری اس سے ضرور مڈبھیڑ ہوگی، اتنی دیر میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مشرکوں کے مقامات تک پہنچ گئے، دیکھا کہ مشرک کھڑے ہیں، ان کو نشانہ میں رکھ کر نیزہ بازی اور تیر اندازی کرتے رہے، حتی کہ وہ سب وہاں سے بکھر گئے۔ ❷

واہ! اے پیکر شجاعت! تیرے متعلق سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کیا خوب تجزیہ کیا ہے: زبیر میں چیتے جیسا غضب اور شیر کی جھپٹ ہے۔ ❸

---

❶ السیر: ۱/ ۵۱۔

❶ قادة فتح شام و مصر: ۲۰۵، لواء رکن محمود شیت خطاب۔

❷ تهذيب ابن عساكر: ۵/ ۳۶۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

7

غنا کا کوہِ گراں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

ہجرت مدینہ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے بھائی چارگی کا رشتہ مسلمانوں کے درمیان قائم کیا، یہ اسلامی سلطنت کے قیام میں ایک اہم ستون ثابت ہوا۔ اخوت کے انہی رشتوں میں منسلک ہونے والے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ تھے، ان کی باہمی ایثار کی بے پناہ تڑپ مشاہدہ فرمائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہجرت کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے، تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع انصاری کے درمیان اخوت قائم کی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اہل وعیال اور مال ومنال میں آدھا حصہ دینے کی پیشکش کی تو حضرت عبدالرحمٰن نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اہل وعیال اور مال ومنال میں برکت ڈالے اور شکریہ کے ساتھ پیشکش واپس کردی۔ [1]

ابراہیم بن سعد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمان ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آئے تو رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت سعد بن ربیع کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا، میرے پاس مال کی کثرت ہے، میں اپنے مال کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں اور آدھا آپ کی نذر کرتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں جبکہ شرعاً جائز ہے، تم انہیں ایک نظر دیکھ لو، جو تمہیں زیادہ پسند ہو وہ مجھے بتا دینا میں اسے طلاق دے دیتا ہوں، جب اس کی عدت گزر جائے تو تم اس سے شادی کر لینا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ))

''اللہ تعالیٰ تمہارے اہل وعیال اور مال میں برکت دے۔''

مجھے بتاؤ، جہاں تم تجارت کرتے ہو، وہ بازار کہاں ہے؟

انہوں نے بنو قینقاع کا بازار بتایا جہاں کام ہوتا تھا، حضرت عبدالرحمٰن وہاں گئے، پنیر اور گھی کی تجارت کی جس سے فائدہ ہوا، پھر چند دن یہ کاروبار کرتے رہے، حتیٰ کہ خوشحال ہو گئے۔ ایک دن آپ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر

[1] بخاري: ٧/ ٣١٧، مناقب الانصار.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے، عورتوں والی خوشبو کے کچھ زرد نشان آپ نے ان پر دیکھے، فرمایا، عبدالرحمٰن یہ کیا؟ کہنے لگے، حضرت میں نے شادی کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''حق مہر کتنا باندھا ہے، عرض کیا، گٹھلی برابر سونا حق مہر باندھا ہے۔ ❶

بے جا دستِ سوال دراز کرنے سے اجتناب اور محنت رنگ لائی جس سے غربت جاتی رہی اور معاشی حالت سنبھل گئی۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام کی نظر میں، حضرت عثمان کی نظر میں:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں بہت بلند مقام حاصل کرلیا اور وہ آپ کو دل و جان سے چاہتے تھے۔ حضرت مسور بیان کرتے ہیں، ایک دفعہ ایک قافلہ چل رہا تھا، میں بھی اس میں شامل تھا، حضرت عبدالرحمٰن آگے آگے جا رہے تھے جبکہ میں درمیان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن نے ایک سیاہ رنگ کی چادر اوڑھ رکھی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ سیاہ چادر والے کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عبدالرحمٰن ہیں۔

مسور کہتے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے آواز دی اور کہا اے مسور! بات سنو، میں نے عرض کیا، امیر المومنین میں حاضر ہوگیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسور! جو کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ وہ تمہارے ماموں سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے پہلی اور دوسری ہجرت کرنے میں بہتر ہے، تو اس نے غلط کہا، وہ سیدنا عبدالرحمٰن سے بہتر نہیں ہوسکتا۔ ❷

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے معتمد ساتھی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھے، انہوں نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: ابن عباس! جب کوئی مسلمان نماز میں بھول جائے تو وہ کیا کرے، اس بارے میں تم نے رسول اکرم ﷺ سے کیا سن رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا، امیر المومنین! آپ نے اس بارے میں کچھ نہیں سن رکھا ہے، کہ رسول اکرم ﷺ نے کیا کہا ہے؟ نہیں، واللہ! نہیں سنا۔

اسی دوران سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرماتے ہیں: کیا گفتگو ہو رہی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمارے والی بات چیت سے حضرت عبدالرحمٰن کو آگاہ کیا، تو انہوں نے کہا، میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے اس بھول کا حکم سن رکھا ہے، لیکن میں تنہا ہوں، آپ جب تک کوئی دوسرا ساتھی گواہ نہ ہو، حدیث قبول نہیں کرتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، تم یہ فکر نہ کرو، ہم آپ کو عادل تصور کرتے ہیں، آپ قابل اعتماد ہیں، آپ بیان کریں، نماز میں بھول کے بارے میں آپ نے کیا سنا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے ہیں:

❶ بخاری: ۷/ ۱٤۰، کتاب مناقب الانصار.

❷ طبقات: ۳/ ۲۱۵، مستدرك حاکم: ۳/ ۳۰۹، وصححه وافقه الذهبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((اِذَا سَهَا اَحَدُكُمْ فِیْ صَلَاتِهٖ حَتّٰی لَا یَدْرِیْ أَزَادَ اَمْ نَقَصَ))

''جب تم سے کوئی نماز میں بھول جائے، اسے پتہ نہ چلے کہ اضافہ ہوا ہے، یا کمی ہوئی۔''

اگر اسے یہ شک ہے، ایک رکعت ہے یا دو ہیں، تو اسے ایک شمار کرے، جب دو رکعات یا تین کا شک گزرے تو اسے دو شمار کرے، جب تین رکعات یا چار کا شک گزرے تو تین شمار کر لے، تاکہ اسے زیادہ رکعات کا یقین ہو، پھر اس حساب سے نماز مکمل کرے اور نماز میں ابھی بیٹھا ہی ہو تو سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدہ سہو ادا کرے اور پھر سلام پھیر لے۔ [1]

تمام صحابہ ثقہ تھے:

(امام ذہبی کا تبصرہ) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، حدیث بیان کرنے میں سچے اور قابلِ اعتماد ہیں، لیکن ان میں عدل و ثقاہت کا معیار بعض میں زیادہ اور بعض میں کم تھا، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ زیادہ مضبوط اور قابل اعتماد تھے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے تنہا بیان کرنے کو ہی کافی سمجھا تھا، صحابہ میں غیر ثقہ کوئی نہ تھا، بلکہ تمام ثقہ تھے، لیکن ان میں بعض میں درجات کے لحاظ سے تفاوت تھا۔ [2]

آپ کے گلشن فضائل سے چند معطر پھولوں کا تذکرہ:

واللہ! سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل کیسے احاطۂ تحریر میں لائے جائیں، ان کے اوصافِ جمیلہ کا گلستان اتنا بوقلموں اور رنگین ہے کہ قلم اس کی تعریف و تحسین کرنے سے ورطۂ حیرت میں آجاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی:

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہیے! دیگر مجموعی فضائل و مناقب ایک طرف سب سے اعلیٰ اور بے مثال شرف و فضل کے لیے یہی کافی ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، تفصیل سماعت فرمائیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہ تبوک میں شرکت کی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے باہر گئے اور یہ بات نمازِ فجر سے پہلے کی ہے جبکہ میں نے پانی کا برتن اٹھا رکھا تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو کر واپس لوٹے تو میں نے پانی کے برتن سے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ تین مرتبہ دھوئے، پھر چہرہ مبارک دھویا، پھر آپ بازو دھونے کے لیے اپنے جبہ کو اوپر کرنے لگے، لیکن وہ تنگ تھا اور اوپر نہ ہو سکا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبہ کے نیچے سے اپنے بازو نکال کر اپنے بازو کہنیوں سمیت دھوئے، مکمل وضو کیا موزوں پر مسح کیا اور لوگوں کے پاس آنے کے لیے چل دیئے جبکہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔

لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے آگے کیا، جو انہیں نماز پڑھائیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی ایک رکعت کو باجماعت پایا جبکہ ایک رکعت گزر چکی تھی، باقی ماندہ ایک رکعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں

---

[1] احمد: ۱/ ۱۹۰، ترمذی: ۳۹۸، مستدرك حاكم: ۱/ ۳۲٤، وصححه ووافقه الذهبی.

[2] سیر: ۱/ ۷۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ مل کر پڑھی، جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو نماز کی تکمیل کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، جب مسلمانوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو گھبرا گئے اور کثرت سے سبحان اللہ کہنے لگے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز پوری کر لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ((اَحْسَنْتُمْ)) ''تم نے اچھا کیا، اور وقت پر نماز پڑھنے کو اچھا اور قابل رشک عمل قرار دیا۔''❶

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی یہ شرف کسی کو حاصل ہوا ہے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اقتداء میں نماز پڑھی ہو انہوں نے کہا، ہاں! حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے نمازِ فجر کی ایک رکعت پڑھی تھی اور جو گزر گئی وہ بعد میں پوری فرمائی۔❷

آپ اہل بدر میں سے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت کی بشارت دی اور آپ بدر والوں میں سے بھی تھے، جنہیں یہ اعزاز دیا گیا کہ ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے جھانک کر فرمایا: ''جو چاہو تم عمل کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔'' اور آپ اس آیت مبارکہ کے مصداق تھے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح: ۱۸)

''تحقیق اللہ تعالیٰ ان ایمانداروں سے راضی ہو چکا ہے جنہوں نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت کی تھی۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمایت فرمائی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ تو تکار ہوگئی، تو سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبدالرحمٰن کو برا بھلا کہا، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوْا اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِیْ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَوْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا اَدْرَكَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ))❸

''میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو گالی مت دو، تم میں سے کوئی ایک احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی ان کے آدھ کلو کھجور کے برابر خرچ کرنے کا درجہ نہیں پا سکتا۔''

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ حراء پر تھے، آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم بھی تھے، کوہِ حراء نے حرکت کرنا شروع کی تو آپ نے فرمایا: ''حراء ثابت رہو، تجھ پر نبی، صدیق اور شہید ہیں۔''❹

---

❶ مسلم: ۲۷۴. ❷ مسلم: ۸۱، نسائی: ۱/ ۷۷ کتاب الطهارة.

❸ بخاری: ۲۱٤۱، ابو يعلیٰ: ۲/ ۳۹٦، مجمع: ۱۰/ ۱۵ مسلم، ۲۵٤۰، عن ابی هريرة رجاله رجال لصحيح.

❹ احمد: ۱/ ۱۸۸، ابو داود: ٤٦٤، ترمذی، ۳۷۵۸ ابواب المناقب، حديث حسن صحيح.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

برکت والے تھے:

امام ابوعمر ابن عبدالبر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تجارت میں بہت ہی خوش نصیب واقع ہوئے، وفات کے بعد۔ایک ہزار اونٹ تین ہزار بکریاں، ایک سو گھوڑے چھوڑے تھے۔ [1] ''جرف'' جو کہ مدینہ سے شام کے رستہ پر تین میل کے فاصلہ پر ایک جگہ تھی، وہاں بیس اونٹ ان کی کھیتیاں سیراب کرتے اور زمین کاشت کرتے تھے۔ آہ! حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حضرت عثمان والا شکر گزار غنا اویس قرنی والا، فقر وصبر ابوذر اور ابوعبیدہ کا زہد اور پاکدامنی رکھتے تھے۔

بسرہ بنت صفوان بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سوال کیا: ام کلثوم بن عقبہ سے کون کون شادی کرنے کے لیے تیار ہے؟ میں نے کچھ آدمیوں کے نام لیے ان میں سے میں نے کہا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی امیدوار ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لے، یہ مسلمانوں میں سے بہترین ہیں، ان کا ہم پلہ کوئی اور نہیں۔ [2]

جود وسخا کا دریا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآنی آیات کی روشنی میں خطوط زندگی اجاگر کرتے، ایک ایک آیت کے حکم کی عملی تفسیر بن کر جلوہ گر ہوتے تھے۔ دیکھیے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنتے ہیں:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۝۹۲﴾

(آل عمران: ۹۲)

''تم ہرگز نیکی کی حقیقت نہ پا سکو گے یہاں تک کہ تم وہ چیز خرچ کرو جو تم پسند کرتے ہو اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔''

اور دوسرا یہ فرمان سنتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝۱۱۱﴾ (التوبہ: ۱۱۱)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں، یہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں، یہ وعدہ جو سچ ہے، تورات، انجیل اور قرآن میں ہے،

---

[1] سیر اعلام: ۱/ ۹۲۔

[2] طبرانی، اس میں یعقوب بن حمید اور سلیمان بن سالم راویوں میں کمی ہے، تاہم ان کی بھی توثیق ہے، ان کے علاوہ بقیہ راوی صحیح کے راوی ہیں، مجمع الزوائد: ۱۴۸۹۳۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون وعدہ وفا کرنے والا ہے، اپنی اس تجارت سے خوش ہو جاؤ جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کی ہے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

مذکورہ آیات ایسا کانوں میں رس گھولتی ہیں کہ آپ نہایت ہی تیز روی سے قدم اٹھاتے ہیں کہ راہِ خدا میں اپنا مال صرف کریں اور انہیں یقین تھا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بہت ہی دلکش ترغیب دلائی ہے اور اس فانی دنیا سے بے رغبتی ہے، جو مچھر کے پر برابر حیثیت نہیں رکھتی اور آپ رضی اللہ عنہ بہت ہی زیادہ قیمتی مال خرچ کر دیتے ہیں۔ طلحہ بن عبداللہ بن عوف بیان کرتے ہیں، تمام اہل مدینہ کے لیے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مرجع خلائق بن گئے، کچھ لوگ ان سے مال بطور قرض لیتے، کچھ کے یہ قرض چکاتے، کچھ ویسے ہی ان سے مال وصول کرتے تھے۔ ❶

مذکورہ آیات کی عملی تفسیر تھے:

حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پچاس ہزار دینار اللہ تعالیٰ کی راہ میں وصیت کی تھی۔ ایک آدمی کو ایک ہزار دینار دیا گیا تھا۔

زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بدر میں دادِ مردانگی دینے والوں کے لیے وصیت کی کہ انہیں مال دیا جائے، اس وقت جستجو کرنے سے ایک سو اہلِ بدر موجود تھے، ان میں سے ہر ایک کو چار ہزار دینار دیئے تھے۔ جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے بھی اپنا حصہ لیا۔ ❷

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو میری وفات کے بعد میری بیویوں سے اچھا سلوک کرے گا۔'' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک باغ چار لاکھ میں فروخت کیا اور اس کی ساری رقم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے درمیان تقسیم کر دی۔ ❸

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے اپنی بیویوں سے فرمایا: ''میری وفات کے بعد جو تم سے مہربانی کا سلوک کرے، حقیقت میں وہ سچا اور نیکوکار ہے اور پھر ام سلمہ نے حضرت عبدالرحمٰن کے لیے دعا کی کہ اے میرے اللہ! ''سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف کو جنت کے سلسبیل چشمہ سے سیرابی عطا فرما۔'' ❹

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اپنا نصف مال صدقہ کیا، پھر اس کے بعد چالیس ہزار دینار صدقہ و خیرات کیے، پھر ایک موقع پر راہِ اللہ میں پانچ سو گھوڑوں پر ان کے سواروں کے اخراجات دیئے، اور پانچ سو سواریاں بھی دیں۔

آپ کا زیادہ تر مال تجارت کے ذریعہ کمایا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک ہی دن میں تیس غلام آزاد کیے۔ ❺

❶ سیر ۱/ ۸۸۰. ❷ سیر: ۱/ ۹۰.

❸ مستدرك حاكم: ۳/ ۳۱۱، صحيح على شرط مسلم ووافقه الذهبى.

❹ احمد، طبرانی، ورجاله ثقات، مجمع الزوائد: ۱٤۸۹۸. ❺ الاصابه: ٤/ ۹۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب وہ اس دنیائے فانی سے رحلت کر گئے تو ان کی ہر بیوی کو ایک لاکھ دینار حصہ میں آیا۔ ❶

محاسبۂ نفس:

حضرت سعد بن ابراہیم اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے، ان کے پاس کھانا لایا گیا، انہیں پرانا زمانہ یاد آیا کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے وہ مجھ سے بہت ہی بہتر تھے، انہیں ایک چادر میں کفن دیا گیا، اگر سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہوتے، اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہوتا۔ اسی طرح آج یہ دلفگار منظر بھی میری آنکھوں کے سامنے گردش کر رہا ہے کہ حضرت حمزہ سید الشہداء ہوتے وہ مجھ سے بہتر تھے، یہی حالت ان سے پیش آئی، ہمارے اوپر اتنی کسمپرسی چھائی تھی۔ اب ہمارے اوپر دنیا نے اپنی کشائش رزق کی چادر تان دی ہے، دنیا کا اتنی کثیر تعداد میں عطا ہونا کہیں ہمارے لیے آزمائش ہی نہ ہو کہ ہماری نیکیوں کا صلہ کہیں اسی فانی دنیا میں جلدی سے نہ دے دیا گیا ہو، پھر اشکبار ہو گئے اور کھانا نہ کھایا بلکہ غم کے آنسو ہی پیتے رہے۔ ❷

سر پر تاج سلطانی سجانے سے گریز:

حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نکسیر پھوٹنے کی سخت شکایت ہوئی، حمران کو بلوایا، وہ آیا تو کہا، حمران، میرے بعد خلافت حضرت عبدالرحمٰن کے لیے ہوگی، یہ تحریر کر دو، حمران نے تحریر کر دیا اور وہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: جناب کے لیے بشارت ہے۔

انہوں نے حمران سے کہا، بشارت کس چیز کی دے رہے ہو؟ انہوں نے کہا: حضرت عثمان نے لکھ دیا ہے کہ میرے بعد خلافت عبدالرحمٰن کے نام ہے۔ یہ سن کر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر اور منبر کے درمیان کھڑے ہو کر دست بدعا ہوتے ہیں۔

اے میرے اللہ! اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خصوصی میرے ہی خلیفہ بنانے کا تحریر نامہ کر دیا ہے، تو پھر مجھے اس کے حصول سے پہلے ہی موت کی آغوش میں لے جا، اس دعا کے چھ ماہ بعد آپ وفات پا گئے۔ ❸

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا یہ کردار بہت ہی اعلیٰ ہے کہ انہوں نے خود کو امارت سے الگ رکھا جبکہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مجلس شوریٰ کے اہم رکن تھے، اہل حَلّ وعَقد نے جو مشورہ دیا امت کی بھلائی کے لیے حضرت عبدالرحمٰن نے وہی فیصلہ دیا کہ تمام امت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے پر اٹھ کھڑی ہوئی، انہوں نے وہی پسند کیا، اگر ان کے ذہن میں ذرہ برابر بھی جانبداری ہوتی تو خود یا اپنا کوئی قریبی یا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرتے، جو کہ ان کی جماعت کے عزیز ترین ساتھی تھے۔ ❹ لیکن انہوں نے امت

---

❺ سیر: ۱/ ۹۰.

❷ بخاری: ۱۲۷۵.

❸ سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۸۸.

❹ سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۸۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی بھلائی کو مقدم رکھا اور حضرت عثمان کو خلیفہ مقرر کیا۔

تواضع و انکساری کا پیکر:

سعد بن حسن تمیمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تواضع کے بہترین شجر ہائے سایہ دار تھے کہ اپنے غلاموں جیسا لباس زیب تن کرتے کہ انہیں ان کے درمیان سے شناخت کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اللہ تعالیٰ کی رضا کا سائبان رہے کہ جنہوں نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا۔ انہوں نے یہ سنا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سادگی کو ایمان کا حصہ قرار دیا، تو اسی پر عملی نمونہ پیش کر دیا۔ ❶

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک آدمی تو ضیاع کی وجہ سے قیمتی لباس پہننا چھوڑ دیتا ہے، حالانکہ اس کو پہننے کی دسترس ہے، تو اس شخص کو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت لوگوں کے سامنے بلائیں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ ایمان کے حلوں میں سے جسے چاہے اپنے لیے چن کر زیب تن کر لے۔" ❷

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

لَيْسَ الْجَمَالُ بِمِئْزَرٍ
فَاعْلَمْ وَاِنْ رُدِّيْتَ بُرْدًا

"یہ جان رکھو کہ حسن آرائی اور جمال عمدہ تہبند باندھنے سے حاصل نہیں ہوتا، اگرچہ تمہیں یمن کی دھاری دار خوبصورت چادر ہی کیوں نہ پہنا دی جائے۔"

اِنَّ الْجَمَالَ مَعَادِنُ
وَمَحَاسِنُ اَوْرَثْنَ مَجْدًا

"اصل جمال تو خوبیوں کے ذخیرے اور ان محاسن سے حاصل ہوتا ہے، جو بزرگی کا وارث بناتی ہیں۔"

دعوت الی اللہ کا اہتمام:

دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا۔ "جہاد کے ساز و سامان تیار کر لو، میں تمہیں ایک فوجی دستہ کے ساتھ بھیجنا چاہتا ہوں۔"

یہ آپ کے حکم پر روانہ ہوئے، اپنے ساتھیوں سے جا ملے، اور رواں دواں رہے، حتیٰ کہ دومۃ الجندل تک پہنچے، جب اس شہر میں داخل ہوئے، تو تین روز تک انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہے، جب تیسرا دن تھا تو اصبغ بن عمرو کلبی رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے، یہ ان کے رئیس بھی تھے اور عیسائی تھے۔

❶ احمد، ابن ماجه، حاكم عن ابى امامة حارثى، صحیح ہے، صحيح الجامع: ٢٨٧٩ البانى.

❷ ترمذى: حاكم عن معاذ بن انس، حسن ہے، صحيح الجامع، البانى: ٦١٤٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جہنہ قبیلہ کے ایک آدمی جس کا نام رافع بن مکیث تھا، اسے تحریر دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ کو اس صورت حال سے آگاہ کرے، جب آپ نے یہ خبر پڑھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اصبغ کی حوصلہ افزائی کے لیے اس کی بیٹی سے نکاح کرلو، حضرت عبدالرحمٰن نے ان کی بیٹی سے نکاح کرلیا اس کا نام تماضر تھا اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اسی خاتون سے پیدا ہوئے تھے۔ [1]

دار فانی سے رحلت کا منظر:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ محنت و جانفشانی سے بھرپور اور جانی و مالی جہاد سے معمور ایک طویل زندگی گزار کر مکمل سکون سے آخرت کی جانب روانہ ہوئے ہیں۔

حضرت سعد بن ابراہیم اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں دیکھا کہ چارپائی کے دو پایوں کے پاس تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے متعلق افسردہ دل ہو کر کہہ رہے تھے: ''ہائے میرے پہاڑ جیسے بلند عزم بھائی۔'' [2]

وہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سنا وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن یہ تاثرات بیان کر رہے تھے کہ:

> ''آج وہ (ابن عوف) ہم سے جدا ہوگیا ہے، جس نے دنیا میں صاف شفاف زندگی کی چادر پر گدلے پن کا داغ نہیں لگنے دیا۔'' [3]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (۷۵) برس کی عمر پا کر ۳۲ھ میں فوت ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور بعد ازاں جنت البقیع قبرستان میں دفن ہوئے۔

رضی اللّٰہ وعن عثمان و عن سائر الصحابۃ اجمعین!

---

1. الاصابہ فی تراجم الصحابۃ: ۱/ ۱۰۸.
2. طبقات: ۳/ ۱۳۵، حاکم: ۳/ ۳۰۸.
3. طبرانی کبیر: ۲۶۳ باسناد صحیح ،ار نوؤوط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

8

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی داستان زیست

جن کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِرْمِ سَعْدَ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ))

"اے سعد! تیر پھینکو، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔"

یہ ایک واضح حقیقت ہے جس میں کبھی دو رائے نہیں ہو سکتی کہ انسان اپنے حال کی کامرانی والی زندگی اور مستقبل کی کامیابی تب ہی حاصل کر سکتا ہے، جب وہ اپنے ماضی سے سبق سیکھے اور گزشتہ واقعات سے عبرت حاصل کرے۔

ہم ایک ایسی پر عظمت ہستی کا ذکر کر رہے ہیں، جس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ایک عظیم احسان ہے کہ اس کے گلدستہ حیات میں ایسے ایسے نابغہ روزگار، عدیم النظیر اور زہد و تقویٰ کے پیکر افراد سجے ہوئے ہیں، جن کا وجود اس نیلگوں آسمان کے نیچے بہت کم ہے، اور فلک صدیوں پھرتا ہے، تب خاک کے ذروں سے ایسے ہیرے رونما ہوتے ہیں اور زمانہ لاکھوں کروٹیں بدلتا ہے، تب جا کر ایسے مردانِ باصفا منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔

اچھے لوگوں سے محبت، فلاح ونجات کی علامت ہے:

میں جب بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالاتِ زندگی جاننے کے لیے تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کرنے بیٹھتا ہوں، تو ورطۂ حیرت میں آ جاتا ہوں اور جی ہی جی میں کہتا ہوں۔ آج ہمارے نوجوان، ہماری نسل نو اور ہماری نوجوان بیٹیاں ان حالات و واقعات سے ابھی تک کیوں نا آشنا ہیں، حالانکہ انہیں ان سے مکمل طور پر باخبر ہونا چاہیے، یہ ایسے مینارۂ نور وضیاء ہیں کہ ان کی وجہ سے اللہ عزوجل کے راستہ کی چمک نظر آتی ہے۔

اور ان بزرگانِ باصفا کے افعال و اقوال کے نقوش کی راہنمائی میں زندگی کے خدوخال متعین کر کے ان کی پیروی کریں، کیونکہ اچھے لوگوں کی محبت و پیروی فلاح و صلاح اور نجات کی ضامن ہے۔

اُحِبُّ　الصَّالِحِیْنَ　وَلَسْتُ　مِنْهُمْ
لَعَلَّ　اللّٰهَ　یَرْزُقُنِیْ　صَلَاحًا

میں خود تو اتنا نیک نہیں، لیکن میں نیکوں سے محبت رکھتا ہوں، شاید اسی کے صلہ میں مجھے اصلاح مل جائے۔ ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے فرزندوں اور سر بلندوں میں سے ایک عظیم سپوت اور سراپائے خیر بزرگ کی داستانِ حیات بیان کرتے ہیں، جن کے حالاتِ زندگی ہم نے قلمبند کرنے کا آپ سے وعدہ کیا ہے۔

تعارف:

آپ کا اسم گرامی حضرت سعد بن ابی وقاص ہے، آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، (۲) پہلے پہل اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ (۳) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں شرکت کی سعادت سے بہرہ مند ہیں۔ (۴) آپ مجلس شوریٰ کے رکن تھے، (۵) اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں۔ (۶) جنگ قادسیہ کے ہیرو اور بطلِ حریت ہیں، (۷) مدائن کے علاقہ کے فاتح ہیں، جنہوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجوسیوں کے آتش کدہ کو جس کی وہ پرستش کرتے تھے، نیست و نابود کر دیا تھا۔

آپ کی استقامت اور ثابت قدمی کا تذکرہ، مکہ کا معزز نوجوان:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ مکہ کے معزز نوجوانوں میں سے، شریف النسب تھے، ان کے دل میں یہ جوش ابال لیتا تھا کہ کوئی دستِ شفقت حرکت میں آئے تاکہ وہ اس قوم کو جاہلیت کے ظلمت کدوں سے باہر نکالے، ان کے عقیدے کی خرابیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور اس دور کو توحید کی انوار و تجلیات اور ایمان کی روشنی سے بھر دے۔ صدیاں بیت چکی تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے لوگ ہر لحاظ سے بدترین صورتِ حال سے دوچار چلے آرہے تھے۔

اب حق جل جلالہ نے اس امت کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو نورِ وحی مکہ مکرمہ کے گوشے گوشے میں چمک اٹھا، تاکہ یہ مرکزی مقام تمام کائنات کے لیے اللہ عزوجل کی راہ کا مینار بن جائے۔ جب وحی کا آغاز ہوا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس وقت اپنی عمر کی سترہ بہاروں کا استقبال کر چکے تھے، آپ سترہ برس کے جوانِ رعنا تھے، لیکن ان کے شباب کے لباس کی تہوں میں ادھیڑ عمر لوگوں کی پختہ عقل اور عمر رسیدہ لوگوں کی حکمتِ شگفتہ چھپی ہوئی تھی۔

انہیں اپنے ہم عمر نوجوانوں کے ساتھ کسی قسم کی کھیل کود میں کوئی دلچسپی نہ تھی، یہ اسی فکر میں غلطاں تھے کہ کبھی تیروں کو سیدھا کر رہے ہیں کبھی کمانیں درست کر رہے ہیں یا پھر تیر اندازی کی مشق کر رہے ہیں، ایسے معلوم ہوتا تھا، جیسا کہ یہ خود کو کسی بہت بڑے کارنامہ کو سرانجام دینے کے لیے تیار کر رہے ہیں۔ [1]

اسلام کی روشنی کا حصول:

ہدایت ایک ربانی عطیہ ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کے دل میں نورِ ہدایت ڈال دے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دل میں نورِ ہدایت کی کرنیں بکھیریں تو آپ نے بہت جلد اسلام قبول کر لیا۔ خود فرماتے ہیں۔

''ابھی اعلانِ نبوت ہوئے چند دن گزرے تھے کہ میں اسلام لے آیا اور جب میں اسلام لایا تو میں تیسرا آدمی تھا۔''

یوسف بن ماجشون بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا جو کہ حضرت سعد کی لختِ جگر تھی، وہ کہتی

---

[1] صور من حياة الصحابة: ٢٩١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں، میرے والد محترم نبوت کو ابھی ایک دن گزرا تھا، جب رات ہوئی تو وہ تیسرے فرد تھے، جنہوں نے دامنِ اسلام میں پناہ لی۔ اس میں کوئی تعارض نہیں جتنا کسی کو معلوم تھا، اتنا اس نے بیان کر دیا، مقصود یہی ہے کہ آپ بہت جلد ایمان لائے تھے۔ [1]

اس بارے میں ابن حجر رحمہ اللہ کا تبصرہ:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ میں تیسرا فرد تھا جو مسلمان ہوا۔ یہ ان کی اپنی اطلاع کے مطابق ہے اور انہیں صحیح صورت حال سے آگاہی اسی بناء پر نہ ہو سکی کہ آغازِ نبوت میں جب بھی کوئی اسلام لاتا تو وہ اپنا اسلام لانا خفیہ رکھتا تھا۔ ایک خود اور دوسرے دو مسلمان جو حضرت سعد نے مراد لیے ہیں، ہو سکتا ہے، وہ دو سیدہ خدیجہ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما ہوں۔ یا پھر ان میں ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اور دوسرے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں۔ یہ قطعی اور مضبوط بات ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی ان سے پہلے اسلام میں داخل ہو چکی تھیں، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر دو پہلے مسلمان شمار کریں اور تیسرے حضرت سعد کو شمار کریں تو پھر انہوں نے صرف مرد مراد لیے ہیں، عورتوں کو شمار نہیں کیا۔ [2]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اسلام پر، ماں کی بھوک ہڑتال:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا اسلام کے شجر سایہ دار میں آنا کوئی معمولی اور آسان کام نہ تھا، بلکہ اس نوجوانِ رعنا اور مردانگی کے پیکر نے اعلانِ ایمان کرتے ہی سنگین ظلم وستم اور سخت ترین آزمائش کی چکی کے پاٹوں نے آلیا، حتیٰ کہ آپ کے اس سخت ابتلاء کا تذکرہ قرآنِ پاک میں اللہ عزوجل نے خود فرمایا ہے۔ [3]

تفصیل درج ذیل ہے: ابوعثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیۂ مبارکہ میرے بارے میں نازل ہوئی:

﴿وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ (العنکبوت: ۸)

''اگر تیرے ماں باپ تجھے میرے ساتھ شرک پر لگانے کی کوشش کریں، جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی اطاعت نہ کرنا۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں اپنی والدہ کے ساتھ نہایت اچھا اور نیکی کا سلوک کیا کرتا تھا، جب میں نے گلشن اسلام میں قدم رکھا تو میری والدہ نے کہا: اے سعد! یہ کونسا نیا دین ہے جو تو نے اختیار کر لیا ہے، تجھے ضرور اسے چھوڑنا ہوگا وگرنہ میں کچھ کھاؤں گی اور نہ ہی پیوں گی، اسی طرح مر جاؤں گی اور لوگ تجھے عار دلائیں گے اور تیرے لیے ہمیشہ کا یہ طعنہ ہوگا کہ سعد کی وجہ سے ماں مری ہے، یہ ماں کا قاتل ہے۔ میں نے کہا، اے میری امی جان! ایسا نہ کریں، میں اس دین کو کسی صورت بھی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ دن گزر گیا، پھر رات ہوئی میری والدہ اپنی بات پر ڈٹی ہوئی

---

[1] بخاری: ۳۷۲۷، ابن ماجہ: ۱۳۲، احمد فی فضائل اصحابة: ۱۳۲۰.

[2] الفتح الباری: ۷/ ۸۴. [3] صور من حیاة الصحابة: ۲۹۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی، نہ تو کچھ کھایا اور نہ ہی پیا، حتیٰ کہ صبح نمودار ہوئی، ماں کی حالت بہت ہی دگرگوں تھی، جب میں نے والدہ کے عزم میں پختگی دیکھی تو میں نے کہا، اے میری والدہ! جان لو! اگر تمہاری سو جانیں ہوں ایک ایک کر کے پرواز کر جائیں تو بھی میں دین نہ چھوڑوں گا، اب تمہاری مرضی چاہو تو کھانا کھا لو چاہے نہ کھاؤ۔ جب والدہ نے دیکھا کہ میں پرعزم ہوں، تو پھر بھوک ہڑتال ختم کر دی اور کھانا کھا لیا۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعد پر فخر تھا:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی جان، اپنا قیمتی وقت اور اپنا مال ہر چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کیا تھا۔ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے پیار کرتے تھے اور اس بات پر آپ فخر کرتے تھے کہ حضرت سعد میرے ماموں ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے کہ اچانک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آ گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دیکھو میرے ماموں آئے، اگر میرے ماموں جیسا کسی کا ماموں ہے تو وہ آئے اور مجھے اپنا ماموں دکھائے۔'' [2]

دنیا تیری نظیر لائے کہاں سے

سعد رضی اللہ عنہ کو مجلس سے نہ اٹھائیں:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ بھی ایک عظیم فضیلت حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شان و شوکت کے کوہِ گراں لوگوں میں شمار فرمایا ہے۔

عبداللہ بن سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کسی بات کی وجہ سے تنقید کی، تو حضرت سعید بن زید بھی موجود تھے وہ باہر آ کر کہتے ہیں:

نہایت ہی تعجب کی بات ہے کہ مغیرہ، حضرت علی رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتے ہیں، جب کہ میں اس بات کا خود گواہ ہوں کہ ہم کوہِ حراء یا کوہِ احد پر تھے، اس پر لرزہ طاری ہوا، پہاڑ حرکت کرنے لگا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حراء یا احد ٹھہر جا، تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور شہید ہیں۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم کے باقاعدہ نام لیے تھے۔ [3]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان اصحاب عظمت اور سعادت مندوں میں سے تھے، جن کی متعلق اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

1. مسلم: ١٧٤٨، الفضائل، احمد: ١/ ١٨١، ترمذی: ٣١٨٨.
2. مستدرك: ٣/ ٤٩٨، صحیح ہے۔
3. احمد: ١/ ١٨٨، ابو داؤد، ٤٦٤٨، ترمذی، حسن صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو حکم دیا تھا کہ انہیں اپنے قریب رکھیں، مجلس میں رونق افروز رہنے دیں، جدا نہ کریں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم چھ افراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، مشرک لوگ آئے تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، ان فقراء کو خود سے دور کر دو، جب ہم آئیں تو انہیں ہمارے آنے تک یہاں بیٹھنے کی جرأت نہیں ہونی چاہیے۔ وہ چھ افراد، جن سے اظہارِ نفرت کیا تھا، یہ ہیں۔

سعد، ابن مسعود، تیسرا ہذیل قبیلہ کا ایک آدمی تھا، بلال، دو آدمی اور تھے، جن کا میں نام نہیں لینا چاہتا رضی اللہ عنہم۔

مشرکوں کی یہ بات سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کچھ خیال آیا لیکن اٹل فیصلہ نہیں کیا اور نہ ہی ابھی آپ نے کوئی پختہ عہد کیا تھا تو اللہ عزوجل نے پہلے ہی اپنا فیصلہ سنا دیا:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ (الإنعام: ٥٢)

ان لوگوں کو مت ہانکیں جو صبح و شام فقط اپنے رب کی رضا کی خاطر اسے پکارتے ہیں۔ [1]

اسلام کا عظیم سپوت جو سب سے پہلا تیر انداز تھا:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رستے میں سب سے پہلا تیر اپنے ترکش سے چلایا تھا۔

زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، حجاز کے علاقہ میں ''رابغ'' کے نام سے ایک مشہور جگہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جانب ایک دستہ فوج روانہ کیا اور یہ جگہ جحفہ کے قریب تھی۔ جب یہ دستہ مشرکوں کے قریب پہنچا تو مشرکوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی تیر اندازی کے فن سے انہیں روکا اور مسلمانوں کی حفاظت کا حق ادا کر دیا۔

اسلام کی یہ سب سے پہلی معرکہ آرائی تھی، حضرت سعد نے اس کا اظہار خود اشعار میں کیا ہے:

اَلَا هَلْ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنِّيْ
حَمَيْتُ صِحَابَتِيْ بِصُدُوْرِ نَبْلِيْ

''خبردار! یقیناً یہ حوصلہ افزا خبر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ضرور آئی ہوگی کہ میں نے اپنے تیروں کے سینہ کی دیوار سے اپنے ساتھیوں کی نگہداشت کی ہے۔''

فَمَا يُعْتَدُّ رَامٍ فِيْ عَدُوٍّ
بِسهمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَبْلِيْ

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے پہلے دشمن پر اللہ کی راہ میں تیر چلانے والا اور کوئی نہیں جسے شمار کیا جائے۔'' [2]

---

[1] مسلم: ٢٤١٣، ابن ماجه: ٤١٢٨، نسائی فضائل الصحابة: ١١٦.

[2] سيرت ابن هشام: ١/ ٥٩٤، الاصابه: ٤/ ١٦٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ کی چوکیداری کا شرف:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دل میں نبی اکرم ﷺ کی محبت اس قدر جاگزیں تھی اور اسی قدر محبت کا سمندر موجزن تھا کہ ان کی زندگی کی پہلی اور آخری آرزو یہ تھی کہ اپنی جان، اولاد، مال بلکہ تمام سرمایہ ہجرت اور اپنی پوری کائنات ہی آپ ﷺ پر فدا کر دیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شب رسولِ اکرم ﷺ کی نیند اچاٹ ہوگئی، آپ کی پیاری آنکھوں میں بے خوابی ہے اور آپ فرماتے ہیں:

((لَيْتَ رَجُلاً صَالِحًا مِّنْ أَصْحَابِیْ يَحْرُسُنِیْ اللَّيْلَةَ))

''کاش میرے صحابہ میں سے کوئی مردِ صالح رات میری چوکیداری کرے۔''

کچھ دیر بعد ہتھیاروں کی آواز سنائی دی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مَنْ هٰذا'' یہ کون ہے؟ عرض کی۔

اے اللہ کے رسول ﷺ! میں سعد بن ابی وقاص ہوں اور چوکیداری کے لیے حاضرِ خدمت کھڑا ہوں، یہ سن کر رسولِ اکرم ﷺ کی بے خوابی جاتی رہی اور آپ خواب شیریں کے مزے لوٹنے لگے، حتیٰ کہ آپ گہری نیند میں خراٹے لینے لگے۔ [1]

حبیبِ کبریاء ﷺ کا گرانمایہ ہدیہ دعا:

یہ محبت کے دریا صرف حضرت سعد کے دل میں ہی رواں نہ تھے، بلکہ حبیب کبریاء ﷺ اس محبت کا باقاعدہ محبت سے ہی صلہ دیتے، اور انہیں اپنی خصوصی ملاقات کے شرف سے نوازتے تھے۔

حضرت سعد کی دخترِ نیک اختر حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میرے والد محترم! مکہ میں بہت ہی شدید بیمار ہوگئے، تو نبی اکرم ﷺ ان کی تیمارداری کے لیے تشریف لائے، حضرت سعد نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! میرا مال بہت وافر مقدار میں ہے اور میری وارث صرف ایک بیٹی ہے، لہٰذا میں اپنے مال کے تین حصے کرتا ہوں ایک حصہ ترکہ چھوڑتا ہوں اور دو حصے اللہ کی راہ میں وصیت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔'' انہوں نے کہا: پھر میں نصف ترکہ چھوڑتا ہوں اور نصف اللہ کی راہ میں دیتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔''

پھر انہوں نے کہا، اچھا میں دو حصے ترکہ میں چھوڑتا ہوں، ایک حصہ جو کہ تیسرا ہے، اس کی وصیت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: ''تیسرا حصہ بھی زیادہ ہے، تاہم اس کی اجازت ہے۔''

اس سے فراغت کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اپنی جبینِ اطہر پر رکھا پھر وہی ہاتھ میرے چہرے اور پیٹ پر پھیرا اور کہا:

[1] بخاری: ٢٨٨٥، کتاب الجهاد، مسلم: ٢٤١٠، کتاب الفضائل.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَاَتْمِمْ لَہٗ ھِجْرَتَہٗ))

”اے میرے اللہ! سعد کو شفایاب کر دے اور ان کی ہجرت کو تمام کر دے۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب مجھے خیال آتا ہے، تو میں اس وقت سے لے کر اب تک اپنے جگر میں آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں۔ [1]

آپ ﷺ کی اس دعا کی تاثیر اتنی دیرپا اور دلربا تھی جبکہ رسول اکرم ﷺ وفات کے بعد رفیق اعلیٰ پر جلوہ گر ہو چکے تھے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں بھی زاہد و عابد اور مجاہد بن کر رہے اور آپ کے بعد بھی تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حد درجہ قدر و منزلت کرتے تھے۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر ایک عظیم احسان یہ کیا، کہ انہیں مستجاب الدعوات لوگوں میں شامل کیا تھا، ان کی دعا رب کائنات کی بارگاہ میں شرف قبولیت پاتی تھی۔ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی ہے، جس کی برکت سے ان کی دعا رب کی بارگاہ میں شرف بار ہوتی تھی، آپ نے کہا تھا:

((اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاکَ)) [2]

”اے میرے اللہ! سعد جب بھی تیری بارگاہ میں التجا و دعا کرے تو اسے قبول کرنا۔“

ایک جھوٹے ریاکار پر ان کی بددعا کا اثر:

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی بات ہے کہ اہل کوفہ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت کی کہ وہ نماز کی ادائیگی درست طریقہ سے نہیں کرتے۔

یہ سن کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: میں تمام عرب میں سب سے پہلا ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر چلایا اور ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوئے تھے، ہمارا کھانا درختوں کے پتے ہوتا اور ہمارا پاخانہ بکری یا اونٹ کی مینگنی کی مانند ہوتا تھا اور اس میں ذرہ برابر آمیزش نہ ہوتی تھی، بالکل خشک ہوتا تھا۔

آج یہ بنو اسد میرے اسلام کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں، اگر میں ان کے الزام کے مطابق ہوں پھر تو میں سب سے بڑا ناکام ہوں اور میرے تمام اعمال ضائع ہو گئے۔ [3]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اسے تفصیلاً بیان فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ نے جب حضرت سعد کی شکایت، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کی تو انہوں نے انہیں معزول کر دیا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ گورنر مقرر کر دیا۔ اہل کوفہ نے حضرت

[1] بخاری: ۵۶۵۹، کتاب المرضیٰ، مسلم: ۱۶۲۸، نسائی: ۶/ ۲۴۱.

[2] ترمذی: ۳۷۵۲، مستدرک: ۳/ ۴۹۹، وصححه ووافقه الذهبی.

[3] بخاری: ۳۷۲۸، مسلم: ۲۹۶۶، ترمذی: ۳۲۶۵.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف بے شمار الزامات لگائے، حتیٰ کہ کہا، یہ نماز بھی اچھی طرح ادا نہیں کرتے، یہ شکایات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ: اے ابو اسحاق! انہوں نے تو تمہاری یہاں تک شکایت کی ہے کہ تم نماز بھی صحیح نہیں پڑھتے! حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! میں تو وہی نماز پڑھتا اور انہیں بھی وہی پڑھاتا ہوں، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے دیکھا اور میں اس میں ذرہ برابر کمی وبیشی نہیں کرتا۔ عشاء کی نماز میں، میں پہلی دو رکعات میں دیر کرتا ہوں، کچھ قراءت زیادہ کرتا، اور دوسری رکعات میں تخفیف کرتا ہوں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے ابو اسحاق! مجھے بھی تمہارے متعلق یہی یقین تھا، اب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تفتیش کے لیے ایک یا ایک سے زیادہ آدمی کوفہ کی طرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجے، وہ جب کوفہ پہنچے تو انہوں نے ہر مسجد کا دورہ کیا اور لوگوں سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھ گچھ کی چنانچہ ہر مسجد والوں نے ان کی حسن عمل تعریف کی۔

پھر یہ بنوعبس کی ایک مسجد میں گئے، تو وہاں ایک آدمی کھڑا ہوا، اس کا نام اسامہ بن قتادہ اور اس کی کنیت ابو سعدہ تھی، اس نے کہا، اچھا اگر تم نے پوچھ ہی لیا ہے تو پھر سنو! سعد نہ تو کسی لشکر کے ہمراہ روانہ ہوتے، نہ ہی تقسیم میں برابری کرتے اور نہ ہی فیصلہ میں عدل کرتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم میں تین دعائیں کرتا ہوں۔

اے میرے اللہ! اگر تیرا بندہ جھوٹا، ریاء کاری اور شہرت کے لیے کھڑا ہوا ہے، تو پھر اس کی عمر دراز کر دے، اس کا فقر وفاقہ بھی طویل کر دے، اور اسے فتنہ انگیزیوں کا نشانہ بنا دے۔

اس آدمی کے ساتھ یہی کچھ ہوا، جب اس سے سوال کیا جاتا کہ تجھے کیا ہوا ہے؟ تو کہتا اس بوڑھے کھوسٹ کو فتنہ میں ڈال دیا گیا ہے، مجھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے، عبدالملک بیان کرتے ہیں، میں نے خود اس بوڑھے کو دیکھا کہ اس کے آبرو بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آنکھوں پر لٹک چکے تھے اور راہ چلتی نوجوان دوشیزاؤں کے سامنے آتا اور انہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے کرتا اور چھیڑ چھاڑ کرتا۔ [1]

لوگ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا سے بہت گھبراتے تھے:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گرد ونواح میں رہنے والے لوگ ان کی بددعا سے بہت زیادہ خوفزدہ رہتے کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ اللہ عزوجل نے انہیں یہ اعزاز بخشا ہے کہ ان کی دعا بلا تاخیر اسی لحظہ قبول ہوتی ہے۔

جب مروان کے حواس اڑ گئے:

حضرت سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا، جسے حارث بن برصاء کہا جاتا تھا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بازار میں بیٹھے تھے۔ اس نے کہا، اے ابو اسحاق! یہ دیکھو مروان کہہ رہے تھے اور میں نے سنا ہے کہ یہ حکومت کا مال ہمارا مال ہے، جسے چاہیں ہم دیں۔ یہ سنتے ہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے

[1] بخاری: ۷۵۵، مسلم: ٤٥٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور کہا، کیا میں دعا کروں؟ مروان بھی وہاں تھے، وہ چارپائی سے اچھلے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو گلے لگا لیا اور کہا: اے ابو اسحاق! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، میرے خلاف بد دعا نہ کرنا، یہ ہمارا مال نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے۔ ❶

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی گھبرا گئے:

حضرت سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی نمودار ہوئی اس نے نئی قمیض پہن رکھی تھی، ہوا چلی تو اس کا پردہ کھل گیا، یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس لونڈی کو درہ مارنے کے لیے لپکے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ درمیان میں آئے کہ حضرت عمر کو روکیں، تو حضرت عمر کا درہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لگا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت عمر کے خلاف دعا کرنے ہی والے تھے کہ حضرت عمر نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو وہ درہ پکڑا دیا اور کہا، مجھ سے قصاص لے لو، لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے معاف کر دیا۔ ❷

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہادی کارنامے:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام معرکوں میں شریک رہے اور ہر آزمائش میں حسن کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جنگ بدر کے دن، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو جنگ آزمائی کرتے دیکھا ہے، پیادہ فوج میں شامل تھے، لیکن جنگی کارکردگی گھڑ سواروں کی سی ادا کر رہے تھے۔ ❸

حضرت عامر شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم مستجاب الدعوات کب ہوئے تھے کہا: جنگ بدر کے دن میں۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو کر دشمن پر تیر برسا رہا تھا، میں نے کمان کے عین درمیان چلانے کے لیے تیر رکھا، ساتھ تیر چلا رہا تھا اور دعا بھی کرتا جا رہا تھا کہ اے میرے اللہ! دشمنوں کے قدم ہلا دے اور ان کے دلوں میں مسلمان کا رعب ڈال دے، وغیرہ تو میرے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ)) ❹

''اے میرے اللہ! سعد کی دعاؤں کو قبولیت سے نواز دے۔''

جنگ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے:

غزوۂ احد میں، جب درہ پر کھڑے ہونے والے تیر اندازوں نے غلطی کی، پہاڑی کا درہ چھوڑ دیا، تو مشرکوں کے

❶ مستدرك: ۳/ ۵۰۰، اسناده صحيح، فضائل الصحابة، عدوى.

❷ طبرانی كبير: ۳۰۹، ورجاله ثقات، مجمع الزوائد: ۹/ ۱۵۳.

❸ طبقات: ۳/ ۱۰۰.

❹ مجمع الزوائد: ۱۴۸۵۱، رواه الطبرانی و اسناده حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے یہ ممکن ہوا کہ مسلمانوں پر سرتوڑ حملہ کریں اور انہیں بہت بڑی قتل گاہ بنا دیں اور ان کے خاتمہ کے بعد حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور دیگر انصار جس طرح مضبوط قدم رہے، اسی طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قدم بھی ڈگمگائے تھے، یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں تیروں کی بارش برسا رہے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے دستِ مبارک سے تیر پکڑا رہے، اور فرما رہے تھے: اے سعد! دشمن پر تیر اندازی کرو، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، حتیٰ کہ آپ مجھے بغیر پھل والا تیر دیتے اس کے لیے بھی کہتے: اسے پھینکو تو میں اسے بھی پھینکتا۔ ❶

فرشتوں کو دیکھنے کا اعزاز:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فدا کاری کے طور پر کسی پر ماں باپ قربان کرنے کا اعلان کرتے نہیں، سنا یہ اعزاز صرف سعد کو حاصل ہوا ہے، میں نے میدانِ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

((يَا سَعْدُ ارْمِ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ)) ❷

''اے سعد! میرے ماں، باپ تم پر فدا ہوں، دشمنوں پر تیر باری کرو۔''

ابن حجر رحمہ اللہ کی وضاحت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ اعلانِ فدا کاری کا اظہار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے کیا ہے، یہ قید کرنا مناسب نہیں، حالانکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے سوانح میں گزرا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے موقع پر ان کے لیے بھی ماں باپ کے قربان ہونے والا اعزاز بخشا تھا تو ان دونوں کے درمیان مناسبت کی صورت یہ ہوگی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم میں حضرت زبیر والا اعلان نہیں تھا، اس لیے انہوں نے اپنے علم کے مطابق کہا: یا پھر ان کا مقصد تھا کہ جنگِ احد میں سوائے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے اور کسی کے لیے نہیں کہا، دوسروں کے لیے اگر کہا ہے، تو وہ میدانِ احد کے علاوہ ہے، میدانِ احد میں صرف ان کے لیے ہی کہا تھا۔ ❸

حضرت سعد رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں میں سے ایک آدمی تھا اس نے مسلمانوں کے درمیان آگ لگا رکھی تھی اور تہلکہ خیز لڑائی کر رہا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد! تیر پھینکو، میرے ماں، باپ تم پر فدا ہوں۔ ''میں نے ایک تیر نکالا جس میں پھل نہ تھا، اور اس کی پیشانی پر لگایا، وہ گر پڑا اور اس کا پردہ بھی کھل گیا، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گرتا ہوا دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا، آپ اتنا زیادہ مسکرائے کہ داڑھیں نمایاں ہوگئیں۔ ❹

---

❶ بخاری: ٦/ ٢٩٠٥، مع فتح، كتاب الجهاد، مسلم: ٤/ ١٨٧٧، فضائل الصحابة.

❶ بخاری: ٤٠٥٩، مسلم: ٢٤١١، ترمذی: ٣٧٥٥.

❷ فتح الباری: ٧/ ٧٤.

❸ مسلم: ٢٤١٢، كتاب الفضائل، باب مناقب سعد.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جنگ احد کے دن آپ کھڑے تھے اور آپ کے دفاع میں دو آدمی لڑ رہے تھے، انہوں نے سفید لباس زیب تن کر رکھے تھے، انہیں نہ تو میں نے اس سے پہلے کبھی دیکھے اور نہ ہی اس کے بعد کبھی دیکھے ہیں۔ اصل میں یہ دونوں سیدنا جبریل اور میکائیل تھے۔ ❶

امام نووی رحمہ اللہ کے اخذ کردہ نکات:

اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وکرامت کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنا بلند ہے کہ فرشتے نازل کیے، جو آپ کے شانہ بشانہ دشمن سے لڑتے رہے۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ فرشتے باقاعدہ میدانِ جنگ میں لڑتے ہیں اور یہ لڑائی صرف جنگِ بدر میں ہی مخصوص نہیں، فرشتے اس کے علاوہ بھی لڑے ہیں، جیسا کہ یہاں جنگ احد میں لڑنے کا ذکر آیا ہے۔ اس سے سفید لباس کی فضیلت بھی واضح ہوتی ہے۔

فرشتوں کو دیکھنا صرف انبیائے کرام کے ساتھ ہی خاص نہیں، بلکہ فرشتوں کو صحابۂ کرام اور اولیائے عظام سے دیکھنا بھی ثابت ہے۔ اس میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا شرف وفضل بھی نمایاں ہوتا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو دیکھا ہے۔ ❷

اسلام کا شیر:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر معرکہ میں حاضر ہوئے اور کسی میدان میں بھی قدموں میں لرزش نہیں آئی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی اسی جذبہ صادقہ اور سابقہ کے ساتھ میدانوں میں اترتے رہے، خصوصاً ان معرکوں میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلاف میں پیش آئے، جن کی وجہ سے اسلامی فتوحات کے دروازے کھل گئے، ان میں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک دھاڑتے ہوئے شیر کی مانند نظر آرہے ہیں، جو کہ عظمت اسلام کی حقانیت اور دین کی نصرت وحمایت میں اعدائے اسلام کی صفوں کو پارہ پارہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

فارسیوں کے مقابلہ میں بہادر تیر انداز:

اہل فارس نے عرب کے خلاف حتمی جنگ لڑنے کے لیے تیاری مکمل کر لی تھی، اس موقع پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا:

((وَاللّٰهِ لَأَضْرِبَنَّ مُلُوْكَ الْعَجَمِ بِمُلُوْكِ الْعَرَبِ))

"واللہ! ہم عجم کے بادشاہوں کی سرکوبی، عرب کے بادشاہوں کے ذریعہ کریں گے۔"

اور اپنے گورنروں کو تحریر کیا، کہا:

❶ بخاري: ٧/ ٤١٤، كتاب المغازي، مسلم: ١٥/ ٦٦.

❷ شرح نووي: ١٥/ ٦٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی ہتھیار، کوئی گھوڑا، کوئی بھی جنگ میں معاون چیز یا رائے ایسی نہ ہو جو باقی رہ جائے، بلکہ اس کا انتخاب کرو اور جتنی بھی زیادہ جلدی ہوسکتا ہو، اسے میرے پاس بھیجو، جلدی کرو، جلدی کرو۔ [1]

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جوش:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت جوش میں دیکھائی دے رہے تھے، اہل فارس کے خلاف روانہ ہونے والے لشکر کی قیادت خود اپنے ہاتھ میں لینے کا ارادہ کیا کہ میں خود جاتا ہوں، لیکن مشیروں نے ایسا کرنے سے روک دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو جمع کرتے اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں نے دشمن کے مقابلہ پر جانے کا پختہ عزم کرلیا تھا، لیکن تم میں سے اصحاب رائے لوگوں نے مجھے ارادہ بدلنے کا مشورہ دیا ہے، اس لیے اب میری رائے بھی یہی ہے کہ میں روانہ نہیں ہوتا، اور کوئی دوسرا آدمی بھیج دیتا ہوں، اب مجھے یہ مشورہ دو کہ میں کس کو بھیجوں۔ ان دنوں حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہوازن قبیلہ کے صدقات جمع کرنے پر مامور تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں خط لکھا کہ وہ تشریف لائیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ تک جب یہ پیغام پہنچا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشورہ طلب کررہے ہے کہ کسے دشمن کے مقابلہ پر بھیجیں تو آپ بھی آ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دشمن کے لیے خونخوار شیر کی مانند پایا ہے اور آپ بہادر تیر انداز ہیں۔ [2] حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، شیر کیا ہے، یہ تو شیر افگن ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے استدعا کرتے ہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

اے سعد! میں تمہیں جنگ عراق کا سرپرست بنا رہا ہوں، میری ایک خاص بات یاد رکھنا کیونکہ تم ایک شدید اور سخت معاملہ کی جانب پیش قدمی کررہے ہو، وہاں تک صرف حق ہی رسائی رکھتا ہے۔ بات یوں ہے کہ خود بھی اور رفقائے کار کو بھی خیر کا عادی بناؤ، اور اسی کو ہمیشہ طلب کرو، جان رکھو، ہر وعدہ کے لوازمات ہیں اور خیر کے لوازمات میں صبر ہے جو بھی تکلیف راہ میں آئے، اس پر صبر کرنا۔ [3]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قادسیہ روانگی:

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ قادسیہ میں پہنچتے ہیں، تو وہاں لشکر کو نہایت ہی منظم انداز پر ترتیب دیتے اور اسے دشمن کے لیے تیار کرتے ہیں۔ ہر دس افراد پر ایک رئیس مقرر کیا اور علمبرداروں پر ان لوگوں کو امیر مقرر کیا جو اسلام لانے میں سبقت رکھتے تھے اور کچھ آدمیوں کو جنگی سرپرست بنایا، لشکر کے مقدمہ (اگلے حصہ) پر ذمہ دار مقرر کیے، لشکر کے پہلوؤں پر بھی کچھ لوگ سرپرست مقرر کیے، اور ساقہ (لشکر کے پچھلے حصہ) پر بھی مقرر کیے اور جو شعبہ جاسوسی سے وابستہ افراد تھے ان پر بھی ذمہ دار مقرر کیے، پیادہ فوج پر اور گھڑسواروں پر علیحدہ علیحدہ سرپرست بنائے۔ اس طرح مربوط ترتیب اور مکمل

[1] طبرانی: ۲/ ٦٦٠، ابن اثیر: ۲/ ۱۷۲.
[2] طبری: ٤/۳، البلاذری: ۲۵۵.
[3] تاریخ طبری: ۳/ ٤، ۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیاری کے ساتھ دشمن کی طرف پیش قدمی کی، تاکہ اچانک دشمن کی فوجی قوتوں کو ملیا میٹ کر سکیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے انتظامی معاملات سے بھی بے خبر نہ تھے، عہدہ قضاء کا ذمہ دار مقرر کیا، جسے یہ فرض سونپا کہ مال غنیمت کے حصول کی صورت میں اسے یہ تقسیم کرے گا، ایک افسر وعظ و ارشاد پر مقرر کیا، ایک ترجمان مقرر کیا جو فارسی زبان میں عمدہ گفتگو کر سکتا تھا اور اسی طرح ایک منشی مقرر کیا، جو کہ تمام تحریری امور سرانجام دے گا۔

اس بے مثال ترتیب کے مطابق مربوط و مضبوط اور ان قواعد و ضوابط کے تحت تیار کیا گیا مسلمانوں کا لشکر جب میدان قادسیہ میں اترتا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اندازِ لڑائی:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے جاسوس بھیجے تاکہ وہ اہل فارس کے متعلقہ معلومات حاصل کریں اور ساتھ ہی کچھ دستے قریب قریب علاقوں پر غارتگری کے لیے روانہ کر دیئے، جو علاقہ فتح کر کے اور مال غنیمت لے کر صحیح و سلامت واپس لوٹے۔ ادھر کچھ وفود جو کہ مسلمانوں میں سے سربر آوردہ لوگوں پر مشتمل تھے، شاہِ ایران (کسریٰ اور اس کے سالار رستم کے پاس بھیجے، تاکہ وہ ان سے مذاکرات اور ان کے سامنے مسلمانوں کے مطالبات پیش کریں۔

(۱) اسلام قبول کریں، (۲) جزیہ ادا کریں، (۳) یا پھر شمشیر زنی کے لیے تیار ہو جائیں، ان وفود کے کسریٰ اور اس کے سپہ سالار رستم پر بہت گہرے اندرونی اثرات مرتب ہوئے۔ انہوں نے پہلے دونوں مطالبات رد کر دیئے اور لڑائی کا مطالبہ مان لیا، اب دونوں فوجیں لڑائی اور معرکہ آرائی کے لیے ذہنی طور پر تیار کھڑی تھیں۔

افواج میں روح جنگ بھر دی:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے لڑائی کی اجازت دینے سے پہلے اپنی فوج میں سے اہل رائے اور اصحاب عقل و دانش اور بہادری کے پیکر افراد کو افسرانِ فوج کے پاس بھیجا تاکہ یہ انہیں معرکہ آرائی پر ابھاریں، اور انہیں حکم دیا کہ ایسی سورتیں تلاوت کریں، جن میں جہاد کا ذکر ہے، بالخصوص سورت انفال۔ جب یہ سورت تلاوت ہوئی تو لوگوں کے دل باغ باغ ہو گئے اور آنکھوں میں نور جہاد جھلکنے لگا، جوں جوں تلاوت ہو رہی تھی، لوگ دلوں میں طمانینت اور سکون اترتا محسوس کر رہے تھے۔[1]

لشکر کو خبردار کر دو:

اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جذبات کو بیدار کرنے کے لیے ایک اور تجویز پر عمل کیا اپنے منادی سے کہا اعلان کر دو اور تمام لشکر کو خبردار کر دو کہ:

((اِنَّ الْحَسَدَ لَا يَحِلُّ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ، يَا اَيُّهَا النَّاسُ فَتَحَاسَدُوْ وَتَغَايَرُوا عَلَى الْجِهَادِ))

---

[1] طبری: ۳/ ٤٧، ابن اثیر: ۲/ ۱۸۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں حسد کرنے کی اجازت نہیں، لیکن، اے لوگو! اب دشمن کے خلاف حسد کا شعلہ جوالہ بن جاؤ اور جہاد میں ایک دوسرے کو آپس میں مد مقابل سمجھ کر مقابلہ آرائی کرو، جب منادی یہ اعلانِ کر رہا تھا، اس وقت سپہ سالارِ اعظم، اسلام کے عظیم فرزند، دین کے بے مثل سپوت اور بطل حریت پر بیماریوں نے یکجا ہو کر حملہ کر رکھا تھا۔ ایک بیماری جو نہایت ہی بے چین کیے ہوئے تھی، وہ عرق النساء کی تھی، یہ ایسا درد ہے جو ران سے شروع ہوتا اور قدم تک پہنچتا تھا اور پھنسی پھوڑے اتنے زیادہ تکلیف دہ کہ سواری کرنا ممکن نہ رہا تھا، سوار ہونا تو کجا، بیٹھا نہیں جا رہا تھا، نہ تو سوار ہو سکتے، نہ ہی بیٹھ سکتے تھے، اسی بے قراری میں غلطاں و پیچاں محل پر چڑھ گئے، ایک تکیہ پر سرنگوں ہوئے، جسے سینہ سے لگا رکھا تھا، اور آپ فوج کی نگرانی فرما رہے تھے۔

فوج سے رابطہ:

نیچے کی طرف کھلا میدان تھا، جس میں ان کے قریب ہی افواج کے نائب سپہ سالار حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن عرفہ موجود تھے، حسب ضرورت رقعہ لکھتے اور اس میں ہدایات درج کرتے اور خالد کی جانب پھینک دیتے مسلمان افواج کی آخری صف اسی قصر (محل) کے نزدیک تھی۔ [1]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ چہرے کے بل اوندھے پڑے اور بار بار جھانک کر اپنے جانثار لشکر کی نگرانی کر رہے تھے، اسی حالت میں جب کہ لشکر نیچے کھڑا تھا، ان سے خطاب فرمایا۔

میدان میں ایمان افروز خطاب:

اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہی برحق ہے، اس کے ملک میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی اس نے کبھی وعدہ خلافی کی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴾ (انبیاء: ۱۰۵)

"اور البتہ تحقیق ہم نے لوح محفوظ کے بعد پہلی کتابوں میں لکھ دیا ہے، کہ یقیناً زمین جو ہے اس کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے۔

میرے جانثار ساتھیو! یہ زمین تمہاری میراث اور تمہارے رب کی وعدہ گاہ ہے، اس نے تین برس سے تمہارے لیے حلال کر رکھی ہے، تم اس سے اناج کھا رہے ہو، یہاں کے رہنے والوں غیر مسلموں کو قتل کر رہے ہو خراج وصول کر رہے ہو اور آج تک تم انہیں قید کر رہے ہو۔

یہ جو کچھ ہوا وہ بیت چکا، اس وقت کے لوگوں نے تم سے جو حاصل کرنا تھا وہ کر چکے۔

آج یہ عظیم جماعت تمہارے مد مقابل کھڑی ہے اور تم عرب کے چہرہ مہرہ اور سربرآوردہ ہو اور ہر قبیلہ کی عزت و آن ہو، میرے ساتھیو! یاد رکھنا، اگر تم دنیا سے بے رغبتی رکھو گے اور آخرت کی سرخروئی کے آرزومند ہوں گے تو اللہ تعالیٰ

[1] طبری: ۳/ ۵۳۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہارے لیے دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اکٹھی کر دے گا، موت کا وقت مقرر ہے اور آخرت کی رغبت تمہیں جلدی موت کے قریب نہیں کرے گی وہ وقت پر ہی آئے گی۔ اگر تم بزدلی، کمزوری اور ناتوانی کا شکار ہو گئے، تو تمہارا رعب و دبدبہ ہوا میں تحلیل ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ تم اپنی آخرت بھی برباد کر بیٹھو گے۔ میری قوم کے عظیم سپوتو! میں نے خالد بن عرفطہ کو تمہارے اوپر نائب سپہ سالار بنایا ہے، کیوں کہ تکلیف لاحق ہے، اور میں پیپ زدہ پھنسی پھوڑوں میں مبتلا ہوں۔ میں چہرے کے بل اوندھا پڑا ہوں کہ سیدھا نہیں ہو سکتا، تم خالد کی اطاعت کرنا اور اس کی بات سننا، کیونکہ یہ تمہیں میرا حکم ہی پہنچائیں گے اور خود بھی میری رائے پر عمل کریں گے۔

خطاب کا اثر:

جب یہ پیغام فوج کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا تو ان کے جذبات موجزن ہو گئے اور خالد کی رائے کے سامنے سرافگندہ ہوئے اور باہم نئے سرے سے عزم کیا کہ خالد کی ہر بات سنیں اور ان کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے عذر کو سب نے قبول کیا اور آپ کے فیصلہ پر اظہار رضامندی کیا۔[1]

آہ! اے شیر! پنجہ افگن سعد! کیا خوب ہو تم۔ سنگین معرکہ آرائی اور فیصلہ کن جنگ آزمائی میں تم اپنے بالا خانہ میں جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور تم چہرے کے بل اوندھے تکلیف میں کراہتے ہوئے گھڑسواروں کی اور فوج کی قیادت کر رہے ہو۔

آہ! جس کے پھوڑے خونچکاں ہیں، مگر تمہیں ذرہ برابر پرواہ نہیں اور بالا خانہ سے نعرۂ تکبیر بلند کرتے نظر آتے ہو یا پھر لشکر اور افواج کو احکامات جاری کر رہے ہو، فرما رہے ہو۔

ڈٹ جاؤ:

میرے ہمنواؤ! اپنی اپنی جنگاہ میں ڈٹ جاؤ، ایک قدم بھی پسپائی کی طرف نہ کرنا، نمازِ ظہر ادا کرنے تک جم جاؤ، حرکت مت کرنا اور جب تم نمازِ ظہر ادا کر لو تو میں ایک نعرۂ تکبیر بلند کروں گا، تو تم بھی اللہ اکبر کہنا اور اس وقت تم اپنے پاؤں مضبوط رکھنا اور مستعد ہو جانا۔

اور یہ میری بات یاد رکھو، یہ نعرۂ تکبیر بلند کرنے کی خصوصیت تمہیں ہی حاصل ہے، تم سے پہلے یہ کسی کو عطا نہیں کی گئی، یہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی تائید کی علامت ہے۔

اور جب میں دوسری مرتبہ، اللہ اکبر کہوں، تو تم بھی نعرۂ تکبیر بلند کرنا اور مکمل تیار ہو جانا اور جب میں تیسری مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کروں، تو تم اللہ اکبر کہنا، اس وقت تمہارے شاہسوار بھی چاک و چوبند ہو جائیں اور مبارزہ اور حملہ آور ہونے کے لیے لپک پڑیں۔

اور جب میں چوتھی مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کروں تو پھر پوری شدت سے اجتماعی حملہ کرنا جو اتنا شدید ہو کہ دشمن کی صفوں میں گھس جاؤ اور ہاتھ دشمن کے خلاف حرکت میں ہوں اور زبان پر یہ ورد طاری ہو: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"

---

[1] طبری: ۳/ ۵۳۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فارسی افواج ساڑھے تین دن کے بعد بھنبھناتی مکھیوں کی مانند گر رہی تھیں، اور ان کے ساتھ ہی بت پرستی ...... اور آتش پرستی کے آتش دان زمین دوز ہو گئے۔ مسلمانوں کو اب تک کی کسی جنگ میں اتنی سخت جان فوج سے سابقہ پیش نہ آیا تھا، جتنا کہ اہل فارس سے قادسیہ کی جنگ میں پیش آیا۔

جنگِ قادسیہ کے دوررس اثرات:

اہلِ فارس نے بھی خلاف توقع اس معرکہ میں بڑی بہادری اور ثابت قدمی کا مظاہرکیا، انہوں نے بہت زیادہ معرکہ آرائی کا اظہار کیا کہ وہ عرب جن کے قدم بڑھتے ہی جاتے تھے، ان کی شمشیر کاٹ دار کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہ ڈالتی تھی، انہیں بھی انہوں نے چار دن تک لڑائی میں مصروف رکھا، اور لڑنے پر مجبور کر دیا اور ایک سو پچیس سے زائد بہادروں کی شہادت کا نقصان اٹھانا پڑا، تب کہیں جا کر یہ معرکہ سر ہوا۔

تاریخ انسانی پر جنگ قادسیہ کے بہت ہی گہرے اور دیرپا اثرات مرتب ہوئے ہیں، تیمور لنگ اور نابلیون کے غزوات بھی تاریخ کا جھومر ہیں، لیکن جنگ قادسیہ تو ہمارے زمانہ تک اثر انداز ہوئی ہے تاریخ انسانی میں آج تک ایسا معرکہ برپا نہیں ہوا۔

جنگ قادسیہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جوفن سپاہ گری کے عمدہ جوہر کھلے، اور ان کی شجاعت و جوانمردی کا جذبہ فراواں نمایاں ہوا، اس کی مثال وہ آپ ہیں، سخت بیماری کے باوجود اپنے قصرو محل میں ٹھہرے ہوئے، قلق و اضطراب میں بل کھا رہے ہیں، ایک پل سکون نہیں بیماریوں کا لشکر حملہ آور ہے، لیکن پھر بھی لڑائی میں میدانِ جنگ کی پوری نگہبانی کر رہے، افسروں اور افواج کو تحریری ہدایات بھیج رہے ہیں، یہ ان کی فرطِ شجاعت کی علامت ہے۔ عثمان بن عجاء سعدی نے خوب تجزیہ کیا ہے کہ:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایسے جوانمرد ہیں کہ جنگ قادسیہ کی ہولناکیوں نے انہیں ذرہ برابر متاثر نہیں کیا نہ ہی بیماریوں کی انہوں نے کچھ پرواہ کی اور نہ ہی بے قرار ہوئے، اگر انہیں ایک لحظہ بھر بھی دشمن کی صف میں گھسنے کا موقع ملتا تو آپ گھمسان کی جنگ میں گم ہو جاتے۔

فتح کی اطلاع فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک:

دشمن جب پسپا ہوا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں کے خلاف فتحیابی کی اطلاع حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریری طور پر بھیجی، کہا۔ اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے اہل فارس پر ہمیں اپنی نصرت سے نوازا اور فتح دی ہے اور طویل معرکہ آرائی کے بعد جیسا کہ پہلا نافرمانوں کا حشر ہوتا رہا ہے، اسی طریقہ پر ان کا حشر کیا ہے، انہیں ناکام کیا ہے، اس معرکہ کو سر کرنے میں ہلا دینے والے سخت ترین حالات بھی سامنے آئے، لیکن اللہ نے مدد کی اور ہم ثابت قدم رہے۔

اہل فارس، مسلمانوں کے خلاف اتنی زیادہ تیاری اور مستعدی سے میدانِ میں اترے کہ کبھی اس سے زیادہ تیاری

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، لیکن یہ ساز وسامان انہیں کام نہ آ سکا، بلکہ یہ مسلمانوں نے چھین لیا اور ان سے اہل اسلام کی طرف منتقل ہوا۔

اور دشمن بھاگتے نظر آتے تھے، کوئی دریاؤں کی نذر ہو گئے، کوئی چوٹیوں پر چڑھ گئے، کوئی پہاڑی رستوں میں چھپ رہا تھا اور مسلمانوں نے ہر مقام پر ان کا پیچھا کیا اور دشمن سے میدان صاف کر دیا، تاہم ہمارا بھی نقصان ہوا ہے، جو کبھی پورا نہ ہو سکے گا، فلاں، فلاں مسلمان جو مردانِ کار تھے، شہادت کے درجہ پر فائز ہو گئے۔ جو رات کے پچھلے پہر کے سناٹوں میں شہد کی مکھیوں کی مانند تلاوت قرآن پر بھنبھناتے تھے، اور وہ ہمارے شیر بہادر بھائی تھے، بلکہ شیر کی بہادری بھی ان کی شجاعت کے مقابلہ میں پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتی۔ لیکن میں یہ بھی کہتا ہوں، ہمارے راہِ وفا کے وہ جانثار جنہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے ہیں، ان میں سے جو باقی بچے ہیں، صرف شہادت ان کے مقدر میں نہ تھی، وگرنہ یہ بھی شہیدوں کی مانند ہی اصحاب شرف وفضل ہیں۔ ❶

قصر ابیض (سفید محل) کی فتح:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں سے ایک گروہ کسریٰ کی رہائش گاہ ''سفید گھر'' جو ہے اس پر فتح کا جھنڈا لہرائے گا۔'' ❷

جنگ قادسیہ سے فراغت کے بعد اب دو ماہ گزر چکے تھے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خط کے ذریعہ ہدایت حاصل کی کہ میں اب کیا کروں، حکم فرمائیے۔

جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ اب تم کسریٰ کے دارالخلافہ ''مدائن'' کی جانب پیش قدمی کرو۔ یہ پڑھ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نصرتِ الٰہی سے فتح یاب ہونے والے لشکر کو ''مدائن'' کی جانب روانہ ہونے کا حکم دیا۔ مسلمان پے در پے فتوحات کے جھنڈے گاڑتے ہوئے، برس اور بابل پھر ''بہرسیر'' میں داخل ہوتے ہیں، ان علاقوں کے زیر نگین آنے سے اب مسلمانوں کا لشکر ''مدائن'' کے سامنے دریائے دجلہ کے کنارے پڑاؤ ڈالتا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مکمل کوشش یہ تھی کہ ہمارا لشکر کشتیوں میں سوار ہو کر پرامن طور پر عبور کرے، لیکن سمندری حالات ناساز گار رہنے کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے، وجہ یہ تھی ایک تو سمندر دھاڑ رہا تھا، دوسرا اہل فارس نے کنارے پر کشتیاں جوڑ رکھی تھیں کہ اگر مسلمان سمندر عبور کریں تو انہیں ختم کر دیا جائے۔ ❸

یہ سمندر بہت وسیع وعریض تھا، پانی کی سطح بہت بلند تھی اور یہ پانی سے بھرا پڑا تھا، جوش کی شدت سے جھاگ اچھال رہا تھا، موجیں اٹھ اٹھ کر آپس میں تلاطم خیز ہو رہی تھیں، پانی کا بہاؤ برابر چڑھ رہا اور پانی اچھل اچھل کر بلندیوں کی طرف جا رہا تھا، چنگاڑتا ہوا پانی بڑے بڑے جوانمردوں کے پتے پانی کر رہا تھا کہ ایک رات حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے

---

❶ طبری: ۳/ ۵۸۳.　❷ احمد، مسلم.

❸ طبری: ۳/ ۱۱۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خواب میں دیکھا کہ مسلمانوں کی افواج گھوڑوں سمیت دریائے دجلہ کے بپھرے ہوئے پانیوں کی موجوں میں داخل ہو رہی ہیں اور بہت ہی پرسکون انداز پر اسے عبور کر جاتی ہیں، جب کہ پانی کا چڑھاؤ مسلسل بڑھ رہا ہے اور یہ ایک ہی بہت ہی خوفناک صورت اختیار کر چکا ہے، لیکن لشکر عافیت سے گزر جاتا ہے۔

دریا عبور کرنے کا تاریخی کارنامہ:

دشت تو دشت رہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے خواب کی حقیقت کا روپ دیتے اور دریا عبور کرنے کا عزم کر لیتے ہیں، افواج لشکر کو اکٹھا کرتے اور خطاب کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور افواج اسلامی مزاج کو خطاب کیا۔ تمہارا دشمن اس سمندر کی آڑ میں تم سے بچاؤ کرنا چاہتا ہے، اس کا خیال ہے کہ تم اس کے حائل ہونے کی وجہ سے ان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے اور وہ جب چاہے تمہیں آن پکڑے، اور اس کا خیال ہے کہ وہ تمہیں اپنی کشتیوں میں سوار ہی سوار نشانہ پر رکھ سکتا ہے۔ لیکن معاملہ الٹ ہے، میں کہتا ہوں: ''وقت نے تمہاری خوب یاوری کی ہے، حالات سازگار ہیں، تمہیں یہ خوف بالکل دامنگیر نہ ہو کہ دشمن تمہاری پشت سے حملہ آور ہوگا، تمہارے پیچھے سوائے میدان کے اور کیا ہے، تمہیں اس کی فکر نہیں ہونی چاہیے، اور دشمن نے اپنی سرحدوں کو بے کار چھوڑ رکھا ہے، اس کی ساری قوت اسی جگہ دریا کے کنارے مجتمع ہے اور ان کا سامانِ خور ونوش بھی ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ مناسب یہی ہے کہ دشمن کے خلاف جہادی سرگرمیاں تیز کر دیں، اپنے اندرونی جذبات درست کر لیں یہ نہ ہو کہ دنیا تمہیں اپنے حصار میں لے۔

ساتھیو! خبردار! میں نے پختہ عزم کر لیا ہے کہ اس سمندر کو عبور کرنا ہے، تمام افواج کے غازیان شمشیر بکف بیک آواز پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور آپ کے عزم کو رشد وہدایت سے ہم کنار کرے، آپ اپنا عزم وارادہ پورا کریں۔ [1]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دریا عبور کرنے کا اعلان کر دیا اور فرمایا: ''کنارے پر کھڑے ہو کر ہماری حفاظت کون کرے گا، تاکہ دشمن دریا عبور کرنے میں رکاوٹ نہ ڈال سکے۔''

عاصم بن عمرو تمیمی لبیک کہتے ہوئے یہ ذمہ داری اٹھانے کا اعلان کرتے ہیں اور ان کے ساتھ چھ سو جوانوں نے اس کارِ خیر کی ادائیگی کی حامی بھر لی۔

اللہ کے شیر ذکر الٰہی کرتے ہوئے دریا عبور کرتے ہیں:

یہ لشکر گہرے پانیوں میں تیرتا ہوا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے دریا عبور کرتے ہوئے افواج کے ساتھ دریا کی لہروں کے جھولوں پر جھولتے جا رہے ہیں۔

[1] طبری: ۳ض/ ۱۱۹، ابن اثیر: ۲/ ۱۹۸، فتوح الشام للواقدی: ۲/ ۱۲۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیل حوادث سے کب مڑتا ہے مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں

اب اہل فارس نے جب یہ نادر المثال شجاعت کی تاریخ جو مسلمانوں نے دریا کی لہروں پر تحریر کی تھی، اس کا ایمان افروز منظر دیکھا تو اچانک حیران و ششدر رہ گئے جو وہ دیکھ رہے تھے یہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، سبحان اللہ! دریا پر جوش ہے، اس کے پانیوں کی گہرائی چھ میٹر تک ہے اور مجاہدین اسلام کے گھوڑے اس پر تیر رہے ہیں اور ان کے شاہسوار گھوڑوں پر سوار ہیں اور دشمن سے لڑائی کرتے جا رہے ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنی افواج کے جوانوں سے کہتے ہیں، ''اسپانیر'' کے کنارے تک پہنچیں اور یہ کہتے ہوئے بڑھتے چلو:

((نَسْتَعِيْنُ بِاللّٰهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ))[1]

''ہم اپنے اللہ تعالیٰ سے مدد کے طلبگار ہیں، اسی پر توکل ہے، وہ ہمیں کافی ہے اور اچھا کارساز ہے، کسی تکلیف سے پھرنے کی سکت اور کچھ کرنے کی قوت صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، جو کہ بلند اور عظیم ہے۔''

فرزندانِ اسلام، دریائے دجلہ کی بپھری ہوئی موجوں میں بے پرواہ داخل ہوتے اور دریا جو کہ طغیانی پر تھا، اور شدت سے جوش زن تھا، اس کے دوش پر ایسے ہی آپس میں محوِ گفتگو ہیں، جیسا کہ یہ سطح زمین پر رواں دواں ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی یہ تجویز کارگر ثابت ہوئی، یہ ایک ایسی حیرت انگیز تدبیر تھی کہ مؤرخ تو ورطۂ حیرت میں گم تھے، بذاتِ خود حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی حیرت زدہ اور ان کے رفیق معرکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی اس جرأت مندانہ اقدام پر ششدر تھے۔

گھوڑے دجلہ کی لہروں کے درمیان تیرتے جا رہے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے ترانے الاپتے جاتے ہیں اور پر اعتماد لہجہ میں کہتے ہیں۔

قسم ہے اس معبودِ حقیقی کی وہ ضرور اپنے دوستوں کی مدد کرے گا اور وہ ضرور اپنے دین کو سربلند کرے گا اور یقیناً وہ اپنے دین کے دشمنوں کو شکست وریخت سے دوچار کرے گا، لیکن ایک شرط پر وہ دین والوں کو سرفراز کرے گا کہ ان کی افواج سرکشی نہ کرے اور ایسے گناہوں کا ارتکاب نہ کرے، جو نیکیوں پر غالب آ جائیں۔

حضرت سلمان، حضرت سعد رضی اللہ عنہما سے کہتے ہیں: ابھی اسلام جدید ہے، اس میں شکستگی نہیں آئی، واللہ! اس پر عمل کی بدولت سمندر بھی اسی طرح زیر فرمان ہیں، جس طرح جنگل ہیں، واللہ! مسلمانوں کی افواج جس طرح دریا میں اتری ہیں، اسی طرح صحیح وسلامت اس سے باہر آئیں گی اور ایک ذرہ برابر دریا نقصان نہ کرے گا، یہی ہوا کہ دریا نے گھوڑے

[1] طبری: ٤/ ٤٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی لگام تک بھی اپنے پاس نہیں رکھی۔ مسلمان فوج پانی کی سطح پر تیر رہی ہے، جب کہ پانی اتنا زیادہ ہے کہ کنارہ نظر نہیں آتا، لیکن یہ ایسے پرسکون ماحول میں اسے طے کر رہے اور بے فکری سے باہم محو کلام ہیں کہ خشکی پر بھی اس طرح باتیں کرنا ممکن نہیں۔

اب یہ فوج دریا سے باہر آتی ہے، نہ تو کوئی انسان ضائع ہوا اور نہ ہی کوئی چیز رائیگاں ہوئی، مگر ایک بارق قبیلہ کا آدمی جسے ''غرقدہ'' کہا جاتا تھا، وہ سرخ گھوڑی کی پشت سے لڑکھڑا گیا، اور گرنے والا تھا کہ بعد ازاں اوپر تیر آیا، حضرت قعقاع نے اپنے گھوڑے کی لگام اس کی جانب موڑ دی اور اس کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور کھینچتے ہوئے اسے بھی دریا عبور کرا دیا۔ یہ دیکھ کر بارق قبیلہ کے آدمی نے جو کہ خود بھی بڑا بہادر تھا، کہنے لگا، اس کا سیدنا قعقاع سے ماموں کا رشتہ تھا، اے قعقاع! میرے قبیلہ کی بہنیں تجھ سا سپوت روز روز جنم نہیں دیتیں۔ [1]

دیو مالائی بہادری والے انسان:

یزدگر، جو کہ اہل فارس کا فرمانروا تھا، اس نے جب اسلامی افواج پر نظر ڈالی اور یہ عدیم النظیر منظر دیکھا کہ دریائے دجلہ گھوڑوں سے بھرا پڑا ہے، وہ اور اس کی افواج اپنی فارسی زبان میں چیخ چیخ کر کہتی ہیں، دیواں آمدند کہ دیو آگئے ہیں، یہ انسان تو نہیں۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے، واللہ! ہم انسانوں سے نبرد آزما نہیں ہو رہے یہ تو جنوں سے ہمارا مقابلہ ہے، دریائے دجلہ گھوڑوں سے اٹا پڑا ہے، کنارے پر کھڑے ہر انسان کو گھوڑوں کے سر ہی سر نظر آ رہے ہیں، انہیں پانی دکھائی نہیں دیتا، جب اسلامی فوج دریا سے باہر آئیں تو حالت یہ تھی کہ ان کے گھوڑے اپنے بال جھاڑ رہے، اور ہنہناتے ہوئے دریا کے کنارے کھڑے تھے۔

اور دشمن بھاگ گیا:

یہ دلیرانہ اقدام دیکھ کر دشمن دم دبا کر بھاگتا ہے، پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتا، یزدگرد کا وحشت سے دل گردہ بیٹھ جاتا ہے، اس میں یہ سکت بھی نہ رہی کہ وہ اپنے محل کے کنارے کے سامنے والے دروازے سے بھاگے، حالانکہ اس کے اور ساحل دریا کے درمیان تین کلومیٹر فاصلہ تھا، یہ کوئی بالکل قریب نہ تھا، ایک ٹوکرا میں ڈال کر اس کے سفید محل کی پچھلی جانب والی حفاظتی برجیوں سے اسے نیچے ڈال دیا گیا، تاکہ وہ ''مدائن'' سے راہِ فرار اختیار کر سکے، جب وہ وہاں سے فرار ہونے کی تیاری کر رہا تھا، اس کے ساتھ ایک ہزار خانسامے اور ایک ہزار کی تعداد میں ہی چیتوں اور لشکروں کے شکاری تھے۔ اہل فارس کے لشکروں پر رعب طاری ہو جاتا ہے، اصل میں یہ اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار و مددگاروں کے لیے نصرت و حمایت تھی۔

امام طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس ہولناک لشکر کے شروع حصہ والوں نے جو کہ عاصم کی زیر قیادت تھا، اہل فارس کی پیادہ فوج کے پچھلے حصے کو دبوچ لیا۔

---

[1] تاريخ الرسل والملوك: ٤/ ١١.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اہل فارس میں ایک شاہسوار تھا، جو ایک رستہ پر کھڑا ہو کر اپنے ساتھیوں کو فرار کرنے میں مدد دے رہا تھا اور ان کی حفاظت کرتا تھا، کبھی تو وہ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتا اور آگے پیش قدمی کرتا اور کبھی اس کی لگام تھام لیتا، پھر کبھی اسے بھاگنے کے لیے ڈانٹتا اور کبھی اسے روک لیتا۔ وہ اسی طرح اپنے ساتھیوں کی رہنمائی کر رہا تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے ایک آدمی جسے بنو عدی بن ظریف ثقفی کے نام سے پکارا جاتا تھا، وہ اس کے پاس جا کر اس کی گردن اڑا دیتا ہے اور اس کے پاس جو کچھ تھا وہ سب پکڑ لیتا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فاتح مدائن بن کر اس میں داخل ہو رہے ہیں اور جب ایوان کسریٰ میں قدم رکھے۔ تو قرآن پاک کی یہ آیات تلاوت کرتے ہیں:

﴿كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝﴾ (الدخان: ۲۵ تا ۲۸)

"کتنے ہی باغات اور چشمے، کھیتیاں اور عمدہ مقامات اور نعمتوں سے لبریز جگہیں جن میں یہ دادِ عیش دیا کرتے تھے، یہ انہیں چھوڑ گئے ہیں اور ہم نے ان کا دوسری قوم کو وارث بنا دیا ہے۔"

عراق میں جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو مشرق تک ہوتا ہوا شمال تک جا پہنچا، ۲۰ ہجری میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سارا علاقہ زیر نگیں کر لیا، فتح "نہاوند" اگرچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد ہوئی، لیکن اس کی فتح کے لیے جو لشکر روانہ ہوا وہ ان کی سپہ سالاری میں اور ان کے حکم سے ہی ہوا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان علاقوں میں فتوحات کا جال بچھا دیا تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عراق فتح کیا، فارس کے اکثر علاقے فتح کیے، آذر بائیجان، جزیرہ، آور آرمینیہ کا کچھ علاقہ فتح کیا، یوں سمجھیں موجودہ عراق جس طرح ہے یہ سارا اسی طرح فتح کیا اور آج جو ایران کی حدود ہیں ان کا زیادہ تر حصہ اور ایران سے وابستہ جنوبی ترک کا ایک حصہ بھی فتح کیا، ایران کی شمالی جانب جو روس سے وابستہ ہے اس کا کچھ حصہ بھی فتح کیا۔

علاوہ ازیں کوفہ شہر آباد کیا، آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام مشرق کی فتح کی اصل بنیاد انہوں نے ڈال دی تھی اور عالم اسلام کو فاتحین اور سالاروں کی ایک بڑی تعداد تیار کر کے دی۔

اللہ! اس عظیم فاتح اسلام پر راضی ہوں۔

خراج تحسین:

آخر میں ہم اسلام کے اس عظیم سپوت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس کی فتح کی داستان جرأت افزا کی تکمیل کرتے ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمرو بن معد یکرب سے پوچھا جو کہ یمن کے شاہسوار ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق بتاؤ کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا۔"جب اپنے خیمہ میں ہوں تو تواضع کے پیکر ہیں اور جب وہ اپنی سیاہ رنگ کی دھاری دار چادر میں ملبوس ہوں تو خالص دیہاتی عربی آدمی لگتے ہیں اور جب اپنے گھر میں ہوتے ہیں تو گویا اپنے کچھار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں شیر ہیں، معاملات میں عدل گستر ہیں اور جب مال بانٹتے تو برابری کرتے ہیں، لشکر میں آکر میں رہ کر کمان کرتے اور ہم سے اتنا زیادہ مہربانی کا سلوک کرتے ہیں، جیسا کہ رحمدل ماں اپنی اولاد سے کرتی ہے اور ہمارا حق ہم تک پائی پائی پہنچاتے ہیں، ایک ذرہ بھی کم نہیں کرتے۔'' [1]

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے، تو خلافت کے چلانے کے لیے جو مجلس شوریٰ قائم فرمائی، اس کے چھ ارکان تھے، ان میں سے ایک اہم رکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ تھے، اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جس شخص کو یہ چھ ارکان منتخب کریں، میرے بعد وہی خلیفہ ہوگا، خصوصاً اگر خلافت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئے تو درست ہے، اگر نہ آئے تو میرے بعد جو بھی خلیفہ ہو وہ ان سے تعاون لے، اگر کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ اب میں انہیں اتنی اہمیت دے رہا ہوں، تو پھر تم نے انہیں کوفہ کی امارت سے معزول کیوں کیا تھا، تو وہ یاد رکھے معزول کرنے کی وجہ اور تھی یہ نہ تھی کہ امارت سے کمزور یا اس کے خائن تھے، ہرگز ایسی بات نہیں، اس لیے میں انہیں اہمیت دے رہا ہوں۔''

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کیا تھا، لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو وہاں سے معزول کیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کوفہ پر امیر مقرر کر دیا۔ [2]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی خطاؤں کے متعلق نظریہ:

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد فتنہ نے سر اٹھایا اور سرکش ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اٹھ کھڑا ہوا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مجتہد تھے اور اگر مجتہد خطاء کرے تو اسے ایک اجر حاصل ہوتا اور اگر اجتہاد درست کرے تو دوہرا اجر ملتا ہے۔ ہم پوری ذمہ داری سے یہ بات کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی بھی قطعاً خون بہانے کی آرزو اور امید نہ تھی، نہ ہی لیڈری چمکانے کی تمنا نے کبھی ان میں انگڑائی لی تھی اور نہ ہی دنیا طلبی کی خواہش تھی، یہ سب کے سب رضائے الٰہی کے جویا اور متلاشی تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فتنہ سے علیحدگی:

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جب فطرتی طور پر فتنہ نے زور پکڑا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس سے علیحدگی ہی اختیار کیے رکھی، اور کہا: میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ مجھے خلافت کا ذرہ برابر استحقاق نہیں، میں نے راہِ اللہ میں جہاد کیا ہے اور میں جہاد کی باریکیوں کو خوب جانتا ہوں، میری جان بے کار ہے اگر میں اپنے سے بہتر آدمی سے برسر پیکار رہوں، میں تو اب اس وقت میدان میں لڑنے کے لیے قدم رکھوں گا، جب تم مجھے ایک ایسی تلوار لا دو جو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور زبان سے بات کرے، اور کہے، یہ مؤمن ہے، اور یہ کافر ہے، یہ امتیاز کرے تو تب میں لڑوں گا، یعنی اس فتنہ کے دور میں تلوار بدست نہیں ہوں گا، تاکہ ناحق خون نہ بہہ جائے۔ [3]

---

[1] صلاح الامة فی علو الهمة سید حسن. [2] الاصابه: ٤/ ١٦٣.

[3] مجمع: ٧/ ٢٩٩، طبرانی ورجاله رجال الصحیح.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی بن زید، حسن رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب لوگوں کے درمیان ہیجان انگیزی بپا تھی اگر کوئی آدمی اصحاب فضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق پوچھتا کہ وہ کون ہیں تو ہر آدمی حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام گرامی بتاتا کہ یہی ان افاضل میں سے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عمر بن حکم سے عوانہ نے بیان کیا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہیں امارت کی مبارک باد نہ دی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، تم نے امارت کا پروٹوکول تو نہیں دیا، اگر تمہارے من میں آتا تو تم نے برا بھلا کہنا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، ہم جو ایماندار ہیں، ہم نے تو تمہیں امیر نہیں بنایا اور آپ اس امارت کی وجہ سے خود پسندی کا شکار ہیں۔ واللہ! جب کہ میں تمہاری طرح امیر بن کر خوش نہ ہوتا، کیونکہ میں امارت کی کرسی تک پہنچنے کے لیے خون کا ایک قطرہ بھی بہانا پسند نہیں کرتا۔ [1]

عمر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میرے والد سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرا بیٹا عامر آیا اور مجھے امارت کے حصول کی رغبت دلائی، میں نے اس سے کہا، اے میرے خونِ جگر! تم مجھے فتنہ میں مشورہ دے رہے ہو کہ میں سربراہ بنوں، واللہ! یہ نہیں ہوسکتا، ایسا صرف اس صورت میں ہی ہوسکتا ہے کہ مجھے ایسی ممتاز تلوار دی جائے، جسے یہ عقل ہو کہ جب میں مسلمان کو ماروں تو اسے محفوظ رکھے، اور اگر میں کافر پر وار کروں تو اسے قتل کر دے، کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے ہیں۔

((اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْغَنِیَّ الْخَفِیَّ التَّقِیَّ)) [2]

"یقیناً اللہ تعالیٰ شہرت سے بے پرواہ، گمنام اور متقی آدمی کو پسند کرتے ہیں۔"

اس لیے مجھے فتنہ میں ہاتھ اٹھانے سے گریز ہے اور امارت کے حصول کی پرواہ نہیں۔

فتنہ سے علیحدگی کا ایک عظیم شرف:

حسین بن خارجہ اشجعی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو فتنہ میرے لیے ایک غیر یقینی مشکل بن گیا، میں نے کہا: اے میرے اللہ! مجھے کوئی ایسا شخص دکھا دے جسے میں راہنما پکڑوں۔

میں اسی کشمکش میں تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دنیا ہے اور آخرت ہے، ان دونوں کے درمیان ایک دیوار حائل ہے، میں دیوار میں اترا، تو چند افراد ہیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ ہم فرشتے ہیں، میں نے کہا، شہدائے اسلام کہاں ہیں، انہوں نے کہا، سیڑھیاں چڑھ جاؤ، میں ابھی دو سیڑھیاں ہی چڑھا تھا کہ میں نے دیکھا جناب امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہتے ہیں، میری امت کے لیے مغفرت کی دعا کیجئے، انہوں نے

---

1. سیر اعلام النبلاء: ١/ ١٢٢.
2. احمد: ١/ ١٧٧، الحلیہ: ١/ ٩٤٠، اسنادہ حسن ار نوؤوط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ نہیں جانتے، انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئے کام ایجاد کیے ہیں، انہوں نے خونریزیاں کیں، اپنے خلیفہ کونہایت ہی بے دردی سے شہید کیا جو انہیں نہیں کرنا چاہیے تھا بلکہ انہیں وہی کرنا چاہئے تھا جو میرے جگری دوست حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، یعنی فتنہ سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے۔

حسن کہتے ہیں، میں خواب دیکھنے کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور یہ خواب ان سے بیان کیا،تو وہ بہت زیادہ خوش ہوئے اور کہا، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دوست نہ بنائے وہ ناکام ہے، حسین کہتے ہیں، میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا،تم کس گروہ کے ہمنوا ہو، انہوں نے کہا، میں ان میں سے کسی کے ساتھ بھی نہیں، میں نے کہا، میرے لیے آپ کا کیا حکم ہے، انہوں نے کہا، کیا بکریاں رکھی ہوئی ہیں، میں نے کہا،نہیں، کہا بکریاں خریدو! اور فتنہ فرو ہونے تک ان میں مصروف رہو۔ ❶

امام ذہبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ فتنہ سے گریزاں رہے، نہ تو جنگ جمل میں حصہ لیا، نہ ہی صفین میں شرکت کی، اور نہ ہی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان فیصلہ طے پایا تھا۔ (تحکیم) اس میں دلچسپی لی۔ آپ کا کردار اتنا بلند و بالا ہے کہ بڑے مقام پر فائز تھے اور امامت و خلافت کی مکمل صلاحیت ان میں موجود تھی۔ (رضی اللہ عنہ) ❷

امارت سے بے اعتنائی:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ دنیاوی مال و متاع کو خس و خاشاک سے زیادہ حیثیت نہ دیتے تھے، ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی تھی کہ اصل نعمت تو جنت ہے، اس کے علاوہ جتنی بھی نعمتیں ہیں، وہ سراب ہیں اور نسب سے زیادہ بھیانک اور خوفناک آتشِ دوزخ کا عذاب ہے اگر اس سے انسان بچ جائے تو سراپائے عافیت ہے، ان کا مطمحِ نظر فقط رب رحمٰن کی بہشت تھی۔

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد محترم حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنی بکریاں چرانے میں مصروف تھے کہ ان کا بیٹا عمر آیا، ابھی وہ سواری پر آرہا تھا،تو سمجھ گئے، کہنے لگے، میں اس سوار کی شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں، جب بیٹا ان تک پہنچا تو کہا: اے والد جان! یہ آپ کیسے پسند کررہے ہیں کہ بکریوں کی حفاظت میں دیہاتیوں کی مانند مصروف رہیں اور مدینہ میں لوگ خلافت کے بارے میں باہم دست و گریباں ہوں!

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بیٹے عمر کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا، خاموش رہو، میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ متقی دنیا سے بے پرواہ اور گمنام بندے سے محبت رکھتے ہیں۔ ❸

---

❶ مستدرك: ٣/ ٥٠١، الاصابه: ٤/ ٨، رجاله ثقات، ار نوؤوط.

❷ سير اعلام النبلاء: ١/ ١٢٢.

❸ مسلم: ٢٩٦٥، كتاب الزهد، احمد: ١/ ١٦٨، ابو نعيم فى الحليه: ١/ ٩٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی بھائیوں کے دفاع میں سینہ سپر رہتے تھے:

مصعب بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں برا بھلا بولا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے بددعا کی اس آدمی کو اس کی اونٹنی یا اونٹ نے قتل کر دیا، اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے غلام آزاد کیے اور قسم اٹھائی کہ کسی کے خلاف بددعا نہ کروں گا۔ [1]

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کے، بازار میں گھوم رہا تھا کہ اچانک میں احجار الزیت جگہ پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک گھڑ سوار ہے اور لوگ اس کے گرد جمع تھے، وہ جانور پر سوار تھا، میں نے جب سنا تو وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالی دے رہا تھا، لوگ اس کے گرد جمع تھے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر پوچھا: یہاں کیا ہو رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ آدمی ہے، جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے اور لوگ ان کے لیے راہ سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس آدمی کے قریب ہو کر کہتے ہیں: اے آدمی! تو حضرت علی بن ابی طالب پر سب وشتم کیوں کرتا ہے، وہ تو سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں اور وہ سب سے اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والے ہیں، وہ سب سے زیادہ زاہد و عابد، سب سے زیادہ عالم ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں اور غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈا بردار تھے۔

دیگر خصائل بیان کرنے کے بعد قبلہ رخ ہو گئے اور ہاتھ اٹھا لیے اور کہا: اے میرے اللہ! یہ تیرے ایک ولی پر دشنام طرازی کرتا ہے، اسے اس مجلس سے جدا ہونے سے پہلے اس مجلس میں اپنی قدرت دکھا دے۔ قیس بیان کرتے ہیں، واللہ! ابھی ہم اس جگہ سے جدا نہ ہوئے تھے کہ اس کی سواری زمین میں دھنس گئی اور اسے کھوپڑی کے بل پتھروں پر دے مارا اس کا دماغ کھل گیا اور وہ مر گیا۔ [2]

آزمائش کے وقت پیکر صبر و رضا:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مکہ میں آئے جبکہ آپ کی بینائی جاتی رہی تھی، لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں، آپ ان سب کے لیے دعائیں کرتے ہیں کیونکہ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ عبداللہ بن سائب کہتے ہیں: ''میں بھی حاضر ہوا جبکہ میں ابھی بچہ ہی تھا، میں نے انہیں اپنا تعارف کروایا تو وہ مجھے پہچان گئے، کہا، تم اہل مکہ کے قاری ہو، میں نے کہا جی ہاں۔

میں نے ان سے کہا: اے چچا جان! آپ لوگوں کے لیے تو بہت دعائیں کرتے ہو، اگر آپ خود اپنے لیے دعا کریں کہ آپ کی بینائی لوٹ آئے۔ مسکرائے اور کہا، اے پیارے بیٹے! یہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے فیصلے ہیں، میں اپنی

---

[1] مستدرک: ۳/ ۴۹۹، اسنادہ حسن، عدوی.

[2] مستدرک: ۳/ ۴۹۹، صحیح، وافقہ الذهبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نظر لوٹ آنے سے زیادہ اس پر صبر وشکر کرنے کو بہتر سمجھتا ہوں۔ ❶

دنیا سے چل چلاؤ:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے، طویل زندگی جو قربانی، جہاد اور عمل پیہم سے لبریز تھی، گزارنے کے بعد اب بستر مرگ پر جان، جان آفرین کے سپرد کر رہے تھے، تا کہ بہشتِ بریں میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف پائیں۔

حضرت مصعب بن سعد کہتے ہیں، ابا جان کا سر میری گود میں تھا، اور روح پرواز ہو رہی تھی، میں رونے لگا، اپنا سر اٹھاتے اور کہتے ہیں، بیٹے! کیوں رو رہے ہو، میں نے کہا: آپ کی یہ حالت اور نزعِ رواں کی بے بسی دیکھ کر آبدیدہ ہوں، اور آپ کا مقام بھی میری نگاہ میں بہت زیادہ ہے جدائی کے صدمات نے اشک رواں کر دیئے ہیں، فرمایا: بیٹے! مت اشکبار ہو، اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز عذاب نہ دیں گے، میں یقیناً اہل بہشت میں سے ہوں۔ ❷

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، واللہ! حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے، وہ سدا خوش رہیں، زہری بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو ایک پرانا اون کا جبہ منگوایا اور کہا، میری وفات کے بعد مجھے اس جبہ میں کفن دینا۔ کیونکہ یہ زیب تن کر کے میں نے جنگ بدر میں مشرکوں کا مقابلہ کیا اور میں نے اسے اسی دن کے لیے چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ ❸

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور ان کی چارپائی ان کے پاس لائی گئی، تو انہوں نے روتے ہوئے کہا، یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی آخری یادگار تھے، وہ بھی نہ رہے۔ ❹

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے محل میں جو کہ عقیق جگہ پر تھا، مدینہ منورہ سے دس میل کے فاصلہ پر تھا، وفات پائی، لوگ کندھوں پر اٹھا کر مدینہ منورہ لائے اور آپ کی نماز جنازہ مروان بن عبدالملک نے پڑھائی، یہ اس وقت مدینہ کے گورنر تھے، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے اپنے حجروں میں ان کی نمازِ جنازہ پڑھی، بعد ازاں بقیع غرقد کے قبرستان میں اسلام کی اس عزت وآبرو کو حوالۂ لحد کیا گیا۔ ❺

رضی اللہ عنه وعن سائر الصحابة عنهم اجمعین۔

زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

---

❶ احیاء علوم الدین: ٤/ ٣٦٨. ❷ طبقات: ١، ٣/ ١٠٤.

❸ مستدرك: ٣/ ٤٩٦، طبرانی کبیر: ٣١٦، رجاله ثقات، صرف یہ ہے کہ امام زہری، حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ملے نہیں، مجمع: ٣/ ٢٥.

❹ سیر اعلام: ١/ ١٢٣. ❺ صفة الصفوہ: ١/ ١٤٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

9

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے نقوش حیات

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ جنگ یرموک کے شیر دل ہیرو اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، آغازِ نبوت ہی میں اسلام لے آئے اور ان خوش نصیبوں میں سے تھے جن سے اللہ تعالیٰ راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں شریکِ سفر رہے، سوائے بدر کے کہ اس میں حاضر نہ ہو سکے، دمشق کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور اس پر فتح کا جھنڈا بلند کیا، ان کی اس شاندار جانثاری کے عوض حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے انہیں دمشق ہی کا سرپرست منتخب کر دیا، اس امت میں یہ سب سے پہلے فرد ہیں جنہیں دمشق میں نیابت خلیفہ کا شرف حاصل ہوا۔ [1]

اچھے درخت کا اچھا پھل:

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے والد محترم زید بن عمرو بن نفیل اپنے عصر اور زمانہ کے یکتائے روزگار تھے، لوگ بتوں کی پرستش کرتے، یہ اس وقت بھی واحد رب کی عبادت کرتے تھے، ان کی پاکیزہ نسل سے ہی سعید بن زید جیسا مبارک فرزند ارجمند ہے جو بعد میں عشرہ مبشرہ میں شمار ہوا۔

زید کا عظیم کارنامہ:

زید بن عمرو زندہ درگور ہونے والی بچیاں روک دیتے، جو بھی لڑکی کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا اسے کہتے، رک جا، اسے مت قتل کر، میں اس کی مؤونت اور پرورش کا ذمہ دار ہوں، جب وہ جوان ہو جاتی تو اس لڑکی کے باپ سے کہتا، اگر تیری مرضی ہو تو میں یہ تیری لختِ جگر تجھے لوٹا دیتا ہوں اور اگر تیری مرضی نہ ہو تو میں بدستور اس کی کفالت کرتا ہوں، پھر جس طرح وہ کہتا اس طرح ہی کر لیتے۔ [2]

حضرت زید قریش کے اس فعل قبیح پر جو کہ غیر اللہ کے نام پر وہ کرتے، سخت تنقید کرتے، اور کہتے تھے۔ یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے، کہ ایک بکری ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اس کے سیراب کرنے کے لیے آسمان سے پانی

---

[1] الاستیعاب: ٤/ ١٨٨، الاصابہ: ٤/ ١٨٨.

[2] بخاری معلقا: ٣٨٢٨، کتاب المناقب حاکم نے متصل سند سے بیان کیا ہے، وصححہ: ٣/ ٤٠٤، وافقہ الذھبی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نازل کیا ہے اور زمین سے اس کی خوراک کے لیے پودے نکالے ہیں، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اور تم اسے پکڑ کر غیر اللہ کے نام پر ذبح کر دیتے ہو، یہ کہاں کی دانشمندی ہے!

آیئے، ہم زید کی گلشنِ توحید سے مہکتی سیرت کا تذکرہ کر کے سعادت حاصل کریں کہ یہ زید بن عمرو کے حالات کیسے دلفریب ان کی حیات مبارکہ کے شجر ہائے سایہ دار کے لمحات کتنے ہی خوشگوار تھے، جس کی شاخ سے یہ ثمر آور لختِ جگر سیدنا سعید منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔

زید کا جوہر توحید کی جستجو میں سفر:

قریش کے لوگ اکٹھے ہو کر ایک بت کا جشن منانے کے لیے بت کدہ میں جانے کے لیے تیار ہوتے ہیں، وہ اس پتھر کی بڑی تعظیم کرتے اور اس پر جانور ذبح کرتے تھے، اس کے پاس اعتکاف بیٹھتے اور اس کے گرد طواف کرتے تھے۔

یہ ان کا سالانہ ''میلہ'' تھا جو وہ اپنے بت کے پاس ایک دن مناتے تھے، ان قریش میں سے چار افراد سرگوشی کے لیے علیحدہ ہوتے اور ایک دوسرے سے کہتے ہیں، آپس میں ایک دوسرے سے جو بات کریں وہ سچی کریں اور دوسروں سے اسے صیغۂ راز میں رکھیں، کسی سے اس گفتگو کا ذکر نہ کریں، اس رازدارانہ بات چیت پر سب کا اتفاق ہوتا ہے، وہ افراد، (۱) ورقہ بن نوفل، (۲) عبید اللہ ابن جحش، (۳) عثمان بن حویرث،)۴ اور زید بن عمرو بن نفیل تھے۔ ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں، تم جانتے ہو کہ تمہاری قوم قریش کے لوگ بے کار سے کام پر قائم ہیں، یہ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین کو بھول چکے ہیں، ہم نے نہ تو کسی پتھر کا طواف کرنا ہے، کیونکہ نہ تو یہ سنتا ہے، نہ ہی یہ دیکھتا ہے، نقصان دیتا ہے اور نہ ہی نفع کا اسے اختیار ہے، اے میری قوم کے لوگو! اپنے لیے صحیح دین کی تلاش کرو، واللہ! تم فضول کام کو دین تصور کرتے ہو۔

اب راہِ حق کے متلاشی حق کی تلاش میں نکلتے ہیں:

یہ چاروں احباب، دین حنیف جو کہ دین ابراہیم علیہ السلام تھا، اس کی تلاش میں مختلف علاقوں میں بکھر جاتے ہیں۔ ورقہ بن نوفل تو نصرانیت وعیسائیت کو محکم طور پر پکڑ لیتے ہیں، اہل کتاب کی کتابوں کا علم سیکھتے رہے اور ان کی اتباع کرنے لگے اور عبید اللہ بن جحش اپنی اسی ذہنی کشمکش میں مبتلا رہے، بعد میں اسلام قبول کر لیا، پھر مسلمانوں کے ساتھ مل کر حبشہ کی جانب ہجرت کی، ان کے ساتھ ان کی اہلیہ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان بھی تھیں، جو مسلمان ہو چکی تھیں۔ یہ حبشہ میں آئے، تو عبید اللہ عیسائی مذہب اختیار کر لیتا ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور عیسائیت پر ہی مر جاتا ہے اور عثمان بن حویرث، شاہ روم قیصر کے پاس آتا اور عیسائیت اختیار کر لیتا ہے اور اس کے ہاں بہت اعلیٰ مقام پاتا ہے۔

اور زید بن عمرو بن نفیل، انہوں نے خود کو موقوف رکھا نہ تو یہودیت اختیار کی اور نہ ہی عیسائیت کا لبادہ اوڑھا اور اپنی قوم کے دین سے بھی علیحدہ رہے، بتوں سے اجتناب کیا، مردار، خون اور بتوں کے نام پر ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت کھانے سے برملا اعلان بیزاری کیا، اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے بھی لوگوں کو روکا، اور صاف کہا، میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم ﷺ کے رب کی عبادت کرتا ہوں اور آپ اپنی قوم کے غلط کاموں پر برملا تنقید کرتے تھے۔

قریش کے سامنے دینِ ابراہیم کا اعلان:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا تھا ایک بہت ہی بوڑھے شیخ ہیں جو کعبہ کے ساتھ اپنی کمر ٹیک کر بیٹھے ہوئے اور کہتے ہیں: اے گروہِ قریش! اس ذات کی قسم زید بن عمرو بن نفیل کی جان جس کے ہاتھ میں ہے، دین ابراہیم پر میرے سوا تم میں سے کوئی بھی نہیں، اور کہا: اے میرے اللہ! اگر مجھے یہ علم ہو کہ تجھے کونسا طریقہ عبادت زیادہ پسند ہے تو میں اسی طرح تیری عبادت کروں، مشکل یہ ہے کہ مجھے معلوم نہیں، پھر اپنی ہتھیلی نیچے رکھتے اور سجدہ میں گر پڑتے تھے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے یہ بتایا گیا کہ زید کے بیٹے سعید بن زید اور حضرت عمر بن خطاب جو کہ سعید کے چچا کے بیٹے تھے، ان دونوں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہم زید بن عمرو کے لیے دعائے مغفرت کر سکتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، کر سکتے ہو، کیونکہ وہ روزِ قیامت تنہا ہی ایک امت بن کر اٹھیں گے۔''[1]

قوم کے دین سے بیزاری کا اشعار میں تذکرہ:

زید بن عمرو بن نفیل نے اپنی قوم کے دین سے بیزاری کا اظہار کیا، اور جو ان سے دلازاری برداشت کی تھی، اس کا ذکر اشعار میں کیا ہے:

أَرَبًّا وَّاحِدًا اَمْ اَلْفَ رَبٍّ
اَدِيْنُ اِذَا تُقُسِّمَتِ الْاُمُوْرُ

''جب معاملات الجھاؤ کا شکار ہوں، ایک رب کو پکاروں یا ہزاروں رب بناؤں، ایک ہی کو پکارنا بہتر ہے۔''

عَزَلْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا
كَذَالِكَ يَفْعَلُ الْجَلْدُ الصَّبُوْرُ

''میں لات وعزی تمام معبودانِ باطل سے علیحدگی کا اعلان کرتا ہوں اور ہر ایک مضبوط دل اور صبر کے پیکر آدمی کو ایسا ہی اعلانِ حق کرنا چاہیے۔''

فَلَا الْعُزّٰى اَدِيْنُ وَلَا ابْنَتَيْهَا
وَلَا صَنَمَىْ بَنِىْ عَمْرٍو اَزُوْرُ

''میں عزیٰ اور اس کی دو بیٹیوں (لات ومنات) اور بنو عمرو کے دو بتوں میں سے کسی کے تابع نہیں اور نہ ہی میں ان کی زیارت کا خواہشمند ہوں۔''

[1] مسند احمد: ١٦٤٨، اسناده، صحيح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَا هُبْلًا اَدِيْنُ وَكَانَ رَبًّا
لَّنَا فِي الدَّهْرِ اِذْ حِلْمِيْ يَسِيْرُ

''اور نہ ہی ہبل بت کی میں عبادت کروں گا، حالانکہ یہ کسی زمانہ میں ہمارا رب ہوا کرتا تھا، یہ اس وقت کی بات جب میں عقل سے پیدل تھا۔''

عَجِبْتُ وَفِيْ اللَّيَالِيْ مُعْجَبَاتٌ
وَفِيْ الْاَيَّامِ يَعْرِفُهَا الْبَصِيْرُ

''میں حیراں ہوں اور راتوں میں عجائبات ہی جنم لیتے ہیں اور دن میں بصیرت والا انہیں پہچان جاتا ہے۔''

بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَفْنٰى رِجَالًا
كَثِيْرًا كَانَ شَأْنُهُمْ الْفُجُوْرُ

''کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے آدمیوں کو فنا کے گھاٹ اتارا ہے، جن کا کام ہی فسق و فجور میں مگن رہنا تھا۔''

وَاَبْقٰى آخَرِيْنَ بِبِرِّ قَوْمٍ
فَيَرْبُلُ مِنْهُمْ الطِّفْلُ الصَّغِيْرُ

''اور قوم کے نیکوکاروں کو باقی رکھا، اب ان میں سے جو چھوٹے بچے تھے، وہ بھی جوان رعنا بنے ہوئے ہیں۔''

وَبَيْنَا الْمَرْءُ يُفْتَرُ ثَابَ يَوْمًا
كَمَا يَتَرَوَّحُ الْغُصْنُ الْمَطِيْرُ

''دیکھتے ہی دیکھتے آدمی پھرتیلے پن سے سست روی کی طرف لوٹ آتا ہے، جس طرح نوخیز پتہ شاخِ نازک پر حرکت کرتا ہے۔''

وَلٰكِنْ اَعْبُدُ الرَّحْمٰنَ رَبِّيْ
لِيَغْفِرَ ذَنْبِيْ الرَّبُّ الْغَفُوْرُ

''میں تو اپنے رب رحمان کی عبادت کرتا ہوں، تاکہ وہ بخشنہار رب میرے گناہوں پر قلم عفو پھیر دے۔''

فَتَقْوَى اللّٰهِ رَبِّكُمْ اِحْفَظُوْهَا
مَتٰى مَا تَحْفَظُوْهَا لَا تَبُوْرُوا

''اے لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، جو تمہارا رب ہے اور اس کی نگہداشت کرو، اگر تم اس تقویٰ کے جوہر کی حفاظت کرو گے تو کبھی برباد نہ ہو گئے۔''

تَرَى الْاَبْرَارَ دَارُهُمْ جِنَانٌ
وَلِلْكُفَّارِ حَامِيَةٌ سَعِيْرُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تو دیکھتا ہے کہ نیکو کاروں کا گھر بہشتوں میں اور کفار کا ٹھکانہ بھڑکتی ہوئی گرم آگ ہے۔''

وَخِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ وَاِنْ يَّمُوْتُوْا
يُلَاقُوْا مَا تَضِيْقُ بِهِ الصُّدُوْرُ

''اور ان کے لیے دنیا کی زندگی میں رسوائی ہے اور اگر انہیں موت آئے گی، تو یہ ایسی سزا گاہ میں جائیں گے، جہاں ان کے سینے تنگ ہو جائیں گے۔''

زید بن عمرو نے مکہ سے باہر جانے کا پختہ عزم کر لیا تھا، تاکہ اللہ کی زمین پر چل پھر کر دین ابراہیم علیہ السلام کو تلاش کریں، یہ جب بھی بیرون مکہ روانہ ہونے کا تہیہ کرتے تو صفیہ بنت حضرمی، خطاب بن نفیل کو ان کے علاوہ اس ارادہ سے آگاہ کر دیتی تو خطاب انہیں اپنی قوم کے دین سے جدا ہونے پر سرزنش کرتے۔

خطاب بن نفیل نے زید کو اتنی زیادہ اذیتیں پہنچائیں کہ مکہ کے بالائی حصہ کی جانب نکلنے پر مجبور ہو گئے مکہ کے مقابل یہ کوہ حراء کے قریب رہنے لگے، لیکن خطاب نے قریش کے کم عقل نوجوانوں کو مقرر کر رکھا تھا، اور ہدایات دے رکھی تھیں، کہ زید کو مکہ میں آنے کے قابل نہ چھوڑیں، زید پر اسرار طور پر ہی مکہ میں داخل ہوتے اور جب قریش کو پتہ چلتا تو وہ نوجوان خطاب کو بتا دیتے، تو خطاب اور یہ نوجوان انہیں نکال دیتے اور اذیت میں مبتلا کرتے کہ کہیں ان کا دین خراب نہ کر دیں اور ان کی مانند ہی کوئی نوجوان اپنی قوم کے دین سے بیزاری کا اعلان نہ کر دے، اس لیے فوراً انہیں مکہ بدر کر دیتے تھے۔

دین ابراہیمی کی جستجو میں مارا مارا پھرتے، راہبوں اور یہودی علما سے اس کے متعلق تحقیقات کرتے رہتے، اسی سراسیمگی میں موصل اور جزیرہ تک پہنچ گئے، پھر سارا شام کا علاقہ چھان مارا، حتیٰ کہ بلقاء کی سرزمین کے ایک راہب کے پاس جو میفعہ میں رہتا تھا، تک رسائی حاصل کر لی، یہاں مشہور تھا کہ عیسائیت کے علم کی انتہاء ہے، یہاں بھی انہوں نے دین حنیف اور ابراہیمی مذہب کے متعلق معلومات لیں۔ آخر کار اس راہب نے کہا، اے زید! تم تنہا دین ابراہیم کی جستجو میں نکلے ہو اور کوئی ایک فرد بشر بھی آج موجود نہیں جو تمہیں اس پر دلالت کرے اور آمادگی ظاہر کرے، لیکن تمہارے اس شہر سے جہاں سے تم آئے ہو، ایک آخر زماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہونے والے ہیں، جو دین ابراہیم جو کہ دین حنیف ہے اس کا پرچار کریں گے اب اس شہر میں جا ہو وہ اب آنے ہی والے ہیں یہ زمانہ ان کے ظہور و نمود کا ہے۔

زید نے یہودیت اور عیسائیت کا جائزہ لیا، لیکن کچھ پسند نہ آیا، وہاں سے یہ جذبات لیے جلدی سے نکلے کہ آخر زمان نبی کو ملوں، جیسا کہ انہیں اس راہب نے بتایا تھا، یہ مکہ آنا چاہتے تھے، جب زید لخم کے علاقہ میں آئے تو انہوں نے ان پر حملہ کر دیا اور غریب الدیار زید کو شہید کر دیا۔ [1]

---

[1] سیرت ابن هشام: ۱/ ۱۹۱۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آخری آرزو:

اپنی زندگی کی آخری ہچکیاں لے رہے تھے کہ آسمان کی رفعتوں پر نگاہیں ٹکی ہوئی ہیں اور کہتے ہیں: اے میرے اللہ! اگر تو نے مجھے اس لازوال دین حنیف کی خیر سے محروم کر دیا ہے، تو میں تیری بارگاہ میں آخری التجا کرتا ہوں کہ میرے لختِ جگر سعید کو اس نعمت سے محروم نہ کرنا۔'' اللہ تعالیٰ نے توحید کے اس مجسم کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور اسے برکات سے بھر دیا کہ ان کے فرزند ارجمند حضرت سعید اسلام میں داخل ہونے والوں میں سے سبقت لے جانے والے تھے، نبی ﷺ ابھی ''دار ارقم'' میں بھی داخل نہ ہوئے، جب آپ اسلام کے زیور سے آراستہ ہو چکے تھے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے اسلام میں قدم رکھنے کی وجہ سے بہت سارے مصائب و آلام کا سامنا کیا اور بے شمار تکالیف برداشت کیں۔ قیس بن حازم بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن زید سے سنا وہ قوم کے لوگوں سے کہتے ہیں:

''اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میری اور اپنی بہن کی ان پر اعتماد کی پختگی کا اندازہ کر لیتے تو میں ان سے پہلے مسلمان نہ ہوتا، لیکن ان پر اعتماد کے باوجود میں ان سے پہلے اسلام لے آیا۔''

اور جو کچھ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ستم ڈھایا ہے، اس کے خلاف خون عثمان کا انتقام لینے کے لیے اگر تمام قبائل عرب بھی حرکت میں آ جاتے تو حضرت عثمان اس کے اہل تھے۔ اس سے حضرت سعید بن زید کی افضلیت اور خود ان کی اور ان کی اہلیہ حضرت فاطمہ بنت خطاب کی اسلام کی طرف سبقت پر دلالت ہوتی ہے۔ [1]

حضرت سعید کے ساتھ ہی ان کی اہلیہ فاطمہ بنت خطاب جو کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں بھی اسلام لے آئیں، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا باعث بھی یہ دونوں میاں بیوی ہی تھے۔ دوسری بنیادی وجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے میں نبی اکرم ﷺ کی دعا تھی، جو رات کے سناٹے میں آپ نے فرمائی۔

اے میرے اللہ! ان دو آدمیوں میں سے ایک آدمی جو تجھے زیادہ پیارا ہے، اس کے ذریعہ اسلام کو عزت سے سرفراز فرما، یہ دو آدمی ابوجہل اور عمر بن خطاب ہیں، حضرت عمر ایمان لے آئے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب تھے۔ [2]

ایک عظیم فضیلت کا تذکرہ:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے کوہ حرا! ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور شہید ہیں: اس وقت کوہِ حرا پر نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ [3]

[1] فتح الباری: ۷/ ۱۷۶، بخاری: ۳۸۶۷. [2] ترمذی، عن ابن عمر، صحیح ترمذی: ۲۹۰۷.
[3] احمد: ۱/ ۱۸۷، ابو داود: ٤٦٤٨، باسناد صحیح.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مستجاب الدعوات تھے:

ہشام اپنے باپ حضرت عروہ سے بیان کرتے ہیں اروی بنت اویس نامی عورت نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما کے خلاف دعویٰ کیا کہ انہوں نے اس کی ناجائز زمین ہتھیالی ہے اور اس نے مروان بن عبدالملک کی عدالت میں مقدمہ پیش کر دیا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے مروان کی عدالت میں کہا، میں اس کی زمین کیسے غصب کر سکتا ہوں، جب کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے، مروان نے کہا، تم نے کیا سن رکھا ہے؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے سن رکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهُ اِلٰی سَبْعِ اَرْضِیْنَ))

"جس نے ایک بالشت برابر کسی کی زمین ظلم سے ہتھیالی اسے سات زمینوں کا طوق پہنا دیا جائے گا۔"

یہ حدیث سننے کے بعد مروان نے کہا: اس حدیث کے بعد مجھے تم سے کوئی اور دلیل پوچھنے کی ضرورت نہیں، حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے خلاف بددعا کر دی۔

"اے میرے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے، تو اسے اندھا کر دے اور اس کا اس زمین میں ہی مدفن بنا دے۔"

مرنے سے پہلے یہ بینائی سے محروم ہوگئی، اور ایک دفعہ یہ اپنی زمین میں ہی چل رہی تھی، گڑھے میں گر پڑی اور وہیں مرگئی۔ [1]

آہ! یہ واقعہ روئے زمین کے ہر ظالم کے لیے درس عبرت ہے، اس سے نصیحت سیکھو اس دھرتی کے ساکنو! اس کے ساتھ اللہ عزوجل کا یہ فرمان بھی سن لو۔

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ (الشعراء: ٢٢٧)

"عن قریب ظالم جان جائیں گے کہ کون سے پلٹنے کی جگہ پر پلٹتے ہیں۔"

ارشاد ربانی یہ بھی سننے کے قابل ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾

(ابراهيم: ٤٢)

"جو ظلم کرتے ہیں، اس سے اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل گمان نہ کر، وہ تو انہیں اس دن کے لیے مہلت دیتا ہے جس میں آنکھیں اٹھی کی اٹھی رہ جائیں گی۔"

راہِ خدا میں جہاد کا جذبہ بے مثال:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بدر کے علاوہ تمام معرکوں میں حاضر رہے، بدر میں شرکت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خود ہی ایک مہم پر روانہ فرمایا تھا، یہ اس وقت اس مہم سے واپس آئے جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر

[1] مسلم: ١٢٣١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو سر کر کے لوٹ رہے تھے، نبی اکرم ﷺ نے باقاعدہ ان کا حصہ اسی طرح دیا تھا، جس طرح میدان میں اترنے والوں کو دیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ ہمیشہ شریک معرکہ رہے، کیونکہ یہ راہِ خدا میں شہادت کی جستجو میں تھے، ان کے نزدیک اس کا کوئی بدل نہ تھا۔

جنگ ''اجنادین'' میں بہادرانہ کاروائیاں:

جنگ ''اجنادین'' میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ گھوڑ سواروں کے سالارِ اعلیٰ تھے، آپ بہت ہی مضبوط سالار تھے، اس جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جنگِ عام کی ابتدا کرنے کا مشورہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ ہی نے دیا تھا۔ رومیوں نے مسلمانوں پر تیر برسائے، تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے چلاتے ہوئے کہا: اے خالد! ان عیسائیوں کو ہم کب ہدف پر رکھیں گے اب کس چیز کا انتظار ہے، انہوں نے ہمارے اوپر تیروں کی بارش کر دی ہے کہ ہمارے گھوڑے بھی دم دبانے لگے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کے پاس آتے اور انہیں حکم دیتے ہیں۔ اللہ تم پر رحم کرے، اللہ کا نام لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑو اور خود رومیوں پر حملہ کر دیا، اس کے ساتھ ہی تمام اسلامی لشکر نے حملہ کر دیا، اور پورے صبر وثبات کے ساتھ رومیوں کے حملہ کو دومرتبہ روکا، وہ کبھی تو مسلمانوں کے لشکر کی دائیں جانب حملہ کرتے، کبھی بائیں حصہ پر، اور تیروں کی بارش ہو رہی تھی، لیکن مسلمان ثابت قدم تھے۔ مسلمانوں کا لشکر رومیوں تک پہنچتا ہے، تو رومی ایک لمحہ بھی ان جانثاروں کے سامنے قدم نہ جما سکے، شدید شکست وریخت کا شکار ہوئے اور ہر طرف سے مسلمان انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے، ان کی چھاؤنی اور اس کے اردگرد تک پہنچ کر تباہی مچادی۔ طبری نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ قبقبار یہ رومیوں کے لشکر کا سپہ سالار تھا، جب اس نے رومیوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھا تو فوجیوں سے کہا، میرے سر اور آنکھوں پر کپڑا ڈال دو، انہوں نے پوچھا کیوں، وجہ کیا ہے، اس نے جواب دیا۔ آج کا دن بہت ہی مصیبت سے لبریز ہے، میں نے دنیا میں آج تک ایسا سخت دن نہیں دیکھا، میں رومیوں کو اتنی بے دردی سے قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتا، جب مسلمانوں نے اس کا سر قلم کیا تھا، یہ کپڑا منہ پر لپیٹے ہوئے ہی تھا۔

جنگ یرموک کا شیر:

سب سے زیادہ جوانمردی کا مظاہرہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے معرکہ یرموک میں کیا جس میں بہادری کی ایک نئی تاریخ رقم کی۔ جنگ یرموک کی صورت حال خود سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بیان کرتے ہیں کہ ''یرموک'' میں ہماری تعداد تقریباً چوبیس ہزار تھی، جب کہ رومیوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ رومی بھاری قدم اٹھائے ہماری جانب بڑھ رہے ہیں، یوں تصور کریں، جیسا کہ یہ کوہِ گراں تھے، جنہیں خفیہ ہاتھ حرکت دے رہے تھے۔ لشکر کی ترتیب یہ تھی کہ رومیوں کے آگے ان کے پادری، درباری، اور عالم صلیب ہاتھوں میں اٹھائے باوازِ بلند ورد کرتے آگے بڑھ رہے تھے، اور ان کی آواز میں آواز ملاتے ہوئے تمام لشکر ان کے پیچھے پیچھے یہی ورد دہرا رہے تھے، انہوں نے فضائے میدان میں ایک بادل کی سی گرج بپا کر رکھی تھی۔ جب مسلمانوں نے انہیں دیکھا تو ان کی کثرت سے خطرناک حد تک مرعوب ہو گئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مارے خوف کے ان کے دل بیٹھنے لگے۔

مسلمانوں کی یہ حالت زار دیکھ کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور خطاب فرمایا اور مسلمانوں کو لڑنے پر ابھارا، کہا: ''اللہ کے بندو! تم اللہ کے دین کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارا قدم ثابت رکھے گا، اللہ کے بندو! صبر کرو، صبر ایک کنجی ہے، جس کے ذریعہ کفر سے نجات اور رب کائنات کی رضا حاصل ہوتی ہے اور صبر ہی عار کو مٹانے والی چیز ہے۔ نیزوں کو حرکت میں لاؤ، ڈھالوں کو اٹھاؤ اور دیوار بنادو، اور ہر بات سے مہر بلب ہوجاؤ اور صرف ذکر الٰہی سے دل و جان تازہ رکھو، حملہ اس وقت کرنا جب میں تمہیں حکم دوں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی تقریر کے بعد ایک آدمی مسلمانوں کی صفوں میں سے باہر آ کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے کہتا ہے، میں نے تو یہ عزم مصمم کرلیا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں اسی وقت موت کو گلے لگالوں، کیا تم کوئی پیغام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دینا چاہتے ہو، انہوں نے کہا، ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں میرا سلام کہنا اور مسلمانوں کی طرف سے بھی سلام پہنچانا اور عرض کرنا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جو ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اسے ہم نے حقیقت کے روپ میں آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے جب اس آدمی کی یہ گفتگو سنی اور میں نے دیکھا کہ وہ اپنی تلوار کے جوہر آزماتا ہوا جا رہا ہے، اور دشمنانِ اسلام سے ملاقات کرنے والا ہے، تو میں نے اس سے پہلے ہی زمین پر جست لگائی اور اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، اور میں نے نیزہ تولا، جو گھڑ سوار ہماری طرف بڑھ رہے تھے، ان میں سے سب سے پہلے شاہسوار میں پیوست کردیا اور پھر میں دشمن پر ٹوٹ پڑا، اب میں اطمینان میں تھا، اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے خوف نکال دیا۔ اس کے بعد لوگ رومیوں کے سامنے سے حملہ آور ہو کر ٹوٹ پڑے، اور مسلسل جنگ آزمائی کرتے رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو فتح سے ہمکنار کیا۔ [1]

خبیب بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ یرموک میں ہم سعید بن زید کی شجاعت کے سایہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے تھے، حضرت سعید رضی اللہ عنہ کیا ہی خوب آدمی ہیں، یہ آدمی نہیں یہ یرموک کے دن ایک شیر تھے، انہوں نے جب روم کی فوج کو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح دیکھا تو پہلے تو خوفزدہ ہوئے، پھر زمین پر جست لگائی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور جب دشمن کی فوج قریب آئی تو ان پر آگے سے شیر کی مانند جھپٹے اور لڑنا شروع کردیا، لیکن ایسا بہادرانہ اندازِ جنگ تھا جیسا کہ گھڑ سوار لڑتا ہے، مسلمانوں کے تمام فوجی ان کی جانب لوٹ لوٹ کر آرہے اور دلیری پکڑ رہے تھے۔ [2]

---

[1] صور من حیات صحابہ: ۱/ ۱۵۵.

[2] ابن عساکر: ۱/ ۵٤۱، الازدی: ۲۲٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقتِ موعود کی آغوش میں:

یہ بہادری کا پیکر، قربانی اور اللہ کی راہ میں جہاد کی نئی تاریخ رقم کرنے والے، سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ لوگوں کی بہادری دنیا سے رخ موڑ کر رحمان کی بہشتوں کی طرف کوچ کر گئے، جب وہ اس دارِ فانی سے جا رہے تھے، عشرہ مبشرہ کی بشارت ان کی پیشانی کا جھومر تھی، یہ عقیق جگہ پر فوت ہوئے اور انہیں اٹھا کر مدینہ منورہ میں لایا گیا، اور وہیں دفن کیے گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے انہیں غسل دیا اور لحد میں اتارنے کے لیے حضرت سعد اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اترے، ۵۱ ھ میں فوت ہوئے اس وقت آپ کی عمر (۷۰) برس سے کچھ برس اوپر تھی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

10

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی داستانِ عالی شان

آپ اس امت کے پیکر امانت اور ملکِ شام کے بے مثال فاتح ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا وَإِنَّ أَمِينَنَا أَيَّتُهَا الْأُمَّةَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ)) ❶

''ہر امت میں ایک شخص امین ہوتا ہے، ہماری اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔''

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

علمائے کرام نے وضاحت کی ہے کہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم امانت و دیانت میں مشترک تھے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بعض خصوصیات سے نوازا ہے، جو ان میں نسبتاً زیادہ پائی جاتی تھیں، اسی طرح حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ میں امانت کی خصوصیت غالب ہے۔'' ❷

ابن حجر رحمہ اللہ وضاحت بیان کرتے ہیں: امین، قابل اعتماد اور پسندیدہ آدمی کو کہا جاتا ہے، یہ صفت امانت اگرچہ حضرت ابوعبیدہ اور دیگر صحابۂ کرام کے درمیان مشترک تھی، لیکن حدیث کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ امانت کا وصف حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ میں زیادہ پایا جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبار صحابۂ کرام کو بعض اوصاف اور فضائل میں خصوصی خطاب دیا تھا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ میں دوسروں کی بہ نسبت امانت کا وصف زیادہ پایا جاتا تھا، جیسا کہ حضرت عثمان کے لیے حیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے لیے قضا و عدالت کا وصف ممتاز تھا۔ ❸

چند اوصاف کا خلاصہ:

قارئین محترم! ہم اس امت کے امین کے چند اوصاف بیان کرنے کا وعدہ پورا کرتے ہیں: (۱) انہیں ہی امیر الامراء کا خصوصی لقب، سب سے پہلے دیا گیا۔ (۲) آپ اسلام میں سبقت والے تھے۔ (۳) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

❶ بخاري: ٣٧٤٤، مسلم: ٢٤١٩. ❷ شرح مسلم نووی: ١٥/ ٢٧٣.
❸ فتح الباري: ٧/ ١١٧.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نے انہیں خلافت سونپنے کا عزم فرمایا تھا، اس سے ثابت ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان میں خلافت کی کامل اہلیت تھی۔ (۴) سلسلہ فہر میں جا کر ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نسب مل جاتا ہے۔ (۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت کی خوشخبری دی تھی۔ (٦) انہیں ''امین الامت'' کے بلند لقب سے پکارا۔ اسی طرح دیگر ایسے مناقب و فضائل ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔ رضی اللہ عنہ

اسلام میں شمولیت:

وہ تاریخ ساز لمحات، جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دین کی طرف دعوت دینے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست بازو بنے ہوئے اور دعوت الی اللہ دینے کے لیے میدان میں اترے ہوئے تھے، مقصد یہی تھا کہ میرے اردگرد کے لوگ بھی مسلمان ہوں، ان ہی سعادت مندوں میں سے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے، جو حضرت ابوبکر کے دستِ حق کی برکت سے اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اسلام کے ان شاہینوں میں سے ہیں، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہو کر چھپ کر دائرہ اسلام میں آ چکے تھے اور یہ ان فدایانِ اسلام میں سے ہیں، جنھوں نے حبشہ کی جانب دوسری ہجرت کی تھی۔ جب قریش نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف علانیہ مخالفت شروع کر دی تو اس وقت جن لوگوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی ان میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

محبوب کبریا کے بغیر دل نہیں لگتا:

اس کے باوجود کہ نجاشی نے حبشہ میں آنے والے مسلمانوں کا حد درجہ خوشی سے استقبال کیا، لیکن حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ یہ برداشت نہ کر سکے کہ وہ اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیمات کا حصول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار و سیرت سے اقتباسِ روشنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلشن اخلاق سے گل چینی کرنا، دنیا کی تمام نعمتوں اور گرانمایہ دولتوں سے انہیں عزیز تھا، ان کے نزدیک کوئی چیز بھی اس کے برابر نہ تھی۔

حبشہ سے مکہ واپسی:

ایک مرتبہ حبشہ میں یہ جھوٹی افواہ گردش کرنے لگی کہ اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے، یہ بات اڑتی ہوئی حبشہ میں موجود مسلمانوں نے سنی تو وہ دوبارہ مکہ کی جانب لوٹ آئے، ان ہی ہجرت کرنے والوں کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی جلدی سے واپس مکہ لوٹے، لیکن جب مکہ کی وادی کے قریب آئے تو مسلمانوں کے سامنے یہ المناک حقیقت آشکارا ہوئی کہ یہ تو سب جھوٹ ہے اور انہیں معلوم ہوا کہ قریش تو یہ انتظار کر رہے ہیں کہ مسلمان واپس آئیں تاکہ یہ ان پر انواع و اقسام کی تکالیف کی مشق کریں اور ایسی اذیتوں میں مبتلا کریں کہ جو مسلمانوں کے تصور سے بھی باہر ہوں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مدینہ منورہ کی جانب ہجرت:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں زیادہ مدت نہ ٹھہرے تھے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اجازت دی، تاکہ یہ مدینہ منورہ ایک ایسی مبارک بنیاد بنے کہ سلطنت اسلامی اس کی سرزمین مقدس میں استوار ہو اور یہ سلطنت ایسا مرکز ہو کہ جہاں سے کائنات کے لوگوں کے لیے مثالی افراد اور سپوت پیدا ہوں، جنھوں نے حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم و تربیت حاصل کی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے براہِ راست اللہ تعالیٰ سے تعلیم لی ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امتوں اور نسلوں کی ایسی تربیت کرنے آئے تھے، جو صدیاں بیت جانے کے باوجود مٹ نہ سکے گی، بلکہ ہمیشہ صفحۂ دہر پر جلوہ گر رہے گی۔

مدینہ کے راستہ پر ایک گھڑسوار اپنی سواری کی لگام ڈھیلی چھوڑے اسے سرپٹ دوڑاتا ہوا آ رہا تھا، سواری ہوا سے باتیں کر رہی تھی اور زمین اس کے پاؤں کے نیچے سمٹتی جا رہی تھی، یہ شخص ایمانداروں کی جماعت سے مل جاتا ہے، جو مکہ سے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر مدینہ آ رہی تھی۔ یہ شاہسوار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے، آپ مدینہ منورہ پہنچ کر سیدھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں، چہرہ مسلسل صحراؤں میں چلنے اور سفر کی صعوبت کی وجہ سے گرد وغبار سے اٹا پڑا ہے، کہ پہچان مشکل سے ہو رہی تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استقبال کیا اور انہیں خوش آمدید کہا، آپ نے ان کے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے درمیان رشتۂ اخوت قائم کر دیا۔ رضی اللہ عنہما [1]

بے مثال غیرتِ ایمانی:

غزوۂ بدر جوش وخروش سے بپا تھا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، بے جگری سے لڑ رہے ہیں، یہ دشمن کے چھکے چھڑا رہے تھے، یہاں تک دشمن مرعوب ہو کر جس جگہ پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مصروف پیکار تھے، مشرک اس جگہ سے پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ لیکن حیرت زدہ یہ بات تھی کہ ایک گھڑسوار ہے جو مسلسل آپ کے درپے ہوتا ہے، اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس سے پہلوتہی کرتے جا رہے ہیں، مگر جب اس شاہسوار نے کچھ زیادہ ہی پیچھا کیا تو اس پر شیر کی مانند لپکے اور اسے قتل کر دیا۔ قارئین کرام! آپ جانتے ہیں وہ مقتول کون تھا، وہ خود حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے والد تھے، قرآن پاک کی یہ آیات انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، جو قیامت تک تلاوت ہوتی رہیں گی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی اپنے اللہ سے خالص دوستی کا اعلان کرتی رہیں گی، ارشاد ربانی ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ

[1] رجال انزل اللہ فیهم قرآنا: ٣/ ٣٤، عبدالرحمٰن عمیره.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (المجادلہ: ۲۲)

''جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں، تو انہیں ایسا نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کریں، جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے مخالفت کی ہے، اگرچہ وہ دشمنی کرنے والے ان کے باپ، بیٹے، بھائی، یا قبیلہ والے ہوں، یہ وہ لوگ ہیں کہ ایمان ان کے دلوں میں لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ان کی خاص تائید کریں گے، اور انہیں ایسی بہشتوں میں داخل کریں گے، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی، یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں، خبردار! اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔''

سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں: یہ آیت مبارکہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جب انہوں نے جنگ بدر میں اپنے باپ کو قتل کیا تھا۔ ان کے اسی اخلاص اور اللہ ہی سے دوستی کی وجہ سے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہا تھا جب انہوں نے اپنے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لیے چھ افراد کی شوریٰ کمیٹی مقرر فرمائی، اگر آج حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو میں اپنے بعد خلافت ان کے سپرد کرتا۔ [1]

دنیا کو اللہ تعالیٰ سے محبت کا انداز بتا دیا:

واہ! حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا موقف کتنا عظیم ہے کہ دنیا کو ایک اہم سبق کی تلقین کر دی کہ دنیا کے باسیو! یہ جان رکھو! دوستی صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور ایمانداروں کے لیے ہے اور اللہ عزوجل کا جو بھی دشمن ہو ہمارا اس سے کوئی واسطہ ورابطہ نہیں خواہ، وہ باپ ہی کیوں نہ ہو، ایک اور ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾

(المائدہ: ۵۵)

''تمہارے دوست صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرتے ہیں۔''

ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (التوبہ: ۲٤)

''کہہ دو! اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان اور وہ مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے گھاٹا سے تم ڈرتے ہو اور رہائش گاہیں، جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ

[1] تفسیر ابن کثیر: ٤/ ۳۲۹.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ، اس کے رسول، اوراس کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ پسند ہیں، توانتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے، اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔"

پھر اے شب دراز کوئی راز داں نہیں
کس سے کہوں کہ ان پہ وفا کا گماں نہیں

جنگ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے:

میدانِ احد میں جب درہ پر پہرہ دینے والوں، تیر اندازوں سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کی خلاف ورزی ہوئی تو دشمن کے اچانک حملہ سے مسلمان تتر بتر ہوگئے اور مشرک ان پر بہت ہی تیزی سے چڑھ دوڑے، اور مسلمانوں کو کافی تعداد میں شہید کیا اور سخت نقصان پہنچایا، اس دن بہت ہی ابتلا و آزمائش کی گھڑی تھی، جھوٹے اور سچے کے امتیاز کرنے کا وقت تھا، اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سارے مسلمانوں کو شہادت سے سرفراز کیا، نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ دشمن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی کرنے کے قریب تھا، اور آپ کے قتل کا ارادہ لیے آگے بڑھ رہا تھا۔

جب پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خون سے رنگین ہوا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جنگ احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید کیے گئے اور رخِ انور زخموں سے چور تھا، خونِ شہادت کی لالی نے رخ تاباں کی تابانی میں اضافہ کر رکھا تھا، آپ کے چہرے پر خون کی سرخ لکیریں بہہ رہی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خون ہاتھوں سے صاف کر رہے ہیں اور دل سے آہ نکالتے ہوئے کہہ رہے تھے:

((كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ خَضَّبُوْا وَجْهَ نَبِيِّهِمْ))

"وہ قوم کس طرح فلاح یابی سے ہمکنار ہوسکتی ہے جس نے اپنے نبی کا چہرہ غازۂ خون سے رنگین کر دیا، جب کہ نبی انہیں اپنے رب کی طرف دعوت دے رہا ہے۔" اس بارے میں اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾﴾ (آل عمران: ۱۲۸)

"معاملہ آپ کے بس میں نہیں، اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا عذاب کرے یہ ظالم ہیں۔"[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سنگین ترین حالات:

یہ لمحات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں مصائب سے بھرے سنگین ترین تھے، جن سے آپ اس دن دو چار ہوئے، اور مشرکوں کے لیے سنہری موقع تھا، جس سے فائدہ اٹھانے میں انہوں نے ذرہ برابر کسر باقی نہ چھوڑی تھی، اس وقت کو انہوں نے غنیمت جانا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کو اپنے حملہ کا مرکز بنا لیا، اور آپ کی موت کے تمنائی ہوئے، یہی وجہ ہے کہ ہر طرف سے حملہ آوروں نے گھیر رکھا تھا، عتبہ بن ابی وقاص نے آپ پر پتھر پھینکا، جو آپ کے پہلو میں لگا اور گہرا زخم کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نچلا دایاں چوتھا دانت اور ہونٹ زخمی ہوا، عبداللہ بن شہاب زہری آگے بڑھا

[1] بخاری: ۷/ ۷۲۲، کتاب المغازی معلقا.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور آپ کی پیشانی مبارک کو زخمی کر دیتا ہے۔

ایک اور عناد پرور گھڑ سوار آگے بڑھتا ہے، جس کا نام عبداللہ بن قمئہ تھا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر تلوار کا وار کیا، جو بہت کاری تھا، جس کی وجہ سے آپ ایک ماہ سے بھی زیادہ بیمار رہے، تلوار کا وار بہت شدید تھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی، انہیں نہ توڑ سکا، پھر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار پر بہار پر پہلی ضرب کی مانند ہی ضرب کاری لگائی یہ اتنی شدید تھی کہ آپ کے خود (سر کی ٹوپی) کے دو حلقے آپ کے رخسار پر بہار میں پیوست ہو گئے اور ابن قمئہ بڑے فخریہ انداز پر کہتا ہے یہ جوان نے تحفہ دیا ہے، اسے حاصل کر لو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور آپ اپنے رخ آفتاب سے خون کے چھینٹے صاف کر رہے تھے اور فرمایا: ''اَقْمَأَكَ اللّٰهُ'' اللہ تعالیٰ تجھے توڑے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بددعا رب کائنات نے قبول فرمائی کہ یہ ابن قمئہ اپنے گھر گیا، جہاں بکریاں تھیں ان کے لیے باہر نکلا، وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر تھیں، ان میں گھس گیا، ایک سانڈ بکرا تھا، وہ اس پر حملہ آور ہوا اور سینگ سے مارنا شروع ہوا، حتیٰ کہ اسے پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دیا، گرنے سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ❶

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان جوانمردوں میں سے تھے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ کھڑے ثابت قدم رہے، اور میدانِ احد میں بہت ہی خوب بہادری کا مظاہرہ کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں خود (لوہے کی ٹوپی) کے جو دو حلقے پیوست ہو گئے تھے انہیں ہاتھ سے نہیں نکالا کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ ہو، بلکہ دانتوں کے ذریعہ آرام آرام سے انہیں نکالا جس سے ان کے اگلے دانت نکل گئے، ان دانتوں کے گرنے نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے منہ کے حسن و جمال کو دوبالا کر دیا، حالانکہ یہ دانت نکلنے سے حسن میں کمی آتی ہے، لوگ یہاں تک کہتے تھے، دانت گرا آدمی اتنا حسین کبھی دکھائی نہیں دیا، جتنا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دکھائی دیتے تھے۔ ❷

ابوعبیدہ بہت خوب:

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے دل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا ادب ہے کہ خود لوہے کی ٹوپی) کی کڑیاں اپنے ہاتھ سے باہر نہیں نکالتے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں تکلیف نہ ہو، بلکہ انہیں اپنے دانتوں سے نکالتے ہیں کہ مبادا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو، اگرچہ نکالتے ہوئے خود اپنے دانت گر گئے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکہ آرائیوں میں شریک کار رہے اور آپ کی حفاظت میں کوہِ گراں بن کر جمے رہے ہیں، اتنے مضبوط ایمان کے حامل تھے کہ جسے باد صرصر کی سرسراہٹ اور آندھیوں کی آہٹ بھی متزلزل نہ کر سکی۔

---

❶ فتح الباري: ٧/ ٣٦٦.

❷ طبقات: ٣، ١/ ٢٩٨، الاستيعاب: ٥/ ٢٩٢، مستدرك ٣/ ٢٦٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہت زیادہ محبوب جانتے تھے، بلکہ ان پر آپ کی ذاتِ گرامی کو فخر تھا۔ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کون کون صحابی زیادہ محبوب تھے؟ انہوں نے کہا: ''حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر، اور پھر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم۔'' [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک اعزاز بخشا کہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کتنے ہی اچھے آدمی ہیں۔ [2]

امارت سے بے پرواہی:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پیکرِ تواضع تھے، لیکن ''ذات السلاسل'' غزوہ کے موقع پر جس تواضع اور امارت سے استغناء کا اظہار انہوں نے کیا، وہ بے مثال اور انہیں کا خاصہ ہے اور اس پہلو میں ہمارے لیے ایک بہت بڑا سبق ہے، جو ہمیں دعوت فکر دے رہا ہے کہ ایک مؤمن کا یہی نقطۂ نظر ہونا چاہیے کہ وہ دین کی خدمت کرے اگرچہ دنیاوی ریاست نہ بھی حاصل ہو، سچا مومن اپنے ہر عمل سے فقط رضائے الٰہی کا طلبگار ہوتا ہے، وہ جاہ ومنصب کا حریص نہیں ہوتا۔

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو سرزمین ''بلی'' اور ''عذرہ قبیلہ'' کی جانب بھیجا کہ ان لوگوں کو دعوت اسلام دیں، حضرت عمرو کی والدہ ''بلّی'' سے ہی تعلق رکھتی تھی، اس لیے انہیں دعوت پر بھیجنے کا مقصد یہ بھی تھا کہ انہیں قبیلہ کی عورت کا بیٹا سمجھ کر ان کے دل اسلام سے وابستہ ہوں گے، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ چلتے چلتے ''جذام'' کی سرزمین میں ایک چشمہ تھا، جسے ''سلاسل'' کے نام سے پکارتے تھے، جب یہاں پہنچے، اسی نام سے یہ غزوہ بھی مشہور ہوا ہے کہ غزوۂ ذات السلاسل تو انہیں قوم سے خطرہ محسوس ہوا، انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ مجھے مدد چاہیے، لوگوں سے خطرہ ہے، کہیں آمادہ پیکار نہ ہوجائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجروں کا ایک گروہ تعاون کے لیے بھیجا، ان میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کرتے ہوئے فرمایا:

((لَا تَخْتَلِفَا)) اختلاف نہ کرنا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہوئے اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچتے ہیں، تو حضرت عمرو ان سے کہتے ہیں: ''ابوعبیدہ، تم میرے معاون اور مددگار کی حیثیت سے آئے ہو۔'' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں، میں اس مشن پر رہوں گا جس کی ادائیگی کے لیے میں آیا ہوں، اور آپ اسی عہدہ پر رہیں گے، جس پر آپ ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نرم خو اور آسان طبیعت آدمی تھے، اور ان کے ہاں دنیا کی کچھ اہمیت نہ تھی، حضرت عمرو نے کہا، نہیں تم میرے معاون ہو، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''عمرو! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رخصت کرتے وقت فرمایا تھا، تم دونوں آپس میں اختلاف نہ کرنا۔''

---

[1] ترمذی: ٣٦٥٧، ابواب المناقب، ابن ماجہ: ١٠٢، المقدمہ، باب فضل عمر، راوی ثقہ ہیں۔

[2] صحیح سنن ترمذی: ٢٩٥٩، الصحیحہ: ٢/ ٩٦٢، البانی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اے عمرو! اگر تم میری بات نہ بھی مانو گے تو میں تمہاری بات ضرور مانوں گا۔

تب حضرت عمرو نے کہا: میں تم پر امیر ہوں، اور تم میرے معاون ہو۔

حضرت ابوعبیدہ نے کہا، درست ہے، پھر حضرت عمرو نے بحیثیت امیر لوگوں کو نماز پڑھائی، حضرت ابوعبیدہ سمیت تمام لوگوں نے ان کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ [1]

ابن حجر کا میلان یہی ہے کہ یہ حسن ہے۔ [2]

اللہ کی راہ میں بھوک برداشت کی:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سیف البحر'' کی جانب ایک فوجی دستہ روانہ کیا اور اس پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر فرمایا: اور انہیں ایک کھجوروں کا تھیلا بطور زادِ راہ دیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فوجی دستہ کو اس تھیلا سے خوراک دیتے رہے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ پھر انہیں گن گن کر کھجوریں دیتے تھے، پھر یہ بھی ختم ہوگئیں اور اتنی گنجائش باقی رہی کہ روزانہ ایک آدمی کو ایک کھجور دیتے تھے وہ بھی ہمارے درمیان تقسیم کرتے رہے، اس کی بھی گنجائش ختم ہوگئی یہاں تک کہ ایک کھجور ملنا بھی بند ہوگئی۔ اب جب بھوک نے ہمیں نڈھال اور بدحال کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سمندر سے ایک مچھلی مہیا فرما دی، ہم نے بیس روز تک اس کا گوشت کھایا، اس کی چربی استعمال کی، اور اسی پر گزارہ کیا ہم خوب فربہ اور تروتازہ ہوگئے۔ مچھلی کا اندازہ لگائیں، ہمارے امیر نے اس مچھلی سے ایک کانٹا لیا اور لمبائی پر اسے کھڑا کیا، پھر حکم دیا کہ سب سے موٹا تازہ اونٹ لایا جائے، وہ لایا گیا تو اس پر جو ہم سے سب سے دراز قد تھا اسے سوار کیا گیا، وہ اس پر بیٹھا اور وہ اس مچھلی کے کانٹے کے نیچے سے گزرا تو وہ کانٹا اس سوار کے سر کو نہ لگا، اتنا بلند کانٹا تھا۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب ہم واپس آئے تو یہ واقعہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، اور ہم نے پوچھا یہ جو ہم نے سمندر کی اس مچھلی کا گوشت کھایا ہے، یہ حلال تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رِزْقٌ رَزَقَكُمُوْهُ اللّٰهُ'' ''یہ ایک ایسا پاکیزہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدحالی کے وقت تمہیں عطا فرمایا تھا۔'' [3]

اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ یہ رزق تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا، کیا اس گوشت کا کچھ حصہ باقی ہے، تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ [4]

---

[1] بیہقی دلائل نبوت: ٤/ ٣٩٩، فتح الباری: ٧/ ٦٧٤.

[2] بخاری کتاب فضائل الصحابة: ٧/ ٣٦٦٢، مع فتح، مسلم: ١٨٥٦، فضائل الصحابة میں اس کا شاہد (یعنی تائید میں حدیث) آتا ہے۔

[3] مسلم، کتاب الصید، باب اباحة میتة البحر: ٣/ ١٥٣٥۔

[4] مسند احمد: ٣/ ٣١١.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عیسائیوں کا وفد آپ ﷺ کی خدمت میں:

نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حبیب کبریاء ﷺ کے پاس آتا ہے، یہ وفد مدینہ منورہ میں اترتا ہے، اور نبی اکرم ﷺ سے ملاقات ہوتی ہے، یہ آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں اور نبی ﷺ ان سے سوالات کرتے ہیں، اس کے بعد آپ ﷺ انہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور ان پر قرآن پاک کی آیات تلاوت کرتے ہیں، لیکن یہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں، اور آپ ﷺ سے دریافت کرتے ہیں کہ تمہارا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ ایک دن تک ٹھہرے رہے، کچھ وحی نہ آئی، پھر آپ ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝﴾

(آل عمران: ۵۹ تا ۶۱)

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی مانند ہے، انہیں اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا، پھر کہا ہو جاؤ پس وہ ہو گئے۔“

حق تیرے رب سے ہے تو ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہو جا۔ علم آنے کے بعد اگر کوئی تم سے جھگڑتا ہے تو اس سے کہو، آؤ، ہم اپنے بیٹوں اور تم اپنے بیٹوں کو، اور ہم اپنی عورتوں اور تم اپنی عورتوں کو، اور ہم خود اور تم خود کو بلا لیتے ہیں، پھر ہم مباہلہ کرتے ہیں اور ہم جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرتے ہیں۔

جب نبی ﷺ میدانِ مباہلہ میں اترے:

صبح ہوئی تو رسولِ اکرم ﷺ نے مذکورہ آیاتِ کی روشنی میں ان عیسائیوں کو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے نظریہ سے آگاہ کیا اور ایک دن انہیں وقت دیا تاکہ وہ اس بارے میں غور وفکر کر سکیں، انہوں نے غور وفکر کے بعد بھی قرآن پاک نے جو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان کیا تھا، اس کا اقرار کرنے سے انکار کر دیا اور دعوت اسلام بھی ٹھکرا دی تو رسول اکرم ﷺ نے انہیں دعوتِ مباہلہ دی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو ایک چادر اوڑھا کر ساتھ لے لیا، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پیچھے چل رہی تھیں، جب عیسائیوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ تندہی اور مکمل تیاری کے ساتھ مباہلہ کرنے پر آمادہ ہیں، تو عیسائی علیحدگی میں اکٹھے ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا۔

اور عیسائی راہِ فرار اختیار کر گئے:

ان عیسائیوں کے دو پادری، ایک عاقب اور دوسرا سید تھا، یہ دونوں ایک دوسرے سے کہنے لگے، واللہ! ہمیں مباہلہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اگر آپ سچے نبی ہیں، تو ہمارا مباہلہ کرنا ہماری کامیابی کی ضمانت نہ ہوگی اور نہ ہی ہماری نسل کامیاب ہو سکتی ہے، روئے زمین پر ہمارا کچھ نہ رہے گا، ہم پر ہلاکت عام ہوگی، مرعوب ہو کر ان کی رائے اس پر ٹھہری

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کہ رسول اکرم ﷺ کو اپنے فیصلے میں حاکم تسلیم کریں، اب وہ خدمت اقدس میں آ کر کہتے ہیں، آپ کا جو مطالبہ ہوگا وہ ہم پورا کرنے کے لیے تیار ہیں، رسول اکرم ﷺ نے ان سے جزیہ قبول کرلیا اور دو ہزار جوڑے ان سے وصول کرنے پر صلح کر لی، ایک ہزار رجب کے مہینہ میں اور ایک ہزار ماہِ صفر میں اور مزید ہر جوڑے کے ساتھ ایک اوقیہ (چالیس درہم) بھی لینے کا جذبہ ہیں، اس کے عوض آپ ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کا ذمہ اور اس کے رسول کا ذمہ دیا کہ تمہاری حفاظت ہماری ذمہ داری ہے اور انہیں اپنے دین کے مطابق چلنے کی مکمل آزادی دی، اور اس کے مطابق دستاویز لکھ دیں۔

اس امت کا امین:

اس دستاویز کے مطابق عیسائیوں نے مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ ان کے ساتھ ایک ''امین'' آدمی بھیجیں، جو مال صلح لے آئے، تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا جو اس امت کے امین ہیں۔ [1]

دوسری روایت میں اس سے بھی زیادہ تفصیل ہے۔ عیسائیوں نے کہا، ہم آپ کا مطالبہ پورا کرتے ہیں، آپ ہمارے ساتھ ایک امین آدمی بھیجیں، اور گزارش ہے، صرف اسے ہی بھیجیں، جو سراپائے امانت ہو، اس کی امانت میں کوتاہی نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے ساتھ ایک ایسا آدمی بھیجوں گا جو حقیقت میں پیکر امانت ہے، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سن کر سر اٹھاتے ہیں، حالانکہ سب امانت دار تھے کہ شاید ہماری قسمت میں یہ عزت وشرف ہو، ہمیں مل جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ! کھڑے ہو جاؤ، جب وہ کھڑے ہوئے، تو رسول اکرم ﷺ نے تاریخ ساز لقب عطا فرمایا: ''هٰذَا اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ'' یہ اس امت کے امین ہیں اور انہیں مال جزیہ لینے بھیجا۔ [2]

راہ جہاد میں جانفشانی کی چند جھلکیاں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ عبادت، اطاعت اور دعوت الی اللہ میں ہی ہمیشہ مصروف رہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ کی معیت میں مصروف پیکار بھی رہے ہیں، تمام معرکوں میں آپ کے شریک سفر بھی رہے ہیں، رسول اکرم ﷺ وفات تک ان سے راضی رہے ہیں، اور آفرین ہے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پر کہ جس طرح یہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ''امین'' رہے ہیں، اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی امین ہی رہے، آپ رضی اللہ عنہ امانت کے ایسے بحرِ پیکراں تھے کہ اگر روئے زمین کے تمام باسی اپنی امانتی ذمہ داریوں کے موتی اس سے نکالیں تو اس میں کمی نہ آئے گی۔ [3]

بے لوث قیادت:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جب رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ کے انتخاب کا فیصلہ ہو رہا تھا، جو کردار ادا کیا ہے پس یہی ان کی عظمت کے لیے کافی ہے، بکھرے ہوئے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کر دی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر سب کو یکجا کر دیا اور دوسری ان کے دامنِ صد چمن میں جو خوبی مہک رہی ہے، وہ یہ ہے

[1] بخاري: ٤٣٨٠، مسلم: ٥٥، ٢٤٢٠. [2] بخاري: ٧/ ٦٩٥، كتاب المغازي.

[3] رجال حول الرسول: ٢٦٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اسلام کی فتح کا جھنڈا جہاں بھی لہراتا گیا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس کے تحت ایک عام فوجی کی حیثیت سے ہی نظر آتے ہیں اگرچہ یہ اپنے شرف وفضل کے کوہ ہمالہ اور جنگی پیش قدمی کی وجہ سے امیر لشکر ہوا کرتے تھے، لیکن تواضع اور اخلاص کی بدولت ایک عام لڑنے والے سپاہی کی مانند ہی نمایاں نظر آتے ہیں۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ امیر ہی سجتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو سرزمین شام کا سالارِ اعظم مقرر فرمایا تھا، لیکن حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس سے معذرت کی، تاہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے پر اصرار کرتے ہوئے انہیں سپہ سالار کے عہدہ پر برقرار رکھا، اور جب مسلمانوں نے سرزمین شام میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور یہ ''یرموک'' مقام پر جمع ہو گئے، تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ''حمص'' میں مصروف تھے، ان کی اس مصروفیت کے پیش نظر ان کے بدلہ میں شام میں سپہ سالاری کا منصب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سونپ دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا تو حضرت عمر نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالارِ اعظم کے عہدہ پر پھر لوٹا دیا اور انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا:

((لَا اَمِيْرَ عَلٰى اَبِيْ عُبَيْدَةَ))

''ابوعبیدہ پر کوئی دوسرا امیر جچتا ہی نہیں۔''

اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے مشن پر مقرر کر دیا۔

بے لوث جانبازوں کا حیران کن کردار:

جب سالاروں کے عزل ونصب کا معاملہ ہو رہا تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ معزول ہوئے اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان کی جگہ سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے، اس وقت مسلمانوں کی فوج نے دمشق کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا، ابھی دمشق کی فتح مکمل نہ ہوئی تھی اور دمشق کو زیر نگیں کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگ رہا تھا، گھمسان کی جنگ جاری تھی، اس تبدیلی کی خبر کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی زہد، فطانت و امانت اور راز داری سے اپنے سینہ میں محفوظ و محدود رکھا، جب معرکہ آرائی اختتام کو پہنچی تو اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اپنی معزولی کے معاملہ کا علم ہوا، تو سیدھے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا، اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کرے، جب آپ کے پاس امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچا تھا کہ تم سالارِ اعلیٰ ہو اور خالد معزول ہے، تو تم نے مجھے اسی وقت بتانا تھا، کیونکہ تم میرے پیچھے نماز پڑھتے رہے ہو، جب کہ سلطنت تو تمہاری تھی، میں تمہارے پیچھے نماز ادا کرتا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، اے خالد! اللہ تعالیٰ تمہیں مغفرت سے نوازیں میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ اطلاع تمہیں مجھ سے ملے، میری تمنا یہی تھی کہ تمہیں کوئی اور بتائے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ میں تمہاری جنگی رفتار توڑنا نہیں چاہتا تھا، میں چاہتا تھا یہ فتح کا قدم جو اٹھ چکا ہے، یہ ٹھہر جائے تو تب آگاہ کروں، ان شاء اللہ! لیکن تمہیں اب پتہ چل چکا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ باقی رہی بات دنیا کی سلطانی کی تو یہ میرے دل میں ذرہ برابر نہیں اور نہ ہی میں دنیا کی خاطر یہ عمل مسلسل کر رہا ہوں، یہ تو آپ جانتے ہیں یہ دنیا عنقریب ختم ہو جانے والی ہے اور دنیا کو زوال آنے والا ہے۔

خالد! ہم تو بھائی بھائی ہیں، اور اللہ عزوجل کے حکم کے اس کی دھرتی پر نگہبان اور اس کا بول بالا کرنے والے ہیں، اور ایک دینی بھائی کے لیے یہ چیز نقصان دہ نہیں ہے کہ اس کا دوسرا بھائی اس کے دین یا دنیا میں اس پر والی ہو، بلکہ خود والی بننے میں گھاٹا ہی ہو سکتا ہے، ولایت کی وجہ سے فتنہ کے عمیق غار میں گرنے کا زیادہ امکان ہے اور غلطیوں کے سرزد ہونے سے یہ ہلاکت خیزیوں کی نذر ہو سکتا ہے، اس سے وہی بچتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ بچائے اور ان کی تعداد آٹے میں نمک برابر ہے۔ آہ! آج اس طرح کی قیادت کی ضرورت ہے، اور ایسے امراء اور شاہسوار ہوں جو دوسرے کی قیادت کو اپنی قیادت پر ترجیح دیں۔

ایک بہادر کا خراج عقیدت:

یہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ جو کہ یزید بن سفیان رضی اللہ عنہما کے چچا کے بیٹے ہیں، نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی تیاری کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر عرض کرتے ہیں: اے خلیفۃ المسلمین اور پاس بیٹھنے والو! میں آپ سب کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں خود، میرے بھائی، میرے غلام اور جو بھی میری بات مانتے ہوں، ہم سب اللہ کی راہ میں وقف ہیں، ہم نے عزم کر رکھا ہے کہ ہمیشہ مشرکوں سے لڑائی کرتے رہیں گے، حتیٰ کہ انہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھوں تہِ تیغ کر دے یا ہم سب ان کے ہاتھوں جام شہادت نوش کریں۔

یا تم نہیں یا ہم نہیں

یہ اعلانِ شجاعت کرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو جاتے ہیں، اپنے چچا کے بیٹے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے جانثاروں میں نہیں جاتے، کسی نے حضرت خالد بن سعید سے کہا، تم نے چچا کے بیٹے یزید بن ابی سفیان کے لشکر کو چھوڑ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہونے کو ترجیح دی ہے، انہوں نے کمال دانشمندی سے مزین جواب دیا۔ قرابتداری کے لحاظ سے میرے چچا کا بیٹا یزید مجھے بہت ہی زیادہ پیارا ہے، اور یہ ابوعبیدہ مجھے اس کی بہ نسبت دینداری میں زیادہ محبوب ہیں، یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی میرے دینی بھائی، میرے دوست اور مددگار تھے، اس لیے میں ان سے بہت زیادہ مانوس اور نہایت درجہ مطمئن ہوں۔

سالارِ اعظم نے عقیدت مندوں کی خوش فہمی دور کر دی:

اب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شام کی سرزمین کے امیر الامراء ہیں، شام کے طول و عرض کے تمام امرائے لشکر ہر اعتبار سے ان کی امارت کے تحت حرکت کرتے ہیں، اہل شام کی جانب سے کچھ عجیب و غریب سی اڑتی ہوئی باتوں کی بھنک ان کے کانوں تک پہنچی کہ حضرت ابوعبیدہ جو کہ امیر الامراء ہیں، بڑے ہی حیرت انگیز کارنامے سر انجام دے رہے ہیں، خطاب کے لیے کھڑے ہوئے، اور کہتے ہیں: جو لوگ امیر کی قوت، عظمت اور امانت کی وجہ سے فتنہ میں پڑ رہے ہوں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ لوگ سن لیں، میں ایک قریشی مسلمان ہوں، تم میں سے کوئی بھی خواہ وہ سرخ رنگ کا ہو یا سیاہ رنگ کا ہو وہ تقویٰ میں مجھ سے برتر ہو تو میری خواہش ہے میں اس کی کھال بن جاؤں۔ اے ابوعبیدہ! مبارک ہو تم پر مبارک ہے وہ دین جس نے تمہیں یہ شرافت و بزرگی بخشی اور مبارک ہو وہ پیغمبر ﷺ کہ جنہوں نے تمہیں یہ تعلیم دی۔

صاحب ضبط جرنیل:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک ایسے جرنیل تھے، جن کی جنگی شہرت، عراق اور ایران کے علاقوں میں پہنچ چکی تھی، دشمن اور دوست سب اس کا چرچا سن رہے تھے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک ایسے جرنیل تھے جن کی حلم و بردباری اور نرم خوئی، وسعت ظرفی امانت وصداقت اور اسلام سے محبت کی شہرت اہل شام تک پہنچ چکی تھی، یہی وجہ ہے، ان سے لوگوں نے محبت کی، اور ہر مہم میں ان کے دست و بازو بنے، ان کی ان عادات خیر ہی کا اثر تھا، کہ شام کے علاقہ کے بہت سارے شہر ان کے سامنے صلح سے بغیر کسی مہم جوئی کے سرنگوں ہو گئے اور بہت زیادہ خونریزی سے بچاؤ ہوا، اور لوگوں کی جانوں نے اطمینان کی سانس لی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک ٹھہراؤ والی طبیعت کے مالک جرنیل تھے اور جنگ میں اصلاح بھی ایسے ہی ٹھہراو والا ہی کر سکتا ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح ایک ایسے سپہ سالار ہیں، جن کی بات لائق اتباع ہوتی ہے، یہ احکام حاصل کرتے اور انہیں مکمل اخلاص اور امانت کے ساتھ نافذ کرتے ہیں۔

معرکہ ''یرموک'' میں اپنی جگہ سے اس وقت تک نہ ٹلے تھے جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ نہ کر لیا تھا، جب ان کا حکم آیا تو تب اس کے مطابق عمل کیا۔[1]

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بہت ہی زیادہ صاحب ضبط جرنیل تھے، اور جو مرکزِ خلافت کی جانب سے ہدایت آتی تھی، ان پر عمل کرنا اور اس کی اطاعت کرنا یقینی اور ضروری سمجھتے تھے، شاید اسی وجہ سے کسی بھی معرکہ میں اقدام کرنے سے پہلے وہ بہت انتظار کرتے تھے، ان پر اعتراض کیا جاتا تھا، اور اس جھوٹ کی تائید میں بڑے بڑے شاہسوار بھی اس کی رو میں بہہ گئے ہیں، یہ بات جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تک پہنچی کہ بعض شام والے، دمشق کے محاصرہ کے دوران، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بے بس جرنیل قرار دیتے ہیں اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو برتر کہتے ہیں، تو وہ غضبناک ہو گئے، اور کہا: ''میری موجودگی میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا گمان کیا جا رہا ہے، واللہ! اس وقت جو اس دھرتی پر قدم اٹھانے والے موجود ہیں، حضرت ابوعبیدہ ان سب سے بہتر ہیں۔''[2]

جرنیل مشورہ بغیر قدم نہیں اٹھاتا:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان سپہ سالاروں میں سے تھے، جو اپنے ساتھیوں سے مشورہ لیے بغیر ایک قدم نہ اٹھاتے تھے۔ جب رومی شام کی سرزمین کا قبضہ حاصل کرنے کے لیے دوبارہ جمع ہوئے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مردان

---

[1] طبری: ۲/ ۶۳۱، ۱/ ۵۹۹۔ [2] الاصابہ: ٤/ ١٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاص سے مشورہ طلب کیا تو اکثریت نے کہا، ''حمص'' کا محاصرہ رکھا جائے، یہاں سے باہر نہ نکلیں، جب کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا تھا کہ روم کی جماعتوں پر حملہ آور ہوں، تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اکثریت کی رائے کو قبول کیا، حمص کے گرد ہی محاصرہ رکھا اور رومیوں پر حملہ نہ کیا تھا۔

جرنیل اعظم کا ایمان پرور مقولہ:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نہایت ہی بارعب شخصیت کے مالک تھے اور رفیقان کار کے دلوں میں ان کا بہت ہی اچھا اثر تھا، وہ ان کی بات کو دل میں جگہ دیتے تھے، جب فوج کے لشکر گاہوں میں گھومتے تو یہ ایمان افزا اور روح پرور بات کہا کرتے تھے: خبردار! بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں، جو سفید لباس زیب تن کیے ہوتے ہیں، لیکن ان کے دین کی پوشاک میل آلودہ ہوتی ہے۔ خبردار! بعض ایسے افراد بھی معاشرہ میں ہیں، جو آج تو خود کو معزز قرار دیتے ہیں، لیکن کل وہ رسوائی کی نذر ہوجائیں، پرانی برائیوں کو نئی نیکیوں کے ذریعہ دور کرو۔ [1]

جب جرنیل اعظم نے آیت کا جواب آیت قرآن ہی سے دیا:

اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شام کے علاقہ میں ایک مقام پر دشمن کے حصار و نرغہ میں پھنس گئے ہیں اور دشمن نے انہیں نقصان پہنچایا ہے، یہ سن کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک پیغام تحریر کروایا کہ، امابعد! ایک مومن بندہ کو جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد آسانی پیدا کرتے ہیں، کیونکہ سورت الم نشرح میں اللہ تعالیٰ نے اگر ایک تنگی کا ذکر کیا ہے تو ساتھ ہی دو آسانیوں کا ذکر بھی کیا ہے، ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی اور پھر یہ آیۂ مبارکہ لکھی:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا ﴾ (آل عمران: ۲۰۰)

''اے ایمان والو! صبر کرو اور آپس میں صبر کی تلقین کرو اور اللہ کی راہ میں تیاری کرو۔''

اس کے جواب میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت مبارکہ تحریر کی۔ امابعد! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴾ (الحدید: ۲۰)

''جان رکھو! دنیا کی زندگانی کھیل اور تماشا ہے، اور اظہار زینت ہے، اور آپس میں فخر کا اظہار اور مال اور اولاد کی کثرت پر اترانا ہے، یہ بارش کی مانند ہے، جس سے کھیتی ہوتی ہے تو مزارع کو اس کے پودے بہت خوش کرتے ہیں پھر وہ رنگ بدل جاتے ہیں، تو دیکھتا ہے، وہ زرد ہوجاتے ہیں، پھر وہ ریزہ ریزہ

[1] صلاح الامة فی علو الهمة: ۵۱۳.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتے ہیں، اور آخرت میں سخت عذاب ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت ہے اور رضا مندی ہے، دنیا کی زندگانی دھوکے کا سامان ہے۔"

یہ خط لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لاتے ہیں اور منبر پر براجمان ہو کر پڑھنے کے بعد فرماتے ہیں، اے مدینہ کے باسیو! مجھے اور آپ کو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اشارۃً جہاد کی یاددھانی کرائی ہے، لہٰذا جہاد کے معاملہ میں رغبت پیدا کرو۔ [1]

فحل کی جنگ میں زبردست تدبیر سازی کا مظاہرہ:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سپہ سالاری کے داؤ و پیچ اور باریکیوں سے خوب واقف تھے، اس بارے میں ان کی فکر ممتاز اور بلند پرواز تھی۔ آپ نے بعض فوجی دستے "فحل" مقام پر بھیجے تاکہ وہ روم کی فوج کو وہاں مشغول رکھ سکیں، جب کہ خود دمشق کا محاصرہ جاری رکھا یہاں تک کہ اسے فتح کر لیا اور پھر فوجی دستے لے کر "فحل" کا قصد کیا، اگر آپ دشمن کی قوت کو اس طرح تقسیم نہ کرتے تو بہت زیادہ ممکن تھا، وہ "فحل" میں مجتمع ہو جاتے اور اسی طرح دمشق میں بھی وہ یکجا ہو کر ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ پر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے سامنے آ جاتے اور یہ بہت ہی مشکل صورت حال بن جاتی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس لشکر پر امیر مقرر کیا جو رومی لشکر کی سرکوبی کے لیے دمشق کی جانب روانہ ہوا تھا، انہوں نے اس رومی لشکر کو ناکام کر دیا۔ لڑائی کی کیفیت یہ تھی کہ ایک ہی وقت میں دو جہتوں سے لڑائی ہو رہی تھی، سامنے سے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ برسر پیکار تھے، تو پچھلی جانب سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لشکر مصروف جہاد تھا، اس طرح یہ معرکہ بآسانی سر ہوا۔

لاذقیہ کی فتح:

یہ دور اندیش قائد اور سپہ سالار کیا ہی خوب تھا، جسے دشمن کی افواج کو اچانک دبوچنے کا فن بھی آتا تھا، اگر اس کا پتہ کرنا ہو تو "لاذقیہ" کی سرزمین سے پوچھو وہ تمہیں بتائے گی۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ "لاذقیہ" کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں، اس کا ایک بہت بڑا دروازہ تھا، جسے کھولنا ممکن نہ تھا، ہاں، ایک بہت بڑی جماعت ہوتی تو تب اسے کھولنا ممکن تھا۔

مسلمان اس سے دور ہی فاصلہ پر پڑاؤ ڈالتے ہیں، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ بڑے بڑے گڑھے کھودے جائیں، اتنے وسیع ہوں کہ ایک گھڑ سوار، گھوڑے پر سوار ہو بھی تو چھپ جائے، اس سے مسلمانوں نے دشمن کو یہ جھانسہ دیا کہ ہم واپس لوٹ جانے والے ہیں اور سواریاں تیار کر لیں اور سامان باندھنا شروع کر دیا، جب تاریکی شب چھا گئی تو واپس لوٹ کر ان گڑھوں میں چھپ گئے اور لاذقیہ والوں نے صبح ہوئی تو انہوں نے خیال کیا کہ مسلمان تو واپسی کا راستہ اختیار کر چکے ہیں، انہوں نے اپنے جانور وغیرہ لیے اور باہر کام کاج کے لیے چلے گئے، اور شہر کے باہر پھیل گئے، وہ یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے کہ مسلمان تو للکارتے ہوئے ان کے ساتھ ہی شہر کے دروازے میں سے داخل ہو گئے

[1] الجهاد، لابن مبارك منقول از سير امام ذهبي: ۱/ ۱٦ اسناده قوی اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (ار نوؤوط)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور اسے زبردستی کھول دیا اور لاذقیہ بھی اسلامی قلمرو میں آ گیا۔ (الحمدللہ)

ایک خاص بات:

مشہور یہ ہے کہ لاذقیہ کے فاتح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تھے، صحیح بات یہی ہے کہ حضرت عبادہ نے حضرت ابوعبیدہ کو مشورہ دیا تھا لیکن حکم ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہی دیا تھا اور حکم سے ان کی قیادت میں ہی لاذقیہ کو زیرنگین کیا تھا۔ [1]

جب امت کے امین کی دعوت نے اثر دکھایا:

آغاز جنگ سے پہلے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ رومیوں کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، جب ان کے پاس جاتے ہیں، تو ان کے ساتھ حضرت یزید بن سفیان رضی اللہ عنہما ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ، حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ رومی فوج کے سالار کے پاس پہنچتے ہیں جو کہ شاہ روم میں جس کا نام ''تذارق'' تھا اس کے ساتھ اس کا بھائی بھی تھا، اس قائد کو دعوت توحید دیتے ہیں، یہ تب کی بات ہے، جب معرکۂ یرموک ابھی برپا نہ ہوا تھا، یہ معرکہ اس دعوت کو ٹھکرانے کے بعد پیش آیا۔ [2]

وزیر مملکت روم، ''ہاہان'' کی طرف سے ایک رومی ایلچی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتا ہے اور یہ مطالبہ لے کر آیا تھا کہ ابوعبیدہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ہاہان کے پاس انہیں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجیں تا کہ کوئی مفاہمت کی صورت نکل آئے اور جنگ نہ ہو۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسے دعوتِ اسلام دی، اللہ تعالیٰ نے اس کو توفیق عطا کی اور شرح صدر کر دیا، اس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی دعوت کو بغیر دباؤ برضاوخوشی قبول کر لیا اور بلند آواز سے پکارا تھا:

((اِشْهَدُوْا بِاَجْمَعِكُمْ اَنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ))

''تم سب کے سب گواہ رہو، میں مسلمان ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔''

یہ اعلان ایمان افروز سنتے ہی مسلمانوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی، تمام مسلمان مسرت و شادمانی سے اس سے مصافحہ کر رہے ہیں، اس کے لیے دعائے خیر کرتے اور اس کی حوصلہ افزائی کے لیے اپنے بہترین جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

اے ہمارے بھائی! تمہاری عزت، تمہاری محبت، و الفت، اور تمہاری کرامت ہمارے نزدیک اتنی بڑھ گئی ہے کہ اب آپ ہم سے ہر ایک مسلمان کے حقیقی بھائی کے مرتبہ پر ہیں۔ رومی نے اس بات کی تائید میں واقعتاً چشم کشا عکاسی کی ہے۔ میں نے تمہارے کردار کی خوبیوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا ہے، اسی لیے تو اسلام کے زیور سے آراستہ ہوا ہوں، یہ واقعہ جنگ ''فحل'' سے پہلے کا ہے۔ [3]

---

[1] بلاذری: ۱۳۷، ابن اثیر: ۲/ ۱۹۰.

[2] البدایه والنهایه: ۷/ ۹.

[3] فتوح الشام ازدی: ۱۹۸، کتاب الفتوح ابن اعثم: ۱/ ۲۳۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حیرت انگیز جرنیل:

شام کے علاقہ میں جتنے بھی ملک شام کو دشمن سے پاک کرنے کے لیے معرکے ہوئے وہ بہت ہی بڑے تھے، خصوصاً یرموک کی جنگ میں کامیابی بہت مفید تھی، جس سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت اور نمایاں ہو جاتی ہے، وجہ یہ ہے کہ اس جنگ کے دوران ہی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ پیغام آ چکا تھا، تمام افواج کے سپہ سالار تم ہو، لیکن انہوں نے یہ حکم خفیہ رکھا، یرموک کے خطرناک معرکہ میں قیادتِ عامہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں ہی رہنے دی، جب یرموک کا معرکہ سر ہوا تو اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے افواج کی سالاری کا عہدہ سنبھالا، پھر دشمن کا صفایا کرنے کے لیے معرکہ کے میدانوں میں اتر پڑے اور اس میں ایسی نمایاں کامیابیاں حاصل کیں کہ فوجی تاریخ میں جو ایک معجزہ سے کم نہیں۔ جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ وہ رومی جو سخت جنگ جو تھے، مسلمانوں پر ہر لحاظ سے فوقیت رکھتے تھے، ان سے مقابلہ آرائی کرنا اور پھر اتنی تیز رفتاری سے فتوحات حاصل کرنا اور پھر قابل صد آفرین یہ بات ہے کہ ان علاقہ جات پر کامرانیوں کے جھنڈے لہرانے کے عوض جو مسلمانوں نے قربانی دی وہ بہت ہی تھوڑی ہے، اتنا زیادہ علاقہ زیر نگیں کیا مگر اس کے باوجود جانی نقصان بہت کم ہوا ہے۔[1]

واہ! اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ! تم کیا ہی خوب جرنیل ہو جنہوں نے پورے روم کی سرزمین کو اسلام کی قلمرو میں داخل کر دیا اور ان پر اپنی فتوحات کی دھاک بٹھا دی۔ لوگو! تم نہیں جانتے رومی کون تھے، جنہیں زیر اثر کیا، یہ بنو اصفر رومی ایک سخت دیوار تھے، دیوار ہی نہیں بلکہ ایک مضبوط قلعہ کی مانند تھے، جنہیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے زمین بوس کیا اور سرزمین شام سے باہر دھکیل دیا تھا۔

فتح فلسطین:

مسلمانوں کی فوج فتوحات کرتی ہوئی فلسطین (ایلیاء) یعنی بیت المقدس تک پہنچ گئی، یہ اسلامی فتوحات کی روشنی مشک عنبر و کستوری بکھیرتی ہوئی، بیت المقدس کی دیواروں تک پہنچ جاتی ہے، یہ آخری علاقہ تھا، جو فتح ہونے میں باقی رہ گیا تھا، دیگر تمام شام کا علاقہ نورِ اسلام کی کرنوں سے منور ہو چکا تھا، اور مسلمانوں کی ملکیت میں آ چکا تھا۔

بیت المقدس کا محاصرہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کر لیا، یہاں کے باسیوں نے مطالبہ کیا کہ جس طرح تم نے اہل شام سے مصالحت کی ہے ہم سے بھی کر لو، لیکن ایک شرط ہے کہ صلح نامہ طے کرنے کے لیے خود امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئیں، وہ اپنی سرپرستی میں یہ معاہدہ لکھیں، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ ان کا مطالبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کروا کر مدینہ منورہ بھیجا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لائے، معاہدہ لکھا، اس طرح بیت المقدس بھی فتح ہوا اور یہ فتح کی آخری سنہری کڑی بھی پہلی فتوحات کے سلسلے سے وابستہ ہو گئی۔ لوگو! پردہ غیب سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مجھے دلفگار انداز پر پکارتے نظر آ رہے ہیں اور تم جانتے ہو وہ کیا کہہ رہے ہیں، وہ کہتے ہیں۔ ہائے حسرت! وائے افسوس! کیا ہم

[2] قادة فتح الشام و مصر، لواء الرکن: ٨٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے فلسطین اور بیت المقدس اس لیے فتح کیا تھا کہ ہماری ناہنجار اولاد اسے یہود کے حوالے کر دے۔

کیا اس لیے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے

دنیا کی عیش پرستی سے صاف جرنیل:

آہ! یہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہیں، دنیا کی رنگینیاں اور رعنائیاں کسی طور اور کسی وقت بھی ان کے دل میں نہیں اتر سکیں یہ اگرچہ جسمانی طور پر دنیا میں چلت پھرت رکھتے تھے، مگر روحانی طور پر وہ رب رحمان کی جنت کے مہمان تھے، ان کا مطمح نظر ہی حصول جنت تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ چار ہزار دینار اور چار سو درہم ان کے پاس ایک ایلچی کو دے کر بھیجتے ہیں اور اسے حکم دیتے ہیں، یہ غور رکھنا کہ حضرت ابوعبیدہ انہیں کیا کرتے ہیں۔ جب یہ رقم حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حاصل کی تو اسے غرباء اور ضرورتمندوں پر تقسیم کر دیا، ایلچی نے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتائی کہ ابوعبیدہ نے وہ سارا مال تقسیم کر دیا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اظہار تشکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تمام تعریفات اس اللہ عزوجل کے لیے ہیں، جس نے اسلام کو ایسے صاحب مروت فرزند عطا کیے ہیں، جو سخاوت کے ایسے بے مثال کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔ [1]

جرنیل کی سادگی پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آنسو چھلک پڑے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب تحریر معاہدہ کے لیے شام کے علاقہ میں تشریف لائے تو امرائے لشکر اور بڑے بڑے رؤساء نے ان کا استقبال کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے عرض کی حضرت آپ کا بھائی کون ہے؟ فرمایا: ''ابوعبیدہ بن جراح میرا بھائی، وہ کہاں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، وہ ابھی آپ کے پاس آئیں گے؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آرہے ہیں، اونٹنی کو ایک رسی کی نکیل ڈال رکھی ہے اور پہنچتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام کہا اور جو اردگرد تھے انہیں بھی سلام کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے کہتے ہیں، آپ چلے جائیں، ہم نے ایک علیحدہ بات کرنا ہے، وہ لوگ چلے گئے اور امیر المومنین حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں ان کے گھر تشریف لائے، وہاں داخل ہوتے ہیں، گھر کے در و دیوار پر نظر ڈالتے ہیں، وہاں سوائے تلوار اور ڈھال کے اور کچھ دکھائی نہ دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ابوعبیدہ! کچھ سامان آرائش اور زیبائش تو حاصل کرتے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

امیر المومنین! یہ سامانِ تعیش ہمیں آرام طلب بنا دے گا، اس لیے میں محتاط ہوں۔ [2]

ایک دوسری روایت میں اس سے زیادہ تفصیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا، مجھے اپنے دولت خانہ پر تو لے چلو، انہوں نے کہا: امیر المومنین! آپ میرے غریب خانہ پر جا کر کیا کریں گے، وہاں میری حالتِ زار پر آپ چند آنسو ہی بہائیں گے۔

[1] طبقات: ٣/ ٤١٣.
[2] الاصابہ: ٤/ ١٢، اسد الغابہ: ٣/ ٨٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے گھر جاتے ہیں، مگر گھر میں کچھ دکھائی نہ دیا، پوچھا، گھر کا سامان کہاں ہے؟ مجھے تو صرف ایک گدا ایک پیالہ اور ایک مشک نظر آ رہی ہے، آپ امیر لشکر ہو اتنی بے سروسامانی میں ہو، ابوعبیدہ! کیا تمہارے پاس کھانا ہے، حضرت ابوعبیدہ ایک ٹوکری کی جانب لپکتے ہیں، اس سے چند ٹکڑے جو کی روٹی کے نکالتے ہیں اور کہتے ہیں یہ میری خوراک ہے، یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! میں نے کہا تھا کہ میرا گھر نہ پوچھو اور آپ کو رونا پڑے گا، بس اتنا کھانا ہی کافی ہے، جو منزل مقصود تک لے جائے، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخ ساز تبصرہ فرمایا۔ ''ابوعبیدہ! دنیا نے ہم سب پر اپنا اثر دکھایا ہے، لیکن دنیا تجھے متاثر نہیں کر سکی۔'' [1]

جود سخا کا بحرِ پیکراں:

مالک بن دینار بیان کرتے ہیں، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار ایک تھیلی میں بند کیے اور غلام سے کہا: ''جاؤ یہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جانا پھر ان کے گھر میں ہی رہنا اور دیکھنا وہ کیا کرتے ہیں۔''

وہ غلام جاتا ہے اور دینار پیش خدمت کرتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہتا ہے یہ چار سو دینار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھیجے ہیں، اسے اپنی کسی ضرورت میں صرف کر لینا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دعا دی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تو صلہ رحمی کا حق ادا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں صلہ رحمی اور ملاپ کا بدلہ دیں اور اللہ تعالیٰ ان پر رحم کریں، پھر لونڈی سے کہا، ادھر آؤ، یہ سات دینار لے جاؤ، فلاں کو دے دو، یہ پانچ فلاں کو دے، اسی طرح سب تقسیم کر دیتے ہیں۔ اب وہ غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آ کر بتاتا ہے کہ انہوں نے سب تقسیم کر دیئے ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دینار بھجوائے اور غلام وہاں بھی رکا رہا، دیکھے کہ وہ کیا کرتے ہیں، انہوں نے بھی پہلے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اور انہیں صلہ رحمی کا عوض عطا کرے۔ اور لونڈی سے کہا، جاؤ، فلاں کے گھر اتنے دے دو اور فلاں کو اتنے دے دو۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو گھر کی خبر نہ تھی، بیوی جھانک کر کہتی ہے، واللہ! ہم بھی مسکین ہیں، ہمیں بھی دو، اب صرف دو دینار باقی تھے، وہ بیوی کو تھما دیئے۔ غلام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے گھر واپس آتا ہے، اس کارکردگی کی اطلاع دیتا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت ہی زیادہ خوش ہو کر کہتے ہیں، یہ سب بھائی بھائی ہیں، ان کی کارکردگی ایک دوسرے کی مانند ہی ہوتی ہے۔ [2]

تھیں میری اور رقیب کی راہیں جدا جدا
آخر کو منزل جاناں پہ دونوں ایک ہو گئے

یہ جرنیل اعظم جب دنیا سے رخت سفر باندھتا ہے:

حارث بن عمیرہ کہتے ہیں، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور کہا، میں تمہیں ابوعبیدہ کی جانب بھیج

---

[1] صلاح الامة: ٥١٤.

[2] صفة الصفوة: ١/ ٤٩١، حلية الاولياء: ١/ ٢٣٧، سير اعلام النبلاء: ١/ ٤٥٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہا ہوں، ان کی خیریت دریافت کریں، کیونکہ میں (معاذ) اور وہ ابوعبیدہ دونوں زخمی ہوئے ہیں۔ حارث گئے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں نیزے کا وہ کاری زخم دکھایا جو ہتھیلی کے آر پار ہو گیا تھا، حارث ایسے خوفناک زخم کو دیکھ کر گھبرا گئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر کہا، راہِ خدا میں لگنے والے زخم کی جگہ اگر مجھے سرخ قیمتی اونٹ مل جائیں، تو مجھے پسند نہیں، میرے نزدیک یہ زخم اتنا باعثِ اجر ہے۔ [1]

آخری لمحات میں ساتھیوں کو نہیں چھوڑ سکتا:

قیس بن مسلم، طارق سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب شام کے علاقہ میں طاعون پھیل چکا تھا، تو حضرت ابوعبیدہ کو لکھا، مجھے آپ سے بہت ہی ضروری کام ہے، جلد میرے پاس آئیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب وہ خط پڑھا تو کہا، امیر المومنین کے بہت ضروری کام کو میں جان گیا ہوں، وہ مجھے طاعون سے بچانے کے لیے اور میری بقاء چاہتے ہوئے مجھے بلا رہے ہیں، بھلا اس دنیا میں کوئی باقی رہنے والا ہے، یہاں سے تو جانا ہی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب لکھا کہ مجھے آپ کے ضروری کام کا علم ہے، براہِ کرم مجھے اپنے اس پختہ حکم پر عمل درآمد نہ کرنے پر معذور تصور کیجئے، میں مسلمانوں کے لشکروں کے درمیان موجود ہوں، میں ان سے بے وفائی اور بے رغبتی نہیں کر سکتا، میں یہیں رہوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ خط پڑھا تو اشکبار ہو گئے، اسی دوران کسی نے کہا، امیر المومنین، کیا ابوعبیدہ وفات پا گئے ہیں، تب رو رہے ہو، کہا، نہیں ابھی تک تو زندہ ہیں۔

اللہ کی قدرت، ادھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، ادھر طاعون کی وبا بھی چھٹ گئی۔

تفصیل یوں ہے کہ ایک دن امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے وسیع اسلامی سلطنت کے معاملات میں مصروف اصلاح تھے کہ ایک آدمی نے اطلاع دی کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے ہیں، یہ سنتے ہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات برسنے لگی، اشکوں کے بوجھ سے آنکھیں نہ کھلتی تھیں، سرنگوں ہیں، آنکھیں کھولتے ہیں، ان کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور ان کے ساتھ گزرے ہوئے وقت اور کارناموں کو یاد کرتے ہیں، اور ان یادگار لمحات کو یاد کرتے ہوئے ایک مشفق اور صابر دوست کی مانند ساتھ ساتھ آنسو بہاتے ہیں۔ [2]

تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

ابوعبیدہ تم میری سانسوں میں بستے ہو:

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک نہایت قیمتی آرزو کا اظہار فرماتے ہیں، کبھی ایسا ہوتا تھا کہ یکے بعد دیگرے اپنے بھائیوں اور احباب کی جدائی کے غم اور صدمہ سے دل بھر جاتا تھا، ایک مرتبہ یوں غم ہلکا کرتے ہیں اپنے

[1] طبرانی کبیر: ٣٦٤، حاکم: ٣/ ٢٦٣، شہر بن حوشب کے علاوہ باقی سب راوی ثقہ ہیں، ان کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے۔
[2] سیر اعلام النبلاء: ١/ ١٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گرد بیٹھنے والوں سے کہتے ہیں۔ کوئی تمنا اور امنگ بتاؤ۔

ایک نے کہا، میری خواہش یہ ہے کہ میرا یہ گھر سونے سے بھرا ہو، اور اسے میں اللہ کی راہ میں خرچ کروں، فرمایا کوئی اور تمنا کرو، ایک آدمی نے کہا، میری تمنا ہے، میرا گھر موتی، جواہرات اور ہیروں سے بھرا ہو میں انہیں اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں، حضرت عمر نے کہا اور تمنا کرو۔

لوگوں نے کہا، امیر المومنین ہمیں سمجھ نہیں آ رہا اور کیا تمنا کریں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تمنا کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ میرا غریب خانہ ہو، اس میں ابوعبیدہ بن جراح، معاذ بن جبل، سالم مولی ابی حذیفہ اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم جیسی نابغۂ روزگار ہستیاں رونق بخش ہوں۔ [1]

یوں اس امت کا امین اس سرزمین پر جان، جان آفرین کے سپرد کرتا ہے، جسے اس نے فارسیوں کی بت پرستی اور رومیوں کی جفاکشی سے پاک کیا تھا، وہاں آج یہ اردن کی نمناک مٹی کے نیچے آسودۂ خاک ہیں اور یہ شرافت کا پیکر زیر خاک ہے اور یہ سراپائے خیر روح محو خواب ہے اور یہ نفس مطمئنہ قرار پکڑے ہوئے ہے، ان کی قبر کا تمہیں علم ہو یا نہ ہو، لیکن جب تم ان کا کھوج لگانے نکلو گے تو تمہیں ان تک رسائی کے لیے کسی قائد کی ضرورت نہ ہوگی، کیونکہ ان کی قبر کی خاک کے ذرّات کی مہک خود تمہیں ان کی خبر دیں گے اور ان کے خنک جھونکے تمہارے دامن دل کو اپنی جانب کھینچ لیں گے۔ رضی اللہ عنہ [2]

دور ویرانے کو جب ہم آباد کریں گے
پھر یہ بستی کے لوگ ہمیں یاد کریں گے

---

[1] مستدرک حاکم: ۳/ ۲۲۶، وصححه ووافقه الذهبی.

[2] رجال حول الرسول: ۳۱۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

11

سرگزشتِ سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صہیب سے مخاطب ہو کر ان کی حیاتِ تگ و تاز کو دو لفظوں میں پرو دیا تھا۔ ابو یحییٰ! تم نے بہت ہی نفع بخش تجارت کی ہے۔ تفصیل آئندہ آئے گی۔ ان شاء اللہ

پروان گاہ:

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ خوشحال گھرانہ میں پروان چڑھے، جس پر نعمت و سعادت ہمیشہ سایہ فگن رہی تھی، آپ کے والد محترم ''ابلہ'' علاقہ کے حاکم اور کسریٰ شاہِ ایران کی جانب سے اس پر عامل و گورنر تھے، سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد کے ساتھ اس محل میں پرسکون زندگی گزار رہے تھے، جو دریائے فرات کے کنارے، جزیرہ اور موصل کے قریب سر اٹھائے پہاڑ کی مانند کھڑا تھا۔ آپ کے والد بنو نمیر میں سے تھے، اور والدہ بنو تمیم میں سے تھیں، لیکن انہیں شہرت صہیب رومی کے نام سے ملی، کیونکہ انہوں نے طویل عرصہ روم کے علاقہ میں گزارا تھا۔

نعمتوں میں پروردہ صہیب جب اسیر ہو گیا:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اس سعادت مندی اور نعمت افزا زندگی کی پر بہار سانسیں گزار رہے تھے کہ اچانک صدمہ سے دو چار ہوئے۔ ان کی والدہ انہیں لے کر سیر و تفریح کے لیے باہر نکلی، نوکر چاکر بھی ساتھ تھے، عراق میں ''الثنی'' بستی تھی، جہاں یہ گئی، اچانک اس علاقہ پر رومیوں نے حملہ کر دیا، اسی افراتفری میں چوکیدار قتل ہو گئے، رومیوں نے ان کا مال لوٹ لیا، بچوں کو قیدی بنا لیا، حضرت صہیب بھی ان میں قید ہو گئے، اور غلاموں کے بازاروں میں فروخت ہوتے ہوئے، جگہ جگہ منتقل ہوتے رہے، ایک آقا کی خدمت کی کبھی دوسرے کی خدمت میں پھنس گئے، اسی طرح گردشِ دوراں کے تھپیڑے کھاتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ ایک قول ہے، مکہ میں انہیں عبداللہ بن جدعان نے خریدا اور آزاد کر دیا۔ دوسرا قول ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اپنے آقاؤں کی غلامی کے چنگل سے بھاگ کر مکہ مکرمہ تشریف لے آئے، اور عبداللہ بن جدعان کے حلیف ہو گئے، اور اس کے ساتھ مل کر تجارت میں مصروف ہو گئے اور صاحب ثروت و دولت بن گئے۔

جب نورِ اسلام نے کشش دکھائی:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا انتظار کر رہے تھے، خصوصاً اس وقت تو ان کا انتظار بے چینی میں بدل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا، جب انہوں نے ایک عیسائی کاہن سے سنا، جو اپنے ایک آقا کو بتا رہا تھا کہ وہ زمانہ قریب آچکا ہے کہ جزیرۂ عرب کے شہر مکہ میں ایک نبی نمودار ہونے والے ہیں، جو کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی رسالت کی تصدیق کریں گے۔ اور لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نورِ اسلام سے منور کریں گے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جب مکہ پہنچے اور تجارت کے پیشہ میں مشغول ہو گئے، اور مال و دولت کے کثرت سے مالک ہوئے تو اب انہیں دنیا کی دولت کی آرزو نہ رہی تھی، بلکہ ان کا دل ایک عظیم ترین دولت کی جانب جھانک رہا تھا، وہ دولتِ اسلام جس سے یہ اپنا دامن مالا مال کرنا چاہتے تھے، چنانچہ کچھ عرصہ ہی ٹھہرے تھے کہ اس صدائے قلب کو سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں، یہ سنتے ہی اسلام کی طرف لپکے اور جلدی سے کلمہ شہادت پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمنواؤں کی صف میں شامل ہو گئے۔

اور دل منور ہو گیا:

ایک دن مکہ میں یہ کھسر پھسر ہونے لگی کہ محمد بن عبداللہ ایک نئے دین کی طرف دعوت دے رہے ہیں، یہ ایک ایسا دین ہے، جو ایک ہی معبود کی جانب بلاتا ہے اور تمام بتوں سے حتیٰ کہ لات، عزیٰ اور ہبل جیسے نامور بتوں کو دور بھگاتا ہے۔ اب آہستہ آہستہ کھسر پھسر ایک بلند صدا میں تبدیل ہو جاتی ہے، جو ایک خواب سمجھا جاتا تھا وہ نمایاں ہوتا ہے اور دعوتِ اسلام کے خدوخال روشن ہو کر نظر آنے لگتے ہیں، جادۂ حق نے سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ کے دل کی دنیا میں بھی راہ بنالی۔

آپ رضی اللہ عنہ دریافت کرنے کے لیے نکلتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں، آگے سے جواب ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتوں کی بندگی سے آزادی کی طرف بلاتے ہیں، آپس میں رحمدلی کا پرچار کرتے اور مساوات کا سبق دیتے ہیں، عدل و انصاف سے ہمکنار کرتے اور ظلمات سے نکال کر نورِ اسلام کی راہ دکھاتے ہیں ایک دن علی الصبح ابھی مکہ کی زندگی خواب شیریں کے مزے لے رہی تھی، کاروانِ زندگی کے رگ و پے میں ابھی حرکت جاری نہ ہوئی تھی، اور ابھی لوگ اپنے گھروں سے باہر نہ آئے تھے، صبح کے خاموش اجالے میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ارقم بن ابی ارقم کے گھر کا قصد کرتے ہیں، نہایت ہی محتاط ہیں اور مڑ مڑ کر دیکھتے ہیں کہ کوئی نگاہ ان کی گھات میں تو نہیں لگی، جب دار ارقم کے دروازے پر پہنچتے ہیں، تو وہاں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما موجود ہوتے ہیں، اس سے پہلے ان کی سیدنا عمار سے جان پہچان تھی، لحظہ بھر تردد کے بعد، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ان کے قریب ہوئے اور کہا، اے عمار! کیا ارادہ ہے، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، اے صہیب تم بتاؤ، تم کیا چاہتے ہو، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

میں اس آدمی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، تاکہ میں ان کی بات سن سکوں کہ وہ کیا دعوت دیتے ہیں، حضرت عمار نے کہا، یہی میرا ارادہ ہے، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا، تب تو ہم اکٹھے ہی آپ سے ملاقات کریں گے، اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔

حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے اور آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی گفتگو سنتے ہیں، ان کے سینوں میں نورِ ایمان چمک اٹھتا ہے اور جلدی سے دونوں کے ہاتھ آپ ﷺ کی جانب بیعت کے لیے بڑھتے ہیں، اور زبان سے پکارتے ہیں، ''لا الہ اللہ محمد رسول اللہ ﷺ'' یہ اقرار کرنے کے بعد اپنا سارا دن آپ ﷺ کے ساتھ گزارتے ہیں، آپ ﷺ کے بحرِ بے کراں سے علومِ دین کا پانی اپنے دلوں میں بھرتے ہیں اور آپ ﷺ کی سیرت کی گھاٹ سے آبِ شیریں کے گھونٹ بھر بھر کر سیراب ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کی صحبت باصفا کی مشک عنبریں کی نعمت سے مسام ایمان کو معطر کرتے ہیں، جب رات کی تاریکی چھا گئی، اور آمد ورفت پر سکون ہوئی، تو حضرت صہیب رومی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اندھیرے کی پرچھاؤں میں چھپتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کی جانب چلے جاتے ہیں اور اپنے سینوں میں نورانیت اور ہدایت کے وہ روشن مینار لیے ہوئے جا رہے تھے، جو اپنی ضیا پاشیوں سے ساری دنیا میں جگمگاہٹ پیدا کرنے کے لیے کافی تھے۔ [1]

اللہ کی راہ میں مصائب کے پہاڑ اٹھائے:

مسلمان ہونے کے بعد حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی حیاتِ نو کا آغاز ہوتا ہے، انہوں نے یہ محسوس کیا کہ دار ارقم میں داخل ہونے کے بعد میری اصل زندگی نے جنم لیا ہے، ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ'' کی شہادت کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ اپنے گمشدہ ہدف تک اب مجھے رسائی ہوئی ہے، اس احسان نو کے جلد ہی بعد انہیں اپنی گزشتہ زندگانی بے حقیقت نظر آنے لگی، بلکہ وہ حافظہ سے ہی محو ہو گئی۔ اب آپ کی نئی زندگی بہت ہی گہری اور پر مغز اور بامقصد تھی، نورِ ایمان آپ کے چہرے کی سلوٹوں سے نکل کر فضا میں بلند ہو رہا تھا، کلمۂ توحید آپ کی حیاتِ مستعار کے در و دیوار کو روشن کر رہا ہے۔ جس وقت سے اسلام کی صدائے دلنواز کانوں میں رس گھول رہی اور عرب کی فضائے محیط میں بلند ہو کر گونج بپا کر رہی تھی، اسی وقت سے مشرکوں نے یہ قرارداد پاس کر رکھی تھی کہ اسلام کے خلاف ہمارا اعلان جنگ ہے اور جو بھی اسلام میں داخل ہوا سے اذیت ناک سزا دیں گے۔

قریش نے جب یہ دیکھا کہ بے بسوں اور ناتواں لوگوں پر مشتمل جماعت بھی اللہ کے دین میں فوج در فوج اور موج در موج داخل ہو رہی ہے تو ان کے غضب کا لاوا اور جوش مارنے لگا ان کے پاس، اپنے اس غیظ و غضب کو ٹھنڈا کرنے کا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا، صرف ایک ہی تھا، کہ کمزور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں اور جو مسلمان ہو کر محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں، انہیں مشق ستم بنائیں۔ [2]

اس کی تفصیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زبانی سماعت فرمائیں: سب سے پہلے اسلام کی حقانیت کا اظہار کرنے والے سات افراد تھے۔ (۱) خود رسول اکرم ﷺ، (۲) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، (۳) حضرت عمار رضی اللہ عنہ، (۴) حضرت عمار کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا، (۵) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، (۶) حضرت بلال رضی اللہ عنہ، (۷) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، رسول

[1] رجال مبشرون بالجنة: ٤٥٠، صور من حياة الصحابة: ٢/ ٢٠١.

[2] رجال مبشرون بالجنة: ٤٥١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت آپ کے چچا ابو طالب نے کی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حفاظت میں ان کی قوم ان کے شانہ بشانہ کھڑی تھی، بے یار و مددگار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشرکوں نے پکڑ لیا اور لوہے کا لباس پہنایا اور چلاتی دھوپ میں انہیں لٹایا، انہیں تشدد کا نشانہ بنایا اور انہیں دباؤ میں لے آئے، مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان مصائب کے پہاڑوں کے سامنے سینہ سپر رہے، اللہ تعالیٰ کی ذاتِ کے مقابلہ میں یہ جان کو قربان کرنا بھی ایک معمولی کام تصور کرتے تھے، مشرکوں کے لیے انہیں سزا دینا آسان کام تھا، انہیں پکڑتے اور مکہ کے اوباش لونڈوں کے حوالہ کرتے، وہ انہیں مکہ کی سنگلاخ گھاٹیوں میں گھماتے پھرتے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ پکارتے۔ احد احد کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ انہی گونا گوں تکالیف سے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی دوچار تھے، لیکن ان اذیت ناک بدسلوکیوں پر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ صبر کرتے اور اللہ تعالیٰ کے قضا وقدر کے فیصلوں پر راضی رہتے اور اللہ تعالیٰ سے حاصل ہونے والے انعامات کے شوق سے اور اپنے نبی کی اطاعت میں سخت ترین تکلیف کو آب شیریں سمجھتے تھے، کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ جنت کے گرد مصائب و مشکلات کی باڑ ہے، جس سے گزر کر ہی جنت کے حسین مناظر کا لطف اٹھایا جا سکتا ہے۔ ❶

لبھا لیا ہے دل کو رسم دنیا نے
ستمگروں سے ستم کی شکایتیں بھی گئیں

واہ! صہیب تم نے جنت لوٹ لی:

مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کا آغاز ہو چکا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کی شاہراہ پر رواں دواں ہیں، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے دل میں ہجرت کا شوق انگڑائی لیتا ہے، سفر ہجرت سے پہلے قریش کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا تمام مال قربان کر دیتے ہیں، مقصد صرف یہ تھا کہ مشرک مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملنے میں بھی دیوار نہ بنیں، بلکہ میری راہ چھوڑ دیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے جو مال و دولت قربان کیا، انہیں اس کا بہت بڑا انعام ملا، کہ ان کا ذکر قرآن پاک میں ہوا جو قیامت تک تلاوت کیا جائے گا اور حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو یحییٰ! یہ سیدنا صہیب کی کنیت ہے، تم نے نفع بخش سودا کیا ہے۔''

آیئے! یہ روح پرور واقعہ جو قلب و نظر میں اطمینان کی ٹھنڈک پیدا کرتا ہے، ذرا تفصیل سے سماعت فرمائیں: جب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ راہِ ہجرت پر گامزن ہونے والے تھے، تو اہل مکہ نے ان کا پیچھا کیا اور گھیرے میں لے لیا، تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنا ترکش کھولا، اور تیر زمین پر بکھیر دیئے، جن کی تعداد چالیس تھی، اور کہتے ہیں: ''میرے تک تمہاری رسائی نہ ہوگی اور جتنی تعداد میں یہ تیر ہیں، اتنی ہی تعداد میں آدمیوں کے سینوں میں یہ پیوست ہوں گے، اور پھر

❶ مستدرک: ۳/ ۲۷۴، صحیح الاسناد ولم یخرجاہ صحیح ہے، ذہبی، الحلیہ: ۱/ ۱۴۹، الاستیعاب لابن عبدالبر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد میں شمشیر بکف ہو جاؤں گا اور جب تک اس میں دندانے نہ پڑیں گے، اس وقت تک تمہاری لاشوں کے ڈھیر لگاتا رہوں گا۔

تمہیں معلوم ہے کہ میں نے مکہ میں دو لونڈیاں چھوڑی ہیں، جاؤ! وہ تمہاری ملکیت کرتا ہوں، اور میرا رستہ چھوڑ دو۔ ادھر مدینہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾ (البقرہ: ۲۰۷)

''اور لوگوں میں سے جو اپنی جان بھی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئیوں کی خاطر فروخت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی اپنے ایسے بندوں کے ساتھ حد درجہ شفقت رکھتے ہیں۔'' [1]

ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو ان سے مکہ والوں نے کہا: اے صہیب! جب تم ہمارے ہاں آئے تھے، تو بے مال اور کم حیثیت آدمی تھے، اب تمہارے حالات بدل چکے ہیں اور اب تم صاحب مال ہو۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر میں اپنا مال یہیں مکہ چھوڑ دوں تو پھر تم میرا راستہ چھوڑ دو گے، انہوں نے کہا: ہاں، میں نے مال تمہارے لیے چھوڑ دیا، یہ بات جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''رَبِحَ صُهَيْبٌ رَبِحَ صُهَيْبٌ'' ''صہیب نے بہت ہی نفع بخش تجارت کی، صہیب نے بہت ہی نفع پرور تجارت کی۔'' [2]

دنیا کی ساری دولت سے قیمتی اعزاز:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے اپنا خواب سنایا کہ مجھے تمہاری ہجرت گاہ دکھائی گئی ہے، وہ ایک ایسی جگہ جو ''حرہ'' کے درمیان ہے، جو شور اور کلر والی زمین ہے، یہ یا تو ہجر کا شہر ہے، یا پھر یثرب ہے۔ (یعنی مدینہ منورہ)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے، تو میں نے (صہیب) بھی آپ کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا، تو مجھے قریش کے چند نوجوانوں نے روک لیا، آپ تو چلے گئے، لیکن میں بیٹھتا نہ تھا، کھڑا ہی رہتا تھا، قریش کا خیال تھا کہ میں کسی پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہوں، حالانکہ میں قطعاً بیمار نہ تھا، وہ مجھے بیمار سمجھ کر سو گئے، میں ان کے درمیان سے گزر گیا اور مدینہ کی جانب چل دیا، جب انہیں میرے نکلنے کی اطلاع ہوئی تو ان میں سے کچھ لوگ مجھے ایک برید تقریباً بارہ میل دور آن ملے، میں نے ان سے کہا، میں تمہیں کچھ دینار دیتا ہوں اور تم مجھے چھوڑ دو، انہوں نے قبول کر لیا اور مجھے چھوڑ دیا، پھر میں نے انہیں کہا، فلاں دروازے کی دہلیز کے نیچے کھدوائی کرو، وہاں تمہیں دینار ملیں گے اور فلاں عورت کے پاس جاؤ، اس سے دو جوڑے لے لو، میں تمام مال لٹا کر اور انہیں بتا کر نکل گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبا میں

[1] مستدرك حاكم: ۳/ ۳۹۸، صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه.

[2] ابن سعد: ۳/ ۲۲۷، ورجاله ثقات.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آ گیا، آپ ابھی وہاں تشریف فرما تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ابو یحییٰ! بہت مفید تجارت کی ہے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ کہا، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً یہ خبر آپ کو جبریل علیہ السلام نے دی ہوگی۔ [1]

واللہ! ساری دنیا اپنی زیبائشوں، آرائشوں اور سروسامانیوں کو یکجا ڈھیر کرتے ہوئے آ جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو جو یہ اعزاز بخشا ہے کہ ابو یحییٰ تم نے کامیاب سودا کیا ہے، دنیا کی یہ ساری متاع گرانمایہ اس عزت وشرف کے سامنے ہیچ ہے۔

زندگی کا مشکبو گلدستہ:

کتب سیر کا مطالعہ کرنے سے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور اوصاف کا مختصر سا خاکہ یہ سامنے آتا ہے کہ آپ کا رنگ گہرا سرخ، سر کے بال گھنے اور قد درمیانہ تھا، رومیوں کے پاس ٹھہرنے کی وجہ سے زبان میں کچھ لکنت تھی، نہایت ہی خوش شکل اور خوش لباس تھے، عادات نہایت ہی شیریں دلکش تھیں، دل لگی اور خوش طبعی پسند کرتے تھے، بہت ہی ذہین وفطین اور حاضر جواب تھے، کریم النفس اور ہاتھ کے سخی تھے، یہ کوئی حیرت یا تعجب کی بات نہیں یہ امیر زادے تھے اور مکہ کے نامور جواد اور سخی عبداللہ بن جدعان کے حلیف اور ہم عہد تھے مسلمان ہونے کے بعد صفتِ سخاوت میں دو چند ہو گئے۔ [2]

خوش طبعی کا بڑا ہی پیارا واقعہ:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نہایت ہی ہلکی پھلکی طبیعت رکھتے تھے، ان کی مجلس میں بیٹھنے والا اکتاہٹ اور بوریت محسوس نہ کرتا تھا، بلکہ ہمہ وقت ان کے ساتھ ہمنشینی کا مشتاق رہتا تھا۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہجرت کے بعد جب قباء میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو رستہ میں میری آنکھ دکھنے لگی، اور درد ہونے لگا، جب میں قبا پہنچا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تر کھجوریں پڑی تھیں، جو آپ تناول فرما رہے تھے، میں بھی کھانے لگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! دیکھئے! یہ صہیب کھجوریں کھا رہے ہیں، جب کہ ان کی آنکھ خراب ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیب سے حضرت عمر والی بات کہی کہ صہیب تمہاری آنکھیں خراب ہیں اور کھجوریں کھاتے جا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں کھجوریں اپنی اس آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہو، جو صحیح ہے، یہ جواب سن کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔

ایک دوسری روایت میں کچھ مختلف یوں آتا ہے، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھجوریں اور روٹی پڑی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا، صہیب، قریب آ جاؤ اور کھانا کھاؤ، تو میں نے کھجوریں کھانا شروع کر دیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صہیب! کھجوریں کھائے جا رہے ہو اور آنکھ خراب ہے، میں نے عرض کی،

---

[1] البدایہ والنہایہ: ۳/ ۱۷۲.
[2] رجال مبشرون بالجنة: ٤٥٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں دوسری آنکھ والے حصہ سے کھجوریں چبا رہا ہوں جو درست ہے، یہ بات سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محظوظ ہوئے اور زیر لب تبسم فرمایا۔ ❶

اللہ کی راہ میں جہاد کا جذبہ:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے پہلے درجہ پر تھے، یہ واقعہ خود سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ اپنی زبانی بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس معرکہ میں شریک ہوئے ہیں: میں بھی آپ کے ساتھ حاضر ہوتا تھا، اور جب کبھی آپ نے بیعت لی ہو، میں بھی حاضر ہوتا تھا اور جب بھی کوئی فوجی دستہ فوج روانہ ہوتا، میں بھی موجود ہوتا تھا، کوئی بھی غزوہ خواہ آغازِ اسلام میں ہوا یا آخر زمانہ میں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں یا بائیں ضرور حاضر رہا ہوں۔ میں ہمیشہ صحابہ کرام کا ہر طرح سے محافظ رہا ہوں خواہ حالات کیسے بھی ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک میں نے آپ کو کبھی بھی اپنے اور دشمن کے درمیان نہیں ہونے دیا، بلکہ ہمیشہ آپ کو محفوظ رکھتے ہوئے دشمن کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ ❷

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند نگاہ میں مقام صہیب رضی اللہ عنہ:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بہت ہی زیادہ تھا۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب و جوار میں رہتے تھے کبھی آپ سے دور نہ ہوتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا مطمح نظر ہی یہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی سے دامنِ حیات مزین رہے، آپ رضی اللہ عنہ اسلام میں سبقت لے جانے والوں میں سے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور دیگر ناتواں مسلمانوں کو نہایت ہی احترام اور قدر کی نظر سے دیکھتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ اسلام کے وہ عظیم سپوت تھے جو اسلام کی ترازو میں رکھیں تو کفر کے سادات اور لیڈر آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بے وزن ہیں۔ ❸

درج ذیل حدیث پر غور کریں، تو آپ کو ہماری اس بات پر دلیل حاصل ہوگی۔ عائذ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے پاس آتے ہیں، انہیں دیکھ کر یہ صحابہ کرام آپس میں تاثرات بیان کرتے ہیں کہ کمی رہ گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی تلواروں نے دشمنانِ اللہ کا صحیح صفایا نہیں کیا، یعنی ہم سے کئی سردار بچ گئے ہیں، قتل نہیں ہوئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تم قریش کے سردار اور شیخ کے خلاف یہ باتیں کر رہے ہو، یہ کہہ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور جو کچھ ان ساتھیوں نے ابوسفیان سے کہا تھا اور حضرت

---

❶ طبقات: ۳/ ۲۲۸، ابن ماجه، فی الطب: ۳٤٤۳، اسناده صحیح، ورجاله ثقات: ۲/ ۲۱۳ بوصیری.

❷ صفة الصفوة: ۱/ ۱۷۷. ❸ رجال مبشرون بالجنة: ٤٥۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو انہیں کہا تھا، وہ سب بتا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تم نے کہیں انہیں غضبناک تو نہیں کر دیا کہ وہ تم سے غصہ ہو گئے ہوں، اگر تو نے انہیں غصہ میں ڈال دیا ہے، گویا تو نے اپنے رب کو غصہ میں ڈال دیا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں: اے میرے بھائیو! تم نے میری بات کا غصہ تو نہیں کیا، انہوں نے کہا، نہیں، بھائی جان ہم نے غصہ کیوں کرنا تھا، ہمارے محترم بھائی جان اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائیں، تب کہیں جا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سکھ کا سانس لیا۔ [1]

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام کے دل کی دھڑکن تھے:

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فانی دنیا سے جاودانی دنیا کی جانب تشریف لے گئے تو آپ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے راضی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوتے ہیں، یہ اسلام کے فرزندِ خاص تھے، انہوں نے شرک کے آثار مٹائے، مرتدوں سے جنگ آزما ہوئے، اسلام اور اہل اسلام کی بہتری کے لیے زندگی وقف کر دی۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ رہے، ان کی ماتحتی میں امورِ خلافت کی تمام ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے حد درجہ قدر دان تھے، وجہ یہ تھی کہ آپ جانتے تھے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نہایت درجہ عزت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اور دیگر ناتواں صحابہ کا دلی احترام کرتے تھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آخری لمحات تک انہیں یاد کرتے رہے:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا جو مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں تھا، وہی مقام و عظمت انہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حاصل تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت کرتے، دینی امور اور غزوات کے متعلقہ معاملات میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مشیرِ خاص تھے اور مسلمانوں کے متعلق امور و معاملات کی انجام دہی میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نمائندہ تھے۔ [2]

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا: اے صہیب! تمہارا لڑکا یحییٰ نامی موجود نہیں اس کے باوجود تم ابو یحییٰ کہلواتے ہو؟

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ابو یحییٰ کنیت سے مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوازا تھا، دوسرا اعتراض فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ کیا کہ تم کہتے ہو، میں عرب ہوں، حالانکہ تم رومی ہو!؟ تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اس الجھن کو اس طرح سلجھایا کہ یہ جو میں نے نسب میں عرب ہونے کا دعویٰ کیا ہے، میں چھوٹا نوعمر ہی تھا کہ مجھے رومیوں نے قیدی بنایا، جب

---

[1] مسلم: ٢٥٠٤، احمد: ٥/ ٦٤، نسائی فی فضائل الصحابة: ١٧٢.

[2] رجال مبشرون بالجنة: ٤٥٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجھے ہوش آیا تو تب مجھے اپنی قوم اور اہل کی سمجھ آئی اور مجھے اپنے نسب کی پہچان ہوئی کہ میں نمر بن قاسط کا ایک فرد ہوں، جو ''موصل'' کے رہنے والے عرب تھے۔

تیسرا اعتراض فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ کیا کہ تم کھانا کھلانے میں اسراف کرتے ہو، اس طرح کثرت سے کھانا کھلانا اسراف میں شمار ہوتا ہے!؟ تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو کھانا کھلاتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے، یہ حدیث اس کا باعث ہے کہ میں کھانا کثرت سے کھلاتا ہوں۔ ❶

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زخموں سے چور تھے، لیکن صہیب رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ ان کے دل سے نہیں اترتا، اسی طرح سخت ترین اور پریشان کن لمحات میں بھی انہیں یاد رکھا، جب تک مجلس شوریٰ کسی امام کا انتخاب نہیں کرتی، حکم دیا اس وقت تک امامت میں میری نیابت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کریں گے۔ یہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی عظمت وعزت کی ایک بہت بڑی شہادت ہے۔ مشہور ہے کہ جب صدیق امت رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو ان کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھی تھی اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو ان کی نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھی، اور ساتھ انہیں یہ شرف بھی حاصل ہوا، کہ حضرت عثمان بن عفان، حضرت سعید بن زید، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم فاروق اعظم کو لحد میں اتارنے کے لیے قبر میں اترے اور ساتھ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی عظیم مرتبہ حاصل کیا تھا، خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی انہوں نے بہت زیادہ احترام پایا، دیگر مسلمان بھی ان کا دل سے احترام کرتے تھے، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جو بھی ہاتھ میں پاتے راہ اللہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ ❷

آخر وقت موعود آن پہنچا:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام زندگی، جہاد اور عمل صالح کی تگ وتاز کرتے ہوئے بسر کی، اللہ تعالیٰ کی رضا جوئیوں کی خاطر اپنی جان اور اپنے مال سے جہدِ پیہم کرتے رہے، ستر سال سے اوپر عمر ہو چکی تھی، انہوں نے زمانہ کے نشیب وفراز دیکھے اور یہ خوش کن مرحلہ بھی آیا کہ انہوں نے بچشم خود دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکر کی نصرت فرمائی اور اپنے دین کو عزت بخشی، ایمانداروں پر اپنی نعمت اسلام کا مکمل سایہ ڈالا، کفر کے قلعے اور روم وفارس کے علاقوں کے باغی ظلم کے محلات زمین بوس کر دیئے، اور کلمۂ توحید کی صدا چاردانگِ عالم میں گونجنے لگی ہے، تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو دل کی گہرائیوں میں طمانیت اور سکون محسوس ہوتا تھا، مسلمانوں کے غلبہ وعزت کا گلشن سبزازار دیکھ کر ان کے تن بدن میں

❶ طبقات الکبریٰ: ۳/ ۲۲۷.
❷ رجال مبشرون بالجنة: ٤٦٣.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مسرت کی لہر دوڑنے لگتی۔ ❶

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ہر قسم کے فتنہ وشر سے علیحدہ رہے، اپنے کام سے کام رکھا، قربانی اور عطا و بخشش سے بھرپور طویل زندگی گزارنے کے بعد ان کی پاکیزہ روح قصر عنصری سے پرواز کر جاتی۔ اعلیٰ علیین پر چڑھ جاتی ہے، آپ رضی اللہ عنہ ماہ شوال ۳۸ ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہو جاتے ہیں۔

رضی اللّٰہ عنہ وعن سائر الصحابة اجمعین۔

میں ڈھونڈھ رہا ہوں وہ میری شمع کہاں ہے
جو بزم کی ہر چیز کو پروانہ بنا دے

❶ رجال مبشرون بالجنة: ٤٦٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

12

حضرت سالم مولیٰ ابن حذیفہ رضی اللہ عنہما کی داستان باوفا

سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مِثْلَ هٰذَا))

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے میری امت میں سالم مولیٰ حذیفہ رضی اللہ عنہما جیسا فرزند اسلام پیدا کیا۔''

آپ پہلے پہل اسلام میں سبقت حاصل کرنے والوں، جنگ بدر میں شرکت کرتے والوں، علمائے مقربین میں سے ہیں:

جب ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بیٹا بنالیا:

آپ رضی اللہ عنہ ثبیہ بنت یعار انصاری رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، بہت عمدہ پاکیزہ اور مبارک خو غلام تھے، ثبیہ نے جب دیکھا یہ غلام لڑکا پاکیزہ خصال اور باکمال ہے تو ان کے دل نے انہیں برانگیختہ کہ انہیں آزاد کردیں۔ لیکن ثبیہ کے خاوند حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے جب سنا کہ ثبیہ اس غلام کو آزاد کرنا چاہتی ہے، ان کے دل میں یہ اندیشہ جنم لینے لگا کہ یہ نوعمر غلام سرگرداں پھرے گا اور ضائع ہوجائے گا اور یہ زندگی کی پرپیچ راہوں اور پگڈنڈیوں میں الجھ کر نشانِ منزل کھو جائے گا تو حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور حرم کعبہ میں لے جاتے ہیں اور قریش کی ایک جماعت کے روبرو جا کھڑے ہوتے اور ان سے کہتے ہیں۔

اے سردارانِ قریش! گواہ رہو کہ میں نے سالم کو منہ بولا بیٹا قرار دے دیا ہے، اب یہ میرے بیٹے کے مرتبہ پر ہے، اس دن سے لوگوں نے اسے سالم بن ابو حذیفہ کہنا شروع کردیا۔

جب نور اسلام سے سالم کا سینہ تابناک ہوا:

جب حکم الٰہی سے وحی الٰہی کا نور مکہ کے گوشہ گوشہ میں کرنیں بکھیرتے ہوئے نمودار ہوا تاکہ ساری کائنات ہدایت کے نور سے منور ہو اور رحمت کے ابحار (سمندروں) سے شبنم ریز ہو، اور سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا تاکہ آپ لوگوں کو کفر و جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و توحید کے انوار و تجلیات کی سنہری کرنوں سے آشنا کریں، تو حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے منہ بولے بیٹے، حضرت سالم رضی اللہ عنہ سب سے پہلے سبقت لے جانے والوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے تھے، جن کا سینہ اسلام کے لیے کشادہ ہوا اور اس کا ہر پہلو منور ہوا گلشن اسلام میں داخل ہونے سے ان دونوں کے درمیان روابط محبت میں مزید اضافہ ہوا، اور دن بدن الفت و یگانگت مزید پروان چڑھی، اور اب صحیح، حقیقی اسلامی محبت تھی، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان پیدا کر دی، جسے گردش زمانہ کبھی مٹا نہ سکتی تھی، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (الأنفال: ٦٣)

''اس نے ان کے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی، اگر تو جو کچھ زمین میں ہے، سب کچھ خرچ کر دیتا تو ان کے دلوں میں الفت نہ ڈال سکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آپس میں جوڑ دیا، بے شک وہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

سالم جب متبنّیٰ سے مولیٰ بن گئے:

کچھ عرصہ بعد اسلام نے متبنّیٰ (منہ بولا بیٹا) بنانے کی رسم کو باطل قرار دیا، اور تمام لوگوں کو حکم دیا کہ منہ بولے بیٹوں کو ان کے اصل باپوں کی جانب منسوب کر کے پکارو، ایسا حکم ان کے انساب کی حفاظت کی خاطر دیا تھا، اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان نازل ہوا:

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝﴾

(الأحزاب: ٥)

''انہیں ان کے باپوں کے ناموں سے پکارو، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والی بات ہے، اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور تمہارے مولیٰ ہیں، جو تم نے اس بارے میں خطا کی ہو، اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر تم نے دلی ارادہ سے ایسا کیا تو گناہ ہوگا، اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

یعنی جنہیں تم نے اپنے بیٹے قرار دے رکھا ہے، انہیں ان کے اصل اور حقیقی باپوں کی جانب منسوب کرو، یہ حکم نازل ہونے کی دیر تھی کہ مسلمانوں نے تو اپنے خالق حقیقی جل وعلا کے فرمان کے سامنے گردن جھکا دی اور اسے قبول کرتے ہوئے منہ بولے بیٹوں کے اصل باپوں کی جستجو میں لگ گئے، حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی طویل عرصہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے والد کی تلاش میں گزارا، لیکن وہ نہ مل سکا، تو اب لوگ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو سالم مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما کہنا شروع ہوئے، اور یہ نام اتنا زیادہ مشہور ومعروف ہوا کہ تاحیات یہی بولا جاتا رہا اور تاریخ کا ایک حصہ بن گیا۔

جب آقا کی محبت کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر قربان کر دیا:

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ نہایت ہی خضوع خشوع اور تذلل سے اپنے رب کی عبادت میں ہمہ تن

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مصروف تھے، انہیں امید تھی اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو جنت میں جگہ دے جہاں ہم تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں۔ ان دونوں کے درمیان جذباتِ محبت کی گہرائی کا اندازہ لگانا ہو تو اس بات سے لگائیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے قربت اور مزید صلہ رحمی پیدا کرنے کے لیے اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید بن عتبہ جو کہ حسب ونسب والی تھی، اس کا نکاح حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ سعادت وخوش نصیبی حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے آسمانِ حیات کے گرد کچھ عرصہ پھڑ پھڑاتی رہی، حتیٰ کہ شومئ قسمت سے مشرکوں کی ایذا رسانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سنگین صورت اختیار کر گئی، جس کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبوراً صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرتِ حبشہ کی ترغیب دلائی، اس دورِ ابتلاء میں حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دین، عقیدہ اور ایمانی تحفظ کی خاطر حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کی جانب ہجرت کی اجازت اس لیے دی تھی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جو مشرکوں کی جانب سے مکہ میں چرکے لگے تھے تاکہ اس زخم خوردگی کے داغ حبشہ کی پر امن سرزمین میں میسر آنے والی سکون کی آبشار سے دھل جائیں، اور یہ سکھ کا سانس لیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے درمیان مضبوط رشتہ محبت ایک سخت ترین اور المناک جدائی کی زد میں آ گیا، وہ یوں کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے ہجرت نہ کی جب کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے راہ ہجرت اختیار کر لی تھی، اس طرح یہ مضبوط رابطہ کٹ گیا، ہجرت کے سفر پر روانہ ہونے کی بجائے حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کو ترجیح دی تاکہ قرآنِ پاک اسی طرح حاصل کریں، جیسا کہ وہ نازل ہوتا ہے، اور حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رہ کر یہ جواہرِ علم حاصل کریں، اس بناء پر انہوں نے ہجرت کا ارادہ ترک کر دیا، وگرنہ یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کبھی جدا نہ ہوتے۔

ستاروں کی گزرگاہوں سے بھی بلند رتبہ:

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمہ وقت رہنے کی برکت سے انہیں یہ فائدہ ہوا کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ آپ کی ذاتِ گرامی سے قرآن پاک حاصل کرتے رہے، قرآنی تعلیمات حاصل کر کے ماہرین قرآن میں سے یگانۂ روزگار بن گئے اور اتنے بلند رتبہ پر فائز ہوگئے کہ قلم اسے بیان کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔

اکابر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی امامت:

حضرت سالم رضی اللہ عنہ مسجد قباء میں پہلے ہجرت کرنے والوں کی امامت کراتے ہیں، جب کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ان نمازیوں میں شامل ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین قباء میں مقام "عصبہ" پر پہنچے، ابھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف نہ لائے تھے، تو اہل عصبہ کی امامت حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کرواتے تھے، کیونکہ انہیں قرآن پاک سب سے زیادہ حفظ تھا۔ [1]

[1] بخاری: ٦٩٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی واضح فضیلت بیان ہوئی ہے، کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو مہاجرین اولین تھے اور اسلام میں سبقت حاصل کرنے والے تھے، جنہوں نے امامت کے لیے ان کا انتخاب کیا۔ یہاں ایک شبہ کا ازالہ ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ اوپر ذکر ہوا ہے کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ قباء میں جماعت کرواتے اور ان کے پیچھے حضرت ابوبکر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز پڑھتے تھے، اور ساتھ ہی یہ ذکر ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے کی بات ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی، تو وہ حضرت سالم کے پیچھے نماز میں کیسے شریک ہوگئے؟

اس کا ازالہ یوں ہے کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں آمد سے پہلے ان لوگوں کی امامت کراتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد بھی ان لوگوں کے امام رہے، کچھ دیر آپ قباء میں ٹھہرے اور پھر مدینہ منورہ میں منتقل ہوگئے، اس دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے کا مطلب ہے، مدینہ میں منتقل ہونے سے پہلے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مسجد بنالی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب قباء میں آنا ہوتا تو حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا فرماتے تھے۔ [1]

سالم سے قرآن سیکھو:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو ان چار افراد میں شمار کیا ہے، جو قرآن پاک کے ماہر تھے، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں، چار افراد سے قرآن پاک سیکھا کرو۔ (۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، (۲) حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ، (۳) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، (۴) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ [2]

تمغۂ امتیاز امت:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کی بات ہے کہ ایک شب میں عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد تاخیر سے گھر پہنچی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، عائشہ! کہاں تھیں، دیر کیوں کر دی؟ میں نے کہا، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک آدمی قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہا تھا، میں نے تلاوت میں اس جیسی شرینی اور اثر انگیز آواز آج تک نہیں سنی۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے ہیں اور میں بھی آپ کے ساتھ چل دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کان لگا کر تلاوت سماعت فرمائی اور میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: یہ تو سالم مولیٰ ابوحذیفہ ہیں:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مِثْلَ هٰذَا))

''تمام تعریفات کے لائق اللہ تعالیٰ کی وہ ذاتِ گرامی ہے، جس نے میری امت میں اس جیسا انسان

---

[1] فتح الباری: ۱۳/ ۱۶۸.

[2] بخاری: ۳۸۰۶، مسلم: ۲٤٦٤ ترمذی: ۳۸۱۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا کیا۔" ❶

جب تمغۂ ایمان ملا:

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں مومن ہونے کے طرہ انتخاب سے بھی نوازا تھا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں کچھ خوف و ہراس سا پھیل گیا، میں حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ اپنی تلوار حمائل کیے ہوئے دوزانو بیٹھے ہوئے تھے، میں نے بھی اپنی تلوار پکڑی اور اسے حمائل کیے دوزانو بیٹھ گیا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تمہیں ان اوسان خطا کرنے والے لمحات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب پلٹنا چاہیے تھا، تم نے وہ کام کیوں نہیں کیا، جو ان (حضرت عمرو اور حضرت سالم) اللہ کے مومن بندوں نے کیا ہے، تمہیں بھی ان کی مانند تلوار حمائل کرنی چاہیے تھی۔ ❷

میدانِ شرف کا شاہسوار:

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت سالم اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہجرت حبشہ کی وجہ سے جدائی ہوئی تھی، اس جدائی کے بعد یہ دونوں اخوت دینی میں پروئے ہوئے بھائی جب ملتے ہیں، تو یہ وہ سرزمین تھی، جہاں شرف و جہاد نے عجیب سماں باندھا تھا، ان کی ملاقات غزوۂ بدر میں ہوتی ہے، اس معرکہ میں مشرکوں کو اللہ تعالیٰ نے شکست سے دوچار کر کے اور ایمانداروں کی مضبوط و مربوط نصرت فرما کر ان کا سینہ ٹھنڈا کیا۔

حضرت ابوحذیفہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ مل کر تمام غزوات میں شریک رہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی مصروفیات میں سرگرم عمل رہے۔

حبیب کبریاء ﷺ کی وفات کے بعد بھی یہ مردانِ میدان رہے، آپ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو فتنۂ ارتداد نے سر اٹھایا تو مسلمان اس نہایت ہی مشکل اور سرکش گھاٹی کو سر کرنے میں لگ گئے، آخر کار کامیاب ہوئے، حضرت سالم اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل رہے تھے۔

اب وقت شہادت ہے آیا:

یمامہ کی جنگ جو کہ مسلمانوں اور مسیلمہ کذاب کے درمیان بپا ہوئی تھی، اس میں حضرت ابوحذیفہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے ایسی دادِ شجاعت دی کہ ضرب المثل بن گئے، کہ دشمن کے مقابلہ میں پیش قدمی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جام شہادت نوش کرنے کی جستجو میں ان جیسا کوئی اور نہیں۔ مہاجروں کا جھنڈا، حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں

❶ ابن ماجه: ١٣٣٨، ورجاله ثقات، حليه: ١/ ٣٧١، مستدرك: ٣/ ٢٢٥ صحيح علیٰ شرط الشيخين ولم يخرجاه.

❷ احمد: ٤/ ٢٠٣، نسائي في الفضائل: ١٩٦، اسناده صحيح، عدوى في فضائل الصحابه.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور انصار کا علم حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا مسلمان اور کفار آپس میں ٹکراتے ہیں۔

میدان کا منظر:

مسیلمہ کذاب کا قبیلہ بنو حنیفہ اس قدر شدید معرکہ آرائی کرتا ہے، جو تصور سے بھی بالا تھی، اس کی بھی مثال نہیں ملتی۔ ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ بھی قابل دید تھا، یہ باہم ایک دوسرے کو جان کا نذرانہ پیش کرنے کی وصیت کرتے ہیں، آواز آتی ہے، اے سورہ بقرہ کی تلاوت کرنے والو! آج جادو بے کار ہو گیا، یعنی بہت زیادہ لگن کی ضرورت ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نصف پنڈلیوں تک گڑھا کھودتے ہیں کہ ثابت قدم رہ سکیں، انصار کا جھنڈا لہرائے ہوئے اور حنوط شدہ کفن زیب تن کر رکھا ہے اور میدان میں ڈٹ جاتے ہیں، حتیٰ کہ شہادت کی سنہری چوٹی ان کے قدم چومتی ہے اور مہاجر حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہما سے کہتے ہیں، ہمیں آپ کی بہت فکر ہے، کہا، اگر میں میدان چھوڑ دوں تو مجھ سے برا بھی حامل قرآن اور کوئی نہیں۔

حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اے لوگو! مضبوط رہو، اور دشمن پر کاری ضرب لگاؤ اور قدم آگے بڑھاؤ اور کہا، واللہ! میں دشمن کو شکست دینے تک بات نہ کروں گا، یا پھر خون شہادت کے چھینٹے سینہ پر سجائے حجت کے طور پر لے کر رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا، آخر یہ بھی شہید راہ وفا ہوئے۔

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اے قرآن پاک کے جانثارو! آج عمل کے حسن سے قرآن پاک کو زیبائش دو، یہ کہہ کر دشمن پر حملہ آور ہوئے حتیٰ کہ دشمن کو دھکیل دیا، لیکن خود شہادت کے بلند رتبہ پر فائز ہو گئے۔ [1]

اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے:

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے دائیں ہاتھ سے جھنڈا تھامے کھڑے ہیں، یہ ہاتھ کٹ جاتا ہے، پھر اسے بائیں ہاتھ سے پکڑتے ہیں، وہ بھی کٹ جاتا ہے، پھر جھنڈا سینے سے لگاتے ہیں اور یہ آیت گنگناتے ہوئے درجہ شہادت پر فائز ہو جاتے ہیں:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ﴾

(آل عمران: ١٤٤)

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، ان سے پہلے پیغمبر گزر چکے ہیں، کیا اگر یہ فوت ہو جائیں یا قتل ہو گئے، تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔'' [2]

یہ قرآن کا پروانہ آخر قرآن کی مترنم آبشار سے شادان و فرحاں ہو کر راہ بقا ہوتا ہے۔

ہم کل جنت میں ملیں گے:

آپ کی روح مبارک تو قفس عنصری سے نکل کر جانب بریں پرواز کر رہی تھی اور یہ آخری ہچکیاں لے رہے تھے، ان

[1] البدایہ والنھایہ: ٦/ ٣٢٩.
[2] صفة الصفوة: ١/ ١٥٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لمحات میں بھی وہ اپنے عمر بھر کے ساتھی حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کو تلاش کر رہے ہیں۔

انہی راستوں نے جن پہ گامزن تھے دونوں
مجھے روک روک پوچھا بتا تیرا ہمسفر کہاں ہے

ان کی دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اکٹھا کر دیں، جس طرح اس نے حیات فانی میں انہیں اپنی اطاعت پر یکجا کیا ہے۔

حق جل جلالہ سے امید ہے، انہیں ضرور جنت معلّٰی میں اکٹھا کریں گے، کیونکہ یمامہ کی جنگ میں دونوں کو شہادت سے نوازا ہے، بلکہ جب ان کے مبارک لاشے میدان کی زینت تھے تو زبان حال سے وہ ایک دوسرے کو دلاسہ دے رہے تھے کہ کل روز قیامت جنت الفردوس میں ہم دونوں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ملاقات کریں گے۔ ❶

حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی قدر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک آرزو کرتے ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت سالم رضی اللہ عنہ کا کیا مقام تھا، بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ حضرت سالم ان کے نہاخانۂ دل کی رونق تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سے کہتے ہیں، کوئی دلی تمنا ہو تو اس کا اظہار کرو، ایک نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ یہ گھر سونے سے بھرا ہو اور میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں، دوسرے آدمی نے کہا، میری آرزو یہ ہے کہ میرا گھر ہیروں اور جواہرات سے لدھا ہو اور میں اسے اللہ کی راہ میں خیرات کر دوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اور تمنا کرو، انہوں نے کہا، اے امیر المومنین کوئی اور خواہش سمجھ نہیں آ رہی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میری تمنا یہ ہے کہ میرا گھر حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت معاذ بن جبل، حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم جیسے نابغۂ روزگار افراد سے بھرا ہو۔ ❷

رضی اللہ عنه وعنهم اجمعين

میرا وہ رونق محفل کہاں ہے

---

❶ مستدرك: ۳/ ۲۲۵، منقول از سير: ۱/ ۱۶۹.

❷ مستدرك: ۳/ ۲۲۶، وصححه ووافقه الذهبى.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

13

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی داستان زیست

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو کہ مدینہ منورہ میں دعوت اسلام کے پہلے سفیر ہیں، اور شہید دعوت ہیں۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ وہ نامور شخصیت ہیں، جو آیات قرآنی سے فیضیاب ہوئے اور اسلام کے بدر تمام بن کر چمکے، رحمتوں اور برکتوں کے کوہ گراں ثابت ہوئے، انہوں نے وادی یثرب کو قرآن پاک کے آبِ زلال کے ساتھ دھو ڈالا، کفرستان میں رخ ایمان بن کر نمودار ہوئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے مدینہ کی سرزمین کو آپ کے لیے ہموار کیا، داعیوں کے لیے چراغِ راہ اور فاتح لوگوں کے پیشوا ہیں، نعمتوں کی دنیا کے پروردہ شہزادے اور وہ جوان رعنا ہیں، جنہیں اسلام نے اپنے رنگ ڈھنگ میں ڈھال لیا، جب کٹھنائیوں نے سر اٹھایا، تو ان کے قدم آگے ہی اٹھتے گئے اور جب غنیمتوں کے لوٹنے کا وقت آیا تو یہ اپنے رب کے پاس چلے گے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر ہی اسلام قبول کیا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

ایمان داری اور فدا کاری کی حقیقی داستان:

کیا ہی خوب؟ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب ہیں کہ ادھر آپ تلاوت قرآن کرتے ہیں تو ادھر آسمان سے فرشتے اترتے ہیں اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ وہ بلند پایہ فرزندِ اسلام ہیں کہ ان کی موت کے دن عرش الٰہی خوشی سے جھوم جاتا ہے، اور یہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں، یہ قریش کے نوجوانوں کی پیشانی کا جھومر ہیں، یہ تروتازگی کا پیکر، حسن و جمال کے مجسم اور شباب کے مرقع تھے، اہل مکہ کی مجالس اور محافل کے چمکتے ہوئے جوہر آبدار تھے جو اسلام قبول کرنے کے بعد ایمانداری و فدا کاری کی ایک داستان حقیقت بن گئے تھے۔[1]

اسلام کا داعئ اول:

ہماری کس قدر خوش قسمتی ہے، ہمارا تو نصیب جاگ اٹھا، جو کہ ہم چند ساعتیں اور لمحات سعادت ان کی یاد میں گزاریں گے۔ یہ بدری قریشی بنو عبدالدار کا سید شہید، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، دعوت اسلامی کا پہلا سفیر ہے، اور یہ مدینہ منورہ میں سب سے پہلا دعوت الی اللہ دینے والا باکمال انسان ہے۔

[1] ترطیب الافواہ: ١/ ٢٧٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نعمتوں کا پروردہ ایمان کا متوالا کیسے بنا:

اسلام کی روشنی سے سینہ منور ہونے سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ عیش و آرام کے دلدادہ تھے، کوئی نوجوان لباس اور عطریات کے استعمال میں ان کا ہمسر نہ تھا، حتیٰ کہ یہ مکہ کی جس راہ سے بھی گزر جاتے، تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ یہاں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ گزر کر گئے ہیں، اتنا اچھا اور انوکھا عطر استعمال کرتے تھے۔

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی
بتائے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

اب اچانک یہ نخریلا نوجوان بدل جاتا ہے، اس کے سر پر سے ایمان کا بادل گزرتا ہے اور سیلِ ایمان اس پر گراتا ہے، یہ تشنہ کام اس سے اپنی پیاس بجھاتا ہے اور سرتاپا اس آب ایمان سے غسل کرتا ہے، ایمان اس کے قلب و جسم سے آمیزاں ہوجاتا ہے، اب یہ اپنا قدم سطح زمین پر اٹھاتا ہے، لیکن اس کا سر جوزاء کے ستاروں سے ٹکراتا ہے۔

مکمل تندہی سے حق اور خیر کے رستہ پر گامزن ہوجاتا ہے، اور دارِ ارقم جو اُس وقت اسلام کا قلعہ تھا، وہاں جاتا ہے، تاکہ یہ اعلان کرتے ہوئے دنیا کو بتائے کہ وہ نازو ادا کا پتلا نوجوان مصعب بن عمیر جو ہے اس پر رحمت دین کے پردے سے لپٹ گیا ہے۔ اسلام سے آشنا ہونے کے وقت سے لے کر یہ تروتازہ اور نعمتوں میں گندھا ہوا جوانِ رعنا دعوتِ عطاء، وبخشش اور فداکاری کی داستان کا ایک عظیم باب بن گیا۔

محیر العقول مردانِ کار:

میرے علم اور تجربہ کے مطابق یہ ایک عظیم ترین حقیقت ہے جسے علم و تجربہ تسلیم کرنے سے عاجز ہے، لیکن اس جلیل القدر قضیہ اور معاملہ کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں کہ جو حیرت انگیز کارنامے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تاریخ کی پیشانی پر رقم کیے ہیں، وہ درست ہیں یا کہ نہیں، عقل تو خیر قبول کرنے سے انکاری ہے تاہم جب اسلام کے منہج اور وحی کی نورانیت، اور عقیدۂ توحید کی قوت پر نگاہ دوڑائیں تو پھر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ مردانِ میدان ساز اور بہادرانِ کارزار جو پیدا ہوئے، یہ خود وجود میں نہیں آئے، بلکہ اللہ تعالیٰ جو رب کبریاء ہیں، اس نے پیدا کیے ہیں اور یہ تمام عقل سے بالاتر کارنامے انہوں نے سرانجام دیئے ہیں۔

امانت کا احساس:

جب اسلام کا ظہور ہوا تو ایک ایسی امت پر نورانیت کی کرنیں بکھیر رہا تھا جو جاہلیت کے گرداب میں پھنسی ہوئی تھی اسلام ایک ایسا منہاج اور طریقہ لے کر آیا تھا، جس کی تہوں میں نورِ ہدایت لپٹا ہوا اور جو سراپائے خیر تھا۔ یہ ایک ایسا رستہ تھا جو نسلوں کو اصلاح پر گامزن کرتا، نفوس انسانی کی تربیت کرتا، اور شہریتوں کا بانی تھا، لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور سے آشنا کرتا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝﴾ (المائدہ: ۱۵، ۱۶)

''تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آئی ہے، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دیتے ہیں جو اس کی رضا اور سلامتی کی راہوں کی پیروی کرتا ہے، اور انہیں اندھیروں سے اپنے حکم کے ساتھ روشنی کی طرف لاتا ہے اور انہیں راہِ راست کی راہنمائی کرتا ہے۔''

دراصل جو بھی اس دین میں داخل ہوتا، وہ اول لحظہ میں ہی یہ سمجھ جاتا تھا، کہ اللہ تعالیٰ نے میرے کندھے پر ایک امانت ڈال دی ہے، جسے میں نے صحیح طور پر ادا کرنا ہے۔

انہوں نے امانت کا حق ادا کر دیا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی رضی اللہ عنہ کی یہ امتیازی شان ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے دعوتِ دین کا بیڑا اٹھا رکھا تھا، وہ شب و روز اسی علم کو سیکھنا، سیکھانا، عمل کرنا اور دعوت دینا حیاتِ مستعار کا مقصد سمجھتے تھے، اس راہ میں انہیں بہت سارے صبر آزما اوقات سے گزرنا پڑا اور کئی قسم کے عذاب اور مشکلات برداشت کرنا پڑیں، اور عظیم قربانی دینا پڑی، اس کے باوجود وہ یہی آرزو لیے قدم آگے بڑھاتے رہے کہ اس کارخانۂ ہستی کے کونے کونے میں شمعِ اسلام فروزاں ہو اور پیغامِ دین عام ہو جائے۔

جب جانثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پیکر اخلاص ثابت ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کے دریچے وا کر دیئے اور ان کی نصرت وحمایت میں صبح و شام شہروں کی فتوحات کے دروازے بھی کھل گئے، اسی کی برکت سے مسلمانوں نے ایک چھوٹی سی حکومت اور سلطنت قائم کی اور اپنی ننھی سی حکومت اور قیادت کی بنیاد رکھی لیکن یہ اتنی طاقتور نکلی کہ قیصر و کسریٰ کی شاندار سلطنتیں اس کی شان و شوکت کے سامنے سرنگوں ہوئیں، اور دیگر امتیں بھی اس کی فرمانروائی کی چوکھٹ پر جبیں سائی کرنے لگیں۔

مسلمانوں کی عظمت کا چار دانگِ عالم میں ڈھنکا بجنے لگا، نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ ہارون رشید جیسا بارعب عباسی خلیفہ دنیا کے ممالک کی نقشہ کشی کرتا ہوا عالمِ اسلام کی وسعت کا جائزہ یوں پیش کرتا ہے، آسمان پر گردش کرنے والے بادلوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

''اے آسمان کی بلندیوں پر پھیلے ہوئے بادلو! جہاں چاہو، جا کے برسو، (ان شاء اللہ) تمہارے برسنے سے جو اناج پیدا ہوگا، اس کا خراج تو میرے ہی پاس آئے گا۔''

شہیدِ اسلام سید قطب مصری رحمہ اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ کے نام سے اپنی کتاب ''دراسات اسلامیہ'' میں فصل باندھی ہے، اس میں انہوں نے تبصرہ کیا ہے اور وہ اس مقام پر نقل کرنا نہایت ہی موزوں ہوگا، کیونکہ یہ بہت ہی غور طلب ہے، فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثالی گروہ:

سیدنا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اسی دن سے غالب آ گئے تھے، آپ نے تو دشمنوں سے اسی وقت انتقام لے لیا تھا، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے فدا کار ساتھی تیار کر لیے تھے، یوں یہ کھاتے پیتے انسان تھے، بازاروں میں تجارت کے لیے چلتے پھرتے تھے، لیکن ہمہ وقت ایمان کی زندہ تصویر تھے۔ ان میں سے ہر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو آپ نے زندہ قرآن کی صورت میں ڈھالا تھا، جو زمین پر چل رہا تھا، ان کا ہر فرد اسلام کا مثالی مجسم اور سراپا تھا، جب لوگ ان کا دیدار کرتے، تو گویا یہ اسلام کو انسان کی صورت میں ڈھلا ہوا دیکھتے تھے۔

نصوص قرآنی اور مصحف آسمانی کسی کو خود بخود اپنے قالب میں نہیں ڈھال سکتے، اور نہ ہی کچھ بنا سکتے ہیں، جب تک کہ آدمی ان سے فائدہ نہ اٹھائے، رستہ کے نشانات تب تک باقی رہتے ہیں، جب تک اس پر چلنے والے ہوں، جب چلنے والے نہ ہوں تو پھر رستہ مٹ جاتا ہے، یہی صورت حال قرآن پاک کی ہے، اس پر چلنے والے باقی ہوں تو یہ رنگ بھرے گا، اگر راہی ہی نہ ہوں تو پھر یہ قرآن کیسے انہیں اپنے رنگ میں رنگ سکتا ہے۔

وعظ نہیں عمل:

سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا ہدف ہی یہ تھا کہ آپ نے ایسے افراد عالی ظرف پیدا کیے، جو کہ صرف وعظ سننے کے رسیا نہ تھے اور نہ ہی وہ ایسے تھے کہ اپنی لوحِ دل پر خطابات سجائیں اور نہ ہی وہ ایسے تھے کہ فلسفۂ زندگی قائم نہ رکھ سکیں، بلکہ وہ فلسفۂ حیات کی باریکیوں سے مکمل آگاہ تھے۔ باقی رہی ان کی ذاتی فکر تو اسے اجاگر کرنے کی ذمہ داری قرآن کریم نے خود اٹھا رکھی تھی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کا یہی کام تھا کہ آپ نے ان کی خالی فکر کو جو ان کی قلب ونظر میں تھی، جنہیں ہاتھ چھوتے اور آنکھیں دیکھتی تھیں، اس کا قرآن کی جانب رخ موڑ دیا۔ ان لوگوں نے فکر اسلام کا تشخص قائم کیا اور اسلام کے ساتھ ان کے ایمان اور یقین کو عملی جامہ پہنایا، قرآن پاک کے دسیوں، سینکڑوں بلکہ ہزاروں نسخے طبع ہوئے، لیکن وہ صرف صحیفوں اور کاغذوں پر سیاہی سے نہ رقم کیے تھے، بلکہ انہوں نے دلوں کی تختیوں پر نورِ ایمان کے ساتھ انہیں رقم کیا تھا اور یہ آزادانہ لوگوں سے معاملات طے کرتے تھے، ان سے کھل عام لین دین ہو رہا ہے، انہوں نے عمل کر کے بتایا کہ حضرت محمد بن عبداللہ فداہ ابی و امی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین اسلام لے کر آئے ہیں، وہ یہ ہے کہ جو ہم نے عملاً پیش کیا ہے۔

یہ سب کچھ آنکھیں بند کیے حاصل نہ ہوا تھا:

شریعتِ اسلامیہ کے لیے یہی فخر کافی ہے کہ اس کی ترقی، جامعیت اور پائدار ہونے کی دشمن بھی گواہی دیتا ہے، عربی کے شاعر نے کہا ہے:

شَهِدَ الْأَنَامُ بِفَضْلِهِ حَتَّى الْعِدَا
والفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اسلام کے شرف وفضل کی سب لوگ گواہی دیتے ہیں، حتیٰ کہ دشمن بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں، خوبی وہی افضل ہوتی ہے، جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔''

یہ شرف وفضل آنکھ جھپکتے ہی حاصل نہیں ہوا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خون کے نذرانے اور مال کے خزانے پیش کرنے کے بعد ملا تھا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وہ پہلا گروہ ہے جو اس بزرگی اور عظمت کی چوٹی تک پہنچا، ان کی بلندی کی وجہ تھی کہ انہوں نے عقیدہ وقول اور عمل اسلام کو اپنایا اور اس پیغام کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا اور اسی طرح دیگر لوگوں تک پہنچایا۔ یہ عقیدہ وعمل ہی نصرتِ الٰہی اور ان کی مضبوطی کا باعث بنا، ایک مردِ مومن جب راسخ العقیدہ ہوجاتا ہے، تو یہ عقیدہ ایک حقیقی اور واقعی عملی میدان دیتا ہے، پھر یہ دشمنانِ دین کو بھی نظر آتا ہے کہ یہ دین اسلام پر عمل پیرا ہونے والا، دین کی مضبوطی، اخلاقیات، معاملات اور عبادات میں ایک بلند وبالا پہاڑ ہے، جس تک رسائی ممکن نہیں۔ اسی عقیدہ اور عملی سروسامانی کی بدولت مسلمان میں یہ استطاعت پیدا ہوتی ہے، کہ یہ پیغام اسلام دنیا کے باسیوں تک پہنچائے، اسے دوسروں کے سامنے پیش کرنے کے لیے جدوجہد کرے، قربانی پیش کرے اور آنے والے مصائب جھیلنے پر صبر کرے اور اسلام کی تبلیغ کرے۔ ❶

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی تربیت گاہ:

ان ہی تربیت یافتگان میں سے جن کی تربیت حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی نے اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں کی ہے، ایک تربیت یافتہ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں، جن کی تربیت اللہ تعالیٰ نے صرف اس لیے کی تھی کہ یہ آگے امتوں اور نسلوں کی تربیت کریں۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اس وقت اسلام کا اظہار کیا، جب انہیں معلوم ہوچکا تھا، کہ ان کے کندھوں پر اس امانت کا بوجھ آن پڑا ہے، جسے اٹھانے کے لیے زمین آسمان اور پہاڑوں نے بھی انکار کردیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ اس امانت کو لے کر اٹھے اور خداداد بصیرت سے دعوت الی اللہ کا کام شروع کردیا۔

امتحان بقدر دین ہوتا ہے:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ابتدائی دور میں اسلام لانے کے معاملہ کو اپنی والدہ کی گرفت سے ڈرتے ہوئے چھپائے رکھا، کیونکہ ان کی والدہ کی شخصیت میں ایک عجیب ہی قوت اور شان وشوکت تھی جو کہ بعض مردوں کو بھی حاصل نہ تھی، اس لیے خوفزدہ رہے۔

لیکن اصحابِ دین کے لیے ابتلا وآزمائش کوئی نئی چیز نہیں ہے، عثمان بن طلحہ دارارقم میں داخل ہوئے انہوں نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو وہاں دیکھا، جب دوسری مرتبہ دیکھا تو اس وقت حضرت مصعب نماز پڑھ رہے تھے، یہ اسی وقت حضرت مصعب کی والدہ کے پاس گئے، اتنی تیز رفتاری سے پہنچے کہ ان کے قدم چلنے میں ہوا کا مقابلہ کر رہے

❶ ولا تموتن الا وانتم مسلمون کی عملی تصویر بنے: ۲۱، ۲۰.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تھے اور انہیں بتایا کہ مصعب تو اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، یہ خبر گویا ان کی والدہ پر برق ناگہانی بن کر گری کہ اس کی ہولناکی سے ان کے حواس قائم نہ رہے اور غصہ سے مغلوب ہو کر انہیں اذیت ناک سزا دی اور مارا پیٹا،لیکن نورِ ایمان جو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے چہرے کی سلوٹوں پر نورانی چادر بن کر چھا گیا تھا، وہ کب بجھنے والا تھا، انہیں اپنے گھر میں حبس دوام میں رکھنے پر اکتفا کیا۔

ہم یہاں وہ مشہور بات دہراتے ہیں کہ ایمان کی صداقت ابتلاء کی بھٹی میں سے گزرنے کے بعد صبر کے پیمانہ سے ہی ماپی جاتی ہے،اور سچائی کا آفتاب امتحان کی تاریکیوں کے بعد ہی روشن ہوتا ہے،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الٓمّٓ ① اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ② وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ③﴾ (العنکبوت: ۱، ۳)

''کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ کہیں کہ ہم ایمان لائے اور بغیر آزمائش کے یونہی چھوڑ دیئے جائیں، البتہ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا ہے،ضرور اللہ تعالیٰ جانیں گے،ان لوگوں کو جنہوں نے سچ کہا اور ضرور جانیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے جھوٹ بولا۔''

دوسرے مقام پر فرمان الٰہی ہے:

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑰⑨﴾ (آل عمران: ۱۷۹)

''اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو اس حالت پر نہیں چھوڑیں گے،جس پر تم ہو،حتیٰ کہ وہ خبیث کو پاکیزہ سے الگ کریں گے، اور اللہ تعالیٰ تمہیں غیب پر اطلاع نہیں دیتا،لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے چن لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ ایمان لاؤ، اور اگر تم ایمان لاؤ گے، اور پرہیز گار بن جاؤ گے،تو تمہارے لیے بڑا اجر ہے۔''

یہاں تمیز سے مراد، ایسی ابتلاء و آزمائش ہے، جو سچ کے متوالوں اور جھوٹوں کو جدا کرے، اس قدر ایمان افروز اوقات آئے ہیں، جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تاریخ ساز موقف اختیار کیا ہے، جو حقیقت کی دنیا میں آج بھی آفتاب کی مانند چمک رہا ہے۔ ہم اس سے سبق سیکھ سکتے ہیں کہ حقیقی اور سچا ایمان کیا ہوتا ہے، اگر ہم ان کے نقوش پر چلیں تو دنیا میں ہی سعادت ہماری ہمرکاب نہیں ہوگی، بلکہ نعمتوں بھری جنت تک خوش بختی ہمارے ساتھ رہے گی اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی کی کامل اور پر بہار نعمت سے بھی نوازیں گے اور جنت میں اپنے کریم چہرے کے دیدار کے شرف سے بہرہ ور کریں گے اور اپنے فضل و رحمت کی چادر ہم پر سایہ فگن کر دیں گے۔ [1]

[1] صدقوا ما عاهدو الله: ٦٢.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حبس بے جا سے رہائی:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو والدہ نے اگرچہ سخت تکلیف میں مبتلا کر رکھا تھا، یہ اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر تنگی کے بعد آسانی پیدا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور پیاروں کو ہمیشہ کے لیے اپنے دشمنوں کے حوالے نہیں کرتا، جلد ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے کشادگی کی راہ نکل آتی ہے، اسی طرح حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے لیے اب یہ ممکن ہوا کہ وہ حبس بے جا سے بھاگ نکلے جبکہ ان کی والدہ اور چوکیدار بے خبر ہی رہے۔

قید و بند سے رہائی کے بعد حبشہ کی جانب ہجرت کی راہ پر چل دیئے، تا کہ حبشہ کے علاقہ کی آبشاروں کے آب خنک سے اپنے زخموں کو سہلائیں، کچھ دیر وہاں رہے، پھر جب لوگ وہاں سے واپس لوٹے تو آپ رضی اللہ عنہ بھی لوٹ آئے، تھوڑی دیر ہی مکہ ٹھہرے تھے کہ اپنے دین و ایمان کے تحفظ کی خاطر دوبارہ حبشہ کی جانب چلے گئے۔

مصعب کی حالتِ زار پر جب رحمت عالم آبدیدہ ہوگئے:

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اسلام سے قبل بہت ہی زیادہ خوش عیش تھے، جب مسلمان ہوئے تو دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوئی، عیش پسندی، اور زیبائش آرائی ترک کر کے طلبِ علم اور عبادت کے لیے خود کو وقف کر دیا، ان کی والدہ نے اپنے مال و دولت سے انہیں عاق کر دیا اور ایک درہم تک نہ دیا، کیوں کہ انہوں نے بتوں کی عبادت سے روگردانی کی ہے اور اللہ واحد کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد میں تھا، ہمارے سامنے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے، چمڑے کی بوسیدہ اور پیوند کشیدہ چادر زیب تن کر رکھی تھی، جب کہ اس سے پہلے یہ جوانِ رعنا اہل مکہ میں سے سب سے زیادہ نعمت میں لدا ہوا اور خوشحال تھا، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا اور آپ کو ان کی نعمتوں میں پرورش اور جوانی کا خیال آیا اور اب ان کی حالتِ زار دیکھی تو آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا: ''تم اب بہتر حالت میں ہو یا اس وقت ہوگے، جب تم میں سے کسی کو روٹی اور گوشت سے لبریز پیالوں میں غذا ملے گی۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم اس دن بہتر ہوں گے جب گوشت سے بھرے پیالے ملیں گے، ہمیں کوئی دقت و مشقت نہ ہوگی اور ہم عبادت کے لیے فراغت پائیں گے، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں اہل مکہ! تم اس دن سے آج بہتر ہو، کیونکہ اس دن تم غفلت کا شکار ہو سکتے ہو۔ [1]

مٹی میں سے چمکتا ہیرا حاصل ہوا:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اس شادابِ نعمت سے باہر آتے ہیں جسے سب سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے اور فقر و فاقہ کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں اور ایک ایسے معطر اور مطہر جوانمرد ثابت ہوتے ہیں، اب صرف یہ ہیرا ایک کھردری سی چادر زیب بدن کیے ہوئے، ایک دن خوراک کھاتا ہے اور ایک دن بھوکا گزارتا ہے، لیکن روحانیت روشن، اور عقیدہ بلندیوں

[1] ترمذی: ۲٤٧٨، صفة يوم القيامه حديث حسن صحيح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی جانب محو پرواز ہے اور علم وعمل نورِ الٰہی سے جگمگا رہا ہے، اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی صورت میں ایک نیا انسان وجود میں آیا، جس نے لوگوں کی آنکھوں کو اپنے جلا اور دلوں کو اپنے کمال سے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ [1]

دعوت دین کا نقیب اول:

واہ! یہ کتنی بڑی فضیلت ہے کہ حبیب کائنات ﷺ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو کائنات کی پر عظمت اور جلیل القدر مہم کے لیے منتخب فرماتے ہیں، یہ عہدہ اور مہم دعوت الی اللہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی جانب بھیجتے ہیں تاکہ یہ دعوت الی اللہ میں سب سے پہلے سفیر ہوں۔ آپ نے انہیں انصار کی بیعت اولیٰ کے بعد بھیجا تھا کہ انہیں دین کی صداقت سے بہرہ ور کریں، اور انہیں قرآنِ پاک پڑھائیں، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ انصار کے گھروں میں جاتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے، ان کے ہاتھوں بہت ساری مخلوقِ خدا حلقہ بگوش اسلام ہوئی، انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں تحریر کر کے لکھا کہ مجھے جمعہ پڑھانے کی اجازت دیں، تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی، تو سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ نے انصار کو دار بنو خیثمہ میں اکٹھا کیا اور جمعہ پڑھایا۔

اسی دوران حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ستر انصار کی معیت میں مکہ مکرمہ رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، آپ نے ان سے ''عقبہ ثانیہ'' میں ملاقات کی اور کچھ دیر حضرت مصعب مکہ میں ٹھہرے رہے بعد ازاں رسول اکرم ﷺ کے ہجرت کرنے سے پہلے ہی ''مدینہ منورہ'' لوٹ آئے۔

ابن شہاب تفصیل بیان کرتے ہیں کہ جب عقبہ والوں نے رسول اکرم ﷺ کی بیعت کی اور واپس اپنی قوم کی طرف لوٹے، قوم کو خفیہ اسلام کی دعوت دی، اور قرآن پاک کی تلاوت کی تو انہوں نے حضرت معاذ بن عفراء اور رافع بن مالک کو رسول اکرم ﷺ کے پاس بھیجا کہ اپنی طرف سے ہمارے ہاں ایک ایسا آدمی بھیجیں جو لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دے، فضا سازگار ہے، امید ہے کہ اس کی بات لوگ مانیں گے تو ان کی طرف رسول اکرم ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے آتے ہی دعوت کا کام شروع کیا اور پر امن طور پر دعوت دیتے رہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں بہت سارے لوگوں کو ہدایت سے ہمکنار کیا، یہاں تک نوبت پہنچی کہ انصار کا کوئی بھی گھر خالی نہ رہا مگر ضرور کوئی نہ کوئی مسلمان اس میں موجود تھا، اور بڑے بڑے اشراف اسلام سے وابستہ ہو چکے تھے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو چکے تھے، یہ وہ مرد توحید پرست تھا، جس نے بتوں کو پاش پاش کیا، اب مسلمان مدینہ منورہ میں سب سے بڑھ کر معزز ہو چکے تھے، جب سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے لوٹے تو انہوں نے اتنا زیادہ قرآنِ پاک پڑھایا تھا کہ لوگ انہیں قاری کے نام سے یاد کرتے تھے۔ [2]

---

[1] رجال حول الرسول:٤٦۔ [2] صفة الصفوة: ١/ ١٦١۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

داعی ہو تو ایسا ہو:

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ بنو عبد الاشہل اور بنو ظفر کے ہاں لے کر گئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی خالہ کے بیٹے تھے، یہ بھی بنو ظفر کے باغ کے احاطہ میں داخل ہوئے، ایک کنواں تھا، جسے "بئر مرق" کہتے تھے، یہ دونوں اس باغ کے احاطہ میں بیٹھ جاتے ہیں اور مسلمان ان کے پاس اکٹھے ہوتے اور قریب بیٹھ جاتے ہیں۔

حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما ان دنوں اپنی قوم بنو عبد الاشہل کے سردار تھے، یہ دونوں مشرک تھے اور اپنی قوم کے دین پر کاربند تھے، جب انہوں نے حضرت مصعب کے متعلق سنا کہ یہ دعوت پھیلا رہے ہیں، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت اسید رضی اللہ عنہ سے کہا، چلو ان دو آدمیوں کے پاس چلیں، جو ہمارے محلہ میں آئے ہیں، ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنا رہے ہیں، چلیں ان دونوں اسعد بن زرارہ اور مصعب کو ہم روک دیں اور ڈانٹ دیں کہ ہمارے محلہ میں نہ آیا کریں، اگر اسعد بن زرارہ میری خالہ کے بیٹے نہ ہوتے تو میں خود ہی نپٹ لیتا، اب میں ان کے خلاف قدم نہیں اٹھا سکتا، یہ میری مجبوری ہے، جب اسعد بن زرارہ نے حضرت اسید بن حضیر کو آتے ہوئے دیکھا تو حضرت مصعب سے کہا، یہ اپنی قوم کا سردار ہے، جو تمہارے پاس چل کر آگیا ہے، میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے بارے میں سرخرو کریں۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا: "اگر یہ بیٹھے گا تو میں اس سے بات کروں گا، اب حضرت اسید بن حضیر ان دونوں کے پاس آتے ہیں، اور گالی گلوچ نکالنا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں، کیا تم ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بنانے آئے ہو، اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو یہاں سے چلے جاؤ۔"

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی تحمل اور بردباری سے کہا، آپ تشریف رکھیں پہلے ہماری بات تو سنیں، اگر ہماری بات پسند لگے تو قبول کرنا بصورت دیگر آپ خود مختار ہیں، حضرت اسید نے کہا، مصعب تم نے انصاف کی بات کی ہے، وہ اپنا نیزہ زمین میں گاڑ کر سیدنا مصعب اور اسعد بن زرارہ کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ان سے اسلام کے بارے میں گفتگو کرنا شروع کرتے ہیں اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں، سیدنا مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ (اپنے دلی تاثرات بیان کرتے ہوئے) کہتے ہیں: واللہ! حضرت اسید بن حضیر کی گفتگو سے پہلے ہی ہمیں ان کے چہرہ سے اسلام کی جھلک نظر آرہی تھی، ان کے چہرے کی سلوٹوں کی کرنیں اور ان کی نرم گفتگو ان کے اسلام کی غمازی کر رہی تھی، سیدنا اسید یہ سنتے ہی پکار اٹھے، کتنا ہی اچھا اور کتنا خوبصورت یہ کلام ہے، جب کوئی دین میں داخل ہو تو تم اسے کیا ہدایات دیتے ہو؟

انہوں نے بتایا: آپ غسل کریں، پاکیزہ لباس زیب تن کریں اور زبان سے شہادت حق کی گواہی دیں پھر نماز پڑھیں، وہ کھڑے ہوئے، غسل کیا، پاکیزہ لباس زیب تن کیا اور کلمہ حق کی گواہی دی، کھڑے ہوئے اور دو رکعات نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت اسعد اور حضرت مصعب سے کہنے لگے: میں اپنے پیچھے ایک ایسے آدمی کو چھوڑ کر آیا ہوں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی قوم میں کوئی بھی اس کا ہم پلہ نہیں، میں اسے بھی تمہارے پاس بھیجتا ہوں، وہ سیدنا سعد بن معاذ تھے۔

حضرت اسید نے اپنا نیزہ اٹھایا اور حضرت سعد اور ان کی قوم اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس آئے، جب سعد بن معاذ نے حضرت اسید کو آتے ہوئے دیکھا، تو لوگوں سے کہنے لگے کہ اسید جو چہرہ لے کر گئے تھے، وہ اب بدل چکا ہے، اسید جب مجلس کے قریب آ کے کھڑے ہوتے ہیں، تو سعد ان سے کہتے ہیں، اسید کیا بنا ہے، کہنے لگے، میں نے ان دونوں حضرت مصعب اور اسعد بن زرارہ سے بات کی ہے اور پہلے تو میں نے انہیں روکا تھا، انہوں نے کہا، جو آپ کہتے ہیں، ہم وہ کریں گے، بھائی مجھے تو ان میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی اور اسید نے کہا، مجھے بتایا گیا ہے کہ بنو حارثہ اسعد بن زرارہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ انہیں پتہ ہے کہ وہ تمہاری خالہ کا بیٹا ہے، وہ تم سے کیا ہوا عہد توڑنا چاہتے ہیں، یہ سن کر سعد جلدی سے غصہ میں آگ بگولہ ہو کر اٹھتے ہیں، خدشہ تھا کہ بنو حارثہ کوئی ان کے خلاف قدم نہ اٹھائیں، حضرت اسید نے سعد کے ہاتھ سے نیزہ لے لیا اور کہا، میرے خیال میں آپ کچھ نہ کر سکیں گے۔

اب حضرت اسید اور سعد دونوں جاتے ہیں، سعد نے جب دیکھا کہ وہاں تو کوئی خوف والی بات نہیں، حضرت اسعد اور مصعب دونوں اطمینان سے ہیں، تو سعد جان گئے کہ اسید کا ارادہ یہ تھا کہ سعد ان دونوں کی بات سنیں، حضرت سعد بھی برا بھلا کہتے ہوئے ان کے پاس کھڑے ہوگئے اور اسعد بن زرارہ سے کہا، اے ابو امامہ! واللہ! اگر میرا اور تمہارا خالہ زاد ہونے کا رشتہ نہ ہوتا تو نوبت یہاں تک نہ آتی، کیا تم ہمارے محلہ میں بزور وہ چیز پھیلا رہے ہو، جو ہم پسند نہیں کرتے، اسعد بن زرارہ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا، اے مصعب! واللہ! آپ کے پاس ایک سردار تشریف لایا ہے، جس کی قوم بھی اس کا کہا مانتی ہے، اگر آج یہ آپ کی اتباع کر لیں تو پھر ان کی قوم کے دو فرد بھی پیچھے نہ رہیں گے سب اتباع کر لیں گے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جوش میں تھے، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، آپ بیٹھیں، ہماری بات تو سنیں اگر ہماری بات پسند آئے قبول کرنا ناپسند آئے تو نہ بیٹھنا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ تو انصاف کی بات ہے، پھر نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور بیٹھ گئے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان پر اسلام پیش کیا اور قرآن پاک کی تلاوت سنائی یہ بھی دین میں داخلے کا طریقہ پوچھتے ہیں، مصعب انہیں بتاتے ہیں یہ دونوں اسید اور سعد اپنی قوم کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں: اے بنو عبدالاشہل میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے، انہوں نے کہا، آپ ہمارے سردار ہیں، بہت زیادہ صلہ رحمی والے اور افضل رائے اور مبارک جان ہیں، حضرت سعد نے کہا، اگر میں یہ کچھ ہوں تو پھر میں اس وقت تک نہ تمہارے مردوں سے بات کروں گا اور نہ ہی عورتوں سے کروں گا، مجھ پر حرام ہے کہ تم سے بات کروں، ہاں تب کروں گا جب تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ گے۔

بنو عبدالاشہل میں شام تک ہر مرد و زن اسلام سے آشنا ہو چکا تھا، اسعد اور مصعب دونوں اسعد بن زرارہ کے گھر واپس آتے ہیں، وہاں یہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں، حتیٰ کہ انصار کے ہر گھر میں اسلام کا چرچا تھا۔ [1]

[1] بیھقی، دلائل النبوت: ۲/ ۴۳۸، البدایه والنهایه: ۳/ ۱۵۲، اسناده صحیح، تخریج ابن هشام، جمال ثاقب.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے پرسکون اور قوت سے لبریز ایمان میں، اور ان کی دعوت کی ضیاء پاشی اور چمک سے نکلنے والے نور نے انصار کے سادات حضرت اسید بن حضیر، حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کے سینے بھی نورِ ایمان سے منور کر دیئے، حضرت مصعب ایسے نوجوان تھے جو بہترین قائد ثابت ہوئے یعنی کہ انہوں نے اسی پر ایمان کے کوہِ گراں کو چلا کر قدموں میں ڈھیر کر لیے انصار کے اوس اور خزرج دونوں قبائل، حضرت مصعب کی میزان میں نیکیاں بن کر وزن ہوں گے، کیونکہ یہ ان کی دعوت سے متاثر ہو کر ایمان لائے تھے۔ [1]

واہ! مصعب بن عمیر! کتنے ہی عظیم داعی ہو کہ جن کے ہاتھوں مدینہ کے دو پہاڑ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے، ایک سعد بن معاذ، دوسرے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما اور کیا ہی خوش نصیبی ہے، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے جن کا اسلام لانا اوس اور انصار کے اسلام لانے کا باعث ہوا اور یہ ایک ایسی دعوت کا پیکر ثابت ہوئے کہ ان کے کہنے پر ان کی قوم کے مرد و زن نورِ اسلام سے جگمگا اٹھے۔ ہر داعی کو اپنے گھر اور قوم سے اسی طرح کا اچھا طریقہ اپنانا چاہیے اور اپنے لوگوں کے درمیان رابطہ رکھنا چاہیے۔ بنو عبدالاشہل کے شروع ہی میں اسلام میں داخل ہونے کی وجہ یہی ان کا یعنی حضرت سعد کا ان سے اچھا رابطہ ہی تھا اور ان کی حسن سیرت کی وجہ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ان میں ایک مبارک نصیب اور سالار کی حیثیت رکھتی تھی۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما آئے، ان کے بعد حضرت عمار بن یاسر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ [2]

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے مجاہدانہ کارنامے:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بدر میں شریک ہوئے اور بہت ہی زیادہ بے جگری کے ساتھ لڑے جب غزوہ بدر کا نتیجہ مسلمانوں کی فتح کی صورت میں نکلا اور مسلمانوں نے مشرکوں کو کافی تعداد میں اسیر بنا لیا، اس موقع پر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے دوستی اور دشمنی کے معیار کے بارے میں عظیم موقف اختیار کیا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بنو عبد دار کے ایک آدمی نبیہ بن وہب نے بتایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فارغ ہو کر قیدیوں کی جانب متوجہ ہوئے تو انہیں اپنے ساتھیوں کے درمیان بانٹ دیا اور حکم دیا: "اِسْتَوْصُوْا بِالْأُسَارٰی خَيْرًا" کہ قیدیوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔

میرا رشتہ اسلامی ہے نسبی نہیں:

ابو عزیز بن عمیر بن ہشام، یہ حضرت مصعب بن عمیر کے حقیقی بھائی تھے، یہ بھی جنگ بدر کے قیدیوں میں شامل تھے، یہ ابو عزیز، خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس سے میرے حقیقی بھائی مصعب بن عمیر گزرے، انصار میں سے ایک آدمی مجھے قیدی کی حیثیت سے باندھ رہا تھا، حضرت مصعب اس سے کہتے ہیں، اسے مضبوط باندھنا اس کی امی مال و متاع والی ہے، شاید تجھے فدیہ زیادہ ملے۔

[1] ترطیب الافواہ: من یظلھم اللّٰہ: ۱/ ۲۷۵۔ [2] بخاری: ۳۹۲٤، طبقات: ۳/۱، ۸۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوعزیز کہتے ہیں، جب مجھے بدر سے مدینہ کی جانب لایا گیا، تو میں انصار کے ایک گروہ میں تھا، جب بھی کھانے کا وقت آتا، صبح کا کھانا ہوتا یا شام کا ہوتا تو مجھے روٹی دیتے، اور خود کھجوریں کھاتے، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت فرمائی تھی، اگر ان میں سے کسی آدمی کے ہاتھ روٹی کا ٹکڑا آتا بھی تو وہ مجھے دے دیتا، مجھے شرم آتی، میں اسے واپس لوٹا دیتا، لیکن وہ اسے چھوئے بغیر مجھے پھر واپس کر دیتا۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں ابوعزیز جنگ بدر میں نضر بن حارث کے بعد مشرکوں کے علمبردار تھے، جب یہ قید ہو کر آئے تو ان کے بھائی مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ابو یسیر سے کہا، جنہوں نے انہیں قید کیا تھا، کہ انہیں کس کے باندھنا ان کی امی بہت مالدار ہے، یہ سن کر ابوعزیز نے بھائی سے کہا، بھائی! میرے بھائی ہو اور اسے یہ وصیت کر رہے ہو، حضرت مصعب نے کہا، تم نہیں یہ تجھے باندھنے والا ابو یسیر میرا بھائی ہے، یہی ہوا ان کی ماں نے پوچھا تم ایک قریشی سے جتنا بھی زیادہ قیمتی فدیہ مانگ سکتے ہو مانگو، اسے بتایا گیا کہ چار ہزار درہم دو، تو اس نے چار ہزار درہم بھیجے اور اپنے بیٹے ابوعزیز کو چھڑا دیا۔ ❶

مصعب رضی اللہ عنہ نے سچ کہا:

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ابو یسر سے جو کہا تھا کہ یہ میرا بھائی ہے ابوعزیز بھائی نہیں یہ حق تھا اور سچ تھا، کیونکہ اخوت ایمانی، اخوت جسمانی پر مقدم ہے، اور دینی تعلق، نسبی تعلق پر مقدم ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے، جو کہ اس نے نوح علیہ السلام سے ان کے کافر بیٹے کے بارے میں کہا تھا:

﴿إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ (هود: ٤٦)

"یہ تمہارے گھر والوں میں سے نہیں اس کے عمل اچھے نہیں تھے۔"

اس پر اسلام کا یہ قانون بھی دلالت کرتا ہے کہ ایک آدمی فوت ہو جاتا ہے، اس کا ایک ہی کافر بیٹا ہو تو وہ اس کا وارث نہیں ہوگا، بلکہ یہ مال مرنے والے کے ایماندار بھائیوں کی جانب لوٹے گا۔ یہ اصول دلالت کرتا ہے کہ دوستی اور دشمنی کے پیمانے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک ایمان اور اسلام کی قوت پر مضبوط ہوا کرتے تھے، حسب و نسب اور رشتہ داری کے مطابق نہیں ہوتے تھے۔ ❷

مصعب رضی اللہ عنہ جنہوں نے عہد وفا پورا کیا:

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ان مومنوں میں سے ہیں، جنہوں نے پاس وفا کرتے ہوئے جان نثار کر دی، معرکہ احد میں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے علم اٹھا رکھا تھا، جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ثابت قدم رہے، ابن قمئہ آیا، اور ان کے دائیں ہاتھ پر تلوار ماری جس سے ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا، اور مصعب رضی اللہ عنہ یہ آیت پڑھنے لگے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ (آل عمران: ١٤٤)

❶ سیرت ابن ھشام: ۳/ ٥٤.
❷ مواقف ایمانیه احمد فرید: ٤٦١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ سے پہلے بھی پیغمبر گزرے ہیں۔''

اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ جھنڈا بائیں ہاتھ سے تھام لیتے ہیں اور اس پر جھک جاتے ہیں، وہ بائیں ہاتھ پر بھی تلوار کا وار کرتا ہے، اور اسے کاٹ دیتا ہے، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ جھنڈے پر اوندھے ہوتے ہیں اور باقیماندہ بازوؤں میں لے کر اپنے سینے سے ملا لیتے ہیں، اور مذکورہ آیت کا دوبارہ ورد کرتے ہیں۔ لیکن ابن قمئہ تیسری مرتبہ حملہ کرتا ہے اور نیزہ مارتا ہے، جو حضرت مصعب کے جسم پر پار نکل جاتا ہے۔ ابو سعد کا بیان ہے کہ عبداللہ بن فضل کہتے ہیں کہ حضرت مصعب شہید ہوتے ہیں تو ایک فرشتہ ان کی شکل اتار کر علم کو تھام لیتا ہے، نبی اکرم ﷺ دن کے آخر میں اس سے کہتے ہیں، مصعب! آگے بڑھو فرشتہ آپ ﷺ کی جانب مڑ کر دیکھتا ہے اور کہتا ہے، حضرت میں مصعب نہیں، تو نبی ﷺ کو اب پتہ چلا کہ یہ تو فرشتہ ہے، جو مصعب کی صورت میں میری مدد کے لیے آیا ہے۔ [1]

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی حفاظت نہایت ہی بے جگری سے کی، یہاں تک کہ اسی حالت میں جام شہادت نوش کر گئے، انہیں ابن قمئہ لیثی نے شہید کیا، یہ سمجھتا رہا کہ میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو شہید کیا ہے، یہ جاتا ہے اور قریش سے کہتا ہے کہ میں نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی شہادت صادقہ کے بعد، رسول اکرم ﷺ نے علم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دیگر مسلمان جوان مردوں کو تھما دیا۔ [2]

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب جنگ احد سے فارغ ہوئے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی لاش کے قریب آئے تو ان کی شہادت کے خون کی سرخی پر یہ آیہ مبارکہ پڑھی اور اسے معطر کر دیا:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (الأحزاب: ٢٣)

''ایمانداروں میں سے ایسے آدمی بھی ہیں، جس چیز پر انہوں نے اپنے اللہ سے عہد باندھا تھا وہ انہوں نے سچا کر دکھایا۔''

یہ مصعب بھی ان میں سے ہیں۔

کرو نہ غم ضرورت پڑی تو دیں گے ہم
لہو کا تیل چراغوں میں جلانے کے لیے

جب سید ولد آدم نے آنسوؤں کے موتی نچھاور کیے:

جب ہمارے ان اسلام کے عظیم سپوتوں اور فرزندوں کے خونِ پاکیزہ صفت نے اس میدان شرف و جہاد کی خاک پر اپنی وفا کی داستان رقم کی تو اس کے بعد حبیب کبریاء ﷺ کھڑے ہوتے ہیں، شہداء کو تلاش کرتے ہیں، ان تک پہنچنے کے بعد آپ ان کے بالکل قریب کھڑے ہو جاتے ہیں، اور کہتے ہیں میں ان پر گواہ ہوں، جو بھی راہِ اللہ میں زخمی

[1] صفة الصفوة: ١/ ١٦٢۔ [2] سیرت ابن ہشام: ٢/ ٧٣، طبقات: ١،٣/ ٨٥۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہوگا، اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے اٹھائیں گے اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا، رنگت تو خون کی ہوگی، لیکن خوشبو کستوری کی مہک رہی ہوگی۔ ان شہداء کو دیکھو جو قرآن پاک کو زیادہ جانتا ہے، اسے قبر میں سب سے پہلے رکھو بعد میں دوسروں کو رکھنا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دو دو یا تین تین شہداء دفن کرتے تھے، اور کسی کو اکیلا بھی دفن کر دیتے۔ ❶

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھا تو آنسوؤں کی برسات برسنے لگی اور یہی مقدس آنسو روز قیامت حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے لیے ذخیرہ آخرت ہیں۔

یہ مردِ باوفا بہارِ زندگی دیکھنے سے پہلے ہی چل بسا:

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر ہجرت کی ہجرت سے ہمارا مقصد فقط رضائے الٰہی حاصل کرنا تھا، ہمارا اجر اللہ کے ذمہ ہے، وہ ہمیں ضرور عطا کرے گا، ہم میں سے بعض ایسے بھی رسم وفا نبھانے والے گزرے ہیں، جنہوں نے دنیا میں سے اپنا حصہ نہیں پایا، ان میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں، جو احد کے دن شہید ہوئے، ایک چادر چھوڑ گئے تھے، اور ہم اس قدر فقر و تنگدستی کا شکار تھے کہ کفن نہ دے سکتے تھے، جب ہم ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پاؤں باہر ہوتے اور اگر ہم ان کے پاؤں ڈھانپتے تو سر نکل آتا، ہم نے ان کے پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دی اور ہم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کے لیے اسلام کے درخت نے پھل پختہ کیا ہے اور ہم اسے اپنے دامنوں میں بھر رہے ہیں۔ ❷

مصعب رضی اللہ عنہ ہم تمہیں زندگی بھر نہ بھولیں گے:

خدا حافظ چمن والو! خطائیں معاف کر دینا
خوشی کی جب گھڑی آئے ہمیں بھی یاد کر لینا

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہر لحہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو یاد کیا کرتے تھے، ایک لحظہ بھر بھی ان کا معصوم چہرہ ان کی آنکھوں سے اوجھل نہ ہوتا تھا۔ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں، روزہ رکھا ہوا تھا، افطاری کے وقت کھانا لایا گیا، انہیں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی یاد ستاتی ہے، کہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مجھ سے کہیں بہتر تھے، انہیں کفن دیا گیا، ہم چادر اگر ان کے سر پر رکھتے تو پاؤں نمایاں ہوجاتے اور اگر ان کے پاؤں ڈھانپتے تو سر باہر آجاتا، اسی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے وہ بھی مجھ سے بہتر تھے، ان کی بھی یہی حالت تھی، اب ہمارے لیے دنیاوی کشائش ہے، ہمیں دنیا کی چیزیں وافر مقدار میں مل رہی ہیں، مجھے ڈر ہے کہ ہمیں کہیں دنیا کی نیکیوں کا بدلہ جلدی سے دنیا ہی میں نہ دے دیا جائے اور زار و قطار روتے رہے، حتیٰ کہ کھانا بھی نہ کھایا۔ ❸ آخر میں ہم اس بطل اسلام حضرت مصعب رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین کے لیے بے شمار رحمتوں اور اللہ کی رضا مندیوں کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

❶ احمد: ٥/ ٤٣١، نسائی: ٤/ ٧٨، رجاله رجال الصحیح، تخریج سیرت ابن هشام.

❷ بخاری: ٣٨٩٧، مسلم: ٩٤٠. ❸ بخاری: ١٢٧٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

14

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی زیست کے پہلو

قارئین کرام! یہ ہیں کاتب وحی اور قرآن پاک مدون کرنے والے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

مسلمانوں کے کارناموں سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں:

ہر جد و جہد خواہ وہ مادی ہو، ادبی، نفسیاتی ہو یا بدنی ہو، جو بھی ایماندار اسے اللہ کی راہ میں بروئے کار لاتا ہے، خواہ وہ یاد رہے یا کسی کو نہ یاد رہے، اس کا حجم اور وجود نظر آئے یا نہ آئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اس بندے کی حسنات کے دفتر میں شمار ہوگی، اللہ تعالیٰ کسی کا ذرہ برابر عمل ضائع نہیں کرتے، حتیٰ کہ راہ اللہ میں اگر اس نے ایک قدم بھی اٹھایا ہوگا اور ایک پیسہ بھی خرچ کیا ہوگا، اور معمولی بھوک یا پیاس یا تھکاوٹ محسوس کی ہوگی، تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی صلہ دیں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً وَّ لَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (التوبة: ۱۲۰، ۱۲۱)

"یہ اس وجہ سے ہے کہ انہیں جو بھی پیاس، تھکاوٹ اور اللہ کی راہ میں بھوک پہنچتی ہے، اور جب بھی یہ اس جگہ کو روندتے ہیں، جو کافروں کو غصہ میں ڈال دے، اور یہ دشمن سے کوئی بھی تکلیف پائیں، ان کے لیے اس کے عوض نیک عمل لکھا جاتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔"

اور جو بھی یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا خرچ ہو اور نہ ہی یہ کوئی وادی طے کرتے ہیں، مگر یہ سب کچھ ان کے لیے لکھا جاتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دیں، اس میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں کہ دین اسلام جیسا کوئی بھی دین نہیں، جو قربانی اور ایثار اور جہاد و دفاع کے دلکش نمونے پیش کرے، جو اس طرح مضبوط ہوں اور روشن ہوں اور ایسے مرعوب کن ہوں۔ یہ اسلام ہی پیش کرتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جان و مال نچھاور کرنے والے ایسے ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ ان واقعات کے سننے سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور دل کو سکون ملتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ (1) ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اسی قسم کے اسلام کے ایک عظیم فرزند کا ہم تذکرہ کرتے ہیں، ہم نے جب اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی حیات باصفات کی سطور تحریر کرنے کا آغاز کیا تو ہم نے یوں محسوس کیا، گویا کہ ہم ایک کوہِ گراں کے سامنے کھڑے ہیں، جس نے حسنات و درجات کی فضا کو بھر دیا ہے۔ اور ہم کیوں ایسا محسوس نہ کریں، ہر مسلمان جب بھی قرآن پاک کھولتا ہے اور اس کی کوئی سورت یا آیت تلاوت کرتا ہے، یہ اس صاحب جلالت و عظمت صحابی رضی اللہ عنہ کی میزان میں نیکیوں کا وزن بن رہی ہیں، کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے، اور یہی وہ پیکر عمل ہیں، جنہوں نے عہد ابوبکر اور عہد عثمانی میں قرآن پاک کو جمع کیا تھا۔ (رضی اللہ عنہم)

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کون ہیں:

یہ ہیں جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو کہ کبیر امام ہیں، شیخ القراء ہیں، علم فرائض کے ماہر ہیں، مفتی مدینہ ہیں، یہ حاملین حجت میں سے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب حج کے لیے روانہ ہوتے تو انہیں مدینہ منورہ پر اپنا خلیفہ مقرر کرتے تھے، جنگ یرموک میں جو مالِ غنیمت ملا تھا، اس کی تقسیم ان کی نگرانی میں ہوئی۔ ان کے والد ہجرت سے قبل ہی جنگ بعاث میں مقتول ہو چکے تھے، یتیمی کی حالت میں پرورش پائی، یہ بلا کے ذہین تھے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اس وقت ان کی عمر گیارہ برس تھی۔

اس معصوم نوجوان نے جنگ بدر میں شرکت کی تمنا کی کہ شرف جہاد اور اللہ کی راہ میں شہادت کی عظمت پائیں اسی جذبہ فراواں کو لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں، اور عرض کرتے ہیں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ پر قربان جاؤں، مجھے اجازت دو کہ میں آپ کی معیت میں آپ کے جھنڈے کے نیچے دشمنان اللہ سے جہاد کروں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف مسرت آمیز اور میٹھی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور بہت ہی پسندیدہ انداز سے اور ان کے دل کو خوشی سے لبریز کرتے ہوئے واپس لوٹا دیتے ہیں، کہ بیٹا تم ابھی چھوٹے ہو۔ یہ بچہ واپس آتا ہے، لیکن سراپائے غم تھا، اور اس کی والدہ اس سے بھی زیادہ غم واندوہ میں ڈوبی تھیں، کیونکہ اس کی آرزو یہی تھی کہ وہ اپنے ننھے منے بچے کو اللہ کی راہ میں مجاہد بنا دیکھیں۔

دین کی حفاظت کے لیے سریانی زبان سیکھی:

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو جنگ سے واپس کیا تو یہ دل میں سوچتے رہے کہ کوئی ایسا صداقت سے لبریز موقع ملے کہ اسلام کی خدمت کر سکوں، اور حتیٰ الامکان اپنی صلاحیتوں پر غور کرتے رہے کہ میں اسلام کی حمایت اور خدمت کیسے کر سکتا ہوں۔ یہی سوچ بچار لیے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کیا جو کہ بہت بڑی نعمت تھا کہ ان کا حافظہ بہت عمدہ تھا اور یادداشت روشن تھی، بیدار مغز تھے، علم اور طلب علم کے گرویدہ تھے اور اس پر پوری توجہ

(1) الایمان والحیاۃ یوسف القرضاوی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیتے تھے۔ انہوں نے اپنی امی کو طلب علم کی رغبت سے آگاہ کر رکھا تھا، اب اس نے گھومنا شروع کر دیا تاکہ اپنی قوم کو اپنے بیٹے کی اس رغبت کی خبر دے، یہ سن کر ان کی قوم کے چند افراد انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آتے ہیں۔
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خود اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں، کہ مجھے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے ہی تھے، لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لڑکا بنونجار کا ہے، اس نے آپ پر نازل شدہ سترہ سورتیں یاد کر لی ہیں۔ حضرت زید کہتے ہیں، میں نے وہ ساری سورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلاوت کیں، تو بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا:

((یَا زَیْدُ تَعَلَّمْ کِتَابَ یَهُوْدَ))

"اے زید! یہودیوں کی کتاب سیکھو۔"

مجھے ان سے خطرہ ہے، یہ میری کتاب میں ہیر پھیر کریں گے۔

میں نے پندرہ دنوں میں اس زبان میں مہارت حاصل کر لی اور جب بھی یہودیوں کی جانب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لکھنا ہوتا تو میں ہی تحریر کرتا تھا۔ [1]

ایک روایت میں سترہ دن آتے ہیں۔ [2]

ان میں ٹکراؤ نہیں اندازہ بتانا مقصد ہے، اور ایک روایت میں ہے، جب یہودی آپ کی طرف کچھ لکھتے تو میں ان کی تحریر آپ کو پڑھ کر بھی سناتا تاکہ انہوں نے کتاب میں یہ لکھا ہے۔ [3]

بے مثال اعزاز کہ کاتب وحی تھے:

ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تو سراپائے خیر ہیں، کہ حافظہ، کتابت اور امانت میں بہت ہی گہرے اور پختہ ہیں اور کتاب اللہ کی نصوص کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، تو حضرت زید کو آپ نے ایک ایسی مہم سونپی، جو ساری کائنات سے بڑھ کر اہم تھی، وہ وحی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی تھی اس کے کاتب مقرر کر دیئے، یہ ایک ایسا شرف وفضل ہے جو احاطۂ تحریر سے باہر ہے، دراصل یہ ایک عظیم اعتماد تھا، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھما دیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ صادق ومصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے تروتازہ قرآن پاک حاصل کرتے ہیں اور ساتھ ہی ہر آیت اور اس کے سبب نزول اور جس مقام پر وہ نازل ہوتی ہر چیز سے آگاہ تھے۔ اتنے قریب سے ہو کر قرآن پاک سے ملاپ اور تعلق کی وجہ سے قرآن پاک کی انوار وتجلیات سے ان کا نفس چمک اٹھا اور عقل روشن ہوگئی اور ہر

---

[1] تاریخ کبیر: ۳/ ۳۸۰، اسنادہ حسن ارنؤوط.
[2] احمد: ۵/ ۱۸۲، مستدرك: ۳/ ۴۲۲، اسناده صحیح.
[3] ترمذی: ۲۷۱۵ حدیث حسن صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روز حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کی وجہ سے اس میں اور اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ واہ! یہ کتنی خوش جمال زندگی ہے اور کتنے ہی شیریں لمحات ہیں، اور کتنی ہی برکت والی اور عمدہ مہم ہے، جو حضرت زید رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھ کر سر کر رہے ہیں، اس طرح تو حضرت زید رضی اللہ عنہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے قرآن پاک کے سب سے پہلے مرکز قرار پاتے ہیں۔

سقیفہ بنو ساعدہ میں عہد ساز کردار:

حضرت زید رضی اللہ عنہ زندگی بھر حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے، وحی لکھا کرتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رحلت فرماتے ہیں، تو ان سے بہت راضی تھے، سقیفہ بنو ساعدہ (پارلیمنٹ ہاؤس) میں مہاجرین و انصار جمع ہیں، کہ مسلمانوں کے خلیفہ کا انتخاب کریں، اس دوران قریب تھا کہ ایک بہت بڑا طوفان بھڑک اٹھے، یہاں قرآن پاک کے حاملین اور اس کا دور کرنے والے بھی آئے، یہاں بھی کاتب وحی جس کا سینہ نور قرآن سے منور تھا، اسے اللہ تعالیٰ نے وہ راہ ہدایت سمجھائی اور ایسی باصواب اور درست رائے سے نوازا کہ اصحاب دانش حیران رہ جاتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو انصار کے خطباء کھڑے ہو کر بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں، ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک آدمی تم میں سے مہاجروں میں سے امیر ہوگا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مہاجروں میں سے تھے اور ہم آپ کے انصار و جانثار ہیں، لہٰذا امام بھی مہاجروں میں سے ہوگا، اور ہم اس کے انصار و جانثار ہی ہوں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے گروہ انصار! اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے اور تمہارے اس زید کو جو اس نے بات کی ہے، اس پر ثابت رکھے اگر تم اس کے علاوہ کوئی اور رائے دیتے تو پھر ہماری تم سے صلح نہ ہوتی تاہم یہ بہت ہی صلح جو رائے ہے۔ [1] الحمد للہ! حضرت زید رضی اللہ عنہ کے اس موقف سے فتنہ کی بھڑکتی ہوئی آگ وہیں مٹی میں دفن ہوگئی۔

عہد ابی بکر رضی اللہ عنہ میں قرآن پاک کے مدون:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد عرب کے بعض حصوں میں فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا لوگ دین سے مرتد ہونا شروع ہوئے، تو ان کے خلاف جنگوں میں اور جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی بہت زیادہ تعداد شہید ہوئی تو قرآن پاک کے ضائع ہونے کا خطرہ پیدا ہوا اس لیے قرآن پاک کو جمع کرنا نہایت ہی ضروری تھا۔

اس اہم تاریخی شرف کا سہرا بھی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سر باندھا گیا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میری طرف پیغام بھیجا، یہ یمامہ کے واقعہ کے بعد کی بات ہے، جب میں حاضر ہوا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہاں تشریف فرما تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ جنگ یمامہ میں

[1] احمد:۵/ ۱۲۲، طبرانی:۴۷۸۵، اسنادہ صحیح، ذهبی، رجاله رجال الصحیحه، مجمع الزوائد: ٦/ ۱۸۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کافی تعداد میں قراءِ کرام اور حفاظ قرآن جام شہادت نوش کر چکے ہیں، میں اس اندیشہ میں مبتلا ہوں، کہ اگر قرائے قرآن کا قتل مختلف مقامات پر اسی طرح جاری رہا تو قرآنِ پاک کا بہت سارا حصہ ہماری دست برد سے باہر چلا جائے گا۔

لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن پاک کو یکجا کریں، حضرت ابوبکر نے بتایا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ہے کہ وہ کام ہم کیسے کریں، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا کہ واللہ! یہ کام بہت بہتر ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے مسلسل تکرار کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں میرا شرح صدر کر دیا ہے، میری رائے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق ہو چکی ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ مجھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ تم جوان رعنا اور انسان دانا ہو، ہمیں آپ پر کوئی اعتراض نہیں اور تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی تھے، اس لیے تم اب قرآن پاک کو تلاش کرو اور اسے مدون کرو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے تاثرات بیان کیے، کہ واللہ! اگر مجھے ایک پہاڑ دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم ہوتا تو یہ میرے لیے بوجھل نہ ہوتا، مگر جمع قرآن کا حکم اس سے بھی زیادہ مشکل تھا۔ میں نے پھر دونوں بزرگوں سے درخواست کی کہ تم وہ کام کیسے کر رہے ہو جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ انہوں نے یہی جواب دیا، واللہ! یہی کارِ خیر ہے، میرا بھی شرح صدر ہوا اور میں نے لوگوں کے سینوں سے، درختوں کے چھلکوں سے اور چمڑے پر تحریر شدہ قرآن پاک کے حصے تلاش کیے اور اسے جمع کیا اور یہ آیت:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ (التوبہ: ۱۲۸)

''تحقیق تمہارے پاس تمہاری جانوں سے پیغمبر علیہ السلام آئے، جو چیز تمہیں مشقت میں ڈالے وہ ان پر گراں گزرتی ہے۔'' (سورت کے خاتمہ تک)

کسی اور کے پاس سے نہ ملی، یہ صرف حضرت ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس تھی ان سے ملی، اس طرح میں نے مصحف تیار کر دیا، یہ مصحف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہا، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی حیات تک رہا، ان کی وفات کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چار افراد نے قرآنِ پاک جمع کیا تھا، سارے کے سارے انصار میں سے تھے، حضرت ابی، حضرت معاذ، حضرت زید بن ثابت، اور ابوزید رضی اللہ عنہم۔[2]

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں قدر افزائی:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہنے کی وجہ سے اور طویل عرصہ خدمت کی بدولت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قرآن پاک میں خاص شرف رکھتے تھے اور انہیں گہری سمجھ حاصل تھی، حتیٰ کہ یہ مسلمانوں کے لیے قرآن پاک کے

---

1. بخاری: ٤٩٨٦، فضائل القرآن، باب جمع القرآن، احمد: ١٨٨/٥.
2. بخاری: ٤٦/٩، فضائل القرآن، باب القراء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بارے میں منارہ نور بن چکے تھے۔

ہر مشکل معاملہ میں خلفائے راشدین ان سے مشورہ طلب کرتے تھے اور ہر الجھن کے بارے میں عوام بھی ان سے فتویٰ پوچھتے تھے اور خصوصاً وراثت کے مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے، کیونکہ اس وقت مسلمانوں میں یہی سب سے زیادہ علم وراثت کے احکام جانتے تھے اور اسے تقسیم کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دمشق کی مغربی جانب ایک بستی تھی جس کا نام ''جابیہ'' تھا، جب خطبہ دیا تو مسلمانوں کو یوں مخاطب کیا۔ اے لوگو! تم میں سے جو کوئی قرآن پاک کے متعلق سوال کرنا چاہے تو وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس جائے اور جو فقہ دین پوچھنا چاہے تو اسے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس آنا چاہیے اور جو مال کے بارے میں ضرورت مند ہو تو اسے میرے پاس آنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مال کا سرپرست بنایا ہے اور انصاف کے ساتھ حاجتمندوں میں تقسیم کرنے والا مقرر فرمایا ہے۔ [1]

مصحف عثمانی کا زندہ کردار:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جس طرح عہد ابوبکر رضی اللہ عنہ میں قرآن پاک کو جمع کرنے کا عہد ساز اور یادگار کارنامہ سرانجام دیا تھا، اسی طرح عہد عثمانی میں بھی کتابت قرآن کا عظیم یادگار کارنامہ بھی انہوں نے سرانجام دیا تھا۔ یہ اس لحاظ سے اہم کارنامہ ہے کہ اس میں قراءت کا اختلاف مٹا کر مسلمانوں کو فرقت و اختلافات سے بچانے کے لیے ایک قراءت پر یکجا کر دیا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آتے ہیں، یہ شام کے علاقہ ارمینیہ اور آذربائیجان میں اہل عراق کے خلاف برسرپیکار رہے تھے اور ان کی فتوحات میں شامل تھے۔ انہوں نے جب اس علاقہ میں دیکھا کہ لوگ قراءت میں اختلاف کر رہے ہیں، تو بہت زیادہ پریشان ہوئے اور کہا، اے امیر المومنین! اس امت کو یہود و نصاریٰ کی مانند اپنی کتاب میں اختلاف پیدا کرنے سے پہلے پہلے سنبھال لو، وگرنہ کام خراب ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پیغام بھیجا کہ مصحف میرے پاس بھیج دو، میں اس سے نقل کر کے وہ مصحف تمہیں واپس کر دوں گا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت سعید بن عاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا انہوں نے مصحف لکھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تینوں قریشی نوجوانوں کو حکم دیا تھا کہ جب تم میں اور حضرت زید بن ثابت کے درمیان قرآن پاک کے کسی لفظ میں اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن پاک قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے، انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی، جب انہوں نے مصحف تیار کر لیا تو حضرت

[1] صور من حياة الصحابة: ٣٦٧.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والا مصحف انہیں واپس کر دیا اور پھر اس سے چند نسخے تیار کروائے اور انہیں حکومت کے کونوں تک بھیج دیا اور اس کے مطابق پڑھنے کا حکم دیا، اس کے علاوہ دیگر مصحف جلا دینے کا حکم دیا تا کہ اختلاف نہ رہے۔ ❶

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دیگر صحابہ کرام کی نظر میں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَفْرَضُ اُمَّتِیْ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ)) ❷

''میری امت میں سے سب سے زیادہ علم فرائض کے عالم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔''

جعفر بن برقان کہتے ہیں کہ میں نے زہری رحمہ اللہ سے سنا، کہتے ہیں، اگر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ علم فرائض و وراثت نہ لکھتے تو میرا خیال ہے یہ علم ضائع ہو جاتا۔ ❸

حمید بن اسود بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں کے امام حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے اور ہمارے نزدیک حضرت زید کے بعد لوگوں کے امام حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ ❹

احمد بن عبداللہ عجلی کہتے ہیں، لوگ قراءت بھی حضرت زید کی پڑھتے ہیں اور ان کے علم فرائض پر اعتماد بھی کرتے ہیں۔ ❺

شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، چار قاضی مشہور زمانہ ہیں، ۱۔ حضرت عمر، ۲۔ حضرت علی، ۳۔ حضرت زید، ۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔ ❻

حضرت مسروق بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اصحاب فتویٰ، ۱۔ حضرت عمر، ۲۔ حضرت علی، ۳۔ حضرت ابن مسعود، ۴۔ حضرت زید، ۵۔ حضرت ابی، ۶۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم تھے۔ ❼

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں وہ سب جانتے ہیں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ علم میں رسوخ رکھنے والے تھے۔ ❽

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام میں سے جو بھی طالبانِ علم تھے، وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بہت ہی زیادہ قدر و منزلت بجا لاتے تھے، اور ان کے دلوں میں ان کے لیے جذبات محبت موجزن رہتے تھے، اور ان کے علم میں عظیم المرتبت ہونے کی وجہ سے یہ انہیں بہت زیادہ جلالت شان والا تصور کرتے تھے۔

دیکھیے یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو کہ ترجمان قرآن ہیں اور علم کا بحرِ زخار ہیں، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قدر و

---

❶ بخاری: ٤٩٨٧.
❷ احمد، ترمذی، نسائی، صحیح الجامع: ٨٩٥، البانی.
❸ تاریخ فسوی: ١/ ٤٨٦.
❹ تاریخ فسوی: ١/ ٤٨٦.
❺ تاریخ فسوی: ١/ ٤٨٦.
❻ تهذيب ابن عساكر: ٥/ ٤٥٠.
❼ تاریخ فسوی: ١/ ٤٨١، تهذيب ابن عساكر: ٥/ ٤٤٩، اسناده صحيح، ارنؤوط.
❽ تهذيب ابن عساكر: ٥/ ٤٥١، اصابه: ٤/ ٤٣، ارنؤوط، اسناده صحيح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منزلت کی بلندی کا اعتراف کرتے ہیں۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور ان کی سواری کی رکاب پکڑ لیتے ہیں، وہ عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے! آپ دور رہیں، مجھ سے یہ گستاخی نہ کرائیں، فرمایا، نہیں کوئی نہیں، ہم اپنے علمائے کرام اور بڑوں کے ساتھ اسی ادب سے پیش آیا کرتے ہیں۔ [1]

پیکر علم سے خوش طبعی کی مسکراہٹ:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ طلب علم اور اس کی تبلیغ میں مصروف رہنے کے باوجود اپنے گھر میں اہل خانہ کے سامنے مسرت وفرحت اور سعادت کی خوشبو بکھیرتے تھے۔ ثابت بن عبید کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے اہل خانہ میں عام لوگوں سے زیادہ خوش طبعی کیا کرتے تھے کم ہی اتنی زیادہ خوش طبعی کرتے ہوں گے۔ ضروری ہے کہ ہر داعی جو دعوت الی اللہ اور علم کی تدریس میں ہمہ تن مصروف ہو وہ اپنے اہل خانہ اور اولاد کے لیے فرحت ومسرت اور سعادت کا سرچشمہ بھی ثابت ہو۔

اے دنیا الوداع، اے دنیا الوداع:

ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ
دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہی ہے کہاں کا ہو

نہایت ہی پر برکت، عطا وبخشش اور قربانی وایثار سے بھرپور طویل زندگی گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں امت اسلامیہ کو اور ان کی ذات کو خیر کثیر سے ہمکنار کیا تھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر دراز ہوتے ہیں، جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، آج اس امت کا بہت بڑا عالم اٹھ گیا ہے، شاید ان کی کمی اللہ تعالیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صورت میں پوری کر دیں گے۔ حضرت عمار بن ابی عمار کہتے ہیں، جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس محل کے سایہ میں بیٹھے تھے، وہ کہنے لگے: اس قسم کے علماء کے اٹھ جانے سے علم ختم ہوا کرتا ہے، آج حضرت زید دفن نہیں ہوئے، بلکہ بہت سارا علم دفن ہوا ہے۔ [2]

ہمارا یہ عظیم سپوت اس دنیا سے کوچ کر چکا، لیکن ہم جب بھی کتاب اللہ کی کوئی سورت یا آیت تلاوت کریں گے، ہم اس جامع قرآن اور جامع قراءت کو کبھی نہ بھولیں گے، بلکہ قرآن پاک ہمیں ہمیشہ ان کی یاد دلاتا رہے گا۔ ہر ایک مسلمان کی طرف سے جو بھی قرآن پاک پڑھتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد برکات سے لے کر آج تک جو بھی اس زمین پر وارثان ہستی آئیں گے، اللہ تعالیٰ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائیں گے، کیونکہ قرآن پاک کی تلاوت کی سہولت ان کی محنتوں سے ہی حاصل ہوئی ہے۔

---

[1] طبقات: ۲/ ۳۶۰، وصححه الحاكم: ۳/ ۴۲۳، واقره الذهبي.

[2] طبقات: ۲/ ۳۶۱، مستدرك حاكم: ۳/ ۴۲۸ ورجاله ثقات، ارنؤوط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

15

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی

یہ وہ پر عظمت بزرگ ہیں جن کے سینہ پر آپ ﷺ نے اس تابناک دعاء کا تمغہ سجایا تھا:

"اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَا لَهٗ وَ وَلَدَهٗ وَ بَارِكْ لَهٗ فِيْهِ"

"اے میرے اللہ! ان کے مال، اولاد میں کثرت پیدا کر دے اور اس میں برکت نازل کر دے۔"

یہ ہر مسلمان کی محبت بھری خواہش ہے جو مچلتی رہتی ہے:

اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ اس دنیا کی زندگانی میں ہر ایک مسلمان میں یہ تمنا انگڑائی لیتی ہے کہ کاش میں زمانۂ نبوت میں ہوتا اور نبیٔ اکرم ﷺ کے دیدار سے شرف یاب ہوتا کیونکہ یہ ایسا بے مثال اعزاز و اکرام ہے ساری کائنات کے اعزازات بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کس قدر خوش نصیب ہیں کہ انھیں آپ ﷺ کی صحبت میسر آئی اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور ارض و سما کی خیر کے گر سیکھے اگر کوئی راہِ خطا اپناتا تو آپ ﷺ سب سے اول ہوتے جو اس کا رخ درست جولانگاہ کی جانب موڑتے اور اس کے سامنے راہِ ہدایت واضح فرماتے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہوتا کہ نبی اکرم ﷺ کسی کو جنت کی بشارت سے مسرور کر رہے ہیں کسی کو یہ سندیسہ دے رہے ہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے کسی کو یہ خوشخبری سنا رہے ہیں کہ یہ بغیر حساب جنت میں جائے گا اور ہر کارِ خیر واضح اور روشن تھا اور ہر شر بھی عیاں تھی دونوں میں امتیاز ممکن تھا کیونکہ جو آپ نے اچھا کہا ہے وہ خیر ہی خیر ہے اور جسے آپ نے شر قرار دیا وہ شر ہی شر ہے۔ مگر اب تو معاملہ گڈ مڈ ہے۔ زاویہ بدل گیا ہے اس غربت میں نیک آدمی اپنے بارے میں مشکوک ہو گیا ہے بلکہ کثرتِ فساد کی وجہ سے اور اپنے ماحول کی گناہ آلودگی کی وجہ سے کبھی تو خود کو غلط تصور کرنے لگتا ہے اس وقت اسے تسلی ہوتی ہے جب کتاب اللہ کو کھولتا ہے اسے پڑھتا اور دیکھتا ہے اور رسولِ اکرم ﷺ کی سنت کے نور سے روشنی حاصل کرتا ہے تو پھر اُسے یقین آتا ہے کہ میں جادۂ حق اور راہِ راست پر ہی گامزن ہوں۔ کہاں یہ گومگو کی صورتِ حال اور کہاں وہ سعادت مند جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کے پاؤں میں زندگی تمام کر دی اور حبیب کبریا ﷺ کے منہ مبارک سے نکلنے والی گفتگو سے جھڑنے والے معطر پھولوں سے اپنا دامن بھرتے تھے اور بالکل قریب سے آپ کا کلام حاصل کرتے تھے۔ [1]

[1] وَاَنْذِرْھُمْ یَوْمَ الْحَسْرَۃِ، ص:۲۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوٹی کے صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا تعارف:

آیئے قارئین کرام! ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک نامور چوٹی کے صحابی رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں جو کہ نہ صرف حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے تھے بلکہ آپ کے قریب ترین تھے انھوں نے دس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بسر کیے جوان کی زندگی کے نہایت ہی چمکدار، خوبصورت اور حسین ترین لمحات ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہم کہیں کیونکہ انھوں نے حبیب کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دیدار عام کیا علم وادب حاصل کیا، ہر لحظہ آپ کے قیمتی پند ونصائح کے موتی چنتے رہے۔ یہ کتنی خوش نصیبی ہے جب کہ اس وقت ہم یہ آرزو دلوں میں اجاگر کیے ہوئے ہیں کاش ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں تو ممکن نہیں خواب ہی میں دیکھ لیں۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے یہ نامور چوٹی کا آدمی کون ہے جس کی زندگی کے نورانی گوشوں سے ہم تمھیں آگاہ کرنے جارہے ہیں یہ ہیں جلیل القدر صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو کہ امام ومفتی، قاری ومحدث، سرچشمہ اسلام، ابوحمزہ انصاری خزرجی نجاری مدنی خادمِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تلمیذ رشید آپ کے تابع فرماں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے موت میں سب سے آخر زماں رضی اللہ عنہ۔

انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے شمار علم بیان کیا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت معاذ، حضرت اسید بن حضیر، حضرت ابوطلحہ اور اپنی والدہ حضرت ام سلیم بنت ملحان اور اپنی خالہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہم سے بھی علوم روایت کیے ہیں۔ [1]

اچھے درخت کا اچھا پھل:

حضرت انس رضی اللہ عنہ ابھی چھوٹے بچے ہی تھے کہ ان کی والدہ جن کا نام ام سلیم تھا۔ یہ رضائے الٰہی کے لیے مسلمان ہو چکی تھیں ان کا خاوند مالک جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کا والد تھا یہ اپنے آباء واجداد کے جاہلی دین پر ہی تھا اس کا ارادہ یہی تھا کہ حضرت ام سلیم اپنا دین اسلام چھوڑ دیں اور اپنے اباء واجداد کے دین پر واپس آئیں اور اسی پر باقی زندگی گزاریں لیکن حضرت ام سلیم دین اسلام پر پختہ کار رہیں۔ ایک دفعہ یہ مالک حالت غصہ میں گھر سے نکلا تو رستہ میں اس کی اپنے ایک دشمن سے ملاقات ہوئی اس نے اسے قتل کر دیا، یوں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس چھوٹی عمر سے ہی یتیمی کی زندگی گزاری۔ لیکن ان کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ایک پختہ ایمان والی عورت تھیں، نہایت ہی دانشمند تھیں ان کی تعلیم وتربیت کرنے اور دیکھ بھال کرنے کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک لحظہ بھر بھی یتیمی کی کڑواہٹ محسوس نہ کی تھی۔

ماں کی تربیت کا اثر:

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کلمۂ شہادت کی تلقین کرتی رہیں انھیں تعلیم دین سے روشناس کرتی رہیں ان کے دل کے گلشن سدا بہار میں محبت الٰہی اور محبتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیج بوتی رہیں حالانکہ حضرت انس نے ابھی آپ کو دیکھا بھی نہ تھا اس سے پہلے ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لیے سراپائے شوق بن چکے تھے بلکہ ان

[1] سیر اعلام النبلاء لذھبی، ج:۳،ص۳۹۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی آرزوئیں اس قدر بے تاب تھیں کہ کاش! کہ میں بڑا ہوتا اور آپ کی دید کے لیے آپ تک سفر کرتا اور آپ ہی کا ہو کے رہ جاتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ سے شرفِ ملاقات کے لیے ابھی پیچ و تاب کھا ہی رہے تھے تھوڑی ہی دیر بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی کہ مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کریں بس۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور تمام اہل مدینہ نے جب یہ خوش کن خبر سنی تو اس سے بڑھ کے ان کے لیے اور کوئی بھی بشارت نہ تھی ان کے دل فرحت و سعادت اور مسرت و بشاشت سے لبریز ہو گئے کہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد ہے۔

دنیا کی سب سے بڑی سعادت کا حصول:

اب مدینہ والوں کا معمول یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے روزانہ مدینہ سے باہر نکلتے اور آپ کا انتظار کرتے۔ گویا یہ کیفیت تھی۔

ایک بجلی سی تڑپ جاتی تھی ہر جنبش کے ساتھ
درد بھی دل میں باندازِ نگاہِ یار تھا

لیکن جب غروب آفتاب کا وقت ہوتا تو یہ یثرب والے واپس لوٹ جاتے اور دلوں پر غم واندوہ کے پہاڑ لدے ہوتے تھے۔

آخر وہ موعود دن آ ہی گیا جب انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور وصلِ دوست کی ساعتِ نیک اختر کی صدا سے ان کے کان آشنا ہوئے کہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے بالکل قریب آ چکے ہیں تو پھر مدینہ منورہ کی تمام سڑکیں، مردوں، عورتوں اور بچوں سے بھر گئیں کہ اس بشریت کے ممتاز فرد اور مخلوق خدا سے سب سے زیادہ افضل اور بہتر انسان کی جھلک دیکھیں۔ کائنات کی تمام مسرتوں اور خوشیوں کو ایک پلڑا میں رکھ دیں اور خوش نصیبوں کے ایک لحظہ بھر لمحہ کو ایک پلڑے میں ڈال دیں جو مسلمانوں کو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے میسر آئی ہیں اور انھیں جو فرحت و تازگی آپ کی آمد سے حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کی یہ ساری خوشیاں اس لحظہ بھر کی خوشیوں کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہو سکتیں۔

اے ذوقِ کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقات سینا و خضر سے

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں:

اب حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آتے ہیں ابھی اچھی طرح قرار بھی نہ پکڑا تھا کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، بیٹے کو ساتھ لیے حاضر ہوتی ہیں اور عرض گزار ہوتی ہیں: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ چھوٹو میرا بیٹا انس ہے۔ اسے میں آپ کی خدمت گزاری کے لیے لے کے آئی ہوں آپ اس کے لیے دعا فرما دیجیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ"

اے میرے اللہ! اس انس کے مال اور اولاد میں کثرت فرمادے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ واللہ! اس دعاء کی برکت سے میرے مال میں بہت ہی کثرت تھی اور میرے بیٹے اور پوتے تقریباً ایک سو کی تعداد سے بھی زیادہ ہیں۔ [1]

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو میری عمر دس برس تھی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تو میری عمر بیس برس تھی اور میری ماں سمیت سب عورتیں مجھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر ترغیب دلاتی رہتی تھیں۔ [2]

یہی وجہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی وقف ہو کے رہ گئے یہ ایک ایسی سعادت ہے قلم اسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی شدید محبت تھی جو ان کی عقل، دل اور اعضاء پر کامل طور پر چھائی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ خود تذکرہ فرماتے ہیں میں نے آج تک کبھی کسی ریشم کو ہاتھ نہیں لگایا جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم وگداز ہو اور آج تک میں نے کبھی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو جیسی ہو۔ [3]

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہونے کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، سیرت اور شریفانہ اخلاق اور مبارک عادات کا حصہ وافر مقدار میں پایا تھا جس کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے انھیں خاص علمی مقام حاصل تھا اور نماز، عبادت اور اخلاقیات میں انھوں نے دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بہ نسبت آپ رضی اللہ عنہما سے ان کو زیادہ مناسبت تھی۔

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا بیان حضرت انس کی زبانی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نزدیک سے دیکھا تھا۔ آپ کے شیریں اخلاق کا مشاہدہ کیا تھا جو دوسروں کو حاصل نہ تھا۔ حتیٰ کہ انھیں خود بھی یقین نہ آتا تھا کہ کیا کائنات میں کوئی انسان اتنا بلند اخلاق کا مالک بھی ہوتا ہے جتنے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی صفات کاملہ سے آراستہ تھے کہ جن کی مثال نہیں ملتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے رب نے ادب سکھایا تھا اور بہت ہی عمدہ ادب سکھایا تھا، آپ کی مدح وثناء کے انداز پر یوں آپ کو مخاطب کیا۔

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝﴾ (القلم:٤)

"یقیناً آپ بہت بڑے اخلاق پر فائز ہیں۔"

[1] مسلم:٢٤٨١، فضائل الصحابه باب من فضائل انس بن مالك.

[2] مسلم:٢٠٢٩، طبقات:٧/ ٢٠. [3] بخاري:٦/ ٦٥٤، ابواب المناقب.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کے یہی خصائل تھے جن کی وجہ سے نفوس کشاں کشاں قریب آرہے تھے اور آپ کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت کے دریا موجزن تھے اور ان اوصاف نے آپ کو ایسا بے مثال قائد بنا دیا تھا کہ دل والہانہ طور پر مائل ہو رہے تھے اور آپ ﷺ کا انکار کرنے والے سخت مزاج لوگ نرم خو ہو گئے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو گئے۔ [1] حضرت انس رضی اللہ عنہ لوگوں کے روبرو لاتعداد حبیب کبریاء ﷺ کی صفات کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

بچوں سے خوش طبعی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ سب سے زیادہ حسنِ اخلاق والے تھے۔ میرا ایک بھائی تھا جسے ابو عُمیر کہتے تھے مجھے یاد پڑتا ہے ابھی اتنا چھوٹا تھا کہ اس کا دودھ چھڑایا گیا تھا۔ آپ جب تشریف لاتے تو اس سے کہتے۔ اس کی ایک چھوٹی سی چڑیا تھی جو مر گئی تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا آپ نے اس سے کہا ابو عمیر! چڑیا نے کیا کیا کہ زخم جدائی دے گئی یعنی اس سے خوش طبعی کے موڈ میں بات کی بعض اوقات ایسا ہوا کہ آپ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما ہوتے اور نماز کا وقت ہو جاتا تھا تو آپ ﷺ وہی چٹائی جس پر آپ تشریف فرما ہوتے اسے صاف کرتے، پانی چھڑکتے پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو جاتے اور آپ ہمیں نماز پڑھاتے۔ [2]

کبھی نہ ڈانٹا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے آپ ﷺ کی نو برس تک خدمت کی مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کوئی کام کیا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیوں کیا ہے یا میں نے نہ کیا ہو تو آپ نے کہا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ [3]

فرماتے ہیں، رسول اکرم ﷺ بہت زیادہ حسنِ اخلاق کے مرقع تھے، ایک دن مجھے آپ نے کسی کام بھیجا میں نے زبان سے تو یہی کہا میں نہ جاؤں گا لیکن دل میں یہی تھا کہ جو نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے میں وہ کام کروں گا۔ میں کرنے کے لیے باہر نکلا تو میرا گزر ان بچوں کے پاس سے ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے میں وہاں مشغول رہا وہ کام نہ کیا اچانک میں نے دیکھا کہ رسولِ اکرم ﷺ پچھلی جانب سے مجھے گدّی سے پکڑتے ہیں اور آپ مسکرا رہے ہیں اور فرماتے ہیں: "یا اُنَیس" اوئے چھوٹو انس! میں نے جو کام کہا تھا وہ کیا ہے یا نہیں کیا میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اب جاتا ہوں پھر میں نے آپ کا کام کیا۔ [4]

آپ ﷺ نے کسی کے سامنے کبھی قدم نہ پھیلائے تھے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے جب بھی کوئی آدمی آتا اور آپ سے

---

[1] الرحيق المختوم، ص: ٥٣٧.

[2] بخاري: ٦٢٠٣، كتاب الأدب، مسلم: ٢١٥٠، الادب.

[3] مسلم: ٢٣٠٩، كتاب الفضائل، باب كان رسول الله ﷺ احسن الناس خلقا.

[4] مسلم: ٢٣١٠، كتاب الفضائل باب كان رسول الله ﷺ احسن الناس خلقا.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصافحہ کرتا تو آپ ﷺ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ کھینچتے تھے بلکہ وہ آدمی خود ہی ہاتھ کھینچتا تھا اور نہ ہی اس کے چہرے سے اپنا چہرہ پہلے پھیرتے تھے حتیٰ کہ وہ آدمی خود ہی چہرہ ادھر کرتا تھا۔ آپ ﷺ اپنے ہمنشیں کے سامنے گھٹنے نکال کر پاؤں پھیلائے ہوئے کبھی نظر نہ آئے تھے۔ ❶

معمولی لونڈی کی بات بھی غور سے سنتے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی لونڈیوں میں سے کوئی بھی معمولی سی لونڈی رسولِ اکرم ﷺ کا ہاتھ تھام لیتی اور جہاں چاہتی آپ سے بات کر لیتی۔ ❷

آپ کی داد و دہش کا تذکرہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ سے اسلام کے نام پر جو بھی مانگا جاتا آپ وہ عطا کرتے تھے، ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آتا ہے آپ دو پہاڑوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ نے اسے بکریاں دیں۔ وہ اپنی قوم کے پاس جب واپس لوٹتا ہے تو کہتا ہے:

"يَا قَوْمِ أَسْلِمُوْا."

''اے میری قوم کے لوگو! اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ محمد ﷺ اتنی زیادہ عطاء و بخشش کرتے ہیں کہ انھیں اپنے فقیر ہونے کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا۔'' ❸

وجودِ معطر:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لاتے ہیں اور دوپہر کے وقت قیلولہ فرماتے ہیں آپ پسینہ سے شرابور ہوتے ہیں تو میری امی ام سلیم ایک شیشی لے کر آتی ہیں اور آپ ﷺ کا پسینہ مشک آئینہ اس میں ڈالنا شروع کر دیتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ بیدار ہوتے ہیں اور کہتے ہیں: اے ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو۔ عرض کی یہ آپ کا پسینہ مبارک شیشی میں ڈال رہی ہوں اس سے ہم خوشبو تیار کرتی ہیں اور جو آپ کے پسینہ سے ملا کر خوشبو تیار کی جائے وہ بہت ہی عمدہ خوشبو ہوتی ہے۔ ❹

---

❶ ابو داود: ٤٧٩٤، و حسنه الالبانی، صحيح سنن ابی داود: ٤٠٠٩.

❷ بخاری: ٦٠٧٢، كتاب الأدب، باب الكبر.

❸ مسلم: ٢٣١٢، كتاب الفضائل باب ما سئل رسول الله ﷺ شيئاً قط فقال لا.

کائنات کی بہادری کا پیکر:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ حسین ترین چہرہ والے، اور جود و سخا کے عظیم پیکر تھے اور شجاع ترین تھے ایک رات کی بات ہے اہلِ مدینہ گھبرائے کہ کہیں سے دشمن حملہ آور ہو رہا ہے۔ جدھر سے آواز آ رہی تھی لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس طرف لپکے تو انھوں نے دیکھا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس آ رہے ہیں آپ ان سب سے پہلے آواز کی جانب بڑھے تھے۔ حالات کی خبر گیری کرتے ہوئے آپ واپس آ رہے تھے آپ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بغیر زین والے گھوڑے پر سوار تھے اور گردن مبارک میں تلوار حمائل کر رکھی تھی۔ اور آپ فرما رہے تھے: گھبرانے کی ضرورت نہیں میں نے پتہ کیا ہے کچھ نہیں۔ اور پھر گھوڑے کی تعریف کی حالانکہ یہ گھوڑا بہت سست رَو تھا۔ آپ نے فرمایا یہ تو رفتار کا سمندر ہے۔ [2]

روزِ قیامت آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے:

ان اوصاف جلیلہ کی بناء پر ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا شوق محو پرواز ہوا کہ دنیا میں مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل ہے اسی طرح جنت میں بھی میں آپ کا رفیق مجلس رہوں۔

ایک آدمی آتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کہتے ہیں:

"مَا اَعْدَدْتَّ لَهَا۔"

"تو نے اس کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے۔"

یہ آدمی عرض کرتا ہے نماز، روزہ، صدقات وغیرتو اتنے زیادہ نہیں کیے، لیکن ایک بات ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔"

"تو اس کے ساتھ ہی ہوگا جس سے تو محبت رکھتا ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے تو ہمارے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، کیونکہ میرا دل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت کا مرکز و محور تھا اور مجھے مکمل امید ہے کہ میں ان بزرگوں سے محبت کے والہانہ جذبات رکھنے کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں گا، اگرچہ میرے اعمال ان کے بلند اعمال جیسے نہ بھی ہوئے۔ [3]

واہ! حضرت انس رضی اللہ عنہ کتنے خوش نصیب ہیں کہ انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل صحبت میسر آئی اور ہجرت سے لے کر یہ آپ کے ہی ہو کے رہ گئے۔ بارہا آپ کی معیت میں میدانِ جہاد میں اترے اور حدیبیہ میں درخت کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت بھی نصیب ہوئی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپ کے ہمرکاب و ہمنوا ہی رہے۔ [4]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رازداں:

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خود بیان کیا کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ میرے

---

1. مسلم، :٢٣٣١، الفضائل، باب قرب النبی ﷺ من الناس و تبرکھم به.
2. بخاری:٢٩٠٨، کتاب الجهاد والسیر، مسلم:٢٣٠٧، کتاب الادب.
3. بخاری، مسلم، صحیح الجامع:٦٦٨٩.
4. سیر اعلام النبلاء للذهبی:٣/٣٩٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس رسولِ اکرم ﷺ تشریف لاتے ہیں اور السلام علیکم کہتے ہیں اور مجھے ایک کام کے لیے بھیجتے ہیں۔ اس کی وجہ سے میں نے دیر کردی جب میں گھر آیا تو امی نے پوچھا اتنی دیر کہاں لگائی ہے کسی نے روک لیا تھا۔ میں نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں رسولِ اکرم ﷺ کے کام گیا تھا۔ ماں نے کہا وہ کیا کام تھا۔ میں نے امی سے کہہ دیا وہ راز ہے میں نہیں بتاؤں گا تو امی نے مجھے اورتاکید کردی کہ رسولِ اکرم ﷺ کا راز کسی سے ہرگز بیان نہ کرنا۔

حضرت ثابت سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! اگر یہ راز میں نے کسی کو بتانا ہوتا تو اے ثابت! میں تجھے بتاتا۔ یعنی ایک ایسا راز تھا دوسروں کو میں نے کیسے بتانا تھا میں نے تو اپنی امی سے بھی چھپا کر رکھا تھا۔ [1]

نبی اکرم ﷺ کی دعاء کے ثمرات

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی دعاء کے ثمرات سے فائز المرام ہوتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میرے لیے دعائے برکت فرمائی کہ میرے اللہ! اس کے مال و اولاد میں کثرت پیدا کردے اور اسے لمبی زندگی عطاء فرما۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی زیادہ ترقی دی کہ میرا انگور کا درخت تھا وہ ایک سال میں دومرتبہ بار آور ہوتا تھا اور میری اولاد جو میری پشت سے ہوئی ان کی تعداد ایک سو چھ افراد تھی۔ [2]

ان کے گھر میں دعائے خیر کی جھلک:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری امی کے پاس جو کہ حضرت ام سلیم ہیں، نبی اکرم ﷺ تشریف لاتے ہیں تو یہ آپ کی تواضع کے لیے کھجور اور گھی لے آتی ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں یہ کھجوریں برتن میں رکھ دو اور گھی مشک میں واپس الٹ دو میں نے روزہ رکھا ہوا ہے اس لیے کچھ نہیں کھاؤں گا میری خالہ ام حرام بھی گھر میں تھیں۔

پھر آپ ﷺ گھر کے ایک کونہ میں کھڑے ہوتے ہیں نماز کا وقت نہ تھا۔ نفلی نماز تھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور عورتوں کو پیچھے کھڑا کیا اور نماز پڑھائی۔ فارغ ہوکر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے لیے خصوصی دعا فرمائی اور دیگر اہل خانہ کے لیے بھی دعا کی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ سے ایک خاص مقصد کے لیے دعا کی درخواست کی، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے آپ سے ایک خاص درخواست کرنا ہے فرمایا: کریں وہ کیا ہے کہا: آپ کا خادم انس ہے اس کے لیے خصوصی دعا فرمائیے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے نہ تو کوئی آخرت کی چیز باقی چھوڑی اور نہ ہی کوئی دنیاوی خیر چھوڑی سب میرے لیے دعا میں جمع کردیں۔ پھر کہا: ''اے میرے اللہ! اسے مال و اولاد دے اور اس میں برکت فرما۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انصار میں سے سب سے زیادہ مال میرے پاس تھا اور میری بیٹی، امینہ نے مجھے

---

[1] مسلم: ۲٤۸۲، فضائل الصحابة.

[2] ابن عساکر: ۳/ ۸۰، الادب المفرد للبخاری: ٦٥٣، طبقات: ۷/۱۹، سنده حسن، انوؤط.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بتایا کہ میری نسل سے ایک سو انتیس بچے بچیاں فوت ہوئے تھے یہ اس زمانہ کی بات ہے، حجاج جب بصرہ پر گورنر بن کر آیا تھا۔ [1] بچوں کی تعداد میں کمی بیشی میں ٹکراؤ نہیں کیوں کہ اندازہ بتایا ہے تعداد کا تعین نہیں کیا۔ اس طرح یہ ٹکراؤ نہیں رہتا۔

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا غمِ جاوداں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دس برس گزارے تھے۔ دس برس کے بعد حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے کوچ فرماتے ہیں اور رفیق اعلیٰ میں اپنا ٹھکانہ بناتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس حادثۂ جانکاہ سے ایسے دلفگار ہوئے کہ غم واندوہ کے بادل چھا گئے اور انھوں نے ایسا محسوس کیا گویا کہ تمام کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے سوگوار ہے اور تبدیل ہو چکی ہے اور اردگرد دنیا کا ماحول تاریکی میں ڈوب گیا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حالت زار:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت جب بوجھل ہوئی اور آپ پر غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رقت میں ڈھل جاتی ہیں۔

"وَاكَرْبَ اَبَتَاه"

"ہائے میرے ابا جان! بہت ہی تکلیف میں ہیں۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، آج کے بعد تیری ابا جان کو تکلیف نہ ہوگی۔

جب آپ فوت ہوتے ہیں تو فرماتی ہیں:

"اے میرے ابا جان! ہماری رفاقت چھوڑ کر اپنے رب کے وعدہ کو قبول کر لیا ہے۔ اے میرے پیارے ابا جان! تمہارا جنت الفردوس میں ٹھکانہ ہو۔ اے میرے پیارے ابا جان! ہم جبریل علیہ السلام کو آپ کی وفات کی اطلاع دے دیں۔"

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرماتی ہیں اے انس! رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر مٹی ڈالنے کو تمہارا جی کیسے چاہا تھا۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ دن جس میں رسولِ معظم و مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف آور ہوئے وہ کائنات کا روشن ترین دن تھا۔ مدینہ کی ہر چیز جگمگا اٹھی تھی اور وہ دن جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی وہ دنیا کا تاریک ترین دن تھا۔ جس سے ہر چیز پر اندھیرا چھا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی میں دفن کرنے کے بعد ہم اپنے ہاتھوں سے گرد جھاڑ رہے تھے لیکن ہمارے دل یہ یقین کرنے کو تیار نہ تھے کہ ہم نے آپ کو زیر خاک دفن کر دیا ہے۔ [3]

---

[1] بخاری: ٤/ ١٩٨، كتاب الصوم، باب من زار قوما فلم يفطر عندهم.

[2] بخاری: ٧/ ٧٥٥، المغازی، ابن ماجه: ١٦٣٠، الجنائز.

[3] ترمذی: ١٣/ ١٠٤، ابواب المغازی، ابن ماجه: ١٦٣٠، ابواب الجنائز.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کی وفات پر بے قراری کا عالم:

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب رسولِ اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو مسلمانوں میں اضطراب و بے چینی کی لہر دوڑ گئی، بعض نے مارے دہشت کے اپنے حواس کھو دیئے، بعض جو بیٹھے تھے انھیں کھڑا ہونے کا یارانہ تھا اور بعض کی یہ حالت تھی کہ ان کی زبان فرطِ غم سے بند ہو گئی اور قوت گویائی جواب دے گئی اور بعض ایسے سرگرداں ہوئے کہ آپ کو فوت شدہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہا آپ دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔ [1]

اس میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی موت ایک بہت بڑی مصیبت تھی کیونکہ آپ کی وفات سے آسمان سے نازل ہونے والی وحی قیامت تک کے لیے منقطع ہو چکی تھی اور تمام نبوتوں کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد سب سے پہلے جس شر و فساد نے سر اٹھایا وہ عرب کا دینِ حق سے ارتداد اختیار کرنا تھا یہ دین کی کڑی میں پہلا نقصان تھا۔ تاہم آپ کی وفات میں ہر اس مصیبت زدہ آدمی کے لیے تسلی کا پیغام تھا کہ جب اتنی محبوب خدا ہستی دنیا میں نہیں رہی تو اس سے بڑھ کر اور مصیبت کیا ہو سکتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے جب تم میں سے کسی کو مصیبت آئے تو میری مصیبت کو یاد کر لینا یہ سب سے بڑی مصیبت ہے اس سے تمھیں تسلی ہو گی۔ [2]

کسی شاعر نے کہا ہے:

فَاصْبِرْ لِكُلِّ مُصِيبَةٍ وَ تَجَلَّدِ
وَاعْلَمْ بِأَنَّ الْمَرْءَ غَيْرُ مُخَلَّدِ

"ہر مصیبت کے وقت صبر کر اور قوت سے کام لے اور یہ جان رکھو کہ آدمی ہمیشہ نہیں رہنے والا۔"

واصْبِرْ كما صَبَرَ الْكِرَامُ فَإِنَّهَا
نُوْبأ تَنُوْبُ الْيَوْمَ تُكْشَفُ فِيْ غَدِ

"اور صبر کر جس طرح کہ معزز لوگ صبر کرتے ہیں یہ مصائب تو آج آتے ہیں اور کل کھل جاتے ہیں۔"

أَ وَ مَا تَرٰى اَنَّ الْمَصَائِبَ جِمَّةً
وَتَرٰى الْمُنِيَّةَ لِلْعِبَادِ بِمَرْصَدِ

"کیا تو دیکھتا نہیں کہ مصائب جمع ہو جاتے ہیں اور تجھے یہ نظر آ رہا ہے کہ موت بندوں کے لیے گھات میں بیٹھی ہے۔"

مَنْ لَّمْ يُصِبْ مِمَّنْ تَرىٰ بِمُصِيْبَة
هٰذَا سَبِيْلاً لَسْتَ عَنْهُ بِاَوْحَدِ

---

[1] لطائف المعارف:۱۱۳، باختصار.

[2] بيهقى عن ابن عباس، صحيح الجامع:۳۴۷، و صححه الالبانى.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اپنے خیال میں اگر تو سمجھے کہ تیرے جیسی مصیبت کسی اور کو نہیں پہنچی یعنی تو ہی مصیبت زدہ نظر آئے تو یہ گمان کیا کر کہ یہ ایسا معاملہ ہے اس میں تنہا نہیں سب کو مصیبت آتی ہے۔''

سنسار	سب	دکھیا	نانک
مُصَابُهَا	وَّ	مُصِيْبَةً	فَاِذَا ذَكَرْتَ
مُحَمَّدِ	بِالنَّبِيِّ	مُصَابَكَ	فَاذْكُرْ

''جب تو کسی مصیبت اور مصیبت زدہ کا ذکر کرے تو جو مصیبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی تھی اسے یاد کر لیا کر۔''

اس کے باوجود کہ آپ جسمانی طور پر دنیا سے جا چکے ہیں لیکن زندہ شریعت کی وجہ سے ایسا ہی ہے گویا کہ آپ ہمارے درمیان ہی ہیں جو بھی اس شریعتِ مطہرہ پر چلے گا وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

'' تَرَكْتُ فِيْكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّتِيْ۔ وَ لَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ۔''[1]

''میں اپنے بعد تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان کے اپنانے کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔ حوض کوثر پر میری ملاقات تک ان سے جدا نہ ہونا۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کی آماجگاہ میں اور ان کے سر اٹھانے کے وقت اپنے دین پر کاربند رہنے والوں کے لیے اجر عظیم کی بشارت دی ہے۔ فرمایا:

''يَاتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِيْهِمْ عَلٰى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ'' [2]

''لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا اس میں اپنے دین پر صبر وشکر اختیار کرنے والا ایسا ہی مشکل کام کرے گا جیسا آگ کا انگارا پکڑنا ہے۔''

یاد کانٹوں کی طرح کھٹکتی ہے سدا:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی برس سے اوپر اس دنیا میں زندہ رہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ علم سے اس دوران لوگوں کے سینوں کو علم کی روشنی سے بھر دیا۔ اور نبوت کی فقاہت کے بحر بیکراں سے عقول انسانی کی خشک وادیوں کو سیراب کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت و کردار کے آب زلال سے صحابۂ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو حیاتِ نو بخشی اور لوگوں کو رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوالِ شریفانہ اور اعمال جلیلہ سے آگاہ کیا اور پھیلایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اس عمرِ دراز پانے کی وجہ سے مسلمانوں کے مرکز بن گئے انھیں جب بھی ضرورت پڑتی ان سے

---

1. مستدرك حاكم عن ابی هريرة، وصححه الالبانی، صحيح الجامع: ٢٩٣٧۔
2. ترمذی، عن انس، وصححه الالبانی، صحيح الجامع: ٨٠٠٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رابطہ کرتے، کوئی مشکل درپیش ہوتی تو اس کی عقدہ کشائی کے لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی راہنمائی حاصل کرتے تھے کوئی بھی معاملہ جو مسلمانوں کی سمجھیں اسے حل کرنے سے قاصر ہوتیں اور وہ کام پیچیدگی کی صورت اختیار کر جاتا تو یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ پر ہی اعتماد کرتے تھے۔ اس طویل عمر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک لحظہ بھر بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد سے غافل نہیں رہے۔

اگرچہ میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیری یاد سے غافل نہیں رہا

والی کیفیت طاری رہی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس دن ملاقات ہوئی تھی اسے یاد کرتے تو دل باغ باغ ہو جاتا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے دلفگار لمحات یاد آئے تو دل گرفتہ ہو کر داغ داغ ہو جاتے اور آنسوؤں کے موتی ٹپکاتے۔ ہمہ وقت اسی فکر میں غلطاں رہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی پیروی میں کوتاہی نہ رہے۔ وہی پسند کرتے تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے اور وہی کچھ انھیں ناپسند تھا جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا۔ یہ دو دن تو کبھی نہ بھولتے تھے ایک وہ دن جب ان کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی ملاقات ہوئی تھی اور دوسرا وہ دن جب اِن کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی ہوئی تھی۔ جب ملاقات کا دن یاد آتا تو ہر موئے بدن سعادت بن جاتا اور طبیعت ہشاش بشاش ہو جاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا خیال دل میں گزرتا تو آہیں اور سسکیاں بھر کے روتے حتیٰ کہ جو آپ کے اردگرد لوگ ہوتے وہ گریہ وزاری کرنے لگتے۔

اکثر یہ کہا کرتے تھے جس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ کو دیکھا اور جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت فرما گئے وہ دن بھی میں نے دیکھا یہ دونوں دن میرے ذہن میں انمٹ نقوش چھوڑ گئے ہیں جو کبھی نہ مٹیں گے۔ ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عبادت کا اندازِ دلربا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی دوسرے کو نہیں دیکھا جس کا اندازِ عبادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت سے مشابہ ہو۔ ❷

حضرت انس بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ تمام لوگوں سے خوبصورت اندازِ عبادت خواہ وہ حضر کی عبادت ہو یا سفر کی عبادت ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اندازِ عبادت تھا۔ ❸

حضرت ثمامہ رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تو ان کے قدم پھٹ جاتے اور خون بہنے

❶ صور من حياة الصحابة، ص:١٣.

❷ طبقات، ابن عساكر: ٣/٨٤، رجاله ثقات، ارنوؤط.

❸ ابن عساكر: ٣/٨٤، منقول از سير للذهبي: ٣/٤٠٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگتا۔ اتنا طویل قیام کرتے تھے۔❶

سلمان تیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے میرے سوا اب کوئی بھی نہیں رہا جس نے دو قبلوں کی جانب نماز پڑھی تھی۔❷

حضرت ثابت رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآنِ پاک کی تلاوت کی منزل تکمیل کرتے تو اپنی اولاد اور اہل خانہ کو اکٹھا کرتے اور ان کے لیے دعا کرتے۔❸

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت کا ذکر:

حضرت ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی زمین کا نگران آتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ حضرت آپ کی زمین خشک سالی کا شکار ہے پانی کی بہت زیادہ پیاسی ہے یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کسی چیز پر سوار تھے نیچے اترتے ہیں پھر جنگل میں نکل جاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں پھر دعا کرتے ہیں پھر کیا ہوا اچانک بادل بھڑکتے ہیں اور ان کی زمین پر چھا جاتے ہیں اور خوب برستے ہیں حتیٰ کہ وہاں کے حوض پانی سے لبالب بھر جاتے ہیں یہ موسم گرما کی بات ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے کسی فرد کو بھیجتے ہیں دیکھو یہ بادل کہاں تک برس کر جاتے ہیں۔ اس نے دیکھا تو بتایا بس آپ کی زمین سے معمولی آگے پیچھے برستے ہیں اصل میں آپ کی زمین پر ہی یہ بادل برسے ہیں۔❹

امام ذہبی رحمہ اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ ایک ظاہری کرامت ہے جو دو سندوں سے ہمارے تک پہنچتی ہے۔❺

ہر شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے شاداں ہوتے تھے:

مثنیٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے سنا ہے فرماتے ہیں کوئی رات نہیں گزرتی جس میں مجھے اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہ ہوتا ہو یہ کہتے اور ساتھ رونے لگتے۔❻ اللہ اکبر! ایک ہم ہیں کہ ہمارا شوق دیدار ماہئی بے آب کی مانند تڑپ رہا ہے کہ زندگی میں ایک مرتبہ ہی حبیب کبریاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہمیں دیدار نصیب ہو جائے کتنے ہی خوش نصیب ہیں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ جو خواب میں ہر شب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے شرف سے شادکام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے جسے چاہے اپنے فضل سے نواز دے۔

---

❶ سیر اعلام النبلاء:۳/ ۴۰۰.

❷ بخاری:۸/ ۱۳۱، تفسیر بقرہ: ابن سعد:۷/ ۲۰.

❸ صفة الصفوة:۱/ ۳۰٤.

❹ ابن عساکر:۳/ ۸۵.

❺ سیر اعلام النبلاء:۳/ ۴۰۱.

❻ ابن سعد:۷/ ۲۰، رجاله ثقات ،ارنوؤط.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

آخر دنیا سے چل بسے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ طویل ترین زندگی گزارنے کے بعد جو کہ سعادت و مسرت سے لبریز تھی اور حبیب کبریاء ﷺ کی صحبت، ایثار و قربانی، جانثاری اور عطاء و بخشش سے بھرپوری تھی، بستر مرگ پر دراز ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے پاس سے انعامات کے حصول کے لیے مکمل طور پر پر امید ہیں اور یہی تمنا انگڑائی لے رہی تھی کہ حبیب کبریاء ﷺ سے شرف ملاقات حاصل ہوگا۔ آخر کار حدیثِ رسولِ اکرم ﷺ کا یہ پروانہ دنیا میں بسنے والوں میں نورِ حدیث پھیلاتا ہوا اس دنیا کو چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزاء دیں اور انھیں ان کے ساتھ ہمیں بھی حبیب کبریاء ﷺ کے ساتھ جنت میں اور اپنی پائیدار رحمت میں جگہ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

رضی اللّٰہ عنہ و عنھم اجمعین

لوگ دم بھر کے لیے بچھڑ جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

16

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی زندگی کے سنہرے کارنامے

ان کے بارے میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تاریخ ساز تاثرات بیان فرمائے تھے:

"رَحِمَ اللّٰهُ خَبَّابًا فَلَقَدْ اَسْلَمَ رَاغِبًا وَ هَاجَرَ طَائِعًا وَ عَاشَ مُجَاهِدًا۔"

"اللہ تعالیٰ حضرت خباب رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے یہ نورِ اسلام سے منور ہوئے تو اپنی رغبت سے ہوئے اور ہجرت کی تو خوشی سے کی اور زندگی گزاری تو مجاہدانہ گزاری۔"

جب گردش زمانہ کا شکار ہوئے:

یہ ذہین، برکت کا پیکر بچہ جو کہ خباب بن ارت تھا یہ اپنے اہلِ خانہ اور اپنے قبیلہ بنوتمیم کے احباب کے درمیان پر سکون اور خوش و خرم زندگی گزار رہا تھا کہ اچانک دوسرا قبیلہ اس کے قبیلہ پر حملہ آور ہوتا ہے اس کی عورتوں کو قیدی بنا لیتا ہے چار پائے ہانک کر لے جاتا ہے اور بچوں کو بھی اسیر بنا لیتا ہے ان قید ہونے والے بچوں میں سے یہ حضرت خباب بھی تھے۔

جب مقدر کا ستارہ چمکا:

حضرت خباب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتے ہوتے مکہ پہنچتے ہیں وہاں سے غلاموں کی جہاں منڈی لگتی تھی انھیں ام انمار خزاعیہ نے خرید لیا اس کی خباب کو خریدنے میں دلچسپی کی وجہ یہ تھی کہ ان کا بدن صحتمند تھا، فہم و ذکاء اور سمجھ داری کی علامات ان پر واضح تھیں، ام انمار نے خریدا اور اپنے گھر لے گئیں اس کے بعد انھیں ایک لوہار کے پاس لے گئیں کہ یہ اس سے تلوار سازی کا فن سیکھیں۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ بچہ تلوار سازی میں ماہر ہو گیا تو ام انمار نے ان کے لیے ایک دکان کرائے پر حاصل کی تا کہ یہ خود تلواریں تیار کرے اور فروخت کرے اور ام انمار نے چاہا کہ اس کے ذریعہ کثیر نفع حاصل کرے۔ یہی ہوا لوگ ان پر روز بروز زیادہ اعتماد کرتے جا رہے تھے وجہ یہ تھی کہ تلوار سازی میں یہ دیکھتے تھے کہ یہ بہت ماہر ہیں، سچے ہیں اور امانت و دیانت والے ہیں اور ان کے اخلاق بہت اچھے تھے اور ہمہ وقت مسکراہٹ کے پھول ان کے چہرہ پر کھلے رہتے تھے۔

جاہلیت کی ظلمت سے اسلام کی روشنی تک:

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ شب و روز اسی فکر میں غلطاں تھے اور خود سے مخاطب رہتے تھے اس معاشرہ میں جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگ جاہلیت کی زندگی گزار رہے ہیں اس سے گلو خلاصی کیسے ہو؟ اس جاہلی معاشرہ میں رہ کر ایسی بلند سوچ ایک بہت بڑی قربانی تھی۔ اب ان کی تمنا بھر آئی جاہلیت کی تاریکیوں کو چیرتا ہوا نورِ اسلام کا تڑکا نمودار ہوتا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ لوگوں سے سنتے ہیں کہ ایک جوانِ رعنا کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں اس کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤں یہ عظیم خوشخبری سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اسی لمحہ ایک حیات نومحسوس کی اسی وقت اور اسی لحظہ میں بغیر انتظار کیے اپنی دکان چھوڑی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اتنی تیز رفتاری سے گئے کہ ہوا سے باتیں کرتے تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ جہالت کی گھٹاؤں سے نورِ ہدایت کی باریک لکیر تلاش کر رہے تھے اور فتنوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں سے ساحلِ نجات تک پہنچنے والی کشتی کے طلبگار تھے۔ اور ان کے مقدر چمک اٹھے کہ ساحل سلامتی تک پہنچانے والا بیڑا ان کے بالکل قریب کھڑا تھا اب ضرورت صرف اس امر کی تھی کہ اس نجات دہندہ بیڑے کی رسی پکڑ کر اس میں سوار ہو جائیں۔

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی ان کے آنسو چھلک پڑے، کلمۂ شہادت پڑھا اور بیعت کے لیے ہاتھ پھیلا دیے۔ اس کائنات میں یہ اس وقت چھٹے انسان تھے جو مسلمان ہوئے اور اللہ جل وعلا کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا۔

آزمائش میں ثابت قدمی:

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں لوہارا کام کرتا تھا میں نے عاص بن وائل کو تلوار بنا کر دی میں اس کی مزدوری لینے اس کے پاس گیا تو اس نے کہا میں مزدوری تب دوں گا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرو میں نے کہا میں تو قطعاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کروں گا خواہ تو مر جائے اور پھر زندہ ہو جائے اس نے طنزاً کہا اچھا پھر جب میں مرنے کے بعد اٹھوں گا تو میرے پاس مال ہوگا پھر میں تیرا قرض چکاؤں گا یہ بات میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا ﴾ (مریم:۷۷)

”کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جو میری آیتوں کا انکار کرتا ہے۔“ [1]

اس سے عاص بن وائل مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں آزمائشوں کا دور:

ایمان جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے دل کی گہرائی میں اتر گیا اور یہ نورِ اسلام انھیں لگتا بھی بہت دلکش تھا اب یہ کھڑے ہوتے ہیں کہ جاہلیت کی غبار جھاڑیں یعنی کلمۂ حق کا واشگاف اعلان کریں انھیں کسی روکنے والے اور رد کرنے والے کی کوئی پرواہ نہ تھی اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔

ان کے اسلام لانے کی خبر جب ام انمار تک پہنچی تو وہ اپنے بھائی سباع بن عبدالعزی کو ساتھ لیتی ہے اور خزاعہ کے

[1] بخاری طبقات: ۸/ ۳۲۷، طبقات ابن سعد :۳/ ۱٦٤.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کچھ نوجوانوں کی جماعت ساتھ لی اور خباب کے پاس پہنچی جب انھیں یقین کامل ہو چکا کہ حضرت خباب مسلمان ہو چکے ہیں تو سب کے سب انھیں مارنا شروع ہوتے ہیں اور سخت قسم کی سزائیں دیتے ہیں جب دوپہر کی دوزخ جو بن پر ہوتی اور آفتاب کی تمازت چٹانوں کو پگھلا دیتی تو یہ لوگ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو مکہ کی وادی بطحاء میں لے جاتے، اور ان کے بدن سے لباس اتار دیتے اور لوہے کی زرہ پہنا دیتے پانی نہ پلاتے جب ان کی شدت انتہاء کو پہنچتی تو یہ مطالبہ کرتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے انکار کرو اور لات وعزیٰ بتوں کی تعریف کرو لیکن حضرت خباب رضی اللہ عنہ پورے غلبہ اور ثابت قدمی سے ان کے غلط عزائم کا انکار کر دیتے تھے کہ میں انھیں نہیں مانتا اور دین اسلام پر قائم ہوں۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے نہایت سخت جان تکالیف کا سامنا کیا لیکن ان کا حق کی خاطر صبر وثبات اور جانثاری اختیار کرنا ایک بہت بڑا اور عظیم کارنامہ تھا۔ یہ لوگ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے ایمان کا مقابلہ سخت اذیت کے ساتھ کر رہے تھے لیکن حضرت خباب رضی اللہ عنہ ان کی جانکاہ اذیتوں کا مقابلہ صبر اور جانثاری سے کر رہے تھے۔

رونگھٹے کھڑے کرنے والی سزا:

حضرت خباب رضی اللہ عنہ ام انمار کے غلام تھے اس لیے مشرک انھیں انواع واقسام کی سزاؤں کا تختۂ مشق بناتے تھے ان کے سر کے بال پکڑتے اور انھیں جھٹکا دیتے جس سے ان کی گردن بل کھا جاتی اور بارہا ایسا ہوا کہ دہکتے انگاروں پر انھیں لٹاتے اور اوپر پتھر رکھ دیتے، تاکہ کھڑے نہ ہو سکیں۔ ❶

ان دشمنوں نے ان کا تمام لوہا لے لیا جس سے یہ تلواریں بناتے تھے اس سے بیڑیاں بنائیں زنجیریں تیار کر لیں اور انھیں آگ پر گرم کرتے اور جب یہ خوب گرم ہوتیں آگ میں بدل جاتیں تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے جسم، ہاتھوں اور قدموں کا طوق بنا دیتے اور جکڑ دیتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دلاسہ دیتے ہیں:

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چادر زیب تن کیے کعبہ کے سایہ میں تکیہ پر ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں ہم آپ کے پاس شکایت لے کر جاتے ہیں کہ تکلیف کی انتہاء ہو چکی ہے آپ ہماری نصرت کی دعا فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پرانی داستانِ عزیمت کی یاد دہانی کراتے ہیں تم سے پہلے لوگوں کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا تھا اور انھیں اس میں گاڑ دیا جاتا پھر آرا لیا جاتا اسے سر پر رکھا جاتا اور ان کو دولخت کر دیا جاتا اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت اور ہڈیاں علیحدہ علیحدہ کر دی جاتیں پھر بھی وہ اپنے دین پر قائم رہے۔

واللہ یہ دین اسلام کا معاملہ پایہ تکمیل تک پہنچے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے لے کر حضرموت تک چلے گا اسے کسی قسم کا خوف نہ ہوگا صرف اللہ کا ڈر ہوگا یا بکریاں ہوں گی تو ڈر ہوگا انھیں بھیڑیا نقصان نہ پہنچا جائے لیکن تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو ابھی تحمل سے کام لو۔ ❷

❶ رحمة للعالمين: ١/ ٥٨. ❷ بخاري: ٧/ ٢٠٣، مناقب الانصار.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قارئین کرام......!! نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خیر خواہی اور صبر و ثبات او ر اللہ تعالیٰ کی نصرت پر اعتماد کرنے کی تربیت میں ایک دقیقہ بھی فروگزاشت نہیں کیا اور توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ دیکھیں حضرت خباب رضی اللہ عنہ آتے ہیں وہ سخت ستائے ہوئے تھے اور دشمن کی ستم رانیوں کے صدمہ سے چور چور تھے نبی اکرم ﷺ انھیں بھی اور پھر ساری امت کو یہی تعلیم دیتے ہیں کہ اصحاب دعوت وعزیمت ہمیشہ مبتلائے امتحان رہتے ہیں اگر یہ حق پر ثابت قدم رہیں اور شریعت کے مقاصد کی نگہبانی کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائیں گے اور عزت سے نوازیں گے دین کی سربلندی محنت، صبر اور ثابت قدمی سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ [1]

یہی وہ طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں میں جاری کر رکھا ہے اور یہ پائیدار طریقہ ہے اس میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۝ ﴾ (العنکبوت:۲، ۳)

”کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ کہیں کہ ہم ایمان لائے اور یہ بغیر آزمائش کے ہی چھوڑ دیے جائیں گے تحقیق ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا ہے اللہ تعالیٰ ضرور جانیں گے جنھوں نے سچ بولا اور ضرور جانیں کے جنھوں نے جھوٹ کہا۔“

ایک اور ارشاد ربانی ہے:

﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم ۖ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۝ ﴾

(البقرۃ:۲۱۴)

’کیا تمہارا خیال ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے جب کہ ابھی تک تمہارے پاس تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی مثال نہیں آئی انھیں تنگیوں اور تکلیفوں نے چھوا، اور وہ ہلائے گئے یہاں تک کہ پیغمبر اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے پکار اٹھے اللہ کی مدد کب آئے گی۔ خبردار! اللہ کی مدد بالکل قریب ہے۔“

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مقصد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ نفوس انسانی کا امتحان لیتا ہے اور آزماتا ہے اس طرح امتحان لینے سے پاکیزہ اور خبیث چیز میں تمیز ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی دوستی اور کرامت کی صلاحیت والا کون ہے اور کون اس لائق نہیں اس میں فرق ہو جاتا ہے امتحان کی بھٹی سے نفوسِ انسانی کندن بن کر نکلتی ہیں مخلص اور غیر مخلص کا پتہ چلتا ہے۔ سونا بھٹی میں رکھنے سے ہی پتہ چلتا ہے خالص ہے یا کھوٹ والا ہے۔

نفس انسانی اصل میں جاہل اور ظالم ہے جہالت اور ظلم کی خباثت کو دور کرنے کے لیے اسے پگھلانا اور آگ میں

[1] مواقف ایمانیہ، ص:۲۵۴، احمد فرید.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رکھ کر صاف کرنا ضروری ہے اگر اس دنیا میں آزمائش کی آگ سے یہ صاف ہو تو بہتر ہے وگرنہ دوزخ کی پھونکنی اسے صاف کرے گی اور بندہ جب مہذب اور صاف ہو جائے گا تو اسے جنت میں داخلے کی اجازت دی جائے گی۔ ❶

ہجرت کی راہ پر:

رسولِ اکرم ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سخت آزمائش میں مبتلا ہیں اور ان کی عافیت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور میں یعنی نبی ﷺ کچھ اللہ کی طرف اور کچھ اپنے چچا ابو طالب کی وجہ سے عافیت میں ہوں تاہم میں اس آزمائش میں ان کا دفاع کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو فرمایا: میرے ساتھیو! اگر تم سرزمین حبشہ کی جانب ہجرت کر سکتے ہو تو کر جاؤ، وہاں کا فرمانروا ایسا موثر اور نیک طبع ہے کہ اس کے پاس تم ظلم سے محفوظ رہو گے یہ سرزمین صداقت ہے جب تک اللہ تعالیٰ آسانی پیدا نہیں کرتے تم وہیں رہو۔ ❷

یہ اجازت سن کر رسولِ اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرزمین حبشہ کی جانب چلے گئے کہ فتنہ سے بچیں اور اپنے دین کی خاطر اللہ کی طرف بھاگے یہ اسلام کی پہلی ہجرت تھی۔

عدل الٰہی کا کوڑا:

اور جب رسولِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ کی جانب ہجرت کی اجازت دی، تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ بھی نکلنے کے لیے تیار تھے لیکن یہ مکہ چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ ام انمار کے بارے میں ان کی دعا کو قبول کریں یہی ہوا اسے سردرد ہوتا تھا ایسی تکلیف کبھی سننے میں نہیں آئی، درد کی شدت سے اس طرح بھونکتی تھی جس طرح کتے بھونکتے ہیں اس کے بیٹے ہر جگہ کے حکیموں سے علاج کرواتے تھے مگر افاقہ نہ ہوتا تھا۔ ان سے یہی کہا جاتا تھا اس کے درد کا درماں اسی میں ہے کہ اس کے سر میں آگ سے داغا جائے گرم لوہے سے اس کے سر میں داغا جاتا تھا آرام تو نہیں آتا تھا مگر یہ داغ اسے سردرد کی تکلیف سے بے خبر کر دیتا تھا اسی طرح عدلِ الٰہی کا کوڑا اس ظالم عورت کے سر پر آتش و آہن بن کر برسا۔ ❸

دین کے لیے عملی جدوجہد

اس ہجرت مبارکہ کے بعد اور قریش کے کفار کی ایذاء رسانی سے نجات کے بعد اب یہ وقت کا تقاضا تھا کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا یہ جسد خاکی جو اسلام کی خاطر تکالیف کی تھکاوٹ سے چور چور تھا کچھ تھوڑا سا آرام کرتا تاکہ اس کے قوائے جسمانی پھر سے بحال ہوں، اور اس دین کی سربلندی کے لیے اور عملی میدان میں اترنے کے لیے نئے مرحلہ کا آغاز ہو۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے آرام وراحت سے کافی عرصہ محروم رہ کر اب اس کا ذائقہ چکھا تھا انھیں ایک اس دن آرام

---

❶ زاد المعاد:٣/ ١٨. ❷ البداية والنهاية:٣/ ٦٦، سيرة ابن هشام:١/ ٢٦٦.

❸ صور من حياة الصحابة:٤٢٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہنچا تھا جس دن حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے یا پھر انھیں اس دن راحت حاصل ہوئی تھی جب انھوں نے مدینہ کی جانب ہجرت کی اور اپنے انصاری بھائیوں سے ملاقات ہوئی۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ یہاں ایک زندگی کا نیا صفحہ تیار کرتے ہیں جو جہاد، محنت اور ایثار اور قربانی سے لبریز تھا۔ یہ غزوۂ بدر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور غزوۂ احد میں بھی شریک ہوئے اس میں ان کو دلی ٹھنڈک حاصل ہوئی کہ ام انمار کا بھائی جو اس کے ساتھ مل کر ان پر ظلم کرتا تھا۔ سباع بن عبد العزی وہ بھی مارا گیا اور شیر الٰہی حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ یہ آرزو لیے ہر جنگ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر معرکہ میں شریک ہوتے رہے کہ شاید مجھے اللہ کی راہ میں شہادت نصیب ہوجائے۔

دنیا سے کوچ:

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے طویل زندگی گزاری حتیٰ کہ چاروں خلفائے راشدین کا زمانہ دیکھا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ان سے بہت زیادہ محبت کرتے، عزت وتوقیر دیتے اور ان کی قدرومنزلت کا خیال رکھتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

ایک دفعہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آتے ہیں اور انھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا تکیہ پیش کرتے ہیں اور بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روئے زمین پر اس نشست کا صرف ایک آدمی ہی مستحق ہے حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا اے امیر المومنین! وہ کون ہے انھوں نے جواب دیا وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ انھوں نے اسلام کی خاطر بہت ساری تکالیف اٹھائی ہیں۔

حضرت خباب نے کہا حضرت بلال رضی اللہ عنہ مجھ سے زیادہ مستحق نہیں کیونکہ انھیں بچانے والے اور ان کا دفاع کرنے والے تو موجود تھے میرا تو ان ایذاء رسانیوں کے وقت کوئی بھی سہارا نہ تھا۔ مجھے یاد ہے ایک دن مشرکوں نے مجھے پکڑ لیا اور آگ جلائی پھر مجھے اس میں داخل کردیا اور ایک آدمی نے اپنا پاؤں میرے سینہ پر رکھ دیا تاکہ حرکت نہ کرسکوں اور مسلسل میری کمر اس پر جلتی رہی اس آگ کو اور گرم زمین کو میری کمر نے ٹھنڈا کیا تھا یہ کہہ کر کمر سے کپڑا اٹھایا تو وہ جگہ پھلبہری والی کی مانند سفید ہوچکی تھی۔ گوشت اڑ چکا تھا۔ [1]

ایسے ناداں تو نہ تھے جاں سے گزرنے والے
ناصحو، پندگرو، راہ گزر تو دیکھو

خوف الٰہی سے آنسو چھلک پڑے:

طویل عمر گزارنے کے بعد جو کہ تکالیف، جانفشانی اور جانثاری سے بھرپور تھی۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بستر پر موت کی آغوش میں جارہے ہیں انھیں حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا بہت ہی زیادہ شوق اور آرزو تھی۔ حضرت طارق بن شہاب

[1] طبقات: ۳/ ۱۱۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتے ہیں کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک وفد آیا یہ بیمار تھے انھوں نے کہا: اے ابوعبداللہ! یہ حضرت خباب کی کنیت ہے تمہارے لیے خوشخبری ہے کہ تم اپنے گزرے ہوئے مسلمان بھائیوں سے ملاقات کرنے والے ہو۔ یہ سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے میں بے صبرا نہیں ہوں، کہ اشکبار ہوں میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ تم نے مجھے ایسے لوگ یاد کروا دیے اور میرے ان بھائیوں کے نام گنوائے ہیں جو کہ اپنے مکمل اجر پانے والے مخلص لوگ ہیں مجھے ڈر ہے کہ ہم نے ان کے بعد دنیا سے بہت فوائد لیے ہیں یہ ثمرات ہی ہمارا اجر نہ بن جائیں اور آخرت کے اجر میں کمی واقع نہ ہو۔

ساتھیوں کی خوبصورت یاد:

ابووائل شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیماری کے ایام میں حاضر ہوئے انھوں نے ایک صندوق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس میں اسی ہزار درہم ہیں واللہ! میں نے نہ تو انھیں دھاگہ باندھا ہے اور نہ ہی میں نے کسی سائل کو دینے سے انکار کیا تھا، خرچ کرتا رہا ہوں، یہ کہتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے ان سے کہا گیا روتے کیوں ہو؟ کہنے لگے میں روتا ہوں کہ میرے ساتھی دنیا سے گزر گئے انھوں نے دنیا سے کچھ نہ لیا صرف نیکیاں اور اجر لے کر ہی گئے۔ ہم ان سے پیچھے رہ گئے ہمیں ہر جگہ مٹی ہی مٹی نظر آ رہی ہے۔

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ ہم خباب بن ارت کے پاس آئے کہ ان کی تیاری داری کریں انھوں نے اپنے پیٹ میں علاج کے لیے ساٹھ داغ دے رکھے تھے۔

کہنے لگے اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے لیے دعاء کرنے سے روکا نہ ہوتا تو میں موت آنے کی دعا کرتا۔ اتنی تکلیف میں ہوں۔ میری بیماری طویل ہے۔ کہا: ہمارے جو ساتھی ہمارا ساتھ چھوڑ کر دنیا سے جا چکے ہیں انھوں نے دنیا سے اپنا دامن بچائے رکھا اور ان کے بعد ہمیں اتنی زیادہ دنیا ملی کہ مٹی سے رلتی پھرتی ہے۔[1]

جب یہ درِّ ناب کوفہ کی سرزمین میں دفن ہوا:

انھوں نے لحظہ بھر اپنے نفس کو دین سے دور نہ رکھا اور ایک ذرہ بھر بھی فقراء سے اپنا مال نہ بچایا بلکہ ہر آن اسے صرف کرتے رہے اب ان کی روح رب اکبر کی جانب جو کہ اس کے جان آفرین تھے پرواز کرتی ہے تاکہ وہ اسے پورا پورا بدلہ دیں اور جنت میں پورے انعامات سے نوازیں اور دنیا میں رب کی رضا کی خاطر جو بھی مصائب جھیلے تھے ان کا صلہ پا کر ان کے زخم دل سے مٹائیں اور حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے دیگر ساتھیوں کی ہمنشینی سے خوش و خرم ہوں۔ ۳۷ ہجری جب کہ ان کی عمر تہتر برس تھی۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کوفہ میں وفات پاتے ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ صفین سے واپس آ رہے تھے انھوں نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور کوفہ کے بیرون میں دفن کیے گئے یہ سب سے پہلے صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جن کی قبر کوفہ کے بیرون میں بنائی گئی۔ یہی وہ وقت تھا جب حضرت علی

[1] صفۃ الصفوۃ: ۱/ ۱۷۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان کی قبر پر کھڑے ہیں اور تاریخی الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ حضرت خباب رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائیں یہ دلی رغبت سے مسلمان ہوئے خوشی سے ہجرت کی راہ پر گامزن ہوئے اور ان کی زندگی مجاہدانہ کارناموں سے بھری پڑی ہے۔''[1]

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

تم سے تو میں دور ہوں لیکن اتنا دور نہیں
جب یاد کرو گے تو آجاؤں گا آنسو بن کر آنکھوں میں

---

[1] صفة الصفوة: ١/ ١٧٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

17

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حالات

یہ اسلام کے وہ عظیم سپوت ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

" هٰذَا الَّذِیْ تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ وَ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَشَهِدَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ۔"

"یہ میرا وہ ساتھی ہے جس کے استقبال کے لیے عرش الٰہی بھی جھوم اٹھا اور اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیے گئے اور ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتوں نے حاضری دی۔"

ان کے اوصاف بیان کرنے سے زبان قاصر ہے:

آج ہم ایک وعدہ پورا کرنا چاہتے ہیں کہ ہم یکتائے روزگار آدمی کم از کم میری زبان جن کے حقیقی اوصاف بیان کرنے سے قاصر ہے کا تذکرہ چھیڑ رہے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو، جب یہ یگانۂ دہر اسلام میں داخل ہوا تو مدینہ منورہ سراپائے نور بن کر چمکنے لگا اور یہی وہ مرد جواں ہمت ہے جس نے غزوۂ بدر میں ایسا عظیم موقف اختیار کیا ہم آپ ﷺ کے حکم سے دریاؤں میں چھلانگیں لگانے کو تیار ہیں جو کہ تاریخِ شجاعت کی جبیں پر نورانی سطور بن کر تحریر ہو چکا ہے۔

یہی وہ مردِ غیرت افزا ہے کہ جو یہ فیصلہ فرش زمین پر کرتا ہے سات آسمانوں کے اوپر عرش بریں سے اس کی تائید ہوتی ہے یہی وہ مرد نیک شعار ہے کہ جس کی موت پر عرش الٰہی جھوم جاتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کے جنازہ کو کندھا دیتے ہوئے اسے دنیا سے الوداع کرنے کے لیے نازل ہوتے ہیں۔

قارئین کرام......!! ذرا غور فرمائیں، ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے۔ رحمٰن کے عرش کی بہ نسبت ایک چھلہ کی مانند ہے جو کسی کشادہ جنگل میں رکھ دیا جائے اتنا بڑا عرش ایک مسلمان آدمی کی موت سے ہل جاتا ہے ایسے آدمی کی قدر و منزلت کتنی عظمت و شکوہ والی ہے۔ یہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ جن کا ذکر ہم نے بیان کرنے کا وعدہ کیا ہے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں۔

مقام سعد رضی اللہ عنہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی نظر میں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بنو عبد الاشہل میں تین افراد ایسے ہوئے ہیں، جن کی مثال نہیں ملتی۔ (۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت سعد بن معاذ (۲) حضرت اسید بن حضیر (۳) حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہم۔ یہ تینوں بزرگ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ [1] مناوی، ابن قیم رحمہ اللہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ انصار میں وہی مرتبہ رکھتے تھے جو مہاجروں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے اور سچی گواہی ان پر ختم تھی رضائے الٰہی اور اس کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کو اپنے حلیفوں اور اپنی قوم پر ترجیح دیتے تھے ان کے فیصلہ کی تائید و تصدیق ساتوں آسمانوں کی بلندی سے اللہ تعالیٰ نے فرمائی اور ان کی وفات کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام نے دی، ایسی شان والے آدمی کے لیے یہ بھی ثابت ہے کہ رحمان کا عرش جھوم اٹھا تھا، یہ بات پورے تواتر سے آرہی ہے۔ [2]

جب پورا مدینہ جگمگا اٹھا:

آیئے ہم بتاتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قلب سلیم میں نورِ اسلام کیسے داخل ہوا اور یہ ایمان افروز داستان اسلام آوری نے کیسے جنم لیا اور جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ان کے آفتاب اسلام کی کرنوں سے مدینہ منورہ کے در و دیوار کیسے چمک اٹھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ مشرک تھے اور اپنی قوم کے سردار تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دعوت الی اللہ کا نمائندہ بنا کر مدینہ منورہ میں بھیجا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کے ہاتھوں راہِ اسلام سے آشنا ہوئے ان کا اسلام لانا پورے مدینہ کے لیے خیر کا دروازہ کھولنے کا باعث ہوا اور اسلام کا نیرِ تاباں پورے مدینہ میں روشنی بکھیرنے لگا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی کایا ہی پلٹ گئی:

اس کی تفصیل امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں، سماعت فرمائیں:

اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو لے کر باہر نکلتے ہیں ان کا ارادہ تھا کہ بنو عبد الاشھل میں جائیں اور دارِ بنوظفر میں رہیں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ یہ دونوں حضرت مصعب اور اسعد بن زرارہ بنوظفر کے باغ میں داخل ہوئے۔ ایک کنواں تھا جسے مَرق کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ حضرت مصعب اور اسعد بن زرارہ اس پر بیٹھ گئے جو بھی مسلمان ہوتا ان کے پاس آجاتا۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما دونوں اپنی قوم بنو عبد الاشھل کے سردار تھے، یہ دونوں ابھی اپنے قومی دین پر تھے اور مشرک تھے جب انھیں خبر ہوئی کہ حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت اسعد بن زرارہ دونوں لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں اور بئر مَرق پر جمع ہیں تو حضرت سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما سے کہا تمہارا باپ نہ رہے۔ چلو ان دونوں کی خبر لیں یہ مصعب اور اسعد دونوں ہمارے ضعفاء اور ناتوانوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں

[1] الاصابة:۳/۷۱.
[2] فيض القدير :۳/۶٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انھیں ڈانٹیں اور روکیں کہ تم ہمارے علاقہ میں مت آیا کرو، تم جانتے ہو کہ اسعد بن زرارہ میرے خالہ زاد ہیں، اس لیے میں ان کے خلاف کوئی پیش قدمی نہیں کرسکتا، وگرنہ میں اکیلا ہی انھیں سمجھا دیتا، لہٰذا میں نہیں جاتا تم جاؤ۔

اسید بن حضیر اپنا نیزہ اٹھاتے ہیں اور مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ کی جانب چلتے ہیں۔ اسید بن حضیر کو دور سے آتا ہوا دیکھ کر حضرت اسعد بن زرارہ، حضرت مصعب سے کہتے ہیں یہ جو آرہا ہے یہ اپنی قوم کا سردار ہے جب یہاں پہنچے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی صداقت واضح کرو، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ بیٹھے گا تو بات کریں گے آگے جو اللہ کی مرضی ہے۔ اتنی دیر میں اسید آتے ہیں اور ان دونوں کے پاس کھڑے ہوکر انھیں سب وشتم کرتے ہیں اور کہتے ہیں تم ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنا رہے ہو، اگر تمھیں جان کی ضرورت ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اسید تشریف رکھیں، ہم بات کرتے ہیں اگر بات پسند آئے تو قبول کرلینا، اگر ناپسند ہو تو پھر ردّ کردینا، حضرت اسید نے کہا یہ تو انصاف لگتی کہی ہے۔ اپنا نیزہ زمین میں گاڑا اور بیٹھ گئے۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اسید سے اسلام کے بارے میں گفتگو کا آغاز کیا اور قرآنِ پاک کی تلاوت کی۔ اور ان پر جو اعتراضات تھے ان کا جواب دیا تو اسید کی گفتگو کا نرم لہجہ اور چہرے کی چمک سے یہ چیز جھلکنے لگی کہ یہ اسلام سے متاثر ہوچکے ہیں۔ یہ تو علامات تھیں اچانک پکار اٹھے۔ یہ کلام جو تم نے سنایا ہے کتنا ہی اچھا ہے؟ اور جمال سے لبریز ہے جب کوئی اس دین میں داخل ہوتا ہے تو تم اسے کون سے آداب سکھاتے ہو۔

حضرت مصعب اور اسعد نے کہا: غسل کرے، پاکیزہ لباس زیب تن کرے پھر کلمۂ حق کی گواہی دے اور نماز پڑھے۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے غسل کیا، پاک لباس زیب بدن کیا اور کلمۂ شہادت پکارا کھڑے ہوئے اور دو رکعات نماز ادا کی اور کہا میں نے پیچھے ایک ایسے آدمی کو چھوڑا ہے، اگر وہ مسلمان ہو جائے اور تمہارا کہا مانے تو اس کی قوم کا ایک فرد بھی پیچھے نہ رہے گا سب اسلام قبول کرلیں گے۔ میں اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں، وہ آدمی سعد بن معاذ ہے اور حضرت اسید اپنا نیزہ زمین سے نکالتے ہیں اور سعد اور ان کی قوم کی جانب روانہ ہوتے ہیں وہ اپنی مجلس جمائے بیٹھے تھے۔ سعد نے جب اسید کو دور سے آتے ہوئے دیکھا تو کہا: اللہ کی قسم! اٹھا کر کہتا ہوں اسید جو چہرے لے کر گئے تھے وہ اب تبدیل شدہ چہرہ لے کر لوٹ رہے ہیں۔

اب اسید سعد کے قریب کھڑے ہیں۔ سعد نے ان سے پوچھا کیا کر کے آئے ہو۔ کہا میں نے ان دونوں آدمیوں سے بات چیت کی ہے۔ واللہ! مجھے تو ان میں کوئی تخریب کاری نظر نہیں آئی میں نے جب انھیں اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھنے سے روکا تو انھوں نے کہا جو آپ کہتے ہیں ہم وہی کرتے ہیں۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے سعد کو ابھارنے کے لیے پینترا بدلا اور کہا: مجھے اطلاع ملی ہے کہ بنو حارثہ اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے کے لیے نکلے ہیں کیونکہ انھیں علم ہے کہ یہ تمہاری خالہ کا بیٹا ہے اور وہ تم سے عہد شکنی کرتے ہوئے انھیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں یہ سنتے ہی حضرت سعد غضب آلود ہو کر تیزی سے کھڑے ہوتے ہیں اس خطرہ کے پیش نظر کہ بنو حارثہ اسعد کو نقصان نہ پہنچائیں۔ نیزہ ہاتھ میں تھام لیتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کہتے ہیں کہ اسید تم نے کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا اور خود باہر نکلے اور سعد اور مصعب کی جانب چل دیے۔ جب سعد نے دیکھا کہ یہ دونوں اطمینان سے بیٹھے ہیں سعد جان گئے کہ اُسید کا مقصد فقط یہ تھا کہ میں ان کے پاس آؤں۔

سعد رضی اللہ عنہ جب ان کے پاس آتے ہیں تو ان کے قریب کھڑے ہو جاتے ہیں اور انھیں سخت سست کہتے ہیں اور خالہ زاد بھائی اسعد بن زرارہ کو مخاطب کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ابوامامہ! واللہ! اگر میرے اور تمہارے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی تم ہمارے محلہ میں آتے ہو اور جو چیز ہم پسند نہیں کرتے وہ لوگوں کو بتاتے ہو۔

جب سعد رضی اللہ عنہ دور سے آرہے تھے تو حضرت اسعد بن زرارہ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا: مصعب! یہ جو آرہا ہے یہ اپنی قوم کا رئیس ہے ساری قوم اس کے پیچھے ہے اگر یہ تمہاری اتباع میں آجائے تو اس قبیلے کے دو آدمی بھی نہ انکار کریں گے۔ ان سے بھی حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ بیٹھیں اور بات سنیں اگر بات دل لگے تو ٹھیک ہے اور پسند آئے تو اسے قبول کرنا اگر ناپسند آئے تو ہم وہ کام چھوڑ دیں گے جو آپ کو پسند نہ ہوگا۔

حضرت سعد نے کہا یہ بات عین انصاف کے مطابق ہے اور اپنا نیزہ زمین میں گاڑتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان پر اسلام پیش کیا اور قرآن پاک کی تلاوت کی تو حضرت اسید کی مانند یہ بھی کلمۂ حق پکار اٹھے اور بنوعبدالاشہل کے پاس آئے اور کہا اے میری قوم! میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے سب نے کہا آپ ہمارے سردار اور محبوب راہنما ہیں اور بہتر رائے والے ہیں اور سراپائے برکت ہیں کہنے لگے اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کے ساتھ ایمان نہ لائے تو میں تم میں سے کسی مرد اور عورت سے بات نہ کروں گا۔ یہ کہنا تھا کہ بنوعبدالاشہل کا ہر گھر اور ہر فرد خواہ مرد ہو یا عورت ہو سب شام تک مسلمان ہو چکا تھا۔

اب حضرت اسعد اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہما حضرت اسعد بن زرارہ کے گھر واپس آجاتے ہیں اور وہاں ٹھہرتے ہیں اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں یہاں تک کہ انصار کے ہر گھر میں اسلام کا چرچا ہو چکا تھا۔[1]

ہیثمی طبرانی نے مرسل بیان کی ہے اس میں ابن لیہعہ ہے اس میں ضعف ہے تاہم حسن الحدیث ہے۔[2]

یہ واقعہ ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا، اس کے بعد انھوں نے دین کی یہ امانت اپنے کندھے پر اٹھائی اور اللہ عزوجل کے دین کی طرف دعوت دینا شروع کی اور ان کا دل حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے شوق میں وارفتہ ہو رہا تھا اس رحمت سے بھرپور دعوت کی یہی خصوصیت ہے کہ یہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر فریفتہ کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرتِ مدینہ کی اجازت دی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری پر حد درجہ خوش ہوئے قلم اس مسرت کو احاطۂ تحریر میں نہیں لا سکتا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو کر رہ جاتے ہیں اور آپ کے علم، سیرت اور اخلاق کے ماہتاب کے نور سے

[1] بیهقی فی دلائل النبوة:٢/ ٤٣٨، مجمع الزوائد:٦/ ٤٢۔
[2] البداية والنهاية: ٣/ ١٥٢، اسناده صحيح۔ عيون الاثر:١/ ٢٦٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اقتباس کرتے ہیں۔ اور آپ ﷺ سے اتنی شدید محبت تھی کہ ایک ہی آرزو تھی اپنی جان اور مال آپ پر فدا کر دیں۔

غزوۂ بدر میں تاریخ ساز کردار:

وہ ایک تاریخی لمحہ تھا جس میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ایمان وعقیدہ اور دین دوستی اجاگر ہوئی دینِ اسلام کی نصرت و حمایت میں ایک عظیم موقف اختیار کیا۔ جب معرکۂ بدر کا رخ تبدیل ہوا کہ اب کافروں کے مال والے قافلہ کا حصول مطمح نظر نہ رہا تھا بلکہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جنگ کی صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی۔

نبی ﷺ نے چاہا کہ اس تباہ کن معرکہ میں داخل ہونے سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے حاصل کر لیں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! مجھے مشورہ دو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو فرمائی بہت اچھی بات کی، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے گفتگو کی بہت ہی عمدہ بات تھی اسی طرح حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی نہایت خوبصورت گفتگو کی یہ تینوں قائدین مہاجروں میں سے تھے جن کی لشکر میں اقلیت تھی۔

رسولِ اکرم ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ انصار کے قائدین کی رائے سے آگاہ ہوں کیونکہ لشکر میں ان کی اکثریت تھی اور معرکہ کا تمام بوجھ ان کے کندھوں پر ہی گردش کناں تھا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تھی عقبہ کی بیعت کے وقت انصار نے اپنے گھروں سے باہر نکل کر دشمن سے لڑنے کی ذمہ داری نہ اٹھائی تھی ان تینوں سرداروں کی گفتگو سننے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا انصار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا لوگو! مجھے مشورہ دو۔ انصار کے سردار یہ اشارہ سمجھ گئے خصوصاً ان کے علمبردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا:

> ”اے اللہ کے رسول! ﷺ! آپ کا ارادہ ہے ہم اظہارِ خیال کریں، آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور ہم نے گواہی دی کہ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور ہم نے اس پر قائم رہنے اور عہد و پیمان پورا کرنے پر سرِ تسلیم خم کر رکھا ہے اے اللہ کے رسول ﷺ! جو آپ کا ارادہ ہے اس کی برآری کے لیے آپ چلیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ اس سمندر میں گھس جائیں گے آپ کے ساتھ ہم بھی گھس جائیں گے ہم میں سے ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا یہ چیز ہمارا من پسند مشغلہ ہے کہ ہم دشمن سے کل ملاقات کریں ہم جنگ میں صبر و ثبات کا مظاہرہ کریں گے اور دشمن کے خلاف جنگ میں صدق و صفا دکھائیں گے ہو سکتا ہے ہم ایسے کارنامے سرانجام دیں کہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے ہمیں لے چلیں ہم تیار ہیں۔“

ایک روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! شاید آپ کو یہ اندیشہ ہو کہ انصار نے آپ کی حمایت کے لیے گھروں میں رہ کر لڑنے کا معاہدہ کیا تھا۔ ایسی کوئی بات نہیں۔

میں انصار کی نمائندگی میں بول رہا ہوں اور جواب دے رہا ہوں۔ آپ جہاں چاہیں جائیں جس سے چاہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تعلقات ملائیں جس سے چاہیں توڑ دیں جتنا مرضی ہمارا مال رکھیں اور جتنا مرضی ہمیں عطا کریں۔ جو آپ لیں گے وہ مال ہمیں اس سے زیادہ پیارا ہے جو ہمارے پاس ہوگا آپ جو حکم فرمائیں ہم اس کے تابع ہیں۔ واللہ! اگر برک غماد تک پہنچیں تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور اگر سمندروں میں چھلانگیں لگانے کا حکم دیں تو ہم تیار ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ حوصلہ افزا طرز عمل دیکھ کر آپ بہت مسرور ہوئے اور ہشاش بشاش ہو گئے اور فرمایا چلو اور خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں میں سے ایک گروہ مجھے دینے کا وعدہ کیا ہے واللہ! گویا کہ مجھے اب نظر آ رہا ہے کہ کافر لوگوں کی قتل گاہیں کہاں کہاں ہیں۔ [1]

سخت ترین حالات میں بھی غیرت ایمانی ماند نہ پڑی:

جنگِ احزاب میں جب شرک اپنی تمام قوتوں کو یکجا سمیٹ کر اپنے جتھوں کے ہولناک سیلاب کے ساتھ میدان میں اترتا ہے اور قریب تھا کہ ایمانداروں کو اپنی اڈتی ہوئی موجوں میں خس و خاشاک کی مانند بہا کر لے جائے۔ ان خطرناک ترین حالات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ بنو غطفان اور ان کے سرداروں عیینہ بن حصین اور حارث بن عوف کے ساتھ صلح کا ایک منفرد عہد و پیمان باندھ لیں کہ غطفان قبیلہ والے مدینہ کا حصار توڑ دیں گھیراؤ اٹھالیں اور اپنے لشکروں کو ہٹالیں اور اپنے گروہوں کو پیچھے ہانک لیں تو اس کے عوض ہم انھیں مدینہ کی کھجوروں کے پھل کا تیسرا حصہ ادا کریں گے۔

اس بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کرتے ہیں تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اور غطفان قبیلہ والوں کی صورت یہ رہی ہے مہمانی کے طور پر یا خرید وفروخت میں یہ کھجوریں دینا تو علیحدہ بات ہے آج تک ہم نے انھیں اپنی ایک کھجور کھانے کی اجازت نہیں دی یہ قبیلہ والے جو بدحالی کے دنوں میں جاہلیت کے دور میں خون میں پیدا ہونے والے کیڑے کھاتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں بذریعہ اسلام اکرام و احترام دیا ہے اور ہدایت اسلام سے آشنا کیا ہے اور آپ کے ذریعہ ہمیں عزت سے نوازا ہے تو ہم انھیں اپنے ہاتھوں مال کا حصہ دیں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

ہمیں اس معاہدہ کی کوئی ضرورت نہیں ہم تو انھیں نوکِ شمشیر پر رقص کرائیں گے انھیں کچھ بھی عطا نہ کریں گے یہ میری رائے ہے آگے ہمارے اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ جو فیصلہ کریں گے وہی ہمیں منظور ہے۔ پھر اجازت لے کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ غطفان کے ان دونوں سرداروں کی جانب چلتے ہیں اور پر رعب اور بلند آواز سے چیلنج کے انداز پر انھیں کہتے ہیں:

"واپس لوٹ جاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں اب میدان میں تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔"

[1] سیرۃ ابن ھشام: ۲/ ۴۴۷، بغیر سند بیان کی ہے۔ ابن ابی شیبہ:۸/۴۶۹، بیھقی فی الدلائل: ۳/ ۳۴، فتح الباری:۷/ ۲۸۸، میں مرسل بیان کی ہے اس کا مفہوم مسلم:۱۷۷۹، میں بھی ہے۔ یعنی تائید سے یہ صحیح لغیرہ کے درجہ کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آہ! ایسے مردان باوفا کہاں چلے گئے کہ مصائب کی شدت سے کلیجہ منہ کو آتا ہے اور بلائیں قطروں کی مانند برس رہی ہیں ایسی صورت حال میں بھی سیدنا سعد رضی اللہ عنہ جو کہ پیکر صداقت ہیں ان کے منہ سے ایسی گفتگو جاری ہوتی ہے۔ جس سے غیرت، شجاعت اور مردانگی کے سوتے پھوٹتے ہیں جن کی شادابی سے مسلمانوں کے دلوں کے باغ و چمن میں نئی امنگ جنم لیتی ہے اور غطفان کے سرداروں کو حیران کر دیتی ہے اور ان کے حواس گم ہو جاتے ہیں۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ انھیں یہ سبق سکھاتے ہیں کہ ہمیں لوگوں کی حمایت کی ضرورت نہیں حقیقی نصرت و تائید عقیدہ کی قوت ایمان کی سطوت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ پختہ اعتماد پیدا کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔[1]

فیصلہ فرش پر تائید عرش سے ہوئی:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جو فیصلہ زمین پر دیتے ہیں عرش بریں پر وہی رب کائنات کا فیصلہ تھا یہی وجہ ہے کہ ہم پہلے ہی تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ مناقب و فضائل کی اس چوٹی پر مکین ہیں ان کے بارے میں بات کرتے ہوئے ہم خود کو عاجز محسوس کرتے ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب زخمی ہوئے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوۂ خندق میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے کا واقعہ یوں ہے کہ جنگ خندق میں جب لوگ میدان کی جانب گئے تو میں بھی ان کے نشاناتِ قدم کے پیچھے پیچھے نکل پڑی۔ اچانک میں نے اپنے پیچھے زمین پر کچھ آہٹ محسوس کی میں نے دیکھا تو وہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔ اور ان کے ساتھ ان کا بھتیجا حارث بن اوس تھا جو کہ ڈھال اٹھائے ہوئے تھا۔ میں نیچے زمین پر بیٹھ گئی۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ گزرے انھوں نے لوہے کی زرہ زیب تن کر رکھی تھی ان کے ہاتھ پاؤں اس سے باہر نکلے ہوئے تھے یہ منظر بہت ہی خوفناک تھا۔ میں خوفزدہ ہوئی کیونکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ لوگوں سے سب سے زیادہ دراز قد اور پرجسم تھے۔ جب حضرت سعد گزرے تو یہ شعر گنگنا رہے تھے:

لَبِّثْ قَلِيْلًا يُدْرِكُ الْهَيْجَآءَ حَمَلُ
مَا اَحْسَنَ الْمَوْتَ اِذَا حَانَ الْاَجَلُ

''کچھ دیر انتظار کو جب بھرپور حملوں نے لڑائی کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہو گا جب وقت اجل آ جائے تو پھر موت کتنی خوشنما لگتی ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں ایک باغ میں گھس جاتی ہوں وہاں مسلمانوں کے کچھ افراد موجود تھے۔ ان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ان میں ایک آدمی تھا جس نے لوہے کی ٹوپی پہن رکھی تھی جس نے اس کا تمام چہرہ ڈھانپ رکھا تھا میں پہچان نہ سکی وہ کون ہے اتنی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے مخاطب کرتے ہیں۔ تم کیا لینے آئی ہو واللہ! تم نے یہ بہت بڑی جرأت کی ہے تمہاری اس دیدہ دلیری پر خطرہ تھا کوئی نقصان نہ اٹھاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

[1] علو همت :۳/۳۷۱.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مجھے بہت ڈانٹا حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کاش کہ زمین پھٹ جائے اور میں اسی وقت اس میں چلی جاؤں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس آدمی نے اپنے چہرے سے ٹوپ اتارا تو وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے کہا: اے عمر! افسوس ہے آج تو آپ نے عائشہ کو زیادہ ہی پریشان کر دیا ہے ہم نے کب بھاگنا ہے ہماری تو بھاگ دوڑ اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش کے مشرکوں میں سے ایک آدمی نے جس کا نام ابن عرقہ تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر تیر پھینکا اور فخریہ انداز سے کہا۔ یہ لو میں ابن عرقہ ہوں تیر کا تحفہ دے رہا ہوں وہ تیر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کی بڑی رگ میں پیوست ہوا اور وہ کٹ گئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے میرے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک بنو قریظہ کے معاملہ میں میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں اور یہ اپنے قلعوں سے باہر نہ نکل آئیں۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں:

جنگ احزاب سے فارغ ہو کر، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ واپس تشریف لاتے ہیں اور چمڑے کے ایک خیمہ کو نصب کرنے کا حکم دیتے ہیں جو مسجد میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے لگایا گیا ابھی آپ کی مدینہ میں تشریف آوری کو تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیار بند ہو جاتے ہیں اور لوگوں میں منادی کراتے ہیں کہ بنو قریظہ کے خلاف چل پڑو۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنو غنم کے پاس سے گزرتے ہیں جو کہ مسجد کے پڑوس میں رہتے تھے ان سے آپ پوچھتے ہیں تمہارے پاس سے کون گزر کر گیا ہے وہ کہتے ہیں دحیہ کلبی ابھی گزرے ہیں۔ اصل میں جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں حضرت دحیہ کلبی کی داڑھی اور چہرے کی ساخت میں ہی آیا کرتے تھے کہا وہ جبریل تھے انھوں نے بنو قریظہ پر حملہ آور ہونے کا کہا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کے پاس آتے ہیں اور پچیس راتیں ان کا محاصرہ کرتے ہیں جب ان پر محاصرہ نے شدت اختیار کی اور سخت آزمائش میں پھنس گئے تو انھیں کسی نے مشورہ دیا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اتر آؤ بہتر ہوگا اس بارے میں انھوں نے حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انھوں نے اشارتاً سمجھا دیا اگر تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر اترو گے تو تمھیں ذبح کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد انھوں نے کہا: ہم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر اترتے ہیں یہ بات سن کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو آنے کا پیغام بھیجا وہ آئے تو ایک گدھے پر سوار تھے جس کی زین کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی۔

فیصلہ کے لیے آنے کا انداز:

آپ اس گدھے پر سوار تھے ان کی قوم انھیں گھیرے میں لے لیتی ہے اور کہتی ہے: اے ابو عمرو! یہ سعد کی کنیت ہے ہم تمہارے حلیف ہیں اور دوست ہیں غمی و خوشی کے ساتھی ہیں ہمارا خیال رکھنا لیکن حضرت سعد نہ تو مڑ کر دیکھتے ہیں اور نہ ہی جواب دیتے ہیں نظریں نیچی رکھے آرہے ہیں جب بنو قریظہ کے گھروں کے قریب آتے ہیں تو اپنی قوم پر نظر ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں اب وقت آ گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر فیصلہ دینے میں کسی ملامت گر کی ملامت کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خوف دل سے نکال دوں۔ جب حضرت سعد اس مقام فیصلہ پر نمودار ہوتے ہیں تو رسولِ اکرم ﷺ لوگوں سے کہتے ہیں اٹھو! اور اپنے سردار کو سواری سے نیچے اتارو۔ اس موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارا سردار تو اللہ تعالیٰ ہے اب حضرت سعد کو اتارا جاتا ہے تو رسولِ اکرم ﷺ ان سے کہتے ہیں۔ سعد! ان کے بارے میں فیصلہ کرو۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا:

ان کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے لڑائی کے قابل لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی اولاد کو قید کر لیا جائے اور ان کے مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیے جائیں۔

یہ فیصلہ سن کر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے سعد! تم نے وہی فیصلہ دیا جو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر فیصلہ کر رکھا تھا اور اللہ کے رسول کا بھی یہی فیصلہ ہے۔'' اس کے بعد حضرت سعد نے یہ دعا کی: اے میرے اللہ! اگر تیرے نبی کے لیے ابھی قریش نے جنگ کرنا ہے تو پھر مجھے باقی رکھنا اور اگر نبی ﷺ اور قریش کے درمیان کوئی بڑی جنگ ہونا باقی نہیں تو پھر مجھے وفات دے دے۔ اس دعا کے بعد حالانکہ ان کا زخم پہلے بند ہو چکا تھا پھر خون جاری ہوا۔ انھیں ان کے خیمہ میں لایا گیا ان کے پاس رسولِ اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہوئے تھے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ وفات پا گئے، میں اپنے حجرہ میں تھی۔ مجھے حضرت ابوبکر کے رونے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں اور میں نے ان کے رونے کی آوازوں میں فرق بھی بھانپ لیا تھا کہ یہ حضرت ابوبکر کی آواز ہے اور یہ حضرت عمر کی آواز ہے۔ ان کی کیفیت کی نقشہ کشائی قرآنِ پاک نے یوں کی ہے:

﴿رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ (الفتح:۲۹)

''یہ آپس میں رحمدل ہیں۔''

علقمہ کہتے ہیں میں نے اماں جی عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا اے امی جان! اس قسم کے غمزدہ ہونے کے وقت رسولِ اکرم ﷺ کیا کرتے تھے۔ انھوں نے فرمایا: کبھی آنسو بہاتے تھے کبھی نہیں بہاتے تھے لیکن یہ عادت مبارکہ تھی جب غمگین ہوتے تو آپ اپنی داڑھی مبارک پکڑ لیتے تھے۔ (احمد) اس میں محمد بن عمرو بن علقمہ راوی حسن الحدیث ہے۔ بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ [1]

بنو قریظہ پر قرآنی تبصرہ:

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝ وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝﴾ (الاحزاب:۲۶-۲۷)

[1] مجمع الزوائد:٦/١٣٧، ھیثمی، اس واقعہ کا بعض حصہ صحیح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور جن اہل کتاب نے ان مشرکوں کی مدد کی تھی اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالا ایک حصہ تم نے قتل کیا اور ان کا ایک حصہ تم نے قیدی بنا لیا اور ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں اور اس زمین کا جس کو تمھیں جنگ کے ذریعہ روندنا نہیں پڑا ان سب کا تمھیں وارث بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حد درجہ ادب تھا:

جب اوس قبیلہ کے سردار، سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بنو قریظہ کے اس مقام پر پہنچے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرما رہے تھے، آپ کے ٹھہرنے کی جگہ تک آئے تو ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' أُحْكُمْ فِيهِمْ يَا سَعْدُ۔''

''اے سعد! ان کے بارے میں فیصلہ کرو۔''

عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ فیصلہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ تو جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' قَدْ أَمَرَكَ اللّٰهُ أَنْ تَحْكُمَ فِيهِمْ۔''

''اللہ تعالیٰ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تم ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ اور صرف تم ہی فیصلہ کرو۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قوم اوس کا یہ خیال تھا کہ یہودی ان کے حلیف ہیں حضرت سعد ان کے بارے میں نرمی کا فیصلہ دیں گے اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اوس اور بنو قریظہ سے عہد لے لیں کہ میرا فیصلہ جب جاری ہو تو سب نے قبول کرنا ہے اس کی خلاف ورزی قابل قبول نہ ہوگی اور نہ ہی اس پر کوئی تنقید ہوگی۔ اب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں پڑاؤ ڈالا تھا وہاں کھڑے ہیں اور اپنی قوم اوس کو خصوصی طور پر مخاطب کرتے ہیں اور اس لشکر گاہ میں جتنے بھی لوگ تھے عمومی طور پر انھیں بھی مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد و پیمان لازم پکڑنا وہ یہ ہے کہ میرا کیا ہوا فیصلہ تسلیم کرنا ہے سب نے کہا: ہاں بالکل قبول کرنا ہے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس جانب تھے ادھر متوجہ ہوئے آپ کی جلالت شان اور بزرگی کے سامنے نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتے تھے نظر جھکائے کہہ رہے ہیں اس گوشہ والے بھی اس فیصلہ کو قبول کریں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہم بھی قبول کریں گے پھر پڑاؤ کی جگہ پر رکے ہوئے بنو قریظہ کی جانب بھی اشارہ کرکے پوچھا تم بھی قبول کرو گے یہ اس لیے پوچھا کہ انھیں اچھی طرح اعتماد میں لے لیں کہ تم بھی میرا فیصلہ قبول کرو گے انھوں نے بھی کہا ہاں قبول کریں گے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا ان کے جتنے مرد لڑائی کے قابل ہیں انھیں قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے مال تقسیم کر لیے جائیں ادھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ صادر کیا ادھر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا تم نے فرش زمین پر وہی فیصلہ دیا ہے جو سات آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا تھا۔ قارئین کرام............!! حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اندازِ ادب ملاحظہ فرمائیں کہ فیصلہ کے دوران مؤدب رہے ہیں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی جانب اشارہ کرتے ہیں لیکن آپ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جلالتِ شان کی وجہ سے نگاہ نہیں اٹھاتے۔

ان کی وفات پر عرش الٰہی جھوم گیا:

اب ہم آئندہ سطور میں ان کرامات و اعزازات کا ذکر کریں گے جو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئے یہ کرامات ایسی ہیں جنھیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور عقل و فکر پر حیرانگی چھا جاتی ہے۔

صاحب وفا:

یہ دیکھیں حبیب کبریاء ﷺ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لاتے ہیں جب کہ یہ سعد دنیا سے جانے والے تھے روح پرواز ہونے والی تھی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: کسی قوم کے سردار کو جو بہترین جزاء حاصل ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ تمھیں وہ بہترین جزا عطا فرمائیں کیونکہ تم نے جو بھی اپنے رب سے وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے جو تم سے وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔ [1]

جب عرش جھوم گیا اس کی تفصیل:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت پر رحمان کا عرش جھوم گیا تھا۔ (بخاری مسلم) مسلم اور احمد نے انس سے بیان کی ہے۔ حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کی امی کی چیخ نکلی نبی اکرم ﷺ نے ان سے کہا: تمہارے آنسو خشک کرنے اور تمھارے غم کو دور کرنے کے لیے یہ بشارت کافی ہوگی کہ تمہارا بیٹا اتنا بڑا اسعادت مند ہے کہ یہ پہلا شخص ہے جس کی ملاقات سے اللہ تعالیٰ ہنسے ہیں اور اس کے لیے رب کا عرش جھوم گیا ہے۔ [2]

اس پر امام نووی رحمہ اللہ کا تبصرہ:

امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات سے عرش الرحمٰن کا حرکت میں آنے کا مطلب ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح جب پرواز ہوئی تو اس کی آمد کی خوشی میں وہ حرکت میں آ گیا اللہ تعالیٰ نے عرش میں یہ تمیز پیدا کر دی تھی جس سے یہ حرکت حاصل ہوئی اس مطلب کو تسلیم کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی اس کی تائید کرتا ہے:

﴿وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ﴾ (البقرة:٧٤)

”ان پتھروں میں سے وہ بھی ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔“

علامہ مازری رحمہ اللہ کا تبصرہ:

مازری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] طبقات: ۲_۳/ ۹، رجالہ ثقات، ارنوؤط.

[2] مجمع: ۹/ ۳۰۹، طبرانی رجالہ رجال الصحیح و صححہ الحاکم و اوفقہ الذهبی فی تلخیصه، هیثمی.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی موت پر عرش الٰہی کا حرکت کرنا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں عقل ونقل میں ایسا ہونا وارد ہے۔ عرش ایک جسم ہے جو کہ حرکت اور سکون کو قبول کرتا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس صورت میں حاصل ہوتی ہے کہ جب یہ مانا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عرش میں حرکت پیدا کی ہے اس سے فرشتوں کو ان کی موت واقع ہونے کی اطلاع دینا تھا یہ حرکت دیکھ کر وہ پہچان گئے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات ہو چکی ہے۔''

ایک اور تبصرہ:

کچھ دیگر علمائے کرام کی رائے ہے کہ عرش کے حرکت کرنے سے مراد ہے عرش اٹھانے والے فرشتے اور دوسرے فرشتے وجد میں آ گئے عرش ہلنے سے مراد خوش ہونا اور کسی چیز کو قبول کرنا ہے۔ عرب محاورہ استعمال کرتے ہیں:

" فَلَانًا يَهْتَزُّ لِلْمَكَارِمِ"

''فلاں تو اپنے کارناموں کا سن کر جھوم جاتا ہے۔''

اس سے مراد اس کی جسم کی حرکت و بے قراری نہیں بلکہ یہ مراد لیتے ہیں کہ وہ ان کاموں سے راحت حاصل کرتا ہے اور توجہ دیتا ہے۔ حربی کہتے ہیں عرش جھومنے سے کنایہ کیا گیا ہے کہ ان کی وفات کا معاملہ بہت عظیم حادثہ تھا کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ عرب لوگ کسی چیز کی عظمت کا اظہار کرنے کے لیے اسے سب سے عظیم بات کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں:

" اَظْلَمَتْ لِمَوْتِ فَلَانٍ الْاَرْضُ"

''کہ فلاں کی موت سے دنیا تاریکی میں ڈوب گئی۔''

" وَقَامَتْ لَهُ الْقِيَامَةُ"

''اور قیامت برپا ہو گئی۔'' [1]

امام ذہبی رحمہ اللہ کا جاندار اور شاندار تبصرہ:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عرش بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اس کے حکم کا تابع ہے جب اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو کہ یہ حرکت کرے تو یہ حرکت کرنے لگتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی محبت کا شعور بخشا جس سے یہ جھوم اٹھا جیسا کہ کوہِ احد میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا شعور بیدار کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو حکم دیا تھا کہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ یہ بھی جھکیں۔

﴿يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ﴾ (سباء:۱۰)

[1] مسلم شرح نووی: ۱۶/ ۳۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے پہاڑو! داؤد علیہ السلام کے ساتھ تم بھی میری تسبیح کرو۔''

اور فرمایا:

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ﴾ (الاسراء:٤٤)

''ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں۔''

اور حکم عام فرمایا:

﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾ (الاسراء:٤٤)

''ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتی ہے۔''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم کھانا کھا رہے ہوتے تھے جب وہ کھایا جا رہا ہوتا تھا تو ہم سنتے تھے کہ وہ تسبیح پڑھ رہا ہے۔[1]

مثالوں کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ یہ ایمان سے تعلق رکھتا ہے عقل کے گھوڑے اسے سمجھنے سے قاصر اور اماندہ ہیں۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوع یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی محبت کے شوق میں عرش جھوم گیا تھا۔[3]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو فرشتوں نے کندھا دیا:

محمود بن لبید بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اکحل رگ زخمی ہوئی تو طبیعت بوجھل ہوئی، لوگ انھیں منتقل کر کے رُفیدہ نامی عورت کے پاس لے گئے جو زخمیوں کا علاج کرتی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی صبح و شام حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرتے تو ان سے دریافت کرتے طبیعت کیسی ہے تو وہ آپ کو بتاتے کہ ایسی ایسی ہے جس رات ان کی طبیعت زیادہ ہی خراب ہوئی تو ان کی قوم کے لوگ اٹھا کر انھیں اپنے محلہ بنو عبد الاشھل میں لے گئے وہاں وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معمول کے مطابق تیمار داری کے لیے تشریف لائے تو آپ کو بتایا گیا کہ قوم کے لوگ انھیں اپنے محلہ میں لے گئے ہیں اور وہ وفات پا گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چل دیے ہم بھی ساتھ ساتھ چل دیے آپ بہت ہی تیز رفتاری سے چل رہے تھے حتیٰ کہ ہمارے جوتوں کے تسمے ٹوٹ گئے اور ہماری چادریں نیچے لٹک گئیں، ہم میں سے بعض نے اس تیز رفتاری کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: میں اس لیے تیز قدم اٹھا رہا ہوں کہ کہیں حنظلہ کی مانند ہم سے پہلے ہی فرشتے انھیں غسل نہ دے دیں جب آپ ان کے گھر پہنچے تو انھیں غسل دیا جا رہا تھا اور حضرت سعد کی امی رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں:

''وَيْلُ اُمِّ سَعْدٍ سَعْدًا حَزَامَةً وَّجِدًّا۔''

[1] بخاری:٣٥٧٩، احمد: ١/ ٤٦٠. [2] السیر:١/ ٢٩٧.

[3] طبقات:٣ـ٢/ ١٢، مستدرك حاكم: ٣/ ٢٠٦، و صححه ووافقه الذهبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’سعد کی ماں کے لیے افسوس ہے آج وہ سعد نہیں رہا جو حزم واحتیاط اور جہد مسلسل کا پیکر تھا۔‘‘

یہ سن کر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر رونے والی سے جھوٹ کی آمیزش ہو جاتی ہے مگر ام سعد سچ کہہ رہی ہے۔ پھر جنازہ لے کر نکلے تو لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے اتنا ہلکا جنازہ کبھی نہیں اٹھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جنازہ ہلکا کیوں نہ ہو ہزاروں فرشتے آسمان سے زمین پر اترے ہیں اور یہ وہ فرشتے ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہیں اترے۔ انھوں نے تمہارے ساتھ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی میت کو اٹھا رکھا ہے۔ ❶

تر دامنی پہ ہماری اے شیخ نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضوء کریں

جب قبر نے بھینچا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے اس دن ہم رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے کہ ان کی تجہیز وتدفین کریں جب رسولِ معظم ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھ لی اور انھیں قبر میں اتارا گیا اور مٹی ڈال دی گئی تو رسولِ دو جہاں پیغمبر آخر زمان ﷺ نے طویل مدت سبحان اللہ کہا پھر اللہ اکبر کہا ہم نے بھی اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔ کہا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! پہلے آپ نے سبحان اللہ کہا پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اس کی وجہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نیک بندے پر قبر تنگ ہوگئی تھی میری اس تسبیح وتکبیر سے اللہ عزوجل نے کشادہ کر دی ہے۔ ❷

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا یہ نیک بندہ سعد! جس کے لیے عرش الٰہی متحرک ہوا اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیے گئے اور اس کی وفات پر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے، جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہ اترے تھے۔ اس کے باوجود اس کی قبر نے اسے بھینچا ہے تاہم پھر کشادہ ہوگئی ہے۔ ❸

اس پر امام ذہبی رحمہ اللہ کا تبصرہ:

میرے خیال میں قبر کا یہ دباؤ عذاب قبر نہ تھا بلکہ یہ ایک ایسا کام ہے مومن کو اس سے واسطہ پڑتا ہے یہ اسی طرح ہے جس طرح اگر کسی مومن کا بچہ گم ہو جائے یا دنیا میں کوئی دوست نہ ملے تو غمگین ہوتا ہے یہی کیفیت قبر میں پیدا ہوتی ہے یا جس طرح بیماری کی تکلیف محسوس ہوتی ہے یا جانکنی کی مشقت برداشت کرتا ہے۔ قبر میں امتحان یا سوال کے جواب کے وقت جو المناک صورت ہوتی ہے۔ وغیرہ یہ تمام ہلا دینے والے مناظر بندے کو پیش آتے ہیں لیکن یہ عذاب

---

❶ طبقات:۳۔۲/ ۷۲۸، سیر میں ارنوؤط نے حسن قرار دیا ہے۔ (۱/ ۲۸۷)

❷ احمد:۳/ ۳۶۰، و صحح الحاکم: ۳/ ۲۰۶، مختصراً ووافقه الذهبی.

❸ نسائی:٤/ ۱۰۰، فی الجنائز باب ضمة القبر و ضغطه، طبقات:۳۔۲/۹۔ البانی نے صحیح جامع میں اسے صحیح کہا ہے۔ (۶۹۸۷)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قبر نہیں اور نہ ہی عذاب دوزخ ہیں۔ لیکن متقی بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان امور میں سے بعض میں نرمی کرتے ہیں یا تمام میں ہی نرمی کرتے ہیں ان کا سامنا ہو یا نہ ہو مومن کو اصل راحت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب یہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرتا ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے مذکورہ مراحل کو قبر کی گھٹن قرار دیا گیا ہے۔ یہ عذاب قبر نہ تھا۔"

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا ہے:

﴿وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ (مریم:۳۹)

"انھیں حسرت کے دن سے آگاہ کرو۔"

﴿وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ﴾ (مؤمن:۱۸)

"اور انھیں قیامت کے دن سے آگاہ کرو جب دل ہنسلی کو آئیں گے۔"

ہم اس دن سے اللہ تعالیٰ سے معافی اور لطف و کرم کا سوال کرتے ہیں۔

قبر کے ان جھٹکوں کے باوجود ہمارے علم کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ جنتی ہیں اور وہ شہداء میں ارفع و اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ سامعین کرام! اپنے رب سے عافیت طلب کریں اور دعا کریں کہ وہ ہمیں ایسا کامیاب بنائیں کہ دارین میں کسی ہولناکی، گھبراہٹ اور المناکی اور خوف سے دوچار نہ کریں اور ہمیں اللہ تعالیٰ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گروہ میں سے بنائے۔ [1]

حضرت حسان کا منظوم خراج عقیدت:

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر دردِ دل کا اظہار یوں کیا ہے:

لَقَدْ سَجَمَتْ مِنْ دَمْعِ عَيْنِي عَبَرَاتٍ
وَ حَقَّ لِعَيْنِي أَنْ تَفِيضَ عَلَى سَعْدِ

"میری آنکھ سے آنسو چھلک پڑے اور میری آنکھ کا حق ہے کہ وہ حضرت سعد کی وفات پر آنسوؤں کے دریا بہادے۔"

قَتِيلاً ثَوَى فِي مَعْرَكٍ فَجَعَتْ بِهِ
عُيُونًا ذَوَارِي الدَّمْعِ دَائِمَةُ الْوَجْدِ

"یہ ایسے شہید ہیں جو معرکہ میں قتل نہیں ہوئے بعد میں ہوئے ہیں اگرچہ زخمی معرکہ میں ہی ہوئے تھے اشکبار آنکھیں ایسی درد آمیز ہوئی ہیں کہ ہمیشہ کا غم ان کا مقدر ہے۔"

عَلَى مِلَّةِ الرَّحْمٰنِ وَارِثُ جَنَّةٍ
مَعَ الشُّهَدَاءِ وَفْدُهَا أَكْرَمُ الْوَفْدِ

[1] السیر:۱/ ۲۹۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"رب رحمان کی ملت پر کاربند رہے اور جنت کے وارث بنے ایسے شہداء کے ساتھ ہوں گے جن کا وفد معزز ترین وفد ہے۔"

فَاِنْ تَكُ قَدْ وَدَّعْتَنَا وَ تَرَكْتَنَا
وَ اَمْسَيْتَ فِيْ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةُ اللَّحْدِ

"اے سعد! تم نے ہمیں الوداع کیا اور تنہا چھوڑ دیا اور خود تاریک لحد کی خاک میں دفن ہو گئے۔"

فَاَنْتَ الَّذِيْ يَا سَعْدُ اُبْتَ بِمَشْهَدِ
كَرِيْمٍ وَ اَثْوَابُ الْمَكَارِمِ وَالْمَجْدِ

"اے سعد! تم وہ ہو جو کریم آدمی کی گواہی، مکارم اخلاق اور بزرگی کا لباس اوڑھے لوٹے ہو۔"

بِحُكْمِكَ فِيْ حَيِّ قُرَيْظَةَ بِالَّذِيْ
قَضَى اللّٰهُ فِيْهِمْ مَا قَضَيْتَ عَلٰى عَمَدِ

"بنوقریظہ قبیلہ کے بارے میں تم نے وہ فیصلہ دیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کر رکھا تھا۔"

فَوَافَقَ حُكْمَ اللّٰهِ حُكْمُكَ فِيْهِمْ
وَلَمْ تَعْفُ اِذْ ذَكَرْتَ مَا كَانَ مِنْ عَهْدِ

"بنوقریظہ کے بارے میں تمہارا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے موافق ہوا، تم نے ان سے اپنے ذاتی تعلقات اور عہد و پیمان کی ذرہ بھر پروانہ کی۔"

فَاِنْ كَانَ رَيْبُ الدَّهْرِ اَمْضَاكَ فِي الْاُلٰى
شَرَوْا هٰذِهِ الدُّنْيَا بِجَنَّاتِهَا الْخُلْدِ

"یقیناً ان کے بارے میں حادثاتِ زمانہ جاری ہوئے کہ انھوں نے ہمیشہ والی بہشتوں کے عوض یہ دنیا خرید کی۔"

فَنِعْمَ مُصِيْرُ الصَّادِقِيْنَ اِذَا دُعُوْا
اِلَى اللّٰهِ يَوْمًا لِلْوَجَاهَةِ وَالْقَصْدِ

"پیکرانِ صداقت کو جب اللہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے تاکہ وجاہت اور میانہ روی پائیں تو یہ اسے قبول کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا انجام بخیر ہوتا ہے۔"

جنت میں اعزاز:

ابو اسحق بیان کرتے ہیں میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے ہیں: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ریشم کا ایک جوڑا ہدیہ میں پیش کیا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے ہاتھوں سے چھونا شروع ہوئے اور اس کے نرم و گداز ہونے پر حیران و ششدر ہو رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس ریشم کی نرماہٹ سے تعجب میں مبتلا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنْهَا وَ أَلْيَنُ"❶

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ والے رومال جو جنت میں انھیں ملے ہیں وہ اس سے بہتر اور نرم و گداز ہیں۔"

امام نووی رحمہ اللہ کا تبصرہ:

علمائے کرام نے بہت اچھا نکتہ اخذ کیا ہے کہ اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو جو مقام ومنزلت جنت میں حاصل ہوا ہے وہ بہت ہی پر عظمت ہے جب معمولی سا کپڑا جو کہ دستی رومال ہے جو میل کچیل صاف کرنے میں استعمال ہوتا ہے وہ اس ریشم سے بہتر ہے تو دوسرا لباس تو بہت ہی اعلیٰ ہوگا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جنت میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔❷

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد صدیق انصار کا درجہ ہے:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد، انصار کے صدیق حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ صداقت اور علو ہمت کے میدان میں بلند و بالا چوٹی پر فائز ہیں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں تین چیزوں میں بہت مضبوط ہوں ان کے علاوہ کبھی کمزوری و ناتوانی کا شکار ہوسکتا ہوں۔ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں اس وقت سے نماز پڑھتا ہوں جب میں نماز پڑھتا ہوں تو میرے دل میں سوائے نماز کے اور کوئی خیال تک نہیں آتا نماز کے فارغ ہونے تک یہی کیفیت رہتی ہے اور میں جب بھی کسی جنازہ کے پیچھے گیا ہوں تو اس کی نمازِ جنازہ سے لے کر دفن کرنے تک میں اسی سوچ میں مگن رہتا ہوں کہ اس سے سوال ہوگا پتہ نہیں یہ کیا جواب دے گا اور جب بھی میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے تو مجھے یقین ہوتا ہے کہ آپ نے حق ہی کہا ہے۔ ابن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے خیال میں یہ تینوں خوبیاں پیغمبروں والی ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی طویل حیات کی منزلیں طے کرتے ہوئے جو کہ مصروفیت، ایثار و قربانی سے لبریز تھی اس دارِ فانی سے کوچ کر جاتے ہیں اور حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے باوفا ساتھیوں سے جا ملتے ہیں۔

رضی اللہ عنہ و عن سائر الصحابة اجمعین......!!

جان کر منجملہ خاصانِ میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

---

❶ مسلم: ۲۴۶۸، ۲۴۶۹۔ ❷ شرح نووی: ۱۶/ ۳۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

18

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے اوراقِ حیات کی نقاب کشائی

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہیں جنھیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یوں خراجِ تحسین پیش کیا تھا۔ میری آرزو ہے کہ مجھے عمیر بن سعد جیسے مردانِ کار میسر آئیں جو مسلمانوں کے امور کی انجام دہی میں میرے دست و بازو بن سکیں۔

دوستی کا معیار عقیدہ میں ہم آہنگی ہے:

کسی سے دوستی یا قطع تعلق عقیدہ کا اہم اور بنیادی اصول ہے۔ یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر یہ ذمہ داری عائد فرمائی ہے کہ ایمانداروں سے دوستی کریں شرک اور مشرک سے اعلانِ بیزاری اختیار کریں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ ﴿٢٨﴾﴾ (آل عمران:۲۸)

”ایماندار، ایمانداروں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں جو یہ کرے گا وہ اللہ سے کچھ نہیں مگر ان سے بچاؤ کے لیے دوستی کا اظہار کر سکتے ہو اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی جان سے ڈراتے ہیں اللہ کی طرف ہی لوٹنا ہے۔“

یعنی اگر کوئی ایمانداروں کے علاوہ دوستی کرتا ہے تو اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہیں۔ ایک اور ارشادِ گرامی ہے:

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾﴾ (المجادلہ:۲۲)

”جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں انھیں تو نہیں پائے گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مخالف ہوں ان سے دوستی رکھیں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ، بیٹے بھائی یا قبیلہ والے ہی کیوں نہ ہوں یہ لوگ ہیں للہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان لکھا ہے اور جبریل کے ذریعہ ان کی تائید کی ہے اور انھیں بہشتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں خبردار! اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''ایمان کا سب سے زیادہ مضبوط کڑا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی دوستی رکھنا، اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی دشمنی رکھنا، اور محبت بھی اللہ کے لیے ہو اور کسی سے بغض بھی اللہ کے لیے ہو۔'' (1)

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بنیاد پر بیعت کی تھی کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا اور ہر کافر سے بیزار رہوں گا۔ (2)

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اس کی عملی تفسیر تھے:

آیئے درج ذیل سطور میں ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اس جلیل القدر صحابی عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ چند لمحات گزارتے ہیں جنھوں نے دوستی اور بیزاری کا ایک ایسا عظیم کارنامہ سرانجام دیا کہ یہ اس کے بارے میں ضرب المثل بن گئے۔

ہم بات کا آغاز اس عظیم الشان واقعہ سے کرتے ہیں جس سے یہ بات عیاں ہوگی کہ ایمان، ایک مومن میں ایسا اثر دکھاتا ہے کہ ایک بندۂ مومن کسی صورت یہ برداشت نہیں کرتا کہ اپنے رب عزوجل پر کسی دوسرے کو ترجیح دے یہ فقط رضائے الٰہی کو ہی سب سے برتر سمجھتا ہے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ یتیمی میں پروان چڑھے تھے ہوش سنبھالتے ہی یتیمی کی کڑواہٹ کے گھونٹ حلق سے اتارتے رہے اور فقر و فاقہ کی سختی دیکھی بھی۔ یہ ابھی چھوٹے بچے ہی تھے کہ ان کے والد وفات پا گئے اور اپنی وفات کے بعد انھوں نے دنیا کا کوئی مال واسباب نہ چھوڑا تھا۔ ان کے والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ نے ایک سرمایہ دار آدمی سے شادی کی جن کا نام جُلاس بن سُوید تھا جلاس نے عمیر کی اچھے درجہ پر پرورش کی اور انھیں اپنا ہی بیٹا تصور کیا اور ہر طرح کی خیر اور آرام و راحت کی برکھا برسا دی حتیٰ کہ انھیں یتیم ہونے کا احساس نہ ہونے دیا۔ ماہ و سال کروٹیں بدلتے رہے، دن بیت گئے عمیر اور جُلاس دونوں کے درمیان آہستہ آہستہ محبت پروان چڑھتی رہی اور ترقی پاتی رہی۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ جب اسلام کے شجرِ سایہ دار میں پناہ لیتے ہیں ان کی عمر تقریباً دس سال تھی۔ اس معصوم عمر میں ان کے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں ایمان کروٹیں لینے لگا اور ایمان کا بیج ان کے دل کی کھیتی میں پختہ ہونے لگا اور ایمان کی شاخیں آسمان کی بلندی کو چھونے لگیں یہی شجرِ ایمان تھا جو خشوع و خضوع خوف الٰہی، محبت الٰہی، اللہ تعالیٰ سے امید اور انابت اِلی اللہ کی صورت میں ان میں بار آور ہوا یہی وجہ ہے کہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ حد درجہ عابد و زاہد تھے۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی پرسکون اور مطمئن زندگی گزاری ایسا کیوں نہ ہوتا ان کا دل اللہ کی محبت اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور تھا زندگی تو پرسکون ہی ہونا تھی۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

(1) احمد، ابن ابی شیبہ، طبرانی، عن ابن عباس، البانی نے صحیح قرار دی ہے۔ (صحیح جامع:۲۵۳۹)
(2) بخاری کتاب الایمان: ۱/ ۱٦٦، مسلم:کتاب الایمان:۵٦.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جب غزوۂ تبوک کا اعلان ہوا:

۹ ہجری مبارک میں نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ہوئی کہ روم والے، مسلمانوں کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے چڑھائی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اطلاع پا کر نبی اکرم ﷺ نے مقامِ تبوک پر پہنچ کر ان سے جنگ کرنے کا عزم فرمایا۔ جب یہ فیصلہ طے پا چکا کہ ہم نے انھیں تبوک پر روکنا ہے تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں عام منادی کرادی کہ وہ لڑائی کے لیے بندوبست کریں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے قبائل عرب اور اہل مکہ کی جانب پیغام بھیجا کہ وہ بھی تبوک کی جانب جنگ کے لیے نکلیں۔ نبی ﷺ جنگی نقطۂ نظر کے پیش نظر اپنی آمد خفیہ رکھا کرتے تھے جس طرف نکلنے کا آپ ارادہ کرتے اس کی مخالف سمت نکلتے لیکن اس غزوۂ تبوک میں اس کی اہمیت کے مدنظر اور قلت سامان سفر کی وجہ سے عام اعلان فرما دیا کہ ہم رومیوں سے جنگ کے لیے جا رہے ہیں اور لوگوں پر واضح کر دیا تاکہ کامل تیاری کر سکیں اور لوگوں کو آپ نے جہاد پر ابھارا اور سورت براءت میں بھی قرآن پاک نے بھی مقابلہ آرائی پر بھڑکایا اور جوش دلایا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے صدقات وخیرات اور عمدہ اموال راہِ اللہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دلائی۔

غزوۂ تبوک کی تیاری کا ایمان پرور منظر:

مسلمانوں نے جب رسولِ اکرم ﷺ کی صدائے دلربا سنی کہ آپ رومیوں کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے پکار رہے ہیں تو فوراً اس کی جانب لپکے اور بہت ہی زیادہ تیز رفتاری سے لڑائی کی تیاری میں لگ گئے اور چھوٹے، بڑے تمام قبائل ہر طرف سے حرکت میں آ گئے اور مدینہ منورہ میں اترنا شروع کر دیا ایک بھی مسلمان ایسا نہ تھا جو اس غزوہ میں شرکت کا آرزومند نہ ہو۔ صرف تین مسلمان تھے جو کہ سستی کی بناء پر پیچھے رہ گئے وہ ہلال بن امیہ مرارہ بن ربیع اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم تھے یا پھر جن لوگوں کے دلوں میں منافقت نے گھر بنا رکھا تھا۔ انھیں شریکِ جنگ ہونے میں بڑی تکلیف تھی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا جوش وخروش قابل رشک تھا جو محتاج اور فاقہ مست فقراء تھے وہ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ رومیوں کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لیے ہمیں سواریاں مہیا فرمائیں۔ جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس سواریاں نہیں تو وہ آبدیدہ ہوئے۔ قرآنِ پاک یوں نقشہ کشائی کرتا ہے:

﴿لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝﴾

(التوبہ:۹۲)

''آپ نے کہا تھا میرے پاس سواریاں نہیں جن پر میں تمھیں سوار کروں وہ واپس پھرے تو ان کی آنکھیں اس غم سے اشکبار تھیں کہ وہ خرچ کرنے کے لیے کچھ نہ پاتے تھے۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جذبۂ خیرات:

اس غزوہ کی تیاری میں تمام مسلمانوں نے مال خرچ کر کے اور صدقات وخیرات کے ذریعہ بہت بڑھ چڑھ کر حصہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لیا لیکن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تو سب پر بازی لے گئے۔

ایک ہزار دینار لاتے ہیں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی مبارک میں بکھیر دیتے ہیں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں دامن میں الٹ پلٹ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ" [1]

آج کے بعد عثمان کوئی عمل بھی نہ کریں تو انھیں کوئی نقصان نہ ہوگا یہی عمل نجات کے لیے کافی ہے پھر صدقات کا سلسلہ جاری رکھا حتی کہ ان کے صدقہ کی مجموعی مقدار اس غزوہ کے لیے جو انھوں نے پیش کی نو سو اونٹ ایک سو گھوڑا ہے اور نقدی اس کے علاوہ ہے۔

دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عطیات:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آٹھ ہزار درہم کے برابر چاندی لے آتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام مال پیش کرتے ہیں۔ اہل خانہ کے لیے صرف اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت چھوڑ کر آتے ہیں۔ یہ کل سرمایہ چار ہزار درہم تھا اور سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی خیرات لے کر آئے تھے۔ ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آتے ہیں یہ اپنا نصف مال خدمت میں رکھ دیتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کثیر مال لے کر حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت طلحہ، سعد بن عبادہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم بھی حسب توفیق مال پیش کر رہے ہیں حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ پانچ ہزار چار سو صاع (ٹوپہ) جو کہ کئی من بنتی ہیں کھجوریں لے آتے ہیں۔

بہر صورت کم یا زیادہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حصہ ڈال رہے ہیں اور صدقات جمع ہو رہے ہیں۔ بعض ایسے بھی تھے جو ٹوپہ کا نصف یا چوتھا حصہ صدقہ دے رہے ہیں ان میں استطاعت ہی اتنی ہے۔ مرد تو مرد تھے خواتینِ اسلام نے بھی اس تیاری میں پوری سرگرمی دکھائی۔ اپنے کنگن، پازیبین، بالیاں، اور انگوٹھیاں تک فنڈ میں جھونک دیں کسی نے بھی ہاتھ نہ روکا اور نہ ہی کنجوسی برتی صرف منافقوں نے بخیلی کا مظاہرہ کیا اور ان ایثار پیشہ لوگوں کا تمسخر اڑایا تو قرآن پاک نے ان کی مذمت کی۔ [2]

﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (التوبة:٧٩)

"جو لوگ ایمانداروں میں سے خوشی خوشی صدقہ کرنے والوں پر عیب لگاتے ہیں اور ان لوگوں کا جو اپنی محنت برابر خرچ کرتے ہیں یہ مذاق اڑاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا مذاق اڑائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

---

[1] ترمذی:٣٧٠٢، احمد:٥/ ٦٣، مستدرک :٣/ ١٠٢، وصححه وافقه الذهبی.

[2] الرحیق المختوم:٤٦٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب جُلاس نے عمیر رضی اللہ عنہ کو حیران و ششدر کر دیا:

یہ وہ تاریخ ساز معرکہ آرائیاں تھیں جنھیں حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اس طرح مال خرچ کرنا اور ایثار و قربانی اور صدقات و خیرات کے ڈھیر جو بچشم خود انھوں نے مشاہدہ کیے تھے یہ انھیں ایک خواب کی دنیا نظر آ رہے تھے اور ہمیشہ یہ ان جنگوں کے معاملات کا اپنا دل کی گہرائیوں سے جائزہ لیتے رہے ایک دن گھر لوٹے دل سے سوال موج بن کر ابھر رہے تھے لیکن ان کا جواب نہ پاتے تھے اور زیادہ فکر مند اس میں تھے کہ جُلاس جو میرا محسن ہے باوجود اس کے کہ اس کے پاس بہت زیادہ مال و دولت ہے یہ خرچ نہیں کرتا اور نہ ہی توجہ دیتا ہے۔ یہ اسی کشمکش میں تھے کہ ایک دن جلاس ان کے سامنے آتا ہے موقع غنیمت جانتے ہوئے اور اس قیمتی فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے ان ایمان پرور واقعات کو دہراتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مال صرف کرنے اور ایثار و قربانی میں سبقت لے جانے میں سرانجام دیے تھے امید یہ تھی کہ جلاس ابھی جائے گا اور مال خرچ کرنے کے لیے لپک پڑے گا۔ لیکن جُلاس نے اچانک ایسی بات کہہ دی جو اسے یکسر دائرہ اسلام سے ہی خارج کر دے۔ جلاس نے کہا: واللہ! اگر یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہیں اس میں سچے ہیں تو پھر ہم تو گدھے سے بھی بدتر ہوئے۔

یہ سن کر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ حیران ہوئے ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ جلاس جیسا عقلمند اور عمر رسیدہ انسان اپنے منہ سے ایسا کلمہ نکال سکتا ہے جو اسے دفعتاً ایمان سے ہی بے گانہ کر دے اور اسے کفر کے وسیع دروازوں میں لا کھڑا کرے۔ جس طرح کمپیوٹر میں ڈالے گئے سوالات کا جوابات کمپیوٹر پوری باریکی سے دیتا ہے اسی طرح جوانِ رعنا حضرت عمیر بن سعد کی عقل کا کمپیوٹر بھی سوچنے لگا کہ میں بھی اپنی ذمہ داری پوری کروں انھوں نے خیال کیا کہ جلاس کو نہ بتانا اور خاموش رہنا اور اس سے پردہ رکھنا حقیقت واضح نہ کرنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت ہے اور اس سے اسلام کا نقصان ہے کہ جو منافق آپس میں آپ کے خلاف ایذاء رسانی کے منصوبے بناتے ہیں اس سے آپ کو آگاہ نہ کروں یہ درست نہیں۔

عمیر رضی اللہ عنہ ملامت سے نہ ڈرے:

جلاس سے جو عمیر نے سنا اس سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کرنے میں اگرچہ ایک آدمی کی نافرمانی ہو رہی تھی تو جس نے انھیں بیٹے کی مانند رکھا تھا جس نے یتیمی میں پناہ دی فقر و محتاجی سے نکال کر غنا سے ہمکنار کیا اور باپ کی کمی پوری کی اس کے احسانات کا بدلہ اس نامناسب انداز سے دینا سوء ادب تھا۔ اب اس جوانِ دانا کے لیے دو معاملات میں سے ایک کا انتخاب لازمی تھا اور ایک معاملہ دوسرے سے کڑوا تھا۔

جلدی سے انھوں نے یہ اختیار کیا کہ جلاس کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا: اے جلاس! واللہ! روئے زمین پر محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم مجھے محبوب ہو اور تمام لوگوں سے مجھے قریب تر ہو اور تمہارے میرے اوپر بے شمار احسانات ہیں لیکن تم نے ایک ایسی بات کر دی ہے اگر میں اس کا ذکر کسی سے کروں تو تم رسوا ہوتے ہو اور اگر میں اسے چھپا لوں تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امانت میں خیانت کا مرتکب کہلاؤں گا میری جان اور دین ہر چیز داؤ پر لگتی ہے اب میں نے پختہ عزم کیا ہے کہ میں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور جو تم نے کہا ہے میں اس سے آپ کو آگاہ کروں گا اپنے اس معاملہ پر گواہ بنا لینا۔ یہ جوانِ باصفا حضرت عمیر بن سعد مسجد کی جانب چل پڑتے ہیں اور جو کچھ جلاس بن سوید سے سنا تھا اس کے متعلق آپ کو آگاہ کر دیا۔

رسولِ اکرم ﷺ عمیر کو اپنے پاس ہی روک لیتے ہیں اور جلاس کے پاس اپنے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بھیجتے ہیں کہ جلاس کو بلا لائیں۔ کچھ دیر ہی بعد جلاس آ جاتا ہے اور رسولِ اکرم ﷺ کو سلام کہتا ہے اور سامنے بیٹھ جاتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ اس سے دریافت کرتے ہیں وہ کیا بات ہے جو عمیر نے تم سے سنی ہے اور آپ نے اس والی بات دہرا بھی دی۔ یہ سن کر جلاس نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ مجھ پر جھوٹ اور بہتان لگایا گیا ہے میں نے کچھ نہیں کہا۔ اب رسولِ اکرم ﷺ عمیر کی جانب مڑ کر دیکھتے ہیں تم کیا کہتے ہو اور یہ انکار کر رہا ہے نبی ﷺ نے دیکھا کہ عمیر کے چہرے کا خون شرمندگی کی لالی بن چکا ہے اور پے در پے آنکھوں سے آنسو رواں ہیں جوان کے رخساروں اور سینہ پر گر رہے ہیں اور یہ کہنے لگے:

اے میرے اللہ! جو میں نے بات بتائی ہے اس بارے میں اپنے نبی پر اس کی وضاحت اتار دے یہ دوبار کہا: نمایاں ہو کر جلاس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! جو میں نے آپ سے ذکر کیا ہے حقیقت یہی ہے۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم حلف دینے کو تیار ہیں اور میں حلفا کہتا ہوں جو عمیر نے آپ تک بات پہنچائی ہے وہ میں نے نہیں کہی۔

عمیر رضی اللہ عنہ کو اللہ نے سرخرو کر دیا:

ابھی جلاس نے حلف سے خاموشی اختیار کی ہی تھی اور لوگوں کی نگاہیں جلاس سے ہٹ کر عمیر بن سعد کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں کہ رسولِ رحمت ﷺ پر سکینت چھا جاتی ہے اور آپ خراٹے بھرنے لگتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہچان گئے کہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے یہ سب اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر گئے ان کے اعضاء ساکت اور بے حس و حرکت ہو گئے اور گفتگو ترک کر دی اور خاموش ہو گئے اور ان کی نظریں نبی معظم ﷺ کے رخِ تاباں پر معلق و وابستہ ہو گئیں اب جلاس کے چہرے پر سے خوف و ہراس کی ہوائیاں اڑنے لگیں اور حضرت عمیر نے نظریں بلند کیں اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی یہی کیفیت تھی۔ اب رسولِ اکرم ﷺ سے وحی کے اثرات زائل ہوئے تو اللہ جل وعلا کا یہ فرمان پڑھا:

﴿يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝﴾ (التوبۃ:۷۴)

''یہ اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں کہ انھوں نے بات نہیں کی حالانکہ انھوں نے کفر کا کلمہ کہا اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا اور انھوں نے وہ ارادہ کیا جو انھوں نے پایا نہیں یہ نہیں عیب لگاتے مگر یہ کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فضل اور پھر اس کے رسول نے اپنی مہربانی سے مالدار کیا ہے اگر یہ توبہ کرلیں تو ان کے لیے بہتر ہے اور اگر یہ پھر جائیں تو انھیں اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کریں گے اور ان کے لیے زمین میں کوئی دوست نہیں اور نہ ہی مددگار ہے۔''

یہ سن کر اس وعید کو ہولنا کی سے جلاس تو لرزہ براندام ہوا قریب تھا کہ جزع فزع سے اس کی زبان ہی بند ہو جائے یہ رسولِ دو جہاں ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے اے اللہ کے رسول ﷺ میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں میں توبہ کرتا ہوں عمیر نے اے اللہ کے رسول ﷺ سچ کہا ہے میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں عمیر نے سچ کہا ہے میں ہی جھوٹا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری توبہ قبول کرے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں توبہ کرتا ہوں میں آپ پر قربان جاؤں۔ اب رسولِ اکرم ﷺ جوانِ رعنا عمیر بن سعد کے چہرے کی جانب نگاہ اٹھاتے ہیں تو دیکھتے ہیں خوشی کے آنسو ان کے نورِ ایمان سے روشن چہرے پر گر رہے ہیں اور انھیں تر بتر کر دیا ہے۔ اب رسولِ عالم ﷺ اپنے دست مبارک سے حضرت عمیر کا کان نہایت ہی نرمی سے پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں:

''وَفَّتْ أُذُنُكَ يَا غُلَامُ''

''تمہارے کان نے جو سنا ہے وہ درست تھا اور تمہارے رب قدوس نے تمہاری تصدیق کی ہے۔''

اب جلاس اسلام کے دائرہ میں دوبارہ داخل ہوتے ہیں اور حسنِ اسلام کا مظاہرہ کرتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کی حالت کی صالحیت کو پہچانتے تھے کیونکہ عمیر رضی اللہ عنہ کے لیے ان کی دادا و دہش کرنا اور ان سے نیک سلوک کرنا اس کا واضح ثبوت تھا۔ جب بھی عمیر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوتا تو جلاس کہتے اللہ تعالیٰ عمیر کو میری طرف سے بہترین جزا دیں انھوں نے مجھے کفر سے بچایا اور مجھے دوزخ سے آزاد کرایا۔[1]

عدل اسلام کی دیوار ہے اور حق اس کا دروازہ ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملہ میں نہ تو کسی کی پرواہ کرتے تھے اور نہ ہی ذرہ برابر نرمی اختیار کرتے تھے۔ انھوں نے چاہا کہ حمص شہر کے لیے والی اور گورنر کا چناؤ کریں ان سربراہوں کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شرائط بہت ہی کڑی اور سخت تھیں ان کا عام آدمی تصور بھی نہیں کرسکتا صرف خواب کی دنیا میں ہی تصور ہوسکتا تھا۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جن سربراہوں کا انتخاب کیا کرتے تھے وہ زاہد، پرہیز گار، صادق و امانتدار اللہ کے سامنے جھکنے والے، روزے دار اور شب زندہ دار ہوتے تھے جو کہ امارت سے کوسوں دور بھاگتے تھے انھیں اس میں ذرہ برابر رغبت نہ ہوتی تھی۔ انھیں امیر مقرر کیا کرتے تھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دل میں یہ ارادہ کرتے ہیں اور دل کی دنیا میں سوچ رہے ہیں کہ ایک ایسا آدمی امیر ہونا

---

[1] صور حياة الصحابة: ٢٤٥.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

چاہیے۔ جب وہ لوگوں میں ہوتو ان پر زبردستی امیر نہ ہو اور واقعتاً امارت کی دھونس نہ جمائے بلکہ ان میں ہو یا باہر ہو لوگوں کا ایک فرد بن کر رہے۔ ایسا امیر ہو جو خود کو لباس میں، خوراک میں، رہائش میں دوسروں سے ممتاز نہ جانے۔ ایسا امیر ہو جو نماز قائم کرے ان کے درمیان عدل و انصاف پر مبنی تقسیم کار کرے اور فیصلہ بھی عدل کے مطابق کرے ان کی ضروریات پوری کرنے میں اپنا دروازہ بند نہ کرے بلکہ ہمہ وقت کھلا رکھے۔ [1]

یہ جوہر نایاب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی صورت میں مل گیا:

لمحہ بھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذہن، حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی جانب جاتا ہے آپ ان کا انتخاب کر لیتے ہیں جیسا کہ ان سے پہلے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا تھا تاکہ زہد و ورع اور عدل و ایثار کی منزل پوری ہو۔

اس وقت حضرت عمیر رضی اللہ عنہ شام کے علاقہ میں مصروف جہاد تھے انھیں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بلایا اور حمص کی امارت ان کے نام لکھ دی حضرت عمیر نے مکمل کوشش کی کہ معذرت قبول ہو لیکن امیر المومنین کا اٹل حکم تھا۔ امارت قبول کریں نہ چاہتے ہوئے بھی حضرت عمیر نے امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کی۔ امارت سے اس لیے انکاری تھے کہ ان کی تمنا تھی کہ میری تمام زندگی جہاد میں بسر ہو۔ تاکہ اللہ کی راہ میں شہادت نصیب ہو۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا تاریخ ساز خطاب:

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ، حمص شہر میں جاتے ہیں اور اپنی امارت کے معمولات کا آغاز کرتے ہیں جاتے ہی انھوں نے جو وہاں کے لوگوں کو خطاب کیا وہ تاریخ کی پیشانی پر سنہری حروف بن کر اب بھی چمک رہا ہے۔ حمص کے لوگوں کو اکٹھا کیا کہ نماز کا وقت ہو چکا ہے سب حاضر ہوں لوگ آتے ہیں نماز سے فراغت کے بعد لوگوں کو خطاب کیا: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر درود بھیجا اور کہا: خبردار! اسلام ایک مضبوط دیوار اور محکم دروازہ ہے اور اسلام کی دیوار، عدل و انصاف ہے اور اس کا دروازہ حق و سچ ہے ظاہر ہے جب دیوار گرا دی جائے گی اور دروازہ توڑ دیا جائے گا تو لوگ اسلام میں اپنی مرضی کے مطابق دراندازی کریں گے۔

اسلام اسی وقت تک ہی محفوظ رہے گا جب تک اس کا غلبہ ہے اور غلبہ کی شدت بے تحاشا تلوار زنی کے ذریعہ قتل و غارت سے حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی لوگوں کی پیٹھ پر کوڑوں کی ضربیں لگا کر ہوتی ہے۔ یہ غلبہ کی شدت تو حق کے مطابق فیصلہ جات کرنے سے میسر آتی ہے اور عدل و انصاف اختیار کرنے سے ملتی ہے۔ [2]

میں فقط رضائے الٰہی کے لیے کام کرتا ہوں:

یہ وہ روشن کلمات تھے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے جن کے سائے میں اپنی حمص شہر والی زندگی کے سفر کا آغاز کیا وہاں کامل ایک سال ٹھہرے رہے۔ ان کی طرف سے امیر المومنین تک ایک ذرہ برابر بھی شکایت نہ پہنچی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں لکھا جب میرا خط موصول ہو اسی وقت جو بھی تم نے مالِ غنیمت اکٹھا کر رکھا ہے وہ لے کر حاضر ہو جاؤ۔ حضرت

---

[1] رجال حول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم خالد محمد خالد، ص: ٤٨١۔ [2] طبقات: ٤/ ٤٧٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنا تھیلا اور پیالہ لیا اور نیزہ اٹھایا لوٹا اوپر لٹکایا پیدل چل کر مدینہ منورہ پہنچے۔ جب یہ مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے ہیں تو ان کا رنگ زرد پڑ چکا تھا گرد سے اٹے پڑے تھے، بال بڑھے ہوئے تھے۔ آتے ہی کہتے ہیں۔ اے امیر المومنین! السلام علیکم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا: عمیر! کیا معاملہ ہے یہ حالت غیر بنائی ہوئی ہے۔

جواب دیا: اے امیر المومنین! مجھے کچھ نہیں۔ یہ دیکھیں میرا بدن صحت مند ہے اور یہ میری دنیا میرے ساتھ ہے جب دنیا کا کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا شاید یہ مال لے کر آئے ہیں لیکن ایسی کوئی بات نہ تھی۔ امیر المومنین نے دریافت کیا: پیدل آئے ہو کہا ہاں فرمایا: وہاں ایسا کوئی فرد موجود نہ تھا جو تمھیں جانور سواری کے لیے مہیا کرتا کہا انھوں نے نہیں دیا اور نہ ہی میں نے ان سے سوال کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تو وہ اچھے مسلمان نہیں۔ حضرت عمیر نے کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے غیبت سے منع کیا ہے مسلمانوں کو برا نہ کہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تمہاری کارکردگی کیا ہے۔ فرمایا جو میں نے مال بطور تاوان لیا ہے اسے وہیں مناسب مقامات پر استعمال کیا ہے اگر کچھ بچا ہوتا تو میں آپ کے پاس وہ لے آتا۔ اے امیر المومنین! میں نے آپ کے لیے یا کسی اور کے لیے کام نہیں کیا میں نے تو فقط رضائے الٰہی کے لیے کام کیا ہے۔ [1]

امتحان میں سرخرو ہوئے:

اب حضرت عمیر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ مدینہ کے نواح میں مجھے اپنی بستی میں اپنے گھر جانے دیا جائے تو انھوں نے اجازت دے دی۔ کچھ وقفہ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے اس جذبۂ صادقہ کی آزمائش کریں تاکہ ان سمیت دیگر والیانِ مملکت کے انتخاب اور امانت کی حفاظت کے بارے میں جو میں نے طریقہ کار وضع کیا ہے اس کے متعلق دلی اطمینان ہو سکے۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو بھیجتے ہیں جس کا نام حارث پکارا جاتا تھا اور اسے ایک سو دینار دیے اور کہا: حارث! عمیر کے پاس جاؤ اور مہمان بن کر ان کے ہاں اترنا۔ دیکھنا اگر وہ صاحبِ دولت ہوں تو پھر یہ دینار لے کر آ جانا اور اگر ان کی حالت پتلی ہو اور فاقہ مستی ہو تو یہ سو دینار انھیں دے دینا۔ حارث جاتا ہے تو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ ایک دیوار کے پہلو میں اپنی قمیض صاف کر رہے ہیں حارث کو دیکھتے ہوئے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں رہو اللہ تم پر رحمت کرے حارث ان کے ہاں بطور مہمان پڑاؤ ڈالتا ہے۔ یہی اس کا مقصد تھا۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اس سے دریافت کرتے ہیں کہاں سے آئے ہو کہا مدینہ منورہ سے آیا ہوں کہا امیر المومنین کیسے تھے کہا ٹھیک ہیں کہا دیگر مسلمان کیسے ہیں کہا وہ بھی ٹھیک ہیں۔ کہا حدود اللہ کا نفاذ جاری ہے یا کہ نہیں حارث نے کہا کیوں نہیں ان پر سختی سے عمل ہو رہا ہے۔

امیر المومنین کے ایک بیٹے سے کوتاہی سرزد ہوئی ہے انھوں نے باقاعدہ اس پر حد جاری کی ہے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ دعائیہ طرز پر کہتے ہیں:

---

[1] سیر: ۲/ ۵٦۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اے میرے اللہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدد فرما میں جانتا ہوں مولیٰ وہ تجھ سے بہت محبت رکھتے ہیں حارث تین دن وہاں ٹھہرا ان کی خوراک جو کی ایک روٹی کی ٹکیا تھی وہ بھی خصوصی خوراک کے طور پر حارث کو دیتے تھے اور خود بھوکے رہتے تھے حتیٰ کہ وہ سخت بھوک سے نڈھال ہو گئے۔ آخر حضرت عمیر نے حارث سے کہہ دیا کہ تم نے تو ہمیں بھوکا مار دیا تم جا سکتے ہو حارث نے وہ سو دینار نکالے اور انھیں تھماتے ہوئے کہا یہ سو دینار امیر المومنین نے آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں ان سے تعاون لیجیے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ چلاتے ہوئے بولے اور واپس کرتے ہوئے کہنے لگے مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ بیوی نے کہا: یہ پکڑ لو اگر ضرورت ہے تو استعمال کر لینا اگر ضرورت نہیں تو پھر مستحق جگہ پر خرچ کر دینا۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

میرے پاس انھیں رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں نہ ہی جیب ہے اہلیہ نے ان کی قمیض کو نچلی جانب سے چاک کیا اور ایک کپڑے کا ٹکڑا دیا یہ دینار اس میں باندھ دیے حضرت عمیر وہ دینا لے کر باہر جاتے ہیں اور فقراء اور شہداء کے بیٹوں کے درمیان انھیں تقسیم کر دیتے ہیں۔

اب حارث واپسی کا رستہ لیتا ہے جب امیر المومنین کے پاس آتا ہے تو وہ اس سے پوچھتے ہیں ہاں بھائی کیا دیکھا ہے بتاؤ عرض کی۔ اے امیر المومنین! میں نے دیکھا کہ عمیر کی حالت سخت زاری والی ہے میں دینار انھیں سونپ کر آ گیا ہوں فرمایا انھوں نے دینار کیا کیے تھے حارث نے کہا میں واپس چل دیا تھا مجھے علم نہیں انھوں نے کیا کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو لکھا جب آپ کو میرا یہ خط موصول ہو تو یہ ابھی تمھارے ہاتھ ہی میں ہو تم نے فوراً میرے پاس پہنچنا ہے۔ عمیر رضی اللہ عنہ امیر المومنین کے پاس آتے ہیں ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں جو دینار میں نے بھیجے تھے ان کا کیا کیا تھا۔ کہا میں نے وہ اس دن کے لیے ذخیرہ بنا کر آگے بھیج دیے ہیں جس دن نہ مال اور نہ ہی بیٹے کام آئیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عمیر تم پر اللہ رحمت کریں اور ساتھ ہی حکم دیا کہ انھیں ساٹھ صاع (ٹوپے) اناج دیا جائے اور دو جوڑے دیے جائیں۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی مجھے اناج کی تو ضرورت نہیں کیونکہ میرے گھر میں دو ٹوپے جو موجود ہیں جب یہ کھائے جائیں گے اتنی دیر میں اللہ تعالیٰ کہیں سے روزی کا بندوبست کر دیں گے اور اناج لینے سے انکار کر دیا اور لباس لے لیا یہ کہتے ہوئے کہ میری اہلیہ کے پاس اور لباس نہیں یہ لے لیتا ہوں اور واپس اپنے گھر لوٹ آئے۔ [1]

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تمنا کہ کاش مجھے عمیر جیسے افراد میسر ہوں:

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی زندگانی تمام کی تمام زہد و ورع سے لبریز ہے جاہ و منصب اور ولایت کی خواہش نہ تھی دنیا سے حد درجہ بے رغبتی تھی ان کی آرزو تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاپ ہو انھیں فکر رہتی تھی کہ دنیا ان کے اور ان کی اس قیمتی آرزو کے سامنے حائل نہ ہو جائے۔ تھوڑا عرصہ ہی بیماری والی زندگی گزاری تھی کہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور

[1] صفة الصفوة: ١/ ٢٩٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے حبیب پیغمبر ﷺ سے شرفِ ملاقات کر کے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں یہ زہد و عبادت کا پیکر وفات پا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک ان کی وفات کی خبر پہنچی تو یہ خبر ان پر گراں گزری اور ان کے لیے رحمت کی دعا کی اور پیدل چل دیے، ساتھ اور بھی پیدل چلنے والے تھے بقیع الغرقد کے قبرستان میں پہنچے تو اپنے ساتھیوں سے کہا: ہر آدمی تم میں سے کوئی آرزو کرے، ایک آدمی نے کہا: اے امیر المومنین! میری خواہش ہے کہ میرے پاس مال ہو میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کروں دوسرے نے کہا: میری تمنا ہے کہ مجھے اتنی قوت اور زورِ بازو عطا ہو کہ میں بیت اللہ کے حجاج کے لیے آبِ زم زم کے ڈول نکال نکال کر انھیں سیراب کروں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میری خواہش یہ ہے کہ عمیر بن سعد جیسے آدمی ہوں میں ان سے مسلمانوں کے کاموں میں تعاون لوں۔ [1]

حضرت عمیر بن سعد کے بیٹے عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: مسلمانوں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تیرے باپ سے افضل کوئی نہ تھا۔ ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اتنے زیادہ پسند تھے کہ وہ ان کے متعلق کہا کرتے تھے یہ اپنی طرز کا واحد آدمی ہے۔ مفضل غلابی کہتے ہیں انصار کے زاہد تین افراد ہیں:

۱: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ۔ ۲: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ۔

۳: حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ۔ [2]

زہد و ورع اور خوفِ الٰہی سے لبریز طویل زندگی گزارنے کے بعد حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بسترِ مرگ پر سوتے ہیں اور ان کی پاکیزہ روح اپنے خالق عزوجل کی جانب پرواز کرتی ہے تاکہ یہ اپنے محبوب پیغمبر ﷺ اور اپنے ساتھیوں سے ربِ رحمٰن کی جنت میں تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بھائی بھائی بن کر براجمان ہوں۔

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

یاں کام کرو ایسا جو آئے وہاں کام
آجائے خدا جانے کب موت کا پیغام

---

[1] صفة الصفوة: ۱/ ۲۹۸۔

[2] سیر اعلام النبلا: ۲/ ۱۰۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

19 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زندگی کے اہم واقعات

پیغمبر دو جہاں نبی آخر زماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا خراج تحسین کہ:

" ساقُهُ فِي الْمِيْزَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَثْقَلُ مِنْ جَبَلِ اُحُدٍ."

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پنڈلی روزِ قیامت ترازو میں کوہِ احد سے بھی زیادہ وزنی ہوگی۔''

مزید فرمایا:

" مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّقْرَءَ الْقُرْاٰنَ غَضًّا كَمَا اُنْزِلَ فَلْيَقْرَءْ قِرَاءَةَ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ."

''جسے پسند ہو کہ وہ قرآنِ پاک تروتازہ پڑھے جس طرح یہ نازل ہوا ہے تو اسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق پڑھنا چاہیے۔''

نبی ﷺ کا معجزہ:

ذرا غور فرمائیں ایک آدمی مکہ میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ وہ اسلام کی ایسی شمع روشن کرتا ہے کہ زمین سے لے کر آسمان کی چوٹی نورِ اسلام سے جگمگا اٹھتی ہے۔ یہ بھی رسولِ اکرم ﷺ کا عظیم معجزہ ہے کہ اللہ کے حکم سے آپ نے ہر صحابی رضی اللہ عنہ کو زمین پر چلتا ہوا قرآن بنا دیا اور سراپائے اسلام بنا دیا کہ لوگ اس کے درمیان سے اسلام کی جھلک دیکھتے تھے کہ اگر کسی نے اسلام کا وجود دیکھنا ہو تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ کو مجسم اسلام دیکھتے تھے۔

نبی کائنات ﷺ نے دسیوں نسخے قرآنِ پاک کے رقم کرائے تھے بلکہ ان کی تعداد سینکڑوں اور ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ آپ ﷺ نے کاغذ کے صفحات پر سیاہی کے ساتھ ہی قرآن پاک نہیں لکھواتے تھے۔ بلکہ رسولِ معظم فداہ ابی وامی ﷺ نے نورانی سیاہی کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کے صفحات پر انھیں نقش کرایا تھا۔ [1]

ایمان آزمائش کی بھٹی سے کندن بن کر نکلتا ہے:

ایمان کا معاملہ ایسے ہی واقع ہوا ہے کہ جب اس کی جڑیں گہری ہوتی ہیں اور نفسِ انسانی پر اس کا غلبہ ہوتا ہے تو یہ مومن میں ایسا یقین پیدا کرتا ہے جو کبھی کمزور نہیں پڑتا اور ایسی ہمت بندھاتا ہے جو پست نہیں ہوتی اور ایسی آرزو جگاتا

[1] بدیع کلام الشیخ سید قطب رحمہ اللہ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جو فرو نہیں ہوتی اور ایسا جذبہ جنم لیتا ہے جو رکتا نہیں۔ ایسا عزم بیدار کرتا ہے جو کبھی خوابیدہ نہیں ہوتا۔

یہ مومن دنیا کا مالک بن جاتا ہے دنیا اس پر تسلط نہیں جماتی یہ مال جمع ضرور کرتا ہے لیکن دولت کا غلام نہیں بنتا یہ نعمتوں میں گھر جاتا ہے لیکن اتراتا نہیں۔ ابتلاء و آزمائش کا شکار ہوتا ہے لیکن اس سے مغلوب نہیں ہوتا شدائد و مشکلات سے اس کی عزیمت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی قوتِ ارادی میں ترقی ہوتی ہے۔ اصل سونے کی مانند ہوتا ہے آگ میں تاپنے سے اس کی صفائی اور آب و تاب بڑھتی ہے۔

اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں:

میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں...... کیا کوئی دنیاوی نقطہ نظر سے اسے تسلیم کرنے کو تیار ہے کہ ایک جماعت قلیل تعداد میں ہو، ساز و سامان میں بھی کم تر ہو اور ایسے جزیرۂ عرب میں موجود تھی جہاں نہ تو یونان کا فلسفہ تھا نہ روم کی مدنیت تھی اور نہ ہی ہندوستان کی حکمت تھی نہ ہی چین کی صنعت تھی اس کے باوجود دنیا کی زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لیتی ہے اور سلطنت کسریٰ کی وارث بنتی ہے اور روم کے تاج و تخت کو زمین بوس کرتی ہے۔ اور ایک نئے دین کے نظام کو پھیلاتی ہے اور دنیا کے کونے کونے میں نئی شہریت کی بنیاد رکھتی ہے اور حیران کن بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ ربع صدی سے کم یعنی تیئیس برس میں خطۂ زمین پر رونما ہوا ہے۔ [1]

انہی فرزندانِ ایمان میں سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں:

ہم اس آدمی کا ذکر کرتے ہیں نبی معظم فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم جن سے قرآن پاک سننا پسند کرتے تھے۔ یہ وہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جن کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گواہی دی تھی کہ ان کی پنڈلی روزِ قیامت ترازو میں کوہِ احد سے زیادہ بوجھل ہوگی۔ یہ وہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جو امام الحبر (بہت بڑے عالم) اور امت کے فقیہ ہیں یہ پہلے مسلمانوں میں سے ہیں یہ دنیا کے اشراف میں سے ہیں۔ بدر میں شریک ہوئے دو ہجرتیں کیں جنگ یرموک میں مال غنیمت پر نگران تھے ان کے مناقب بارانِ دلبہار سے بھی زیادہ ہیں۔ انھوں نے بہت زیادہ علم کے گوہر لٹائے۔ [2]

مزید تعارف:

رسولِ اکرم پیکر حلم و علم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی دارِ ارقم میں پناہ گزیں نہ ہوئے تھے۔ جب کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے ایک قول ہے کہ یہ اسلام لانے والوں میں سے چھٹے نمبر پر ہیں تمام معرکوں میں شرکت کی۔ رسولِ مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان اور آپ کے وسادہ بردار اور مسواک بردار اور جوتا بردار تھے اور دورانِ سفر وضوء کا پانی بھی اٹھاتے تھے۔

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار، ناز و ادا اور عادت میں بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے یہ کم گوشت پست قد اور

---

1. الایمان والحیات یوسف قرضاوی، ص:۲۷۸۔
2. سیر اعلام النبلاء:۱/ ۴٦۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سخت گندمی رنگت والے تھے۔ لباس بہت عمدہ پہنتے تھے ان سے بہت اچھی خوشبو پھیلتی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ میں قضا کے سرپرست بنے اور بیت المال کے نگران بھی تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع میں بھی اسی منصب پر فائز رہے۔ پھر یہ مدینہ کی جانب منتقل ہو گئے اور یہیں ۳۲ ہجری میں وفات پائی اور بقیع کے قبرستان میں دفن ہوئے ان کی عمر اس وقت ساٹھ برس سے اوپر تھی۔ [1]

اسلام کی چھاؤں میں:

آیئے اب ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اسلام میں داخل ہونے کا ایمان افروز واقعہ بیان کرتے ہیں۔ ان کے مسلمان ہونے کا واقعہ نہایت ہی شیریں اور دلربا ہے اس کے ذکر سے نفوس انسانی سکون پکڑتے ہیں اور اس کی تکرار سے دلوں کو قرار آتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے قریشی سردار عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پیکر اخلاص مجسم امانت، اور پرہیز گاری کے کوہِ گراں تھے اس کے باوجود انھوں نے ابھی تک اسلام کے متعلق کچھ نہ سنا تھا اور نہ ہی انھوں نے یہ سنا تھا کہ یہ اسلام کس امانت، صداقت اور اخلاص کی دعوت دیتا ہے۔ ایک دن یہ بھی آیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آفتابِ ہدایت، اور نورِ الٰہی سے اپنا سینہ روشن کرتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت کی بھلائی لے کے مبعوث ہوئے ہیں۔

اب ہم نہیں بات کرتے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ خود اپنا واقعہ سناتے ہیں جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ہوئی ان کی زبانی ہی سنتے ہیں۔ فرماتے ہیں میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا میرے پاس سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے فرمایا: اے لڑکے! دودھ ہے میں نے کہا ہاں لیکن میرے پاس امانت ہے یہ میرا نہیں آپ نے فرمایا کوئی وہ بکری ہے جو دودھ نہیں دیتی، میں وہ بکری لے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دودھ پر ہاتھ پھیرا تو تھن سے دودھ اتر آیا آپ نے برتن میں دودھ دھویا اور پیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا اور بعد میں آپ نے بکری کے تھن کو مخاطب کیا اور کہا سکڑ جا وہ سکڑ گیا اور دودھ اترنا بند ہو گیا۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بھی یہ بات بتا دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا اللہ تجھ پر رحمت کرے تو ایک تعلیم یافتہ لڑکا ہے۔ [2]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب میں نے آپ سے یہ کہا کہ مجھے بھی یہ بات سکھا دو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے ستر سورتیں یاد کیں ان میں سے ایک سورت میں مجھے مشابہ نہیں پڑتا۔ [3]

---

[1] صفة الصفوة:۱/ ۱۶۳.

[2] احمد:۱/ ۳۷۹، المعرفة والتاريخ:۲/ ۵۳۷، للفسوی اسناده حسن ارنؤوط.

[3] طبقات:۲/ ۱۱، احمد:۱/ ۴۶۲، الحلیه:۱/ ۱۲۵، اسناده حسن ارنوؤط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بکریوں کے چرواہے کو کیا پتہ تھا......:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو حیران ہو گئے جب انھوں نے دیکھا کہ اللہ کے نیک بندے اور اس کے رسول امین اپنے رب کی طرف دعوت دیتے ہیں اور تھن کو ہاتھ لگاتے ہیں جس میں دودھ کا قطرہ تک نہ تھا وہ تھن خالص دودھ ٹپکاتا ہے جو کہ رزق بن جاتا ہے اور اللہ کی طرف سے خیر ثابت ہوتا ہے اور پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے اور حلق سے نیچے اتر جاتا ہے۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ میں آج تو ایک معمولی سا معجزہ دیکھ رہا ہوں، جبکہ عنقریب وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ایسے معجزات کا مشاہدہ کریں گے جو دنیا کو ہدایت اور نور سے بھر دیں گے بلکہ اس وقت یہ فقیر اور ناتواں لڑکا جو عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں مزدوری پر چرا رہا ہے وہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بن کر نمودار ہو گا کہ اسلام اس کے اندر ایک ایسا مؤمنانہ جذبہ بھر دے گا جو اپنے ایمان کی وجہ سے قریش کے بڑے بڑوں کو شکست دے گا اور قریش کے سادات اس کے دبدبہ کے سامنے سرنگوں نظر آئیں گے۔ ❶

زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمان ہو جاتے ہیں اور خود کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔

آہ......!! یہ کتنا بلند مقام ہے جو ستاروں سے بھی اونچا ہے کہ یہ بکریوں کا چرواہا بکریوں کی خدمت چھوڑ کر سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مگن ہو جاتا ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جسے مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دارو رسن کہاں

ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے رب کی نظر میں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتے ہیں جن کے بارے میں قرآن پاک نازل ہوا ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی حکم ہوا ہے کہ انھیں اپنی مجلس سے برخاست نہ کریں بلکہ انھیں مزید قرب سے نوازیں کیونکہ یہی وہ جانثار ہیں جو اپنا خون، مال اور جان ہر چیز دین کی حمایت میں نثار کریں گے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ افراد تھے جن کے متعلق مشرکوں نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! انھیں دور ہٹا دو تب ہم بات سنیں گے یہ ہمارے پاس آنے کی جرأت نہ کریں ایک میں (سعد) تھا (۲) ابن مسعود تھے۔ (۳) ایک ہذیل قبیلہ کا آدمی تھا دو آدمیوں کے مجھے نام بھول گئے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کچھ چیز پیدا ابھی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ﴾ (الانعام:٥٢)

''جو لوگ صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں انھیں مت ہانکو۔'' ❷

❶ رجال حول الرسول، ص:٢٢٩. ❷ مسلم، حدیث نمبر:٢٤١٣، فضائل الصحابة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی نزدیکی میں سب سے زیادہ وسیلہ وذریعہ رکھنے والے ہیں۔ [1]

قریش کے سامنے سب سے پہلے اعلانِ حق کیا:

آسمان کے ستاروں سے بھی بلند تر عقیدہ رکھنے والے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک ایسے متحرک عقیدۂ توحید والے میدانِ مرد ثابت ہوئے کہ کائنات کے بسنے والوں کو ایک عظیم درس دیا کہ اس دعوت الی اللہ اور دین پر عملی قدم اٹھانے کے لیے سخت ترین مقامات پر بھی کیا موقف اختیار کیا جائے اور اعلانِ حق کا کس طرح اظہار کیا جائے۔

یحییٰ اپنے باپ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے جنھوں نے قرآن پاک بلند پڑھنے کا اعزاز حاصل کیا ہے وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع تھے۔ کہنے لگے ابھی تک قریش نے قطعاً بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت نہیں سنی کوئی ہم سے ایسا آدمی ہوگا جو انھیں قرآن پاک کی تلاوت سنائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں سناتا ہوں ساتھیوں نے کہا تمہارا خاندان مکہ میں نہیں اس بناء پر ہمیں خدشہ ہے کہ تمہیں نقصان پہنچے گا ہماری خواہش ہے کہ کوئی ایسا آدمی ہو اگر قریش اسے تنگ کریں تو اس کی قوم اس کا دفاع کر سکے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا یہ چھوڑو میرا اللہ میری حفاظت کرے گا یہ جاتے ہیں چاشت کا وقت تھا مقامِ ابراہیم کے پاس پہنچتے ہیں یہیں قریش کی مجلس جمی ہوئی تھی۔ مقامِ ابراہیم کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر بلند آواز میں سورت الرحمٰن کی تلاوت شروع کر دیتے ہیں قریش غور سے سن کر کہتے ہیں یہ ابن مسعود کیا کہہ رہا ہے بعد میں کہنے لگے یہ تو وہی چیز تلاوت کر رہا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔

یہ اٹھتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے چہرے پر مارنا شروع ہوتے ہیں مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ تلاوت جاری رکھتے ہیں اور کافی دیر تک پڑھتے رہے قریش سے جان چھڑا کر اب واپس ساتھیوں کے پاس آتے ہیں تو چہرہ بہت زیادہ متاثر ہو چکا تھا ساتھیوں نے کہا ہمیں یہی ڈر تھا جو کہ پورا ہوا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ان دشمنانِ الٰہی کی مجھے اب بھی کوئی پرواہ نہیں اگر تم اجازت دو تو کل پھر یہی تلاوت کرنے ان کے روبرو جاؤں، ساتھیوں نے کہا نہیں اب کافی ہے تم نے قریش کو وہ تلاوت سنانے کا فرض ادا کر دیا ہے جو وہ ناپسند کرتے تھے۔ [2]

چلی ہے رسم یہاں کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے

وحی کے سایہ میں پروان چڑھے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیشہ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تھے رات ہو یا دن ہو، مقام ہو یا کوچ ہو ہمہ

---

[1] احمد، کتاب فضائل الصحابة:١٥٤٨، مستدرك حاكم:٣/٣١٥، شرط شیخین اور ذہبی نے موافقت کی ہے۔

[2] تفسير قرطبى:٧/ ١٤٧، تاريخ طبرى:٢/ ٣٣٤، اسناده صحيح متصل.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت رفاقت میں رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے سیرت و اخلاق اور علوم نبوت سے وافر حصہ پایا حتیٰ کہ تمام لوگوں سے بڑھ کر نبی اکرم ﷺ کی عادت اور سیرت کے قریب تر ان کی عادت و سیرت شمار ہوتی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہمیں وہ آدمی بتائیں جو سیرت و عادت میں نبی اکرم ﷺ سے نزدیک تر ہو تو انھوں نے فرمایا میرے علم کے مطابق سیرت و عادت اور چال ڈھال میں نبی اکرم ﷺ سے نزدیک تر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ [1]

بخاری، رقم (۶۰۹۷) میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ خشوع خضوع، طرز و اداء اور سیرت میں گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے تو نبی اکرم ﷺ کے ہمنوا نظر آتے تھے۔ ان کا حسنِ عمل نمایاں تھا۔ گھر تنہائی میں کیا کرتے ہیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں یہ ہم نہ جانتے تھے۔

مترجم کہتا ہے یہ تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی صاف گوئی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خلوت بھی اچھی تھی نبی معظم فداہ ابی و امی ﷺ کے ہاں ان کا مقام اتنا بلند تھا جو کسی پروازِ تخیل سے بھی اوپر ہے کہ انھیں نبی اکرم ﷺ نے اپنے پاس آنے کی اجازت عام دے رکھی تھی کہ جب چاہیں آئیں اور راز کی بات بھی سن سکتے ہیں۔ آپ نے کہا تھا: ابن مسعود تمھیں اجازت ہے کہ پردہ اٹھاؤ اور میرا راز بھی سن سکتے ہو تاوقتیکہ میں پابندی نہ لگادوں۔ [2]

پہلی دفعہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان کے نبی اکرم ﷺ کے گھر کثرت سے آنے کی وجہ سے انھیں آپ کی آل سے سمجھتے تھے۔

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اور میرا بھائی یمن سے آئے تو کچھ دیر ہم ٹھہرے تو ہم نے سمجھ رکھا تھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے گھر کے ایک فرد ہیں یہ اور ان کی امی اتنی کثرت سے نبی اکرم ﷺ کے پاس آتے جاتے تھے۔ [3]

انتباہ:......حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام ام عبداللہ بنت عبدود بن سوءة تھا یہ مسلمان تھیں اور نبی اکرم ﷺ کی صحابیہ تھیں۔ (رضی اللہ عنہا) ان کی کنیت ام عبد تھی۔ (حوالہ مذکور)

راہِ الٰہی میں جہادی سرگرمیاں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ ہر معرکہ میں شریک کار رہے۔ کسی ایک سے بھی غیر حاضر نہ ہوئے۔ میدانِ بدر میں تو عظیم کارنامہ سرانجام دیا تھا کہ ابوجہل کو قتل کیا، عفراء کے دونوں بیٹوں نے جب ابوجہل کو زمین پر گرایا تھا تو ادھر نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ پتہ کریں ابوجہل کا کیا بنا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جاتے ہیں تو اسے اس

---

[1] بخاری، حدیث نمبر:۳۷۶۲، ترمذی حدیث نمبر:۳۸۰۷، احمد:۵/ ۳۸۹۔

[2] مسلم:۲۱۶۹، احمد:۱/ ۲۸۸، ابن ماجہ:۱۳۹۔

[3] الاصابہ:۲/ ۲۶۰، بخاری: ۳۷۶۳، مسلم:۳۴۶۰، جامع الترمذی:۳۸۰۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حال میں پایا کہ عفراء کے بیٹوں نے اس پر وار کیا ہوا تھا ٹھنڈا ہونے کے قریب تھا کہا تو ابوجہل ہے؟ اور ساتھ ہی اسے داڑھی سے پکڑ لیا ابوجہل نے کہا آج سے بڑا آدمی کبھی کسی قوم نے قتل نہ کیا ہوگا۔ [1]

فائدہ جلیلہ:

روایات میں آتا ہے معاذ بن عمرو بن جموح، معاذ، اور معوذ جو کہ عفراء کے بیٹے ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم چاروں نے ابوجہل کو قتل کیا ہے۔ اختلاف نظر آتا ہے کہ ابوجہل کو کس نے مارا۔ ابن حجر رحمہ اللہ یوں مطابقت بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن عفراء نے، معاذ بن عمرو کے ساتھ مل کر ابوجہل پر یکبارگی حملہ کیا تھا اور اس کے بعد معوذ نے اسے تلوار ماری اور زمین پر گرادیا اور اس کے بعد ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن کاٹی اس طرح اختلاف ختم ہو جاتا ہے کہ ابوجہل کو کس نے قتل کیا تھا۔ ایک نے نہیں چاروں شریک تھے۔ [2]

کسی نے زخمی کیا کسی نے زمین پر گرایا۔ آخر میں ابن مسعود نے گردن کاٹی۔ (رضی اللہ عنہم)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو قرآن سے لگاؤ نے سربلند کردیا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جو حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہنے والے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تروتازہ قرآن پاک حاصل کرتے تھے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی شان بلند اور قدر ومنزلت دو چند کردی تھی یہاں تک کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے قرآنِ پاک کی تلاوت اور اس کے علوم کی مہارت میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو خصوصی دعوت دی تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآنِ پاک سیکھا کرو۔

وہ معزز تھے زمانہ میں حامل قرآن ہو کر
ہم خوار ہوئے آج تارک قرآں ہو کر

مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو کہنے لگے یہ ایک ایسے آدمی ہیں کہ مجھے ان سے لازوال محبت ہے کیونکہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

چار آدمیوں سے قرآن پاک پڑھا کرو:

۱: سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔

۲: سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما۔

۳: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔

---

[1] بخاری: ۷/ ۳۹۶۲، کتاب المغازی، مسلم: ۳/ ۱۱۸، یہ الفاظ بخاری میں ہیں۔

[2] فتح الباری: ۷/ ۳٤٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ ❶

یہ سرفہرست کیوں نہ ہوں انھیں یہ مقام ومرتبہ اس لیے حاصل تھا کہ انھوں نے قرآنِ پاک براہِ راست نبی اکرم ﷺ کے منہ مبارک سے حاصل کیا ہے اور آپ کے سینہ علم خزینہ کے سرچشمہ صافی سے علمی پیاس بجھائی ہے۔

اے برادران گرامی قدر! ذرا آپ غور کریں کیا آپ کو یہ شرف حاصل ہے نہیں ہرگز نہیں نہ تو آپ نے نبی اکرم ﷺ کے منہ مبارک سے قرآن سنا ہے اور نہ ہی براہِ راست فیض پایا ہے۔

قرآنی علم میں وافر حصہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، قسم ہے اس الٰہ کی جس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں۔ کتاب اللہ میں جو بھی سورت نازل ہوئی ہے مجھے اس کا علم ہے کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور مجھے ہر آیت کا علم ہے کس بارے میں اتری اگر مجھے یہ پتہ چل جائے کہ کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ جاننے والا کسی جگہ موجود ہے تو میں اونٹ پر سوار ہو کر اس تک پہنچ جاؤں گا۔ ❷

شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور کہا واللہ! میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے منہ در منہ اور رو برو ستر سے زائد سورتیں قرآن پاک کی حاصل کی ہیں تاہم میں کوئی ساتھیوں سے زیادہ بہتر نہیں ہوں۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ شقیق کہتے ہیں مجھے مختلف حلقہ ہائے درس میں بیٹھنے کا موقع ملا ہے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی اس بات کی سب تصدیق ہی کرتے تھے۔ ❸

جب رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی دعاء پر آمین کہی:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے منہ سے قرآن پاک تر و تازہ نکلتا تھا یعنی جس طرح قرآن پاک نازل ہوا بعینہٖ اسے سننا ہو تو حضرت عبداللہ سے سنیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ گزرے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ یہ دائیں بائیں تھے آپ درمیان تھے۔ میں نے سورت النساء کا آغاز کیا اور نہایت جلی اور مفصل انداز پر میں پڑھ رہا تھا۔ رسولِ رسولاں پیغمبرِ زماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بالکل تازگی والا نازل ہونے کی مانند قرآنِ پاک پڑھنا چاہے تو اسے ابن ام عبد یعنی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت پر پڑھنا چاہیے۔ پھر میں نے دعا شروع کی تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"سَلْ تُعْطَ"

"مانگو عطاء کیا جائے گا۔" جو مانگا وہ یہ تھا۔

---

❶ بخاری:۳۷۵۸، مسلم:۲٤٦٤، ترمذی:۳۸۱۰. ❷ بخاری:۵۰۰۲، مسلم:۲٤٦۲.

❸ بخاری، رقم الحدیث:۵۰۰۰، مسلم، رقم الحدیث:۲٤٦۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ اِیْمَانًا لَّا یَرْتَدُّ وَ نَعِیْمًا لَا یَنْفَدُ وَ مَرَافَقَةَ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ فِیْ اَعْلٰی جِنَانِ الْخُلْدِ."

"اے میرے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو مرتد نہ ہو اور ایسی نعمتیں مانگتا ہوں جو ختم نہ ہوں اور میں ہمیشہ کی اعلیٰ بہشتوں میں تیرے نبی محمد ﷺ کی رفاقت مانگتا ہوں۔"

اس معاملہ سے حضرت عبداللہ بے خبر تھے انھیں اطلاع نہ تھی کیونکہ گفتگو ان سے دور ہو رہی تھی اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! میں صبح ہوتے ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں گا اور انھیں یہ بشارت سناؤں گا تم دعاء کر رہے تھے تو رسولِ اکرم ﷺ اس پر آمین فرما رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ کے پاس آتے ہیں تاکہ انھیں یہ خوش کن دلربا خبر سنائیں لیکن اس سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ تک یہ بشارت پہنچا چکے تھے۔ حضرت عمر کو تب علم ہوا جب حضرت ابوبکر، حضرت عبداللہ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ خبر سنا کر باہر آ رہے تھے اور حضرت عمر اب جا رہے تھے یہ دیکھ کر اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر سے کہا تھا۔ آپ ہر خیر میں اوّل رہتے ہیں۔ [1]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تلاوت سے حبیب کبریاء کے آنسو چھلک پڑے:

نبی اکرم ﷺ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اور اس محبت میں روز بروز ترقی ہوتی جا رہی تھی۔ آپ انھیں اس لیے اپنی قربت سے نوازتے تھے کہ ان میں فہم و ذکاء، نجابت و شرافت، اور اخلاقِ رفیعہ اور حسن اتباع کی علامات نمایاں تھیں۔

اسی محبت کی وجہ سے ایک مرتبہ حبیبِ کبریا ﷺ نے اس شوق کا اظہار کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآنِ پاک سماعت فرمائیں۔ یہ ایک ایسا عظیم شرف ہے کہ ساری دنیا اس کے متوازی نہیں ہو سکتی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اِقْرَأْ عَلَیَّ الْقُرْاٰنَ"

"مجھے قرآن پاک سناؤ۔"

میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں پڑھوں جب کہ آپ پر قرآن نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میرا جی چاہتا ہے کہ قرآنِ پاک دوسرے سے سنوں۔

میں نے سورت النساء کی تلاوت شروع کر دی حتیٰ کہ میں اس آیت تک پہنچا:

﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۞ ﴾ (النساء: ٤١)

"وہ کیفیت یاد کرو جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔"

---

[1] مسند احمد: ١/ ٤٤٥، مستدرك حاكم: ٣/ ٣١٧، اسناده حسن ارناؤط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ مجھے پاؤں لگاتے ہیں میں تلاوت چھوڑتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے ہیں۔ ❶

احد پہاڑ سے بوجھل پنڈلی:

شب و روز ہزاروں کروٹیں لے چکے ہیں اس کے باوجود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کے نزدیک جو مسلّم ہے وہ مٹ نہیں سکا بلکہ اس کی عظمت اسی طرح اجاگر ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جھاؤ کے درخت کی مسواک اتارنے کے لیے درخت پر چڑھے تو پنڈلیاں باریک سی تھیں اور ہوا کے جھونکے سے حرکت کرنے لگے تو لوگ ہنسنے لگے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہنستے کیوں ہو، لوگوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پنڈلیاں دیکھ کر کہ یہ کتنی باریک ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم میری جان جس کے قبضہ قدرت میں ہے یہ میزان میں احد پہاڑ سے بھی وزنی ہوں گی۔ ❷

ایمان وتقویٰ کا پیکر:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ (المائدۃ:۹۳)

”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان پر کوئی گناہ نہیں جو انھوں نے کھایا جب کہ یہ پرہیز گار ہوئے اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے پھر یہ پرہیز گار ہوئے اور ایمان لائے پھر یہ پرہیز گار ہوئے اور نیکی کی۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابن مسعود تم بھی ان محسنوں میں شامل ہو۔ ❸

ماہرِ قرآن:

ایک مرتبہ حبیبِ کبریا ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا: میرے بعد میرے دو صحابی ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی سیرت اپنانا اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد کی پاسداری کرنا۔ ❹

آہ ......!! یہ وصیت کس قدر عظمت والی ہے کہ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ حکم دے رہے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت کا خیال رکھنا اور ان کی بلند فرازی کے ساتھ سرنگوں رہنا۔ ایسا کیوں نہ ہو یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ

❶ مسلم: رقم الحدیث:۸۰۰، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل استماع القرآن، بخاری:۴۰۴۹، کتاب فضائل القرآن.

❷ مسند احمد:۱/ ۴۲۵، طبرانی کبیر:۹/ ۷۵، مجموعی لحاظ سے صحیح ہے۔

❸ مسلم، رقم الحدیث:۲۴۵۹، ترمذی:۳۰۵۳، ابو یعلی:۸/ ۴۷۵.

❹ ترمذی:۳۸۱۰، ابن ماجہ:۹۷، مستدرک حاکم:۳/۷۵، اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے موافقت کی ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے تابع تھے اور زندگی بھر آپ ﷺ سے قرآن پاک کا فیض پاتے رہے۔ قرآن پاک کے متعلق وسیع معلومات ذخیرہ کیں۔ اور علومِ قرآن میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر برتری حاصل کی۔

ابو ظبیان بیان کرتے ہیں ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ تم کونسی قراءت میں قرآن کی تلاوت کرتے ہو، ہم نے کہا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں تلاوت کرتے ہیں کہا: رسول اکرم ﷺ ہر سال ایک مرتبہ قرآن پاک کا دور کرتے تھے۔ جس سال آپ ﷺ نے وفات پائی اس میں دو مرتبہ دور کیا تھا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ قرآن پاک میں جو بھی منسوخ ہو چکا ہے اس کو خوب جانتے ہیں۔ [1]

ہر دلعزیز شخصیت:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حبیب کبریا ﷺ کے ساتھ ساتھ اور ہمقدم رہے ہیں اور آپ کے دین اور ایمان پر ثابت قدم رہے ہیں۔ اپنے رب کی کتاب کی تلاوت کرتے رہے ہیں اور حبیب کبریا ﷺ کی سنت کے نگہبان تھے۔ انھوں نے وہ تاریک دن بھی دیکھا جس میں مدینہ منورہ نبی اکرم ﷺ کی موت کی وجہ سے ظلمت میں ڈوب گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ شدید غم میں مبتلا تھے وجہ یہ ہے کہ لحظہ بھر میں ان کے حبیب ان کے رسول ان کے معلم و استاذ ان سے جدا ہو گئے تھے۔ (ﷺ) نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بے انتہاء قدر کرتے تھے۔ اور بلند منزلت و مقام پر سرفراز کرتے تھے۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ عدل معہد کی بات ہے انھوں نے اہل کوفہ کو لکھا کہ میں تمھارے پاس حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو امیر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم و وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں یہ دونوں نبی اکرم ﷺ کے اہل بدر والوں میں سے شریف النسب ساتھی ہیں۔ ان کی بات سننا اور ان کی اقتداء کرنا میں نے خود پر ترجیح دے کر عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو تمہارے پاس بھیجا ہے۔ [2]

اس کا یہ اثر ہوا کہ اہل کوفہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اتنی شدید محبت کا اظہار کیا کہ اس سے پہلے یا بعد میں کسی نے نہیں کیا۔

خوفِ الٰہی سے لرزاں و ترساں:

آیئے اب ہم ان کی حیاتِ تگ و تاز کا ایک اور مبارک پہلو آپ کے سامنے رکھیں کہ ان میں خوفِ الٰہی اور خشیت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ مسروق بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ یہ فرماتے تھے میں صرف یہ پسند نہیں کرتا کہ میں دائیں جانب والوں میں سے ہو جاؤں۔ میں مقرب لوگوں سے ہوں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اور پھر نام لیے بغیر کہا اشارہ اپنی جانب تھا یہاں ایک آدمی ہے اس کی یہ آرزو ہے کہ وہ جب مر جائے تو دوبارہ

---

[1] نسائی، کتاب فضائل الصحابة:١٥٤، سنن الکبریٰ :٥/ ٧١، اسناده صحیح ، عدوی.

[2] المعرفه والتاریخ: ٢/ ٥٤٨، ابن سعد: ١/٣/ ١١٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ اٹھایا جائے یہ حساب سے اتنا خوفزدہ ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اگر جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے اور کہا جائے کہ تجھے اختیار ہے ان دونوں میں سے جس کو چاہے پسند کرلے۔ یا راکھ ہو جا تو میں راکھ ہونا پسند کروں گا۔

ابو وائل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میری یہ خواہش ہے بے شک میرا نسب غیر معروف رہے لیکن اللہ تعالیٰ میرے گناہوں میں سے کوئی گناہ معاف کردے تو میں بہت راضی ہوں۔ [1]

عون اپنے بھائی عبید اللہ سے بیان کرتے ہیں جب آنکھیں خواب شیریں کے جھولے میں راحت حاصل کرلیتیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے میں نے ان کی آواز سنی وہ شہد کی مکھی کی مانند پرسوز و پردرد آواز نکال کر آہ وزاری کرتے۔ [2]

مجسم تواضع:

حبیب بن ابی ثابت بیان کرتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دن باہر تشریف لائے لوگ ان کے پیچھے ہو لیے۔ انھوں نے لوگوں سے پوچھا تمھیں کوئی کام ہے لوگوں نے کہا نہیں ہم ویسے ہی آپ کے ساتھ چلنا چاہتے ہیں فرمایا: براہِ کرم: واپس چلے جاؤ یہ پیچھے آنے والے کے لیے ذلت اور جس کے پیچھے آیا جائے اس کے لیے فتنہ ہے۔

ابن حارث بن سوید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم جان لو جو خود اپنے متعلق میں جانتا ہوں تو تم میرے سر پر لپ بھر کر مٹی ڈالو۔ [3]

نبی ﷺ کی توقیر و تعظیم بجالاتے:

نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں اور وفات حسرت آیات کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کی بے حد تعظیم کرتے تھے اور شدید محبت دل میں موجزن تھی۔ اتنا خوف طاری رہتا تھا کہ کوئی ایک حدیث بھی کمی بیشی کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی جانب منسوب نہ ہو جائے۔

مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہم سے حدیث بیان کی اور ابھی یہ ہی کہا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے تو اتنی زیادہ کپکپی طاری ہوئی کہ کپڑوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ کانپ رہے ہیں اور کہا تقریباً نبی اکرم ﷺ نے یہ کہا ہے۔ [4]

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سال تک جاتا رہا ہوں انھوں

---

[1] صفة الصفوة: ١/ ١٦٧.
[2] المعرفة والتاريخ: ٢/ ٥٤٨، ابن سعد: ٣-١/ ١١٠.
[3] صفة الصفوة: ١/ ١٦٨.
[4] مسند احمد: ١/ ٤٢٣، ابن سعد: ٣-١/ ١١١، رجاله ثقات، ارنوؤط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے کبھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان نہ کیا تھا اس خوف سے کہ کہیں کمی بیشی نہ ہو جائے۔

ایک دن ان کی زبان پر حدیث جاری ہوئی اور کہا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یہ کہتے ہی ان پر سخت (بے چینی چھا گئی میں نے دیکھا کہ پیشانی سے پسینہ بہنے لگا پھر اس کا استدراک یوں کیا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قریب قریب کہا ہے۔

علقمہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہر جمعرات درس حدیث دیتے تھے۔ میں نے صرف ایک مرتبہ ان سے سنا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میں نے دیکھا کہ وہ عصا پر ٹیک لگائے کھڑے تھے ان کی لاٹھی کانپ رہی تھی اور حرکت کر رہی تھی۔

شہوت پر ضبط:

احوص جشمی کہتے ہیں ہم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان کے پاس ان کے تین بیٹے تھے۔ تینوں چھوٹی عمر کے تھے حسن و چمک میں دینار کی مانند تھے ہم ان کے حسن سے سخت حیران تھے۔ ابن مسعود نے ہم سے کہا ان بیٹوں کی وجہ سے شاید تم مجھے قابل رشک سمجھتے ہو۔ ہم نے کہا ضرور ایک مسلمان کے اتنے پیارے بچے ہوں تو پھر رشک تو آئے گا۔ اپنے ایک چھوٹے سے گھر کی چھت کی طرف دیکھا جس میں چمگادڑوں نے جو انڈے والے تھے گھونسلا بنا رکھا تھا۔ کہا قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ان بچوں پر مجھے کوئی ناز نہیں اگر ان کی قبروں میں دفن کرنے کے بعد اپنے ہاتھوں سے مٹی جھاڑ دوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کی کہ ان چمگادڑوں کا گھونسلا گرے اور اس کے انڈے ٹوٹ جائیں یہ مجھ پر زیادہ گراں ہے۔

قیس بن جبیر کہتے ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دو مکروہ چیزیں ①: موت ②: فقر یہ کتنی ہی اچھی ہیں واللہ! زندگی میں دو ہی آزمائشیں ہیں۔ غنا اور فقر مجھے کوئی پرواہ نہیں ان میں سے کسی کے ساتھ مجھے آزمایا جائے کیونکہ ان دونوں میں سے اللہ تعالیٰ کا حق پورا کرنا واجب ہے۔ اگر غناء ہے تو مساکین پر مہربانی کر کے حق ادا کرنا ہے۔ اگر فقر ہے تو اس میں صبر کرنا ہے۔[1]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

زید بن وھب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اتنے پست قد تھے کہ بیٹھنے والوں میں نظر نہ آ رہے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا

[1] صفة الصفوة: ١/ ١٦٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو مسکرائے اور ان سے بات چیت کی اور چہرہ پر رونق تھا۔ ان سے خوش طبعی میں ہنسی مذاق کرتے رہے۔ ابن مسعود کھڑے ہوئے پھر واپس چل دیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب تک وہ نظر آتے رہے نظریں انہی پر ٹکائے رہے اور فرمایا دیکھو یہ چھوٹا سا برتن ہے لیکن علم وفقہ سے لبالب بھرا ہوا ہے۔ ❶

قارئین کرام......!! اس سے بھی زیادہ ہیبت ناک علمی دھاک بٹھانے والی بات سماعت فرمائیں اور غور کرتے جائیں۔

شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ایک سفر کے دوران حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قافلہ سے آمنا سامنا ہوا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو حکم دیتے ہیں کہ ان قافلہ والوں میں آواز دو کہ تم کون لوگ ہو۔ جب اس نے آواز دی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہم کشادہ راستہ سے آنے والے مسافر ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم کہاں جانا چاہتے ہو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ! ہم بیت العتیق کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم میں اگر کوئی عالم ہے تو بتائے۔ قرآن پاک میں سے کون سی آیت بڑی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا آیۃ الکرسی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: قرآن پاک میں کونسی آیت فیصلہ کن ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝﴾ (النحل:۱۹۰)

”بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں عدل، احسان اور قرابتداروں کو دینے کا حکم دیتا ہے بے حیائی برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے وہ تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔“

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آواز دی۔ قرآنِ پاک میں سے کونسی آیت جامع ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝﴾ (الزلزال:۷۔۸)

”جو ذرہ برابر بھلائی کرے گا وہ دیکھے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اسے دیکھے گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: قرآن پاک میں کونسی آیت خوف الٰہی سے لبریز ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

﴿لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ ۗ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ﴾ (النساء:۱۲۳)

”نہ تمہاری اور نہ ہی اہل کتاب کی آرزوئیں کام آئیں گی جو برا عمل کرے گا اسے بدلہ دیا جائے گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا قرآن پاک میں سب سے زیادہ امید کس آیت میں دلائی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

﴿يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۚ﴾ (الزمر:۵۳)

❶ ابن سعد:۳۔۱، ۱۱۰، الحلية: ۱/ ۱۲۹، المعرفه والتاريخ: ۲/ ۵۴۳، للفسوی۔ اسناده صحيح.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

"اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم وزیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔"

ان جوابات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندازہ لگا لیا کہ یہ جواب کون دے سکتا ہے۔

پوچھا کیا تم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں ساتھیوں نے کہا: جی ہیں۔ ❶

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

حبہ بن جُوین بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کوفہ آئے تو ان کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھی حاضر ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق ان سے سوال کیا وہ سمجھ گئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کا امتحان لے رہے ہیں ان سے کہا صاف بتاؤ میں بھی ان کے بارے میں تمہارے جیسے جذبات رکھتا ہوں بلکہ اس سے بھی افضل تصور کرتا ہوں اور کہا انھوں نے قرآنِ پاک پڑھا اس کے حلال کو حلال سمجھا اس کے حرام کو حرام سمجھا یہ دین کے فقیہ ہیں اور سنت کے زبردست عالم ہیں۔ ❷

ابومسعود رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

ابو الاحوص بیان کرتے ہیں کہ ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہاں ہم نے حضرت عبداللہ اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کو پایا یہ مصحف پر غور وفکر کر رہے تھے۔ ہم نے کچھ دیر بات کی پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ چلے گئے تو حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! میرے علم کے مطابق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اس جانے والے حضرت عبداللہ سے زیادہ کتاب اللہ کا عالم نہیں چھوڑا یہ سب سے بڑھ کر عالم ہیں۔ ❸

تمیم بن حذلم کا خراجِ عقیدت:

تمیم بن حذلم بیان کرتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ زہد والے اور آخرت کی جانب راغب تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قالب میں ڈھلنا مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔

انتباہ: ...... یہ نہ سمجھا جائے کہ حضرت عبداللہ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام میں یہ اوصاف نہ تھے سب میں یہ صفات تھیں خصوصاً حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں بدرجہ اتم یہ اوصاف تھے۔ لیکن ابن مسعود میں تمیم کو خصوصیت نظر آئی جو انھوں نے بیان کی۔ (مترجم)

---

❶ صفة الصفوة : ١/ ١٦٥.

❷ طبقات:٣ـ١/ ١١٠، سنده حسن ارنوؤط.

❸ مسلم:٢٤٦١، المعرفه والتاريخ:٢/ ٢١٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسروق رحمہ اللہ کا خراج تحسین:

مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں میں نے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجالس کی خوشبو سونگھی ہے ان کا علم چھ افراد میں انتہاء کرتا ہے۔

(۱) حضرت عمر (۲) حضرت علی (۳) حضرت عبداللہ (۴) حضرت ابی بن کعب (۵) حضرت ابو درداء (۶) حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ عنہم)

پھر میں نے ان چھ افراد کا جائزہ لیا تو ان چھ کا علم دو آدمیوں میں منتہی ہوتا ہے۔

(۱) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت مسروق ہی بیان کرتے ہیں کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھا ہوں میں نے انھیں جھیل کی مانند پایا ہے ایک جھیل وہ ہے جو دو آدمیوں کو سیراب کرتی ہے ایک وہ ہے جو سو آدمی کو سیراب کرتی ہے ایک جھیل وہ ہے اس میں اہل زمین بھی اتر پڑیں تو انھیں سیراب کر کے لوٹاتی ہے میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایسی جھیل پایا ہے۔ ❶

حضرات ابوموسیٰ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہما کے ان کی وفات پر تاثرات

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو احوص سے سنا کہ میں حضرت ابوموسیٰ اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر تھا یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: کیا خیال ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد کسی کو اپنی مثل چھوڑا ہے یعنی یہ بے مثل انسان تھے۔

دوسرے نے جواب دیا اگر تم نے بات کی ہے تو میں کہتا ہوں ان جیسا کہاں ہوگا۔

جب ہم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کیا انھیں پردہ میں آنے کی اجازت تھی اور جب ہم غائب ہوتے تھے تو یہ حاضر ہوتے تھے۔ بھلا ان کے برابر کون ہوسکتا ہے۔ ❷

اقوال زریں جو دل کو نور سے بھرتے ہیں:

مذکورہ مناقب و فضائل سے متصف ہونے کی بناء پر ہمارے لیے متعجب ہونے کی گنجائش نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مواعظ حسنہ اور اقوال نفیسہ کے معطر گلدستہ سے چند ایک پھول ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

۱: حضرت معن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دلوں کو بھی خواہش اور توجہ ہوتی ہے اور دلوں میں سستی اور عدم توجہ بھی ہوتی ہے ان کی خواہش اور توجہ کو غنیمت تصور کرتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھاؤ اور سستی اور توجہ نہ ہونے کے وقت انھیں چھوڑ دو۔

۲: حضرت عون بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ علم کثرت روایت سے حاصل نہیں ہوتا یہ خشیت الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔

---

❶ صفة الصفوة: ١/ ١٦٦۔ ❷ مسلم: ٢٤٦١، نسائی فی فضائل الصحابة: ١٥٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳: منذر بیان کرتے ہیں کہ غیر مسلم دیہاتی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے لوگوں نے ان کی مضبوط گردنیں اور جسمانی صحت دیکھ کر حیرانگی کا اظہار کیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم دیکھتے ہو کہ کافر جسمانی صحت میں بہت اچھے ہوتے ہیں اور دلی طور پر بیمار ہوتے ہیں اور مومن دلی طور پر بہت اچھا صحت مند ہوتا ہے اور جسمانی طور پر بیمار و لاغر ہوتا ہے۔

واللہ! اگر تمہارے دل بیمار ہوں اور جسم صحت افزا ہوں تو تم اللہ کے ہاں ایک گبریلے کیڑے سے بھی زیادہ حقیر ہو۔

۴: ہر خوشی کے ساتھ غم وابستہ ہے جو گھر دولت سے بھرا ہے وہ عبرت سے بھی لبریز ہوتا ہے۔

۵: ضحاک بن مزاحم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تم میں سے ہر آدمی مہمان ہے اور ہر آدمی کا مال اس کے پاس عاریتاً ہے مہمان کوچ کرنے والا ہے اور مانگ کر لی ہوئی چیز اس کے مالک کو لوٹانی ہے۔[1]

عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ والد محترم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا اے ابو عبدالرحمٰن! مجھے جامع اور مفید باتیں بتاؤ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:

۱: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانا۔

۲: ہمیشہ قرآن پاک کے ساتھ وابستہ رہو۔

۳: جو حق لائے اسے قبول کرو اگرچہ وہ آدمی مبغوض اور دور والا ہو اور جو باطل لائے اسے قبول نہ کرنا اگرچہ وہ اپنا پیارا اور قریبی ہی کیوں نہ ہو۔

۷: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ حق ثقیل اور کڑوا لگتا ہے باطل ہلکا پھلکا اور وباء زدہ ہوتا ہے بعض خواہشات طویل غم کا باعث ہوتی ہیں۔

۸: عنبس بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، روئے زمین پر سب سے زیادہ جس چیز کو قید کرنے کی ضرورت ہے وہ زبان ہے۔

۹: عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں والد محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کسی بستی میں جب زنا اور سود خوری عام ہو جائے تو اس کی ہلاکت کا اعلان کر دو۔

۱۰: ابو عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

تم میں سے جس میں جتنی بھی استطاعت ہو وہ اپنا خزانہ آسمان میں ذخیرہ کرے، کیونکہ وہاں نہ تو دیمک لگے گی نہ چور کا ہاتھ پہنچے گا۔ آدمی کا دل بھی وہاں ہی مرکوز ہوتا ہے جہاں اس کا خزانہ ہوتا ہے۔

۱۱: قاسم بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے وصیت کیجیے انھوں نے کہا: اپنے گھر کے آنگن میں سما جاؤ، اپنی زبان روک رکھو اور اپنی خطاؤں پر آنسو بہاؤ۔

---

[1] صفة الصفوة: ١/ ١٧٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۲: عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم نمازیں طویل پڑھتے ہو اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بہ نسبت زیادہ محنت و عبادت کرتے ہو لیکن وہ پھر بھی تم سے افضل تھے۔ ان سے دریافت کیا گیا اس کی وجہ کیا ہے فرمایا وہ دنیا سے بے رغبت تھے اور آخرت کی جانب تم سے زیادہ راغب تھے۔“

۱۳: زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

”ایک بندے کو روزِ قیامت لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا امانت ادا کرو، وہ کہے گا اے میرے پروردگار! میں کہاں سے ادا کروں دنیا تو ختم ہو چکی ہے میں کہاں سے لاؤں اسی وقت دوزخ کی گہرائی میں اسے وہ دنیا کا ماحول بطور مثال دکھایا جائے گا وہ اسے پکڑنے کے لیے نیچے اترے گا اور سامان کندھے پر رکھے گا کہ امانت ادا کروں اسے لے کر اوپر چڑھنا شروع کر دے گا اس کا خیال ہوگا کہ اب میں جہنم سے باہر آنے ہی والا ہوں تو پھر ہمیشہ کے لیے اس میں گر جائے گا۔“ [1]

۱۴: ابو احوص بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

”اپنے دین میں ہر گز کسی آدمی کی تقلید نہ کریں کہ اگر وہ ایمان لایا تو تم بھی ایمان لاؤ گے اور اگر اس نے کفر کیا تو تم بھی کفر کرو گے۔ یہ غلط ہے۔

اگر تم نے ضرور اقتداء کرنی ہے تو پھر فوت شدہ نیک لوگوں کی اقتداء کرو کیونکہ زندہ پر فتنہ کا خوف ہے وہ فتنہ سے محفوظ تھے۔

۱۵: عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کا قول ہے:

”بھیڑ چال نہ بنو لوگوں نے کہا اس کا کیا مطلب ہے فرمایا یہ کہنا کہ ہم تو لوگوں کے ساتھ ہیں۔

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

”اگر لوگ ہدایت پر چلیں گے ہم بھی ہدایت پر چلیں گے اگر وہ گمراہی پر چلیں تو ہم بھی گمراہی پر چلیں گے۔“

۱۶: اپنے نفس کو اتنا بھی مطمئن نہ کر لو کہ اگر لوگ کفر کریں تو یہ کفر کا انکار بھی نہ کرے۔

۱۷: سلیمان بن مہران بیان کرتے ہیں ایک دفعہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جلوہ افروز تھے ان کے شاگرد بھی فروکش تھے ایک دیہاتی گزرا تو اس نے دریافت کیا یہ کس چیز پر جمع ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت بانٹ رہے ہیں۔ [2]

۱۸: ھذیل بن شرحبیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے:

”جو آخرت چاہتا ہے اس کی دنیا نقصان میں رہتی ہے اور جو دنیا چاہتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان زدہ کرتا

[1] صفة الصفوة: ١/ ١٧٣. [2] صفة الصفوة: ١/ ١٧٤.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہے لوگو! باقی کی بہ نسبت فانی میں نقصان اٹھالو۔'' ❶

۱۹: عبدالرحمٰن بن عجرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب بیٹھتے تو کہا کرتے تھے شب و روز کی رفتار عمر میں نقص پیدا کر رہی ہے مگر تمہارے اعمال محفوظ کر لیے گئے ہیں۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
اللہ نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

موت اچانک آ جائے گی جو نیکی کاشت کرے گا وہ نیکی ہی کی فصل کاٹے گا اور جو برائی بوئے گا وہ ندامت و پشیمانی کے آنسو بہاتا ہوا برائی ہی کاٹے گا۔ ہر کاشتکار کو وہی حاصل ہوگا جو اس نے کاشت کیا سست رفتار اپنا حصہ ضرور پاتا ہے جو اس کے نصیب میں ہے وہ مل کر رہے گا اور حریص جو اس کے مقدر میں نہیں اسے نہ پائے گا جو بھلائی عطا کیا گیا یہ اللہ نے اسے عطا کی ہے جو شر سے محفوظ رہا اسے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا ہے پرہیز گار سردار ہیں۔ اور فقہاء قائد ہیں اور ان کی صحبت سے علم میں ترقی ہوتی ہے۔

۲۰: حضرت عبداللہ کی نہایت ہی قیمتی بات ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تقسیم کر رکھا ہے اس پر خوش رہو۔ لوگوں سے بے نیاز رہو گے اور حرام کاموں سے اجتناب کرو زہد و ورع کا پیکر بن جاؤ گے اپنی ذمہ داریاں پوری ادا کرو سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔ ❷

آخری لمحات:

علم و خشیتِ الٰہی جہاد، بخشش و عطاء، قربانی اور ایثار، رحمت اور تواضع سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر دراز ہوتے ہیں اب وہ گھڑی آن پہنچی تھی کہ یہ اپنے حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے شرف سے لطف اندوز ہوں، جنھوں نے ان کا دل علوم وفنون کا خزانہ بنایا اور طویل زمانہ جن سے انھوں نے علم سیکھا۔ یہ ابھی بستر مرگ پر دراز تھے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی تیمارداری کے لیے تشریف لاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کیا بیماری ہے کہا بس میرے گناہ ہی میری بیماری ہیں پوچھا کیا خواہش ہے کہا رب کی رحمت میسر آئے یہ تمنا ہے کہا معالج کا انتظام نہ کردوں کہا معالج حقیقی نے تو بیمار کیا ہے کہا کوئی عطیہ دوں کہا ضرورت نہیں۔ ❸ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں داعیِ اجل کو لبیک کہتے ہیں اور بقیع کے قبرستان میں دفن ہوتے ہیں اور اپنے فوت شدہ احباب گرامی سے ملاقات سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

رضی اللہ عنہم اجمعین

تیرا آستاں جو نہ مل سکا تیری راہگزر کی زمیں سہی
ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

❶ سیر: ۱/ ۴۹۶، رجالہ ثقات، ارنوؤط۔ ❷ سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۴۹۷۔
❸ سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۴۹۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

20

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی داستانِ چشم کشا

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حوصلہ افزا پیغام سنایا: اے ثابت! تم راضی ہو۔

”اَنْ تَعِيْشَ حَمِيْدًا وَ تُقْتَلَ شَهِيْدًا و تَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔“

کہ جب تک زندہ رہو قابل ستائش رہو، جب موت آئے تو شہادت کا تمغہ سینہ پر زیر زیبائش ہو اور جنت کی اعلیٰ بہشتوں میں تمہاری رہائش ہو۔“

آج ہم اسی جلیل القدر اور کریم صحابی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے روشن پہلوؤں کی جھلک دکھانے کا وعدہ کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ خراج تحسین میں ہر قسم کا شرف اور ہر نوع کا کرم بیان کر دیا ہے۔ آہ! یہ کتنے ہی دلربا کلمات ہیں جن میں دونوں جہاں کی خیر اور سعادت سمو دی گئی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو۔ یہ پیغمبر آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا زیادہ احترام کرتے تھے کہ مارے خوف کے روتے جاتے تھے کہ کہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے آواز بلند ہونے کی بناء پر میرے عمل ہی ضائع نہ ہو جائیں۔ رب کعبہ کی قسم! یہ کتنا بلند رتبہ ہے جس کی چوٹی پر حضرت ثابت فائز ہیں۔ ہر اعزاز ان کے قدموں میں نظر آتا ہے ابھی یہ بقید حیات ہی تھے اور کھاتے پیتے تھے پھر بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانتے تھے کہ یہ اہل جنت میں سے ہیں۔

قارئین کرام......!! ہم اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں ہمیں بتایئے اس بشارت کے بعد زمین پر اٹھنے والے قدموں کے لیے اور کسی خوشخبری کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ نہیں رہتی۔ یہ خزرج قبیلہ کے سردار تھے اور محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے اور انصار کے خطیب شہیر تھے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ شاعرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے مشہور تھے اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب کی حیثیت سے شہرت یافتہ تھے۔

قادر الکلام خطیب:

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بلند اور پر شکوہ آواز والے خطیب تھے۔ علاوہ ازیں شاعر، کاتب زبان آور، فصیح اور کلام کی باریکیوں کے ماہر انسان تھے۔ حروف کی ادائیگی نہایت ہی درست انداز پر ادا کرنے پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔

اللہ عزوجل نے انھیں رواں زبان، فہم رساں دل، اور بلاغت سے مزین گفتگو کا ملکہ دے رکھا تھا۔ گفتگو کی نزاکتوں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے ماہر نکتہ دان بھی تھے۔ ساتھ ساتھ جنگاہ میں فنِ شمشیر زنی سے بھی مکمل آگاہ تھے۔ اوس اور خزرج کے درمیان دورِ جاہلیت میں بپا ہونے والی جنگوں میں کئی بار معرکہ آرائیوں میں حصہ لیتے رہے ہیں ان میں سے آخری جنگ ''بعاث'' ہے اس میں بھی حضرت ثابت نے حصہ لیا۔ حضرت ثابت نے ان معرکوں میں خطابت اور زبان آوری اور تیروسنان کی شناوری کرتے ہوئے دونوں کے ساتھ شرکت کی۔

اب اللہ تعالیٰ نے اوس اور خزرج دونوں کو اپنے کرم سے نوازا اور انصار کے زیر فرمان ان کو یکجا کردیا یہ سب مل کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار و مددگار بن گئے اور خلوص بھرے تائید کنندگان اور معزز اصحاب ایمان والے ہوگئے۔ [1]

سعادت کی گھڑی:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی جانب بھیجا تھا کہ وہ یہاں کے باسیوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دیں اور انھیں احکامِ اسلام سے آگاہ کریں اور انھیں دین کی فقاہت ذہن نشین کرائیں۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس بنونجار میں قیام پذیر ہوئے۔ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ خزرج قبیلہ میں سے تھے جو اس دن مسلمان ہوئے تھے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دینے کے لیے ان پر خود کو پیش کیا تھا۔ یہ اسعد عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ (گھاٹی میں بیعت کرنے والو) میں سے تھے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بے مثال ذہین و فطین اور سمجھدار داعی تھے نہایت ہی حکمت و دانائی اور اچھائی کے ساتھ دعوت الی اللہ کا کام سرانجام دے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حلم، صبر، دور اندیشی اور تحمل سے نواز رکھا تھا۔ یہ استطاعت کے مطابق مدینہ منورہ میں دعوتِ اسلام پھیلا رہے تھے۔ ایک دن حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک مکہ کا رہائشی دعوت الی اللہ دینے کے لیے اسعد بن زرارہ خزرجی کے گھر میں ٹھہرا ہوا ہے۔

یہ آتے ہیں جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ ترتیل سے اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن پاک پڑھتے ہیں تو اسے کان لگا کر غور سے سنا اور دل حاضر باش ہوگئے تو قرآن پاک کے معانی کی گہرائی نے ان کے دامن دل کو پکڑ لیا اور حسن معانی کی زلف کے اسیر ہوگئے اور ان کی عقل و دل کو اس قراءت کے حسن نے خیرہ کردیا۔ معمولی وقفہ بعد حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا سینہ ایمان کا خزینہ بن جاتا ہے اور کلمہ شہادت پکار اٹھے اور اسلام کے جھنڈے کے نیچے سمٹ آئے۔ اسی طرح ان کی والدہ کبشہ بنت واقد جو کہ حد درجہ عقل و حکمت اور گہری فکر والی تھیں وہ بھی اسلام میں داخل ہو چکی تھیں۔ حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا بھی مسلمان ہو چکی تھیں ان سے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے شادی کر لی۔ [2]

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کر کے تشریف لائے اور مہاجروں اور انصار کے درمیان آپ نے رشتہ اِخوت جاری کیا تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا بھائی چارگی کا ناطہ عامر بن ابو بکیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ وابستہ کیا۔

عامر بن ابی بکیر جلیل القدر صحابی ہیں بدر اور دیگر معرکوں میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے ان کے ساتھ

[1] فرسان من عصر النبوة، ص:٥٦٦ [2] طبقات: ٨/ ٤٤٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے علاوہ ان کے تین بھائی (۱) عاقل (۲) خالد (۳) اور ایاس بھی مسلمان ہوئے یہ شرف انھیں حاصل تھا اور کسی کو نہیں حاصل کہ صرف یہی چاروں اکٹھے بھائی بدر میں شریک تھے۔ اور کوئی بھی ان کی مانند چار بھائی شریک نہ ہوئے تھے۔ یہ عامر جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ❶

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے باک خطیب:

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ ایک بلند بانگ اور فصیح و بلیغ خطیب تھے ان کی بات سیدھی دل میں اترتی تھی۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو کچھ اس نے کہا
میں نے جانا گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

والا معاملہ تھا ان کی زبان میں روانی تھی تسلسل رکتا نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے جب ایک ہی نظر میں ان کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا اور انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں آمد کا علم ہوا تو یہ اپنے دیگر شاہسواروں کی معطر جماعت لیے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے آئے۔ آیئے یہ بات حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبانی سنتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں آمد مبارک کے موقع پر حضرت ثابت نے خطبہ میں کہا:

" نَمْنَعُكَ مِمَّا نَمْنَعُ مِنْهُ اَنْفُسَنَا وَ اَوْلَادَنَا۔"

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کی اسی طرح حفاظت کریں گے جس طرح ہم خود اپنی اور اپنی اولاد کی نگہبانی کرتے ہیں۔''

" فَمَا لَنَا۔"

''ہمیں اس کے صلہ میں کیا ملے گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اَلْجَنَّةُ"

''جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔''

کہنے لگے:

" رَضِيْنَا"

''ہم اس سودا پر راضی ہیں۔'' ❷

---

❶ سیر اعلام النبلاء:١/ ١٨٧.

❷ مستدرك:٣/ ٢٣٤، وصححه و اقره الذهبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس بات نے انصار کے دلوں میں ٹھنڈک بھر دی اور ان کے سینے خوشی سے کھل گئے ایسا کیوں نہ ہوتا۔ انھیں حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اس جنت کی بشارت دے رہے ہیں جس میں وہ نعمتیں ہیں جنھیں کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے ان کی تعریف نہیں سنی اور کبھی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال تک نہیں گزرا۔ اسی دن سے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ خطیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یادگار لقب سے نوازے گئے۔

نمونہ خطابت:

وفد جب اپنے ہمراہ اپنے خطباء اور شعراء کو لے کر آتے تو ان کا مقابلہ کرنے کے لیے میدانِ خطابت میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ ہی اترا کرتے تھے۔

جب بنو تمیم کا وفد مسجدِ نبوی میں داخل ہوا تو انھوں نے آپ کے حجروں کے پیچھے کھڑے ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا شروع کر دیا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چلانے سے اذیت محسوس کی تاہم آپ ان کے پاس باہر تشریف لائے۔ وہ کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کے پاس فخریہ گفتگو کرنے آئے ہیں۔ آپ ہمارے خطیب اور شاعر کو بات کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میں تمھارے خطیب کو اجازت دیتا ہوں وہ بات کا آغاز کرے۔ ان کا خطیب عطارد بن حاجب کھڑا ہوتا ہے اور گفتگو کا یوں آغاز کرتا ہے۔

تمام تعریفات کے لائق وہ اللہ ہے جس کے ہمارے اوپر بے شمار احسانات ہیں۔ وہی صاحب فضل ہے جس نے ہمیں بادشاہت کے وصف سے نوازا۔ اور بہت زیادہ مال عطاء کیا جس سے ہم اچھے کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔ اور جس نے ہمیں اہل مشرق میں سے معزز بنایا اور تعداد میں زیادہ بنایا۔ اور بہت آسانی سے ہم تیاری کر لیتے ہیں لوگوں میں سے اگر کوئی ہماری مثل ہے تو اسے سامنے لایا جائے ہم سر برآوردہ لوگوں میں سے ہیں اور شرف وفضل کی کلاہ والے ہیں جو ہم سے فخر میں مقابلہ کرنا چاہے وہ ہمارے جیسے کارنامے گنوائے۔

ہم زیادہ بات بھی کرنے کا یارا رکھتے ہیں لیکن ہم اختصار سے کام لینا پسند کرتے ہیں۔ یہی ہمارا شیوہ ہے میں یہی بات کہتا ہوں لاؤ جو ہم جیسی گفتگو کرے اور ہم سے بہتر معاملہ پیش کرنے کا ڈھنگ جانتا ہو یہ کہہ کر خطیب بیٹھ گیا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس جو بنو حارث بن خزرج سے تعلق رکھتے ہیں ان سے کہا کھڑے ہو جائیں یہ کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں: تمام تعریفات اس اللہ کے لیے آسمان وزمین جس کی مخلوق ہیں جس نے ان میں اپنا حکم جاری کیا اس کی کرسی اس کے علم پر وسیع ہے ہر چیز اس کے فضل سے وجود میں آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت نے ہمیں بادشاہ بنایا ہے اور مخلوق میں سے بہترین انسان کو ہمارے لیے رسول منتخب فرمایا ہے جو نسب میں سب سے زیادہ معزز اور بات میں پیکرِ صداقت ہے اور حسب میں سب سے افضل ہے۔ اس پیغمبر پر اس اللہ نے اپنی کتاب نازل کی اور اس کتاب کو اپنی مخلوق کے لیے مکمل کیا۔

یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں سے سب سے بہتر ہیں۔ جنھوں نے لوگوں کو دعوتِ ایمان دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ آپ کی قوم میں سے مہاجر اور قرابتدار ایمان لائے جو سب سے معزز نسب والے ہیں اور لوگوں میں سے حسین چہروں والے ہیں اور لوگوں میں بہترین کارناموں والے ہیں۔

ان کے بعد مخلوق میں سے سب سے اوّل اس دعوت کو قبول کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہنے والے ہم ہیں۔ ہم اللہ کے دین کے مددگار اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وزراء ہیں ہم میدانِ وفا اسی لیے سجاتے ہیں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے گا وہ ہم سے اپنا مال اور اپنا خون محفوظ کرے گا اور جو کفر کرے گا ان کے خلاف ہمارا جہاد جاری رہے گا اور انھیں قتل کرنا ہمارے لیے معمولی کام ہے۔ میں یہی بات کہتا ہوں اور بات ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے ایماندار مردوں اور عورتوں کے لیے مغفرت کے لیے دست بدعاء ہوں۔ والسلام علیکم۔ [1]

یہ خطابت کے کلمات دل کی تختیوں پر نورانی سیاہی سے نقش کرنے کے قابل ہیں۔

شہادت اور جنت کی بشارت:

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سینہ میں ایسا دل اٹھائے ہوئے تھے جو خشوع سے لبریز اور رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز تھا۔ اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث بننے والی ہر چیز سے خوف کھاتے تھے اور کپکپاتے تھے اور خشیتِ الٰہی کے زیور سے آراستہ تھے۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ ایک دن گھبراہٹ میں چور ہو کر حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں:

"اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈرتا ہوں ہلاکت میں نہ گر جاؤں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں منع کرتے ہیں کہ ہم اپنی تعریف پسند نہ کریں جب کہ میں خود کو ایسا پاتا ہوں کہ مجھے میری تعریف اچھی لگتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر سے روکتے ہیں جب کہ میں ایک ایسا آدمی ہوں جسے جمال آراء رہنا پسند ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی ممانعت کی ہے کہ ہماری آواز آپ کی آواز سے بلند نہ لیکن ہم اپنی آواز آپ کی آواز پر بلند کر رہے ہیں کیونکہ میں بلند آواز والا ہوں۔ اس کے جواب میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا: اے ثابت! تم راضی ہو جاؤ قابل ستائش زندہ رہو، شہادت کے تمغہ کی زیبائش سے مرو اور جنت کے محلات میں رہائش کرو۔" [2]

یہ ایک ایسی خوشخبری ہے ساری دنیا بھی اس کے مقابلہ میں بے وقعت ہے کیونکہ اس دعاء میں دنیا و آخرت کی ہر سعادت اتر آئی ہے۔ یہی بس نہیں ایک مرتبہ اور بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت سنائی تھی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﴾ (الحجرات:۲)

---

[1] تاریخ طبری:۲/ ۱۸۸، سیر ابن ھشام:٤/ ۱۸۷۔

[2] مستدرك حاكم:۳/ ۲۳٤، شرط الشیخین و لم یخرجا وافقه الذهبی اسناده قوی لکنه مرسل، فتح الباری:٦/ ٦۲۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اے ایماندارو! اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کریں۔"

یہ سن کر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ تو اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہا میں تو دوزخی قرار پایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے رک گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے ابوعمر! ثابت کیوں نہیں آ رہے کیا بات ہے کیا بیمار ہیں۔ حضرت سعد نے عرض کی وہ میرے ہمسائے ہیں جہاں تک میں جانتا ہوں وہ بیمار تو نہیں حضرت ثابت کے پاس حضرت سعد آتے ہیں اور انھیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بتاتے ہیں آپ تمھیں یاد کرتے ہیں۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ جس نے نبی کی آواز سے اوپر آواز نکالی اس کے عمل ضائع ہو گئے تم جانتے ہو کہ میری آواز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند ہے میں تو دوزخی ہوا۔ یہ بات حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ وہ تو اہل جنت میں سے ہیں۔ [1]

احسان کی قدردانی کا عجیب واقعہ:

بدر کے سوا حضرت ثابت رضی اللہ عنہ تمام معرکوں میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک سفر رہے ہیں اور ہمیں یہ علم ہو چکا ہے کہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اللہ کی راہ میں شہادت کی خوشخبری سنائی ہے اور انھیں جنت کی بشارت دی ہے۔ جنگ قریظہ میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ بڑا نادر واقعہ پیش آیا۔ جو یہودی قید ہوئے تھے اور انھیں ختم کرنے کا حکم ہوا تھا۔ ان میں ایک یہودی زبیر بن باطا تھا اس نے جاہلیت میں جنگ بعاث میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ پر ایک احسان کیا تھا اس زبیر نے حضرت ثابت کو پکڑا اور پیشانی کے بال کاٹ دیے اور رہا کر دیا۔ اب قریظہ کے دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے یہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا حضرت ثابت اس کی کنیت پکار کر کہتے ہیں۔ اے ابوعبدالرحمٰن! کیا مجھے پہچانتے ہو زبیر نے کہا میرے جیسا آدمی تجھ جیسے آدمی سے ناآشنا کیسے رہ سکتا ہے۔

حضرت ثابت نے کہا میں چاہتا ہوں آج تمہارا جنگِ بعاث والا جو احسان ہے اس کا بدلہ چکا دوں وہ حضرت ثابت کی کنیت پکار کر کہتا ہے اے ابومحمد! کریم آدمی کریم آدمی کے احسان کا بدلہ دیا کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت ثابت رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم زبیر مجھے ھبہ فرما دو کیونکہ اس کا مجھ پر احسان ہے میں اس کا بدلہ دینا چاہتا ہوں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمھیں دیتا ہوں۔

حضرت ثابت زبیر کے پاس آتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے میرے حوالہ کر دیا ہے میں تیرا خون معاف کرتا ہوں۔ زبیر کہنے لگا ایک بوڑھا کھوسٹ جس کا کوئی گھر اولاد نہیں وہ زندگی کیا کرے گا۔ اب حضرت ثابت رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں اس کے اہل وعیال بھی طلب کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی انھیں عطا کر دیتے ہیں۔ اب حضرت ثابت زبیر کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں تیرے اہل وعیال بھی مجھے ھبہ ہوئے ہیں وہ بھی تجھے دیتا ہوں۔ زبیر نے کہا حجاز میں رہنے والے ہوں اور ان کے پاس مال نہ ہو ان کے زندہ رہنے کا کیا فائدہ؟

---

[1] مسلم:۱۱۹، احمد:۳/ ۱۳۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زبیر کا مال بھی مجھے دے دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بھی تمھیں دیتا ہوں۔ اب ثابت زبیر سے آکر کہتے ہیں کہ تیرا مال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عنایت فرما دیا ہے میں اپنے اختیار سے وہ بھی تجھے عطا کرتا ہوں۔ اس کے بعد زبیر پوچھتا ہے اے ثابت مجھے بتاؤ یہودیوں کا سردار کعب بن اسد جس کا چہرہ چائنہ کے آئینہ کی طرح چمکتا تھا جس میں دوشیزہ کی جھلک نظر آتی تھی اس سردار کا کیا بنا ہے۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا وہ تو قتل ہو چکا ہے۔ پھر اس نے کہا شہر اور دیہات کا سردار حیی بن اخطب کا کیا بنا ہے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے جواب دیا وہ بھی مارا گیا ہے۔ پھر زبیر نے کہا: عزال بن شمویل جب ہم حملہ آور ہوتے تو وہ سب سے آگے ہوتا تھا اور جب پلٹ کر وار کرتے تو وہ ہمارا محافظ تھا اس کا کیا ہوا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا وہ بھی قتل ہو چکا ہے تو۔ زبیر نے کہا: بنو کعب بن قریظہ اور بنو عمرو بن قریظہ دونوں مجلس آرائی کیا کرتے تھے ان قبیلوں کا کیا ہوا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سب جا چکے، قتل ہوئے اور ان کا کام تمام ہوا۔ اب شاید اللہ تجھے ہدایت دے۔ زبیر نے کہا: اے ثابت! میں اللہ کا واسطہ دے کر اور جو کچھ میرے پاس ہے اس کے نام کا واسطہ دیتا ہوں مجھے بھی ان مقتولین کے پاس پہنچا دو واللہ! ان اکابر کے جانے کے بعد زندگی کا لطف نہیں رہا۔

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یا رب
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

میں ان کے بعد لمحہ بھر کے لیے بھی زندہ رہنا پسند نہیں کرتا میں ان دوستوں سے جلدی ملاقات چاہتا ہوں۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ زبیر بن باطا کی اس بات کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی آرزو پوری کرتے ہوئے اس کی گردن اڑا دی۔ جب زبیر کی یہ بات کہ میں اپنے پیاروں سے ملاقات جلدی چاہتا ہوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سنی تو کہا تھا۔ واللہ! یہ اپنے پیاروں کو دوزخ کی آگ میں ملے گا اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں ان کے ساتھ رہے گا۔[1]

زبیر بن باطا یہودی کو یاد کر کے اس حادثہ پر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اشعار کہے تھے:

وَفَّتْ ذِمَّتِي أَنِّي كَرِيْمٌ وَ أَنَّنِي
صَبُوْرٌ إِذَا مَا الْقَوْمُ حَادُوْا عَنِ الصَّبْرِ

"میری ذمہ داری نے میری وفا کی یقیناً میں وہ کریم آدمی ہوں جب قوم صبر کی شاہراہ سے ہٹ جاتی ہے تو میں صبر کا دامن نہیں چھوڑتا۔"

وَ كَانَ زُبَيْرٌ أَعْظَمَ النَّاسِ مِنَّةً
عَلَيَّ فَلَمَّا شُدَّ كَوْعَاهُ بِالْأَسْرِ

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۱۰۲، تاریخ اسلام للذہبی (المغازی: ۳۱۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''زبیر نے لوگوں سے بڑھ کر مجھ پر احسان کیا۔ جب اسے قیدی کی حیثیت سے باندھا گیا تو وہ اوندھا ہو کر چلنے لگا۔''

اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْمَا اَفُکَّهٗ
وَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بَحْرًا لَّنَا یَجْرِیْ

''تو میں اس کی رہائی کی اپیل لے کر رسولِ اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ رسولِ اکرم ﷺ جود و سخا اور رحم دلی کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر تھے لیکن زبیر نے فائدہ نہ اٹھایا۔''[1]

بنو مصطلق کے بارے میں شریفانہ کردار:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بنو مصطلق کے قیدی جب تقسیم ہوئے تو جویریہ بنت حارث، حضرت ثابت یا ان کے چچا کے بیٹے کے حصہ میں آئیں انھوں نے آزاد ہونے کے لیے حضرت ثابت سے قسط طے کر لی۔ یہ بہت ہی دلکش اور خوبصورت تھیں جو بھی انھیں دیکھتا اس کا دامن دل گرفت میں لے لیتیں یہ جویریہ رسول اکرم ﷺ کے پاس اپنی قسط کے تعاون کے سلسلہ میں آئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جب میں نے جویریہ کو اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا تو میں گھبرا سی گئی کہ نبی اکرم ﷺ اس کا حسن و جمال دیکھیں گے جس نے میری آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے تو آپ ضرور متاثر ہوں گے اور اتنی حسین عورت میری سوتن بن جائے گی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس آتی ہیں اور تعارف پیش کرتے ہوئے کہتی ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! میں جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار ہوں جو اپنی قوم کے سردار تھے آج میں مبتلائے آزمائش ہوں جو کہ آپ پر مخفی نہیں اور میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی ہوں میں نے ان سے قسط طے کی ہے میں اس قسط کی ادائیگی میں آپ سے تعاون لینے حاضر ہوئی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں کہنے لگیں اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کیا ہے ضرور بتائیں فرمایا:

میں تمہاری تمام اقساط ادا کر دیتا ہوں اور تم سے شادی کر لیتا ہوں کہنے لگیں اے اللہ کے رسول ﷺ یہ درست ہے آپ ﷺ نے فرمایا پھر میں نے تم سے نکاح کر لیا ہے۔

یہ خبر اڑتی ہوئی لوگوں تک پہنچی کہ رسولِ اکرم ﷺ نے جویریہ بنت حارث سے شادی کر لی ہے لوگ کہنے لگے پھر اب تو یہ قیدی رسول اکرم ﷺ کے سسرال ہوئے اور انھیں ہم غلام اور لونڈی بنائیں ایسا ہرگز نہ کریں گے جو جس کے پاس تھا سب نے رہا کر دیا۔ ان کی شادی کی وجہ سے تقریباً بنو مصطلق کا ایک سو گھرانہ غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہوا یہ عورت اپنے قبیلہ و قوم کے لیے بہت بڑی برکت والی ثابت ہوئی۔[2]

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۱۰۲۔ [2] احمد: ۶/ ۲۷۷، ابو داؤد: ۳۹۳۱، اسنادہ صحیح۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا زندہ و جاوید کردار یہ ہے کہ جویریہ کے بارے میں جب آپ ﷺ نے رضا مندی کا اظہار کیا تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی تامل کے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ جویریہ آپ ہی کے لیے ہے یہ ایسا کردارِ شریفانہ ہے جو زمانہ بھر یاد رہے گا بھولے گا نہیں۔

مقام شہادت کی جستجو:

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ ہمیشہ شہادت گاہ تلاش کرتے تھے ہر غزوہ میں خیال کرتے شاید یہاں شہادت سے فائز المرام ہو جاؤں۔ والہانہ انداز پر اس شوق میں مبتلا تھے کہ وہ دن بھی طلوع ہو جس میں یہ لا الہ الا اللہ کو بلند کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں شہید ہو کر اپنے رب سے ملیں۔ آخر رسولِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کے زمانہ میں معرکہ آرائیاں ہوئیں اس میں زیادہ تر مقابلہ مسیلمہ کذاب سے ہوا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسیلمہ کے سپاہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمہ تک پہنچ گئے اور ان کی اہلیہ ام تمیم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اس وقت انصار کے علمبردار تھے جب انھوں نے مسلمانوں میں ضعف اور کمزوری دیکھی تو مسلمانوں کی صفوں میں گھس گئے اور دشمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ان کے لیے اور جن کی یہ عبادت کرتے ہیں ان کے لیے اف ہے اور افسوس ہے مسلمانوں کے لیے یہ کیا کر رہے ہیں اور انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا میرے لیے انگیٹھی چھوڑ دو میں ذرا کمر سینک لوں۔ اس کے بعد دیکھا کہ ایک آدمی دیوار کے شگاف میں کھڑا ہے اسے قتل کیا اور خود بھی جام شہادت نوش کر لیا۔

واقعۂ شہادت کی مزید تفصیل:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں حضرت ثابت کے پاس آیا وہ حنوط (میت کے کفن والی خوشبو) لگائے ہوئے تھے میں نے کہا کیا دیکھ نہیں رہے مسلمان کیا کر رہے ہیں کہا بھتیجے میں ابھی دیکھتا ہوں پھر آگے بڑھے اور کہا ہم دشمن قوم کا اس طرح مقابلہ کیا کرتے تھے اور اسے سامنے سے ہٹاتے تھے تم نے تو مد مقابل کو بری عادت ڈال رکھی ہے ہم رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ مل کر اس طرح نہیں لڑا کرتے تھے بلکہ بے جگری سے لڑتے تھے پھر لڑنا شروع کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جنگِ یمامہ کے دن آئے انھوں نے مُردوں والی خوشبو لگا رکھی تھی اور سفید رنگ کے دو کپڑے زیب تن کر رکھے تھے۔ یعنی انھیں کفن کے طور پر پہنا ہوا تھا۔ ساتھی ایک موقع پر شکست خوردہ ہوئے تو انھوں نے کہا اے میرے اللہ! جو انھوں نے کیا ہے میں اس سے بیزار ہوں اور میں تیرے سامنے عذر پیش کرتا ہوں اور ساتھیوں سے ملامت کے انداز پر کہا تم نے اپنے مد مقابل لوگوں کو بری عادت ڈال دی ہے مجھے اور انھیں چھوڑ دو۔ پھر آگے بڑھے اور حملہ کیا اتنا شدید لڑے کہ شہید ہو گئے۔ [2]

---

[1] بخاری: ۲۸۴۵، کتاب الجهاد۔ [2] مستدرك حاكم: ۳/ ۲۳۴، وصححه ووافقه الذهبي۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آہ! یہ بطلِ اسلام شرف و جہاد کی سرزمین پر خونِ شہادت سے اسے رنگین کرتے ہوئے شہید ہوتا ہے اور مدتوں سے درجہ شہادت کی تمنا تھی اسے حاصل کر لیا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انھیں اس کی خوشخبری دی تھی یہ اسلام کا عظیم سپوت خود کو شہادت کے میدان میں سونپ دیتا ہے تاکہ رب رحمٰن کے نزدیک عرشِ الٰہی کے قریب روشن قندیلوں میں اڑان بھرے اور اس کی روح سبز پرندوں کی پوٹوں میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرے اس کی نہروں کی خنکی سے لطف اندوز ہو اور ایک ایسی مومن جماعت میں شامل ہو جس کے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

﴿مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ۝۶۹﴾ (النساء:٦٩)

''ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے انبیاء میں سے صدیقوں میں سے شہداء میں سے اور نیکوکاروں میں سے جو لوگ ہیں ان کا ساتھ ہوگا یہ کتنا اچھا ساتھ ہے۔''

کیا خوب! اے ثابت رضی اللہ عنہ جو دشمن کی لوٹ مار کرنے والا شاہسوار ہے۔ اور ایسا فرزند ہے جو دشمن پر بار بار حملہ آور ہونے والا ہے تو نے بہادری اور فداکاری کا کفن زیب بدن کیا ہے جب کہ ہمارے اس دور کے کمینوں نے جو کہ زندہ لاشیں ہیں ذلت، رسوائی اور پستی کا کفن پہن رکھا ہے شاعر نے اس قوم کی خوب مرثیہ خوانی کی ہے:

لَقَدْ جُفْتُ سَوَاقِيْنَا وَ هَدَّ الذُّلُّ مَأْ وَانَا
وَ لَمْ يَتْرُكْ لَنَا الْاَعْدَاءُ غَرْسًا فِيْ اَرَاضِنَا سِوٰى اَجْيَافِ مَوْتَانَا

''میں کمینہ صفت لوگوں سے بدگمان ہوں اور ذلت نے ہمارا ٹھکانہ گرا دیا ہے ہمارے دشمنوں نے ہماری سرزمین میں ایک پودا تک نہیں چھوڑا اگر چھوڑا ہے تو ہمارے مُردوں کی بدبودار لاشیں چھوڑی ہیں۔''

اَخِيْ اِنْ ضَجَّ بَعْدَ الْحَرْبِ يَهُوْدِيٌّ بِاَعْمَالِهِ
وَ قَدِّسْ ذِكْرَ مَنْ مَّاتُوْا وَ عَظِّمْ بَطْشَ اَبْطَالِهِ

''اے میرے بھائی اگر کوئی یہودی اپنے کارناموں کی تشہیر میں چلائے، تو تو بھی اپنے فوت شدگان کا مقدس ذکر کر اور اپنے بہادروں کی دشمن پر مضبوط گرفت کی عظمت بیان کر۔''

فَلَا تُهْزِحُ لِمَنْ سَادُوا
وَ لَا تُشْمِتْ بِمَنْ دَانُوْا

''اپنے سرداروں پر ست اترا اور جو پست ہوئے ہیں ان پر خوشی کا اظہار پرست کر۔''

بَلِ اتَّبِعْنِيْ لِنَحْفِرَ خَنْدَقًا
بِا الرَّفْشِ وَالْمِعْوَلِ
نُوَارِيْ فِيْهِ مَوْتَانَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''بلکہ میرے ساتھ آ کہ ہم کدال اور بیلچہ لے کر ایک خندق کھودیں جس میں ہم زندہ لاشوں کو دفن کر دیں۔''

بَلِ ارْكَعْ خَاشِعًا مِثْلِيْ
لِنَبْكِيَ حَظَّ مَوْتَانَا
اَخِيْ مَنْ نَّحْنُ لَا وَطَنٌ
وَّ لَا اَهْلٌ وَّ لَا جَارٌ

''بلکہ پورے خشوع کے ساتھ رکوع کر اور اپنے مردوں کے نصیب پر میری طرح آنسو بہا میرے بھائی کبھی ہم کیا تھے اب کیا ہیں نہ ہمارا وطن ہے نہ اہل وعیال ہیں نہ ہی ہمسائے ہیں۔''

اِذَا نِمْنَا اِذَا قُمْنَا
رَدَانَا الْخِزْیُ وَالْعَارُ

''ہم جب سوتے ہیں جب اٹھتے ہیں تو رسوائی اور عار ہمارا اوڑھنا بچھونا بن چکا ہے۔''

لَقَدْ خُمَّتْ بِنَا الدُّنْيَا كَمَا خُمَّتْ بِمَوْتَانَا

''دنیا نے ہمارا صفایا کر دیا ہے جس طرح اس نے ہمارے مردوں کا صفایا کیا ہے۔''

فَهَاتِ الرِّفْشَ وَاتَّبِعْنِيْ
لِيَحْفِرْ خَنْدَقًا آخَرْ
نُوَارِيْ فِيْهِ اَحْيَانَا

''بیلچہ لے آ اور میرے پیچھے چلتا آ کہ ایک اور خندق کھودیں جس میں ہم اپنے زندوں کو دفن کریں۔''[1]

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اچھی طرح ڈالی:

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں جام شہادت نوش کیا ہے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت بھی تھی۔ ان کا خون جو معرکہ کی سرزمین میں بہایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھروں سے نکلنے والوں کے لیے اللہ عزوجل کی جانب سے بہت بڑی نصرت وحمایت کے ابتدائی قطرات تھے۔ خصوصاً ان لوگوں کے لیے جو فقط اس لیے میدان میں نکلے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو اور کافروں کا کلمہ سرافگند ہو۔[2]

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے درجۂ شہادت پایا ہے لیکن بعد والوں کے لیے قابلِ تعریف اثرات چھوڑے ہیں اور دشمنوں کی صفوں میں گھس کر فتح کا گر سکھا گئے ہیں۔ اب مسلمانوں کے شاہسوار اس قابل ہو گئے تھے کہ صفوں کے درمیان سے گزر کر دشمن کے وسط میں پہنچ کر ان پر کس طرح غلبہ حاصل کریں۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ ان مردانِ وفا شعاروں میں سے تھے جنھیں اسلام نے کندن بنا دیا تھا ہر کجی سے صاف کر دیا تھا

[1] لواء الهمة: ٣/ ٣٤٥۔ [2] رجال مبشرون بالجنة: ٢٧٥۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یہ ان میں سے ایک تھے جو اسلام کے پہلے مدرسہ سے فارغ ہو کر نکلے تھے اور اسلام کی بنیادی اور ابتدائی باتیں ان کے دلوں میں رچ بس گئی تھیں۔ اور ان منتخب اور برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی مدح سرائی فرمائی اور تعریف کی فرمایا:

"نِعْمَ الرَّجُلُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ" ❶

''ثابت بن قیس بہت اچھے آدمی ہیں۔''

ایمان کے میدان میں شہید ہو کر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی عطاء و بخشش موقوف نہ ہوئی تھی، کیونکہ ان کا لگایا ہوا پودا سدا بہار پھل دینے والا ہے۔ ان کے تین بیٹے تھے (۱) محمد (۲) یحییٰ (۳) عبداللہ۔ انھوں نے ان تینوں کی تربیت بھی جہاد سے محبت اور اللہ کی راہ میں موت کو گلے لگانے کی چاہت پر کی تھی یہ سب اللہ کی راہ میں شہید ہوئے۔ ❷

یہ تینوں بیٹے بھی شرفِ شہادت سے سرفراز ہوئے ان کا پاکیزہ خون جسم سے فوارہ بن کر گرتا ہے اور سطح زمین سے نیچے تک مٹی کو معطر کرتا ہے تاکہ بعد میں آنے والا جو عزت و کرامت کا طلبگار ہو گا یہ ان کے لیے سچا نمونہ بن جائیں۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا نام ان منفرد افراد کی فہرست میں نقش ہو چکا ہے جنھوں نے اسلام کی خاطر نادر المثال کارنامے سرانجام دیے ہیں اور یہ ان وفا کے پیکروں میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد پورا کیا ہے۔

وہ خوبی جو کسی اور میں نہیں:

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ جب خلعتِ شہادت زیب تن کرتے ہیں تو انھیں ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابت اس سے کہہ رہے ہیں جب میں شہید ہوا تھا تو میری قمیض ایک مسلمان آدمی نے اتاری ہے اور اسے چھپا لیا ہے اور اس پر کچھ پتھر ڈال دیے ہیں اور پھر اس پر کجاوہ رکھا ہے۔ امیر کے پاس جاؤ اور اسے اس کی خبر دو اور اسے صرف جھوٹا خواب و خیال نہ تصور کرنا کہ اسے ضائع کر دو۔ جب مدینہ منورہ میں تو آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ سے کہنا کہ ثابت کہتا ہے میرے ذمہ اتنا اتنا قرض ہے وہ ادا کرنا۔ اور میرا غلام آزاد کر دینا۔ میں پھر کہتا ہوں اسے خواب و خیال سمجھ کر ضائع نہ کرنا وہ آدمی خلیفہ کے پاس آتا ہے اور انھیں اس خواب کی اطلاع دیتا ہے وہ ان کی وصیت پوری کرتے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی بھی انسان نہیں گزرا جس کی وفات کے بعد اس کی وصیت نافذ کی گئی ہو۔ یہ شرف صرف انھیں ہی حاصل ہے۔ ❸

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

صحن گلشن کی فضائیں افسردہ کیوں نہ ہوں
پھول وہ ٹوٹ گئے جن پر گلشن کو ناز تھا

❶ ترمذی، حاکم: ۳/ ۲۳۳، وصححہ ووافقہ الذھبی وصحیح الجامع: ۶۷۷۰۔ ❷ سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۳۱۳۔
❸ مستدرک: ۳/ ۲۳۵، مجمع: ۹/ ۳۲۲، اصلہ فی البخاری: ۳۶۱۳، مسلم: ۱۱۹، ھیثمی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

21

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا سفر زیست

رسولِ اکرم ﷺ نے انھیں اس اعزاز سے نوازا تھا:

"لَصَوْتُ اَبِیْ طَلْحَةَ فِی الْجَیْشِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ رَجُلٍ"

''لشکر میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی آواز ہزار آدمی سے برتر ہے۔''

قارئین کرام......!! ہم اس کتاب کے ہر صفحہ میں روحانی طور پر ان متقی اور باصفا لوگوں کے ساتھ ساتھ زندگی کا سفر طے کر رہے ہیں حبیب کبریاء ﷺ نے جن کی تربیت کی تھی آپ ﷺ نے انھیں ایسے پختہ عقائد اور مضبوط ایمان کی راہ پر گامزن کیا تھا کہ اسے کوہِ گراں بھی ہلا نہ سکے۔ ہماری مثال یوں سمجھیں جیسے ہم بادلوں سے بلند تر محو پرواز ہیں مقصد فقط یہی ہے کہ ہم ان جوزاء کے ستاروں کی حیات درخشاں کے ہر روشن پہلو کو تلاش کرتے ہیں تاکہ ان کے مطابق ہم اندازِ زندگی اختیار کریں۔ حبیبِ کبریا ﷺ کا فرمان ہے:

"اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَ مَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ"[1]

''ارواح جمع شدہ لشکر ہیں جن کا آپس میں تعارف ہوا ہے وہ الفت پکڑتی ہیں اور جن کا تعارف نہیں ہوا وہ اختلاف کرتی ہیں۔''

آیئے چند لمحات اس مردِ جری کے ساتھ گزاریں جو اللہ عزوجل کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے اور جس کا اسلام ایک بہشتی عورت کے لیے مہر ثابت ہوا۔ یہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ رسولِ اکرم ﷺ کے صحابی ہیں اور آپ ﷺ کے ننہال کے فرزند ہیں اور اہلِ بدر کے ممتاز افراد میں سے ہیں اور عقبہ کی رات جن بارہ افراد نے آپ ﷺ کی بیعت کی تھی ان کے نقیب ہیں۔

اسلام کیسے قبول کیا:

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا مسلمان ہو جاتی ہیں ان کا خاوند جس کا نام مالک تھا جو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا والد تھا۔ یہ کافر ہی تھا۔ ایک دن یہ خاوند، اپنی اہلیہ سے ایسے پختہ عزم کے ساتھ ایک کلمہ سنتا ہے جو چٹان سے بھی زیادہ مضبوط عزم تھا کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ بار بار دہرا رہی ہے۔ یہ کلمہ سن کر غصہ میں آگ بگولہ ہو کر گھر سے باہر نکل جاتا ہے رستہ

[1] بخاری عن عائشة، مسلم و احمد عن ابی هريرة صحيح الجامع: ۲۷۶۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اس کا کوئی دشمن اس کا سامنا کرتا ہے اور مالک کو قتل کر دیتا ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جب اپنے خاوند کے قتل ہونے کی خبر سنتی ہیں تو خود کو روک لیتی ہیں اور قطعی ارادہ کر لیتی ہیں کہ میں انس کا دودھ نہیں چھڑواؤں جب تک کہ یہ خود نہ چھوڑے اور اس وقت تک نکاح نہ کروں گی جب تک انس بڑا ہو کر مجھے اجازت نہ دے۔ اب یہ کچھ بڑے ہوئے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حیا داری سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں اور یہ گزارش پیش کرتی ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس بطورِ خادم حاضر ہیں قبول فرمائیے آپ نے یہ پیشکش فراخدلی سے منظور فرمائی۔ ام سلیم جس سے بہت خوش ہوئیں اور انھیں قلبی سکون ملا۔

اور اسلام حق مہر بن گیا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بطور خادم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہونا اتنا عظیم نصیبہ تھا کہ لوگ بڑی ہی خوشی اور قدردانی سے ان ماں بیٹا کا تذکرہ کرنے لگے یہ خیر اور بھلائی سے لبریز تذکرے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی سن رہے تھے۔ متاثر ہو کر ام سلیم رضی اللہ عنہا کی طرف شادی کی پیش قدمی کی اور بہت ہی قیمتی مہر پیش کیا۔ لیکن ناگہانی طور پر ان کے ہوش اڑ گئے اور زبان پر گرہ بندھ گئی جب ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کمال عزت و کرامت کے ساتھ یہ پیشکش رد کر دی۔

انھوں نے کہا میں مشرک سے شادی نہیں کروں گی اے ابوطلحہ تمھیں معلوم ہے کہ تمہارے معبود خود لوگوں نے تراشے ہیں اور ان پر آگ جلاؤ تو یہ معبود جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں۔ [1]

معبودوں پر تنقید سن کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سخت مایوسی کا احساس کیا ان کا خیال تھا کہ میری امید پوری ہونے کا امکان نہیں جو میں خواب دیکھ رہا ہوں اور جو خبر سن رہا ہوں اس کی حقیقت سامنے آتی نظر نہیں آتی یہ سوچ کر واپس چلے گئے۔

لیکن دوسرے دن پھر آ گئے اس سے بھی زیادہ حق مہر کی آرزو دلائی اور بافراغت زندگی گزارنے کا لالچ دیا شاید وہ یہ نکاح کی اپیل قبول کر لیں گی اور نرمی کا مظاہرہ کریں گی۔

تاہم ادھر بھی اُم سلیم رضی اللہ عنہا تھیں جو دین کی ایسی داعیہ تھیں جو دانشمندی اور فہم و ذکاء کا مجسمہ تھیں وہ دیکھ رہی تھیں کہ دنیا کی دولت رقاصہ بن کر میری آنکھوں کے سامنے تھرک رہی ہے مال بھی اپنی دلربائیاں، جاہ و منصب اپنی شوخیاں اور شباب اپنی رعنائیاں لے کر سامنے کھڑا ہے لیکن ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بیدار احساس نے ان کے دل میں یہ بات اتار دی تھی کہ اسلام کا قلعہ دنیا کی ہر نعمت کی دلکشی سے زیادہ طاقتور اور محفوظ ہے مکمل ادب سے کہنے لگیں۔

اے ابوطلحہ! واللہ! آپ جیسا آدمی اس قابل نہیں کہ اس کا مطالبہ مسترد کیا جائے لیکن آپ کا کفر رکاوٹ ہے میں ایک مسلمان خاتون ہوں خود کو کافر کے حوالہ نہیں کر سکتی میرا آپ سے نکاح جائز نہیں اگر آپ اسلام قبول کر لیں یہی میرا حق مہر ہے میں اور کوئی مطالبہ نہیں کرتی۔ [2]

ان کلمات سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے دل کی کھیتی لہلہا اٹھی اور اس گفتگو نے ان کے تن بدن میں ایک جوش بھر دیا

[1] طبقات: ٨/ ٤٢٦، الاصابۃ: ٨/ ٣٤٣۔ [2] الاصابہ: ٨/ ٢٤٣، الحلیہ: ٢/ ٥٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ان کے دل پر مکمل قابو پا چکی تھیں اور یہ ایسی کھلنڈری عورت نہ تھیں جو سبز باغ دکھانے والوں اور خوشنما پیشکشوں کے سیلاب کے سامنے خس و خاشاک بن کر بہہ جائیں یہ تو ایک عقلمند خاتون تھیں جو فرض شناسی سے مکمل آگاہ تھیں۔ حضرت ابوطلحہ کے لیے اس سے بہتر اہلیہ اور ان کے بچوں کی والدہ اور کون ہوسکتی تھی۔ [1]

جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ روشن جبیں ہو کر دربار رسالت میں پہنچے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام القاء کر دیا اور ان میں اس دین کی عظمت کا شعور بیدار ہوا جس دین کی بدولت یہ خاتونِ اسلام دنیا کی رعنائیوں اور زیبائیوں سے متاثر نہ ہوئی تھی اور اپنے اسی دین ایمان کی بدولت ان پر غلبہ پایا تھا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا اعلان کرنا چاہا تو حضرت ام سلیم سے پوچھا کس کے سامنے مسلمان ہونے کا اقرار کروں۔ تو ام سلیم نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور اسلام میں داخلہ کا اعلان کریں اب یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے ارادہ سے جا رہے ہیں تو انھیں اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: حضرت ابوطلحہ تمہارے پاس آرہے ہیں اور اسلام کی سفیدی ان کی آنکھوں کے درمیان سے جھلکتی نظر آرہی ہے۔ [2]

اور آتے ہی غیر شعوری طور پر ان کی زبان سے بار بار یہ کلمہ نکل رہا تھا میں اے اللہ کے نبی! اسی دین پر ہوں جس پر آپ ہیں اور پکار اٹھے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنتے ہی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حضرت انس کی جانب متوجہ ہوتی ہیں اور زندگی کی سب سے بڑی خود کو سعادت مند تصور کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت سے ہمکنار کیا ہے اے بیٹے انس! اٹھو اور میرا ابوطلحہ سے نکاح کر دو، انھوں نے ان کا نکاح کر دیا اور حق مہر صرف اسلام تھا۔

اس حدیث کے راوی حضرت ثابت جو اس حدیث کو حضرت انس سے بیان کرتے ہیں یہ تاثرات بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے حق مہر سے زیادہ قیمتی اور معزز حق مہر کبھی نہیں سنا کیونکہ ان کا مہر اسلام تھا۔ [3]

ابوطلحہ قابل صد رشک انسان:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اسلام لانے کی سعادت سے پر گھڑی سے لے کر بعد تک وحی الٰہی کی وسعتوں اور اس کی نور ریزیوں میں زندگی کا آغاز کرتے ہیں ایمان ان کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اور یہ خود کو دنیا کا سب سے زیادہ خوش نصیب انسان سمجھتے تھے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا وہ تو ایمان کی بدولت دنیا کی جنت میں بہاریں لوٹنے لگے تھے اور ان کی گھر والی وہ خاتون تھی جو اہل جنت میں سے تھی۔ ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی نے فرمایا ایک مرتبہ میں

---

1. انهار الجنة يا اختاه، ص: ٣٠، محمود مصري مؤلف كتاب هذا۔
2. مسند طيالسي: ٢/ ١٥٩۔
3. عبد الرزاق: ١٠٤١٧، مسند طيالسي: ٢٥٩٠، اسناده صحيح ارنوؤط۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے سامنے آہٹ پائی میں نے کہا یہ کیا آہٹ ہے بتایا گیا۔ یہ غمیصا بنت ملحان یعنی ام سلیم رضی اللہ عنہا ہیں جن کی آہٹ سنائی دے رہی ہے۔ [1]

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے سب سے بڑی یہی نعمت ہے کہ انھیں رسولِ معظم و مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت تھی جو ان کے تمام اعضاء اور دل پر قابض تھی ان کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو ہی یہی تھی کہ وہ کون سا لمحہ ہوگا کہ میں اپنی جان مال اور ہر چیز آپ پر فدا کروں۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان ۷۰ افراد میں سے ہیں جنھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ میں بیعت کی تھی اور ساتھ ان کی اہلیہ حضرت ام سلیم بھی تھیں اور اسی رات یثرب کے مسلمانوں پر جو بارہ نقیب مقرر فرمائے تھے ان میں سے ایک حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جنھیں ان کا نقیب اور امیر مقرر کیا۔

صبر کا بے پناہ اجر:

ان میاں بیوی کی زندگی مزید معمور کرنے کے لیے اللہ عزوجل کی مرضی تھی کہ ابوطلحہ کو ام سلیم سے فرزند عطا کرے عطاء کیا مگر دوسری آزمائش یہ ہوئی کہ یہ خوبرو لڑکا سخت بیمار ہو جاتا ہے ایک دن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر جاتے ہیں وہ بچہ فوت ہو جاتا ہے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا صبر و ثبات اور قضاء و رضاء کے تحت بیٹے کی موت چھپاتی ہیں اور کہتی ہیں الحمد للہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آیئے یہ داستانِ ایمان افزا حضرت انس کی زبانی ہی سنتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم کے بطن سے پیدا ہونے والا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بچہ فوت ہوا۔ ام سلیم نے اہل خانہ سے کہا، ابوطلحہ آئیں تو انھیں بچے کی وفات کا نہ بتانا میں خود ہی بتاؤں گی۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ باہر سے آتے ہیں ام سلیم انھیں کھانا پیش کرتی ہیں۔ کھانے پینے کے بعد بن سنور کر آتی ہیں اس سے پہلے کبھی اتنا سنگار نہ کیا تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے مقاربت کی جب ام سلیم نے دیکھا کہ وہ سیر ہو چکے ہیں اور وظیفہ زوجیت پورا کر چکے ہیں تو نہایت ہی دانائی سے سوال کیا اے ابوطلحہ! آپ بتائیں اگر کوئی کسی سے مانگ کر چیز لیتا ہے وہ اپنی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں کیا وہ روک سکتے ہیں یا کہ انھیں ادا کی جائے کہا نہیں روک سکتے کہا پھر اپنے بیٹے کی وفات کو ثواب کا باعث سمجھیں اللہ کی امانت تھی وہ لے گیا۔ یہ سن کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے کہ تم نے مجھے ویسے ہی چھوڑ دیا حتیٰ کہ میں تم سے لتھڑا پھر تم نے مجھے بتایا کہ بیٹا فوت ہوا ہے۔

پریشانی کے عالم میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسولِ معظم کے پاس آتے ہیں اور جو کچھ ہوا تھا وہ بتایا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا فِي غَابِرِ لَيْلَتِكُمَا۔"

''اللہ تعالیٰ تمہاری بقیہ رات میں برکت ڈالے۔''

---

[1] مسلم، احمد، نسائی عن انس، صحیح الجامع: ۳۳۶۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حاملہ ہوئیں رسولِ اکرم ﷺ ایک سفر میں تھے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ جب سفر سے واپس مدینہ تشریف لائے تو اپنے اہل خانہ پر رات کو داخل نہ ہوتے تھے پہلے مسجد میں آتے دو رکعات نماز پڑھتے گھر اطلاع دیتے تاکہ عورت تیاری کر لے اور بیوی سے ناپسندیدہ انداز پر سامنا نہ ہو۔ جب لوگ مدینہ کے قریب ہوئے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دردِ زہ ہونے لگی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان کی دیکھ بھال کے لیے رک گئے اور رسولِ اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لیے چل پڑے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی: ''اے میرے پروردگار! تو جانتا ہے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جب رسول اکرم ﷺ مدینہ سے باہر جاتے ہیں تو میں بھی ساتھ جاؤں اور جب مدینہ میں داخل ہوں تو میں بھی ساتھ داخل ہوں اب مجھے یہاں رکنا پڑا ہے۔ حضرت ام سلیم نے کہا اے ابوطلحہ! مجھے کوئی تکلیف نہیں جیسا کہ میں پہلے تکلیف پاتی تھی اب نہیں۔ چلو چلتے ہیں یہ چل دیے جب مدینہ میں آئے تو اب درد ہوا حضرت ام سلیم نے بچہ جنم دیا۔

حضرت انس کہتے ہیں مجھ سے میری امی نے کہا اے انس! اسے دودھ پلانے سے پہلے رسولِ اکرم ﷺ کے پاس لے جاؤ۔ صبح ہوئی تو میں بچہ اٹھا کر رسولِ اکرم ﷺ کے پاس لے گیا میری جب آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ کے ہاتھ میں نشان لگانے کا آلہ تھا جانوروں کو نشان لگا رہے تھے مجھے دیکھ لیا تو فرمایا شاید ام سلیم کے ہاں بچہ ہوا ہے میں نے عرض کی جی ہاں آپ نے وہ آلہ زمین پر رکھ دیا میں نے بچہ آپ کی گود میں رکھ دیا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے مدینہ کی عجوہ کھجور منگوائی اور منہ میں چبایا وہ گھل گئی تو بچہ کے منہ میں ڈال دی بچہ اسے زبان سے چاٹنا شروع ہوا رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''دیکھو انصار کو کھجور کتنی پسند ہے کس طرح چاٹ رہا ہے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا نام عبد اللہ رکھا۔''[1]

ایک انصاری آدمی کہتے ہیں میں نے خود دیکھا کہ ان کے نو بچے تھے سب کے سب حافظ قرآن تھے۔[2]

واہ، کتنی مبارک ہے یہ اولاد اور کتنا عظیم اجر ہے جو آزمائش کے وقت صبر کرنے والوں کو دیا گیا ہے اس کے علاوہ جو خیر کا سامان رب رحمٰن کی جنت میں ایسے صبر کاروں کے لیے منتظر کھڑا ہے وہ تو ایسا ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں کسی انسان کے دل میں کھٹکا تک نہیں۔

اللہ کی راہ میں جہاد میں روشن کارنامے:

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ ہی وہ عظیم سپوت اور بطلِ حریت اسلام ہیں جن کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: اگر لشکر میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی صدا بلند ہو رہی ہو تو یہ ایک ہزار افراد پر بھاری ہے۔ انھیں مرعوب کر دیتی

---

[1] مسلم: ٢١٤٤۔

[2] بخاری: ٣/ ٢٦٩، کتاب الجنائز، مسلم: ١٤/ ١٢٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ❶ ایک روایت میں ایک جماعت پر بھاری کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ ❷

میں آپ کو رب کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جن کی آواز کا یہ حال ہے کہ ہزار آدمی پر غالب آجاتی ہے اس کے بازوئے شمشیر زن اور اس کی راہِ اللہ میں تیر باری، تلوار زنی اور نیزہ بازی کا کیا حال ہوگا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ میدانِ بدر میں بھی شریک جنگ تھے اور اس میں زبردست دادِ شجاعت و مردانگی دی۔ جنگ احد میں بھی یہ ان مردانِ وفا میں سے تھے اور ایسے بہادروں میں سے تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان میں ڈٹے رہے تھے فرار نہ ہوئے تھے اور پوری قوت سے آپ کا دفاع کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن لوگ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہٹ گئے لیکن حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ ڈھال سے آپ کا بچاؤ کرتے ہوئے آپ کے سامنے کی جانب سے آپ پر جھکے ہوئے تھے اور یہ سخت تیر انداز تھے اس دن دو تین کمانیں ان کے ہاتھ سے ٹوٹ گئیں اتنی شدت سے تیر چلاتے تھے اگر کوئی آدمی تیروں کی ترکش یعنی تیر دان لے کر پاس سے گزرتا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کہتے یہ تیر ابوطلحہ کے سامنے بکھیر دو کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر دشمن قوم کو دیکھتے تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ آپ پر قربان آپ سر نہ اٹھایئے کہیں کوئی تیر نہ لگ جائے میرا سینہ ہی آپ کی حفاظت کے لیے سیسہ پلائی دیوار بننے کے لیے کافی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما دامن سمیٹے مجاہدین حق کی خدمت میں تیز روی سے مصروف تھیں میں نے ان کی پنڈلیوں کی پازیبیں دیکھیں اتنا دامن سمیٹا ہوا تھا اور اپنی کمر پر پانی کی مشکیں اٹھا کر لا رہی تھیں اور فوجیوں کے منہ میں پانی ڈال رہی تھیں پھر واپس جاتیں اور مشکیں بھر کر لاتیں اور پانی پلاتیں۔ اس کے باوجود میدان میں اتنا سکون تھا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پر اونگھ طاری تھی ان کے ہاتھ سے دو تین مرتبہ تلوار گری۔ ❸

عبد بن حمید کی کتاب ''منتخب'' میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اطہر کی حفاظت اپنے بازو سے کر رہے تھے اور ساتھ ہی فکر مندی سے کہہ رہے تھے کہ آپ کو کہیں سے آنے والا تیر نہ لگ جائے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ دیوار بنے کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں قوی اور مضبوط آدمی ہوں اپنی ضروریات کا مجھے حکم دیں جہاں چاہیں بھیجیں حاضر ہوں۔ (سندہ صحیح)

جب میدانِ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی افراتفری کے عالم میں منتشر ہو گئے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہا:

---

❶ مستدرك، ابن عساكر عن جابر، صحيح الجامع: ٥٠٨١، و صححه الالبانى.

❷ احمد طبقات، الحليه، خطيب و صححه الالبانى فى الجامع الصحيح (٥٠٨٢.

❸ بخارى، كتاب المغازى: ٧/ ٢٧٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اے میرے پیارے نبی! میری جان آپ کی جان پر فدا ہو اور میرا چہرہ آپ کے چہرہ انور کا دفاع ہو یہ میری زندگی کی آخری آرزو ہے۔"

جنگ حنین میں داد شجاعت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حنین کے دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا فَلَهُ سَلَبُهُ"

"جو بھی کسی کافر کو قتل کرے گا اس کا مال سلب اس قتل کرنے والا کا ہی ہے۔"

اس جنگ حنین کے دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کافروں کے بیس آدمی قتل کیے اور ان کا مالِ سلب حاصل کیا۔ [1]

اللہ کی راہ میں سخاوت کا جذبہ فراواں:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کریم آدمی تھے مال کے ساتھ کبھی بخل نہ کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار مدینہ میں سے کھجوروں کے باغات کے سب سے زیادہ صاحبِ مال تھے سب سے زیادہ محبوب مال "بیرحاء" کا باغ تھا۔ یہ مسجد کے سامنے تھا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں داخل ہوتے اور اس میں سے تازہ دل پسند پانی نوش فرماتے جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲)

"تم ہرگز نہ نیکی پاسکو گے حتیٰ کہ تم وہ چیز خرچ نہ کرو جو تم پسند کرتے ہو۔"

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آیت نازل ہوئی ہے اور مجھے سب سے زیادہ محبوب مال بیرحاء والا باغ ہے اسے میں اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہی میں اس نیکی کا امیدوار ہوں اور اس کا ذخیرۂ اَجر چاہتا ہوں۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اسے جہاں آپ چاہیں رکھ سکتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس جذبہ صادقہ کو دیکھ کر داد کے انداز میں فرمایا واہ...... یہ تو بڑا مفید مال ہے یہ تو بہت مفید مال ہے میں نے تمہاری بات سن لی ہے میرا خیال ہے اسے قرابتداروں میں تقسیم کردو کہا میں ایسا ہی کردیتا ہوں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قرابتداروں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کردیا۔ [2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موئے مبارک کا ہدیہ دیا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عقبہ والے جمرہ کو کنکریاں مارلیں تو پھر اونٹوں کے پاس تشریف لے گئے انھیں ذبح کیا اور حجام بیٹھا ہوا تھا آپ نے اسے حجامت کا کہا ہاتھ سے اشارہ کیا اس نے آپ کے سر مبارک کی دائیں جانب مونڈھی آپ نے ان بالوں کو قریب والوں میں تقسیم کردیا اور حجام سے کہا دوسری

---

[1] ابوداود، وصححه الحاكم ووافقه الذهبي ارنوؤط کہتے ہیں اسناده صحيح۔

[2] بخاری:۱۴۶۱، مسلم:۹۹۸، احمد:۳/ ۱۴۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانب بھی مونڈھ دو اور پوچھا ابوطلحہ کہاں ہے انھیں بلایا اور بال دیے۔ ❶

یہ کتنا عظیم نصیب ہے کہ نبی اکرم ﷺ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلاتے ہیں اور قیمتی ہدیہ دیتے ہیں۔

اب اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ اس دعاء کے بعد

عبادت گزاری:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ تگ و تاز عبادت گزاری اور روزہ داری اور شب زندہ داری میں ہمیشہ گزری یا پھر راہِ اللہ میں جہاد پر کمربستہ رہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مسلسل روزے رکھتے تھے۔ چالیس سال یہ معمول رہا عید، یا بیماری یا پھر سفر کی وجہ سے روزے چھوڑتے تھے۔ ❷

وفات کے بعد کی کرامت:

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ زندگی کے آخری ایام میں تھے بڑھاپا چھا چکا تھا لیکن یہ ناتوانی جہاد میں رکاوٹ نہ ہو سکی بلکہ راہِ اللہ میں خون کا آخری قطرہ تک بہا دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سورت براءت تلاوت کی اس آیت پر پہنچے:

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ (براءت:٤١)

''اللہ کی راہ میں نکلو ہلکے ہو یا بوجھل ہو۔''

تو کہا دیکھو میرا رب مجھے جوانی اور بڑھاپے دونوں میں اپنی راہ میں نکلنے کا حکم دے رہا ہے لہٰذا میرا سامانِ جہاد تیار کرو میں جنگ پر جانا چاہتا ہوں۔

بیٹوں نے کہا ابا جان! آپ رسولِ اکرم ﷺ کی معیت میں غزوات میں شریک ہوتے رہے ہو حتیٰ کہ آپ نے وفات پائی اس وقت تک تم آپ کے ساتھ شریک جہاد رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تاحیات بھی یہ سلسلہ جاری رکھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تاحیات بھی جہاد آپ نے جاری رکھا۔

اب ہم آپ کی طرف سے غزوات میں شریک ہوتے ہیں اس کا باوجود کہا میرا سامان جنگ تیار کرو گھر والوں نے سامان تیار کر دیا جہاد کے لیے سمندر کا سفر کیا وہیں وفات پائی تو انھیں دفن کرنے کے لیے انھیں کوئی جزیرہ نہ ملا۔ سات دن کے بعد جگہ میسر آئی جہاں دفن کیے گئے لیکن ان کی لاش میں ذرہ برابر تبدیلی یا بو نہ پیدا ہوئی تھی۔ ❸

---

❶ مسلم:١٣٠٥، ترمذی ابواب الحج:٧٣، ابوداود:١٩٨١.

❷ مستدرك حاكم:٣/ ٣٥٣، حديث صحيح على شرط مسلم و لم يخرجاه وافقه الذهبی۔

❸ مستدرك حاكم:٣/ ٢٥٣، ابن حبان:٢٢٥١، مجمع الزوائد:٩/ ٣١٣، و قال رواه ابويعلى و رجاله رجال الصحيح:۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آہ وہاں اس مقام پر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ دفن ہو رہے ہیں غربت ہے نہ اہل خانہ نہ ہی قبیلہ و اقارب اور نہ ہی کوئی اور ہی ساتھ موجود تھا۔

ملے خاک میں اہلِ شان کیسے کیسے
مکیں ہو گئے لا مکاں کیسے کیسے

اگرچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اگرچہ دور غربت میں ہماری آنکھوں سے علیحدہ ہوئے ہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ سے دور نہیں۔ وہ ضرور روزِ قیامت نعمتوں بھری جنت میں حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ ملاقات کے ذریعہ یہ کسر پوری کر دیں گے۔

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اب ہاتھ اٹھتے نہیں ہیں اس دعا کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

22

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کی داستانِ حیات

حضرت بلال رضی اللہ عنہ وہ نامدار اور کامگار شخصیت ہیں کہ یہ ابھی دنیا میں تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوتوں کی آہٹ جنت میں سماعت فرمائی تھی۔

آج ہم آپ کے سامنے جس نامور آدمی کا تذکرۂ حیات کرنے لگے ہیں یہ وہ بلند نصیب آدمی ہیں بیت اللہ میں کعبہ کے اوپر جنھوں نے اپنی پر رعب آواز کے ساتھ آذان کہی اور یہ وہ مردِ نیک شعار ہیں رحمٰن جل وعلا کی جنت نے جن سے ملاقات کا شوق ظاہر کیا تھا۔ ہاں ہاں یہی وہ بلال رضی اللہ عنہ ہیں جو اسلام کی صدا بن کر زمانے کی لہروں پر گونجتے رہے ہیں۔

کائنات میں جو بھی حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کا نام گرامی سنتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ نام عزت سربلندی اور نفسِ انسانی کے لیے خوش نصیبوں کا پیغام ہے۔ اس کون و مکان میں ماہ و سال اپنے مدار میں برسوں گردشیں کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اور ہزاروں مقامات اس جگ میں مختلف جگہوں میں پائے جاتے ہیں ان میں جس زمانہ اور جس مکان پر بھی مسلمان ہوگا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جانتا ہے۔ یہی اسلام کی صدا ہے جو مکہ کی سرزمین میں شروع میں گونجی اور چار دانگ میں پھیل گئی چین آسٹریلیا امریکہ اور جنوبی افریقہ تک شہرۂ آفاق بن کر پہنچی۔ ہاں یہی وہ بلال بن رباح ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن ہیں۔

یہ اسلام کی طرف پہلے قدم اٹھانے والوں میں سے ہیں جنھیں اللہ کی راہ میں مصائب کا تختۂ مشق بنایا گیا اور جنگِ بدر میں شریک ہوئے اور انھیں نامزد کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔

آذان دینا ایک افضل عمل ہے:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ہمہ وقت شیریں ذکر اور رس گھولنے والی داستانِ حیات کے درخشاں پہلو بیان کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ بعض اس احادیث کا ذکر کردیں جو حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے آذان کی فضیلت میں بیان فرمائی ہیں تاکہ ہم ان مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کی سیرت ہم بیان کرنے چلے ہیں کی صحیح قدرومنزلت سے آگاہ ہوسکیں۔

ا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ اَذَّنَ ثِنْتَیْ عَشَرَةَ سَنَةً وَ جَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَ كُتِبَ لَهُ بِتَاذِيْنِهِ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سِتُّوْنَ حَسَنَةً وَ بِإِقَامَتِهِ ثَلَاثُوْنَ حَسَنَةً.)) ❶

''جس نے بارہ برس آذان کہی اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور اس کی روزانہ آذان کے عوض اسے ساٹھ نیکیاں ملتی ہیں اور اقامت کے عوض تیس نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔

۲: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدَّ صَوْتِهِ وَ اَجْرُهُ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ صَلّٰى مَعَهُ.)) ❷

''موذن کی آواز کے پھیلاؤ تک اس کے لیے اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور اسے اس شخص کی مثل اجر ملتا ہے جس نے اس کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔''

۳: رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مُدٰى صَوْتِهِ وَ يَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَّيَابِسٍ)) ❸

''موذن کے لیے اس کی آواز کی انتہاء تک بخشا جاتا ہے اور اس کے لیے ہر خشک وتر چیز گواہی دیتی ہے۔''

۴: نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' ❹

''موذن روز قیامت لوگوں سے دراز گردن ہوں گے۔''

اسلام کی چھاؤں میں:

آیئے فضائل آذان کے بعد ہم اس موذن کی مبارک زندگی کا پھر پر اثر واقعہ شروع کرتے ہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ مکہ میں قبیلہ بنوجُمَح کے کچھ لوگوں کے غلام تھے ان کی والدہ بھی ایک لونڈی تھیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کان میں نبی اکرم ﷺ کی اطلاعات پڑتی رہتی تھیں وجہ یہ ہے کہ امیہ بن خلف جو کہ بنوجمح کا ایک بزرگ تھا یہ اپنے دوستوں اور اپنے قبیلہ کے آدمیوں کے ساتھ حبیب کبریا ﷺ کے متعلق باتیں کیا کرتا تھا اس کے اور اسکے قبیلہ کے دلوں میں آپ ﷺ کے خلاف ناپسندیدگی اور غصہ کا لاوا بھرا ہوا تھا۔ اس غیظ وغضب کے باوجود یہ آپ ﷺ کی امانت، مردانگی، اخلاقِ طیبہ، صداقت اور آپ کی عقل ودانشمندی کی بلند پائیگی سے انکار نہ کرتے تھے۔ ان تمام اوصاف کی مدح سرائی حضرت بلال رضی اللہ عنہ تک پہنچتی تھی۔ یہاں تک ان کی حالت یہ ہو چکی تھی کہ اندرونِ دل انھوں نے محسوس کیا کہ یہی دین حق ہے اور یہی نبی اکرم ﷺ نجات کے ضامن ہیں انھیں ہی اس

---

❶ ابن ماجه، حاكم عن ابن عمر، صحيح الجامع: ٦٠٠٢، و صححه الالبانى۔
❷ طبرانى كبير عن ابى امامة، صحيح الجامع: ٦٦٤٣، وصححه الالبانى۔
❸ احمد ابوداود، نسائى عن ابى هريرة، صحيح الجامع: ٦٦٤٤، وصححه الالبانى.
❹ مسلم، احمد، ابن ماجه، عن معاوية، صحيح الجامع: ٦٦٤٥۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

امت کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے جو امت کو جاہلیت کی دلدل سے نکال کر انوارِ توحید کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور پھر یہاں سے سیدھی رب رحمٰن کی جنت کی راہ دکھاتے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس حق کی پکار کو قبول کرتے ہیں اور ان کے دل میں کشادگی پیدا ہوتی ہے اور اتنی وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ نورِ ہدایت جو حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل سے لے کر تشریف لائے تھے اس کا سر آنکھوں سے استقبال کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور اپنے اسلام لانے کا اعلان کرتے ہیں اور خود کو ایسا محسوس کر رہے ہیں گویا کہ آج ان کی ماں نے انھیں جنم دیا ہے اور وہ آج دنیا میں آئے ہیں۔

جب اللہ کے دین کی خاطر تختہ ستم بنے:

ابھی چند ساعتیں ہی گزری تھیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر مکہ میں عام ہوگئی یہ بد دماغ لوگ شیطان نے جن کی عقلوں میں تکبر بھر دیا تھا جو کہ خود کو سردار گمان کرتے تھے لیکن اپنی شہوتوں اور شرمگاہوں کے پجاری اور غلام تھے انھوں نے ان کے اسلام لانے کی اطلاع پاتے ہی ان پر تکالیف اور ظلم و ستم کے پہاڑ گرائے نہ تو انھوں نے کوئی انسانی قدروں کا خیال رکھا نہ ہی رشتہ داری یا ذمہ داری کا احساس کیا یہ کیفیت تھی۔

آئے تو یوں کہ جیسے ہمیشہ تھے مہربان
بھولے تو یوں کہ گویا کبھی آشنا نہ تھے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے سات شخصیات نے مکہ میں اسلام کا اظہار کیا:

۱: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۲: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ۳: حضرت عمار رضی اللہ عنہ
۴: ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ۵: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ۶: حضرت بلال رضی اللہ عنہ
۷: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابوطالب کے ذریعہ کرایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حفاظت کا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے دفاع سے پیدا کیا دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مشرکوں نے پکڑ لیا اور انھیں لوہے کا لباس پہنایا اور دھوپ میں تپایا ان میں سے ہر ساتھی کے ساتھ یہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہو گئے یعنی مشرکوں کی ستم رانی نے انھیں بے بس کر دیا لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی جان اللہ کے لیے وقف کردی اور قوم کے اس ظلم کو جو اس نے بپا کر رکھا تھا کوئی اہمیت نہ دی بلکہ پوری تندہی سے اس پر قائم رہے۔ مشرکوں نے انھیں پکڑ کر لونڈوں لفنگوں کے حوالہ کر دیا وہ انھیں مکہ کی گھاٹیوں میں گھماتے پھرتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہر چیز سے بے نیاز ہو کر احد احد پکارتے تھے کہ اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔ [1]

[1] مستدرک: ۳/ ۲۸۴، صحیح الاسناد و لم یخرجاہ قال الذهبی صحیح۔ الحلیة: ۱/ ۱۴۹، الاستیعاب، لابن عبد البر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن اسحاق رحمہ اللہ ان سزاؤں کا ذکر کرتے ہیں جو قریش نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پہنچائی تھیں اور ان کے علاوہ دیگر ناتواں مسلمانوں پر جو وہ روا رکھتے تھے اس کا تذکرہ بھی کیا ہے فرماتے ہیں: یہ مشرک جو بھی مسلمان ہوتا اس پر چڑھ دوڑتے اور ان کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کرتا تو ہر قبیلہ جس میں وہ مسلمان ہوتا اسے سزا دینے کے لیے کود پڑتا اسے قید کر دیتے، مارتے بھوکا پیاسا رکھتے جب مکہ کی سرزمین پر اس کا سورج دوپہر کے وقت آسمان سے آگ برساتا یہ ناتواں مسلمانوں کو اس کی حرارت میں کھڑا کر دیتے انھیں دین اختیار کرنے کی وجہ سے سخت فتنہ و آزمائش میں ڈالا جاتا بعض مسلمان تو ابتلاء و آزمائش کی سختیوں کو برداشت نہ کر سکتے تھے دین تو نہ چھوڑتے تھے تاہم نرم ہو جاتے تھے اور بعض اپنے موقف پر مضبوط رہتے انھیں اللہ تعالیٰ نے دین سے برگشتہ ہونے سے بچا لیا اور یہ نرم بھی نہ ہوتے تھے۔

ایمانِ بلالی کافروں کی سختیوں کی آگ پر غالب آ گیا:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ بنو جمح میں پیدا ہوئے ان کی امی کا نام حمامہ تھا یہ اسلام کے سچے شیدائی تھے پاکیزہ دل تھے۔ امیہ بن خلف بن وھب بن حذافہ بن جمح انھیں اس وقت باہر لے کر نکلتا جب دوپہر خوب گرم ہوتی انھیں کمر کے بل لٹا دیتا پھر حکم دیتا کہ بہت بڑی چٹان ان کے سینہ پر رکھ دی جائے اور پھر ان سے کہتا اے بلال تو اسی طرح رہے گا واللہ اسی تکلیف میں تجھے موت آئے گی اگر جان کی امان چاہتا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کر دے اور لات وعزیٰ کی پرستش کر لے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس سخت ترین عذاب کے دباؤ کے باوجود یہی صدا بلند کرتے ہیں اللہ ایک ہے۔ ایک ایک ہے۔ [1]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے اللہ پر ایمان رکھنے کی وجہ سے سربلند و سرخرو ہوئے انھوں نے ان سخت ترین سزاؤں کو آبِ شیریں سمجھا حالانکہ ان خطرناک حالات میں اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو رخصت دی تھی کہ اگر دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے تو زبان سے کلمہ کفر بول سکتے ہیں تاکہ ان مجرموں کی بے رحم پکڑ سے بچ سکیں۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کسی صورت میں بھی اس رخصت سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے تھے انھیں قطعاً یہ گوارا نہ تھا کہ وہ دشمنانِ اسلام کو خوش کریں انھوں نے اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ کائنات کے باسی یہ جان جائیں کہ ایک مومن صادق کے خلاف اگر تمام دنیا بھی یکجا ہو جائے تو اس کے دل کی گہرائیوں میں اترنے والے ایمان کے پہاڑ سے پورا ایمان نکالنا تو دور کی بات ہے ایک ذرہ بھی اس پختہ ایمان کا نہیں نکال سکتے۔ انھیں یہ کوہِ گراں سے بھی زیادہ مضبوط ایمان اللہ عزوجل نے ہی عطا کیا تھا یہ کسی اور کے بس کی بات نہیں بلکہ ایسی توفیق وہ خالق ہی دیتا ہے۔

گر آج بھی ہو ابراہیم سا ایماں پیدا
تو آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

[1] سیرت ابن ھشام: ۱/ ۲۶۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب غلام سے سردار بن گئے:

مکہ کی سرزمین میں تپتی ہوئی ریت پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تختۂ ستم بنایا جا رہا تھا یہ راہِ للہ میں تکالیف کے سامنے خود کو تصور کر رہے تھے کہ حق ادا نہیں ہوا۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس جانکاہ سزا کے باوجود وہ یہ یادگار صدا بلند کر رہے ہیں۔ احد احد اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔ اسی دوران سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوتا ہے وہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو یہ سختیاں سہتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ بغیر کسی کا انتظار کیے اسی لمحہ مال لیتے ہیں اور تجارت گاہ پہنچ جاتے ہیں اور تمام ان غلاموں کو خریدتے ہیں اور آزاد کرواتے ہیں جنھیں دین کی وجہ سے تکالیف پہنچائے جانے کا اندیشہ تھا۔

عطاء خراسانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا کہ انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا تذکرہ شروع کیا۔ کہا: وہ دین پر بہت زیادہ فکر مند تھے۔ انھیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہت زیادہ تکالیف دی گئیں انہی مصائب کے دور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ملاقات کی تو دل دیکھ کر پسیج گیا فرمایا: کاش ہمارے پاس کچھ مال ہوتا ہم بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیتے۔ یہ بات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو حضرت عباس سے ملے کہا روپیہ میں ادا کروں گا بلال خرید کر میرے حوالہ کرو۔ انھوں نے خرید لیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا۔ [1]

سیرت ابن ہشام: ۱/ ۳۱۸ میں آتا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو ایک سیاہ فام غلام کے عوض جو کہ مشرک تھا امیہ بن خلف سے خریدا تھا۔

ابن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے جب اپنے آقاؤں کے سامنے اظہارِ اسلام کیا تو انھوں نے انھیں دھوپ میں لٹا دیا اور طرح طرح کی تکالیف پہنچائیں اور کہنے لگے لات اور عزی کو معبود مانو، مگر وہ احد احد پکارتے تھے کہ اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے یہ معاملہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو ان کے آقاؤں کے پاس آئے اور کہا: انھیں قتل کرنے کے درپے کیوں ہو یہ کبھی تمھاری بات نہ مانیں گے انھوں نے کہا زیادہ ترس آتا ہے تو اسے خرید لو۔ تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دو سو اسّی (۲۸۰) درہم میں خرید لیا اور آزاد کر دیا۔ [2]

حضرت قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خریدا وہ پتھروں کے نیچے دبے ہوئے تھے۔ دو سو سونے کے برابر درہم سے خریدا۔ دشمنوں نے کہا اے ابوبکر! اگر تم صرف چالیس درہم قیمت لگاتے ہم نے بلال کو اتنے میں ہی فروخت کر دینا تھا۔

[1] الاستیعاب: ۲/ ۳۲، اسد الغابہ: ۱/ ۲۴۳۔ [2] طبقات: ۳۔۱/ ۱۶۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اگر تم چار ہزار درہم بھی مانگتے تو میں انھیں خرید لیتا۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یاد کرتے تو کہتے ابوبکر تو ہمارے سیدو سردار ہیں اور انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کرایا وہ بھی ہمارے سیدو سردار ہیں۔ [2]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی گواہی قرآن سے:

مفسرین بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿١٩﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿٢١﴾﴾

(اللیل:۱۹ تا ۲۱)

''اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے وہ نیک خیرات فقط اپنے بلند رب کی رضا کے لیے کرتا ہے عن قریب وہ اس سے راضی ہوگا۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوا ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا اور آزاد کر دیا۔ تو مشرکوں نے طعنہ زنی کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں احسان کا بدلہ چکاتے ہوئے آزاد کرایا ہے کہ حضرت بلال نے کوئی احسان کیا تھا۔

اس کی تردید کے لیے یہ آیات نازل ہوئیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فقط رضائے الٰہی کے لیے انھیں اللہ کی راہ میں آزاد کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہوں گے۔

یہ ہے وہ داستانِ دلخراش کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مشرکوں کے ہاتھ سے کس طرح نجات ملی اور انھوں نے ایمان کے وسیع آنگن میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کس طرح حاصل کی۔ اب اس چشمۂ صافی سے سیراب ہوتے رہے وہ سعادت کی گھڑی بھی آن پہنچی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سینہ کو سکون سے بھر دیا اور تکالیف کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا اور ان کی قدر و منزلت میں سرفرازی عطا کی۔

جب عرش والے نے حمایت کا اعلان کیا:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ افراد تھے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے مشرکوں نے کہا ان لوگوں کو اپنے سے دور ہٹا دو۔ یہ ہمارے پاس آنے کی جرأت نہ کریں جن کے متعلق انھوں نے یہ کہا ان میں ابن مسعود، بلال اور ہذیل کا ایک آدمی اور دو اور آدمی تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿٥٣﴾﴾ (الانعام:۵۲، ۵۳)

[1] الحلیہ:۱/ ۱۵۰، سیر للذہبی:۱/ ۳۵۳۔　[2] بخاری:۳۷۵۴، کتاب المناقب، طبقات:۳۔۱/ ۱۶۶۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

"ان لوگوں کو دور نہ ہٹائیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں جو اس کا چہرہ چاہتے ہیں تیرے اوپر ان کے حساب کا کچھ نہیں اور نہ ہی تیرے حساب میں سے ان پر کوئی چیز ہے تو انھیں ہانکے گا تو ظالموں سے ہو گا۔ اسی طرح ہم نے ان کے بعض کو بعض کے ساتھ آزمائش میں ڈالا تاکہ یہ کہیں کہ یہی ہیں وہ جن پر اللہ نے ہمارے درمیان سے احسان کیا ہے کیا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو جانتا نہیں۔"[1]

جس پر بلال رضی اللہ عنہ ناراض اس پر رب العزت ناراض:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دربارِ رسالت سے ایک ایسا یادگار اعزاز ملا ہے کہ تمام دنیا اور اس میں موجود اشیاء اس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں وہ یہ اعزاز ہے کہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت بلال کے کسی پر غضبناک ہونے کی وجہ سے اس پر غضبناک ہو جاتے ہیں۔

عائذ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے پاس آئے ان کے علاوہ بھی افراد موجود تھے۔ ان بزرگوں نے تبصرہ کیا اللہ تعالیٰ کی تلواروں نے اس اللہ کے دشمن سے حقیقی انتقام نہیں لیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ تم ایسی ناروا بات قریش کے سردار اور شیخ سے کہہ رہے ہو یہ کہنا درست نہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ اس بات کی آپ کو اطلاع دیں سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! کہیں انھیں غضبناک تو نہیں کر دیا اگر تم نے انھیں غضبناک کر دیا تو یقیناً تم نے اپنے رب کو غضبناک کیا۔ یہ حیران کن حکم سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضرت بلال، حضرت سلمان اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لے گئے اور پکار کر کہا۔ اے میرے بھائیو! میری بات کا غصہ تو نہیں کیا انھوں نے کہا اے ہمارے بھائی جان! نہیں اللہ تعالیٰ تمھیں معاف فرمائیں غصہ کا ہے کو کرنا ہے۔[2]

آہ! کائناتِ عالم کی ساری دولت بھی اس زندہ و جاوید اعزاز کے مقابل کچھ بھی نہیں دنیا کو زوال ہے اس اعزاز کو زوال نہیں۔

وہ بلال رضی اللہ عنہ جنت جن کی مشتاق ہے:

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اسلام کے ساتھ ایسا والہانہ قلبی اور جسمانی لگاؤ تھا۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے اتنی زیادہ محبت کرتے تھے کہ قلم کے بس کی بات نہیں اسے تحریر کر سکے ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس آتے ہیں ان کے پاس کھجوروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ پوچھا:

"مَا هٰذَا يَا بَلَالُ"

"بلال یہ کیا ہے۔"

---

[1] صفوة التفاسير:۳/ ۵۵۔

[2] مسلم:۲۵۰٤، نسائی فی فضائل الصحابة:۱۷۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ:

"اِدَّخَرْتُهُ لَكَ وَ لِضِيْفَانِكَ"

"یہ میں نے آپ کے لیے اور آپ کے مہمانوں کے لیے ذخیرہ کر رکھی ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کو یہ اندیشہ نہیں کہ کہیں یہ کھجوریں دوزخ کے بخارات نہ بن جائیں؟ انھیں خرچ کرو۔ اے بلال! عرش والے کے لیے مال میں قلت پیدا کرنے میں مت اندیشہ کرو وہ کمی نہ کرے گا۔ [1]

نبی اکرم ﷺ ایک دوسری مرتبہ آتے ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس سے بھی عظیم تر بشارت دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"اِشْتَاقَتِ الْجَنَّةُ اِلٰى ثَلَاثَةٍ عَلِيٍّ وَّ عَمَّارٍ وَّ بَلَالٍ" [2]

جنت تین آدمیوں کا خود اشتیاق رکھتی ہے (۱) حضرت علی بن ابی طالب (۲) حضرت عمار بن یاسر (۳) حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہم۔ اللہ اکبر یہ نصیب لوٹنے کی جاہ ہے۔

ہم اس عظیم خوشخبری کے بعد حیران ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سطح زمین پر کس طرح پاؤں رکھتے تھے۔ بلکہ خوشی سے زمین پر اڑتے ہوں گے۔

وہ غلام جس کی شہرت آسمانوں کو چیر گئی:

قارئین کرام......!! ذرا غور فرمائیں چند لمحات پہلے ایک گمنام حبشی غلامی جو تھا اب اسلام کی بدولت زمین میں شہرت دوام پاتا ہے۔ زمین کے آفاق ہی اس کی عظمت کے گواہ نہیں یہ تو آسمانوں پر پرے افلاک بھی دھوم مچا دیتا ہے اور اتنا بلند ہوتا ہے کہ جنت بھی اس کے داخلے کے لیے سراپائے شوق بن جاتی ہے۔

بہت زیادہ لوگ بشریت کی بلند چوٹیوں پر فائز ہونے والے یا جاہ و منصب کے مالک اور اثر و نفوذ رکھنے والے اور اصحاب ثروت جو کامرانیاں حاصل کرتے ہیں وہ یادگار رہونے میں ان سرفرازیوں کا دسواں حصہ بھی نہیں جو ایک حبشی غلام سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے حاصل کی ہیں۔

ہم تو یہاں تک عرض گزار ہیں اور اس میں مبالغہ بھی نہیں کہ بہت سارے تاریخ ساز بہادر بھی وہ تاریخی حیثیت حاصل نہیں کر سکے جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حاصل کی ہے۔

ان کی جلد کی سیاہ فامی، ان کے حسب و نسب کی پستی اور لوگوں کا اپنے ہاں ایک غلام ہونے کی وجہ سے انھیں حقارت کی نگاہ سے دیکھنا انھیں اس بلند چٹان پر بسیرا کرنے سے محروم نہیں کر سکا جو انھوں نے دین اسلام پر ایثار کا مظاہرہ کر کے اس کی صداقت پر یقین پیدا کر کے اور اپنی طہارت اور اسلام کے لیے اپنی ہستی مٹا کر جس کی اہلیت پیدا

[1] طبرانی کبیر عن ابن مسعود، بزار عن بلال، و عن ابی هریرة، صحیح الجامع: ۱۵۱۲، وصححه الالبانی۔

[2] ترمذی: ۳۷۹۸، ابواب المناقب مستدرك: ۳/ ۱۳۷، وصححه وافقه الذهبی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی تھی۔ ❶

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

فرش پر چلنے والے بلال عرش پر آہٹ پیدا کرتے ہیں:

آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ جنت حضرت بلال کی شوق سے منتظر ہے یہ بشارت حقیقت بن چکی ہے۔ نبی اکرم ﷺ اس شوق کی صدا خود اپنے مبارک کانوں سے سن رہے ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلاتے ہیں: اے بلال! جنت میں میرے آگے چلنے کا کیا عمل ہے۔ میں گزشتہ روز جنت میں داخل ہوا ہوں اور میں نے اپنے آگے تمہارے جوتے سمیت پاؤں کی آہٹ سنی ہے اور میں ایک مربع شکل کے سونے کے محل کے پاس آیا ہوں اور میں نے دریافت کیا یہ محل کس کا ہے مجھے بتایا گیا یہ محمد ﷺ کی امت میں سے ایک آدمی کا ہے۔ میں نے کہا جس کی امت ہے میں وہی محمد ﷺ ہوں بتاؤ وہ کون ہے جس کا یہ محل ہے انھوں نے کہا یہ ایک عرب آدمی کا ہے میں نے کہا میں بھی عربی ہوں بتاؤ یہ کس کا محل ہے انھوں نے کہا یہ قریش میں سے ایک آدمی کا ہے میں نے کہا میں قریشی بھی ہوں۔ بتاؤ یہ کس کا محل ہے تب بتایا گیا یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا محل ہے۔

اب حضرت بلال نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے جب بھی آذان کہی ہے دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور جب بھی وضوء ٹوٹا ہے میں وضوء کر لیتا ہوں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا یہی وجہ ہے تمھیں یہ درجہ ملا ہے۔ ❷

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فجر کی نماز کا وقت تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے بلال! مجھے بتاؤ وہ کونسا پر امید عمل ہے جو اسلام میں تم نے کیا ہے کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ عرض کی۔ میں نے کوئی ایسا زیادہ امید افزا عمل تو نہیں کیا مگر ایک کام کرتا ہوں رات ہو یا دن ہو کسی وقت بھی وضوء ٹوٹا ہے تو میں جب وضوء کرتا ہوں تو اس وضوء کے ساتھ جو میرے مقدر میں ہے نماز پڑھتا ہوں۔ ❸

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے خود کو دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں تو اچانک دیکھتا ہوں کہ رمیصاء رخسا پر داغ والی) جو کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہے۔ وہ وہاں کھڑی ہیں اور میں نے پاؤں کی چاپ بھی سنی میں نے کہا یہ کون ہے جس کی آہٹ آرہی ہے بتایا گیا یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں اور میں نے ایک محل دیکھا اس کے صحن میں ایک لونڈی موجود ہے میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے بتایا گیا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا

---

❶ رجال حول الرسول: ۱۰۳۔

❷ احمد:۵/ ۳۶۰، ترمذی:۳۶۸۹، مستدرك:۳/ ۲۸۵، صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاه و اوفقه الذهبی۔ ❸ مسلم:۲٤٥٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ میں نے پہلے تو ارادہ کیا کہ اس میں داخل ہو کر اس کے اندر سے دیکھوں پھر مجھے اے عمر تمہاری غیرت یاد آئی اس لیے میں رک گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ پر تو غیرت نہیں آتی۔ [1]

مقولہ ہے جیسا عمل ویسا بدلہ یہ تمام عمل صالح پر مداومت اور ہمیشگی کرنے کا ہی ثمر ہے جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا کہ جنت میں آہٹ پہنچ جاتی ہے اور خود زمین پر ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کمال نکتہ آفرینی فرمائی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر آذان دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت میں وہی مثال پیش کر دی۔

غلط فہمی کا ازالہ:

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جنت میں داخل ہوئے تھے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تو تابع کا مقام رکھتے ہیں۔ اصل میں یہ اشارہ تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنی پوری زندگی اس حالت پر باقی رہیں گے اور اپنی اس منزلت پر ہمیشہ رہیں گے اور اس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت بیان ہوئی ہے۔ [2]

راہِ اللہ میں ہجرتِ مبارکہ:

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت مبارکہ کی اجازت مرحمت فرمائی تو جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ہجرت کی ان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مکہ کی تنگنائیوں سے نکل کر ان انصار کے وسیع آنگنوں میں اترے جن انصار کی تعریف قرآن پاک میں مذکور ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (الحشر: ۹)

''اور وہ لوگ جنھوں نے گھر اور ایمان کو جگہ دی یہ ان کو پسند کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کرتا ہے اور اپنے سینوں میں جو انھیں دیا گیا اسے خرچ کرنے میں تنگی نہیں پاتے اور وہ دوسروں کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں خود ضرورت ہو اور جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچایا گیا وہ کامیاب ہے۔''

ادھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے ادھر انھیں بخار نے لپیٹ میں لے لیا۔

جب مکہ کی یاد نے تڑپایا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف آور ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بخار ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب بھی بخار ہوتا تو کہا کرتے تھے:

---

[1] بخاری: ۳۶۷۹، مسلم مختصراً: ۲۴۵۷۔ [2] فتح الباری: ۳/ ۴۳۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

كُلُّ امْرِيٍ مُصَبَّحٌ فِيْ اَهْلِهٖ
وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

''ہر آدمی جو اپنے گھر میں صبح کرتا ہے موت اس کے جوتے کے تسمہ سے بھی نزدیک تر ہے۔''

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب ان کا بخار اتر تا تو بلند آواز سے کہا کرتے تھے:

اَلَا لَيْتَ شِعْرِیْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَّ حَوْلِیْ اِذْخِرٌ وَّ جَلِيْلٌ

''خبردار! مجھے کوئی بتائے کیا میں اس وادی میں رات گزاروں گا جس میں میرے اردگرد اذخر اور جلیل گھاس لہراتی ہوگی۔(یہ مکہ میں تھا)''

وَ هَلْ اَرِدَنَّ يَوْمًا مِّيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَ هَلْ يَبْدُوَنَّ لِیْ شَامَةٌ وَّ طَفِيْلٌ

''کیا میں مکہ کے بازار مجنہ کے چشموں میں وارد ہوں گا کیا مکہ کے قریب والے دو پہاڑ، شامہ اور طفیل میرے سامنے نمایاں ہوں گے۔''

اس آرزو کے اظہار کے بعد بددعاء کرتے:

''اے میرے اللہ! عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف پر لعنت فرما۔ جنھوں نے ہمیں مکہ کی باصفا جگہ سے نکال کر وباء والی جگہ کی طرف نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ [1]

اس حدیث کی تکمیل یوں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:

''اے ہمارے اللہ! مدینہ بھی ہمارے لیے اسی طرح محبوب بنا دے جس طرح مکہ محبوب بنایا تھا بلکہ اس مکہ سے بھی زیادہ پیارا ہو جائے۔ اے ہمارے اللہ! ہمارے صاع اور مد (صاع کے چوتھے حصہ) میں برکت دے اور اسے ہمارے لیے صحت افزا بنا دے اور اس کا بخار جحفہ کی جانب منتقل کر دے۔''

اس سے ثابت ہوا بعد میں مدینہ وباء والا نہ رہا تھا اس کی وباء جحفہ تک منتقل ہوگئی یہ جحفہ اس وقت غیر مسلموں کا مسکن تھا جب یہ مسلمانوں کی رہائش گاہ بنا تو پھر وباء وہاں سے بھی ختم ہوگئی تھی۔(مترجم)

حضرات......!! حضرت بلال رضی اللہ عنہ شوق اور پیار میں بے تاب نظر آ رہے ہیں حالانکہ مکہ کے ساتھ ان کی زندگی کی تلخ ترین یادیں وابستہ تھیں وہاں انھیں طرح طرح کے مصائب کا شکار بنایا گیا لیکن اس کی یاد دل سے جاتی نہیں وجہ یہ

---

[1] بخاری: ١٨٨٩، فی فضائل المدينة ،باب:١٢،اور مناقب انصار،رقم:٣٩٢٦، پر باب مقدم النبیؐ و اصحابه المدينة و كتاب المريض باب عيادة الرجال النساء:٥٦٧٧، باب من دعا برفع الوباء والحمّٰی احمد:٦/ ٢٦٠، طبقات:٣۔١/ ١٦٥،هشام عن ابيه۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ انھیں حیات نو یعنی ایمان کی شیرینی کا ذائقہ اسی سرزمین سے ہی ملا ہے اس کی حلاوت میں ان تکالیف کی کڑواہٹ محسوس نہ ہوتی تھی۔

آذان کا آغاز اور جب بلال مؤذن بنے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمان مدینہ منورہ میں آئے تو اس لیے اجتماع کیا کہ وہ مشورہ کریں کہ نماز کے وقت کا تعین کیسے کریں کیونکہ ابھی تک آذان کا وجود نہ تھا اس بارے میں گفتگو جاری ہوئی۔

ایک نے کہا: عیسائیوں کی گھنٹی کی مانند گھنٹی بنوائیں اور نماز کے وقت بجایا جائے ایک نے کہا یہودیوں کے نرسنگا کی مانند، نرسنگا لیں اور اس میں آواز دی اور جمع کرلیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا سب چھوڑو ایک آدمی اٹھاؤ جو نماز کے لیے پکار لگایا کرے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! اٹھو اور نماز کے لیے پکارو۔

یہ اذان کے آغاز کا واقعہ بہت ہی ایمان افروز ہے اس سے طبیعت پر خوشگوار اثرات پڑتے ہیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ میں قرار پکڑا تو آپ کے پاس مہاجر بھائی جمع ہوئے اور انصار کا معاملہ بھی یکجا ہوا اسلام کا حکم مستحکم ہوا نماز کا نظام وجود میں آیا زکوٰۃ اور روزے فرض کیے گئے حدود کا قیام عمل میں آیا۔ حلال اور حرام کی تمیز فرض ہوئی اور مدینہ والوں کے درمیان دین بندی اسلام نے جگہ بنالی اور انصار کا قبیلہ ہی تھا۔ جنھوں نے گھر اور ایمان کو پناہ گاہ مہیا کی۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد نمازوں کے اوقات کی حد بندی کے لیے لوگ اکٹھے ہوئے اتفاقاً ہی ہوئے تھے باقاعدہ دعوت نامہ نہ دیا گیا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ جس طرح یہودی نرسنگا بجاتے ہیں ہم بھی نماز کے لیے وہی بجادیا کریں پھر خود ہی اسے ناپسند کیا۔ پھر لوگوں کو حکم دیا عیسائیوں کی مانند ناقوس مارا جائے اسے تیار بھی کرلیا گیا کہ یہ ناقوس نماز کے لیے بجایا کریں گے۔

اسی دوران، حضرت عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ جو بنو حارث بن خزرج میں سے تھے نے خواب میں آذان دیکھی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب دیکھا ہے۔ رات میرے پاس سے ایک گردش کرنے والا گزرا ہے اس نے دو سبز کپڑے زیب بدن کر رکھے تھے۔ اس نے ہاتھ میں ناقوس (گھنٹی) اٹھا رکھا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

اے اللہ کے بندے! کیا تو یہ ناقوس فروخت کرنا چاہتا ہے؟ اس نے پوچھا تو اسے کیا کرے گا میں نے کہا اس کے ذریعہ ہم نماز کے لیے لوگوں کو بلائیں گے۔ اس نے جواب دیا کیا میں تجھے اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں۔ میں نے کہا وہ کیا ہے اس نے کہا۔ کہہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ ۔ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ حی علی الصلاۃ حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ۔

جب عبداللہ نے یہ کلمات رسولِ اکرم ﷺ کو بتائے تو آپ نے فرمایا:

"اِنَّھَا لَرُؤْیَا حَقٌّ اِنْ شَاءَ اللّٰہ"

"ماشاء اللہ یہ تو سچا خواب ہے۔"

بلال کو سکھاؤ وہ ان کے ساتھ آذان کہے کیونکہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کلمات کے ساتھ آذان دی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے وہ سنے وہ گھر میں تھے۔ جلدی سے چادر گھسیٹتے ہوئے رسولِ اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے اسی طرح کی آذان خواب میں دیکھی تھی رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اس پر تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں جس نے میری امت میں ایسے افراد پیدا کیے جنھوں نے آذان دیکھی ہے۔[1] اس سے ثابت ہوا کہ حضرت بلال سب سے پہلے موذنِ اسلام ہیں۔

جب امیہ بن ابی خلف سے قصاص لیا:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک تھے اور جنگ میں دشمن سے سخت لڑائی کی اور بہت اچھے کارنامے سرانجام دیے۔

اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی کہ اب یہ امیہ بن خلف سے قصاص لیں جو مکہ کی تپتی ہوئی سرزمین پر انھیں مشق ستم بنایا کرتا تھا۔ جلیل القدر صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمیں بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امیہ بن خلف سے قصاص لینے پر کس طرح حضرت بلال کو قدرت دی۔

فرماتے ہیں کہ امیہ بن خلف مکہ میں میرا دوست تھا میرا نام عبدعمرو ہوا کرتا تھا لیکن جب میں مسلمان ہوا تو میں نے اپنا نام عبدالرحمٰن رکھا جب جنگ بدر کا دن تھا میں امیہ کے پاس سے گزرا وہ اپنے بیٹے کے ساتھ کھڑا تھا۔ جس کا نام علی بن امیہ تھا اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے کھڑا تھا۔ اور میرے پاس زرہیں تھیں جنھیں میں نے دشمن سے چھینا تھا۔ میں انھیں اٹھائے جارہا تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا اے عبدعمرو! میں نے اسے جواب نہ دیا۔ پھر کہا اے عبدالہ! میں نے کہا

---

[1] ابوداود ، کتاب الصلاۃ ،باب بدء الاذان:۱/ ۴۹۹، بخاری ، کتاب خلق افعال العباد:۴۸، دارمی فی کتاب الاذان باب فی بدء الاذان:۱/ ۱۱۸۷، ترمذی ، کتاب الصلاۃ باب ما جاء فی بدء الاذان:۱/ ۱۸۹، مسند احمد:۴/ ۴۳، ابن خزیمہ: ۱/ ۳۷۰، سنن بیھقی:۱/ ۳۹۱، حدیث صحیح و صححہ جماعۃ، بخاری ذھبی نووی، وغیرھم التلخیص الحبیر:۲/ ۲۰۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاں: کہا کچھ میرے بارے میں کر سکتے ہو میں ان زرہوں سے بہتر ہوں میں نے کہا ہاں کرتا ہوں میں نے زرہیں ہاتھ سے پھینک دیں۔ میں نے اسے ہاتھ سے پکڑا اور اس کے بیٹے کو بھی پکڑا اور وہ یہ سنا رہا تھا آج کی مانند میں نے کبھی سخت دن نہیں دیکھا کیا دودھ کی ضرورت ہے یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ میں ان دونوں باپ بیٹا کو لے کر چل پڑا۔ ❶

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ابن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیہ بن خلف نے مجھ سے کہا جب کہ میں ان دونوں باپ بیٹے کو ان کے ہاتھوں سے پکڑے جا رہا تھا۔ اے عبدالالہ وہ کون ہے جو اپنے سینہ پر شتر مرغ کا نشان زدہ تیر لگائے ہوئے ہے میں نے بتایا وہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اچھا وہی جس نے ہمارا ستیاناس کر دیا ہے۔

میں ان دونوں باپ اور بیٹا کو چلا کر جا رہا تھا کہ امیہ کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا یہی امیہ تھا جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے سزائیں دیا کرتا تھا جب مکہ کی زمین آگ برساتی تو انھیں پشت کے بل لٹا دیا کرتا تھا پھر ایک بڑی چٹان لانے کا حکم دیتا جو ان کے سینہ پر رکھ دی جاتی اور یہ کہتا کہ اسی طرح شکنجہ میں رہو گے یا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے علیحدگی اختیار کر لو لیکن حضرت بلال یہی کہتے جا رہے تھے۔ احد احد۔

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ کو دیکھ لیا تو کہا وہ کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف ہے آج اگر یہ بچ گیا تو میرے زندہ رہنے کا کیا فائدہ؟

میں نے کہا بلال! یہ میرے قیدی ہیں تم انھیں مارنا چاہتے ہو۔ بلال نے کہا آج اگر یہ بچ جائے تو میری زندگی کا کیا فائدہ ہے میں نے غصہ سے کہا اے کالی عورت کے بیٹے! تو سنتا نہیں میں کیا کہہ رہا ہوں کہا نہیں اگر یہ بچ گیا تو میرا مقصد ناکام ہوا اور چلا کر کہنے لگا۔ اے اللہ کے انصار! کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف یہ ہے آج اگر یہ نجات پا گیا تو میں تو ناکام ہوا بس دیکھتے ہی دیکھتے انھوں نے ہمیں گھیر لیا اور میں ان کا دفاع کر رہا تھا ایک آدمی نے میرے پیچھے سے اس کے بیٹے کے پاؤں پر تلوار ماری اور اسے کاٹ کر اسے گرا دیا امیہ نے ایسی چیخ ماری میں نے اتنی خوفناک چیخ کبھی نہیں سنی۔ میں نے کہا امیہ خود کو بچا لے تجھے بچانا میرے بس میں نہیں۔ لوگوں نے ایسا حملہ کیا کہ ان کے ٹکڑے کر دیے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ میری زرہیں بھی ضائع ہوئیں اور میرے قیدی مار کر مجھے دردمند بھی کر دیا۔ ❷

جب کعبہ پر آذان بلالی نے سماں باندھا:

دن بھی کتنی تیزی سے گزر جاتے ہیں ایک وقت وہ تھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہیں اور کعبہ کو مخاطب کرتے

---

❶ تاریخ طبری:۲/ ۳۵، کامل ابن اثیر:۲/ ۱۲۷، عیون الاثر: ۱/ ۳۹۹، اخرجه ابن اسحاق من طریقین و اسنادھما صحیح۔

❷ بخاری، کتاب الوکالة ،باب اذا وکل المسلم حربیا فی دار الحرب:٤/ ۲۳۰۱، اور کتاب المغازی:۳۹۷۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے فرماتے ہیں:

واللہ! اے اللہ کعبہ تو مجھے روئے زمین کے تمام شہروں سے پیارا ہے اگر میری قوم مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کرتی تو میں ہرگز یہاں سے نہ جاتا۔

لیکن چند ہی سال بعد آپ فاتحانہ انداز پر کعبہ پر غلبہ حاصل کر رہے ہیں۔

انقلابات ہیں زمانہ کے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر براجمان ہیں اور مکہ کی بالائی جانب سے مکہ فتح کے دن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو پیچھے سوار کیا۔ حضرت بلال، حضرت عثمان بن طلحہ جو کہ کعبہ کے کنجی بردار ہیں رضی اللہ عنہم ساتھ چل رہے ہیں اور کعبہ میں آتے ہیں سواری مسجد میں بٹھاتے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے ہیں کہ وہ بیت اللہ کی چابی لائیں دروازہ کھلتا ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوتے ہیں آپ کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید، حضرت بلال، حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم بھی تھے آپ اس میں کافی مدت رہے پھر باہر تشریف لائے لوگ تیزی سے اندر جانے کے لیے آگے بڑھے۔ سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اندر داخل ہوئے انھوں نے حضرت بلال کو دروازے کے پیچھے کھڑا پایا۔ ان سے پوچھا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں میں یہ بھول ہی گیا کہ یہ پوچھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعات پڑھی ہیں۔ [1]

آٹھ رکعات پڑھی تھیں (مترجم) جیسا کہ دوسری روایات میں آتا ہے: امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کعبہ کی چھت پر چڑھیں اور آذان کہیں۔ [2]

اب حضرت بلال رضی اللہ عنہ آذان کا آغاز کرتے ہیں اب نیرنگئ زمان اور مناسبت مکان کی جلوہ گری دیکھنے کے قابل ہے۔

مشرکوں میں حیرت اور مسلمانوں میں جلالت پھیل گئی:

آذانِ بلالی بلند ہو رہی ہے مکہ کی زندگی کی حرکت رک چکی ہے ہزاروں روحیں ایک ساکت روح کی طرح ٹھہری ہوئی ہیں اور پورے خشوع کے ساتھ زیر لب اذانِ بلالی کے کلمات دہرائے جا رہے ہیں اور مشرک اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے ہیں انھیں یقین نہیں آ رہا۔ وہ تصدیق کے لیے تیار نہیں ہو رہے یہ وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ فقراء ہیں جنھیں کل ہم نے اس گھر سے بے یارو مددگار نکالا تھا کیا یہ حقیقت ہے یا خواب دیکھ رہے ہیں کہ واقعتاً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دس ہزار جانثار ایماندار آپ کے جلو میں آتے ہیں اور مکہ کی سرزمین پر غلبہ پاتے ہیں۔

کیا یہ حقیقت ہے کہ یہ وہی ناتواں پیغمبر ہے جو اشکبار کر کے ہم نے یہاں سے نکالا تھا ہم نے اس سے لڑائیاں لڑیں اور ہم نے اس کے قرابتدار اور پیارے خانہ دار تہہ تیغ کیے۔

---

[1] بخاری: ۷/ ۶۱۱، کتاب المغازی۔ [2] زاد المعاد: ۳/ ۴۱۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب یہ حیران تھے کہ کیا یہی وہ نبی ہے جو ہم سے چند لمحوں بعد ہم سے خطاب کرنے والا ہے اور ہماری گردنیں اس کے سامنے سرنگوں ہوں گی اور وہ یہ پیغام روح پرور دے گا جاؤ تم سب آزاد ہو؟ اگرچہ انھیں یقین نہ آ رہا تھا۔ مگر یہ سب کچھ ایک حقیقت تھی جو نکھر کر سامنے آئی لیکن تین قریش کے اشراف جو صحن کعبہ میں بیٹھے تھے۔ انھیں بلال کی شہادت کبریائی نے آتش بداماں کر دیا تھا اور وہ دیکھ رہے تھے کہ بلال ان کے بتوں کو پاؤں کی ٹھوکر سے کچل رہا ہے اور ان کے ریت کے کھنڈرات پر کھڑا اپنی خوبصورت آواز میں آذان نشر کر رہا ہے جس سے مکہ کے ہر گوشہ میں موسم ربیع کی پھیلنے والی عنبر خوشبو کی مہکار اٹھ رہی ہے۔

یہ تینوں حضرات میں سے ایک ابو سفیان رضی اللہ عنہ جو کہ ابھی کچھ لمحات پہلے اسلام کے دامن امن میں آئے تھے دوسرے عتاب بن اسید تھے۔ تیسرے حارث بن ہشام تھے یہ دونوں ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ ❶

عتاب بن اسید نے کہا۔ اسید پر تو اللہ نے کرم کیا ہے اس نے اس پر آذان کی آواز نہیں سنی۔ کیونکہ وہ پہلے فوت ہو چکا تھا اگر زندہ ہوتا تو وہ وہ آواز نہ سنتا جس سے وہ غیظ و غضب کا انگارا بن جاتا۔ حارث بن ہشام نے کہا: واللہ! اگر میں اس پیغمبر کو آوازۂ حق پرست سمجھتا تو میں اس کی اتباع کرتا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو کچھ نہیں کہتا اگر کوئی بات کریں تو یہ کنکریاں میری طرف سے آپ کو اس کی اطلاع دے دیتی ہیں۔ نہایت ہی خفیہ گفتگو کرنے کے بعد یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جو کچھ تم نے کہا ہے اس کا علم ہو چکا ہے۔ پھر ان میں سے ہر ایک نے جو کچھ کہا تھا وہ انھیں بتا دیا اب حارث اور عتاب بھی پکار اٹھے ہم آپ کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں۔

واللہ! جب ہم نے یہ باتیں کیں ایک آدمی بھی ہمارے پاس نہ تھا کہ ہم کہتے کہ اس نے آپ کو بتا دیا ہے آپ سچے پیغمبر ہیں۔ ❷

دم آخریں:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ساری مدت آذان کہی۔ جب حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ کو جا ملے تو ابھی آپ کی میت مبارک چادر میں ڈھانپی ہوئی تھی آپ مدفون نہ ہوئے تھے نماز کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آذان کے لیے اٹھے۔ جب اشھد ان محمدا رسول اللہ تک پہنچے تو آنسوؤں نے گلا گھونٹ لیا۔ آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی اور مسلمان بھی زار و قطار رونے لگے۔ فضا آہوں اور سسکیوں سے سوگوار ہوگئی۔

پھر اس کے بعد تین دن آذان کہی۔ جب بھی **اشھد ان محمد رسول اللّٰہ** پر پہنچتے تو خود بھی روتے اور لوگوں کو بھی رلاتے۔ اس کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ میری آذان سے معذرت قبول فرمائیں۔ آپ کی عدم موجودگی میں مجھ میں آذان کہنے کا یارا نہیں رہا۔ ❸

---

❶ رجال حول الرسول:۱۱۶۔ ❷ ابن هشام، تفسير ابن كثير:۲/ ۱۳۲۔

❸ صور من حياة الصحابة:۳۲۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ مجھے جہاد اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے شام کے علاقہ میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سے شدید محبت رکھتے تھے شروع میں تو انھوں نے تردد کیا اور ٹالتے رہے۔ پھر ان سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ نے مجھے اپنی ذات کے لیے خریدا تھا تو پھر مجھے یہاں روک لو۔ اگر آپ نے مجھے اللہ کی رضا کے لیے خریدا تھا تو مجھے چھوڑ دیجیے اور اللہ کے حکم کی تعمیل کرنے دیجیے۔ [1]

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں جانے کی اجازت دے دی۔ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ غزوہ کرنے کے لیے شام کے علاقہ میں چلے گئے۔ [2]

اب شام کے علاقہ میں عابدانہ اور زاہدانہ زندگی گزار رہے تھے۔ انتظار اسی دن کا تھا جس میں حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہو۔ اب وہ وقت موعود قریب آ رہا ہے جس سے کسی بشر کے لیے راہِ فرار نہیں یہ نامور صحابی اور دنیا جسے مؤذن اول کے لقب سے یاد کرتی ہے اب بستر مرگ پر لیٹتے ہیں۔

سعید بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں: جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو کہنے لگے: کل ہماری اپنے پیاروں اور دلداروں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوگی جو آپ کا گروہ ہیں ان سے ملیں گے یہ سن کر بیوی نے اظہار افسوس کیا فرمایا بیگم افسوس کی نہیں خوشی کی بات ہے۔ [3]

یہی ان کے آخری الفاظ تھے جو انھوں نے کہے۔ (رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ ان کے نام گرامی کو دو عالم میں ہمیشہ رکھے اور جنت نعیم میں ان کی قدروں کو بلند تر کرے۔ (آمین)

واللہ! میں بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اکٹھا کرے تاکہ ہم جنت میں ان کے ہمنشین بن کر دو جنتوں کا فائدہ اٹھائیں۔ آہ! اگرچہ ہم دنیا میں آذان سے محروم رہے ہیں ان شاء اللہ عن قریب ہم ان کی آذان جنت میں سنیں گے۔

کیونکہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيَ أَنفُسُكُمْ﴾ (فصلت:۳۱)

”جنت میں تمھارے لیے وہ کچھ ہوگا جو تمھاری جانیں خواہش کریں گی۔“

ہم جب رحمتِ الٰہی سے جنت میں داخل ہوں گے تو ہم خواہش کریں گے کہ ہم نے آذانِ بلالی سننا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور سنائیں گے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن! تم پر سلام ہو اس وقت تک ہو جب آپ سے رب رحمٰن کی جنت میں ہماری

[1] بخاری:۳۷۵۵، کتاب فضائل الصحابة۔ [2] البداية والنهاية:۵/ ۲۸۹۔
[3] سیر اعلام النبلاء:۱/ ۳۵۹۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ملاقات ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

جب ہم بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے براجمان ہوں گے اور جنت میں حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی میں ہم ناز ونعمت سے خوش وخرم ہوں گے۔

کیونکہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔[1]

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

بجلی سی تڑپ جاتی تھی ہر جنبش کے ساتھ
درد بھی دل میں باندازِ نگاہِ یار ہوتا ہے

[1] متفق علیه عن انس،صحیح الجامع:٦٦٨٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

23

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کی جھلک

یہ وہ فرزندِ اسلام ہیں جنھوں نے جنگِ یرموک میں مر مٹنے کے عزم و ارادہ پر بیعت کی تھی یہ ان افراد میں سے ایک ہیں جو اسلام کے مخالف نبرد آزما رہے ہیں اور تقریباً بیس برس تک سخت ترین انداز پر اسلام کا مقابلہ کیا۔ اس مدت کے دوران، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اذیت ناک کرنے میں ایک لمحہ فروگزاشت نہیں کیا۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں نورِ ایمان کی شمع فروزاں فرمائی تو پھر اس راہِ حق اور صراطِ مستقیم کی نعمت سے محروم رہنے کی وجہ سے ایک لحظہ بھی ایسا نہیں گزارا جب اس محرومی قسمت پر انھوں نے اشک ندامت نہ بہائے ہوں اب انھوں نے حیاتِ نو کے صفحات پر ایسے کارنامے تحریر کیے اور صداقت و اخلاص کی ایسی داستانیں رقم کیں جو یادگار رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال اور شہادتِ گہ الفت میں ماہ و سال صرف کر دیے اخلاص نیت کے خوابوں کو سچی تعبیر بخشی اور شہداء کا رتبہ پایا، اور ہمیشہ رہنے والے درجات بلند حاصل کیے اور یہ اصول ہے اسلام پہلی سب خطاؤں اور گناہوں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے مگر اس کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ دین میں داخلہ سے تبدیلی واقع ہو اور اپنے مولیٰ و خالق کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا ہو اور گزشتہ جاہلیت سے مکمل بائیکاٹ ہو اس دور کے ساتھ تمام قسم کی وابستگیاں ختم کر دی ہوں تبدیلی یہی ہے کہ برے اعمال کی جگہ صالحہ اعمال لے لیں اور چلن اور طور طریقے اچھے ہو جائیں۔ [1]

مردہ سے زندہ پیدا ہوا:

یہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ عکرمہ بن ابوجہل ہیں جن پر اللہ عزوجل کا فرمانِ حق صادق آتا ہے: ﴿وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ (آل عمران:۲۷) تو مردہ سے زندہ نکالتا ہے۔

ان کا باپ ابوجہل ہے جو کہ ایسا مردہ دل تھا جس نے ایک دن بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا اور نہ کبھی ایمان لایا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کی صلب سے یہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ نمودار کیے جن کا دل زندہ و بیدار تھا۔ ہاں یہ اسلام دیر سے لائے تھے لیکن اس کی کمی دور کر دی کہ ہر بھلائی کا کام سرانجام دیا اپنی عمر کے آخری لمحات میں اپنی جان، مال ہر چیز اسلام پر نچھاور کر دی گویا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو کارِ خیر بجا لانے تھے اس کے بعد انھوں نے اس کے عوض

[1] فرسان من عصر النبوت، ص:۷۵٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمانہ کی رفتار کو نیکیوں کی بجا آوری میں تیز گام چلا دیا کہ وہ مقام رفتہ حاصل کر سکیں۔

رکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

سفر زندگی کا آغاز:

اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی زندگی کا سفر اس طرح شروع ہوا یہ اس ابوجہل جو کہ کافر تھا اس کی پرورش میں پروان چڑھتا ہے اس کے باپ نے اپنے دل سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت ہی عداوت رکھے گا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے باپ کی عداوت سے مغلوب ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اور اپنے باپ کی اطاعت میں سرگرم تھے اور ہر چھوٹی اور بڑی بات میں اپنے باپ پر اعتماد کرتے تھے۔

غزوۂ بدر رونما ہوا حضرت عکرمہ اس میں شامل ہوتے ہیں ان کا باپ تین دن وہاں ٹھہرا اونٹ ذبح کرتا رہا، شراب نوشی میں مست رہا اور گانے والیاں موسیقی کی تھاپ پر اس کے لیے گا رہی اور تھرک رہی تھیں جب یہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن معرکہ بپا ہوا تو ابوجہل قتل ہوا اسے معاذ بن عمرو بن جموح اور معوذ بن عفراء نے قتل کے لیے زمین پر گرایا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کاٹا۔

یہ عکرمہ مکہ کی جانب لوٹتے ہیں اور میدانِ بدر میں اپنے باپ کی لاش بے گور و کفن چھوڑ آتے ہیں اسے دفن کرنے کی ہمت نہیں پاتے۔ اب حالت تبدیل ہو جاتی ہے پہلے تو حضرت عکرمہ کو اسلام سے عداوت تھی اپنی قوم یا اپنے دین کی حمیت و غیرت میں ہی مخالفت تھی لیکن اب صرف یہی صورت حال نہ تھی بلکہ اب اپنے باپ کے انتقام کی آگ نے اس عداوت کو دو آتشہ کر دیا تھا۔ اب یہ اس کام میں شروع ہو گئے کہ لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کی عداوت پر آمادہ کرنے لگے۔

حتیٰ کہ غزوۂ احد شروع ہو جاتا ہے عکرمہ اور ان کے ساتھ ان کی اہلیہ ام حکیم بھی میدان میں جاتے ہیں ام حکیم کے جانے کا مقصد یہ تھا کہ عورتوں کو بہادروں کی صفوں کے پیچھے کھڑی کریں گی تاکہ دف بجائیں اور قریش کو لڑائی کی ترغیب دلائیں اور جب ان کے شاہسوار راہِ فرار اختیار کرنے کا سوچیں تو یہ انھیں ثابت قدمی پر آمادہ کریں میدان سے بھاگنے نہ دیں۔

خالد بن ولید دشمنوں کے لشکر کے دائیں حصہ پر مقرر تھے اور عکرمہ بن ابی جہل بائیں حصہ پر سپہ سالار تھے۔ ان دونوں نے سخت معرکہ آرائی کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درہ پر کھڑے تیز انداز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے خطا ہوئی انھوں نے پہاڑ کا درہ چھوڑ دیا خالد اور عکرمہ اور ان کے ساتھ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ستر افراد شہید کر دیے اس مسلمانوں کے جانی نقصان کی عکرمہ کو حد درجہ خوشی ہوئی اور ابوسفیان نے تو یہاں تک کہا کہ آج ہم نے بدر کے نقصان کا بدلہ چکا دیا ہے یہ جنگِ خندق کے دن جب مشرکوں نے ارادہ کیا کہ مسلمانوں پر اچانک ہجوم کر دیں اور مدینہ پر قابض ہو جائیں جب وہ مدینہ میں داخلہ کے لیے آتے ہیں تو اس کے گرد ایک لمبی چوڑی خندق پاتے ہیں جو مدینہ منورہ اور ان کے درمیان حائل ہے یہ مسلمانوں کو حصار اور گھیرے میں لینے پر مجبور ہو گئے جب کہ وہ گھروں سے نکلتے وقت اس سنگین صورت حال کے لیے تیار نہ تھے کیونکہ یہ ایک تدبیر تھی عرب اس سے پہلے اس سے آشنا نہ تھے کہ یوں مدینہ کے گرد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خندق ہوگی انھیں اس کا وہم وگمان بھی نہ تھا کہ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے۔

مشرک غصہ سے لبریز خندق کے گرد چکر کاٹتے ہیں کوئی کمزور پہلو تلاش کرتے ہیں تاکہ اس سے مدینہ میں اتر سکیں اور مسلمان، مشرکوں کی جولانگاہوں کا گردنیں اٹھا کر مشاہدہ کرتے تھے ان پر تیر باری کرتے تاکہ یہ قریب آنے کی جرأت نہ کریں اور نہ ہی گھس سکیں یا مٹی انڈیل کر کوئی راستہ نہ بنالیں جس کی وجہ سے یہ خندق عبور کرکے مدینہ میں آسکیں۔

قریش کے شاہسواروں نے خندق کے پیچھے بے فائدہ ٹھہرے رہنے کو پسند نہ کیا۔ اس حصار کے نتائج کا انھوں نے انتظار کیے بغیر یہ قدم اٹھایا اور یوں انتظار کرنا ان کی عادت بھی نہ تھی کہ ایک جماعت عمرو بن عبدود کی قیادت میں نکلتی ہے عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار بن خطاب وغیرہ بھی ان کے ساتھ تھے، انھوں نے خندق کے ایک تنگ مقام سے اندر گھسنے کی کوشش کی اور ان کے گھوڑے خندق اور سلع پہاڑ کے درمیان شور والی زمین میں گھومتے تھے کہ ان کی حفاظت کریں۔

ادھر سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک نفری لے کر مقابلہ کے لیے نکلتے ہیں اور خندق کے اسی رخنہ پر رکتے ہیں جس سے انھوں نے اپنے گھوڑے داخل کیے تھے اتنی دیر میں عمر نے مبارزہ کی دعوت دی او مقابلہ کے لیے للکارا اس کی پکار کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قبول کیا اور ایسی بات کہی جس سے عمرو کے تن بدن میں آگ لگ گئی یہ مشرکوں میں سے شجاع ترین آدمی تھا او ان کے بے مثال بہادروں میں شمار ہوتا تھا یہ گھوڑے سے اترتا ہے اور اس کے پاؤں کاٹ دیتا ہے اور اس کے چہرے پر تلوار مارتا ہے اور پورے جوش سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہوتا ہے کچھ دیر یہ دونوں گھومتے ہیں اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عمرو کو قتل کر دیتے ہیں اور دوسرے ساتھی شکست خوردہ ہو کر بھاگتے ہیں اور خندق سے ہو کر نکل جاتے ہیں یہ لوگ اتنے مرعوب ہوئے کہ عکرمہ اپنا نیزہ چھوڑ جاتے ہیں اور عمرو کو وہیں چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ [1]

جب عکرمہ راہِ فرار اختیار کر گئے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسولِ اکرم ﷺ نے لوگوں میں امن کا اعلان فرمایا چھ افراد امن سے مستثنیٰ قرار دیے ان میں سے چار مرد تھے اور دو عورتیں تھیں جنھیں امن نہ دیا تھا ان میں عکرمہ بھی تھے یہ فرار ہونے کے لیے ایک کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو سمندر میں طوفان آجاتا ہے اور اب کشتی والے کہتے ہیں خالص اللہ تعالیٰ کو پکارو یہاں تمہارے خود ساختہ معبود بے بس ہیں کچھ کام نہ آئیں گے یہ سن کر عکرمہ کہتے ہیں، واللہ! اگر سمندر میں خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنے سے ہی نجات حاصل ہوتی ہے تو پھر خشکی پر بھی اس کے سوا کوئی نجات دینے والا نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا اے میرے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں جس بھنور میں پھنسا ہوں اگر تو نے مجھے اس سے نجات دی تو میں سیدھا محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کروں گا کیونکہ آپ بڑے ہی درگزر کرنے والے، کریم انسان ہیں نجات پائی تو سیدھے رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کرلیا۔ [2]

---

[1] الرحیق المختوم:،ص: ۳۳۰۔ [2] ابوداود، نسائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں داخلہ کی تفصیل:

جب عکرمہ یمن کی جانب بھاگ گئے تو ان کی اہلیہ ام حکیم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتی ہیں اور اپنے خاوند عکرمہ کے لیے امان طلب کرتی ہیں جب کہ یہ خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسلام قبول کر چکی تھیں انھیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خاوند کے لیے بھی امان دے دی کہ وہ آئیں تو انھیں امن دیا جائے گا۔

اب یہ اپنے خاوند عکرمہ کی تلاش میں نکلتی ہیں تو انھیں تہامہ کے علاقہ کے ساحلِ سمندر پر پایا اور انھیں لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عکرمہ اسلام قبول کرتے ہیں بہترین مسلمان ثابت ہوتے ہیں اب ایک حیاتِ نو کا آغاز کرتے ہیں جس کا ہر صفحہ ایثار و قربانی اور فدا کاری کے ستاروں سے درخشاں ہے حضرت عکرمہ جب اہم ترین قسم اٹھاتے تو کہا کرتے تھے ((لَا وَالَّذِيْ نَجَّانِيْ يَوْمَ بَدْرٍ)) مجھے قسم ہے اس اللہ کی جس نے مجھے بدر کے دن نجات دی۔" [1]

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ قرآنِ پاک اپنے چہرے کے ساتھ لگاتے اور کہتے یہ میرے رب کی کتاب ہے یہ میرے رب کی کتاب ہے اور جو دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں گزارے تھے رو رو کر ان کے داغ صاف کرتے تھے۔

مسلمانوں کا عظیم شاہسوار:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے شاہسوار مجاہدین کا قافلہ روانہ ہوا تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے سنگ چلے، یہ ایک منفرد بہادر اور عبادت گزار کی حیثیت سے شامل ہوئے تھے انھوں نے اپنے جہاد کے سفر کا آغاز خود ساختہ بتوں کو توڑنے سے کیا اور یہ بت مختلف گھروں میں تقسیم تھے یہ جب بھی سنتے کہ کسی قریشی کے گھر بت ہیں اسی وقت جاتے ہیں اور انھیں پاش پاش کرتے ایسا اس لیے کرتے تھے کہ انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی سے سن رکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ فَلَا يَتْرُكَنَّ فِيْ بَيْتِهٖ صَنَمًا اِلَّا كَسَرَهٗ اَوْ حَرَقَهٗ)) [2]

"جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے گھر میں کسی قسم کا بت نہ رکھے اگر ہے تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دے یا جلا کر خاکستر بنا دے۔"

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مدرسہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامور شاہسوار تھے وہ اپنے تاریک ماضی کو بھول چکے تھے اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نور اور جلوۂ ایمان سے سراپائے ضیاء بن چکے تھے ان کے سامنے اب جہاد کا رستہ روشن ہو چکا تھا اسلام لانے کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر ہر معرکہ میں شریک ہوتے رہے اور اخلاص کا پیکر بن کر رہے اور اپنے اسلام کی صداقت پر واضح برہان بن گئے غزوۂ حنین میں بہت ہی اچھا موقف اختیار کیا اور ایسی گفتگو کی جو ان کے حسن اسلام اور ثابت قدمی پر دلالت کرتی ہے۔

---

[1] الیسر: ۱/ ۳۲۳۔ [2] المغازی ۲/ ۸۷۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی اسلام کے وفادار رہے:

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو اپنے حج والے سال ہوازن کی جانب بھیجا کہ ان سے صدقات وصول کر کے لائیں۔ [1] انھوں نے اپنی ذمہ داری نہایت ہی حسن و خوبی سے ادا کی، ادھر رسولِ اکرم ﷺ کی وفات حسرت آیات ہوئی یہ ادھر ہوازن میں ابھی اپنی ذمہ داری نباہ رہے تھے جس دن رسول اکرم ﷺ کی رحلت ہوئی اس دن یہ یمن کے شہر تبالہ میں تھے اپنا کام ختم کرنے کے بعد واپس مدینہ منورہ لوٹ آئے تاکہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے جھنڈے کے نیچے دیگر مسلمان مجاہدین کی جماعت کے ساتھ مل کر کام کر سکیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کئی مہمات ان کے سپرد کر رکھی تھیں یہ سب کی سب کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوئیں۔ مرتدوں کے خلاف لڑنے میں حضرت عکرمہ نے بہت ہی اچھے اثرات مرتب کیے تھے۔ بنو حنیفہ کے مرتدوں کے خلاف بہت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر پر سالار بنا کر عمان کی جانب بھیجا وہ مرتد ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف کامیابی سے سرفراز کیا وہ اسلام کی جناب میں لوٹ آئے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ لوٹ آئے اور کامیاب مہمات کی بشارتیں اپنے علم پہ سجائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ [2]

شہادت گہِ الفت میں قدم:

جب جنگ یرموک کا دن تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمرو کے پاس آتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں لڑائی کا آغاز کریں یہ دونوں جلدی سے رجز کہتے ہوئے مقابلہ آرائی کے لیے میدان میں اترتے ہیں اب بہادر حملہ آور ہونے کے لیے گردش میں ہیں داؤ و پیچ آزما رہے ہیں جنگ کا آتشدان مکمل جوبن پر ہے اور جنگ کی چکی اپنے مضبوط پاؤں پر کھڑی ہو کر گھوم رہی ہے حضرت عکرمہ پکارتے ہیں جاہلیت میں میں نے ساری زندگی ہر میدان میں رسولِ اکرم ﷺ کے خلاف جنگ کرنے میں گزاری ہے کیا میں تمہارے مقابلہ سے بھاگ نکلوں گا یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے کون ہے جو مرنے مٹنے کی میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے یہ سنتے ہی مسلمانوں میں سے سرکردہ اور شاہسواروں میں سے چار سو آدمیوں نے بیعت کی۔

ان کا چچا حارث بن ہشام اور ضرار بن ازور نے بھی بیعت کی اور بہادری سے مقابلہ کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمہ کے سامنے یہ لڑ رہے تھے یہ تمام زخمی ہوئے۔ ایسی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا حضرت خالد کے پاس حضرت عکرمہ لائے گئے تو وہ زخموں سے چور تھے ان کا سر خالد نے اپنی ران پر رکھا اور ان کے بیٹے عمرو کا سر پنڈلی پر رکھا اور دونوں کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے اور ان کے حلق میں پانی کے قطرے ڈالنے لگے۔

اللہ تعالیٰ اس شہید یرموک حضرت عکرمہ پر راضی ہو جن کے بارے میں ابن کثیر رحمہ اللہ نے کمال انداز پر خراج

---

[1] سیرت حلبیہ: ۳/ ۷۰۔ [2] فرسان من عصر النبوة: ۷۶۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عقیدت پیش کیا ہے اسلام کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے کوئی گناہ معلوم نہیں ہوسکا۔ ❶

امام شافعی رحمہ اللہ کا خراج تحسین:

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اسلام کی ہر آزمائش میں لائق ستائش ثابت ہوئے ہیں۔''

ابو اسحٰق کا خراج عقیدت:

ابو اسحٰق سبیعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ یرموک کی جنگ کے دن میدان میں اترے اور نہایت ہی شدومد کے ساتھ لڑے۔ پھر شہید ہوئے تو ان کے جسم میں ستر سے کچھ اوپر نیزے تیر اور تلوار کے زخم لگے تھے۔'' ❷

مسلمانوں کے لیے مثالی زندگی:

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جو اس سے کوتاہی ہوئی ہو اس کی تلافی کرے اور اپنی زندگی کا نئے اطوار سے آغاز کرے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت، ایثار و قربانی داد و دہش اور کلمۃ اللہ لا الہ الا اللہ کی سربلندی سے معمور ہو۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، جن کے خون سے سرزمین شرف و اقبال کی آبیاری ہوئی یہ وہ خون بہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حسین امتزاج تھا اور جو دین الٰہی کی نصرت و حمایت کا مشتاق تھا۔

رضی اللّٰہ عنه و عن سائر الصحابة رضی اللّٰہ عنهم اجمعین

ہمارا خون بھی شامل تھا تزئین گلستان میں
ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

❶ البدایه والنهایة:۱۱/۷، طبری:۳۲/۴۰۱۔ ❷ الیسر:۱/۳۲۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

24

سید الشہداء

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی حیاتِ دلربا کا تذکرہ

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" حَمْزَةُ سَيِّدُ الشُّهَدَآءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔"

''حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ روزِ قیامت شہداء کے سردار ہوں گے۔''

آیئے ہم چند لمحات سیدِ شہداء کے ساتھ گزارنے کا عہد کرتے ہیں ہاں وہی جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے شیر ہیں یہی ہیں جنھوں نے اللہ کی راہ میں شہادت کا شرف حاصل کیا۔ اللہ نے ان کی روح سبز پرندے میں ڈالی ہے جو جنت کی نہروں میں پھر رہی ہے پھل کھا رہی ہے اور سونے کی قندیلوں میں جو کہ عرش الٰہی کے سائے میں لٹک رہی ہیں بسیرا کر رہی ہے۔

ایمان اصل قوت ہے:

انسان کو قوت کی بہت ضرورت ہے جو اس کی کمر کو مضبوط، ہاتھ کو مربوط کرے اور اس کے ازار بند کو سخت کرے جس کی وجہ سے مشکل گھاٹیاں انسان سر کرتا ہے اور تمام صعوبتیں اس کے سامنے مقہور اور راہ کی تمام تاریکیاں کافور ہو جائیں یہ مطلوبہ قوت و طاقت عقیدہ کے سائے میں ہی پروان چڑھتی ہے اور یہ اللہ کے ساتھ ایمان ویقین کے وسیع وعریض میدان سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان ایک ایسا جوہر ہے جو ہماری روحانی قوت میں بالیدگی پیدا کرتا ہے بلکہ قوت کی اصل روح ہی یہ ہے ایک مردِ مومن صرف فضلِ الٰہی کا امیدوار ہوتا ہے اور عذابِ الٰہی سے خبردار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس کے ہاتھ میں ہتھیار نہ ہوں پھر بھی یہ ایمان کی وجہ سے قوی ہوتا ہے اگرچہ اس کے پاس سونے چاندی کے خزانے نہیں ہوتے مگر یہ مالدار ہوتا ہے اگرچہ اس کے خویش و اقارب اور پیروکار نہ ہوں مگر یہ ایمان کے لاؤ ولشکر کی وجہ سے عزیز و کریم ہوتا ہے اگر سفینہ حیات ڈگمگا جائے اور ہر طرف سے تلاطم خیز موجیں گھیر لیں تو ایک مردِ مومن کے پائے استقلال میں تزلزل نہیں آتا۔ ایمان اسے ثابت قدم رکھتا ہے۔ [1]

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی اللہ پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

[1] الایمان والحیاۃ: ۲۶۱، یوسف قرضاوی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے باوجود حق جل جلالہ نے ہمیں یہ درس دیا ہے کہ مادی قوت کے اسباب بروئے کار لائیں جنھیں ہمارے اسلامی ہمت و جرأت والے آدمیوں نے جو نہایت ہی زور آور اور نیکوکار تھے اور ہم سے پہلے جو لوگ تھے انھوں نے بھی اختیار کیا تھا حالانکہ یہ وہ تھے جو سر بہ کفن ہو کر اور اپنی روح و جان اس دین اسلام کی عظمت پر نثار کرنے کے لیے میدان میں اترے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسین خواہش:

ایمان کی اہمیت کی وجہ سے ہی حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے یہ تمنا رکھتے تھے کہ رضاعت میں بھائی اور نسب کے رشتہ میں چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کی شمع سے روشن کردیں۔

من مست حمزہ:

آیئے دل و جان سے اس اللہ کے شیر اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر کی زندگی کی جھلک دیکھیں اور چند لمحات ان کے ساتھ گزاریں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کعبہ کے گرد آباد گھروں میں رہتے تھے اور وہیں اپنا بچپن گزارا وہیں جوانی کی چوٹی سر کی اور وہیں اپنے ہم عمر قریش کے نوجوانوں میں پروان چڑھے۔ بہت چاک و چوبند اور مضبوط جسم تھے بہت ہی پختہ کار تیر انداز تھے۔ شکار کے بہت ہی شوقین تھے اکثر کشادہ وادیوں میں نکل جاتے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ جاتے اور شکار حاصل کرنے کی مشق کرتے غروبِ آفتاب کے وقت واپس لوٹتے اور قریشی نوجوانوں کے ہمراہ کعبہ کے رستوں میں کھیل کود میں لگ جاتے اور دنیوی شہوات کے سمندر میں غوطہ زن رہتے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کیا علم تھا عن قریب یہ ان کا موج میلہ چھوٹ جائے گا اور اس دین کی مہم جوئی میں انھیں اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر کا یادگار لقب ملے گا اور روزِ قیامت یہ سید الشہداء کے اعلیٰ وصف سے معروف ہوں گے۔

جب بھتیجے کی حمایت نے پرجوش کردیا:

دن کروٹیں لیتے رہے دعوتِ اسلام نے مکہ کی سرزمین پر اپنی انوار و تجلیات بکھیر دیں اور عرب کی بنجر زمین پر آب شیریں نے کارگاہِ حیات میں تازگی پیدا کی اور اس کی شراب طہور سے اٹھنے والی خوشبوؤں نے عرب دنیا کو معطر کرنا شروع کیا تاہم مشرکوں کی جفاکیشی کا وہ بے رحم ہاتھ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آیا تھا کہ مسلسل اذیتوں، مارکٹائی اور سخت سازشوں کی صورت میں اس دستِ جفاکیش کے ذریعہ جو وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے تھے اس میں ذرہ برابر سستی نہ آئی تھی۔ مسلمانوں پر سب سے زیادہ عداوت رکھنے والا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر جو درندے کی مانند مشتعل ہوتا تھا وہ اس امت کا فرعون ابوجہل بن ہشام تھا جو صبح و شام مسلمانوں پر اپنے کینہ کا زہر اگلتا رہتا تھا اور ان کی حقیقت افروز دعوت کا استہزاء اڑاتا تھا اور راہِ ہدایت سے روکنے کے لیے مقدور بھر ہر چیز کو بروئے کار لاتا تھا اور آتش غضب سے بھرا جام کمزور مسلمانوں پر انڈیلتا تھا۔[1]

[1] فرسان عصر النبوة:٥٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس عداوت اور کینہ توزی پر بہت ہی حیران تھے وہ یہ جانتے تھے کہ میرا بھتیجا ایک عمدہ انسان ہے خوب صورت عادات اور حسین اخلاق کا آئینہ ہیں اس پر مستزاد یہ تھا کہ صادق و امین تھے اور اپنی جلالت شان اور عزت وتوقیر کی وجہ سے لوگوں کی محبت کا مرکز ومحور تھے۔ ایک دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی پرانی عادت کے مطابق شکار کے شوقین ہونے کے ناطے شکار کے لیے صبح نکلتے ہیں اپنا حسبِ معمول شکار میں جو وقت صرف کرتے تھے اس سے فارغ ہوکر واپس لوٹتے ہیں اور بہت سارا شکار لاتے ہیں۔ ان کے واپس لوٹنے کے دوران ایک عجیب معاملہ رونما ہوتا ہے جو وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ اور وہی ان کے اسلام لانے کا باعث ہوا۔

اور حادثاتی طور پر حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے:

آپ منتظر ہوں گے وہ کون سا سانحہ تھا جس نے حضرت حمزہ کی کایا پلٹ دی۔ آیئے ہم تاریخ اسلام کا یہ سنہری صفحہ مکمل طور پر آپ کے سامنے کھولتے ہیں جس میں اس اللہ کے شیر کی اسلام لانے کی کیفیت ہم جان سکیں گے۔

آسمان پر جب تہہ بہ تہہ بادل چھائے ہوں تو کبھی کبھی ان وبیض تہوں کے درمیان سے بجلی کوندتی ہے اور ضیاء پاشی کرتی ہے یہی حالت مکہ میں مسلمانوں پر طاری تھی۔ مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کے ایام بہت سخت گزر رہے تھے کئی خاندان تو اپنے دین کی حفاظت کی خاطر وہاں سے بھاگنے پر مجبور ہوگئے اور جو وہاں باقی تھے وہ مشرکوں کی زیادتیوں اور سازشوں کا شکار تھے اور ان کی مشکلات برداشت کر رہے تھے۔ مگر چند نئے عناصر دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ جن کی وجہ سے قریش مکہ کے معاملہ میں فکر مند تھے کہ یہاں کوئی اچانک مصیبت نہ آجائے اور یہ اسلام لانے والے ان کے لیے دردِ سر نہ بن جائیں حمزہ بن عبدالمطلب جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی تھے اور مضبوط دل انسان تھے۔ اسلام لاتے ہیں جو اس تاریکی میں روشنی کی کرن تھے۔ [1]

ان کا اسلام میں داخل ہونا شروع میں تو غیر ارادی وجہ سے ہوا تھا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے نورِ یقین کے ساتھ ان کا شرح صدر فرمایا تو انھوں نے اسلام کا مضبوط کڑا پکڑا اور فاضل مومن بنے اور مسلمانوں کو ان کی بدولت ہر قسم کا اعزاز حاصل ہوا۔

اور حمزہ رضی اللہ عنہ سچ مچ مسلمان ہوگئے:

ان کے اسلام لانے کا واقعہ ابن اسحٰق نے یوں بیان کیا ہے کہ ابوجہل رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا کے قریب تشریف فرما تھے۔ اس نے آپ کو اذیت دی اور گالی گلوچ کیا اور آپ کو پریشان کیا آپ کے دین پر عیب جوئی کی اور آپ کے معاملہ کو بے وزن قرار دیا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے کوئی جواب نہ دیا۔ عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی اپنے گھر میں بیٹھی یہ سب کچھ سن رہی تھی پھر وہ ابوجہل آپ سے ہٹ کر چلا جاتا ہے اور کعبہ میں قریش مجلس آراء ہوکر بیٹھے ہوئے تھے ان کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ حضرت حمزہ بن

[1] فقه السيرة للغزالي:١٣٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبد المطلب رضی اللہ عنہ کمان گلے میں حمائل کیے شکار سے واپس آ رہے تھے اور شکار کھیل کر جب بھی واپس آتے تب گھر جاتے پہلے کعبہ میں آ کر طواف کرتے تھے اور طواف سے فراغت کے بعد جب قریش کی مجلس کے قریب سے گزرتے تو ان کے پاس رکتے اور سلام کہتے اور ان کے ساتھ بات چیت کرتے یہ ان کا معمول تھا قریش کے ہاں یہ عزیز ترین جوانِ رعنا تھے اور زبردست جوانمرد شمار ہوتے تھے۔

جب عبد اللہ بن جدعان کی لونڈی کے قریب سے گزرے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اپنے گھر تشریف لے جا چکے تھے وہ لونڈی کہنے لگی۔ اے ابو عمارہ! (حمزہ) کاش کہ تم وہ دیکھ لیتے جو ابوحکم بن ہشام ابوجہل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے بھتیجے سے سلوک کیا سب وشتم کیا اور نامناسب انداز پر بے عزتی کی اور واپس چلا گیا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی بات نہیں کی بے چارے خاموش رہے ہیں۔

لونڈی سے یہ بات سن کر حضرت حمزہ سخت طیش میں آ گئے اور یہی غضب تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے عزت وکرامت ان کے لیے پیدا فرما دی پوری برق رفتاری سے نکلتے ہیں کسی کے پاس نہیں رکتے ابوجہل نشانہ پر تھا کہ جونہی اس سے ملاقات ہو اس پر حملہ کر دیں۔

جب حضرت حمزہ مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو دیکھا کہ ابوجہل لوگوں میں بیٹھا ہوا ہے اس کے قریب آتے ہیں اور اس کے عین سر پر کھڑے ہوتے ہیں اور کمان اٹھا کر اس کے سر پر دے مارتے ہیں اور اسے بری طرح زخمی کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کیا تو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے اگر یہ بات ہے تو میں بھی اس کے دین پر ہوں جو وہ کہتا ہے میں اس کا ہمنوا ہوں اگر طاقت ہے تو مجھے روک لے۔

بنو مخزوم جو کہ ابوجہل کا قبیلہ تھا اس کے کچھ افراد ابوجہل کی حمایت میں حضرت حمزہ کے خلاف کھڑے ہوتے ہیں لیکن ابوجہل انھیں روک دیتا ہے کہ ابو عمارہ کو چھوڑ دو! کیونکہ اس کا جوش میں آنا فطرتی بات ہے میں نے اس کے بھتیجا کو بہت بری گالیاں دی ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسلام مکمل کرتے ہیں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں مستقل طور پر لگ جاتے ہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد قریش نے جان لیا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ ہو گئے ہیں حضرت حمزہ! اب ان کے دفاع میں ان کا پورا ساتھ دیں گے اس خوف سے جو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرتے اور دست درازی کرتے تھے اس سے رک گئے۔ [1]

اسلام میں داخل ہونے کے وقت سے لے کر اور جب سے ایمان نے ان کے دل میں قرار پکڑا تھا اس لمحہ سے لے کر اس کے بعد دین کی فکر میں ہی غلطاں رہے اور ان کی آرزو ایک ہی تھی کہ وہ دین کی خاطر اپنی ہر قیمتی اور نفیس چیز قربان کر دیں اور جان مال اور اپنی پوری جائیداد اسی راہ پر نچھاور ہو اب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس

[1] مجمع الزوائد:۹/ ۲٦٧، طبرانی مرسل، و رجاله رجال الصحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح تھے جس طرح آدمی کے ساتھ سایہ ہوتا ہے۔ حضر و سفر میں جدا نہ ہوتے تھے۔

سفرِ ہجرت کی شان:

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مکہ سے ہجرت کی اجازت دی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان مہاجروں میں شامل تھے جنھوں نے اوّل اوّل ہجرت کی اور مدینہ منورہ میں ٹھہرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا یہ بھائی چارگی ان دونوں کے درمیان بہت بلند مقام تک پہنچی تھی یہ اللہ تعالیٰ کی خالص محبت پر مبنی تھی اس دنیا کی فانی زیبائش اور گھٹیا سامان کے حصول کا ذرہ برابر شائبہ تک موجود نہ تھا۔

سیف البحر غزوہ کے سالار:

اسلام لانے کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ راہِ ایمان پر رواں دواں تھے اور دعوتِ اسلام کے دفاع میں ہمہ تن مصروف عمل تھے انھوں نے وہ مقام حاصل کیا ہے جو کہ دوسرا مسلمان حاصل نہیں کر سکتا۔ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سید الشہداء کے لقب سے نوازا ہے اور اپنا شیر قرار دیا ہے ان کا اسلام میں قدم رکھنا مسلمانوں کی عزت میں اضافہ کا باعث ہوا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قوت اور حفاظت کا ساماں پیدا ہوا ان کی وجہ سے قریش پہ سکتہ طاری ہوا جو کھڑے تھے وہ بے بس ہو کر بیٹھ گئے حرکت کے قابل نہ رہے یہ ان کے حلق کا کانٹا بن گئے تھے کیونکہ ان کی وجہ سے ان کی بڑھائی کا محل زمین بوس ہوا تھا۔ انھوں نے ان کے بڑوں کو خاک و خون میں تڑپایا تھا۔ دعوتِ دین جو پہلے خفیہ تھی اب وہ نمایاں طور پر جلوہ گر تھی کلمۂ حق کی صدا جو خوف کے پردوں میں مستور تھی اب اس کی صدائے دلربا سے مکہ کی سر زمین معمور تھی شرک کے مراکز اور ان کے سرکش جغادریوں کے کانوں میں نعرۂ تکبیر ان کی وجہ سے گونجا تھا۔ ان کے معبودانِ باطل کی دناءت و کمتری اور حقارت کو واضح کیا اور حق کا بول بالا کیا ور اس کی حمایت کی راہ دکھائی ان کا اسلام سے ہمکنار ہونا اس کی کامرانی، مضبوطی اور فتح کی نوید تھی۔ [1]

اور زندگی میں انقلاب آ گیا:

قارئین کرام! ایک لحظہ بھر میں مخالف سمت میں تبدیلی آتی ہے شکاری تھے کھیل کود اور گانے بجانے میں مگن تھے اسلام کی برکت سے فوراً شکار چھوڑ دیا کھیل کود اور گانا بجانے کو خیر باد کہہ دیا، توحید اور ایمان کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی جاہلیت کا تمام لباس اتار دیتے ہیں اور اپنے دل میں ایک ہی فکر اٹھائے پھرتے ہیں کہ دین کیسے سربلند ہو۔ اب ان کی زندگی کے نئے دور کا آغاز ہوتا ہے جس میں یہ اللہ عزوجل کے دین کی نصرت و حمایت میں مال جان صرف کرتے ہیں اور جسے بھی اللہ تعالیٰ نعمت ہدایت سے سرخرو کریں اسے فوراً اللہ کے دین کی نصرت و حمایت میں کمربستہ ہو جانا چاہیے دین پر ثابت قدمی کے اہم عوامل میں سے ایک یہ عمل بھی ہے کہ دین میں رہ کر نئے دور کا آغاز کیا جائے۔

سب سے پہلا دستہ جس میں مسلمان دشمن کی ملاقات کے لیے نکلے تھے اس کے امیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے ماہ

---

[1] فرسان من عصر النبوت،ص:٦١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رمضان ۱ ہجری میں رسولِ اکرم ﷺ نے ایک دستہ فوج بھیجا اور اس پر حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو امیر کارواں مقرر فرمایا اور آپ ﷺ نے مہاجروں کے تیس آدمی بھیجے جو قافلہ قریش کو جو کہ شام کی طرف سے آ رہا تھا۔ اسے پکڑیں اس میں ابوجہل بھی تھا جب وہ قافلہ غیص مقام تک پہنچا تو اس سے مسلمانوں کی ملاقات ہوئی اور لڑائی کے لیے صف آراء بھی ہوئے مگر درمیان میں فریقین سے وابستہ مجدی بن عمرو جہنی آڑے آ گیا ان کے درمیان لڑنے کی نوبت ہی پیدا نہ ہوئی۔ [1]

اللہ کا شیر راہِ جہاد پر گامزن ہے:

اسی جد و جہد میں ان کے دن گزر رہے ہیں ایک مناسب موقع آتا ہے اس میں یہ اللہ کا شیر اپنے نوکدار دانت مشرکوں کے سامنے کھولتا ہے تاکہ انھیں علم ہو جائے کہ یہ مشرک اتنی طاقت اور ہمت نہیں پاتے کہ یہ ایسے بہادروں کا مقابلہ کریں جو موت کو اتنا ہی چاہتے ہیں جتنا مشرک زندگی سے پیار کرتے ہیں۔ یہ اللہ کے اور رسول اللہ کے شیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مشرکوں کے خلاف ایک ایسا حملہ کیا کرتے تھے جو انھیں تہس نہس کر دیتا تھا۔

میدانِ بدر میں جہادی کارنامہ:

آہ، جنگ بدر کا دن! تم لوگ نہیں جانتے اس بدر کے دن کی کیا حقیقت ہے یہ حق و باطل کے درمیان بہت زیادہ فرق ظاہر کرنے والا دن ہے اس دن دو جماعتوں کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ ایک توحید کے پروانوں کی جماعت تھی جو رسوخ علم میں کامگار تھی اور قوتِ یقین سے مالا مال تھی دوسری کافروں، فاجروں کی جماعت تھی جو اپنے کمزور اور ٹمٹماتے ہوئے غرور و نخوت اور بے حیثیت ظلم و بربریت میں سرمست میدان میں اتری تھی ہاں یہی وہ بدر کا دن ہے جو ایک حیاتِ بے فائدہ سے نکال کر دوسری حیاتِ تازہ بخشتا ہے یہ وہی دن ہے جس دن کلمہ الٰہی سربلند ہوا اور ہمیشہ سے وہ سربلند ہے اور کلمۂ کفر سرافگند ہوا اور یہ ہمیشہ سرافگند ہی رہے گا۔

ہاں ہاں یہی بدر کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حق اور اہل حق کے لیے عزت و کرامت کے دروازے کھولے حق، اہل حق پر کرم والا اور عزت والا ہوا اور مسلمان اس میں حق کی حمایت اور کامیابی کی وجہ سے معزز و مکرم ہوئے۔ جی ہاں یہ وہی بدر کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے باطل اور اہل باطل کے لیے ہاویہ دوزخ کے خیموں کے دروا کیے یہ دھتکارے گئے، حق کا بسیرا بلند چوٹی پر ہوا۔ اور دنیا کے کناروں کو نورِ حق نے ضیا بار چمکتا اور دمکتا ہوا کر دیا اور باطل سرنگوں ہو کر فنا کی وادی میں ذلیل و رسوا ہو کر گرا۔

اس بدر کے دن رسولِ اکرم ﷺ لڑائی کے لیے مادی اور معنوی طور پر ہر لحاظ سے اپنا لشکر تیار کرتے ہیں کہ یہ دشمن کا سامنا کرے جو کہ مکمل تیاری سے آیا تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میں لڑائی کا شوق اٹھ اٹھ کر انگڑائی لے رہا تھا وہ امامِ اعظم حبیب کبریاء سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ

---

[1] سیرت ابن ھشام:۲/ ۲۰۰۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے سامنے اپنی شاہسواری اور بہادری کا اظہار کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ آپ ﷺ کی رضا اور دعاؤں کی برکت حاصل کریں۔ [1] اس روز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے شیر کی ورق زندگی کا روشن باب یہ ہے جس نے تاریخ کی حسین پرنور سطور میں اپنے کارنامے رقم کیے ہیں۔

جب اس میدان میں مسلمان اور مشرک آپس میں آمنے سامنے ہوتے ہیں اس معرکہ کا سب سے پہلا ایندھن بننے والا اسود بن عبد الاسد مخزومی تھا یہ بہت ہی بدخو اور بد اخلاق تھا اس نے اللہ سے عہد کر رکھا تھا کہ میں مسلمانوں کا جس حوض پر قبضہ ہے اس سے پانی پیوں گا یا اسے گراؤں گا یا پھر وہاں مروں گا جب یہ میدان میں نکلتا ہے تو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ میں نکلتے ہیں جب ان کی ملاقات ہوئی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار ماری جس نے اس کی نصف پنڈلی سے اس کے پاؤں کو گاجر کی مانند کاٹ دیا یہ حوض کے قریب ہی تھا یہ کمر کے بل گھسیٹتا ہوا اپنے ساتھیوں کی طرف گرا اس کے پاؤں سے خون بہہ رہا تھا پھر یہ حوض کی جانب رخ کر لیتا ہے حتیٰ کہ اس میں داخل ہو جاتا ہے اس کا خیال تھا کہ میں حوض میں داخل ہونے کی اپنی قسم پوری کروں، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کا پیچھا کرتے ہیں اور دوبارہ تلوار مارتے ہیں اور حوض کے اندر ہی اسے قتل کر دیتے ہیں۔ [2]

جب مبارزہ کے لیے نکلے:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسود بن عبد الاسد مخزومی کو جب حوض میں قتل کر دیا تو اب عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور بیٹے جو کہ ولید بن عتبہ تھا ان کے ساتھ میدان میں نکلتا ہے اور صف سے باہر آ کر مبارزت کی دعوت دیتا ہے اس کے مقابلہ میں انصار کے تین نوجوان نمودار ہوتے ہیں عوف اور معوذ جو کہ حارث کے بیٹے تھے ان کے والدہ عفراء تھیں ایک اور تھے جو کہ عبداللہ بن رواحہ تھے۔ (رضی اللہ عنہم) عتبہ نے پوچھا تم کون ہو انھوں نے کہا انصار میں سے ایک گروہ ہیں یہ کہنے لگے ہمیں تم سے کوئی کام نہیں تم ہمارے ہم پلہ نہیں پھر للکار کر کہا۔ اے محمد (ﷺ) ہمارے مقابلہ میں ہماری قوم کے ہم پلہ نکالو، اب رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عبیدہ بن حارث اٹھو! اے حمزہ اٹھو! اور کہا اے علی اٹھو! جب یہ کھڑے ہوئے اور ان کے قریب ہوئے تو کہا، تم کون ہو، عبیدہ نے کہا میں عبیدہ ہوں، حمزہ نے کہا میں حمزہ ہوں علی نے کہا میں علی ہوں (رضی اللہ عنہم) کہنے لگے ہاں تم لوگ ہمارے ہم پلہ ہو۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ ان میں عمر رسیدہ تھے۔ ان کا مقابلہ عتبہ بن ربیعہ سے ہوا اور حضرت حمزہ شیبہ بن ربیعہ کے مقابل آئے اور حضرت علی، ولید بن عتبہ سے مدمقابل ہوئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے لمحہ بھر میں شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو تہہ تیغ کیا اور عتبہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تلوار زنی ہوئی دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کیا اب حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے عتبہ پر تلوار ماری اور اسے ختم کر دیا اور اپنے ساتھی حضرت عبیدہ کو اٹھا کر ساتھیوں کے پاس آ گئے۔ (ابن اسحق نے

[1] فرسان من عصر النبوة: ٦٦۔

[2] سیرت ابن ہشام: ٢/ ٢٢٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بغیر سند بیان کیا ہے) ❶

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر کہا کرتے تھے کہ یہ آیۂ مبارکہ ﴿هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ﴾ (الحج:۱۹) یہ دونوں مدمقابل ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑے۔

حضرت حمزہ اور ان کے مدمقابل عتبہ اور شیبہ اور ولید کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب یہ بدر کے دن مقابلہ آراء ہوئے تھے۔ ❷

غزوۂ احد میں جہادی سرگرمی:

جب سے قریش نے بدر میں زخم کھائے تھے انھیں چین نہ آتا تھا کوئی بھی نیا حادثہ پیش آتا تو وہ ان کے کینہ کی آگ اور بھڑکاتا (معرکہ بدر کو ایک سال گزرا تھا مکہ والوں کی تیاری مکمل ہو چکی تھی اور مشرکوں کے تمام حلیف اکٹھے ہو چکے تھے اور جو بھی اسلام اور اہل اسلام کا دشمن تھا وہ ان سے مل چکا تھا۔ یہ پرجوش اور آتشِ انتقام سے لبریز لشکر جس کی تعداد تین ہزار سے اوپر تھی میدانِ احد کی جانب نکلتا ہے ابوسفیان جو کہ سالارِ لشکر تھے انھوں نے یہ خیال کیا کہ عورتوں کو بھی لشکر کے ہمراہ لے چلیں یہ مردوں کی ہمت بندھائیں گیں اس طرح ہماری عزت اور حرمت محفوظ رہے گی۔ ❸

قریش کے جنگی لیڈروں نے اس نئے معرکہ میں صرف دو شخصیات کو ہدف بنایا تھا، ایک رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک شخصیت دوسری حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی۔

ہاں یہی وہ حمزہ ہیں جو ان کی باتیں میٹنگز کے خفیہ راز جنگ میں نکلنے سے پہلے ہی سن لیا کرتے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معرکہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کیوں نشانہ تھے انھوں نے نکلنے سے پہلے ایک آدمی کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ سونپ دیا تھا وہ ایک حبشی غلام تھا جسے ''حربہ'' ایک خاص نیزہ اٹھا چلانے کی حیرت انگیز مہارت تھی انھوں نے اسے کہا اس معرکہ کی جولانگاہ میں تیرا کام صرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شکار کرنا ہے اور کوئی ذمہ داری نہیں فقط یہی ہے کہ اس قاتل نیزے کا رخ حضرت حمزہ کی جانب ہو اور انھوں نے اسے پابند کیا کہ خبردار! کوئی بھی صورتِ حال پیش آجائے معرکہ کا انجام کیا ہوتا ہے اور جنگی چال کیا رخ اختیار کرتی ہے تو نے بس اپنے اس مشن سے سروکار رکھنا ہے کہ حضرت حمزہ کو نشانہ بنانا ہے اور یہی تیرا مشن ہے اس کے بعد اور کوئی کام نہیں۔

مشرکوں نے اس وحشی کو بڑی مہنگی قیمت کا انعام دینے اور اسے آزاد کرنے کا وعدہ دیا، آدمی کا نام وحشی تھا یہ جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ جبیر کا چچا جنگِ بدر میں قتل ہوا تھا۔ اس وحشی سے جبیر نے کہا لوگوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں چلا جا اگر تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ کو قتل کر دیا میرے چچا طعیمہ بن عدی کو اس نے قتل کیا ہے اس کے بدلہ میں اگر تو

❶ ابو داود کتاب الجهاد، باب فی المبارزة (۲۶۶۵) مسند احمد (۹۴۸) اسناده صحيح.

❷ بخاری: ۴۷۴۳، مسلم: ۳۰۳۳، ابن ماجه: ۲۸۳۵.

❸ فقه السيرة، للغزالی: ۲۸۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انھیں قتل کر دے تو آزاد ہے۔ پھر اس وحشی کو ہند بنت عتبہ کے حوالہ کیا جاتا ہے جو کہ ابوسفیان کی اہلیہ تھیں تاکہ وہ اسے مزید ترغیب دلائے اور جوان کا ہدف تھا اسے پورا کرے۔

ہند کا باپ چچا، بھائی اور بیٹا سب جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے اسے بتایا گیا کہ ان کو حضرت حمزہ نے قتل کیا ہے اسی صدمہ نے اسے زخمی شیرنی بنا دیا تھا جنگ کے لیے نکلنے پر ابھارنے میں یہ تمام قریشی مرد حضرات یا خواتین حضرات میں سے سب سے زیادہ کردار ادا کر رہی تھی اس کا ایک ہی مقصد تھا خواہ کوئی قیمت بھی چکانی پڑے جو بھی جنگجو مطالبہ کریں یہ پورا کر کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا سر چاہتی تھی۔ تاہم بعد میں یہ اسلام لے آئی تھی۔

یہ جنگ کے میدان میں نکلنے سے پہلے چند دن صرف اسی کام میں مصروف تھی کہ وحشی کے سینہ میں یہ کینہ کا بارود ڈال رہی تھی اور اس جگہ کا نشان بتاتی تھی جہاں یہ وحشی کھڑا ہو۔ اس نے اس وحشی سے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ حضرت حمزہ کو شہید کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو ایک عورت جتنا سامان اور زیبائش کے لیے کچھ رکھتی ہے خواہ وہ کتنا ہی قیمتی ہو وہ اسے عطا کرے گی وہ اپنے انگلیوں میں اپنی موتیوں کی قیمتی بالیاں پکڑتی ہے اور سونے کا ہار تھام کر جو کہ اس کی گردن کے گرد لپٹا ہوا تھا کہتی ہے اور اس کی دونوں آنکھیں وحشی پر مرکوز تھیں اگر تو حمزہ کو قتل کرے گا تو یہ سب کچھ تیرے لیے ہے یہ دولت دیکھ کر وحشی کے رال ٹپک پڑے اس کے خیالات شوق سے اس معرکہ کی جانب پرواز کرنے لگے جس میں عن قریب اسے آزادی کا پروانہ ملنے والا تھا۔ اس کے بعد وہ غلام نہ ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ وہ قریش کی عورتوں کی لیڈر سے وہ تمام زیورات حاصل کر لے گا جو اس کے گلوئے حسن آراء میں زیبائش بن کر چمکتے تھے اور جوان کے لیڈر کی بیوی تھی اور ان کے سردار کی بیٹی تھی اس کے زیورات یادگار کے طور پر ملیں گے۔ طے یہی تھا کہ جنگ کا تمام مرکز و محور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے یہ بہر صورت قطعی طور پر واضح تھا اس میں کوئی شک نہیں۔ [1]

سرزمین معرکہ میں شیر کے ہاتھ میں دو شمشیریں:

معرکہ احد میں دونوں فوجیں آپس میں ملاقات کرتی ہیں اور جنگ کی چکی کے دو پاٹ خوب گردش میں تھے اللہ کے شیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حملہ آور ہیں معرکہ کی زمین میں پوری جولانی دکھا رہے ہیں صفوں کی صفیں چیرتے ہوئے مشرکوں کے ناپاک جسم اپنی شمشیر آبدار کے ساتھ لاشے بنا کر خاک میں گراتے جا رہے ہیں۔

احد کے روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی جوانمردی جنگ کی دنیا میں ایک شاندار مردانگی تھی کوئی جوانمرد ان کا مدمقابل نہیں یہ سب سے بلند و بالا مقام پر فائز ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جنگل کے شیروں کی مانند دشمن سے نبرد آزما تھے مشرکوں کے لشکر کے وسط میں گھس جاتے ہیں اور ان کی جمعیت کا شیرازہ بکھیر دیتے ہیں اور ایسی بہادری کے جوہر دکھاتے ہیں جن کی مثال نہیں ملتی بہادر اور مسلح جوان اور شجاعت کے پیکر لوگ سب ان کے سامنے سے چھٹ جاتے ہیں اور ان کے آگے سے اس طرح اڑ جاتے ہیں جس طرح موسم خریف میں تند و تیز ہوا پتوں کو گراتی ہے۔

[1] رجال حول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، خالد محمد خالد، ص:۲۱۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بپھرے ہوئے شیر کی مانند لڑتے تھے بنو عبد الدار کے علمبرداروں کو آگے بڑھنے سے روکتے تھے اور ایک ایک کرکے ان کی روحوں کو شکار کر رہے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جنگ احد کے دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو تلواریں ہاتھ میں تھامے لڑ رہے تھے اور کہتے جاتے تھے میں ہوں اللہ کا شیر۔ [1]

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

کاش! کہ پہاڑ کے اوپر درہ پر مقرر تیر انداز نیچے اتر کر معرکہ میں شریک نہ ہوتے جیسے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جگہ چھوڑنے سے روکا تھا۔ یہ شکست خوردہ دشمن کا مال غنیمت جمع کرنے کے در پے نہ ہوتے۔ جس کی وجہ سے قریش کے گھڑ سواروں کو کھلا رستہ مل گیا تھا جس سے گزر کر انھوں نے مسلمانوں کا نقصان کیا اگر یہ غلطی ان سے سرزد نہ ہوتی تو غزوۂ احد قریش کے مردوں عورتوں، گھوڑوں اور اونٹوں کا قبرستان ثابت ہوتا۔

مشرکوں کے گھڑ سواروں نے مسلمانوں پر بے خبری میں اچانک پچھلی جانب سے حملہ کر دیا اور اپنی وہ تلواریں جو دیوانہ وار مسلمانوں کے لہو کی پیاسی تھیں انھیں بروئے کار لائے اور مسلمانوں پر وار کر دیا۔ اب اس کے بعد مسلمانوں نے از سرِ نو خود کو جمع کیا اور اپنے وہ ہتھیار اٹھائے جنھیں بعض مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے پھینکا تھا جب انھوں نے دیکھا کہ قریش کا لشکر انھیں دھکیل رہا ہے تاکہ جانیں بچا سکیں انھیں دوبارہ اٹھایا لیکن یہ اچانک اور سخت ترین حملہ اپنا اثر دکھا چکا تھا۔ مسلمان پہلے کی طرح سنبھل نہ سکے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حادثہ دیکھا تو ان کی قوت، چابکدستی اور جنگی مہارت میں اور اضافہ ہوا، دائیں بائیں سامنے پیچھے ہر چار سو تلوار چلاتے جا رہے تھے اور وحشی اس دوران انھیں ہی دیکھ رہا تھا اس کی نگاہوں کا مرکز حضرت حمزہ ہی تھے اور وہ اسی وقت کا منتظر تھا وہ فرصت کا متلاشی تھا کہ کب وہ موقع آئے کہ میں نیزہ ماروں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پوری قوت اور یکسوائی کے ساتھ مصروف پیکار تھے گویا کہ انھیں جنت کے نظارے سامنے نظر آ رہے تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ان کے سینہ میں تازہ تھا کہ حمزہ روزِ قیامت سید الشہداء ہوں گے اس لیے بے جگری سے لڑ رہے تھے۔

جب سید الشہداء کے مقام پر فائز ہوئے:

جب معرکہ احد میں اس کی سرزمین پر موت کی ہوائیں چل رہی تھیں اسی لمحہ اللہ عزوجل نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مقدر میں کر دیا تھا کہ اب اس دورِ فانی سے سفرِ رحلت اختیار کریں اور سید الشہداء کا جاودانی انعام حاصل کریں اور اس لازوال چٹان پر بسیرا کریں۔

[1] طبقات ٦/ ٣-١، مستدرك: ٣/ ١٩٤، وصححه وافقه الذهبي.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

" حَمْزَةُ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "

''حمزہ رضی اللہ عنہ روزِ قیامت شہداء کے سردار ہوں گے۔''❶

اور شیرازی نے القاب میں بیان کیا ہے۔❷

سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی شہادت کی کہانی وحشی کی زبانی:

وحشی کہتا ہے میں جبیر بن مطعم کا غلام تھا اور طعیمہ بن عدی، جبیر کا چچا یہ جنگ بدر میں قتل ہوا تھا اب قریش جنگ احد کے لیے روانہ ہوئے تو مجھ سے جبیر نے کہا:

اگر تو میرے چچا کے عوض، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو قتل کرے گا تو میں تجھے آزاد کردوں گا میں قریش قوم کے ساتھ جنگ کے لیے روانہ ہوا میں ایک حبشی آدمی تھا اور حبشہ والوں کی مانند حربہ (جنگی نیزہ) پھینکنے کا ماہر تھا میرا نشانہ بہت کم خطا ہوا کرتا تھا۔

جنگ میں جب فوجوں کی آپس میں مڈبھیڑ ہوئی تو میری نظر صرف حضرت حمزہ پر تھی میں انھیں ہی ڈھونڈتا تھا میں نے دیکھا کہ وہ لوگوں کے درمیان خاکستری اونٹ کی مانند نمایاں تھے اور اپنی شمشیر کاٹ دار کے ساتھ لوگوں کی صفیں الٹ رہے تھے ان کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہرتی تھی واللہ میں انھیں شکار کرنے پر ہی مستعد تھا میں کبھی درخت یا پتھر کی اوٹ میں ہوتا تھا کہ وہ میرے قریب آئیں ان کے سامنے سباع بن عبد العزی آتا ہے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جب اسے دیکھا تو کہا او عورتوں کے ختنے کرنے والی عورت کے بیٹے! ادھر میدان میں آ اور تلوار ماری جو اس کے سر پر لگی اتنی دیر میں میں نے اپنے حربہ (نیزے) کو حرکت دی اور ہاتھ پر تولا، جب میری پسندیدہ جگہ پر آئے تو میں نے حربہ ان پر پھینک دیا جو کہ ان کی ناف کے قریب جا لگا اور پاؤں کی جانب سے پار نکل گیا انھوں نے میری جانب بڑھنا چاہا لیکن اٹھ نہ سکے میں نے انھیں اسی حالت میں چھوڑ دیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے پھر میں ان کے پاس آیا اور اپنا حربہ (نیزہ) اٹھایا اور لشکر کی جانب لوٹ گیا اور اس میں بیٹھ گیا بس میرا مشن یہی تھا اور کوئی ذمہ داری نہ تھی میں نے اپنی آزادی کے لیے انھیں قتل کیا تھا جب میں مکہ میں آیا تو مجھے حسبِ وعدہ آزاد کر دیا گیا پھر میں مکہ میں ہی ٹھہرا۔ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو میں طائف میں بھاگ گیا وہاں ٹھہرا۔ جب طائف کا ایک وفد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہ اسلام میں داخل ہو تو میرے اوپر کسی مذہب میں رہنا مشکل تھا اس لیے میں شام میں چلا گیا میں اسی طرح در بدر فکر میں پھر رہا تھا کہ مجھ سے ایک آدمی نے کہا افسوس! واللہ! جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دینِ حق میں داخل ہوتا ہے اسے قتل نہیں کیا جاتا اس لیے تو بھی کلمہ کی شہادت بلند کر لے۔

---

❶ مستدرک: ۳/ ۱۹۵۔

❷ صحیح البانی، فی الجامع الصحیح: ۳۱۵۸، الصحیحۃ: ۳۷۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آدمی نے جب مجھ سے یہ کہا تو میں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو موقع ہی نہ دیا کہ میں اچانک آپ کے سر مبارک کے قریب کھڑا ہو کر کلمہ حق کی گواہی دینے لگا جب آپ نے مجھے دیکھا تو کہا: تم وحشی ہو میں نے کہا ہاں! اے اللہ کے سول ﷺ! کہا بیٹھ جاؤ مجھے بتاؤ تم نے میرے چچا حمزہ کو کیسے قتل کیا میں نے تفصیل بتائی اور فارغ ہوا تو کہا۔ افسوس سے کہہ رہا ہوں میری نظروں سے اوجھل رہا کرو میں تمھیں ہرگز نہ دیکھوں، وحشی کہتا ہے جہاں آپ ہوتے تو میں سرنگوں کر لیتا تھا تا کہ آپ مجھے دیکھ نہ سکیں آپ کی وفات حسرت آیات تک یہی صورتِ حال رہی۔ ❶

جب وحشی نے اسی حربہ سے کذاب مارا:

مسلمان جب مسیلمہ کذاب کے مقابلہ کے لیے نکلے تو وحشی کہتا ہے میں بھی اپنا وہی حربہ (نیزہ) لے کر نکلا جس کے ساتھ میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا جب میدان میں لوگ ایک دوسرے سے جنگ کے لیے صف آراء ہوئے تو میں نے دیکھا کہ مسیلمہ ہے اس نے ہاتھ میں تلوار پکڑ رکھی ہے۔ واللہ! میں اسے پہچانتا نہ تھا اچانک ایک انصاری آدمی دوسری جانب سے اس پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے ہم دونوں اس کے لیے تیار تھے حتیٰ کہ میں نے اسے پالیا، تو میں نے حربہ (نیزہ) پھینکا جو اس میں پیوست ہو گیا اور انصاری نے اس پر حملہ کر دیا اور تلوار ماری، یہ رب تعالیٰ ہی جانتا ہے میرے حربہ سے وہ مرا یا وہ انصاری کے حملہ سے مرا، اگر میں نے ہی قتل کیا ہے تو پھر رسولِ اکرم ﷺ کے بعد ایک بہترین انسان بھی میرے ہاتھوں درجۂ شہادت پر فائز ہوا ہے (حضرت حمزہ) اور میرے ہی ہاتھوں لوگوں میں سے بدترین آدمی قتل ہوا۔ (مسیلمہ) ❷

سید الشہداء رضی اللہ عنہ جنت کی نہروں میں غوطہ زن:

یہ شان تھی جس میں یہ اللہ کے شیر دنیا سے کوچ کرتے ہیں، آپ فقط شہید ہی نہیں بلکہ شہداء کے سردار ہیں اور غزوہ کے بعد حبیب کبریا ﷺ نے جو خبر دی تھی اس مقام عظیم پر فائز ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب میدانِ احد میں تمہارے بھائی شہادت سے کامگار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں داخل کر دی ہیں جو جنت کی نہروں میں غوطہ زن ہیں اور اس سے پھل کھا رہی ہیں اور عرش الٰہی کے سائے میں سونے کی لٹکتی ہوئی قندیلوں پر بیٹھتی ہیں جب انھوں نے اپنے کھانے پینے اور دوپہر کے آرام و راحت کو حاصل کر لیا تو کہنے لگیں کون ہو جو ہمارے دنیا میں زندہ بھائیوں تک ہمارا یہ پیغام پہنچائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور

---

❶ بخاری، کتاب المغازی، باب قتل حمزہ مع فتح:۷/۴۰۷۲، مسند احمد: ۳/ ۵۰۱، ابوداود طیالسی: ۱۸۶، (۱۳۱۴) و اسنادہ صحیح.

❷ ابن ہشام:۲/ ۷۰، ابن اثیر ۔ اسد الغابہ:۵/ ۴۳۸، الاستیعاب:۱۱/ ۵۱، اسنادہ قوی، بخاری: (۴۰۷۲) کتاب المغازی، باب قتل حمزہ رضی اللہ عنہ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیں بہت ہی اچھا رزق دیا جا رہا ہے۔ تاکہ وہ یہ بشارت سن کر میدانِ جنگ سے پہلو تہی نہ کریں اور جہاد سے بے رغبتی نہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری اٹھائی میں یہ تمہارا پیغام دنیا والوں کے نام پہنچاتا ہوں تو یہ آیہ مبارکہ اتری:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا﴾ (آل عمران:١٦٩)

''اور ہرگز تو گمان نہ کر ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ جنت میں زندہ ہیں انھیں رزق دیا جاتا ہے۔''[1]

اس میں مزید وضاحت ہے کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں ہم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس مذکورہ آیت کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا ہم نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہدائے احد کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہیں۔ عرش کے ساتھ جھومتی قندیلوں پر پرندے بیٹھتے ہیں اور جنت میں جہاں چاہیں وہ چلتے پھرتے ہیں پھر آ کر ان قندیلوں پر بسیرا کرتے ہیں ان کی جانب رب تعالیٰ نے خصوصی نظر کرم کرتے ہوئے جھانکا ہے اور پوچھا ہے۔

''هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا''

''کیا تمھاری کوئی خواہش ہے۔''

انھوں نے کہا اب اور ہماری کیا خواہش ہوسکتی ہے ہم اپنی مرضی سے جنت کے مقامات میں چل پھر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال تین مرتبہ دہرایا تھا جب انھوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اگلوائے بغیر نہ چھوڑیں گے تو انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ایک خواہش ہے کہ ہم چاہتے ہیں ہماری روح ہمارے جسموں میں لوٹائی جائے ہم دوبارہ تیری راہ میں شہید ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جب جان لیا کہ ان کی اور کوئی تمنا نہیں تو انھیں ان کی حالت پر چھوڑ دیا۔

جسم مبارک کا مثلہ:

دشمنانِ اسلام اور اللہ کے مخالفوں نے اتنا کافی تصور نہ کیا تھا کہ صرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا بلکہ ان کے جسم کا مثلہ کردیا تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے تو انھیں اس حال میں پایا کہ ان کا پیٹ چاک کردیا گیا تھا اور وحشی نے کلیجہ نکال کر ہندہ کو دے دیا تھا کہ اس نے اپنے باپ کے جنگ بدر میں قتل ہونے کے عوض اسے چبانے کی نذر مان رکھی تھی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی ہی اوپر والی ایک بوسیدہ سی چادر میں کفن پہنائے گئے جب اس سے سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پاؤں ظاہر ہوجاتے اور اگر ان کے قدم ڈھانپتے تو سر باہر ہوتا۔ تو انھوں نے ایک درخت کے پتوں سے ان کے قدم ڈھانپے۔

[1] ابوداود:٢٥٢٠، کتاب الجهاد، باب فی فضل الشهادة ،حاکم:٢/ ٨٨، رجاله ثقات، ارنؤوط، مسلم:١٨٨٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آہ! یہ لمحات کس قدر المناک تھے جن میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسدِ خاکی کے سامنے سوگوار کھڑے ہیں یہ وہ حمزہ تھے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے محبت تھی اب یہ رگ و پے میں جس چچا کی محبت چھلکتی تھی اس دنیا سے داغِ جدائی دے کر جا چکے تھے۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے جہاں سے کہ جنھیں
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

جب آہ سسکیوں میں بدل گئی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب جنگ احد کا دن تھا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قریب تشریف فرما تھے ان کا مثلہ کیا گیا تھا ناک، کان کاٹ دیے گئے آپ نے فرمایا اگر میری پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے دل میں پریشانی آنے کا مجھے اندیشہ نہ ہوتا تو میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی میت مبارک کو یونہی چھوڑ دیتا حتیٰ کہ روزِ قیامت انھیں اللہ تعالیٰ پرندوں اور درندوں کے پیٹوں سے میدانِ محشر میں اتارتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شہید کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی تھی اور فرمایا تھا میں تمہارے اوپر گواہ ہوں ایک قبر میں دو یا تین شہداء دفن کیے آپ پوچھتے قرآنِ پاک کون زیادہ پڑھا ہے جو زیادہ پڑھا ہوتا اسے لحد میں پہلے اتارتے اور دو یا تین شہداء کو ایک ایک کپڑے میں کفن دیا گیا تھا۔ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس آئے تو بنو عبدالاشہل کی عورتوں کو سنا وہ اپنے فوت شدگان پر رو رہی ہیں یہ دلفگار آہ و بکا سن کر آپ نے فرمایا حمزہ پر رونے والی کوئی نہیں۔ انصار کی عورتیں آئیں تو آپ کے پاس بیٹھ کر حضرت حمزہ پر روئیں آپ سو گئے اور پھر بیدار ہوئے تو وہ عزت ماب خواتین اب بھی رو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا افسوس! یہ ابھی تک یہاں رو رہی ہیں انھیں حکم دو واپس چلی جائیں (آج کے بعد کسی بھی ہلاک ہونے والے پر آئندہ ایسے نہ رویا جائے بس آنسو بہائے جائیں۔ [2]

شعراء کا خراجِ عقیدت:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے شاعر حضرات نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تعزیت میں اور ان کے پرعظمت مناقب اور بزرگی کے اعتراف میں بہت زیادہ نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اظہارِ درد:

دَعْ عَنْكَ دَارًا قَدْ عَفَا رَسْمُهَا
وَ ابْكِ عَلَى حَمْزَةَ ذِي النَّائِلِ

---

[1] احمد: ٣/ ١٢٨، ابو داود: ٣١٣٦، كتاب الجنائز اسناده حسن، ارنؤوط.

[2] احمد: ٢/ ٨٤، ابن ماجه: ١٥٩١، سنده قوى ارنؤوط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اس گھر کو چھوڑ دے جس کے نشانات مٹ گئے ہیں اور حضرت حمزہ جو بلند رتبہ ہیں ان کی شہادت پر غم کے آنسو بہا۔''

اَللَّابِسِ الْخَيْلِ اِذَا اَحْجَمَتْ
كَاللَّيْثِ فِي غَابَتِهٖ الْبَاسِلِ

''سرپٹ دوڑنے والے گھوڑے پر سوار ہونے والے ہیں اور بہادری کے میدان میں ایسے ہیں جیسے شیر اپنے کچھار میں ہوتا ہے۔''

اَبْيَضُ فِي الذِّرْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ
لَمْ يَمُرَّدُوْنَ الْحَقِّ بِالْبَاطِلِ

''سفید رو ہیں بنو ہاشم میں چوٹی کے آدمی ہیں انھیں باطل کا کبھی گمان بھی نہیں گزرا اور نہ ہی حق کے بارے میں کبھی شک کا شکار ہوئے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا آنسو بہانا:

بَكَتْ عَيْنِيْ وَ حَقَّ لَهَا بُكَاهَا
وَ مَا يُغْنِي الْبَكَاءُ وَ لَا الْعَوِيْلُ

''میری آنکھ اشکبار ہے اور اس کا حق بنتا ہے کہ یہ روتی رہے۔ اگرچہ رونا دھونا اور چیخ و پکار کسی کام نہیں آتے۔''

عَلٰى اَسَدِ الْاِلٰهِ غَدَاةَ قَالُوْا
اَحَمْزَةُ ذَاكُمُ الرَّجُلُ الْقَتِيْلُ

''اللہ کے شیر پر رونا کام نہ آئے گا اس صبح میری آنکھ روتی تھی جس میں لوگوں نے بتایا کہ حضرت حمزہ وہ آدمی ہیں جو آج مقتول ہوئے ہیں۔''

اُصِيْبَ الْمُسْلِمُوْنَ بِهٖ جَمِيْعًا
هُنَاكَ وَ قَدْ اُصِيْبَ بِهِ الرَّسُوْلُ

''ان کی شہادت سے تمام مسلمان صدمہ سے دوچار ہوئے، خصوصاً رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس دن جانکاہ صدمہ پہنچا تھا۔''

اَبَا يَعْلٰى لَكَ الْاَرْكَانُ هُدَّتْ
وَ اَنْتَ الْمَاجِدُ الْبَرُّ الْوُصُوْلُ

''اے ابو یعلی خاندان تمہاری مضبوطی کے تمام ستون زمین بوس ہو گئے ہیں اور تم بزرگی والے نیکوکار اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صلہ رحمی والے ہو۔''

اللہ کے شیر کی ہمشیرہ کا دکھڑا:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور اللہ کے شیر کی شیر دل ہمشیرہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا دکھڑا درج ذیل اشعار میں بیان کرتی ہیں:

دَعَاهُ اِلٰهُ الْحَقِّ ذُو الْعَرْشِ دَعْوَةً
اِلٰی جَنَّةٍ یَحْیَا بِهَا وَ سُرُوْرِ

''معبودِ حق نے جو کہ عرش والا ہے حمزہ کو جنت میں بلا لیا ہے جہاں وہ زندہ ہے اور مسرور ہے۔''

فَذٰلِكَ مَا كُنَّا نُرَجِّیْ وَ نَرْتَجِیْ
لِحَمْزَةَ یَوْمَ الْحَشْرِ خَیْرَ مَصِیْرِ

''یہی جنت ہے جس کی ہم اسے امید دلاتے ہیں اور روزِ حشر بھی ہم حمزہ کے لیے اچھے ٹھکانے کی امید رکھتے ہیں۔''

فَوَاللّٰهِ لَآ اَنْسَاكَ مَا هَبَّتِ الصَّبَا
بُكَاءً وَّ حُزْنًا مَحْضَرِیْ وَ مَسِیْرِیْ

''واللہ! جب تک بادِ صبا سبک خرام رہے گی اٹھتے بیٹھتے ہوئے رونے اور غمزدہ ہونے کو کبھی نہ بھولوں گی۔''

عَلٰی اَسَدِ اللّٰهِ الَّذِیْ كَانَ مِدْرَهًا
یَذُوْدُ عَنِ الْاِسْلَامِ كُلَّ كَفُوْرِ

''اللہ کے اس شیر پر میرے آنسو بہتے رہیں گے جو اچانک حملہ آور ہوتا تھا اور اسلام کی حمایت میں ہر کفر کرنے والے کو روکا کرتا تھا۔''

اَقُوْلُ وَ قَدْ اَعْلَی النَّعِیُّ عَشِیْرَتِیْ
جَزَی اللّٰهُ خَیْرًا مِّنْ اَخٍ وَّ نَصِیْرِ

''میں کہتی ہوں اور حالت یہ ہے کہ میرا خاندان اس کی موت کی خبر کا اعلان کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے اس بھائی اور میرے مددگار کو بہترین بدلہ دے۔''

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے شہداء کے لیے دعا کی جس طرح کہ میت پر کی جاتی ہے یہ دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند دن پہلے کی تھی۔ [1]

[1] بخاری:١٣٤٤، کتاب الجنائز مسلم:٢٢٩٦، کتاب الفضائل.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنت کی خوشخبری پانے والے کے تاثرات:

حضرت سعد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ ابراہیم نے بتایا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا انھوں نے روزہ رکھا تھا کہا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جو کہ مجھ سے بہتر تھے انھیں ایک چادر میں کفن دیا گیا کہ اگر سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں نمایاں ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو ان کا سر ظاہر ہو جاتا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جو کہ مجھ سے بہتر تھے ان کی بھی یہی صورت تھی اب دنیا کی دولت وسیع پیمانہ پر پھیل گئی ہے اور دنیا ہمیں کثرت سے ملی ہے ہمیں اندیشہ لاحق ہوا ہے کہ کہیں ہماری نیکیاں جو ہیں دنیا میں ہی ان کا صلہ نہ مل گیا ہو پھر روتے رہے حتیٰ کہ کھانا نہ کھایا اتنا صدمہ کیا۔ ❶

وفات کے بعد کرامات کا ظہور:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حنظلہ بن راہب رضی اللہ عنہ کو جنت میں غسل دے رہے ہیں۔ ❷

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ احد میں جب چشمہ جاری کرنا چاہا تو لوگوں نے لکھا کہ یہ چشمہ تب ہی ممکن ہے جب ہم اسے شہداء کی قبروں پر سے ہی جاری کریں۔ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا ان کی قبریں اکھاڑ دو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے فوت شدہ لوگوں کو دیکھا کہ انھیں مردوں کی گردنوں پر اٹھایا گیا ایسے تھے جیسے سوئے ہوئے ہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایک پاؤں پر کدال لگی اس سے وہ اس طرح تازہ خون نکلا جس طرح ابھی فوت ہوئے ہیں۔ ❸

اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی تائید ونصرت کے لیے اس قسم کے اسباب پیدا کرتا ہے اور ان کی زندگی میں اور موت میں بذریعہ کرامات بھی اللہ تعالیٰ تائید فرماتا ہے اور پھر انھیں جنت کے ہمیشہ والے انعامات سے نوازتا ہے۔

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

ہم اللہ تعالیٰ سے دعاء گو ہیں کہ وہ جنت میں اپنی مستقل رحمت میں، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور حبیبِ کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہمیں بھی جگہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

---

❶ بخاری: ۱۲۷۵.

❷ طبرانی کبیر و صححه الالبانی فی صحیح الجامع: ۳۴۶۳.

❸ طبقات: ۳/ ۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

25

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی

یہ شیطان صفت قریش کا فرد، دعوت الی اللہ کا فرزند ارجمند بن گیا۔ یہ ایک روزِ روشن کی مانند صاف و شفاف حقیقت ہے بندوں کے دل رب رحمن جل و علا کی دونوں انگلیوں کے درمیان ہیں جیسے چاہے انھیں پلٹ دے۔ یہ عمیر بن وہب جنھیں مکہ مکرمہ کے باسی قریش کے شیطان کے لقب سے پکارتے تھے۔ یہ اپنی تمام تر سوچ اور فکر، جسم اور ہر اپنے اختیار کی چیز کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف جنگ کرنے میں گردش میں لے آتا ہے اس کے دل میں اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف کینہ کی آتشِ سوزاں بھری ہوئی تھی اچانک حالات نے پلٹا کھایا اور حق جل جلالہ نے اسے پیشانی سے پکڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم جماعت میں داخل کر دیا۔

مکہ والوں کا دور رس جاسوس:

جنگِ بدر کے دن عمیر ان میں سے ایک تھے، جنھوں نے اسلام کو اس کی قرار کی جگہ میں ہی مٹانے کا عزم لیے شمشیر بدست ہوئے تھے۔ ان کے اندازہ کی خوبی اور پھرتیلے پن کو دیکھتے ہوئے قریش کے کافروں نے انھیں بطورِ جاسوس بھیجا اور کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کا جائزہ لے کر آؤ یہ لشکر کے گرد چکر لگاتے ہیں اور اپنے گھوڑے پر گھوم گھام کر واپس جاتے ہیں اور کہتے ہیں: تین سو افراد ہیں اگر کوئی کمی بیشی ہوئی تو وہ معمولی ہو گی لیکن مجھے کچھ مہلت دی جائے تاکہ میں دیکھوں کہ ان کی کمک کے لیے تو کوئی موجود نہیں دور دور تک وادی میں گھومے کچھ نظر نہ آیا تو واپس آئے اور بتایا کہ ان کی مدد کے لیے اور کوئی نہیں لیکن اے گروہِ قریش! مجھے وہ مصائب نظر آرہے ہیں جو موت کو اٹھائے ہوئے ہیں اور یثرب (مدینہ) کے اونٹ تازہ موت اٹھائے آگے بڑھ رہے ہیں وہ ایسے لوگ ہیں ان کے پاس نہ تو اپنی محفوظ پناہ گاہ ہے اور نہ سر چھپانے کی جگہ ہے صرف ان کی تلواریں ہی سب کچھ ہیں، واللہ! میرے خیال کے مطابق اگر ان کا ایک آدمی قتل ہوگا تو لازماً تم میں سے بھی ایک آدمی قتل ہوگا اور اگر وہ اپنی تعداد کے مطابق تمہارے آدمیوں کا بھی نقصان کریں تو پھر اس کے بعد زندگی گزارنا ہمارے لیے اچھی زندگی نہ ہوگی باقی تم اپنی رائے دیکھ لو، جو چاہتے ہو کر لو۔ عمیر کی رائے سے مشرکوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے مگر ابوجہل نے ان کی رائے کو غلط قرار دیا اور اور ہر صورت مسلمانوں سے ٹکراؤ پر اصرار کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمیر رضی اللہ عنہ کا خطرناک ارادہ:

بدر کے تاریخ ساز معرکہ کا آغاز ہوا اور اس خونریز لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکر کو غلبہ سے نوازا، اور مشرکوں کو بدترین ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حمایت میں فرشتے نازل کیے۔

اس شکست وریخت نے قریش کے دلوں میں غضب کا تند و تیز طوفان بپا کر دیا اور عمیر کی اپنی یہ حالت ہوئی کہ اس کا بیٹا مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی ہوا، عمیر اپنے اس بیٹے کی اسیری پر دلگرفتہ تھا اور قریش کے کافروں پر مسلط ہونے والی اس ذلت آمیز شکست کی وجہ سے شکستہ خاطر ہو کر بیٹھا تھا اور یہ وہ شخص تھا جو ہمہ وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درپے آزار رہتا تھا انھیں اس سے مکہ کی سرزمین میں بہت زیادہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ صفوان بن امیہ کے ساتھ حطیم میں بیٹھتا ہے کچھ دیر یہ دونوں بیٹھے ہوئے ان مشرکوں کا ذکر کرتے ہیں جنھیں قتل کر دیا گیا اور بعد میں ان مقتولوں کو بدر کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا صفوان نے کہا۔ واللہ! ان اکابر کے مرنے کے بعد زندگی میں لطف نہیں رہا عمیر نے کہا: صفوان! واللہ! تو سچ کہتا ہے اگر میں مقروض نہ ہوتا جسے اداء کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں اور میرے اہل وعیال ہیں جن کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے اگر یہ مجبوریاں نہ ہوتیں تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے ابھی سوار ہو جاتا کیونکہ میرے پاس عذر بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھوں اسیر ہے یہ سن کر صفوان نے یہ لمحات غنیمت جانے اور کہا تیرا قرض میں اداء کروں گا اور تیرے اہل وعیال کی اپنے اہل وعیال کی مانند پرورش کروں گا، جب تک وہ زندہ ہیں مکمل ہمدردی رکھوں گا مقدور بھر دیکھ بھال کروں گا۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا پھر یہ میرے اور تیرے درمیان طے پانے والا معاملہ جو ہے اسے پوشیدہ رکھنا کہا۔ ضرور۔

عمیر رضی اللہ عنہ کی مدینہ روانگی:

یہ طے پانے کے بعد عمیر حکم دیتا ہے میری تلوار تیز دھار کی جائے اور اسے زہر چڑھایا جائے یہ مسلح ہو کر چل پڑتا ہے اور مدینہ منورہ پہنچتا ہے وہاں کچھ مسلمانوں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدر کی جنگ کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے اور جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اعزاز بخشا تھا اسے یاد کر رہے تھے اور جو مسلمانوں کے دشمنوں کا خاتمہ کر کے اللہ تعالیٰ نے منظر دکھایا تھا اس کا ذکر کر رہے تھے کہ اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر عمیر بن وہب کی جانب اٹھتی ہے جو کہ مسجد کے دروازے پر تلوار حمائل کیے سواری بٹھا رہا تھا پکار اٹھے یہ دیکھو اللہ کا دشمن کتا عمیر آیا ہے واللہ! یہ شر لے کر آیا ہے اور یہی وہ شریر ہے جس نے ہمارے اور دشمن کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکائی اور ہمیں ان سے لڑنا پڑا اور تعداد گننی پڑی۔

عمیر رضی اللہ عنہ کی دربار نبوت میں پیشگی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور عرض پرداز ہیں کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب تلوار گلے میں حمائل کیے آیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جاتے ہیں اور عمیر رضی اللہ عنہ کو تلوار کے پرتلے سمیت پکڑتے ہیں جو اس نے گردن میں لٹکا رکھی تھی اسے گریبان سے پکڑ لیا اور اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انصاری ساتھیوں میں سے کچھ آدمیوں سے کہا تم رسولِ اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ جاؤ، اور اس خبیث سے چوکنا ہوکر بیٹھنا اس سے خطرہ ہے یہ انتظام کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمیر کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل ہوتے ہیں۔ جب رسولِ اکرم ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عمر نے عمیر کو گریبان سے پکڑ رکھا ہے تو فرمایا اے عمر! اسے چھوڑ دو۔ کہا عمیر ذرا قریب ہو جاؤ۔ جب یہ قریب ہوا تو عمیر نے جاہلیت کا سلام کہتے ہوئے کہا تمھاری صبح اچھی ہو اس کے جواب میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اے عمیر! اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے سلام سے ہمیں بہتر سلام کا اعزاز بخشا ہے جو کہ اہل جنت کا سلام ہے عمیر نے کہا میں نیا نیا اسلام سے وابستہ ہوا ہوں مجھے علم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمیر! آنے کا مقصد بتاؤ باتوں میں نہ الجھاؤ کہا میں اپنا بیٹا جو تمہارے ہاتھوں میں اسیر ہے اس کے سلسلہ میں آیا ہوں، اس کے بارے میں حسن سلوک فرمائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر یہ تلوار گردن میں کیوں حمائل کر رکھی ہے کہنے لگا ان تلواروں کا اللہ برا کرے یہ کونسے ہمارے کام آئی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس مقصد کے لیے آیا ہے وہ سچ سچ بتادے کہا صرف قیدی چھڑانے ہی آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا عمیر تو اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے تھے اور تم نے قریش کے ان آدمیوں کو جو کنوئیں میں مقتول ہوکر گرائے گئے تھے ان کا ذکر کیا تھا اور تو نے کہا تھا اگر میرے اوپر قرض نہ ہوتا اور میرے اہل وعیال نہ ہوتے تو میں جا کر محمد ﷺ کو قتل کر دیتا تو صفوان بن امیہ نے تیرے قرض اور اہل وعیال کا ذمہ اٹھایا ہے اس شرط پر کہ تو مجھے قتل کرے گا سن لے میرے اور تیرے درمیان اللہ حائل ہے عمیر پکار اٹھا میں گواہی دیتا ہوں یقیناً آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اے اللہ کے رسول! آپ جو آسمان سے خبریں لے کر آئے تھے ہم انھیں جھٹلایا کرتے تھے اور ہم وحی کے نازل ہونے کو بھی نہیں مانتے تھے لیکن اب میں جان چکا ہوں کہ یہ بات آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہی بتائی ہے کیونکہ یہ معاملہ ایسا ہے اس میں میں اور صفوان ہی شامل تھے تیسرا کوئی نہ تھا میں اس پر اللہ کا شکر گزار ہوں کہ جس نے مجھے اسلام کی طرف راہنمائی فرمائی اور مجھے اس رستہ پر کھینچ لایا اور دوبارہ شہادت حق کا آوازہ بلند کیا اب رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کو دینی احکام سمجھاؤ اسے قرآن پاک پڑھاؤ اور اس کا قیدی بیٹا رہا کردو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی کیا۔ [1]

اور عمیر رضی اللہ عنہ کی سوچ بدل گئی:

اب عمیر کے دل میں سچا انقلاب ٹھہر چکا تھا وہ اس لمحہ کو یاد کرتا تھا کہ مجھے یہ جرأت کیسے ہوئی کہ میں نے اس نبی کو قتل کرنے کے لیے تلوار اٹھائی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تاریکیوں سے نورِ ایمان کی طرف لانے کا سبب بنایا ہے۔

یہ المناک یادداشتیں دل میں آرزوئیں بن کر بے چین تھیں کہ اب میں اللہ کے دین کے لیے ایسا کارنامہ پیش کروں جس کی وجہ سے میری زندگی کے وہ سیاہ صفحات مٹ جائیں جو اسلام اور اہلِ اسلام کی مخالفت کی بدنما سیاہی سے لبریز ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بیٹھا بیٹھا اس دین کی عظمت کی سوچ بھی دل میں بٹھا رہا تھا کہ یہ کیسی صورتِ حال تھی

[1] سیرت ابن هشام: ۲/ ۲٦٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ چند گھڑیاں پہلے وہ شمشیر بدست آیا ہے ارادہ یہ ہے کہ حبیب کبریاء ﷺ کو قتل کرنا چاہتا ہے اتنا برا فعل اور صحابہ کے لیے نفرت انگیز عمل کرنا چاہتا ہے ادھر یہ اللہ عزوجل کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے مگر لحظہ بھر میں انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھائی تصور ہونے لگا ہے اور ان کے دلوں میں ایک پر عظمت مقام حاصل کرتا ہے۔ وہ سوچتا ہے یہ کتنی وسیع الظرفی ہے جو اسلام لے کر آیا ہے اور یہ کیسا دلکش دین ہے جو لحظہ بھر میں اتنی زیادہ عداوت کو سچی محبت میں بدل دیتا ہے جس میں ذرہ برابر نفاق اور جھوٹ کی آمیزش نہیں بس یہی دین ایک عظیم جادۂ حق ہے اس کے سوا سب ادیان باطل ہیں۔

عمیر رضی اللہ عنہ میدانِ عمل میں:

یہ دلی خیالات و احساسات اور جذبات و میلانات اچانک عملی روپ میں سامنے آتے ہیں عمیر نے محسوس کیا کہ اب وہ گھڑی آن پہنچی ہے کہ میں کمر بستہ ہو جاؤں اور غفلت کی گرد و غبار دور کردوں اور اس دین کی امانت اٹھاؤں اور دنیا والوں کو اس کی طرف دعوت دوں۔ عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے نورِ الٰہی کو مٹانے میں بہت محنت کی ہے اور جو اللہ کے دین پر کاربند تھے انھیں بہت زیادہ ستایا ہے اب میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیں میں مکہ میں جاؤں اور انھیں اللہ کے دین کی دعوت دوں اللہ کے رسول اور اسلام کی طرف بلاؤں شاید انھیں اللہ تعالیٰ ہدایت سے ہمکنار کر دیں اگر وہ دین کی طرف نہ آئے تو جس طرح میں نے آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیت میں مبتلا کئے رکھا میں انھیں بھی مبتلائے درد کروں گا۔ رسولِ اکرم ﷺ حضرت عمیر کو یہ اجازت دیتے ہیں یہ مکہ جاتے ہیں ادھر صفوان بن امیہ جب عمیر بن وہب مکہ سے نبی ﷺ کو قتل کے لیے روانہ ہوئے تھے کہہ رہا تھا اے مکہ والو! چند دن بعد تمھیں ایک اہم واقعہ کی بشارت ملے گی وہ ایسا اہم واقعہ ہوگا تم بدر کا صدمہ بھول جاؤ گے صفوان قافلہ والے جو آتے جاتے تھے ان سے پوچھتا تھا ایک سوار آیا اس نے صفوان کو بتایا کہ عمیر تو مسلمان ہو چکے ہیں صفوان نے قسم اٹھا لی کہ میں عمیر سے کبھی بات نہ کروں گا اور کبھی اسے نفع نہ دوں گا۔ اب حضرت عمیر مکہ آتے ہیں وہاں ٹھہرتے ہیں اور دعوتِ اسلام کا آغاز کرتے ہیں اور جو اس کی مخالفت کرتا ہے اسے سخت تکلیف دیتے ہیں ان کے ہاتھوں بہت سارے لوگ مسلمان ہوتے ہیں۔ [1]

جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی آخری آرزو بھی پوری ہوئی:

حضرت عمیر اپنے دوست صفوان بن امیہ کو بھولے نہ تھے یہ وہی ساتھی تھا جس نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کے قتل کرنے پر روانہ کیا تھا جب سے عمیر کے دل کی گہرائیوں میں ایمان نے گھر کیا تھا صفوان کی خیر و صلاح کی آرزو ان کے دل میں مچل رہی تھی اسی ارادہ سے صفوان کے پاس جاتے ہیں اور انھیں دعوتِ اسلام پیش کرتے ہیں تاکہ ان کے اسلام میں داخلہ سے ان کی فرحت و مسرت کی تکمیل ہو جائے۔ لیکن صفوان سمندر کی جانب راہِ فرار اختیار کرتے ہیں کہ کہیں سوار ہو کر بھاگ جاؤں عمیر بن وہب رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آتے ہیں اور آپ سے صفوان کے لیے امان طلب کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ آپ کے خوف سے وہ بھاگ گیا ہے مجھے خطرہ ہے کہ ضائع نہ ہو جائے آپ نے

[1] طبرانی ابو نعیم، خصائص کبریٰ: ۱/ ۲۸۶، سند صحیح رجاله رجال الصحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کہ سرخ و سیاہ سب کو امان دی ہے تو صفوان پر بھی نظر کرم فرما دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ چچا کے بیٹے صفوان کو ڈھونڈ لاؤ۔[1] اور حضرت عمیر کو آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک دی جو کہ صفوان کے لیے امان کی ضمانت تھی اور اسے اسلام کی دعوت دی اور کہا کہ وہ حاضر ہو جائے اگر معاملہ پسند ہو تو ٹھیک ہے وگرنہ اسے دو ماہ تک مہلت دیں گے وہ سوچ لے۔ جب یہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا لوگوں کے سامنے آپ کو آواز دی۔ اے محمد ﷺ! یہ میرے پاس آپ کی چادر ہے اور آپ نے مجھے اپنے پاس آنے کا بھی کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے اگر تو راضی ہے تو ٹھیک ہے نہیں تو تجھے دو ماہ کی مہلت ہے آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو وہب! تم نیچے تو اترو، اس نے کہا واللہ! نہیں آپ میرے سامنے وضاحت فرمائیں میں تب اتروں گا آپ نے فرمایا دو ماہ کی نہیں چار ماہ کی مہلت دیتا ہوں۔

رسولِ اکرم ﷺ حنین میں ہوازن قبیلہ کے خلاف جنگ کے لیے نکلتے ہیں اور صفوان کو پیغام بھیجتے ہیں کہ مجھے جنگی ہتھیار ادھار دو اس نے کہا جبراً مانگتے ہو یا خوشی سے دوں فرمایا نہیں خوشی سے دو جبر نہیں یہ ابھی کافر تھے آپ ﷺ کے ساتھ نکلتے ہیں جنگِ حنین میں اور جنگ طائف میں بھی کافر کی حیثیت سے حاضر تھے لیکن ان کی بیوی مسلمان تھی آپ نے ان دونوں میاں بیوی کے درمیان تفریق نہ ڈالی تھی تاہم پھر یہ مسلمان ہو گئے اسی نکاح کے ساتھ یہ بیوی صفوان کے پاس چلی گئی تھی۔[2] یہ مالک کی ان روایات میں سے جو انھوں بَلَغَهٗ (انھیں پہنچی ہے) کے ساتھ بیان کی ہے اس کا متصل ہونا معلوم نہیں تاہم ابن عبدالبر کہتے ہیں یہ مشہور حدیث ہے۔ اہل سیر کے نزدیک معلوم ہے ابن شہاب اور شعبی نے بیان کی ہے) صفوان کے مسلمان ہونے سے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی سعادت اور نیکی بختی دو چند ہو گئی کہ جو ان کا جاہلیت کا دوست تھا وہ اب اسلام میں بھی دوست اور بھائی ہے بہت خوش تھے۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اسی دعوت الی اللہ کی معطر راہوں پر گامزن رہے کبھی سست روی کا شکار نہ ہوئے کیونکہ انھیں پختہ یقین تھا کہ یہ تمام نیکی کے کام روزِ قیامت میری میزان میں ترازو ہوں گے۔ ایک طویل جہدِ مسلسل سے لبریز اور عطاء و بخشش اور للہ کی راہ میں ایثارِ وقربانی اور دعوت الی اللہ کے جذبۂ خیر اندیش سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد یہ بستر مرگ پر دراز ہوتے ہیں آخر کار ان کی روح ان کے جسد عنصری سے پرواز کرتی ہے اور اپنے باری جل وعلا کی بارگاہ میں پہنچتی ہے اور نعمتوں والی بہشتوں میں حبیبِ کبریا ﷺ سے جا ملتی ہے۔

خام ہے جب تک ہے تو مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیر بے زنہار تو
محنت و تدبر کو صورتِ گر تقدیر کر
عزم و استقلال سے دنیا نئی تعمیر کی

[1] تهذيب ابن عساكر:٦/ ٤٣٢، منقول از سير:٢/ ٥٦٥.

[2] مؤطا:٢/ ٧٥، كتاب النكاح ، باب نكاح المشرك اذا اسلمت زوجته قبله.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

26

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حیاتِ ایمان افروز

آپ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان اور جنت میں رفیق سفر ہیں۔ ہم جس شخصیت کے گلشن سیرت کی سیر کو چلے ہیں وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت کے دن تک آنے والے لوگوں میں سے سب سے زیادہ فتنوں کے متعلق آگاہ تھے یہ وہ ہستی ہیں جنھوں نے بکھرے ہوئے مصحف کو یکجا کرنے پر لوگوں کو ابھارا۔ ہاں یہ وہ نامور آدمی ہیں جن کے متعلق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عن قریب یہ جنت میں میرے ساتھی ہوں گے مراد حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں ان کی حیاتِ تگ و تاز کے متعلق جب یہ سطور تحریر کر رہا تھا تو اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں میرے احساس وشعور کی تہوں سے یہ بات اٹھ رہی تھی گویا کہ ساری کائنات دیکھ اور غور کر رہی تھی اور زبانِ حال سے کہہ رہی تھی کہ اس صحابی رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات ان کی قدر و منزلت اور شایاں شان کے مطابق زیر قلم لانے کی ہم میں سکت نہیں۔

قارئین کرام دل حاضر کرلیں:

اے فرزندانِ اسلام! کانوں سے پہلے آپ اپنے قلوب و اذہان ہمیں عاریتاً دے دیں تاکہ تم یقین کرسکو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی اللہ کے دین کے لیے وہ خدمات پیش کرتا ہے جسے ایک نسل پوری قوت اور اسباب سے اس سے نصف بھی پیش کرنے سے قاصر ہے میں اس میں مبالغہ سے کام نہیں لے رہا یہ وہ نابغۂ روزگار فرد ہے جس نے اس حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر تربیت پائی ہے جن کی رب جل و علا نے خود تربیت کی تھی اور اپنی نگرانی میں رکھا تاکہ آنے والی نسلوں اور امتوں کی ایسی دور رس تربیت کریں کہ صدیاں بیت جائیں زمانہ کڑوڑوں کروٹیں لے مگر وہ تربیت کے اثرات مدہم نہ کر سکے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں یہ راز دانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مشہور ہیں۔ [1]

مختصر خاندانی تعارف:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد، بنوعبس، میں سے تھے اور مکہ کے رہائشی تھے ان سے اپنی قوم کا ایک آدمی قتل ہوا

[1] بخاری: ۷/ ۷۱، کتاب المناقب، باب مناقب عمار و حذیفہ رضی اللہ عنہما۔ مسند احمد: ٦/ ٤٤٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کی وجہ سے یہ بھاگ نکلے اور مدینہ چلے گئے اور بنو عبد الاشھل کے حلیف ہو گئے ان کی قوم نے ان کا نام، یمان رکھا کیونکہ یمانیہ قبیلہ سے حلیف ہوئے تھے یمانیہ سے مراد انصار ہیں۔[1] یمان نے وہاں ایک عورت سے شادی کی جس کا نام رباب بنت کعب اشہلیہ تھا اس سے حضرت حذیفہ، سعد، صفوان، مدلج، لیلیٰ پیدا ہوئے۔

رباب مسلمان ہوگئیں اور رسول اکرم ﷺ کی بیعت کی یمان کی دو اور بیٹیاں بھی تھیں ایک فاطمہ، دوسری ام سلمہ۔

حقیقی ایمان کی روشنی میں سفر:

اسلام جزیرۂ عرب پر اپنی نورانی کرنیں بکھیر رہا تھا اور اس کی شعائیں اس کے کوہ و دشت میں جلوہ ریز ہو رہی تھیں اور یہ نفوس انسانی کے گوشوں میں جگمگاہٹ پیدا کر رہا تھا اور لوگوں نے دین ہی کو اپنے لیے جائے پناہ قرار دے رکھا تھا اور امن کا گہوارہ تصور کیا تھا۔ یمان نے جلدی کی اور کچھ افراد بھی ساتھ تھے انھیں لے کر تیزی سے مکہ پہنچے اور رسولِ اکرم ﷺ کے سامنے اسلام لانے کا اعلان کیا اور اس کے بعد یمان مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے ان کے اہل وعیال بھی اسلام لا چکے تھے اور انھوں نے زندگی کے طور اطوار رسولِ اکرم ﷺ کے بہترین نمونہ میں ڈھالنے کو باعث نجات پایا اور اپنے دکھوں کا مداوا اسی کو جانا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک مسلمان گھرانے میں پروان چڑھے پھر اپنے والد محترم کی صحبت میں مکہ مکرمہ کی جانب سفر کیا وہاں رسولِ اکرم ﷺ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ملے تو انھوں نے اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دیا ان کے دل میں رسول اکرم ﷺ کی محبت تلاطم خیز ہوئی اور رسولِ اکرم ﷺ کی عظمت ان کے دل میں گھر کر گئی آپ ﷺ نے انھیں ہجرت کرنے اور نصرت وحمایت کرنے میں سے ایک کا اختیار دیا تو انھوں نے آپ کی نصرت کو پسند کیا اور مدینہ منورہ لوٹ گئے۔[2]

حبیب کبریا ﷺ نے فرمایا حذیفہ! اگر چاہو تو مہاجروں میں رہو، اگر چاہو تو انصار میں خود کو شمار کرلو، دونوں میں سے جسے خواہش ہو اپنے لیے چن لو کہا میں اے اللہ کے رسول ﷺ! انصاری ہونا پسند کرتا ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اجازت دی کہ آپ ہجرت کر سکتے ہیں تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بہت ہی زیادہ خوش ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے جس طرح ایک پیارا دوسرے پیارے کے ساتھ ہمنوا رہتا ہے ان کا مقصد تھا کہ میں اس چشمۂ صافی سے سیراب ہوں اور آپ ﷺ کی سیرت، عادت اور اخلاقیات حاصل کروں۔

نبی اکرم ﷺ ان سے بہت ہی زیادہ محبت رکھتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ ایک نظر سے ہی پہلے مرحلہ میں کسی آدمی کی صفات، حرکات اور خوبیوں کا جائزہ لے لیا کرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے بھانپ لیا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نادر الوجود فہم و ذکاء کے مالک ہیں اور انھیں تیز فہمی ایسی ملی ہے

---

[1] مستدرك:٣/ ٣٣٠، الاصابه:٢/ ٢٢٣، تاريخ اسلام للذهبی:٢/ ١٥٢.

[2] فرسان من عصر النبوة، ص:٤٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو بے مثال ہے جو مشکل ترین مراحل اور پیچیدگیوں کو بہت آسانی اور سہولت کے ساتھ حل کر لیتے ہیں اور آج آپ کی ذاتِ گرامی جس اہم ترین راز کو بطور امانت محفوظ رکھنا چاہے اور اسے شائع نہ کرنا ہو خواہ زمین اور آسمان کے آپس میں قلابے مل جائیں تو وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو امانت گاہ تصور کرتے ہوئے ان کے پاس رکھتے تھے۔

حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم آدمی کو جس جگہ کے وہ لائق ہوتا اسی کے مطابق اس سے کام لیتے تھے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی صلاحیتوں کے مطابق ان سے خدمت لیتے یہی وجہ ہے دین کی خدمت میں وہ اعلیٰ طور پر کارنامے سرانجام دیتے تھے۔

حبیب کبریاء کے معتمد خاص:

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو جس سب سے بڑی مشکل کا سامنا تھا یہ منافقوں کا ناپاک وجود تھا جو یہودیوں اور اس قماش کے ان کے ہمنواؤں میں سے تھے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف مکاریوں، دسیسہ کاریوں اور سازشوں کے جال بنتے رہتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان منافقوں کے ناموں سے براہِ راست آگاہ کردیا تھا یہ ایک راز تھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو مطلع نہ کیا تھا صرف حضرت حذیفہ کو آگاہ کیا تھا اور ان سے عہد لیا تھا ان کی حرکات وسکنات کی نگہبانی کرنا ان کی سرگرمیوں کی ٹوہ لگانا اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو یہ خطرہ ہیں انھیں روکنا نقصان نہ پہنچا سکیں اس وقت سے لے کر اب تک حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو رازِ دارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخ ساز لقب سے پکارا جارہا ہے۔[1]

زمین سے تجھے آسماں کردیا ہے

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علقمہ رحمہ اللہ شام کی جانب گئے تو وہاں مسجد میں آئے اور دو رکعات نماز ادا کی اور دعا کی اے میرے اللہ! مجھے کوئی اچھا ہمنشین عطا فرما تو ان کی نشست حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انھوں نے پوچھا تم کن میں سے ہو اور کہاں سے آئے ہو میں نے کہا اہل کوفہ سے ہوں۔ یہ سنا تو کہا کیا تم میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدان نہیں جو کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں جو راز ان کے پاس ہے اور کسی کے پاس نہیں۔[2]

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ صاحبِ الہام اور زیرک و دانا آدمی تھے۔ لوگوں کی پہچان کے متعلق یہ بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے اور بصیرت کو اہمیت دیا کرتے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو رائے کی پختگی نصیب کی گئی تھی کہ وہ ادراک کر لیتے تھے کہ اس زندگی کی خیر کا جو ارادہ کرے اس کے لیے وہ واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔

شر وہ ہے جسے برا سمجھا جائے اور چھپا کر کی جائے اس لیے اہل دانش پر لازم ہے کہ وہ شر کے مراکز اور ٹھکانوں کی خبر رکھیں۔ شاعر نے کیا خوب ترجمانی کی ہے:

---

1. صور من حياة صحابة:٣٠١.
2. بخاری:٦٢٧٨، نسائی فی الفضائل:١٩٤، مسند احمد:٦/ ٤٤٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَرَفْتُ الشَّرَّ لَا لِلشَّرِّ وَ لٰكِنْ لِتَوَقِّيْهِ
وَ مَنْ لَّا يَعْرِفُ الشَّرَّ مِنَ الْخَيْرِ يَقَعُ فِيْهِ

”میں شر کو پہچانتا ہوں اسے سرانجام دینے کے لیے نہیں بلکہ اس سے بچاؤ کے لیے جانتا ہوں جو شر اور خیر میں امتیاز نہ کر سکے گا وہ اس میں واقع ہو سکتا ہے۔“

روزِ قیامت تک برپا ہونے والے فتنوں کے ماہر:

اگر ہم اس جلیل القدر آدمی کی قدر جاننا چاہتے ہیں تو اس گفتگو پر غور و تدبر کریں جو ان کے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جاری ہوئی تھی۔ آیئے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زبانی ہی سماعت فرماتے ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق پوچھتے تھے میں آپ سے شر کے متعلق خبر گیری حاصل کرتا تھا ڈر یہ تھا کہ کہیں شر مجھے اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم جاہلیت میں شر میں ہی ڈوبے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس اسلام کی خیر سے نوازا ہے۔ کیا اس خیر کے بعد بھی شر آئے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں میں نے عرض کی پھر اس شر کے بعد بھی خیر آئے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مگر اس میں دَخن (دھواں سا ہوگا) میں نے عرض کی دَخن کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک قوم ہوگی جو میری سیرت کے علاوہ ہدایت طلب کرے گی تو ان کی نیکی بھی پہچانے گا اور برائی کا انکار کرے گا میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگی فرمایا ہاں ہوگی۔

دوزخ کے دروازوں پر کھڑے پکارنے والے ہوں گے جو ان کی دعوت قبول کرے گا یہ اسے دوزخ میں پھینک دیں گے میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ان کے اوصاف بد سے آگاہ فرمادیں فرمایا، وہ ہمارے طبقہ اور علاقہ سے ہی ہوں گے اور ہماری زبان میں ہم سے بات کریں گے، میں نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں انھیں پاؤں تو آپ کا میرے لیے کیا حکم ہے۔ فرمایا مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا اور ان کے امام کی اقتداء میں رہنا میں نے عرض کی اگر مسلمانوں کی جماعت اور ان کا امام نہ ہو تو پھر کیا کروں۔ فرمایا تمام فرقوں سے علیحدہ رہو اور تنہا رہو اگرچہ درخت کی جڑیں دانتوں میں دبانی پڑیں اور موت تک اسی پر قائم رہنا۔ [1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں واللہ! روزِ قیامت تک جو بھی فتنہ برپا ہونے والا ہے اس کے متعلق میں تمام لوگوں سے زیادہ آگاہی رکھتا ہوں۔ [2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خطاب کے لیے کھڑے ہوئے۔ قیامت کے قیام تک جو کچھ ہونے والا تھا ہم سے اس کا تذکرہ کیا جس نے یاد رکھنا تھا اس نے یاد کر لیا اور جس نے بھولنا تھا وہ بھول گیا۔ [3]

---

1 بخاری: ٦/ ٤٥٣، علامات النبوة. 2 مسلم: ٢٨٩١، کتاب الفتن، احمد: ٥/ ٣٨٨.

3 بخاری: ١١/ ٤٣٣، کتاب القدر، مسلم: ٣٨٩١.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

امام ذہبی رحمہ اللہ اس پر تبصرہ نگاری فرماتے ہیں:

''آپ ﷺ! اپنی گفتگو نہایت ہی ترتیل اور تفسیر سے بیان کرتے تھے جو آپ نے اپنی اس مجلس میں بیان کیا ہوسکتا ہے وہ ایک کتاب بن جائے آپ نے کائنات میں ہونے والے بڑے بڑے اہم واقعات بتائے ہوں گے اگر مکمل بیان فرماتے تو سال بھر میں انھیں کہنا ممکن نہیں۔ بلکہ کئی سال درکار ہوتے اس نکتہ پر غور فرمانا۔ بہت اہم بات ہے۔''❶

زاذان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بتاؤ۔ فرمایا:

''منافقوں کے متعلق علم رکھتے تھے کئی مشکل مسائل دریافت کیے گئے تو جواب دیتے تھے اگر تم ان سے سوال کرو گے تو ان کے پاس اس کا علم ہوگا۔''❷

اس بارے میں مزید فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا، انھوں نے قرآن پڑھا پھر اس کے شبہات پر ٹھہر کر غور کیا اس کے حلال کو حلال سمجھا اور اس کے حرام کو حرام تصور کیا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا وہ مومن تھے بھول جاتے تھے جب یاد دہانی کرائے جاتے تو پھر یاد آجاتا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال ہوا تو کہا: منافقوں کے متعلق ان کو خوب علم تھا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خود کو وقف کر رکھا تھا کہ شر اور شریروں، نفاق اور منافقوں کی علامات کا درس دیتے رہتے تھے کہ ان سے احتراز کیا جائے اور امت کو باقاعدہ ان کی شر انگیزیوں سے بچاتے رہتے تھے۔

راز دانی میں اتھارٹی شخصیت:

ابو یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا میں پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے ان سے پوچھا نفاق کیا ہے فرمایا تم زبانی تو اسلام کا نام لو مگر اس پر عمل نہ کرو۔'' نبی اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو منافقوں کے نام بتا رکھے تھے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے امت میں برپا ہونے والے فتنوں کے متعلق علم حاصل کر رکھا تھا اور اسے ضبط کیا ہوا تھا۔❹

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو کہ صاحب الہام اور ذہین وفطین تھے یہ بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے سے استدلال پکڑتے اور ان کی بصیرت کی روشنی میں آدمیوں کی معلومات حاصل کرتے اور ان کا انتخاب کرتے تھے۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اللہ کا واسطہ دیا کہ مجھے بتاؤ جو نبی اکرم ﷺ نے تمھیں منافقوں کے ناموں

❶ سير اعلام النبلاء: ٢/ ٣٦٦.

❷ مستدرك: ٣/ ٣٨١، رجاله ثقات، تخريج السير، شيخ ارن ؤوط.

❸ سير اعلام النبلاء: ٢/ ٣٦٣.

❹ بخاري: ١٣/ ٤٥، كتاب الفتن، مسلم: ١٤٤، ترمذي: ٢٢٥٩.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے رازدارانہ طور پر آگاہ کیا ہے ان میں میرا نام تو شامل نہیں۔ انھوں نے کہا نہیں آپ کا نام گرامی ان میں نہیں اور میں آپ کے بعد کسی کی پاکیزگی کی ضمانت آپ کی مانند نہیں دے سکتا۔ ❶

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ زندگی بھر منافقوں کے اسرار و رموز پر امین رہے ہیں اپنے معاملات میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ان کی طرف رجوع فرماتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ اگر کوئی مسلمان فوت ہو جاتا اور انھیں اس کی کیفیت کا علم نہ ہوتا تو پوچھتے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اس کے جنازہ میں تشریف لائے ہیں اگر بتایا جاتا کہ لائے ہیں تو پھر اس کی نماز جنازہ پڑھتے اگر کہا جاتا کہ نہیں آئے تو اس میں تذبذب کا شکار ہو جاتے اور نماز جنازہ سے رک جاتے ان کے آنے کا انتظار کرتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ دریافت کیا کیا میرے والیانِ حکومت میں سے کوئی منافق ہے کہا ہاں ایک والی ہے کہا مجھے بتاؤ کہا نہیں میں نہیں بتاؤں گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کچھ دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے معزول کر دیا حالانکہ بندہ وہی تھا جس کا مجھے علم تھا کہ یہ دوگلہ پن رکھتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تو عمدہ فراست اور صاف و شفاف بین تھے جس کی مثال ڈھونڈھے سے نہیں ملتی گویا کہ آپ کو اس کے متعلق الہام ہو گیا تھا اس لیے اسے معزول کر دیا۔

حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں استغفار کا تحفہ دیا:

چشمہ نبوت کے صاف و شفاف آبِ زلال سے سیراب ہونے کے لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو ہاتھ سے کبھی نہیں چھوڑا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ میری امی نے مجھ سے پوچھا تم کب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد سازی رکھتے ہو، میں نے بتایا کہ اتنی اتنی مدت ہو چکی ہے میں ان سے وابستہ ہوں بس یہ سنتے ہی میری ماں نے مجھ سے زبان درازی شروع کر دی اور سب و شتم کے تیر برسائے میں نے امی سے کہا مجھے اجازت دو میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہوں اور ان کے ساتھ نمازِ مغرب اداء کرتا ہوں اور میں اس وقت تک آپ کے قدم نہ چھوڑوں گا جب تک آپ میرے اور ماں تمہارے لیے استغفار نہ کر دیں گے۔

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور نمازِ مغرب اداء کی آپ نے اس کے بعد عشاء تک نماز پڑھی پھر واپس ہوئے میں آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپ کے سامنے ایک بادل نمودار ہوا آپ نے اس میں سے کچھ لیا اور وہ چھٹ گیا میں مسلسل آپ کے پیچھے چلتا رہا آپ نے میری آواز سنی تو فرمایا کون ہو میں نے عرض کی۔ حضرت! میں حذیفہ ہوں۔= فرمایا کیا بات ہے تو میں نے ماں والی بات سنائی اور درخواست کی کہ استغفار فرمائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَ لِاُمِّكَ "

❶ الکنز:۱۳/ ۳٤٤، منقول از سیر:۲/ ۳٦٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری ماں کو بخشے۔''

فرمایا: جو میرے سامنے بادل نمایاں ہوا تھا وہ دیکھا تھا میں نے کہا کیوں نہیں ضرور دیکھا تھا کہا وہ ایک فرشتہ تھا جو کبھی زمین کی طرف نہیں اترا۔ صرف اس رات آیا ہے اس نے اپنے رب سے یہ اجازت مانگی تھی کہ یہ مجھے سلام پیش کرنے کا آرزومند ہے اور مجھے خوشخبری دی کہ حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ ❶

عبادت میں ریاء کاری سے اجتناب:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ظاہر اور پوشیدہ دو حالتوں میں اپنے اللہ سے ڈرتے تھے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کے عمل پر کوئی خبردار نہ ہو۔ علیحدگی پسند تھے انھیں اپنی ذات اور اپنے دین کے بارے میں خوف طاری رہتا تھا کہ ریاء کاری نہ ہو جائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ یہ فتنوں سے آگاہ تھے اس لیے لرزہ براندام رہتے کہ میں فتنوں میں نہ پھنس جاؤں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے واللہ! میری آرزو ہے کہ میرے مال پر ایک آدمی کوئی بھی ہو وہ سپرداری حاصل کرلے اور میں اپنا دروازہ بند کردوں، میرے پاس کوئی بھی ملاقاتی داخل نہ ہو اور اسی حالت میں میری اللہ عزوجل سے ملاقات ہو جائے دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو میری کامیابی ہے۔

اعمش بیان کرتے ہیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نماز کے دوران رونے لگے جب نماز سے فارغ ہوئے تو مڑ کر دیکھا تو پیچھے ایک آدمی یہ رقت آمیز منظر دیکھ رہا تھا اس سے منت سماجت کی کہ یہ کسی کو مت بتانا۔'' ❷

جنگِ بدر میں حاضر نہ ہونے کا عذر:

اس موقع پر ذہنوں میں انگڑائی لینے والے ایک اعتراض کا حل بہت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ کیا وجہ تھی جس کی بناء پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوئے۔

اس سوال کا جواب خود حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہی دیتے ہیں فرماتے ہیں میں بدر میں حاضر نہ ہوسکا وجہ یہ ہے کہ میں اور میرے ابا جان ہم بدر میں حاضر ہونے کے لیے نکلے تھے لیکن کفار قریش نے ہمیں گرفتار کرلیا اور کہا: تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کا ارادہ رکھتے ہو، ہم نے کہا ہم صرف مدینہ منورہ جانا چاہتے ہیں ہم کسی کو ملنے نہیں جارہے۔ انھوں نے کہا اچھا پھر ہم سے عہد کرو کہ ہم مدینہ منورہ میں جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف نہیں لڑیں گے ہم نے یہ معاہدہ باندھ لیا۔ جب مدینہ آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے اس معاہدہ کا ذکر کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نَفِی بِعَهْدِهِمْ وَ نَسْتَعِیْنُ اللّٰهَ عَلَیْهِمْ'' ❸

---

❶ نسائی فضائل الصحابة: ۱۹۳، سنن کبری: ۵/ ۸۰، شعیب ارنؤوط نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ (السیر للذهبی)

❷ صفة الصفوة: ۱/ ۲۵٦. ❸ مسلم: ۱۷۷۸، کتاب الجهاد، مسند احمد: ۵/ ۳۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ہم ان کا عہد پورا کرتے ہیں لہٰذا تم شریک نہ ہوں اور کفار کے خلاف ہم اللہ سے مدد چاہتے ہیں۔ وہ ہماری مدد کرے گا۔''

میدانِ احد میں جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی:

یہ میدانِ احد کا دن ہے قریش کے مشرکوں کے خلاف مسلمان غزوہ میں مصروف ہیں مسلمانوں کے لشکر میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایسی دلیرانہ اور بے باکانہ لڑائی کی کہ گویا کہ درجہ شہادت پر فائز ہونا چاہتے تھے اور شہادت کی چوٹی پر بسیرا کرنے کا شوق بلند پرواز رکھتے تھے۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد محترم اس دن شہید ہو گئے۔ غلطی سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہی جام شہادت نوش کیا جو انھیں پہچان نہ سکے نہ پہچاننے کی وجہ یہ تھی کہ مجاہد جنگی لباس زرہ میں خود کو چھپاتے تھے اور اپنے چہرے بھی پردہ میں رکھتے تھے اس لیے کوئی واضح علامت نہ ہوتی تھی جس سے فوراً پہچان ہو سکے۔ بعض سے اپنا بھائی ہی بھائی کے ہاتھوں شہید ہو جاتا تھا اور پتہ نہ چلتا تھا۔ جب میدانِ احد میں، حضرت یمان رضی اللہ عنہ پر ساتھیوں نے حملہ کیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چلاتے رہے کہ لوگو! یہ میرے ابا جان ہیں مگر افراتفری میں کسی نے نہ سنا ان کی غلطی سے شہید ہو گئے ان کی دیت بنتی تھی لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وہ دیت بھی نہ لی خیرات کر دی اور معاف کر دی۔[1]

ایک دوسری روایت میں اس کی مزید تفصیل ہے کہ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد کے میدان کی جانب روانہ ہوئے تو حُسَیل بن جابر یعنی حضرت یمان رضی اللہ عنہ اور ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کو بچوں اور عورتوں پر جو ایک ٹیلہ پر محفوظ مقام پر تھے۔ نگران مقرر کیا گیا۔

یہ دونوں عمر رسیدہ تھے ایک نے دوسرے سے کہا اب کاہے کا انتظار ہے واللہ اب ہماری اجل قریب ہے اور آج یا کل کسی کے انتقام کی پیاس تو بجھانی ہے ہمارے خون کے پیاسے کافر انتقامی جذبہ لیے ہمارے درپے ہیں کیوں نہ ہم اپنی تلواریں تھامیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جائیں شاید ہمیں اللہ تعالیٰ شہادت نصیب کر دیں یہ دونوں شمشیر بدست نکلتے ہیں اور لوگوں میں جا شامل ہوتے ہیں ان کا کسی کو علم نہ تھا کہ یہ بھی شریکِ معرکہ ہو چکے ہیں۔

ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کو مشرکوں نے شہید کر دیا اور حضرت یمان رضی اللہ عنہ پر مسلمانوں کی تلواریں برسنی شروع ہو گئیں۔ انھوں نے پہچانا نہ تھا انھیں شہید کر دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پکار پکار کر کہہ رہے تھے یہ میرے باپ ہیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے انھیں پہچانا نہ تھا اور یہ سچ کہتے ہیں اگر پہچانتے تو کبھی ہاتھ نہ اٹھاتے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بھائیو! اللہ تمھیں معاف کرے وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] بخاري: ٧/ ٢٧٩، طبقات: ٢/ ٤٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دیت دینا چاہی تھی لیکن انھوں نے مسلمانوں پر خیرات کر دی ان کے اس صبر وتحمل اور اچھے فیصلہ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی عزت میں ترقی اور اضافہ ہوا۔ حضرت یمان رضی اللہ عنہ کو جس صحابی رضی اللہ عنہ نے خطأ شہید کیا تھا وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ! ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کے حالات بیان کرنے کے بعد تبصرہ فرماتے ہیں: ''بخاری میں حضرت یمان کی شہادت کا ذکر ہے مگر ثابت بن وقش کا ذکر نہیں۔''[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی سند میں آتا ہے کہ میدانِ احد میں جب مشرکوں کو شکست ہوئی تو ابلیس نے آواز لگائی اے اللہ کے بندو! پچھلی جانب سے آؤ تو اس کے بعد مسلمان ایک دوسرے پر پل پڑے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ میرے باپ حضرت یمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی تلواروں کی زد میں ہیں کہا اے اللہ کے بندو! یہ میرے والد صاحب ہیں مگر انھوں نے شہید کر دیا تو تب ہی رکے۔ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تمھیں معاف کرے تم نے میرے والد صاحب کو شہید کر دیا ہے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وفات تک حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ صبر سے رہے کبھی کسی کو طعنہ نہ دیا نہ ناراض ہوئے۔[2]

جنت میں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا لازوال شرف:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کا شجاعت و بہادری سے معمور واقعہ شاہسواری اور دلیری کی دنیا کا مشہور ترین شاہکار واقعہ ہے مخالفین اسلام کے جتھے ٹڈی دَل کی مانند امڈ آئے ہیں ان کی جماعتوں کا سیلاب رواں دواں ہے اور میدان میں رک کر صف آراء ہو جاتا ہے ان کے درمیان سے گزر کر اور اس سیلِ خطرہ زن میں گھس کر ان کے حالات کا جائزہ لینا ان کی خبروں پر اطلاع پانا اور ان کے رازوں سے خبردار ہونا اور پھر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر بتانا کتنا کٹھن مرحلہ ہے جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سر کیا۔

اور پھر مشرکوں پر ابتلاء و آزمائش کی جو سختیاں اور تکالیف ومِحَن کی کم بختیاں برپا ہوئی تھیں اور اللہ عزوجل نے جو دشمنوں پر تیز وتند ہوا چھوڑی جس نے میدانِ معرکہ سے ان کے قدم اکھاڑ دیے اور ان کا ٹھہرنا محال کر دیا اس کے متعلق خبر گیری کرنا یہ جہادی اور معرکہ آرائیوں اور معرکہ آرائیوں کی تاریخ کا اہم ترین واقعہ ہے اور جدید دور اور تاریخی طور پر سیرت رجال کے قابل اعتماد ذریعہ سے رونما ہونے والے واقعات میں سے بڑا وسعت پذیر واقعہ ہے جس میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کامیاب کردار ادا کیا۔

محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کوفہ میں سے ایک آدمی نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے کہا اے ابوعبداللہ! تم نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کو ان خوش نصیب آنکھوں سے دیکھا ہے اور شرف صحابیت بھی

[1] فتح الباری: ۷/ ۴۲۰، الاصابہ ۱/ ۲۰۴.

[2] بخاری، کتاب المغازی، باب اذ همت طائفتان مع فتح ،ص:۷، رقم: ۴۰۶۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل کیا ہے کہا اے بھتیجے! بالکل درست ہے کہا تم آپ کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے کہا: واللہ! ہم آپ کی خاطر ہر تگ و دَو کیا کرتے تھے اس نے کہا واللہ! اگر ہم آپ سے ملاقات کرتے تو ہم آپ کا پاؤں مبارک زمین پر نہ رکھنے دیتے بلکہ آپ کو کندھوں پر ہی بٹھایا کرتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بھتیجے! سن لے کہنا آسان ہے کرنا مشکل ہے۔ ہم خندق کے دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کا ایک حصہ مصروفِ عبادت گزارا۔ پھر آپ نے ہماری جانب نظرِ التفات ڈالی اور فرمایا:

کون ہے جو دشمنوں کی حرکات وسکنات دیکھ کر آئے اور ہمیں بتائے اور میں کہتا ہوں وہ واپس لوٹے گا اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اسے میرا جنت میں ساتھی بنا دے۔

لوگوں میں سے ایک آدمی بھی کھڑا نہ ہوا تھا اتنا خوف و ہراس طاری تھا اور اتنی زیادہ بھوک تھی جس نے لاغر کر رکھا تھا۔ اور ٹھنڈک بھی سخت تھی۔ جب کوئی بھی کھڑا نہ ہوا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا جب آپ نے مجھے پکارا تو مجبوراً حاضر ہونا پڑا۔ فرمایا حذیفہ جاؤ اور دشمن قوم میں گھس جاؤ اور جائزہ لو وہ کیا کر رہے ہیں اور کوئی کارروائی نہ کرنا صرف مجھے آکر حالات بتانا۔ میں جاتا ہوں اور دشمنوں کی قوم میں داخل ہوتا ہوں اللہ کا لشکر یعنی فرشتے اور بادِ صرصر نے ان کے حواس اڑا دیے تھے نہ تو ان کی ہنڈیا چولہے پر ٹھہرتی ہے اور نہ ہی آگ جلتی تھی اور نہ ہی خیمہ باقی رہا تھا ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو اس وقت ان کے سردار تھے، نے کہا:

اے گروہِ قریش! ہر آدمی اپنے ساتھی کو پہچان لے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے پہلے ہی ساتھ والے سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہہ دیا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں فلاں ہوں۔ پھر ابوسفیان نے اعلان کیا اے گروہ قریش! تم اس جگہ پر ٹھہرنے کے قابل نہیں رہے گھوڑے، اونٹ ہر چیز ہلاک ہو چکے اور بنوقریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی ہے اور ہمارے ساتھ ناپسندیدہ طرزِ عمل اپنایا ہے ہوا کی تندی تمھیں نظر آ رہی ہے ہماری ہنڈیاں ٹک نہیں رہیں اور نہ ہی آگ جلتی ہے اور نہ ہی کوئی خیمہ ٹھہرتا ہے لٰہذا یہاں سے کوچ کر جاؤ میں بھی کوچ کرنے ہی والا ہوں اور ساتھ ہی اپنے بندھے ہوئے اونٹ کی جانب بڑھے اسے کھولا اور اس پر بیٹھ گئے پھر اسے ایڑ لگا دی اور تین کی تعداد گننے پر سب کود پڑے واللہ! وہ کھڑے تھے میں ان کی ایک رسی بھی نہ چھوڑتا اصل میں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر رکھا تھا کہ میرے پاس آنے تک کوئی نئی کارروائی نہ کرنا اگر یہ عہد نہ ہوتا تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو گھائل کر دیتا ایک ہی تیر سے کام تمام کر دیتا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس مہم سے جب واپس آیا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور اپنی اہلیہ رضی اللہ عنہا کی ایک چادر اوپر لے رکھی تھی۔ جو یمن کی منقش چادر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے دیکھا تو مجھے اپنے پاؤں کے قریب داخل کر لیا اور چادر کا ایک حصہ میرے اوپر ڈال دیا پھر نماز سے فارغ ہوئے میں چادر میں ہی تھا آپ کی عبادت سے فراغت کے بعد میں نے آپ کی خدمت میں تمام حالات پیش کر دیے اور میں نے عرض کی غطفان نے جو قریش کے ساتھ عہد شکنی کی تھی میں نے وہ بھی بتائی کہ وہ قریش کو میدان میں چھوڑ کر اپنے شہروں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوٹ گئے ہیں۔ ❶

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں اسی صبح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حالات سنے تو خندق سے واپس مدینہ منورہ لوٹے۔ ہتھیار کھول دیے اور مسلمان بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس مدینہ میں پہنچ گئے۔ ❷

اس بہادری کی نادر مثال کی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک ایسے اعلیٰ رتبہ پر فائزہ ہوئے جو کہ اس میں یہی یگانۂ روزگار نظر آتے ہیں اور کوئی ان کا ہمسر نہیں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری کی بدولت انھیں جنت میں حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا مژدۂ جانفزاء ملا۔

آہ! یہ ایک ایسی بشارت ہے اس کائنات کی ساری کی ساری متاعِ بے بہا اور زینت دلربا بھی جس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمنشینی میں گزرنے والے ایام جو نہایت ہی حسین وجمیل لمحات سے لبریز تھے بہت تیزی سے چھن گئے کہ وہ تاریک ترین دن آ گیا جس میں دنیا گہری ظلمت میں ڈوب گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات ہوئی جس کی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے دل میں اتنا سنگین غم موج مارنے لگا جس نے ان کے دل شکستہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

مدائن کے والی:

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے رب کے جوارِ رحمت میں منتقل ہو چکے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جو آپ سے عہد باندھا تھا کہ عبادت گزار، روزہ دار، شب زندہ دار اور اللہ کی راہ میں مجاہدانہ کردار ادا کرتے رہیں گے اس پر باقاعدگی سے عمل کرتے رہے۔

اسی عہد ساز استقامت کی وجہ سے انھیں یہ درجہ حاصل ہوا کہ ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی علاقہ کی جانب کوئی امیر بھیجتے تو انھیں لکھتے کہ میں نے تمہاری طرف فلاں کو امیر بنا کر بھیجا ہے اور میں نے اسے یہ یہ حکم دیا ہے لہٰذا تم نے اس کی بات کو سننا اور اس کے حکم کی اطاعت کرنا ہے۔

جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو مدائن کی جانب بھیجا تو انھیں لکھا میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو تمہاری طرف خصوصی امیر مقرر کرتے ہوئے بھیج رہا ہوں خاص طور پر ان کی حکم برداری کرنا تو وہ لوگ کہنے لگے معلوم ہوتا ہے اس آدمی کی کوئی خاص شان ہے جب وہ لوگ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لیے نکلے تو ان سے ملاقات ہوئی یہ ایک خچر پر سوار ہیں نیچے پالان ہے اور سواری پر جھکے ہوئے ہیں اور پاؤں سواری کی ایک جانب ہی رکھے ہوئے ہیں وہ لوگ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو پہچان نہ سکے وہ ان لوگوں کے قریب سے گزر گئے یہ استقبالی حضرات لوگوں سے پوچھتے ہیں امیر کہاں ہے، ساتھ والوں نے بتایا امیر تو وہی تھے جس سے ابھی تمہاری ملاقات ہوئی ہے پھر وہ ان کے پیچھے دوڑے

❶ مسند احمد: ٥/ ٣٩٢، البداية والنهاية: ٤/ ١١٣، مستدرك حاكم: ٣/ ٣١، صحيح الاسناد، وافقه الذهبي.

❷ سیرت ابن ہشام: ٣/ ٢٠١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب ان سے ملے تو امیر کی عجیب سادگی تھی ایک ہاتھ میں روٹی پکڑی ہوئی ہے اور دوسرے میں ایک ہڈی پکڑی ہے جس پر گوشت تھا۔ اور کھاتے جا رہے ہیں۔ لوگوں نے ان سے مل کر ان سے سلام کہا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر جوان میں سے بڑا تھا اسے وہ روٹی اور گوشت والی ہڈی دے دی اس نے جب دیکھا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بے دھیان ہوئے ہیں وہ سادہ غزا کھا نہ سکا اس نے اپنے خادم اور غلام کو دے دی۔

مدح سرائی سے ناآشنا امیر:

ابن سیرین رحمہ اللہ ایک دوسری روایت سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک گدھے پر سوار تھے جس پر خالی پالان رکھا ہوا تھا ہاتھ میں روٹی اور گوشت کا ٹکڑا تھا۔ لوگ ان کی یہ حالت دیکھ کر کہنے لگے آپ جو چاہیں مطالبہ کریں ہم پورا کریں گے کہا بس میں تم سے سادہ سا کھانا کا مطالبہ کرتا ہوں جسے میں کھاؤں اور اپنے گدھے کے لیے چارہ کا مطالبہ ہے بس یہی میری تنخواہ ہے جب تک تم میں موجود ہوں یہی خواہش ہے جتنی دیر اللہ کو منظور تھا یہ اتنی دیر وہیں رہے اور اسی مطالبہ پر کارِ حکومت سرانجام دیتے رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہاں میرے پاس مدینہ میں آ جاؤ، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک یہ اطلاع پہنچی کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آ رہے ہیں تو ایسی جگہ پر چھپ کر جائزہ لینے لگے جہاں سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو نظر نہ آتے تھے دیکھا تو اسی حالت میں انھیں پایا جس حالت میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے روانہ ہوئے تھے جب ملاقات ہوئی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انھیں گلے سے لگا لیا اور کہا: حذیفہ تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں۔'' [1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ یہ پسند نہ کرتے تھے کہ کوئی آدمی ان کے پاس آئے اور میری مدح وثنا کرے، انھیں یہ چیز پسند تھی کہ جو آئے میرے عیوب سے آگاہ کرے تاکہ میں اپنی پوشیدہ کوتاہیاں درست کرسکوں سب سے زیادہ انھیں نفاق اور جھوٹ سے نفرت تھی۔

عمارہ بن عبد بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے فتنوں کی جگہ سے بچو، پوچھا گیا اے ابو عبد اللہ! فتنوں کے مقامات کیا ہیں فرمایا امراء کے دروازے، فتنہ اس طرح ہیں کہ تم امیر کے پاس جاؤ جو وہ جھوٹ بولتا ہے تم اس کی تصدیق کرو اور جو اس میں صفات نہیں تم وہ بتاؤ یہ بہت بڑے فتنہ کا مقام ہے۔ [2]

فتوحاتِ اسلامیہ کا شاہکار:

ممکن ہے یہ بات کم لوگ جانتے ہوں گے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ عراق کی تمام فتوحات میں سربرآوردہ اور قدآور لوگوں میں سے ہیں ہمدان رے، اور دینور علاقوں کی فتح ان کے ہاتھوں ہی تکمیل پائی تھی۔ ''نہاوند'' کے معرکہ میں جو ایک عظیم معرکہ تھا اس میں ڈیڑھ لاکھ فارس کے باشندے جو کہ جنگجو تھے جمع تھے۔ اور مسلمانوں کی تعداد (۳۰۰۰۰) تیس ہزار تھی لیکن ان کی قیادت ایمان اور پختہ عقیدہ کر رہا تھا جو حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

[1] صفة الصفوة: ١/ ٢٥٥.
[2] صفة الصفوة: ١/ ٢٥٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلوں میں اجاگر کیا تھا جس کی وجہ سے فرد پورے پورے لشکر کا مقابلہ کرتا تھا کیونکہ اسے صرف اللہ تعالیٰ کا خوف تھا اور کسی کا ڈر نہ تھا۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کو سالار بنادو:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''اللہ کے بندے امیر المومنین کی طرف سے نعمان بن مقرن کی طرف یہ خط ہے تم پر سلامتی ہو میں تمہارے سامنے اپنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد

مجھ تک یہ اطلاع پہنچی ہے کہ عجمی لوگوں کی بہت زیادہ جماعتیں نہاوند شہر میں امڈ آئی ہیں۔ آپ کو جونہی میرا خط ملے تو اللہ کے حکم سے تم بھی مقابلہ کے لیے روانہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کی معاونت اور نصرت تمہارے اور مسلمانوں کے شامل حال ہے انھیں کسی مشکل گھاٹی پر نہ لے جانا کہ مسلمان اذیت میں مبتلا ہو جائیں ان کا حق نہ مارنا کہ تو ان کی قدر ناشناسی کرے گا اور انھیں کسی گھنی جھاڑیوں میں نہ لے جانا کیونکہ ایک مسلمان فرد مجھے ایک لاکھ دینار سے زیادہ عزیز ہے۔

والسلام علیک

سیدھے رخ چلے چلو کہ ''ماہ'' تک پہنچو۔ میں نے اہلِ کوفہ کو خط لکھ دیا ہے وہ بھی وہاں آپ سے آن ملیں گے جب یہ تمہارے لشکر یکجا ہو جائیں تو پھر ''فیرزان'' کی طرف روانہ ہونا وہاں عجمی جماعتیں جو فارسیوں وغیرہ کی ہیں ان کے خلاف لڑو اور خوب دادِ شجاعت دو، (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) اور ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوفہ کے نائب امیر کو لکھا جو کہ عبداللہ بن عبداللہ تھے۔ کہ ایک لشکر مقرر کرو اور نہاوند بھیجو اور ان کے امیر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما ہوں گے یہاں تک کہ وہ نعمان بن مقرن کے پاس چلے جائیں اگر دورانِ جنگ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش کر جائیں تو پھر کمان حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہو اگر یہ بھی راہِ وفا میں سرشار ہو کر فوت ہو جائیں تو پھر قائد نعیم بن مقرن ہوں گے اور سائب بن اقرع کو مال غنیمت کی تقسیم پر سرپرست مقرر کر دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بڑا لشکر لیے روانہ ہوتے ہیں تا کہ ''ماہ'' مقام پر حضرت نعمان بن مقرن سے ملیں۔ عراق کے امراء کی بہت زیادہ تعداد بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی ہر ضلع میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مناسب جنگجوؤں کی تعداد نگرانی کے لیے متعین کر دی اور آبادی کے ہر کونے میں چوکیدار مقرر کر دیے جو کہ نہایت ہی محتاط انداز پر پیش قدمی کر رہے تھے اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ تک پہنچے وہاں ملے جہاں ملنے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط دیا اس میں اس واقعہ کے بارے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پر نعمان کو اعتماد کرنے کا حکم تھا اب مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تیس (۳۰۰۰۰) ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

معرکہ کی ہولنا کی کا منظر:

اہل فارس نے مکمل تیاری کر رکھی تھی انھوں نے بہت ہی ہولناک انداز پر صف بندی کر رکھی تھی تعداد اور تیاری ایسی تھی کہ اس کی مثال مشکل ہے آپس میں شور وغوغا بپا تھا اتنی زیادہ تعداد تھی اور لوہے کی خاردار تار انھوں نے پیچھے بچھا رکھی تھی کہ کوئی بھاگ نہ سکے بلکہ جنگی چال چلتے ہوئے بھی راہِ فرار نہ اپنائے۔

ادھر حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے پہلی مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کیا اور علم کو حرکت دی لوگوں نے یہ سن کر حملہ کی تیاری کر لی، پھر دوسری مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کیا اور علم لہرایا تو انھوں نے مزید تیاری کر لی پھر تیسری مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کیا اور ساتھ ہی حملہ کر دیا اور دیگر مسلمانوں نے بھی مشرکوں پر حملہ کر دیا تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا علم فارسیوں پر اس طرح جھپٹ رہا تھا جس طرح عقاب شکار پر جھپٹتا ہے۔ اب تلواریں ٹکرانے لگیں، ایسی جنگ کا آغاز ہوا سابقہ تاریخ میں اس کی مثال ناپید تھی اور کبھی کسی سننے والے کے کان نے ایسی ہولناک جنگ کا کھٹکا نہ سنا تھا۔

دوپہر کے بعد سے لے کر رات کی تاریکی تک کشتوں کے پشتے لگ گئے اور سرزمین نہاوند خون میں سینچ گئی جانور اس میں دھنس جاتے تھے ایک قول یہ ہے کہ امیر نعمان بن مقرن کا گھوڑا پھسل گیا وہ گر پڑے ایک تیر اچانک ان کی کوکھ میں لگا جس سے وہ شہید ہو گئے یہ کسی کو علم نہ ہوا صرف ان کے بھائی کو پتہ تھا۔ سوید یا نعیم تھے جنھیں ان کی شہادت کا علم تھا انھوں نے ان کی میت مبارک ڈھانپ دی اور ان کی موت کو خفیہ رکھا اور علم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دیا لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے بھائی نعیم رضی اللہ عنہ کو ان کے قائمقام کر دیا اور حکم دیا کہ صورتِ حال واضح ہونے سے پہلے ان کی موت کا معاملہ پردۂ خفا میں رکھا جائے کیونکہ اس طرح مسلمانوں کی شکست کا خطرہ ہے۔

جب رات کی تاریکی چھا گئی تو مشرک شکست خوردہ ہو کر پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا۔ تیس ہزار کافروں نے خود کو زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا کہ بھاگ نہ سکیں اور اپنے اردگرد خندق کھود رکھی تھی اس طرح بھاگنے کی تمام راہیں بند کر رکھی تھیں جب انھیں شکست و ریخت سے دوچار ہونا پڑا تو خندق میں گرنے لگے اور وادیوں میں گم ہونے لگے تقریباً ایک لاکھ افراد اپنے شہر کی وادیوں میں گم ہو گئے اور تقریباً ایک لاکھ سے زائد افراد قتل ہوئے یہ ان کے علاوہ تھے جو معرکہ آرائی میں قتل ہوئے تھے وہی بچا تھا جو نظر بچا کر ادھر ادھر بھاگ گیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس عظیم تاریخ ساز معرکہ نہاوند میں برابر شرکت فرمائی اور نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد علم تھام لیا تھا۔

اس معرکہ کا نتیجہ یہی نکلا کہ فارس والوں کو توحید کے علمبرداروں کے ہاتھوں شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا یہ وہ موحد تھے جن کے دلوں میں اللہ جل جلالہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اللہ کے دین کی نصرت وحمایت کے دریا موجزن تھے اس لیے یہ غالب آئے مشرک مغلوب ہوئے۔

نادرۂ روزگار حکمت و دانش کا پیکر:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما جب اپنی عبادت گاہ میں ہوتے تو حکمت و دانش اور عبادت گزاری میں عبقری شخص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے اور جب لڑائی کی زمین میں قدم رکھتے تو فدا کاری میں عبقری اور مافوق الفطرۃ ثابت ہوتے اور جو فہم بھی ان کے سپرد کی جاتی یا کوئی مشورہ طلب کیا جاتا تو بے مثال کردار ادا کرتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور مسلمان جب مدائن سے کوفہ کی جانب منتقل ہونے کا ارادہ کرتے ہیں اور اسے بطورِ وطن آباد کرنا چاہا کیونکہ مدائن میں ٹھکانا بنانے سے عرب مسلمانوں کو سخت اذیت پہنچی تھی آب و ہوا ناموافق تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو خط کے ذریعہ حکم دیا کہ پہلے مناسب اور پر فضا مقام کی جستجو کرلو اس کے فوراً بعد مدائن چھوڑ دو اور مسلمانوں کو خوشگوار ماحول میں منتقل کردو۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس دن اس سوچ میں پڑ گئے کہ وہ کون شخص ہوگا جسے میں اس حسن فضا والے مقام و مکان کے انتخاب کی ذمہ داری سونپوں پھر خود ہی کہنے لگے اگر اس کی صلاحیت رکھتے ہیں اور پر اعتماد طریقہ سے جن سے اس کی توقع ہے تو وہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہیں انھیں جگہ کی تلاش کے لیے بھیجا اور ان کے ساتھ حضرت سلمان بن زیاد بھی گئے کہ دونوں مسلمانوں کے لیے خوشگوار ماحول والی جگہ تلاش کرنے جاتے ہیں جب یہ کوفہ کی سرزمین میں پہنچتے ہیں وہ کنکروں والی لق و دق صحراء تھی جہاں نہ تو گھاس تھی اور نہ ہی سبزہ زار تھا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وہاں سے عافیت سے پر بادِ نسیم سونگھی۔ اور ساتھی سے کہنے لگے یہ منزل اچھی رہے گی۔ ان شاء اللہ۔

انہی خطوط پر کوفہ کا نقشہ بنا اور تعمیر کے ہاتھوں یہ ایک آباد شہر میں تبدیل ہوا۔ جب مسلمان یہاں منتقل ہوئے تو ان کے بیمار شفا یاب ہو گئے ان کے ناتواں، قوی اور توانا بن گئے اور عافیت ان کی رگوں میں صحت بن کر حرکت کرنے لگی اللہ کے حکم سے یہ بہت صحت افزا مقام ثابت ہوا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وسیع فہم و ذکاء والے تھے انواع و اقسام کے تجربات رکھتے تھے مسلمانوں سے ہمیشہ کہا کرتے تھے۔

"تم میں سے وہ بہتر نہیں جو دنیا کو آخرت کی خاطر ترک کرتے ہیں اور نہ ہی وہ بہتر ہیں جو آخرت کو دنیا کی خاطر چھوڑتے ہیں لیکن بہتر وہ لوگ ہیں جو ضرورت کے مطابق دنیا بھی حاصل کرتے ہیں اور آخرت بھی حاصل کرتے ہیں۔" [1]

اتباع سنت کا جذبہ گرانمایہ:

صحیح سند سے ثابت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"اے قرائے کرام کے گروہ! سیدھی راہ پر چلو اگر تم راہِ راست پر چلو گے تو تم بہت آگے بڑھنے والے ہوں گے اور اگر تم نے اس سے دایاں یا بایاں رستہ اختیار کیا تو تم دور کے گمراہ ہونے والے ہوں گے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں لوگوں پر دو چیزوں سے بہت زیادہ خوفزدہ ہوں۔ جو دیکھتے ہیں اسے اس چیز پر ترجیح دیتے ہیں جو جانتے نہیں مراد آخرت ہے کہ اس پر یقین نہیں۔ جس کی وجہ سے لاشعور کے طور پر گمراہ ہو جاتے ہیں۔

[1] رجال حول الرسول: ۲۵۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دو پتھر لیے اور ایک کو دوسرے پر رکھ دیا اور ساتھیوں سے کہا جو ان دو پتھروں کے درمیان فاصلہ ہے اس سے روشنی نظر آ رہی ہے انھوں نے کہا اے ابو عبد اللہ! ان کے درمیان معمولی سی روشنی نظر آ رہی ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بدعات نمودار ہوں گی ان میں سے حق اتنا ہی نظر آئے گا جتنی ان دونوں پتھروں کے درمیان سے روشنی نظر آ رہی ہے۔ واللہ۔ بدعات عام ہوں گی حتیٰ کہ جب بدعت رہ جائے گی تو لوگ یہ تصور کریں گے کہ سنت چھوٹ گئی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اپنے دین میں جو سب سے پہلے چیز گم پاؤ گے وہ امانت ہے اور آخر میں جو چیز نہ پاؤ گے وہ نماز ہے اسلام کی ایک ایک کڑی توڑ ڈالی جائے گی اور تم اپنی بیویوں سے حالتِ حیض میں بھی جماع کرو گے اور تم پہلے لوگوں کے طریقہ پر تنکا برابر تنکا اور جوتا برابر جوتا کی مانند چلو گے ان کے طریقہ پر چلنے میں خطا نہیں کرو گے بلکہ ضرور چلو گے بہت سارے فرقوں میں سے صرف دو فرقے باقی رہیں گے ایک کہے گا نمازوں کا معاملہ کیا ہے چھوڑو! انہیں کیا پڑھنا ہے پانچ پڑھنے والے تو گمراہ ہو گئے تھے۔ صرف تین ٹھیک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے:

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ﴾ (هود: ١١٤)

"نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں میں اور رات کی گھڑیوں میں اس سے تین ہی ثابت ہوتی ہیں حالانکہ ان کا یہ استدلال غلط ہے۔

ایک فرقہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے والوں کا ایمان فرشتوں کے ایمان کی مانند ہے کوئی کافر نہیں، کوئی منافق نہیں اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ ان دونوں فرقوں کو دجال کے ساتھ اکٹھا کرے گا۔

ایک مصحف پر جمع ہونے کی ترغیب دلانے والے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ قرآنِ پاک کا بہت اہتمام کرتے اور اس سے خصوصی لگاؤ رکھتے تھے۔ مسلمانوں کو ایک مصحف پر اکٹھا کرنے کا باعث یہی ہیں جب انھوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی صفوں میں قرآنِ پاک کے بارے میں اختلاف و فرقت کا آغاز ہو چکا ہے اور یہ اختلاف ان میں رخنہ اندازی ڈال رہا ہے اور آہستہ آہستہ ان کی صفوں میں سرایت کرتا جا رہا ہے تو انھوں نے اسے دور کرنے کی سعی مشکور کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اہل عراق کے ساتھ ارمینیہ اور آذربیجان میں غزوہ بپا ہوا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وہاں اختلاف محسوس کیا تو بہت جلدی سے مدینہ میں آئے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس اہم بات کی طرف توجہ مبذول کروائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت جلد اس کا اثر لیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا تو ان کی رائے یہ قرار پائی کہ قرآنِ کریم کو اختلاف سے مبرا کر کے لکھوایا جائے۔ اور اس کے نسخے شہروں میں ارسال کیے جائیں اس طرح لوگ ایک مصحف پر جمع رہے وگرنہ اس کا شیرازہ بکھر جاتا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس لائق ستائش محنت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فتنہ کی جڑ کاٹ دی اور اختلاف کا مادہ ختم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دیا اور قرآنِ کریم کی ایسی حفاظت کی کہ قرآن پاک میں ہر قسم کی تحریف اور اختلاف کی راہ مسدود کر دی کہ صدیاں بیت جائیں زمانہ کروڑوں کروٹیں لے اس کے باوجود یہ محفوظ ہی رہے گا۔ [1]

مصحف پر اجماع کی تفصیل:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ یہ اہل عراق کے خلاف ارمینیہ اور آذربیجان کی فتح سے واپس لوٹے تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بات نہایت ہی فکر مندی والی تھی کہ انھوں نے وہاں دیکھا کہ لوگ قرآن پاک کی قراءت کرتے وقت اختلاف کا شکار ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! اس امت کی فکر کریں اور انھیں یہود و نصاریٰ کی مانند کتاب اللہ میں اختلاف کرنے سے پہلے ہی روک لیں یہ قرآنِ پاک کی قراءت میں اختلاف کر رہے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ قرآن پاک کے تمام صحیفے ہمارے پاس بھیج دو ہم ان سے قرآنِ پاک نقل کرنے کے بعد آپ کو وہ واپس بھیج دیں گے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ تمام صحیفے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن حارث رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انھیں منتقل کرو، انھوں نے مصحفوں میں لکھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تینوں قریشیوں سے کہا جب تم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی کسی آیت میں اختلاف کرو تو اسے قریش کی زبان میں لکھنا کیونکہ یہ قرآن پاک قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا جب انھوں نے مصاحف تیار کر لیے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی جانب لوٹا دیا اور وہ تیار شدہ مصحف جو انھوں نے نقل کیا تھا اسے چاروں علاقوں میں اس کی مختلف کاپیاں ارسال کر دیں اور حکم دیا کہ اس تیار شدہ مصحف کے علاوہ ہر صحیفہ جلا دیا جائے۔ [2]

قرآن کریم کی تاریخ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ کارنامہ سنہری حروف میں چمکتا رہے گا اور روشن اثرات ڈالتا رہے گا اور رہتی دنیا تک اپنی خوشبوئے دلآویز سے کائنات کو معطر کرتا رہے گا۔

پھیلی ہیں فضاؤں میں اس طرح تیری یادیں
جس سمت نظر اٹھی آواز تیری آئی

میدانِ بلاغت کے شاہسوار:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ میدانِ حکمت و بلاغت کے یگانہ روزگار شاہسوار ہیں فیوض و برکات ربانی اور فتوحِ اسرارِ رحمانی کے شاہکار تھے ان کے اقوال کے بحرِ بے کنار سے رقت و رحمت کے سوتے پھوٹتے ہیں اور شفقت کے چشمے ابلتے ہیں اور ان کے گلشن سخنوری سے ایسی معطر ہوائیں چلتی ہیں کہ مجالس مہک اٹھتی ہیں اور دلوں میں سکون جنم لیتا ہے وجہ یہ ہے کہ

[1] فرسان من عصر النبوة:٤٩. [2] بخاری:٤٩٨٧، کتاب فضائل القرآن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذکر حکیم کی شراب طہور کی ان میں آمیزش ہے اور قالبِ نبوت کی سانسوں کی خوشبو ان میں رچی بسی ہے۔

دلوں کی اقسام کا تذکرہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زبانی:

دلوں کی اقسام کے بارے میں ان کا مشہور قول ہے، فرماتے ہیں: دلوں کی چار اقسام ہیں:

۱: قلب اغلف (جو کچھ بھی یاد نہ رکھتا ہو کیونکہ اس نے دین نہیں سمجھا ہوتا گویا کہ اس کی فہم و ذکاء پر پردہ ہوتا ہے) یہ کافر کا دل ہوتا ہے۔

۲: قلب مصفح (جس کے دو انداز ہوں ایک چہرہ سے کافروں کو ملتا ہے اور جب ایمانداروں سے ملتا ہے تو دوسرے چہرہ سے ملاقات کرتا ہے) یہ منافقوں کا دل ہے۔

۳: قلب اجرد (یہ وہ دل ہے جس میں کوئی کینہ اور دغا نہ ہو یہ اصل فطرت پر ہے نورِ ایمان اس میں چمکتا ہے) یہ مومن کا دل ہے۔

۴: وہ دل جس میں نفاق اور ایمان دونوں ہوں اس میں ایمان کی مثال اس درخت کی مانند ہے جو پانی سے نشوونما پاتا ہے اور اس میں نفاق کی مثال پھوڑے کی مانند ہے جس میں پیپ اور خون بھر جاتے ہیں جو اسے پھیلاتے ہیں جو ان میں سے یعنی ایمان اور نفاق میں سے جسے غلبہ ہو وہی ہو جاتا ہے ایمان کا غلبہ ہو تو ایمان والا دل ہو جاتا ہے اور نفاق غالب ہو تو نفاق والا دل ہو جاتا ہے۔ [1]

لازوال اقوال:

قارئین کرام! آیئے یہ موازنہ سماعت فرمائیں جو نہایت ہی لطافت کا مرقع ادب سے مرصّع اور نصیحت کی نزاکت سے مسجع ہے۔ فرماتے ہیں: حق ثقیل ہوتا ہے ثقالت کے ساتھ ساتھ کڑوا بھی ہے اور باطل خفیف ہوتا ہے خفیف ہونے کے ساتھ ساتھ وباء پھیلاتا ہے۔ گناہ چھوڑنا، توبہ کرنے سے آسان تر اور بہتر ہے۔ بعض شہوات جو ایک لمحہ بھر کی ہیں طویل غم سے دوچار کرتی ہیں۔ [2]

عقبیٰ کی تیاری:

زہد و تقویٰ اور اسلام کے دفاع اور ایثار و قربانی سے بھرپور حیات فانی گزارنے کے بعد یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق بہشت بستر مرگ پر دراز ہوتے ہیں اب تیاری میں ہیں کہ ان کی روح مقدس رب عزوجل کی جانب پرواز کرے وہ رب جس نے موت مخلوق پر لکھ دی ہے اور وہی زندہ رہنے والا ہے جسے کبھی موت نہ آئے گی۔ نزال بن سبرہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے موت کے قریب کیا تاثرات بیان کیے تھے۔ فرمایا جب وقت سحر ہوا تو کہا میں اس صبح سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں جو دوزخ میں لے جائے یہ بات تین مرتبہ کہی پھر کہا میرے لیے دو سفید کپڑے خرید و کیونکہ یہ میرے پاس نہیں رہیں گے یا تو یہ مجھ سے بدل کر دو بہترین جنت کے

[1] حلية الاولياء: ١/ ٢٧٦.
[2] مختصر تاريخ دمشق: ٦/ ٢٥٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کپڑے مجھے اس کے عوض ملیں گے یا پھر برے انداز پر مجھ سے چھین لیے جائیں گے۔ ❶

زیاد جو کہ ابن عیاش کے مولیٰ ہیں وہ کہتے ہیں مجھ سے یہ بات اس نے کہی تھی جو ان کی مرض الموت میں ان کے پاس داخل ہوا تھا اس نے کہا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں یہ گمان نہ کرتا کہ یہ میرا دنیا کا آخری دن اور آخرت کا پہلا دن ہے تو میں یہ بات نہ کرتا اور کہا: اے میرے اللہ! تو جانتا ہے میں فقر کو غنا پر اور نرمی کو تکبر پر اور موت کو زندگی پر پسند کرتا تھا اللہ تیرا پیارا بندہ فاقہ مستی میں حاضر ہو رہا ہے اور جو اس موت کے وقت پشیمان ہوا وہ کامیاب نہ ہوگا۔ ❷ معزز فرشتوں کی جماعت اترتی ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روح قبض کر لیتی ہے اور اسے خوشی خوشی رب باری کی طرف لے کر چڑھ جاتے ہیں تاکہ وہ اعلیٰ علیین میں قرار پکڑے ان کی وفات سے معمولی خلاء واقع نہیں ہوا تھا بلکہ دین کی خاطر ہجرت سے بھرپور زندگی جہاد، گھڑسواری، فتوحات، علم، زہد، حکمت اور فضل سے معمور زندگی کا خاتمہ ہوا تھا مناسب حال یہی ہے کہ ہم ان کے نام کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ملا دیں یہ کہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیدوں کے آشنا ہیں۔ حضرت حذیفہ ۳۶ھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے چالیس دن بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ❸

اختتامی کلمات:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کا خلاصہ ہم ان اختتامی الفاظ کے ساتھ لکھتے ہیں جو ابو نعیم نے ان کے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے آغاز میں بیان کیے ہیں انھوں نے کہا ہے۔ ابو عبد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ محنتوں کے ماہر، احوال قلوب سے خبردار، فتنوں، آفتوں اور عیبوں سے آگاہ، جنھوں نے شر پوچھی کہ اس سے اجتناب کریں اور خیر کی جستجو کی تاکہ اس کو اختیار کریں فقر و فاقہ میں پرسکون رہے ندامت و انابت کی طرف میلان رکھا اور زمان و مکان کی قید سے بھی آگے گزر گئے۔ اس گروہ کے نامور گھوڑ سوار، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما پر اللہ تعالیٰ راضی ہوں اور انھیں جنت الفردوس میں کشادہ گھر سے نوازیں ان کی معطر سیرت کی مہکار سے مسلمانوں کو پر بہار بنائیں ان کی عبادت کی اقتداء کی توفیق دیں راز دانی کی عادت، جہاد، اور مفید علم کی طلب مرحمت فرمائیں۔ ❹

رضی اللہ عنہ و عنهم اجمعين

---

❶ المستدرك: ٣/ ٣٨١، منقول از سير: ٢/ ٣٦٨.

❷ صفة الصفوة: ١/ ٢٥٦.

❸ مختصر تاريخ دمشق: ٦/ ٢٦٢ (رضی اللہ عنہ)

❹ فرسان من عصر النبوة: ٥٤.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

27

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی داستانِ درد

سیدنا و مولانا حضرت محمد ﷺ فداہ ابی و امی نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی عظمت کو چار چاند لگا دیے کہ

"اِنَّ الْجَنَّةَ لَتَشْتَاقُ اِلٰى عَمَّارٍ."

"یقیناً جنت سراپائے شوق بن کر حضرت عمار کی منتظر ہے۔"

اور فرمایا:

"صَبْرًا اٰلَ يَاسِرٍ فَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةُ."

اے آلِ یاسر! قریش مکہ کے ستم کاروں کے مقابلہ میں صبر سے کام لو۔ یقیناً جنت تمہاری وعدہ گاہ ہے۔"

آج ہم قارئین کرام سے ابتلاء و آزمائش کی داستان حق بیان کرنے کا وعدہ کرتے ہیں یقیناً اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے صبر کو ایک ایسا گھوڑا بنایا ہے جو کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا ایک تیز دھار شمشیر بے نیام بنائی ہے جو اچاٹ نہیں ہوتی صبر ایک ایسا لشکر جرار ہے جو شکست سے دوچار نہیں ہوتا اور اسے ایسا مضبوط قلعہ بنایا ہے جس میں نقب نہیں لگتی۔

رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"مَا اُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَّ اَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ."[1]

"صبر سے زیادہ بہتر اور وسعت پذیر عطیہ کوئی نہیں دیا گیا۔"

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے صبر کا ذکر تقریباً ۹۰ مقامات پر کیا ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝﴾ (السجدة: ٢٤)

"اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو انھیں ہمارے حکم کی راہنمائی کرتے ہیں جب کہ انھوں نے صبر کیا اور یہ ہماری آیتوں کے ساتھ یقین رکھتے تھے۔"

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صبر و یقین کے ذریعہ دین کی امامت و پیشوائی حاصل ہوتی ہے۔"

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

[1] بخاری، مسلم، صحیح الجامع: ٥٨١٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ (الزمر:١٠)

''یقیناً صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔''

واللہ! قرآن پاک میں اگر مذکورہ بالا آیت کے سواء اور کوئی بھی آیت صبر کے بارے میں نازل نہ ہوتی تو یہی کافی ہے کیونکہ صبر پر پورا اجر دینے کا وعدہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کیا ہے وہ انعام بھی تو اپنی شان کے مطابق ہی دے گا۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے دامن میں وہ بھلائی کے کام ڈال دیے ہیں جو دوسروں کو نہیں دیے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴾ (البقرۃ:١٥٧)

''یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں اور رحمتیں ہوں گی اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔''

غور فرمائیں، برکاتِ الٰہیہ، رحمتیں اور ہدایت یافتہ ہونے کے اعزازات سے صابروں کو نوازا گیا ہے۔

آج بھی صبر کی ضرورت ہے:

ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان سطور کی تحریر کے دوران ہم ابتلاء و آزمائش میں صبر کی داستان سنانے میں کچھ وقت گزاریں گے۔ یہ ایک ایسی اہم داستان ہے جو روزانہ دہرائی جا رہی ہے اور اس کو گنگنانے کی ہر زمان و مکان میں ضرورت رہی ہے کیونکہ ایمان اور کفر کے درمیان ہمیشہ سے مقابلہ آرائی ہوئی ہے اور آج تک ہوتی آ رہی ہے اور ہوتی رہے گی حق جل وعلا نے فرمایا:

﴿وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ﴾ (البقرۃ:٢١٧)

''اور یہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ تمھیں مقدور بھر تمہارے دین سے مرتد نہ بنالیں۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً ۖ﴾ (النساء:٨٩)

''ان کی خواہش ہے کہ تم بھی اسی طرح کفر کرو جس طرح انھوں نے کیا اور تم اور یہ برابر ہو جاؤ۔''

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴾ (البروج:٨)

''اور نہیں عیب لگایا انھوں نے مگر یہ کہ وہ اللہ غالب، تعریف کیے گئے پر ایمان لائے تھے۔''

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کفار، مسلمانوں کو کفر میں لانے کی تمنا کرتے رہے ہیں اور ایمان لانے والوں پر عیب جوئی اور طعنہ زنی کرتے رہے ہیں یہی صورت آج بھی درپیش ہے۔ لہٰذا آج بھی صبر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

قارئین کرام! اس واقعۂ صبر کے مرکزی کردار، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی بیان کرنے میں جو ہم وقت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

گزاریں گے آپ بھی ہمارا ساتھ دیں تا کہ ہم اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ سے زیادہ قربت و نزدیکی حاصل کر سکیں جن کے لیے جنت سراپائے انتظار بن کر کھڑی ہے۔ ہاں، ہاں، واللہ! اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے لیے رحمن کی جنت یقیناً اشتیاقِ دیدار رکھتی ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ان کی کنیت ابو یقظان ہے۔ نسبت عنسی المکی ہے مولیٰ بنی مخزوم ہیں۔ امام کبیر ہیں، اولین سبقت لے جانے والوں میں سے ایک ہیں اور اہل بدر میں سے سر برآوردہ اور نامور افراد میں سے ہیں۔ ان کی والدہ، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں جو کہ بنو مخزوم کی آزاد کردہ لونڈی تھیں یہ صحابیات میں بہت اونچے درجہ والی ہیں یہ وہ خاتون ہیں جو اسلام میں سب سے اول جامِ شہادت نوش کرتی ہیں۔ (رضی اللہ عنہا)

سعادت کے دامن میں:

اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے بنیادی تذکرہ سے ہم گفتگو کا آغاز کرتے ہیں ان کی عبرت آموز داستان، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتی ہے جو کہ حضرت عمار کے والد ہیں۔

حضرت یاسر اپنے دونوں بھائیوں حارث اور مالک کے ساتھ یمن سے مکہ مکرمہ میں اپنے اس بھائی کی جستجو میں آتے ہیں جو کئی سالوں سے گم شدہ تھا۔ اس کی گمشدگی سے لے کر وہ اس کی تلاش میں شہروں کے چکر لگا رہے تھے۔ آخر کار وہ اسی گردش میں مگن سرزمین مکہ میں آتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں مگر وہ مل نہیں رہا تھا۔ جب وہ نہ ملا تو حارث اور مالک یہ دونوں تو یمن کی جانب لوٹ گئے لیکن حضرت یاسر رضی اللہ عنہ واپس نہ لوٹے کیونکہ انھوں نے ایک عجیب وغریب سعادت اور کیف و مستی کی حالت محسوس کی۔ جس کی وجہ سے انھوں نے مکہ میں رہنے کو ترجیح دی تاہم انھیں یہ علم نہ تھا کہ میں قصر تاریخ کے اشرف و اعلیٰ اور کشادہ دروازہ میں قدم رکھ چکا ہوں۔

اہلِ عرب کا یہ دستور تھا کہ کوئی بھی اجنبی آدمی کسی بھی شہر کا رہائشی ہو جب وہ مکہ میں سکونت اختیار کرتا تو اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ کسی بھی قوم کے سردار کا حلیف و معاہدہ والا ہو، تا کہ وہ اس طرح لوگوں کی ایذاء رسانی سے محفوظ رہ سکے اور اس جگہ پر پرسکون اور اطمینان والی زندگی گزار سکے۔

حضرت یاسر رضی اللہ عنہ نے ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی سے حلیف کا عہد باندھا اس مخزومی نے ابو حذیفہ سے حضرت یاسر رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت کا سلوک روا رکھا۔ اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے انھیں چاہا کیونکہ اس نے ان کو شریفانہ خصال اور کریمانہ افعال، اور نفاستِ طبع کا خزینہ بے مثال پایا تھا اس سے زیادہ حضرت یاسر کو قربت سے نوازنے کی خواہش سے اس نے اپنی لونڈی جسے سمیہ بنت خیاط کہا جاتا تھا ان کی شادی کر دی ان سے پھر ایک مبارک فرزند ارجمند حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

اس فرحت و مسرت کی تکمیل اس دن ہوئی کہ جب انھیں ابو حذیفہ بن مغیرہ نے غلامی سے آزاد کر دیا اس کے بعد جلدی ہی وہ فوت ہو گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جزیرۂ عرب پر نورِ اسلام کا تڑکا:

صدیاں بیت چکی تھیں کہ بشریت شرک و جاہلیت کی تاریکیوں میں سانس لے رہی تھی کہ اچانک آفتابِ اسلام جزیرۂ عرب پر ضیاء افگن ہوتا ہے تاکہ جاہلیت کی ظلمتوں سے نکل کر ایمان و توحید کے انوار و تجلیات کی روشنی میں زندگی بسر کریں، اور تنگی و شقاوت کی غاروں سے منتقل ہو کر دنیا و آخرت کی نیک بختی اور سعادت کی آبشاروں سے شاد کام ہوں اور ان کی سنہری کرنوں سے یہ دنیا جنت کا گہوارہ بنے اور اس کے نتیجہ میں آخرت کی جنت کے وارث ہوں لوگ اس حیاتِ نو میں نئے دور کا جنم لے رہے تھے ان سعادت کی گھڑیوں میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے کانوں میں رسالتِ محمد یہ علیہ السلام کی آواز پڑتی ہے اس صدائے ایمان افروز سے ان کے دل کے دریچے کھل جاتے ہیں یہ ''دار ارقم'' کی جانب چلتے ہیں ان کے قدم ہوا کا مقابلہ کر رہے ہیں اور یہ زمانہ کی رفتار سے بھی تیز گام چلتے ہیں وہاں پہنچتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرتے ہیں اور آپ کی بات سنتے ہیں۔ کیفیت یہ تھی مسرت و فرحت سے دل باغ باغ ہو رہا تھا اور خوشی سے اڑنے لگا تھا۔ ہاں، ایسا کیوں نہ ہوتا یہ دین اسلام تمام بشریت کی نجات کا ضامن ہے۔ بس لمحہ بھر میں حضرت عمار اپنا ہاتھ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بڑھاتے ہیں اور دل اور زبان سے اقرار و تصدیق کرتے ہوئے پکار اٹھتے ہیں **(اشهد ان لا اله الا اللّٰه و اشهد ان محمداً رسول اللّٰه)**

والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک:

جب ایمان کے نور نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے دل کی گہرائی میں جگہ بنا لی تو یہی نور، خیر اور ایمان کی دولت اٹھائے والدین کے درِ عزت پر دستک دیتے ہیں اور یوں سمجھیں ان کی دنیا کی جنت اٹھائے ان کے قدموں میں حاضر ہوتے ہیں جونہی والدین کے سامنے دعوتِ دین پیش کرتے ہیں اور اسی لحظہ بغیر توقف کے بغیر کسی قسم کی لرزش کے اور بغیر وقفہ کے فوراً اسے قبول کرتے ہیں۔ واللہ! والدین کے ساتھ یہی سب سے بڑی نیکی ہے کہ اولاد ان کی دوزخ سے نجات اور دخول جنت کا باعث ہو یہ مبارک اور اخلاق کریمانہ رکھنے والا خاندان اگر آج دنیا سے رحلت کر چکا ہے اور رب رحمن کی بہشت میں جاگزیں ہو چکا ہے مگر کامیاب ہے حالانکہ اسلام کا رستہ بہت دشوار گزار، مشکل، کٹھن اور طویل ہے لیکن اس کا انجام کار بہت ہی زیادہ قابل ستائش قیمتی اور ثمر آور ہے۔ ایک مرد مومن کا یہی کام ہے کہ وہ اس جادۂ حق پر رواں دواں ہونے کے لیے پہلا قدم رکھے اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے اللہ بادشاہِ ذوالجلال و علا کی مدد طلب کرے۔ آخری منزل تک پہنچانا اس کے بس میں ہے۔

نہ ظلمت شب میں کچھ کمی ہے
نہ کوئی آثار ہیں سحر کے
مگر مسافر رواں دواں ہیں
ہتھیلیوں پر چراغ دھر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابتلاء و آزمائش کی بھٹی میں:

یہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے سلام لانے کی خبر چند ہی لمحے بعد اڑتی اڑتی بنو مخزوم تک پہنچ گئی یہ تو سنتے ہی غصہ سے بھڑک اٹھے۔ اور آلِ یاسر پر پل پڑے اور سخت ترین سزا میں مبتلا کر دیا جب دوپہرا اپنی طغیانی پہ ہوتی انھیں پکڑ لیتے اور مکہ کی بطحاء وادی میں لے جاتے لوہے کا لباس انھیں پہنا دیتے اور پانی کا گھونٹ تک نہ پلاتے اور جسم سوز آفتاب کی دھوپ میں انھیں تاپتے اور اوپر سے کئی قسم کی سزاؤں کا انھیں تختۂ ستم بناتے اور تکالیف کے پہاڑ ڈھاتے۔ جب مشکلات میں پھنسا کر اذیت ناکی کی انتہاء ہو جاتی تو تب چھوڑتے اور دوسرے دن پھر اس قسم کا جگر پاش سلوک ان سے روا رکھتے اور اسی ظلم کی داستان کو پھر دہراتے۔

جو بھی مکہ کی سرزمین میں اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کرتا ہر ایک سے یہی معاملہ کرتے تھے لیکن سزاؤں کے الگ الگ معیار تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں سب سے اوّل اوّل جنھوں نے برملا اظہارِ اسلام کیا وہ سات افراد تھے:

۱۔ خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی۔
۲۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ
۴۔ ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا
۵۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے چچا کے ذریعے حفاظت فرمائی وہ دشمن کو روکتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تحفظ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے ذریعہ کروایا اور دیگر افرادِ باوفا جو ہیں مشرکوں نے انھیں گرفت میں لیا اور لوہے کا لباس پہنایا اور بیڑیاں پہنا کر چلاتی دھوپ میں ڈال دیا۔ انھیں اتنے صدموں سے دوچار کرتے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے علاوہ ان میں سے کسی کے حواس قائم نہ رہتے تھے۔ جو مشرک کہتے یہ بھی وہی کہتے جاتے۔ صرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اللہ کے بارے میں مضبوطی رکھی، نفس کو گرنے نہیں دیا دشمنوں کے مقابلہ میں خود کو قائم رکھا مشرک، حضرت بلال کو لونڈوں کے حوالہ کر دیتے ہیں جو انھیں مکہ کی گھاٹیوں میں لے کر گھومتے پھرتے تھے اور حضرت بلال زبان سے احد احد پکارتے تھے کہ اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔[1]

حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم دلاسہ دیتے ہیں:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے مختصر خاندان کو ایک دفعہ حسبِ حالت دشمنوں نے زیرِ عتاب کر رکھا تھا اور سنگین سزائیں دے رہے تھے۔ حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی ان کے قریب سے گزرتے ہیں اور ان سے فرماتے ہیں:

[1] الحلیة: ۱/ ۱۴۹، مستدرک: ۳/۲۸۴، صحیح الاسناد صحیح ہے، ذھبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اَبْشِرُوْا آلَ عَمَّارٍ فَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةُ"❶

"اے آلِ یاسر خوش ہو جاؤ تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔"

اللہ اکبر! یہ بشارت اس خاندان کے دلوں پر بہشتوں کی ہوائے خنک بن کر چلتی ہے اور لحظہ بھر میں مشرکوں کی آتشِ انتقام کو بجھا دیتی ہے ان سزاؤں کی سختی و بے قراری، سکون میں بدل جاتی ہے۔ حضرت عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں مشرکوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو آگ میں ڈال کر سزا دے رکھی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے ہیں اور ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہتے ہیں: (يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا) اے آگ عمار پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔ جس طرح تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی اور حضرت عمار کو مخاطب کر کے فرمایا تجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔❷

ان بشارتوں کے بعد حضرت عمار کے خاندان کے دلوں میں اطمینان اور راحت کی لہر دوڑ گئی اور شب و روز تکلیفات میں جو وہ پریشانی اٹھا رہے تھے اس کے اثرات اس سے زائل ہو گئے اب اللہ کی راہ میں جو سزائیں تھیں اسے آبِ شیریں خیال کرنے لگے اور رات اور دن میں انھیں جنت بریں کے خواب ہی نظر آتے تھے۔

دین قربانی مانگتا ہے:

ہمیں یہ بات خوب معلوم ہونی چاہیے کہ وہ دین جس کا جھنڈا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سربلند کیا ہے یہ کوئی اصلاح کی عبوری یا عارضی تحریک نہیں بلکہ یہ بشریت اور ایماندار انسانیت کے لیے زندگی بھر کے لیے لائحہ عمل ہے۔ لہٰذا وہ انسانیت جو بھی دامن ایمان میں پناہ گزیں ہے اس کے لیے لازمی اور ضروری ہے کہ جیسے یہ دین کی وارث ہے ایسے ہی اسے دین کی بہادری سے لبریز کارناموں اس کی قربانیوں اور اس کے مصائب کی تاریخ کو بھی یاد رکھنا ہوگا۔

یقیناً یہ عظیم قربانیاں ہی اصل ستون ہیں جو دین اور عقیدہ کو لازوال طور پر ثابت رکھے گا اور ایسی ہیشگی دے گا جس کی روشنی کبھی نہ بجھے گی۔

یہ قربانیاں، ایک ایسی خوشبوئے عنبریں ہے جو ایمانداروں کے قلب و روح کو دوستی قابل رشک زندگی اور حقیقی خوشی سے لبریز کر دیتی ہے۔ یہ قربانیاں ایک ایسا منارہٗ ہیں جو قومیں یا نسلیں اس دین کی حقیقت اور صداقت و عظمت کی طرف آئیں گی یہ ان کی راہنمائی کرے گا۔ ان وجوہات کی بناء پر اسلام کا تقاضا درست ہے جو وہ لوگوں سے قربانی مانگتا ہے قرآنِ پاک نے اس معنی کو بہت ساری آیات میں ذکر کیا ہے اور اس مفہوم پر روشنی ڈالی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝۲﴾ (العنکبوت:۲)

"کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ کہیں ہم ایمان لائے اور آزمائش کے بغیر ہی چھوڑ دیے جائیں گے تو یہ

❶ طبقات:۳/ ۱۸۸. شواہد کی بناء پر صحیح ہے۔ (مصطفی عدوی) صبر یا آل یاسر الخ یہ الفاظ حاکم نے بیان کیے ہیں (۳/ ۳۸۳) یہ منقطع ہے اس لیے حاکم اور ذہبی خاموش ہیں۔)

❷ طبقات:۳۔۱/ ۱۷۷، منقول از سیر اعلام للذہبی:۱/ ۴۱۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گمان درست نہیں۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾ (البقرۃ:۲۱٤)

"کیا تم گمان کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے جب کہ ابھی تک تمہارے پاس ان لوگوں کی مثال نہیں آئی جو تم سے پہلے گزرے ہیں انھیں تنگی اور تکلیف نے چھوا اور وہ ہلائے گئے حتیٰ کہ پیغمبر اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے وہ پکار اٹھے اللہ کی مدد کب آئے گی۔ خبردار! اللہ کی مدد قریب ہے۔

ہاں! قرآنِ پاک اس دین کے حاملین اور اس کے فرزندان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ جو ہر ایمان کے حصول کے لیے قربانی دینا ہوگی اور چھا جانے والے اور ظالمانی چیلنجز کا مقابلہ ثابت قدمی، صبر اور استقلال سے ہی کیا جا سکتا ہے اور ایمان کے فضائل کا گلشن تازہ اور خوش منظر قربانی ہی کے غازہ سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا دین کچھ قواعد رکھتا ہے جس پر اس کی حسین عمارت کے ستون مضبوط ہوتے ہیں اور یہ دین ایک مثالی دین قرار پاتا ہے اس کا وجود قربانی کا طلبگار ہے کہ قوت اسی سے ہے یہ دین فدا کاری کرنے والے کا تزکیۂ نفس کرتا ہے اور اس جلیل القدر دین کو جو لوگ پسند کرتے ہیں اور اس پر قربانی دینے کو تیار ہوتے ہیں تو یہ دین اسلام اپنے ایسے فرزندوں، دوستوں اور نیکوکاروں کو اتنا سربلند کرتا ہے کہ یہ لوگ آنے والی ایماندار نسلوں کے لیے ایک خوبصورت اسوہ اور ایک دلکش اور اعلیٰ مثال بن جاتے ہیں۔ [1]

اسلام کی پہلی درجۂ شہادت پر فائز ہونے والی خاتون:

اب خاندان کی محنت، ربانی عطیہ میں بدلنے لگی کہ نبی اکرم ﷺ نے انھیں جنت کی بشارت دی تھی اس کی تکمیل قریب تھی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا اپنے خون کی سرخی سے تاریخ کی جبین پر سنہری حروف میں سطور رقم کرتی ہیں یہ اسلام میں سب سے پہلی خاتون ہیں جو جام شہادت نوش کرتی ہیں انھیں شہید کرنے والا ابوجہل علیہ ما علیہ انھیں مقام عفت پر نیزہ مار کر انھیں شہید کر دیتا ہے اور یہ جنت حاصل کرتی ہیں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ تختِ مشق ستم بنے ہوئے تھے اسی دوران شہادت سے ہمکنار ہوئے۔ (رضی اللہ عنہم)

جن کے دل میں ایمان نے قرار پکڑی:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ تنہا ہی رہ گئے تھے کفار نے ان پر تشدد کیا اور کئی قسم کی سزاؤں سے دوچار کیا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت ابوعبیدہ بن محمد بیان کرتے ہیں مشرکوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور اس وقت تک ظلم جاری رکھا تا آنکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے منہ سے نبی اکرم ﷺ کے خلاف اور آپ کے متعلق نازیبا کلمات اگلوا دیے اور

[1] رجال حول الرسول، ص: ۲٦٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے معبودانِ باطل کا ذکرِ خیر ان کی زبان پر جاری کیا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں تو آپ نے پوچھا کیا خبر ہے۔ عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بہت بری خبر ہے واللہ! مجھے اس وقت تک اذیت میں ہی رکھا گیا ہے جب تک انھوں نے مجھ سے آپ کے خلاف کچھ اگلوایا نہیں چھوڑا نہیں میں بے بسی میں وہی بولتا گیا ہوں اور ان کے معبودانِ باطل کا ذکرِ خیر سے کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دلی کیفیت کیسی ہے کہا وہ تو ایمان پر مطمئن ہے آپ نے فرمایا: اگر وہ دوبارہ مجبور کریں تو کہہ دینا کوئی حرج نہیں۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ (النحل:۱۰۶)

''مگر جو مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو کلمہ کفر کہنے میں کوئی حرج نہیں۔''

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

ہجرت کا مبارک سفر:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے نجات لکھی تھی اور دیگر ناتواں بھی اس سے مستفید ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اجازت دی۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ اپنے دین کی حفاظت کی خاطر ہجرت پر روانہ ہوتے ہیں، ماں اور باپ موجود نہ تھے ان کے نہ ہونے کا جو صدمہ دل میں تھا اسے اللہ تعالیٰ سے حصولِ ثواب کا ذریعہ تصور کیا۔ حضرت عمار جب ''قباء'' پہنچے تو اہل قباء کو مسجد بنانے کی دعوت دی، تاکہ اس میں نماز اداء کیا کریں، انھوں نے یہ مطالبہ منظور کیا اور مسجد کی عمارت مکمل طور پر تیار کردی۔ قاسم بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں مدینہ میں سب سے پہلی مسجد جو تعمیر کی گئی اور جس میں نماز اداء ہوئی وہ مسجد تھی جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے تعمیر کی۔ [2]

آئندہ نسلوں کے لیے اس بات میں بڑا ہی ایمان افروز سبق ہے کہ ہر مسلمان کو یہ سیکھنا چاہیے کہ اسلام کی خاطر بخشش و عطاء عمر کے ہر حصہ اور زمانے کے ہر لحظہ میں جاری رہنا چاہیے۔ خصوصاً جب کہ اللہ کی راہ میں ابتلاء و آزمائش کی گھڑیاں ہوں ان میں اس کا زیادہ اہتمام کیا جائے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ اپنے انصاری بھائیوں میں جب جا بسے تو انھیں مکہ کی تمام جسمانی اذیتیں بھول گئیں اور انھیں ایسا محسوس ہوا کہ والدین کی شہادت کی وجہ سے جو کمی تھی وہ بھی پوری ہوگئی گویا کہ وہ موجود ہیں کیونکہ انصار کی صورت میں انھیں یہ محبت بھی مل گئی تھی۔ انصار ان سے رقت اور شفقت کا سلوک کرتے تھے۔

حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی تمام ضرورتیں پوری ہوئیں اور تمام زخم مٹ گئے ہمیشہ نبی

---

[1] طبقات:۳۔۱ /۱۷۹، الاصابہ، ترجمہ عمار بن یاسر۔

[2] طبقات:۳/ ۱/۱۷۸، مستدرک حاکم:۳/ ۳۵۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکرم ﷺ کے ساتھ رہے کبھی جدا نہ ہوتے تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ بھی ان سے دل کی گہرائیوں سے محبت رکھتے تھے اور انھیں ہمیشہ اپنی قربت و نزدیکی سے نوازتے تھے۔

فضائل و مناقب:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے مزید کچھ مناقب و فضائل سماعت فرمائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کون ہے انھوں نے کہا، حضرت! میں عمار ہوں فرمایا: مرحبا! جی آیاں نوں، آجاؤ تم تو سراپائے عمدگی ہو۔ ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت علی، حضرت عمار، اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم تینوں کے لیے جنت سراپائے شوق بن کر انتظار کر رہی ہے۔ ❷

اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ جنت اور پھر ایک آدمی کا شوق رکھے یہ کتنی بڑی فضیلت ہے اور کتنی عظیم عزت و کرامت ہے۔ واللہ! یہ ایسی خوشخبری اور ایسی کرامت و شہامت ہے کہ تمام اعزازات اس کے سامنے حیاء اور شرمندگی سے چہرہ چھپاتے پھرتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میرے اور حضرت عمار کے درمیان کچھ تو تکار ہوگئی میں نے ان سے سخت بات کہہ دی انھوں نے میری شکایت رسولِ اکرم ﷺ سے کردی تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو عمار سے عداوت رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس سے عداوت رکھے گا اور جو عمار سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب میں آپ ﷺ سے فارغ ہو کر باہر آیا تو سب سے زیادہ میری دل پسند آرزو یہ تھی کہ میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو رضامند کرنا ہے میں ان سے ملا اور وہ رضامند ہوگئے۔ ❸

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد میرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی سیرت سے راہنمائی حاصل کرنا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد کو مضبوط رکھنا۔ ❹

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"دو معاملات میں ایک کا اختیار اگر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دیا گیا ہو تو جو زیادہ رشد و ہدایت والا معاملہ ہے یہ اسے اختیار کرتے ہیں۔" ❺

---

❶ ترمذی: ۳۷۹۹، مستدرک: ۳/ ۳۸۸، وصححه وافقه الذهبی.

❷ ترمذی، حاکم، صحیح الجامع و حسنه الالبانی: ۱۵۹۸.

❸ مجمع: ۹/ ۲۹۳، احمد، طبرانی، رجاله رجال الصحیح.

❹ ترمذی، صحیح الجامع: ۱۱٤٤، وصححه الالبانی والرویانی عن ابی حذیفه.

❺ ترمذی: ۳۷۹۹، احمد: ٦/ ۱۱۲، ابن ماجه: ١٤٦، صحیح الجامع: ۱۱٤٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے رگ و پے میں ایمان بھرا ہوا ہے۔ ❶

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور اپنے بیٹے علی رحمہ اللہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تم دونوں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ، اور ان کی باتیں سنو، ہم گئے تو وہ اپنی ایک دیوار درست کر رہے تھے ہمیں دیکھ کر اپنی چادر لی اور گھٹنوں پر باندھ کر بیٹھ گئے پھر ہم سے باتیں کرنے لگے حتیٰ کہ انھوں نے کہا مسجد کی تعمیر کے لیے حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور ان کے جسم سے گرد جھاڑی اور کہا عمار! افسوس! تمھیں باغی جماعت شہید کرے گی تم انھیں جنت کی طرف بلاؤ گے اور وہ دوزخ کی طرف بلائے گی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: میں فتنوں سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ ❷

شیطان کے وار سے حفاظت:

حضرت علقمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

میں شام آیا تو مسجد میں میں نے دو رکعات نماز ادا کی اور کہا: اے میرے اللہ! مجھے نیک ہمنشیں میسر فرما دے یہ دعا کرنے کے بعد میں ایک قوم کے پاس آیا اور ان میں بیٹھ گیا۔ اچانک میرے پہلو میں ایک شیخ آ کر بیٹھ جاتا ہے۔

میں نے کہا۔ یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ہیں میں نے ان سے عرض کی کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کی تھی کہ وہ مجھے نیک ہمنشین میسر کر دے تو اللہ نے مجھے آپ جیسی ہستی میسر کر دی ہے انھوں نے کہا: تم کہاں سے ہو میں نے عرض کی میں اہل کوفہ میں سے ہوں، کہا وہاں تمہارے پاس ابن مسعود رضی اللہ عنہ موجود ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفش بردار اور لوٹا مصلی بردار تھے اور پھر کہا تم میں وہ شخص بھی موجود ہیں جنھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق بیان سے اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پناہ دینے کا اعلان کیا ہے میری مراد حضرت عمار رضی اللہ عنہ ہیں انھیں ایمان پر ثابت قدم رہنے کا شرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخشا ہے اور کہا تم میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان ایسے راز جنھیں اور کوئی نہیں جانتا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی تمہارے پاس موجود ہیں اور کہا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سورت واللیل کی تلاوت کیسے کرتے ہیں، میں نے کہا وہ ﴿الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ۝۳﴾ پڑھتے ہیں۔ حالانکہ قراءت ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ۝۳﴾ ہے اور وہ فرماتے ہیں واللہ! میں نے یہ قراءت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے رو در روسنی ہے۔ ❸

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی یادگار اور نفیس بات یہ ہے کہ تین چیزیں جس میں ہوں گی اس نے کمال ایمان حاصل کر لیا۔

(۱) مال کم ہو پھر بھی خرچ کیا۔ (۲) اپنی جان سے انصاف کیا۔ (۳) عالم کو سلام کہا۔ ❹

❶ الحلية وصححه الالبانى فى صحيح الجامع: ۴۱۰۳.

❷ بخارى: ۴۴۷، احمد: ۳/ ۹۰. ❸ بخارى: ۳۷۴۲، نسائى فضائل الصحابة: ۱۹۴.

❹ بخارى تعليقاً كتاب الايمان، ووصله عبد الرزاق فى المصنف (۱۹۴۳۹)، احمد، كتاب الايمان.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتباہ:...... ابن مسعود والی بھی منفرد قراءت ہے یہ سات قراءتوں میں ہے مگر زیادہ اجتماعی دوسری ہے اسے ہی اپنایا جائے وہ بھی درست تھی جو ابن مسعود والی ہے اب یہ جو قرآن میں ہے وہی تلاوت ہوگی۔

جہاد میں سنہری کارکردگی:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے یہ وہ واحد مسلمان تھے جن کے والدین شہید ہو چکے تھے اور یہ معرکہ میں مشغول تھے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک رہے۔

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور رفیق اعلیٰ میں جا بسیرا کیا تو اکثر اہل عرب اسلام سے مرتد ہو گئے تھے یمامہ کی جنگ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے عظیم کردار ادا کیا تھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے یمامہ کے دن حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دیکھا ایک چٹان پر چڑھے ہوئے ہیں اور بلندی سے پکار رہے ہیں۔ اے مسلمانوں کے گروہ! کیا تم جنت سے بھاگتے ہو میں عمار بن یاسر ہوں، میری جانب آؤ ابن عمر فرماتے ہیں میں نے دیکھا ان کا کان لٹک رہا ہے جسے کاٹ دیا گیا تھا وہ حرکت کرتا مجھے نظر آرہا تھا مگر وہ سخت ترین انداز پر تھے۔ ❶

کوفہ کے والی:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا چیپٹر بھی بہت زیادہ رنگین اور روشن ہے رحمت، عدل تواضع اور انصاف میں ان کی ولایت ضرب المثل ہے۔ حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے ارسال کردہ خط پڑھ کر سنایا گیا اس میں تھا۔ اما بعد۔ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو تمہارے اوپر امیر، ابن مسعود کو معلم وزیر، مقرر کر کے بھیج رہا ہوں یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ صحابۂ کرام میں سے ہیں اور اصحاب بدر میں سے ہیں ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو اور ان کی اقتداء کرو، مجھے ضرورت تھی لیکن میں نے خود پر تمھیں ترجیح دیتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما کو تمہارے پاس بھیجا ہے۔ ❷

عبد اللہ بن ابی ھذیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے ایک درہم کا جانور کے لیے چارہ خریدا اور خود اپنی کمر پر اٹھایا یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ کوفہ کے امیر تھے۔ ❸

تواضع کے بارے میں یہ ایک عظیم مثال ہے جسے رقم کرنے کی قلم طاقت نہیں رکھتا۔

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ بصرہ والوں نے نہاوند کا غزوہ کیا تو اہل کوفہ نے ان کی مدد کی ان پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ سالار تھے نہاوند میں مسلمان غالب آئے تو اہل بصرہ نے چاہا کہ اہل کوفہ کو مال غنیمت میں سے حصہ نہ دیا جائے۔ ایک تمیمی آدمی نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: او کان کٹے! تو ہمارے ساتھ مال غنیمت میں شریک ہونا چاہتا ہے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا تو نے میرے بہترین کان کو گالی دی ہے یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معرکہ میں حاضر

---

❶ طبقات:۳۔۱/ ۱۸۱.

❷ طبقات:۳۔۱/ ۱۸۲، منقول از سیر للذھبی:۱/ ۴۲۲.

❸ طبقات:۳۔۱/ ۱۸۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونے کی وجہ سے کٹا تھا۔

یہ قضیہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا تو انھوں نے جواب میں لکھا کہ غنیمت میں ہر وہ آدمی حصہ دار ہے جو اس وقت میں حاضر تھا۔ تب یہ جھگڑا ختم ہوا۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ وہ لوگوں سے والیوں کے متعلق پوچھتے رہتے تھے کہ اصحابِ اقتدار کیا کر رہے ہیں انھیں یہ اندیشہ رہتا تھا کہ یہ راہِ عدل سے منحرف نہ ہو جائیں اور اپنے فیصلہ جات میں جور وظلم نہ کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا تو انھوں نے حضرت عمار کی بہت اچھی تعریف کی اور کہا، واللہ! ہم تو کہتے ہیں انھیں آپ نے امیر مقرر نہیں کیا، انھیں تو اللہ تعالیٰ نے امیر مقرر کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ سے ڈرو! اور سیدھی بات کہو جس طرح کہی جانے کا حق ہے واللہ! انھیں میں نے امیر مقرر کیا ہے اگر یہ درست فیصلہ ہے تو یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو یہ میری طرف سے ہے۔

حارث بن سُوید کہتے ہیں کہ کوفہ کے ایک آدمی نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی چغلی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کھائی اس سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرا مال اور اولاد زیادہ کرے اور تجھے دو گھاٹیوں کے درمیان روندا جائے۔

مشہور ہے کہ اہل کوفہ نے کئی معاملات میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں چغلی کھائی اور شرارتیں کیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں معزول کر دیا لیکن سرزنش نہ کی تھی وہ جانتے تھے یہ درست آدمی ہیں۔

شعبی بیان کرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا، اے عمار، تمھیں معزول کر کے ہم نے اچھا نہیں کیا تم نے برا مانا ہوگا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو مجھے تو جب آپ نے عامل بنایا تھا وہ بھی اچھا نہ لگا تھا اور جب آپ نے معزول کیا تو وہ بھی مجھے اچھا نہ لگا تھا۔ [2]

جنگِ صفین میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا کردار:

جب حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان فتنہ برپا ہوا تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صف میں کھڑے تھے اس وقت ان کی عمر تقریباً ترانویں برس تھی۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کم گو اور خاموش طبع تھے اکثر یہ کہا کرتے تھے میں رحمن کے ساتھ فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں جتنی زیادہ فتنہ سے پناہ مانگتے تھے اتنی ہی زیادہ آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ [3]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب وہ صفین کی جانب فرات کے کنارے چل رہے تھے تو کہا: اے میرے اللہ! اگر میں جانتا ہوتا کہ اگر میں خود کو اس پہاڑ سے گرا دوں اور تو راضی ہوگا تو میں گرانے میں دیر نہ کرتا اور اگر

---

[1] طبقات:۳۔۱/ ۱۸۱، سنن بیهقی:۹/ ۵۰، شعیب ارنؤوط نے تخریج السیر میں کہا، اسناده صحیح.

[2] سیر اعلام النبلاء:۱/ ۴۲۳. [3] طبقات:۳۔۱/ ۱۸۳، حلیه:۱/ ۱۴۵.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں جانتا ہوتا کہ اگر میں خود کو پانی میں غرق کردوں تو یہ بات تجھے راضی کرے گی تو میں خود کو غرقاب کر دیتا، میں صرف تیری رضا کے لیے لڑتا ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ تو مجھے نا کام نہیں کرے گا کیونکہ میں تیری رضا چاہتا ہوں۔ یہ کیسے شاندار کلمات ہیں جو دلوں کو پھاڑ دیتے ہیں اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں۔

ابو بختری کہتے ہیں کہ صفین کے دن حضرت عمار نے کہا مجھے ایک گھونٹ دودھ لا کر دو وہ لایا گیا تو اسے پیا پھر کہا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دنیا میں جو تم آخری گھونٹ نوش کرو گے وہ دودھ کا گھونٹ ہوگا پھر میدان میں بڑھے تو شہید کر دیے گئے۔ [1]

امام زہری رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں وہ اس سے بیان کرتے جس نے ان سے بیان کیا میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو سنا وہ صفین میں کہتے تھے۔ بہشتیں قریب آرہی ہیں حوروں سے میری شادی ہوگی۔ آج ہماری ملاقات ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونے والی ہے۔ [2]

دنیا سے کوچ:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ان کا مبارک خون ٹپکا جس میں طویل عرصہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی خوشبو رچی بسی تھی اور طویل زمانہ سے اللہ تعالیٰ کے دین کے شوق میں سوختہ ساماں رہا ہے۔ ایک قول ہے انھیں ابو غادیہ نامی آدمی نے شہید کیا تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو حضرت عمرو بن حزم حضرت عمرو بن عاص کے پاس داخل ہوئے اور کہا حضرت عمار شہید کر دیے گئے ہیں اور میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ حضرت عمرو گھبرائے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا معاملہ ہے گھبرائے ہوئے ہو کہا حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں کہا وہ تو شہید ہوئے مگر کیا ہوا، کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے آپ نے کہا تھا تجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا انھیں ہم نے شہید کیا ہے انھیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے شہید کیا ہے وہ انھیں لے کر آئے ہیں اور ہمارے نیزوں کے درمیان لا کر ڈال دیا ہے۔ [3]

ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل یا مال سلب کرنے والا دوزخی ہے۔ [4]

امام ذہبی رحمہ اللہ کا تبصرہ:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ابتلاء و آزمائش کی حالت یا جنگ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے

---

[1] احمد:٤/ ٣١٩، طبقات:٣-١/ ١٨٤، مستدرك حاكم:٣/ ٣٨٩.

[2] سير اعلام النبلاء:١/ ٤٢٥.

[3] عبد الرزاق:٢٠٤٢٧، احمد، مجمع الزوائد:٧/ ٢٤٢، اسناده صحيح،(ارنؤوط)

[4] احمد:٤/ ١٩٨، طبقات:٣-١/ ١٨٦، اسناده حسن ارنؤوط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درمیان برپا ہوئی تھی اس میں ہمارا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ ہم اس پر بات نہ کریں اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے استغفار کریں اور جو ان کے درمیان اختلافات برپا ہیں۔ انھیں پسند نہ کریں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض نہ رکھیں اور ہم اختلاف سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اور خصوصاً ہم امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی کرتے ہیں۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو سینہ سے لگایا، مسلمانوں اور آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی پھر انھیں کپڑوں سمیت دفن کر دیا۔

ہاں! انہی کپڑوں سمیت جو پاکیزہ خون سے لت پت تھے انھیں دفنایا، دنیا کے تمام ریشم ان کا کفن بن جائیں، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی طرز کا جو جلیل القدر کفن ہے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

مسلمان حضرت عمار کی قبر پر کھڑے ہیں اور تعجب کرتے ہیں ابھی کچھ گھڑیاں پہلے حضرت عمار رضی اللہ عنہ معرکہ کی سرزمین پر حرکت کر رہے تھے ایک عجیب وغریب رشک وسرور جو انھیں اپنے وطن کی جانب لوٹنے کی فکر میں خون بہانے سے روک رہا تھا اب وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں میں اپنے پیاروں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملنے والا ہوں۔ [2]

یہ ان سے کیوں نہ ملاقات کریں گے جب کہ جنت ان سے ملاقات کا خود شوق رکھتی ہے اے جلیل القدر! صحابی رضی اللہ عنہ مبارک ہو آپ کو اور مبارک ہو تمہاری آنکھوں نے حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ساتھیوں اور آپ کے دیدار کا سرمہ آنکھوں میں ڈال رکھا تھا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ دنیا سے کوچ کرتے ہیں لیکن یہ وہ دنیا کے مسافر ہیں جنت جن کا شوق سے انتظار کر رہی تھی۔

حضرت عمار لوگوں کی اس دنیا سے سفرِ ہجرت پر کمربستہ ہو گئے تاکہ اپنے باپ اور ماں کے ساتھ جنت میں جا بسیں اور وہاں مکین ہوں جہاں پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم رہتے ہیں۔

رضی اللہ عنہ و عن سائر الصحابة رضی اللہ عنهم

[1] سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۳۹۔
[2] رجال حول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

28

حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی داستانِ دلربا

یہ وہ شخصیت ہیں جو جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے اور ان کا چہرہ بدر منیر کی مانند چمکتا ہوگا۔

قارئین کرام! ہم آہستہ آہستہ سفر کرتے ہوئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بڑے بڑے صحابہ کی طرف ایک ایک کر کے ان کے قریب ہوتے جا رہے ہیں اور ان کی حیاتِ تگ و تاز کی سرگرمیاں ہماری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنتی جا رہی ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے امانتِ دین کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا اور اس کی ادائیگی کا حق ادا کر دیا۔

یہ مردِ حق وفا حضرت عکاشہ نہ صرف جنت میں داخل ہوں گے اور بس بلکہ یہ بغیر کسی عذاب اور حساب کے جنت میں جائیں گے۔ آیئے ہم اس بندۂ بہشت زار میں بسنے والے کے ساتھ چند لمحات گزاریں اور ان کی داستانِ حیات کی رعنائی سے مشامِ جان تازہ اور معطر کر لیں واہ، مرحبا! جنت کی ہواؤں میں ان کی خوشبو رچی بسی ہے۔

کفار اور اسلام کے درمیان کشاکش:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، تو یہ دعوتِ اسلام مکہ کی سرزمین میں پھیلنا شروع ہوئی اور بیدار مغز اور زندہ ضمیر لوگوں کے دلوں میں یہ اثر کرنے لگی تو قریش اس دعوت کے مقابلہ میں مخالف کی حیثیت سے کھڑے ہوئے اور بت پرستی کے دفاع میں مر مٹنے والے کا سا عزم لے کر میدان میں اترے اور مشرکوں نے یہ چیز بطور قرارداد پاس کر رکھی تھی کہ اسلام سے معرکہ آرائی کی جائے اور اس میں داخل ہونے والوں کو سخت اذیت سے دوچار کیا جائے اور انھیں انواع و اقسام کی عبرتناک سزاؤں میں مبتلا رکھا جائے اور ان سے سختی سے پیش آیا جائے۔ تاہم اس اسلام کے خلاف بھڑکتی ہوئی جنگ کی آگ میں بھی محفوظ عقل و فکر والے بعض نوجوان موجود تھے جو اسلام کو صاف نظر سے دیکھتے تھے جو کہ جاہلیت کے شائبہ سے خالی اور اس کے ردی پن سے پاک تھی جو کہ پوری قلبی صفائی کے ساتھ اسلام کی طرف متوجہ تھے اور علانیہ اسلام کا اظہار کرتے تھے اور دین حنیف سے وابستگی ظاہر کرتے تھے۔

اسلام کا جوانِ رعنا:

دعوتِ اسلام نے انہی نوجوانوں میں سے جو کہ ذخیرۂ عقل رکھتے تھے اور سچا احساس ان کے دامن میں تھا، اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفائی قلب کا وافر حصہ رکھتے تھے ایک جوانِ رعنا کو بیدار کیا اس کے دل میں جذبات خیر کو متحرک کیا اور شرک کو ترک کر کے اسلام کی طرف میلان پیدا کیا اور اس کے تعصب سے خالی دل میں دعوتِ اسلام نے مضبوط جگہ بنا لی اور نورِ حقیقت سے اس کا جی جگمگا اٹھا اور وہ چلتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور اسلام کا اعلان کرتا ہے یہ نوجوان حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ تھے جو کہ بنو عبد شمس کے حلیف و ہم عہد تھے۔

عقابی روح بیدار ہوتی ہے جب نوجوانوں میں
نظر آتی ہے انھیں اپنی منزل آسمانوں میں

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ حسن منظر والے اور سراپائے جمال ہونے میں معروف تھے جرأت اور پیش قدمی کا پیکر تھے جس طرح دیگر مسلمانوں کو اذیت کا سامنا تھا اسی طرح حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ بھی قریش کی المناک اذیتوں کا نشانہ بنے۔ مگر یہ ظلم و ستم اور جور و جفا ان کے ایمان و تسلیم میں اضافہ کا باعث بنا تھا اور دین پر مزید پنجہ زنی میں پختگی اور ثابت قدمی کا سبب ہوا۔ قریش علمبردارانِ اسلام اور مردانِ دین کو ایک لحظہ بھر بھی وقفہ نہ دیتے تھے بلکہ ہمہ وقت در پے آزار رہتے تھے انھوں نے ان کی زندگی اجیرن کر دی تھی زندگی کی ہر راہ کٹھن بنا دی اور ان کے دین کے بارے میں فتنہ پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ [1]

ہجرت کی راہ پر:

حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ میرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سزا، اذیت اور بلاء اس حد تک پہنچی ہے تو انھیں ہجرت کا اشارہ دے دیا کہ مدینہ کی جانب ہجرت کی راہ اپنائیں۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کی جانب سفر کیا تو وہاں پہنچ کر انھوں نے اسلام قبول کرنے سے لے کر اپنی پوری اسلامی تاریخ میں پہلی بار انس، راحت اور امن و امان کی بادِ نسیم کے پرسکون جھونکے محسوس کیے اور مدینہ میں اپنی عمر کے خوبصورت ترین اور خوش کن لمحات، اپنے انصاری بھائیوں کے کشادہ دلی کے وسیع و عریض میدان میں گزارے، یہ وہ انصار تھے جو اپنے مہاجر بھائیوں کے لیے مال جان اور ہر نفیس چیز قربان کر رہے تھے مقصد ایک ہی تھا کہ رضائے الٰہی حاصل ہو اور ایک ہی فکر تھی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، رضا اور جنت میں داخلہ نصیب ہو جائے۔

جہادی کارنامے:

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں اپنے بھائیوں انصار کے درمیان پرسکون سانسیں لے رہے تھے لیکن وہاں انھیں یہ شوق بھی شدت سے پیدا ہو رہا تھا کہ اس دین عظیم کی مزید خدمت کریں اور اس کا حوض گرانے والوں سے اس کا دفاع کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں، غمر کے دستہ فوج پر سالار مقرر کیا جو کہ چالیس (۴۰) آدمیوں پر مشتمل تھا یہ جب غمر پہنچے، ان لوگوں کو حضرت عکاشہ کی آمد کا علم ہوا تو وہ بھاگ گئے۔

[1] رجال مبشرون بالجنة: ۱۰۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ ان کے چشموں پر اترے اور اپنے جاسوس بھیجے جنھوں نے ان کے مویشیوں کی جگہ کا پتہ لگالیا حضرت عکاشہ نے جنگ کی وہاں دوسو اونٹ پائے انھیں ہانک کر مدینہ منورہ لے آئے۔ ❶

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ میدانِ بدر میں شریکِ معرکہ ہوئے اس دن بہت عمدہ حسن کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ علاوہ ازیں احد اور خندق اور بعد والی جنگوں میں بھی شریک جہاد رہے۔ ❷

ہمارے یہ بطل حریت، بہت جلدی سے ہی اسلام کے گلشن میں وارد ہو گئے تھے اس وقت سے لے کر انھوں نے حبیبِ کبریاء ﷺ سے وابستگی اختیار کیے رکھی تھی تاکہ آپ کے علم، سیرت اور اخلاق کے نور سے روشنی حاصل کریں یہی وجہ ہے انھوں نے اپنی ساری زندگی اللہ کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے ان کے کارناموں میں اخلاص کی وجہ سے انھیں خوشخبری دی تھی کہ یہ بغیر حساب اور عذاب جنت میں داخل ہوں گے۔ اس وقت سے لے کر ان کی آرزو یہ تھی کہ یہ ہر مقام پر راہِ اللہ میں شہادت کی جستجو میں رہتے تھے تاکہ یہ وہ عظیم خوشخبری کا سہرا اپنے سر سجائیں۔ جو صادق و مصدوق پیغمبر جو اپنی خواہش سے نہیں بلکہ زبانِ وحی ترجمان سے بولتے ہیں کے مبارک منہ سے نکلے ہوئے اس سعادت بھرے کلمات کا مصداق ٹھہر سکیں۔

لازوال اور بے مثال بختاوری:

واہ! یہ کتنی لازوال نعمت ہے اور کتنی بڑی عزت و کرامت ہے کہ ساری دنیا کی خوشنمایاں بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں کہ یہ ایک آدمی روزِ قیامت آئے گا، حبیبِ کبریاء ﷺ کے ساتھ جنت میں بغیر حساب اور بغیر عذاب داخل ہوگا۔

لوگ میدانِ محشر میں کھڑے ہیں کوئی کھانا نہیں کوئی پینا نہیں اور نہ ہی سایہ ہے آفتاب سروں کے اوپر کھڑا ہے اور لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، بغیر ختنہ کے ہیں پچاس ہزار سال کا دن ہے اللہ حق جل جلالہ اپنے حبیب محمد ﷺ کو حکم دیتے ہیں کہ جنت میں داخل ہو جائیں اور آپ کے ساتھ یہ منتخب لوگ بھی ہوں گے جو بغیر حساب جنت میں داخل ہو رہے ہیں مگر ہمیں ان کے ناموں کا علم نہیں ہمیں صرف حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کے نام کا ہی علم ہے۔

واللہ! یہ کتنے ہی مبارک ہیں، حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا جس کا حساب کریدا گیا وہ عذاب دیا جائے گا مگر ان کا حساب ہی نہیں پوچھا جا رہا یہ کتنا بڑا پیغام امن ہے۔ ❸

اگر انسان کو صرف یہی پتہ چل جائے وہ عن قریب جنت میں داخل ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کے بعد داخل ہوگا تو یہ بات ہی عذاب شدید سے کم نہیں اس کی فکر کریں جسے علم ہی نہیں کہ میں اہل جنت سے ہوں یا دوزخ والوں سے ہوں اس کا اندازہ لگائیں کتنی بڑی مصیبت میں پھنسا ہوگا۔

❶ سیر اعلام النبلاء:١/ ٣٠٧. ❷ سیر اعلام:١/ ٣٠٧.

❸ بخاری مسلم،صحیح الجامع:٦٥٧٨، طبرانی کبیر، وصححه الالبانی:٦٥٧٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم اللہ تعالیٰ سے التماس کرتے ہیں وہ ہمیں بغیر حساب اور عذاب ہی جنت میں داخل کر دیں ہم سے حساب کتاب نہ مانگیں۔

مجھ سے میری خطاؤں کا حساب اے خدا نہ مانگ

لوگو تدبر کرو:

اب ہم ان احادیث کا ذکر کرتے ہیں جو صادق و مصدوق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے منہ مبارک سے نکلی ہیں جو بتاتی ہیں وہ کون لوگ ہیں جو جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے تا کہ تم غور و تدبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کہ تم بھی ان میں سے ہو جاؤ۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب جنت میں جائیں گے لوگ کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون لوگ ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَكْتَوُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ"

"یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے اور نہ ہی دم کراتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔"

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: دعاء کیجیے اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "اَنْتَ مِنْهُمْ" تم ان میں سے ہو۔ پھر ایک اور آدمی کھڑے ہوئے اور عرض کی۔ اے اللہ کے نبی ﷺ! دعاء کیجیے میں بھی ان میں سے ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت عکاشہ سبقت لے گئے ہیں۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں میری امت سے ایک گروہ جو کہ ستر ہزار افراد پر مشتمل ہو گا جو جنت میں داخل ہو گا ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی مانند روشن ہوں گے۔ حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، ایک چادر سی اوڑھ رکھی تھی اور عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ سے دعا کیجیے مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ کہا:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ"

"اے میرے اللہ! اسے ان میں سے کر دے۔"

ان کے بعد ایک انصاری کھڑا ہوا اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے لیے بھی دعا کیجیے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے، فرمایا حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ میدان مار گئے ہیں۔ [2]

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات امتوں کو میرے سامنے پیش کیا گیا میں نے دیکھا کہ ایک نبی گزر رہے ہیں ان کے ساتھ ایک گروہ ہے اور دوسرے نبی گزر رہے ہیں ان کے ساتھ تین یا دو آدمی ہیں اور ایک نبی گزر رہے ہیں ان کے ساتھ ایک آدمی ہے۔ اور

---

1. مسلم:٢١٨.
2. بخاري:٦٥٤٢، مسلم:٢١٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک نبی گزر رہے ہیں ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں یہاں تک کہ ایک بہت بڑی جماعت میرے سامنے آتی ہے جو کنارے پر چھا گئی ہے میں نے کہا کیا یہ میری امت ہے کہا گیا نہیں یہ تمہاری امت نہیں یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہیں پھر ایک اور عظیم جماعت تھی جو نمودار ہوئی۔ مجھ سے کہا گیا یہ تمہاری امت ہے ان کے ساتھ ستر ہزار آدمی ہیں جو جنت میں بغیر عذاب وحساب داخل ہوں گے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر داخل ہوئے اور ہم ان ستر ہزار کے بارے میں غور وخوض کرنے لگے کہ وہ کون ہیں، ہم نے کہنا شروع کیا کہ شاید وہ ہوں جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابیت کا شرف پایا ہے یا وہ ہو سکتے ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا۔

اتنی دیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور کہا یہ کیا بات ہے جس میں تم مشغول ہو۔ لوگوں نے آپ کو بتایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ ہیں جو دم نہیں کراتے، نہ ہی داغ لگواتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں بھی ان میں سے ہوں، فرمایا، تم ان میں سے ہو، ایک اور آدمی کھڑے ہوئے جو مہاجروں میں سے تھے کہا میں بھی ان میں سے ہوں۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، فرمایا:

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ اس بارے میں گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ [1]

توکل کی صفت ایک نعمت ہے:

امور دنیا میں مصلحتوں کے حصول اور عیبوں کو دور کرنے میں دلی طور پر جو اللہ تعالیٰ پر سچا اعتماد کیا جاتا ہے اسے توکل کہتے ہیں۔ واللہ! امت اسلامیہ عزت کے بعد ذلت، غناء کے بعد فقر، قوت کے بعد ضعف، علم کے بعد جہالت کا شکار اسی لیے ہوئی ہے کہ اس نے اپنے رب پر توکل چھوڑ دیا ہے اور عزت تلاش کرنے کے لیے کبھی تو ملحدِ مشرق اور کبھی کافر مغرب کی طرف دیکھتی ہے اور یہ بات اس نے پس پشت ڈال دی ہے کہ زمین اور آسمان کے خزانوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بھلا دیا ہے۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾ (فاطر:۱۰)

''جو عزت چاہتا ہے تو ساری کی ساری عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔''

محترم بھائیو! کیا تم نے خود کو ان خوش نصیبوں میں شامل ہونے کے لیے کمر باندھی ہے کہ نہیں جو اللہ پر توکل کرتے ہیں اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ﴾ (الطلاق:۲-۳)

''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کی راہ بنائے گا اور اسے رزق دے گا جہاں سے اس کا

[1] احمد بخاری، مسلم، ترمذی، کہا حسن صحیح، نسائی فی الکبریٰ، تحفۃ الاشراف.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گمان بھی نہیں اور جو اللہ پر توکل کرے گا وہ اسے کافی ہے۔''

مفسرین کی وضاحت:

اوپر درج شدہ (طلاق سورت والی) آیات ویسے تو عام ہیں جو آدمی بھی یہ توکل وتقویٰ پیدا کرے گا وہ یہی ثمر پائے گا یہ کسی ایک کے ساتھ خاص نہیں۔ لیکن اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عوف بن مالک اشجعی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں کہ ان کے بیٹے کو مشرکوں نے قید کر لیا تھا یہ عوف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور فاقہ کی شکایت کرتے ہیں اور بتایا کہ دشمن نے میرے بیٹے کو اسیر بنا لیا ہے جس کی وجہ سے اس کی ماں کو صبر نہیں آ رہا آپ اس بارے میں مجھے کچھ بتائیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اِتَّقِ اللّٰہَ وَاصْبِرْ''

''اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔''

اور میں تمھیں بھی اور اس کی والدہ کو بھی یہ حکم دیتا ہوں کہ لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ کثرت سے کہا کرو۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ نے یہی کیا ایک دفعہ وہ اپنے گھر ہی میں تھے کہ دروازے پر بیٹے نے دستک دی اور ایک سو اونٹ ساتھ تھے دشمن کو ان کی خبر نہ تھی یہ بیٹا انھیں ہانک کر ساتھ لایا تھا اس طرح بیٹا بھی آ گیا اور اونٹ بھی مل گئے۔ ❶ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَوْاَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یَرْزُقُ الطَّیْرَ تَغْدُوا خِمَاصًا وَ تَرُوْحُ بِطَانًا۔)) ❷

''اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جس طرح کہ توکل کا حق ہے تو وہ تمھیں اسی طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ خالی پیٹ گھونسلوں سے جاتے ہیں جب شام کو واپس آتے ہیں تو پیٹ بھر کر آتے ہیں۔''

ان ناتواں پرندوں کو دیکھو جو اسباب رزق کے اختیار سے محروم ہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہیں، شب و روز اس کی حمد و تسبیح میں مصروف ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ ۭ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ؀﴾ (النور: ٤١)

''کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے ہر چیز تسبیح بیان کرتی ہے اور پرندے پر پھیلائے ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو یہ کرتے ہیں جانتا ہے۔''

---

❶ تفسیر ابن کثیر: ٤/......سورت الطلاق.

❷ احمد، ترمذی، ابن ماجه، حاکم، صحیح الجامع: ٥٢٥٤، و صحح الالبانی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان سے پرندے اچھے:

یہ ضعیف و ناتواں پرندے، اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہیں اطاعت الٰہی سے بے خبر اور مشغول نہیں ہوتے اس کے مقابل ہمارے جیسے بے شمار لوگ جنھیں اللہ تعالیٰ نے نعمتِ اسلام سے سرفراز کیا ہے یہ اپنے خالق پر توکل کرنا چھوڑتے جا رہے ہیں نمازیں چھوڑ دیتے ہیں ارض و سماء کے پروردگار کی اطاعت چھوڑ دیتے ہیں اس خوف سے کہ رزق کے حصول میں یہ چیزیں رکاوٹ ہیں۔ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ

اے گرامی قدر مسلمانو! اس رزق کے حصول میں تم خوف کا شکار ہو جسے اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مقدر میں لکھ رہا ہے پھر فکر کیسا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((فَرَغَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰی کُلِّ عَبْدٍ مِّنْ خَمْسٍ مِنْ اَجَلِہٖ و رِزْقِہٖ وَ اَثَرِہٖ وَ مَضْجَعِہٖ.))

''اللہ عزوجل ہر بندے کی پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکے ہیں: (۱) اس کی اجل سے، (۲) اس کے رزق سے، (۳) اس کی موت سے، (۴) اس کے لیٹنے کے مقام سے، (۵) بدبخت ہے یا نیک ہے۔''[1]

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقدیر تحریر کر دی تھی جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا۔[2]

رزق رسانی کے متعلق عجیب واقعہ:

اے وہ بندو! جو رزق کے متعلق اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا رہے ہو یہ واقعہ غور سے سن لیں تاکہ پتہ چل سکے کہ روزی کون دیتا ہے اور عبادت کے لائق کون ہے۔

ایک عالم بیان کرتے ہیں میں نے ایک اندھا سانپ دیکھا جو ایک بلند و بالا کھجور پر رہائش رکھتا تھا۔ وقتاً فوقتاً ایک چھوٹی سی چڑیا اس کے پاس آتی ہے اور وہ اژدھا منہ کھولتا ہے اور وہ چڑیا اس اندھے سانپ کے منہ میں کھانا ڈالتی ہے۔ غور کریں وہ کون ہے جس نے اس چڑیا کو اس اژدھا کے لیے مقرر کر رکھا ہے اور کس نے اس اژدھا کو درس دے رکھا ہے کہ اس چڑیا کو چیر پھاڑ نہیں کرنا، یقیناً یہ آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے جو پتھر کے اندر بھی کیڑے کو روزی دیتا ہے جس نے یہ سب کچھ سمجھا رکھا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا مثالی توکل:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ ہیں حق تبارک و تعالیٰ ان کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

﴿وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْہِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْہِ فَاَلْقِیْہِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝﴾ (القصص:۷)

[1] احمد، طبرانی، کبیر عن ابی درداء، صحیح الجامع، ۴۲۰۱، وصححہ الالبانی.

[2] مسلم عن ابن عمرو، باب کتب المقادیر قبیل الخلق، کتاب القدر، صحیح الجامع: ۴۴۷۴.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی کہ بچے کو دودھ پلاؤ جب اس کے متعلق کچھ خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا، مت ڈرنا اور مت غم کرنا، بے شک ہم اسے تمہاری طرف لوٹانے والے ہیں اور انھیں پیغمبر بنانے والے ہیں۔''

اس آیہ مبارک میں جو اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اس میں بیان وعدۂ الٰہی پر اعتماد کیا تو نتیجہ کتنا اچھا نکلا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے دشمن فرعون کے گھر میں پرورش پاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس حالت کو یوں نقشہ کشی فرماتے ہیں۔

﴿وَ اَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ۬ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ۝﴾ (طٰہٰ:۳۹)

''میں نے تیرے اوپر اپنی محبت ڈالی اور تاکہ تو میری آنکھ کے سامنے پرورش پائے۔''

اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق محبت ڈال دیتے ہیں جو انسان بھی انھیں دیکھتا وہ دل کی گہرائیوں سے ان سے محبت کرتا، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کاملہ تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو ثابت کرتے ہیں۔

﴿وَ حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾

(القصص:۱۲۔۱۳)

''ہم نے ان پر تمام دودھ پلانے والی حرام کردیں اور بہن نے کہا کیا میں تمھیں وہ گھر والے بتاؤں جو اس کی کفالت کریں گے اور وہ اس کی بہت خیر خواہی کریں گے۔ اس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمزدہ نہ ہو اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

ایک اور بشارت ثابت ہوئی:

﴿وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (القصص:۱۴)

''اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچے اور مضبوط ہوئے تو ہم نے انھیں حکم اور علم دیا احسان کرنے والوں کو ہم اسی طرح کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ یقین و توکل کی ایک عظیم مثال ہیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر جو پختہ اعتماد تھا اس میں بے مثال کردار پیش کیا ہے۔ یہی اثر موسیٰ علیہ السلام میں منتقل ہوا، فرعون نے جب سمندر کے قریب انھیں گرفتار کرنا چاہا تو ساتھی کہنے لگے:

﴿اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ﴾ (الشعراء:۶۱)

''بے شک ہم تو پکڑے گئے۔''

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توکل اور نصرت الٰہی کی پختگی کی زبان میں کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿كَلَّا ۚ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝﴾ (الشعراء:٦٢)

''ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے عن قریب وہ میری راہنمائی کرے گا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توکل کا پھل اسی گھڑی مل جاتا ہے۔

﴿فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۝﴾ (الشعراء:٦٣)

''ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ اپنی لاٹھی سمندر میں مارو وہ پھٹ گیا اور ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی مانند ہوا۔''

اللہ اکبر! یہ سچ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں جھکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز اس کے لیے مطیع کر دیتا ہے۔'' تلاطم خیز سمندر پھٹتا ہے یہی نہیں بلکہ دوسری قدرت کی نشانی یہ ہے کہ اس میں بارہ رستے بن جاتے ہیں تاکہ ہر قبیلہ اپنی اپنی راہ گزر پہ رواں دواں ہو کر فرعون کی پکڑ سے نجات پا سکے ادھر فرعون مرتا ہے تو بنو اسرائیل شک میں پڑ جاتے ہیں یہ اصحابِ موسیٰ علیہ السلام فرعون کی موت کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بحرِ قلزم کو حکم دیتے ہیں کہ فرعون کے غرقاب ہونے اور مرنے کے بعد اس جسم کو باہر پھینک دے وہ باہر پھینک دیتا ہے اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۚ﴾ (یونس:٩٢)

''آج ہم تجھے تیرے بدن سمیت دریا سے باہر پھنکتے ہیں تاکہ پچھلوں کے لیے نشانی عبرت بن جائے۔''

اللہ پر توکل کا نادر واقعہ:

حضرت صلہ بن اشیم رحمہ اللہ یہ وہ تابعی تھے جنھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ دیکھا ہے۔ (مخضرم) ہیں یہ ایک معرکہ سے واپس آ رہے تھے رستے میں ان کا وہ گھوڑا مر گیا جس پر یہ سوار تھے، کہنے لگے: اے میرے اللہ! مجھے کسی کا احسان مند نہ بنانا، میں کسی کا فضل و کرم اپنے سر نہیں لینا چاہتا مجھے تیرے غیر سے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے میں فقط تجھ سے ہی مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ نے ان کا گھوڑا زندہ کر دیا، وہ سوار ہوئے اور گھر پہنچے تو اپنے بیٹے محمد سے کہا: ''اے بیٹے! اس گھوڑے سے زین تار دو یہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عاریتاً لیا ہوا ہے، بیٹے نے جب زین اتاری تو وہ گھوڑا مر گیا۔ [1]

توکل کی وجہ سے سطح آب بچھونا بن گئی:

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب انھوں نے اللہ پر توکل کا حق ادا کیا تو ان کے گھوڑے نہروں کی چھاتی پر روانہ ہو جاتے ہیں۔

اور جنگل کے درندوں اور جانوروں سے مخاطب ہوتے ہیں حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ قیروان شہر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں:

اے جنگل کے درندو! اے صحراء میں مکین شیرو! ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، ہم کلمہ لا الہ الا اللہ

[1] سیر اعلام النبلاء.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی سربلندی اوراس کی سرفرازی کے لیے آئے ہیں لہٰذا تم ہمارے لیے رستہ صاف کردو، یہ آوازۂ حق سن کر شیر اپنے بچے پنجوں میں اٹھائے اور سانپ اور بچھو رینگتے ہوئے وہاں سے نکل جاتے ہیں ایسا کیوں ہوا ہے یہ اس لیے ہوا کہ یہ جانتے تھے ان مسلمانوں کا رب ہے جو ان کے رزق کا ذمہ دار ہے اور وہی مالک و متصرف ہے جس کا حکم ساری کائنات میں برپا ہے وہی واحد و یکتا ہے جو کہ جزا وسزا کا اختیار رکھتا ہے اور اسی کی بات حق ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾(المزمل:۹)

''مشرق اور مغرب کا رب ہے نہیں کوئی معبود مگر وہی اسے اپنا کارساز بنالو۔''

نبی اکرم ﷺ کی دعائے توکل:

نبی اکرم ﷺ دعاء فرمایا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وبِكَ آمَنْتُ وَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْكَ اَنَبْتُ وَ بِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ.))[1]

''اے میرے اللہ! میں تیرے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں، اور تیرے ہی ساتھ ایمان لاتا ہوں، اور تجھ ہی پر توکل کرتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور تیری ہی طاقت سے جھگڑتا ہوں۔ اے میرے اللہ! میں تیری عزت کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں نہیں کوئی معبود مگر تو ہی تو مجھے گمراہی سے بچا تو وہ زندہ رہنے والا ہے جو کبھی نہ مرے گا جن اور انسان مرجائیں گے۔''

توکل کا ثمرہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ دعا:

'' حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ''

''کہ اللہ ہمیں کافی ہے اور اچھا کارساز ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کی تھی جب انھیں آگ میں ڈالا گیا۔

اور حضرت محمد ﷺ نے اس وقت کی تھی جب لوگوں نے آپ سے یہ کہا کہ دشمن لوگ تمہارے لیے جمع ہو رہے ہیں ان سے ڈر جاؤ تو ان کے ایمان میں ترقی ہوئی اور یہ پکار اٹھے۔

''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ''[2]

اگر خالق کی نظر کرم ہو پھر کیا ہو جائے:

بیان کیا جاتا ہے کہ حاتم اصم نے اپنی اولاد سے کہا میں حج کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں سب رونے لگے اور عرض

[1] بخاری، مسلم، عن ابن عباس، صحیح الجامع:۱۳۰۹. [2] بخاری، عن ابن عباس موقوفا علیه: ۴۵۶۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے لگے ہمیں کس کے سپرد کرو گے ان کی ایک بڑی برکت مند بیٹی تھی جسے اللہ نے یقین اور توکل کی نعمت سے مالا مال کر رکھا تھا کہنے لگی۔ ابا جان کو جانے دو، یہ ہمارے رازق نہیں، رازق اللہ ہے ہم انھیں حج سے کیوں روکیں۔

حاتم چلے گئے بچوں نے رات بھوکے گزاری، سب مل کر اس بہن کو زجر و توبیخ کرنے لگے کہ تو نے ہمیں بھوکا مار دیا ہے وہ رب کی بارگاہ میں دست بدعاء ہوتی ہے۔

اے میرے اللہ! میں نے تجھ پر اعتماد کیا ہے تو مجھے ان بہن بھائیوں کے درمیان میں سے شرمندہ نہ کر، ان کے گھر کے قریب سے امیر شہر گزرتا ہے اپنے ایک ساتھی سے کہتا ہے میرے لیے پانی لاؤ وہ آتے ہیں حاتم کے گھر والوں سے پانی مانگتے ہیں یہ نئے پیالہ میں ٹھنڈا پانی دیتے ہیں جو امیر شہر نے پیا، اور پوچھا یہ کس کا گھر ہے لوگوں نے بتایا حاتم اصم کا گھر ہے یہ سن کر امیر شہر ان کے برتن میں سونے کی تھیلی گراتا ہے اور ساتھیوں سے کہتا ہے جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میری طرح ہی کرے جو لشکر ساتھ تھا وہ بھی اس برتن میں مال ڈالتا ہے جب وہ مال پاتی ہے تو وہ بیٹی رونے لگتی ہے اس کی ماں کہتی ہے بیٹی روتی کیوں ہو؟

اللہ تعالیٰ نے ہمیں وسیع مال دیا ہے رونے کی نہیں خوش ہونے کی ضرورت ہے۔

بیٹی نے جواب دیا، میں اس لیے رو رہی ہوں کہ جب مخلوق نے ہم پر نظر عنایت کی ہے تو ہم دولتمند ہو گئے ہیں اگر خالق کی نظر کرم ہمارے اوپر ہو جائے تو پھر کیسی مالداری ہو گی۔

توکل ہی سے مسجد اقصیٰ کی آزادی ممکن ہے:

شواہد، عقائد اور تاریخ اسلام کی روشنی میں یہ ایک حقیقت قرار پائی ہے کہ مسجد اقصیٰ کو دوبارہ آزاد کرانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچی لگن پیدا کی جائے اور اس خالق جل و علا پر کامل توکل کیا جائے۔ اس حقیقت ثابتہ کو بغور سماعت فرمالو، جسے کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس میں تغیر آ سکتا ہے۔

یہ دیکھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اسی ارض مقدس کی آزادی کے لیے اپنی قوم کو لے کر اس میں داخل ہوتے ہیں تو سب سے پہلے انھیں انعامات الٰہیہ یاد دلواتے ہیں۔

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (المائدة: ٢٠)

”اے میری قوم جو تم پر اللہ تعالیٰ نے انعامات کیے ہیں انھیں یاد کرو کہ اس نے تمھارے درمیان سے انبیاء بنائے اور بادشاہ بنائے اور تمھیں وہ کچھ دیا جو جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔“

اس کے بعد ان کے سامنے وہ تکلیف رکھی جو رب تعالیٰ انھیں دینا چاہتے ہیں۔

﴿يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ (المائدۃ:۲۲،۲۱)

''اے میری قوم! اس ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھی ہے اپنی پشتوں کے بل نہ پھرو، کہ تم ناکام ہو کر لوٹو گے، انھوں نے کہا

اے موسیٰ! اس میں زبردست قوم ہے، ہم اس میں ان کے نکلنے تک ہرگز داخل نہ ہوں گے اگر وہ نکل جائیں گے تو پھر یقیناً ہم داخل ہوں گے۔''

اچانک اس گفتگو کے دوران دو آدمی جو ایمان وتوکل کی نعمت سے حصہ دار تھے وہ کھڑے ہوتے ہیں ایک یوشع بن نون اور دوسرے کالب بن یوفنا تھے۔ علیہما السلام اور کہتے ہیں تمہارا سب سے بڑا ہتھیار جس کے ذریعہ تم مسجد اقصیٰ پر فتح وکامرانی کا جھنڈا لہراؤ گے وہ اللہ پر توکل کرنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾﴾ (المائدہ:۲۳)

''دو آدمیوں نے کہا جو اللہ سے ڈرتے تھے، ان پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا کہ دشمنوں پر ان کے دروازہ سے داخل ہو جائے جب تم داخل ہو گے تو تم ہی غالب ہو اور اللہ پر توکل کرو اگر تم ایماندار ہو۔''

تو ان دونوں نے اصلی فتح کا ہتھیار انھیں بتا دیا ہے اس کے باوجود وہ کہتے ہیں:

﴿يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾﴾

(المائدہ:۲۵)

''اے موسیٰ! ہم اس سرزمین میں کبھی بھی داخل نہ ہوں گے جب تک وہ لوگ اس میں موجود ہیں تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں۔''

اب اس کی عقوبت اور سزا بنو اسرائیل کو یہ ملتی ہے۔

﴿قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾﴾ (المائدۃ:۲۶)

'کہا یہ سرزمین اب تمہارے اوپر چالیس برس تک حرام کر دی گئی تم اسی میدان میں سرگردان پھرو گے فاسق قوم پر تم غم نہ کھاؤ۔''

توکل کی طاقت نے جب آفتاب ٹھہرا دیا:

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے یہ جزا اور اجر سمیٹا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد یہ قوم کے خلیفہ اور نبی بنے اور اسی میدان میں بنو اسرائیل کے عمر رسیدہ لوگوں کی اکثریت مر گئی، بلکہ یہی کہا جاتا ہے کہ پرانے بزرگوں میں یوشع بن نون اور کالب بن یوفنا ہی باقی رہ گئے تھے۔ جب یہ چالیس برس کی مدت گزر گئی تو یوشع بن نون علیہ السلام باقیماندہ نسل نو کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لے کر نکلتے ہیں بیت المقدس کو فتح کا قصد تھا۔ جب اس کا محاصرہ کیا تو جمعہ کا دن تھا۔ نمازِ عصر کے بعد کا وقت تھا۔ سورج غروب ہونے کے لیے جھک رہا تھا۔ ہفتہ جوان کی عبادت کا دن ہے اس کے آنے کا ڈر تھا۔ پھر لڑائی روکنا پڑتی تھی اس لیے یوشع بن نون آفتاب سے مخاطب ہوتے ہیں تو بھی حکم کا پابند ہے میں بھی حکم کا پابند ہوں۔ اور دعا کی۔

اے میرے اللہ! اسے میرے لیے روک دے، اللہ تعالیٰ نے سورج کو وہیں روک دیا، حتیٰ کہ انھوں نے مسجدِ اقصیٰ کی سرزمین فتح کی اور فاتحانہ غلبہ کے ساتھ وہاں داخل ہو رہے ہیں یہ ہے توکل کا صلہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا حُبِسَتِ الشَّمْسُ عَلٰی بَشَرٍ قَطُّ اِلَّا عَلٰی یُوْشَعِ ابْنِ نُوْنٍ لَیَالِیَ سَارَ اِلٰی بَیْتِ الْمُقَدَّسِ.))[1]

”آفتاب کسی بشر کے لیے کبھی رفتار سے نہیں رکا، صرف حضرت یوشع کے لیے رکا تھا یہ ان راتوں کی بات ہے جب وہ بیت المقدس کی فتح کے لیے گئے تھے۔“

مسجد اقصیٰ فریاد کرتی ہے:

اے اسلام کے پرستارو! مسجد اقصیٰ کی بازیابی کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی لگاؤ پیدا ہو وہ زندہ رہنے والا پروردگار ہے جسے کبھی موت نہ آئے گی اس پر توکل کا وصف مضبوط کریں یہودیوں کے زبردستی تسلط سے فریب خوردہ نہ ہوں اور نہ ہی ان کے اسلحہ اور سامانِ جنگ سے مرعوب ہوں، کیونکہ اللہ اکبر، کا نعرۂ مستانہ جو ہے اس کے سامنے توپیں، ٹینک، جہاز نہیں ٹھہر سکتے یہ سب سے زیادہ طاقتور ہے۔

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ﴾ (انفال:١٧)

”جب پھینکا تھا تو نے نہیں پھینکا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا مسلمان کے لیے یہ خوشخبری بھی ہے۔“

جان رکھو! عن قریب ہم سب سے اس امانت کو ضائع کرنے کا سوال ہوگا جب ہم اللہ کے سامنے روزِ حساب کھڑے ہوں گے ہم نے جو مسجدِ اقصیٰ یہودیوں کے دستِ ستم میں چھوڑ رکھی ہے اس کے متعلق جب ہم سے پوچھا جائے گا اللہ کے ہاں ہم عذر کریں گے مگر کوئی عذر قبول نہ ہوگا لہٰذا ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم مسجدِ اقصیٰ کی بازیابی کے لیے سرتوڑ کوشش کریں اس میں کیا رکاوٹ ہے اللہ تعالیٰ نے ہم سے نصرت یا شہادت کا وعدہ کیا ہے پھر سستی کاہے کی۔

اے عمر بن خطاب اور صلاح الدین ایوبی کے فرزندو! مسجد اقصیٰ تمہیں پکار رہی ہے اسے بھول نہ جانا۔[2]

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کا زندوں کے خلاف صف آراء ہوتا:

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات ہوئی تو دیہاتیوں میں سے بہت سارے قبیلے مرتد ہو گئے اور مدینہ میں نفاق نے پھر سے سر اٹھایا۔ کچھ ایسے وفود بھی آئے جو کہنے لگے ہم نماز تو ادا کریں گے، لیکن زکوۃ ادا نہیں کریں گے

---

[1] خطیب بغدادی، احمد، ابن عساکر عن ابی ہریرہ، صحیح الجامع:٥٦١٢.

[2] کتاب ،صدقوا ماعاھدوا،ص:١١٨.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور بعض نے صاف انکار کردیا کہ ہم خلیفہ رسول ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے انھوں نے دلیل یہ دی کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۰۳﴾(التوبة:۱۰۳)

''ان کے مالوں سے زکوٰۃ لو، جو انھیں پاک کرے اور صاف کردے اور ان کے لیے دعا کیجیے یقیناً آپ کی دعا ان کے لیے سکون کا باعث ہے۔''

کہنے لگے ہم تو زکوٰۃ اسے ہی دیں گے جس کی دعا ہمارے لیے باعث سکون ہے۔

لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک عظیم مردِ میدان کا موقف اختیار کیا فرمایا:

اللہ کی قسم! اگر یہ اک بکروٹا بھی رسولِ اکرم ﷺ کو بطور زکوٰۃ ادا کیا کرتے تھے اگر اب اسے روکیں گے تو میں ضرور ان سے لڑوں گا، زکوٰۃ مال کا حق ہے واللہ! جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فاصلہ کرے گا میں اس سے ضرور جنگ آزما رہوں گا۔ ان مرتدوں میں سے طلیحہ بن خویلد اسدی سربرآوردہ تھا۔ جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سب مرتدوں کے خلاف لڑائی کا عزم پختہ کرلیا تھا اور انھیں درست کرکے چھوڑا۔ طُلیحہ نے تو اپنی قوم بنو اسد اور غطفان کے سامنے اعلانِ نبوت کردیا تھا اور اس کے ساتھ بنو عبس اور بنو ذبیان کے مرتد بھی آن ملے۔

حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ اس طلیحہ بن خویلد اور اس کے ہمنوا منافقوں کے خلاف لڑنے کے لیے گئے اور ہاتھ میں شمشیر بے نیام تھی یہ وہ مبارک تلوار تھی جو انھوں نے بدر کے دن رسولِ اکرم ﷺ سے حاصل کی تھی یہ اس تلوارِ نیک شعار کو اپنے گھر اور سفر میں متبرک خیال کرتے تھے۔ حالت صلح اور حالت جنگ میں بھی برکت والی سمجھتے تھے۔ شوقِ شہادت سے لبریز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں گئے اور مرتدوں کی سرکوبی کے لیے میدان میں اترے۔ [1]

جنت کا مہمان:

طویل زندگی گزارنے کے بعد جو جہاد، قربانی اور اللہ عزوجل کی اطاعت کیشیوں سے بھرپور تھی یہ شہید سعید حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ لوگوں کی اس دنیا سے نعیم مقیم کی طرف کوچ کرتے ہیں وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتدوں کے خلاف لڑائی پر مقرر کیا تو فرمایا کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں: اللہ کا بندہ اور قبیلہ والا بہت ہی اچھا ہے جو کہ خالد بن ولید ہے اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں کے خلاف سونت رکھا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ذوالقصہ مقام سے جب روانہ ہوئے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان سے جدا ہوگئے اور وعدہ کیا کہ میں خیبر کی جانب سے اپنے امراء سمیت تم سے ملوں گا ایسا اظہار انھوں نے اس لیے کیا کہ دیہاتیوں کو مرعوب کیا جائے۔

[1] رجال مبشرون بالجنة، ص:۱۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ سب سے پہلے طلیحہ اسدی کے پاس جانا پھر اس کے بعد بنوتمیم کی سرکوبی کے لیے روانہ ہونا۔ طلیحہ بن خویلد اپنی قوم بنواسد اور غطفان میں تھا۔ بنوعبس اور ذبیان بھی اس کے ساتھ مل گئے اس نے بنوحدیلہ اور بنوغوث اور طے قبیلوں کی جانب بھی پیغام بھیجا انھیں اپنی طرف بلایا تھا۔ اس نے کئی لوگوں کو ان کے درمیان بھیجا کہ جلدی سے اس سے ملیں۔

ادھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پہلے بھیجا اور کہا اپنی قوم کو آمادہ کرو کہ وہ طلیحہ سے نہ مل جائیں اس سے پہلے ان کا سدِ باب کرو، کہیں وہ ہلاک نہ ہو جائیں۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ جاتے ہیں اپنی قوم بنو طے کے پاس پہنچتے ہیں اور انھیں حکم دیتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلو اور اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف لوٹ آؤ انھوں نے جواب دیا کہ ہم تو کبھی بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کریں گے۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! جناب صدیق رضی اللہ عنہ تمہارے پاس ایک ایسا لشکر جرار لے کر آئیں گے وہ تم سے لڑیں گے اور تمہاری شکست تک لڑائی جاری رکھیں گے پھر تمھیں ان کی جوانمردی کا پتہ چلے گا۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو سمجھاتے رہے حتیٰ کہ وہ نرم ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بعد میں تشریف لاتے ہیں لشکر کی کیفیت یہ تھی کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ انصار والے لشکر پر سالار تھے۔ انھوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے آنے سے پہلے ثابت بن اقرم اور عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہما کو جاسوسی کے لیے بھیجا ان کی ملاقات طلیحہ اور اس کے بھائی سلمہ سے ہوگئی ساتھ ان کے ہمنوا بھی تھے جب ان دونوں طلیحہ اور سلمہ نے حضرت عکاشہ اور حضرت ثابت کو سامنے پایا تو مبارزہ کے لیے للکارا حضرت عکاشہ نے طلیحہ کے بیٹے جبال کو قتل کر دیا اور اس کا مال قبضہ میں لے لیا تھا ان پر طلیحہ نے حملہ کر دیا اور شہید کر دیا اور اس کے بھائی سلمہ نے ثابت بن اقرم کو شہید کر دیا۔ اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آتے ہیں ان دونوں ثابت بن اقرم اور حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہما کو شہید پاتے ہیں ان کی شہادت کا منظر دیکھ کر مسلمان گرانبار ہو گئے حضرت خالد نے حکم دیا کہ انھیں کپڑوں سمیت دفن کر دیا جائے۔[1] اس طرح یہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ رختِ سفر باندھ کر دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور بغیر حساب وعذاب جنت کا مہمان بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرامت والے گھر جنت میں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ان صالح لوگوں کے ساتھ اکٹھا فرمادیں۔ آمین

رضی اللہ عنہ و عن سائر الصحابة اجمعين

کلیوں کو میں سینے کا لہو دے کے چلا ہوں
صدیوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

[1] البداية والنهاية:٦/ ٣٢١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

29

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حیات کامگارِ کی جھلک

سید العرب والعجم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((يَطِيرُ فِي الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلَائِكَةِ بِجَنَاحَيْنِ.))

''حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اپنے دونوں بازوؤں کے ساتھ محو پرواز ہیں۔

آیئے ہم اس آدمی کے ساتھ کچھ وقت گزاریں جس کا سراپا، اور اخلاق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا اور اخلاق سے ملتے جلتے تھے۔ یہ وہ ہر دلعزیز شخص ہے جسے دیکھ کر مسکین خوش ہوا کرتے تھے کیونکہ یہ ان کے لیے نہایت ہی رحمدل اور مہربان تھے۔ یہ وہ آدمی ہیں جو جنت کی دلبہار فضاؤں میں فرشتوں کی مقدس جماعت کے ساتھ اڑان بھر رہے ہیں یہ کریم النسب ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی زندگی کے صفحات ایسے کارناموں سے بھرپور ہیں جن سے عقل دنگ اور دانش حیرانگی میں ڈوب جاتی ہے۔ ان کی زندگی صداقت سے آشنا تھی آیئے ہم جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ چند ساعتیں گزاریں جو کہ نہایت ہی کارآمد ہیں۔ یہ ایک سردار شہید اور بڑی شان والے ہیں، چوٹی کے مجاہد ہیں کنیت ان کی ابوعبداللہ ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی ہیں ان سے دس سال بڑے تھے۔ [1]

اسلام میں ابتدائی حالات:

آیئے ہم ان کی داستانِ دلربا کا آغاز کرتے ہیں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو انھیں علم تھا یہ ایک عظیم امانت ہے جسے اٹھایا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی جانب دعوت دیتے ہیں تمام لوگوں کو رحمن کی جنت کی طرف بلاتے ہیں جو ایسی بے مثال ہے اس میں جو کچھ ہے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے سنا نہیں کسی بشر کے دل پر اس کا کھٹکا نہیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی ان سعادت مندوں میں سے ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام سے دامنگیر

[1] سیر اعلام: ۱/ ۲۰۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اوران کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ترغیب سے ہی اسلام آشنا ہوئی تھیں۔ یہ دونوں جلد ہی ایمان لے آئے تھے۔ ابھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''دارارقم'' میں داخل نہ ہوئے تھے یہ اس سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ ان کی داستانِ زیست کا تسلسل چھیڑنے سے پہلے ضروری ہے کہ کچھ وقفہ اختیار کریں تاکہ ان کے کچھ مناقب اورشرف ورفعت کے وہ فضائل خصوصی بیان کریں جن کے ساتھ یہ فائز المرام ہوئے۔

حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تمغے ان کے سینہ پر سجائے:

اگر ہم ان کے مناقب وفضائل مکمل طور پر بیان کریں تو پھر کئی دفتر درکار ہیں اور موضوع بھی بہت دراز ہوگا اس لیے ہم ان میں سے چند ایک بیان کرتے ہیں مگر یہ چند اوصاف بھی اہل زمین پر تقسیم کردیں تو ان کے دل رشک و سعادت اورمسرت سے بھر جائیں گے۔

محمد بن اسامہ اپنے باپ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت جعفر، حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ایک جگہ جمع تھے آپس میں بحث ہوئی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا تم سب سے زیادہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیار کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ سے کرتے ہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ سے کرتے ہیں پھر کہنے لگے چلو ہم چل کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی پوچھ لیتے ہیں اب یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور آپ سے ملاقات کی اجازت مانگتے ہیں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ فرمایا جاؤ دیکھو باہر کون ہیں، انھوں نے دیکھ کر بتایا کہ حضرت جعفر، حضرت علی، حضرت زید رضی اللہ عنہم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انھیں آنے کی اجازت دے دو یہ داخل ہوتے ہیں اور کہتے آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ فرمایا حضرت فاطمہ سے ہے انھوں نے کہا ہم آپ سے مردوں کے متعلق پوچھ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جعفر! تم میری شباہت اور میرے اخلاق کے مشابہ ہو اورتم مجھ سے ہو اور میرے شجرۂ نسب سے وابستہ ہو اور اے علی! تم میرے داماد ہو اور میرے بچوں حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے والد ہو اور میں تم سے ہوں اورتم مجھ سے ہو۔

اے زید! تم میرے مولا ہو اور مجھ سے وابستہ ہو اور میری طرف مائل ہو قوم سے سب سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہر ایک جو بھی جوتا پہننے والا، اور جوتا تیار کرنے والا ہے اور جو بھی سواریوں پر سوار ہوا ہے اور جو بھی کجاوہ پر بیٹھا ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے افضل اور کوئی نہیں۔ اس عبارت کا مقصد ہے کہ جود وکرم میں ان کا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی ثانی نہ تھا۔ بنوعبدمناف میں پانچ آدمی ایسے تھے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی گہری مشابہت رکھتے تھے:

۱: حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، یہ بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی تھے اور رضاعی بھائی تھے۔

۲: قثم بن عباس بن عبدالمطلب یہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی تھے۔

[1] احمد:٥/ ٢٠٤، طبقات:٤ـ١/ ٢٤، رجاله ثقات ارنؤط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳: سائب بن عبید بن عبد بن یزید بن ہاشم جو کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے دادا تھا۔

۴: حسن بن علی رضی اللہ عنہما جو کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہیں یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی شدید مشابہت رکھتے تھے۔

۵: جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

ابتلاء وآزمائش کا اٹل قانون ان پر بھی نافذ ہوا:

ہم ان کا معطر واقعہ پھر سے شروع کرتے ہیں کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی جلدی سے ایمان لائے تو قریش کو جب علم ہوا کہ یہ دونوں مسلمان ہو چکے ہیں تو قریش نے ان دونوں کو اذیت پہنچانے اور سزا دینے میں انتہاء کردی، لیکن یہ دونوں اس اذیت ناکی اور آزمائش پر صبر کرتے رہے۔ انھیں علم تھا کہ یہ آزمائش کا آنا ایک ثابت قانون ہے جو متبدل ومتغیر نہ ہوگا اور راہِ جنت تکالیف میں ہی گھری ہوئی ہے یہ چند گھڑیاں ہیں جو صبر آزما ہیں ان کے گزرنے کے بعد ان کی کسر اللہ تعالیٰ جنت میں نکال دیں گے اور اس کی رحمت کے ٹھہرنے کی جگہ پر جب قرار ملے گا تو سب کمی دور ہو جائے گی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''اہلِ دنیا میں سے دوزخی کو روزِ قیامت لایا جائے گا جو سب سے زیادہ نعمتوں والا رہا ہوگا اسے جہنم میں ایک غوطہ دلایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا:

''يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ''

''اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے کبھی خیر دیکھی ہے۔''

''هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ''

''کیا تجھے کبھی نعمت سے واسطہ رہا ہے وہ کہے گا۔''

''لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ''

''نہیں واللہ! اے رب کبھی نہیں رہا۔''

اور اہل جنت میں سے اس آدمی کو لایا جائے گا جو شدید ترین تنگیوں میں رہا ہوگا اور اسے جنت سے ایک چکر لگوایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا۔

اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے کبھی تنگی دیکھی ہے کیا تیرے پاس سے کبھی سختی کا گزر بھی ہوا ہے وہ کہے گا نہیں واللہ! مجھے کبھی بھی تنگی سے واسطہ نہیں پڑا اور نہ ہی میں نے سختی دیکھی ہے۔ [1]

راہِ ہجرت کا راہی:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آزمائش کی بھٹی میں تایا جا رہا ہے اور آپ عافیت میں تھے ایک تو اللہ تعالیٰ کی اور دوسری چچا ابوطالب کی حمایت حاصل تھی اس لیے آپ کچھ عافیت میں تھے لیکن آپ کے بس میں

[1] مسلم، احمد، نسائی، ابن ماجه، عن انس، صحیح الجامع: ۸۰۰۰.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نہ تھا کہ جو یہ مسلمان آزمائش کی چکی میں پس رہے ہیں ان کی حفاظت کر سکیں مگر آپ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اگر تم سرزمین حبشہ کی طرف نکل جاؤ گے تو وہاں کا بادشاہ ایسا عدل پرور ہے کہ وہاں کوئی بھی اس کے پاس ظلم نہ کر سکے گا یہ صداقت کی زمین ہے کشادگی تک وہیں رہو۔ [1]

یہ سن کر مسلمان وہاں سے نکلے اور سرزمین حبشہ میں فتنہ کے ڈر سے ادھر نکل گئے اور دین کی خاطر وہاں پہنچے یہ اسلام میں سب سے پہلی ہجرت تھی۔ جب قریش نے دیکھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم امن و امان اور نہایت ہی اطمینان سے حبشہ کی سرزمین میں رہنے لگے ہیں انھیں تو یہاں گھر اور قرار مل گیا ہے تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ دو آدمی قوم میں سے جو مضبوط ہوں انھیں نجاشی کے پاس بھیجا جائے تاکہ وہ انھیں ہمارے پاس واپس لوٹا دے اور ہم انھیں سخت مصیبت میں مبتلا کر سکیں اور انھیں اس امن و امانت اور اطمینان کی جگہ سے باہر نکال لائیں انھوں نے اس کام کے لیے عبد اللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن عاص بن وائل کو بھیجا اور نجاشی اور اس کے سالاروں کے لیے تحائف بھی جمع کیے جو انھیں دیئے۔ [2]

جب خطابت جعفر نے نجاشی کو ہلا کر رکھ دیا:

یہ ایک عظیم کارنامہ ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب نجاشی کے سامنے کھڑے ہیں اور کلمۂ حق کا آوازہ بلند کرتے ہیں جس میں مسلمانوں کے لیے خیر کے سوتے پھوٹے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب مکہ کی سرزمین ہمارے اوپر تنگ کر دی گئی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیت میں مبتلا کیا گیا اور سخت آزمائش کا دور جاری تھا انھوں نے دیکھا کہ آزمائش سخت ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے دور کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جو محفوظ ہیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنی قوم اور چچا کی حفاظت میں تھے جو مصائب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو پہنچ رہے تھے آپ اس سے بچے ہوئے تھے۔

اس کو مدنظر رکھتے ہوئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے کہا۔ سرزمین حبشہ میں ایک بادشاہ ہے جس کے پاس تم پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا۔ اس کے شہروں میں چلے جاؤ اور اس وقت تک رہو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے کشادگی اور نکلنے کی راہ کر دیں ہم ٹولے بن کر نکل گئے حتیٰ کہ ہم بہترین گھر اور بہترین پڑوسی کے پاس جمع ہوئے اور ہمیں اپنے دین پر امن نصیب ہوا۔ [3]

دوسری روایت میں مزید فرماتی ہیں: جب ہم حبشہ میں باامن رہنے لگے تو انھوں نے دو آدمیوں کو تحائف دے کر بھیجا کہ وہ نجاشی کو تحائف دیں جو مکہ کے سامان میں سے بڑا مرغوب تھا۔ چمڑے وغیرہ وہ انھوں نے اٹھائے کسی سالار کو

---

[1] سیرت ابن ھشام: ۱/ ۲۶۶، البدایہ والنھایۃ: ۳/ ۶۶.

[2] سیرت ابن ھشام: ۱/ ۲۷۵.

[3] ابن ھشام: ۱/ ۳۳٤، اسنادہ صحیح ارنؤوط، الحلیۃ: ۱/ ۱۱۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ چھوڑا، ہر ایک کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا، انھوں نے عبد اللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن عاص کو بھیجتے وقت یہ حکم دیا تھا کہ نجاشی سے مسلمانوں کے بارے میں بات کرنے سے پہلے اس کے درباریوں کو تحائف دیں اور پھر نجاشی کو تحائف دیے جائیں اور بعد میں اس سے مطالبہ کرنا کہ ہمارے بھگوڑے واپس کر دیں۔ یہ عبد اللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن عاص روانہ ہوتے ہیں اور نجاشی کے پاس پہنچتے ہیں اور ہر سالار کو ہدیہ دیتے ہیں نجاشی سے بات ابھی تک نہ کی تھی۔

یہ دونوں کہنے لگے اور ہر سالار کو یہ باور کرایا کہ ہمارے کم عقل نوجوانوں میں سے کچھ نے بادشاہ کے ملک میں پناہ پکڑی ہے جنھوں نے اپنی قوم کے دین سے علیحدگی اختیار کی ہے اور نہ ہی انھوں نے تمہارا دین اپنایا ہے وہ ایک نیا دین ہے نہ تم جانتے ہو اور نہ ہم جانتے ہیں جو انھوں نے اپنا رکھا ہے۔

ان کی قوم میں سے اشراف نے ہمیں تمہاری طرف اور بادشاہ کی طرف بھیجا ہے تاکہ تم انھیں ہمارے پاس لوٹا دو اور جب ہم بادشاہ سے بات کریں تو اسے ہماری حمایت کا مشورہ دینا اور انھیں ہمارے سپرد کروا دینا ان کی قوم کے اشراف ان کے بارے میں فیصلہ کرنے میں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں اور ان کی کوتاہیاں جانتے ہیں۔

ان سالاروں نے حامی بھر لی کہ ہاں ٹھیک ہے پھر یہ دونوں قریشی نجاشی کی خدمت میں تحائف پیش کرتے ہیں نجاشی نے ان سے تحائف قبول کر لیے تو پھر ان دونوں نے بات کی اور بادشاہ سے کہا اے بادشاہ! آپ کے ملک میں چند کم عقل نوجوانوں نے پناہ لے رکھی ہے جو کہ اپنی قوم کے دین سے بھی علیحدہ ہو چکے ہیں اور نہ ہی آپ کے دین میں داخل ہوئے ہیں اور ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جو ان کا خود ساختہ ہے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ ہی آپ جانتے ہیں ہمیں آپ کے پاس ہماری قوم کے اشراف نے بھیجا ہے جو ان کے باپ چچے اور خاندان کے سربرآوردہ ہیں آپ انھیں ان کے حوالہ کریں وہ انھیں خوب جانتے ہیں اور ان کی غلطیاں پہچانتے ہیں اور مناسب سرزنش کرنے کا بندوبست رکھتے ہیں۔ یہ سنتے ہی تمام عہدیدار درباریوں نے بہ یک آواز تائید کی اے بادشاہ! یہ سچ کہتے ہیں انھیں ان کے حوالہ کر دیا جائے۔ مگر نجاشی غصہ میں آ گیا اور پورے جلال سے کہا نہیں واللہ! میں انھیں ان کے سپرد کبھی نہیں کروں گا وہ لوگ میرے پڑوس میں آئے ہیں اور میرے ملک میں اترے ہیں اور دوسروں کو چھوڑ کر مجھے چنا ہے میں اس وقت حوالے کروں گا جب میں انھیں بلاؤں گا ان دونوں نے جو کہا ہے اس بارے میں ان سے تحقیق کروں گا اگر ان کی بات امر واقعی نکلی تو میں انھیں ان کے سپرد کر دوں گا اگر ان کی بات غلط ہوئی تو میں یہاں روک رکھوں گا انھیں واپس نہ کروں گا اور جب تک یہ میرے پڑوس میں رہیں گے میں ان سے حسن سلوک رکھوں گا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو پیغام بھیج کر بلایا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی دربارِ نجاشی میں تقریر دلپذیر:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس بلانے کے لیے جب نجاشی کا ایلچی آیا تو وہ جمع ہو کر سوچنے لگے جب بادشاہ کے پاس جائیں تو اسے کیا کہیں یہی فیصلہ ہوا کہ جو ہمیں علم ہے اور جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہی کہیں گے اب یہ بادشاہ کے پاس آتے ہیں۔نجاشی نے اپنے علماء اور پادریوں کو بلا لیا۔انھوں نے اپنے صحیفے کھول لیے اب نجاشی مسلمانوں سے پوچھتا ہے یہ دین کیا ہے جس کی وجہ سے تم اپنی قوم سے بھی علیحدہ ہو اور میرے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے اور نہ ہی کسی دوسری ملت کو تم نے اختیار کیا ہے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے بات کی اور جواب دیا۔

اے بادشاہ......!! ہم جاہلیت میں بھٹکنے والی قوم تھے ہم بتوں کے پرستار تھے ہم مردار خور تھے۔ فاحشات کا ارتکاب کرتے تھے ہم رشتہ داریاں قطع کرتے تھے اور ہمسائیوں سے برا سلوک کرتے تھے ہم میں سے طاقتور کمزور کا حق کھا جاتا تھا۔ ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر ہم میں سے ہی پیغمبر مبعوث کیا ہم اس کے نسب، صداقت، امانت، اور عفت و پاکدامنی کو اچھی طرح جانتے تھے اس نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی تاکہ ہم اسے وحدہٗ لاشریک تسلیم کریں اور اس تنہا کی عبادت کریں اور جو ہم اور ہمارے آباء و اجداد اللہ کے سوا پتھروں کی عبادت کرتے تھے اسے چھوڑ دیں اور اس نے ہمیں سچ بولنے امانت اداء کرنے اور صلہ رحمی کرنے، ہمسائے سے اچھا سلوک کرنے اور حرام کردہ اشیاء سے رکنے اور خونریزی نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔فواحش و منکرات، جھوٹی بات، یتیم کا مال کھانے، عفت ماب پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہمیں پابند کیا ہے کہ ہم نماز روزہ اور زکوٰۃ کا اہتمام کریں۔

بادشاہ سلامت ہم کہاں جائیں:

اس طرح امورِ دین گن گن کر بیان کیے جو کہ ہمارے نبی نے ہمیں بتائے تھے۔ہم نے آپ کی تصدیق کی اور ہم آپ کے ساتھ ایمان لائے اور آپ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آپ لے کر آئے ہیں ہم نے اس چیز کی اتباع کی ہے۔ ہم نے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی اور اس کے ساتھ ہم نے کسی کو شریک نہ ٹھہرایا اور جو چیز ہم پر آپ نے حرام کی اسے ہم نے حرام جانا اور جو ہم پر حلال کیا وہ ہم نے حلال جانا بس یہ کرنے کی دیر تھی کہ ہماری قوم نے ہمارے اوپر چڑھائی کردی اور انھوں نے ہمیں مشق ستم بنالیا اور ہمارے دین کو سزاؤں کی بھٹی میں آزمایا۔

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

یہ انھوں نے اس لیے کیا تھا کہ ہمیں دوبارہ اللہ کی عبادت سے پھیر کر بتوں کی پرستش میں لگادیں اور ہم پھر جن خبیث کاموں میں مگن تھے انھیں پھر جائز سمجھ کر کریں جب انھوں نے ہمیں قہر و غضب کا نشانہ بنایا اور ہم پر ستم ڈھایا اور انھوں نے ہمیں بے انتہاء تنگ کردیا اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہوگئے تو ہم آپ کے ملک میں آئے اور ہم نے ساری دنیا چھوڑ کر آپ کی مملکت میں رہنا پسند کیا اور آپ کے پڑوس میں بسنے کو اچھا سمجھا اے بادشاہ! ہم مکمل طور سے پرامید تھے آپ کے پاس ہم پر کوئی ظلم نہ کرسکے گا بتائیں ہم کہاں جائیں۔

نجاشی: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس میں سے کچھ تمہارے پاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجود ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں تو نجاشی نے کہا اس کی تلاوت مجھے سناؤ، تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورت مریم کی ابتدائی آیات تلاوت کیں۔

اور نجاشی اشکبار ہو گیا:

یہ آیات سن کر نجاشی اتنا زیادہ رویا کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی اور اس کے درباری بھی اشکبار ہو گئے یہاں تک کہ ان کے صحیفے بھیگ گئے۔ پھر نجاشی نے مسلمانوں سے کہا یہ قرآنِ پاک اور جو عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے ہیں دونوں ایک ہی نور کے پرتو ہیں۔ اے قریش کے نمائندو! تم چلے جاؤ میں انھیں تمہارے حوالہ نہ کروں گا اور ایسا قطعاً ممکن نہیں کہ میں انھیں تمہارے سپرد کروں گا۔

ایک چال جو کارگر نہ ہوئی:

جب قریش کے یہ دونوں ایلچی نجاشی کے پاس سے باہر آئے تو عمرو بن عاص نے کہا: واللہ! میں نجاشی کے پاس کل آؤں گا اور ایسی بات کروں گا کہ مسلمانوں کی جڑ کٹ جائے گی عبداللہ بن ابی ربیعہ نے کہا جو عمرو بن عاص کی بہ نسبت زیادہ محتاط تھا کہ عمرو! اب ایسا نہ کرو آخر یہ بھی تو ہمارے رشتہ دار ہیں اگرچہ ہماری مخالفت کر رہے ہیں آخر ہیں تو ہمارے ہی۔ عمرو نے کہا واللہ! میں نجاشی کو بتاؤں گا کہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام بندے ہیں پھر عمرو دوسرے دن وہاں جاتا ہے اور بادشاہ سے کہتا ہے اے بادشاہ! یہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک بہت بڑی بات کہتے ہیں انھیں پیغام بھیجو اور ان سے پوچھو کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہو۔

نجاشی نے پیغام بھیجا اور مسلمانوں کو حاضر کیا کہ ان سے یہ سوال کرے یہ ایک ایسا سنگین مسئلہ تھا اور ایسا نازک مرحلہ تھا کہ اس سے پہلے اس سے واسطہ نہ پڑا تھا۔ نجاشی کے پاس آنے سے پہلے مسلمان جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ جب نجاشی تم سے پوچھے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے تو اس کا جواب کیا دو گے۔ سب نے یہی طے کیا کہ وہی بات دہرائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے کہی ہے اور جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئیں ہیں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

اب مسلمان نجاشی کے پاس حاضر ہیں تو وہ یہی سوال کرتا ہے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ان کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کی روح، اور وہ کلمہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم بتول کے بطن میں ڈالا ہے یہ سن کر نجاشی اپنا ہاتھ زمین پر مارتا ہے اور زمین سے ایک تنکا اٹھاتا ہے اور تاثرات بیان کرتا ہے۔ واللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے اس تنکا کے برابر بھی زیادہ نہیں۔ اے جعفر جو تو نے کہا سچ ہے یہ سن کر تمام عیسائی پادریوں کے غصہ سے نتھنے پھول گئے۔

نجاشی انھیں مخاطب کر کے کہتا ہے اگرچہ تم نہیں مانتے ہو مجھے اس کی پرواہ نہیں بات یہی درست ہے اور مسلمانوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کہا جاؤ تم میری سرزمین میں امن سے رہو جو تمھیں گالی دے گا میں اس کا مول ڈالوں گا مجھے سونے کا کوہِ گراں ملے تو بھی میں تم سے کسی ایک آدمی کو اذیت نہ دوں گا اور قریش کے دونوں نمائندوں سے کہا یہ اپنے تحائف واپس لے جاؤ مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ واللہ! میرے اللہ نے جب یہ ملک واپس دیا تھا تو مجھ سے رشوت نہ لی تھی کہ اب میں اس پر رشوت لوں یہ مناسب نہیں جب تک یہ لوگ میرے قانون کے تابع رہیں گے میں ان کی بات مانتا رہوں گا اب یہ دونوں قریشی ایلچی نجاشی کے پاس سے بہت بری حالت میں نکلتے ہیں جو یہ جاذب نظر تحائف لائے تھے وہ انھیں واپس کردیے گئے تھے اور مسلمان وہاں بہترین گھر بنا کر نجاشی کی ہمسائیگی میں پر امن رہنے لگے۔

نجاشی کو اس دین پروری کا صلہ مل گیا:

مسلمان ابھی حبشہ میں ہی تھے کہ نجاشی سے ملک چھیننے کے لیے ایک حکمران نے حملہ کرنے کی کوشش کی مسلمان اس سے سخت غمگین ہوئے کہ نجاشی پر کوئی ایسا آدمی غالب نہ آجائے جو نجاشی ہماری قدر کرتا ہے وہ ایسی نہ کرسکے۔ ادھر سے نجاشی بھی دشمن کے خلاف صف آراء ہونے کے لیے چلتا ہے دونوں کے درمیان دریائے نیل حائل تھا۔

ادھر مسلمان اپنے اس محسن کے بارے میں سوچتے ہیں کون جاتا ہے اور دشمن کی خبر ہمارے پاس لاتا ہے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کام میں کرتا ہوں یہ ان میں سے نوخیز نوجوان تھے ایک مشک میں ہوا بھر کر انھوں نے اپنے سینہ کے نیچے رکھ لی اور اس پر تیرتے ہوئے دریائے نیل کے دوسرے کنارے تک پہنچ گئے جہاں دشمن سے ملاقات کی جگہ تھی۔ وہاں سے تمام اطلاعات حاصل کیں اور واپس آئے۔ اس عملی ہمدردی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے نجاشی کے لیے اس کے دشمن پر غلبہ کی دعائیں کیں اور اس کی اپنے ملک پر گرفت مضبوط ہونے کی اس اللہ کی بارگاہ میں التجائیں کی جس کے نتیجہ میں نجاشی کے لیے حبشہ ملک کا کنٹرول مضبوط ہوگیا اور مسلمان رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب تک مکہ میں نہ آئے تھے اس وقت تک نجاشی کے پاس بہترین ٹھکانہ بنا کر رہے۔ [1]

دو ہجرت کا ثواب پانے والی:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا علم جب ہمیں ہوا تو اس وقت ہم یمن میں تھے۔ میں اور میرے دونوں بڑے بھائی ابو بردہ اور ابو رہم بھی ساتھ تھے ہم تینوں بھائی آپ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکلتے ہیں اور ہمارے ساتھ ہماری قوم کے تقریباً پچاس افراد اور بھی تھے ہم کشتی پر سوار ہوئے طوفان آیا ہماری کشتی نے ہمیں نجاشی تک پہنچایا وہاں ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو پایا اور ان کے پاس ٹھہرے اور پھر سب بمع حضرت جعفر رضی اللہ عنہم کے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہماری ملاقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ہوئی تو آپ فتح خیبر سے فارغ ہوئے تھے۔

بعض لوگوں نے ہم سے کہا کہ ہجرت میں ہم تم پر سبقت لے گئے ہیں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ام المومنین

---

[1] المغازی: ۱/ ۲۱۱، احمد: ۱۷۵۰، سند صحیح، البانی فی تخریج فقہ السیرۃ للغزالی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لیے گئیں یہ بھی نجاشی کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں۔ ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ان کے پاس تھیں حضرت عمر نے پوچھا حفصہ یہ کون ہے انھوں نے کہا یہ اسماء بنت عمیس ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا یہ حبشہ جانے والی سمندر کا سفر کرنے والی اسماء ہے حضرت اسماء نے کہا، ہاں وہی ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمہاری بہ نسبت زیادہ حقدار ہیں ہم تم سے سبقت لے گئے ہیں کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے یہ سن کر حضرت اسماء غضبناک ہوئیں اور کہا واللہ! تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہو آپ جو تم میں سے بھوکا ہوتا تھا اس کے کھانے پینے کا بندوبست کرتے تھے اور آپ تمہارے جاہل کو نصیحت کرتے تھے۔ جب کہ ہم ایسی جگہ پر تھے جو دور بہت دور تھی اور ہم سے بغض رکھنے والے وہاں موجود تھے یہ حبشہ کی سر زمین تھی اور واللہ! یہ فقط اس لیے اختیار کی تھی کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی ملے میں اس وقت تک نہ تو کچھ کھاؤں گی اور نہ کچھ پیوؤں گی جب تک میں آپ سے یہ بات ذکر نہ کرلوں جو عمر! آپ نے کہی ہے ہمیں اذیتوں میں مبتلاء کیا گیا اور ہمیں ڈرایا گیا تو یہ سب ضائع ہی ہوا۔

میں یہ بات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور ذکر کروں گی اور پوچھوں گی اور نہ تو اضافہ کروں گی اور نہ ہی ٹیڑھا پن ہوگا اور نہ ہی جھوٹ کی آمیزش ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت اسماء نے کہا اے اللہ کے نبی! حضرت عمر نے یہ یہ کہا ہے آپ نے پوچھا اسماء تم نے کیا جواب دیا ہے انھوں نے بتایا کہ میں نے یہ جواب دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ تم سے زیادہ میرے حقدار نہیں حضرت عمر اور ان کے ساتھیوں کو تو ایک ہجرت کا ثواب ملا ہے اور تم جو کشتی والے ہو تمھیں دو ہجرت کا اجر ہے۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور دیگر کشتی والے میرے پاس آتے تھے اور اس حدیث کے متعلق پوچھتے تھے ان کے لیے اس دنیا میں سب سے زیادہ خوشی اور عظمت والی یہ بات تھی جو ان کے لیے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی کہ یہ دو ہجرت والے ہیں۔ [1]

حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے چوم لیا:

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ دس برس تک نجاشی کے زیرنگرانی کھلی فضاؤں میں امن و اطمینان کے دامن میں ٹھہرے رہے اور سعادت و نیک بختی کے حسین لباس میں ملبوس ہو کر زندگی گزارتے رہے، بغیر کسی قید کے وہ اللہ کی عبادت کرتے رہے۔ اور رات اور دن میں ان کے خلاف کوئی سازش نہ تھی جس کا جال بنا جا رہا ہو اور نہ ہی قریش کے کفار کی کوئی سزا ان پر مسلط تھی، پرسکون زندگی گزارنے کے بعد یہ مدینہ منورہ کی جانب واپس آتے ہیں حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی تڑپ میں ان کے قدم ہوا سے تیز اٹھ رہے تھے طویل عرصہ کے بعد آپ سے ان کی ملاقات ہونے والی تھی اور

[1] بخاری: ۴۲۳۰، مسلم: ۲۵۰۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کا طائرِ شوق انھیں اڑاتے ہوئے لا رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ خیبر سے فاتح کی حیثیت سے واپس آ رہے تھے۔ جب آپ سے ملاقات ہوئی۔ شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فتح خیبر کے دن نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے تو رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا میں یہ بتانے سے قاصر ہوں کہ مجھے فتح خیبر کی خوشی زیادہ ہوئی ہے یا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے کی زیادہ مسرت ہوئی ہے۔ ❶

مساکین کی مسرت گاہ:

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد پر جو خوشی رسولِ اکرم ﷺ کو ہوئی تھی اتنی ہی مساکین کو ہوئی تھی کیونکہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فقراء اور مساکین کے ساتھ بہت ہی زیادہ رحمدلی اور شفقت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ احادیث کثرت سے بیان کرتے ہیں میں زیادہ کیوں نہ بیان کروں میں پیٹ سے بھوکا رہ کر رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتا تھا نہ خمیری روٹی کھاتا تھا نہ ہی مجھے پہننے کو عمدہ لباس ملتا تھا نہ ہی میرا کوئی نوکر چاکر تھا۔ بھوک کی وجہ سے میں کنکریاں پیٹ پر رکھتا کہ کمر سیدھی رہے میں آدمی کو کھانا کھلانے کی ترغیب والی آیات سناتا کہ مجھے لے جائے اور کھانا کھلائے مگر وہ آیت پڑھ کر چلتا بنتا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں سے مساکین کے حق میں بہترین ہیں وہ ہمیں لے جاتے جو کچھ گھر میں ہوتا وہ ہمیں کھلاتے حتیٰ کہ وہ گھی والا کپا لاتے وہ اسے نچوڑتے یا توڑتے تو جو کچھ اس میں ہوتا تھا وہ ہم چاٹ لیتے۔ ❷

وقت شہادت ہے آیا:

رسولِ اکرم ﷺ، مکہ تک سوار ہوتے ہیں وہاں آپ قضا کا عمرہ ادا کرتے ہیں اور مدینہ منورہ واپس لوٹتے ہیں تو رستہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائیوں سے سنا یہ وہی بھائی ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر احد وغیرہ میں مصروف جہاد رہ چکے تھے وہ اب بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے شوق میں شہادت کے درجہ کے ذوق میں بے تاب ہیں تو ان کی آرزوئے شہادت بھی تڑپنے لگی انھیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا کہ ان کی یہ تمنا پوری ہو گئی۔ ۸ ہجری، جمادیٰ اولیٰ میں ''موتہ'' کی جانب آپ نے ایک دستۂ فوج بھیجا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان پر سالار مقرر کیا اور کہا:

''اگر زید شہید ہو جائیں تو علم جعفر تھام لیں اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ علمبردار ہوں۔''

اب یہ چلتے ہیں شام کی سرزمین میں ''بلقاء'' تک پہنچے اور ''معان'' پر اترے تو انھیں یہ بات پہنچی کہ ہرقل ''مآب'' کی زمین پر ایک لاکھ رومی فوج لے کر پڑاؤ زن ہوا ہے اور ایک لاکھ عرب باشندے ہیں، اس طرح دو لاکھ فوج پر مشتمل

❶ مستدرك: ٤/ ٢١١، سنن بيهقى: ٧/ ١٠١، معجم صغير طبرانى: ٨، مجمع: ٩/ ٢٧٢، فالحديث قوى، البانى.

❷ بخارى: ٨ (٣٧، الحليه: ١/ ١١٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ لوگ مقابلہ آرائی کے لیے آئے ہیں۔ ادھر حاملینِ قرآن جو کہ بہادروں اور سرفروشوں پر مشتمل تھے ان کی تعداد صرف تیس ہزار تھی جو صلیب کے پرستاروں کے سامنے صف آراء تھے ان صلیبیوں پر رب رحمن کی ہر وقت اور ہر آن لعنت ہو۔

دشمن سے آمنا سامنا:

دونوں فوجیں جنگی ملاقات کرتی ہیں اور لڑنا شروع ہوتی ہیں، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والا جھنڈا اٹھائے ہوئے لڑتے ہیں اور دشمن کے تیروں کا نشانہ بن جاتے ہیں پھر وہ علم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ تھامتے ہیں اور لڑتے ہیں حتیٰ کہ شہید ہو جاتے ہیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اپنے سرخ رنگ کے گھوڑے سمیت دشمن کی صفوں میں گھس جاتے ہیں اور پھر اس کے پاؤں کاٹتے ہیں اسلام میں سب سے پہلے یہی ہیں جنھوں نے گھوڑے کے پاؤں کاٹے اور لڑتے رہے حتیٰ کہ جامِ شہادت نوش کر لیا اور یہ کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے:

یَا حَبَّذَا الْجَنَّةُ وَاقْتِرَابُهَا
طَيِّبَةٌ وَّ بَارِدٌ شَرَابُهَا

”جنت کتنی اچھی اور خوشنما ہے جو کہ بالکل قریب ہے کتنے اچھے اور ٹھنڈے اس کے پانی ہیں۔“

وَالرُّوْمُ رُوْمٌ قَدْدَنَا عَذَابُهَا
كَافِرَةٌ بَعِيْدَةٌ اَنْسَابُهَا
عَلَيَّ اِذْ لَاقَيْتُهَا ضِرَابُهَا

”روم والے ایسے ہیں کہ ان کی سزا کا دن قریب آ چکا ہے یہ کافر ہیں میں جب ان سے تلوار زنی کے لیے ملاقات کرتا ہوں تو کوئی بات نہیں ان کا میرے ساتھ بہت دور کا نسب ہے۔“

ابن ہشام کہتے ہیں مجھے قابلِ اعتماد اہل علم نے بتایا ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ رکھا تھا وہ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا پھر وہ بھی کٹ گیا تو انھوں نے علم اپنے بازوں میں لے کر سینہ کے ساتھ لگا لیا علم کو زمین پر نہیں گرنے دیا اور اس حالت میں شہید ہو گئے۔ ابھی تینتیس برس کے تھے۔ اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے انھیں جنت میں دو بازو عطا کئے جن کے ساتھ وہ جہاں چاہتے ہیں اڑان بھر رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ موتہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور فرمایا اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر جعفر امیر ہیں اگر جعفر شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ امیر ہیں۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں میں بھی اس غزوہ میں شریک تھا۔ ہم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا تو ہم نے انھیں شہداء میں پایا اور ان کے جسد خاکی میں تیروں اور نیزوں کے نوے کے اوپر زخم تھے۔ [1]

[1] بخاری: ٤٢٦١.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم ﷺ نے خود ان تینوں کی وفات کی اطلاع دی اور اللہ کی راہ میں ان کی شہادت کی بشارت سنائی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ہی رسولِ اکرم ﷺ بتا رہے تھے کہ حضرت زید نے جھنڈا تھام رکھا ہے وہ شہید ہو گئے ان کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے علم پکڑ لیا ہے وہ بھی شہید ہو گئے ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے علم تھام لیا ہے وہ بھی جام شہادت نوش کر گئے اور جب آپ ﷺ یہ بتا رہے تھے آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ ان کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بغیر امیر بنائے جانے کے علم تھام لیا ہے انھیں فتح سے ہمکنار کر دیا گیا ہے۔ ❶

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ میں اس دن حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا تھا جب کہ وہ شہید ہو چکے تھے میں نے شمار کیے انھیں نیزے اور تلوار کے پچاس زخم تھے جو سارے کے سارے سینہ پر تھے کمر پر ایک بھی نہ تھا۔ ❷

انتباہ:...... پہلے نوے سے اوپر گزرے ہیں یہاں پچاس زخموں کا ذکر ہے وہاں چھوٹے چھوٹے بھی شمار کیے ہیں یہاں بڑے بڑے بتائے ہیں۔ (انجم گوندلوی)

فرشتوں کے ساتھ محو پرواز شہید:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

میں گزشتہ کل جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس میں دیکھا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے تخت پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ ❸

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو سلام کہتے تو فرماتے:

اے دو پروں والے کے بیٹے السلام علیکم۔ ❹

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو جنت میں دو بازوؤں کے عوض دو پر دیے ہیں۔ ❺

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیکھا ایک فرشتہ ہیں جو فرشتوں کے ساتھ اپنے بازوؤں کے ذریعہ اڑ رہے ہیں۔ ❻

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیکھا جنت میں ایک فرشتہ کی صورت میں ہیں ان کے قدم خون سے لت پت ہیں اور جنت میں اڑان بھر رہے ہیں۔ ❼

❶ بخاری: ١٢٤٦، نسائی: ٤/ ٢٦.   ❷ بخاری: ٤٢٦٠.

❸ طبرانی، کبیر، حاکم، صحیح الجامع: ٣٣٥٨، البانی.

❹ بخاری: ٣٧٠٩، کتاب المغازی.   ❺ البدایہ والنہایۃ: ٣/ ٢٥٦.

❻ ترمذی: مستدرک، صحیح الجامع: ٣٤٥٠.

❼ الاستیعاب و اسنادہ جید، فتح الباری، طبرانی، حاکم.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے، فرشتوں کی ایک جماعت میں تھے دونوں پر تھے جو کہ خون سے رنگین تھے اور ان کے دل کی جگہ سفید ہے۔ ❶

حضرت عبداللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا:

''عبداللہ! تمھیں مبارک ہو، تمہارا باپ آسمان کی بلندیوں میں فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہے۔'' ❷

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوع بیان کرتے ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جبریل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ اڑتے ہیں ان کے ہاتھوں کے عوض اللہ تعالیٰ نے انھیں دو پر دیے ہیں۔ ❸

اے حبیب کبریاء کیوں روتے ہو؟

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے ہیں جو کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں کہ انھیں ان کی شہادت سے آگاہ کریں۔ آہ! وہ کس شہادت گہ الفت میں قدم رکھتے ہیں جس کی وجہ سے دل خون کے آنسو روتے ہیں۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا خود بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی شہید ہوئے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے ہیں میں نے چالیس چمڑے رنگے تھے اس کے بعد میں نے آٹا گوندھا اور اپنے بیٹوں کو نہلایا اور انھیں تیل لگایا اور میں نے انھیں صاف ستھرا کیا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا جعفر کے بیٹے میرے پاس لاؤ، میں انھیں لائی آپ نے انھیں پیار سے سونگھا، اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیوں روتے ہو، کیا جعفر اور ان کے ساتھیوں کے متعلق کوئی پریشان کن خبر آئی ہے فرمایا، ہاں وہ آج شہید ہو گئے ہیں۔ میں کھڑی ہوئی اور چلانا شروع کر دیا، عورتیں جمع ہو گئیں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کی جانب چل دیے اور حکم دیا۔ آل جعفر سے بے خبر نہ رہنا ان کے لیے کھانا تیار کرو کیونکہ انھیں اپنے شہید کی وجہ سے سخت صدمہ ہوا ہے۔ ❹

اہلِ موتہ کے دکھ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے چند آنسو:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جب یہ علم ہوا کہ یہ پاکیزہ لوگ شہید ہو چکے ہیں تو ان کے لیے درد بھرے اشعار کہے:

رَأَیْتُ خِیَارَ الْمُؤْمِنِیْنَ تَوَارَدُوْا
شُعُوْبَ وَ قَدْ خُلِفْتُ مِمَّنْ یُّؤَخَّرُ

---

❶ فتح الباری: ٧/ ٩٦، حاکم باسنادہ صحیح علی شرط مسلم.

❷ فتح الباری: ٧/ ٩٦، طبرانی باسناد حسن. ❸ فتح الباری: ٧/ ٩٦، و اسنادہ جید.

❹ ابوداد: ٣/ ٣١٣٢، ابن ماجہ: ١/ ١٦١٠، ترمذی: ٣/ ٩٩٨، مستدرك: ١/٣٧٢، صحیح الاسناد و لم یخرجه و سکت عنه الذهبی، بیهقی: ٤/ ٦١، ذکره الالبانی صحیح ابن ماجه و قال حدیث حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''میں نے بہترین ایمانداروں کو دیکھا ہے جو قبیلوں میں وارد ہوئے جب کہ میں پیچھے چھوڑ دیا گیا ہوں۔''

فَلَا يُبْعِدَنَّ اللّٰهُ قَتْلٰى تَتَابَعُوْا
بِمُؤْتَةَ مِنْهُمْ ذُوالْجَنَاحَيْنِ جَعْفَر

''اللہ تعالیٰ ان مقتولوں کو دور نہ کرے جو جنگ موتہ میں پے در پے شہید ہوئے ہیں ان میں ذوالجناحین جعفر رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔''

وَ زَيْدٌ وَ عَبْدُ اللّٰهِ حِيْنَ تَتَابَعُوْا
جَمِيْعًا وَ اَسْبَابُ الْمُنِيَّةِ تَخْطُر

''حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما تمام کے تمام یکے بعد دیگرے شہید ہوئے اور اسباب موت اس وقت حرکت میں تھے۔''

وَ كُنَّا نَرٰى فِيْ جَعْفَرٍ مِنْ مُّحَمَّدٍ
وَفَاءً وَ اَمْرًا صَارِمًا حَيْثُ يُؤْمَر

''ہم نے دیکھا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد ﷺ سے وفا کی ہے اور جہاں انھیں حکم دیا جاتا تھا وہ پختہ طور پر اسے پورا کرتے تھے۔''

فَلَا زَالَ فِي الْاِسْلَامِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
دَعَائِمُ عِزٍّ لَا تَزُوْلُ وَ مَفْخَرُ

''آلِ ہاشم سے ہمیشہ اسلام کے بارے میں عزت کے ستون کھڑے ہوتے رہے ہیں جو ہمیشہ رہے کبھی نہ ٹل سکے اور فخر کے لائق فرزند رہے ہیں۔''[1]

رضی اللّٰہ عنهم و عنهم اجمعین

تیری محفل کو خدا رکھے ابد تک قائم
ہم تو مہماں ہیں گھڑی بھر کے ہمارا کیا ہے

[1] الاصابہ:۱/ ۵۹٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

30

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی مبارک زندگی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی عظمت یہ ہے کہ یہ وہی ہیں جن کے کھانے میں برکت ہوئی تھی اور یہ ایثار پیشہ فرزندِ اسلام تھے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوعبدالرحمن تھی، انصاری تھے اور خزرج قبیلہ سے تعلق تھا نسبت سلمی المدنی ہے۔ فقیہہ ہیں۔ یہ جلیل القدر امام کبیر مجتہد اور حافظ صحابی تھے (رضی اللہ عنہ) بیعتِ رضوان میں حاضر تھے جولوگ عقبہ ثانیہ بیعت میں شریک ہوئے تھے یہ ان سے آخری صحابی ہیں جنھوں نے وفات پائی۔ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابوبکر، حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سے بہت زیادہ علم بیان کیا ہے۔ [1]

خوش بخت نوجوانی کا آغاز:

جوسفر اللہ عزوجل کی رضا کے لیے ہو وہ کتنا خوبصورت ہوتا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا دل حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی دعوت کی وجہ سے ہدایت کے نور کے لیے کھل گیا تھا یہ اپنے باپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ اس وقت ان کی عمر چودہ برس تھی۔ موسم حج میں اہل یثرب کی ایک جماعت نبی کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے لیے روانہ ہوتی ہے، یہ بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ جاتے ہیں حج کا ارادہ تھا ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے انھیں کوئی علم نہ تھا کہ چند ساعتوں بعد تاریخ کا ایک عظیم باب رقم کریں گے کہ ساری کائنات ان کی معطر سیرت بیان کرے گی کہ انھیں یہ شرف ملنے والا تھا کہ ان سے اللہ تعالیٰ سامنے بغیر حجاب کے بات کریں گے اور ان کی شہادت کے بعد فرشتے انھیں اپنے پروں سے سایہ کریں گے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس خیر و برکت کا علم ہی نہ تھا کہ یہ سعادتیں حاصل ہوں گی اچانک انھوں نے ایک ایسے آدمی سے یہ عمدہ کلام سنا جو کہ ان کا ہمنشیں تھا جس سے ان کا دل اسلام کی روشنی سے کھل جاتا ہے یہ اسلام قبول کرتے ہیں اور یہ ان ساتھیوں کے ساتھ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے جاتے ہیں ساتھ ان کا بیٹا جابر بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کریں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر رکھتے ہیں اور آپ کی وہ بیعت کرتے ہیں، تاریخ اسے دوبارہ نہیں دہرا سکتی۔

[1] سیر اعلام: ۳/ ۱۸۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نقیب عبداللہ بن گئے:

نبی اکرم ﷺ نے ان بیعت کرنے والوں میں سے جب بارہ لیڈروں کا انتخاب کرنا چاہا تا کہ یہ اپنی قوم کے نقیب اور سردار تصور ہوں تو خزرج کے نقیبوں میں، حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام جو کہ حضرت جابر کے والد تھے انھیں نقیب مقرر کیا تو اب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بلندی کی ابتداء ہوئی تھی ابھی ان کا بچپن ہی تھا کہ ایمان ان کے دل کے رگ و ریشہ میں پیوست ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں پروان چڑھے جس کی وجہ سے اللہ کے فضل سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان بختاوروں میں سے ہوئے جنھیں روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اپنا سایہ دیں گے جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

حبیبِ کبریاء ﷺ کا پروانہ:

بیعت کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے والد کے ساتھ واپس مدینہ لوٹ آئے لیکن ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ اپنے حبیب ﷺ کی یادوں کو بھلا سکیں انھیں آپ ﷺ کی صحبت ور رفاقت کے شوق نے بے تاب کر رکھا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اجازت دی کہ آپ مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کریں یہ اجازت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے لیے سراپائے سعادت تھی ان کا دل مسرت وفرحت سے لبریز ہو گیا ساری کائنات کی خوش بختی اسی میں بند تھی۔ آپ ﷺ کا مدینہ میں استقبال کرنے والوں میں یہ بھی شامل تھے اور اس کے بعد بس یہ آپ ﷺ کے ہی ہو کر رہ گئے۔ آپ کے علم سیرت اور شیریں اخلاق کی گھاٹ سے سیراب ہوتے رہے یہاں تک کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہونے لگا جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ حافظ اور عالم تھے۔

باپ کی بیٹے کو قیمتی وصیت:

جب طبل جنگ بجا اور جہاد کا اعلان ہوا اور لوگوں کو جہاد کے لیے سوار ہونے کی ترغیب دی گئی تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نہ تو غزوۂ بدر میں اور نہ ہی غزوۂ احد میں کسی میں شریک جنگ نہ تھے۔ وجہ یہ ہے کہ ان غزوات میں ان کی عمر چھوٹی تھی اور ان کے والد نے انھیں حکم دیا کہ یہ اپنی نو بہنوں کے پاس رہیں تا کہ وہ کسی پریشانی سے دو چار نہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ اپنی شہادت سے ایک رات پہلے اپنے بیٹے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بلاتے ہیں اور ان کے والد انھیں نہایت قیمتی وصیت فرماتے ہیں انھیں فکر تھی کہ موت سے پہلے قرض کی ادائیگی ہو جائے۔ تفصیل سماعت فرمائیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب احد کا معرکہ پیش آیا تو رات مجھے میرے والد صاحب نے بلایا اور کہا مجھے اندرونِ خانہ سے یہ احساس ہو رہا ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوں گا جو سب سے اوّل شہید ہوں گے۔ بیٹے رسولِ اکرم ﷺ کی ذات گرامی کے بعد تیرے سوا مجھے اور کوئی چیز زیادہ عزیز نہیں لہٰذا میرا قرض ادا کرنا اور بہنوں کا خیال رکھنا۔ صبح ہوئی تو یہی ہوا کہ میرے والد صاحب پہلے شہداء میں سے تھے اور ایک اور شہید کو ان کے ساتھ ملا کر ایک ہی قبر میں انھیں دفن کیا گیا اس پر میری طبیعت خوش نہ تھی کہ دوسرا بھی ساتھ دفن ہو میں نے چھ ماہ بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والد صاحب کو وہاں سے نکالا تو میت ایسے ہی تروتازہ تھی جیسے ابھی رکھے ہیں، سوائے اس کے کہ کان پر معمولی داغ تھا۔ ❶

بیٹے نے وصیت کی تعمیل کی:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ کے سر قرض ہے جو وہ چھوڑ گئے ہیں، میرے پاس اتنی کوئی چیز نہیں کہ میں ادا کرسکوں مگر کھجوروں کے درختوں سے جو پھل ہوگا وہی ہے اور کچھ نہیں اگر میں اسی سے والد صاحب کا قرض ادا کروں گا تو کئی سال بیت جائیں گے قرض پھر بھی ادا نہ ہوگا۔ اور بہنوں کے اخراجات بھی اسی سے چلیں گے اب حکم فرمائیے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے ہیں اور جہاں کھجوروں کا کھلیان لگا تھا ادھر قدم رنجا فرما ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں: جابر بلاؤ اپنے باپ کے قرضخواہوں کو میں نے انھیں بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ماپ ماپ کر دیتے جارہے ہیں اس سال جتنا کھجوروں کا پھل حاصل ہوا تھا اس سے میرے باپ کا تمام قرض ادا ہوگیا جب میں نے ڈھیر کی طرف دیکھا تو وہ اسی طرح تھا جس طرح قرض ادا کرنے سے پہلے تھا۔ ایک کھجور میں اس سے کم نہ ہوئی تھی۔ ❷

ایثار پیشہ:

یہاں ان کی ایک ابھرتی ہوئی صلاحیت کا تذکرہ ہم کرتے ہیں جس سے ان کے ایثار کی صفت آفتاب بن کر جلوہ گر ہوتی ہے جو دل اور اعضاء کو نور سے بھر دیتی ہے۔

غزوۂ احد میں شہادت کے بعد ان کے والد نو بیٹیاں چھوڑ جاتے ہیں یہ ان کی تربیت کے ذمہ دار تھے اپنی بہنوں کے مصلحت کی خاطر کسی کنواری دوشیزہ سے شادی نہیں کرتے جس سے یہ اپنی حیات مستی افزاء سے مسرت و فرحت حاصل کرتے بلکہ یہ ایک ایسی عورت سے شادی کرتے ہیں جو پہلے شوہر دیدہ تھی مقصد صرف یہ تھا کہ وہ عورت بھی ان کے ساتھ مل کر ان کی بہنوں کی پرورش کرے اور ان کی نگہبانی کرے اور جابر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے کامگار ہوئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب تو جامِ شہادت نوش کر گئے اور نو بیٹیاں پیچھے چھوڑ گئے میں نے ایک شوہر دیدہ عورت سے شادی کی ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابر! کیا تم نے شادی کی ہے؟ میں نے عرض کی ہاں فرمایا، دوشیزہ سے یا شوہر دیدہ سے کی ہے میں نے عرض کی شوہر دیدہ سے۔ فرمایا کسی نوجوان لڑکی سے شادی کرتے خوب گھل مل کر زندگی گزرتی اور آپس میں خوش مزاجی ہوتی میں نے عرض کی۔ میرے ابا جان نے وفات پائی ہے بیٹیاں چھوڑی ہیں میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ ان کی ہم عمر بچی لے آتا۔ اس لیے میں نے ایک ایسی عورت سے شادی کی ہے جو ان پر نگران ہو اور ان کی اصلاح کرے، تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ بخاری: ۱۳۵۱.

❷ طبقات: ۳۔۲/ ۱۰۷، احمد: ۳/ ۳۶۵، واصلها فی البخاری.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"بَارَكَ اللهُ لَكَ خَيْرًا۔"❶

"اے جابر! اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بہترین برکت ڈالیں۔"

اپنے والدِ محترم کی وفات کے بعد یہ تمام غزوات میں شریکِ جہاد رہے ہیں سب سے پہلا معرکہ جو انھوں نے شروع کیا وہ غزوۂ خندق تھا۔

بے مثال برکت کی لازوال سعادت:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کو سخت بھوک لگی ہے بھوک سے کوکھیں اندر چلی گئی ہیں میں اپنی بیوی کے پاس آیا میں نے پوچھا کچھ کھانے کو ہے میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو بھوک سے نڈھال دیکھا ہے اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع جو تھے اور ایک گھریلو بکروٹا تھا میں نے اسے ذبح کیا اور میری اہلیہ نے جو کا آٹا پیسا ادھر سے وہ فارغ ہوئی ادھر میں گوشت بنانے سے فارغ ہوا پھر اس نے ہنڈیا میں رکھا تو میں رسولِ اکرم ﷺ کی جانب پھر آیا، بیوی نے کہا کھانا تھوڑا ہے حساب سے آدمی لانا، مجھے میرے پیارے پیغمبر ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ اب میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوتا ہوں اور نہایت ہی راز داری سے عرض کرتا ہوں اے اللہ کے رسول! ﷺ میں نے ایک بکروٹا ذبح کر کے اور اور ایک صاع جو کا آٹا بنا کر کھانا تیار کیا ہے آپ اور چند احباب آپ کے ساتھ تشریف لائیں اور کھانا کھائیں یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے بلند آواز سے پکارا، اے خندق والو! حضرت جابر نے کھانا بنایا ہے سب آ جاؤ۔ ادھر رسولِ اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ہنڈیا نہ اتارنا، اور گندھے ہوئے آٹے کی روٹی نہ پکانا، بس آٹا رہنے دینا، میرے آنے تک یہ کام نہ کرنا۔

رسولِ اکرم ﷺ تشریف لا رہے ہیں اور پیچھے پیچھے لوگ آ رہے ہیں میں بیوی کے پاس آیا اور اسے بتایا کہ یہ کیا بن گیا ہے آپ تو سب کو لے آئے۔ وہ سرزنش کرنے لگی میں نے تم سے کہا تھا لیکن تم نے مجھے شرمندہ کر کے ہی چھوڑا ہے تم سے آہستہ نہیں کہا جاتا تھا میں نے کہا میں نے وہی کہا تھا جو تو نے بتایا تھا لیکن رسولِ اکرم ﷺ نے خود ہی سب کو بلا لیا ہے کہنے لگی پھر کوئی غم نہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ تشریف لاتے ہیں میری اہلیہ گندھا ہوا آٹا دیتی ہے آپ اس میں تھوک ڈالتے ہیں اور برکت کی دعا کرتے ہیں اس کے بعد ہماری ہنڈیا کی طرف بڑھتے ہیں اس میں بھی تھوکتے ہیں اور برکت کی دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

جابر بلاؤ، روٹیاں پکانے والی بیوی کو وہ میرے قریب روٹیاں پکائے وہ آتی ہے اور روٹیاں پکاتی ہے اور آپ فرماتے ہیں ہنڈیا چولہے سے نہ اتارنا اور میری بیوی سے کہا سالن بھر بھر کر دیتی جاؤ وہ دیتی جاتی ہے کھانے والے ایک ہزار کی تعداد میں تھے اللہ کی قسم۔ سب نے کھایا اور خود بھی سیر ہو کر چھوڑا اور واپس گئے اور ہماری ہنڈیا اسی طرح لبالب بھری ہوئی تھی، جس طرح پہلے تھی اور ہمارا گندھا ہوا آٹا اتنا ہی تھا۔ جتنا پہلے تھا۔❷

❶ بخاری:٥٣٦٧. ❷ بخاری:٤١٠٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیعت رضوان میں شرکت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی ان سعادت مندوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت رضوان کی تھی، جن کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ (الفتاح:۱۸۔۱۹)

”تحقیق اللہ تعالیٰ ان ایمانداروں سے راضی ہیں جو درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے اس نے جو ان کے دلوں میں ہے اسے جان لیا ہے اور ان پر سکون نازل کیا ہے اور انھیں قریب ہی فتح سے ہمکنار کرے گا یہ بہت ساری غنیمتیں سمیٹیں گے، اللہ غالب حکمت والا ہے۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیبیہ کے روز کہا تھا تم اہل زمین میں سے سب سے بہتر ہو ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ [1]

جس طرح ایک آنکھ دوسری کے ساتھ رہتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اسی طرح آپ کے رفیق سفر رہے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات ہوئی تو حضرت جابر کی نگاہ میں دنیا ظلمت میں ڈوب گئی۔ قریب تھا کہ حزن و ملال سے ان کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ ایسا ہونا لازمی تھا کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیغمبر اور معلم تھے، بلکہ زندگی کی روح تھے، اور سب کچھ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد، حضرت جابر رضی اللہ عنہ دیگر صحابۂ کرام اور ان کے بعد والوں کے لیے مرکز ومحور تھے علم و روایت کی کثرت کی وجہ سے لوگ ان کی طرف رجوع کرتے تھے یہ اپنے زمانہ کے مدینہ کے مفتی تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم کی خلافت تک زندہ رہے یہ تمام اکابر ان کی بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔

حدیث سے والہانہ عقیدت کا واقعہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حدیث ہے جو انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست سنی ہے۔ میں نے ایک اونٹ خریدا اس پر کجاوا باندھا ایک ماہ تک کا سفر کرتے ہوئے ان کے پاس پہنچا، میں شام میں گیا تو وہ صحابی حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ تھے، میں نے دربان سے کہا ان سے کہو جابر! دروازے پر حاضر ہے انھوں نے دربان سے کہا جابر بن عبداللہ ہیں میں نے خود ہی جواب دیا کہ ہاں میں ہی ہوں عبداللہ یہ سن کر باہر تشریف لائے اور مجھے گلے مل گئے۔ میں نے کہا تمہارے پاس ایک حدیث محفوظ ہونے کی مجھے اطلاع ملی ہے جو کہ تم نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے میں نے قصد کیا تھا کہ موت سے پہلے پہلے اسے سن لوں، اندیشہ تھا کہیں پہلے ہی موت واقع نہ ہو جائے۔ انھوں نے کہا: میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

---

[1] سیر: ۳/ ۱۹۰.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت لوگوں کو ننگے بدن، بے ختنہ اور بے سروسامان اکٹھا فرمائیں گے اور انھیں آواز دیں گے جسے دورونزدیک والے سب سنیں گے کہ میں بادشاہ ہوں میں بدلہ دینے والا ہوں، کسی اہل جنت والے میں ہمت نہیں کہ وہ جنت میں داخل ہو سکے اور دوزخی نے اس سے حق لینا ہو اور نہ ہی کسی دوزخی میں جرأت ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہو اور کسی اہل جنت نے اس سے حق لینا ہو حتیٰ کہ ایک تھپڑ تک ہو اس کا بھی انصاف ہوگا تب یہ اپنے اپنے ٹھکانہ میں پہنچیں گے جب ان کا حساب برابر ہوگا۔ ہم نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا جب ہم بے ختنہ، بے سروسامان اور ننگے بدن ہوں گے تو ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا لے کر پیش ہوں گے، فرمایا، تمہارے پاس نیکیاں یا برائیاں ہوں گے اور کچھ نہ ہوگا۔ [1]

حصول ثواب کی تڑپ:

ایک سال بلاد روم کی جانب اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے، لشکر کی قیادت حضرت مالک بن عبداللہ خثعمی (رضی اللہ عنہ) کررہے تھے۔ حضرت مالک اپنے لشکر کی خبر گیری کے لیے گھوم رہے تھے اور ان کی مضبوطی کی فکر میں پھر رہے تھے اور بڑوں کی عنایت و رعایت جس کے یہ مستحق تھے ان کی نگرانی کر رہے تھے ان کے قریب سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ گزرتے ہیں تو پیدل چل رہے ہیں خچر بھی ساتھ ہے مگر اس کی لگام تھام رکھی ہے اور اسے ہانکتے جا رہے ہیں اس پر سوار نہیں ہوتے۔

حضرت مالک نے حضرت جابر سے کہا، اے ابوعبداللہ! کیا بات ہے آپ اس پر سوار کیوں نہیں ہوتے، حالانکہ سوار ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمھیں سواری میسر فرمائی ہے۔ کہا، میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں: ((مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ.)) ''جس کے قدم اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ پر حرام کر دیں گے۔'' یہ سن کر حضرت مالک انھیں وہیں چھوڑ کر چل دیئے اور لشکر کا جو سب سے اوّل حصہ تھا۔ (مقدمۃ الجیش) اس میں آ گئے اور حضرت جابر کی طرف مڑ کر انھیں بلند آواز سے پکارا اور کہا اے ابوعبداللہ! تم اپنی خچر پر سوار کیوں نہیں ہوتے۔ حالانکہ وہ آپ کی نگرانی میں اور قابو میں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت مالک کا مقصد سمجھ گئے کہ یہ دوسروں کو خبردار کرنا چاہتے ہیں انھیں بلند آواز سے کہا میں اس لیے سواری پر سوار نہیں ہو رہا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس کے قدم اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیں گے۔ یہ سننے کی دیر تھی کہ لوگ اپنی سواریاں چھوڑ کر نیچے کود پڑے ہر ایک کی یہی تمنا تھی کہ میں اس اجر کے حصول میں سرفراز ہو جاؤں، اس لشکر سے بڑھ کر آج تک کوئی لشکر اتنی تعداد میں پیدل نہیں چلا۔

[1] مسند احمد، الادب المفرد، باب المعانقه ، بخاری کتاب العلم، باب الخروج فی طلب العلم ، مستدرك حکم، وصححه ووافقه الذهبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخری لمحات:

طویل عرصہ اطاعت کیشیوں، علم و دعوت، قربانی و ایثار اور جہاد سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر لیٹتے ہیں، عمر تقریباً نوے برس تھی۔ بینائی نہ رہی تھی لیکن ان کی بصارت کے دیپ سے سینکڑوں انسان ان کے علم اور ورع و تقویٰ سے منور ہوئے۔ جنتِ رحمن میں تختوں پر براجمان حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے باپ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما جا کر ملاقات کرتے ہیں اور اس فانی دنیا سے رخت سفر باندھ لیتے ہیں۔

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

ہم اہل قفس تنہا بھی نہیں ہر روز نسیم صبح وطن
یادوں سے معطر آتی ہے اشکوں سے منور جاتی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

31

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی حیاتِ جاوداں

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْكَ تَمْشِيْ بِرِجْلِكَ هٰذِهِ صَحِيْحَةً فِي الْجَنَّةِ.))

''میں دیکھ رہا ہوں تم اپنے اس لنگڑاتے پاؤں کے ساتھ جو کہ صحت مند ہو چکا ہے جنت کی جانب رواں دواں ہو۔''

ایمان صحیح انسان بناتا ہے:

بغیر ایمان کے انسان اُس پر کی مانند ہے جو ہواؤں کی زد میں ہے کسی ایک حال پر نہیں ٹھہرتا نہ ہی سکون اور قرار پکڑتا ہے جہاں چاہیں ہوائیں اسے پلٹتی ہیں جدھر ہوا کا رخ ہو ادھر ہی یہ اڑنے لگتا ہے۔ ہر فرد بھی بلا ایمان ایک بے قیمت چیز ہے اور بے بنیاد درخت ہے بغیر ایمان انسان بے قرار اور حیران ہے جو نہ تو اپنے نفس کی حقیقت کو پا سکا ہے اور نہ ہی اپنے وجود کا راز حاصل کر سکا ہے اسے کچھ معلوم نہیں لباس زندگی اسے کس نے پہنایا ہے اور کیوں پہنایا ہے اور ایک وقت کے بعد کیوں اتارا ہے یعنی مرنے جینے کے مقصد سے نہ آشنا ہے۔

بلا ایمان قلب انسانی کچھ نہیں سمجھتا اور اس کا کان سنتا بھی کچھ نہیں اور اس کی آنکھ دیکھتی نہیں اور بغیر ایمان معاشرہ ایک جنگل ہے اگرچہ اس معاشرہ میں شہریت کے قمقمے روشن ہوتے ہیں مگر اس میں ایمان نہ ہونے کی وجہ سے زندگی زیادہ طاقتور کا ساتھ دیتی ہے۔ افضل اور صاحبِ تقویٰ کی اس میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا قانون ہوتا ہے۔ بغیر ایمان معاشرہ شقاوت و بدبختی کا پلندہ ہوتا ہے اگرچہ اس میں خوشحالی اور آسودگی کے تمام اسباب ہوں، بغیر ایمان معاشرہ حقیر اور بے قیمت ہوتا ہے کیونکہ اس معاشرہ کے باسیوں کی غرض و غایت پیٹ پرستی اور شہوت و مستی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴾ (محمد:۱۲)

''یہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چارپائے کھاتے ہیں اور آگ ان کا ٹھکانا ہے۔''

امتیں اپنی پستی سے اگر اٹھان لیتی ہیں اور ضعف سے قوت پکڑتی ہیں اور گراوٹ سے ارتقاء حاصل کرتی ہیں تو یہ صرف اس سے ہی حاصل ہوتا ہے جب ایمان دل کی گہرائیوں میں اترتا ہے وگرنہ اس کے بغیر کچھ نہیں۔ ہمیں معلوم ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ پہاڑوں کا گرانا، دریائے نیل کے پانیوں کے رخ بدلنا، اور کائنات کے نشانات مٹانا یہ آسان ترین کام ہیں مگر دل اور عقل وفکر میں تبدیلی نہایت ہی مشکل ہے۔ اس کے باوجود ایمان ایک ایسی چیز ہے جو دلوں میں انقلاب پیدا کرتی ہے اور عقل وفکر کو تابناک بنا دیتی ہے اللہ وحدہٗ لاشریک کے ساتھ ایمان لانا ایک ایسا فن ہے جس سے عجائبات جنم لیتے ہیں اور اس سے انسان کی جہت بدل جاتی ہے اور اسی لمحہ اور لحظہ راہ سلوک کی کجی دور ہو جاتی ہے۔

اگر تم ایک انسان کو جاہلیت کی نادانیوں میں مگن دیکھو اور پھر اس کے اسلام لانے کے بعد یا توبہ کے بعد اگر اسے دیکھو گے تو وہ آپ کو دوسرے انسان کے روپ میں نظر آئے گا ایسے محسوس ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے مرنے کے بعد زندہ کیا ہے۔ [1]

عرب کی جاہلیت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب لوگ قریش کے تابع تھے، عقیدہ اور دیانت میں لوگ اہل مکہ کے فرمانبردار تھے یہ لوگ قریش کو بہت زیادہ بزرگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے کیونکہ یہ لوگ بیت اللہ کے خادم تھے اور ان کے دینی قائد تھے وہ اعتقاد وعبادت میں قریش ہی کی اقتداء کرتے تھے جس بت پرستی کا عرب پر راج تھا یہ کامل طور پر اس کے سامنے سرنگوں تھے جس طرح قبیلہ قریش صنم پرست تھا اسی طرح لوگ بھی بتوں کی پرستش کرتے تھے فرق صرف یہ تھا کہ ان میں سے وہ بعض بتوں کی زیادہ تعظیم کرتے تھے بعض کی کم کرتے تھے مگر ان کا تمام بتوں کے ساتھ تعلق داری اور وابستگی نہایت ہی مضبوط بنیادوں پر تھی ان کے معیار اور درجات جو انھوں نے مخصوص کر رکھے تھے اسی اعتبار سے انھیں دیکھتے تھے۔ [2]

ایمان کا کرشمہ:

آیئے ہم وعدہ وفا کرتے ہیں اور ایمان کے معجزہ کا واقعہ ذکر کرتے ہیں جو ہمارے لیے ایک عظیم تصور پیش کرتا ہے۔

بنو سلمہ کے سرداروں میں سے ایک سردار جنھوں نے مناف نامی بت بنا رکھا تھا اور اس سے تبرک حاصل کرتے تھے اس کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے اور رات اور دن اس سے دعائیں کرتے تھے۔ وہ اس بت سے والہانہ محبت رکھتے تھے ایسی محبت جو کہ ان کی عقل ودل پر چھائی ہوئی تھی اور اس بات کا وہ بہت زیادہ خیال رکھتے تھے بہت ہی عمدہ قسم کے عطر لاتے اور اس پر چھڑکتے کسی کام سے پہلے اپنے اس بت سے اجازت لیتے تب وہ کام کرتے تھے۔ مگر جب ایمان ان کے دل میں اترا حقیقت آشکارا ہوئی تو جاہلیت کے گزرے دنوں پر شرمندہ ہوئے اور اس دین حنیف کی خدمت میں کمربستہ ہو گئے اور دل وجان سے اس کے حوض کے محافظ بن گئے اب تو اللہ کی راہ میں آنے والے مصائب کو بھی آب شیریں تصور کرنے لگے اپنی جان، اپنا مال، اور اپنی اولاد اس عظیم دین کی خدمت میں نثار کرنے لگے۔

[1] ولا تموتن الا وانتم مسلمون:٦٥، للمصنف.

[2] رجال مبشرون بالجنة: ٢٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین اسلام کی چھاؤں میں:

عمرو بن جموح، اس مکی دعوت سے دل میں بہت زیادہ خوف محسوس کرتے تھے۔ جو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے شروع کر رکھی تھی اس مکی نوجوان نے بڑے بڑے اشراف اور سربرآوردہ لوگ شرک کے جال سے نکال کر توحید کے دامن میں ڈال دیے تھے۔ اوس اور خزرج کی کافی تعداد اسلام کے قافلہ میں شامل ہو چکی تھی اور انھوں نے اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دیا تھا عمرو بن جموح تک یہ بات پہنچ چکی تھی کہ اوس قبیلہ کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور ان کی ساری قوم اسلام لا چکی ہے اور انھیں یہ بھی بتایا گیا کہ تمہارے قبیلہ بنوسلمہ کے بہت سارے فرزند بھی اپنے اور اپنے آباء و اجداد کے دین سے علیحدہ ہو چکے ہیں اور مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہو چکے ہیں یہاں تک کہ تمہارے دوست اور مخلص ساتھی حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ بھی اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر چکے ہیں اور تمہارا بہت زیادہ بااثر بیٹا معاذ بن عمرو بھی اسلام قبول کر چکا ہے اور تمہارا یہ دوست عبداللہ اور تمہارا بیٹا معاذ عقبہ میں حاضر تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر چکے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ جو تمہارے دوست ہیں انھیں اس رات قوم کا نقیب مقرر کیا گیا ہے۔ [1]

میں ایمان لے آیا:

آئیں چند لحاتِ عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کے چمکتے ستاروں کے ساتھ گزاریں اور ہم اس درخشاں ستارے کا ذکر کرتے ہیں جو اسلام کی کھیتی پر نور افگن ہوا ہے اور یہ اسی آب شیریں سے سیراب کیا گیا ہے اور اس کے ایمان کا درخت اتنا زیادہ ثمر آور ہے کہ اس کی شاخیں جوزاء ستارے سے ٹکرا رہی ہیں۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، مدینہ منورہ میں آئے تاکہ لوگوں کو تعلیم دیں اسی دوران عمرو بن جموح نے حضرت مصعب کو پیغام بھیجا کہ یہ کیا چیز ہے جو تم ہمارے پاس لے کر آئے ہو مسلمانوں نے کہا اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم آپ کے پاس آجاتے ہیں اور یہ قرآنِ پاک سناتے ہیں، انھوں نے کہا ہاں آجاؤ، تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے سورت یوسف کا ابتدائی حصہ تلاوت کیا یہ سن کر عمرو کہنے لگے میں فیصلہ کرنے سے پہلے مشورہ کرنا چاہتا ہوں مسلمانوں نے کہا کوئی بات نہیں یہ عمرو بنوسلمہ کے سردار تھے ادھر مسلمان باہر آئے ادھر وہ اپنے مناف، بت کے پاس داخل ہوئے اور اسے کہنے لگے:

اے مناف! یہ مسلمان قوم صرف تیری مخالفت چاہتی ہے اسی لیے مجھ سے رابطہ کیا ہے کیا تیرے پاس کوئی ان کے انکار کی گنجائش ہے تو مجھے بتا دے اور تلوار اس بت کے گلے میں لٹکا دی اور باہر چلے گئے ان کے گھر والے اندر گئے اور تلوار پکڑ لی جب عمرو واپس آئے تو پوچھا اے مناف تلوار کہاں ہے افسوس بتا تلوار کہاں ہے بکری بھی اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتی ہے تو تو یہ بھی نہ کر سکا مجھے توکل کے لیے تیرے اندر کوئی چیز نظر نہیں آئی۔

پھر گھر والوں سے کہا میں اپنے مال کی دیکھ بھال کے لیے جا رہا ہوں مناف کا خیال رکھنا اور خود چلے گئے انھوں

---

[1] رجال مبشرون بالجنة: ٣٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اسے توڑ ڈالا اور ایک مردہ کتے کے ساتھ باندھ دیا اور کنوئیں میں پھینک دیا جب عمرو آئے تو کہا تم کیسے ہو گھر والوں نے کہا اے ہمارے سردار، ہم بخیریت ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے گھروں کو پلیدی سے بچائے اور نجاست سے پاک کرے، یہ سن کر شک میں پڑ گئے اور کہنے لگے مجھے شبہ ہے کہ تم نے میرے بعد مناف کے بارے میں برا طریقہ اختیار کیا ہے انھوں نے کہا وہاں مناف کھڑا ہے دیکھ لو وہ کنوئیں میں گرا پڑا ہے جھانک کر دیکھا تو اپنی قوم کو لوگوں کو پیغام بھیجا جو دین میں نے اختیار کیا ہے تم اس پر کاربند نہیں انھوں نے کہا کیوں نہیں تم ہمارے سردار ہو جو کہو ہم سنیں گے کہنے لگے میں سمجھ گیا ہوں میں تمھیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اس چیز کے ساتھ ایمان لایا ہوں جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔ [1]

مزید وضاحت:

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ عمرو بن جموح بنوسلمہ کے سردار تھے اور ان کے اشراف میں سے تھے انھوں نے اپنے گھر میں ایک بت رکھا ہوا تھا جو لکڑی سے بنایا گیا تھا اسے مناۃ، یا مناف کہتے تھے۔ ہر سر برآوردہ سردار کی اس وقت یہی حالت تھی کہ وہ بت رکھتے تھے اس کی تعظیم کرتے اور اسے برتر رکھتے تھے جب بنوسلمہ کے نوجوان دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے جو کہ معاذ بن جبل، اور عمرو کے بیٹے معاذ بن عمرو بھی ان نوجوانوں میں شامل تھے جو مسلمان ہوئے اور یہ عقبہ کی بیعت میں حاضر تھے یہ نوجوان مسلمان رات کے آخری وقت میں بت کے پاس جاتے تھے اسے اٹھاتے اور بنوسلمہ قبیلہ کے قریب جو گڑھے تھے ان میں سے کسی ایک میں پھینک آتے وہاں لوگوں کا پاخانہ بھی ہوتا تھا اور اسے وہاں اوندھے منہ گرا آتے۔ جب صبح ہوتی تو عمرو کہتے افسوس! یہ کون ہے جو رات کو ہمارے معبود پر یہ ظلم ڈھاتا ہے پھر جاتے اسے تلاش کرتے پھرتے اور جب وہ مل جاتا تو اسے دھوتے اور پاک وصاف کرتے پھر کہتے اے مناف! واللہ! اگر مجھے پتہ چل جائے تیرے ساتھ یہ سلوک کون کرتا ہے تو میں اسے ضرور رسوا کروں گا عمرو رات کو جب سو جاتے تو یہ نوجوان پھر یہی کرتے۔ یہ عمرو جاتے اور گندگی میں سے اسے تلاش کر کے لے آتے اور اسے دھوتے، پاک کرتے اور خوشبو لگاتے، کافی دیر یہی سلسلہ رہا جب یہ کام زیادہ ہی ہونے لگا تو ایک دن بت کو غلاظت سے نکال کر اسے نہلا کر پاک صاف کیا اور خوشبو لگائی اور تلوار لائے اس کی گردن میں لٹکائی اور کہا:

میں تو بے بس ہو چکا اگر تیرے اندر کوئی خیر ہے تو خود اپنی حفاظت کر لینا یہ تلوار تیرے پاس ہے جب عمر رات کو سو گئے تو نوجوانوں نے پھر اس بت پر دھاوا بول دیا تلوار اس کی گردن سے اتاری ایک مرا ہوا کتا لیا اور اسے ایک رسی میں باندھا اور ساتھ ہی بت باندھا اور کنوئیں میں پھینک دیا جو غلاظت والا تھا جب عمرو بن جموح نے بت کو اپنی جگہ پر نہ پایا تو اس کی جستجو میں نکلے تو ان کا معبود مردہ کتے کے ساتھ بندھا اوندھے منہ کنوئیں میں پڑا تھا۔ جب بت کی یہ حالت دیکھی تو مسلمانوں کو بتایا کہ میرے بت کے ساتھ یہ ہو رہا ہے ان کی قوم میں سے اسلام لانے والوں نے ان سے کہا دیکھو یہ کتنا بے بس ہے اسے چھوڑ دو تو عمرو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اچھے مسلمان بن گئے۔ جب نورِ اسلام دل میں اترا، اور

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۲۵۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی جو بت کے متعلق دیکھا تھا اسے یاد کرتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے جس نے انھیں اندھے پن اور ضلالت سے بچایا ہے۔ اشعار میں اس خود ساختہ معبود کی لاچارگی کا یوں ذکر کیا:

وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتَ اِلٰهًا لَمْ تَكُنْ
اَنْتَ وَ كَلْبٌ وَسَطَ بِئْرٍ فِيْ قَرَنِ

"واللہ! اگر تو معبود ہوتا تو تو اور کتا دونوں کنوئیں کے درمیان میں ایک رسی میں نہ بندھے ہوتے۔"

اُفٍّ لِمَلْقَاكَ اِلٰهًا مُسْتَدَنْ
اَلْآنَ فَتَشْنَاكَ عَنْ سُوْءِ الْغَبَنْ

"بطور الٰہ تجھ سے ملاقات اف ہے ایسی ملاقات کو جو ذلیل ہے ہم نے تجھے تلاش کیا تو یہ ہماری بیوقوفی تھی۔"

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ ذِي الْمِنَنْ
اَلْوَاهِبِ الرَّزَّاقِ دَيَّانِ الدِّيْنَ

"تمام تعریفات کے لائق اس بلندی والے اللہ کی ذات گرامی ہے جو احسانات کرنے والا ہے۔ عطاء کرنے والا، رزق دینے والا اور بدلہ دینے والا ہے۔" [1]

بامقصد زندگی کا آغاز:

وہ پہلا لمحہ جس میں حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا اس وقت سے لے کر ایمان نے کجی کھوٹ، اور گمراہی کو ان کے دل سے کھرچ دیا تھا اسلام قبول کرنے سے انھیں فائدہ اور لذت حاصل ہوئی تھی اب انھیں نئی زندگی کا انکشاف ہوا تھا جب کہ اس سے پہلے وہ کافی مدت جاہلیت کی ظلمتوں اور حیرانگیوں میں گزار چکے تھے۔

انھوں نے شرک اور بت پرستی کی ضلالت کا بچشم سر مشاہدہ کر لیا تھا کہ اس سے انسان ایسی گہری کھائی میں گرتا ہے جس سے قرار نہیں ملتا۔ اب انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ ان کی فضا کے کنارے وسعت اختیار کرتے جا رہے ہیں اور ان کے معاملات درست سمت رواں دواں ہیں۔ اب ان کا نفس خیر کی جانب مائل ہو چکا ہے اور ان کی عملی زندگی بامقصد ہو چکی ہے جو کہ پہلے لاحاصل تھی۔ [2]

میں اللہ کی طرف توبہ کرتا ہوں:

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہونے لگا جنھوں نے راہِ ہدایت کی پہچان کے بعد اپنی جانوں کو اللہ کے لیے بیچ ڈالا تھا۔ ان کا ایمان چند سیکنڈ میں ہی پھل آور ہونے لگا تھا اور ہمیشہ کے لیے ان کا شجر ایمان بارآور ہونے لگا انھوں نے خود سے جاہلیت کی تمام میل کچیل دور پھینک دی اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جس نے انھیں

---

[1] سیر اعلام النبلاء:١/ ٢٥٣، اسد الغابہ:٤/ ٢٠٧، سیرت ابن کثیر:٢/ ٢٠٧.

[2] رجال مبشرون بالجنة:٤٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظلمتوں سے نکال کر روشنی کی طرف راہنمائی کی اور اس نے انھیں ضلالت سے بچا لیا اپنے ایک قصیدہ میں انھوں نے اس کا ذکر کیا ہے:

أَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مِمَّا مَضٰى
وَ أَسْتَنقِذُ اللّٰهَ مِنْ نَّارِهٖ

''میں گزشتہ گناہوں سے اللہ پاک کی طرف توبہ کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے اس کی آگ سے رہائی کا مطالبہ کرتا ہوں۔''

وَ أُثْنِيْ عَلَيْهِ بِنَعْمَائِهٖ
إِلَيْهِ الْحَرَامُ وَأَسْتَارُهٗ

''میں اللہ کے انعامات پر اس کی تعریف کرتا ہوں تمام حرمتوں کا وہی مرجع ہے وہی پردہ پوشی کرتا ہے۔''

فَسُبْحَانَهٗ عَدَدُ الْخَاطِئِيْنَ
وَ قُطْرُ السَّمَآءِ وَ مِدْرَارُهٗ

''اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی خطا کاروں کی تعداد جانتا ہے اور آسمان کی بارش اور اس کے مسلسل برسنے کو بھی وہی جانتا ہے۔''

هَدَانِيْ وَ قَدْ كُنْتُ فِيْ ظُلْمَةٍ
حَلِيْفُ مَنَاةٍ وَ أَحْجَارُهٗ

''اس اللہ نے مجھے ہدایت دی میں تو تاریکی میں پھنسا ہوا تھا، منات بت اور پتھروں کی عبادت کا وفادار تھا۔''

وَأَنْقَذَنِيْ بَعْدَ شَيْبِ الْقُذَا
لِ مِنْ شَيْنِ ذَاكَ وَ مِنْ عَارِهٖ

''اور مجھے گدی کے بالوں کے سفید ہونے کے بعد اس عیب اور عار سے بچا لیا۔''

فَقَدْ كِدْتُّ أَهْلِكُ فِيْ ظُلْمَةٍ
تَدَارَكَ ذَاكَ بِمِقْدَارِهٖ

''قریب تھا کہ میں ظلمت میں ہی مرجاتا، اس نے اپنی قدرت سے میرا تدارک کیا۔''

فَمُحَمَّدًا وَ شُكْرًا لَّهٗ
مَا بَقِيْتُ إِلٰهَ الْأَنَامِ جَبَّارَهٗ

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی شکر گزار ہوں، اے لوگوں کے معبود! اے جبار! میں جب تک باقی ہوں، ان کا شکریہ ادا کرتا رہوں گا۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

أُرِيْدُ بِذٰلِكَ إِذَا قُلْتُهُ
مُجَاوَرَةُ اللّٰهِ فِيْ دَارِهٖ

''میرا ارادہ ہے کہ اللہ کے گھر کے پڑوس میں رہوں۔''

تلافی مافات:

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اس دین عظیم کے سائے میں سعادت سے لبریز زندگی گزارتے رہے اور حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت میں رہے انھیں دل کی گہرائیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی۔ ان کا دل اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد اور شہادت کے شوق سے معمور تھا۔ تاکہ سابقہ گناہوں اور برائیوں کا کفارہ بنا سکیں۔ جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے ان کی عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ غزوۂ بدر میں حضرت عمرو کا ارادہ تھا کہ اس میں گھس جاؤں مگر لڑکوں نے روک دیا کہ آپ ناتواں ہیں اور عمر رسیدہ ہیں رک تو گئے مگر انھیں اس کا سخت قلق ہوا بہت دردمند ہوئے۔

عمرو کے بیٹے نے اس امت کا فرعون مارا:

غزوۂ بدر میں ان کے بیٹے معاذ بن عمرو نے تاریخ کی پیشانی پر ایک روشن کارنامہ رقم کیا کہ ابوجہل کے قتل میں وہ بھی شریک تھے۔ معاذ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن میں نے نشانہ ہی ابوجہل کو بنا رکھا تھا اس لیے جب بھی ممکن ہوسکا میں نے اس پر حملہ کیا تلوار ماری اور نصف پنڈلی سے اس کا قدم کاٹ دیا۔ اس کے بیٹے عکرمہ بن ابوجہل نے میرے کندھے پر تلوار کا وار کیا میرا ہاتھ کٹ گیا مگر چمڑا چمٹا رہا جو کہ لڑنے میں رکاوٹ ڈال رہا تھا میں اسے دن کا کافی حصہ ساتھ گھسیٹتا رہا جب اس نے مجھے زیادہ ہی پریشان کیا تو میں نے اس پر قدم رکھا اور دباؤ ڈالا اور اسے الگ کر دیا۔[1]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حقیقی شجاعت تو یہی ہے وہ شجاعت نہیں کہ تیر کی خراش دیکھی تو قویٰ جواب دیں جائیں یا رگِ دل کٹ جائے تو یہ بزدلی ہے۔''

مسلمانوں کی شمشیریں گردنیں کاٹنے میں مصروف ہیں ہاتھ گاجر مولی کی طرح کٹ کٹ کر گر رہے ہیں اور اعضاء شل ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے دلوں میں رعب ڈال رکھا ہے چند گھڑیاں ہی گزری تھیں کہ مسلمانوں کے لیے نصرت الٰہی اترتی ہے اور یہ جب مدینہ کی طرف جنگ سے فارغ ہو کر لوٹ رہے ہیں تو مدینہ میں ان کے غلبہ کی بشارتیں پہلے پہنچ چکی ہیں اور یہ صدا بلند ہوتی ہے کہ ابوجہل قتل ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ دیگر کفار قریش اور شاہسوار بھی تہہ تیغ ہوئے ہیں۔ جب حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے یہ سنا کہ یہ میرے بیٹے کا کارنامہ ہے کہ ابوجہل کے قتل میں وہ شریک ہے تو خوشی سے اچھلنے لگے اور مسرت سے دل اڑنے لگا اور اپنے اس عمدہ عمل پر اللہ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے مجھے یہ توفیق دی کہ میں نے اپنی اولاد کی تربیت شرف جہاد کو حاصل کرنے پر کی ہے۔[2]

---

[1] سیر اعلام: ۱/ ۲۵۰، رجاله ثقات، شعیب ارنؤوط.

[2] رجال مبشرون بالجنة: ۳۷.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار اور اخلاق کے چشمۂ صافی سے سیرابی حاصل کی اس وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان سے پوری پوری محبت کا مظاہرہ فرمایا۔

حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکباز قرار دیا:

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ فطرتی طور پر جود و کرم اور سخاوت کے پیکر تھے۔ اور جب انھوں نے اسلام میں قدم رکھا اور ایمان ان کے دل کے رگ و ریشہ میں رچا بسا تو ان کے جود و کرم کا دریا اور زیادہ روانی میں آ گیا انھوں نے اپنا مال اور اولاد اپنے دین کی خدمت اور اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ یہ ہیں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت ان کی قوم اور خاندان کے درمیان واضح فرماتے ہیں اور تمام لوگوں کے درمیان سے ان کے سینہ پر شرف کا تمغہ سجاتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو سلمہ! تمہارا سردار کون ہے؟ انھوں نے کہا جد بن قیس ہیں مگر وہ بخیل ہونے کے تہمت زدہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخل سے بڑھ کر اور زیادہ کونسی بیماری ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ تمہارے سردار سفید رنگ والے اور گھنے بالوں والے حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ ہیں۔ [1]

رحلت:

بدر کے بعد ایک سال گردش کر چکا تھا اب قریش میدانِ احد کی جانب نکلتے ہیں انھوں نے اپنی جمعیت اکٹھی کر رکھی تھی کیونکہ یہ مسلمانوں سے بدر کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ قریش نے اپنے عزائم، دل کا کینہ، اور انتقام کا جوش ہر چیز جمع کر لی تھی اور اسلحہ کی مکمل تیاری تھی اور بھیڑ کرتے ہوئے یہ سب احد کی جانب جا رہے ہیں ان کا ارادہ تھا کہ اسلام کو اس کے گھر میں ہی ختم کر دیا جائے۔

زمانہ تو ویسے ہی بہت تیز گام ہے حضرت عمرو کی ہمیشہ سے یہ تمنا تھی کہ ان کا نفس شوق سے بے قابو ہو رہا تھا کہ اللہ کی راہ میں شہادت میں سرفرازی ملے، حالانکہ ان کے معذور ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے ان کا عذر اتارا تھا کہ ان پر جہاد فرض نہیں کیونکہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سخت لنگڑے تھے ان کے چار بیٹے تھے جو نوجوان تھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے تھے یہ بھی جب میدانِ احد میں جانے کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت عمرو نے بھی جانا چاہا مگر بیٹوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو رخصت دی ہے آپ رہیں ہم آپ کے قائم مقام ہیں کفایت کریں گے آپ پر جہاد فرض نہیں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ یہ سن کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں۔

یہ میرے بیٹے مجھے آپ کی معیت میں جہاد کرنے سے روکتے ہیں جب کہ میں صرف اس امید پر جانا چاہتا ہوں شہادت کا رتبہ پاؤں اور میں اسی لنگڑے پن سے جنت میں لنگڑاتا جاؤں۔ ان سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ پر سے اللہ تعالیٰ نے جہاد کا فریضہ اٹھا لیا ہے اور ان کے بیٹوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] بخاری فی الادب المفرد، الحلیة، هذا سند قوی، ارنؤوط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم کیوں پابندی لگاتے ہو انھیں چھوڑ دو جانے دو شاید اللہ تعالیٰ انھیں شہادت نصیب کر دیں، یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان میں گئے تو احد کے دن شہید ہو گئے۔"[1]

ان کی بیوی ہند جو کہ عبداللہ بن عمرو بن حرام کی ہمشیرہ تھیں یہ بیان کرتی ہیں گویا کہ یہ مجھے اب بھی نظر آ رہے ہیں جب انھوں نے اپنی ڈھال پکڑی تو دعا کی۔

اے میرے اللہ! مجھے شہادت کے لیے قبول کر لینا واپس نہ لوٹانا۔

اس سے ثابت ہوا کہ وہ دل کی گہرائی سے شہادت کی تمنا رکھتے تھے ان کی یہ آرزو نہ تھی صحیح سلامت لوٹیں اور مال غنیمت حاصل ہو انھیں یقین تھا کہ اصلی غنیمت جو کبھی فوت نہ ہو گی وہ شہادت کے درجہ پر فائز المرام ہونے سے ہی حاصل ہوتی ہے اور رب رحمن کی جنت کا حصول اسی شہادت سے ہی ممکن ہے۔ جنگ احد کے دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((قُوْمُوا اِلٰی جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ))

"کھڑے ہو جاؤ اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی زمین اور آسمان کے برابر ہے یہ متقی لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے لنگڑاتے تھے انھیں دیکھ کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ یہ جنت میں ضرور اچھلے اور کودے گا۔ یہ لڑے اور جام شہادت نوش کر لیا۔[2]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمرو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بتائیں اگر میں اللہ کی راہ میں لڑوں اور شہید ہو جاؤں تو میں جنت میں اپنے اس لنگڑے پن سے صحت پا کر درست پاؤں سے چلوں گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تو احد میں یہ عمرو اور ان کے بھتیجے اور ایک آزاد کردہ غلام یہ تینوں شہید ہو گئے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور فرمایا: اے عمرو! میں تجھے جنت میں صحیح پاؤں کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ان چچا بھتیجا دونوں کو اور ان کے مولیٰ کو ایک ہی قبر میں دفن کر دو۔[3]

ہر دور کا مسلمان بھائی اپنے دین کی خدمت کرتا ہے وہ یہ کہہ کر نہیں بیٹھ جاتا جو کسریٰ کے پاس ہے وہ کسریٰ کے پاس چھوڑو، جو قیصر کے پاس ہے وہ قیصر کے پاس چھوڑو، ایسا نہیں بلکہ میرا مسلمان بھائی اللہ کے دین کی نصرت و حمایت میں ہمیشہ متحرک رہتا ہے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

[1] ابن هشام:٢/ ١٣٩، مسند احمد:٥/ ٢٩٩، صحيح البانى فى تحقيقى فقه السيرة، حاشيه:٦٩١.

[2] سير اعلام:١/ ٢٥٣. [3] فتح البارى:٣/ ١٧٣، سنده حسن، احمد:٥/ ٢٩٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوستوں سے ملاقات:

حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ بن صغیر عذری جو کہ بنو زہرہ کے حلیف ہیں یہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے احد کے دن مقتولوں پر جھانکا اور کہا: میں ان پر گواہ ہوں، جو بھی اللہ کی راہ میں زخم کھائے گا اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت اٹھائیں گے اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا رنگ خون کا ہوگا مگر خوشبو کستوری کی ہوگی۔ دیکھو جوان میں سے زیادہ قرآن کو یاد کیے ہوئے ہوا سے قبر میں پہلے دفن کرو ہم ایک ایک دو دو یا تین تین ایک قبر میں دفن کرتے تھے۔ [1]

ابن اسحاق نے بنو سلمہ کے بزرگوں سے بیان کیا ہے کہ جس دن رسولِ اکرم ﷺ نے مقتولوں کو دفن کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: عمرو بن جموح اور عبد اللہ بن عمرو بن حرام کو دیکھو، یہ دونوں دنیا میں آپس میں ایک دوسرے کے باصفا دوست تھے انھیں ایک قبر میں ہی دفن کردو۔ [2]

وفات کے بعد کرامت کا ظہور:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سیلاب نے ان دونوں کی قبر کو خراب کردیا قبر کو اکھاڑا گیا تاکہ انھیں دوسری جگہ منتقل کیا جائے ان دونوں حضرت عمرو اور حضرت عبد اللہ میں ذرہ برابر تبدیلی نہ آئی تھی ایسے تھے گویا کہ ابھی کل فوت ہوئے ہیں۔ ان میں ایک زخمی تھا اس کا ہاتھ اسی طرح اپنے زخم پر تھا، اسے اسی طرح دفن کردیا گیا، ان کا ہاتھ زخم سے ہٹایا گیا پھر چھوڑا گیا تو اسی طرح وہاں لوٹ گیا، جہاں وہ پہلے تھا احد کی معرکہ آرائی اور جس دن ان کی قبر کشائی کی گئی اس کے درمیان چھیالیس برس کا فاصلہ تھا۔ [3] اس مردِ میداں شہید نے ہماری دنیا سے اس جنت کی طرف کوچ کیا اور اس میں اپنے پاؤں سے چل کر وہاں داخل ہوئے جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور نہ ہی کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔

رضی اللہ عنہ و عنھم اجمعین

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کنداں عاشقانِ پاک طینت را

---

1. مجمع:۶/ ۱۱۹، احمد:۵/ ۴۳۱، نسائی، بیہقی:۴/ ۱۱، ورجالہ رجال الصحیح۔
2. احمد:۵/ ۲۹۹، طبقات: ۲/ ۵۶۲، فتح الباری:۳/ ۲۵۶، باسناد حسن۔
3. طبقات،فتح الباری:۳/ ۱۷۳، صحیح۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

32

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی حیاتِ فروزاں کی جھلک

یہ وہ سعادت مند فرزندِ اسلام اور صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جنھوں نے کہا تھا:

”يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَجِدُ رِيْحَ الْجَنَّةِ“

”اے اللہ کے رسول ﷺ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔“

جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس میں سچی اخوت اور اخلاص پر مبنی بھائی چارگی شاذ و نادر ہی رہ گئی ہے یہ ایک ایسی متاعِ گم گشتہ ہے کہ نایاب ہو چکی ہے مخلص اور سچا بھائی الا ماشاء اللہ کوئی کوئی دستیاب ہوگا بلکہ بہت مشکل سے نظر آتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے صداقت و اخوت میں جو اسوہ اور جو نمونہ پیش کیا ہے وہ ضرب المثل ہے۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ عقبہ کی رات نبی ﷺ سے ملنے والوں میں سے وہ ہستی ہیں جو اپنے ساتھیوں کے نقیب تھے اور یہ جنگ احد میں شہید ہوئے۔

آیئے ہم یہ چند سطور اس جلیل القدر صحابی کی سوانح میں رقم کریں اور اس صاحب جلالت صحابی حضرت سعد بن ربیع انصاری، خزرجی، بدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ کچھ لمحات گزاریں جو کہ ایسے نقیب و شہید ہیں جب بھی کوئی انسان اخوت صادقہ کا تذکرہ کرے گا تو اس کے لیے ممکن نہیں ان کا ذکر نہ کرے، بلکہ انھیں اخوت کی چوٹی پر براجمان پائے گا۔

باصفا و باوفا لوگ:

نبی اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ خصوصی صفت تھی کہ انھوں نے ہر چیز میں صداقت کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائیوں سے محبت کرنے میں بھی سچے تھے سب سے بڑا طمع یہ تھا کہ وہ دوسرے بھائی سے محبت رکھتے تھے ان کے سینے میں اور کوئی چیز نہ تھی صرف وہ دوسرے بھائیوں کے لیے محبت اور وفا ہی اٹھائے پھرتے تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَ لَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلِّيْ اَنْ اَنَالَ بِهِمْ شَفَاعَةً

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

"میں نیکوکار لوگوں سے محبت رکھتا ہوں، امید ہے ان کی وجہ سے مجھے سفارش حاصل ہوگی۔"

وَ اَکْرَهُ مَنْ تِجَارَتُهُمْ مَعَاصِیْ
وَ اِنْ كُنَّا سَوِيًّا فِي الْبِضَاعَةِ

"میں انھیں ناپسند کرتا ہوں جو معصیتوں اور نافرمانیوں کی تجارت کرتے ہیں اگرچہ ہم تجارت کی پونجی میں سب برابر ہیں۔"

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَ اَنْتَ مِنْهُمْ
وَ مِنْكُمْ سَوْفَ يَلْقَوْنَ الشَّفَاعَةَ

"تم نیکوں کو پسند کرتے ہو اور میں کہتا ہوں تم بھی ان میں سے ہو، اور تم ضرور عن قریب سفارش پاؤ گے۔"

وَ تَكْرَهُ مَنْ تِجَارَتُهُمْ مَّعَاصِیْ
وَ قَاكَ اللّٰهُ مِنْ شَرِّ الْبَضَاعَةِ

"تم انھیں ناپسند کرتے ہو جو نافرمانیوں کی تجارت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تمھیں بری پونجی سے بچائیں۔"

اس بناء پر ہم عرض کرتے ہیں کہ ایک مومن کے لیے لازم ہے کہ سچے مومن کی صحبت میں رہنے کی فکر رکھے اور ابھی اس دنیا میں آپس میں اخوت کے عہد و پیمان باندھ لیں تاکہ اس سخت دن میں ایک دوسرے کی سفارش کرسکیں تاکہ دنیا و آخرت میں اخوت و بھائی چارگی کی تکمیل ہو جائے۔ اللہ حق تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴾ (الزخرف:٦٧)

"اس دن دوست آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی یہ دوست رہیں گے۔"

آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے دل میں یہ تمنا پیدا کریں کہ اپنے بھائیوں سے کلی محبت کرنی ہے اپنے دل میں ان کے خلاف دھوکہ نہیں رکھنا اور نہ ہی کسی مسلمان کے ساتھ کسی قسم کا حسد رکھیں۔

صاف دلی کا ایک ایمان افروز واقعہ:

ہوسکتا ہے تم اس آدمی کا واقعہ تو جانتے ہوں گے جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ابھی تم پر ایک ایسا آدمی نمودار ہوگا جو اہل جنت میں سے ہوگا اگر نہیں سنا تو سماعت فرمائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا ابھی تم پر ایک ایسا آدمی نمودار ہوگا جو اہل جنت میں سے ہوگا۔ ایک انصاری آدمی نمودار ہوئے جن کی داڑھی سے وضوء کے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے اپنے بائیں ہاتھ میں انھوں نے اپنے جوتے لٹکا رکھے تھے۔ جب دوسرا دن ہوا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی طرح فرمایا وہی آدمی نمودار ہوئے وہی ان کی حالت تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب تیسرا دن ہوا تو رسولِ اکرم ﷺ نے اسی طرح فرمایا۔ وہی آدمی اسی حالت میں نمودار ہوئے یہ کہہ کر رسولِ اکرم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما اس انصاری کے پیچھے ہو لیے اور ان سے کہا میں اپنے باپ سے جھگڑ پڑا ہوں اور میں نے قسم اٹھا لی ہے کہ میں تین دن ان کے پاس داخل نہ ہوں گا اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے ہاں رہوں کہ یہ تین دن گزار سکوں انھوں نے کہا ہاں، کوئی بات نہیں۔

حضرت عبداللہ نے ان کے ساتھ وہ تین راتیں گزاریں انھیں دیکھا وہ رات کوئی قیام نہیں کرتے صرف یہ تھا جب بستر پر کروٹ بدلتے تو ذکر الٰہی کرتے یا اللہ اکبر کہتے بس نمازِ فجر کے لیے کھڑے ہو جاتے ایک بات یہ بھی تھی جب بولتے تو خیر ہی سننے میں آتی۔

جب یہ تین راتیں بیت گئیں میں نے ان کے عمل کو حقیر سا تصور کیا میں نے کہا:

اے اللہ کے بندے! میرے اور میرے باپ کے درمیان کوئی ناراضگی اور قطع کلامی نہ تھی بات یہ ہے کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے سنا ہے تین مرتبہ آپ نے تمہارے متعلق فرمایا کہ ابھی تم پر ایک ایسا آدمی نمودار ہونے والا ہے جو اہل جنت میں سے ہے تو تینوں دفعہ تم ہی نمودار ہوتے تھے میں نے چاہا کہ میں آپ کے ہاں رہوں تاکہ آپ کا عمل دیکھوں اور میں بھی اس جنت والے عمل کی اقتداء کروں مگر میں نے بغور دیکھا ہے آپ کوئی بڑا عمل نہیں کر رہے بتاؤ وہ کیا چیز ہے جس نے تمھیں رسولِ اکرم ﷺ کے اس فرمانِ ذیشان تک پہنچایا ہے۔

انھوں نے کہا میرا عمل تو تم نے دیکھ لیا ہے جب میں واپس ہونے کے لیے مڑا تو مجھے بلایا اور کہا عمل تو تم نے دیکھ لیا اس کے علاوہ جو میں کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے خلاف دھوکہ وفریب نہیں، اور جو کسی کو اللہ تعالیٰ نے خیر سے نوازا ہے میں اس پر اس کا حسد نہیں کرتا، حضرت عبداللہ نے کہا بس یہی ہے جس نے آپ کو یہاں پہنچایا ہے اور عام آدمی میں اس کی طاقت نہیں کہ وہ ایسا کرے۔[1] نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ اَعْطٰى لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ۔"[2]

"جو اللہ کے لیے محبت رکھے اور اللہ کے لیے بغض رکھے اور اللہ کے لیے دے اور اللہ کے لیے روکے اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔"

یہی کافی ہے کہ بندہ اللہ کے بندے سے محبت کرے بلکہ اس طرح کرنے سے بندے کو اللہ کی محبت کا اعزاز حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے اس بندے سے محبت کرتے ہیں۔

رضائے الٰہی کے لیے محبت کا اجر وثواب:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے لیے آپس میں دونوں محبت کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہوگئی ہے اور

---

[1] احمد، نسائی، تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۳۳۸، اسناد صحیح علی شرط الشیخین.

[2] بوداود، والضیاء عن ابی أمامة، وصححه الالبانی فی صحیح الجامع: ۵۹۶۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرے لیے آپس میں صلہ رحمی کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہوگئی ہے اور میرے لیے آپس میں دونوں کی خیر خواہی کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہوگئی اور میرے لیے آپس میں دونوں زیارت کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہوگئی اور آپس میں میرے لیے سخاوت کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہوگئی اور میری خاطر آپس میں دومحبت کرنے والوں کے لیے نورانی منبر ہوں گے جن پر یہ براجمان ہوں گے ان کے مرتبہ پر انبیاء، صدیق، اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ [1] بلکہ آپس میں محبت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنا سایہ دیں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو سات آدمی اللہ تعالیٰ کے سائے میں، سایہ حاصل کریں گے ان میں آپس میں اللہ کے لیے محبت کرنے والے جو اسی پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر علیحدہ ہوتے ہیں بھی شامل ہیں۔ [2]

اللہ کی رضا کے لیے محبت کرنے والوں کو جنت کی بشارت:

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

”ایک آدمی نے اللہ کے لیے اپنے ایک بھائی کی زیارت کی۔ اللہ تعالیٰ نے رستہ میں ایک فرشتہ کو گھات میں بٹھا دیا اس نے اس سے پوچھا، اے مسافر کہاں کا ارادہ ہے۔“

اس راہگزر نے جواب دیا میں اپنے فلاں بھائی سے ملنے جا رہا ہوں کہا کیا اس سے کوئی کام ہے کہا نہیں کہا کوئی قرابتداری ہے کہ ملنے جا رہے ہو، کہا نہیں کہا یا کوئی اس نے تجھ پر احسان کیا ہے کہ ممنون احسان ہو کر جا رہے ہو کہا نہیں کہا پھر کیا مقصد ہے کہا بس میں اللہ کے لیے اس سے محبت کرتا ہوں فرشتے نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ میں تمھیں بتا دوں کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے میرے بندے سے کہہ دو جس طرح تو اس سے محبت کرتا ہے میں بھی اس کی وجہ سے تجھ سے محبت کرتا ہوں اور میں نے تیرے لیے جنت واجب کر دی ہے۔ [3]

امام شافعی رحمہ اللہ نے کمال انداز پر کہا ہے:

اِذَا الْمَرْءُ لَا يَرْعَاكَ اِلَّا تَكَلُّفًا
فَدَعْهُ وَ لَا تُكْثِرْ عَلَيْهِ التَّاَسُّفَا

”جب آدمی تجھ سے تکلف سے ملتا ہے تو اسے چھوڑ دے اور اس پر زیادہ تاسف کی ضرورت نہیں۔“

فَفِي النَّاسِ اِبْدَالٌ وَّ فِي التَّرْكِ رَاحَةٌ
وَ فِي الْقَلْبِ صَبْرٌ لِلْحَبِيْبِ وَ لَوْجَفَا

---

[1] احمد، مستدرك طبرانی كبير عن عبادة بن صامت، صحيح الجامع: ٤٣٢١.

[2] متفق عليه، عن ابی هريرة صحيح الجامع: ٣٦٠٣، احمد، ترمذی، نسائی، مالك.

[3] مسلم، عن ابی هريرة، صحيح الجامع: ٣٦٠٣، احمد، ترمذی، نسائی، مالك.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''لوگ بدلتے رہتے ہیں ایسے لوگوں کو چھوڑنے سے راحت حاصل ہوتی ہے اور دوست اگرچہ جفا کرے تو دل کو صبر آ ہی جاتا ہے۔''

فَمَا كُلُّ مَنْ تَهْوَاكَ يَهْوَاكَ قَلْبُهُ
وَلَا كُلُّ مَنْ صَافَيْتَهُ لَكَ قَدْ صَفَا

''ہر ایک وہ شخص جسے تم پیار کرتے ہو ضروری نہیں کہ اس کا دل بھی تمھیں چاہتا ہو۔''
اور نہ ہی ہر شخص جسے آپ صاف دلی سے ملتے ہیں ضروری ہے کہ وہ تمہارے لیے بھی صاف دل ہو۔''

إِذَا لَمْ يَكُنْ صَفْوُ الْوِدَادِ طَبِيْعَةً
فَلَا خَيْرَ فِيْ خِلٍّ يَجِيْءُ تَكَلُّفًا

''جب محبت باصفا اور طبعاً نہ ہو تو ایسی دوستی جس میں تکلف ہو اس میں قطعا کوئی خیر نہیں۔''

وَ لَا خَيْرَ فِي خِلٍّ يَخُوْنُ خَلِيْلَهُ
وَ يَلْقَاهُ مِنْ بَعْدِ الْمُوَدَّةِ بِالْجَفَا

''اور نہ ہی اس دوستی میں بھلائی ہے جس میں اپنے دوست سے خیانت کی جائے، اور اس میں بھی خیر نہیں جس میں دوستی کے بعد جور و جفا کی آمیزش ہو۔''

وَ يُنْكِرُ عَيْشًا قَدْ تَقَادَمَ عَهْدُهُ
وَ يُظْهِرُ سِرًّا كَانَ بِالْأَمْسِ قَدْ خَفَا

''اس میں بھی خیر نہیں جو عہد پرانا ہونے کی وجہ سے بدل جائے اور اس میں بھی خیر نہیں جو راز پہلے چھپا ہوا تھا اسے ظاہر کر دیا جائے۔''

سَلَامٌ عَلَى الدُّنْيَا إِذَا لَمْ يَكُنْ
بِهَا صَدِيْقٌ صُدُوْقٌ صَادِقُ الْوَعْدِ مُنْصِفًا

''میں اس دنیا کو الوداعی سلام کہتا ہوں، اگر اس میں سچا دوست جو وعدہ کا پکا اور انصاف کرنے والا ہو موجود نہ ہو۔''(صدقوا ما عاھدوا اللّٰہ علیه)

ہم نے جلیل القدر صحابی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا تھا چونکہ وہ اخوت میں ضرب المثل تھے اس لیے ہم نے اسلامی اخوت پر بات ذرا طویل کر دی اور یہ بات ہمارے بس میں نہیں کہ ہم اخوت کا ذکر کریں اور اس جلیل القدر صحابی کو بھول جائیں بلکہ ان کا ذکر تو ہماری زبانوں کے بولنے سے پہلے ہمارا دل کرتا ہے۔

اس راز کو انداز کو پوچھو میرے جی سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نشوونما:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نسلی اور عمدہ خاندان کے فرد تھے ان کے والد ربیع بن عمرو بنو حارث جو کہ خزرج قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ان کے سردار تھے۔ ان کی امی ہُزَیلہ بنت عنبہ بھی اسی قبیلہ میں سے تھیں۔ جب یہودیوں نے عرب لوگوں کو یہ عار دلائی کہ تم اُمی امت ہو تو ربیع نے اپنے بیٹے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ کتابت اور قراءت سیکھیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سردار بن گئے اور ایسے اخلاق و آداب سے آراستہ ہوئے ایک قوم کے رئیس کو جن اوصاف سے متصف ہونا چاہیے وہ ان میں پائے جاتے رہے بلکہ پوری خزرج قوم میں محبوب رہنما اور قابلِ احترام ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں عقل سلیم اور پختہ مزاج سے نوازا تھا اور ایسا دل دیا تھا جو اپنے ماحول کے ہر فرد کی خیر چاہتا تھا یہی وجہ ہے کہ انھیں اختلافات اور جو ان کے اردگرد جنگیں گردش کرتی تھیں ان سے سخت نفرت تھی۔

سعادت کی گھڑی:

قدر و منزلت اور ابدی سعادت یوں حاصل ہوئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں لوگوں کو دین کی دعوت دیتے تھے۔ ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج میں نکلتے ہیں آپ سے انصار کے ایک گروہ کی ملاقات ہوتی ہے آپ نے خود کو قبائل عرب کے سامنے پیش کیا جیسا کہ آپ ہر حج کے موسم میں پیش کرتے تھے آپ گھاٹی کے پاس تھے خزرج کے ایک گروہ سے ملاقات ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کو ان سے بھلائی مقصود تھی۔ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ملاقات کی تو کہا:

"مَنْ اَنْتُمْ" "تم کون ہو۔"

کہا، خزرج کا ایک گروہ ہیں۔ کہا یہود کے موالی میں سے ہو انھوں نے کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بیٹھ سکتے ہو کہ میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا کیوں نہیں ضرور بیٹھتے ہیں وہ آپ کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔ آپ انھیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان کے سامنے اسلام پیش کرتے ہیں اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان پر مہربانی کرتے ہیں انھیں اسلام میں داخلہ نصیب ہوتا ہے۔ یہودی ان کے ساتھ تھے اور یہ اہل کتاب اور ال علم تھے اس کے ساتھ شرک والے اور بت پرست بھی تھے خزرج والوں پر یہودیوں کا غلبہ تھا۔ یہودی ان خزرج والوں سے کہتے تھے جب یہ جھگڑتے کہ ایک نبی مبعوث ہونے ہی والا ہے اب اس کا زمانہ قریب آچکا ہے وہ آئے گا تو ہم اس کی اتباع کریں گے تمھیں عاد اور ارم قوم کی مانند تہہ تیغ کریں گے۔

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افراد سے گفتگو کی اور انھیں اللہ کی طرف دعوت دی تو یہ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ اے قوم! سیکھ لو واللہ جس نبی موعود کے ذریعہ یہودی تمھیں دھمکیاں دیا کرتے تے وہ یہی ہیں وہ کہیں تم پر سبقت نہ لے جائیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت دی تھی انھوں نے قبول کر لی اور آپ کی تصدیق کی جو آپ نے اسلام پیش کیا وہ آپ سے قبول کر لیا۔ اور کہا: مدینہ میں ہم ایسے لوگ چھوڑ آئے ہیں جن کے درمیان ایسی جنگ و عداوت ہے شاید ہی وہ کسی اور قوم میں ہو ممکن ہے آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کا بکھرا ہوا شیرازہ یکجا کر دیں، اب ہم اس قوم کے پاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائیں گے انھیں آپ کے دین کی دعوت دیں گے اور جو ہم نے اس دین کو قبول کیا ہے ان پر اسے پیش کریں گے اگر وہ اس پر جمع ہو گئے تو پھر مدینہ میں آپ سے زیادہ اور کوئی عزت والا نہ ہوگا یہ کہہ کر وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو کر اپنے شہروں میں لوٹ آئے یہ ایمان لا چکے تھے اور یہ تصدیق کر چکے تھے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ [1]

جب یہ مکہ میں ملنے والے لوگ مدینہ منورہ میں اپنی قوم کے پاس آئے تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اپنی قوم سے کیا اور انھیں اسلام کی دعوت دی تو اتنا زیادہ چرچا پھیل گیا کہ انصار کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر نہ ہوتا ہو۔

آئندہ سال جب موسم حج آیا تو انصار کے بارہ افراد آپ سے ملاقات کے لیے آتے ہیں اور عقبہ میں آپ سے ملاقات کرتے ہیں یہ وہی ملاقات ہے جو عقبہ اولیٰ کے نام سے معروف ہے انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی یہ ابھی جنگ فرض نہ ہوئی تھی اس وقت کی بات اس لیے اسے عورتوں والی بیعت کہتے ہیں کہ اس میں جنگ نہ تھی۔

پھر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھیوں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ ان مدینہ کے باسیوں کو قرآنِ پاک پڑھائیں انھیں اسلامی تعلیمات سے آشنا کریں اور انھیں دین کی باتیں سمجھائیں، حضرت مصعب بن عمیر کو مقرئ مدینہ، یعنی مدینہ کا معلم کہا جاتا ہے یہ اسعد بن زرارہ اور ابی امامہ کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ [2]

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ دعوت الی اللہ کی امانت کا ذمہ اٹھائے ہوئے شب و روز کوشش کر رہے تھے جہاں تک ممکن تھا۔ وہ دلوں کو دین کی طرف مائل کر رہے تھے بندوں کے ہاتھ پکڑ کر انھیں بندوں کی غلامی سے چھڑا کر بندوں کے رب کی طرف لا رہے تھے دیگر ظالمانہ قوانین سے نکال کر اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف بلا رہے تھے اور دنیا کی تنگنائیوں سے نکال کر آخرت کی وسعتوں میں لا رہے تھے ان کے ہاتھوں حضرت سعد بن معاذ، حضرت اسید بن حضیر اور دیگر صداقت کے پیکر افراد مسلمان ہو چکے تھے انہی میں سے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ بھی تھے جو سعادت ابدی سے ہمکنار ہوئے اور دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے دامن بھر لیا ایمان ان کے دل کی گہرائی میں اتر چکا تھا ادھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے ادھر ان کا دل حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے بے تاب ہو گیا۔

اور ملاقات ہو گئی:

آج یہ تاریخی لمحہ بھی آن پہنچا جو کہ دوبارہ نہیں آئے گا کہ عقبہ ثانیہ کی بیعت ہے انصار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے لیے جاتے ہیں عقبہ ثانیہ کی بیعت کے لیے جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے ہیں ان میں حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ بھی تھے جنھیں بہت زیادہ شوق تھا کہ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو اور یہ اس چشمۂ صافی سے سیراب ہوں،

---

[1] بیهقي، في دلائل النبوة:٢/ ٤٣٣، تاريخ طبري:١/ ٥٨٨، ابن سيد الناس في عيون الاثر:١/ ٢٦، غزالي في فقه السيرة:١٧٢، وحسنه الالباني.

[2] تاريخ طبري:٥٥٩، فتح الباري:٧/ ٢٦٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سینہ میں ٹھنڈک پڑے اور آپ کی سیرت، حکمت اور اخلاق شیریں کو حاصل کریں۔

اب ان کا ہاتھ حبیبِ کبریا ﷺ سے بیعت کے لیے اٹھ رہا ہے اور یہ مدینہ منورہ کی طرف واپس لوٹ رہے ہیں ان کا دل اتنی بڑی سعادت سے لبریز ہے اگر یہ سعادت تمام اہل زمین پر تقسیم کردی جائے تو سب پر چھا جائے۔

ہجرت کی راہ پر:

جب رسولِ اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیت رسانی میں قریش نے حد کردی تو حبیبِ کبریاء ﷺ نے انھیں مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اجازت دے دی مہاجر اپنے دین کو قریش کی گرفت سے بچاتے ہوئے مدینہ کی جانب ہجرت کرتے ہیں اور یہ اپنے انصار بھائیوں کے وسیع آنگن میں اترتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴾ (الحشر:۹)

”اور وہ لوگ جنھوں نے گھر اور ایمان کو جگہ دی جو ان کی طرف ہجرت کرتا ہے وہ اسے پسند کرتے ہیں اپنے دلوں میں کینہ نہیں رکھتے اس چیز جو وہ دیے گئے اور خود پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں ضرورت ہو اور جو نفس کی کنجوسی سے بچا لیا گیا وہ کامیاب ہے۔“

جب حبیبِ کبریا ﷺ کو مدینہ منورہ میں کچھ قرار ہوا تو آپ ﷺ نے مہاجروں اور انصار کے درمیان بھائی چارگی قائم کی تو اخوت، محبت اور ایثار و قربانی کے ایسے نادر واقعات نمودار ہوئے کہ عقل ان کا تصور بھی نہیں کر سکتی، اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا کھٹکا پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ ایسی لازوال اخوت تھی صدیاں بیت جائیں یہ ختم نہ ہوگی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تاریخ ساز ایثار:

یہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ قرآنِ پاک کی ہر آیت اور نبی اکرم ﷺ کی ہر حدیث کے مطابق زندگی گزارتے ہیں جو اللہ حق جل و علا اخوت چاہتے ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس کی عملی تعبیر بن جاتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس مدینہ میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آتے ہیں نبی اکرم ﷺ ان کے اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان اخوت قائم فرماتے ہیں حضرت سعد کثیر المال تھے کہا انصار کو علم ہے میں ان میں سے سب سے بڑھ کر صاحب مال ہوں میں اپنے مال کے دو حصے کرتا ہوں آدھا آپ لے لیں اور آدھا میں رکھ لیتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں دیکھ لو ان میں سے جو تمھیں پسند آئے میں اسے طلاق دے دیتا ہوں جب عدت گزر جائے تو اس سے شادی کر لینا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ کے اہل و مال میں اللہ برکت ڈالے اور اس دن گھی اور پنیر کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تجارت سب سے اچھی تھی وہ خرید کر تجارت کی چند دنوں میں اٹھان لے لی۔ ایک دن حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں زردی کا نشان لباس پر تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کرتے ہیں، کیا ہوا۔ عرض کی ، میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کی ہے فرمایا، حق مہر کیا باندھا ہے کہا گٹھلی برابر سونا باندھا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ذبح کرو۔ ❶

قارئین کرام! حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سماحت و سخاوت بھی حیران کن ہے ادھر حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی شرافت بھی حیران کن ہے دونوں کا پلڑا ایک جیسا ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بازار میں یہودیوں کا مقابلہ کیا اور ان کے تجارت کے میدان میں نکلے تو چند دنوں میں وہ کسب کمال کیا کہ اس کے ذریعہ اپنی ذات کو پاکدامن رکھا اور اپنی عصمت کی حفاظت کی اور بدبختی کا داغ اپنے دامن خودی پر نہیں لگنے دیا ایسی بلند ہمتی ایمان ہی پیدا کر سکتا ہے اور کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتی۔ ❷

اسلام عملی دین ہے:

اسلام ایک ایسا دین ہے جو عمل کی ترغیب دلاتا ہے یہ بے تحاشا کھانے پینے کو پسند نہیں کرتا کہ کھا لیا اور بیٹھے رہے اور نہ ہی یہ پسند کرتا ہے کہ مسلمان اپنی شرم وحیاء کی چادر کو خراش زدہ کرے اور لوگوں سے مانگتا پھرے وہ دیں یا انکار کر دیں اس طرح انسان کی آبرو اور عزت ختم ہو جاتی ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں دنیا ان کے نزدیک خاک کے ذروں سے بھی حقیر ہے، جنھیں پاؤں کے نیچے روندھا گیا ہو۔ میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں، رات ہو چکی ہے ان کے پاس صرف رات کی خوراک ہے اور وہ کہتے تھے یہ ساری خوراک میں اپنے پیٹ میں ہی جمع نہ کروں گا۔ بلکہ ان کا بھی کچھ حصہ صدقہ کروں گا شاید کوئی مجھ سے بھی زیادہ ضرورت مند ہو، میں یہ اس پر صدقہ کروں گا۔

قارئین کرام......!! غور فرمائیں، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ناجائز سوال سے دامن بچاتے ہوئے اس عطیہ کو چھوڑ دیا تھا جو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے ان پر پیش کیا تھا تو اس کے عوض انھیں اللہ تعالیٰ نے کتنی زیادہ خیر عطا کی اور انھیں مناسب شادی کا موقع بھی دیا سچ فرمایا ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

”وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفُّهُ اللّٰهُ“ ❸

”جو سوال سے دامن بچاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عفت و پاکدامنی سے نوازتے ہیں۔“

اس زمانہ میں ماشاء اللہ، مسلمانوں کی شادیاں بھی آسان ہوتی تھیں تکلفات نہیں ہوتے تھے۔

---

❶ بخاری:٣٧٨١، طبرانی کبیر:٥٤٠٤.

❷ فقه السيرة للغزالي:١٩٣.

❸ بخاری، احمد، عن حكيم بن حزام، صحيح الجامع:٨١٩٤.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مہمان نوازی کا ایمان افروز واقعہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے اپنی بیویوں کے پاس پیغام بھیجا کہ کچھ کھانے کی چیز ہو تو بھیجو، انھوں نے جواب دیا صرف پانی ہے اور کچھ نہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو اسے لے جائے اور اس کی مہمانی کرے ایک انصاری نے کہا میں لے جاتا ہوں، اسے اپنے گھر لے گئے، بیوی سے کہا یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے اس کی عزت افزائی کرنا۔ اس نے کہا: ہمارے پاس صرف اپنے بچوں کی خوراک ہے انھوں نے بیوی سے کہا کھانا تیار کردو، اور چراغ بجھا دینا اور بچوں کو سلا دینا اس نے کھانا تیار کیا چراغ بجھا دیا اور بچوں کو سلا دیا، چراغ یوں گل کیا جیسے اسے درست کرنا چاہتی ہو، اسے بجھا دیا دونوں میاں بیوی یہ ظاہر کر رہے تھے، جیسے وہ بھی کھا رہے ہیں دونوں نے رات بھوکے گزاری، جب صبح ہوئی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے اس رات والے کارنامے پر ہنسے ہیں اور یہ آیت نازل کی ہے:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝٩﴾

(الحشر:۹)

''اور یہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں خود ضرورت ہو اور جو نفس کی بخیلی سے بچایا گیا وہ کامیاب ہے۔''[1]

ایثار میں جان قربان کردی:

ابن اعرابی بیان کرتے ہیں کہ یرموک میں حضرت عکرمہ بن ابی جہل، سہیل بن ابی جہل سہیل بن عمرو بن حارث بن ہشام، اور بنو مغیرہ کی ایک جماعت سب شہید ہونے کے قریب تھے یہ گرے پڑے تھے ان کے پاس پانی لایا گیا وہ آپس میں پانی ایک دوسرے تک دھکیلتے رہے یہاں تک کہ فوت ہو گئے اور پانی کو چکھا تک نہیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پانی لایا گیا تو انھوں نے دیکھا کہ حارث بن ہشام پانی دیکھ رہے ہیں، حضرت عکرمہ نے کہا پہلے حارث کو دے دو، اب سہیل نے حارث کو دیکھا کہ وہ پانی مانگ رہے ہیں کہا حارث کو پہلے پانی دو، یہ سب پانی پیئے بغیر ہی فوت ہو گئے، ان کے پاس سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گزرے تو کہا تم صحیح باوفا ہو میری جان تم پر قربان ہو۔

حضرت حذیفہ عدوی بیان کرتے ہیں کہ جنگ یرموک میں میں اپنے چچا کے بیٹے کی تلاش میں نکلا، میرے پاس تھوڑا سا پانی تھا، اور میں دل میں کہہ رہا تھا اگر اس کی تھوڑی سی جان بھی باقی ہوئی تو میں اسے یہ پلاؤں گا اور اس کا چہرہ دھوؤں گا میں نے اسے پالیا، میں نے کہا پانی پلاؤں اس نے اشارہ سے کہا ہاں اتنی دیر میں میں نے ایک آدمی کو آہ

[1] بخاری:۷/ ۱٤۹، مناقب الانصار.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھرتے دیکھا کہ وہ پانی مانگ رہا ہے میرے چچا زاد نے کہا، اس کے پاس پانی لے جاؤ میں آیا تو وہ ہشام بن عاص تھے میں نے ان سے کہا پانی پلاؤں کہا ہاں، ساتھ ہی دوسرے کو سنا کہ اس نے آہ بھر کر کہا، مجھے پانی دو ہشام نے ادھر جانے کا اشارہ دیا جب میں اس کے پاس آیا تو وہ فوت ہو چکا تھا میں ہشام کے پاس آیا وہ بھی فوت ہو چکے تھے میں چچا زاد کے پاس آیا تو وہ بھی فوت ہو چکے تھے۔ رحمة الله عليهم اجمعين۔ [1]

جہاد میں سنہری کارنامے:

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے جب سے اسلام کا اعلان کیا تھا، اسلام اور اہل اسلام کی خدمت میں ذرہ برابر سستی نہ آنے دی تھی، مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تھا اور ہر چیز جو اختیار میں تھی اللہ کی راہ میں جھونک دی تھی۔ معرکۂ بدر کا وقت آیا تو قریش مکہ سے روانہ ہوتے ہیں انکا یہ پختہ عزم تھا کہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف وار کریں جو انھیں ختم کر دے ان کے بقول مسلمان ان کے خلاف دست درازی کرتے تھے اور انھوں نے ان کے قافلہ کا پیچھا کر کے عرب دنیا کے سامنے قریش کی ہیبت کو گرایا تھا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے روانہ ہونے کی خبر سن رکھی تھی، آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نکلے اور بدر میں جا اترے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو بہترین انداز پر تیار کر رکھا تھا، اور انھیں صبر و ثبات کی ترغیب دلائی تھی، قریش کی جانب سے مزاحمت کا آغاز ہوا دونوں جماعتوں کی ملاقات ہوئی، مسلمان، مشرکوں پر ایسے دلوں کے ساتھ حملہ آور ہوئے جو ایمان وحق سے سرشار تھے اور جذبۂ شہادت ان میں موجزن تھا اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کے حوصلہ کی تمنا لیے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی خصوصی مدد فرمائی، جس سے ان میں جرأت پیدا ہوئی اور ان کی قوت میں ترقی ہوئی۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں شیر کی طرح دھاڑ رہے تھے اور بے پناہ جنگی جوہر دکھا رہے تھے یہ شجاعت کی حد سے بھی گزر گئے تھے ان کی جنگی شدت نے کفار کو حیران کر دیا رفاعہ بن ابی رفاعہ جو مشرکوں کا سر برآوردہ تھا اسے قتل کر دیا اس کے ساتھ ساتھ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ خاموشی کو ترجیح دیتے تھے اور پرسکون تھے اور اللہ کی راہ میں لڑتے جا رہے تھے ان کا خیال تھا میری کارکردگی خفیہ ہے مگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کے جہادی کارنامے سب عیاں تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مکمل قدر افزائی اور محبت دل میں چھپائے ہوئے تھے۔

غزوۂ بدر کا نتیجہ مسلمانوں کی فتح کی صورت میں نکلا، حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں سے اوجھل نہ تھے۔ بلکہ آپ کے قریب ترین جانثاروں میں سے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بنو قینقاع یہودیوں کی عہد شکنی کے وقت بھی ان کے خلاف موجود تھے اور مسلمانوں کے خلاف جو وہ اعلانیہ عداوت رکھتے تھے اسے بھی جانتے تھے اور جب یہودی مدینہ منورہ سے جلاوطن ہوئے اس وقت بھی یہ آپ کے ساتھ حاضر تھے۔ تمام معرکوں میں آپ کے ساتھ رہے حتیٰ کہ غزوۂ احد ہوا۔ [2]

---

[1] احیاء علوم الدین، للغزالی: ۳/ ۲۷۴.

[2] رجال مبشرون بالجنة: ۲۹۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجھے جنت سے خوشبو آرہی ہے:

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد میں سخت جنگ آزمائی کی مقصد یہی تھا وہ آرزو پوری ہو جو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں انگڑائی لے رہی تھی کہ اللہ کی راہ میں شہادت حاصل ہو جائے۔ جب غزوۂ احد ختم ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زخمیوں اور شہداء کو ڈھونڈنے لگے کہ کون زخمی ہوا ہے اور کون شہید ہوا ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا کہ میں حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو تلاش کروں وہ کس حال میں ہیں اور فرمایا زید اگر انھیں دیکھو تو انھیں میرا اسلام کہنا اور ان سے کہنا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے متعلق پوچھتے ہیں تم خود کو کیسے پاتے ہو۔ میں مقتولوں کے درمیان میں گھوم رہا تھا تو میں نے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ اپنی آخری سانسیں لے رہے تھے انھیں ستر زخم لگے تھے کوئی نیزے کا تھا کوئی تیر کا زخم تھا۔ کوئی تلوار کے زخم تھے میں نے کہا: اے سعد! رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں تم خود کو کیسا پاتے ہو، جواب میں کہا میری طرف سے بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنا اور آپ سے درخواست کرنا میں خود کو ایسا پا رہا ہوں کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور میری قوم انصار سے کہہ دینا، تمہاری زندگی میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان پہنچایا جائے تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی۔ [1]

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ احد کے دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد بن ربیع کے متعلق مجھے کون ہے جو خبر لا کر دے۔ ایک انصاری نے کہا۔ میں خبر لا کر دیتا ہوں وہ مقتولین میں گھومنے لگے تو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ زخموں سے گھائل تھے۔ اور آخری سسکیاں لے رہے تھے۔ انصاری نے کہا۔ اے سعد! رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں دیکھوں تم زندہ ہو یا شہید ہو چکے ہو۔ کہا میں تو اب تقریباً فوت شدگان میں ہوں، میری طرف سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سلام کہنا اور پھر عرض کرنا جو ایک نبی کو اللہ تعالیٰ جزا دے سکتا ہے وہ بہترین جزا اللہ تعالیٰ تمھیں دیں اور دوسرا پیغام قوم انصار کو پہنچانا اور ان سے کہنا تمہارے لیے سعد کا یہ پیغام ہے کہ تمہاری زندگی میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچی تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ [2]

اس مرد صالح کی اولاد کی حفاظت خود اللہ نے کی:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اپنی دو بیٹیاں لے کر آئیں جو حضرت سعد سے ہی تھیں۔ اور کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ سعد کی دو بیٹیاں ہیں جنگ احد میں آپ کی معیت میں لڑتے ہوئے ان کا باپ شہید ہو چکا ہے اور ان کے چچا نے مال سارا لے لیا ہے۔ ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا ان کا نکاح تو مال ہوگا تو تب ہی ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کریں گے یہی ہوا اس بارے میں

[1] ابن هشام:٢/ ٩٤، حاكم:٣/ ٢٠١، و صححه ووافقه الذهبی.

[2] الاصابه:٤/ ١٤٤، الاستيعاب:٤/ ١٤٥، سيرت ابن هشام:٢/ ٩٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وراثت والی آیت نازل ہوئی آپ نے چچا کی طرف پیغام بھیجا کہ سعد کی دونوں بیٹیوں کو مال کا دوتہائی دے دو۔ اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دے دو، جو باقی بچے وہ تمہارا ہے۔ [1] ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے اور اس کے بعد اس کی اولاد کی حفاظت فرماتا ہے جیسا کہ سورت کہف میں آتا ہے کہ دو یتیم بچوں کے مال کی اللہ نے حفاظت کی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا﴾ (کھف:۸۲)

”لیکن دیوار دو یتیم بچوں کی تھی جو شہر میں رہتے تھے اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک تھا تیرے رب نے ارادہ کیا کہ یہ اپنی جوانی کو پہنچ جائیں تو اپنا خزانہ نکال لیں یہ تیرے رب کی رحمت ہے میں نے اپنی مرضی سے ایسا نہیں کیا۔ یہ تفسیر ہے اس کی جس پر آپ صبر نہیں کر سکے۔“

رضی اللّٰہ عنہ و عن سائر الصحابۃ اجمعین

صحن گلشن کی فضائیں افسردہ کیوں نہ ہوں
پھول وہ ٹوٹ گئے جن پر گلشن کو ناز تھا

---

[1] احمد:۳/ ۳۵۲، ترمذی:۲۰۹۳، و صححہ و نقل المنذری تحسینہ لہ و ھو الاصح.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

33

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی حیات روح پرور کی جھلک

ماں کا فرمانبردار:

یہ وہ فرزندِ اسلام ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سنا کہ یہ جنت میں قرآنِ پاک پڑھ رہے ہیں۔ آیئے آج ہم کائنات کے آسمان پر چمکنے والے ایک نئے درخشاں ستارے کا ذکر کرتے ہیں یہ وہ یگانہ روزگار ہیں جنھوں نے وحی کریم کے سائے میں تربیت پائی ہے یہ وہ آدمی ہیں جبریل علیہ السلام نے جن پر سوال کا جواب لوٹایا۔ یہ وہی خوش نصیب ہیں جبریل علیہ السلام نے ان کے متعلق کہا تھا یہ ان سو صبر کرنے والوں میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے جنت میں جن کے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے۔ یہ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والے صحابی ہیں جو اس امت کے نوجوانوں کے لیے مثالی اسوہ اور نمونہ ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سوتے میں دیکھتا ہوں کہ میں نے جنت میں قرآنِ پاک پڑھنے والے کی آواز سنی اور میں نے پوچھا یہ کون ہے بتایا گیا یہ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، نیکی ایسے ہی ہوتی ہے، نیکی ایسے ہی ہوتی ہے یہ اپنی امی کے ساتھ بہت زیادہ اچھا سلوک کیا کرتے تھے۔ [1]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بدر اور اس کے علاوہ تمام معرکوں میں شریک ہوئے تھے۔ ہمیں ان کی حدیث کی روایت نہیں مل سکی بہت زیادہ دین پسند، بہترین اور ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے تھے۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دو آدمی اس امت میں سے اپنی ماں کے ساتھ سب سے بڑھ کر نیکی کرتے تھے۔

ایک حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ دوسرے حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب سے میں مسلمان ہوا ہوں جلال کی وجہ سے آج تک میں اپنی امی کے چہرے کو

---

[1] احمد:٦/ ١٥١، ابو یعلی:٧/ ٣٩٩،حاکم:٣/ ٢٠٨، سند صحیح.

[2] سیر اعلام:١/ ٣٧٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غور سے نہیں دیکھ سکا اور حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ ماں کو کھانا اپنے ہاتھ سے کھلاتے تھے جو وہ حکم دیتی اس سے اسے سمجھنے کا بھی مطالبہ نہ کرتے تھے جو ماں کے پاس ہوتا وہ باہر آتا تو پھر اس سے پوچھتے میری ماں نے کیا کہا ہے خود پوچھنے کی جرأت نہ تھی۔ [1]

کون حارثہ رضی اللہ عنہ؟

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ رحمٰن کے ان لشکروں میں سے ایک تھے، جو اپنے مال اور جان اللہ کی راہ میں صرف کرتے تھے اور سبقت لے جاتے تھے۔ یہ ایک ایسے شاہسوار تھے جنھوں نے جودوکرم کے دفتر میں ایک عظیم کارنامہ رقم کیا ہے یہ وہ وصف ہے کوئی بھی شرف وفضل اس کا مقابلہ نہیں کرتا۔ انھوں نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کی رضا جوئیوں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے صرف کردی اور خاندانِ محمدیہ علیہ السلام کے لیے بہت کچھ کیا۔ حتیٰ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر وہ اپنے گھر کو چھوڑ دیتے تھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی بہت حیاء کرتے تھے اور ان کے جودوکرم نے بہت سارے مواقع پر مضبوطی پیدا کی۔ یہ کریم شاہسوار ایسا کیوں نہ ہوتے ان کے جودوکرم نے کریم لوگوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جودوکرم کے بحر بیکراں سے سیرابی حاصل کی تھی۔ شجاعتوں کے منبع، متقیوں کے امام وسید حبیبِ کبریاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ تمام کائنات کے لوگوں سے زیادہ حسین، کائنات کے باسیوں سے بڑھ کر بہادر اور کائنات کے انسانوں سے بڑھ کر جودوکرم والے تھے یہ ان کے تربیت یافتہ تھے۔ یہ اتنے سخی کیوں نہ ہوتے۔ [2]

سعادت کا آغاز:

آیئے ہم ان کی داستانِ ایمان افروز کا مبارک آغاز کرتے ہیں حج کا موسم تھا مدینہ کے خزرج قبیلہ کا ایک وفد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر اسلام پیش کرتے ہیں آپ نے جانچ لیا کہ یہ یہودیوں کے حلیف ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور پہلی نازل شدہ کتابوں کی بات ان کے لیے اجنبی بات نہ تھی کیونکہ اس سے پہلے ان کے کان اس سے آشنا تھے انھوں نے اپنے پڑوسی یہودیوں سے بارہا سن رکھا تھا کہ اللہ کے رسول آنے والے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں اسلام اور اللہ کے ساتھ ایمان کی دعوت دی اور قرآنِ کریم ان پر تلاوت کیا تو ایمان ان کے دلوں میں اتر گیا اور انھوں نے اسلام کا اعلان کر دیا اور انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ ہم مدینہ جا کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی طرف بلائیں گے۔

خزرج والے یہ چھ افراد جب اپنے شہروں میں پہنچے تو انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا وعدہ وفا کیا اوس اور خزرج کی صفوں میں اسلام پھیلایا، حتیٰ کہ مدینہ میں اسلام پھیل گیا جب آئندہ سال ہوا تو ان میں سے بارہ افراد آئے۔ انھوں نے عقبہ پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ جب یہ واپس ہوئے تو ان کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بزرگ صحابی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ مدینہ والوں کو قرآن پڑھاؤ اور انھیں اسلام کی تعلیم دو اور

[1] التبصرة: ١/ ١٨٨.   [2] فرسان من عصر النبوة: ٥٧٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احکام دین انھیں سمجھاؤ۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنی اس اسلامی مہم کو بہت اچھے انداز پر ادا کیا اللہ تعالیٰ نے جو انھیں حکمت اور بردباری اور دور اندیشی دے رکھی تھی اس کی وجہ سے اہلِ مدینہ میں سے اوس اور خزرج کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کر رہے تھے۔

اسلام کی اس دعوت کی صدا حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے کانوں تک پہنچ چکی تھی وہ بھی اس مکی داعی کے پاس آئے اور اسلام کا اعلان کر دیا حضرت حارثہ کا دل تو خوشی سے اڑنے لگا جب ان کی ماں بھی مسلمان ہوگئیں جن کا نام جعدہ بنت عبید تھا یہ چونکہ اپنی امی سے بہت زیادہ نیکی کا سلوک کرتے تھے اس لیے ان کے دل کی مراد پوری ہوئی ان کی والدہ کے اسلام سے پورا خاندان مسلمان ہو گیا۔ [1]

ہجرت کی راہ پر:

اللہ تعالیٰ نے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کی اجازت دی تو انصار بیک دل ہو کر حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے اُمڈ آئے اور ان کے دل تازگی، سعادت اور فرحت سے لبریز تھے۔ جو لوگ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے آئے تھے ان میں سے حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بھی تھے حضرت حارثہ نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں نازل ہوئے ہیں تو ان کی مسرت میں اور اضافہ ہوا کیونکہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بھی بنونجار میں سے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قربت کی وجہ سے بہت خوش تھے۔

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کثرت سے آتے جاتے تھے آپ سے علم سیکھتے تھے آپ کی سیرت اور اخلاق عالیہ سے کسب و اقتباس کر رہے تھے اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت میں اور اضافہ ہوا اور حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی صاف دلی، اندرون خانہ کے باصفاء ہونے، مروت وصداقت کی علامات دیکھ کر ان سے بہت پیار کرتے تھے۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی دلی تمنا تھی کہ یہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان اور مال اور ہر چیز جو ان کے اختیار میں تھی قربان کر دیں۔

شریفانہ کارنامے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیاہی اور انھیں رخصت کیا تو ان کا گھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے دور تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تھا، کہ بیٹی اور داماد کا گھر میرے قریب ہو جائے، یہ جب حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو اپنا قریب والا گھر حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے چھوڑ دیا تاکہ یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ جائیں۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر سے تبدیلی کر لی

[1] رجال مبشرون بالجنة: ۲۰۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارثہ کے ایک مکان میں رہائش کی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ ہر اس اعزاز کی طرف لپک پڑتے تھے جس کے ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وابستہ تھی۔ غزوۂ بدر میں حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے شاہسوار تھے یہ تمام بسالت و بہادری فدائیت وقوت اور ثابت قدمی سے معرکہ میں کود پڑے۔

عثمان بن عبد شمس پر ٹوٹ پڑے اسے قید کر لیا قریش نے جب قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ بھیجا تو جبیر بن مطعم (جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے) نے عثمان بن عبد شمس کا فدیہ بھیجا اس طرح حضرت حارثہ نے اجر وثواب اور فدیہ دونوں چیزیں سمیٹ لیں۔

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک رہے اور تاریخ کی جبین روشن پر تابناک کارنامے رقم کیے۔ غزوۂ حنین میں یہ ان افراد میں شامل تھے جو صبر وثبات کے ساتھ میدان میں پاؤں جمانے والے تھے انھیں ایک ہی فکر دامنگیر تھی اور ایک ہی خوف طاری تھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دشمن تکلیف نہ پہنچا جائے اس لیے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب رہتے تھے۔

جبریل علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا:

آدمی کے لیے یہ بات بہت زیادہ قابل فخر ہوتی ہے اور یہ فخر کرتا پھرتا ہے کہ میں فلاں مشہور آدمی سے ملا ہوں یا فلاں قوم کے سردار کے ساتھ میرے تعلقات ہیں اور جس دن وہ کسی بڑے سے ملا ہوا اسے زندگی بھر بھولتا نہیں۔ قارئین کرام! ذرا یہ غور فرمائیں جس آدمی کو فرشتوں کے امیر حضرت جبریل علیہ السلام نے سلام کہا ہو وہ کتنا بڑا خوش نصیب ہے۔

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا آپ کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام بھی تھے آپ ''مقاعد'' جگہ پر جلوہ گر تھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا۔ اور گزر گیا جب میں واپس آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی واپس آ گئے تو مجھ سے کہا حارثہ! اس شخص کو دیکھا تھا جو میرے ساتھ تھے میں نے کہا جی! میں نے دیکھا تھا فرمایا وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے انھوں نے آپ کے سلام کا جواب دیا تھا۔ [1]

جنت سے رزق کی کفالت پانے والے:

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو زمانہ میں دو مرتبہ دیکھا ہے ایک صورتیں جگہ پر جو کہ بقیع کے قریب مدینہ منورہ میں ایک مقام ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کی جانب گئے تھے۔ جبریل علیہ السلام دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے روپ میں ہمارے پاس سے گزرے تھے اور ہمیں ہتھیار پہننے کا حکم دیا تھا۔

دوسری مرتبہ موضع جنائز، مقام پر جب ہم حنین سے واپس لوٹے تھے اس وقت انھیں دیکھا تھا میں گزرا تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کر رہے تھے میں نے سلام نہ کہا کہ خلل نہ پڑے جبریل علیہ السلام نے کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کون گزرا ہے

[1] احمد:٥/ ٤٣٣، بسند صحیح، الاصابة:١/ ٢٩٨، اسناده صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ نے فرمایا: یہ حارثہ بن نعمان ہیں کہا یہ ان خوش نصیبوں میں شامل ہیں جنھوں نے حنین کے دن ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ہے اور ان کا اللہ تعالیٰ نے جنت سے رزق دینے کا خود ذمہ اٹھایا ہے اگر یہ سلام کہتے تو ہم جواب دیتے۔ [1]

امانتدار فوجی:

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ مسلسل جہاد اور دشمنانِ اسلام کے خلاف مقابلہ آرائی میں محو سفر رہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد ایک امانتدار اور مخلص فوجی کی مانند رہے خلفائے راشدین کی زندگی میں یہی ان کا طرز عمل رہا۔ وفات تک ان کا جہاد اور داد و دہش کا سلسلہ رکا نہیں تھا۔ ہمیشہ جاری رہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب بلوائیوں نے محاصرہ کیا تو اس میں ان کا موقف بہت اچھا تھا۔ انھوں نے حضرت عثمان سے کہا تھا۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو ہم ان سے لڑیں لیکن انھوں نے اجازت نہ دی۔ [2]

یہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تک رہے ان کی خلافت کے دوران ہی فوت ہوئے تھے۔ عمرہ فقیہہ جو چھ احادیث بیان کرتی ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کثرت سے احادیث روایت کی ہیں، ان کے بیٹے ابو رجال، محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حارثہ بن نعمان انصاری انہی حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں۔ [3]

والدین سے حسن سلوک سے پریشانیاں دور ہوتی ہیں:

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر ہو رہا ہے وہ بات کہیں بیان کرنے سے ہم نہ رہ جائیں جس کے لیے یہ ضرب المثل بن چکے ہیں کہ یہ ماں سے حد درجہ حسنِ سلوک کرتے تھے تھوڑی سی اس موضوع پر بھی ہم روشنی ڈالتے جائیں۔

والدین سے حسنِ سلوک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مصائب کھول دیتے ہیں امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں ایک حدیث بیان کی ہے اور اس کی باب بندی کی ہے جس کا عنوان یہ ہے:

"بَابُ إِجَابَة دُعاء من بَرّ وَالِدَيْه"

"کہ جو والدین سے نیکی کرے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔"

اور حدیث یہ بیان کی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک دفعہ تین آدمی چل رہے تھے بارش نے آن لیا وہ پہاڑ کی ایک غار کی جانب پناہ گزیں ہو گئے ان کی غار کے دہانے پر ایک چٹان گری جس نے ان پر رستہ بند کر دیا۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے کوئی نیک اعمال ہیں تو انھیں اللہ کی بارگاہ میں پیش کرو اور دعا کرو شاید اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کشادگی پیدا کر دیں۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ اے میرے اللہ! میرے بوڑھے والدین تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے میں ان سے بھی والدین کا زیادہ خیال رکھتا تھا جب میں پچھلے پہر جانور واپس لاتا تو میں دودھ دھوتا پہلے میں

---

[1] مجمع :۹/ ۳۱۴،طبرانی بزار،اسناده حسن،هیثمی.

[2] الاصابه:۱/ ۲۹۹. [3] سیر اعلام:۲/ ۳۸۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والدین کو پلاتا ایک دن درخت دور تھے میں شام کو دیر سے گھر آیا، میں نے دیکھا والدین سو چکے تھے میں نے حسبِ عادت دودھ دھویا میں پیالہ لے کر آیا میں ان کے سرہانے کھڑا رہا انھیں نیند سے جگانا پسند نہ کیا اور یہ بھی مجھے پسند نہ تھا کہ والدین سے پہلے بچوں کو پلاؤں، جب کہ بچے بلکتے ہوئے میرے قدموں میں گر رہے تھے فجر تک میری یہی صورت حال رہی کہ پیالہ لیے سرہانے کھڑا ہوں۔

اے اللہ! اگر تو جانتا ہے میں نے تیری رضا کی خاطر یہ عمل کیا ہے تو ہم سے یہ مصیبت دور کر دے کہ ہم آسمان دیکھ سکیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اتنی کشادگی کر دی کہ انھیں آسمان نظر آنے لگا دوسرا زنا سے بچا تھا تیسرے نے مزدور سے حسن سلوک والی نیکی پیش کی تو چٹان ہٹ گئی اور یہ کام میں چل دیے۔ ❶

والدین کی دعاء دارین کی نجات ہے:

والدین کی دعا سے دنیا میں اچھی توفیق اور کامیابی حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں نجات ملتی ہے اور والدین کی رضا سے رب کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے والد کی دعاء جو وہ اولاد کے لیے کرتا ہے ردّ نہیں ہوتی۔ ❷

جو والدین کی دعاء سے کامگار ہوگا وہ ان لوگوں میں شمار ہوگا جو دنیا و آخرت میں کامران ہونے والے ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

" رِضَا الرَّبِّ فِي رِضَا الْوَالِدَيْنِ وَ سَخَطُهُ فِيْ سَخَطِهِمَا " ❸

"رب کی رضا والدین کی رضا سے حاصل ہوتی ہے اور ان کی ناراضگی میں رب کی ناراضگی ہے جو اللہ کی رضا حاصل کرے گا وہ سرفراز ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لے گا وہ ناکام ہوا۔

والدین سے نیکی فراخی رزق کا باعث ہے:

رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

" مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُّعْظِمَ اللّٰهُ رِزْقَهُ وَ اَنْ يَّمُدَّ فِيْ اَجَلِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ" ❹

"جسے یہ بات بھلی لگتی ہو کہ اللہ اس کا رزق زیادہ کریں اور اس کی عمر دراز کریں تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔"

بیہقی کی ایک روایت میں ہے والدین سے نیکی کرے اور صلہ رحمی کرے۔ والدین سے نیکی کا سلوک کرنا اصل میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

❶ بخاري:١٠/ ٤١٨، (٥٩٧٤) عن ابن عمر.

❷ ضياء عن انس، و حسنه الالباني في صحيح الجامع:٣٠٣٢.

❸ طبراني كبير عن ابن عمرو، وصححه الالباني في صحيح الجامع:٣٥٠٧.

❹ بخاري، مسلم، عن انس، صحيح الجامع:٦٢٩١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾ (لقمان:١٤)

''میرا شکریہ ادا کرو اور والدین کا بھی میری طرف ہی لوٹنا ہے۔''

جو والدین سے نیک سلوک کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی اور والدین کا بھی شکر گزار ہوگا اور جو اللہ کا شکریہ ادا کرے گا اسے زیادہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (ابراھیم:٧)

''اور جب تمہارے رب نے یہ اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے میں تمھیں زیادہ دوں گا۔''

بندہ اضافہ وترقی سے اس وقت تک محروم نہ ہوگا جب تک یہ اللہ تعالیٰ اور والدین کا شکر گزر رہے گا اگر ان کا شکر گزار نہ رہے گا تو پھر یہ ترقی اور اضافہ بھی رک جائے گا۔

والدین سے نیکی کبیرہ گناہوں کا کفارہ ہے:

مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں والدین سے نیکی کبیرہ گناہوں کا کفار ہے آدمی ہمیشہ نیکی پر قدرت پاتا رہے گا جب تک اپنے خاندان کے بڑے سے نیکی کرتا رہے گا۔ ❶

حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، میں نے ایک عورت کو پیغام منگنی بھیجا ہے اس نے میرے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کردیا ہے جب کہ میرے علاوہ دوسرے نے جب پیغام بھیجا تو اس عورت نے اسے نکاح کے لیے پسند کرلیا تھا۔ میں نے غیرت میں آکر اس عورت کو قتل کردیا کیا میری توبہ ہوسکتی ہے انھوں نے فرمایا تمہاری ماں زندہ ہیں اس نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو اور جتنی طاقت ہے وہ اس کی قربت والے کام کرو۔

عطاء کہتے ہیں بعد میں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا آپ نے اس آدمی سے اس کی ماں کے زندہ ہونے کا کیوں سوال کیا تھا۔ انھوں نے جواب دیا میرے علم کے مطابق اللہ عزوجل کے زیادہ قریب کرنے والا عمل والدین سے نیکی کرنے سے بڑھ کر اور کوئی نہیں۔ ❷

والدین سے نیکی سے حج وعمرہ کا ثواب:

ایک آدمی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے میں ہجرت اور جہاد پر آپ سے بیعت کرتا ہوں مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب تلاش کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فَهَلْ مِنْ وَّالِدَيْكَ حَيٌّ''

''کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے۔''

انھوں نے کہا ہاں دونوں زندہ ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ سے اجر چاہتے ہو کہا ہاں، فرمایا:

❶ شرح سنه للبغوی:١٣/١٣۔ ❷ الادب المفرد للبخاری۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"فَارْجِعْ اِلٰی وَالِدَیْكَ فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا" ❶

"اپنے والدین کے ہاں واپس جاؤ اور ان کی ہمنشینی اچھی کرو۔"

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں والدین کی عظمت وفضیلت ظاہر ہوتی ہے یہ جہاد سے بھی زیادہ پختہ خدمت ہے۔ ایک آدمی رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آتا ہے اور کہتے ہیں میں جہاد کی خواہش کرتا ہوں لیکن طاقت نہیں، فرمایا والدین سے کوئی ہے کہا میری امی ہے۔فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ان کی نیکی مانگ جب تو یہ کرے گا تو حج اور عمرہ کرنے والا اور مجاہد ہوگا۔ ❷

والدین سے نیکی حسن خاتمہ کی علامت ہے:

قارئین کرام! میرے برادران اسلام! والدین کی اطاعت دراصل اللہ عزوجل کی اطاعت ہی ہے اللہ عزوجل نے یہ عادت جاری رکھی ہے اور اس کریم کا یہ کرم ہے جو کسی چیز پر زندگی گزارتا ہے عموماً اسی پر اسے موت آتی ہے اور جس چیز پر موت آئے گی قیامت کے روز اسی پر اٹھے گا۔ اسی قانون کے مطابق جو والدین کی اطاعت کرتے ہوئے زندگی گزارے گا اسی پر اسے موت آئے گی جو نوجوان اپنے والدین سے حسن سلوک کرتا ہوگا جب موت کی غشی اس پر طاری ہوگی تو لوگ اسے لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں گے تو وہ ان سے بھی کہے گا تم بھی کلمہ پڑھو۔ یہ والدین سے نیکی کا اثر ہوگا۔

والدین سے نیکی مغفرت کا باعث ہے:

قارئین کرام! ایک بدکار عورت نے کتے کو پانی پلایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو معاف کر دیا اور جو اپنے والدین سے نیک سلوک کرے گا تو اس کا انجام کیونکر اچھا نہ ہوگا یہ تو والدین کے سامنے کھانا رکھتا ہے پینے کی چیزیں فراہم کرتا ہے ان سے حسنِ معاملہ رکھتا ہے ان پر رحمت ورقت سے پیش آتا ہے یہ تو بہت زیادہ رحمت الٰہی کا مستحق ہوگا۔

اور رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

" اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی اِرْحَمُوا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْكُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ " ❸

"جو رحم کرنے والے ہیں رحمٰن تبارک وتعالیٰ بھی ان پر رحم کرے گا تم اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔"

کرو مہربانی تم پر اہل زمین پر
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

❶ مسلم عن ابن عمر: ٤/ ١٦٧٥، رقم.

❷ مجمع:٨/ ١٣٨، عن انس ، ابو یعلی،طبرانی،صغیر اور اوسطو رجالهما رجال الصحیح غیر میمون وثقه ابن حبان.

❸ احمد ، ترمذی، عن ابن عمر، صحیح الجامع:٣٥٢٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والدین سے نیکی اعمال کی قبولیت کا باعث ہے:

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ کُرۡہًا وَّ وَضَعَتۡہُ کُرۡہًا ؕ وَ حَمۡلُہٗ وَ فِصٰلُہٗ ثَلٰثُوۡنَ شَہۡرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَ بَلَغَ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَۃً ۙ قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰہُ وَ اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚؕ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَ اِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ نَتَقَبَّلُ عَنۡہُمۡ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَ نَتَجَاوَزُ عَنۡ سَیِّاٰتِہِمۡ فِیۡۤ اَصۡحٰبِ الۡجَنَّۃِ ؕ وَعۡدَ الصِّدۡقِ الَّذِیۡ کَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۶﴾﴾ (الاحقاف:۱۵۔۱۶)

''اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اس کی ماں نے اسے تکلیف سے اٹھایا ہے اور اسے تکلیف سے جنم دیا ہے اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے یہاں تک کہ جب یہ جوانی کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا تو اس نے کہا: اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ اداء کروں جو تو نے میرے اوپر کی ہے اور میرے والدین پر کی ہے یہ کہ میں نیک عمل کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور میری اولاد کی اصلاح کر دے، میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں یہی لوگ ہیں ہم ان کے اچھے عمل قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں یہ جنت والوں میں سے ہیں یہ سچا وعدہ ہے جو وہ وعدہ دیے گئے تھے۔''

اس مقام پر والدین سے نیکی کرنے کی صورت میں اعمال کی قبولیت اور برائیوں سے درگزر کرنے کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

دخول جنت کا باعث:

طیسلہ بن میاس کہتے ہیں میں نے ایسے دلیرانہ اعمال کیے جو میرے خیال کے مطابق کبیرہ گناہ تھے میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا انھوں نے کہا وہ گناہ کون کون سے ہیں یہ سن کر کہا یہ تو کبیرہ گناہ نہیں۔ پھر مجھ سے کہا تم دوزخ سے ڈرتے ہو اور جنت میں داخل ہونا چاہتے ہو میں نے کہا ہاں واللہ! فرمایا کیا والدین زندہ ہیں میں نے کہا میری امی میرے پاس ہیں کہا واللہ! اگر تم ماں سے نرم گفتگو کرو گے اسے کھانا کھلاؤ گے تو ضرور جنت میں جاؤ گے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو۔ ❶

جنت کے دو دروازے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جس مسلمان کے والدین ہوں اور وہ صبح ثواب سمجھ کر ان سے ملے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے دو دروازے کھول دیتے ہیں اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے اگر

---

❶ الادب المفرد، طبری فی تفسیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والدین میں سے ایک بھی ناراض ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک راضی نہیں ہوتے جب تک وہ راضی نہ ہو۔

کہا گیا اگرچہ والدین ظلم ہی کریں، کہا اگرچہ وہ ظلم ہی کریں۔ (1)

والدین کی وفات کے بعد نیکی کرنا:

والدین کی وفات کے بعد بھی ان سے نیکی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا۔

حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میرے والدین کی وفات کے بعد بھی کوئی چیز ایسی ہے کہ میں ان کے ساتھ نیکی کروں فرمایا ہاں چار خصائل باقی ہیں:

۱: والدین کے لیے دعاء کرنا ۲: ان کے لیے استغفار کرنا۔

۳: ان کا عہد و پیمان پورا کرنا۔

۴: اور ان کے دوست کی عزت کرنا اور ان کی طرف سے رشتہ داری کو ملانا۔ (2)

یہ بھی والدین کی وفات کے بعد نیکی ہے میت کا ولی نذر کا دروازہ رکھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"مَنْ مَّاتَ وَ عَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ" (3)

"جو مر گیا اور اس پر روزہ ہو تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے۔"

والدین کی وفات کے بعد یہ بھی نیکی ہے کہ ان کی جانب سے صدقہ کیا جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک آدمی نے کہا کہ میری امی اچانک فوت ہو چکی ہیں وہ وصیت نہیں کر سکیں میرا خیال ہے اگر وہ بات کرتیں تو صدقہ کرتیں اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں تو والدہ کو اجر ملے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تو اس آدمی نے والدہ کی طرف سے صدقہ کیا۔ (4)

اولاد پر لازم ہے کہ والدین کے لیے دعاء و استغفار کثرت سے کرے، اور ان کی طرف سے صدقہ و خیرات کرے اگر اپنا حج کر لیا ہے تو والدین کی طرف سے حج کرے۔ بلکہ اولاد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام کرے یہ بھی والدین سے نیکی ہے کیونکہ ان اطاعت شعاریوں کا اجر اولاد کے لیے بھی لکھا جائے گا اسی طرح والدین کے لیے بھی یہ اجر لکھا جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے لیے جاری رہنے والی نیکی میں سے نیک اولاد بھی

---

(1) بخاری فی الادب المفرد.

(2) ابوداود، كتاب الأدب باب برالوالدين:٥١٤٢، و اسناده ضعيف.

(3) بخاری، مسلم، عن عائشة، صحيح الجامع:٦٥٤٧.

(4) بخاری، مسلم، ابوداود، احمد، عن عائشة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔ [1]

باپ کے دوست سے صلہ رحمی کرنا:

حضرت عبد اللہ بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک دیہاتی آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مکہ کے راستہ میں ملا تو حضرت عبد اللہ نے اسے سلام کہا اور گدھے پر سوار کیا جس پر خود سوار تھے اسے دے دیا پگڑی بھی اسے دی۔ ابن دینار کہتے ہیں ہم نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائیں یہ دیہاتی آدمی ہے انھیں تھوڑا سا عطیہ بھی دیا جائے تو یہ خوش ہو جاتے ہیں آپ نے اتنا بڑا عطیہ دیا ہے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا بات یہ ہے کہ اس دیہاتی کا باپ میرے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا اور میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے ہیں:

"اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ۔"

"سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوست سے صلہ رحمی کرے۔"

ایک روایت میں ہے: سب سے بڑی نیکی ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوست کی اولاد سے ان کی وفات کے بعد صلہ رحمی کرے۔ ایک روایت میں ہے اپنے باپ کی محبت کی حفاظت کرو اسے قطع نہ کرنا، اللہ تعالیٰ تمہارا نور مٹا دے گا۔

ثابت بنانی ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں میں مدینہ منورہ میں آیا۔ میرے پاس حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشریف لائے کہا آپ جانتے ہیں میں آپ کے پاس کیوں آیا ہوں، میں نے کہا نہیں انھوں نے فرمایا میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں جو یہ چاہتا ہے کہ اپنے باپ سے قبر میں صلہ رحمی سے ملے تو اسے اپنے باپ کے بھائیوں سے صلہ رحمی رکھنی چاہیے لہٰذا میرے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تمہارے باپ کے درمیان بھائی چارگی اور محبت تھی میں نے پسند کیا کہ میں اس صلہ رحمی کو زندہ رکھنے کے لیے آپ سے ملنے آیا ہوں۔ [2]

تمہاری ملاقات اور صلہ رحمی والد کے دوستوں کے ساتھ اس کی وفات کے بعد اسی طرح جاری رہنی چاہیے یہ دراصل قبر میں اپنے باپ سے ہی صلہ رحمی ہوگی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائے دلربا سن لیں کہ اپنے باپ کی محبت کی حفاظت کرنا اسے قطع نہ کرنا وگرنہ اللہ تعالیٰ تمہارے نور کو مٹا دے گا۔ [3]

رضی اللہ عن حارثہ و عن سائر الصحابۃ اجمعین

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کند

اسے دونوں جہاں بخش کر تو نے دیوانہ کر دیا جو تیرا دیوانہ ہے وہ دو جہاں کو کیا کرے۔"

---

1. مسلم عن ابی ہریرۃ، صحیح الجامع:۷۹۳۔
2. ابن حبان عن ابن عمر و صححہ الالبانی فی صحیح الجامع:۵۹۶۰۔
3. وبالوالدین احسانا، ص:۳۵، للمصنف۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

34

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی حیاتِ حقیقت افروز

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وہ ذاتِ گرامی ہیں کہ بارگاہِ رسالت سے انھیں یہ اعزاز ملا:

" اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِهِ وَاهْدِبِهِ"

"اے میرے اللہ! اسے ہدایت یافتہ راہنما بنا دے اسے راہِ ہدایت سے ہمکنار کر دے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت سے آشنا کر دے۔

اعتذار:

جب میں یہ کتاب تالیف کر رہا تھا چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بہت زیادہ ہے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ میں اس کتاب میں کرنا چاہتا تھا۔ ان میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے مگر اللہ کی مرضی میں ان کی سیرت پر تحریر بھول گیا تو میں نے بہت ہی تیز رفتاری سے ان کے حالات قلمبند کیے اندیشہ یہ تھا کہ اگر اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ تحریر سے قلمزد ہو گیا تو قارئین کے دلوں میں شکوک وشبہات آ سکتے تھے کہ شاید میں نے قصداً چھوڑ دیا ہے اس لیے میں نے ان کی سیرت کی جھلکیاں خصوصی طور پر لکھی ہیں ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ملا دے اور ہم سب کو حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں اکٹھا فرما دیں اور جوارِ رحمت میں ٹھکانا دے دیں۔ (مؤلف)

حیات کے حالات کا آغاز:

ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارک کا آغاز کرتے ہیں اس یگانۂ روزگار اور جوہر آبدار کے حالات کا تذکرہ کرتے ہیں اپنی روح اور دل سے ان کی یاد میں چند لمحات گزارتے ہیں۔ صدیاں بیت جائیں ایسے فرد تب منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا کرتے ہیں۔

پھرتا ہے فلک برسوں تب خاک کے ذروں سے انسان نکلتا ہے

یہ مومنوں کے ماموں، اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی ان سے ایسا کام لیا کہ ان کی عمر کا جام تمام ہو جائے تو پھر بھی ان کا اجر جاری رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگ ان کی شان میں بے جادر اندازی کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان کی قدر و منزلت کے بارے میں جانتے ہوئے بھی ان کے معاملہ میں زبان درازی کرنے کو اللہ تعالیٰ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی میزان میں نیکیاں بنا دے گا۔

اگر به روز نه بیند شپره چشم
چشمه آفتاب راچه گناه

''اگر دن کو الو کو آفتاب نظر نہیں آتا تو اس میں آفتاب کا کیا قصور ہے۔''

ہمارے اس بطلِ اسلام اور مردِ میدان کا واقعۂ زندگی کوئی معمولی نہیں یہ ان لوگوں میں سے چوٹی کے آدمی ہیں جنھوں نے جو اللہ سے عہد کیا وہ سچا کر دکھایا، ان کی تاریخ جوانمردی اور بزرگی سے بھری پڑی ہے۔ یقیناً حضرت امیر معاویہ اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جیسے بہادروں اور دلیروں کی سیرت کے نقوش دلوں کو صیقل دار بناتے ہیں اور سینوں کو ٹھنڈا کرتے ہیں کیونکہ ہم جس زمانہ سے گزر رہے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زمانہ کو اسلام کی غربت کا دور کہا ہے یہ وہ دور ہے۔ جب ہم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر خیر کرتے ہیں تو دلوں میں شوق ابھرتا ہے کہ کاش حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک لوٹ آئے اور ہم زیادہ تو نہیں صرف ایک دن ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ گزار لیں۔

آیئے ہم زیادہ قرب حاصل کرنے کے لیے اپنے پیارے جانباز حضرت معاویہ بن ابی سفین بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب رضی اللہ عنہما کا ذکر خیر کریں اور ان کی معطر سیرت سے مشامِ جان میں تازگی پیدا کر لیں اور کچھ حالاتِ زندگی سے آشنائی حاصل کریں۔ ان کا لقب ملک الاسلام، کنیت ابو عبدالرحمٰن اور نسبت قرشی، اموی، مکی ہے۔ [1]

ان کی والدہ کا نام گرامی ہند بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا ہے۔ ان کا پیکر یہ تھا دراز قد، سفید رنگ اور حسین وجمیل تھا۔

ان کی والدہ کا احساس کہتا تھا کہ یہ سردار ہوں گے۔

ابان بن عثمان بیان کرتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابھی لڑکے تھے۔ اپنی والدہ ہند کے ساتھ چل رہے تھے یہ پھسل گئے ماں نے کہا اٹھو! تمھیں اللہ بلند نہ کرے ایک دیہاتی دیکھ رہا تھا، اس نے ان کی ماں سے کہا، یہ کیوں کہتی ہو واللہ! میری نگاہ میں یہ اپنی قوم کی سیادت کرنے والا بنے گا ماں نے کہا اگر یہ صرف اپنی قوم کا سردار بنے تو پھر نہ بنے یعنی بہت ساری قوموں کا بنے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ [2]

اسلام کی خنک چھاؤں میں:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے پہلے عمرۂ قضا کے وقت اسلام لے آئے تھے اپنے باپ کے خوف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میل ملاقات نہ کرتے تھے اس لیے اسلام کا اظہار انھوں نے فتح مکہ کے دن کیا۔ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بھی بیان کی ہیں کئی دفعہ تھوڑا بہت آپ کے حکم سے کچھ لکھا بھی ہے۔ نیز اپنی ہمشیرہ

[1] سیر اعلام: ۳/ ۱۱۹۔ [2] ابن عساکر: ۱۶/ ۳۳۹، منقول از سیر: ۳/ ۱۲۱۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث بیان کی ہے۔ ❶

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب صلح حدیبیہ کا سال تھا۔ قریش نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں جانے سے روکا تھا اور پھر آپس میں صلح نامہ طے پا گیا تھا اسی دوران ہی اسلام میرے دل میں گھر کر گیا تھا میں نے ان کا ذکر اپنی امی سے کیا تو انھوں نے کہا باپ کے خلاف کام نہ کرنا یہ سن کر میں نے اپنا اسلام لانا مخفی رکھا۔

واللہ! جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کی تکمیل کے بعد مدینہ کی جانب کوچ کر رہے تھے اس وقت میں ان کی تصدیق کر چکا تھا اور جو قریش نے آپ کو عمرہ نہ کرنے دیا تھا آئندہ سال جب اس عمرہ قضا کے لیے مکہ مکرمہ میں آپ داخل ہوئے تھے میں اس وقت مسلمان کی حیثیت سے تھا میرے والد حضرت ابوسفیان کو علم ہو چکا تھا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں، ایک دن مجھ سے کہنے لگے تمہارا بھائی تم سے بہتر ہے وہ میرے دین پر ہے تم نے یہ کیا ہے میں نے کہا میں خود کو اس بھلائی سے محروم نہیں رکھ سکتا تھا اور میں نے فتح مکہ کے دن اپنے اسلام لانے کا برملا اظہار کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مبارک باد دی اور مجھے فراخدلی سے قبول کیا اور اپنا کاتب وحی بنا لیا۔ ❷

حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع آنگن میں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب اسلام کا اعلان کر دیا اس کے بعد یہ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو کر رہ گئے نورِ ہدایت سے دور طویل عرصہ گزارنے کی وجہ سے اب یہ اس چشمۂ صافی سے سیراب ہوا چاہتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دل کی گہرائیوں سے محبت رکھتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے پیار کرتے تھے ایک دفعہ آپ نے ان کے لیے یہ مبارک دعا کی۔ اے میرے اللہ! انھیں راہنما بنا دے ہدایت دیا گیا کر دے اور ایسی ہدایت دے اور ان کے ذریعہ دوسروں کو ہدایت پہنچا دے۔ ❸

یہ ایک ایسی خوبی ہے ساری دنیا کی دولت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بلکہ ایک دفعہ دعا کی:

"اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَةَ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ" ❹

"اے میرے اللہ! حضرت معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا دے اور اسے عذاب سے بچا۔"

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتے تھے۔ ❺

---

❶ السیر:۳/ ۱۲۰.

❷ السیر:۳/ ۱۲۲، ابن عساکر:۱۶/ ۲۳۰.

❸ ترمذی، ابن عساکر، وصححه الالبانی فی السلسلة الصحیحة:۱۹۶۹.

❹ احمد:۴/ ۱۲۷، و فی اسنادہ الحارث بن زیادہ شامی، و قال الحافظ فی التقریب، لین الحدیث: و باقی رجاله ثقات، قال الذهبی و للحدیث شاهد قوی.

❺ السیر:۳/ ۱۲۳، رجاله ثقات، ارنوؤط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حبیب کبریا ﷺ کی ان کے بارے میں وصیت:

ایک دن حسب عادت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے لیے تحریر کرنے کی لیے سامان اٹھائے آتے ہیں تو رسولِ کرم ﷺ نے اپنا سر اقدس اٹھایا اور کہا اے معاویہ! اگر حکومت کی امارت تمہارے سپرد ہوئی تو اللہ کا ڈر رکھنا اور عدل کرنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رسولِ اکرم ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے ہمیشہ مجھے خیال آتا رہتا تھا کہ میں اس آزمائش میں پڑوں گا۔ آخر امارت کی آزمائش میں مبتلا ہونا ہی پڑا۔ [1]

ان کے حسین ایام حبیبِ کبریا ﷺ کی صحبت میں گزر رہے تھے لیکن ایک ہی حالت ہمیشہ رہے یہ تو محال ہے۔ جب حبیبِ کبریا ﷺ دنیا کو داغ مفارقت دے گئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیچھے ایسے سوگوار چھوڑ گئے کہ یہ آنسوؤں کی جگہ خون کے آنسو روتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی حبیبِ کبریا ﷺ کی وفات پر جدائی کے صدمہ سے اتنے زیادہ غمزدہ ہوئے کہ ان کا کلیجہ پھٹنے لگا تھا۔

امیر شام کی حیثیت سے:

زمانہ گردش کرتا ہوا یہاں تک پہنچا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلافت پر براجمان ہوئے یہ ہر علاقہ میں جہاں تک مملکتِ اسلامیہ تھی بہترین آدمیوں سے تعاون لیتے تھے اور سربراہوں کا انتخاب مکمل باریک بینی اور دور اندیشی سے کرتے تھے تو شام کی ولایت پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انھیں شام پر برقرار رکھا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انھیں امیر مقرر کرتے ہیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی برقرار رکھتے ہیں ایک صوفہ تھا جس پر یہ امیر بیٹھتے تھے جو علاقہ سرحد پر تھا انھوں نے اس پر ضبط رکھا اور بہترین انتظام کیا لوگوں کو اپنی سخاوت اور حلم وسماحت سے خوش رکھا اگرچہ بعض نے ان سے تکلیف محسوس کی وہ نہ ہونے کے برابر ہیں اور وہ خود اچھے لوگ نہ تھے بادشاہ ہو تو ایسا ہی ہو۔

اگرچہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سے افضل تھے بہتر اور صالح تھے لیکن یہ پھر بھی سیادت کرتے ہیں اور عالم اسلام کو عقلِ کمال، بے پناہ حلم و بردباری اور کشادہ دلی، قوت و دانائی اور رائے کی پختگی سے چلاتے ہیں ان کے ایسے ایسے تاریخ ساز کارنامے ہیں اللہ ہی اس کا بدلہ دیں گے اپنی رعایا کے محبوب راہنما تھے شام پر بیس برس امیر رہے اور بیس برس پورے عالم اسلام کے خلیفہ رہے ان کی دولت وسلطنت کی کوئی توہین نہیں کر سکا بلکہ قومیں ان کے سامنے سرنگوں ہوتی ہیں عرب وعجم پر حکمرانی کرتے ہیں ان کی بادشاہت مکہ و مدینہ، مصر، شام، عراق، خراسان فارس، جزیرہ، یمن اور یورپ وغیرہ تک پھیلی ہوئی تھی اتنا وسیع رقبہ تھا مگر کوئی سازش نہیں بلکہ امن ہے۔ [2]

[1] احمد: ٤/ ١٠١، رجاله ثقات اروؤط۔

[2] سیر اعلام: ٣/ ١٣٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں:

بہادروں کی قدرومنزلت بہادر ہی جانتے ہیں اور کائنات میں کوئی آدمی بھی حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بہتر نہیں کیونکہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے اور آپ سے تربیت لی ہے اس لیے ان کی گواہی سب سے اچھی ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں میں نے تمہارے اس امیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ نماز کسی کے پیچھے نہیں پڑھی۔ ❶

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو ناپسند نہ کرو اگر یہ نہ رہے تو تم دیکھو گے سر کندھوں سے اڑا دیئے گئے ہیں یعنی قتل و غارت ہوگی یہ انھوں نے روک رکھی ہے۔ ❷

حضرت کریب جو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مولیٰ ہیں بیان کرتے ہیں، کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر ایک رکعت وتر پڑھے۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بتایا کہ حضرت معاویہ نے صرف ایک ہی وتر پڑا ہے تو انھوں نے فرمایا: اے بیٹے! انھوں نے درست کیا ہے حضرت معاویہ سے بڑا عالم ہم میں سے کوئی بھی نہیں وتر ایک پانچ سات، یا اس سے بھی زیادہ ہیں، کم از کم ایک ہے۔" ❸

اللہ کی راہ میں خرچ:

سعید بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قرض کے جوان پر تھا اٹھارہ ہزار دینار اداء کیے تھے۔

حضرت عروہ بیان کرتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، واللہ! شام تک انھوں نے سارا غرباء میں تقسیم کر دیا۔ ❹

اللہ کی راہ میں جہاد:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قیساریہ ۱۹ ہجری میں فتح ہوا تھا۔ اس کو فتح کرنے والے لشکر کے امیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ❺

زید بن عبیدہ بیان کرتے ہیں۔ قبرص پر ۲۵ ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چڑھائی کی اور اسے فتح کیا۔ ❻

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جب فتنہ نے سر اٹھایا اور ان کے درمیان حادثہ رونما ہوا حالانکہ

---

❶ سیر:۳/ ۱۳۵، رجالہ ثقات، ارناء وط۔
❷ تاریخ اسلام:۲/ ۳۷۸۔
❸ سیر:۳/ ۱۵۲، رجالہ ثقات، ارناء ؤط۔
❹ سیر:۳/ ۱۵٤۔
❺ تاریخ دمشق لابی زرعہ:۱/ ۱۷۹۔
❻ تاریخ دمشق:۱/ ۱۸٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارادہ دونوں کا اللہ کی رضا مندی اور آخرت کے گھر کی فکر کا تھا لیکن بعض نے راہِ صواب اختیار کی بعض سے خطا سر زد ہوئی۔ مجتہد جب درست کرے تو دو اجر پاتا ہے اگر خطا کرے تو ایک اجر کا مستحق قرار پاتا ہے۔

ہمارا یقین و اعتقاد ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل اور سچے ہیں۔ یہ دنیا اور اس کی فانی زینت کے دلدادہ نہ تھے اور نہ ہی دنیا کے ردی سامان کا انھیں کوئی طمع تھا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا ایمان افروز تبصرہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلوم ترین شہادت کے بعد جو کچھ حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان رونما ہوا یہ اجتہادی معاملہ اور رائے کا مسئلہ تھا جس کی وجہ سے ان کے درمیان عظیم جنگ برپا ہوئی حق وصواب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا سلف وخلف کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس بارے میں معذور ہیں۔

احادیث دونوں فریق کے مسلمان ہونے پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے ایک جماعت مسلمانوں کے ایک گروہ پر خروج کرے گی اسے وہ جماعت قتل کرے گی جو حق کے نزدیک تر ہے یہ خروج کرنے والے اور جماعت سے نکلنے والے خارجی تھے جنھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو ۴۱ ہجری میں خلافت پر مستقل طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ براجمان ہوئے ہر سال میں دو مرتبہ یہ رومیوں کے خلاف جنگ کرتے تھے ایک گرمیوں میں دوسری سردیوں میں اور حج کے لیے امیر مقرر کرتے جو لوگوں کو حج کراتا خود مصروف پیکار رہے۔

۵۰ ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا ان کے بیٹے یزید نے ۵۱ ہجری میں حج کیا۔ اسی سال ۵۱ میں یا اس کے بعد والے ۵۲ میں حضرت معاویہ نے یزید کو روم کے علاقے میں ان کے خلاف جنگ کے لیے بھیجا وہ چلا اس کے ساتھ بہت سارے لوگ تھے اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس کے ساتھ تھے اس نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا اور صحیح حدیث سے ثابت ہے یہ سب سے پہلا لشکر تھا جس نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی گئی۔ [1]

امام ذہبی رحمہ اللہ کا زریں تبصرہ:

ہم اس دور میں جس میں حق نکھر کر سامنے آ گیا ہے ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عافیت میں رکھنے پر اس کے شکر گزار ہیں اور دونوں جانب واضح ہوگئی ہیں کہ ہم دونوں گروہوں کے دلائل حاصل کر سکتے ہیں ہم علی وجہ البصیرت حقیقت تک رسائی رکھتے ہیں۔

ہم معذور کو معذور سمجھتے ہیں اور اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور میانہ روی پسند کرتے ہیں اور ہم باغیوں کے لیے بھی رحمت کی دعا کرتے ہیں ان کے موقف کی اچھی سے اچھی تفسیر کرتے ہیں اور ان شاء اللہ امید رکھتے ہیں ان کی خطا بخشی جائے گی اور ہم وہی دعا پڑھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائی ہے۔

---

[1] البداية والنهاية :٥/ ٦٢٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾

(الحشر:۱۰)

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کے لیے کینہ نہ پیدا کرنا۔''

اور ہم انھیں بھی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو دونوں فریق سے علیحدہ رہے نہ حضرت علی کا ساتھ دیا نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کا ساتھ دیا جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہما محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور بھی لوگ ہیں اور ہم ان خارجیوں سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں جنھوں نے خروج کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کی اور دونوں فریق حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو کافر قرار دیا ہے یہ دوزخ کے کتے ہیں یہ دین سے باہر چلے گئے اس کے باوجود ہم انھیں ابدی دوزخی نہیں قرار دیتے جس طرح کہ بتوں کے پجاری اور صلیب کے پرستار ہمیشہ دوزخی ہیں۔ ❶

مزید وضاحت میں لکھتے ہیں: ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم زبان روک لیں صحابہ کرام کے لیے استغفار کریں جو ان کا آپس میں اختلاف ہے ہم اس کے پابند نہ ہوں اور ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے ہیں۔ ❷

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہترین بادشاہ ہیں جن کا عدل ان کے ظلم پر غالب ہے بشری کمزوریوں سے وہ پاک نہ تھے جو کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا ہے۔ ❸

سفر آخرت:

کتنی بہاریں آ کے خزاں میں بدل گئیں

وقت گزرتا رہا آخر وہ لمحہ بھی آ گیا جو اٹل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر دراز ہوتے ہیں۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اپنا رخسار زمین پر رکھتے ہیں پھر چہرہ پلٹتے ہیں اور دوسرا رخسار رکھتے ہیں اور روتے ہوئے کہتے ہیں۔ اے میرے اللہ! تو نے اپنی کتاب میں کہا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ شرک نہیں بخشتا اس کے سوا جس کو چاہے بخشے۔'' (النساء: ۴۸)

اے میرے اللہ مجھے ان میں سے کر دینا جنھیں تو بخشنا چاہتا ہے۔ ❹

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت حاضر ہوا تو کہا میں صنعاء پر

❶ سیر اعلام :۳/ ۱۲۸۔ ❷ سیر :۳/ ۳۹۔
❸ سیر:۳/ ۱۵۹۔ ❹ البداية والنهاية:۵/ ٦٤٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ تھا میں نے قینچی منگوائی آپ کے بال کاٹے وہ اب فلاں جگہ ہیں جب میں فوت ہو جاؤں تو وہ بال لینا اور میرے منہ پر رکھ دینا اور میرے نتھنے پر رکھ دینا۔ ❶

عبدالاعلیٰ بن میمون بن مہران اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی۔ میں رسولِ اکرم ﷺ کو وضوء کراتا تھا۔ آپ نے اپنی قمیض مبارک اتاری اور مجھے پہنا دی میں نے اسے اٹھا لیا اور سنبھال لیا اور آپ کے ناخنوں مبارک کے تراشے زائد ہے بھی میں نے چھپا رکھے ہیں۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے وہ قمیض زیب تن کرانا اور ناخن مبارک میری آنکھوں پر رکھنا امید ہے ان کی برکت سے میرا اللہ مجھ پر رحم کرے گا۔ ❷

ابوعمرو بن علاء بیان کرتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ان سے کہا گیا تم وصیت کرو، کہا: اے میرے اللہ میری لغزشیں کم کر دے اور میری پھسلن معاف کر دے اور میری نادانیوں سے اپنے حلم کے ساتھ درگزر کر، میں ایسا نادان ہوں تیرے سوا کسی پر امید کی نظر نہیں جو تیرے علاوہ ہے سب ختم ہونے والا ہے فقط تو باقی ہے۔

رہے نام اللہ کا

اور کہا:

هُوَ الْمَوْتُ لَا مَنْجٰى مِنَ الْمَوْتِ وَالَّذِيْ
نُحَاذِرُ بَعْدَ الْمَوْتِ اَدْهٰى وَ أَفْظَعُ ❸

”آہ یہ موت ہے موت سے رستگاری نہیں اور وہ چیز جو موت کے بعد پیش آنے والی ہے جس سے ہم ڈرتے ہیں وہ بڑی ہی بھیانک اور گھبراہٹ افزا ہے۔“

جانے والے زمانہ تجھے یاد کرے گا صدیوں

رضی اللّٰہ عنہ و ارضاہ و جمعنا بہ فی جنتہٖ و دار کرامتہ انہ ولی ذالك والقادر علی

رضی اللّٰہ عنہ و عن سائر الصحابة

یعنی اللہ تعالیٰ ہمارا حشر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرے۔

---

❶ رجالہ ثقات سوائے علی بن عاصم واسطی کے یہ خطا پر اصرار کرتا ہے۔ باقی بال کاٹنا تو بخاری: ۳/ ۴۴۸، مسلم: ۱۲۴۶، میں بھی آتا ہے۔

❷ تاریخ اسلام: ۲/ ۳۲۳، انساب الاشراف: ۴/ ۱۵۲.

❸ سیر: ۳/ ۱۶۵.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

35

حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ کی زیست راست کا تذکرہ

اس اسلام کے سپوت کے متعلق رسولِ اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"اِنَّ لَهٗ لَاَجْرَیْنِ اِنَّهٗ لَجَاهِدٌ مُّجَاهِدٌ قَلَّ عَرَبِیٌّ مَشٰی بِهٖ مِثْلَهٗ"

"انھیں دو اجر نصیب ہوں گے یہ محنت پرور اور مجاہد ہیں کم کوئی عرب ایسا ہوگا جو اس دھرتی پر چل رہا ہے جو ان کی مثل ہو۔"

ان کا مکمل حسب نسب یہ ہے عامر بن سنان بن عبداللہ بن بشیر اسلمی المعروف ابن اکوع جو حضرت سلمہ بن عمرو بن اکوع رضی اللہ عنہ کے چچا تھے اکوع کا اصل نام سنان تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک قول ہے کہ یہ سنان ان کے بھائی ہیں تو پھر مطابقت اس طرح ہوگی کہ رضاعت کا یہ رشتہ ہوگا وگرنہ بھائی نہیں قرار پاتے۔ [1]

یہ مسلمان ہوئے اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ان کا دل لبریز تھا۔ یہ اتنے پاکیزہ صفت تھے حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سات آسمانوں کے اوپر سے ان کی طہارت کا اعلان آیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے غیرت کی شہادت دی اور ان کے اجر کے کئی گنا بڑھنے کی بشارت دی اور حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی بدولت رحمت و مغفرت حاصل ہوئی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ میں کسی کے لیے استغفار کرتے تو اسے اللہ کی راہ میں شہادت حاصل ہوتی تھی۔

سلامتی کی دعاء:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اسلم قبیلہ کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور غفار قبیلہ کو اللہ تعالیٰ بخشے اور فرمایا یہ میں نہیں کہہ رہا۔ بلکہ عزوجل نے کہا ہے۔ (بخاری، مسلم)

ہمارا آج کا شاہسوار جس کی حیاتِ درخشاں کی جھلک دیکھنے کے لیے ہم بے تاب ہیں اور جو ہماری آج کی گفتگو کا مہمان ہے وہ اسلم قبیلہ ہی کا ایک فرزند ہے یہ وہی قبیلہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کا پسندیدہ قبیلہ ہے وجہ یہ ہے اس قبیلہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف معرکہ آرائی نہ کی تھی ادھر آپ نے دعوت دی ادھر یہ سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے آ گئے

[1] اصابہ: ۳/ ۴۷۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس قبیلہ نے دنیائے صحابہ میں بہت سارے افراد جو شاہسواری اور بہادری کے آسمان کے چمکتے ستارے تھے پیدا کیے ان میں سے سرفہرست۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں ان کے علاوہ بھی فرزند ہیں جن کے فضائل کی خوشبو سے ایک دنیا معطر ہو رہی ہے صدیاں بیت جانے کے باوجود ان کے عمدہ کارکردگی کا گلشن اب بھی تروتازہ اور عنبر ریز ہے۔ ہمارے یہ شاہسوار حضرت عامر رضی اللہ عنہ ایک ایسے مردِ میدان ہیں جنھیں جسمانی کشادگی اور آواز کی دلکشی میں اللہ تعالیٰ نے وافر حصہ دے رکھا تھا۔ ان کو اللہ نے حسنِ صوت سے نوازا تھا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کو چلانے کے لیے رجز خوانی کرتے تھے اور حدی خوان تھے اور لوگ بھی تھے حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری اور حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت انجشہ وغیرہ بھی تھے۔ رضی اللہ عنہم۔ انہی میں یہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ [1]

ابدی کامیابی کا حصول:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی جانب روانہ ہوئے ہم ایک رات محو سفر رہے۔ لوگوں میں سے ایک آدمی نے حضرت عامر سے کہا اے عامر! ہمیں کوئی اپنے اشعار ہی سناؤ۔ عامر شاعر آدمی تھے نیچے اترے اور لوگوں کے لیے حدی خوانی کرنے لگے، کہا:

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا
وَ لَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّیْنَا

"اے میرے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو نہ ہم ہدایت پاتے اور نہ ہی صدقہ کرتے اور نہ ہی نماز پڑھتے۔"

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَّكَ مَا اتَّقَیْنَا
وَ ثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَا قَیْنَا

"بخش دے جو ہم تیرے لیے قربان ہوں اور ہم تقویٰ اختیار کریں اور اگر دشمن سے ہماری ملاقات ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔"

وَ اَلْقِیَنْ سَکِیْنَةً عَلَیْنَا
اِنَّا اِذَا صِیْحَ بِنَا اَبَیْنَا

"اور ہمارے اوپر سکینت نازل فرما، یقیناً جب ہمیں پکارا جاتا ہے تو بھاگنے سے انکار کرتے ہیں۔"

وَ بِالصَّبَاحِ عَوَّلُوْا عَلَیْنَا

"اور صبح دم انھوں نے ہمارے اوپر چیخ چنگاڑ کی ہے۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سواریوں کو حدی خوانی سے ہانکنے والا کون ہے۔ لوگوں نے کہا یہ عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ

[1] فرسان من عصر النبوة:۷۱۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"یَرْحَمُهُ اللّٰهُ۔" "اللہ اس پر رحم کرے۔"

ایک آدمی نے کہا۔ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے شہادت واجب ہوگئی کاش! کہ آپ ہمیں ان سے مزید فائدہ اٹھانے دیتے۔ ہم خیبر میں آئے تو ہم نے ان کا محاصرہ کیا ہمیں سخت بھوک لگی، تاہم اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح دی، جب شام ہوئی تو بہت زیادہ آگ جل رہی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اتنی زیادہ آگ کیوں روشن ہے اور کیا پکا رہے ہیں لوگوں نے بتایا، گوشت پکا رہے ہیں۔ فرمایا کون سا گوشت کہا۔ گھریلو گدھوں کا گوشت ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ گرا دو اور ہنڈیاں توڑ دو ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم گوشت انڈیل دیں اور ہنڈیاں دھولیں یہ کافی ہے آپ نے فرمایا چلو یہ کرلو۔ جب لوگ صف آراء ہوئے تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی تلوار چھوٹی تھی یہ اسے ایک یہودی کے پاؤں پر چلانے لگے تو اس تلوار کی دھار حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے کی آنکھ پر لگی جس سے ان کی وفات واقع ہوئی۔ جب لوگ فارغ ہو کر واپس آئے تو سلمہ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا، کہا سلمہ! کیا ہے خاموش اور رنجیدہ سے ہو، میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں لوگ کہہ رہے ہیں کہ عامر کے اعمال اکارت گئے کہ اس نے خود کو مار دیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یہ کہا وہ غلط کہہ رہا ہے اس کے لیے تو دوہرا اجر ہے آپ نے اپنی دو انگلیاں مبارک آپس میں ملاتے ہوئے کہا وہ تو دین کے لیے کوشاں تھا اور مجاہد تھا کم ہی عرب کا باشندہ ایسا ہوگا جو زمین پر چلتا ہو اور اس کی مثل ہو۔ ❶

دوسری روایت میں یہ وضاحت ہے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اس میں ان اشعار کا ذکر ہے جو اوپر درج ہوئے ہیں اور جو یہ کہا تھا اس سے فائدہ اٹھانے دیتے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔ اضافہ یہ ہے کہ

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم خیبر میں آئے تو ان کا بادشاہ مرحب اپنی تلوار لہراتے ہوئے نمودار ہوا اور کہا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ مَرْحَبُ
شَاكِيْ السَّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبُ

"خیبر کو علم ہے کہ میں مرحب ہوں، جو ہتھیار بند ہوں اور تجربہ کار بہادر ہوں۔"

اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

"جب جنگیں سینہ تان کر آتی ہیں تو میں شعلہ جوالہ بن جاتا ہوں۔"

اس کے مقابلہ کے لیے میرے چچا حضرت عامر رضی اللہ عنہ آتے ہیں اور کہتے ہیں:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ عَامِرُ
شَاكِيْ السَّلَاحِ بَطَلٌ مُّغَامِرُ

❶ بخاری: ٤١٩٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''خیبر جانتا ہے میں عامر ہوں ہتھیار بند ہوں ایسا بہادر ہوں جو دشمن پر چھا جاتا ہوں۔''

پھر دونوں مقابلہ آراء ہوئے مرحب کی تلوار حضرت عامر کی ڈھال پر لگتی ہے اور عامر تلوار کا وار دشمن پر نیچے سے کرتے ہیں جو انھیں خود ہی لگ جاتا ہے بڑی رگ کٹ گئی اس سے شہید ہو گئے۔

اب رسولِ اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام میں سے کچھ لوگ کہنے لگے حضرت عامر کے اعمال ضائع ہو گئے اس وقت رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا انھیں دو اجر حاصل ہوئے ہیں۔ (1)

واہ، کس قدر منقبت اور فضیلت ہے کہ حبیب کبریاء ﷺ ان کی شہادت پر مہر ثبت کر رہے ہیں کائنات کے تمام اعزازات اس پر قربان ہو سکتے ہیں۔

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

عربی کتاب کا پہلا جزء ختم ہوا۔ اس سے آگے دوسرے جزء کا آغاز ہوتا ہے۔

---

(1) مسلم: ۱۸۰۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

36

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کی ایمان افروز زندگی

یہ وہ پیکرِ سعادت ہیں، فرشتوں نے جنھیں پروں سے ڈھانپ لیا تھا اور ان سے ان کے رب نے بلا حجاب گفتگو کی۔ مبارک ہے ان خوش نصیبوں کو جن کی آنکھوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی صاحبِ برکات جماعت کے دیدار کا سرمہ ہے یہ ایک ایسا معاشرہ تھا زمانہ بیت جائے ان کی مثال پیدا نہیں ہوگی۔ اس معاشرہ کے افراد مسلمان ہوئے اور انھوں نے اللہ جل وعلا کے سامنے ایسا سرِتسلیم خم کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ساری کائنات مسخر کردی، جن وانس، فرشتے جانور، پتھر درخت ہر چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زیر اثر کردی آیئے ہم درج ذیل سطور میں انہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چند لمحات گزاریں یہ صحابی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد تھے۔ عقبہ کی رات بیعت کی اور ان کے نقیب تھے۔ معرکۂ بدر میں حاضر تھے اور احد کے دن شہید ہوئے۔

جب ان کے نصیب جاگ اٹھے:

انسان نہیں جانتا اسے اللہ کی طرف سے کب ہدایت مل جائے اور نہ ہی اسے علم ہے کیسے ہدایت آجائے لیکن بندوں کے دل، رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جیسے چاہے انھیں پلٹتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ اپنے دوست حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر صنم پرستی میں اپنا وقت صرف کرتے تھے مدینہ منورہ سے حجاج کا ایک گروہ مکہ سے آتا ہے جو مسلمان ہو چکا تھا اور حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ عظیم دین جو مکارم اخلاق، اچھے آداب اور صلہ رحمی بتاتے تھے لوگوں سے ان کا تذکرہ سنتے رہتے تھے لیکن حضرت عبداللہ نہ تو ادھر مصروف ہوتے تھے نہ ہی توجہ کرتے تھے۔

مکمل ایک برس گزرنے کے بعد مدینہ والوں سے بارہ آدمی آتے ہیں جو کہ اس سے پہلے اسلام کا اعلان کر چکے تھے، مدینہ میں سب سے پہلے سفیر اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو کہ نہایت ہی زیرک داعی تھے ان کی معیت میں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے یہ ایک ایسے داعی الی اللہ تھے جو نہایت ہی حکمت آموزی، خوبصورت نصیحت اور دلسوزی کے ساتھ اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہے تھے۔ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دلوں کے دریچے وا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عقولِ انسانی کو نور افزا اور ان کے سینوں کو کشادہ کر رہا تھا۔

مدینہ کے اشراف میں سے کافی سربرآوردہ لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں نوجوانوں کی ایک کھیپ بھی اسلام کی چھاؤں میں سانس لے رہی تھی انہی جوانانِ رعنا میں سے ایک حضرت عبد اللہ کے بیٹے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ دن گزر رہے ہیں زمانہ اپنی رفتار پہ رواں دواں ہے مگر ابھی تک حضرت عبداللہ بن عمرو کا سینہ اسلام قبول کرنے کو تیار نہیں۔ موسم حج قریب آتا ہے مدینہ کے مسلمان بیعت کے ارادہ سے حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ مکرمہ میں آتے ہیں یہ عقبہ ثانیہ کی بیعت کے نام سے مشہور ہے حضرت عبداللہ بھی جاتے ہیں دنیا و آخرت کی سعادت ان پر نچھاور ہو رہی تھی یہ بھی مدینہ کے حجاج کے ساتھ مکہ روانہ ہوتے ہیں مگر ابھی تک مسلمان نہ تھے۔

آہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو کیا علم تھا کہ ابھی چند گھڑیوں بعد وہ تاریخ کی شاہراہ کی ایک عظیم دہلیز پر پاؤں رکھنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں اپنی راہ میں شہادت کے منصب پر فائز المرام کرنے والے ہیں اور اس اہم نعمت سے نوازنے والے ہیں اس سب سے بڑھ کر یہ اعزاز دینے والے ہیں کہ شہادت کے بعد فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایۂ افگن ہوں گے تو کبھی اتنی تاخیر نہ کرتے اور یہ تمام مناقب و فضائل اس مرتبت و منقبت کی عظمت پر قربان ہو سکتے ہیں بلکہ شرمندہ و سرافگندہ نظر آتے ہیں اور مارے خجالت کے منہ چھپاتے پھرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے بغیر کسی حجاب کے بات کریں گے۔

اسلام لانے کا واقعہ ایمان افزا:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ کے ایمان لانے کا قصہ حقیقت حصہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔ ہم حج کے لیے روانہ ہوئے ایام تشریق جو کہ بڑی عید کے دن کے بعد ہیں ان میں سے درمیانے دن میں ہم نے آپ سے عقبہ پر ملنے کا وعدہ کیا جب ہم حج سے فارغ ہوئے اور وہ رات آئی جس میں ہم نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ ہمارے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی تھے۔ جو ہمارے سیدوں اور اشراف میں سے تھے یہ بھی ہمارے ساتھ تھے ہم نے انھیں بھی اپنے ساتھ لے لیا ہم اپنی مشرک قوم سے اپنی اس ملاقات کے معاملہ کو چھپا رہے تھے ہم نے کہا: اے ابو جابر! آپ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے اشراف میں سے ایک شریف ہیں ہمیں یہ بات گوارا نہیں کہ آپ کل آگ کا ایندھن بنیں اور ہم نے انھیں اسلام کی دعوت پیش کر دی اور ہم نے انھیں یہ بھی بتا دیا کہ ہم نے عقبہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا وعدہ کر رکھا ہے یہ سن کر یہ بھی مسلمان ہو گئے اور ہمارے ساتھ عقبہ میں حاضر ہوئے اور یہ ہمارے سردار اور نمائندہ مقرر ہوئے۔ [1]

اب حضرت عبداللہ اور ان کے بیٹے حضرت جابر رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ میں واپس لوٹ رہے تھے اور یہ وہ سعادت اٹھائے

[1] سیرت ابن هشام: ۲/ ۵۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے تھے کہ ساری کائنات کی سعادتیں اس میں سمٹ آئی تھیں۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہما اب تاریخ کے روشن باب میں داخل ہو چکے تھے۔ یہ بیعت عقبہ میں شرکت کے بعد واپس مدینہ منورہ میں لوٹے تھے انھوں نے اپنی جان مال، اور اہل وعیال اللہ کی راہ میں اور خدمتِ اسلام میں وقف کر دیے تھے ان کے اعمال و کردار کی خوشبو مہکار پیدا کرنے لگی۔ ایک لمحہ بھر بھی دعوت الی الحق سے نہ رکتے تھے اور اپنے دوست حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو بھی بت پرستی سر سے پھینکنے کی دعوت دی اور جب حضرت عمرو اسلام لائے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تو خوشی سے اڑنے لگے۔ [1]

حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شوق دلدار:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار دلدار کے لیے والہانہ طور پر مشتاق تھے۔ آپ کو دوبارہ دیکھنے کے آرزو مند تھے اور یہ تمنا تھی بس آپ ہی کا ہو کر رہ جاؤں۔ جب حق جل وعلا نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی جانب ہجرت کی اجازت دی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس سے بہت زیادہ خوش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے باہر نکلے ان کے قدم گویا ہوا کے کندھے پر تھے۔ اتنی تیز رفتاری تھی۔

حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم جب یثرب (مدینہ) پہنچتے ہیں تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ ہی کے ہو کر رہ گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت، علم اور اخلاق کی گھاٹ سے سیراب ہوتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے لیے روانہ ہوتے ہیں تو یہ سب سے آگے آگے جانے والوں میں شامل ہیں ان کا ارادہ وعزم تھا کہ عمر کے پہلے حصہ میں جو کوتاہی کی ہے اس کی تلافی ہو جائے یہ پوری تندہی سے ہر وہ کام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قربت کا باعث ہو اور یہ اس کے لیے اپنی جان مال اور اولاد سب کچھ اللہ عزوجل کی نذر کر دیتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں جذبہ جہاد:

جب غزوۂ بدر میں معرکہ آرائی اپنے جوبن پر آتی ہے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس ذوق وجذبہ سے لڑتے ہیں اور ان لوگوں کی مانند پر جوش تھے جو شہادت کے طلبگار اور جنت کے مشتاق تھے۔ یہ غزوہ انجام کو پہنچا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ صحیح وسالم واپس لوٹتے ہیں۔

آخری وصیت بیٹا بہنوں کا خیال رکھنا:

غزوۂ احد کا موقع آتا ہے معرکہ بدر میں شکست فاش اٹھانے کی وجہ سے مکہ کے باسی مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب کی آگ میں جل رہے تھے اور اس معرکہ میں ان کے سردار و اشراف قتل ہو چکے تھے۔ بدلہ لینے اور انتقام کے جذبات شعلہ جوالہ بن کر ان کے سینوں میں جوش مار رہے تھے۔ اپنے مقتولوں پر قریش نے رونے سے بھی اپنے ساتھیوں کو روک رکھا تھا اور انھوں نے یہ بھی پابندی لگائی تھی کہ قیدیوں کے فدیہ دینے میں جلدی نہ کی جائے تاکہ

[1] رجال مبشرون بالجنة، ص:٥١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو ہمارے غم اور پریشانی کا اندازہ نہ ہوجائے۔

غزوۂ بدر کے بعد قریش نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ مسلمانوں کے خلاف ایک ایسی جنگِ عام کی جائے جس سے ان کے غصہ کی آگ ٹھنڈی ہو اور ان کے کینہ کی پیاس بجھے، اس معرکہ میں سرگرم ہونے کے لیے وہ غور وخوض کرنے لگے اور مستعد ہو گئے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے یا ان کے خلاف میدان میں نکلیں۔ خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے یہ تھی کہ مدینہ سے باہر نہ نکلیں یہیں محفوظ ہو کر لڑیں، اگر قریش مدینہ میں اندر آ کر لڑیں گے تو مسلمان گلیوں کے موڑوں پر ان سے لڑیں گے اور عورتیں گھروں کے اوپر سے پتھر برسائیں گی آپ کی اس رائے کو عبداللہ بن ابی نے بھی پسند کیا اور اس کی تائید کی اور رائے بھی یہی بہتر تھی۔ لیکن فضلائے صحابہ رضی اللہ عنہم کی وہ جماعت جو بدر کے دن جنگ کے لیے نکلنے سے محروم رہ گئے تھے۔ انھوں نے جلد بازی کی اور میدان میں نکلنے کا مشورہ دیا اور اس پر اصرار بھی کیا۔ ❶

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا ہے گویا کہ میں نے مضبوط زرہ پہنی ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ ایک گائے ذبح کی گئی ہے میں اس کی تعبیر یہ کرتا ہوں مضبوط زرہ سے مراد مدینہ منورہ ہے اور گائے جو ذبح ہوئی ہے یہ بہتری ہے اور صحابۂ کرام سے کہا میری خواہش یہی تھی کہ ہم مدینہ میں ہی قیام رکھتے اگر وہ ہمارے پاس داخل ہوتے تو ہم ان سے لڑتے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! واللہ! وہ ہمارے مدینہ میں کبھی جاہلیت میں داخل ہونے کی ہمت نہ پاتے تھے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اسلام آشنا ہو چکے ہیں اور وہ یہاں آنے کی جرأت کریں یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے پھر جیسے تمہاری مرضی ہے اور زرہ پہن لی اور میدانِ احد کی جانب روانہ ہو گئے۔ انصار نے کہا: افسوس ہے ہم نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کو قبول نہیں کیا یہ غلط ہوا ہے اب وہ آتے ہیں اور عرض کی اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جیسے آپ کی مرضی۔ فرمایا نبی جب ہتھیار پہن لے تو پھر لڑے بغیر اتارا نہیں کرتا۔ اب میدان میں ہی رن پڑے گا۔ ❷

مسلمان قریش سے لڑنے کے لیے روانہ ہوتے ہیں اس غزوہ میں اللہ کی راہ میں شہادت پانے والوں میں سے سر برآوردہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ گویا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھانپ گئے تھے کہ اس میں کام آئیں گے اس آپ نے اپنے ذمہ جو قرض تھا بیٹے جابر کو بلا کر اس کی ادائیگی کے لیے کہا۔ اور وصیت کر دی کہ اسے ضروری میرے سر سے اتارنا۔

---

❶ زاد المعاد:٣/ ١٩٢.

❷ احمد:٣/ ٣٥١، وله شاهد عن ابن عباس۔ رواه الحاكم:٢/ ١٢٩ و قال هذا حديث صحيح الاسناد و افقه الذهبي والالباني.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے قرض کا بندوبست کر دیا:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں سے مال ادھار لیتا ہے اور اس کا ارادہ اسے واپس کرنے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کے اسباب پیدا کر دیتے ہیں اور اگر اسے تلف کرنے کے ارادہ سے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اِسے تلف کر دیں گے۔ [1]

حضرت عبداللہ عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ اپنی شہادت سے ایک رات پہلے اپنے بیٹے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بلاتے ہیں اور قرض کی ادائیگی کے متعلق اپنی فکر مندی ظاہر کرتے ہیں تو دیکھئے اللہ تعالیٰ غیب سے مدد فرماتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ خود ہی بیان کرتے ہیں جب احد کی جنگ کا وقت ہوا تو مجھے میرے ابا جان نے رات کو بلایا اور کہا مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے پہلے شہداء میں سے ہوں گا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ تم مجھے عزیز ہو اور میں مقروض ہوں میرا قرض ادا کرنا اور بہنوں سے حسنِ سلوک کرنا ان کا خیال رکھنا۔ جب صبح ہوئی تو میرے ابا جان ہی سب سے پہلے شہید ہونے والوں میں سے تھے اور ان کے ساتھ قبر میں ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ بھی دفن ہوئے تھے مگر میری طبیعت خوش نہ تھی کہ دوسرا آدمی ساتھ ہو میں نے چھ ماہ کے بعد والد صاحب کو قبر سے نکالا تو وہ ایسے تازہ تھے جیسے ابھی رکھے ہیں صرف کان میں معمولی تبدیلی آئی تھی۔ [2]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ نے قرض چھوڑا ہے میرے پاس گنجائش نہیں کہ اسے پورا کر سکوں، صرف کھجوریں ہیں اگر میں سب کچھ بھی دے دوں تب بھی ان کا قرض کئی برس میں ادا نہ ہو گا اور میرے پاس مال نہیں بچے گا جو میں بہنوں پر خرچ کر سکوں، بس یہی مال ہے جو ان پر خرچ کرنا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے ہیں اور میرے ساتھ کھجوروں کے ڈھیر کی طرف بڑھتے ہیں اور مجھے کہا بلاؤ اپنے باپ کے قرض خواہوں کو میں نے انھیں بلایا آپ انھیں ماپ ماپ کر دینے لگے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کا قرض ادا کر دیا اور فقط ایک سال کے پھل سے ہی ادا ہو گیا اور جب میں نے ڈھیر کی طرف دیکھا تو وہ جوں کا توں تھا گویا کہ ایک کھجور کا دانہ بھی اس سے کم نہ ہوا تھا۔ [3]

منافقوں کی ضرورت نہیں اللہ اپنے نبی کو کافی ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ سے احد کے لیے چل رہے تھے تو عبداللہ بن ابی بن سلول جو منافقوں کا سرغنہ تھا۔ لشکر کا تہائی حصہ ساتھ لے کر علیحدہ ہو گیا اور یہ کہتے ہوئے واپس لوٹ گیا مشرکوں سے مڈبھیڑ کرنے اور لڑنے کے لیے چونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑوں کی رائے کے مطابق عمل نہیں کیا آپ نے صرف لونڈوں کی بات مانی ہے اور میری بات

---

1. بخاری، احمد ابن ماجه عن ابی هريرة ،صحيح الجامع: ۵۹۸۰.
2. بخاری:۱۳۵۱.
3. طبقات:۳۔۲/ ۱۰۷، احمد:۳/ ۳۶۰، اصلها فی البخاری.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تسلیم نہیں کی گئی لوگو! ہمیں بتاؤ ہم جانیں کیوں گنوائیں اس کے اس طرز عمل کی پیروی میں نفاق والے اور ڈھل مل یقین والے اس کی قوم کے لوگ بھی واپس چلے گئے۔ یہ لوگ گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے گئے اور کہا اے میری قوم! میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں تم اپنے بھائیوں اور اپنے نبی کو بے یارو مددگار نہ چھوڑو اور دشمن کی موجودگی میں تو ایسا نہ کرو۔ انھوں نے کہا: اگر ہم جانتے کہ تم لڑائی کرو گے ہم تمھیں دشمن کے حوالہ نہ کرتے ہمیں تو یقین ہے لڑائی نہیں ہوگی۔ جب انھوں نے بات نہ مانی اور واپس جانے پر ہی اصرار کیا تو حضرت عبداللہ نے کہا:

"اَبْعَدَكُمُ اللّٰهُ اَعْدَاءَ اللّٰهِ سَيُغْنِي اللّٰهُ عَنْكُمْ نَبِيَّهُ"[1]

"اے اللہ کے دشمنو! تمھیں اللہ تعالیٰ دور کریں چلے جاؤ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے لیے خود کافی ہے۔"

فرشتوں کے پروں کی چھاؤں میں:

یہ رحمٰن کے فرشتے ہیں اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ پر مسخر ہیں اللہ جل وعلا کے حکم سے اترتے ہیں اور ان کی وفات کے بعد اپنے پروں سے ان پر سایہ افگن ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں احد کے دن میرے ابا جان کو لایا گیا۔ انھیں چادر میں ڈھانپا گیا تھا، دشمنوں نے ان کا مثلہ کر دیا تھا میں نے کپڑا اٹھانا چاہا تو مجھے میری قوم نے روکا۔ میں نے پھر ارادہ کیا تو مجھے میری قوم نے روکا، یہ دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا اٹھایا آپ نے اٹھانے کا حکم دیا اس دوران ایک رونے والی کی پکار آپ کے کانوں میں پڑی فرمایا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ عمرو کی بیٹی ہے یا بہن ہے۔ فرمایا کیوں روتی ہو، ہمیشہ فرشتے انھیں اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے تھے حتیٰ کہ ان کی چارپائی کو اٹھا لیا گیا تب وہ پیچھے ہوئے ہیں۔[2]

امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: اٹھانے تک فرشتوں کے سایہ والی بات پر قاضی عیاض فرماتے ہیں: یہ ہو سکتا ہے کہ پروں کے سایہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رضا اور جو عزت و کرامت اس نے ان کے لیے تیار کر رکھے تھے اس کی بشارت دینے کے لیے جو فرشتوں کی بھیڑ مراد لی گئی تھی ان کے اعزاز میں اور اس خوشی میں جو فرشتے اکٹھے ہوئے تھے اسے ان کے پروں کا سایہ قرار دیا گیا ہے۔ ایک یہ بھی ہے کہ آفتاب کی حرارت سے بچاؤ کے لیے فرشتوں نے انھیں سایہ کر رکھا تھا تاکہ ان کی جسمانی خوشبو برقرار رہے اور جسم میں تبدیلی نہ آئے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے والی سے کہا تھا کہ تو کیوں روتی ہے اس پر فرشتے پر پھیلائے ہیں۔ اس کا مقصد ہے تو روئے یا نہ روئے کوئی فرق نہیں پڑتا جب فرشتے انھیں سایہ کیے ہوئے ہیں انھیں یہ عزت و کرامت جو نصیب ہوئی ہے اس پر رونا مناسب نہیں یعنی آپ نے اس رونے والی کو تسلی دی تھی۔[3]

وفات کے بعد کرامت کا ظہور:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم جب شہدائے احد کی تدفین کے لیے تشریف لائے تو فرمایا:

[1] ابن هشام في السيرة: ٢/ ٦٥. [2] مسلم: ٢٤٧١، نسائی: ١/ ٤ ٢٠_١١.

[3] شرح نووی: ١٦/ ٣٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" زَمِّلُوْهُمْ بِجِرَاحِهِمْ"

"انھیں زخموں سمیت ڈھانپ دو۔" میں ان پر گواہی دوں گا۔ ❶

تو میرے ابا جان کو ایک چادر میں کفن دیا گیا۔

ابن سعد بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے تھے جو احد میں اللہ کی راہ میں شہید ہوئے زیادہ دراز قد نہ تھے سرخ رنگ تھا اور پیشانی پر بال نہ تھے۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ دراز قد تھے۔ جہاں سے پانی گزرتا تھا اس کے نزدیک ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا سیلاب نے ان کی قبر میں شگاف ڈال دیا ان پر چادر تھی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر زخم تھا ان کا ہاتھ ان کے چہرہ پر تھا۔ ان کا ہاتھ ہٹایا گیا تو خون پھوٹ پڑا ہاتھ پھر وہیں رکھ دیا گا تو خون رک گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ابا جان کو ان کی قبر کے گڑھے میں دیکھا ایسے تھے گویا کہ سوئے ہوئے ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہ آئی تھی حالانکہ انھیں دفن کیے ہوئے چھیالیس برس بیت چکے تھے۔ جب میرے ابا جان اور ان کے ساتھی یہ قبر والے دونوں دوسری جگہ تبدیل کیے گئے اور انھیں نکالا گیا تو یہ تروتازہ تھے اور ان کے پہلو اسی طرح مڑے ہوئے تھے جس طرح دفن کیے گئے تھے یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کی بات ہے انھوں نے ایک چشمہ نکالا تھا جس کی وجہ سے ہمیں ان شہداء کی جگہ کو تبدیل کرنا پڑا۔ ❷

بغیر حجاب اللہ سے گفتگو کا شرف:

اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی عظیم ترین منقبت اور فضیلت یہ ہے جو کہ سب فضائل پر بھاری ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی وفات کے بعد ان سے سامنے سے بغیر حجاب کے بات چیت کرتے ہیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد محترم حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام احد کے دن شہید ہوئے تو رسولِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! میں تمھیں بتاؤں اللہ عزوجل نے جو تمھارے باپ سے کہا ہے وہ کیا ہے میں نے عرض کی ضرور بتائیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے پس پردہ بات کی ہے اور تمھارے باپ سے آمنے سامنے بغیر حجاب کے گفتگو کی ہے اور فرمایا ہے:

" يَا عَبْدِيْ تَمَنَّ عَلَيَّ أُعْطِكَ "

"اے میرے بندے آرزو کرو میں پوری کروں گا۔"

انھوں نے کہا اے میرے رب مجھے زندہ کر کے دوبارہ بھیجو میں تمھاری راہ میں ایک مرتبہ اور شہید ہو جاؤں۔ اللہ پاک نے فرمایا یہ بات اٹل ہو چکی ہے میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ دنیا میں یہ لوگ دوبارہ لوٹ کر نہیں جائیں گے عرض کی۔ اے میرے رب! میرا پیغام پیچھے دنیا والوں تک پہنچا دو۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

❶ طبقات:٣ـ٢/ ١٠٥، و اسناده صحيح.

❷ طبقات:٣/ ٢/١٠٦، و اسناده صحيح كما قال الحافظ فى الفتح:٣/ ١٧٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾﴾

(آل عمران:۱۶۹)

''ہرگز نہ گمان کیجیے ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔''[1]

جو عزت و کرامت اللہ تعالیٰ شہید کو عطا کرتا ہے اس پر آدمی کی حیرت گم ہو جاتی ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد رضی اللہ عنہ اپنی اولاد سے جدائی کے باوجود وحشت محسوس نہیں کرتے اور نہ ہی انھوں نے جگر کے پاش پاش ہونے پر نگاہ ڈالی ہے بلکہ دنیا کی جانب آنے پر توجہ دی ہے تاکہ وہ اس دنیا میں عزیز ترین چیز میں دوبارہ مگن ہو جائیں اور یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ مضبوط قدموں کے ساتھ لڑائی کے میدان میں اتریں اور شہادت سے ہمکنار ہوں۔[2]

شہادت کے بعد احباب سے ملاقات:

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر عُذری جو بنو زہرہ کے حلیف تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے جب احد کے شہداء پر نگاہ ڈالی تو کہا: میں ان پر گواہ ہوں اللہ کی راہ میں جو زخم خوردہ ہوگا اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت اٹھائیں گے تو وہ خون آلود ہوگا اس کے زخم سے خون رس رہا ہوگا رنگ خون کا ہوگا مگر خوشبو کستوری کی ہوگی۔ اور فرمایا: دیکھو ان میں سے قرآنِ پاک جسے زیادہ یاد ہے تو اسے قبر میں ساتھی سے پہلے اتارو ایک قبر میں دو دو یا تین تین شہداء دفن کیے جاتے ہیں۔[3] اور خصوصاً رسولِ اکرم ﷺ نے شہداء کو دفن کرتے وقت کہا۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دیکھو یہ دنیا میں آپس میں صاف دلی سے محبت رکھتے تھے انھیں ایک ہی قبر میں دفن کردو۔[4]

دعاء کا تحفہ:

ہم اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور حالاتِ زندگی کا اختتام اس دعاء کے ساتھ کرتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے کی تھی جو یوں سمجھیں ان کی زندگی کی کتاب کے لیے کستوری کی مہر ہے آپ ﷺ نے کہا:

'' جَزَى اللّٰهُ الْأَنْصَارَ عَنَّا خَيْرًا وَ لَا سِيَمَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رضی اللہ عنہما ''[5]

---

1. ترمذی:۳۰۱۳، وصححه الحاکم:۳/ ۲۰۴ وافقه الذهبی.
2. فی موکب الدعوة، شیخ محمد غزالی:۵۳.
3. مجمع:۶/ ۱۱۹، احمد:۵/ ۴۳۱، نسائی، بیهقی:۴/ ۱۱،و رجاله رجال الصحیح (هیثمی)
4. احمد:۲۹۹/،ابن سعد:۲/ ۵۶۲، فتح الباری:۳/ ۲۵۶، باسناد حسن.
5. ابو یعلی، ابن حبان ،حاکم و صححه الالبانی فی صحیح الجامع:۳۰۹۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے انصار کو خیر سے نوازیں۔ خصوصاً حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو تو بہت ہی زیادہ خیر سے نوازیں۔''

یہ شہید جو کہ برزخ میں زندہ ہے جس سے اللہ پاک نے بغیر حجاب بات کی اس شان سے دنیا سے کوچ کرتا ہے اور آخرت میں اپنے حبیب پیغمبر کے ساتھ جمع ہوتا ہے اور جنت میں اللہ کی رحمت کی جائے قرار میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ اور دنیا و آخرت کی سعادت مکمل طور پر اپنے دامن میں سمیٹتا ہے۔

رضی اللّٰہ عنه و عنهم اجمعین

جو کہ گفتار کے خوگر تھے ان غریبوں کو
میری نوا نے دیا ذوق جذبہ ہائے بلند

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

37

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ درخشاں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی تھی:

" اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّ لِقَاءَكَ فَاَحْبِبْ لِقَائِیْ۔"

''اے میرے اللہ! میں تیری ملاقات چاہتا ہوں تو بھی میری ملاقات کو پسند کرلے۔''

جب میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کروں اور اپنے بھائیوں اور بہنوں کے سامنے ان کی پاکیزہ اور سچی داستانِ حیات رکھوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں بھی آرزو بیدار ہو اور انھیں علم ہو کہ کسی کام میں اوّلیت ہی معتبر نہیں اصل چیز تو ہر چیز سے تنہا ہو کر اللہ جل وعلا کے لیے اخلاص پیدا کرنا ہے۔

کئی لوگ ہیں ان کی آرزوئیں بہت طویل اور دراز ہیں مگر اسباب کم ہیں۔

غم آرزو کا حسرت سبب اور کیا بتاؤں
میرے شوق کی بلندی اور میری ہمتوں کی پستی

اور کچھ لوگ ایسے ہیں ان کے اسباب زیادہ ہیں اور آرزوئیں کم ہیں

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

کبھی انسان چند دنوں میں اسلام اور اہل اسلام کے لیے بے شمار اور بہترین خدمات سرانجام دیتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے طویل عرصہ انسان گزارتا ہے مگر ساری زندگی پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت پرستی اور سرمستی میں بسر کردیتا ہے۔ یہ شہوت ومستی والے کچھ دیر مسرت افزا زندگی گزارتے ہیں لیکن ان کی زندگی ذلت آمیز ہوتی ہے اور ذلت کی موت مرتے ہیں اور جو دین کے لیے زندہ رہتے ہیں اور اپنی زندگی کے اس مختصر دورانیہ کو خدمتِ دین کے لیے وقف کرتے ہیں اور خود کو دین اور رسالت کے لیے محنت میں مصروف رکھتے ہیں ان کی زندگی ایک بڑے مشن میں صرف ہوتی ہے اور یہ عزت کی موت مرتے ہیں۔

آیئے ہم ایک ایسے عظیم آدمی کا تذکرہ کرنے جاتے جس نے اپنی زندگی کے اوّل لمحہ میں ہی ممکن حد تک اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جولانگاہ کی حد بندی کر رکھی تھی کہ اپنے دین کو سیکھیں اور اس کی خدمت کریں یہ عظیم آدمی سید الحفاظ اور علم میں مضبوط امام ،فقیہ، مجتہد، حافظ، رسولِ اکرم ﷺ کے صحابی رضی اللہ عنہ ،حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دوسی یمانی ہیں۔ یہ اسلام دیر سے لائے خیبر کی لڑائی میں حاضر تھے۔ جاہلیت میں ان کا نام عبد شمس تھا رسولِ اکرم ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا اور ابوھرؓ سے کنیت دی۔

محمد بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے ابوہریرہ کنیت سے نہ پکارو۔ رسولِ اکرم ﷺ نے مجھے (ابوھر) کنیت سے نوازا ہے آپ ﷺ نے مجھے پیار سے کہا تھا۔ اے ابوھر! تجھے تیری ماں گم پائے اس لیے میں کہتا ہوں۔ مجھے ابوھر کہا کرو کیونکہ مذکر مؤنث سے بہتر ہے۔ [1]

یعنی ابوھر مذکر ہے اور ابوہریرہ مونث ہے مجھے ابوھر کہلوانا زیادہ پسند ہے۔

انتباہ:...... جاہلیت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ نام تھے اور جو تبدیل ہوا اس میں عبدالرحمٰن بن صخر بھی آتا ہے۔ [2]

ان کے ابوہریرہ کنیت پانے کی وجہ یہ ہے کہ جو حضرت عبد اللہ بن رافع بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تمھیں ابوہریرہ کنیت کے ساتھ لوگ کیوں پکارتے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تمھیں مجھ سے ڈر اور رعب محسوس ہوتا ہے انھوں نے کہا ہاں میں آپ سے ہیبت میں ہوں، کہا میں اپنے گھر والوں کی بکریاں چراتا تھا اور میری ایک بلی تھی جس کے ساتھ میں کھیلتا تھا تو مجھے اس کنیت سے لوگوں نے پکارنا شروع کیا۔ [3]

طلب علم سے لگاؤ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب سے مسلمان ہوئے تھے اور ایمان ان کے دل کے گوشے گوشے میں اترا تھا تو انھوں نے محسوس کیا کہ اب مجھے ان لوگوں میں سے ہونا چاہیے جو اسلام کی فکر رکھتے ہیں اور دین کی ذمہ داری کا بوجھ کندھوں پہ اٹھاتے ہیں اور اسلام کا پیغام ساری کائنات کی طرف پہنچاتے ہیں۔ اسی جذبہ سے لبریز جب یہ رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آتے ہیں تو آپ ﷺ کو اس طرح لازم پکڑتے ہیں جس طرح سایہ انسان کے ساتھ رہتا ہے اور نبی اکرم ﷺ سے بہت زیادہ علم جو کہ پاکیزہ اور مبارک تھا وہ حاصل کرتے ہیں۔ اب یہ مکمل یکسوئی کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت اور صحبت میں بیٹھ گئے مسجدِ نبوی میں ٹھہرے رہتے تھے کبھی جدا نہ ہوتے تھے نہ تو تجارت کرتے تھے کہ اس میں مصروفیت ہو اور نہ ہی کوئی زمین تھی جس کی نگہبانی کی ذمہ داری ہو فقط کونین کے تاجدار کے منتظر رہتے تھے اپنے بارے میں کہا کرتے تھے میں پروان چڑھا تو یتیم تھا۔ اور میں نے ہجرت کی تو مسکین تھا۔ [4]

---

1. ابن عساکر:۱۹/ ۱۰۹، منقول از سیر:۲/ ۵۸۷.
2. اسماء الرجل فی مشکوٰۃ المصابیح ترجمہ ابوہریرہ. (مترجم)
3. ترمذی:۳۸۴۵، ابواب المناقب طبقات:۴/ ۳۲۹، اسنادہ حسن(ارنؤوط)
4. الحلیۃ:۱/ ۳۷۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد والا سبقت لے گیا:

باوجود اس کے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صرف چار برس تک رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ رہے لیکن رسولِ اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے زیادہ آپ سے علم حدیث بیان کیا ہے اور آگے ان سے صحابۂ کرام اور تابعین عظام رحمہم اللہ کی کثیر تعداد نے حدیث بیان کی ہے ایک قول ہے کہ ان کے شاگردوں کی تعداد جنھوں نے آپ سے بیان کیا ہے آٹھ سو ہے۔ حضرت وھب بن منبہ اپنے بھائی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ احادیث بیان کرنے والا نہیں۔ صرف حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما تھے وہ لکھ لیتے تھے میں لکھتا نہیں تھا۔ ❶

انتباہ:...... یہ حضرت عبداللہ کی احادیث کی تعداد کا زیادہ ہونا جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے وہ بھی تحریری احادیث کی بابت کہا ہے کہ ان کی تعداد زیادہ تھی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تحریری احادیث کی تعداد کم تھی وگرنہ مجموعی لحاظ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کی تعداد سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کی تعداد زیادہ ہے حضرت عبداللہ کی احادیث کی تعداد کم ہے۔ ❷

اے میرے محترم بھائیو! آج ہمارے اس دور میں کسی بھی خطیب و اعظ، اور لیکچرار کو سنیں وہ جب بھی حبیب کبریا ﷺ سے حدیث بیان کرتے ہیں تو اکثر ہم ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام گرامی سنتے ہیں کہ نبی ﷺ سے علم حدیث کا ذخیرہ انھوں نے امت کے لیے نقل کیا ہے تو یقین کیجیے یہ اس دن کے لیے جس دن روزِ قیامت ہوگا نہ مال نفع دے گا نہ پیسے کام آئیں گے فقط قلبِ سلیم والا ہی کامیاب ہوگا یہ نیک عمل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی میزان میں حسنات شمار ہوگا۔

علم محنت مانگتا ہے:

مقولہ ہے علم تب اپنا کچھ حصہ دیتا ہے جب تم سارے کا سارا خود کو اس کے حوالے کر دو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خوب جانتے تھے علم تب حاصل ہوتا ہے جب اس پر وقت لگائیں مال اور جان صرف کریں اور اس کی طلب میں اخلاص بھی ہو اور اسے حاصل کرنے کے بعد اردگرد ماحول میں اس کی تبلیغ کی جائے۔ اسی وجہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فقر و فاقہ، اور طلبِ علم میں مگن ہونے کی وجہ سے بھوک پیاس برداشت کرتے ہوئے حبیبِ کبریاء ﷺ کی رفاقت میں ہی رہتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عُبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں لوگوں سے آیت کا مطلب پوچھتا تھا حالانکہ ان سے زیادہ میں خود آیت کا مطلب جانتا تھا میں سیدھا سوال نہ کرتا تھا اسی بہانہ سے میں ان کے پیچھے ہولیتا کہ یہ مجھے مٹھی بھر کھجوریں دے دیں یا لپ بھر ستو دیں یا آٹا دے دیں کہ میں بھوک دور کرسکوں۔

❶ بخاری:۱۱۳، احمد:۲/ ۲۴۸، ترمذی:۲٦٦٨.

❷ (مترجم)، دیکھئے صحیح جامع العلم و فضلہ ابن عبد البر.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک رات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا تو انھیں حدیث سنانے لگا حتیٰ کہ دروازے تک پہنچے تو انھوں نے دروازے کے ساتھ ٹیک لگالی اور منہ میری طرف کر دیا جب میں ایک حدیث سے فارغ ہوا تو دوسری سنائی جب میں نے دیکھا کہ کھانے کے لیے کچھ نہیں آ رہا تو میں چلا آیا اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور کہا ابوہریرہ! اگر ہمارے گھر میں کچھ ہوتا تو ہم تمھیں ضرور کھلاتے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے جو بھی مجھے ہدیہ دیتا میں اسے قبول کر لیتا تھا کیونکہ میں ضرور تمند رہتا تھا۔ میں کسی سے سوال کروں یہ کبھی نہیں کیا تھا۔ [1]

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے انھون نے اپنی چادر سے اپنا تھوک صاف کیا اور کہا تمام تعریفات اس اللہ کے لیے ہیں آج ابوہریرہ السی بنے ہوئے کپڑوں سے تھوک صاف کر رہا ہے ایک وقت وہ تھا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر اور منبر کے درمیان غشی سے گرا پڑا ہوتا تھا اتنی سخت بھوک ہوتی کہ میں بھوک کی وجہ سے گر پڑتا آدمی گزر جاتا اور میرے سینے پر بیٹھ جاتا اور میں سر اٹھا کر کہتا میں بیمار نہیں ہوں میں تو بھوک سے بدحال ہو کر گر پڑا ہوں۔ [2]

امام ذہبی رحمہ اللہ اپنی وضاحت میں فرماتے ہیں: جو بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو گرا پڑا دیکھتا وہ خیال کرتا تھا شاید انھیں مرگی کا دورہ پڑا ہے ان کے اوپر اس لیے بیٹھتے تھے کہ دم کریں۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک کی وجہ سے زمین پر ٹیک لگائے ہوتا تھا اور میں بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا میں لوگوں کے راستے پر بیٹھ جاتا تھا میرے پاس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گزرے میں نے ان سے کتاب اللہ کی آیت کے متعلق پوچھا میرے پوچھنے کا مقصد یہ تھا وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں مگر وہ گزر گئے اور کچھ نہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے وہ بھی اسی طرح ہی چلے گئے حتیٰ کہ میرے پاس سے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے میرے چہرے سے ہی میری بھوک کا اندازہ لگا لیا مجھے آپ نے آواز دی میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! میں حاضر ہوں میں آپ کے ساتھ گھر میں داخل ہوا آپ نے ایک پیالہ میں دودھ پایا تو پوچھا یہ کہاں سے آیا ہے بتایا گیا فلاں نے بھیجا ہے کہا اے ابوہریرہ! اصحابِ صفہ کو بلا لاؤ یہ چبوترہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تھا اس پر مہاجر فقراء یا جن کا گھر بار نہ ہوتا تھا وہ رہتے تھے یہ بہت بڑے فرائض ادا کرتے تھے کتاب وسنت حاصل کرنا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حراست وحفاظت کرنا آپ کے احکام کے نفاذ کے لیے مستعد رہتے تھے علاوہ ازیں مسلمانوں کی وہ ضروریات پوری کرتے تھے۔ انھیں بھی بلا لاؤ، یہ اسلام کے مہمان تھے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقہ وخیرات آتا تو آپ ان کی طرف بھی بھیجتے تھے اس وقت تک خود نہ کھاتے تھے اور جب آپ کے پاس ہدیہ آتا تو اس سے کچھ لے لیتے تھے

[1] صفة الصفوة:١/ ٢٩٣.

[2] بخاري:١٣/ ٢٥٨، كتاب الاعتصام، ترمذي:٢٣٦٨، ابواب الزهد.

[3] سير اعلام النبلاء:٢/ ٥٩١.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور انھیں بھی شریک کرتے مجھے ان کی طرف جب آپ نے بھیجا تو یہ مجھے اچھا نہ لگا میں نے دل میں کہا میں امیدوار تھا کہ یہ دودھ پیوں گا اور قوت حاصل کروں گا صفہ والوں کو اتنا دودھ کیا فائدہ دے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر چارۂ کار نہ تھا میں صفہ والوں کے پاس آیا تو اطلاع دی وہ فوراً چل پڑے جب آکر بیٹھ گئے اور آپ نے مجھے حکم دیا اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پکڑو اور خود ہی انھیں دو میں ان میں سے ایک ایک آدمی کو دینا شروع ہوا وہ پیتا گیا حتیٰ کہ سیر ہوگیا میں نے سب کو دیا اور وہ پیالہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا آپ نے اپنا سر اقدس مسکراتے ہوئے آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا:

"بَقِيْتُ اَنَا وَ اَنْتَ"

"ابوہریرہ میں اور تم دونوں رہ گئے ہیں۔

میں نے کہا اے اللہ کے رسول! بالکل درست ہے فرمایا پیو میں نے پیا کہا اور پیو میں نے اور پیا آپ مجھے کہتے جا رہے ہیں پیو میں نے عرض کی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اب گنجائش نہیں تب آپ نے برتن کو لیا اور باقیماندہ پیا۔ ❶

ان کے علم کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کہا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم روزِ قیامت آپ کی سفارش کا سب سے زیادہ کون نصیب ور ہوگا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! میرا یہی خیال تھا کہ اس حدیث کے متعلق سب سے پہلے مجھ سے تم ہی سوال کرو گے کیونکہ میں نے دیکھا ہے حدیث پر تم سب سے زیادہ حرص والے ہو۔

"اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ" ❷

"روزِ قیامت میری سفارش کے ساتھ سب سے زیادہ سعادت والا وہ ہوگا جس نے دل کی گہرائی سے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا۔"

متبرک:

ان کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی جس کی وجہ سے کبھی حدیث نہ بھولتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے احادیث سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ میں نے چادر پھیلائی، آپ نے اس میں سے اپنے ہاتھوں سے چلو بھرے

❶ بخاری: ۱۱/ ۲۴۱، کتاب الرقاق، ترمذی: ۲۴۷۷، باب صفة القيامة.

❷ بخاری: ۹۹، طبقات: ۲۔۲/ ۱۱۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کہا اسے اپنے ساتھ ملا لو، میں نے اسے سینہ سے لگایا اس کے بعد میں کبھی حدیث نہیں بھولا۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا جس طرح تمھارے ساتھی مجھ سے مال غنیمت مانگتے ہیں تم کیوں نہیں مانگتے میں نے کہا: میں یہ سوال کرتا ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا ہے وہ مجھے سکھائیں میری کمر پر ایک چادر تھی آپ نے اسے میرے اور اپنے درمیان بچھا دیا میں دیکھ رہا تھا چیونٹیوں کی مانند کوئی چیز اس میں گر رہی ہے اور مجھے احادیث سنائیں جب میں نے ساری احادیث یاد کرلیں تو فرمایا اسے اکٹھا کرو اور اپنے سینہ سے لگا لو اس کے بعد جو آپ مجھ سے احادیث بیان کرتے تھے کبھی نہ بھولتی تھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ احادیث کی مشق کرتے رہے جس کی وجہ سے حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حفظ کرنے کے لیے ان کی یادداشت قوی ہوئی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ میں منتقل ہو گئے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کی احادیث کثرت سے بیان کرتے تھے حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر تعجب بھی ہوا کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہمنشینی بھی نہیں کی پھر بھی کثرت سے روایات بیان کرتے ہیں صرف چار سال تک آپ کے ساتھ رہے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس اعتراض کا جواب دیا کہ یہ ایسی غنیمت ہے اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر احسان کیا ہے۔

فرماتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ احادیث بہت کثرت سے بیان کرتے ہیں واللہ! کیا وجہ ہے کہ مہاجر اور انصار اتنی دیر آپ کے ساتھ گزارنے والے ہیں وہ ان کی طرح کیوں احادیث بیان نہیں کرتے۔

اس کا حل یہ ہے کہ میرے انصار بھائی بازاروں میں تجارت میں مصروف ہوتے تھے اور میرے بعض انصار بھائی اپنے مال میں مشغول تھے میں ایک مسکین آدمی تھا میں پیٹ بھر کے گزارا کرتا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی چمٹا رہتا تھا جب یہ غائب ہوتے تھے میں حاضر ہوتا تھا اور میں یاد رکھتا تھا ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

میری یہ بات ختم ہونے سے پہلے جو چادر بچھائے گا پھر اسے اپنے سینہ سے لگائے گا تو میری بات کبھی نہ بھولے گا میں نے چادر بچھائی تھی میرے اوپر اس کے علاوہ اور کپڑا ابھی نہ تھا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کرلی تو میں نے چادر اپنے سینہ سے لگائی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اس دن سے لے کر آج تک میں آپ کی بات کو نہیں بھولا، واللہ اگر دو آیات نہ ہوتیں تو میں تمھارے سامنے کچھ بیان نہ کرتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۟ۙ﴾ (البقرۃ:۱۵۹)

”جو لوگ جو ہم نے ظاہر دلائل نازل کیے ہیں اور جو ہدایت نازل کی ہے اس کے بعد اسے چھپاتے ہیں یہ لوگ ہیں انھیں اللہ تعالیٰ لعنت کرتے ہیں اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔“

---

[1] بخاری: ۱۱۹، ترمذی: ۳۸۳۵.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَ بَیَّنُوۡا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوۡبُ عَلَیۡہِمۡ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۶۰﴾﴾ (البقرۃ: ۱۶۰)

''مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور بیان کیا یہی لوگ ہیں میں ان پر رجوع کرتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوتے ہیں وہ فرماتی ہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! تم نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات بیان کرنے میں کثرت کردی ہے۔ عرض! کی۔ ہاں واللہ! اے میری اماں! میں نے کثرت سے احادیث بیان کی ہیں کیونکہ میں آئینہ دیکھنے، سرمہ ڈالنے اور تیل لگانے میں نہیں مصروف ہوتا تھا میں فقط احادیث ہی میں مگن تھا فرمانے لگیں پھر یہی وجہ ہے تمہاری کثرت روایات کی۔ ❶

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی اے میرے اللہ! میں تجھ سے وہ علم مانگتا ہوں جو بھول نہ جائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دعا پر آمین کہا۔ ❷

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا نگہبان:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ تھا کہ جس طرح میں طلب علم پر حریص ہوں اسی طرح میرے دوسرے مسلمان بھائی بھی علم کی تبلیغ اور تعلیم پر حریص ہوں تاکہ دعوتِ اسلام ثمر آور ہو اور ہر جگہ پر لوگوں میں علم پھیل جائے۔ ایک دفعہ انوکھا اور نہایت ہی عمدہ اندازِ دعوت اپناتے ہیں مدینہ کے بازار سے گزر رہے ہیں لوگوں کو دیکھا کہ وہ خرید و فروخت میں مصروف ہیں اندیشہ ہوا کہ یہ تو دنیا کی جانب رخ کیے طلب علم سے منہ موڑے جا رہے ہیں کہا: اے مدینہ والو! تم کتنے بے بس ہو لوگوں نے کہا: اے ابوہریرہ! تم نے ہماری کیا بے بسی دیکھی ہے کہا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو جاتے کیوں نہیں اور اپنا حصہ کیوں نہیں وصول کرتے۔ لوگوں نے کہا: کہاں تقسیم ہو رہی ہے ابوہریرہ نے! کہا، مسجد میں! یہ سنتے ہی لوگ تیزی سے جاتے ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے واپس لوٹنے تک وہیں ٹھہر جاتے ہیں وہ واپس آئے تو کہا ابوہریرہ! ہم تو مسجد میں گئے تھے ہم نے تو وہاں کوئی چیز تقسیم ہوتے نہیں دیکھی کہا تم نے مسجد میں کسی کو بھی نہیں دیکھا کہا، دیکھا ہے کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں کچھ لوگ قرآن پڑھ رہے ہیں کچھ لوگ حلال و حرام کے بارے میں آپس میں مذاکرات کر رہے ہیں کہا افسوس! یہی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت ہے۔''

ایک شبہہ کا ازالہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن علم کے

---

❶ الاصابۃ: و نسبہ لابن سعد، وجوّد اسنادہ رجالہ ثقات، ارنؤوط، مستدرک: ۳/ ۵۰۹، و قال ھذا حدیث صحیح الاسناد ووافقہ الذھبی.

❷ الاصابہ:۱۲/ ۷۴، و نسبہ الی النسائی فی العلم من کتاب السنن و جوّد اسنادہ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یاد کیے ہیں۔ ایک تو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا ہے اگر دوسرا پھیلا دوں تو میری شہ رگ کاٹ دی جائے۔ [1]

اس کی وضاحت میں علامہ شعیب ارنوؤط نے کہا ہے: جو برتن علم کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نہیں پھیلایا یہ وہ احادیث ہیں جن میں برے امرائے سلطنت کی وضاحت ہے اور ان کے حالات اور ان کے زمانہ کا بیان ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کبھی کبھی اشارہ کنایہ سے بتا بھی دیتے تھے۔ اپنی جان کے خوف سے صراحت نہ کرتے تھے۔ مثلاً کہا کرتے تھے۔

میں ہجرت کے ساٹھویں برس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور لڑکوں کی امارت سے پناہ مانگتا ہوں یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی جانب اشارہ کرتے تھے کیونکہ ۶۰ ہجری میں یہ واقع ہوئی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعاء کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا: یہ اس سے ایک سال پہلے انسٹھ میں ہی وفات پا گئے تھے۔

ابن منیر نے کہا ہے: اس حدیث کو بعض لوگوں نے اپنے باطل نظریات کو صحیح قرار دینے کا ایک ذریعہ بنالیا ہے کہ شریعت کا ظاہر اور باطن ہے حالانکہ یہ عقیدہ رکھنا باطل ہے اس سے دین میں اضمحلال پیدا ہوتا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو کہا تھا میری گردن کٹ جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر جور و جفا کرنے والے امراء اپنے عیب مجھ سے سنیں گے اور اپنی گمراہ کن سرگرمیوں سے آگاہ ہوں گے تو وہ گردن ماردیں گے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر وہ احادیث جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان نہیں کیں شرعی احکام کے متعلق ہوتیں تو وہ انہیں چھپانے کی ہمت نہ کرتے یہ صرف ظالم حکمرانوں کے بارے میں تھیں ان میں گنجائش تھی حسبِ ضرورت بیان کی جائیں۔ [2]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں یہ بات دلالت کرتی ہے کہ بعض وہ احادیث بیان کرنے میں احتیاط کی جاسکتی ہے جن سے اصول وفروع اور مدح وذم کرنے میں آزمائش پیدا ہوتی ہو اور جو احادیث حلال یا حرام کے متعلقہ ہیں انھیں کسی صورت بھی چھپانا جائز نہیں کیونکہ یہ ظاہر دلائل اور نفع بخش علم میں شمار ہیں انھیں چھپانے سے دین کا نقصان ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بھی ہماری بات کی تائید کرتا ہے وہ فرماتے ہیں لوگوں کی علمی معرفت کے مطابق بات کرو اور جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہے اسے چھوڑ دو اس کا وہ انکار کردیں گے اس طرح کیا تم پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے تم یہ ہرگز پسند نہ کرو گے۔ اگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ برتن پھیلا دیتے تو انھیں اذیت میں مبتلا کیا جاتا بلکہ خطرہ تھا انھیں قتل کردیا جاتا اس سلسلہ میں بات یہ ہے کہ سنت کے احیاء کے لیے ایک عالم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ فلاں حدیث کو آگے پھیلایا جائے یا نہ پھیلایا جائے یہ اس کی نیت پر منحصر ہے اس کا اسے اجر ملے گا یہی صورت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو درپیش تھی۔ [3]

---

[1] بخاری ص ۱/۱۹۲، کتاب العلم، باب حفظ العلم.

[2] حاشیہ سیر اعلام: ۲/ ۵۹۷.

[3] سیر اعلام النبلا: ۲/ ۵۹۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماں کے ساتھ حسن سلوک:

سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ بیٹا اپنے ماں باپ کی ہدایت کے لیے فکر کرے تاکہ وہ اس کے لیے جنت میں داخلہ کا باعث بن جائیں اور سب سے بڑا یہی ہدیہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی تمام جدوجہد اور تمام فکری توانائیاں اپنی مشرک ماں کی ہدایت پر صرف کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں اپنی امی کو جو کہ مشرکہ تھیں اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا ایک دن میں نے انھیں دعوت دی تو انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے وہ بات کہہ دی جو مجھے بہت ناگوار گزری۔ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں رو رہا تھا میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں ماں کو دعوتِ اسلام دیا کرتا ہوں وہ قبول نہ کرتی تھیں آج میں نے انھیں دعوت دی ہے تو انھوں نے بہت ناخوشگوار بات کہہ دی ہے دعا کیجیے اللہ تعالیٰ ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:

"اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ"

"اے میرے اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے دے۔"

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے ساتھ خوش ہوتے ہوئے باہر نکلا جب میں گھر آیا تو میں دروازے پر آیا تو وہ بند تھا میری ماں نے میرے پاؤں کی آہٹ سن لی اور کہا۔

ابوہریرہ! اپنی جگہ پر رہنا میں نے پانی گرنے کی آواز سنی۔ والدہ نے غسل کرلیا اور قمیض وغیرہ پہن لی اور دوپٹہ بھی نہ لیا اور دروازہ کھول دیا اور کہا۔ ابوہریرہ!

"اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله۔"

میں جلدی سے واپس رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اب میں خوشی سے اشکبار تھا میں نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! خوش ہوجائیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا ہے اور ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت سے ہمکنار کیا ہے۔

یہ سن کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثنا کی اور خیر کا کلمہ کہا میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے وہ مجھے اور میری امی کو اپنے ایماندار بندوں میں محبوب بنادے اور انھیں ہمارے ہاں محبوب بنادے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَیْدَكَ هٰذَا وَ اُمَّهٗ اِلٰی عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَحَبِّبْ اِلَیْهِمُ الْمُؤْمِنِیْنَ"

"اے میرے اللہ! اپنے اس بندے ابوہریرہ اور اس کی ماں کو اپنے مومن بندوں میں محبوب بنادے اور مومنوں کو ان کی طرف محبوب بنادے۔"

میرا یقین ہے جو مومن بھی پیدا ہوگا اور میرا نام سنے گا یا مجھے دیکھے گا تو مجھ سے محبت کرے گا۔ [1]

---

[1] مسلم: ۲٤۹۱، احمد: ۲/ ۳۱۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبادت وریاضت:

حضرت ابوعثمان نہدی بیان کرتے ہیں میں سات دن تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاں بطورِ مہمان رہا میں نے دیکھا وہ ان کا خادم اور بیوی تینوں باری باری نماز پڑھتے تھے ایک تیسرا حصہ رات کا نماز پڑھتا وہ دوسرے کو جگا تا وہ بھی نماز پڑھتا پھر یہ تیسرے کو جگا تا وہ نماز پڑھتا اس طرح رات بھر ان کا گھر عبادت سے خالی نہ ہوتا تھا۔

حضرت عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بخار کی تکلیف مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ یہ ہر جوڑ کو تکلیف کا حصہ دیتا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر جوڑ کو اجر کا حصہ دیتے ہیں۔ [1]

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہر روز بارہ ہزار دفعہ تسبیح (سبحان اللہ) کہتے تھے اور کہا کرتے تھے میں اپنی دیت کے برابر تسبیح پڑھتا ہوں۔ [2]

خوش طبعی اور سادگی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پر حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی جانب سے گورنر تھے اور بارہا گورنر بنائے گئے مگر اس گورنری نے ان کی طبیعت کی نرمی اور سادگی میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی تھی۔ مدینہ منورہ کے ایک رستہ پر گزر رہے ہیں جب کہ وہ گورنر تھے اور ایندھن کا گٹھا گھر والوں کے لیے کمر پر اٹھا رکھا تھا اور ثعلبہ بن مالک کے پاس سے گزرے تو کہا۔ اے ابن مالک! اپنے گورنر کو رستہ تو دے دو، ابن مالک نے جواب دیا یہ ساری گزرگاہ پڑی ہے میں نے رستہ کیا دینا ہے انھوں نے جواب دیا۔ بھائی امیر کو بھی اور جو اس نے ایندھن کا گٹھا اٹھایا ہوا ہے اسے رستہ دینا ہے اکیلا ابوہریرہ کے لیے تو رستہ کافی ہے۔ [3]

عفو وحلم کا کوہِ گراں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے رستہ میں کہا:

يَا لَيْلَةً مِّنْ طُوْلِهَا وَ عَنَائِهَا
عَلٰى اَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

''اے شب! تیری درازی اور تھکاوٹ کے باوجود میں خوش ہوں کیونکہ کفر کے گھر سے مجھے نجات حاصل ہوئی ہے۔''

میرا ایک غلام بھاگا ہوا تھا جب میں آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی تو اچانک غلام نمودار ہوتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہے تمہارا غلام۔ اے ابوہریرہ! میں نے کہا یہ اللہ کے لیے آزاد ہے اور میں نے اسے آزادی کا پروانہ دے دیا۔ [4]

---

[1] صفة الصفوة:١/ ٢٩٤.
[2] تاريخ دمشق ابن عساكر:١٩/ ١٢٢.
[3] صفة الصفوة:١/ ٢٩٤.
[4] بخاری: ٥/ ١١٧،كتاب العتق ،احمد:٢/ ٢٨٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حبشی لونڈی تھی اس نے برا سلوک کیا اور ان کے گھر والوں کو رنجیدہ خاطر کیا اسے مارنے کے لیے کوڑا اٹھایا تو رک گئے اور کہا اگر روزِ قیامت قصاص کا معاملہ نہ ہوتا تو میں تجھے دردناک اذیت دیتا جس طرح تو نے ہمیں اذیت میں مبتلا کیا ہے مجھے قیمت کی بہت ضرورت ہے میں تجھے اس کے ہاں فروخت کروں گے جو اس کے پوری قیمت دے گا جا میں نے تجھے اللہ کے لیے آزاد کردیا اور اس سے قیمت لوں گا۔

اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدردانی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ زندگی بھر اپنے اس رب کے فضل کو نہ بھولتے تھے جو اس نے ان پر کیا تھا اور ان انعامات کو بھی یادرکھتے تھے جو اس نے ان پر احسان کر رکھے تھے۔

مضارب بن حزن بیان کرتے ہیں میں رات کو چل رہا تھا اچانک ایک آدمی، اللہ اکبر کہتا ہے میں نے اپنا اونٹ اس کے قریب کیا تو میں نے کہا یہ پتہ نہیں کون ہے میں نے دیکھا تو کہا، میں ابوہریرہ ہوں، میں نے کہا، حضرت یہ اللہ اکبر کا کیا وقت ہے کہا یہ شکریہ کے طور پر کہا ہے میں نے کہا کس چیز کا شکریہ کہا میں بسرہ بنت غزوان کا مزدور ہوا کرتا تھا۔ میں محنت کرتا اور اس کی مزدوری صرف پیٹ بھر کر کھانا ملتی تھی اور جب وہ سوار ہوتے تو میں ان کی سواریاں ہانکتا اور جب وہ کسی منزل پر اترتے تو میں ان کی خدمت کرتا اب اللہ نے اسباب پیدا کیے میں نے بسرہ سے شادی کرلی اب وہ میری بیوی ہے پہلے مالکہ تھی۔ [1]

حمید بن مالک بن خثیم بیان کرتے ہیں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس عقیق جگہ پر بیٹھا ہوا تھا ان کے پاس ایک قوم آئی اور ان کے پاس اتری، حضرت ابوہریرہ نے مجھ سے کہا میری امی کے پاس جاؤ اور کہو آپ کا بیٹا سلام کہتا ہے اور کہتا ہے ہمیں کچھ کھلاؤ۔ انھوں نے ایک پیالہ میں تین روٹیاں رکھیں اور زیتون کا تیل دیا اور نمک بھی دیا اور میرے سر پر رکھ دیا تو میں وہ اٹھائے ہوئے ان کے پاس آیا۔ جب میں نے وہ کھانے کا سامان اس قوم کے آگے رکھا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی اور کہا تمام تعریفات اس اللہ کے لیے جس نے ہمیں سیر ہوکر روٹی کھلائی جب کہ ہمارا کھانا صرف کھجوریں اور پانی ہوا کرتا تھا۔

اس قوم نے تو کھانے کو ہاتھ بھی نہ لگایا تھا جب وہ چلے گئے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے بھتیجے! اپنی بکریوں سے اچھا سلوک کرو، ان کی جھاگ دور کرو، ان کے باڑے کو عمدہ بناؤ اور اس کے ایک کونے میں نماز پڑھو، یہ جنت کے جانوروں میں سے ہیں۔ اس ذات کی قسم! میری جان جس کے ہاتھ میں ہے۔ قریب ہے لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے بکریوں کی ایک جماعت اسے مروان جو کہ حاکم وقت کے گھر سے زیادہ محبوب ہوگی۔ [2]

---

[1] الحلیه:١/ ٣٨٠، ابن عساکر:١٩/ ١٢٣، رجاله ثقات ارنؤوط.

[2] موطا:١٨٠٢، شرح زرقانی:٤/ ٣١٣، اسناده صحیح الادب المفرد:٥٧٢،من طریق اسماعیل بن ابی اویس۔ عن مالك.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امارت سے بے اعتنائی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دنیائے فانی کے سامان کو مطمح نظر نہ تصور کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی عبادت گزاری۔ زہد، جہاد اور طلب علم سے معمور کر رکھی تھی۔

اس کے باوجود جب امیر المومنین انھیں گورنری کی پیشکش کرتے تو اسے بادلِ ناخواستہ قبول کر لیتے تھے انھیں خوب علم تھا امارت ایک تکلیف ہے وجہ عزت وتشریف نہیں۔

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین پر گورنر مقرر کیا تو یہ دس ہزار درہم لے کر آئے ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کے دشمن! تو نے اس مال کو کہاں سے اکٹھا کر لیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہ تو میں اللہ کا دشمن ہوں اور نہ ہی میں اس کی کتاب کا دشمن ہوں میں تو ان کا دشمن ہوں جو ان دونوں کا دشمن ہے۔

حضرت عمر نے کہا یہ درہم کہاں سے تجھے ملے ہیں کہا کچھ تو میری گھوڑی نے بچے دیئے ان کو فروخت کر کے لیے۔ اور میرے غلام سے مجھے نقدی حاصل ہوتی اور اس کی کمائی کا حصہ ملا اور کچھ میں نے خرید وفروخت سے حاصل کیے ہیں جب لوگوں نے تحقیق کی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بات درست نکلی۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ انھیں امارت دیں تو انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ابوہریرہ! تم اسے قبول کرنے سے انکار کر رہے ہو جب کہ تم سے بہتر جو حضرت یوسف علیہ السلام تھے انھوں نے تو یہ عمل طلب کیا تھا۔ کہا: وہ یوسف علیہ السلام تھے جو خود بھی نبی، نبی کے بیٹے اور ان کے باپ بھی نبی کے بیٹے تھے۔ اور میں اُمیمہ کا بیٹا ابوہریرہ ہوں اور مجھے تین اور دو سے ڈر آتا ہے کہا: پانچ ہی کہہ دینا تھا کہا:

۱: میں ڈرتا ہوں کہ بغیر علم بات کروں۔

۲: اور میں ڈرتا ہوں بغیر حلم و بردباری کے فیصلہ کروں۔

۳: اور میں ڈرتا ہوں میری کمر پر مارا جائے۔

۴: اور میں ڈرتا ہوں میرا مال چھین لیا جائے۔

۵: اور میں ڈرتا ہوں میری عزت پر دشنام طرازی کی جائے اس لیے میں یہ امارت قبول نہیں کر رہا۔ [1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی شفقت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ کی صورت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے سے کبھی اوجھل نہ ہوئی تھی انھیں آپ سے مکمل محبت تھی جو ان کے انگ انگ میں رچی بسی تھی، حالانکہ انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند سال ہی گزارنے کا موقع میسر آیا تھا جو چار برس سے زیادہ نہیں لیکن یہ عرصہ ان کے لیے امتوں اور نسلوں کی عمر کے

[1] البدایۃ:۸/ ۱۱۳، رجالہ ثقات:ارنؤوط۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مساوی تھا ایسے تھا جیسے مدتوں یکجا رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب بھی حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو ان کا دل آپ کے دیدار کے لیے بے تاب ہو جاتا، حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار باقرار کے لیے دیدۂ پرنم ہوجاتے اور بلک بلک کر روتے۔ میں بھی اپنے جذبات میں کہتا ہوں واللہ! اگر ہم ایک سیکنڈ کے لیے بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتے تو آپ کے بعد ایک لحظہ بھر بھی زندگی نہ چاہتے وہ کیوں نہ روتے جنھوں نے برسوں ساتھ میں گزارے تھے۔

عبدالوھاب مدنی بیان کرتے ہیں کہ یہ بات مجھ تک پہنچی ہے کہ ایک آدمی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں مدینہ منورہ سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسجدِ نبوی میں جلوہ گر ہیں۔ ان کے اردگرد شاگردوں کا حلقہ ہے یہ ان سے حدیث بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں مجھ سے میرے خلیل ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا اور ساتھ ہی آنسو بھر آئے اور رونا شروع ہوئے۔

پھر دوبارہ بیان کیا تو پھر رونے لگے پھر اٹھ کر چلے گئے بات بیان نہ کر سکے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ محسوس کر رہے تھے کہ میرا وقت مقرر قریب آ رہا ہے جب بھی ان کے قریب سے جنازہ گزرتا تو کہتے۔ تم صبح جا رہے ہو ہم شام کو آئیں گے اور تم شام کو جا رہے ہو ہم صبح آنے والے ہیں۔ [2]

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج ان کی کل ہماری باری ہے

وقتِ موعود آ ہی گیا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام کی مدافعت ایثار و قربانی، طلب علم اور دعوت الی اللہ سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد بستر مرگ پر دراز ہوتے ہیں حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تیاری ہے جس کے طویل عرصہ سے مشتاق تھے اور ان کی جدائی کے صدمہ کے غم میں اشکبار ہوا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے میرے اللہ! ٦٠ ہجری کے متعلق جو بچوں کی امارت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کی ہے میں وہ نہ پاؤں تو اسی میں یا اس سے ایک سال پہلے وفات پا گئے۔ [4]

مسلم بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرض الموت میں رونے لگے، پوچھا گیا کیوں روتے ہو، کہا میں تمہاری اس دنیا پر نہیں روتا میں تو سفر کی دوری پر روتا ہوں کہ سفر دراز ہے زادِ راہ کم ہے میں ایک گھاٹی پر ہوں جس کے نیچے جنت یا دوزخ ہے مجھے معلوم نہیں میں نے کہاں اترنا ہے۔ [5]

---

[1] تاریخ دمشق ابن عساکر:١٩/ ١٢٣۔ [2] تاریخ دمشق:١٩/ ١٢٦، الحلیة:١/ ٣٨٣.

[3] فتح الباری:١٣/ ٨، سیر للذھبی:٢/ ٦٢٦، رجاله ثقات ارنؤوط.

[4] طبقات:٤/ ٣٣٩، الحلیة:٣٨٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقبری بیان کرتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیماری کے دوران مروان ان کے پاس آئے اور کہا: اے ابو ہریرہ! اللہ تعالیٰ تمھیں شفا یاب کریں تو کہنے لگے اے میرے اللہ!

میں تیری ملاقات چاہتا ہوں، تو بھی میری ملاقات کو پسند کرلے۔ ابھی مروان نکل کر قطا، جگہ والوں کے پاس ہی پہنچے تھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ موت کی آغوش میں چلے گئے۔ [1]

یہ تھی شان جس کے جلوہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دنیا سے کوچ کرتے ہیں جب کہ دنیا کو علم اور حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مالا مال کر گئے تھے۔

رضی اللہ عنہ و عن سار الصحابة اجمعین

جانے والے تجھے روئے گا زمانہ برسوں

[1] طبقات: ٤/ ٣٣٩، تاریخ دمشق ابن عساکر: ١٩/ ١٢٨.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

38

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی محبت بھری زندگی

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ان الفاظ پر بہار سے خراج تحسین پیش فرمایا تھا:

”یَا زَیْدُ اَنْتَ مَوْلَایَ وَ مِنِّیْ وَ اِلَیَّ وَ اَحَبُّ الْقَوْمِ اِلَیَّ۔“

”اے زید رضی اللہ عنہ! تم میرے آزادہ کردہ غلام ہو اور مجھ سے ہو اور میری طرف سے ہو اور قوم میں سے مجھے سب سے زیادہ پیارے اور دلارے ہو۔“

کتاب اللہ میں اسم گرامی:

آیئے کچھ وقت اس جلیل القدر صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گزاریں جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید امیر ہیں اور ان کا نام سورت احزاب میں لیا گیا ہے یہ شرف اور کسی صحابی کو حاصل نہیں۔ ان کی کنیت ابو اسامہ کلبی ہے نسبت محمدی ہے، غلاموں کے سید تھے اور آزاد کردہ غلاموں میں سے سب سے پہلے ایمان قبول کیا یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں اور محبوب کے باپ ہیں کہ حضرت اسامہ سے بھی آپ کو بہت پیار تھا اور ظاہر ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی طیب و پاکیزہ سے ہی محبت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے یا تو ان کا نام لیا ہے یا پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا کیونکہ وہ ہیں تو نبی مگر اپنی امت کے لیے تھے اس امت کے لیے صحابی کی حیثیت سے آئیں گے جو حاکم بن کر آئیں گے انصاف قائم کریں گے اس امتِ مرحومہ کے ساتھ ان کی نماز، روزہ، حج، نکاح اور دین حنیف کے دیگر احکام میں شریک ہوں گے۔

جس طرح ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں اور ان میں سے افضل اور آخری نبی ہیں اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ نزول کے بعد اس امت کے افضل ترین فرد ہیں ان سے اس امت کا آخر ہو گا اس امت میں ان کے بعد ان سے بہتر نہ آئے گا بلکہ ان کے بعد آفتاب مغرب سے طلوع ہو گا اور قیامت قریب ہو گی۔ [1]

[1] طبقات:۳-۱/ ۲۷، تہذیب الکمال:۴۵۳، مسند احمد:۴/ ۱۶۱.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

باپ سے بھی زیادہ محبت کا اظہار:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا یہ تاریخی پہلو ان کی داستانِ حیات میں اور اثر پیدا کرتا ہے جسے سن کر آنسو چھلکنے لگتے ہیں۔

یہ محبوب زید رضی اللہ عنہ جو ہیں ان کی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ بن عبد عامر ہیں یہ اپنی قوم میں انھیں ملنے جاتی ہیں اور یہ زید بھی ان کے ساتھ ہیں کہ اچانک بنوقین کے گھوڑوں نے بنومعن کی آبادی پر ابھی جاہلیت ہی کا دور تھا حملہ کر دیا اور زید ابھی بلوغت کے قریب جوانی کی پروان چڑھ رہے تھے یہ دشمن انھیں اٹھا کر لے جاتے ہیں اور عکاظ کے بازار میں لے آتے ہیں اور تجارت کا مال سمجھ کر فروخت کے لیے پیش کرتے ہیں انھیں حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد کے لیے چار سو درہم میں خرید لیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ہوئی تو انھوں نے زید حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیے ان کے باپ نے ان کی خبر نہ پانے پر کہا تھا اور نہایت ہی دردناک اشعار کہے۔

بَکَیْتُ عَلٰی زَیْدٍ وَ لَمْ اَدْرِ مَا فَعَلَ
اَحَیٌّ فَیُرْجٰی اَمْ اَتٰی دُوْنَہُ الْاَجَلُ

”میں زید کی گمشدگی پر روتا ہوں مجھے معلوم نہیں وہ زندہ ہے اس کی امید رکھی جائے یا کہ اس کے اور میرے درمیان موت واقع ہو چکی ہے۔“

فَوَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ وَ اِنِّیْ لَسَائِلٌ
اَغَالَكَ سَھْلُ الْاَرْضِ اَمْ غَالَكَ الْجَبَلُ

”واللہ! میں نہیں جانتا مگر میں یہ سوال کرتا ہوں کہ نرم زمین تجھے ہڑپ کر گئی ہے یا پہاڑ نے تجھے اٹھا لیا ہے۔“

فَیَالَیْتَ شِعْرِیْ ھَلْ لَكَ الْیَوْمَ رَجْعَةٌ
فَحَسْبِیْ مِنَ الدُّنْیَا رُجُوْعُكَ لِیْ بَجَلٌ

”کاش! آج تو ایک دفعہ لوٹ آئے۔ بس دنیا میں تیرا لوٹنا ہی سب دنیا سے قیمتی اثاثہ ہے۔“

تُذْکِرُ نِیْہِ عِنْدَ طُلُوْعِھَا
وَ تَعْرِضُ ذِکْرَاہُ اِذَا غَرْبُھَا اَفَلْ

”جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زید کی یاد دلاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو پھر بھی اس کی یاد تازہ کراتا ہے۔“

وَ اِنْ ھَبَّتِ الْاَرْوَاحُ ھَیَّجْنَ ذِکْرَہٗ
فَیَاطُوْلَ مَا حُزْنِیْ عَلَیْہِ وَ مَا وَجَلْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

"جب ہوائیں چلتی ہیں تو زید کی یاد پر انگیخت کرتی ہیں آہ! اس پر میرا غم کتنا طویل ہو چکا ہے۔ اور کتنا خوف دامنگیر ہے۔"

سَاَعْمَلُ نَصَّ الْعِيْسِ فِي الْاَرْضِ جَاهِدًا
وَ لَا اَسْاَمُ التِّطْوَافَ اَوْ تَسْاَمُ الْاِبِلِ

"میں تیز رفتار سفید اونٹ پر سواری کروں گا اور زمین میں زید کی تلاش کے لیے تگ و دو کروں گا میں زید کی جستجو میں گھومنے پھرنے سے نہیں اکتاؤں گا یا پھر میرا اونٹ تھک جائے۔"

حَيَاتِيْ اَوْ تَاتِيْ عَلٰى مَنِيَّتِيْ
فَكُلُّ امْرِئٍ فَانٍ وَ اِنْ غَرَّهٗ الْاَمَلِ

"اس کی تلاش میں ساری زندگی گزر جائے یا اسی پر موت پنجہ گاڑ دے، ہر آدمی فنا ہونے والا ہے اگرچہ آرزو نے اسے دھوکہ دے رکھا ہے۔"

وَ اُوْصِيْ بِهٖ قَيْسًا وَّ عَمْرًا كِلَيْهِمَا
وَاُوْصِيْ يَزِيْدًا ثُمَّ مِنْ بَعْدِهٖ جَبَلَ

"میں زید کو تلاش کرنے کی قیس، اور عمرو کو وصیت کرتا ہوں اور ان دونوں کے بعد یزید اور جبل کو وصیت کرتا ہوں میرے بیٹے کو ڈھونڈ نا۔"

یہ جبلہ بن حارث جو زید کے بھائی تھے اور یزید جو ہیں یہ ان کے ماں جائے بھائی تھے انھیں بھی وصیت کی۔ بنو کعب قبیلہ کے کچھ آدمیوں نے حج کیا تو انھوں نے حضرت زید کو دیکھ کر پہچان لیا اور انھوں نے انھیں پہچان لیا اور کہا میرے گھر والوں تک یہ اشعار پہنچا دینا مجھے علم ہے کہ وہ میری وجہ سے بہت زیادہ بے قرار ہوں گے اور کہا:

اِلٰى قَوْمِيْ وَ اِنْ كُنْتُ نَائِيًا
فَاِنِّيْ قَطِيْنُ الْبَيْتِ عِنْدَ الْمَشَاعِرِ

"میری قوم کو کہہ دینا اگرچہ میں دور ہوں مگر اس طرح رہتا ہوں کہ میں اپنے گھر کا باسی ہوں اور مشعر حرام کے پاس ہوں۔"

فَكُفُّوا عَنِ الْوُجْدِ الَّذِيْ قَدْ شَجَاكُمْ
وَ لَا تَعْمَلُوْا فِي الْاَرْضِ نَعَنَّ الْاَبَاعِدِ

"وہ غم جس نے تمھیں زخمی کر دیا ہے اس سے رک جاؤ اور نہ ہی تیز رفتار اونٹ زمین میں میری جستجو کے لیے باندھو۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَإِنِّي بِحَمْدِ اللّٰهِ فِي خَيْرِ أُسْرَةٍ
كِرَامٍ مَعَدٍّ كَابِرًا بَعْدَ كَابِرٍ

''میں الحمد للہ بہترین خاندان میں ہوں جو معد قبیلہ کے کریم لوگوں پر مشتمل ہے جو نسلاً بعد نسل کریم لوگ ہیں۔''

وہ واپس گئے تو زید کے باپ کو بتایا کہ زید تو مکہ میں ہے حارثہ اور کعب بن شراحیل فدیہ لے کر نکلے اور مکہ پہنچے۔ نبی اکرم ﷺ کے متعلق پوچھا تو انھیں بتایا گیا مسجد حرام میں تشریف فرما ہیں یہ آپ کے پاس آئے اور کہا اے ہاشم کے بیٹے! اے اپنی قوم کے سید! تم اللہ کے حرم کے باشدے اور پڑوسی ہو تم گردنیں آزاد کرتے ہو قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہو ہم اپنے بیٹے کے بارے میں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں ہمیں ممنونِ احسان کریں اور اس کے فدیہ میں بھی حسنِ سلوک کریں ہم آپ کی خدمت میں فدیہ بھی پیش کریں گے کہا کون بیٹا! کہا زید بن حارثہ ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا فدیہ کے علاوہ بھی طے نہ کرلیں انھوں نے کہا وہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا اسے بلاتے ہیں اور اسے اختیار دے دو اگر وہ تمھیں منتخب کرے تو بغیر فدیہ تمہارے ساتھ جا سکتا ہے اور اگر وہ میرے پاس رہنے کا انتخاب کرتا ہے تو پھر جو مجھے منتخب کرے وہ میرے پاس ہی رہے گا۔ انھوں نے کہا آپ نے تو انصاف سے بھی بہتر اور اچھی بات کی۔ زید کو بلایا اور کہا کیا تو انھیں پہچانتا ہے کہا، ہاں یہ میرے ابا جان ہیں اور یہ میرے چچا جان ہیں اور فرمایا میں کون ہوں یہ تو جان چکا ہے اور میری محبت بھی دیکھ چکا ہے دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے میرا یا ان کا۔

زید نے کہا میں نبی ﷺ پر کسی کو اختیار نہیں کرتا۔ آپ نے مجھے باپ اور چچا دونوں کی شفقت دی ہے انھوں نے کہا: اے زید! افسوس، تو غلامی کو آزادی پر اور باپ اور چچا پر اور اپنے گھر والوں پر انھیں پسند کر رہا ہے زید نے کہا ہاں میں نے اس شخص میں جو کچھ دیکھا ہے اس پر میں کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتا جب رسولِ اکرم ﷺ نے ان کا یہ ایثار دیکھا تو حطیم کے پاس لے کر آئے اور کہا جو یہاں حاضر ہو سن لو زید میرا منہ بولا بیٹا ہے یہ میرا وارث بنے گا میں اس کا وارث ہوں جب زید کے باپ اور چچا نے زید سے ایسی محبت کا اظہار دیکھا تو انھیں آپ کے پاس چھوڑ کر خوشدلی سے واپس چلے گئے۔

انتباہ:...... یہ متبنّیٰ کی ممانعت سے پہلے کی بات ہے بعد میں وراثت وغیرہ پر پابندی عائد ہو چکی ہے۔ (مترجم)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح:

اللہ تعالیٰ نے جب اسلام بھیجا جو کہ ایک ضابطۂ حیات ہے رسولِ اکرم ﷺ جب اسے لے کر آئے تو آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی کی بیٹی، حضرت زینب بن جحش بن زیاب اسد رضی اللہ عنہا سے حضرت زید کی شادی کر دی، حضرت زینب کی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب بن ہاشم تھیں، نکاح کے کچھ دیر بعد حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی تو بعد میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے رسولِ اکرم ﷺ نے شادی کی۔

منافقوں نے اس بارے میں چہ میگوئیاں شروع کر دیں اور طعن و تشنیع کے تیر برسائے اور ہرزہ سرائی کی کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

محمد ﷺ لڑکے کے بیوی سے نکاح حرام قرار دیتے ہیں اور خود اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے تو اللہ عزوجل نے یہ آیۂ مبارکہ اتاری۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا۠﴾ (الاحزاب:٤٠)

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبیوں میں سے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی آیا:

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ﴾ (احزاب:٥)

''منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارو۔''

اس کے بعد حضرت زید کو زید بن محمد کی جگہ زید بن حارثہ سے پکارا جانے لگا۔

جب حضرت زینب نے سر تسلیم خم کر دیا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ﴾ (الاحزاب:٣٦)

''کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لائق نہیں کسی کام میں جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فیصلہ آ جائے تو اپنے معاملہ میں ان کا اختیار باقی رہے یعنی اس کے بعد مومن اور مومنہ کا اختیار ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ ظاہر طور پر گمراہ ہوا۔''

یہ آیت حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی اکرم ﷺ نے موروثی اور طبقاتی فرق، مسلمان جماعت کے اندر سے مٹانے کا ارادہ کیا اور لوگوں کو کنگھی کے دندانوں کی مانند مساوی کرنے کا عزم خیر فرمایا کہ کسی کو کسی پر برتری نہ رہے فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہوگا۔ اس معاشرہ میں غلام خواہ آزاد کردہ ہی ہو گھٹیا طبقہ میں شمار ہوتا تھا۔ انہی میں سے حضرت زید رضی اللہ عنہ تھے جو کہ آزاد کردہ غلام تھے اور انھیں آزاد کر کے رسولِ اکرم ﷺ نے منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے مساوات کاملہ معاشرہ میں برپا کرنے کا ارادہ کیا اس کا عملاً ثبوت دینے کے لیے اور نمونہ بنانے کے لیے اپنی قریبی رشتہ دار بنو ہاشم کی شریف زادی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح، آزاد کردہ غلام حضرت زید سے کیا تاکہ یہ طبقاتی امتیاز مٹ جائے اس کا آغاز خود اپنی ذات اور خاندان سے کیا یہ طبقاتی امتیازات بہت گہرے اور پر تشدد ہو چکے تھے انھیں نبی اکرم ﷺ کا عمل واقعہ ہی گرا سکتا تھا تاکہ مسلمان جماعت کے لیے اسوہ بن جائے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساری انسانیت اس کی روشنی میں راہِ ہدایت اپنا سکے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی مایۂ ناز تفسیر میں فرماتے ہیں: عوفی سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوانِ رعنا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا پیغام نکاح لے کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ جب ان سے اس نکاح کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا میں تو ان سے نکاح نہیں کر سکتی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضرور نکاح کرو کہنے لگیں اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مشورہ کر لوں یہ گفتگو جاری تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ سن کر کہنے لگیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں راضی ہوں، نکاح کر دیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ٹھیک ہے کہنے لگیں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کر سکتی اور زید سے نکاح کرنا پسند کرتی ہوں۔ [1]

اور جاہلی رسم ٹوٹ گئی:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بنو جحش حضرت زینب کے قبیلہ کی طرف دس دینار، ساٹھ درہم ایک زرہ ایک دوپٹہ ایک لحاف، ایک تہبند تقریباً پندرہ صاع اناج اور تقریباً ڈھائی صاع کھجوریں لے کر آئے اور یہ سب کچھ حبیبِ کبریاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ حق مہر تھا۔ تقریباً ایک سال تک ان کی ازدواجی زندگی قائم رہی پھر میاں بیوی کے درمیان اختلافات کا آغاز ہوا جن سے ان کی ازدواجی، محبت، صفائی قلب اور مودّت سے خالی ہو گئی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ، حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت زینب کی شکایت لے کر آتے تو آپ فرماتے اپنی بیوی کو روکے رکھ اللہ سے ڈرو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ہمیشہ یہی نصیحت فرماتے کہ اسے روک رکھو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کے خلاف کوئی اور تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ بنیں تاکہ متبنّیٰ کی عادت مٹ جائے کیونکہ عرب لوگ قبل از اسلام منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح نہیں کرتے تھے جب اس نے اسے طلاق دے دی ہو اس جاہلی رسم کو ختم کرنے کے لیے فیصلہ کن قدم اٹھانے کا وقت آ گیا تھا۔

یہ اختلاف کی خلیج حضرت زید اور حضرت زینب دونوں کے درمیان وسیع ہوتی جا رہی تھی اور دن بدن بڑھتی ہی جا رہی تھی حتیٰ کہ ان کی زندگی ایک بند گلی میں پھنس گئی اب طلاق کے بغیر گزارا نہ تھا اللہ تعالیٰ کا حکم آیا اس نے طلاق کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب سے نکاح کرنے کا حکم آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۳۷﴾

(الاحزاب:۳۷)

’’اور جب تو نے کہا اس کے لیے جس پر اللہ نے انعام کیا اور تو نے بھی انعام کیا تھا کہ اپنے پاس اپنی بیوی

[1] فی ظلال القرآن سید قطب:۵/ ۲۸۶۵۔

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

کو روک لے اور اللہ سے ڈر اور تو وہ چیز اپنے دل میں چھپاتا تھا جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والے تھے تو لوگوں سے ڈرتا تھا اور اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ تو اس سے ڈرے پس جب زید نے اس سے اپنی ضرورت پوری کرلی تو ہم نے اس کی شادی تم سے کردی ہے تاکہ ایمانداروں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کے بارے میں تنگی نہ ہو جب وہ اپنی ضرورت پوری کرلیں اللہ کا کام ہو کر رہتا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ کا تبصرہ:

فرماتے ہیں اس واقعہ کو ابن ابی حاتم نے اسے سدی کے طریقہ سے بیان کیا ہے اور بہت عمدہ اور اچھے انداز پر بیان کیا ہے کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ان کی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب تھیں جو کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صاحبہ تھیں، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کی شادی حضرت زید بن حارثہ سے کرنا چاہی تو انھوں نے یہ ناپسند کی پھر راضی ہوگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کی حضرت زید سے شادی کردی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کردیا تھا کہ یہ زینب آپ کی بیوی بننے والی ہیں آپ کو حیاء آتی تھی کہ حضرت زید حضرت زینب کو طلاق دیں مگر حضرت زینب اور حضرت زید کے درمیان جو لوگوں کے درمیان چپقلش ہوجاتی ہے وہ جاری رہی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں حکم دے رہے تھے کہ یہ اپنی بیوی روک کر رکھیں اور اللہ سے ڈریں، طلاق نہ دیں لوگوں سے آپ کو یہی ڈر تھا کہ یہ آپ پر عیب گیری کریں گے اور کہیں گے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی ہے آپ نے زید کو متبنیٰ بنا رکھا تھا ڈر تھا لوگ طعنہ دیں گے یہ بات ہی دل میں چھپا رکھی تھی لیکن اللہ کا فیصلہ اٹل ہے یہ قانون ٹوٹ کر رہا۔ [1]

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ام المومنین کا شرف پالیا:

ادھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت زید نے طلاق دی ادھر ان کی عدت ختم ہوئی تو ان سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کرلی یہ کائنات میں انھیں ایسا شرف ملا ہے جو سب سے بڑا ہے کہ آپ سید الاولین والآخرین کی اہلیہ ہیں اور ام المومنین کے منصب پر فائز ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت ختم ہوئی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید سے کہا۔ زینب کو میرے پاس بلا لاؤ حضرت زید جاتے ہیں اور ان کے پاس آتے ہیں یہ گندھے ہوئے آٹے کا خمیر بنا رہی تھیں۔ حضرت زید کہتے ہیں جب میں نے حضرت زینب کو دیکھا تو میرے سینہ میں ان کی عظمت کا سکہ بیٹھ گیا حتیٰ کہ میرے اندر یہ جرأت نہ رہی کہ میں انھیں نظر بھر کر دیکھ سکوں مرعوب اس وجہ سے ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یاد کیا تھا میں نے ان کی طرف کمر کردی ایڑیوں کے بل پھر کر کہا اے زینب! آپ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا ہے انھوں نے کہا میں جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں میں کوئی قدم نہ اٹھاؤں گی وہ مسجد کی طرف جاتی ہیں ادھر قرآنِ پاک

[1] فتح الباری:٨/ ٣٨٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نازل ہو چکا تھا رسولِ اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے ہیں اور بغیر اجازت ان کے پاس داخل ہوتے ہیں۔

رسولِ اکرم ﷺ دوسرے روز جس وقت دن اوپر آجاتا ہے ہمیں گوشت اور روٹی کھلاتے ہیں، کھانا کھانے کے بعد لوگ چلے جاتے ہیں مگر کچھ لوگ کھانے کے بعد بیٹھے آپ کے گھر میں باتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں، رسولِ اکرم ﷺ باہر جاتے ہیں میں بھی آپ کے پیچھے ہوں اپنی بیویوں کے حجروں کے پاس آتے ہیں انھیں سلام کہتے ہیں وہ کہنے لگیں اے اللہ کے رسول! ﷺ اپنی اہلیہ کو کیسا پایا ہے آپ نے کہا اچھی ہے آپ کو پتہ چلا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے حضرت انس کہتے ہیں میں نے بھی آپ کے ساتھ اندر جانا چاہا تو آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ حائل کر دیا اور پردہ کی آیت بھی نازل ہوئی اور لوگوں کو نصیحت بھی کی گئی کہ آپ کے گھر میں وقت گزاری کے لیے مت بیٹھا کریں۔ ابن رافع نے حدیث میں یہ مزید بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان آیا:

﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ﴾ (الاحزاب:۵۳)

”نبی ﷺ کے گھر میں اجازت کے بغیر مت داخل ہوں کھانے کے پکنے کا انتظار نہ کریں بلکہ تیار ہو تو وقت پر جائیں۔...... اور اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا۔“ [1]

یہ بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی برکت ہی کا نتیجہ ہے کہ اور یہ بھی فضیلت انھیں حاصل ہے کہ پردہ اترنے کا بھی یہی سبب بنی ہیں یہ ان کی شادی کی صبح کو نازل ہوا تھا۔

آسمان سے نکاح کا پیغام:

میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ الفاظ شرمندگی اور سرافندگی محسوس کر رہے ہیں جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس شرف کو بیان کریں کہ ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ حضرت زینب سے شادی کریں یہی وجہ ہے ہماری ماں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس منقبت اور شرف کی وجہ سے فخر کیا کرتی تھیں یہ وہ خوبی ہے دنیا کی ہر چیز سمیٹ لیں اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آتے ہیں اور بیوی کی شکایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ انھیں کہتے ہیں اللہ سے ڈرو! بیوی کو روک رکھو۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اگر کسی چیز کو چھپانا ہوتا تو یہ بات چھپاتے مگر نہیں چھپائی حضرت زینب رضی اللہ عنہا دیگر امہات المومنین پر فخر کیا کرتی تھیں اور کہتی تھیں تمھاری شادیاں تمھارے گھر والوں نے کیں میری شادی اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کی۔ [2]

---

[1] مسلم: ۱۴۲۸، نسائی: ۶/ ۸۰۷، احمد: ۳/ ۱۹۵.

[2] بخاری: ۷۴۲۰، ترمذی: ۳۲۱۳.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

غور فرمائیں:

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امام ابوالقاسم سہیلی رحمہ اللہ نے بیان کیا پہلے حضرت زید کو زید بن محمد کہا جاتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت اتری: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ﴾ انھیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو۔ انھوں نے کہا اب میں زید بن حارثہ ہوں ان پر یہ بات حرام قرار دی گئی کہ یہ کہیں میں زید بن محمد ہوں یہ ایک شرف تھا یہ ایک فخر تھا جو ان سے چھین لیا گیا ظاہر ہے اس سے کچھ وحشت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تھا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسا شرف و فضل دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو نہیں میسر آیا صرف انہی کے ساتھ خاص ہے کہ قرآنِ پاک میں ان کا نام گرامی زید آیا کہ زید نے حضرت زینب سے جب حاجت پوری کر لی اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ذکرِ حکیم قرآن میں بیان کیا اب یہ نام قرآن بن گیا ہے جو مسجدوں کی محراب میں ہمیشہ گونجتا رہے گا اسے انتہاء درجہ کی ناموری ملی ہے۔ یہ عزت ان کے اُنس کا باعث ہوئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کا جو فخر حاصل ہوا تھا یہ اس کا عوض بن گیا۔

آپ کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا وہ قول یاد ہوگا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا تھا: کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے میں فلاں سورت تم پر تلاوت کروں تو وہ مسرت سے آبدیدہ ہو گئے تھے۔ اور کہا: کیا وہاں بارگاہِ رب العزت میں میرا نام ذکر ہوا ہے۔

مجھ سے بہتر میرا ذکر ہے کہ ان کی محفل میں ہے

جب آپ نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام لے کر ان کا ذکر کیا ہے تو رونے لگے ان کا نام قرآن نہیں بنا تو اتنے خوش تھے کہ رونے لگے۔ اب اس کی خوشی کا اندازہ لگائیں جس کا نام قرآن بن گیا ہو اور ہمیشہ تلاوت کیا جائے گا کبھی ختم نہ ہوگا۔ دنیا والے جب یہ قرآن پڑھیں گے تو یہ نام تلاوت ہوگا اور جنت والے یہ قرآن پڑھیں گے تو یہ نام تلاوت ہوگا۔ یہ جس طرح رب العلمین کے پاس مذکور ہے اسی طرح مؤمنوں کی زبانوں پر بھی جاری رہے گا۔ کیونکہ قرآن پاک قدیم کلام الٰہی ہے یہ باقی رہے گا سفید رو، عزت والے نیکوکار فرشتے اس کی تلاوت میں اسے یاد رکھیں گے، یہ شرف سوائے انبیائے کرام اور کسی مؤمن کے نام کو حاصل نہیں، یا پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے جو عزت و شرف چھینا تھا اس کے عوض یہ اعزاز بخشا ہے۔ اور احزاب کی آیت (۳۷) میں آتا ہے کہ جب تو کہہ رہا تھا اس شخص سے جسے اللہ نے ایمان کی نعمت سے نوازا تھا۔ یہ بات دلالت کرتی ہے کہ موت سے پہلے انہیں بتا دیا گیا ہے کہ تم اہلِ جنت میں سے ہو۔ [1]

ان کی فراست:

مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی فراست بھی ایک الہام تھا اور یہ بھی انعام الٰہی کا جھونکا تھا۔ کہ انہوں نے اپنے گھر والوں، اپنے قریبی خاندان والوں پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کیا ہے اس انتخاب پر اللہ کی مخلوق میں

[1] تفسير قرطبي ٨/٢٧٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کوئی بھی ان کا ہمسر نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے باپ اور اپنے چچا پر ترجیح دی اپنے بھائیوں اور اپنی قوم کے افراد پر آپ کو برتری دی اس قربانی کے عوض انہوں نے دنیا بھر کا فخر اور عزت سمیٹ لیے اور ایسی غنیمت حاصل کی کہ کوئی چیز اس کے مساوی نہیں، کیونکہ یہ ایثار تمام چیزوں سے قیمتی ہے۔

اس کو بدلہ میں حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے یگانۂ روزگار محبت کا تحفہ دیا حتیٰ کہ مسلمان انھیں محبوبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے پکارتے تھے یہی شرف وتشریف ان کے لیے کافی ہے کہ یہ محبوب پیغمبر کے محبوب خاص صحابی رضی اللہ عنہ تھے جہاں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طیب وپاکیزہ جہاں ہیں وہاں آپ کا محبوب بھی پاکیزہ ہے کیونکہ آپ طیب ہی کو پسند کرتے ہیں۔ [1]

تاریخ وسیر کے ماہرین کہتے ہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ، بدر، احد، خندق، حدیبیہ اور خیبر کے معرکوں میں شریک ہوئے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ مریسیع کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت زید کو ہی مدینہ منورہ پر خلیفہ بنایا تھا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سات غزوات میں بطور امیر مقرر ہو کر شریک ہوئے تھے۔ [2]

طائف کے کٹھن سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت:

دعوت الی اللہ کا کام جاری تھا۔ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دینِ اسلام کی طرف دعوت دے رہے ہیں جو کہ اصل دین حنیف تھا جن کے مقدر اچھے تھے وہ ادھر توجہ دے رہے ہیں جو بدنصیب تھے وہ اس سے روگردانی کر رہے ہیں۔

تا آنکہ ۱۰ء نبوت یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بن کر آئے دسواں سال تھا۔ یہ وہی سال غم ہے جس میں آپ کے پشت پناہ چچا ابو طالب فوت ہو گئے اور دمساز وغمخوار باوفا اہلیہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی دنیا چھوڑ چکی تھیں اب مشرک کھل کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درپے آزاد ہو جاتے ہیں تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی جانب روانہ ہوتے ہیں ساتھ آپ کے مولیٰ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے وہاں پہنچ کر آپ نے کچھ عرصہ بنو ثقیف کو دعوت الی اللہ دی مگر ان کے سردار یہ سننے کے لیے تیار نہ ہوئے انھوں نے اس پر کان نہ دھرا اور نہ ہی ان کے دل اسے سمجھنے اور سوچنے پر آمادہ ہوئے انھوں نے صرف اس دعوت سے رخ ہی نہ موڑا تھا۔ اور اس حق و ہدایت اور خیر سے اندھے اور بہرے ہی ثابت نہ ہوئے تھے بلکہ طائف کے بیوقوف لونڈوں اور غلاموں کو بھڑکا دیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے لگے اور پتھر مارنے لگے حتیٰ کہ آپ کی خوبرو نازک ایڑیاں خون سے تر بتر ہو گئیں اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ سے انھیں دور کرتے اور دفاع کرتے رہے اور ان کا چہرہ اسی کشمکش میں زخمی ہو گیا۔ یہ سلسلہ جور و جفا اس وقت تک جاری رہا جب آپ ربیعہ کے دو بیٹوں عتبہ اور شیبہ کے باغ میں پہنچے، تب وہ بدمعاش اور کم عقل بنو ثقیف کے لوگ واپس ہوئے جنھوں نے آپ کا پیچھا کیا تھا۔

اب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ انگور کے درخت کی بیل کی چھاؤں میں بیٹھ جاتے ہیں اور رسولِ

---

[1] فرسان من عصر النبوة:١٣٤.
[2] صفة الصفوة:١/ ١٥٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکرم ﷺ اپنے رب کی بارگاہ میں گڑگڑانے لگتے ہیں پوری توجہ اور انہماک سے دعا کرتے ہیں جس سے ایمان کا فیضان ہوتا ہے اور یقین کے دریا بہتے ہیں اللہ عزوجل کی راہ میں جو تکلیف پہنچی ہے۔ اس سے مشامِ جان کو معطر کرنے والی رضائے الٰہی کی خوشبو مہکتی ہے آپ دعا کرتے ہیں۔ [1]

حبیبِ کبریا کی پرگداز دعا کے پرسوز الفاظ:

" اَللّٰهُمَّ اَشْكُوْ اِلَيْكَ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَ قِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَ هَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَ اَنْتَ رَبِّيْ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ اِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ اَمْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهُ اَمْرِيْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِيْ وَ لٰكِنْ عَافِيَتُكَ اَوْسَعُ لِيْ۔ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ بِهِ الظُّلُمَاتُ وَ صَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ اَنْ تَنْزِلَ بِيْ غَضَبُكَ اَوْ يَحُلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔" [2]

"اے میرے اللہ! میں اپنی قوت کی ناتوانی کی تجھ سے ہی شکایت کرتا ہوں اور اپنے حیلہ کی کمی اور لوگوں کے ہاں اپنی ناقدری کا شکوہ فقط تجھ سے ہی کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! کمزور تصور ہونے والوں کا تو ہی رب ہے اور تو ہی میرا رب ہے تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے کسی دور والے کے جو بدخوئی سے پیش آئے یا دشمن کے حوالہ کرتا ہے جس کو تو نے میرے معاملہ کا مالک بنا دیا ہے میرے اوپر اگر تیرا غضب نہیں تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں لیکن تیری عافیت میرے لیے زیادہ کشادہ ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کے ساتھ پناہ میں آتا ہوں جس کے ساتھ تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و آخرت کا معاملہ درست ہو جاتا ہے میں پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب اترے یا تیری ناراضگی ٹوٹے یا تیرا عتاب مجھ پر نازل ہو میں تیری رضا چاہتا ہوں ہر زور اور طاقت کا سرچشمہ تو ہی ہے۔"

اس کے بعد رسولِ کرم ﷺ اور آپ کے مولیٰ حضرت زید رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کی جانب لوٹتے ہیں اور ہجرت کی اجازت تک مکہ میں ہی رہتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ مومنوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کا اذن دیتے ہیں اور یہ ہجرت کرتے ہیں وہاں پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ نیک سرشت ایمانداروں کے ساتھ رہنے لگے وہاں مدرسۂ نبوت کے نجیب و حبیب لوگوں کے ساتھ جو عظیم شاہسوار تھے صبح و شام گزارنے لگے جو خلود و ہمیشگی کی دنیا میں ہمیشہ زندہ و تابندہ ہو گئے۔

راہِ جہاد پر:

مکہ مکرمہ میں کفارِ قریش کا تشدد مسلمانوں پر اذیت ناک صورت اختیار کر گیا تو رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کی اجازت دے دی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے لمحہ بھر بھی توقف نہ کیا یہ

[1] فرسان من عصر النبوة:١٣٧.
[2] سيرة ابن اسحق، البداية والنهاية:٣/ ١٣٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مہاجروں کے ہر اول دستہ میں شامل ہو کر مدینہ منورہ میں پہنچ جاتے ہیں اور مدینہ منورہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ اور اپنے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا اور جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کی رات بارہ نقیب بننے والے افراد میں سے ایک نقیب حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارگی قائم کر دی یہ وہی سعادت مند آدمی ہیں جن کے متعلق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا واہ! اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کیا ہی خوب آدمی ہیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں اپنی عملی زندگی کا آغاز مزید اخلاص سے کیا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں۔

غزوات میں تو یہ ایک مخلص سپاہی تھے ایک بہادر جنگجو تھے۔ غزوۂ بدر میں جب مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قصواء اونٹنی پر انھیں بھیجا کہ اہل مدینہ کو مسلمانوں کی فتح کی بشارت سناؤ، اور ان کی سلامتی کی خبر دو۔ اس بشارت کو پہنچانے میں ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مسلمانوں کے دلوں میں بہت بڑا رتبہ تھا اس عظمت و مرتبت کی وجہ یہ تھی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بہت زیادہ احترام دیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی یہاں تک قدر افزائی فرمائی کہ مدینہ منورہ پر انھیں دو مرتبہ اپنا جانشین مقرر فرمایا اور متعدد فوجی دستوں کا انھیں امیر مقرر کیا سب سے پہلا دستہ لے کر یہ قردہ کی طرف روانہ ہوئے انھیں اللہ کی طرف سے درست نمائندگی اور اچھی کارکردگی دکھانے کا موقع ملا جس کی وجہ سے یہ کافروں کے مالوں اور قافلہ والوں پر قابض ہو گئے۔ [1]

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے وہ اعزازات جوان کے سینہ پر سجے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر حضرت زید رضی اللہ عنہ کی محبت سے لبریز تھا۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انھیں پکارا ہی زید محبوب حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے دلنواز لقب سے کرتے تھے۔

حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہتے ہیں:

”يَا زَيْدُ اَنْتَ مَوْلَایَ وَ مِنِّیْ وَ اِلَیَّ وَ اَحَبُّ الْقَوْمِ اِلَیَّ۔“ [2]

”اے زید! تو میرا مولیٰ ہے اور تو مجھ سے ہے اور میری طرف آیا ہے ساری قوم سے مجھے محبوب ہے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ بھیجا اور اس پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر کیا بعض لوگوں نے ان کی امارت پر تنقید کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آج تم اسامہ کی امارت

---

[1] رجال مبشرون بالجنة: ٣٣٦.

[2] احمد: ٥/ ٢٠٤، طبقات: ٣-١/ ٢٩، و رجاله ثقات و صححه الحاكم: ٣/ ٢١٧، واوفقه الذهبي و حسنه الحافظ فی الاصابة: ٤/ ٥٠.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پر نقد و جرح کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم نے ان کی باپ کی امارت کو بھی نشانۂ تنقید بنایا تھا۔
واللہ! یہ زید امارت کے لائق تھے اور یہ زید مجھے لوگوں میں سے سب سے زیادہ پیارا تھا اب ان کے بعد یہ اسامہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی لشکر میں زید کو بھیجا تھا تو اس پر انھیں امیر مقرر کرتے تھے اور اگر پیچھے چھوڑتے تو انھیں اپنا نائب بناتے۔ ❷

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سات معرکے کیے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نو غزوات میں شرکت کی۔

انھیں ہر غزوہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر امیر ہی مقرر کیا۔ ❸

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جتنا حصہ مجھے دیا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مجھ سے زیادہ دیا میں نے یہ پوچھا تو کہا یہ تمہاری بہ نسبت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا اور اس کا باپ تیرے باپ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا۔ اس لیے انھیں زیادہ حصہ دیا ہے۔ ❹

بلکہ سب سے بڑھ کر یہ تمغہ ہے کہ جو ان کی پیشانی کا جھومر ہے حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت میں داخل ہوا تو ایک نوجوان لڑکی سامنے سے آ رہی ہے میں نے کہا تم کس کے لیے وقف ہو، اس نے کہا، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے ہوں۔ ❺

جب پیارا پیارے کو داغ مفارقت دے گیا:

حضرت زید رضی اللہ عنہ، حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہی زندگی گزارتے ہیں آپ کے سرچشمۂ علم و اخلاق اور سیرتِ پاک سے سیراب ہوتے ہیں حتیٰ کہ زاہد و عابد اور ورع و احتیاط والے بن جاتے ہیں۔

یہاں دنیا میں ایک ہی حال برقرار ہے یہ محال ہے، موت آتی ہے پیاروں کے درمیان جدائی کا صدمہ جگاتی ہے لذات کو توڑتی ہے اور جمعیتوں کو بکھیر کر رکھ دیتی ہے۔

۸ ہجری میں غزوۂ موتہ کا حادثہ پیش آتا ہے جس میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کی چھاؤں میں عمر دراز گزار کر مرتبۂ شہادت سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

---

❶ بخاری: ۳۷۳۰، مسلم: ۲٤۲٦.

❷ احمد: ٦/ ٥٤، حاکم: ۳/ ۲۱٥، و سندہ حسن، فضائل صحابہ للعدوی.

❸ طبقات: ۳/ ۳۳، حاکم: ۳/ ۲۱۸، و قال صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ و قال الذھبی فھو فی البخاری فی الثلاثیات.

❹ الاصابہ: ٤/ ٥٠، و قال صحیح.

❺ رویانی والضیاء عن بریدہ و صححہ الالبانی فی صحیح الجامع: ۳۳٦٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ ہجری جمادیٰ اولیٰ میں موتہ کی جانب ایک دستہ فوج بھیجا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان پر سالار مقرر فرمایا اور ان سے کہا اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر حضرت جعفر بن ابی طالب کو سالار مقرر کر لینا۔ اگر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے سالار ہوں گے۔ لوگ تیاری کرتے ہیں اور ساز و سامان جنگ اکٹھا کرتے ہیں اور روانہ ہونے کی تیاری کرتے ہیں ان کی تعداد تین ہزار تھی جب روانگی کا وقت ہوا تو لوگ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان امراء کو الوداع کہنے کے لیے آئے اور انھیں سلام کیا حضرت عبداللہ بن رواحہ کو الوداع کیا گیا تو اشکبار ہو گئے ان سے پوچھا گیا اے ابن رواحہ کیوں روتے ہو۔

کہا واللہ! مجھے دنیا سے محبت نہیں اور نہ ہی اس پر فریفتگی ہے میں نے رسولِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آیۂ مبارکہ تلاوت کرتے سنا ہے یہ کتاب اللہ کی وہ آیت ہے جس میں دوزخ کا ذکر ہے وہ یہ ہے:

﴿وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝﴾ (مریم: ۷۱)

''نہیں تم میں سے کوئی مگر وہ دوزخ میں وارد ہونے والا ہے یہ تیرے رب نے لازمی فیصلہ کر دیا ہے میں اس لیے رو دیا ہوں کہ مجھے وارد ہونے کے بعد واپس کیسے ہونا ہے۔''

امرائے لشکر سے مسلمانوں نے الوداع کے وقت کہا:

اللہ تمہارے ساتھ ہو اور تمہاری پریشانی دور کرے اور تمھیں اچھی حالت میں ہمارے پاس دوبارہ لوٹائے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اشعار کہے:

لٰكِنَّنِيْ اَسْأَلُ الرَّحْمٰنَ مَغْفِرَةً
وَ ضَرْبَةً ذَاتَ فَرْغٍ تَقْذِفُ الزَّبَدَ

''لیکن میں تو رحمٰن رب سے مغفرت مانگتا ہوں اور تلوار کی ایسی ضرب مانگتا ہوں جو گہری ہو اور خون کی جھاگ پیدا کر دے۔''

اَوْ طَعْنَةً بِيَدِيْ حَرَّانَ مُجْهِزَةً
بِحَرْبَةٍ تَنْفُذُ الْاَحْشَاءَ وَالْكَبِدَا

''یا ہاتھ میں ایسے نیزہ کا نشان لگے جو تیز دھار اور چپکنے والا ہو اور جو انتڑیوں اور جگر سے پار گزر جائے۔''

حَتّٰى يَقُوْلُوْا اِذَا مَرُّوْا عَلٰى جَدَثِيْ
اَرْشَدَهُ اللّٰهُ مِنْ غَازٍ وَّ قَدْ رَشَدَا

''حتیٰ کہ جب لوگ میری قبر پر سے گزریں تو کہیں اس مجاہد کو اللہ تعالیٰ رشد و ہدایت سے نوازے اس نے اچھا کام کیا ہے۔''

اب لوگ بالکل روانہ ہونے کے لیے تیار کھڑے تھے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آتے ہیں اور آپ سے الوداعی ملاقات کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ مَا اٰتَاكَ مِنْ حُسْنٍ
تَثْبِيْتَ مُوْسٰى وَ نَصْرًا كَالَّذِيْ نَصَرُوْا

"جو اچھائی آپ کے پاس آئی ہے اسے اللہ تعالیٰ ثابت رکھیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر ثابت رکھی اور آپ کی مدد کرے جس طرح انھوں نے نصرت وحمایت کی۔"

اِنِّیْ تَفَرَّسْتُ فِيْكَ الْخَيْرَ نَافِلَةً
فِرَاسَةً خَالَفْتُهُمْ فِي الَّذِيْ نَظَرُوْا

"میں نے آپ میں خیر کو بہت زیادہ بھانپ لیا ہے ایسی فراست سے میں نے جان لیا ہے کہ جس نظر سے لوگوں نے دیکھا ہے میں نے اس کے بارے میں ان کے خلاف کیا ہے۔"

اَنْتَ الرَّسُوْلُ فَمَنْ يُّحْرَمْ نَوَافِلَهٗ
وَالْوَجْهَ مِنْهُ فَقَدْ أَزْرٰى بِهِ الْقَدَرُ

"آپ رسول ہیں جوان کے عطیات اور چہرہ سے محروم ہوا یقیناً اس کو اس کی تقدیر نے عیب ناک کر دیا ہے۔"

جب لشکر روانہ ہوتا ہے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں الوداع کرنے کے لیے باہر تک تشریف لے جاتے ہیں جب آپ نے انھیں آخری الوداع کہا اور ان سے رخ موڑ کر واپس مدینہ کی جانب مڑے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

خَلَفَ السَّلَامِ عَلَى امْرِئٍ وَدَّعْتُهٗ
فِي النَّخْلِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَّ كَلِيْلٍ

"کھجوروں کے درختوں کے قریب سلام کے بعد میں نے ایک ایسے آدمی کو الوداع کہا ہے جو کبھی دلوں سے الوداع نہ ہوگا اور نہ ہی اس سے اکتاہٹ ہوتی ہے۔"

اور حضرت زید بن حارثہ کی المناک شہادت کا حادثہ رونما ہو گیا:

اب یہ دستہ فوج چل پڑتا ہے اور شام کی سرزمین میں "معان" جگہ پر پڑاؤ ڈالتا ہے انھیں اطلاع ملی کہ ہرقل بلقاء مقام پر ایک لاکھ فوج لیے بیٹھا ہے لخم اور جدام قبیلہ اور بلقین بہرام اور بلی قبائل کے عرب نما لوگ اس کے ساتھ مل رہے ہیں اور ان کے اوپر جوان کا جھنڈا بردار مقرر ہے اسے بنوزانہ کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔

مسلمانوں کو جب یہ اطلاعات موصول ہوئیں تو یہ دو راتیں "معان" میں ہی مقیم رہے ان رومیوں کا انتظار کرنے لگے کہ یہ کیا قدم اٹھاتے ہیں۔ کچھ مسلمانوں نے پریشانی کے عالم میں یہ کہا کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحریری طور پر دشمن کی تعداد سے آگاہ کر دیں تاکہ وہ ہماری مدد کے لیے بندوبست کریں یا پھر جو حکم ہو جاری فرمائیں ہم وہ کر گزریں گے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو دلیری پر ابھارتے ہیں اور کہتے ہیں: اے لوگو! جس چیز پر تم اظہار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناپسندیدگی کر رہے ہو اسی شہادت کی تڑپ لے کر تو تم نکلے ہو اب گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم ان دشمنوں سے تعداد، قوت اور کثرت سے نہیں لڑتے ہم تو اس دین کی طاقت سے جنگ آزمائی کرتے ہیں ہمیں اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اکرام و احترام دیا ہے چلو! میدان میں اترو دو اچھائیوں میں سے ایک تمہارا ضرور مقدر بنے گی یا تو غالب آئیں گے یا پھر جامِ شہادت نوش کریں گے یہ سنتے ہی۔

مسلمان دشمن سے جا ٹکرائے اور لڑنا شروع کر دیا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تھامے ہوئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے لڑتے ہوئے خوب دادِ شجاعت دی دشمن کے نیزوں کی زد میں گھوم رہے تھے اور شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے وہ جھنڈا تھام لیا اور مصروف معرکہ ہو گئے حتیٰ کہ وہ بھی لڑائی کی خون ریزی کا لقمہ بن گئے اپنے سرخ رنگ کے گھوڑے سے اتر کر اسے کاٹ ڈالا اور گھمسان کی جنگ کی جگہ پر گھس گئے حتیٰ کہ شہادت سے سرفراز ہو گئے یہ مسلمانوں میں سے سب سے پہلے بہادر ہیں جنھوں نے اسلام کے دور میں گھوڑے کو کاٹا۔ [1]

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر شہامت کے بعد وہ جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھام لیتے ہیں اور گھوڑے پر سوار آگے بڑھتے ہیں نیچے اترنے کا عزم کرتے ہیں تو متردد سے ہو جاتے ہیں پھر کہتے ہیں

اَقْسَمْتُ یَا نَفْسِیْ لِتَنْزِلَنَّهْ
طَائِعَةً اَوْ لَتُكْرَهَنَّهْ

''اے میری جان! میں قسم سے کہتا ہوں تجھے گھوڑے سے اترنا ہوگا خوش ہو کر اترے یا ناپسندی سے اترے۔''

مَا لِيْ أَرَاكِ تَكْرَهِيْنَ الْجَنَّةَ
اِنْ اَجْلَبَ النَّاسُ وَ شَدُّو الرَّنَّةَ

'کیا ہے مجھے کہ میں تجھے دیکھتا ہوں تو جنت کو ناپسند کر رہا ہے لوگ تو ادھر کھینچ کھینچ کر آتے ہیں اور رو رو کر اس کی طرف دوڑتے ہیں۔''

لَطَالَمَا قَدْ كُنْتِ مُطْمَئِنَّةً
هَلْ اَنْتِ اِلَّا نُطْفَةٌ فِيْ شَنَّةٍ

''عرصہ دراز سے تو مطمئن رہا ہے تیری مثال مشک میں ایک قطرے کی ہے اسی طرح جسم میں جان ہے۔''

مزید کہا:

یَا نَفْسِیْ اِلَّا تُقْتَلِيْ تَمُوْتِيْ
هٰذَا حِمَامُ الْمَوْتِ قَدْ صَلِيْتِ

''اے میرے نفس! اگر تو راہِ اللہ میں شہید نہ ہوگا مرنا تو پھر بھی ہے یہ موت کا پیغام تیرے پیچھے لگا ہے۔''

[1] مجمع الزوائد:٦/ ١٠٧، رواه الطبرانی و رجاله ثقات الی عروة، هيثمی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَ مَا تَمَنَّيْتِ فَقَدْ لَقِيْتِ
اِنْ تَفْعَلِيْ فِعْلَهُمَا هُدِيْتِ

''جو تو نے تمنا کی وہ تجھے ملا ہے اگر تو اچھا کام کرے گا تو ہدایت دیا جائے گا۔''

اس کے بعد نیچے اترتے ہیں تو ان کا چچا کا بیٹا ایک پر گوشت ہڈی لے کر آتا ہے اور کہتا ہے یہ کھاؤ کچھ کمر مضبوط کر و ان دنوں میں آپ نے بہت محنت کی ہے اور کھایا کچھ بھی نہیں وہ ہاتھ میں لی اور اس سے گوشت نوچا اور ایک طرف سے کان میں آواز پڑی کہ ادھر سے لشکر چھوٹ رہا ہے یہ سن کر کہا عبداللہ! تیرے ہوتے ہوئے یہ شکست یہ کیسے ممکن ہے پھر وہ ہڈی پھینک دی اور تلوار تھام لی اور لڑنا شروع کیا حتیٰ کہ شہادت کے مقام اعلیٰ پر جا بسیرا کیا۔

ان کے بعد جھنڈا ثابت بن ارقم جو بنو عجلان میں سے تھے۔ انھوں نے تھام لیا اور کہا اے لوگو! کسی ایک آدمی پر اتفاق کرو اور اسے اپنا امیر بنا لو انھوں نے کہا تم پر اتفاق کرتے ہیں انھوں نے کہا میں اس قابل نہیں تو لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سالارِ اعلیٰ تسلیم کر لیا جب انھوں نے جھنڈا پکڑا تو دشمن کو پیچھے دھکیلا اور تب واپس آئے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں حضرت زید، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ہی ان کی موت کی اطلاع دے چکے تھے۔ فرمایا: علم حضرت زید نے تھام لیا ہے وہ شہید ہو گئے اس کے بعد جھنڈا حضرت جعفر نے پکڑ لیا وہ بھی شہید ہو گئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا تھام لیا ہے وہ بھی شہید ہو گئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور کہا اب جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اٹھا لیا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں فتحیاب کیا ہے۔ [2]

آہ! آج کا یہ دن ایک پیارے کا اپنے پیارے سے جدائی کا دن تھا یہ دنیا میں کبھی نہ ملیں گے اب رب رحمان کی اس جنت میں ہی ان کی ملاقات ہوگی وہ ایسی جنت ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے سنا نہیں اور کسی بشر کے دل میں کھٹکا بھی نہیں ہوا جو اس میں انعامات ملنے والے ہیں۔

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

صحن گلشن کی فضائیں افسردہ کیوں نہ ہوں
پھول وہ ٹوٹ گئے جن پر گلشن کو ناز تھا

---

[1] مجمع الزوائد:٦/ ١٥٩،رواہ الطبرانی و رجالہ ثقات ، ہیثمی.

[2] بخاری:٧/ ٥٨٥، کتاب المغازی.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

39

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی حیات باصفا کی جھلک

سرورِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

" مَنْ كَانَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَلْيُحِبَّ أُسَامَةَ"

"جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے پیار ہے اسے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ضرور محبت کرنی چاہیے۔"

جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو چن لیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے دوسروں پر ترجیح دیتے ہوئے چن لیتے ہیں اور اسے مبارک بنا دیتے ہیں اور اس کی اولاد میں بھی مبارک افراد پیدا کرتے ہیں اور دوسروں پر انھیں بلند و بالا کرتے ہیں۔

یہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں جنھیں حبیب کبریا ﷺ نے منہ بولا بیٹا بنایا تھا یہ اس وقت کی بات ہے ابھی اسلام نے متبنّٰی بنانے کو حرام قرار نہیں دیا تھا تو انھیں زید بن محمد ﷺ کے نام سے پکارا جانے لگا جب اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا۔ ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ ﴾ (الاحزاب: ٤) انھیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو اس دن کے بعد سے پھر انھیں زید بن حارثہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔

حضرت زید ایسے آدمی ہیں جنھوں نے اپنے باپ اور چچا پر رسول اکرم ﷺ کا انتخاب کیا تو رسولِ اکرم ﷺ نے ان سے کہا: اے زید! تم میرے مولیٰ ہو اور مجھ سے ہو اور میری طرف آئے ہو اس لیے مجھے ساری قوم سے تم زیادہ محبوب ہو۔ [1]

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے شادی کی ان کا اصل نام برکہ تھا حبشیہ تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کی پرورش کی جب کہ آپ کی والدہ محترمہ وفات پا گئی تھیں۔ نبی ﷺ کو ان سے اس طرح محبت تھی جس طرح ماں سے ہو سکتی ہے کیونکہ آپ کے لیے تو یہی ماں تھیں۔ ایک دن لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کے رخ تاباں پر فرحت و مسرت اور سعادت کی جھلکیاں نظر آئیں تو انھیں پتہ چلا کہ آپ اتنے مسرور تب ہیں کہ حضرت ام ایمن کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے واہ! وہ بچہ معصوم بھی کتنا بڑا بخت رکھتا ہے جس کی پیدائش پر نبی اکرم ﷺ خوش ہوتے ہیں۔ یہ بچہ اسامہ بن زید ہے، جو رسولِ اکرم ﷺ کا محبوب ہے اور محبوب کا بیٹا ہے جس سے آپ ﷺ کو والہانہ محبت تھی جو آپ کے قلبِ اطہر پر

[1] حاکم: ۳/ ۲۱۷، وصححه ووافقه الذهبي.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھائی رہتی تھی۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ میں وہ تمام عظیم صفات موجود تھیں جن کی بدولت یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں قریب جگہ پا گئے اور آپ کی مقدس نگاہوں میں بڑے محترم ٹھہرے یہ ان دو کریم مسلمانوں کا فرزند تھا جو اسلام کی طرف سبقت سے آئے تھے اور پہلے پہلے مسلمان ہونے والوں میں سے تھے اور سب سے زیادہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کا انھیں شرف حاصل تھا اور آپ سے قربت کا سنہری موقع ملا تھا۔ یہ باپ بیٹا اسلام کے ان سپوتوں میں سے تھے جو شرک سے یکطرف رہے اور اسلام میں ہی ولادت پائی اور اپنی صاف فطرت کے لیے اسلام کا دودھ ہی سب سے پہلا ان کا نوالہ بنا تاریک جاہلیت کی گرد وغبار ان تک نہ پہنچی تھی۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نوعمری کے باوجود ٹھوس مومن تھے قوی مسلمان تھے ایمان و دین کی ہر ذمہ داری مضبوط محبت اور سخت عزیمت کے ساتھ پوری کرتے تھے۔ انتہا درجہ فہم و ذکاء والے حد درجہ تواضع کے پیکر تھے اللہ کی راہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بے حد فنا تھے۔ ❶

حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ایسی محبت تھی جسے بیان کرنے سے قلم عاجز ہے ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ ہم ان مشکبو مشاہد پر غور کریں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے درمیان رونما ہوئے اور حبیبِ کبریا نے جوان کے بارے میں تاثرات بیان کیے ہیں ان پر غور کریں۔ فرمایا:

"أُسَامَةُ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ۔"

"اسامہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔" ❷

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اور حسن کو پکڑتے اور کہتے اے میرے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر لے۔ ❸

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کا ناک صاف کرنا چاہا میں نے کہا میں کرتی ہوں، فرمایا: اے عائشہ! ان سے پیار کرو میں بھی ان سے محبت رکھتا ہوں۔ ❹

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما دروازے کی دہلیز سے پھسل گئے چہرہ زخمی ہو گیا تو مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔

❶ رجال حول الرسول:٦٥٤.

❷ حاکم:٣/ ٥٩٦، و قال هٰذا حديث صحيح علىٰ شرط مسلم و لم يخرجاه ووافقه الذهبی.

❸ بخاری:٧/ ٧٠، فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، احمد:٥/ ٢١٠.

❹ ترمذی:٣٨١٨، كتاب المناقب و اسناده حسن ارنؤوط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے گندگی دور کروں میں نے اس سے کراہت کا اظہار کیا تو آپ ان کا خون چوسنے لگے اور چہرہ صاف کیا اور فرمایا۔ اگر اسامہ لڑکی ہوتی تو میں اسے لباس پہناتا اور میں اسے زیور پہناتا اور میں اسے خرچہ دیتا۔ ❶

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر پر امیر مقرر کیا تو ان کی امارت پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے پہلے تم نے ان کے باپ کی امارت پر بھی طعنہ زنی کی تھی۔ واللہ! وہ امارت کے مستحق تھے اور مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے اور یہ اسامہ بھی ان کے بعد مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ ❷

بلکہ لوگوں کو بھی علم تھا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا مقام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بہت زیادہ ہے یہی وجہ ہے جب مخزوم قبیلہ کی عورت کے متعلق سفارش کی ضرورت پڑی تو سفارش کے لیے ان کی سوچ حضرت اسامہ پر رکی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش کو اس مخزوم قبیلہ کی عورت کے معاملہ نے بہت پریشان کیا تھا جس نے چوری کی تھی اور کہنے لگے اس بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بات چیت کرے گا پھر کہنے لگے یہ جرأت صرف حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ہی کر سکتے ہیں کیونکہ یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت محبوب ہیں۔

حضرت اسامہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ"

"کیا تم اللہ کی حد میں سے ایک حد میں سفارش کر رہے ہو، اور خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ جب ان میں شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرتیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ ❸

امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کسی کے لائق نہیں کہ وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اسے حضرت اسامہ سے محبت کرنی چاہیے۔ ❹

بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے باپ حضرت زید اور ان کی ماں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے شدید محبت تھی اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ام ایمن کی نسل سے بھی محبت تھی خواہ انھیں دیکھا تھا یا نہیں دیکھا تھا۔

رملہ بیان کرتے ہیں جو حضرت اسامہ کے مولیٰ تھے کہ میں ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا حجاج

---

❶ احمد:٦/ ١٣٩، ابن ابی شیبہ:١٢٣٥٦، اسنادہ صحیح لغیرہٖ عدوی.

❷ بخاری ٤٢٥٠، مسلم:٢٤٢٦، ترمذی:٣٨١٦.

❸ بخاری:٦٧٨٨، مسلم:١٦٨٨، ترمذی:٣٨١٦.

❹ مجمع الزوائد:٩/ ٢٨٦، احمد و رجالہ رجال الصحیح، ہیثمی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بن ایمن آئے انھوں نے رکوع اور سجود پورا نہ کیا تھا۔ انھوں نے کہا نماز لوٹاؤ جب وہ پھرے تو مجھ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا یہ کون ہے بتایا گیا یہ حجاج بن ایمن بن ام ایمن ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اگر اسے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے تو اس سے محبت کرتے پھر آپ کی اُم ایمن س جو محبت تھی اس کا ان سے ذکر کیا۔ ❶

حضرت عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر مسجد میں تھے انھوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو مسجد کے ایک کونے میں اپنے کپڑے گھسیٹتا جا رہا ہے، فرمایا دیکھو یہ کون ہے؟ کاش! یہ میرے پاس ہوتا میں اسے بتاتا کہ ایسے نہیں چلتے ان سے ایک انسان نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! آپ اسے نہیں جانتے یہ محمد بن اسامہ ہے حضرت ابن عمر نے اپنا سر جھکایا اور ہاتھوں کی انگلیوں کے ساتھ زمین کریدی اور کہا: کاش! اسے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہوتا اگر آپ اسے دیکھ لیتے تو اس سے محبت کرتے۔ ❷

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ پر اعتراض کرنے والے کا شبہہ دور کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے پاس ایک قیافہ شناس آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اور حضرت زید بن حارثہ لیٹے ہوئے تھے اس کھوجی نے کہا یہ قدم ایک دوسرے سے ہیں یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور یہ قیافہ آپ کو بہت ہی پسند آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی اطلاع دی۔ ❸

تبصرہ:...... علامہ نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں ❹ قاضی کہتے ہیں عبد ماذری نے کہا جاہلیت والے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے نسب میں تنقید کرتے تھے کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سخت سیاہ فام تھے اور حضرت زید سفید رنگت والے تھے۔ جب اس قیافہ شناس نے رنگت کے اختلاف کے باوجود اسامہ کا نسب حضرت زید سے ملایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرحت و مسرت کا اظہار فرمایا کیونکہ اس کی وجہ سے ان کے نسب و طعن و تشنیع کی زبانیں بند ہوگئی تھیں جاہلیت والے قیافہ شناسوں کی بات پر بہت اعتماد کرتے تھے اس لیے وہ خاموش ہو گئے۔

حضرت اسامہ کی والدہ کا مکمل نسب یہ ہے برکہ بنت محصن بن ثعلبہ بن عمرو بن حصین بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان تھا۔ دیکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو بطورِ اہلیہ چنتے ہیں اور انھیں پاکیزہ قرار دیتے ہیں۔

حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن ابی جہم کہتے ہیں میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوا ان کے خاوند نے انھیں طلاق دے رکھی تھی جب عدت ختم ہوئی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے نکاح کے لیے کسی نے یاد کیا ہے کہا، ہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابوجہم نے پیغام بھیجے ہیں آپ نے فرمایا: ابوجہم تو سخت عادت والے ہیں اور معاویہ کے پاس

❶ بخاری: ٣٧٣٧.
❷ بخاری: ٣٧٣٤.
❸ بخاری: ٣٧٣١، مسلم: ١٤٥٩.
❹ شرح مسلم: ٣/ ٦٤١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مال نہیں لیکن میں تیرا نکاح اسامہ سے کرتا ہوں اسامہ سے نکاح کو پہلے تو فاطمہ نے حقیر تصور کیا پھر کہنے لگیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی سمع و اطاعت ہی بہتر ہے آپ ﷺ نے میرا نکاح حضرت اسامہ سے کر دیا اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلم ابوزید کی وجہ سے اعزاز بخشا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے شرف دیا اور اس کے ذریعہ مجھے بلند کیا۔ [1]

رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ سے بچپن میں جس طرح ان سے محبت کی اسی طرح جوانی میں بھی محبت کی۔

حکیم بن حزام نے جو کہ قریش کے سردار تھے رسولِ اکرم ﷺ کو دینے کے لیے ایک قیمتی جوڑا یمن سے خریدا جس کی قیمت سونے کے پچاس دینار تھی یہ جوڑا ذی یزن بادشاہ کا تھا نبی اکرم ﷺ نے حکیم کا ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ حکیم ان دنوں مشرک تھے لیکن قیمت دے کر خرید لیا تھا۔ اسے ایک جمعہ میں صرف ایک دن ہی نبی اکرم ﷺ نے پہنا تھا پھر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو آپ نے پہنا دیا وہ اسے زیب تن کرتے ہوئے صبح و شام اپنے ہم عمر نوجوان مہاجرین و انصار میں آتے جاتے تھے۔ [2]

حبیبِ کبریا ﷺ اپنی مرض الموت میں مبتلا ہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے دعا کی تھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ اکرم ﷺ کی طبیعت بوجھل ہو گئی تو میں آپ کے پاس اترا میرے ساتھ لوگ بھی مدینہ میں اترے میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس داخل ہوا آپ خاموش تھے بات نہ کرتے تھے آپ نے اپنے دستِ مبارک آسمان کی طرف بلند کیے اور انھیں میرے اوپر ڈالا میں پہچان گیا کہ آپ ﷺ نے میرے لیے دعا کی ہے۔ [3]

اللہ کی راہ میں جہاد:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت کے حصول کے تمنائی تھے یہ آرزو ان کی دل کی گہرائیوں سے تھی اور ہمہ وقت مقاماتِ شہادت کی جستجو میں رہتے تھے۔

غزوۂ احد میں شرکت:

غزوۂ احد میں اللہ کی راہ میں لڑنے اور جہاد کرنے کے لیے اس ارادہ سے گئے تھے شاید کہ شہادت سے سرخرو ہوں لیکن چھوٹی عمر کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے انھیں واپس لوٹا دیا انھیں بھی لوٹا دیا اور دیگر جوانانِ رعنا جو کہ مسلمان تھے انھیں بھی واپس کر دیا حالانکہ ان کے دل اللہ کی محبت اور دین الٰہی کی نصرت سے معمور تھے۔

حضرت اسامہ واپس لوٹے مگر ان کا دل غم سے پھٹ رہا تھا اور اللہ کی راہ میں جہاد سے محروم رہنے کی وجہ سے بہت کبیدہ خاطر تھے۔

---

[1] مسلم: ۱۴۸۰۔

[1] صور من حیاۃ الصحابۃ: ۲۲۷۔

[2] احمد: ۵/ ۲۰۱، ترمذی: ۳۸۱۷، و سندہ قوی (ارنؤوط)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غزوۂ خندق میں شرکت:

غزوۂ خندق میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ دوبارہ آئے اور خود کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا امید یہ تھی شاید اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہادی خدمات کے لیے آپ انھیں قبول کرلیں گے ان کا جذبۂ جہاد دیکھتے ہوئے حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر شفقت فرماتے ہوئے انھیں اجازت دے دی یہ تلوار اٹھائے جارہے ہیں جب کہ ان کی عمر پندرہ برس تھی۔

غزوۂ موتہ میں کارکردگی:

غزوۂ موتہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ کے جھنڈے کے نیچے لڑ رہے تھے اس وقت ان کی عمر ابھی اٹھارہ برس نہ تھی۔ وہاں انھوں نے اس شرف والی زمین کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ زمین ان کے باپ کے خون سے رنگین ہوئی ہے اور ان کے والد صاحب یہاں شہید ہوئے ہیں وہ نیزوں کی بارش میں گھومتے شہید ہوئے اس حوصلہ شکن صورت حال کے باوجود یہ ناتواں نہ ہوئے اور اپنے واجبات ادا کرنے میں ایک لحظہ بھر بھی سست نہ پڑے۔ اس کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے لڑنا شروع کردیا۔ حتیٰ کہ حضرت جعفر شہید ہوگئے ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے لڑتے رہے۔ ان کی شہادت کے بعد اللہ کی تلوار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے لڑتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اللہ کے حکم سے لشکر کو بہت عمدہ طریقہ سے چلایا، مسلمان لشکر کو رومیوں کے پنجوں سے چھڑایا حالانکہ ان کی تعداد دو لاکھ جنگجوؤں پر مشتمل تھی اور مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار تک تھی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ مدینہ کی جانب لوٹے اپنے والد کی شہادت کو اللہ کے ہاں سے ثواب کا باعث سمجھا اور ان کا جسم اطہر شرف و جہاد کی سرزمین میں ہی تھا اپنے اسی گھوڑے پر سوار ہوئے جس پر ان کے والد شہید ہوئے تھے اور واپس آئے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے میں تاخیر کردی آپ کے پاس نہ آئے اس کے بعد آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے تو آنکھیں اشکبار ہوگئیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونے لگے جب آنسو تھمے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: دیر سے کیوں آئے ہو اور آئے ہو تو ہمیں غمزدہ کردیا ہے یہ دوسرے دن آئے تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آتے دیکھا تو کہا، اسامہ تمھیں جو کل غم پہنچا ہے آج میں وہی غم لے کر تم سے ملاقات کر رہا ہوں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے انھیں دیکھ کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اشکبار ہوگئے۔ [1]

غزوۂ حنین میں ثابت قدمی:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے حنین کی وادی کا رخ کیا تو ہم اس میں اترے، یہ تہامہ کی وادی تھی جو خالی اور گہری ڈھلوان والی تھی ہم اس میں بہت نیچے اتر گئے ابھی صبح کے اندھیرے کا سایہ موجود تھا،

[1] مصنف عبد الرزاق:٦٦٩٨، اسناده صحيح، (شيخ مصطفى عدوى)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دشمن ہم سے پہلے وادی میں اتر چکا تھا وہ اس جگہ گھاٹیوں میں چھپ گئے اور موڑوں پر بیٹھ گئے اور تنگنائیوں پر قبضہ کرلیا وہ جمع ہو چکے تھے اور مکمل تیار تھے اور جنگی بندوبست کر رکھا تھا۔

واللہ! ہم اتر رہے ہیں کہ اچانک ہم تو حیران و پریشان ہو گئے جب ہم نے لشکر ہی لشکر دیکھا انھوں نے ہم پر یکبارگی حملہ کردیا کہ لوگ پچھلے پاؤں تیزی سے لوٹے کوئی کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھتا تھا، رسولِ اکرم ﷺ دائیں جانب مڑ گئے، پھر کہا:

"اَیْنَ النَّاسُ هَلُمُّوْا اِلَیَّ۔"

"لوگو! کہاں ہو، میرے پاس آؤ میں رسول اللہ (ﷺ) ہوں میں محمد بن عبداللہ ہوں۔" (ﷺ)

پس کچھ نہ تھا، اونٹ ایک دوسرے کے اوپر سے گزر رہے تھے لوگ بکھر گئے بس رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ مہاجرین اور انصار اور اہل بیت میں سے کچھ لوگ باقی رہ گئے تھے۔

مہاجروں میں سے جو آپ ﷺ کے ساتھ رہ گئے ان میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے اور اہل بیت میں سے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت ابوسفیان، بن حارث اور ان کا بیٹا، حضرت فضل بن عباس، حضرت ربیعہ بن حارث، حضرت اسامہ بن زید، حضرت ایمن بن عبید رضی اللہ عنہم تھے ان میں سے حضرت ایمن بن عبید اس دن شہید ہو گئے۔ (رضی اللہ عنہ) [1]

اسامہ نے نصیحت پلے باندھ لی:

ایک روز حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حبیبِ کبریا ﷺ سے ایک بلیغ اور موثر درسِ حیات حاصل کیا، جو انھوں نے زندگی بھر یاد رکھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی وفات حسرت آیات سے دو برس پہلے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک دستہ فوج پر امیر بنا کر بھیجا یہ دستہ ان کے خلاف روانہ ہوا تھا جو مشرکوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دھاوا بولا تھا تو یہ ان کی سرکوبی کے لیے گئے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی یہ سب سے پہلی امارت تھی اپنی اس مہم میں وہ کامیاب ہوئے اور کامران لوٹے ان کے آنے سے پہلے ہی ان کی سرخروئی کی اطلاعات، رسولِ اکرم ﷺ تک پہنچ چکی تھیں۔ اس کے ساتھ رسولِ اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے اور بڑی ہی مسرت کا اظہار کیا۔ [2] لیکن ایک پریشان کن معاملہ پیش آیا کہ ایک مشرک آدمی نے لا الہ الا اللہ کہا تھا اس کے باوجود انھوں نے اسے قتل کر دیا ان سے رسولِ اکرم ﷺ نے کہا، اسے کیوں قتل کیا تھا انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے مسلمانوں کے بارے میں مجھے بہت دلفگار کیا تھا اس نے فلاں فلاں مسلمان قتل کیے تھے کچھ افراد کے نام لیے اور جب میں نے اس پر حملہ کیا اس نے تلوار دیکھی تو لا الہ الا اللہ پکار اٹھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا تو نے اسے قتل کیا ہے کہا ہاں فرمایا روزِ قیامت جب وہ لا الہ الا اللہ کہتا ہوا آئے گا تو

[1] مسند احمد: ۳/ ۳۷۶، مجمع الزوائد: ٦/ ۱۷۹، ابو یعلی، والبزار، مختصر و فیه اسحاق و قد صرح باالسماع ورجاله رجال الصحیح. [2] رجال حول الرسول ﷺ: ٦٥٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو پھر کیا کرے گا۔ عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے لیے استغفار کیجیے۔ ❶

دوسری روایت میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ مزید وضاحت سے یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حرقہ مقام کی جانب بھیجا جو کہ جہینہ قبیلہ میں سے تھا۔

ہم نے صبح صبح ہی حملہ کیا اور قوم کو ہم نے شکست دی، میں اور ایک اور انصاری آدمی ایک دشمن آدمی سے ملے، جب ہم اس پر چھا گئے تو اس نے لا الہ الا اللہ پکار دیا، یہ سن کر انصاری نے تو ہاتھ اٹھا لیا لیکن میں نے اسے نیزہ مارا اور اسے قتل کر دیا۔ جب ہم واپس آئے تو یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچ چکی تھی، مجھ سے کہا۔

اسامہ! اس کے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی اسے قتل کر دیا تھا میں نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ اس نے پناہ کے طور پر کہا تھا مسلمان نہیں ہوا تھا مگر آپ بار بار یہی بات دہرا رہے تھے کہ تو نے اس کے لا الہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا تھا۔ اتنی تکرار کی کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا تاکہ مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ ❷

جب یہ تکرار سنی تو میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے مہلت دیجیے میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ میں کبھی کسی آدمی کو قتل نہ کروں گا جو لا الہ کہے گا آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد بھی وعدہ کرتے ہو، عرض کی آپ کے بعد بھی کبھی کسی کلمہ گو کو قتل نہ کروں گا۔ ❸ یہی وہ درس تھا جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے مفید ہوا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ابتلاء و آزمائش اور فتنہ پیدا ہوا تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس سے علیحدہ رہے تھے اور صاف کہہ دیا جو لا الہ الا اللہ کہتا ہے میں اس سے ہرگز نہ لڑوں گا۔

ماں سے حسنِ سلوک:

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک کھجور کی ایک ہزار درہم قیمت ہو چکی تھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ایک کھجور کے قریب ہوئے اسے کاٹا اور اس کا گودا نکالا اور وہ اپنی امی کو کھلایا، لوگوں نے کہا، یہ تم نے کیوں کیا ہے تم جانتے ہو کہ یہ کھجور ایک ہزار درہم کی قیمت کو پہنچ چکی ہے اور تم نے اسے خراب کر دیا ہے کہا میری امی نے گودا طلب کیا تھا اور وہ طلب کرے اور وہ چیز میرے بس میں ہو تو میں ضرور دوں گا خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ ❹

لشکرِ اسامہ کی روانگی:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نوعمر تھے مگر ایمان اور اسلام ٹھوس تھے اور قوی مومن و مسلم تھے اپنے دین و ایمان کے لوازمات پوری امانتداری سے اٹھاتے تھے مضبوط امارت تھی اور زبردست صاحب عزیمت تھے ان اوصاف نے انھیں

---

❶ بخاری: ۷/ ۳۹۸، کتاب المغازی، مسلم: ۹۶.

❷ بخاری: ۱۲/ ۶۸۷۲، مسلم: ۱/ ۹۷، (۱۵۹) یہ الفاظ بخاری میں ہیں۔

❸ تاریخ طبری: ۲/ ۱۴۲، و اصله فی البخاری: ۱۲/ ۶۸۷۲.

❹ صفة الصفوة: ۱/ ۲۱۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسولِ اکرم ﷺ کے دلی طور پر قریب کر دیا تھا اور آپ کی نگاہ میں بڑا بنا دیا تھا۔

نوخیزی کی عمر تھی بیس برس سے تجاوز نہ کیا تھا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ایک لشکر پر انھیں امیر مقرر فرماتے ہیں اس لشکر میں جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسے فرزند عام فوجی کی حیثیت سے شامل تھے۔ مسلمان افراد کے درمیان کچھ چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور اس معاملہ نے انھیں بہت متاثر کیا اور اس نوجوان پر تنقید کی کہ اسے ایسے لشکر کی امارت سے نوازا گیا ہے جس میں مہاجرین و انصار کے بڑے بڑے شیوخ موجود ہیں یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے تاریخی دفاع کیا تھا کہ تم اگر اس کی امارت پر طعنہ زنی کرتے ہو تو اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر بھی تنقید کی تھی۔ اسامہ مجھے بہت محبوب ہیں یہ چہ میگوئیاں دم توڑ جاتی ہیں۔ [1]

رسولِ اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے اس لشکر پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرما کر بھیجا یہ اس جگہ کے لیے روانہ ہوئے تھے جہاں ان کے والد اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے حکم دیا کہ ''اُبنٰی'' مقام پر بلقاء کے علاقہ سراہ کی جانب سے حملہ آور ہونا۔ ایک قول ہے آبل الزیت جو اسی جہت میں تھا ادھر حملہ کا حکم دیا ماہ صفر، ۱۱ ہجری کے آخری دن آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو جھنڈا باندھ کر دیا۔

اس کے فوراً بعد رسولِ اکرم ﷺ بیمار ہو گئے یہ بیماری جان لیوا ثابت ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت کر لیا یہ لشکر مؤخر ہو گیا۔ ۱۱ ہجری ماہ ربیع الآخر طلوع ہو گیا پھر روانہ ہوا، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ یہ لشکر لے کر روانہ ہوتے ہیں جس کی تعداد تین ہزار تھی۔ برق رفتاری سے آگے بڑھ رہے تھے۔ ذوالمروہ اور وادی قریٰ کے رستے ''ابنٰی'' کے جانب اور آبل الزیت کی طرف متوجہ ہوئے جو موتہ کے ہی علاقہ جات تھے جب قضاعہ کے مقامات کے وسط میں پہنچے تو کچھ دیر ٹھہرے اور اپنے کچھ شاہسواروں کو آگے بھیجا کہ ان لوگوں میں جو اپنے اسلام پر ثابت قدم ہیں انھیں چلنے کے لیے کہیں اور مرتدوں کے خلاف معاونت کریں کیونکہ مرتد لوگ دور دور تک بھاگ گئے تھے حتیٰ کہ دومۃ الجندل، تک پہنچ گئے تھے وہاں ''ودیعہ کلبی'' کے گرد جمع ہو گئے تھے دومۃ الجندل، لشکر اسامہ کا ہدف نہ تھا اور نہ ہی اس کی راہ پر آنے والے علاقے نشانہ تھے۔ یہ اپنے گھوڑے لے کر حمقتین پہنچے، اس پر حملہ کیا وہاں بنوضبیب، جن کا جذام سے تعلق تھا اور بنو خلیل جو لخم سے تھے یہ موجود تھے، وہاں جو بھی موجود تھے انھیں شکست دی اور آبل والوں پر بھی تیز رفتار اور سخت حملہ کیا تھا انھیں قید کیا ان کے گھر، کھیتیاں اور ان کی کھجوریں آگ لگا کر جلا دیں اتنی زیادہ جلاؤ گھیراؤ ہوئی کہ دھوئیں کی آندھیاں اٹھنے لگیں اور ان کے علاقوں میں گھوڑوں نے خوب گردش کی اور پائمال کیا اپنا یہ دن جو اسے مال غنیمت لوٹا تھا اسے سنبھالنے میں لگ گیا وہاں ٹھہرے نہ تھے اسی رات واپس ہوئے نو راتوں میں پھر وادی قریٰ میں آ گئے اور بعد میں صحیح و سلامت مدینہ منورہ میں غنیمت لے کر لوٹے۔ یہ پینتیس دن مدینہ سے غیر حاضر رہے یہ لشکر واپس لوٹا تو بغیر کسی ایک آدمی کی شہادت سے یہ معرکہ سر ہوا تھا۔ اس دن کے متعلق مسلمان کہا کرتے تھے۔

---

[1] بخاری، مسلم، ترمذی، احمد فی فضائل الصحابة طبقات.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم نے اسامہ والے لشکر سے بڑھ کر سلامتی والا لشکر آج تک نہیں دیکھا۔ ❶ ہرقل اس وقت حمص میں تھا جب اسے یہ اطلاع ملی کہ اسامہ نے امیر اطوریہ کے اطراف واکناف میں جو میرے عرب گماشتے اترے ہوئے ہیں ان کا بہت برا حال کیا ہے تو اس نے اپنے عہدہ دار بلائے اور کہا: وہی ہوا ہے جس سے میں تمھیں ڈراتا تھا اور تم نے میری بات پر توجہ نہ دیتے ہوئے اسے قبول نہ کیا تھا۔ اب عرب اتنے دلیر ہو گئے ہیں کہ ایک مہینہ کی دوری کی مسافت سے آتے ہیں اور تم پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اسی وقت چلے جاتے ہیں ان کا آدمی مرنا تو درکنار ایک فوجی زخمی بھی نہیں ہوا۔ ❷

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی اس کارروائی نے بہت ہی اچھے اثرات ڈالے اور شام کے رستہ میں جتنے بھی قضاعہ قبیلہ کے مرتد تھے انھیں وہاں سے بھگا دیا۔ اللہ تعالیٰ اس ربانی جوانِ رعنا سے راضی ہو جو محبوب ابن محبوب ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس اعلیٰ مقام پر سربلند ہو گئے کہ جنھوں نے اپنی حیات تگ و تاز میں وہ جگہ بنالی کہ مسلمانوں کے دل ان کی جلالت اور محبت سے لبریز ہو گئے انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا اور آپ کی شخصیت کے جلال افزا ہونے کا ثبوت دیا۔ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں ان سے بے بہا محبت کرتے ہیں بلکہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر انھیں برتر قرار دیتے ہیں کہ چونکہ یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھے، لہٰذا ابن عمر سے یہ برتر اور بہتر ہیں۔ ❸

وقتِ رحلت:

بہت ہی شیریں اور دلربا رقت آمیز، محبت سے لبریز، ایثار وقربانی، عطاء وبخشش اور فداکاری سے معمور زندگی گزارنے کے بعد یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب بستر مرگ پر دراز ہوتا ہے ایک پیارا اپنے پیارے کی ملاقات کے شوق میں بے تاب ہے اور اسی حالت میں قفس عنصری سے روح پرواز ہوتی ہے اور اپنے خالق جل وعلا کی طرف روانہ ہوتی ہے۔

مقبری بیان کرتے ہیں میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شریک تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو جلدی دفن کر دو۔ ❹ یہ قاعدہ ہے کہ رب رحمٰن کی جنت میں احباب اور بھائی بند جو دنیا میں اللہ کی محبت میں زندگی گزار کر گئے ہیں وہ وہاں ملاقات کرتے ہیں آج یہ محبوب بھی اپنے محبوب پیغمبر سے جا ملے ہیں۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے صالح لوگوں کے ساتھ جنت میں جمع کرے اور خصوصاً کونین کے تاجدار، حبیب رب کردگار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع کرے اور ہمیں بغیر کسی فتنہ گمراہ کن اور مضرت تباہ کن کے اپنے چہرے کے دیدار کی لذت سے شاد کام کر دے۔ آمین

رضی اللہ عنه و عنهم اجمعین

تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

---

❶ رجال حول الرسول: ٤٤٩، خالد محمد خالد.

❷ الطریق الی دمشق احمد عادل كمال دار النفائس، :١٥٥.

❸ طبقات: ٤/ ٥٢، صحیح لغیرہ مصطفی عدوی. ❹ تهذیب ابن عساكر: ٢/ ٤٠٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

40

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی حیات باکردار کا تذکرہ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ غیور اور کریم آدمی ہیں یہ انصار کے علمبردار ہیں شجاعت اور سخاوت یہ صفات اکٹھی دونوں ایک ہی آدمی میں بہت کم یکجا ہوتی ہیں۔ لیکن حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جن میں یہ دونوں صفات موجود ہیں۔ یہ خزرج قبیلہ کے لیڈر اور کبیر شریف سردار ہیں یہ بیعت عقبہ میں حاضر تھے بدر میں ان کی شرکت میں اختلاف ہے تاہم امام بخاری نے ان کا حاضرِ بدر ہونا ثابت کیا ہے۔ یہ نقیب، سید اور جود و سخا کے پیکر تھے۔

کامل:

جاہلیت میں انھیں کامل، کے لقب سے پکارا جاتا تھا یہ جاہلیت میں عربی لکھتے تھے اور بہت اچھے تیر انداز تھے بہت عمدہ تیراک تھے جس میں یہ اوصاف ہوں عرب انھیں کامل کہا کرتے تھے۔ ❶

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور انصار کا علم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ ❷

سعادت کا آغاز:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس جاہلیت میں جس میں ان کے اردگرد لوگ زندگی بسر کر رہے تھے اکثر غور و فکر کرتے رہتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہو کہ یہ مردہ دل اور برباد ضمیر، زندہ ضمیر اور روشن دل بن جائیں ایسی تبدیلی ان میں رونما ہو کہ جہاں حق ہو وہاں یہ چل کر پہنچ جائیں۔

باوجود اس کے کہ یہ لوگوں کے درمیان بہت ہی بلند مقام پر فائز تھے مگر ان کی دل کی گہرائیوں سے یہ تمنا تھی کہ لوگ محبت، میل ملاپ، اور سلامتی سے زندگی گزاریں، قبائل کے درمیان جو دشمنی کا اشتعال تھا اس کے بدلے وہ اتحاد کی شبنم سے اسے ٹھنڈا کرنے کے آرزو مند تھے۔ اگرچہ انھیں اپنا مقام و مرتبہ اس کے عوض دینا پڑے۔ یہ انہی خیالات باصفا اور جذبات بے بہا کے سمندر میں غلطاں تھے کہ حق جل و علا نے چاہا کہ اپنے حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم دین کے ساتھ مبعوث کر دیا تاکہ اس کے ذریعہ ان کے ہاتھ پکڑ کر انھیں شرک و کفر کے تاریک غار سے نکال کر توحید و ایمان

❶ صفة الصفوة: ١/ ٢١٠. ❷ الاصابه: ٤/ ١٥٢، اخلاق النبی لابی شیخ: ١٤٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے انوار سے آشنا کرے۔

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعوت توحید دے رہے ہیں اور موسم حج میں لوگوں کے پاس جاتے ہیں حتیٰ کہ مدینہ والوں میں سے چھ افراد آپ کے ہاتھوں اسلام لائے اور انھوں نے وعدہ کیا کہ ہم آپ کا پیغام اپنی قوم تک پہنچائیں گے یہ موسم حج تھا اور آپ کی بعثت کا گیارہواں سال تھا۔ اگلے برس موسم حج ۱۲ بعثت میں بارہ افراد آتے ہیں ان میں پہلے سال چھ مسلمان ہونے والوں میں سے پانچ آدمی بھی موجود تھے سات ان کے علاوہ تھے جو بعد میں مسلمان ہوئے تھے۔ جب یہ عقبہ اولیٰ کی بیعت مکمل ہوگئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کے لیے سب سے پہلے جو سفیر بنا کر بھیجے وہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے تاکہ یہ لوگوں کو اسلام کے احکام کی تعلیم دیں اور انھیں اللہ کے دین کی طرف دعوت دیں اس کا اثر یہ ہوا کہ انصار میں سے کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں کوئی نہ کوئی مرد یا عورت مسلمان نہ ہو اور اس میں اسلام کی روشنی نہ پہنچی ہو۔

حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات:

اگلے برس بعثت کا تیرھواں سال تھا موسم حج میں حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ستر سے اوپر افراد مدینہ کے مسلمانوں میں سے آتے ہیں اور بیعت کرتے ہیں یہ بیعت عقبہ ہے انہی سعادت کے پیکروں کے درمیان حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ بیعت مکمل ہونے کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطالبہ کیا کہ بارہ لیڈر منتخب کرلو۔ جو اپنی اپنی قوم کے نقیب ہوں جو ان کے ضامن ہوں اور اس بیعت کی شقوں کو ان پر نافذ کریں انہی نقیبوں میں سے ایک حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی نقیب تھے۔ قریش کو جب اس عقبہ کی بیعت کا علم ہوا تو وہ اس بات کی تصدیق کے لیے باہر گئے جب انھیں یقین ہوگیا کہ یہ واقعہ ہوئی ہے تو وہ ان لوگوں کی تلاش میں نکلے مگر یہ جا چکے تھے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور منذر بن عمرو کو پکڑ لیا یہ دونوں نقیب تھے۔ منذر تو نکل گئے مگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دیے اور انھیں لے کر مکہ میں آئے انھیں مارنے لگے اور بالوں سے پکڑ کر گھسیٹنے لگے کیونکہ گھنے بالوں والے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ان کے ہاتھوں گرفتار تھا اچانک کچھ قریش کے افراد نمودار ہوتے ہیں ان میں سے ایک روشن چہرہ سفید رنگ والا، جاذبِ نظر اور خوبرو آدمی بھی تھا میں نے اپنے دل میں کہا، اگر ان لوگوں میں سے کسی میں خیر ہے تو وہ یہ ہوسکتا ہے۔ جب وہ میرے قریب ہوا تو اپنا ہاتھ اٹھایا اور مجھے زبردست تھپڑ رسید کیا اب میں نے دل میں کہا واللہ! اس کے بعد ان میں سے کسی میں بھی خیر کی توقع نہیں۔

جان کیسے چھوٹی:

واللہ! میں قریش کے ہاتھوں میں جکڑا تھا وہ مجھے گھسیٹتے پھر رہے تھے ایک آدمی جو انہی میں سے تھا موقع پا کر مجھے کہنے لگا تمہارے اور قریش کے کسی آدمی کے درمیان کوئی عہد و پیمان اور معاہدۂ پناہ و امان نہیں، میں نے کہا، ہاں ہے میں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کو تجارت کی پناہ دے رکھی ہے اور میرے شہروں میں جوان پر ظلم وزیادتی کرتا ہے میں اسے روکتا ہوں، اور اسی طرح حارث بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف سے بھی عہد و پیمان ہے، کہا افسوس ہے! ان میں سے کسی ایک کا نام لے لو اور اپنے معاہدہ کا ذکر کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا وہ آدمی ان کے پاس گیا انھیں کعبہ میں پایا اور ان سے کہا: خزرج قبیلہ کا ایک آدمی پیٹا جا رہا ہے جو کہ ابطح وادی میں ہے اور وہ تمہارا نام پکار رہا ہے اور کہتا ہے کہ میرے اور تم دونوں کے درمیان پناہ کا معاہدہ ہے۔ انھوں نے کہا وہ کون ہے کہا سعد بن عبادہ ہے انھوں نے کہا وہ درست کہتا ہے وہ تو ہمارے تاجروں کو امن دیتا ہے اور اس کے شہر میں انھیں ظلم سے بچاتا ہے اب وہ دونوں آتے ہیں اور حضرت سعد کو ان سے چھڑاتے ہیں اور سعد وہاں سے اپنے شہر جاتے ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو سفید رنگت والے جس آدمی نے تھپڑ مارا تھا وہ سہیل بن عمرو تھا جو بنو عامر بن لوی کا فرد تھا۔[1]

اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدینہ واپس آتے ہیں ان کا دل ان مشرکوں کے خلاف جنھوں نے اپنی بدخلقی اور بری سرشت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف اعلان ضد کر رکھا تھا، کراہت اور کینہ سے بھر گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی اجازت دی کہ آپ مدینہ منورہ چلے جائیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تو سمجھا گویا کہ ساری دنیا سمیٹ لی ہے ان کا دل ایسی سعادت سے لبریز ہو گیا اسے اگر تمام اہل زمین پر تقسیم کر دیا جائے تو یہ ان سے بھی زیادہ تھی۔ اب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وقف کر دیا اور اپنے مہاجر بھائیوں کی اور انصار بھائیوں کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

جود و سخا کا بحرِ بے کراں:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جود و کرم میں ایک عظیم مثال قائم کی ہے۔ محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ اصحابِ صفّہ، فقراء تھے ان کے پاس اتنی خوراک نہ تھی کہ بھوک مٹا سکیں جب رات ہوتی تو کوئی آدمی ان میں سے ایک آدمی کو کھانے کے لیے لے جاتا کوئی دو کو لے جاتا کوئی پانچ لے جاتا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اسی آدمی ان میں سے ہر رات لاتے اور انھیں کھانا کھلاتے۔

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا ایک پیالہ تھا اس میں ثرید کھانا (شوربا میں روٹی کے ٹکڑے ڈالتے) ہوتا روزانہ جس اہلیہ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے اس کے گھر حضرت سعد وہ پیالہ بھیج دیتے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب بھی فرض نماز سے فارغ ہوتے تو دعا کرتے، اے میرے اللہ! مجھے مال عطا فرما جس کے ساتھ میں اپنے کرم اور سخاوت پر تعاون حاصل کروں، کیونکہ یہ سخاوت مال کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔[2]

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں میرے باپ عروہ نے بتایا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ اے

---

1. احمد، طبرانی، مجمع الزوائد: ٦/ ٤٥، و رجال احمد رجال الصحیح، ہیثمی۔
2. صفۃ الصفوۃ: ١/ ٢١١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرے اللہ! مجھے مجد و بزرگی دے اور مجد و بزرگی سخاوت سے ملتی ہے اور سخاوت مال سے حاصل ہوتی ہے۔ اے میرے اللہ! میرے لیے تھوڑا مال مناسب نہیں اور نہ ہی میں اسے مناسب خیال کرتا ہوں، اگر کوئی منادی کسی چوٹی پر پکارے کہ جو چربی اور گوشت کھانا چاہے وہ سعد کے پاس آ جائے یہ ہے میری تمنا۔[1]

حق پر ثابت قدمی:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جاہلیت میں سردار تھے انھیں اسلام میں بھی سرداری ہی پسند تھی اس بطل حریت اور بہادر وشجاع کا دل ایمان سے معمور ہوتا ہے اور ان کا ایمان اس عقیدہ سے اور رسوخ حاصل کرتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ڈالا تھا۔

دیکھیں یہ ہمارا سپوت اور بطل حریت بدر کے دن کتنا عظیم موقف اختیار کرتا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قریش کے قافلہ کو پکڑنے کے لیے مشورہ کیا کہ وہ ابوسفیان کا قافلہ آ رہا ہے اس کا کیا کرنا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بات کی آپ نے رخ دوسری طرف پھیرا، پھر حضرت عمر نے بات کی تو آپ نے رخ پھیر لیا کیونکہ یہ تو پہلے ہی ساتھ تھے رائے لینی تھی انصار سے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ اور کہا، اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے بات کرنا چاہتے ہیں تو سنیں۔

اس ذات کی قسم میری جان جس کے ہاتھ میں ہے اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اپنے گھوڑے سمندر میں داخل کر دیں تو ہم گھس جائیں گے اور اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم سواریاں برک غماد (جو کہ مکہ سے پانچ راتوں کا سفر ہے اور وہ ساحل سمندر پر ہے) تک دوڑائیں تو ہم تیار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو میدانِ بدر میں چلنے کا حکم دیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت کا تذکرہ:

ہم اس بطل اسلام اور کریم وشجاع آدمی کو اپنی عزت وغیرت پر غیور قسم کا مسلمان پاتے ہیں۔ مگر آج بہت سارے مسلمان ہم اس حال میں دیکھ رہے ہیں کہ ان کے دلوں میں غیرت نامی چیز نکل چکی ہے آج ایک مسلمان اپنی بیوی، بیٹی، بہن کو کھلا چھوڑ دیتا ہے وہ بے پردہ بناؤ سنگھار کر کے چلتی ہے اور مسلمان نوجوان کے دین کو آزمائش میں ڈالتی ہے۔ لاحول و لاقوۃ الا باللہ۔

غیرت نام تھا جس کا وہ گئی تیمور کے گھر سے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اپنے گھر غیر مرد کو پاؤں اور میں اس پر کوئی قدم نہ اٹھاؤں جب تک چار گواہ نہ لے آؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں چار گواہ ضروری ہیں کہا ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں تو اس سے پہلے ہی اس کی گردن تلوار

[1] طبقات: ۳۔۲/ ۱۴۲، مستدرک: ۳/ ۲۵۳، اسنادہ صحیح (عدوی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اڑا دوں گا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِسْمَعُوْا اِلٰی مَا یَقُوْلُ سَیِّدُکُمْ اِنَّهٗ لَغَیُوْرٌ وَ اَنَا اَغْیَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْیَرُ مِنِّیْ۔" ❶

"جو تمہارے سردار نے کہا ہے سنو، یہ بڑے غیور ہیں اور میں ان سے بھی زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہیں۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی سعادت:

جب میں اس چیز کو یاد کرتا ہوں کہ کیا ہی حالت تھی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں، انھیں دعوت دیتے ہیں اور ان کے لیے دعا کرتے ہیں اور انھیں جنت کی بشارت دیتے ہیں اور انھیں تعلیم دیتے ہیں تو میرا قلم ان عظیم مشاہد کا وصف بیان کرنے سے قاصر آ جاتا ہے یہ وہ لمحات ہیں، چاہے زمانے بیت جائیں صدیاں گزر جائیں دوبارہ نہیں آئیں گے۔ واہ! مبارک ہے ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابیت کا شرف پایا اور اس شرف سے کامیاب ہوئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے ابا جان نے ایک حلوہ جسے (خزیرہ) کہتے ہیں تیار کرنے کا حکم دیا اور مجھے کہا کہ وہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر آؤں، میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ اپنے گھر تھے۔ کہا: اے جابر کیا ہے تمہارے پاس! کیا یہ گوشت ہے میں نے کہا نہیں پھر میں اپنے باپ کے پاس آیا تو پوچھا کیا تو نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے میں نے کہا، ہاں میں نے دیکھا ہے آپ نے کچھ کہا تھا کچھ سنا ہے میں نے کہا، ہاں آپ نے پوچھا تھا تیرے پاس گوشت ہے۔ باپ نے کہا: شاید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو دل چاہتا تھا۔ ایک گھریلو بکری تھی اسے ذبح کیا پھر اسے بھونا اور میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے پوچھا کیا ہے میں نے بتایا گوشت ہے مجھ سے کہا:

"جَزَی اللّٰهُ الْاَنْصَارَ عَنَّا خَیْرًا۔"

"اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے انصار کو بہترین جزا دیں۔"

خصوصاً حضرت عبداللہ بن حرام اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو بہتر بدلہ دیں۔ ❷

جب سعد بن عبادہ پر حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بیمار ہو گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تیمار داری کے لیے گئے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انھیں پایا کہ گھر والوں نے ڈھانپ رکھا ہے پوچھا کیا قضا

❶ مسلم، عن ابی ہریرۃ:۱۴۹۹، بخاری (۶۸۴۶)، احمد (۴/ ۲۴۸)

❷ مسند ابی یعلی:٤/ ٦٠، ابن حبان و صححه الالبانی فی صحیح الجامع: ۳۰۹۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر گئے ہیں انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ابھی زندہ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ آبدیدہ ہو گئے، جب لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو روتے دیکھا تو یہ بھی رونے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار سن لو، اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو بہانے سے عذاب نہیں کرتا اور نہ ہی دل کے غمگین ہونے سے عذاب کرتا ہے وہ عذاب کرتا جب زبان سے غلط اظہارِ غم کیا جائے اس طرح میت پر جب گھر والے نوحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ عذاب کرتا ہے۔ [1] یہ بطل جلیل، بہادر، کریم اور غیور آدمی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس دنیا سے رحلت کرتا ہے اور جنت میں آمنے سامنے تختوں پر بھائی بھائی بن کر جنت نعیم میں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی تجدید کرتا ہے۔ جیسا عمل کرو ویسی جزاء ہوتی ہے جس طرح یہ نبی اکرم ﷺ کے گھروں میں کھانے کا پیالہ لے کر گردش میں رہتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے گھومتے تھے ان شاء اللہ، جنت میں ہمیشہ رہنے والے لڑکے ان کی خدمت میں جنت کا سامانِ خورونوش لیے ایسا سامان جس کا کسی آدمی کے دل پر کھٹکا بھی نہیں آیا، حاضر خدمت ہوں گے اور ان کے سامنے گردش کر رہے ہوں گے۔ ارشاد باری ہے:

﴿يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۝١٧ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ۝١٨ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ ۝١٩ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝٢٠ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝٢١ وَحُورٌ عِينٌ ۝٢٢ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝٢٣ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝٢٤ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۝٢٥ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۝٢٦ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۝٢٧ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۝٢٨ وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ۝٢٩ وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ ۝٣٠ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۝٣١ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۝٣٢ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۝٣٣ وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ۝٣٤ إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ۝٣٥ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ۝٣٦ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝٣٧ لِّأَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝٣٨ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝٣٩ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۝٤٠﴾ (الواقعة:١٧ تا ٤٠)

''گردش کریں گے ان پر لڑکے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں پیالوں، آبخوروں اور شراب کے جام کے ساتھ، نہ سر پھٹے گا اور نہ دماغ خراب ہوگا اور پھل ہوگا جو یہ پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت ہوگا جو وہ خواہش کریں گے اور سیاہ اور موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی محفوظ موتیوں کی مانند ہوں گی بدلہ ہے جو یہ عمل کرتے رہے اس میں لغو اور گناہ کی بات نہ سنیں گے مگر سلام ہی سلام ہوگا دائیں جانب والے، دائیں جانب والے کیا ہیں ان کے لیے بغیر کانٹے کے بیریاں ہوں گی اور کیلے ہوں گے تہ بہ تہ اور دراز سائے ہوں گے اور پانی ہوگا گرنے والا، بہت زیادہ پھل ہوں گے نہ کاٹے جائیں گے نہ روکے جائیں گے اور بلند بستر ہوں گے ہم ان حوروں کو پیدا کریں گے پیدا کرنا اور ہم انھیں دوشیزہ بنائیں گے ابھری چھاتیاں والی اور ہم عمر ہوں گی، دائیں جانب والوں کے لیے ہوں گی ایک جماعت پہلوں میں سے ہوگی اور ایک

[1] بخاري: ١٣٠٤، عن ابن عمر.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جماعت بعد والوں میں سے ہوگی۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِيْرًا ۝۱۳ وَ دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝۱۴ وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ۝۱۵ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝۱۶ وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝۱۷ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝۱۸ وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝۱۹ وَ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ۝۲۰ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّ حُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝۲۱ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝۲۲﴾ (الانسان:۱۳۔۲۲)

"یہ تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے اس میں نہ تو دھوپ دیکھیں گے نہ ہی سردی قریب ہوں گے سائے اور ان کے پھل ان کے لیے پست کر دیے جائیں گے۔

اور ان پر گردش کریں گے چاندی کے برتن اور آبخورے، جو شیشے کے ہوں گے شیشہ جو کہ چاندی سے ہوگا، اندزہ لگائیں گے اس کا اندازہ لگانا اور اس میں سے جام پلائے جائیں گے جس میں سونڈ ملی ہوگی، سلسبیل چشمہ ہوگا ان پر ہمیشہ رہنے والے لڑکے گردش کریں گے، جب تو انھیں دیکھے گا تو بکھرے ہوئے موتی خیال کرے گا جب تو دیکھے گا تو وہاں نعمت اور بڑی بادشاہی ہوگی۔ سبز ریشم کے لباس زیب تن کیے ہوں گے اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور انھیں ان کا رب پاکیزہ شراب پلائے گا بے شک یہ تمہارے لیے بدلہ ہے اور تمہاری کوشش کی قدر کی جائے گی۔"

رضی اللّٰہ عنہ و عنھم اجمعین

جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا
گلے میں پہن لو کرتہ محمد ﷺ کی غلامی کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

41

حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کی داستانِ انقلاب انگیز

معلم انسانیت فخر موجودات سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"اَبُوْ سُفْيَانُ بْنُ الْحَارِثِ مِنْ خَيْرِ اَهْلِيْ اَرْجُوْا اَنْ يَّكُوْنَ خَلَفًا مِّنْ حَمْزَةَ"

''ابوسفیان بن حارث میرے گھر والوں میں سے بہترین آدمی ہے امید ہے یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نائب ثابت ہوں گے۔''

حضرت ابوسفیان مکہ کے نوجوانوں میں سے حسین وجمیل نوجوان تھے۔ بہت طاقتور شاہسوار اور شجاع ترین گھڑ سوار تھے۔مکہ مکرمہ کی سرزمین میں پروان چڑھے۔اوراس کے گھروں میں تربیت پائی۔ یہ ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نہیں یہ ان کے علاوہ ابوسفیان ہیں یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے تھے اور رضاعی بھائی تھے انھیں بھی حلیمہ سعدیہ نے کچھ دن دودھ پلایا تھا۔ یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عمر تھے۔آپ کو ان سے شدید الفت تھی ۔ اور ان سے سخت پیار تھا جو کہ دلی محبت تھی یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔لیکن یہ سن کر آپ تعجب کریں گے کہ سب لوگوں کا خیال تھا اور یقین تھا کہ ابوسفیان پہلی مرتبہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرلیں گے مگر ہوا یہ ہے کہ یہ فوراً اسلام نہیں لائے یہی کافی نہیں بلکہ سب سے زیادہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کہ ان کے دلی دوست تھے کی دوسروں سے بڑھ کر مخالفت کی اور عداوت کا ثبوت دیا انھوں نے زبان اور تیر وسنان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کا اظہار کرنے میں کھلے چھوڑ دیے تھے ان کی صداقت و اخوت ،شدید عداوت میں بدل گئی اور قطع رحمی تک نوبت پہنچ گئی۔

ابوسفیان نے اس لمحہ سے جب سے آپ نے اسلام کا اعلان کیا تھا پوری کوشش کی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے عداوت میں اور اذیت رسانی میں زیادہ سے زیادہ حصہ ڈالیں۔ یہ گنے چنے شعراء میں سے تھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہجو گوئی میں بے لگام ہو گئے تھے۔آپ کے بارے میں بڑی ردی اور بازاری زبان استعمال کی۔

جب جزیرۂ عرب پر آفتاب اسلام چمکا:

مکہ مکرمہ کی سرزمین میں اسلام پھیلتا جارہا ہے لوگ اس میں فوج درفوج داخل ہورہے ہیں مرد بھی آرہے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورتیں بھی آ رہی ہیں دعوت جاری ہے انصار، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کرتے ہیں اور مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرتے ہیں مسلمان مدینہ منورہ میں قرار پکڑتے ہیں یہ سب کچھ پیدا ہو چکا ہے مگر ابوسفیان بن حارث ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔

قریش جب معرکۂ بدر میں گھستے ہیں ابوسفیان بن حارث ان کی پہلی صفوں میں شمشیر برہنہ لیے کھڑے ہیں یہی کافی نہ سمجھا بلکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہجو کرتے ہوئے اشعار بھی چھوڑتے رہے۔[1]

انتباہ: ...... یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کے تین بھائی بہت پہلے (نوفل، ربیعہ، حارث) اسلام قبول کر چکے تھے۔

ابوسفیان عرصہ دراز تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں مگن رہے۔ آپ سے عناد رکھتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے قریش جب بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑنے کے لیے روانہ ہوئے ہیں تو یہ کسی موقع پر پیچھے نہیں رہے۔ اور جو بھی لڑائی ہوئی یہ سب سے پہلے لشکر کے حصہ میں موجود ہوتے اور دونوں ہتھیاروں، تلوار اور زبان سے آپ کے خلاف لڑتے ور مسلمانوں کے لیے کسی قسم کی بھی اذیت رسانی ہو یہ اس میں ضرور اپنا حصہ ڈالتے۔

ابوسفیان بن حارث نے حضرت حسان بن ثابت، شاعرِ رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دری کی اور ہجو گوئی کر دی۔ کہا:

أَبُوْكَ أَبُوْ سَوْءٍ وَخَالُكَ مِثْلُهُ
فَلَسْتَ بِخَيْرٍ مِّنْ أَبِيْكَ وَ خَالُكَا

"تیرا باپ برا تھا اور تیرا ماموں بھی اس کی مثل ہے تو بھی اپنے باپ اور ماموں سے بہتر نہیں۔"

وَ إِنَّ أَحَقَّ النَّاسِ أَلَّا تَلُوْمَهُ
عَلَى اللُّؤْمِ مَنْ أَلْفَى أَبَاهُ كَذَالِكَا[2]

"لوگوں میں سے سب سے زیادہ یہ حقدار ہے کہ تو اسے کسی بھی کمینگی پر ملامت نہ کرے کیونکہ یہ وہ ہے جس نے اپنے باپ کو اسی طرح کمینگی پر پایا ہے اس کا قصور نہیں۔"

اس کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

أَلَا أَبْلِغْ أَبَا سُفْيَانَ عَنِّيْ
مُغَلْغَلَةً فَقَدْ بَرِحَ الْخَفَاءُ

"خبردار! ابوسفیان کو میری طرف سے یہ کھلا پیغام پہنچا دو اب پردہ ہٹ چکا ہے۔"

هَجُوْتَ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ
وَعِنْدَ اللّٰهِ فِيْ ذٰلِكَ الْجَزَاءُ

"تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کی ہجو کی ہے میں نے اس کا جواب دیا ہے میں نے اس کی جزاء اللہ تعالیٰ

---

[1] سیرت حلبیہ: ۱/ ۱۳۹۔ [2] طبقات فحول الشعراء: ۱/ ۲۵۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے لینی ہے۔''

اَتَهْجُوْهُ وَ لَسْتَ لَهٗ بِكُفْءٍ
فَشَرُّكُمَا لِخَيْرِكُمَا الْفِدَآءُ

'کیا تو آپ کی ہجو کرتا ہے حالانکہ تو ان کا کسی لحاظ سے ہمسر نہیں تم میں سے شریر کو تم میں سے بہتر (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) پر فدا کرتا ہوں۔''[1]

دن گزرتے جا رہے ہیں اور ابوسفیان بن حارث عناد اور مخالفت کی راہ پر چل رہے ہیں جب ان سے مسلمانوں کے خلاف وہ معرکہ رہ جاتا جس میں بذریعہ شمشیر شریک نہ ہوتے تو زبان گھات میں منتظر ہوتی۔ اس کے ذریعہ جنگ بپا کر دیتے۔ غزوہ بنو نضیر میں رسولِ اکرم ﷺ نے جب یہودیوں کو مدینہ سے جلا وطن کیا تو ابوسفیان بن حارث نے آپ ﷺ کو وہ اشعار بھیجے جن میں مسلمانوں کی ہجو کی تھی۔[2]

تاریکی سے روشنی کا سفر:

یہ عداوت جو تقریباً بیس برس تک رہی اس کے بعد ابوسفیان کے دل میں نور پھوٹتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اذن ہو چکا تھا کہ ان کے دل میں توحید و ایمان کی روشنی گھر کرے اب وہ وقت آن پہنچا تھا کہ یہ جسم اور یہ زبان جو طویل مدت سے رسولِ اکرم ﷺ کی عداوت میں متحرک رہے تھے اب یہ اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت میں حرکت میں آئیں اور اس کا دفاع کریں۔ جس وقت ابوسفیان کو علم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ مکہ کی جانب بڑھنے والے ہیں کہ اسے فتح کریں انھوں نے اپنا بیٹا جعفر ساتھ لیا اور گھوڑا سرپٹ دوڑایا یہ ان کا نورِ ایمان کی جانب پہلا قدم تھا جو انھوں نے اٹھایا اور ان کا دل المناکی سے بے چین تھا کہ اپنی عمر کے کتنے ہی سال شرک اور رسولِ اکرم ﷺ کی عداوت میں ضائع کر دیے۔

آیئے ہم اس سفر کا ذکر کرتے ہیں جو شرک اور بت پرستی کی ظلمتوں سے شروع ہوتا ہے اور انوارِ توحید و ایمان کی شاہراہ پہ جا رکتا ہے۔

جب فتح مکہ کا سال تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت پیدا کی یہ بھیس بدل کر نکلتے ہیں اور رسولِ اکرم ﷺ کے در پے چلے جاتے ہیں آپ ﷺ ان سے اعراض کرتے ہیں یہ دوسری جانب پھر جاتے ہیں آپ ان سے رخ پھیر لیتے ہیں یہ کہنے لگے حضرت کہیں میں آپ تک رسائی سے پہلے قتل ہی نہ ہو جاؤں میں مسلمان ہوا اور آپ کے ساتھ فتح مکہ اور جنگ حنین میں حاضر ہوا۔[3]

ایک روایت میں مزید وضاحت ہے۔ ابوسفیان میں حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ یہ دونوں عقاب مقام پر جو مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا ملے اور التماس کی کہ ہم آپ کے پاس حاضر ہو سکتے ہیں۔

---

[1] البداية والنهاية:٧/ ١٠٣.
[2] رجال مبشرون بالجنة:١٣٢.
[3] صفة الصفوة: ١/ ٢١٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں بات چیت کی کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے چچا کا بیٹا اور پھوپھی کا بیٹا جو کہ آپ کے سسرال میں سے بھی ہے حاضری کا اذن چاہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے ان سے ملاقات کی ضرورت نہیں۔''

میرے چچا کے بیٹے نے میری ہتک عزت کی اور میری پھوپھی کے بیٹے نے مکہ میں جو کچھ مجھے کہا وہ مجھے یاد ہے۔

مجھے یاد ہے وہ ذرہ ذرہ تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جب ان دونوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خیالات کے اظہار کا علم ہوا تو ابوسفیان کے ساتھ ان کا معصوم بیٹا بھی تھا کہا واللہ! آپ مجھے اجازت دے دیں یا پھر میں اس بیٹے کو پکڑوں گا اور زمین کی پہنائیوں میں گم ہو جاؤں گا حتیٰ کہ میں بھوک، پیاس سے مر جاؤں گا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کے اس بیان کا پتہ چلا تو ان کے لیے رقت پیدا ہو گئی اور انھیں اجازت دے دی یہ آئے اور اسلام سے ہمکنار ہوئے۔

ابوسفیان نے اسلام لانے کے بارے میں اشعار کہے اور گذشتہ کردار کشی پر معذرت کی:

لَعَمْرُكَ اِنِّیْ یَوْمَ اَحْمِلُ رَایَةً
لِتَغْلِبَ خَیْلُ اللَّاتِ خَیْلَ مُحَمَّدِ

''مجھے تیری عمر کی قسم! یقیناً میں نے جس دن جھنڈا اٹھایا تھا تا کہ لات کا لشکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر پر غالب آجائے۔''

لَكَ لَمُدَّلِجُ الْحَیْرَانِ اَظْلَمَ لَیْلُهٗ
فَهٰذَا اَوَانِیْ حِیْنَ اُهْدٰی وَاَهْتَدِیْ

''میں اس وقت اس رات کے مسافر کی مانند تھا جو تاریک شب میں محوسفر ہوتا ہے اب یہ وقت ہے مجھے ہدایت دی گئی ہے اور میں نے راہ پالی ہے۔''

هَدَانِیْ هَادٍ غَیْرُ نَفْسِیْ وَ نَالَنِیْ
مَعَ اللّٰهِ مَنْ طَرَّدْتُّ كُلَّ مُطَرَّدِ

''میری جان تو نہیں چاہتی تھی کہ ہدایت پائے مجھے میری جان کے علاوہ ہدایت دینے والے نے ہدایت دی اور مجھے اس کے ساتھ ہی کر دیا جس کو میں نے ہر جگہ پر ہانکا تھا دھکیلا تھا۔''

اَصُدُّ وَ اَنْاٰی جَاهِدًا عَنْ مُّحَمَّدٍ
وَ اُدْعٰی وَ اِنْ لَّمْ اَنْتَسِبْ مِنْ مُّحَمَّدِ

''میں نے اپنی دوری اور دشمنی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جدو جہد کرنے میں دور کیا ہے اگرچہ میں نسبت نہیں کرتا تھا لیکن مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے پکارا جاتا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هُمُ مَا هُمْ مَنْ لَّمْ يَقُلْ بِهَوَاهُمُ
وَ اِنْ كَانَ ذَارَأْیٍ يُلَمُّ وَ يُفَنَّدُ

''یہ وہ ہیں جو اپنی خواہش سے نہیں کہتے اگر چہ رائے والے بھی غلطی میں اتر جاتے اور جھوٹ کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں۔''

أُرِيْدُ لِاُرْضِيَهُمْ وَ لَسْتُ بِلَائِطٍ
مَعَ الْقَوْمِ مَا لَمْ اُهْدَ فِيْ كُلِّ مَقْعَدِ

''میں چاہتا ہوں کہ انھیں راضی کروں میں قوم کے ساتھ ملنے والا نہیں ہوں جب تک مجھے ہر بیٹھنے کی جگہ کی راہ نمائی نہ کی جائے۔''

فَقُلْ لِثَقِيْفٍ لَا أُرِيْدُ قِتَالَهَا
وَ قُلْ لِثَقِيْفٍ تِلْكَ غَيْرِىْ اَوْ عِدِیْ

''ثقیف سے کہہ دو میں اس سے لڑائی نہیں کرنا چاہتا اور اس ثقیف سے کہہ دو میرے علاوہ کسی اور کو دھمکی دے۔''

فَمَا كُنْتُ فِي الْجَيْشِ الَّذِیْ نَالَ عَامِرًا
وَ مَا كَانَ عَنْ جَرًّا لِسَانِیْ وَ لَا يَدِیْ

''میں اس لشکر میں موجود نہ تھا جس نے عامر کو مارا اور نہ ہی جو ماجرا کھینچ کر لائے ہو اس میں میری زبان اور ہاتھ نے حصہ لیا ہے۔''

قَبَائِلُ جَاءَتْ مِنْ بِلَادٍ بَعِيْدَةٍ
نَزَائِعَ جَاءَتْ مِنْ سِهَامٍ وَّ سَرْدَدِ

''یہ تو وہ قبائل ہیں جو دور کے شہروں سے آئے ہیں یہ اجنبی ہیں جو سہام اور سردد سے آئے ہیں۔''

جب ابوسفیان نے یہ کہا:

''وَ نَالَنِیْ مَعَ اللّٰهِ مَنْ طَرَّدْتُّ كُلَّ مُطَرَّدٍ''

''اس نے مجھے پایا کہ میں نے اپنے سے ہر جگہ پر انھیں دور کیا تو رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے سینہ میں ہاتھ مار کر کہا۔ تم نے ہی مجھے ہر جگہ اپنے سے دور کیا تھا میں نے تو نہیں کیا۔''[1]

نقصان کی تلافی:

ابوسفیان جب سے اسلام لائے تھے انھوں نے اپنا مطمح نظر ہی جنت کو بنایا تھا دنیا سے منہ پھیر کر ادھر ہی نظریں

[1] مستدرك:٣/ ٤٣، و قال هذا حديث صحيح على شرط مسلم و لم يخرجاه و وافقه الذهبى مجمع الزوائد:٦/ ١٦٥، رواه الطبرانى و رجاله رجال الصحيح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گاڑ دیں اپنے میلانات اور اعضاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ پر پوری طرح متوجہ ہو گئے۔ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے اور رات کو قیام کرتے اور دن کو صیام کرتے۔ حضرت سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان بن حارثہ گرمیوں میں آدھا دن نماز پڑھتے رہتے حتیٰ کہ نماز کے منع کا وقت ہوتا تب چھوڑتے۔ پھر ظہر سے لے کر عصر تک نماز پڑھتے رہتے۔ [1] مقصد یہی تھا کہ گزشتہ نقصان کی تلافی ہو جائے وہ سمجھتے تھے کہ اب زندگی شروع ہوئی ہے پہلا وقت تو ضائع ہوا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نائب:

حنین کے دن حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پختہ عزم لے کر میدان میں اترے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کے گزشتہ داغ کو مٹا دیں۔ اس غزوہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے یہ ایسی ثابت قدمی تھی جو تاریخ کی پیشانی پر نورانی سطور میں تحریر ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حنین میں جب ہماری دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی تو میں اپنے گھوڑے سے کود پڑا اور میں نے ہاتھ میں تلوار سونت رکھی تھی میری آرزو یہ تھی کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ رہے تھے حضرت عباس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ کا بھائی اور چچا کا بیٹا ابوسفیان ہے اس پر رضا مند ہو جائیں فرمایا میں اس پر راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کی ہر عداوت جو اس نے مجھ سے کی ہے اسے معاف کر دے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا مجھے میری عمر کی قسم! یہ میرا بھائی ہے۔ [2]

یہ کلمات سن کر ابوسفیان تو خوشی سے اڑنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پڑ گئے اور انھیں چوم لیا اور آنسو رخسار پر بہہ رہے تھے۔ اب کھڑے ہوتے ہیں مشرکوں کو مارتے ہیں ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری قوت سے دفاع کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفید خچر کی سر کے قریب سے مہار پکڑ لیتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنی مبارک زبان سے یہ تاریخی کلمات دہرا رہے تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ
اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

''میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں، میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔'' [3]

اللہ کے حکم سے یہ غزوہ مسلمانوں کے غلبہ پر اختتام پذیر ہوتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شاہسوار کو اس حال میں پاتے ہیں کہ یہ اپنی جگہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کی لگام تھامے کھڑا ہے۔ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''مَنْ هٰذَا'' ''یہ کون ہے۔''

عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کی رضاعی ماں کا بیٹا ابوسفیان ہوں۔'' [4]

---

[1] طبقات: ١٤/ ٣٦. [2] صفة الصفوة: ١/ ٢١٨.

[3] بخاری: ٤٣١٥، مسلم: ١٧٧٦.

[4] احمد: ٣/ ٣٧٦، ابو یعلی، بزار، باختصار، مجمع الزوائد: ٦/ ١٨٠، ھیثمی، وصححه.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آہ! یہ لحات بھی کتنے سہانے ہیں جن میں رخساروں پر آنسو گرنے سے پہلے خون بہہ رہا ہے یہ ملاقات کے وہ لحات تھے جو بیس سال بغض وعداوت سے لبریز تھے اتنی زیادہ جدائی کے بعد اب یہ لحات میسر آئے ہیں جو محبت ومودّت اور صفائی قلب کی خوشبو سے معطر تھے۔ اب نبی اکرم ﷺ حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں جو آپ کی عقل ودل پر چھا جاتی ہے اوران کے لیے جنت کی گواہی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں مجھے امید ہے یہ میرے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جانشین ہوں گے۔ [1]

بلکہ اس سے بھی زیادہ مقام دیا کہا۔ ابوسفیان میرے گھر والوں میں سے بہترین ہیں۔ [2]

حبیبِ کبریاء ﷺ کی جدائی کا صدمہ:

کچھ دیر بعد حبیبِ کبریاء ﷺ دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں ابوسفیان سخت غمگین ہوتے ہیں ان کی تمنا تھی یہ کئی سالوں پر محیط نبی ﷺ کے ساتھ رہنے یوں غم کا اظہار کیا:

أَرِقْتُ فَبَاتَ لَيْلِى لَا يَزُوْل
وَ لَيْلُ اَخِىْ الْمُصِيْبَةِ فِيْهِ طُوْلُ

”میں نے ساری رات بیداری میں گزار دی اوروہ ختم نہیں ہورہی دراصل مصیبت زدہ کی رات دراز ہوجاتی ہے۔“

وَ أَسْعَدَنِىْ الْبُكَاءُ وَ ذَاكَ فِيْمَا
أُصِيْبَ الْمُسْلِمُوْنَ بِهِ قَلِيْلُ

”رونے نے میری مدد کی یہ پھر بھی جو مسلمانوں پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹے ہیں یہ رونا کم ہے۔“

فَقَدْ عَظمَتْ مُصِيْبَتُنَا وَجَلَّتْ
عَشِيَّةَ قِيْلَ قَدْ قُبِضَ الرَّسُوْل

”یہ ہماری مصیبت بہت بڑی ہے اور بڑھتی جاتی ہے جس دوپہر یہ اعلان ہوا کہ رسول اکرم ﷺ وفات پا گئے۔“

فَقَدْ نَا الْوَحْىَ وَالتَّنْزِيْلَ فِيْنَا
يَرُوْحُ بِهِ وَ يَغْدُوْا جِبْرِئِيْل

”اب ہمارے پاس وحی اور قرآن کا نزول نہیں ہوگا جو صبح وشام جبرئیل لے کر آیا کرتے تھے۔“

وَ ذَاكَ اَحَقُّ مَا سَالَتْ عَلَيْهِ
نُفُوْسُ الْخَلْقِ اَوْ كَادَتْ تَسِيْلُ

”یہ ایسا صدمہ ہے اس کا حق ہے کہ اس پر مخلوق کے نفوس پانی بن کر بہہ گئے ہیں۔“

---

[1] طبقات:٤ـ١/ ٣٦، الاستيعاب:١١/ ٢٩١.

[2] مستدرك:٣/ ٢٥٥، وقال صحيح على شرط مسلم و لم يخرجاه و اسناده حسن.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نَبِيٌّ كَانَ يَجْلُوْا الشَّكَ عَنَّا
بِمَا يُوْحٰى اِلَيْهِ وَ مَا يَقُوْلُ

"یہ ایسے نبی تھے جو ہم سے اپنے قول اور وحی کے ساتھ شک دور کیا کرتے تھے۔"

وَ يَهْدِيْنَا فَلَا نَخْشٰى ضَلَالًا
عَلَيْنَا وَالرَّسُوْلُ لَنَا دَلِيْلٌ

"آپ ہماری راہنمائی کرتے تھے ہمیں اپنے اوپر گمراہی کا خطرہ نہ تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے دلیل تھے۔"

فَلَمْ نَرَ مِثْلَهٗ فِي النَّاسِ حَيًّا
وَ لَيْسَ لَهٗ مِنَ الْمَوْتٰى عَدِيْلٌ

"ہم نے لوگوں میں ان جیسا زندہ انسان نہیں دیکھا اور نہ ہی فوت شدگان میں ان کا کوئی ہم پلہ ہے۔"

أَ فَاطِمُ اِنْ حَزِعْتِ فَذَاكَ عَذْرٌ
وَ اِنْ لَّمْ تَجْزَعِيْ فَهُوَ السَّبِيْلُ

"اے فاطمہ! اگر تم جزع فزع کرو تو تم معذور ہو، اگر تم جزع نہ کرو تو یہ بھی طریقہ بہتر ہے۔"

فَعُوْدِيْ بِاالْعَزَاءِ فَاِنَّ فِيْهِ
ثَوَابَ اللّٰهِ وَالْفَضْلُ الْجَزِيْلُ

"اگر تم صبر سے رہو تو اس میں اللہ سے ثواب اور بڑا افضل حاصل ہوگا۔"

وَ قُوْلِيْ فِيْ اَبِيْكِ وَ لَا تَمَلِّيْ
وَ هَلْ يَجْزِيْ بِفَضْلِ اَبِيْكِ قِيْلُ

"اپنے باپ کے بارے میں بات کرو اکتانا نہیں تمہارے باپ کے فضائل بیان کرنے میں کوئی بات کفایت نہیں کرسکتی اتنے زیادہ ہیں۔"

فَقَبْرُ اَبِيْكِ سَيِّدُ كُلِّ قَبْرٍ
وَ فِيْهِ سَيِّدُ النَّاسِ الرَّسُوْلُ

"تمہارے باپ کی قبر ہر قبر کی سردار ہے کیونکہ اس میں سید ولد آدم رسول دفن ہیں۔"

یہی سوزِ جدائی تھا جس کی وجہ سے ہمیشہ سے ان کی تمنا تھی کہ میں اپنے حبیب رسول ﷺ سے جاملوں۔

دنیا سے جانے کا وقت:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ اب دنیا سے کوچ کا وقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آ گیا ہے اپنی قبر خود ہی کھودی چند دن ہی گزرے تھے کہ یہ پاکیزہ روح پرواز کرگئی۔ ابواسحاق سبیعی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو کہا، میرے اوپر مت رونا، میں نے جب سے اسلام میں قدم رکھا ہے گناہ سے آلودہ نہیں ہوا۔ ❶ ہشام بن عروہ اپنے باپ عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوسفیان بن حارث اہلِ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

وفات کا سبب:

انھوں نے حج کیا ان کے سر میں پھوڑا تھا حجام نے حلق کی تو وہ کٹ گیا جس کی وجہ سے یہ فوت ہو گئے لوگوں نے انھیں شہید قرار دیا ہے۔ ❷ یہ مدینہ منورہ میں ۲۰ ہجری کو فوت ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔

رضی اللہ عنہ و عن سائر الصحابة اجمعین

جو رکے تو کوہِ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہ وفا تجھے ہم نے قدم قدم یادگار بنا دیا

---

❶ طبقات ٤_١/ ٣٦.

❷ الاصابة:١/ ١٩٦، حاکم٣/ ٢٥٥، و سکت عنه و كذالك الذهبی رجاله ثقات لكنه مرسل،حافظ ابن حجر.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

42

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حیاتِ حقیقت پسند

سید اولادِ آدم رسولِ محتشم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَّهٗ عَاشِرُ عَشْرَةٍ فِی الْجَنَّةِ۔"

"حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ان دس افراد میں سے ایک ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے۔"

ہاں! آج ہم اس آدمی کی سوانح حیات کی جھلکیاں پیش کر رہے ہیں اور اس مردِ کامل کے ساتھ وقت صرف کر رہے ہیں جسے دوہرا اجر ملے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے جنت کی گواہی دی ہے اور جنت کی گواہی سے پہلے ان کے حسنِ خاتمہ کا اظہار فرمایا تھا کہ یہ ان کی موت اسلام پر آئے گی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنے سے پہلے مجھے اجازت دیجیے میں آپ کی خدمت میں وہ معطر گلدستہ پیش کروں جو اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حالات کو اور خوشبودار کر دے گا بعد میں ہم درج ذیل سطور میں ان کا تعارف کرائیں گے۔ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ وَ ذَكَرَ مِنْهُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ نَبِيِّهٖ وَ آمَنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ.))[1]

"تین آدمیوں کو دوہرا اجر ملے گا ان تینوں میں سے آپ نے فرمایا۔ ایک وہ آدمی ہے جو اہل کتاب میں سے ہے اپنے نبی پر بھی ایمان لایا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا ہے۔"

مترجم کہتا ہے ان میں سے ایک غلام بھی ہے جو اپنے آقا کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اپنے اللہ کا حق بھی ادا کرتا ہے اور تیسرا وہ ہے جو لونڈی کو اچھا ادب اور تعظیم دیتا ہے پھر اسے آزاد کرتا ہے اور نکاح کر لیتا ہے ان تینوں کو دوہرا جو ملتا ہے۔ یہ جلالت وعظمت والے صحابی رضی اللہ عنہ بھی اسی کریم قسم کے افراد میں سے ہیں جو اہلِ کتاب تھے اپنے نبی پر بھی ایمان لائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے انھیں بھی دہرا اجر ملے گا یہ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے اور ان میں سے نامور صاحب علم و دانش تھے جب حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ساتھ بھی

[1] بخاری:۹۷، مسلم:۱۵٤، ترمذی:۱۱۱٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایمان لائے اور نبی اکرم ﷺ کے خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار ہوئے حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے جنتی ہونے پر مہر ثبت کردی۔ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے ان کا نام ''الحصین'' تھا جب یہ مسلمان ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے ان کا نام عبد اللہ رکھا یہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

نبی ﷺ کی بعثت کے متعلق یہودیوں کا موقف:

آیئے ہم اوّل سے یہ مبارک واقعہ بیان کریں۔

جب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو عرب قوم سے بھیجا یہودیوں میں سے نہیں بھیجا تھا تو یہودیوں کے دلوں میں رقابت اور حسد بھر گئے کینہ پروری اور غیظ و غضب نے ان کے دلوں کو کھالیا اور یہ آپ ﷺ کی نبوت اور دین میں شکوک و شبہات پیدا کرنے لگ گئے اور کہتے تھے جس رسول کا ہم انتظار کر رہے تھے۔ محمد ﷺ وہ پیغمبر نہیں اور نہ ہی آپ کا دین وہ دین ہے جسے ہم تلاش کر رہے تھے اور پیغمبر آخر زماں ﷺ کے متعلق جو ان کی کتاب میں آتا تھا اسے تبدیل کردیا جو نام، جو صفت یا اشارہ آپ ﷺ کے متعلق موجود تھا۔ اس میں تغیر پیدا کردیا، حالانکہ یہ جانتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ ان کی کتاب کی تصدیق کرتے تھے۔ آپ بالکل اس کے موافق تھے جو وہ اس نبی امی کی صفت تورات میں پاتے تھے لیکن خود پسندی کی طبیعت ان پر غالب تھی وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں اور زمین میں اس کے پسندیدہ افراد میں سے ہیں پیغمبر اور نبی ان ہی میں سے آئے ہیں۔ یہ ان پر ناگوار گزرا کہ نبی عرب میں سے ہو اسی وجہ سے انھوں نے آپ کے لیے عداوت اور بغض دل میں چھپا رکھا تھا۔ آپ ﷺ کی بعثت سے لے کر ان کے سینوں میں رسول اکرم ﷺ اور آپ کی دعوت کے لیے عداوت اور دشمنی چھپی ہوئی تھی۔

جب رسولِ اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی یہ پہلے کافر تھے بلکہ جس دن سے رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں اترے تھے تو اسی روز سے یہودی آپ سے عداوت اور مکر سے پیش آتے تھے اور عرب لوگوں کو نفاق پر آمادہ کرتے تھے اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے جا تکلف سے سوال کرتے تھے۔ اور رسولِ اکرم ﷺ اور اسلام کے خلاف ہمیشہ سازشوں کے آپس میں جال بنتے رہتے تھے۔ [1]

اسلام کی چھاؤں میں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیوں کے ایک بہت ہی بڑے عالم تھے لیکن ان میں سے سب سے زیادہ متقی اور علم میں سب سے بڑھ کر تھے۔ مدینہ منورہ میں رہتے تھے تمام اہل مدینہ ان کی تعظیم کرتے تھے اور ان سے محبت رکھتے تھے اور عظمت بجا لاتے تھے کیونکہ یہ لوگ دیکھتے تھے کہ ان پر صلاح، تقویٰ صداقت اور استقامت کی واضح علامات تھیں اور یہ تورات کے عالم تھے یہ جب بھی ان اطلاعات پر غور کرتے اور ان پر ان کی نگاہ پڑتی تو جن سے خاتم الانبیاء کے ظہور کی بشارت جھلکتی تو ان کی بعثت اور دیدار اور ان کی رسالت پر ایمان کے شوق میں اور اضافہ ہوتا اور ان کی

[1] رجال مبشرون بالجنة: ٢٦٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سعادت میں اور ترقی اور کمال آ جاتا جب یہ پڑھتے کہ تورات میں موجود تھا وہ آخرزماں پیغمبر اپنا شہر چھوڑ کر مدینہ میں ہجرت کریں گے اور اسے اپنا مستقل ٹھکانا بنائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہوئے کہ یا اللہ! میری عمر دراز کردے کہ وہ دن میری زندگی میں آئے جس میں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں جب وہ مدینہ منورہ میں تشریف لائیں تاکہ میں ان میں سے سب سے پہلے آپ کو دیکھوں۔ یہ دعاء سچے دل سے نکلی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک زندہ رہے لوگوں کے کانوں میں آواز پڑی کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بہت زیادہ خوش ہوئے اور اپنے دل میں یقین کرلیا کہ یہی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے متعلق طویل عرصہ سے تورات میں پڑھا ہوا تھا۔

جب حق کے سامنے سرنگوں ہو گئے:

ہم آپ حضرات کی خدمت میں وہ روایات بیان کرتے ہیں جن سے ان کے اسلام لانے کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ آپ کو دیکھنے کے لیے امڈ کر آ گئے میں بھی ان میں شامل تھا جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں نے جان لیا یہ کذاب کا چہرہ نہیں ہوسکتا لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ سب سے پہلی جو میں نے آپ سے گفتگو سنی وہ یہ تھی۔

((يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَ أَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَ صِلُوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ))❶

"اے لوگو! السلام علیکم پھیلایا کرو، کھانا کھلایا کرو، رشتہ داریاں جوڑا کرو اور رات کو نماز پڑھا کرو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔"

جب نبوت کی صداقت کو پرکھا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے ہی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوال کیے اور کہا یہ ان کے جوابات صرف ایک نبی ہی دے سکتا ہے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ کہا:

۱: قیامت کی سب سے اوّل علامات بتائیں۔

۲: اہل جنت کا سب سے پہلا کھانا کیا چیز ہوگی۔

۳: بچہ اپنی ماں یا باپ پر مشابہت کیوں اختیار کرتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا ان کی اطلاع ابھی ابھی مجھے جبریل علیہ السلام نے دی ہے کہنے لگے فرشتوں میں

❶ احمد:٥/ ٤٥١، ترمذی:٢٤٨٧، وصحح الحاکم:٣/ ١٣، و وافقه الذهبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے وہ تو یہودیوں کے دشمن ہیں۔ آپ نے اس پر توجہ نہ دی مگر سوالات کے جوابات دیے فرمایا۔

۱: سوال کا جواب یہ ہے کہ سب سے پہلی علامت قیامت یہ ہے کہ مشرق کی جانب سے ایک آگ نمودار ہوگی جو لوگوں کو مغرب کی جانب اکٹھی کرے گی۔

۲: سوال کا جواب یہ ہے کہ سب سے پہلا کھانا اہلِ بہشت کو مچھلی کے جگر کے زائد حصہ کا کھانا دیا جائے گا۔

۳: کا جواب یہ ہے کہ جب آدمی کا آبِ جوہر غالب آتا ہے تو بچہ ادھر رگ مارتا ہے اور باپ کی شباہت دھار لیتا ہے اور جب عورت کا آبِ جوہر غالب آجائے تو بچہ ادھر رگ مار جاتا ہے اور ماں کی شباہت پالیتا ہے۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ کہتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

یہودیوں کا تعصب:

اب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہودی ایک بہتان باز قوم ہے اگر انھوں نے جان لیا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو یہ مجھ پر بہتان تراشی کریں گے ان کی طرف پیغام بھیجیں اور میرے متعلق دریافت کریں میں ان میں کس حیثیت کا مالک ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں پیغام بھیجتے ہیں اور آپ پوچھتے ہیں۔

عبداللہ بن سلام کیسا آدمی ہے انھوں نے کہا وہ ہمارا عالم ہے۔ اور عالم کا بیٹا ہے فرمایا بتاؤ اگر وہ اسلام میں آجائیں تو تمہارا کیا ردعمل ہوگا کہنے لگے اس سے اسے اللہ کی پناہ وہ ایسا نہیں کرسکتا۔ اتنی دیر میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ایک جگہ چھپے ہوئے تھے باہر آئے اور کہا:

"اشهد ان لا اله الا اللّٰه و اشهد ان محمد رسول اللّٰه."

وہیں بدل گئے کہنے لگے یہ بڑا برا ہے اور اس کا باپ بھی بہت برا تھا اور یہ بھی جاہل ہے اور جاہل کا بیٹا ہے حضرت عبداللہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے آپ سے عرض کی تھی کہ یہودی ایک بہتان باز قوم ہیں۔ دیکھا انھوں نے کیسی قلابازیاں لگائی ہیں۔[1]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کی کہانی خود ان کی زبانی:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا تو میں نے آپ کی صفات، نام گرامی اور زمانہ کی آمد وغیرہ ہر چیز کی پہچان کر لی تو ہم آپ کے لیے سراپائے انتظار بنے بیٹھے تھے مگر میں اس چیز کو چھپائے ہوئے تھا اور اس پر خاموش تھا حتی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ آپ جب بنوعمرو بن عوف میں قباء جگہ پر اترے تو ایک آدمی آیا اور آپ کے آنے کی خبر دی میں اپنے نخلستان میں کام کر رہا تھا اور میری پھوپھی خالدہ بنت حارث نیچے بیٹھی ہوئی تھیں جب میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے کی خبر سنی تو میں نے اللہ اکبر کہا میرا نعرہ تکبیر سن کر مجھ سے میری پھوپھی نے کہا، اللہ تجھے ناکام کرے۔ واللہ! اگر تو سنتا کہ حضرت موسیٰ بن عمران آئے ہیں تو

[1] بخاري:٦/ ٢٦١، كتاب الانبياء،مناقب الانصار.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا کرتا؟ تو نے اتنا زیادہ جذبہ نہیں دکھانا تھا میں نے کہا اے پھوپھی جان! واللہ! یہ موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں اور ان کے دین پر ہیں اسی طرح مبعوث ہوئے ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے کہنے لگیں۔ بھتیجے! کیا یہ وہی نبی ہیں جو قیامت سے پہلے آنے تھے میں نے کہا۔ ہاں کہا واقعتاً وہی ہیں کہنے لگیں ٹھیک ہے پھر وہی ہوں گے۔

میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسلام قبول کر لیا پھر میں اپنے گھر آ گیا میں نے انھیں بھی اسلام لانے کا کہا وہ بھی اسلام لے آئے میں نے اپنے اسلام لانے کا معاملہ یہودیوں سے چھپا رکھا تھا پھر اوپر مذکورہ تفصیل کے بعد جو کہ یہودیوں نے مجھ پر بہتان لگائے تھے میں نے اسلام کا اعلان کر دیا اور میں نے یہودیوں سے کہا اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ آپ وہی رسول ہیں جن کی صفات تورات اور انجیل میں موجود پاتے ہو، مگر انھوں نے انکار کر دیا اور میرے اعلانِ اسلام کے بعد میرے گھر والوں نے اعلان کر دیا اور میری پھوپھی خالدہ بنت حارث بھی مسلمان ہو گئیں اور بہت اچھی مسلمان رہیں۔ ❶

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ قرآن و سنت کے ساتھ زندگی گزارتے رہے وہ اسی دن کے انتظار میں تھے طویل مدت سے اس دین کی راہ تک رہے تھے حتیٰ کہ ان کے اسلام لانے کا دن بھی آ گیا اب وہ یہ محسوس کر رہے تھے کہ میری عمر کا آغاز اب ہوا ہے۔

فضائل کا بیان:

آیئے ہم اپنی عادت کے مطابق ان تمغوں کا ذکر کریں جو حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے سینہ علم خزینہ پر سجائے ہیں۔

جس کی گواہی کو اللہ نے قبول کیا:

حضرت عامر اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، روئے زمین پر چلتے ہوئے کسی انسان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی کہا ہو یہ میں نے آپ سے صرف عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے لیے سنا ہے انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۢ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِۦ﴾ (الاحقاف:۱۰)

"اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے گواہی دی ہے۔" ❷

---

❶ بیہقی فی الدلائل:۲/ ۵۳۰، البدایہ:۳/۲۱۱، من طریق ابن اسحق کما اخرجہ البخاری بنحوہٖ فی کتاب الانبیاء باب حقن آدم و ذریتہ :۳۳۲۹، فتح الباری :۶، وفی مناقب الانصار:۷/ ۳۹۱۱، و فی تفسیر القرآن:۸/ ۴۴۸۰.

❷ بخاری:۳۸۱۲، مسلم:۲۴۸۳، نسائی فی فضائل الصحابۃ:۱۴۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دفاع کیا:

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جس کے بارے میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ہے کہ ان کے متعلق حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں میں بھی آپ کے ساتھ ہوں، حتیٰ کہ ہم یہودیوں کے گرجا میں داخل ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: اے گروہ یہود! مجھے وہ بارہ آدمی بتاؤ جو گواہی دیتے ہیں کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا رسول ہوں اگر بتاؤ گے تو تم سے اللہ کا غضب دور ہو جائے گا وہ خاموش ہو گئے آپ نے دوبارہ ان پر یہ بات لوٹائی پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ! میں حاشر ہوں جس کے پیچھے لوگ اکٹھے ہوں گے اور میری ملت پر حشر ہوگا میں عاقب ہوں کہ آخری نبی ہوں، میں مصطفی ہوں تم ایمان لاتے ہو یا جھٹلاتے ہو۔

یہ بات کرنے کے بعد آپ ان کے پاس سے نکلنے ہی والے تھے کہ ایک آدمی نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ذرا ٹھہر جاؤ آپ کو ٹھہرانے کے بعد اس نے یہودیوں کو مخاطب کیا اور کہا تم اپنے اندر کس آدمی کے رتبہ پر مجھے سمجھتے ہو انھوں نے کہا، ہم تجھے اپنے میں سے سب سے زیادہ علم والا جانتے ہیں تو اس نے کہا پھر میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں جنھیں تم تورات میں لکھا پاتے ہو، یہودی اسے کہنے لگے تو جھوٹ بولتا ہے وہ تو خاموش رہے مگر انھیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جھوٹ بولتے ہو یہ سچ کہتا ہے۔

اس کے بعد ہم باہر آگئے اب ہم اس آدمی کے شامل ہونے کی وجہ سے تین کی تعداد میں تھے۔ یہ آیہ مبارکہ انھیں کے بارے میں نازل ہوئی:

﴿اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰﴾ (احقاف:۱۰)

”تم بتاؤ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہیں اور تم اس کے ساتھ کفر کرتے ہو اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہی دینے والے نے گواہی دی ہے وہ ایمان لایا اور تم نے تکبر کیا بے شک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔“

گواہی دینے والے سے مراد یہی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔

جنتی نے کھانا کھایا:

حضرت مصعب بن سعد اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کھانے کا پیالہ لایا گیا آپ نے اس میں سے کھایا کچھ باقی بچ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کشادہ رستہ سے ایک آدمی آئے گا وہ اہل جنت میں سے ہے وہ یہ بچا ہوا کھانا کھائے گا۔ حضرت سعد کہتے ہیں میرے بھائی عمیر وضوء کر رہے تھے اس لیے میں نے انھیں بلایا تو نہیں تھا مگر خواہش تھی کہ عمیر جلدی آئیں تاکہ اس بشارت کو حاصل کریں ایک آدمی آیا میں نے سمجھا عمیر ہی ہوگا۔ مگر وہ عبداللہ بن سلام آئے اور باقی کھانا کھایا اور بشارت پائی۔ [1]

---

[1] احمد: ۱/۱۶۹، مستدرک: ۳/۴۱۶، صحیح الاسناد ولم یخرجاہ و قال الذھبی صحیح.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ساتھی کا خراج تحسین:

یزید بن عمیرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو لوگوں نے کہا: اے ابو عبدالرحمن! ہمیں وصیت کرو، فرمایا مجھے بٹھا دو، لوگوں نے بٹھا دیا۔ فرمایا: علم اور ایمان کے پانچ مقام ہیں انھیں تلاش کرے گا وہ انھیں پالے گا، چار افراد سے علم حاصل کرو اور ان سے علم کی جستجو رکھو۔ (۱) عویمر ابو درداء کے پاس سے۔ (۲) سلیمان فارسی کے پاس سے (۳) عبداللہ بن مسعود کے پاس سے (۴) عبداللہ بن سلام کے پاس سے یہ۔ عبداللہ بن سلام یہودی تھے یہ اسلام لائے تو میں نے ان کے بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں یہ جنت میں جانے والوں میں سے دسویں آدمی ہیں۔ ❶

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

﴿لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ (آل عمران:۱۱۳۔۱۱۴)

"برابر نہیں وہ امت اہل کتاب میں سے جو کھڑی ہو کر رات کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتی ہے اور سجدہ ریز ہوتی ہے اور جو یہ نہیں کرتے دونوں برابر نہیں اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتی ہے نیکی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرتی ہے یہ نیکوکار ہے یہ آیات حضرت عبداللہ بن سلام، ثعلبہ بن سعید اور اسد بن عبید رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔" ❷

سید کونین نے ان کے اسلام پر قائم رہنے کی اطلاع دی:

تم اسلام پر مرو گے یہ وہ کلمات آبدار اور تابدار ہیں جو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی شان میں نکلے تھے جب انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا خواب بیان کیا تھا۔ قیس بن عباد بیان کرتے ہیں، میں مدینہ منورہ کی مسجد میں تھا۔ ایک آدمی آیا اس کے چہرہ پر خشوع وخضوع کی جھلک نمایاں تھی۔ لوگوں نے ادھر اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ اہلِ جنت میں سے ہے اس نے مختصر دو رکعات نماز پڑھی جب فارغ ہو کر باہر نکلا تو میں اس کے پیچھے چل دیا حتیٰ کہ وہ اپنے گھر داخل ہوا اس کے داخل ہونے کے بعد میں نے بھی اجازت طلب کی اور اس کے پاس داخل ہوا میں نے اس سے باتیں شروع کر دیں جب میں نے دیکھا کہ وہ حیران سا ہو گیا ہے تو میں نے اس سے کہا۔ جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تھے تو آپ کے بارے میں لوگوں نے یہ تاثرات بیان کیے تھے کہ آپ جنتی ہیں انھوں نے کہا سبحان اللہ! کسی کے لیے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ یہ بات جس کا اسے علم نہیں وہ کہے۔ باقی میں یہ بتا دیتا ہوں

❶ مستدرک:۳/ ۲۷۰، صحیح الاسناد، ولم یخرجاہ و قال الذھبی صحیح.

❷ تفسیر طبری:۷٦٤٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے ایسا کیوں کہا۔ میں نے ایک خواب دیکھا اور اسے نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا میں نے دیکھا کہ میں ایک سرسبز و شاداب باغ میں ہوں اس کے درمیان میں ایک لوہے کا ستون ہے جس کا نچلا حصہ زمین میں ہے اور اس کی بلندی آسمان تک ہے اس کی چوٹی پر ایک کڑا ہے مجھ سے کہا گیا اس پر چڑھو میں اس پر چڑھ گیا حتیٰ کہ میں نے کڑا پکڑ لیا اور بتایا گیا مضبوط پکڑ لو میں بیدار ہوا تو وہ کڑا میرے ہاتھ میں تھا۔ صبح ہوئی تو میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور میں نے خواب سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا باغیچہ تو اسلام ہے اور ستون اسلام کی بلندی ہے اور کڑا جو پکڑا ہے یہ وہی مضبوط کڑا ہے جسے قرآن نے عروہ وثقیٰ کہا ہے تم اسلام پر ہی زندہ رہو گے، اور وفات تک اس پر رہو گے۔ ❶

خرشہ بن حر بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ کی مسجد میں لوگوں کے ایک حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا اس میں ایک شیخ تھے جو بہت حسین شکل و شباہت والے تھے وہ تھے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ وہ لوگوں کو بہت اچھی اچھی احادیث سنانا شروع ہوئے جب فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو لوگوں نے کہا جو جنت والوں میں سے کسی آدمی کو دیکھنا چاہے تو وہ انھیں دیکھ لے۔ یہ سن کر میں نے کہا میں تو ضرور ان کا پیچھا کروں گا اور ان کے گھر کو نشان لگاؤں گا تاکہ ان کے جنتی ہونے کی وجہ کا پتہ چلے۔

میں ان کے پیچھے ہو لیا، اتنا دور گئے کہ مدینہ سے باہر جانے کے قریب ہو گئے وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے میں نے ان سے اجازت مانگی انھوں نے مجھے اجازت دے دی اور پوچھا، بھتیجے! کیا کام ہے میں نے کہا لوگوں نے آپ کے متعلق جنتی ہونے کا کہا ہے۔ یہ بات مجھے اچھی لگی کہ آپ کے ساتھ رہوں کہا جنتی کون ہے یہ تو اللہ جانتا ہے میں سویا ہوا تھا خواب میں ایک آدمی آتا ہے اور مجھ سے کہتا ہے اٹھو! اور میرا ہاتھ پکڑ لیتا ہے میں اس کے ساتھ چلتا ہوں میں نے اپنی بائیں جانب رستہ دیکھا ہے میں اس پر چلنا ہی چاہتا ہوں تو اس نے مجھے کہا یہ رستہ اختیار نہ کرو یہ بائیں جانب والوں کی راہ ہے۔ اچانک ایک رستہ میری دائیں جانب موجود ہے اس نے کہا یہ اختیار کرو وہ مجھے ایک پہاڑ پر لایا اور مجھ سے کہا اس پر چڑھ جاؤ، میں نے جب چڑھنا شروع کیا تو میں سرین کے بل گر گیا، کئی مرتبہ ایسا ہوا پھر وہ مجھے ایک ستون کے پاس لے آیا جس کا اوپر والا حصہ آسمان رسا تھا اور نچلا زمین کے اندر تھا اس ستون کی بلندی پر ایک کڑا تھا مجھ سے اس آدمی نے کہا اس پر چڑھ جاؤ میں نے کہا میں کیسے چڑھ جاؤں اس کا سرا تو آسمان تک ہے اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس کڑے تک پہنچا دیا میں اس کڑے کے ساتھ لٹک جاتا ہوں صبح ہوئی تو میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا یہ خواب میں نے آپ سے بیان کیا۔ آپ نے اس کی تعبیر بیان کی کہ وہ رستے جو بائیں دیکھے تھے وہ بایں جانب والوں کے ہیں اور وہ رستے جو تم نے دائیں جانب دیکھے ہیں وہ دائیں جانب والوں کے ہیں اور جو پہاڑ دیکھا تھا وہ شہداء کا مقام ہے وہ تم نہیں پاؤ گے اور جو ستون تھا وہ اسلام کا ستون ہے اور کڑا جو پکڑا تھا وہ اسلام کا کڑا تھا۔ تم اسے موت تک ہمیشہ مضبوط پکڑے رکھو گے۔ ❷

تواضع:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں بازار سے گزر رہا تھا ایندھن کا گٹھا اٹھایا تھا مجھ سے پوچھا گیا یہ

❶ بخاري: ٧/ ٩٨، كتاب المناقب، مسلم: ٢٤٨٤، احمد: ٥/ ٤٥٢. ❷ مسلم: ١٥٠، كتاب فضائل الصحابة.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کیوں کیا ہے آپ کو تو اس کی ضرورت نہیں کہا میں تکبر دور کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو گا وہ جنت میں نہ جائے گا۔ ❶

توکل:

حضرت سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہما دونوں کی ملاقات ہوئی ایک نے ساتھی سے کہا: اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو مجھے ملنا اور جو رب نے ملاقات کے بعد سلوک کیا ہے اس سے مجھے آگاہ کرنا اور اگر میں تم سے پہلے فوت ہوا تو میں تم سے ملوں گا اور خبر دوں گا۔ ایک نے دوسرے سے کہا کیا مرنے والے زندوں سے ملتے ہیں کہا، ہاں ان کی روحیں جنت میں جہاں چاہیں گھومتی ہیں۔ ایک فوت ہو جاتا ہے دوسرے کو خواب میں ملتا ہے اور کہتا ہے توکل کرو اور خوش ہو جاؤ توکل جیسی کوئی چیز نہیں توکل کرو اور بشارت حاصل کرو توکل کرو اور بشارت حاصل کرو میں نے اس جیسی چیز کوئی اور نہیں دیکھی۔ ❷

جہادی سرگرمی:

بشر بن شغاف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام فتح نہاوند میں حاضر تھے۔ ابن سیرین کہتے ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میری نوبت یہاں تک آ جائے کہ میرے پاس سواری نہ رہے تو مجھے ساتھ اٹھا لینا اور مجھے مقام جنگ جو کہ صفین ہے اس میں جا کر رکھ دینا۔ ❸ یعنی جہاد کا اتنا شوق تھا۔

دنیا سے کوچ:

دن گزرتے جاتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حبیبِ کبریاء ﷺ کے وسیع دامن میں زندگی گزارتے ہیں، آپ ﷺ کی سیرت علم اور اخلاق کے نور سے اقتباس کرتے ہیں وہ دلفگار لمحات بھی آئے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی وفات حسرت آیات ہوتی ہے اس پر بہت غمگین ہوتے ہیں قریب تھا کہ کلیجہ پھٹ جائے اور یہ طویل عمر زندہ رہے۔ حتیٰ کہ نہاوند کے معرکہ میں شریک ہوئے۔ اس پر برکت عمر کے بعد جو انھوں نے اطاعتِ الٰہی میں گزاری جس میں عالم، عابد روزہ دار اور شب زندہ دار رہے۔ اتنی مصروف زندگی گزارنے کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر لیٹ جاتے ہیں اور ان کی پاکیزہ روح اپنے پیدا کرنے والے کی جانب محو پرواز تھی اور یہ مضبوط کڑا تھامے ہوئے تھے یہ حبیبِ کبریاء ﷺ کی بشارت تھی اور رحمن کی جنت میں نبی اکرم ﷺ جو ان کے پیارے تھے آپ سے ان کی ملاقات ہوگی ان شاءاللہ۔

رضی اللّٰہ عنہ و عن سائر الصحابة اجمعین

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلمان میں اسی لیے نمازی

---

❶ سیر اعلام: ۲/ ۴۱۹، مسلم: ۹۱، عن ابن مسعود.

❷ توکل ابن ابی دنیا: ۱۴۸، اسنادہ صحیح. ❸ سیر اعلام: ۲/ ۴۲۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

43

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی حیاتِ دلفروز

اللہ عزوجل کی کائنات میں اسلام لانے والوں میں سے یہ ساتویں خوش نصیب آدمی ہیں۔

حضرت عتبہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں بہت سارے مسلمان ان سے ناآشنا ہیں یہ وہی سید امیر المجاہدین ابوغزوان مازنی جو بنو عبد شمس کے حلیف تھے اسلام لانے والوں میں سے ساتویں نمبر پر ہیں انھوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی، بدر اور دیگر معرکوں میں شریک ہوئے یہ نامور تیر اندازوں میں شمار ہوتے ہیں اور غازیانِ اسلام کے امراء میں سے ایک ہیں۔ یہ وہ مصور ہیں جنھوں نے بصرہ شہر کا خاکہ تیار کیا تھا اور اسے آباد کیا تھا۔ [1]

ابتدائی حالات:

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ بہت جلد ہی اسلام لے آئے تھے۔ یہ اسلام میں قدم رکھنے والوں میں سے ساتویں خوش نصیب ہیں اور یہ ان دشوار ترین حالات اور ایام میں مسلمانوں کے ساتھ ڈٹے رہے جن میں جو بھی اپنے ایمان کا اعلان علانیہ کرتا اور اپنے اسلام لانے کا اظہار کرتا اس کا جسم مشرکوں کے کوڑوں کی ضرب سے شل ہونے والے ٹکڑوں میں تبدیل ہو جاتا اتنی مار پڑتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں کے اس ظالمانہ رویہ سے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر اندیشہ ناک ہوئے اور یہ ظلم و ستم روز بروز بڑھتا ہی جا رہا تھا اس کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حبشہ کی جانب طرف ہجرت کی اجازت دے دی جن لوگوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی ان کے ساتھ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ بھی راہِ ہجرت پر گامزن ہوئے۔

ہجرت تو کی مگر ان کی شفقت اور شوق اور حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی نے حبشہ میں ان کی راحت اور نعمت کو گدلا کر دیا اس کی وجہ سے انھوں نے مکہ میں رہ کر تکلیف اور مشقت اٹھانے کو ترجیح دی۔ مکہ میں رہ کر حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے شربت سے اپنی آنکھوں کو سکون سے معمور رکھنے کے لیے جلدی ہی مکہ میں لوٹ آئے اور یہیں رہے حتیٰ کہ مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کی پر سعادت گھڑی آن پہنچی تو حضرت عتبہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مدینہ کی جانب راہِ ہجرت پر روانہ ہوئے۔ وہاں دو اچھائیاں جمع کیں ایک تو حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدارِ عام حاصل تھا دوسری

[1] سیر اعلام ذہبی: ۱/ ۳۰۴.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اچھائی یہ کہ انصار رضی اللہ عنہم کے وسیع آنگن میں نعمت و راحت پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے مرحلہ کا آغاز ہوا تو حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ اس میدان میں قدم بہ قدم رواں دواں نظر آتے ہیں یہ قابلِ ذکر تیر اندازوں میں سے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام میدانوں اور معرکہ آرائیوں میں مصروف جہاد رہے ہیں۔ اور مکمل بسالت و شجاعت کے ساتھ آپ کی معیت میں برسر پیکار رہے۔ دولت اسلام کی اقامت و تعمیر میں اور باطل کا محل منہدم کرنے میں مسلسل حصہ ڈالتے رہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ اپنے عہد میں مجاہد، صابر کی حیثیت سے رہے ہیں اور ہر وقت اور ہر زمان میں اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص بن کر رہے۔

ایسا معرکہ جسے تاریخ کبھی نہ بھلا سکی:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد پر سعادت کی بات ہے ان کے کانوں تک یہ آواز پہنچی کہ اہل فارس کے شکست خوردہ لشکر جو مسلمانوں کے سامنے سے بھاگ کر جاتے ہیں اور جب بھی ان کے خلاف مسلمان فیصلہ کن قدم اٹھانے کی تگ و دو کرتے ہیں تو انھیں ادھر ادھر سے کمک مل جاتی ہے ایک آنکھ جھپکنے کے دوران اہل فارس کی فوجوں کی قوت اور فوراً ہی چاک و چو بند ہونے کی حالت پھر لوٹ آتی ہے اور وہ نئے سرے سے آغازِ جنگ کر دیتی ہیں۔

اُبُلّہ شہر اس وقت ان اہم شہروں میں سے ایک تھا جو اہل فارس کی فوجوں کے لیے مالی افرادی اور اسلحہ کی مدد کی ترسیل کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ذہانت و فطانت اور فہم و ذکاء کے ذریعہ بھانپ لیا تھا کہ اس ابلہ شہر کو فتح کیا جائے تاکہ اہلِ فارس کے لشکروں کی کمک آنے کو بند کیا جاسکے اس طرح جس ہزیمت کا اہل فارس کو سامنا کرنا پڑے گا اس کے بعد یہ پاؤں پر کھڑے نہ ہوسکیں گے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا تو انھیں یاد آیا کہ مسلمانوں کے نوجوان اور ادھیڑ عمر تو اللہ کی راہ میں غزوہ کرنے جا چکے ہیں جو شہروں پر اپنی فتح کے پرچم لہرا رہے ہیں اور لوگوں کو بندوں کی غلام سے نکال کر رب کی عبادت کی طرف بلا رہے ہیں اور دوسروں کے ادیان کے جور و ستم سے نکال کر اسلام کے عدل کی چھاؤں میں بٹھا رہے ہیں اور دنیا کی تنگنائیوں سے نکال کر انھیں آخرت کی وسعتوں میں لا رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا مجاہدین کے مصروف جہاد ہونے کی وجہ سے جو فوج میں قلت تعداد تھی لشکر کی اس کمی کو دور کرنے کے لیے قائد اور سپہ سالار قوت والا ہو۔ اخلاص، تقویٰ اور فہم و ذکاء والا ہو۔ اب انھوں نے جستجو کی اور اتقیاء باوفا و باصفا اور زور آور لوگوں کی جماعت میں غور و فکر کیا ان میں سے کس کا انتخاب کریں جو صورت ان میں ساتویں نمبر پر اسلام قبول کرنے والے مجاہد کبیر اور جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک ہونے والے، اور وہ تیر انداز تھے جن کا ایک نشانہ بھی کبھی خطا نہ ہوا۔ یہی حضرت عتبہ بن غزوان تھے۔ جنھیں سپہ سالار بنانے پر فاروق اعظم کا عزم ٹھہرا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صبح صبح انھیں پیغام بھیجتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس دشوار گزار مہم پر بھیجنا ہے جس میں ایسے مردانِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کار کی ضرورت ہے جو اپنے رب کی معرفت رکھتے ہیں اور اس کی عبادت کا حق ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی نصرت وحمایت سے نوازیں گے زیادہ نہیں مجھے ایسے اوصاف کے حامل افراد چاہئیں جو اچھے ہوں اگرچہ وہ تعداد اور سامان میں کم ہوں۔

حضرت عتبہ آتے ہیں انھیں جھنڈا باندھ کر فاروقِ اعظم خود دیتے ہیں تین سو سے کچھ اوپر ان کی تعداد ہے اور ساتھ دیہاتی بھی روانہ ہوتے ہیں جنھیں ملا کر ان کی تعداد پانچ سو تک مکمل ہوتی ہے۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے پند و نصائح:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی عادت کے مطابق کھڑے ہوتے ہیں اور اس جانثار لشکر کو وصیت فرماتے ہیں اور لشکر سے پہلے ان کے قائد حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ اللہ سے تقویٰ رکھنا اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مخاطب ہوتے ہیں۔ اے عتبہ! میں تمھیں اُبُلّہ کی سرزمین کی طرف متوجہ کر رہا ہوں یہ دشمنوں کے قلعوں میں سے اہم قلعہ ہے میں اللہ تعالیٰ سے مکمل پر امید ہوں کہ وہ اس کی فتح پر تمھاری مدد فرمائے گا۔ جب تم اس سرزمین پر قدم رکھو تو اس قوم کو اللہ کی طرف بلاؤ۔ جو اس دعوت کو قبول کرلے تم بھی اسے مان جاؤ اور جو ان کا رد کرے اس پر ذلت اور حقارت مسلط کرتے ہوئے جزیہ وصول کرو اگر وہ جزیہ دینے سے انکار کریں تو بغیر صلح کے ان کی گردنوں پر تلوار چلاؤ۔

اے عتبہ! جس پر تم سرپرست بنے ہو اس پر اللہ سے ڈرو اور خود کو تکبر کی جانب مائل کرتے ہوئے تنازع سے بچو اس سے تمھاری آخرت برباد ہو جائے گی۔

جان رکھو، تم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ تمھیں ذلت کے بعد عزت دی ہے کمزوری کے بعد قوت دی ہے اب تم بطور امیر تسلط رکھتے ہو اور ایسے سپہ سالار ہو جو لائق اطاعت ہو، تم جو کہتے ہو وہ سنا جاتا ہے اور حکم دیتے ہو تو وہ مانا جاتا ہے واہ! یہ کتنی بڑی نعمت ہے یہ نہ ہو کہ اس کی وجہ سے تم اپنے سے کم تر پر اترا جاؤ۔ جس طرح معصیت سے اپنی حفاظت کرتے ہو اسی طرح نعمت سے بھی اپنی حفاظت کرنا یعنی نعمت میں ہو کر اترا نہ جانا ان دونوں چیزوں سے میں تم پر اندیشہ مند ہوں کہ یہ کہیں اللہ کی طرف سے عذاب سے ڈھیل کا باعث نہ بن جائیں اور تمھیں دھوکہ نہ دیں اور تم کہیں اتنے ہی زیادہ بگڑ نہ جاؤ کہ دوزخ میں جا ٹھہرو اس پھسلن سے میں خود کو بھی اور تمھیں بھی اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جانب تیز گامی سے کام لیا ہے حتیٰ کہ دنیا ان کے لیے بلند کی گئی اور انھوں نے دنیا کا ارادہ کیا ہے۔ تم نے اللہ تعالیٰ کو چاہنا ہے دنیا کو نہیں چاہنا اور ظالموں کی قتل گاہ سے بچنا ان کی بربادی کے مقامات یادداشت میں رکھنا اور عبرت لینا۔ [1]

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی خوبصورت جنگی چال:

اُبُلّہ شہر جدھر حضرت عتبہ بن غزوان متوجہ ہوئے تھے اور اپنا چھوٹا سا لشکر لے کر جدھر روانہ ہوئے تھے بہت محفوظ

[1] البداية والنهاية: ٧/ ٤٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شہر تھا۔ یہ دجلہ کے کنارے پر واقع تھا۔ دجلہ وہ دریا ہے جو ترکی سے پھوٹتا ہے اور عراق تک جاری ہوتا ہے اور شط العرب میں جا گرتا ہے۔

اہلِ فارس نے ابلہ میں اپنے اسلحہ کے ڈپو بنا رکھے تھے۔ وہاں قلعوں پر برج بنا رکھے تھے جن میں سے دشمن کی نگرانی کر سکتے تھے وہ ان کی گھات کا کام دیتے تھے۔ اس کے باوجود کہ یہ بڑا احساس علاقہ تھا پھر بھی حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ اس پر حملہ کرنے سے نہ رکے حالانکہ آدمی بھی کم تعداد میں تھے اور ہتھیار بھی بہت قلیل تعداد میں تھے۔

صرف چھ سو جنگجو آدمی تھے اور ایک چھوٹی سی جماعت خواتین کی تھی۔ حضرت عتبہ کے پاس تلواریں اور نیزے ہی اسلحہ تھا اللہ کے فضل سے اب اپنی سمجھداری استعمال کرنے کا وقت تھا۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے خواتین کے لیے جھنڈے تیار کروائے اور انھیں نیزوں کی لکڑیوں پر بلند کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ لشکر کے پیچھے پیچھے چلیں اور عورتوں سے کہا جب وہ شہر کے قریب پہنچیں تو تو ہمارے پیچھے خاک اڑانا حتیٰ کہ فضا کو خاک آلود کر دینا جب لشکر ابلہ کے قریب ہوا تو فارسیوں کا لشکر ان کے مقابلہ کے لیے آیا تو انھوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کا لشکر تو ان کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے بڑھ رہا ہے اور انھوں نے دیکھا کہ ان کے پیچھے جھنڈے لہرا رہے ہیں اور فضا غبار آلود ہے ایک دوسرے سے کہنے لگے یہ تو بڑا لشکر جرار ہے اور کافی تعداد میں ہے جو کہ دھول اڑاتا آ رہا ہے ہم تو اس کے مقابلہ میں بہت کم تعداد میں ہیں۔

فارسی مرعوب ہو گئے خوف اور ڈر ان کے دلوں میں اتر گیا اور گھبراہٹ ان پر چھا گئی اور جو وزن میں ہلکی اور قیمت میں مہنگی اشیاء تھیں وہ اٹھا کر بھاگے اور دوڑ لگاتے ہوئے جو دجلہ میں لنگر انداز کشتیاں تھیں وہاں سوار ہو گئے اور ایسے بھاگے کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھا ایسی شکست سے دو چار ہوئے۔

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ ابلہ میں داخل ہوتے ہیں یہ فتح ہوا مگر ایک آدمی کا بھی نقصان نہ ہوا تھا۔ اس کے بعد ابلہ کے اردگرد کے شہر زیر نگیں کیے اور بستیاں بھی فتح کیں یہاں سے مسلمانوں کو اتنا زیادہ مالِ غنیمت حاصل ہوا کہ شمار سے باہر تھا اور اندازے سے بھی زیادہ تھا ایک آدمی وہاں سے مدینہ لوٹا تو لوگوں نے اس سے پوچھا ابلہ شہر کے معرکہ کا کیا بنا ہے اس نے کہا ابلہ کا پوچھتے ہو واللہ! میں نے وہاں ساتھیوں کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ تو سونے اور چاندی کے پیمانے ماپ رہے ہیں یہ سن کر لوگوں نے مدینہ سے ابلہ جانے کے لیے سفر اختیار کیا کہ ہم بھی مال حاصل کریں۔ [1]

جب بصرہ آباد کیا:

اس وقت حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ شہر بسانے کا آغاز کیا اور سب سے پہلے وہاں مسجد تعمیر کی۔ ہاں سب سے پہلے مسجد بنائی جہاں سے مردانِ کار بہادر جرار اور پرہیز گار لوگ پیدا ہوئے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اصلاح پیدا کی اور جنھوں نے ہر گوشۂ عالم میں اللہ کا دین پھیلایا۔ اس کے بعد لوگوں نے گھروں کی تعمیر بہت جلد شروع کر دی لیکن حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان بنانے سے انکار کر دیا ان کا دل ہمیشہ اس گھر کی طرف جھانک رہا تھا جو جنت میں تھا۔ یہ

---

[1] صور من حياة الصحابة: ٤٠٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ اس بات سے خوف زدہ تھے کہ میرا دل کہیں دنیا کے سامان میں نہ کھو جائے انھوں نے اپنی رہائش کے لیے خیمہ لگا لیا۔

اس مردِ درویش کا پرمغز خطاب:

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ بصرہ میں نماز پڑھاتے ہیں دینی امور کی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ عدل، زہد وتقویٰ میں ضرب المثل بن گئے۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے قدموں میں مال دنیا ڈھیر ہو رہا ہے اور بہت سارے لوگ اس خوشگوار زندگی اور پرنعمت عیش و بہار کرنے کو پسند کر رہے ہیں تو انھیں خطرہ لاحق ہوا کہ یہ دنیا کے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں اور اس فتنہ کی آندھی آدمی کا دل اور دین ہی اڑا کر نہ رکھ دے لوگوں میں کھڑے ہوتے ہیں اور ایسی خوبصورت اور پرتاثیر گفتگو فرماتے ہیں جو اس قابل ہے کہ اسے سنہری حروف سے دلوں پر نقش کیا جائے۔

حضرت خالد بن عمیر عدوی بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے خطاب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور کہا: اما بعد: دنیا ختم ہونے کے قریب آ چکی ہے اور یہ پا بر کاب بھاگ رہی ہے دنیا میں سے اتنا ہی باقی رہ گیا ہے جتنا کھانے کے بعد باقی رہ جاتا ہے جسے کھانے والا حاصل کر لیتا ہے تم اس دنیا سے اس گھر کی طرف منتقل ہونے والے ہو جہاں زوال نہیں جب تم اس دنیا سے منتقل ہو کر وہاں جاؤ تو بہترین چیز لے کر وہاں جانا۔

ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک پتھر اگر دوزخ کے کنارے سے نیچے پھینکا جائے اور وہ ستر برس تک لڑکھڑاتا رہے تو اس کی تہہ تک نہ پہنچے گا واللہ! وہ دوزخ ضرور بھری جائے گی کیا تم اس سے تعجب کرتے ہو۔ ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جنت کی دو دہلیزوں کے درمیان چالیس برس کی مسافت ہے ایک دن ضرور آئے گا کہ وہ دروازہ بھیڑ سے بھرا ہوگا میں ساتواں مسلمان تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ ہمارا کھانا درخت کے پتے ہوتے تھے جسے کھا کر ہماری باچھیں زخمی ہو جاتی تھیں۔ مجھے ایک چادر ملی میں نے اسے اپنے اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے درمیان دو حصے میں بانٹ لیا۔ نصف کا میں نے تہبند بنا لیا اور نصف کا انھوں نے تہبند بنا لیا آج یہ حالت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر پر امیر مقرر ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے اس چیز کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے دل میں خود کو بڑا تصور کروں اور اللہ کے نزدیک چھوٹا رہوں نبوت جب پرانی ہو جائے تو اس کا انجام بادشاہت ہوتا ہے۔ ہمارے بعد تم امراء کی آزمائش بھی کرو گے اور تجربہ بھی کرو گے۔ [1]

سفر آخرت:

جب موسم حج آیا تو حضرت عتبہ نے اپنے بھائیوں میں سے ایک آدمی کو اپنا نائب مقرر کیا جو کہ ابوسرہ بن ابی رھم تھے اور خود حج پر روانہ ہو گئے اور حج کے موسم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اکٹھے ہوئے اور مطالبہ کیا کہ امارت سے میرا استعفاء قبول فرمالیں، انھوں نے قبول نہ کیا اور انھیں قسم دلا کر کہا کہ یہ بصرہ ضرور واپس جائیں انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۳۰۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا مگر بادلِ ناخواستہ واپس بصرہ چلے گئے مگر دل رب رحمان کی جنت کے داخلے کے لیے بے تاب تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پوری توجہ سے التجا کی کہ مجھے دوبارہ بصرہ کی امارت پر نہ بٹھانا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا یہ بطن نخلہ وادی میں ہی وفات پا گئے۔ ان کی وفات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت اثر لیا اور بہت خوب انداز پر ان کی تعریف کی اس طرح حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس گروہ سے نعمتوں سے مالا مال جنت میں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھنے اور ملاقات کرنے کو ترجیح دی۔

رضی اللّٰہ عنہ و عن سائر الصحابۃ اجمعین

تیری محفل کو خدا رکھے ابد تک آباد
ہم تو مہمان ہیں گھڑی بھر کے ہمارا کیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

44

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حیاتِ انقلاب انگیز

رحمتِ مجسم، رسولِ معظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ رسالت سے انھیں یہ اعزاز بخشا تھا جو آفتاب و ماہتاب سے زیادہ ان کے سینہ پر تابناک ہو کر سجا ہے:

" سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلُ الْبَيْتِ۔" ''کہ حضرت سلمان فارسی t ہمارے گھر کا ایک فرد ہے۔''

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے آج کا مسلمان سبق لے:

آج ہم اس کامگار انسان کا تذکرہ کرتے ہیں جس کے دل نے اس کے اعضائے جسم سے پہلے صدائے حق کو بلند کیا تھا اور یہ شہر بہ شہر حق و حقیقت کی تلاش میں گردش کرتے ہیں، حضرت سلمان فارسی۔ یہی وہ مردِ میدان ہے جس کی تجویز سے جنگِ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نصرت وحمایت فرمائی۔ یہی وہ مردِ نصیب ور ہے جنت جس کی مشتاق ہے، ہاں ہاں، واللہ! جنت ان کے لیے سراپائے شوق انتظار کرتی ہے۔ یہی وہ فرزندِ اسلام ہے جو ہمیشہ اس چیز کو اپنا اعزاز سمجھتا رہا کہ میں فرزند اسلام ہوں کہا کرتے تھے۔

اَبِی الْاِسْلَامُ لَا اَبَ لِیْ سِوَاهُ
اِذَا افْتَخَرُوْا بِقَيْسٍ اَوْ تَمِيْم

''اسلام ہی میرا باپ ہے اس کے سوا میرا کوئی باپ نہیں یہ میں ان کے لیے کہہ رہا ہوں جو قیس اور تمیم قبائل میں سے ہونے کا فخریہ اعلان کرتے ہیں۔''

قدیم وجدید تاریخ اسلام ہدایت یافتہ لوگوں کے دلکش اور زیب نظر نمونوں سے بھری پڑی ہے جنھوں نے دین کی راہِ حق کی جستجو میں بلند ہمتی کا مظاہرہ کیا اور جادۂ حق پر گامزن ہونے کے لیے جان اور ہر پیاری چیز صرف کردی جس کی وجہ سے وہ ضرب المثل بن گئے اور اللہ کی مخلوق میں سے جو راہِ راست کی طلب میں نکلے اس کے لیے حجت اور دلیل بن گئے اور پیکرِ اخلاص ثابت ہوئے۔ جب کوئی حق کی تمنا لے کر میدان میں اترتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی راہنمائی کرتے ہیں اور کائنات میں عظیم ترین نعمت، جو کہ نعمت اسلام ہے اسے اس سے نوازتے ہیں۔ [1]

[1] علو الهمة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ وہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جو راہوں، گھاٹیوں اور شہروں میں حق کی تلاش میں محوسفر رہے اور ان کی ہمت عالی نے اس مطلب عالی کے حصول کے لیے انھیں ایک لحظہ بھر بھی اس سے پست ارادہ ہونا گوارا نہ کیا۔ حقیت میں میں یہ ایمان افروز قصہ بیان کر کے اس دور کے مسلمانوں کی خدمت میں ایک ہدیہ پیش کر رہا ہوں جو نعمت اسلام سے ناآشنا ہیں۔ الا ماشاء اللہ! اور جب دین اور دنیا میں ٹکراؤ ہو تو یہ دین کو ایک طرف پھینک دیتے ہیں اور دنیا کو مطمح نظر بنا لیتے ہیں اور سر ماتھے پر رکھتے ہیں۔ لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔

راہِ حق کا متلاشی:

یہ ایک جگہ ہے جہاں گھنے درخت ہیں اور گھنا سایہ ہے۔ معمولی سا گھر ہے جو مدائن میں ہے اس کے سامنے گھر کا مالک بیٹھا ہوا ہے جو کہ عمر رسیدہ شیخ ہے اس کی ہیبت نمایاں ہے اور پر وقار ہے بہترین لوگ جو اس کی مجلس میں موجود ہیں انھوں نے اسے گھیر رکھا ہے ور اس کی گہری پسندیدہ بات ہمہ تن گوش اور مکمل خاموش ہو کر سن رہے ہیں اور اس کا قصہ دلربا اور اس کا سفر برکت افزا جو حق کی طلب میں اس نے اختیار کیا تھا پوری یکجہتی سے دامن دل میں سمیٹ رہے ہیں۔ یہ ان کے سامنے بیان کر رہا ہے کہ اس نے اپنی فارسی قوم کا دین چھوڑ کر نصرانیت میں کیسے قدم رکھا پھر نصرانیت سے نکل کر اسلام کی شاہراہ پر کیسے پہنچا اور اس نے اس حقیقت کبریٰ کی راہ میں کتنی قربانیاں دیں اور اپنے مالدار باپ کی ثروت و دولت کو خیر آباد کہہ کر خود فقر و فاقہ کے حوالے کر دیا۔ فقط اس لیے کہ عقل و روح کو دینِ حق سے پر سکون بنائیں۔ یہ ان کے سامنے واقعہ سناتا ہے کہ وہ کس طرح غلاموں کے بازار میں فروخت ہوا اور وہ حقیقت کی تلاش کی راہ پر نکلا اور کیسے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ملاقات ہوئی اور پھر وہ دامنِ ایمان سے وابستہ ہوا۔

یہ حضرت سلمان فارسی اور سلمان خیر جو کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں رضی اللہ عنہ حقیقت کے متلاشی کے لیے ایک اعلیٰ مثال ہیں کہ جو صدق دل، اخلاص اور ریاکاری سے خالی پیکر ہونے میں قابل ستائش کردار ہیں۔ آیئے اب ہم بھی ان کی پر رعب مجلس کے قریب ہوتے ہیں اور پورے انہماک کے ساتھ ان کی داستان روشن سنتے ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں۔ [1]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے سفر اسلام کی کہانی خود ان کی زبانی:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک فارسی آدمی تھا۔ اصفہان کا رہائشی تھا وہاں ایک بستی تھی جسے ''جے'' کہتے تھے۔ ہم اس میں رہتے تھے۔

میرے والد صاحب اس بستی کے رئیس تھے انھیں مجھ سے ہر چیز سے زیادہ پیار تھا۔ انھوں نے مجھے گھر میں اس طرح روک رکھا تھا جیسے لڑکی کو گھر میں رکھتے ہیں میں نے مجوسیت میں اتنی محنت کی کہ میں آگ جو پرستش کے لیے جلاتے تھے اس کا نگران بن گیا کہ اسے بجھنے نہیں دیتا تھا۔ میرے والد صاحب کی بہت زیادہ جائیداد تھی۔ ایک دن وہ عمارت کی تعمیر میں مصروف تھے۔ مجھ سے کہا۔ بیٹے! میں آج عمارت میں مصروف ہوں تم جاؤ جاگیر کا حال معلوم کرو اور

[1] علو همت:٢١٧.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مجھے حکم دیا وہاں فلاں کام کرنا، میں جاگیر کی نگرانی کا ارادہ لیے نکلا تو میرا گزر عیسائیوں کے عبادت خانہ کے قریب سے ہوا۔ میں نے ان کی آوازیں سنیں کہ وہ عبادت کر رہے ہیں میں چونکہ پیار کی وجہ سے گھر ہی میں رہتا تھا مجھے لوگوں کا کچھ علم نہ تھا باہر کیا معاملہ ہے۔ جب میں ان کے قریب سے گزرا اور ان کی آوازیں سنیں تو میں ان کے پاس گیا کہ دیکھوں وہ کیا کرتے ہیں جب میں نے انھیں دیکھا تو مجھے ان کی عبادت کا انداز بہت اچھا لگا اور میں نے رغبت پیدا کی اور میں نے کہا واللہ! یہ اس سے بہتر ہے جس دین پر ہم کاربند ہیں۔ میں غروبِ آفتاب تک انہی کے پاس رہا ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ میں باپ کی جاگیر پر نہ آیا میں نے ان سے پوچھا، اصل دین کہاں ہے۔

انھوں نے کہا شام کے علاقہ میں ہے میں اس کے بعد اپنے والد کے پاس آیا انھوں نے میری تلاش میں آدمی بھیجے تھے اور وہ ہر کام چھوڑ کر میرے بارے میں ہی فکرمند تھے جب میں آیا تو کہا بیٹا تم کہاں تھے تمھیں پتہ نہیں میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا میں نے تجھے بتا رکھا ہے کہ میری نظروں سے اوجھل نہ ہونا۔ میں نے کہا ابا جان! میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا ہوں جو اپنے گرجا گھر میں مصروفِ عبادت تھے مجھے ان کا دین بہت اچھا لگا ہے میں غروبِ آفتاب تک ان کے پاس رہا ہوں، باپ نے کہا بیٹا اس دین میں بالکل خیر نہیں۔ تیرا اور تیرے آباء واجداد کا دین ہی بہتر ہے۔ میں نے کہا نہیں قطعاً نہیں واللہ! وہ دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ میرے والد صاحب میرے بارے میں فکرمند ہو گئے کہ یہ ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ انھوں نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور گھر میں قید کر دیا۔ میں نے عیسائیوں کو پیغام بھیجا اور ان سے کہا جب شام کے علاقہ سے عیسائی تاجروں کا قافلہ آئے تو مجھے اطلاع کرنا۔

ان کے پاس شام کے عیسائی تاجروں کا قافلہ آیا تو انھوں نے بتایا میں نے کہا جب یہ اپنے کاموں سے فارغ ہوں اور واپس اپنے شہروں میں جانا چاہیں تو مجھے آگاہ کریں جب انھوں نے واپسی کے لیے رختِ سفر باندھا تو مجھے بتایا میں نے اپنے پاؤں کی بیڑیاں اتار پھینکیں اور میں ان کے ساتھ چل دیا اور شام پہنچا جب یہاں آیا تو میں نے پوچھا یہاں وہ شخص بتاؤ جو دین میں بہتر ہو۔ انھوں نے کہا کنیسہ میں ایک پوپ ہے میں اس کے پاس آیا اور کہا میں اس تمہارے دین میں رغبت رکھتا ہوں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ رہوں اور آپ کے کنیسہ میں آپ کے ساتھ مل کر اس کی خدمت سرانجام دوں آپ سے علم سیکھوں اور نماز پڑھوں اس نے کہا کوئی بات نہیں داخل ہو جاؤ میں اس کے ساتھ داخل ہوا وہ بہت ہی برا پوپ تھا۔

وہ لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا جب لوگ مال جمع کرتے تو یہ اسے اپنے ہاں خزانہ بنا لیتا مسکینوں کو نہ دیتا تھا حتیٰ کہ اس نے سونے اور چاندی کے سات مٹکے بھر لیے، اس کی اس کرتوت سے مجھے اس سے سخت نفرت ہوئی وہ مر گیا تو عیسائی اسے دفن کرنے لگے میں نے ان سے کہا یہ برا آدمی تھا تمھیں صدقہ کرنے کی ترغیب دیتا اور جب تم جمع کر کے لاتے تو یہ اسے خزانہ میں سمیٹ لیتا تھا مسکینوں کو کچھ نہ دیتا تھا۔ انھوں نے کہا تمھیں کیسے علم ہے میں نے کہا میں تمھیں اس کا خزانہ بتا دیتا ہوں انھوں نے کہا بتاؤ میں نے وہ جگہ دکھا دی جہاں وہ خزانہ کرتا تھا انھوں نے وہاں سے ساتوں مٹکے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نکالے جو سونے اور چاندی سے بھرپور تھے جب لوگوں نے وہ دیکھ لیے تو کہنے لگے، واللہ! ہم اسے ہرگز دفن نہ کریں گے انھوں نے اسے سولی پر لٹکا دیا پھر اسے پتھروں سے رجم کیا۔

ایک دوسرے زاہد سے ملاقات:

پھر وہ اس کی جگہ ایک اور آدمی کو لائے اور پیشوائی کے مرتبہ پر اسے بٹھا دیا، جو بہت بہتر اور اچھا تھا دنیا سے بے رغبت اور آخرت میں متوجہ، اور شب و روز عبادت گزار تھا مجھے اس سے بہت ہی زیادہ محبت ہوئی میں اس کے ساتھ کچھ وقت رہا، پھر وہ بھی فوت ہوا وفات کے قریب تھا کہ میں نے اس سے پوچھا میں آپ کے ساتھ رہا ہوں آپ سے مجھے بے پناہ محبت تھی۔ اب تم پر حکم الٰہی آچکا ہے آپ مجھے کیا حکم کرتے ہیں اور وصیت کریں میں کہاں جاؤں، کہا بیٹے! آج جس پر میں ہوں اس دین پر صرف ایک آدمی ہے دوسرے تو سب لوگ ہلاکت میں گر رہے ہیں اور انھوں نے دین کو بدل دیا ہے اور زیادہ تر مذہب کا حصہ چھوڑ دیا ہے وہ آدمی موصل، میں ہے۔ وہ فلاں آدمی ہے، اس سے ملنا۔

اب یہ فوت ہوا اسے دفن کیا تو میں وہاں سے چلا اور موصل والے بزرگ سے جا ملا، میں نے اس سے کہا کہ فلاں آدمی نے مجھے آپ سے ملنے کی وصیت کی تھی اور مجھے بتایا تھا کہ تم اس کے دین پر ہو۔ اس نے کہا میرے پاس رہو میں اس کے پاس رہا ہوں میں نے اسے بھی بہترین آدمی پایا یہ بھی پہلے آدمی والے دین پر ہی تھا کچھ دیر گزری تو یہ بھی فوت ہو گیا جب وفات کا وقت قریب تھا تو میں نے اس سے کہا پہلے آدمی نے مجھے آپ کے پاس آنے کی وصیت کی تھی آپ کا بھی آخری وقت ہے آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں، کہا بیٹے! جس پر ہم ہیں اس دین پر صرف ایک آدمی ہے جو کہ نصیبین میں ہے اسے ملنا۔

جب یہ فوت ہو گئے انھیں دفن کیا تو میں ''نصیبین'' میں آ گیا اور اپنے متعلق بتایا اور جو میرے استاد نے کہا تھا وہ بتایا کہ میں تم سے ملوں انھوں نے کہا، ٹھیک ہے میرے پاس رہو، میں نے انھیں بھی پہلے پیشروؤں کی طرح بہترین پایا اس بہترین آدمی کے پاس میں رہا کچھ وقفہ بعد یہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ان کی وفات کے وقت میں نے ان سے کہا کہ فلاں نے مجھے آپ کے پاس آنے کا کہا تھا۔ اب آپ کا وقت قریب ہے آپ وصیت کریں میں کس کے پاس جاؤں انھوں نے کہا جس پر میں اور آپ ہیں اس دین پر عموریہ میں ایک شخص ہے وہ میرے اور آپ کے مذہب پر ہے اگر تم پسند کرو تو اس کے پاس چلے جانا جب یہ فوت ہو گئے اور انھیں زیر خاک دفن کر دیا گیا تو میں عموریہ والے سے ملا، اور اپنا واقعہ سنایا تو اس نے کہا میرے پاس رہو میں اس کے پاس رہا تو یہ بھی اپنے پہلے نیک آدمیوں کی سیرت و کردار والا تھا۔

وہاں میں نے ذریعۂ معاش بھی اختیار کیا، میرے پاس کچھ گائے اور بکریاں جمع ہو گئیں آخر یہ بھی قضائے الٰہی کی نظر ہوئے تو میں نے ان سے کہا۔ میں فلاں کے پاس تھا اس نے مجھے فلاں فلاں کے پاس آنے کی وصیت کی۔ آپ مجھے کس کے پاس جانے کا حکم دیتے ہیں کہا۔ اے بیٹے! واللہ! مجھے کوئی شخص ایسا نہیں مل رہا جو اس دین پر ہو جس پر ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور میں تمھیں اس کے پاس جانے کا حکم دوں۔

جب مطلوب کے قریب آ گئے:

یہ بات ہے کہ آخرِ زماں پیغمبر ﷺ کے مبعوث ہونے کا وقت قریب آ چکا ہے جو دین ابراہیمی لے کر آئیں گے وہ عرب کی سرزمین سے نمودار ہوں گے اور ایسی جگہ کی طرف جو دو پتھریلی زمین کے درمیان ہو گی۔ وہاں نخلستان بھی ہوں گے اس میں ہجرت کریں گے ان کی علامات ہوں گی جو پوشیدہ نہ ہوں گی واضح ہوں گی وہ ہدیہ کھائیں گے صدقہ نہیں کھائیں گے ان کے کندھے کے درمیان مہرِ ختم نبوت ہو گی۔ اگر تم سے یہ ممکن ہے کہ اس سرزمین میں پہنچ سکو تو وہاں پہنچ جاؤ۔ یہ بتا کر وہ فوت ہو گئے انھیں دفن کیا گیا جتنی دیر اللہ کو منظور تھا میں اتنی دیر معموریہ میں ٹھہرا میرے پاس سے ایک قبیلہ بنو کلب کے تاجروں کا ایک وفد گزرا میں نے ان سے کہا تم مجھے عرب کی سرزمین تک پہنچاؤ۔ یہ گائے اور بکریاں میں تمھیں دے دیتا ہوں انھوں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں نے وہ جانور انھیں دے دیئے اور انھوں نے مجھے سوار کر لیا، جب یہ وادی القریٰ میں آئے تو انھوں نے مجھ پر ستم ڈھایا کہ ایک یہودی آدمی کے ہاں مجھے بطورِ غلام فروخت کر دیا میں اب اس کے پاس رہنے لگا وہاں میں نے کھجوریں دیکھیں تو امید کی کہ یہ وہی شہر ہو گا جو میرے راہنما نے مجھ سے بیان کیا تھا لیکن میرے دل میں یقین نہ تھا کہ یہ وہ جگہ ہو میں اس آدمی کے پاس ہی تھا کہ بنو قریظہ کا ایک آدمی جو کہ میرے مالک کا بھتیجا تھا آیا تو میرے مالک نے مجھے اس کے ہاتھوں فروخت کر دیا وہ مجھے مدینہ اٹھا لایا جب میں یہاں آیا تو پہچان گیا کہ یہ وہی مقام ہے جس کے متعلق میرے راہنما نے بتایا تھا وہی علامات تھیں، میں وہاں ٹھہرا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو مبعوث فرمایا آپ کے مکہ میں ٹھہرنے کی مدت میں چونکہ میں غلام تھا اس وجہ سے آپ کے متعلق کچھ ذکر میں نہ سن سکا۔

جب آپ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی میں مدینہ منورہ میں اپنے آقا کی کھجور کے درخت پر کام میں مصروف تھا نیچے میرا آقا بیٹھا ہوا تھا اس کا بھتیجا آیا اور اس کے قریب ہوا اور کہا بنو قیلہ کو اللہ برباد کرے وہ اب قباء میں جمع ہوئے ہیں ایک آدمی جو مکہ سے آ رہا ہے اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہیں ان کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے۔

جب میں نے یہ بات سنی تو میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ میں اپنے آقا پر نہ گر جاؤں۔ میں درخت سے نیچے اترا، اور آقا کے بھتیجا سے کہا کیا کہتا ہے تو کیا کہہ رہا ہے اس سے میرا مالک سخت برہم ہوا مجھے سخت مکا رسید کیا اور کہا تجھے اس سے کیا مطلب وہ کیا کہتا ہے چل اپنا کام کر میں نے کہا مجھے تو کچھ نہیں میں تو اس کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں جو یہ کہہ رہا ہے کہ واقعتا یہ ایک حقیقت ہے۔

مطلوب محبوب مل گیا:

جب شام ہوئی تو جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں نے اکٹھا کیا پھر رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ قباء میں تشریف فرما تھے۔ میں آپ کے پاس داخل ہوا تو عرض کی کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ ایک مرد صالح ہیں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کے ساتھ ایسے ساتھی ہیں جو غرباء ہیں اور ضرورتمند ہیں یہ میرے پاس کچھ کھانے کی اشیاء تھیں میں نے صدقہ کے طور پر لی ہیں اور میرے خیال میں آپ کے ساتھیوں سے بڑھ کر اس کا اور کوئی زیادہ حقدار نہیں اور ساتھ ہی میں نے وہ چیزیں خدمت میں پیش کردیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کھاؤ، اور خود ہاتھ روک لیا نہ کھایا، میں نے اپنے دل میں کہا ایک آپ کی نبوت کی علامت تو یہ ہوئی۔ پھر میں واپس آ گیا اور کچھ اشیاء جمع کیں اب رسولِ اکرم ﷺ قباء سے مدینہ میں منتقل ہو چکے تھے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یہ ہدیہ ہے جو فقط آپ کی کرامت وعزت کی نذر ہے آپ ہی کے لیے ہے تو رسولِ اکرم نے کھایا اور ساتھیوں سے بھی کہا کھاؤ۔ انھوں نے بھی کھایا میں نے یہ دیکھ کر کہا یہ آپ کی نبوت کی صداقت کی دوسری علامت پوری ہوئی۔

پھر میں تیسری دفعہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ بقیع الغرقد میں تھے آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک جنازہ میں شرکت فرما تھے آپ نے دو چادریں زیب بدن کر رکھی تھیں۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جلوہ آراء تھے میں نے سلام عرض کیا اور میں آپ کی کمر مبارک کی طرف گھوما کہ ختم نبوت والی بیان کردہ علامت کی شناخت کرسکوں، جب رسولِ اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میں گھوم، گردش کرتے ان کے کندھے مبارک کی جانب آیا ہوں تو آپ جان گئے کہ میں کوئی تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔

تو آپ نے اپنی مبارک کمر سے چادر ہٹالیا، میں نے ختم نبوت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی اور میں نے پوری معرفت حاصل کر لی اور میں مسرت سے آبدیدہ ہوکر جھک گیا اور اسے چوم لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ سامنے آؤ میں پھر کر سامنے ہوا اور میں نے اپنی مکمل داستانِ حقیقت کشا اور آبلہ پا سنائی تو آپ ﷺ کو بہت پسند آئی اور آپ نے چاہا کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی سناؤں۔ پھر میں نے ان کے سامنے بھی یہ ایمان افروز واقعہ بیان کیا۔

قصہ غم سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم

مسلمان ہونے کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ غلامی کی وجہ سے رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ بدر اور احد کے معرکوں میں شریک نہ ہوسکے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے کہا اے سلمان! اپنے آقا سے قسطوں پر آزادی طے کرلو، میں نے اپنے آقا سے قسطوں پر آزادی طے کر لی کہ میں اسے تین سو کھجوروں کے پودے دوں گا اور آزاد ہو جاؤں گا جنھیں میں قلموں کی صورت میں لگاؤں گا اور جب وہ پھلیں پھولیں گے تو میں آزاد ہوجاؤں گا۔ اور سولہ سو درہم بھی ادا کرنے ہیں۔

رسولِ اکرم ﷺ نے میری ان بھاری اقساط کا سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا اپنے بھائی سے تعاون کرو، انھوں نے کھجوروں سے میرا تعاون کیا ایک آدمی نے تیس کھجوروں کی پنیری دی ایک نے بیس کھجوروں کی پنیری دی کسی نے پانچ دیں کسی نے دس دیں جس کے پاس جتنا بس میں تھا تعاون کیا حتیٰ کہ تین سو کھجوروں کی پنیری جمع ہو گئی۔ اور مجھ سے رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اے سلمان جاؤ۔ ان قلموں کو لگانے کے لیے زمین کی کھدوائی کرو جب کھدائی سے فارغ ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاؤ تو میرے پاس آنا۔ میں کھجوروں کی پنیری اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کے تعاون سے کھدوائی کردی تو میں حاضر ہوا اور بتایا کہ کھدائی ہو چکی ہے رسولِ اکرم ﷺ میرے ساتھ روانہ ہوئے ہم آپ کو ایک کھجور کی قلم دیتے جا رہے ہیں اور آپ ﷺ اپنے دستِ مبارک سے گڑھوں میں پنیری لگاتے جا رہے ہیں اللہ اکبر! ان میں سے ایک کھجور کی پنیری بھی خراب نہیں ہوئی۔

میں نے کھجوروں والی قسط تو ادا کردی اب میرے ذمہ مالی قسط رہ گئی تھی۔ رسولِ اکرم ﷺ مرغی کے انڈے کی مانند سونا لائے جو آپ کو جنگ سے حاصل ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا وہ فارسی جو قسطوں پر آزاد ہو رہا ہے اس کا کیا بنا۔ مجھے بلایا گیا میں حاضر ہوا تو فرمایا یہ پکڑو۔ اور سلمان! قرض اداء کرو میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کیا کرے گا جو میرے ذمہ قرض ہے وہ تو بہت زیادہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ تو لے لو عن قریب اللہ تعالیٰ تمہارا قرض ادا کرنے کے اسباب بھی پیدا کرے گا۔

میں نے وہ سونا لے لیا اور اس کا وزن کیا اس ذات کی قسم! سلمان کی جس کے ہاتھ میں جان ہے سولہ سو درہم تھے جو میرے ذمہ واجب الاداء تھے۔ میں نے وہ سارے اداء کر دیے ایسی برکت ہوئی اور میں آزاد ہوا اس کے بعد میں رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ خندق میں حاضر ہوا اور اس کے بعد ہر معرکہ میں، میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک سفر رہا۔ ایک معرکہ بھی خالی نہ گزرا جس میں میری شرکت نہ ہوئی ہو۔ [1]

واہ! یہ کتنا طویل سفر ہے جو انھوں نے حق اور حقیقت کی جستجو میں طے کیا آج لوگوں میں کتنی پست ہمتی ہے کہ حق کو اپنی آنکھوں کے سامنے پاتے ہیں پھر بھی حق کے علاوہ رخ اختیار کرتے ہیں اور اس سے روگردانی کرتے ہیں۔

خندق کے تجویز کنندہ:

احزاب کے دن یعنی جنگ خندق میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا موقف اختیار کیا جسے تاریخ مدتوں تک یاد رکھے گی۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: غزوۂ خندق کا باعث یہ تھا کہ یہودیوں نے جب یہ دیکھا کہ مشرکوں نے مسلمانوں کے خلاف احد کی جنگ میں چڑھائی کر رکھی ہے انھوں نے یہ بھی معلوم کر رکھا تھا کہ ابو سفیان نے مسلمانوں کے خلاف لڑنے کا وعدہ کر رکھا ہے کہ اب میں لوٹ رہا ہوں آئندہ برس میدان میں اتروں گا تو اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے سربرآوردہ لوگ مکہ کے قریش کے پاس روانہ ہوتے ہیں جن میں سلام بن ابی الحقیق، سلام بن مشکم کنانہ بن ربیع وغیرہ تھے یہ یہودی قریش مکہ کے مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اکساتے رہے اور رسولِ اکرم ﷺ کے خلاف انھیں جمع کیا اور وعدہ کیا کہ ہم تمہاری حمایت میں قدم کے ساتھ قدم اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں گے۔

قریش نے ان کی اس انگیخت اور اکساہٹ میں آ کر غطفان قبیلہ کو دعوت دی۔ انھوں نے بھی اسے قبول کیا پھر وہ

---

[1] احمد: ۵/ ۴۴۱، طبقات ۴ـ۱/ ۵۳، واسناده حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیگر قبائل عرب میں گھومے انھیں مسلمانوں کے خلاف ابھارا تو وہ بھی تیار ہو گئے۔ اب ابوسفیان چار ہزار افراد کو یکجا کیے روانہ ہوتے ہیں یہ ان کے سپہ سالار تھے۔ ان سے بنوسلیم مرالظہران میں آن ملے بنو اسد، بنوفزارہ، اشجع، بنومرہ یہ بھی قریش کے ساتھ روانہ ہوئے غطفان والے بھی آ گئے ان کا قائد عیینہ بن حصن تھا۔ خندق میں شرکت کرنے والے کل کفار دس ہزار تھے۔ [1] ادھر کفار قریش کا یہ لشکر جرار تھا ادھر یہودیوں نے غدر کیا۔

یہودیوں کی خطرناک غداری:

ایمانداروں کے لیے معاملہ اور خطرناک ہو گیا کہ بنوقریظہ کے یہودیوں نے عہد شکنی کی جیسا کہ یہودیوں کی عادت ہے کہ ہر زمانہ اور ہر جگہ پر یہ غدار ہی ثابت ہوئے ہیں۔ ان کے لیے یہ موقع سازگار تھا کہ یہ مسلمانوں پر پچھلی جانب سے حملہ آور ہو سکتے تھے اور مسلمانوں کی حالتِ زار کچھ یوں تھی۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱذْكُرُوا نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٩﴾ إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ ٱلْأَبْصَٰرُ وَبَلَغَتِ ٱلْقُلُوبُ ٱلْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِٱللَّهِ ٱلظُّنُونَا۠ ﴿١٠﴾ هُنَالِكَ ٱبْتُلِىَ ٱلْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴿١١﴾﴾ (الاحزاب:۹۔۱۱)

"اے ایماندارو! اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد کرو جو اس دن تم پر کی، جب تمہارے اوپر لشکر اُمڈ آئے تھے ہم نے ان پر ہوا چھوڑی اور ایسے لشکر بھیجے جنھیں تم دیکھتے نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے۔ جب وہ تمہارے اوپر اور نچلی جانب سے آ گئے اور جب آنکھیں مارے خوف کی ٹیڑھی ہو گئیں اور دل ہنسلی کو پہنچ گئے اور تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئی قسم کے گمان کیے۔ وہاں مومنوں کی آزمائش ہوئی اور وہ سخت قسم کا ہلائے گئے۔"

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا محفوظ مشورہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ کے لیے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کرتے ہیں یہی بطل اسلام حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے ہیں اور یہ عظیم رائے دیتے ہیں کہ خندق کھودی جائے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خندق کھودنے کا مشورہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ہی دیا تھا انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم فارسی لوگ جب محاصرہ میں آتے تو ہم خندق کھود لیا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور مسلمانوں کی ترغیب کے لیے خود بھی کھودنے میں حصہ لیا لوگوں نے بہت تیزی سے یہ عمل پایۂ تکمیل تک پہنچایا کیونکہ کونین کے تاجدار خود مصروف عمل تھے۔ (فتح الباری)

مسلمان کو خود پر یہی لازم کرنا چاہیے کہ وہ ہر دور میں اللہ عزوجل کے دین کی خدمت کے لیے سراپائے عمل بن

[1] زاد المعاد:۳/ ۲۷۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ اے مسلمان! اس دور میں بھی دین کے کام کے لیے کم ہمتی کا مظاہرہ مت کر۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اخلاص نیت پیدا کر، اور اللہ تعالیٰ سے التماس کر وہ تجھے اپنے دین کی خدمت اور نصرت کے لیے عمل کی توفیق دے اگر تو ایسا کرے گا تو جلد ہی اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھوں خیر و بھلائی کے چشمے جاری کرے گا اور تیرے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو نفع پہنچائے گا۔

یہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ہیں، فارس کے ملک سے آتے ہیں اور مقصد صرف یہی ہے کہ خود کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کرتے ہوئے پیش کریں مگر یہ مدینہ کی حفاظت کے لیے اسلام اور مسلمانوں کے لیے نہایت ہی مفید خندق کھودنے کا باعث بن گئے۔

اے ہمارے اللہ اے ارحم الراحمین! ہمیں اپنے دین کی نصرت میں مصروف کار بنادے۔

محنت و تدبر کو صورت گر تقدیر کر
عزم و استقلال سے دنیا نئی تعمیر کر

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا علمی پہلو:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ نے ایک یہ بھی عظیم احسان کر رکھا تھا کہ انھیں علمی کشادگی سے نوازا تھا۔ جو شخص ان کے اسلام لانے کے قصہ پر غور و تامل کرے گا وہ واضح طور پر اس نتیجہ تک پہنچے گا اور اس کے سامنے ان کا علمی پہلو بالکل عیاں ہوگا۔

زاذان کہتے ہیں ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھے ہم نے درخواست کی کہ ہمیں حضرت سلمان کے متعلق بات سنائیں۔ فرمایا۔ وہ لقمان حکیم کی مانند پیکر علم و حکمت تھے وہ آدمی ہمارے اہلِ بیت میں سے تھا۔ انھوں نے اوّل و آخر یعنی اسلام سے پہلے اور بعد والا علم پایا ہے وہ علم کے ایک بحرِ ناپیدا کنار ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔ [1]

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ (الرعد:٤٣)
''اور جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔''

اس سے مراد حضرت سلمان اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما ہیں۔'' [2]

ابوبختری بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کچھ بتا، کہا، تم کس کے متعلق پوچھتے ہو پوچھا گیا حضرت عبداللہ کے متعلق بتاؤ۔ کہا وہ تو قرآن و سنت کے چوٹی کے عالم ہیں، ان تک ان کے علم کی انتہاء ہوگئی، پوچھا گیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے متعلق بتاؤ، کہا وہ مومن ہیں بھول جاتے ہیں اگر انھیں

[1] ابن سعد:٤_١/ ٦١، ابو نعیم فی الحلیة:١/ ١٨٧، الاستیعاب:٤/ ٢٢٤.
[2] تفسیر طبری:١٣/ ١٧٧، الدر المنثور تفسیر الرعد:٤٢.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یاد کروایا جائے تو انھیں یاد ہو جاتا ہے پوچھا گیا حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے متعلق بتاؤ کہا انھوں نے علم بہت یاد کر لیا مگر اسے سمجھنے سے بے بس ہیں۔ پوچھا گیا حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتائیں کہا انھوں نے علم میں ایک غوطہ لگایا ہے پھر اس سے باہر آ گئے۔

پوچھا گیا حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بتائیں کہا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے منافقوں کے متعلق بہت خوب علم رکھتے ہیں۔ پوچھا گیا۔ سلمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بتائیں کہا اوّل و آخر علم انھوں نے ادراک کر لیا ہے یہ ایسا بحر بیکراں ہے جس کی پہنائی کو نہیں پایا جا سکتا۔ یہ ہمارے اہلِ بیت میں سے ہیں پوچھا گیا۔ اے امیر المومنین! اپنے متعلق بتائیں کہا میں جب علم کا سوال کرتا تو مجھے عطا ہوتا اور جب میں خاموش رہتا تو علم کی ابتداء کرنا پڑتی۔ [1]

علم کا استعمال:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس علم کو عملی حقیقت میں تبدیل کرتے تھے اور علم کے مطابق اور اس کی منظورِ نظر زندگی گزارتے تھے اور آپس میں اس کے ذریعہ ہی رہتے سہتے تھے۔ اور جو اپنا ماحول تھا اس کے درمیان سے جو خیر نظر آتی وہ اپنے علم کے مطابق دوسروں کو بھی بتاتے تھے یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص احسان تھا کہ وہ علم کا حقیقی استعمال جانتے تے۔

ابو جحیفہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے درمیان رشتۂ اخوت قائم کیا۔ ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا جو کہ حضرت ابو درداء کی اہلیہ تھیں۔ پراگندہ حالت میں ہیں ان سے کہا تمہارا کیا معاملہ ہے بہن! کہا تمہارے بھائی ابو درداء رضی اللہ عنہ کو دنیا کی ضرورت ہی نہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت سلمان کے لیے کھانا بنوایا اور کہا کھاؤ انھوں نے حضرت ابو درداء سے کہا تم بھی کھاؤ، انھوں نے کہا میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے۔

حضرت سلمان نے کہا میں بھی پھر اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک تم نہ کھاؤ گے حضرت ابو درداء نے بھی کھایا جب رات ہوئی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ رات کا قیام کرنے کے لیے جانے لگے۔ حضرت سلمان نے کہا، سو جاؤ، وہ سو گئے پھر قیام کرنے لگے پھر سو گئے جب رات کا آخر ہوا تو حضرت سلمان نے کہا، اب قیام کرو پھر دونوں نے مل کر نماز پڑھی اور فراغت کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے کہا: تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے۔ ہر حقدار کو اس کا حق ادا کرو۔ یہ سن کر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضرت سلمان والی بات ذکر کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا۔ سلمان نے درست کہا ہے۔ [2]

---

1. الفسوی فی المعرفة والتاریخ:٢/ ٥٤٠، طبرانی [٦٠٤١، الحلیة:١/ ١٨٧.
2. بخاری:١٩٦٨، ترمذی:٢٤١٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بذریعہ علم دلاسہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جب دورِ ابتلاء ومِحَن اور مصائب وفِتَن جوبن پر ہوتے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ انھیں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اللہ کے صبر کے پیکر بندوں اور دوستوں کے لیے اس کی حمایت کے حصول کی یاد دھانی کرتے تھے۔ کہتے تھے۔

فرعون کی بیوی جب مبتلائے عذاب ہوتی جب یہ سزا دینے والے جاتے تو اسے اللہ کے فرشتے اپنے نورانی پیروں میں لپیٹ لیتے، وہ سخت تکلیف برداشت کر رہی ہوتی تھی اور اسے جنت میں اپنا گھر نظر آتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چیر پھاڑ کرانے کے لیے دو شیر بھوکے رکھے جاتے تھے پھر انھیں ان پر چھوڑا جاتا کہ کھائیں مگر وہ محبت سے ان کے پاؤں چاٹتے اور سجدہ ریز ہو جاتے۔ [1]

علم دنیا وآخرت میں ثابت قدمی کا ایک عظیم ناطہ ہے خصوصاً جب عالم اپنے علم کے مطابق عامل بھی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اس کا مقصد ہو تو پھر تو یہ بہت مضبوطی کا باعث ہوتا ہے۔

مقام ومرتبہ

سلمان رضی اللہ عنہ کی ناراضگی رب کی ناراضگی:

حضرت عائذ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضرت سلمان، حضرت بلال، حضرت صہیب رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرے تو ان تینوں نے کہا۔

اللہ تعالیٰ کی تلواروں نے اس اللہ کے دشمن کی گردن کو گرفت میں نہیں لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ قریش کا شیخ اور سردار ہے اور تم اس کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہو۔ انھیں یہ کہنے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ واقعہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا شاید تم نے انھیں غصہ میں ڈال دیا ہوگا۔ اگر تم نے انھیں غصہ میں ڈال دیا ہے تو تم نے اپنے رب کو غضبناک کر دیا۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان تینوں کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے میرے بھائیو! میری بات کا تم نے غصہ تو نہیں بنایا۔ انھوں نے کہا۔ نہیں۔ اے ابوبکر! آپ کی اللہ مغفرت فرمائے ہم نے غصہ کیوں منانا ہے۔ [2]

کہکشاں سے علم لانے والے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے۔ آپ پر سورت جمعہ نازل ہوئی۔

﴿وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ (الجمعة: ٣)

[1] الحلية: ١/ ٢٠٦، منقول از سير: ١/ ٥٥٢.

[2] احمد: ٥/ ٦٤، مسلم: ٢٥٠٤، فى الفضائل.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور کچھ دوسرے ان میں سے جو ان تک نہیں پہنچے۔''

اس کی تفسیر کے متعلق میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کون لوگ ہیں آپ نے کوئی جواب نہ دیا حتیٰ کہ تین مرتبہ میں نے سوال دہرایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی ہم میں موجود تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھا اور کہا:

"لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَا لَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِّنْ هٰؤُلَآءِ" (بخاری مسلم)

''اگر ایمان کہکشاں پر ہو تو ان میں سے آدمی وہاں سے بھی اسے حاصل کر لے گا۔''

یعنی ان کی قوم کے لوگ اس آیہ مبارکہ میں مراد ہیں۔

سلمان ہمارا ہے:

کثیر بن عبد اللہ مزنی اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے خندق کھودنے کا نقشہ تیار کیا۔ اور دس آدمیوں کے ذمہ چالیس ہاتھ جگہ کھودنے کی ذمہ داری لگائی۔ مہاجر و انصار، حضرت سلمان کے بارے میں جھگڑ پڑے کیونکہ یہ بہت قوی آدمی تھے۔ ان سے نسبت اور تعلق بڑا اعزاز تھا۔ مہاجروں نے کہا سلمان ہم میں سے ہیں۔ انصار نے کہا سلمان ہم میں سے ہیں۔

رسولِ اکرم ﷺ نے ابدی اعزاز بخشا کہ سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔

عظیم فضیلت:

ساری کائنات سے بڑھ کر فضیلت یہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ انھیں بشارت سناتے ہیں کہ جنت ان سے ملاقات کا شوق رکھتی ہے فرمایا جنت تین آدمیوں سے شرف ملاقات کا شوق رکھتی ہے۔

۱: حضرت علی رضی اللہ عنہ ۲: حضرت عمار رضی اللہ عنہ

۳: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ [1]

ظلم و جور سے خوف و ہراس:

ستم رانیوں سے بہت ڈرتے تھے اور جور و ظلم سے اپنے ساتھیوں کو بھی خبردار کیا کرتے تھے۔ اور عدل و انصاف کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو لکھا ارضِ مقدس میں آجاؤ۔ آگے سے انھوں نے لکھا۔ زمین کسی کو مقدس نہیں کرتی، آدمی کو مقدس اس کے اعمال بناتے ہیں اور مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تمھیں معالج مقرر کیا گیا ہے۔ اگر آپ صحت افزا علاج کرتے ہیں تو اچھا کرتے ہیں اگر آپ صحیح معالج نہیں خود ساختہ

[1] ترمذی، حاکم، حسنه الالبانی فی صحیح الجامع: ۱۵۹۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور غیر سند یافتہ ہیں تو پھر ایسی حکمت سے بچو کہ انسان کو ناحق طور پر قتل کر کے دوزخ میں داخل نہ ہو جانا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ جب دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے تو وہ واپس مڑتے انھیں دیکھتے اور کہتے میں تو جعلی معالج ہوں۔ واپس آؤ۔ دوبارہ واقعہ بتاؤ کہ میں فیصلہ کروں۔ یعنی حضرت سلمان کے کہنے کی وجہ سے بہت غور و خوض سے فیصلہ دیتے کہ کہیں نیم حکیم کی مانند نیم خطرناک فیصلہ نہ ہو جائے۔[1]

خوش طبعی کا عنصر:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بس ہلکی سی خوش طبعی بھی کر لیتے تھے اس کے باوجود کہ یہ عبادت گزار، تقویٰ شعار، اور پرہیز گار تھے اور بہت زیادہ خوف الٰہی کی وجہ سے گریہ وزاری کیا کرتے تھے مگر یہ فرصت نکال کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں فرحت و مسرت اور لبوں پر مسکراہٹ پیدا کیا کرتے تھے۔

ابو وائل بیان کرتے ہیں میں اور میرا ایک ساتھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انھوں نے کہا اگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تکلیف سے نہ روکا ہوتا تو میں تمہارے لیے تکلیف کرتا۔ روٹی اور نمک لائے میرے ساتھی نے کہا، اگر ہمارے نمک کے ساتھ پودینہ ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنا لوٹا گروی رکھا اور پودینہ منگوایا جب ہم نے کھانا کھا لیا تو میرے ساتھی نے کہا۔ تمام تعریفات اس اللہ کے لیے جس نے ہمیں ہمارے رزق پر قناعت کرنے کی توفیق دی۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اگر تم نے قناعت اختیار کی ہوتی تو میرا لوٹا گروی نہ ہوتا۔[2]

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ اشعث بن قیس اور جریر بن عبداللہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی جھونپڑی میں داخل ہوئے اور انھوں نے سلام کیا اور کہا آپ ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی۔ انھوں نے کہا مجھے نہیں معلوم وہ دونوں یہ سن کر شک میں پڑ گئے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ آپ کا ساتھی تو وہ ہے جو جنت میں آپ کے ساتھ داخل ہوا۔

انھوں نے کہا۔ ہم حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہا ان کی طرف سے میرا ہدیہ کیا لائے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ابودرداء نے ہمیں ہدیہ تو نہیں دیا حضرت سلمان نے کہا اللہ سے ڈرو امانت ادا کرو ان کے پاس سے جو بھی آتا ہے وہ میرے لیے ہدیہ لاتا ہے۔ وہ دونوں کہنے لگے ہمارے اوپر دباؤ نہ ڈالیں انھوں تو کچھ نہیں بھیجا ہمارے پاس مال ہے جو چاہو فیصلہ کرو ہم تیار ہیں۔

کہا، نہیں میں تو صرف ہدیہ لوں گا انھوں نے کہا واللہ! حضرت ابودرداء نے کوئی چیز آپ کے لیے ہدیہ نہیں بھیجی صرف یہ کہا تھا ایک آدمی تمہارے علاقہ میں موجود ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس کے ساتھ علیحدگی میں بیٹھتے تو کسی اور کو بٹھانا نہ چاہتے تھے بس ان کے پاس بیٹھنا پسند کرتے تھے جب تم اس کے پاس آؤ تو اسے میرا سلام کہنا۔

---

1. الموطا: ٤٨٠، کتاب الوصیة، باب جامع القضاء رقم: ٧، الحلیة ١/ ٢٠٥.
2. طبرانی: ٦٠٨٥، ورجاله رجال الصحیح سوائے محمد بن منصور طوسی کے یہ ثقہ ہے۔ (مجمع الزوائد: ٨/ ١٧٩، هیثمی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا یہی تو وہ ہدیہ ہے جو میں نے تم سے مانگ رہا ہوں اس سلام سے بہتر اور کونسا ہدیہ ہو سکتا ہے۔ ❶

تواضع:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ۔" ❷

"جو اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سربلند کرتے ہیں۔"

ایک حکیم و دانا کا قول ہے، جہالت اور بخیلی کے ساتھ تواضع حکماء کے نزدیک زیادہ قابل ستائش ہے اس تکبر سے جو ادب اور سخاوت کے ساتھ ہو۔ یعنی ایک آدمی سخت ہو اور ادب بجالانے والا ہو مگر متکبر ہو یہ تعریف کے قابل نہیں ایک آدمی جاہل اور کنجوس ہو مگر تواضع رکھتا ہو یہ زیادہ تعریف والا ہے اس متکبر سخی اور صاحب ادب سے زیادہ بہتر ہے۔ یہ اچھائی تواضع کی جو دو برائیوں کنجوسی اور جہالت عہ ڈھانپ لیتی ہے اس سے شرف یاب ہوتے رہو اور ایسی برائی یعنی تکبر جو کہ دو اچھائیوں ادب اور سخاوت کو ڈھانپ لیتی ہے اسے قبیح سمجھتے رہو تکبر کے متعلق مقولہ ہے۔

كَيْفَ يَزْهُوْ مَنْ رَّجِيْعُهُ

اَبَدَ الدَّهْرِ ضَجِيْعُهُ

"وہ چمک کیسے پیدا کر سکے گا ہمیشہ گوبر جسے لگی ہو۔"

اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ حضرت سلمان کی تواضع کی ایسی مثالیں موجود ہیں جو کمیاب ہیں۔ آپ بہت زیادہ تواضع والے تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں بلندی سے ہمکنار کیا اور دنیا و آخرت میں اعلیٰ قدر و شان سے نوازا۔

جریر بن حازم کہتے ہیں میں نے بنو عبس میں سے ایک شیخ سے سنا وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں بازار گیا میں نے ایک درہم کا چارہ خریدا میں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا میں انھیں پہچانتا نہ تھا میں نے انھیں بطورِ مزدور چارہ اٹھوایا تو ایک گروہ کے پاس سے گزرے تو انھوں نے کہا: اے ابوعبد! ادھر لاؤ ہم اٹھاتے ہیں۔

میں نے ان سے پوچھا یہ کون ہیں جنھوں نے میرا بوجھ اٹھایا انھوں نے کہا یہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں رضی اللہ عنہ میں نے کہا۔ میں آپ کو جانتا نہ تھا بوجھ اٹھوا دیا۔ اسے نیچے رکھ دو کہا نہیں حتیٰ کہ انھوں نے یہ چارہ میرے گھر تک پہنچایا۔ ❸

❶ الحلیه:۱/ ۲۰۱، طبرانی: ۶۰۵۸، مجمع: ۸/ ۴۱، هیثمی و رجاله رجال الصحیح سوائے یحییٰ بن ابراہیم مسعودی کے یہ ثقہ ہے۔

❷ الحلية عن ابی هريرة: وصححه الالبانی فی صحيح الجامع:۶۰۲۸.

❸ ابن سعد:۴ـ۱/ ۶۳، منقول از سیر:۱/ ۵۴۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جریر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں میں ''صفاح'' جگہ پر تھا حرم کے جہاں بورڈ لگے ہیں اور حنین کے درمیان مکہ کے اندرون کی طرف بائیں جانب ہے سخت گرم دن تھا آفتاب کی گرمی میں ایک درخت کے سائے میں ایک آدمی سویا ہوا تھا پاس تھوڑا سا کھانا تھا اور توشہ دان سرہانے رکھا ہے اور ایک چادر لپیٹی ہوئی ہے میں نے حکم دیا کہ اس پر سایہ کردو ہم قریب اترے تو وہ بیدار ہو گیا ہم نے دیکھا تو وہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ تھے میں نے کہا ہم نے آپ پر سایہ کیا ہم نے پھر بھی آپ کو پہچانا نہیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے جریر! دنیا میں رہ کر تواضع اختیار کرو کیونکہ جس نے تواضع کی روزِ قیامت اسے اللہ تعالیٰ سربلند کریں گے اور جو خود کو دنیا میں بڑا تصور کرے گا اسے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت پست کر دیں گے۔ اگر تم یہ چاہو کہ جنت میں ایک خشک لکڑی پاؤں تو نہ پاسکو گے میں نے کہا وہ کیسے کہا۔ جنت کے درختوں کی بنیادیں سونے اور چاندی سے ہیں اور ان کی بلندی پر پھل ہیں۔ اے جریر! تم جانتے ہو آگ کی تاریکی کیا ہے میں نے کہا۔ نہیں کہا۔ دوزخ کی تاریکی لوگوں کا ظلم ہے۔ ❶

حضرت عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ دستی کام کرتے تھے جب انھیں کچھ مال حاصل ہوتا تو اس کے ساتھ گوشت یا مچھلی خریدتے پھر کوڑھ کی بیماری والوں کو بلاتے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ ❷

حضرت عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدائن کے جحر مقام سے گزرے جہاد کے لیے جا رہے تھے وہ امیر لشکر تھے اور کندہ کے ایک آدمی کے پیچھے خچر پر سوار تھے جس پر پالان رکھا تھا ان کے ساتھیوں نے کہا اے امیر! ہمیں جھنڈا دو، ہم اسے اٹھاتے ہیں۔ انھوں نے انکار کر دیا حتیٰ کہ غزوہ سے واپس لوٹے اور وہ آدمی کے پیچھے ہی سوار تھے۔ ❸

حسن کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے عطیات پانچ ہزار تک ہوتے تھے جو وہ لوگوں کو دیتے اور تیس ہزار آدمیوں پر امیر مقرر تھے ایک چادر زیب تن کیے خطبہ دیتے تھے جسے آدھا زمین پر بچھاتے اور نصف پہنتے تھے اور جب عطیات نکلتے تو انھیں جاری کرتے اور خود اپنے ہاتھ سے رسی بنتے اور اس کی مزدوری کی کمائی کھاتے تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

حضرت ابوقلابہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ آٹا گوندھ رہے تھے اس نے کہا یہ کیا ہے؟ کہا ہم نے اپنے خادم کو ایک کام کے لیے بھیجا ہے اور میں خود یہ گوندھنے لگا ہوں ہم نے یہ پسند نہیں کیا۔ کہ اس پر دو کام کا بوجھ ڈالیں۔ ❹

دل سے نکلنے والی سنہری باتیں جو نور راہ ہیں:

پیارے بھائیو! اپنی آنکھوں سے پہلے اپنے دل کے دریچے وا کرلو تاکہ تم وہ سنہری اقوال پڑھ سکو جو اس پاکیزہ

❶ الحلية:١/ ٢٠٢. ❷ ابن سعد:٤/ ٦٤، الحليه:١/ ٢٠٠.
❸ سير اعلام النبلاء:١/ ٥٤٥، رجاله ثقات، ارنؤوط. ❹ صفة الصفوة:١/ ٢٢٧.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلے ہیں اور ذکر کرنے والی زبان سے ادا ہوئے ہیں۔

تین چیزیں رلاتی اور ہنساتی ہیں:

ابو عثمان نہدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا تین چیزیں مجھے بہت حیران کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ ہنساتی بھی ہیں۔

۱: دنیا کی امید رکھنے والے پر ہنسی آتی ہے جبکہ موت اسے طلب کر رہی ہے۔

۲: غفلت شعار انسان پر بھی تعجب ہے جب کہ اس سے غفلت نہیں برتی گئی۔

۳: اور منہ بھر کر ہنسنے والے پر بھی تعجب ہے یہ جانتا نہیں کیا رب کائنات اس پر ناراض ہے یا کہ راضی ہے اور یہ کھلکھلا کر ہنس رہا ہے۔

اور تین چیزیں ہیں جو مجھے غمزدہ کرتی ہیں اور رلاتی ہیں:

۱: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گروہ کی جدائی مجھے غمگین رکھتی ہے۔

۲: مجھے جھانکنے والی ہولناکی بھی خوفزدہ رکھتی ہے۔

۳: اور میرے رب کے سامنے کھڑا ہونا بھی غمزدہ کرتا ہے مجھے معلوم نہیں جنت کی طرف جانا ہے یا دوزخ کی جانب ٹھکانا ہے۔

عمر تھوڑی ہے:

حفص بن عمرو سعدی اپنے چچا سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا اے بنو عبس کے بھائی! علم بہت زیادہ ہے اور عمر کوتاہ ہے اتنا علم حاصل کرو جتنی تمھیں اپنے دین کے بارے میں اس کی ضرورت ہے جو اس کے علاوہ ہے اسے چھوڑ دو اس کا اہتمام نہ کرو۔

مومن کی مثال:

ابو سعید وہبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: دنیا میں مومن کی مثال اس مریض کی ہے جس کے ساتھ اس کا معالج بھی ہے جو اس کی بیماری بھی جانتا ہے اور دواء بھی جانتا ہے جب وہ مریض نقصان دہ چیز کی خواہش کرتا ہے تو وہ معالج اسے اس نقصان دہ چیز سے روکتا ہے اور کہتا ہے اس کے قریب نہ جانا، اگر تو اسے استعمال کرے گا تو یہ تجھے ہلاکت میں ڈال دے گی۔ وہ معالج اسے روکتا رہتا ہے حتیٰ کہ یہ مریض اپنی تکلیف سے صحت یاب ہو جاتا ہے اسی طرح مومن بھی دوسرے کی گزران کی برتری دیکھتا ہے تو اس کی تمنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے روکتا ہے اور مومن احتیاط کرتے کرتے ہی فوت ہو جاتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

حساب یاد کرو:

ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جب مسلمانوں نے جوخی فتح کیا تو اس میں چلتے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داخل ہوئے اور اناج کے ڈھیر پہاڑوں کی مانند پڑے تھے ایک آدمی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پہلو میں جا رہا تھا۔ اس نے کہا اے ابوعبداللہ! کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے کیا کچھ دے رکھا ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا جو چیز تم دیکھ رہے ہو اس میں تعجب کی کیا بات ہے دوسری جانب بھی تو دیکھو کہ ہر دانہ کے بدلہ میں حساب دینا ہے۔

آزمائش سے سبق سیکھنا:

حضرت سعید بن وھب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے ایک دوست کے پاس گیا جو کہ کندہ میں سے تھا۔ ہم اس کی تیمارداری کے لیے گئے تھے اس سے حضرت سلمان نے کہا۔ اللہ عزوجل اپنے مومن بندے کو آزماتے ہیں پھر اسے عافیت سے نوازتے ہیں یہ اس کے گزشتہ اعمال کا کفارہ بن جاتا ہے اور جو باقی رہ جائیں ان سے توبہ حاصل کر لیتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے فاجر بندے کو بھی آزماتے ہیں پھر اسے عافیت دیتے ہیں تو یہ اس اونٹ کی مانند ہے جس کے مالک نے اس کا گھٹنا باندھا تھا پھر کھول دیا وہ نہیں جانتا باندھا کیوں گیا تھا۔ اور آزاد کیوں کیا گیا ہے۔

برائی کو نیکی سے بدلو:

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا، جب تو پوشیدہ طور پر برائی کرے تو نیکی بھی پوشیدہ طور پر کرو اور جب تم علانیہ برائی کرو تو علانیہ اچھائی کرو تاکہ یہ دوسرے کا دفاع ہو سکیں۔

بات سچی کرو:

میمون بن مہران بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا مجھے وصیت کرو، کہا بات نہ کرو۔ اس نے کہا۔ جو لوگوں میں زندگی گزارے گا اس کے لیے ممکن نہیں کہ وہ بات نہ کرے۔ کہا اگر بات کرنا ہے تو سچی کہو یا پھر خاموش رہو کہا اور بتاؤ۔ کہا غصہ نہ کرو۔ اس نے کہا غصہ تو بے اختیار مجھے ڈھانپ لیتا ہے کہا اگر تو غضبناک ہوتا ہے تو پھر اپنی زبان روک اور ہاتھ بھی روک لے۔

کہا اور بتاؤ۔ کہا لوگوں سے میل جول نہ رکھو کہا یہ تو ناممکن ہے لوگوں میں رہیں اور میل ملاپ نہ ہو کہا اگر میل ملاپ رکھنا ہے تو بات سچی کرو اور امانت ادا کرو۔ [1]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ زہد و ورع کے پیکر تھے وہ دنیا کی کشادگی سے خوفزدہ رہتے تھے۔ انھیں یہ اندیشہ بھی رہتا تھا کہ ان کے گھر میں کوئی سامان ہو اگرچہ وہ معمولی چیز ہی ہو۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ جہاں بھی جاتے تو کسی سایہ دار جگہ پر پڑاؤ ڈالتے اور وہیں ٹھہر جاتے۔ باقاعدہ گھر نہ تھا ان سے ایک آدمی نے کہا ہم تمہارے لیے عمارت نہ بنا دیں گرمی سے سایہ ہو اور ٹھنڈک سے سکون رہے۔ حضرت سلمان نے کہا۔ ہاں تعمیر کر دو۔ جب وہ آدمی واپس ہوا تو اسے بلانے کے لیے

[1] صفة الصفوة:١/ ٢٢٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آواز دی وہ آیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا وہ گھر کیسے تعمیر کرو گے کہا اس طرح بناؤں گا کہ اگر تم کھڑے ہوں تو سر تک پہنچے اگر تم لیٹو تو دوسری طرف پاؤں لگ جائیں۔ کہا ہاں بالکل اسی طرح چھوٹا سا بنانا۔ ❶

جانبِ آخرت روانگی:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ جو کہ جویائے حقیقت تھے، یہ کائنات تحقیق کے آسمان پر ایسے آفتاب بن کر چمکتے رہے جو اپنی نورانی کرنیں بکھیرتا رہا اور ماحول کو پرسکون رکھا۔ یہ زاہد و عابد اور حکیم و مجاہد کے روپ میں رہے۔ اب اس مرد درویش کا وقت آ چکا تھا کہ وہ اس دنیا فانی سے کوچ کرے اور اس اخروی زندگی میں جا رہے جہاں نعمتوں سے لدی جنت ہے۔

حضرت ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا، حضرت سعد، حضرت ابن سعد، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئے وہ موت کے چل چلاؤ میں تھے۔ حضرت سلمان رونے لگے ان سے پوچھا گیا کیوں رو رہے ہو کہا ہم سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا ہم اس کی حفاظت نہیں کر سکے۔ کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عہد لیا تھا وہ یہ ہے کہ دنیا میں تمہاری کیفیت سوار کے توشہ کی مانند ہونی چاہیے۔

کہا اے سعد! فیصلہ کرنے میں اللہ کا ڈر رکھنا اور جب تقسیم کرو تو اس میں بھی اللہ کا ڈر رکھنا اور جب بھی کوئی ارادہ کرنا تو اس میں بھی اللہ کا ڈر سامنے رکھنا۔ ثابت کہتے ہیں کہ جب حضرت سلمان فوت ہوئے تو بیس سے کچھ اوپر درہم ان کے پاس تھے جو بطورِ خرچہ رکھے ہوئے تھے۔ ❷

حضرت بصیرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں یہ بصیرہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں یہ کہتی ہیں جب ان کی موت کا وقت قریب ہوا تو وہ ایک بالا خانے میں تھے جس کے چار دروازے تھے کہا بصیرہ دروازے کھول دو آج میری زیارت کے لیے کچھ لوگ آ رہے ہیں پتہ نہیں وہ کس دروازے سے میرے پاس داخل ہوں۔ پھر کستوری منگوائی اور کہا اسے ایک تھال میں کوٹ دو اور مہکا دو کہ میرے بستر کے اردگرد خوشبو کر دو بس یہی کہہ رہے تھے میں نے جھانک کر دیکھا تو ان کی روح پرواز کر چکی ہے اور وہ اسی طرح تھے جیسے بستر پر لیٹے ہوئے سو رہے ہیں۔ ❸

عمر:

عباس بن یزید کہتے ہیں بحرانی بیان کرتے ہیں کہ اہل علم کا قول ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ تین سو پچاس برس زندہ رہے۔ دو سو پچاس برس زندہ رہنے میں تو کوئی شک نہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے مجموعی معمولات، حالات، غزوات ہمت، اور تصرفات اور

---

❶ صفة الصفوة:١/ ٢٢٦.

❷ ابن ماجه:٤١٠٤، صحيح مستدرك حاكم: ٤/ ٣١٧ وصححه ووافقه الذهبى.

❸ الحلية:١/٢٠٨، مجمع الزوائد:٩/٣٤٤، و قال رواه الطبرانى، من طريق الجزل عن بصيره ولم اعرفهما و باقى رجاله ثقات(هيثمى) ابن سعد:١٠٤/٤٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھجوروں کو لگانا اور دیگر چیزیں بتا رہی ہیں کہ یہ زیادہ عمر رسیدہ اور بوڑھے نہیں جب یہ اپنے وطن سے نکلے تو یہ نوعمر اور چھوٹے ہی تھے۔ شاید جب یہ حجاز آئے تو کم و بیش چالیس برس کے تھے اس سے زیادہ نہ ٹھہرے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا سن لیا پھر آپ نے ہجرت کی۔ میرے خیال میں ستر برس سے کچھ اوپر زندہ رہے یہ سو برس سے کم عمر تھے۔ باقی جس کے پاس ان کی طویل عمر ہونے کی دلیل ہو وہ ہمیں بتا دے تا کہ ہم مستفید ہو سکیں۔ میں نے خود ہی اپنی تاریخ کی بڑی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ یہ دو سو پچاس برس زندہ رہے۔ لیکن اب میں اس پر رضا مند نہیں یہ صحیح طور ر ثابت نہیں۔ ❶

یہ ہے اس حقیقت کے متلاشی کا سفر آخرت جو انھوں نے اس ناکارہ ساز و سامان والی دنیا سے اختیار کیا تا کہ وہاں رحمن کی ان بہشتوں میں جا بسیں جہاں وہ انعامات وافر مقدار میں ہیں جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے سنا نہیں اور کسی بشر کے دل پر اس کا کھٹکا تک بھی نہیں ہوا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئے تھے۔

رضی اللّٰہ عنه و عن سائر الصحابة اجمعین

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یا رب
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

❶ سیر اعلام: ۱/ ۵۵۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

45

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کی زندگی کا سفر سعادت آمیز

یہ وہ خوش نصیب ہے جس نے روئے زمین پر بسنے والوں میں یہ سعادت حاصل کی ہے کہ جو تلبیہ کہتے ہوئے مکہ مکرمہ کی سرزمین میں داخل ہوا۔

ایمان کے خوبصورت انقلابات:

انسان بغیر ایمان کے ایک پرندے کے پر کی مانند ہے جو تند و تیز ہواؤں کی زد میں ہو وہ ایک حال پر ٹھہرتا نہیں نہ ہی وہ قرار پاتا ہے جو پائی ہوائیں اسے جہاں چاہیں اڑاتی پھرتی ہیں۔ ایک فرد انسانی بغیر ایمان کے بے قیمت ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی بنیاد ہوتی ہے بغیر ایمان کے انسان قلق و اضطراب کا شکار ہوتا ہے حیران و سرگرداں ہوتا ہے نہ تو وہ اپنے نفس کی حقیقت پاتا ہے اور نہ ہی اپنے وجود کے بھید سے رمز شناس ہوتا ہے اور نہ ہی اسے یہ پتہ چلتا ہے کہ زندگی کا لباس کس نے پہنایا ہے اور کیوں پہنایا ہے اور ایک وقت کے بعد یہ کیوں چھین لیا گیا ہے۔

انسان کا دل بغیر ایمان کے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کے کان قوتِ سماعت سے معدوم ہو جاتے ہیں اور اس کی آنکھیں قوتِ بصارت میں کمزور ہو جاتی ہیں اور معاشرہ بغیر ایمان کے ایک جنگل کا معاشرہ بن جاتا ہے اگرچہ وہ شہریت کی چکا چوند روشنیوں سے جگمگا رہا ہو کیونکہ ایسے معاشرے میں زندگی طاقتور کے لیے ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا منظر ہوتا ہے اس میں افضل اور بہتر کی قوت نہیں ہوتی پرہیز گار کی قدر نہیں ہوتی، رفاہِ عامہ اور خوشحالی کے تمام اسباب ہونے کے باوجود اور خزانوں کے ذخیرے جمع کر لینے کے باوجود یہ معاشرہ بدبختی کا داغ رکھتا ہے۔

ایمان ایک آفتاب ہے جو شبِ تاریک کی سیاہیوں کو بلند ہونے والے نور میں بدلتا ہے اور مردہ دلوں کو زندہ ضمیر بناتا ہے غلاموں کو امت کی قیادت اور سیادت سے ہمکنار کرتا ہے اور کمزوروں اور ناتوانوں کو قبائل اور نسلوں کا مضبوط راہنما بنا دیتا ہے۔ امتیں، گراوٹ سے اٹھان، ضعف و لاغری سے مضبوط جان، اور زوال سے ترقی تب ہی پاتی ہیں جب ایمان ان کے دلوں کی پہنائیوں میں جا گزیں ہوگا۔

ہم پورے وثوقِ علم سے یہ کہتے ہیں پہاڑوں کو گرانا، دریائے نیل کے موجزن پانیوں کے رخ موڑنا، اور کائنات کے نشانات تبدیل کرنا دلوں اور عقلوں کے تبدیل کرنے سے آسان تر ہیں۔ اس کے باوجود ایمان وہ واحد چیز ہے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلوں میں انقلاب پیدا کرتی ہے اور عقلوں کو منور کرتی ہے ایمان ایک ایسا معجزہ ہے جس سے عجائبات جنم لیتے ہیں اور انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے اور اسی لحظہ اس کا کردار تبدیل ہو جاتا ہے۔

اگر تم ایک انسان کو جاہلیت میں جانتے ہو اور پھر تم اسے اسلام کے بعد والے دور میں دیکھو، اگر وہ مسلمان تھا مگر سخت نافرمان تھا۔ پھر اسے توبہ کے بعد دیکھو تو ایک نیا انسان دیکھو گے جو اس میں جنم لے چکا ہے ایسے محسوس ہوگا جیسے اسے اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد حیاتِ نو سے نوازا ہے۔

﴿وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾﴾ (آل عمران: ۱۰۲)

یہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جن کا نام نامی اسم گرامی ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ ہے ایمان جن کے دلوں کی رگ رگ میں پیوست تھا۔ اس نے ان میں جاہلیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا اور ان میں ایمان وتقویٰ کا ایسا شاندار محل تعمیر کیا جو آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا تھا جب کہ اس سے پہلے وہ فرصت تلاش کر رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں اگر ان کے چچا نے ان کے اس عزم بد سے نہ روکا ہوتا تو یہ کوئی قدم اٹھا چکے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے چچا کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نجات کا سبب بنا دیا۔

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قتل کے انتظار میں رہتے تھے کہ انھیں کافی تعداد میں قتل کیا جس کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خون بہانے کو رائیگاں قرار دیا تھا۔

ثمامہ رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی

ان کی گرفتاری ان کے اسلام کا باعث ہوئی:

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ یمامہ کی سرزمین سے نکلتے ہیں مکہ مکرمہ کی جانب متوجہ ہیں، کعبہ کے اردگرد طواف کا ارادہ ہے اور اس میں موجود بتوں پر جانور ذبح کرنا چاہتے ہیں۔

اتفاق ایسا ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نجد کی جانب ایک دستہ فوج بھیجتے ہیں وہ انھیں گرفتار کر کے لاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا وہ بنوحنیفہ کے ایک آدمی کو لے آئے جسے ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا اور اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اے ثمامہ کیا خیال ہے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس خیر ہے اگر تم مجھے قتل کرتے ہو تو انتقام لینے والے ہیں اگر احسان کرتے ہوئے چھوڑ دو گے تو قدردان کو چھوڑو گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں چھوڑ دیا۔ دوسرا دن ہوا تو آپ نے فرمایا:

"مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ"

"اے ثمامہ کیا خیال ہے کہا وہی جو پہلے کہا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ"

"ثمامہ کو آزاد کردو۔"

مسجد کے قریب ایک نخلستان تھا وہاں گئے غسل کیا پھر مسجد میں آئے اور پکار اٹھے:

"اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً رسول الله."

اے محمد ﷺ واللہ! روئے زمین پر سب سے زیادہ ناپسندیدہ چہرہ مجھے آپ کا چہرہ تھا۔ اب تمام چہروں سے مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ لگتا ہے آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ ناپسندیدہ تھا اب تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اور تمام شہروں سے ناپسندیدہ شہر آپ کا شہر تھا اب سب سے زیادہ پسندیدہ لگتا ہے۔

آپ کے لشکر نے مجھے پکڑ لیا ہے اور میں عمرہ کا ارادہ رکھتا تھا آپ کی کیا رائے ہے اب عمرہ کروں یا نہ کروں! انھیں رسولِ اکرم ﷺ نے عمرہ کی اجازت دی اور بشارت دی۔

ایک روایت میں ہے کہ ثمامہ رضی اللہ عنہ نے غسل کیا اور دو رکعات نماز پڑھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے ساتھی نے اپنے اسلام کو خوبصورت بنا لیا ہے۔ [1] جب ثمامہ مکہ میں آئے تو کہنے والے نے کہا بے دین ہو گیا ہے کہا نہیں واللہ! میں محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام لایا ہوں۔ واللہ! تمہارے پاس یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہ آئے گا جب تک نبی اکرم ﷺ کی اجازت نہ ہو گی۔ [2]

اللہ اکبر، حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ مکہ میں داخل ہو رہے ہیں تلبیہ زبان پر جاری ہے روئے زمین پر یہ سب سے پہلے مسلمان قرار پاتے ہیں جو مکہ میں تلبیہ کہتے ہوئے اسلام لائے۔ مکہ میں داخل ہو رہے ہیں یہ پڑھ رہے ہیں۔

اے میرے اللہ میں حاضر ہوا، میں حاضر ہوا تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر بے شک حمد و نعمت تیرے لیے ہے اور بادشاہی تیرے لیے ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

قریش جانتے ہیں کہ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ بنو حنیفہ کے مقبول سردار ہیں اور یہ یمامہ کے ایسے فرمانروا ہیں لوگ جن کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور انھوں نے قسم اٹھا کر کہا ہے کہ جب تک قریش محمد ﷺ کی اتباع نہیں کریں گے یہ قریش سے اناج روک دیں گے۔

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ اپنے علاقہ یمامہ لوٹ جاتے ہیں یہ وہ مقام تھا جو اہل مکہ کے لیے شادابی کا مقام تھا۔ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے قوم کو روک دیا کہ وہ غلّہ قریش سے روک دیں انھوں نے ان کے حکم کو قبول کیا اور اہل مکہ سے غلہ روک دیا قریش بہت پریشانی میں پڑ گئے انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ کو لکھا کہ ہم رشتہ داری کا واسطہ دیتے ہیں کہ ثمامہ کو لکھو کہ وہ

---

[1] ابن حبان، موارد الظمآن:۳۲۸۱،اسناده صحيح (عدوی)

[2] بخاری:٤٣٧٢، مسلم:١٧٦٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلہ کی پابندی ختم کردیں تو رسول اکرم ﷺ نے انھیں لکھا کہ غلہ نہ روکیں آنے دیں انھوں نے بھیجنا شروع کردیا۔ [1]

دین پر مضبوطی:

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے ایک ایجابی موقف اختیار کیا ہے کہ اسلام کے حوض کا دفاع کرتے ہیں اور دشمنانِ اسلام سے خیر کو روکتے ہیں آرزو یہ ہے کہ وہ اسلام میں رغبت پیدا کریں تاکہ یہ خیریت ثابت ہو اس امت کو جس پر اللہ تعالیٰ نے کاربند رکھ کر احسان مند کیا ہے یہ خیر اس تک پہنچے فرمایا:

﴿خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ﴾ (آل عمران:۱۱۰)

”تم بہترین امت ہو جو لوگوں نے کے لیے نکالی گئی تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ کے ساتھ ایمان لاتے ہو۔

آہ، حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل میں اناج روکنے میں کتنا عظیم درس ہے۔

اگر آج بھی امتِ مسلمہ یہودیوں سے اپنی خیر روک لے اسی طرح تمام دشمنانِ اسلام سے کیا جائے تو وہ سب مسلمان ہو جائیں گے اور اسلام کی دہلیز پر سجدہ ریز ہو جائیں گے مگر اس کے برعکس کہ امتِ مسلمہ ذلت میں زندگی گزار رہی ہے۔ الا ماشاء اللہ ابنائے امت مجموعی لحاظ سے بے یارو مددگار ہیں نہ تو اس دین کی نصرت وحمایت کرتے ہیں اور نہ ہی اس دین عظیم کے لیے عمل کرتے ہیں کاش ہم یہ سبق اچھی طرح یاد کرلیں۔

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے بس اسی موقف پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت وحمایت کرتے رہے، حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد بھی یہ سرگرمی جاری رہی۔ جب کہ زیادہ تر عرب قبائل مرتد ہو گئے مسیلمہ کذاب کھڑا اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ بپھرے ہوئے شیر کی مانند دھاڑتے نظر آتے ہیں اور اپنی قوم سے کہا۔

اے بنو حنیفہ! اس تاریک معاملہ سے بچو کہ جھوٹی نبوت کا دعویٰ جو نورِ ایمان سے عاری ہے۔ واللہ! جو اس جھوٹی نبوت کو اختیار کرے گا اس کے لیے اللہ عزوجل بدبختی لکھیں گے اور جو اس سے کنارہ کش رہتا ہے یہ اس کے لیے بھی آزمائش کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ مزید کہا اے بنو حنیفہ! ایک وقت میں دو نبی جمع نہیں ہو سکتے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ ہی آپ کی نبوت میں کوئی حصہ دار ہے۔ پھر یہ آیات تلاوت کیں:

﴿حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝﴾ (غافر:۱۔۳)

یہ کتاب اللہ غالب جاننے والے نے اتاری ہے گناہ کو بخشنے والا، اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب والا

[1] زاد المعاد:۲/۱۱۹، مختصر سیرۃ الرسول:۲۹۲.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

طاقت والا ہے نہیں کوئی معبود مگر وہی اسی کی طرف لوٹنے کی جگہ ہے۔''

یہ ہے کلام اللہ کہاں اس کا مقام اور سنجیدگی اور کہاں مسیلمہ کذاب کی ہرزہ سرائی کہ اے مینڈک تو ٹرا جو لڑتا ہے اور نہ پینے سے رکتا ہے اور نہ تو پانی گدلا کرتا ہے۔ یہ مسیلمہ نے وحی سنائی تھی کیسی بے مقصد اور فضول ہے۔ اس کے بعد جو ان کی قوم کے مسلمان بچے تھے مرتد نہ ہوئے تھے انھیں الگ کیا اور اللہ کی راہ میں مرتدوں کے خلاف جہاد کے لیے اور اس دھرتی پر اللہ کے کلمہ کو سربلند کرنے کے لیے چل پڑے۔ ❶

اسلام کا یہ بطل حریت اپنا مال، جان اور حیات و آن ہر چیز اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت و حمایت میں قربان کرتا ہے اس کا وقت آ گیا اس دنیائے فانی سے جا رہا تھا اور زبانِ حال سے کہہ رہا تھا۔

﴿وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ۝﴾ (طٰہٰ: ٨٤)

''میں نے اے میرے رب تیری طرف جلدی کی ہے تاکہ تو راضی ہو جائے۔''

ادھر یہ رختِ سفر باندھے ہوئے تھے مگر ان کا دل اللہ کی محبت سے لبریز تھا اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق عطر بیز ان کا دامنگیر تھا۔

رضی اللّٰہ عنہ و عن سائر الصحابۃ عنھم اجمعین

اگرچہ میں رہا رہینِ ستمہائے روزگار
لیکن تیری یاد سے غافل نہیں رہا

❶ صور من حیاۃ الصحابۃ: ٦٥.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

46

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی قابل رشکِ حیات

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ وہ سعادت مند امیر ہیں جو مقامِ شہادت پر فائز ہوئے۔ ان کا کلام مشرکوں پر تیر گرنے سے بھی زیادہ سخت تھا۔ ان کا پورا نام ونسب یہ ہے عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرئ القیس بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کنیت ابوعمر تھی۔ نسبت انصاری خزرجی اور بدری تھی۔ یہ شاعر اور نقیب تھے۔ میدانِ بدر میں شریک ہوئے۔ عقبہ بیعت میں بھی حاضر تھے۔ ان کی کنیت ابومحمد اور ابورواحہ بھی تھی۔ ان کی نسل نہیں چلی۔

یہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے ماموں تھے۔ یہ انصار میں سے ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو کاتب تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مدینہ پر نائب مقرر کیا تھا۔ جب کہ آپ بدر الوعد (وعدہ دیے گئے) کے غزوہ میں تشریف لے گئے۔ یہ وہ غزوہ تھا جس میں احد میں شریک ہونے کا کافروں نے مسلمانوں کو وعدہ دیا تھا احد سے جب ابوسفیان واپس ہوئے تو انھوں نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔ اب آئندہ برس تمہاری اور ہماری وعدہ گاہ مقام بدر ہوگا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع سے واپس ہوئے تو مدینہ میں شعبان تک ٹھہرے۔ جہاں سے ابوسفیان کے وعدہ کو پورا کرنے کے لیے نکلے۔ ابوسفیان نکلے اور مجنہ کے ایک کونے ظہران پر اترے، پھر واپس لوٹ گئے مسلمان بھی واپس آ گئے۔ اس کا نام اہل مکہ نے جیش سویق (ستو پینے والا لشکر رکھا) کہ تم ستو پی کر واپس آ گئے ہو جنگ نہیں ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستۂ فوج میں بھیجا جو تیس سواروں پر مشتمل تھا۔ یہ اُسیر بن رزام یہودی کی جانب گیا تھا جو خیبر میں رہتا تھا۔ تو انھوں نے اسے قتل کیا۔ [1]

اس صاحب سعادت کی جھلک:

آیئے ہم اس امیر سعید اور شہید کی زندگی کے ابتدائی حالات بیان کریں، تاکہ سعادت وشہادت کی عنبر سے ہم بھی شادکام ہوں ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان سعادتمندوں اور شہداء کے ساتھ جنت اور اپنی رحمت کے مسکن میں جو کہ تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے جگہ سے ہمکنار کریں۔ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ ایک کریم خاندان میں پروان چڑھے اور بہت ہی مبارک آب و ہوا میں نشوونما پائی۔ یہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ جب کہ اس وقت کتابت عرب میں بہت کم اور نایاب

[1] سیر اعلام:۱/ ۲۳۱، ابن سعد:۳۔۱/ ۷۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ اس سرسبز وشاداب اور چشموں سے معمور اور کھیتوں اور سبزہ زاروں سے مزین خاندان میں زندگی گزاری کہ ایسے شاعر بن گئے جس کی گرد راہ کو بھی پانا مشکل ہے صرف شاعر نہ تھے بلکہ ایک ماہر شاعر اور بہادر شہسوار بھی تھے آپ کی خزرج قوم جنگوں میں ان پر بہت اعتماد کرتی تھی، جب کہ اوس کے خلاف جنگ آزمائی ہوتی تھی اور ہمیشہ دشمنی کی آگ ان کے درمیان شعلہ زن رہتی تھی اور اللہ عزوجل نے جب کائنات سے خیر کا ارادہ کیا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا جزیرۂ عرب پر جب آفتاب ہدایت چمکا، جس کی پرسکون شعاعوں سے جہالت کی تاریکی دور ہوئی اور یہ جنگ کا سلسلہ موقوف ہوا۔

حبیبِ کبریاء ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں دعوت الی اللہ کا سفیر بنا کر بھیجا یہ بہت ہی زیادہ دانشور، تیز فہم اور دعوت میں نرم گو تھے۔ تھوڑا سا وقفہ ہی گزرا تھا کہ یہ مدینہ منورہ کے اشراف اور سادات کے لیے اسلام کا ایک معطر گلدستہ ثابت ہوئے۔

سعادت کے لمحات:

ابن رواحہ رضی اللہ عنہ موسم حج میں حج کی ادائیگی کے لیے اپنی قوم اور خاندان کے ساتھ نکلتے ہیں ان کی نبی اکرم ﷺ سے عقبہ کے پاس تاریخی ملاقات ہوتی ہے یہ عقبہ ثانیہ کی بیعت تھی۔ ابن رواحہ آگے بڑھتے ہیں اور آپ سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہیں اور حبیبِ کبریاء ﷺ سے مبارک بیعت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اس بیعت میں ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو بارہ نقیب مقرر ہوئے تھے پھر مدینہ کی جانب لوٹتے ہیں تو ان کا دل، رشک وسعادت اور مسرت سے لبریز تھا، جس پر ساری کائنات قربان کی جاسکتی ہے یہاں سے ابن رواح رضی اللہ عنہ کا بصیرت افروز دعوت الی اللہ کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔

حبیبِ کبریاء ﷺ سے شوقِ ملاقات:

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا شوق وشفقت ترقی کرتا ہے یہ حبیبِ کبریاء ﷺ کے دیدار کے لیے بے تاب ہو جاتے ہیں اور چاہتے ہیں آپ ہی کے ہوکر رہیں۔ اللہ عزوجل کی مرضی یہ تھی کہ حبیبِ کبریاء ﷺ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی جس سے تاریخ اپنے کشادہ دروازوں میں داخل ہوئی اور مدتوں کے گزرنے کے باوجود کائنات کے لیے یہ مینارۂ نور بن جائے۔

ابن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ساتھ مل کر حبیبِ کبریاء ﷺ کے استقبال کے لیے نکلتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ جونہی مدینہ منورہ میں قرار پکڑتے ہیں۔ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ یوں مل جاتے ہیں جیسے ایک آنکھ دوسری کے ساتھ ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت وکردار، علم مبارک اور اخلاق شیریں سے اقتباس کرتے ہیں۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ صرف تلوار اور زبان سے ہی اسلام کا دفاع نہ کرتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف پوری قوتِ بیان اور زور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آوری سے دعوت کا کام کرتے تھے۔ اور ان کی وجہ سے ہی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

مزید وضاحت:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جاہلیت میں صداقت و محبت قائم تھی یہ آپس میں جاہلیت میں بھائی بھائی تھے۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انھیں اسی طرح گلے سے لگایا لیکن حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ان سے رخ پھیر لیا۔ شب و روز گزرتے گئے، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اپنے شر کی مراسم پر ڈٹے رہے۔ ایک دن حسبِ عادت حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اپنی تجارت گاہ میں جاتے ہیں اور خرید و فروخت شروع کرتے ہیں اور اپنے گھر لوٹ آتے ہیں یہ پورے شوق سے اپنے اس صنم کے دیدار کے لیے جاتے ہیں جس کی عبادت کرتے تھے وہ اس حادثہ سے دوچار ہوئے جس کا ان کے دل میں خیال تک نہ تھا کہ گھر میں داخل ہوتے ہیں بت غائب تھا کیونکہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بت کو توڑ ڈالا تھا۔ بت سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔ افسوس ہے تم نے اپنا دفاع نہ کیا۔

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر یہ بت نفع حاصل کر سکتا ہے یا کسی کی بلا رد کر تا سکتا ہے تو یہ اپنی حفاظت کرتا یہ دیکھ کر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے کہتے ہیں غسل خانہ میں پانی رکھو، انھوں نے رکھا تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے غسل کیا اپنا جوڑا زیب بدن کیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے، جب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے انھیں سامنے آتے ہوئے دیکھا تو کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ابو درداء آرہے ہیں میرا خیال ہے یہ میری طلب میں آئے ہیں خیر نہیں فرمایا، نہیں، یہ اسلام لانے کے لیے آرہے ہیں کیونکہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ ابو درداء اسلام لائیں گے۔ ❶

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے اور ہدایت پانے کا سبب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے اس وجہ سے ان کی قدر و قیمت حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے دل میں بہت زیادہ تھی۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ خود اس کا اعتراف و اظہار کیا کرتے تھے اور ان سے یہ بات منقول ہے کہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی دن ایسا یونہی گزر جائے اور میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یاد نہ کروں یہ ممکن نہیں کہ ان کے ذکر کے بغیر میرا دن گزرے۔ ❷

کوئی مجلس ہو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اس میں موجود ہوں تو وہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی باتیں کرتے ان کے فضائل و مناقب گنتے ان کی صورت ہمیشہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے حاشیۂ خیال پر نقش رہتی تھی۔

دل میں رکھی ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

والا معاملہ تھا۔

---

❶ ابن عساکر: ۱۳/ ۳۶۹، مستدرک حاکم: ۳/ ۳۳۶.
❷ تهذيب الاسماء واللغات: ۱/ ۲٦٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبادت میں لگن:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سفر میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے سخت گرم دن ہوتا اس کے باوجود قوم میں سے اگر کسی نے روزہ رکھا ہوتا تو وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رکھا ہوتا تھا۔ (1)

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ایک آدمی نے ان کی بیوی سے نکاح کیا تو کہا۔ تم جانتی ہو میں نے تم سے شادی کیوں کی ہے میں نے تم سے شادی اس لیے کی ہے کہ تم مجھے بتاؤ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا گھر میں کیا معمولِ عبادت تھا۔ اس نے کچھ چیزیں بیان کیں، ان میں سے مجھے ایک یاد رہی ہے کہ اس نے کہا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب بھی گھر سے باہر جانے کا ارادہ کرتے تو دو رکعات نماز پڑھتے اور جب داخل ہوتے تو بھی گھر میں دو رکعات پڑھتے۔ یہ چھوڑتے نہ تھے ان کا ہمیشہ کا عمل تھا۔ (2)

حضرت عروہ بیان کرتے ہیں، جب سورۂ شعراء کی یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾﴾ (الشعراء: ٢٢٤)

''شعراء جو ہیں گمراہ ہی ان کی پیروی کرتے ہیں۔''

تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں بھی ان میں سے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ (الشعراء: ٢٢٧)

''مگر وہ لوگ اس گمراہی سے محفوظ ہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو پھر انھیں قرار ہوا۔ (3)

امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شعراء ہونے کا اعزاز حاصل کرنے والوں میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دین کی نصرت وحمایت کے لیے مال، زبان اور تیر و سنان ہر چیز وقف کر رکھی تھی۔ یہ یتیموں کے ساتھ بہت زیادہ رحم دلی سے پیش آتے تھے۔ انھوں نے حضرت زید بن ارقم کی کفالت کی جو کہ یتیم تھے حضرت عبداللہ نے انھیں اپنی پرورش میں رکھا اور نہایت مہربانی کا سلوک کیا۔ اور ہر قسم کی خیر کی ان پر برکھا برسادی۔

عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں ان کی رائے:

ہجرت کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی تیمار داری کے لیے تشریف لے جاتے ہیں وہ واقعہ بدر سے پہلے ایک بیماری سے دو چار ہوئے تھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوتے ہیں اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو سواری پر پیچھے بٹھا رکھا ہے اور روانہ ہوتے ہیں جب وہاں پہنچے جہاں ایک مجلس تھی جس میں عبداللہ بن ابی اور مسلمان

(1) بخاري: ١٩٤٥، مسلم: ١١٦٢، كتاب الصيام.

(2) ابن مبارك في الزهد، وصحيح سنده، الاصابه: ٦/ ٧٨.

(3) ابن سعد: ٣-٢/ ٨١، الاصابه: ٦/ ٧٩، ابن هشام: ٢/ ٣٧٣.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور مشرک ملے جلے بیٹھے ہوئے تھے یہودی بھی تھے اور جو مسلمان وہاں موجود تھے ان میں حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی تھے۔ جب اس مجلس پر رسولِ اکرم ﷺ کی سواری کی گرد پہنچی تو اس عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک پر کپڑا رکھتے ہوئے کہا ہمیں گرد آلود نہ کرو۔ رسولِ اکرم ﷺ انہیں سلام کہتے ہیں اور سواری سے نیچے اترتے ہیں اور انھیں دعوت الی اللہ دیتے ہیں اور ان پر قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ عبداللہ بن ابی نے رسولِ اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے آدمی! آپ کی بات ہمیں اچھی نہیں لگتی۔ اگر آپ حق بھی کہتے ہو پھر بھی ہمیں ہماری مجالس میں آ کر پریشان نہ کرو اپنے گھر جاؤ، اور جو تمہارے پاس آئے اسے یہ قصے سناؤ ہمیں نہ سناؤ، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہماری مجالس میں ضرور تشریف آور ہوا کریں۔ ہمارے دلوں میں آپ کے آنے کی بہت چاہت ہے۔ اس کے بعد معاملہ بگڑ گیا، مسلمان، مشرک یہودی سب آپس میں سخت سست بولنے لگے قریب تھا کہ مخالفت کی آگ بھڑک اٹھے اور ایک دوسرے پر یہ حملہ آور ہو جائیں۔

رسولِ اکرم ﷺ انھیں نرم کرتے رہے، تب جا کر کہیں سکوت طاری ہوا پھر آپ چلے اور سوار ہو کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ نبی ﷺ نے ان سے کہا۔ سعد! سنا ہے عبداللہ بن ابی نے کیا کہا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی کیا کہا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے کہا۔ میں آ رہا تھا تو اس نے یہ یہ کہا ہے اور کہا ہے ہمارے پاس نہ آیا کریں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! اس پر توجہ نہ دیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب حق نازل کی ہے مدینہ والے اس پر متفق ہو گئے تھے کہ اس کی تاجپوشی کریں اور اسے سرداری کی دستار سے سجائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسے اس شرف سے محروم کر دیا ہے اور دنیا کی توجہ آپ کی جانب ہے اس لیے یہ جلتا ہے۔ اسے جلنے دو۔ [1]

زمین و آسمان کو قائم رکھنے والا عدل:

سلیمان بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو خیبر کی جانب روانہ کیا تھا۔ جو یہودیوں کے درمیان جا کر پھلوں کا تخمینہ لگایا کرتے تھے۔ یہودیوں نے اپنی عورتوں کے زیورات اکٹھے کیے اور کہا ہمارے جزیہ میں تخفیف کر دو یہ ہم تمہاری نذر کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے گروہِ یہود! واللہ تم ساری مخلوق میں سے مجھے سب سے زیادہ مبغوض ہو اس کے باوجود یہ میری ناپسندیدگی مجھے تم پر ظلم کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتی۔ اور یہ رشوت ہے رشوت حرام ہے۔ یہودی پکار اٹھے۔

یہی وہ عدل و انصاف ہے جس کی وجہ سے آسمان اور زمین قائم ہے۔ [2]

دادِ شجاعت:

ہشیم بن ابی سنان بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ اپنے واقعات بیان کرتے

---

[1] بخاری:۷/ ۱۸۵، مع فتح الباری۔ مسلم مع شرح:۵/ ۱۸۲.

[2] السیر:۱/ ۲۳۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔تمہارا بھائی! ابن رواحہ بے ہودہ گو نہیں۔ بہت اچھی بات کرتا ہے۔

فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْ كِتَابَهُ

اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعٌ

''ہمارے درمیان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں جب بلند ہونے والی فجر کی کوکھ سے کوئی نیکی بھی پھوٹتی ہے تو آپ ہی وہ نیکی بتاتے ہیں۔''

اَرَانَا الْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا

بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہمارے اندھے پن کے بعد ہدایت کی روشنی سے روشناس کیا اور ہمارے دل یہاں تک دولتِ یقین سے مالا مال ہیں کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ واقع ہو کر رہتا ہے۔''

يَبِيْتُ يُجَافِيْ جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ

اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات اس حال میں بسر کرتے ہیں کہ پہلو ان کا مبارک بستر سے جدا ہوتا ہے جب کہ مشرکوں کی خواب گاہیں اس وقت نیند کے پتھر سے بوجھل ہوتی ہیں۔'' [1]

یہ ہیں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جو غزوۂ بدر میں ہیجان انگیز اور غضب آمیز شیر کی مانند دھاڑتے ہیں اور مشرکوں کی صفوں کو تہہ و بالا کر دیتے ہیں اور غزوۂ احد میں بھی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ الغرض! جب بھی لڑائی کی جا چکی اپنے دونوں پاٹ پر گرمجوشی سے گھوم رہی ہوتی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے دین کی نصرت میں اور اس کے حوض کی حفاظت کے دفاع میں کمر بستہ نظر آتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب شہادت سے کامگار ہوئے تو ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رقت انگیز اشعار کہے ہیں:

بَكَتْ عَيْنِيْ وَ حَقَّ لَهَا بُكَاهَا

وَ مَا يُغْنِيْ الْبُكَاءُ وَ لَا الْعَوِيْلُ

''میری آنکھ آنسو بہاتی ہے اور آنسو بہانا اس کا حق بنتا ہے مگر رونا اور چلانا کسی کام نہیں آتا۔''

عَلٰى اَسَدِ الْاِلٰهِ غَدَاةَ قَالُوْا

أَحَمْزَةُ ذَاكُمُ الرَّجُلُ الْقَتِيْلُ

''اللہ کے شیر پر آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اس صبح کو جب لوگوں نے کہا یہ جو آدمی قتل ہوا ہے وہ حضرت حمزہ ہیں۔''

[1] بخاری:٦١٥١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أُصِيْبَ الْمُسْلِمُوْنَ بِهِ جَمِيْعًا
هُنَاكَ وَ قَدْ أُصِيْبَ بِهِ الرَّسُوْلُ

''اس دن وہاں سب مسلمان مصیبت زدہ تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے۔''

اَبَا يَعْلَى لَكَ الْاَرْكَانُ هُدَّتْ
وَ اَنْتَ الْمَاجِدُ الْبَرُّ الْوُصُوْلُ

''اے ابو یعلی! یعنی حضرت حمزہ تمہاری وجہ سے ستون ہل گئے ہیں اور تم بزرگ نیکوکار اور صلہ رحمی کرنے والے ہو۔''

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق میں بھی بے حد دلیری کا ثبوت دیا تھا جو کہ یادگار ہے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ صرف تیروں سے ہی نہیں لڑتے تھے بلکہ اپنے اشعار کے ذریعہ بھی مشرکوں سے نبرد آزما رہتے تھے۔ ان کا کلام مشرکوں پر تیر پیوست ہونے سے بھی زیادہ اثر انداز ہوتا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمرۂ قضا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے تھے اور یہ کہہ رہے تھے۔

خَلُّوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهِ
اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَنْزِيْلِهِ

''اے کافروں کے بیٹو! آج راستہ چھوڑ دو، وگرنہ ہم تمہارے ٹھکانوں پر پہنچ کر تمھیں تلواروں سے اڑا دیں گے۔''

ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيْلِهِ
وَ يُذْهِلُ الْخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهِ

''ایسی شمشیر زنی سے کام لیں گے جو کھوپڑیوں کو ان کی گردنوں سے جدا کردے گی اور ایسی حواس ربا ضرب ہوگی کہ دوست دوست سے بے خبر ہو جائے گا۔''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن رواحہ! اللہ کے حرم میں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تم یہ امن شکن اشعار کہہ رہے ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! انھیں چھوڑ دو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ اشعار مشرکوں کے بدنوں اور دلوں پر تیروں کی مانند برس رہے ہیں۔ [1]

[1] ترمذی: ۲۸۵۱، اسنادہ قوی، ارنؤوط و ابو یعلی بسند صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شہادت سے سرفرازی:

یہ جوانمرد جنگجو مشرکوں کی کمر میں ایک کانٹا بن کر پیوست تھا یہاں تک کہ وہ دن آیا جس کے انتظار میں یہ بطلِ حریت سراپائے شوق بنا بیٹھا تھا یہ وہ دن تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی راہ میں شہادت سے نوازا۔ آیئے ہم کچھ وقت اس ہیبت ناک مقام پر گزاریں، جو اس فداکار اور بہادر کار آدمی کی شہادت گاہ ہے جسے جنگ مؤتہ کے دن سے دنیا یاد کرتی ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جمادیٰ اولیٰ ۸ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موتہ کی جانب ایک لشکر بھیجا اس پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا اور ان میں شریک لوگوں سے کہا اگر زید شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر سالار مقرر کرنا اور اگر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر سالار مقرر کریں۔ لوگ روانہ ہونے کی تیاری مکمل کرتے ہیں تین ہزار افراد پر مشتمل یہ لشکر تھا۔ جب روانگی کا وقت ہوا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امرائے لشکر کو الوداع کیا اور الوداعی سلام کیا۔ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امراء کو الوداع کہا ان میں سے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں کو جب انہیں الوداع کہا تو یہ آبدیدہ ہو گئے۔ لوگوں نے پوچھا۔ ابن رواحہ! کیوں روتے ہو۔ کہا: واللہ! دنیا کی محبت اور اس کے لگاؤ کی وجہ سے نہیں رویا، رونے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے کتاب اللہ میں سے ایک آیت تلاوت فرمائی جس میں دوزخ کا ذکر تھا وہ یہ ہے:

﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۟﴾ (مریم:۷۱)

''بے شک تم میں سے ہر ایک اس میں وارد ہونے والا ہے یہ تیرے رب کا لازمی فیصلہ ہے۔''

مجھے یہ معلوم نہیں دوزخ میں وارد ہونے کے بعد اس سے واپسی کیسے ہوگی۔

جب یہ امراء روانہ ہو رہے تھے تو ان سے مسلمانوں نے کہا، اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو اور تم سے پریشانیاں دور کرے اور تمھیں اس حال میں ہمارے پاس واپس لائے کہ تم اچھی حالت پر ہوں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

لٰكِنَّنِي أَسْأَلُ الرَّحْمٰنَ مَغْفِرَةً
وَضَرْبَةً ذَاتَ فَزْعٍ تَقْذِفُ الزَّبَدَا

''لیکن میں تو رحمن سے مغفرت کا طلب گار ہوں اور ایسی خوفناک تلوار کی ضرب لگے جس سے میرے جسم سے جھاگ مارتا خون نکلے۔''

أَوْ طَعْنَةً بِيَدَيْ حِرَانَ مُجْهِزَةً
بِحَرْبَةٍ تَنْفُذُ الْأَحْشَاءَ وَالْكَبِدَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''میرے ہاتھ میں تیزی سے نیزہ کا نشانہ لگے یا ایسا حربہ (نیزہ) میرے آر پار ہو کہ انتڑیوں اور جگر سے آگے گزر جائے۔''

حَتّٰی یَقُوْلُوْا اِذَا مَرُّوْا عَلٰی جَدَثِیْ
اَرْشَدَہُ اللّٰہُ مِنْ غَازٍ وَ قَدْ رَشَدَا

''یہاں تک کہ جب لوگ میری قبر کے پاس سے گزریں تو کہیں اللہ تعالیٰ اس کی راہنمائی فرمائیں یہ غازی کتنا ہدایت یافتہ ہے۔''

اب قوم بالکل جانے کے لیے تیار کھڑی ہے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آتے ہیں اور الوداعی ملاقات کرتے ہیں۔''

اور کہتے ہیں:

یُثَبِّتُ اللّٰہُ مَا اٰتَاكَ مِنْ حُسْنٍ
تَثْبِیْتَ مُوْسٰی وَ نَصْرًا کَالَّذِیْ نُصِرُوْا

''اللہ پاک نے آپ کو جو اچھائی عطا فرمائی ہے اس پر تمھیں ثابت قدم رکھیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ثابت قدم رکھا اور اسی طرح آپ کی مدد کرے جس طرح وہ مدد کیے گئے۔''

اِنِّی تَفَرَّسْتُ فِیْكَ الْخَیْرَ نَافِلَةً
فِرَاسَةً خَالَفَتْهُمْ فِیْ الَّذِیْ نَظَرُوْا

''میں نے آپ کی ذاتِ گرامی میں زائد بھلائی کو پہچانا ہے ایسی فراست سے پہچانا ہے جو اس کے برعکس ہے جس نظر سے انھوں نے دیکھا ہے۔''

اَنْتَ الرَّسُوْلُ فَمَنْ یُّحْرَمْ نَوَافِلَهٗ
وَالْوَجْهَ مِنْهُ فَقَدْ اَزْرٰی بِهِ الْقَدَرُ

''تم رسول ہو جو آپ کے عطیات سے محروم ہوا اور رخ تاباں کی جھلک نہ دیکھ سکا اس کے مقدر برے ہیں۔''

اب یہ روانہ ہو رہے ہیں اس لشکر کو روانہ کرنے اور الوداع کہنے کے لیے رسولِ اکرم ﷺ باہر تشریف لاتے ہیں اور انھیں الوداع کرنے کے بعد واپس آتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

خَلَفَ السَّلَامِ عَلٰی امْرِئٍ وَدَّعْتُهٗ
فِیْ النَّخْلِ غَیْرَ مُوَدِّعٍ مِنْ قَلْبِیْ

''سلام کہا میں نے اس شخص پر جسے میں نخلستان میں الوداع کہہ کر آیا ہوں مگر دل سے الوداع نہیں ہوئے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ کارواں چلتا ہوا 'معان' جو سرزمین شام میں ہے وہاں اترتا ہے۔

انھیں اطلاع ہوئی کہ ہرقل، ارض بلقاء کے دروازہ میں ایک لاکھ رومیوں کے ساتھ کھڑا ہے اور اس کے پاس لخم، جذام بلقین، بہرام اور بلی کے عرب لوگ بھی جمع ہو گئے ہیں جو کہ ایک لاکھ کی تعداد میں ہیں۔ ان پر بلی قوم کا ایک آدمی سالار مقرر ہے جس نے ان کا جھنڈا لہرا رکھا ہے۔ اسے بنوزانہ کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔

مسلمانوں تک جب یہ بات پہنچی تو یہ معان میں دو رات تک ٹھہر گئے انتظار کرنے لگے کہ دشمن کیا کرتا ہے اور ساتھ کہنے لگے ہم یہ صورتِ حال رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھتے ہیں اور دشمن کی تعداد بتاتے ہیں یہ سن کر یا تو آپ ہمیں کمک بھیجیں گے یا پھر جو بھی حکم فرمائیں ہم اسے بجا لائیں گے۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دلیری دلائی اور کہا: لوگو! تم شہادت کی طلب میں نکلے ہو اب اسے ناپسند کیوں کر رہے ہو، ہم لوگوں سے تعداد اور قوت اور کثرت سے نہیں لڑتے ہم تو ان سے اس دین کی قوت سے ٹکراتے ہیں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت بخشی ہے چلو دو اچھائیاں ہیں یا تو دشمن پر غلبہ ہوگا یا پھر شہادت کا مرتبہ ملے گا۔

پھر مسلمان اور کافر مصروفِ پیکار ہو جاتے ہیں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والے جھنڈے کو اٹھاتے ہیں اور جہاں تیروں کی بارش تھی اس میں گھس جاتے ہیں جب یہ شہید ہوئے تو وہ جھنڈا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اٹھا لیتے ہیں اور لڑنا شروع کرتے ہیں جب یہ بھی خونریز معرکہ میں زخمی ہوتے ہیں تو گھوڑے سے نیچے اترتے ہیں جو سرخ رنگ کا تھا اسے کاٹ دیتے ہیں اور لڑتے رہتے ہیں حتیٰ کہ شہید ہو گئے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ پہلے آدمی ہیں اسلام میں جنھوں نے گھوڑا کاٹ ڈالا۔ [1]

جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا تھام لیا اور آگے بڑھے، گھوڑے پر سوار تھے، نیچے اترے کچھ تردّد سا کیا اور کہا۔

أَقْسَمْتُ يَا نَفْسِي لَتَنْزِلَنَّهْ
طَائِعَةً أَوْ لَتُكْرَهِنَّهْ

"اے میری جان! تجھے ضرور اترنا ہوگا خوشی سے اترے یا ناخوشی سے اترے۔"

مَا لِيْ أَرَاكِ تَكْرَهِيْنَ الْجَنَّةَ
إِنْ أَجْلَبَ النَّاسُ وَ شَدُّوا الرَّنَّةَ

"کیا بات ہے میں تجھے دیکھ رہا ہوں، اے جان تو جنت میں جانے کو ناپسند کر رہی ہے یقیناً لوگ تو کھینچ کر آتے ہیں اور اس کے حصول کے لیے آہیں بھرتے ہیں۔"

[1] طبرانی و رجاله ثقات، مجمع الزوائد: ٦/ ١٠٧، هيثمي.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَطَا لَمَا قَدْ كُنْتِ مُطْمَئِنَّةً
هَلْ اَنْتِ اِلَّا نُطْفَةٌ فِيْ شَنَّةٍ

''عرصۂ دراز سے تو مطمئن تھی تو اسی طرح ہے جیسے مشک میں پانی کا قطرہ ہوتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

يَا نَفْسُ اِلَّا تُقْتَلِيْ تَمُوْتِيْ
هٰذَا حَمَامُ الْمَوتِ قَدْ صَلِيْتِ

''اے جان! اگر تو اللہ کی راہ میں نہ کاٹی جائے گی تو بھی تو نے مرنا تو ہے یہ دیکھ موت قریب آ چکی ہے۔''

وَ مَا تَمَنَّيْتِ فَقَدْ لَقِيْتِ
اِنْ تَفْعَلِيْ فِعْلَهُمَا هُدِيْتِ

''جو تیری تمنا تھی وہ تو تو نے پالی ہے اگر کارنامہ سرانجام دے گی جس طرح تجھ سے پہلے میرے دو ساتھیوں نے دیا ہے تو تو ہدایت دی گئی ہے۔''

یہ کہہ کر گھوڑے سے نیچے اترتے ہیں ان کا بھتیجا آتا ہے اور گوشت والی ہڈی پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کافی دنوں سے آپ بھوک اور سختی برداشت کر رہے ہیں یہ کھاؤ کہ تقویت پاؤ۔

اس کے ہاتھ سے وہ گوشت والی ہڈی لیتے ہیں اور ایک ہی دفعہ ابھی اسے نوچتے ہیں تو لوگوں کی ایک جانب گراوٹ محسوس کی کہ لشکر کا یہ حصہ شکست سے دوچار ہو رہا ہے یہ دیکھ کر کہتے ہیں عبداللہ تم دنیا میں موجود ہو اور لشکر انحطاط کا شکار ہو رہا ہے وہ گوشت اپنے ہاتھ سے پھینک دیتے ہیں اور تلوار ہاتھ میں لیتے ہیں اور لڑنا شروع ہوتے ہیں حتیٰ کہ جام شہادت نوش کر جاتے ہیں۔ اب جھنڈا حضرت ثابت بن ارقم پکڑتے ہیں جو کہ بنو عجلان میں سے تھے اور کہتے ہیں لوگو! اپنے درمیان کسی ایک آدمی پر اتفاق کرتے ہوئے اسے سالار بنالو۔ انھوں نے کہا تم ہی سالار ہو کہا میں اس قابل نہیں تو انھوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق سپہ سالار بنالیا۔ یہ علَم تھامتے ہیں اور دشمنوں کو دھکیلتے ہیں اور خود کو محفوظ جگہ پر لے جاتے ہیں۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید حضرت جعفر، حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی خبر شہادت مدینہ منورہ میں آنے سے پہلے ہی انکی موت کی اطلاع دے دی تھی۔ آپ نے فرمایا: جھنڈا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا ہے وہ شہید ہو گئے ہیں پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے علم تھام لیا ہے وہ بھی شہید ہو گئے ہیں۔ پھر جھنڈا حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھایا وہ بھی شہید ہو گئے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ غم واندوہ میں ڈوبی خبر دے رہے تھے اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے حتیٰ کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار حضرت خالد نے پکڑ لیا ہے اب اللہ تعالیٰ

[1] طبرانی و رجاله ثقات:٦/ ١٥٩، مجمع الزوائد۔هيثمی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے انھیں فتح سے نوازا ہے۔ ❶

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکر لے کر واپس آتے ہیں جب کہ دشمن کے لشکر کا سخت نقصان کیا تھا یہ بات قابل غور ہے کہ وہ لشکر جس کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ نہ تھی اور کافروں کا لشکر جو کہ دو لاکھ کی تعداد میں ہے اتنی کم تعداد کے ساتھ اتنی بڑی تعداد سے نجات پانا اور اسے شکست دینا ایک عظیم کارنامہ ہے یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فتح قرار دیا ہے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اللہ کی تلوار قرار دیا ہے۔ ❷

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اس شان سے دنیا سے کوچ کرتے ہیں کہ ان کا پاکیزہ خون شرف و جہاد کی سرزمین کو سیراب کر رہا تھا یہی وہ خون تھا جس میں طویل عرصہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی چاشنی رچی بسی تھی اور اللہ کے دین کی نصرت وحمایت میں متحرک رہتا تھا اور اسی شوق سے منزل کی جانب رواں دواں تھا۔

حضرت ابن رواحہ، جنت میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھے ہونے کے لیے دنیائے فانی سے دنیائے جاودانی کی طرف جاتے ہیں تاکہ دنیا و آخرت کی تمام سعادت کی تکمیل کرتے ہوئے انھیں ہمیشہ کے لیے اپنے دامن میں سمیٹ لیں۔

رضی اللّٰہ عنہ و عنھم اجمعین

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

❶ بخاری:۷/ ۵۸۵، کتاب المغازی۔ ❷ وقفات تربویہ، احمدفرید:۳۲٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

47

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ باشجاعت کا تذکرہ

یہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ وہ پیکرِ مروت ہیں جو یہ جنگ میں سر پر ایک پٹی باندھا کرتے تھے جسے عصابۃ الموت، موت کی پٹی کہتے تھے۔ یہ وہ جوانمرد ہیں جنھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اپنے ہاتھ میں پکڑی تاکہ اس کا حق ادا کریں۔

دشمنوں کی کھوپڑیاں اڑانے والے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہر معاملہ میں لائق اتباع اور اچھا اسوہ ہیں مگر ان میں سے بعض میں وہ امتیازی خصوصیات ہیں جو دوسرے میں نہیں پائی جاتیں جس طرح دوپہر کا آفتاب روشن ہوتا ہے اسی طرح اس صحابی میں بھی وہ امتیازی وصف نمایاں ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ جس مردِ حریت اور رجلِ جرأت کی ہم بات کر رہے ہیں یہ اپنے سر پر سرخ رنگ کی پٹی باندھا کرتے تھے۔ اس کے بعد ہر جگہ پر موت کی تند و تیز ہوائیں چلنا شروع ہو جاتی تھیں۔ لوگوں کے دلوں میں جنگجوئی کی بہت قدر و منزلت تھی اور خوف تھا جنگ کے لیے ہزاروں تدابیر بروئے کار لاتے اور حفاظتی تدابیر اختیار کرتے۔ جب کہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ جنگ کے میدان میں ایسے بے پرواہ داخل ہوتے گویا کہ دشمنانِ اللہ حقیر سے کیڑے مکوڑے ہیں جنھیں اپنے قدموں میں کچل دینا ہے اور جنگ کے وقت سینہ تان کر اکڑ کی چال چلتے ہوئے میدانِ حرب و ضرب میں اترتے تھے۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ لڑائی میں عالی ہمت آدمی تھے ایسی ہمت کی بلندی کو اس چیز کی ضرورت تھی کہ وہ خواہ مسلمان نہ بھی ہو تب بھی دشمنوں کی گردنوں کو اڑائے۔ جب حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور ایمان ان کے دل کے گوشوں میں اترا تو ان کی ہمت مردانگی اور ترقی پذیر ہو گئی کیونکہ اب یہ عقیدہ کی وجہ سے لڑتے تھے۔ عقیدہ ہی ایک بنیاد ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور پیغمبروں کو بھیجا کتابیں نازل کیں اور جنت اور دوزخ کو پیدا کیا۔ اب تو ان کی ہمت کا سیلِ رواں دشمنانِ اللہ کی گردنوں کو کاٹنے کی طرف بڑھتا ہی جا رہا تھا اور یہ وقف ہی دشمنوں کو ملیا میٹ کرنے کے لیے ہو گئے کیونکہ اب یہ نظریاتی آدمی بن چکے تھے۔

موت کی پٹی والا:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حیاتِ مبارکہ میں ایسے شاہسوار ہوئے ہیں جن کی معرکہ آرائی، بہادری اور شاہسواری کی نادر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المثال کارناموں سے لبریز ہے اور انھوں نے ایسی پیش قدمی کی کہ جس کی مثال نایاب ہے یہ ایسی شاندار معرکہ آرائیاں تھیں جو ان کی شخصیت کے لیے پہچان بن گئی ہیں اور دنوں اور زمانہ کے گزرنے کے باوجود یہ اس کی پیشانی پر ہمیشہ تابندہ و پائندہ ہیں صدیاں بیت چکنے کے بعد بھی ان کا وجود عیاں ہے۔ مٹا نہیں۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے ایک ہیں اور ان کا شمار ایسے بہادروں میں ہے جن کی شجاعت معروف تھی۔ خصوصاً جب لڑائی ہیبت ناک صورت اختیار کرتے ہوئے ان کے سر پر منڈلاتی تو پھر ان کی بہادری، دیدہ دلیری بن جاتی۔ اس بہادر شاہسوار کی مہارت، جرأت اور پیش قدمی کی گواہی ان کے ہمسر بہادر بھی دیتے ہیں۔ ان کے لیے فخر و قدر یہی کافی ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جو کہ خود بھی شاہسوار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے زیادہ بہادر شاہسوار تھے اور نہایت ہی سخت جان اور قوی دل تھے یہ بھی ہمارے اس جوانمرد کی کمال شاہسواری، بہادری اور سخت جنگجوئی اور مضبوط جنگی مہارت کی گواہی دیتے ہیں۔

حضرت ابودجانہ سماک بن خرشنہ جنگِ بدر اور احد میں شریک تھے۔ جنگِ احد میں حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے ہیں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو لڑنے اور اس پر صبر کا مظاہرہ کرنے اور مشرکوں سے ملاقات میں قوتِ بازو کا اظہار کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد کی جنگ میں تلوار پکڑتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"مَنْ يَّأْخُذُ مِنِّي هٰذَا۔"

''اسے کون پکڑتا ہے یہ سن کر ہر انسان نے ہاتھ پھیلایا کہ میں پکڑتا ہوں۔''

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فَمَنْ يَّأْخُذُهٗ بِحَقِّهٖ۔"

''اس کا حق ادا کرنے کے لیے کون پکڑے گا۔''

یہ سن کر ہر آدمی نے ہاتھ کھینچ لیا کہ کائنات کی شجاع ترین تلوار کا حق کون ادا کرسکتا ہے۔

حضرت سماک بن خرشنہ یعنی ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کا حق ادا کرنے کے لیے اسے لیتا ہوں وہ تلوار لی اور اس کے ساتھ مشرکوں کی کھوپڑیاں اڑانا شروع کردیں۔ [1] جب معرکہ زوروں پر تھا یہ مشرکوں کے جھنڈے کے گرد گھومتے ہیں تمام جنگاہ میں معرکہ آرائی جاری تھی۔ روح ایمان مسلمانوں کی صفوں پر چھائی ہوئی تھی۔ یہ شرک کے لاؤلشکر میں ایسے سیلاب کی طرح چھا جاتے ہیں جو کہ اپنے سامنے سے دیواروں کو گرا رہا تھا اور زبان سے یہ کہہ رہے تھے۔ اَمِتْ اَمِتْ یہ احد کے دن مسلمانوں کے لیے جنگ کا کوڈورڈ تھا۔'' [2]

[1] فرسان من عصر النبوة:٦٥٩، مسلم:٢٤٧٠، طبقات:٣ـ٢/ ١٠١.

[2] احمد:٤/ ٤٦، مستدرك:٢/ ١٠٧، وصححه واوفقه الذهبي.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو کہ انھوں نے اپنی پہچان کے لیے اختیار کر رکھا تھا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ سرخ رنگ کی پٹی باندھتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ہاتھ میں تھما رکھی ہے اور پختہ عزم ہے کہ اس کا حق ادا کرنا ہے پس لڑتے ہیں اور لوگوں کے درمیان کود پڑتے ہیں جو مشرک بھی ملتا ہے اسے قتل کرتے جاتے ہیں اور مشرکوں کی صفوں کو تلپٹ کرتے جاتے ہیں۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے تلوار مانگی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تلوار دینے سے انکار کر دیا تو میرے دل میں غصہ آیا تھا کہ ابودجانہ کو تلوار دے دی ہے اور مجھے محروم کیا ہے میں نے اپنے دل میں کہا تھا میں آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا ہوں اور قریش میں سے ہوں میں نے کھڑے ہو کر تلوار طلب کی ہے آپ نے ابودجانہ کو دے دی ہے مجھے نہیں دی۔ واللہ اب میں دیکھوں گا یہ ابودجانہ کیا کرتا ہے میں ان کے پیچھے ہولیا۔ انھوں نے سرخ رنگ کی پٹی نکالی۔ اسے سر پر باندھا تو انصار نے کہا ابودجانہ نے موت کی پٹی نکال لی ہے۔ میدان میں نکلتے ہیں تو کہتے ہیں:

اَنَا الَّذِیْ عَاهَدَنِیْ خَلِیْلِیْ
وَ نَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَی النَّخِیْلِ

''میں وہ ہوں کہ مجھ سے میرے دوست نے معاہدہ کیا تھا جب کہ ہم سفح جگہ میں نخلستان کے نزدیک موجود تھے۔''

اَنْ لَّا اَقُوْمَ الدَّهْرَ فِی الْکُیُوْلِ
اَضْرِبُ بِسَیْفِ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

''یہ کہ میں زمانہ بھر میں کبھی بھی آخری صفوں میں نہیں ہوں گا اور میں اللہ تعالیٰ کی تلوار اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے ساتھ دشمن کو ماروں گا''

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی جس بھی کافر سے ملاقات ہوتی اسے قتل کرتے جاتے مشرکوں میں سے ایک آدمی تھا جو ہر زخمی مسلمان کو مارتا جاتا تھا وہ آدمی اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوتے گئے میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انھیں اکٹھا کر دے ان کی آپس میں مڈبھیڑ ہو جاتی ہے یہ دونوں ایک دوسرے پر شمشیر زنی کرتے ہیں وہ مشرک حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ پر تلوار چلاتا ہے یہ اپنی ڈھال کے ذریعہ اس سے بچاؤ کرتے ہیں اب ابودجانہ رضی اللہ عنہ ایسی کاٹ دار تلوار مارتے ہیں کہ وہ مشرک قتل ہو جاتا ہے۔ [1]

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ دشمن کی صف شکنی میں انتہاء کر دیتے ہیں اور قریش کی عورتوں کی لیڈر ہند بنت عتبہ تک جا پہنچتے ہیں یہ اسے جانتے نہیں تھے۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ایک انسان کو دیکھا جو لوگوں کو سخت جنگ پر اکسا رہا ہے میں نے ڈٹ کر جب اس پر حملہ کیا اور مارنے کے لیے تلوار چلانے ہی والا تھا کہ اس کی چیخ نکلی تو مجھے پتہ چلا کہ وہ تو عورت ہے میں نے

---

[1] ابن ھشام: ۲/ ٦٨.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رسولِ اکرم ﷺ کی شمشیرِ جہاں آراء کو عورت کو قتل کرنے کے داغ سے آلودہ نہ ہونے دیا۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابودجانہ کو دیکھا کہ یہ ہند بنت عتبہ کے سر کے درمیان تلوار مارنے ہی والے تھے پھر عورت دیکھ کر تلوار اٹھالی تب مجھے یقین ہوا کہ ہمارا علم وہاں تک نہیں پہنچتا جہاں تک رسولِ اکرم ﷺ کا علم ہے آپ جانتے تھے اس کی شایانِ شان کون اسے چلا سکتا ہے کوئی اور ہوتا تو شاید جوش میں آکر عورت کو مار دیتا۔ [1]

اے ابودجانہ! اللہ تم سے راضی ہوں اور تم پر رحم کریں۔ اے موت کی پٹی والے، اے وہ بہادر جو کبھی صفوں کے آخر میں نہ دیکھا گیا بلکہ آگے بڑھ کر مشرکوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑتا رہا۔ مگر ہم تو اپنی ہی کھوپڑیاں پھاڑ رہے ہیں اور اپنی پٹیاں اپنے ہی خون سے رنگین کر رہے ہیں اور اپنی ہی عورتوں کی عزتیں پائمال کر رہے ہیں

قَدِ اسْتَرَدَّ السَّبَا یَاکُلُّ مُنْهَزِمٍ
لَمْ تَبْقَ فِیْ اَسْرِهَا اِلَّا سَبَایَانَا

"ہر شکست خوردہ نے اپنے قیدی چھڑا لیے ہیں اس کی قید میں صرف ہمارے قیدی رہ گئے ہیں۔"

وَ مَا رَأَیْتُ سِیَاطَ الذُّلِ دَامِیَةً
اَلَّا رَأَیْتُ عَلَیْهِمْ لَحْمَ اَسْرَانَا

"میں نے ذلت کے کوڑے خون آلود دیکھے ہیں ان پر ہمارے ہی قیدیوں کے گوشت کے چیتھڑے جمے ہوئے تھے۔"

وَ مَا نَمُوْتُ عَلٰی حَدِّ الظِّبَا اَنَفًا
حَتّٰی لَقَدْ خَجِلَتْ مِنَّا مَنَایَانَا

"ہم تلواروں کی دھاروں پر عزت کی موت نہیں مرتے بلکہ ہماری ذلت کی موت پر ہماری موت بھی شرمندہ ہے۔"

نبی اکرم ﷺ کا دفاع:

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ احد کے دن ثابت قدم رہے تھے اور اپنے وجود کو رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی کے لیے ڈھال بنا رکھا تھا۔ آپ کی کمر مبارک پر جھک گئے اور تیر ابودجانہ میں پیوست ہو رہے تھے۔ بہت زیادہ زخم ہو گئے جب غزوۂ احد رکا تو پتہ چلا کہ مشرکوں کے کتنے ہی بہادروں اور سورماؤں کو انھوں نے تہہ و تیغ کر دیا ہے۔ ہم عنقریب اپنے پیارے قارئین کی خدمت میں وہ واقعہ پیش کریں گے جس میں آتا ہے انھوں نے احد کے دن ایک آدمی کے دو ٹکڑے کر دیے تھے۔

---

[1] ابن ھشام: ۳/ ۵۸۹، طبقات:۳/ ۴۲۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہادی کارنامے:

حضرت ابو دجانہ انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں حاضر رہے ہیں۔ ۴۔ہجری ماہِ ربیع الاوّل میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے یہودیوں کے خلاف جنگ کے لیے تیاری کا حکم دیا۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ بھی ان سے لڑنے کے لیے روانہ ہوئے۔ بنونضیر نے اپنے قلعوں میں پناہ لی ،مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کیا بنونضیر کے دل مرعوب ہوگئے اور ان کا محاصرہ سخت ہوا تو انھیں یقین ہوا کہ ان کے قلعے انھیں ان کی بدانجامی سے بچا نہیں سکتے۔ تو انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط پر مصالحت کی کہ یہ جلا وطن ہوں گے وہ وہاں سے چلے جاتے ہیں اور پیچھے مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ مال غنیمت چھوڑ گئے ،غلہ، اسلحہ، زمین اور گھر وغیرہ بہت کچھ چھوڑ گئے۔

فقیر ابو دجانہ:

مسلمانوں نے صلح سے بغیر جنگ کیے مال حاصل کیا یہ سارا مال رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تھا۔ آپ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو نہ دیا تھا۔ مہاجروں پر تقسیم کیا تھا۔ اس مال سے اللہ تعالیٰ نے مہاجروں کو مالدار کردیا۔ اور ان کا فقر و فاقہ دور کیا تھا۔ انصار میں سے صرف حضرت ابو دجانہ سہل بن حنیف، حارث بن صمہ رضی اللہ عنہم کو مال دیا تھا۔ کیونکہ انھوں نے فقر و فاقہ کی شکایت کی تھی تو انھیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال دیا۔[1]

غزوۂ خیبر میں کارکردگی:

غزوۂ خیبر میں حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ بہادری کا مظاہرہ کیا یہودیوں کا ایک شاہسوار نمودار ہوتا ہے جسے غزال کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس نے مقابلہ کے لیے للکارا، حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ اس کے سامنے مقابلہ آراء ہوئے اس کا ہاتھ کاٹا پھر اس پر جھپٹے اور اسے ختم کردیا ایک اور یہودی رونما ہوا اور چلا کر مقابلہ میں آنے کا کہا۔ اس کے مقابلہ میں ایک مسلمان آتا ہے تو یہودی اسے شہید کردیتا ہے اور اسی جگہ پر کھڑا دعوت مقابلہ دیتا ہے اس کے مقابلہ میں انصار کے نامور شاہسوار حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آتے ہیں لوہے کے ٹوپ کے اوپر سرخ رنگ کی پٹی باندھ رکھی تھی۔ اکڑ کر چلتے ہوئے میدان میں آتے ہیں۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اسے تلوار مار کر قتل کرتے ہیں اور اس کا مال زرہ، تلوار وغیرہ پکڑ لیتے ہیں اور اسے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے ہیں تو آپ یہ مال اسے ہی دے دیتے ہیں۔

اس کے بعد یہودی مقابلہ میں للکارنے سے رک جاتے ہیں تو مسلمان نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں اور قلعہ پر حملہ آور ہوجاتے ہیں قلعہ میں داخل ہو رہے ہیں اور ان کے آگے آگے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جب قلعہ میں گئے تو وہاں بہت زیادہ قیمتی سامان، مال غنیمت اور اناج حاصل کیا اور اس قلعہ میں جو بھی جنگجو تھے، سب بھاگ گئے۔

[1] السیر الکبیر:۲/ ۶۰۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنگِ حنین میں دادِ مردانگی:

جنگِ حنین میں حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے ایسے تاریخ ساز کارنامے ہیں کہ جنھیں بھلایا نہیں جاسکتا جو یادگار کارنامے ہیں۔ بنو ہوازن کا ایک آدمی سرخ اونٹ پر سوار ہوتا ہے اس کے پاس ایک لمبا نیزہ تھا یہ مسلمانوں کو قتل کرتا جارہا ہے بہت زیادہ مسلمان اس نے تہہ تیغ کیے۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور اس آدمی کے اونٹ کے پاؤں کاٹ دیئے، شاہسوارِ اسلام حضرت علی بن ابی طالب آتے ہیں۔ (رضی اللہ عنہ) اور مشرک کا ہاتھ کاٹ دیتے ہیں اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اس کا دوسرا ہاتھ کاٹ دیتے ہیں۔ پھر دونوں مل کر اس مشرک کو قتل کرتے ہیں اور اسے نیست و نابود کر دیتے ہیں۔

مدرسۂ نبوت کا شاہسوار:

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ مدرسۂ نبوت کے پختہ کار شاہسواروں میں شمار ہوتے ہیں۔ شمشیر بکف ہو کر جہاد کرتے ہیں اور زمانۂ نبوت میں فنِ سپاہ گری اور شاہسواری کی تاریخ میں روشن کارنامے رقم کرتے ہیں جن سے اوراق تاریخ ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے اور یہ وہ شاہسوار ہیں جو نبوی جنگوں میں ہمیشہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطورِ محافظ پیش پیش نظر آتے ہیں۔ [1]

حسنِ اخلاق کا پیکر:

حضرت زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوا وہ بیمار تھے۔ مگر چہرہ دمک رہا تھا پوچھا گیا کیا وجہ ہے کہ آپ کا چہرہ چمک دمک رہا ہے۔ کہنے لگے دو چیزیں میرے لیے نہایت اعتماد کا باعث ہیں ایک تو یہ کہ میں لایعنی اور فضول گفتگو نہیں کرتا، دوسری یہ ہے کہ میرا دل مسلمانوں کے لیے صاف ہے اس میں گدلا پن نہیں۔ [2]

مسلمانو ان عمدہ اخلاق پر غور کرو، آج یہ کہاں پائے جاتے ہیں اب تو اسلام کے نام لیوا ایک لحظہ بھی مسلمانوں کی عزتوں پر تنقید کرنے سے چوکتے نہیں بلکہ معاملہ اور سنگین ہو گیا ہے مسلمانوں کی تو کجا اب تو مسلمانوں کے علمائے کرام کی بھی عزتوں کا خیال نہیں کیا جاتا۔

لاحول ولا قوة الا باللّٰه

باقی رہی یہ بات کہ مسلمانوں کے متعلق صاف دل ہونا تو میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں ہے کوئی ہم میں سے جو اپنے گھر میں رات گزارتا ہے اور اس کے دل میں دوسرے مسلمان کے لیے کینہ، حسد، اور بغض نہ ہو ہمارے خیال میں ایسا کوئی شاذ و نادر ہی ہوگا۔ جس کا دل صاف ہو وگرنہ گدلا پن ضرور ہوگا۔

لائق مبارک ہیں وہ لوگ جنھوں نے حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا حسین اور پرسکون سرمہ پہنا ہے انھیں پھر مبارک ہے اور وہ بھی کتنی پاکیزہ اور مبارک جماعت ہے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کرنے والوں کا بھی دیدار کیا ہے۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ ایسے اختیار کیا۔ جیسا کہ آدمی کے ساتھ آدمی کا سایہ ہوتا ہے۔

---

[1] فرسان من عصر النبوة: ٦٦٧.　[2] طبقات: ٣-٢/ ١٠٢، منقول از سیر: ١/ ٢٤٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کی سیرت و کردار اور علم و اخلاق کے چشمہ صافی سے فیض یاب ہوتے رہے۔ انھیں نبی اکرم ﷺ سے شدید محبت تھی حتیٰ کہ اگر آپ ﷺ انھیں یہ حکم کرتے کہ پہاڑوں کو گرادیں۔ اور سمندروں کے رخ موڑ دیں تو وہ اس حکم کی بجا آوری کے لیے مکمل محبت اور پاسِ وفاداری کرتے ہوئے تیار ہوتے۔

جب حبیب کبریاء ﷺ کی وفات حسرت آیات ہوئی تو حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ سخت غمزدہ ہوئے دنیا ان پر تنگ ہو گئی اور قریب تھا کہ دل فرطِ غم سے پھٹ جاتا۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

دنیا سے کوچ کی گھڑی:

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ جوکہ ایک بے باک شجاع اور بہادر تھے، شہادت گاہوں کی جستجو میں رہتے تھے۔ اور انھوں نے اللہ کے دشمنوں کے خلاف اپنی شمشیر حق تدبیر کو کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ اب جنگِ یمامہ کا موقع آتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑنے کے لیے بھیجا وہ کافر ایک لاکھ سے زائد تھے اور مسلمان دس ہزار سے کچھ اوپر تھے۔ جب دونوں فوجیں آپس میں ٹکرائیں تو زیادہ تر دیہاتی فرار کے لیے آمادہ نظر آئے۔ مہاجر و انصار کہنے لگے۔ اے خالد! ہمیں ان سے علیحدہ کردو۔ انھوں نے ان کے درمیان تفریق کردی، دیہاتی الگ اور انصار الگ کردیے مہاجرین انصار ڈھائی ہزار کے قریب تھے۔

انھوں نے حملہ کرنے کا پختہ عزم کیا اور ایک دوسرے کے پیچھے ہو گئے اور پکارتے ہوئے کہا۔ اے سورت بقرہ پڑھنے والو آگے بڑھو جادو مٹ رہا ہے انھوں نے اللہ کے حکم سے انھیں شکست دی اور ایک باغیچہ تھا وہاں مرتدوں نے پناہ لی۔ جسے حدیقۃ الموت (موت کا باغیچہ) کہتے ہیں وہاں محفوظ ہوئے تو مسلمانوں نے ان مرتدوں کا اس میں محاصرہ کیا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ جو کہ ان سے بڑے تھے۔ یہ تیروں کی بارش میں دیوار پر ہاتھ ڈالتے ہیں اور تیزی سے دشمنوں میں خود کو گرا دیتے ہیں اور اٹھتے ہی تنہا ان سے لڑنے کا آغاز کردیتے ہیں۔ دشمن بھی ان سے لڑتا ہے حتیٰ کہ یہ براء باغ کا دروازہ کھولنے کا موقع پاتے ہیں اور دروازہ کھلتے ہی مسلمان نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے اندر داخل ہوتے ہیں اور مسیلمہ کذاب کے محل کے قریب پہنچ جاتے ہیں وہ محل کے باہر ایک دیوار کے قریب کھڑا تھا۔ وہ نیلے رنگ کا اونٹ لگ رہا تھا یعنی وہ گندمی رنگ کا تھا۔ وحشی بن حرب بن اسود تیز رفتاری سے اس کی طرف بڑھتے ہیں جو کہ حضرت حمزہ کے قاتل تھے۔ وہی حربہ (جنگی آلہ) پھینکا جو حضرت حمزہ پر پھینکا تھا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے بھی حملہ کیا تھا مگر وحشی کا وار پہلے چل گیا اس نے حربہ چھوڑا اور مسیلمہ کے آر پار کردیا اس کے بعد اس کے پاس حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ آئے اور تلوار لے کر اس پر چڑھائی کی اور اسے قتل کردیا۔ [1]

اس طرح مسیلمہ کا فتنہ فرو ہوا۔ یہ بطل حریت میدان میں کودتا اور گھومتا رہا۔ ہاتھ میں تلوار ہے مشرکوں کی گردنیں

[1] البدایہ والنهایة:٦/ ٢٧٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ اڑاتے جاتے ہیں ان کی ٹانگ زخمی ہوگئی۔ اس کے باوجود اٹھے اور پوری بہادری اور فداکاری کے ساتھ لڑتے رہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پاؤں کے عوض انھیں دو بازو عطاء کردیے تھے جن کے ذریعہ وہ سرزمین معرکہ میں اڑتے پھرتے تھے۔ اس معرکہ میں سینکڑوں مسلمان جامِ شہادت نوش کرتے ہیں اور زخمی ہوئے ہیں۔ ان میں ہمارے پیارے بہادر حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ بھی تھے ان کا خون بہہ چکا تھا یہ وہی خون تھا جس میں اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور غیرت دینی کی خوشبو رچی بسی تھی یہ شریف اور مقدس خون بہہ جانے سے یہ راہِ بقاء پر چل دیے اور شہادت سے سرفراز ہوئے۔

اب ہم نے ان کی معطر سیرت کا تذکرہ کیا ہے اگرچہ حضرت ابودجانہ کو رخصت ہوئے صدیاں بیت چکی ہیں لیکن یہ اور ان کی سیرت فوت نہیں ہوئے یہ ہمارے دلوں میں زندہ ہیں اور جب تک یہ زمین وآسمان ہیں تب تک یہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گے۔

ان شاء اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ و عنهم اجمعین

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

48

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حیاتِ عدل پرور کا تذکرہ

یہ وہ بے مثال بہادر ہیں کہ ایک ہزار آدمی کے برابر اکیلے ہی کافی ہیں۔ ان بزرگان باصفا اور باوفا کی تذکرہ نگاری کرتے ہوئے اب ہم اس شخصیت تک پہنچے ہیں اور زمانہ یہاں آ کر رکا ہے اور وہ گھڑی آن پہنچی ہے کہ ہم اس نڈر بطل حریت کی حیاتِ تاباں کے روشن پہلو آپ کے سامنے رکھیں، جس کی بہادری ضرب المثل تھی اور وہ ایک ہزار سپاہ جتنی کارکردگی اکیلے ہی سرانجام دیا کرتے تھے ہم آبدار اور شیریں کلمات کے ذریعہ ان کی درخشاں زندگی کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں تاکہ اس کے صفحاتِ زریں سے ہم اس کارگاِ حیات کے میدان میں سرخرو ہوسکیں۔ اوپر ذکر ہوا ہے کہ صرف ہماری ہی رائے نہیں بلکہ یہ بیان حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تھا جو وہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں کہ کسی کی خوشامد پسند نہیں کرتے اور اللہ کے دین کے معاملہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور یہ وہ فاروق اعظم ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کے دل اور زبان پر حق رواں کردیا تھا جیسا کہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق اعظم کے لیے یہ شہادتیں دی ہیں یہ فاروق امت حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کو یہی خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ کہ یہ ایک ہزار آدمی کے برابر ہیں۔

مختصر تعارف:

یہ نڈر شاہسوار، خزرج کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔ ان کے والد صامت بن قیس الخزرجی ہیں ان کی والدہ قرۃ العین بنت عبادہ ان کے بھائی اوس بن صامت تھے۔ جو کہ خولہ بنت ثعلبہ کے خاوند تھے۔ یہ وہ خاتون ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَ اللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①﴾ (المجادلہ:۱)

''تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات کو سن لیا ہے جو آپ سے اپنے خاوند کی شکایت کر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری گفتگو سن رہا تھا بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی آرزو:

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی تمنا یہ تھی اور دل کی گہرائیوں سے اس کے آرزو مند تھے۔ کہ جزیرۂ عرب کی سرزمین،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاہلیت سے نجات پائے یہ جاہلیت اتنی نقصان دہ تھی کہ زندگی کو اس نے ایسی دوزخ بنا رکھا تھا جو دائمی تھی نہ چھپنے والی اور نہ ہی زائل ہونے والی تھی۔ وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں نورِ الٰہی پھوٹتا ہے جو کائنات کے ہر کونے کو بقعۂ نور بنا دیتا ہے اچانک یہ صورتِ حال ہوئی کہ حبیبِ کبریاء ﷺ کی طرف ان کے رب کا پیغام نازل ہوتا ہے یہ وہ پیغام تھا کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو جاہلیت کی تاریکیوں اور کفر کے اندھیروں سے نکال کر توحید و ایمان کے انوار و تجلیات سے ہمکنار کیا۔

حبیبِ کبریاء ﷺ کا تبلیغی مشن:

جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے اردگرد کے مشرکوں کے دلوں میں جھانکا کہ یہ ہدایت کو قبول نہیں کر رہے نہ ہی یہ اسے پسند کرتے ہیں یہ تو اس پتھر کی مانند ہو چکے ہیں جس پر پانی نہیں ٹھہرتا۔ لوگوں کے پاس جاتے ہیں اور حج کے موسم میں انھیں دعوت پیش کرتے ہیں۔

۱۱۔ نبوت، ماہِ جولائی ۶۲۰ء کے موسمِ حج میں، دعوتِ اسلامی نے ایک بہت ہی اچھا بیج حاصل کیا، جو تناور درخت کی صورت اختیار کر گیا، ظلم وطغیان اور عوام کی دست درازی کی ہواؤں کے گرم تھپیڑوں سے انھوں نے اس کے گھنے سائے میں سکھ کا سانس لیا۔

اہلِ مکہ جو نبی اکرم ﷺ کی تکذیب کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے اس کے مقابلہ میں آپ ﷺ نے وہ حکمت عملی اپنائی تھی کہ آپ رات کی تاریکی میں قبائل کی جانب نکلتے۔ تا کہ اہل مکہ میں سے کوئی بھی آپ کے درمیان تبلیغ میں حائل نہ ہو سکے۔ [1]

اسی طرح آپ ایک رات نکلتے ہیں آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی ہیں آپ ذھل اور شیبان بن ثعلبہ قبائل کے گھروں میں سے گزرتے ہیں اور اسلام کے بارے میں ان سے بات چیت کرتے ہیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ذھل بن شیبان کے ایک آدمی کے درمیان کچھ سوال و جواب کا سلسلہ ہوا۔ بنو شیبان نے بہت امید افزا جواب دیئے مگر اسلام قبول کرنے میں توقف اختیار کیا۔ [2]

جب حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ تبلیغ سے متاثر ہوئے:

رسولِ اکرم ﷺ منیٰ میں ایک گھاٹی کے پاس سے گزرتے ہیں، باتیں کرنے والے آدمیوں کی آوازیں سنیں، آپ ان سے ملے یہ مدینہ کے چھ نوجوان تھے۔ یہ سارے کے سارے خزرج قبیلہ سے تھے۔

مدینہ والوں کی یہ خوش نصیبی کہہ لیجیے کہ انھوں نے اپنے حلیف یہودیوں سے یہ سن رکھا تھا کہ ایک نبی آنے والے ہیں جو اس زمانہ میں ہوں گے ان کے آنے کا وقت قریب ہے ہم ان کی اتباع کریں گے اور تمھیں عاد قوم اور ارم قوم کی مانند تمھیں قتل کریں گے۔

[1] تاریخ اسلام، اکبر خان نجیب آبادی: ۱/ ۱۲۹۔ [2] مختصر سیرۃ الرسول: ۱۵۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسولِ اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا تم کون ہو انھوں نے کہا ہم خزرج کا گروہ ہیں کہا جو یہودیوں کے حلیف ہیں کہا ہاں وہی ہیں کہا۔ تم بیٹھ جاؤ گے کہ میں بات کرنا چاہتا ہوں یہ آپ کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں آپ ان سے اسلام کی حقیقت و دعوت کی وضاحت فرماتے ہیں اور انھیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان پر قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔

ساتھیو! تم جانتے ہو یہ وہی نبی ہیں یہودی جن کی تمھیں دھمکی دیا کرتے تھے وہ ہم سے آگے نہ بڑھ جائیں ان کی دعوت قبول کرو اور پھر اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہ مدینہ کے عقلمندوں میں سے تھے خاندانی جنگ نے انھیں لاغر و کمزور کر دیا تھا جس کے شعلے بلند ہوتے رہتے تھے۔ انھیں امید کی کرن نظر آئی کہ یہ دعوت جنگ کے ختم کرنے کا باعث ہو گی۔

انھوں نے کہا ہم اپنی قوم کو چھوڑ رہے ہیں اتنی آپس میں عداوت کسی قوم کے درمیان بھی نہیں، جتنی ان کے درمیان ہے ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے اس منتشر قوم کی شیرازہ بندی کر دے ہم جب واپس جائیں گے تو انھیں آپ کے دین کی دعوت دیں گے اور جو ہم نے آپ کے دین کو قبول کیا ہے یہ ان پر پیش کریں گے اگر اللہ تعالیٰ نے انھیں آپ کے ساتھ جمع کر دیا تو پھر آپ سے زیادہ مضبوط آدمی اور کوئی نہ ہو گا۔

مدینہ میں اسلام کی کرن:

جب یہ نوجوان مدینہ منورہ کی جانب لوٹے تو انھوں نے اسلام کا پیغام پہنچایا انصار کا ہر گھر نورِ اسلام سے جگمگانے لگا۔ اور رسولِ اکرم ﷺ کے تذکرے ہونے لگے۔ [2]

اس کے دوران یہ صورت پیش آئی کہ آئندہ موسمِ حج کا وقت ہوا۔ یہ ۱۲ نبوت تھی یہ کل بارہ آدمی جن میں پانچ آدمی وہ بھی تھے جو چھ افراد گزشتہ برس رسولِ اکرم ﷺ سے ملے تھے اور سات دوسرے تھے ان میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ بارہ افراد منیٰ میں عقبہ کے پاس رسولِ اکرم ﷺ سے ملے تھے۔ اور آپ کی بیعت کی۔ [3]

بیعت کے اہم نکات:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا آیئے ان احکام پر میری بیعت کرو۔

۱: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔	۲: چوری نہ کرو۔
۳: زنا کاری نہ کرنا۔	۴: اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔
۵: بہتان نہ باندھنا۔	۶: نیک کام میں میری نافرمانی نہ کرنا۔

جو ان شرائط کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو تم میں سے اس میں کمی کرے گا تو دنیا میں اس کی سزا

---

1. رحمة للعالمين:١/ ٨٤.
2. سيرت ابن هشام:٢/ ٢٩٢، ابو نعيم فى الدلائل ٢٥٣، طبرى فى تاريخه:٢/ ٣٥٣.
3. رحمة للعالمين:١/ ٨٥، ابن هشام:١/ ٤٣٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پالی تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جائے گا اور جو اس میں سے کوتاہی کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی کی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اگر چاہے تو اسے سزا دے اگر چاہے تو درگزر فرمائے تو ہم نے ان کے مطابق آپ ﷺ کی بیعت کی۔ ❶

بیعت کے بعد:

عقبہ ثانیہ کی بیعت کرنے میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حبیبِ کبریاء ﷺ کی بیعت بہت ہی جلدی سے کی اور اس مبارک بیعت کے لیے، نبی اکرم ﷺ کے دستِ حق پرست میں ہاتھ دیا یہ وہ مبارک لمحات تھے زندگی میں کبھی بھی لوٹ کر نہ آئیں گے خواہ زمانہ کروڑوں کروٹیں لے۔ بیعت کا مرحلہ پورا ہونے کے بعد، نبی اکرم ﷺ نے بارہ نقیب منتخب کیے جو اپنی قوم کے لیڈر تھے۔ اور ان احکام کے نکات کے نافذ کرنے کے ذمہ دار تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ بارہ آدمی بطورِ نقیب نکالو، تاکہ وہ اپنی اپنی قوم کے معاملہ میں جوابدہ ہوں۔ ❷

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ، خزرج کے نقیب تھے اس کے بعد یہ مدینہ منورہ کی جانب لوٹتے ہیں اور ان کا دل، سعادت، مسرت، اور فرحت سے لبریز تھا۔ اتنی زیادہ خوشی تھی کہ اگر یہ ساری کائنات پر تقسیم کی جائے تو اسے بھی معمور کر دے۔

اب حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ اس کے بعد کتاب اللہ کی ہر آیت، اور حدیث اور حبیب کبریاء ﷺ کی ہر سنت کی زندگی بھر عملی تفسیر بن گئے۔

دیدارِ نبی کے مشتاق:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، اسلام کے بہترین زمانہ میں زندہ رہے۔ انھوں نے نبوت کے عروج کے ساتھ وقت گزارا، وحی کے نزول کے زمانہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ وقت گزارا۔ وحی کے نزول کے زمانہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہے ہیں اور میدانِ خیر میں ہر بھلائی سمیٹتے نظر آ رہے ہیں۔ یہ نبی ﷺ کی صحبت عام سے بھی شرف یاب تھے۔ اور انھیں خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امتیازی وصف بھی حاصل تھا یہ خالص اور صاف و شفاف اسلام کے رنگ میں رنگے تھے اور انھوں نے اسلام کی بھینی بھینی خوشبو والی مٹھاس کا ذائقہ بھی خوب نوش جان کیا تھا۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ ایمان میں قوی، عقیدہ میں رسوخ والے اور اپنے خالق سے اخلاص میں ایک بلند مثال انسان تھے جن معرکہ آرائیوں میں انھوں نے دادِ شجاعت دی ان میں یہ بہادریوں کا منبع ثابت ہوئے ہیں۔ اور حق کی وہ مضبوط چٹان تھے جسے کوئی ہلا نہ سکتا تھا۔ اور سنت پر مضبوطی سے کاربند رہنے والے تھے۔ ❸

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ، رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ہر معرکہ میں شریک رہے اور بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہر امتحان

---

❶ بخاری: ١٨، مسلم: ١٧٠٩، ترمذی: ١٤٣٩.

❷ مجمع الزوائد:٦/ ٤٨، احمد، طبرانی، و رجال احمد رجال الصحیح۔ غیر ابن اسحق و قد صرّح بالسماع.

❸ صور من الصحابة:١٨٢، عبد الحمید سحیبانی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سرخرو ہوئے اور خوب خوب دادِ شجاعت دی یہ ایسی بے خوفی سے لڑتے کہ جو خود شہادت کی موت کی جستجو میں نکلے ہوں یہ جام شہادت نوش کرنے کے لیے ایسے والہانہ شوق سے محو پرواز رہتے تھے کہ جیسے کہ کوئی وحشت ناک صحراء میں قطرۂ آب کی تلاش میں نکلتا ہے۔

جو مئے توحید سے ہیں مست، ان کو کیا غرض
زندگی کہتے ہیں کس کو موت کس کا نام ہے

اللہ اور رسول سے دوستی:

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے ، جب سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کر لیا تھا یہ اس اختیار و انتخاب کی متابعت و اطاعت پر بہترین طریقہ سے کاربند رہے ان کی دوستی کا سوتا اللہ تعالیٰ کی ولایت و اطاعت کے قدموں سے پھوٹتا تھا۔

اپنے اعزہ و اقارب اپنے حلیفوں اور دشمنوں، سب سے تعلقات اسی بنیاد پر قائم تھے ان کا ایمان اور اس ایمان کی کردار سازی جو نقوش بھی اجاگر کرتی تھی یہ اس بارے میں اسی ایمان کے خطوط کے مطابق چلتے تھے۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے خاندان کا رابطہ پرانے زمانہ سے مدینہ کے یہودیوں بنو قینقاع سے مسلسل حلیفانہ چلا آ رہا تھا۔ جب سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ یہودی بظاہر صلح جوئی کا اظہار کرتے تھے مگر درپردہ ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔ غزوۂ بدر کے بعد اور غزوۂ احد سے پہلے دور میں یہودیوں نے مدینہ میں مسلمانوں کے خلاف فتنہ سامانی اور غوغہ آرائی کے اسباب پیدا کر دیے۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ ان کا یہ شر انگیز موقف برداشت نہ کر سکے۔ اور ان کے عہد و پیمان کا بوجھ اتار پھینکتے ہیں اور ان کا معاہدہ، فسخ کرتے ہیں اور صاف اعلان کرتے ہیں میں کسی عہد کو نہیں جانتا۔ میں تو صرف اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمانداروں کا دوست ہوں جو ان کا دوست ہے وہ میرا دوست ہے جو ان کا دوست نہیں میرا اس سے کوئی تعلق نہیں خواہ خاندانی حلیف ہو یا نہ ہو۔ ان کے اس موقف کی تائید میں اور ان کی دوستی کی داد دیتے ہوئے قرآنِ پاک نازل ہوتا ہے۔

﴿وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝﴾ (المائدہ:٥٦)

”اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دوستی رکھتا ہے اور ان لوگوں سے بھی جو ایمان لائے یہ اللہ کا گروہ ہے اور اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے۔“ [1]

اور یہودی جلاوطن ہو گئے:

بنو قینقاع کے یہودیوں کی جلاوطنی کا واقعہ ہم بیان کرتے ہیں جو ابن قیم رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے۔

---

[1] رجال حول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم: ٣٨٢.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قارئین کرام بغور سماعت فرمائیں: مدینہ کے یہودیوں کے قبیلہ بنو قینقاع نے آپ ﷺ سے عہد شکنی کی ان کی سرکوبی کے لیے حبیب کبریاء ﷺ نے ان پر حملہ کیا کہ انھیں نقض عہد کی سزا دیں یہ قلعہ بند ہو گئے رسولِ اکرم ﷺ نے پندرہ دن ان کا محاصرہ کیا۔ حتیٰ کہ یہ آپ کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہوئے۔

عبد اللہ بن ابی نے ان کے بارے میں سفارش کی یہ ان کا حلیف تھا۔ جس طرح کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ان کے حلیف تھے جب بنو قینقاع کے یہودیوں نے، رسولِ اکرم ﷺ سے نقض عہد کیا تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان کے حلیف ہونے سے بیزاری کا اعلان فرما دیا اور کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ!

میں تو فقط اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمانداروں کا دوست ہوں۔ ان کافروں کے حلف اور ان کی دوستی سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ سورت مائدہ کی یہ آیات مبارکہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن ابی کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝﴾ (المائدة: ٥٣،٥٢)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، ان کا بعض بعض کا دوست ہے اور جو تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا وہ ان میں سے ہی ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا تو دیکھتا ہے، ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ ان کی دوستی میں جلدی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس لیے ان سے دوستی کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی گردش نہ پہنچے ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ فتح لے آئے یا اپنے پاس سے کوئی معاملہ لے آئے جس کی وجہ سے اس پر جو انھوں نے اپنے دلوں میں چھپایا تھا پشیمان ہوں گے اور پھر وہ لوگ کہیں گے جو ایمان لائے کہ یہ تو وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پختہ قسمیں اٹھایا کرتے تھے کہ یہ تمہارے ساتھ ہیں مگر یہ ان کی زبانی قسمیں تھیں ان کے دوغلے پن کی وجہ سے ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور یہ خسارہ والے ہو گئے۔“

اس سے آگے اللہ تعالیٰ آیت: ۵۵، میں فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ۝﴾ (المائدة: ٥٥)

”بے شک تمہارا دوست اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے۔ الخ“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ان آیات میں جو مذمت ہے وہ عبداللہ بن ابی کی ہے اور مدحت اور تعریف ہوئی کہ اللہ کا گروہ کامیاب ہے اس سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمانداروں سے دوستی کا اقرار کیا اور بنوقینقاع کے حلف و تعلق اور ولایت سے انکار کیا یہ لائق ستائش ہوئے اور کامیاب قرار پائے۔

اس کے بعد جب ان کا محاصرہ ہوا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر قلعہ سے باہر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقینقاع کے خون معاف کر دیے اور انھیں چھوڑ دیا اور تین دن کی مہلت دی کہ یہاں سے جلا وطن ہو جائیں اور ان کی جلا وطنی کا معاملہ آپ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور یہ اپنے پرانے دوستوں کو اللہ کی دوستی پر قربان کر کے اور اللہ سے دوستی مضبوط کرتے ہوئے خود اپنے ہاتھ انھیں جلا وطن کر رہے ہیں۔ [1]

اسلام کی راہ میں موت بھی قبول ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حدیبیہ کے موقع پر قریش کی جانب اپنا سفیر بنا کر بھیجا تو قریش نے انھیں اپنے ہاں روک لیا۔ شاید انھوں نے ایسا ان سے مشورہ کرنے کے لیے کیا تھا۔ اس لیے انھیں گروی کے طور پر رکھ لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس رکے ہوئے دیر ہو گئی تو مسلمانوں کے درمیان یہ خبر گشت کرنے لگی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش نے قتل کر دیا ہے تو حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیعت کی طرف بلاتے ہیں تو یہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیعت کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ بیعت کا نکتہ یہ تھا کہ میدانِ جہاد سے بھاگیں گے نہیں۔ ایک جماعت نے موت پر بھی بیعت کی ان میں سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝۱۸ وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۱۹﴾

(الفتح: ۱۸، ۱۹)

”تحقیق اللہ تعالیٰ ان ایمانداروں سے راضی ہوا جو درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے جو ان کے دلوں میں ہے وہ اس نے جان لیا ان پر سکینت اتاری اور انھیں قریب کی فتح سے ہمکنار کیا اور بہت سارا وہ مالِ غنیمت سمیٹ رہے ہیں اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔“

ان مردانِ پُرعزم کے لیے اللہ تعالیٰ ایمان کی شہادت دے رہے ہیں اور اپنی رضامندی کی نعمت کا سائبان ان کے سروں پر تان رہے ہیں۔

[1] زاد المعاد: ۳/ ۱۹۰، تهذيب السيرة: ۱۳۹.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی طرح وابستہ رہتے تھے جیسا کہ ایک آنکھ دوسری کے ساتھ رہتی ہے آپ کے سیرت و کردار اور رقت آمیز اور شیریں اخلاق کے سرچشمۂ حیات سے فیضیاب ہوتے رہے۔ جب حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات ہوئی تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ غم و حزن کے عمیق غار میں گر گئے قریب تھا جگر پاش پاش ہو جائے اس کے باوجود اپنے ایمان وعقیدہ پر ثابت قدم رہے ہر چھوٹی اور بڑی بات میں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات تابناک سے راہنمائی حاصل کرتے رہے۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تختِ خلافت پر جلوہ گر ہوئے تو ارتداد کے خلاف جنگوں کی نوبت آئی، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ ان شاہسواروں میں سے تھے جن کی گرد راہ کو بھی کوئی نہیں پا سکتا۔ یہ تمام ارتداد کی معرکہ آرائیوں میں پوری شجاعت اور فداکاری سے گھس گئے جس کی مثال نہیں ملتی۔

جہاں عبادہ نہ ہوں اس سرزمین کا ستیا ناس ہوا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ہے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھتے ہیں۔ اہلِ شام کو ایک معلم کی ضرورت ہے جو انھیں قرآنِ پاک کی تعلیم دے اور دین سمجھائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ساتھ ہی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجا، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ حمص میں ٹھہرے، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جب لاذقیہ کی فتح کے لیے روانہ ہوئے تو انھوں نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کو حمص کا نائب مقرر کیا اور پھر طرطوس کی فتح کے لیے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انھوں نے اسے فتح کیا یہ پہلے آدمی تھے جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی جانب سے فلسطین میں عہدۂ قضا پر مامور ہوئے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کسی کی ملامت سے نہ ڈرتے تھے بلکہ ہمیشہ کلمۂ حق کا برملا اظہار کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے ایسی چیز دیکھی جو انکار کے قابل تھی کہنے لگے میں معاویہ کے ساتھ نہیں رہ سکتا اور مدینہ کی جانب کوچ کر گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا مدینہ چلے آئے ہو کیا وجہ ہے انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کام سے آگاہ کیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: عبادہ! اسی جگہ چلے جاؤ، اللہ اس زمین کا برا کرے جس میں تم نہ ہو۔ میں اسے کہتا ہوں۔ ان کی امارت کے حکم کے تم پابند نہیں۔ [1]

فتح مصر کا تاریخ ساز کارنامہ:

جب مسلمانوں نے مصر کی فتح کا ارادہ کیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر مصر کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ سرزمینِ مصر میں پہنچے تو دیکھا کہ مصریوں اور رومیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور تیاری بھی مکمل ہے۔ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کمک کا مطالبہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ فوراً پورا کیا۔ انھوں نے لکھا تھا مجھے چار ہزار فوجیوں کی

[1] السیر للامام ذهبی: ۲/ ۷، رجاله ثقات (ارنؤوط).

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں خط میں تحریر کیا کہ میں چار ہزار افراد بھیج رہا ہوں اور روانہ صرف چار آدمی کیے تھے۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بھی ان چاروں میں سے ایک تھے، کہا ان میں سے ہر آدمی ایک ہزار کے برابر ہے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے قدم ''ام دنین'' اور عین شمس میں پڑے یہ دونوں مقامات ان کی جنگی قیادت کا مرکز تھے ان پر قبضہ کرنے کے بعد، ان کے سامنے صرف ''بابلیون'' کا قلعہ باقی رہ گیا تھا اس کی جانب روانہ ہوئے اور ۲۰ھ میں اس کا محاصرہ کیا یہ دریائے نیل کے بہاؤ کے جوبن کے دن تھے۔ سات ماہ تک یہ محاصرہ طوالت پکڑ گیا کیونکہ اس شہر کی فصلیں بہت مضبوط تھیں اور عرب لوگوں کے پاس اس محاصرہ کی تیاری اس کی شایانِ شان نہ تھی۔

چند ماہ بعد شاہِ مصر مقوقس نے دیکھا کہ مسلمان پوری جدوجہد کر رہے ہیں اور لڑائی پر صبر آزما مرحلہ سے گزرنے پر آمادہ ہیں یہ اپنے صبر و شجاعت کی بدولت قلعہ میں بھی داخل ہو سکتے ہیں وہ اور اس کی قوم کے چند افراد، وفد کی صورت میں نکلے اور روضہ کے جزیرہ میں آئے اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے صلح کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بادشاہ نے اپنے ایک خط میں لکھا کہ تم ہماری سرزمین میں آئے ہو اور کافی عرصہ سے اس میں ہو تم ایک معمولی سی جماعت ہو مجھے اندیشہ ہے کہ رومی تمھیں نقصان پہنچائیں گے اور تمھیں ندامت اٹھانا پڑے گی لہٰذا تم اپنے آدمی بھیجو، ہم ان سے بات چیت سنیں سنائیں، شاید معاملہ دونوں کی مرضی کے مطابق طے ہو جائے۔ جب مقوقس کے ایلچی حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انھوں نے انھیں دو دن اپنے پاس رکھا۔ حتیٰ کہ مقوقس کو خطرہ لاحق ہوا کہ انھیں قتل نہ کر دیا گیا ہو۔ اس کے بعد حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا ہمارے اور تمہارے درمیان گفتگو صرف تین چیزوں پر ہوگی۔ وگرنہ نہیں۔

۱: اسلام میں داخلہ قبول کرلو، تم ہمارے بھائی رہو گے ہماری تمہاری ذمہ داری ایک ہوگی۔

۲: اگر تم اسلام قبول کرنے سے انکاری ہو تو پھر اپنے ہاتھوں ذلیل ہو کر جزیہ دو۔

۳: یہ ہے لڑائی ہوگی اس وقت تک ہوتی رہے گی جب تک اللہ احکم الحاکمین ہمارے درمیان فیصلہ نہیں کرتے۔

یہ ایلچی جب شاہِ مصر کے پاس جاتے ہیں تو وہ ان سے مل کر بہت خوش ہوا اور مسلمانوں کے حالات دریافت کیے تو انھوں نے جواب دیا۔ ہم نے ایک ایسی قوم کو دیکھا ہے جنھیں زندگی سے زیادہ موت سے پیار ہے اور رفعت و بلندی سے زیادہ وہ تواضع چاہتے ہیں ان میں سے کسی کو بھی دنیا میں نہ تو رغبت ہے نہ چاہت ہے مٹی ان کی نشست گاہ ہے انکا امیر بھی ان میں سے ایک عام آدمی کی مانند ہے ان کے کم تر اور برتر میں پہچان مشکل ہے نہ آقا و غلام کی تفریق ہے جب نماز کا وقت ہوتا ہے اسے ادا کرنے سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہتا۔ وہ اپنے اعضاء دھوتے ہیں اور نماز میں خشوع و خضوع میں لگ جاتے ہیں۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کا رعب:

شاہِ مصر نے جب یہ حالات سنے تو خوفزدہ ہو گیا اور اپنی قوم کو صلح کا مشورہ دیا اور مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ وہ صلح کے بارے میں گفتگو کے لیے اپنے ایلچی بھیجیں۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے دس آدمی بطورِ ایلچی بھیجے، ان میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے اور حضرت عمرو نے انھیں ہی حکم دیا کہ یہی بات کریں۔ ❶ جب یہ مسلمان ایلچی مقوقس شاہِ مصر کے پاس آئے تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ تو شاہِ مصر لرزہ براندام ہوگیا اور وحشت زدہ ہوا اور کہنے لگا: اس سیاہ فام کو مجھ سے دور ہٹا دو اور مجھ سے بات کے لیے کسی دوسرے کو لاؤ۔ ❷

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ آگے قدم بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں میں نے بادشاہ! تیری بات کو سن لیا ہے جن ساتھیوں کو چھوڑ کر آیا ہوں وہ ہزار آدمی ہیں سارے کے سارے میرے جیسے ہی ہیں اور مجھ سے بھی زیادہ سیاہ رنگت والے ہیں اور مجھ سے بھی زیادہ گھبراہٹ افزا ہیں۔ اگر تو انھیں دیکھ لے تو اور زیادہ خوف میں مبتلا ہو جائے گا میں عمر میں ڈھل رہا ہوں پھر بھی الحمد للہ! میں اپنے دشمن کا یک سو آدمیوں سے بھی ڈرتا نہیں۔ اگرچہ وہ اکٹھے میرے سامنے آ جائیں یہی کیفیت میرے دیگر ساتھیوں کی ہے کیونکہ ہمارا مطمحِ نظر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے اور اس کی رضامندی کیا اتباع کرنا ہے ہمارا دشمنان اللہ کے خلاف معرکہ آراء ہونا دنیا میں رغبت کے لیے نہیں۔ ہمیں قطعاً اس چیز کی پرواہ نہیں ہوتی کہ سونے کے ڈھیر ہوں یا اس کے پاس ایک درہم بھی نہ ہو۔ ہماری دنیا میں بس اتنی ہی توجہ ہے کہ رات اور دن گزارنے کے لیے بھوک مٹانے کے لیے بقدرِ ضرورت کھانا کھاتے ہیں اوڑھنے کے لیے ایک چادر لیتے ہیں بس ہمارے پاس یہی کچھ ہو تو کافی ہے چاہے اور کچھ بھی نہ ہو اگر ہم میں سے کسی کے پاس سونے کے خزانے بھی ہوں تو وہ انھیں اللہ کی راہ میں اطاعت شعاری کے کاموں میں خرچ کر دیتا ہے ہاتھ میں اتنا ہی رکھتا ہے جتنی ضرورت ہے۔

بادشاہ نے جب یہ سنا تو اپنے اردگرد بیٹھنے والوں سے کہا: کیا تم نے کبھی اس آدمی کی مانند کبھی کسی سے گفتگو سنی ہے میں اس کے منظر سے ہی ہیبت زدہ ہوا ہوں اور اس کی بات اس کے منظر سے بھی زیادہ ہیبت ناک ہے۔ پھر شاہِ مصر حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے: اے مردِ نیک! میں نے تیری بات سنی، جو تو نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے متعلق کہا ہے وہ بھی میں نے سن لیا مجھے اپنی عمر کی قسم جس مقام تک تم پہنچے ہو وہ اسی وجہ سے پہنچے ہو جو تو نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے متعلق بیان کی ہے۔ مزید کہا: تم سے لڑنے کے لیے ہمارے پاس رومیوں کی ایک جماعت روانہ ہو چکی ہے جس کی تعداد شمار سے باہر ہے وہ ایک ایسی قوم ہے جو بہادری اور سخت گیری میں مشہور ہے ان میں ایسے لوگ بھی ہیں انھیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی وہ کس سے ملاقات کر رہے ہیں اور کس سے لڑ رہے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تم ان کا مقابلہ نہ کر سکو گے تمہاری کمزوری اور قلت اس قابل نہیں کہ ان کا مقابلہ کر سکو۔ ❸

نفسیاتی جنگ کے ماہر:

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بادشاہ! نہ تو خود فریب خوردگی میں آؤ اور نہ ہی اپنے ساتھیوں کو مبتلائے فریب کرو، باقی جو تم نے ہمیں رومیوں کی جماعت کا خوف دلایا ہے اور ان کی تعداد کی کثرت سے مرعوب کرنا چاہا ہے کہ ہم ان پر

❶ الخلفاء الراشدون شیخ حسن ایوب :١٦٤۔ ❷ النجوم الزاهره:١/ ١٢۔

❸ النجوم الزاهرة:١/ ١٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلبہ نہیں پا سکتے۔

واللہ! نہ تو ہم ایسی باتوں سے مرعوب ہوتے ہیں اور نہ ہی یہ چیز ہمیں پست ہمت کر سکتی ہے۔ ہم میں سے ہر آدمی صبح و شام اپنے رب سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شہادت کے درجہ بلند پر فائز کریں اور واپس گھر نہ لوٹے نہ ہی اپنی زمین میں لوٹے اور نہ ہی اہل وعیال کی جانب لوٹے اور ہم میں سے ہر ایک نے پیچھے والی فکرمندی سے دامن خالی کر رکھا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے اہل وعیال کو اپنے رب کے سپرد کر چکا ہے اور ایک ہی ارادہ ہے جو ہمارے سامنے مشن ہے۔ اسے پورا کرنا ہے۔

اور جو تم نے یہ کہا ہے کہ ہم معیشت میں تنگدستی کا شکار ہیں یہ سن لیں ہم نہایت ہی کشادگی میں ہیں اگر ساری دنیا بھی ہمارے قدموں میں ڈھیر ہو جائے جو ہم نے اپنے لیے ذخیرہ کیا ہے اس سے زیادہ لینے کے لیے تیار نہیں۔ اب معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے جو ارادہ ہے بتاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف تین چیزیں ہیں وہی ہم قبول کریں گے چوتھی بات نہیں ہوگی یہ وہی ہیں جو ہم نے اوپر تحریر کر کے بھیجی ہیں ان میں سے جو چاہتے ہو اختیار کر لو۔ خود کو باطل میں مبتلاء نہ رکھو، میرے امیر نے جو حکم دیا ہے وہ میں نے تم سے کہہ دیا ہے اور انھیں امیر المومنین نے ان کا حکم دیا ہے اور انھیں اس کا حکم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ [1]

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے اس نفسیاتی جنگ کو مصر کے فرمانروا پر برپا کر دیا اور جو بھی اس کے پاس مقابلہ کی قوت تھی اسے مغلوب کر دیا اور نفسیاتی طور پر اسے رعب اور گھبراہٹ سے بھر دیا۔ جب کسی مملکت کا سپہ سالار اس حد تک پہنچ جائے اور اس کے لشکر اس اضطرابی اور ہولناکی کی کیفیت سے دوچار ہوں تو وہ معرکہ سے پسپا ہو جاتا ہے اور اپنے علاقے خود اپنے ہاتھوں دوسرے کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس کے بعد تو ایسے ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت ہے کہ قاتل مقتول کو ذبح کرنے میں نرمی اختیار کرے اور دھار تیز کرے تاکہ مقتول قتل کی دردناکی محسوس نہ کرے۔ یعنی نفسیاتی طور پر شاہ مصر ختم ہو چکا تھا۔ [2]

امیر المومنین کا ایمان افروز واقعہ:

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی سفارت مکمل ہوئی تو یہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس واپس لوٹے تو فتح مصر کو قریب قرار دیا جب کہ مصر کے قائد کو نفسیاتی طور پر انھوں نے ادھیڑ کر رکھ دیا تھا اور اس کے لشکروں کے بازو ریزہ ریزہ کر دیئے۔ اسی طرح ابھی یہ فیصلہ کن معرکہ میں گھسنے کی تیاری کر رہے تھے کہ روم کے ایک قلعہ پر حملہ آور ہوں جو کہ ابھی تک قبضہ میں نہ آیا تھا۔

اچانک امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک خط موصول ہوا اس میں تحریر تھا۔ اما بعد:

---

1. النجوم الزاهرة:١/ ١٥.
2. رجال انزل الله فيهم قرآنا،عبد الرحمن عميره:٢/ ١٥٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بہت حیران ہوں کہ تم نے مصر فتح کرنے میں اتنی تاخیر کیوں کر دی ہے تم ان سے کئی سالوں سے برسر پیکار ہو، پھر بھی فتح نہیں ہو رہی۔ ضرور تم دنیا کی محبت میں اسی طرح گرفتار ہو گئے جیسا کہ تمہارا دشمن بھی اس میں مگن ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کی مدد نہیں کرتے جن کی نیت میں صداقت نہ ہو۔ میں نے تمہارے پاس چار آدمی بھیجے تھے اور میں نے اعلان کیا تھا کہ ان میں سے ہر ایک ہزار آدمی کے برابر ہے لگتا ہے ان میں بھی کچھ تبدیلی آ چکی ہے۔ جب یہ میرا خط آپ کے ہاتھ لگے تو لوگوں سے خطاب کرنا اور انھیں دشمن سے لڑائی پر آمادہ کرنا اور انھیں صبر کی اور حسنِ نیت کی ترغیب دینا اور ان چاروں آدمیوں کو جنھیں میں نے چار ہزار کے برابر قرار دیا ہے انھیں لوگوں کے آگے رکھنا اور سب لوگوں کو حکم دے دو کہ وہ ایسے حملہ کریں جیسے ایک آدمی حملہ کرتا ہے اور حملہ بھی جمعہ کے دن زوال کے وقت کرنا کیونکہ اس وقت رحمت اترتی ہے اور یہ قبولیت کا وقت ہے چاہئے کہ لوگ اپنے رب سے دعا کریں اور اپنے دشمن کے خلاف نصرت کا مطالبہ کریں۔ [1]

حضرت عمرو نے امیر المومنین کا خط پڑھا اور اس منصوبہ گری میں لگ گئے اسکندریہ شہر کس طرح فتح ہو زیادہ محنت و مشقت کی ضرورت نہ تھی کیونکہ معرکہ آرائیوں کے درمیان، منصوبہ بندی ایک زندہ مجسمہ بن کر سامنے آ چکی تھی۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ادھر متوجہ ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں اسکندریہ زیر نگیں کر دیا۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

اور کوچ رحلت بج گیا:

طویل اور بھرپور زندگی گزارنے کے بعد جو عطا و بخشش، ایثار و قربانی اور اللہ کی راہ میں جہاد سے معمور تھی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر دراز ہوتے ہیں اور نعمتوں سے مالا مال بہشتوں میں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جا ملتے ہیں۔ ۳۴ ہجری میں فوت ہوئے اور بیت المقدس میں دفن ہوتے ہیں۔

رضی اللہ عنه و عنهم اجمعین

---

[1] رجال أنزل الله فيهم قرآنا:۳/ ۱٦٠،منقول از صور من سير الصحابة عبد الحميد السحيباني.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

49

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے گوشہائے زندگی

یہ وہ فرزندِ ارجمندِ اسلام ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ نفع بخش تجارت کی۔

قارئین کرام......!! ہر تجارت میں فائدہ اور نقصان ہوتا ہے اگر کوئی یہ چاہتا ہے وہ تجارت کرے جس میں کبھی خسارہ نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت کرے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (الصف:١٠-١٢)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو کیا میں تمھیں وہ تجارت بتاؤں جو تمھیں دردناک عذاب سے نجات دلائے تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمھیں ان بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور عدن کے باغوں میں عمدہ رہائش گاہیں ہیں یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی مشعل راہ بن گئی:

معزز برادرانِ اسلام! راہِ حق پر ثابت قدمی دنیا و آخرت کی ہر خیر و فلاح کا منبع ہے اگر کوئی مسلمان ہو مگر نافرمانی اس کا وطیرہ ہو تو جب وہ کسی کو شاہراہ حق و صداقت پر ثابت قدم دیکھے گا تو اسلام میں مکمل داخلہ کے لیے اور اسلام کو سینہ سے لگانے کے لیے دوسرے انسان کا دل کشادہ ہو جاتا ہے اور وہ حق کو قبول کر لیتا ہے ہوتا یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے یہ ہیں حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ ان کے اسلام لانے کا باعث، جلیل القدر صحابی، حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ ہیں ان کا ایمان ان کی ثابت قدمی کا مرہون منت ہے۔

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ، مشرکوں نے بدعہدی اور غداری کی انھیں زندہ پکڑ لیا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسروں کو شہید کر دیا قریش نے انھیں حرم کے باہر سولی دینے کا پروگرام طے کیا ہے قریش کے لیڈر اور بڑے بڑے لوگ ان کی قتل گاہ تک پہنچے ان میں حضرت سعید بھی تھے جو ابھی حالتِ شرک میں تھے۔ قریش کے مشرکوں کے لشکر اور ان کی اکثریت جمع ہو چکی ہے سعید بھی دیکھ رہے ہیں۔ اچانک سولی چڑھنے سے پہلے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نہایت پرسکون آواز میں کہتے ہیں چھوڑو، میں دو رکعت نماز ادا کرلوں، انھوں نے مہلت دی انھوں نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ آہ! یہ نماز کتنی پر کیف تھی، جو الوداعی نماز ہے جس کے بعد حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اپنے رب کی ملاقات کے منتظر ہیں۔ سلام پھیرا تو کہا۔ واللہ! اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم کہو گے یہ موت سے گھبرا گیا ہے تو میں اور زیادہ اطمینان سے نماز پڑھتا۔

ابوسفیان ابھی مشرک تھے انھوں نے حضرت خبیب سے کہا۔ کیا آج یہ بات تمھیں مسرت دیتی ہے کہ محمد ﷺ ہمارے پاس ہوں ہم ان کی گردن اڑا دیں ورتم اپنے گھر میں ہوتے کہا۔ واللہ! نہیں، میں تو یہ پسند نہیں کرتا کہ محمد ﷺ کے قدم مبارک میں کانٹا لگے میں یہ کیسے برداشت کروں کہ میں گھر ہوتا اور محمد ﷺ میری جگہ ہوں۔ اس کے بعد حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے دعا کی۔

اے میرے اللہ! ان کی تعداد گن لے اور انھیں بکھیر کر ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑنا اور پردرد اشعار کہے۔

لَقَدْ اَجْمَعَ الْاَحْزَابُ حَوْلِیْ وَاَلَّبُوْا
قَبَائِلَهُمْ وَاسْتَجْمَعُوْا كُلَّ مَجْمَعٖ

”میرے گرد جتھوں نے گھیرا ڈال رکھا ہے اور ان کے قبائل امڈ آئے ہیں اور انھوں نے مجمعوں کو جمع کر رکھا ہے۔“

وَ قَدْ قَرَّبُوْا اَبْنَاءَ هُمْ وَ نِسَاءَ هُمْ
وَ قُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِیْلٍ مُمَنَّعٖ

”انھوں نے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی میرے قریب لا رکھا ہے اور مجھے دراز، محفوظ تنے کے قریب سولی کے لیے لا کھڑا کیا ہے۔“

اِلَی اللّٰهِ اَشْكُوْا غُرْبَتِیْ بَعْدَ كُرْبَتِیْ
وَ مَا جَمَعَ الْاَحْزَابُ لِیْ عِنْدَ مَضْجَعِیْ

”میں وطن سے دوری اور اس مصیبت کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتا ہوں اور جو یہ گروہ میری خواب گاہ کے قریب جمع ہوئے ہیں اس کی شکایت بھی اسی سے ہے۔“

فَذَا الْعَرْشِ صَبِّرْنِیْ عَلٰی مَا یُرَادُ بِیْ
فَقَدْ بَضَّعُوْا لَحْمِیْ وَ قَدْ بُؤِسَ مَطْمَعِیْ

”اے عرش والے! جو یہ میرے ساتھ ظلم کرنا چاہتے ہیں اس پر مجھے صبر عطا کر انھوں نے میرے گوشت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے ٹکڑے کر دیئے ہیں اور میرے طمع و امید کو ختم کر دیا ہے۔"

وَ قَدْ خَيَّرُوْنِيْ الْكُفْرَ وَالْمَوْتُ دُوْنَهٗ
فَقَدْ ذَرَفَتْ عَيْنَايَ مِنْ غَيْرِ مَدْمَعٖ

"انھوں نے مجھے موت اور کفر میں سے ایک کا اختیار دیا ہے یہ سن کر نہ چاہتے ہوئے بھی اشکبار ہو گیا ہوں۔"

وَ لَسْتُ اُبَالِيْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى اَيِّ شِقٍّ كَانَ فِي اللّٰهِ مَضْجَعِيْ

"جب میں حالت اسلام میں قتل ہو رہا ہوں تو مجھے اس بات کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کہ میں کس پہلو پر سطح زمین پہ گرتا ہوں۔"

وَ ذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَ اِنْ يَّشَاء
يُبَارِكْ عَلٰى اَوْ صَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

"یہ سب کچھ اللہ کی ذات گرامی کے لیے ہے اگر اس نے چاہا تو جسم کے ان جوڑوں اور ٹکڑوں میں برکت کر دے۔"[1]

یہ آخری الفاظ کہہ کر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ابھی خاموش ہی ہوئے ہیں تو یہ مشرک اٹھے اور انھیں سولی دے دیا۔ چند لمحات کے بعد قریش تو بھول چکے تھے انھوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا کیا ہے مگر حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ اس ہیبت ناک منظر کو کبھی نہ بھلا سکے اور نہ ہی اس نادر المثال ثابت قدمی کے نقش ان کے دل سے مٹ سکے وہ اس ثابت قدمی کو یاد رکھتے ہیں جس کے سوتے ایسے دل سے پھوٹتے تھے جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسولِ اکرم ﷺ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

حضرت سعید نے اس سے یہ سبق حاصل کیا تھا کہ عقیدہ ہی حقیقی قوت ہے جو انسان کو فتنوں کے سیلاب کے سامنے کوہِ گراں بناتا ہے اور اسی وقت بات دل میں بٹھا لی کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ، محمد بن عبد اللہ کے لیے کبھی بھی اپنی پیاری زندگی قربان نہ کرتے یقیناً یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جن کی تائید آسمان سے ہوئی ہے انھوں نے اس لیے جان کی بازی کھیلی۔

یہ ابتدائی نقطہ تھا جو آسمانِ اسلام کے اس درخشاں ستارے کی ہدایت کا باعث ہوا حضرت سعید بن عامر، غزوۂ خیبر سے پہلے مسلمان ہوتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے مدینہ کی جانب ہجرت کرتے ہیں اور غزوۂ خیبر اور اس کے بعد والے معرکوں میں حاضر ہوتے ہیں اور یہ رسولِ اکرم ﷺ کے ہی ہو کر رہ جاتے ہیں اور حبیبِ کبریاء ﷺ جب اس دارِ فانی سے کوچ فرماتے ہیں تو آپ سعید سے راضی تھے۔ آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر اور

[1] الرحيق المختوم: ٣١٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کی قدر و منزلت کا خاص خیال رکھتے تھے۔

زہد و حیا کے پیکر با صفا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ والیانِ مملکت کے انتخاب میں جو فہم و ذکاء اور سمجھداری رکھتے تھے قلم اسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ فاروقِ اعظم اسے عہدہ نہیں دیا کرتے تھے جو ان سے خود اسے طلب کرتا تھا۔ یہ اسے عہدہ پر فائز کیا کرتے تھے جو اس سے بھاگتا تھا اور جس کا دل خوفِ الٰہی اور انسانیت کی محبت سے لبریز ہوتا اور دنیا سے بے رغبت ہوتا اسے عہدہ سونپتے تھے۔ یہاں بھی ان کی نظر انتخاب، حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ پر پڑتی ہے کہ حمص، شہر کا انھیں سرپرست بنائیں جو کہ تجارتی مرکز تھا اور ان تمام ترغیبات کا وہ گھر تھا۔ جہاں دنیا کی ہر دلکش چیز تھی اور ان کے مقابلہ میں وہی ثابت قدم رہ سکتا تھا جو شب زندہ دار اور زاہد و پرہیز گار تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو بلاتے ہیں اور ان پر حمص شہر کی ولایت پیش کرتے ہیں۔ سعید، سنتے ہی عرض کرتے ہیں۔ اے امیر المومنین! مجھے آزمائش کے حوالے نہ کریں اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

سعید! میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا یہ ماننا پڑے گا میرے گلے میں تم نے امارت کا ہار ڈال دیا ہے اور تنہا چھوڑ دیا ہے۔ جب انھیں ولایت پر رضا مند کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم تمہارا وظیفہ مقرر نہ کر دیں۔ کہا: میرے عطیات میں اللہ نے میرا رزق رکھ دیا ہے وہی کافی ہے بلکہ جتنا میں چاہتا ہوں اس سے بھی وہ زیادہ ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب ان کے عطیات حاصل ہوتے تو ان سے اپنے گھر والوں کے لیے خوراک خریدتے اور بقیہ کی خیرات کر دیتے، بیوی کہتی! آپ کے عطیات کا بچہ ہوا مال کہاں ہے اس سے کہتے وہ تو میں نے قرض دے دیا ہے۔

ان کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا: آپ پر آپ کے گھر والوں کا حق ہے آپ کے سسرال کا بھی حق ہے تو ان سے کہتے حوروں کی طلب پر میں ان میں سے کسی کی بھی رضا کو ترجیح نہیں دیتا۔ اگر جنت کی حوروں میں سے ایک حور، دنیا میں زمین پر جھانک دے تو یہ زمین آفتاب کی مانند چمک اٹھے میں ان پر کسی دوسرے کو کیسے ترجیح دے سکتا ہوں میں ان کی طلب میں خرچ کرتا ہوں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب، حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو شام کے علاقہ سے معزول کیا تو یہی سعید بن عامر بن حذیم جمحی تھے جنھیں ان کی جگہ بھیجا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ بیوی کو جو کہ قریش کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی تھی روانہ ہوتے ہوئے اسے بھی ہمراہ لے لیا یہ بھی صبر کا شاہکار تھی۔ چہرے پر تازگی تھی کچھ دیر ٹھہرے سخت ضرورت نے آن دبوچا۔ محتاج ہو گئے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انھوں نے ایک ہزار دینار ان کے لیے بھیجا یہ لے کر اپنی بیوی کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دینار بھیجے ہیں جو تم دیکھ رہی ہو۔ بیوی نے کہا، اگر تم ان سے چمڑا اور اناج خرید لو اور انھیں ذخیرہ کر لو تو بہتر ہے۔ سعید کہنے لگے میں تجھے اس سے بہتر کام نہ بتاؤں، وہ یہ ہے کہ ہم یہ مال اسے دیتے ہیں جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے لیے تجارت کرے، اس کا منافع ہم کھائیں اور اس کی ضمانت بھی اسی تاجر کے ذمہ ہو، بیوی نے کہا ٹھیک ہے۔ انھوں نے اس سے چمڑا اور اناج خریدا، دو غلام خریدے، دو اونٹ خریدے اور ان پر غلہ لادتے اور لوگوں کی ضروریات کے مطابق انھیں غلہ دیتے اور ضرورتمندوں اور محتاجوں پر تقسیم کرتے۔

کچھ دیر بعد ہی بیوی نے کہا۔ اتنا اتنا مال ختم ہو گیا ہے اگر آپ اس تاجر کے پاس جائیں اور اپنا منافع لے لیں اور خود خرید و فروخت کریں تو اچھا نہ ہوگا۔ بیوی نے یہ دو بار کہا یہ خاموش رہے حتیٰ کہ کافی اذیت میں مبتلا کر دیا یہ گھر میں رات سے رات کو داخل ہونے لگے ایک گھر کا آدمی تھا وہ یہ سعید کا آنا جانا دیکھ رہا تھا۔ ان کی بیوی سے کہا تو نے سعید کو کیا تکلیف دی ہے۔ وہ مال کا صدقہ کرتے ہیں تجارت نہیں کرتے یہ سن کر وہ اس مال کے ختم ہونے کے افسوس میں رونے لگی۔ ایک دن سعید اپنی بیوی کے پاس آئے اور کہا: ذرا صبر سے بات سننا میرے ساتھی تھے۔ جو قریب ہی زمانہ سے مجھ سے جدا ہوئے ہیں۔ میں نے بھی یہاں نہیں رہنا اس لیے میں ان سے رخ نہیں موڑنا چاہتا جو وہ کہ نیکی کرتے تھے وہی میں نے کر لی ہے خواہ مجھے ساری دنیا مل جائے اور اگر بہشتوں کی حوروں میں سے ایک حور، آسمان سے زمین کی طرف جھانکے تو ساری زمین جگمگا اٹھے۔ اس کے چہرے کی ضوء افشانی، آفتاب و ماہتاب پر چھا جائے اور اس کا معمولی دوپٹہ جو اسے پہنایا گیا ہے وہ دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے میں ان کے حصول کے لیے مال خرچ کر رہا ہوں۔ میں ان کو حاصل کرنے کی خاطر تجھے تو چھوڑ سکتا ہوں انھیں نہیں چھوڑ سکتا یہ سن کر بیوی نے آنسو صاف کیے اور ان کے اس نیک عمل پر رضا مند ہو گئی۔ ❶

ایک اہم پیغام امرائے اسلام کے نام:

ہم یہ واقعہ نہایت اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں جو کہ ہر ذمہ دار کے لیے نصیحت آموز ہے خواہ چھوٹی رعیت کا نگران ہو، خواہ بڑی سلطنت کا نگران ہو۔ تا کہ ہر ایک یہ سبق حاصل کرے، کہ حکومت و ولایت ایک تکلیف دہ چیز ہے یہ کوئی تشریف افزاء نہیں یہ ایک امانت ہے روزِ قیامت اس کے متعلق پوچھا جائے گا اور اگر اسے صحیح نہ نبھایا گیا تو یہ رسوائی اور ندامت کا باعث ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ۝﴾ (الصافات:٢٤)

''انھیں کھڑا کرو بے شک ان سے سوال کیا جائے گا۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَّ هُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔" ❷

---

❶ صفة الصفوة:١/ ٢٧٨.

❷ متفق عليه، عن ابن عمر، صحيح الجامع: ٤٥٦٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اپنی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا امام نگران ہے وہ اپنی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''مَا مِنْ رَّجُلٍ يَلِيْ اَمْرَ عَشْرَةٍ فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ اِلَّا اَتَى اللّٰهَ مَغْلُوْلًا يَدُهٗ اِلٰى عُنُقِهٖ فَكَّهٗ بِرُّهٗ اَوْ اَوْثَقَهٗ اِثْمُهٗ اَوَّلُهَا مَلَامَةٌ وَ اَوْسَطُهَا نَدَامَةٌ وَ آخِرُهَا خِزْيٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ۔''[1]

''جو آدمی بھی دس افراد یا اس سے اوپر پر سر پرست مقرر ہوا اسے جب اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا تو اس کے ہاتھ اس کی گردن پر بند کر دیے جائیں گے اس کی نیکی انھیں کھولے گی یا پھر اس کا گناہ اسے اور جکڑ دے گا سلطنت کا اوّل ملامت ہے اس کا اوسط ندامت ہے اس کا آخر قیامت کے روز ذلت ہے۔''

آہ یہ وہ اہم کلمات ہیں جو دلوں کو سینہ سے باہر نکالتے ہیں اور جگر چھلنی کرتے ہیں ہم مہیب منظر آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود صحیح وسلامت زندگی گزار رہے ہیں۔

جب امیر حمص فقیر نکلا:

یہ امیر المومنین! حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ حمص، شہر کے باسیوں میں سے قابل اعتماد ساتھیوں کو کہتے ہیں یہاں کے فقراء کے ناموں کی فہرست تحریر کریں اور مجھے بھیجیں، جب یہ خط ان تک پہنچا اس فہرست کو اٹھا کر دیکھا تو ان فقراء میں سعید بن عامر بن حذیم رضی اللہ عنہ امیر حمص بھی شامل ہیں۔ پوچھا یہ سعید بن عامر کون ہے کہا یہ ہمارے امیر ہیں کہا تمہارے امیر کہا جی ہمارے امیر جو ہیں وہی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو سراپائے تعجب بن گئے۔

کہا تمہارا امیر فقیر کیسے بنا، اس کے عطیات کہاں جاتے ہیں اس کا وظیفہ کیا ہے۔

لوگوں نے بتایا اے امیر المومنین! وہ اپنے پاس کچھ بھی روک کر نہیں رکھتے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے پھر ایک ہزار دینار لیا اسے تھیلی میں بند کیا اور ان کی طرف بھیجا اور کہا: انھیں میرا سلام کہنا اور کہنا کہ یہ امیر المومنین نے بھیجا ہے اور انھیں اپنی ضرورت پر صرف کرنا جب ایلچی وہ تھیلی سعید کے پاس لایا، دیکھا تو اس میں دینار تھے۔

انا للہ کہنا شروع کر دیا بیوی کہتی ہے کیا ہوا۔ خدانخواستہ امیر المومنین فوت ہو گئے ہیں کہا اس سے بھی بڑا کام ہوا ہے کہنے لگی، بتائیں تو سہی کیا ہوا ہے۔ کہا: میرے پاس دنیا کا مال آیا ہے اور فتنہ رونما ہوا ہے۔ بیوی نے کہا: جو چاہتے ہو کرو۔ کہا میری مدد کرو، کہنے لگی ہاں میں حاضر ہوں یہ کہہ کر ایک چھوٹی سی زرہ لی، دینار اس میں رکھے اور اسے ایک ٹوکرہ میں رکھ دیا اور مسلمانوں کے لشکر میں بانٹ دیئے۔ بیوی نے کہا۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، کچھ تو اپنے تعاون کے لیے رکھ لیتے، کہا میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: اگر جنت کی خواتین میں سے ایک خاتون

---

[1] احمد، عن ابی امامة و حسنه الالبانی فی صحیح الجامع :۵۷۱۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہلِ زمین پر جھانکے، تو اس کی خوشبو پوری دنیا کو معطر کردے اور کستوری کی مہکار پیدا کردے۔ میں ان کے حصول کے لیے خرچ کررہا ہوں۔ واللہ! میں ان حوروں پر تجھے ترجیح نہیں دے سکتا یہ سن کر بیوی خاموش ہوگئی۔ [1]

تاریخ کی پیشانی کا جھومر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسب عادت والیانِ مملکت کے حالات کی خبر گیری کے لیے جاتے ہیں اندیشہ یہ تھا کہ کہیں دنیا کی محبت و میلان ان کے دلوں میں نہ اتر چکا ہو۔ دوسری وجہ یہ تھی ان علاقوں میں سے کسی علاقہ یا شہر میں کوئی ظلم و زیادتی رونما نہ ہوئی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جائزہ لیتے ہوئے جب حمص پہنچتے ہیں تو انھیں مخاطب کیا اے حمص والو! تمہارا گورنر کیسا ہے انھوں نے گورنر کی شکایت کی۔ حمص والوں کو چھوٹے کوفے والے کہا جاتا تھا کیونکہ یہ بھی کوفیوں کی طرح گورنروں اور عاملوں کی شکایات کیا کرتے تھے، کہنے لگے۔ ہمارے گورنر میں چار چیزیں ہیں جو لائقِ شکایت ہیں۔

۱: یہ تب باہر آتے ہیں جب دن اچھی طرح اوپر چڑھ آتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو بہت بڑی شکایت ہوئی کہا اور کیا ہے انھوں نے کہا۔

۲: رات کو کوئی بلائے تو یہ جواب نہیں دیتے۔ کہا یہ بھی عظیم بات ہے۔ کہا اور کہو۔ انھوں نے کہا۔

۳: مہینہ میں ایک دن ایسا آتا ہے یہ باہر نہیں آتے۔ کہا یہ بھی بڑی شکایت والی بات ہے کہا اور بتاؤ، انھوں نے کہا۔

۴: انھیں وقتاً فوقتاً غشی آتی رہتی ہے۔

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت سعید اور ان شکایت کرنے والوں کو یکجا کرتے ہیں اور یہ دعا کرنے کے بعد کہ اے میرے اللہ! آج میرے انتخاب کی لاج رکھنا۔ پھر ان لوگوں سے کہتے ہیں اب اعتراضات دہراؤ، انھوں نے اعتراض نمبر (۱) دہرایا کہ یہ دن بلند ہونے کے بعد آتے ہیں۔

حضرت سعید نے کہا میں یہ بتانا نہیں چاہتا تھا مگر اب بتانا مجبوری ہے۔ میرے گھر میں نوکر نہیں، میں آٹا گوندھتا ہوں۔ پھر بیٹھا انتظار کرتا ہوں۔ وہ خمیر بنتا ہے پھر میں روٹی پکاتا ہوں کھاتا ہوں اور پھر وضوء کرنے کے بعد باہر آتا ہوں پھر انھوں نے دوسری شکایت دہرائی کہ رات کو جواب نہیں دیتے اس کا جواب انھوں نے یہ دیا کہ میں نے دن لوگوں کے لیے رکھا ہے اور رات اللہ عزوجل کے لیے خاص کر رکھی ہے اس کا ذکر کرتا ہوں۔

انھوں نے کہا ایک دن باہر نہیں آتے تو حضرت سعید نے یہ کہا میرا خادم نہیں جو میرا لباس دھوئے لباس میں خود دھوتا ہوں۔ دوسرا لباس بھی نہیں یہ لباس، سوکھتا ہے تو میں اسے پہنتا ہوں، پھر دن کے آخر میں باہر آتا ہوں۔

انھوں نے کہا ان پر غشی طاری ہوتی ہے تو اس کا جواب حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے یہ دیا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی قتل گاہ میں حاضر تھا۔ وہ تصور دردناک جب یاد آتا ہے تو میں پشیمان ہوتا ہوں خواہ میں مشرک تھا مجھے ان کی نصرت کرنی چاہیے تھی۔ اس منظر کو یاد کرکے جب کہ ان کے وجود کو چور چور کیا جارہا تھا۔ وہ پھر بھی کہہ رہے تھے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں

[1] صفة الصفوة:١/ ٢٨٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کانٹا برداشت نہیں کر سکتا سولی چڑھتے کیسے برداشت کروں گا یہ یاد کر کے مجھے غم ہوتا ہے شاید میرا یہ جرم بخشا بھی جائے گا یا کہ نہیں تو مجھ پر غشی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔

یہ سوال و جواب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس نے میری فراست کو جس کے ذریعہ میں امراء کا انتخاب کرتا ہوں۔ اسے داغدار نہیں ہونے دیا اور انھیں ایک ہزار دینار دیا انھوں نے کہا امیر المومنین مجھ سے بھی زیادہ حاجت مند ہیں، انھیں دے دو، ان کے گھر بتائے تو یہ انھیں بھیج دیئے گئے اور بیوی نے کہا۔ ان میں سے ہمیں نوکر رکھ دو، کہا ہم آخرت کے نوکر بنا رہے ہیں۔ وہاں زیادہ ضرورت ہے۔ [1]

ایک مسلمان کو ایسا ہی ہونا چاہئے اس فانی دنیا کا مال و متاع جو ہے اسے خاطر میں نہ لائے بلکہ ہمیشہ بہشتوں کے لازوال انعامات کو ہی مدنظر رکھے یہ وہ نعمتیں ہیں جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا، نہیں کسی کان نے سنا نہیں کسی دل پر ان کا کھٹکا نہیں ہوا۔

کوچِ رحلت:

زہد و ورع، اور ایثار سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد حضرت سعید رضی اللہ عنہ بستر برگ پر دراز ہوتے ہیں اور جان، جان آفریں کے سپرد کرتے ہیں اور حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے ہیں۔

رضی اللّٰہ عنه و عنهم اجمعین

اپنی تو وہ مثال ہے جیسے کوئی درخت
دنیا کو چھاؤں بخش کر خود دھوپ میں جلے

---

[1] صفة الصفوة:١/ ٢٨٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

50

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی زندگی کے پر بہار لمحات

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ وہ شیر دل اور بہادر فرزند اسلام ہیں جو قسطنطنیہ کی دیوار کے نیچے دفن ہیں اور یہ اس منصبِ خاص سے شرفِ یاب ہوئے ہیں کہ کائنات کی سب سے بہتر ہستی کے مدینہ میں میزبان تھے۔ کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس دنیا کا باسی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے بہرہ ور ہوا ہو۔ خواہ خواب میں ہی دیکھا ہے ایسے خوش نصیب کی مسرت و فرحت تصور سے بھی بڑھ کر ہے اور اس کا اندازہ لگائیں جس نے آپ کو حالت بیداری میں دیکھا ہو وہ کتنا زیادہ خوش ہوگا اور ہم جیسے لوگ اس خوشی کو کیسے احاطۂ تحریر میں لاسکیں گے جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی کہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے میزبان تھے آپ نے ان کے ہاں نزول فرمایا۔ واللہ! ہمارا قلم اس مقامِ پروقار کو بیان کرنے سے بے بس ہے۔

اور انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں:

عبدالرحمن بن عُویم بن ساعدہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری قوم کے لوگوں نے بتایا جو کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تھے، انھوں نے کہا جب ہم نے یہ سن لیا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے روانہ ہو چکے ہیں، ہم آپ کے لیے سراپائے انتظار بن گئے۔

ہمارا طریقہ یہ تھا کہ ہم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو باہر چلے جاتے اور حرہ مقام پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے۔ حتیٰ کہ جب آفتاب کی حرارت ہمیں سایہ میں بیٹھنے پر مجبور کرتی تو ہم سائے میں بیٹھ جاتے جب وہ سائے بھی ختم ہو جاتے تو پھر ہم مدینہ میں واپس آجاتے۔ دن سخت گرم تھے۔ جب وہ سعادت بھرا دن آیا، جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف آور ہوئے ہم حسبِ سابق بیٹھے تھے سایہ نہ رہا تو ہم ابھی گھروں میں داخل ہو رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے سب سے پہلے جس نے آپ کو دیکھا وہ یہودیوں میں سے ایک آدمی تھا اس نے دیکھا تھا جو کچھ ہم نے روزانہ سے معمول بنا رکھا تھا کہ ہم آپ کی آمد کے منتظر ہیں اس نے بلند آواز سے کہا اے انصار کے گروہ! یہ تمہارا مطلوب آ گیا ہے جس کا روزانہ انتظار کر رہے تھے۔

یہ سنتے ہی ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب روانہ ہو گئے آپ ایک کھجور کے سائے میں جلوہ گر تھے اور آپ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ جو آپ کے ہم عمر تھے ہم میں سے اکثر نے اس سے پہلے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہ تھا لوگوں نے آپ کو ملنے کے لیے بھیڑ کردی۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان فرق نہ کر سکے۔ تب پہچان ہوئی جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کردیا اپنی چادر اوپر تان دی تب ہم نے پہچانا کہ یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ [1]

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم میزبان کے گھر میں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف آور ہوئے تو مدینہ کے بالائی علاقہ میں ایک قبیلہ تھا جسے بنوعمرو بن عوف کہتے ہیں۔ ان میں اترے۔ وہاں آپ چودہ دن رہے پھر بنونجار کی ایک جماعت کو آپ نے پیغام بھیجا تو وہ تلواریں گلے میں حمائل کیے حاضر ہوگئے۔

منظر یہ تھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، سواری پر سوار ہیں، پیچھے یارِ غار حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سوار ہیں اور انصار کی جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے میں لیے جارہی تھی۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے آنگن میں اترتے ہیں تفصیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں نماز پڑھ لیتے تھے آپ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھتے ہیں اس کے بعد آپ نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا، بنونجار کی ایک جماعت کو پیغام بھیجا وہ آئے فرمایا۔ اے بنونجار! اپنے اس باغ کی قیمت طے کرو انھوں نے کہا نہیں واللہ! ہم نہیں لیں گے ہم اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو میں کہتا ہوں، وہی ہوگا اس کی قیمت لینا پڑے گی وہاں، مشرکوں کی قبریں تھیں۔ اس میں ناہموار جگہ بھی تھی، اس میں کھجوروں کے درخت بھی تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مشرکوں کی قبروں کو اکھاڑ دیا جائے اور ناہموار سطح کو ہموار کیا جائے اور کھجوروں کو کاٹ دیا جائے، کاٹ کر لوگوں نے درختوں کو قبلہ رخ قطار میں رکھ دیا اور پتھر سے مسجد کی دہلیز بنائی، بناتے ہوئے چٹانیں منتقل کررہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساتھ ساتھ یہ اشعار دہراتے تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ انھیں دہراتے جارہے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَة
فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَة

''اے میرے اللہ! بھلائی تو صرف وہی ہے جو آخرت کی بھلائی ہے۔ انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔ [2]

مسجد کی تعمیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس محلہ سے اللہ کے حکم کے ساتھ سوار ہوتے ہیں کہ مدینہ کے اندرون میں تشریف

---

[1] بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیهقی فی الدلائل: ۲/ ۴۹۸، ابن ہشام کا خیال ہے لوگ بیان کرتے ہیں کہ آپ کلثوم بن ہدم جو بنوعمرو بن عوف کے بھائی تھے آپ ان کے ہاں اترے، وضاحت آگے آرہی ہے۔ (سیرة ابن هشام: ۲/ ۱۰۰)

[2] کتاب: ۳۹۳۲، کتاب مناقب الانصار.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لائیں، بنو سالم بن عوف میں جمعہ کا وقت ہوا تو آپ ﷺ نے انھیں اس مسجد میں جو وادی کے اندر موجود تھی وہاں جمعہ پڑھایا اس کے بعد آپ ﷺ سوار ہوئے تو ان لوگوں نے رسولِ اکرم ﷺ کی سواری کی نکیل پکڑ لی اور دعوت دی، حضرت، ہماری تعداد و تیاری کافی ہے۔ آپ ادھر ہی ٹھہر جائیے گا ہم آپ کی پوری حفاظت کا گر جانتے ہیں۔ [1]

انصار اگرچہ زیادہ اصحاب ثروت و دولت نہ تھے مگر ہر ایک کی آرزو یہی تھی کہ رسولِ اکرم ﷺ اس کے ہاں اتریں انصار کے جس گھر کے پاس سے گزرتے وہی سواری کی لگام تھام لیتا کہ یہ محفوظ مقام ہے اور ادھر تشریف لائیں۔ آپ ﷺ ان سے کہتے تھے۔

"خَلُّوْا سَبِیْلَھَا فَاِنَّھَا مَامُوْرَۃٌ"

"اس کا رستہ چھوڑ دو، یہ حکم کی پابند ہے۔"

آپ چلتے رہے حتیٰ کہ وہاں پہنچے جہاں اب مسجد نبوی ہے تو سواری یہاں بیٹھ گئی۔ آپ اس سے نیچے نہیں اترے، اس وقت تک اوپر رہے۔ حتیٰ کہ سواری کچھ دیر بیٹھی اور تھوڑا سا چلی، پھر پیچھے مڑ کر دیکھا اور واپس ہوئی اور پھر پہلی جگہ پر ہی بیٹھ گئی۔ آپ ﷺ اس سے نیچے اترے، یہ بنو نجار کے گھر تھے۔ جو کہ آپ کے ماموں تھے یہ اللہ کی توفیق تھی کہ سواری وہاں رکی۔ آپ کی تمنا بھی یہی تھی کہ آپ اپنے ماموؤں کو ہی جلوہ آرائی کا شرف بخشیں۔ اب لوگ رسولِ اکرم ﷺ سے درخواست کر رہے ہیں کہ ہمارے ہاں ٹھہریں مگر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جلدی سے آپ کو اپنے گھر میں لے جاتے ہیں اور سواری گھر میں داخل کر لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنی سواری کے ساتھ ہی رہتا ہے لہٰذا یہیں رہیں گے۔

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ ﷺ کی سواری کی لگام حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے بھی پکڑی تھی مگر حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے کہا ہمارے قریب ترین کونسا گھر ہے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ﷺ یہ میرا گھر ہے یہ اس کا دروازہ ہے فرمایا جاؤ پھر میرے دوپہر کے آرام کے لیے جگہ تیار کرو اور دوسروں کو برکت کی دعا دیتے ہوئے جانے کی اجازت دے دی۔ [2]

واہ! کیا شان ہے اس گھر کی:

مکہ مکرمہ میں، دعوتِ اسلام کا مرکز، ارقم بن ابی ارقم مخزومی کا گھر تھا تو اب مدینہ منورہ میں ہمارے شاہسوار، ان صفحات میں جن کے زندہ و جاوید کارنامے ہم تحریر کر رہے ہیں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر ایمان کے روح پرور جھونکوں سے معطر گھر تھا۔ جو ہدایت کا منبع تھا واہ کتنا اچھا یہ گھر ہے اور کتنا اچھا اس میں بسنے والا ہے۔

---

[1] زاد المعاد: ۲/ ۵۹.

[2] سیرۃ ابن ھشام: ۳/ ۳۴۳، ابن سعد: ۱/ ۱۸۳، البدایۃ والنھایۃ: ۳/ ۳۲۴، زاد المعاد: ۳/ ۳۲۴، رحمۃ للعالمین: ۱/ ۱۰۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس جلیل القدر صحابی اور عظیم شاہسوار، حضرت ابوایوب انصاری، خزرجی نجاری، بدری اور سیدِ کبیر کی سیرت کے گلستانِ بو قلموں کے پھولوں کو ہم سونگھیں تو عنبر خوشبو سے زیادہ تازگی محسوس ہوتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونجار میں اتر کر انھیں خصوصی عظمت سے نوازا ہے۔ یہ ہمارے سید وحبیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے میزبان ہیں۔ آپ کے جانثار ساتھی اور جاندار شاہسوار ہیں۔ ان کی مہکتی ہوئی صفات تو پہلے ہی کافی ہیں جو عطر بیزی کر رہی ہیں مگر سب سے بڑا اشرف یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں قدم رنجا فرما کر چار چاند لگا دیے ہیں۔

امام سبکی رحمہ اللہ نے کیا ہی خوب کہا ہے اور کمال کر دیا ہے۔

نَزَلْتَ عَلٰی قَوْمٍ بِاَیْمَنِ طَائِرٍ
لِاَنَّكَ مَیْمُوْنُ السَّنَا وَالنَّقِیْبَةِ

”آپ ایک ایسی قوم کے ہاں اترے ہیں جن کے نصیب مبارک ہیں کیونکہ آپ کی نقابت اور مقدر کی جھلک برکت والی ہے۔“

فیالِبَنِیْ النَّجَّارِ مِنْ شَرَفٍ بِهٖ
یَجُرُّوْنَ اَذْیَالَ الْمَعَالِیْ الشَّرِیْفَةِ

”بنونجار، تمھارے شرف کے کیا کہنے شرافتوں اور عالی مرتبتوں کے دامن اپنی طرف کھینچ رہے ہو۔“

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں، اللہ عزوجل کے حکم کے ساتھ اترنا ایک عظیم سبقت اور عظمت ہے، عموماً تمام انصار کے لیے یہ نسبت بلند ہے اور بنونجار کے لیے تو یہ ایک خاص لائقِ فخر بات ہے اور لوگوں کو اسی قسم کی چیزوں پر فخر کرنا چاہیے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ﴾ (المطففین:۲۶) [1]

ضیافت کی تاریخ ساز کہانی، خود ان کی زبانی:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر میں رونق افروز ہو کر اترے تو انھیں کس قدر، شدید فرحت و انبساط حاصل ہوئی کہ اس سے ان کا ہر موئے جسم، محظوظ ہوا اور انگ انگ مستا گیا، اس دلربا داستان کو ان کی زبانی سنتے ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے گھر میں اترے تو وہ نچلی منزل میں جلوہ آراء ہوئے ہیں اور میری بیوی ام ایوب بالا خانہ میں رہنے لگے۔ میں نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں یہ پسند نہیں کرتا اور مجھ پر یہ بھی گراں گزرتا ہے کہ میں اوپر ہوں اور آپ نیچے ہوں، آپ اوپر والی جگہ پر تشریف لے جائیں اور ہم نیچے اتر جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے ملاقات

[1] فرسان من عصر النبوة: ۲۴۰۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کرنے والوں کے لیے اور میرے پاس آنے جانے والوں کے لیے نیچے رہنا ہی بہتر ہے۔

دوسری روایت میں وضاحت ہے، فرماتے ہیں کہ پہلے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیچے رہے، ہم اوپر رہنے لگے تو ایک رات میں بیدار ہوا اور خیال آیا، ہم اوپر چل رہے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیچے ہیں یہ سوچ کر میں اور میری بیوی نے ایک کونے میں رات گزار دی، صبح ہم نے اس کا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور عرض کی آپ اوپر تشریف لے جائیں آپ ملاقاتیوں کی سہولت کے لیے نیچے ہی رہے تو میں بھی نیچے آجاتا ہوں کہ میں اس گھر کے چھت پر نہیں رہ سکتا جس کے نیچے آپ رہتے ہوں۔ ❶

فرماتے ہیں میں بالا خانہ میں تھا وہاں پانی گر گیا میں اور میری بیوی نے روئی لی اور جہاں جہاں پانی تھا اس کا پیچھا کرتے رہے اور اسے خشک کر دیا کہ نیچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کو تکلیف نہ ہو۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا پکا ہوا کھانا بھیجتے تھے تو میں دیکھتا کہ آپ کی انگلیوں کے نشانات کہاں ہیں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت حاصل کرنے کے لیے انھیں تلاش کرتا اور وہاں سے کھاتا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں تقریباً سات ماہ تک رہے۔ وہ آپ کا بے حد احترام کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جس جگہ پر آپ کی اونٹنی مبارک بیٹھی تھی اس جگہ پر مسجد شریف تعمیر کی، تو پھر آپ حجروں میں منتقل ہو گئے جو مسجد کے گرد آپ کی بیویوں کے لیے بنائے گئے تھے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسروں کی بہ نسبت قریب ترین پڑوسی تھے۔ انصار میں سے یہ خصوصیت بھی انھیں ہی حاصل تھی۔ کہ اتنی اچھی ہمسائیگی مل گئی۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ انصار کے معزز افراد میں سے تھے۔ اور عمل میں مخلص تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بحرِ بیکراں میں فنا تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا روزانہ محفوظ کرتے تھے۔ جب تاخیر ہو جاتی اسی وقت آپ تک نہ پہنچتے تو گھر والوں کو کھلا دیتے۔ ❷

اہم فائدہ:...... حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر، جو اس رفیع و وقیع شرف والا تھا۔ بعد میں ان کے مولیٰ افلح کے پاس آیا پھر ان سے مغیرہ بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام نے ایک ہزار دینار میں خریدا اور جو اس میں کمزوری آئی تھی اسے درست کیا اور مدینہ منورہ میں سے اہل بیت کے ایک فقیر کو دے دیا۔ ❸

حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوپہر کے وقت سخت گرمی میں مسجد کی طرف آتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور کہا: اے ابوبکر! اس وقت کیسے باہر آئے۔ کہا: سخت بھوک نے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔

---

❶ مسلم: ۳/ ۱۷۱، (۱۶۲۳، کتاب الفتن)　❷ فرسان من عصر النبوۃ: ٦٤٦.

❸ البدایۃ والنھایۃ: ۳/ ۲۰۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ! میں بھی بھوک ہی کی وجہ سے باہر آیا ہوں۔ ابھی یہ دونوں بزرگ بات، چیت سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ رسول اکرم ﷺ نمودار ہوتے ہیں۔ فرمایا، تم دونوں اس وقت کیسے باہر آئے ہو۔ انھوں نے عرض کی۔ ہم سخت بھوکے ہیں، باہر آئے ہیں کہ کچھ کھانے کی چیز تلاش کریں۔

رسولِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم میری جان جس کے ہاتھ میں ہے میں بھی اسی وجہ سے آیا ہوں، چلو کھڑے ہوجائیں میرے ساتھ چلیں اب یہ تینوں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر آتے ہیں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ روزانہ رسول اکرم ﷺ کے لیے کچھ کھانے کے لیے رکھا کرتے تھے۔ یہ چیز کو اس وقت تک رہنے دیتے تھے جس میں آپ ﷺ ان کے گھر تشریف لاتے تھے اگر آپ اس مقررہ وقت پر نہ آتے تو پھر وہ چیز اپنے گھر والوں کو کھلا دیا کرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ جب ان کے دروازے تک پہنچے تو دستک دی۔ حضرت ابو ایوب انصاری کی اہلیہ اُمّ ایوب باہر آئیں۔ نبی ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھ کر کہنے لگیں اللہ کے نبی اور ساتھیوں کو مرحبا کہتی ہوں، جی آیاں نوں۔

نبی اکرم ﷺ ان کی اہلیہ سے دریافت کرتے ہیں۔ ابو ایوب کہاں ہیں۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی آواز سن لی وہ قریب ہی کھجوروں کے باغ میں کام کر رہے تھے۔ جلدی سے آتے ہیں اور کہتے ہیں، مرحبا، رسولِ اکرم ﷺ اور ساتھیوں کے لیے، جی آیاں نوں اس کے ساتھ فوراً کہا، اے اللہ کے نبی! یہ وقت آپ کی عادت کا نہیں کیسے آنا ہوا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ لیکن بھوک نے وقت بدل دیا ہے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ جاتے ہیں اور نخلستان سے ایک ٹہنی کاٹ لاتے ہیں، جس میں خشک، تر اور ڈوکے کھجوریں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرا ارادہ تو یہ تھا اسے کاٹنا نہ تھا۔ صرف کھجوریں اتار لیتے۔ کہنے لگے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! میری خواہش تھی کہ آپ خشک، تر اور ڈوکے ہر قسم کی کھجور کھائیں اس لیے میں ٹہنی ہی لے آیا ہوں اور میں آپ کا کھانا تیار کرنے کے لیے جانور ذبح کرتا ہوں۔ فرمایا اگر ذبح کرنا ہے تو پھر دودھ دینے والے جانور کو ذبح نہ کرنا۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ ایک بکروٹا ذبح کرتے ہیں اور بیوی سے کہتے ہیں۔ آٹا گوندھو اور ہمارے لیے روٹی پکاؤ، کیونکہ اس کی تم ماہر ہو اور گوشت حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے پکایا۔ جب کھانا پک کر تیار ہوا اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے چن دیا گیا تو رسولِ اکرم ﷺ نے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا اور وہ روٹی میں رکھا اور فرمایا۔

ابو ایوب! یہ لے جاؤ فاطمہ کو دے آؤ وہ بھی ہماری طرح کئی دنوں سے بھوک سے نڈھال ہے۔ جب نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کھانے سے فارغ ہوئے اور سیر ہو کر کھالیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: روٹی، اور گوشت، کھجوریں ہم نے اتنی نعمتیں کھائی ہیں اور ساتھ ہی آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں روزِ قیامت جن کے متعلق سوال ہوگا۔ اٹھتے ہوئے، رسولِ اکرم ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں۔ ابو ایوب! کل ہمارے پاس آنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ سے جو کوئی حسنِ سلوک کرتا آپ کی یہ خواہش ہوا کرتی تھی کہ اسے اس کا صلہ دیں۔ لیکن ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے یہ بات نہ سنی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ابو ایوب! آپ سے رسولِ اکرم ﷺ کہہ رہے ہیں۔ کہ کل مجھے ملنا حضرت ابو ایوب نے کہا۔ سر ماتھے پر، رسولِ اکرم ﷺ کا حکم ہے حاضر ہوں گا۔

دوسرے دن حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو آپ نے انھیں ایک نوعمر لونڈی بطورِ عطیہ عنایت فرمائی جو آپ کی خدمت کرتی تھی اور ساتھ ہی حکم فرمایا ابو ایوب اس سے اچھا برتاؤ کرنا ہمیں یہ لونڈی سراپائے خیر نظر آئی ہے یہ جب سے ہمارے پاس آئی ہے میں نے اسے اچھا پایا ہے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ گھر لوٹتے ہیں تو لونڈی ساتھ ہے جب ان کی اہلیہ حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو پوچھا اے ابو ایوب یہ کس کی ہے۔ کہا یہ ہمیں رسولِ اکرم ﷺ نے عنایت فرمائی ہے۔ تو اہلیہ کہنے لگی کتنا ہی معزز یہ عطیہ ہے اور کتنے ہی عظیم ہیں جنھوں نے یہ نوازش کی ہے؟ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ام ایوب! آپ ﷺ نے ہمیں اس سے خیر کا برتاؤ کرنے کے حکم دیا ہے۔ اہلیہ نے کہا، رسولِ اکرم ﷺ کا حکم جاری کرو۔ اسی پر عمل ہوگا۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ کی وصیت کا بہترین حل یہ ہے کہ ہم اسے آزاد کر دیتے ہیں یہ سب سے بہتر سلوک ہے۔ بیوی نے کہا۔ آپ کا فیصلہ بالکل درست ہے یہ تو عین اللہ کی توفیق کے مطابق کام ہے اور اسے آزاد کر دیا۔ [1]

ابو ایوب رضی اللہ عنہ کامیاب انصاری:

واللہ! حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو کم از کم خراجِ تحسین ان الفاظ میں پیش کیا جا سکتا ہے کہ یہ کامیاب ہیں اور ایسے کامیاب ہیں کہ اس کے بعد کامیابی کا مطمحِ نظر اور کوئی چیز رہتی ہی نہیں۔ مگر ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی تعریف مزید کرنا چاہتے ہیں۔ یہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ خزرجی، نجاری، بدری ہیں یہ عظیم سردار ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بنو نجار میں اتر کر انھیں خاص مقام سے نوازا۔ اور آپ اس وقت تک وہاں رہے۔ حتیٰ کہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تیار ہوا اور آپ نے مسجد شریف تعمیر کی۔ [2]

یہ عقبہ کی بیعت میں شریک ہوئے بدر میں دادِ شجاعت دی، جب آپ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ان کے ہاں جلوہ آراء ہوئے اور جب آپ نے اپنی بیویوں کے حجرے بنائے اس وقت تک ان کے گھر میں ہی رہے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارگی قائم ہوئی۔ فتوحات میں شریک رہے، ہمیشہ غزوات کرتے رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ جب عراق کی جانب روانہ ہوئے تو مدینہ پر حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا تھا اور پھر واپس آئے تو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ مل کر خارجیوں کے خلاف لڑائی کی تھی۔ [3]

---

[1] صور من حیاۃ الصحابۃ: ۷۰.

[2] السیر للامام ذھبی: ۲/ ۴۰۲.

[3] الاصابہ: ۲/ ۲۰۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ قدر ومنزلت دلوں میں رکھتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ پر امیر تھے۔ حضرت ابو ایوب ان کے پاس آئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غایت درجہ ان کی عزت وتکریم بجا لائے اور کہا میں اس کے عوض تمہاری یہ خدمت کر رہا ہوں جو تم نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس اتارا تھا۔ گھر میں جو کچھ تھا، انھیں دیا، حتیٰ کہ وہ عطیات چالیس ہزار درہم تک پہنچ گئے۔ بلکہ ان کے لیے سارا گھر ہی لوٹا دیا اور کہا میں بھی اسی طرح تم پر اپنا گھر نچھاور کرتا ہوں جس طرح تم نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا گھر نچھاور کر دیا تھا۔ بتاؤ تمہارے ذمہ کتنا قرض ہے کہا۔ بیس ہزار درہم تو ابن عباس نے انھیں چالیس ہزار دیئے اور بیس غلام دیئے اور علاوہ ازیں گھر کا سامان دیا۔ ❶

حیاتِ درخشاں:

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے دنیا سے بے رغبتی اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو تھا اس کے حصول کے لیے زندگی وقف کر رکھی تھی، کسی حالت اور صورت میں بھی دنیا انھیں اپنی طرف مائل نہ کر سکی۔

حضرت سالم بیان کرتے ہیں میری شادی ہوئی تو میرے باپ حضرت عبد اللہ نے کچھ لوگوں کو دعوت دی، ان میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے، میرے گھر پر سبز پردے لگائے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ تو سر نیچے کیا تو دیکھا کہ گھر تو پردوں سے ڈھانپا گیا ہے۔ کہا۔ اے ابو عبداللہ! تم نے دیواروں کو پردوں سے ڈھانپ رکھا ہے میرے ابا جان نے کہا اے ابو ایوب میں شرمندہ ہوں بس عورتوں نے زبردستی ایسا کر دیا ہے۔ فرمایا: مجھے خدشہ ہے جس پر عورتیں غالب آ جائیں وہ پھر غالب ہی رہتی ہیں میں تمہارے گھر میں داخل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی میں تمہارا کھانا کھاؤں گا۔ ❷

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے نیکی کا حکم دیتے برائی سے منع کرتے تھے اور صرف رضائے الٰہی طلب کرنا مقصد تھا۔

محمد بن کعب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب، مروان کی مخالفت کرتے تھے۔ مروان نے کہا کیا وجہ ہے آپ میری مخالفت کرتے ہیں ایسا کیوں کرتے ہو کس چیز نے آمادہ کیا ہے اس کے جواب میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اگر تم ان کی موافقت کرو گے تو میں بھی تمہاری موافقت کروں گا اگر تم ان کی مخالفت کرو گے تو میں بھی تمہاری مخالفت کروں گا۔ ❸

---

❶ طبرانی من طریق محمد بن عبد اللّٰہ الحضرمی، عن ابی کریب بهذا الاسناد و رجاله ثقات الاحبیب بن ابی ثابت لم یسمع من ابی ایوب...... و اخرجه الحاکم: ۳/ ٤٦١، وصححه وافقه الذهبی، مجمع الزوائد:۹/ ۳۲۳.

❷ طبرانی:۳۸۵۳، تاریخ ابن عساکر:۵/ ۲۱۸، و اسناده قوی-ارنؤوط.

❸ مجمع:۲/ ٦۸، طبرانی:۳۹۹۳، و رجاله ثقات هیثمی فی المجمع:۲/ ٦۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک حدیث کی طلب میں طویل سفر:

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ مصر میں رہتے تھے ایک حدیث کے لیے گئے جو انھوں نے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھی تھی۔ جب یہ حضرت مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں پہنچے یہ اس وقت امیر مصر تھے۔ انھیں اطلاع دی کہ میں ابو ایوب آیا ہوں، وہ جلدی سے باہر آئے اور معانقہ کیا انھوں نے کہا ابو ایوب کیسے آنا ہوا کہا ایک حدیث ہے جو میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اب میں ہوں یا حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ باقی ہیں جنھوں نے سنی ہے ہمارے سوا اور کوئی نہیں رہا۔

لہٰذا میرے ساتھ آدمی بھیجو جو مجھے عقبہ کا گھر بتائے۔ انھوں نے آدمی بھیجا جو کہ انھیں حضرت عقبہ کا گھر بتائے۔ اب ان کے گھر آئے تو اپنی آمد کی اطلاع دی۔ وہ جلدی سے باہر آئے معانقہ کیا انھوں نے کہا کیسے آنا ہو۔ کہا ایک حدیث ہے جو میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور آپ نے بھی سنی ہے۔ اب صرف میں اور آپ ہی باقی ہیں اسے بیان کرنے والا اور کوئی نہیں رہا مجھے اچھی طرح یاد نہیں مگر وہ مومن کی پردہ پوشی کے بارے میں ہے۔

حضرت عقبہ نے کہا ہاں مجھے یاد ہے میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں۔ جو دنیا میں مومن کی غلطی پر پردہ پوشی کرتا ہے روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کریں گے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: عقبہ! بالکل درست ہے پھر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اپنی سواری کی طرف آتے ہیں۔ ٹھہرتے نہیں۔ مدینہ کی جانب واپس روانہ ہونے کے لیے اس پر سوار ہوتے ہیں۔ اور چل دیتے ہیں۔

حضرت مسلمہ بن مخلد نے جو بھی انعام وغیرہ یا کھانے کی چیز بھیجی تھی وہ عریش مصر' مقام پر ان کے پیچھے پہنچائی۔ [1]

چھان ماری ہم نے خاک صحرائے نجد کی
مجنوں کا نام ہو گیا قسمت کی بات پر

یادگار موقف:

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس حادثہ اور دلفگار سانحہ میں جو کہ جھوٹ کے طوفان نے رونما کیا تھا۔ جس کا سرغنہ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر خود ساختہ تہمت لگائی گئی۔ اس میں کچھ مسلمان بھی گھس گئے اس کی وجہ سے ہلاکت خیزی پیدا ہوئی اور ہلاک ہونے والے ہلاک ہو گئے۔

مگر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس میں ایک مومن صادق اور دلِ باصفا اور باوفا کے ساتھ بہترین کردار کا مظاہرہ کرتے ہیں جو بدگمانی سے پاک اور خیر و صلاح والا موقف تھا یہ تو عام مسلمانوں کے ساتھ اچھا گمان رکھتے تے۔ ام المومنین، طاہرہ مطہرہ جو سات آسمانوں کے اوپر براءت یافتہ خاتون تھیں ان کے بارے میں یہ کیسے غلط خیالات ظاہر کر سکتے تھے۔

[1] احمد، حمید، خطیب بغدادی فی الرحلۃ فی طلب الحدیث میں بیان کی ہے۔ ۱۱۸۵، حسن مجموع الطرق.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴾ (النور: ١٢)

''جب تم نے اسے سنا تھا تو مومنوں اور مومن عورتوں نے اپنی جانوں میں اچھا گمان کیوں نہ پیدا کیا اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ ظاہر طوفانِ بدتمیزی ہے۔''

اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ آیۂ مبارکہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے ان کی اہلیہ حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا نے کہا اے ابو ایوب! تم نے سنا ہے یہ لوگ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں ہاں ہاں میں نے سنی ہیں اور یہ صاف جھوٹ ہے اے ام ایوب! کیا تم یہ کر سکتی ہو؟ کہا: نہیں۔ واللہ! کبھی ایسی حرکت نہیں کر سکتی۔ تو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے زیادہ بہتر ہیں وہ کیسے کر سکتی ہیں۔ تو اس آیۂ مبارکہ میں وہی بیان ہوا جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ نے کہا تھا۔ [1]

اللہ کی راہ میں جہادی کارنامے:

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کسی بھی معرکہ سے پیچھے نہیں رہے جب بھی مسلمانوں نے غزوہ کیا یہ ساتھ ہی ہوتے تھے۔ ان کا آخری معرکہ جس میں یہ شریک ہوئے یہ وہ تھا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ کیا جو ان کے بیٹے یزید کی سرکردگی میں تھا جو قسطنطنیہ کی فتح کے لیے روانہ ہوا تھا۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اس وقت کافی عمر رسیدہ تھے یہ اپنی عمر کی ۸۰ برس کی دہلیز پر قدم رکھ رہے تھے اس کے باوجود دشمن سے ملاقات کرنے کی تمنا لیے ساتھ روانہ ہوتے ہیں رکتے نہیں۔

دشمن سے مقابلہ کی جگہ تک تھوڑا ہی فاصلہ رہ گیا تھا کہ بیمار پڑ گئے بیماری بھی ایسی کہ جس نے چلنے پھرنے سے عاجز کر دیا۔ یزید ان کے پاس ان کی تیمارداری کے لیے آتے ہیں اور کہتے ہیں کوئی ضرورت ہو تو بتائیں، کہنے لگے، ہاں ایک ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ میں جب فوت ہو جاؤں تو مجھے سواری پر رکھ لینا، اور جہاں تک ممکن ہو مجھے دشمن کی زمین کے اندر لے جانا۔ اگر یہ گنجائش نہ ہو تو پھر مجھے واپس لے آنا۔ جب حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فوت ہوئے یہ انھیں لے کر چلے اور دشمن کی سرزمین میں دفن کر دیا۔ اس سے پہلے فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا﴾ (توبہ: ٤١)

''نکلو ہلکے ہو یا بوجھل ہو۔''

تو کہنے لگے میں یا تو ہلکا ہوں یا بوجھل ہوں لہٰذا ہر حال میں نکلوں گا۔

[1] مختصر ابن کثیر: ۳/ ۲٦٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آہ! یہ دیکھیں! حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی ضرورت کتنی ہی پیاری ہے۔ روح پرواز ہو رہی ہے اس وقت ہر بنی نوع انسان کا تصور و تخیل بے بس ہو جاتا ہے اور ہر حس و حرکت واماندہ رہ جاتی ہے مگر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہر چیز بھول جاتے ہیں یہ حاجت نہیں بھولے۔

اگرچہ میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیری یاد سے غافل نہیں ہوں میں

تم تو اسے ایک خیال تصور کرتے ہوں گے یا شعور سمجھتے ہوں گے نہیں نہ ہی یہ شعور ہے نہ ہی یہ خیال ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے اور ایسا حق ہے ایک دنیا اس کی شہادت دیتی ہے جو اس وقت موجود تھے ہم تو اس کی تصدیق کے لیے تیار نہیں ہمارے کان جو سنتے ہیں اور ہماری آنکھیں جو دیکھتی ہیں یہ حیران ہیں کیا یہ درست ہے جو حضرت ابوایوب نے کہا تھا لیکن ساری دنیا جانتی ہے یہ ایک سچ ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی یہ وصیت پوری کرتے ہوئے مزید آگے بڑھتے ہیں اور قسطنطنیہ کے وسط میں انھیں پہنچاتے ہیں آج بھی استنبول میں اس عظیم آدمی، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا وجودِ پاک جو کہ ایک عظیم جدو جہد کا سراپا تھا۔ قبر میں موجود ہے۔ ان کا ارادہ تھا کہ میرا آخری ٹھکانا وہاں ہو جہاں سے اسلامی لشکر گزرے، ان کے جھنڈے لہرائیں ان کے گھوڑے ہنہناتے ہوئے گزریں اور جہاں پر تلواروں کی جھنکار سنائی دے۔ ابوظبیان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے غزوہ کے لیے روانگی اختیار کی تو یہ بیمار ہو گئے کہا۔ میں جب فوت ہو جاؤں تو مجھے اٹھانا اور جب تم صف بندی کرو اور دشمن کے سامنے مقابلہ آراء ہوں تو مجھے اپنے قدموں کے نیچے ڈال دینا میں اس کی وجہ بتاتا ہوں۔

میں نے ایک حدیث رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے آپ فرماتے ہیں:

”مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔“[1]

”جو فوت ہوا اور وہ اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے گا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

واہ کتنا عظیم اور پختہ شوق وعزم ہے کہ جہاد کی فکر ہے۔ اس ذوق وشوق کی کوئی حد بندی نہیں۔ اس بوڑھے مجاہد پر اللہ راضی ہو۔ جو قسطنطنیہ کی فصیلوں کے نیچے دفن ہے اصمعی بیان کرتے ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے دفن کیے گئے ہیں اس پر عمارت بنا دی گئی ہے جب صبح ہوئی تو رومیوں نے کہا اے عرب کے گروہ رات کیا معاملہ پیش آیا ہے۔

مسلمانوں نے کہا: معاملہ یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ فوت

[1] ابن سعد: ۳/ ٤٨٤، وا سناده قوی ارنؤوط.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے ہیں۔ واللہ! اگر ان کی قبر اکھاڑی گئی تو تمہاری اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے اس علاقہ کے لوگ جب ان پر قحط سالی آتی تو ان کی قبر سے تختہ اٹھاتے تو انھیں بارش سے نوازا جاتا۔ ❶

واہ......!! وہ عابد جس نے ساری زندگی اس یقین پر گزاری کہ نصرتِ الٰہی پر پختہ ایمان تھا۔ جو اپنے نورِ بصیرت سے قسطنطنیہ کی زمین کو دیکھ رہا ہے۔ کہ اس میں اسلام نے مضبوط جڑیں پکڑ لی ہیں۔

اور اس علاقہ کے میدانوں میں نورِ اسلام داخل ہو چکا ہے اور اس کا ہر بقعہ آفتاب اسلام کی ضوء ریزی سے جگمگا اٹھے گا۔

شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

❶ تهذيب ابن عساكر: ٥/ ٤٦، منقول از سير: ٢/ ٤١٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

51

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حسین پہلو

سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"اِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ يَا زَيْدُ."

''اے زید تجھے اللہ تعالیٰ نے سچا قرار دیا ہے۔''

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک سر برآوردہ صحابی ہیں ان کا قلب و قالب اور روح و جسم اس دین کے ساتھ حرکت کرتا تھا۔ یہ ایسے شرف و فضل اور منقبت و عظمت کے ساتھ سرخرو ہوئے ہیں کہ ساری کی ساری دنیا بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

مدینہ منورہ میں چپقلش کا آغاز:

نوعمری میں ہی حضرت زید رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تھے انھوں نے یتیمی کی کڑواہٹ بھی چکھی تھی اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی زیرِ کفالت رہے تھے۔ ہماری تمنا ہے کہ ہم اِن کی داستانِ زیست، ابتداء سے بیان کرتے ہیں تاکہ اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کا قصہ زندگی بیان کرتے ہوئے ان کے ساتھ مبارک لمحات گزاریں جو کہ اتنے باعث برکت ہیں کہ جو دل کو نورِ یقین اور ثباتِ اسلام سے معمور کر دیتے ہیں۔

قدیم عرب یثرب میں آباد ہوئے اور یہاں نخلستان کاشت کیے انھوں نے مضبوط رہائشیں تیار کیں جاگیریں تیار کیں، ان کے بعد یہودی آئے جنھوں نے اصل عرب لوگوں کے قرب و جوار میں رہنا شروع کر دیا یہ اس وقت کی بات ہے ابھی اوس اور خزرج کے وفود یمن سے کوچ کر کے مدینہ میں نہیں آئے تھے یہ بعد میں آئے جب یہ آئے تو عربی قبائل کو یہودی اپنے پڑوس میں رہنے سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اقتصادی اور اجتماعی طور پر یہودیوں نے اپنا اثر ونفوذ ان عربوں پر جما لیا تھا۔

مہاجروں نے بھی اپنی کمزوری کی وجہ سے اس اثر کو قبول کر لیا تھا اور یہودیوں کے پاس زمین کاشت پر بطور مزدور کام کرنے لگے۔ یہی حالت جاری رہی، حتیٰ کہ یہودیوں کی خواہش کے برعکس ان عرب کی شان وشوکت بڑھ گئی اور یہودیوں کی سلطنت اور سیادت میں جھگڑنے لگے۔ جب یہودیوں نے دیکھا کہ یہ عرب ان کے گھروں میں ان سے ٹکرا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں اور ان کے ملک اور سلطنت میں تنازع کر رہے ہیں اور دن گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی شوکت مضبوط ہوتی جائے گی اور ان کا اثر ونفوذ اور غلبہ زیادہ ہوتا جائے گا۔ اس سوچ نے یہودیوں کو نفسیاتی جنگ، حیلہ بازی اور فتنہ سازی پر مجبور کیا اور انھوں نے عرب کے ان دونوں عربی قبائل کے درمیان، رخنہ اندازی اور تفریق ڈالنے کی کوشش کی۔ انھوں نے کینہ اور نفرت کا بیج ان کے درمیان بویا اور عداوت وبغض کے تمام اسباب پیدا کیے اور کینہ توزی کے تمام وسائل خواہ وہ جائز تھے خواہ وہ ناجائز تھے تمام بروئے کار لائے اور جو ان کا ارادہ تھا اس میں کامیاب ہوئے۔

اب محبت کی جگہ بغض، الفت کی جگہ عداوت نے لے لی اور ان کے درمیان سخت جنگیں رونما ہوئیں جو ایک طویل تاریخ رکھتی ہیں اور ان کے درمیان مشہور معرکہ آرائیاں ہوئیں ان سخت گیر جنگوں میں سے آخری جنگ بعاث تھی یہ ہجرت نبوی سے تقریباً پانچ برس پہلے ہوئی یہ دونوں قبیلوں پر بہت ہی سخت دن تھا خصوصاً خزرج پر یہ تو قریب تھے کہ اوس کے ہاتھوں قتل ہو جاتے یہ تو اللہ کا فضل تھا کہ اس نے انھیں پرانی خونریزی کی شرانگیزی سے بچا لیا اوس کا ایک دانا آدمی کھڑا ہوتا ہے اور جنگ بندی کا مشورہ دیا اور انھیں خبردار کیا کہ تمھارے شاطر اور مکار ہمسائے جو تمھارے درمیان دانہ ڈال رہے ہیں ان کے بڑے عزائم سے آگاہ رہو اور جنگ نہ کرو۔

خزرج اور اوس ہوش میں آ گئے:

اوس اور خزرج، خوابِ غفلت سے بیدار ہوئے اور سوچنے لگے کہ گزشتہ زمانے میں ان کے ہاتھوں برپا ہونے والی جنگوں نے کیا کیا زیاں کاری دی ہے اور کتنا برا انجام کیا ہے اب انھیں احساس ہوا کہ ان جنگوں کے ہاتھوں ہم نے بہت بڑا خسارا اٹھایا ہے بیوگان اور یتیموں کی تعداد بہت زیادہ ہوئی ہے اور کتنے ہی خوبرو نوجوانانِ رعنا ہیں جن سے ہم محروم ہو گئے ہیں اور کتنا ہی سیم وزر ہے اور مال و دولت ہے جو انھوں نے پانی کی مانند ضائع کر دیا ہے۔

ان خیالات نے جب ان میں کروٹ لی تو انھوں نے آپس میں صلح کی کوشش کی اور اپنے اختلافات ختم کرنے پر زور دیا اور جنگ کی شعلہ باری اور کینہ سازی کے تمام نشانات مٹانے کا عزم کیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی اسلام آشنائی:

ان اہم حادثات و واقعات کے سائے میں، حضرت زید بن ارقم بن زید بن قیس خزرجی رضی اللہ عنہ پروان چڑھتے ہیں اور ایک یہ بات بھی بہت عجیب ہے کہ انھوں نے زندگی کے بچپن کے مراحل بھی اپنے باپ کی پرورش میں طے نہ کیے تھے بلکہ یہ حالت یتیمی میں نشوونما پاتے ہیں، بنوخزرج کے ایک سردار حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی زیرنگرانی دے دیا تھا اس وجہ سے وہی ان کی نگہبانی کرتے تھے اور انھوں نے ہی زید کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہوا تھا۔[1]

حضرت زید رضی اللہ عنہ جنھوں نے ان المناک حادثات کو رونما ہوتے ہوئے دیکھا تھا ان کی دلی تمنا تھی کہ کوئی آئے اور بشریت و انسانیت کو شرک و کفر کی دلدل سے نکالے اور کفر کی تاریکیوں سے توحید و ایمان کی روشنی سے روشناس کرے۔

---

[1] رجاله مبشرون بالجنة: ۲۳۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھوڑی مدت ہی گزری تھی کہ نجات کی زنجیر ہلی اور اسلام جزیرۂ عرب پر چھا رہا تھا انسانیت پر انوارِ توحید اپنی کرنیں بکھیر رہے تھے طویل صدیاں بیت جانے کے بعد اللہ کی راہ کے آثار روشن ہوئے تھے جس پرانی جاہلیت کے سائے میں اس سے پہلے لوگوں نے زندگی گزاری تھی اس کی قباحت بیان کرنے سے قلم بے بس ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حج کی ادائیگی کے لیے، اپنی قوم اور قبیلہ کے ساتھ نکلتے ہیں، حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقبہ کے پاس تاریخی ملاقات ہوتی ہے ابن رواحہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتے ہیں اور یہ خزرج کے نقیبوں میں سے تھے۔ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ جب واپس لوٹتے ہیں تو ان کا دل، فرحت و سعادت سے لبریز ہے جو ساری کائنات پر بھی تقسیم کی جائے تو کم ہے۔ اب جب حضرت ابن رواحہ واپس ہوتے ہیں تو دین کی امانت کا بوجھ اپنے کندھے پر اٹھائے جا رہے ہیں مال اور جان اللہ کے دین کی خدمت میں وقف کر دیا تھا اور اس کے دفاع کے لیے کمربستہ تھے۔ جلد ہی اسلام مدینہ کے گھر گھر میں پھیل گیا اور خیر البشر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے ہر جگہ تیار ہو گئی۔

اب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی جانب ہجرت کی اجازت دے دی تا کہ جو آپ کے شوقِ دیدار کی سعادت کے طلبگار تھے وہ اس سے اپنا دامن بھر لیں۔

اہل مدینہ کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے جاتے ہیں، پوری جماعت امڈ آتی ہے آج کا دن اہلِ مدینہ کے لیے اتنا زیادہ سعادت بھرا تھا کہ اسے قلم رقم کرنے سے قاصر ہے۔ ادھر حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہیں تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کا دل بادلوں کے اوپر اڑنا شروع ہوا اور مسرت کی شدت سے ہوا سے باتیں کر رہا تھا۔

اب حضرت زید رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سائے کی طرح رہنے لگے آپ کے سیرت و کردار، اور علم اور اخلاق شیریں کی گھاٹ سے سیراب ہوتے رہے ان کا دل رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے لبریز تھا اور ان کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو ہی یہی تھی کہ میری جان آپ پر قربان ہو اور ہر چیز آپ پر فدا کر دوں۔

حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد تعمیر کرنے کا آغاز کیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ چھوٹی عمر کے باوجود مسجد کی تعمیر میں بہت تیز رفتاری سے شرکت فرماتے ہیں۔

جہاد کی تمنا:

غزوۂ بدر کا موقع تھا حضرت زید رضی اللہ عنہ نعمتِ شہادت سے سرفراز ہونے کے لیے اور اللہ کی راہ میں قربان ہونے کی تمنا لیے خود کو حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرتے ہیں مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ان کے ہم عمر بچوں کے ساتھ واپس لوٹا دیتے ہیں کہ ان کی عمر چھوٹی تھی جب حضرت زید رضی اللہ عنہ واپس لوٹ رہے ہیں اس وقت ان کے آنسو ان کے رخساروں پر گر رہے ہیں اتنا زیادہ غم تھا کہ اللہ کی راہ میں جہاد سے محروم رہا ہوں۔

اب غزوۂ احد ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے چھوٹی عمر کے باوجود اس میں شرکت کی آرزو کی تا کہ اللہ کی راہ میں شہادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے درجہ پر فائز ہوں اور اللہ کے دین کا کلمہ سربلند ہو اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ہے وہ نچلے ہوں۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے احد کے دن ایک گروہ کو اس لیے واپس بھیجا کہ یہ نوعمر ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں حضرت اسامہ، حضرت ابن عمر، حضرت براء حضرت زید بن ارقم، اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ان بچوں کو آپ ﷺ نے چھوٹے بچوں پر چوکیدار مقرر کر دیا تھا۔ [1]

صبر و احتساب:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری آنکھیں خراب ہوئیں تو رسولِ اکرم ﷺ نے میری تیمارداری کی اور فرمایا اے زید، اگر یہ بیماری تمھاری آنکھوں میں لگی رہے تو تم کیا کرو گے کہا میں اسے ثواب کا کام سمجھ کر صبر کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم ایسا کرو گے تو جنت میں داخل ہو گے۔

ایک روایت میں ہے اگر تم اسے صبر و ثواب سے جھیلو گے تو تم اللہ کو ملو گے اور تمہارے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا۔ [2]

منافقوں کی ریشہ دوانیاں:

اسلام کی دعوت جاری نظام پر غالب آ رہی تھی اس کی مخاصمت اور ٹکراؤ کرنے والے نظام نے ہجرت کی راہِ اختیار کر لی تھی اور اسلام بغیر کسی کی پرواہ کیے آگے بڑھ رہا تھا، اس کا معاملہ قرار پکڑ رہا تھا اور اہل اسلام کے لیے قوت کے اسباب وافر مقدار میں اسلام کے ہاتھ میں آ رہے تھے اور اس کی مخالفت جو ہے وہ ناکامی کا مادہ بن کر نالیوں میں بہنے لگی۔ اب اسلام کے خلاف مکروفریب اور سازش نے ایسے اسباب اپنائے جو کہ نہایت قوی تھے۔ تصادم کے میدانوں میں ضعیف لوگوں کا رات کی تاریکی میں ظاہری فرمانبرداری کا اظہار کرنا قوی لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لیے خطرناک ہوتا ہے بلکہ بہت ہی زیادہ خطرناک ہے اور کبھی انسان کا زبانی پراپیگنڈہ نیزہ زنی سے بھی زیادہ المناک ثابت ہوتا ہے اور جنگوں میں ہر وہ حربہ اختیار کیا جاتا ہے جو دشمن کے لیے ضرر رساں ہو، خواہ شریف آدمی کو اسے استعمال کرتے ہوئے شرم آتی ہو۔

اب یہی صورتِ حال مدینہ میں پیدا ہوئی تھی کہ اسلام کا غلبہ تھا۔ منافق، نبی اکرم ﷺ کی دعوت کی مخالفت میں مجبور ہو چکے تھے جس میں ان کی نفسیاتی خست اور کمینگی نمایاں ہوتی ہے اور کینہ ظاہر ہوتا ہے کبھی یہ اشارہ و کنایہ کا اسلوب اپناتے تھے اور کبھی بہتان کے طوفان اٹھاتے تھے اور کبھی جھوٹ سازی کرتے تھے۔ مسلمانوں کا تسلط جوں جوں چھا رہا تھا اور ان کا اثر و رسوخ بڑھ رہا تھا تو منافقوں کی خصومت اور بڑھ رہی تھی اور مسلمانوں کے خلاف گھات لگائے رکھتے تھے اور یہ مسلمانوں پر کینہ پروری میں جل رہے تھے۔

جب رسولِ اکرم ﷺ نے یہودیوں کو جلاوطن کرنے کا اعلان کیا تو ان منافقوں نے ان کی مدد کی کوشش کی، اسلام

[1] ابن هشام: ٢/ ٦٦، زاد المعاد: ٣/ ١٩٥.

[2] احمد: ٤/ ٣٧٥، طبراني: ٥٠٥٢، و رجاله ثقات، ارنؤوط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پھیلاؤ کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہ بن رہی تھی اور ہزیمت کا خوف ختم ہو چکا تھا مگر قبائل ایک کے بعد دوسری خفیہ سازشیں اپنا رہے تھے۔

یہ منافق مسلمانوں کی صفوں میں گھس گئے ان کی بدنیتی، ان کی زبانوں پر اچانک آ رہی تھی ان کی طبیعتوں کی پھسلن ان کا کردار بن چکی تھی اور وہ سخت فتنہ آرائیاں کر رہے تھے جس سے مسلمانوں کو اور رسولِ اکرم ﷺ کو بہت زیادہ اذیت پہنچی۔ پہلے تو پوشیدہ مکاریاں کرتے تھے اب غزوہ بنو مصطلق، میں ان کی شرانگیزیاں ظاہر ہو چکی تھیں۔

رسولِ اکرم ﷺ تک یہ اطلاع پہنچی تو بنو مصطلق ان کے خلاف جمع ہو رہے ہیں اور ان کے قائد، حارث بن ابی ضرار ہیں جو کہ جویریہ بنت حارث رسولِ اکرم ﷺ کی اہلیہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں جب رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے باہر میدان میں آنے کا سنا تو آپ ان کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے ''مریسیع'' کے چشمہ پر ان سے ملاقات ہوئی قدید کے علاقہ میں ساحل سمندر پر یہ واقع تھا۔ لوگ ٹکرائے اور لڑے اللہ تعالیٰ نے ''بنو مصطلق'' کو شکست سے دو چار کیا اور ان میں سے کافی لوگ مقتول ہوئے اور ان کے بیٹے اور عورتیں اور مال مالِ غنیمت کے طور پر تقسیم کیا۔ [1]

اس فتح نے منافقوں کی مشتبہ حرکات ظاہر کر دیں جس سے، اس فتح کی صفائی میں گدلا پن پیدا ہو گیا اور مسلمانوں کو اس فتح کی شیرینی سے بے خبر کر دیا انھیں ان کی حرکات سے اتنا صدمہ ہوا کہ سب خوشیاں گدلا گئیں۔

جب منافق منت وسماجت پر اتر آیا:

رسولِ اکرم ﷺ اس چشمہ پر ہی ابھی تشریف فرما ہیں اور لوگ اس پر وارد ہو رہے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں ان کے ساتھ بنو غفار کے ایک کرایہ پر حاصل کردہ آدمی جہجاہ بن مسعود بھی تھے جو ان کے گھوڑے کو چلا رہے تھے۔ بعض نے انھیں ابن قیس غفاری لکھا ہے یہ حدیبیہ میں بیعت رضوان میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہے ہیں۔ ابن سکن کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کی وفات کے بعد ایک سال سے بھی کم مدت میں فوت ہوئے تھے۔ [2]

یہ جہجاہ اور سنان بن وبر جہنی جو بنو عوف بن خزرج کے حلیف تھے یہ دونوں آپس میں ٹکرائے اور لڑنے لگے۔ سنان نے پکارا اے انصار کے گروہ اور جہجاہ چلائے، اے مہاجروں کے گروہ! عبد اللہ بن ابی بہت غصہ میں آ گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا اور یہ بات حضرت زید بن ارقم نے سن لی جو کہ ابھی نو عمر تھے۔

منافق کہنے لگا: ان مسلمانوں نے اتنی کثرت اختیار کر لی ہے اور ہمارے درمیان نفرت پیدا کر دی ہے اور کہا، ہمارا تو وہ حساب ہوا کہ جیسا کہ پہلے لوگوں کا مقولہ ہے کتے کی تربیت کی اور وہ مجھے ہی کاٹنے لگا۔

واللہ! اگر ہم مدینہ منورہ میں واپس لوٹے تو ہم جو معزز ہیں ان ذلیل لوگوں کو باہر نکالیں گے اور پھر حاضرین سے کہنے لگا تم نے مسلمانوں کو اپنے علاقہ میں اتارا اور اپنے مالوں میں انھیں حصہ دار بنایا اب اگر تم یہ مراعات ان سے

---

[1] مجمع الزوائد:٦/ ١٤٢، طبراني و رجاله ثقات. [2] الاصابه:١/ ٢٦٥، اسد الغابه:١/ ٣٦٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روک لو، تو یہ کہیں اور چلے جائیں گے، تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سن لی، اور وہاں سے سیدھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی دشمن سے جنگ سے فارغ ہی ہوئے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے منافق والی ساری بات آپ سے کہہ دی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی تھے، عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو حکم دیں کہ اس منافق کو قتل کر دیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اگر انھیں میں قتل کرنے کا حکم دوں تو لوگ یہ باتیں بنائیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کروا رہے ہیں۔

لہٰذا یہاں سے کوچ کا اعلان کرو آپ اسی وقت حالات کے پیشِ نظر روانگی کا حکم دیتے ہیں اور لوگ بھی روانہ سفر ہوتے ہیں حالانکہ ایسے وقت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا آغاز نہ کیا کرتے تھے مگر فتنہ فرو کرنے کے لیے آپ نے خلافِ عادت سفر کا آغاز فرما دیا۔ [1]

ادھر عبداللہ بن ابی منافق کو علم ہوا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے میری ہرزہ سرائی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی ہے تو وہ آتا ہے اور کہتا ہے اللہ کی قسم میں نے یہ بات نہیں کہی اور میں نے تو کسی قسم کا کوئی کلام نہیں کیا اور یہ منافق اپنی قوم میں ایک بہت بڑا آدمی تصور ہوتا تھا کہنے لگا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور وہاں موجود انصار رضی اللہ عنہم کو بھی ساتھ مخاطب کرتا ہے۔ شاید یہ زید نوخیز لڑکا ہے بات کرنے میں غلط فہمی کا شکار ہوا ہے جو کسی نے کہا ہے وہ اسے اچھی طرح یاد نہ رہا ہو۔

قارئین کرام! دیکھیں یہ آدمی جو منافق ہے ایک ثابت شدہ بات کا انکار کر رہا ہے اور جھوٹی قسم اٹھا رہا ہے مگر معاملہ واضح ہو چکا تھا کہ اس نے یہ بکواس کی ہے اور حضرت زید کا اللہ نے دفاع کیا اور انھیں سرخرو کر دیا۔

اس منافق کا کمینہ پن:

اگر یہ بزدل اپنی بدانجامی سے بچنا چاہتا تو اس سے بچ سکتا تھا اور جو اس کے ساتھ فراخدلی کا سلوک ہو رہا تھا اس سے فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن یہ ایک بدفطرت کمینہ، اور سخت جھگڑالو قسم کا آدمی تھا اس حسن سلوک سے اس کی کمینگی میں اور اضافہ ہوا۔ اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھنے والے افراد بھی مختلف تھے ان کے مزاج میں بہت دوری تھی۔ ابوجہل بھی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت ہی جھگڑالو مزاج دشمن تھا جو بھی دین اسلام میں داخل ہوتا یہ اس پر تشدد کرتا تھا یہ ایک سرکش، عناد پرور دشمن تھا جس کی مسلمانوں کے خلاف کینہ پروری ختم نہ ہوتی تھی۔ مگر یہ ایک خونخوار بجو کی مانند تھا جو اپنے شکار پر جھپٹنے کا اچھا فن نہ رکھتا تھا یہ دن کے اجالے میں تلوار اٹھاتا رہا اور مسلمانوں سے ٹکراتا رہا، حتیٰ کہ قتل ہوا۔ مگر عبداللہ بن ابی دھوکے باز بچھو کی مانند تھا جو چھپ کر وار کرتا اور بے خبر لوگوں کو ڈستا تھا، یہ منافق تاریکی شب میں چلتا اور مارِ آستین بن کر زہر افشانی کرتا اور نہایت ہی زہر میں بجھی ہوئی مشکوک خبریں پھیلاتا۔

[1] بخاری: ۳۵۱۸، کتاب المناقب، مسلم: ۱۹۹۸ء کتاب البر والصلة، تفسیر طبری: ۲۸/ ۷۵، من طریق ابن اسحاق.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ اپنی گمراہی اور پستی کی اس حد تک جا چکا تھا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں اور اسے یہ بھی پرواہ نہ تھی کہ یہ معصوم عزتوں پر حملہ آور ہوتا اور ان کے گرد جھوٹ سازی کے ایسے جال بنتا اور پاکدامن عزت و آبرو کی پیکر عورتوں کی جبین با صفا کو آلودہ کرتا تھا۔ ❶

قرآنی فیصلہ کہ زید سچے ہیں:

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ اسی دوران حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور آپ کو نبوت والی مبارک باد دی اور سلام عرض کیا اور کہا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ خلافِ عادت اس وقت روانہ ہو رہے ہیں آپ اس قسم کے وقت میں روانگی نہ فرمایا کرتے تھے کیا وجہ ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسید! تمھیں نہیں علم تمہارے ساتھی عبداللہ بن ابی نے کیا کہا ہے عرض کی کیا کہا ہے فرمایئے آپ نے فرمایا اس نے کہا ہے۔ میں مدینہ میں واپس جالوں، ان ذلیلوں کو مدینہ سے نکال دوں گا۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ نہیں ان شاء اللہ آپ اسے مدینہ بدر کردیں گے، واللہ! وہ ذلیل ہے آپ تو عزت و آبرو کے پیکر ہیں۔ پھر تسلی کے انداز میں عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے ساتھ نرمی برتیں یہ جلتا ہے اسے آتشِ حسد میں جلنے دو۔ بات یہ تھی کہ اس کی قوم کے لوگوں نے موتیوں سے جڑا ہوا ایک تاج تیار کیا تھا کہ اسے پہنائیں اور بادشاہ تسلیم کریں اللہ تعالیٰ نے ہماری آپ سے ملاقات کرادی لوگ آپ کی طرف امڈ آئے اسے چھوڑ دیا یہ خیال کرتا ہے کہ آپ نے اس کی بادشاہت چھین لی ہے اس لیے جلتا ہے اسے اس کی اس آگ میں ہی جلنے دو۔ ❷

یہ ابن ابی ہمیشہ اسلام کو داغدار کرنے کی کوشش کرتا تھا کیونکہ یہ دین اسلام اس کی لیڈری کے لیے مستقل خطرہ تھا یہی طرزِ عمل اس سے پہلے مکہ میں ابوجہل نے اپنایا تھا اگرچہ یہ لوگ حق کے واضح ہونے کے بعد بھی اس سے پہلوتہی کر رہے تھے اور ان کے علاوہ ہزاروں لوگ وہاں اور بھی تھے جو بات کرنے کی طاقت نہ پاتے تھے اور نہ ہی انھیں کوئی راستہ سجھائی دیتا مگر اسلام کو پسند نہ کرتے تھے اور نہ ہی انھیں کوئی راستہ سجھائی دیتا تھا مگر اسلام کو پسند نہ کرتے تھے اور اس سے جنگ آزما تھے ان بسیط یا مرکب جہالتوں اور عداوتوں کے درمیان سے جو کہ گمراہ کن تھیں۔ اور ضلالت و غفلت کے بے شمار اندھیروں کے درمیان سے آہستہ آہستہ آفتابِ اسلام کی شعائیں پھیلتی جا رہی ہیں جن کی وجہ سے امت ظلمت سے نور کی طرف آ رہی تھی۔ اور اسلام ایک روشن قندیل بن کر چمک دمک رہا تھا اور انسانیت راہنمائی کر رہا تھا اس اہم ترین تبدیلی کو پیدا کرنے والے دروس، جن کی وجہ سے قبائل اور خاندان، پستی سے اٹھ کر چوٹی پر سرفراز ہوئے تھے یہ ایک وقت مخصوص کی بیماریوں کا علاج ہی نہ تھے بلکہ یہ طبیعت انسانی کا اصل علاج تھے جب کہ طبع انسانی آلودہ ہو جائے تو یہ اسے صاف کرتے تھے جب تک انسان باقی ہے اور زندگی رہے گی یہ دروسِ اسلام انسانیت کو حیاتِ

❶ فقه السيرة للغزالي: ٣٢٩. ❷ سيرة ابن هشام: ٣/ ٢٦٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نو بخشتے رہیں گے اور اس کی تجدید کرتے رہیں گے۔ ❶

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن ابی نے جب جھوٹی قسم اٹھائی اور آپ کو یقین دلایا تو میں سخت غمگین ہوا ایسا غمزدہ میں کبھی نہیں ہوا میں بے ہمت ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ گیا میرے چچا نے مجھے دلاسہ دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں جھوٹا قرار نہیں دیں گے اور نہ ہی ناراض ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے سورت منافقون میں صداقت کی تائید فرمائی، تو اس کے نازل ہونے کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس پیغام بھیجا اور یہ سورت مجھے سنائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمھاری تصدیق کی ہے۔ ❷

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی تصدیق کے لیے قرآنِ پاک نازل کیا اور ان کا دفاع کیا۔

درد بھری جدائی کا صدمہ:

غزوۂ موتہ کا حادثہ پیش آتا ہے اس کا سبب یہ تھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر ازدی جو بنو لہب میں سے تھے۔ انھیں اپنا خط دے کر، شام کے علاقہ میں روم کے علاقہ کے بادشاہ کی طرف بھیجا شرحبیل بن عمرو غسانی ان کو پکڑ لیتا ہے اور رسیوں میں جکڑ لیتا ہے پھر انھیں شہید کر دیتا ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واحد یہ ایلچی تھے جنھیں قتل کیا گیا ان کے علاوہ کسی بھی ایلچی کو قتل نہیں کیا گیا۔ آپ پر یہ صدمہ بہت ہی گراں گزرا، آپ نے دستۂ فوج بھیجا اور ان پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا اور کہا اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو سالار مقرر کرنا اگر یہ شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو سالار مقرر کرنا۔ ❸

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ موتہ کے لیے نکلتے ہیں کیونکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے طویل عرصہ ان کی تربیت کی تھی اور زیرِ کفالت رکھا تھا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی پرورش میں تھا کیونکہ میں یتیم تھا انھوں نے میرے سر پر دستِ شفقت رکھا تھا۔ انھوں نے مجھے اپنی سواری کے پیچھے سوار کیا اور موتہ کی جانب روانہ ہوئے۔ ❹

جب لوگ موتہ کی جانب روانہ ہوئے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں الوداع کیا، ان میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

خَلْفَ السَّلَامِ عَلَى امْرِئٍ وَ دَّعْتُه
فِي النَّخْلِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَّ كَلِيْلِ

---

❶ فقه السيرة اللغزالي:٣٢. ❷ بخاري: ٤٩٠٤، كتاب التفسير.

❸ زاد المعاد:٣/ ٣٨١، بخاري:٧/ ٥٨٣، كتاب المغازي.

❹ الاصابه:١/ ٥٦٠، الوافي باالوفيات: ١٥/ ٢٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"سلام ہے اس آدمی پر جسے میں نے نخلستان میں الوداع کیا ہے لیکن وہ دلوں سے الوداع نہیں ہوا اور نہ ہی ماند پڑا ہے۔"

جب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ لڑائی کی سرزمین موتہ میں پہنچے تو یہ بہت ہی زیادہ بہادری اور بے جگری سے لڑے حتیٰ کہ جامِ شہادت نوش کر لیا۔ [1]

اب حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ موتہ سے واپس لوٹے مگر غم سے چور چور تھے کیونکہ ان کے پیارے مربی اور کفیل اور حد درجہ محسن، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ دنیا میں نہ رہے تھے۔ اب تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو کر ہی رہ گئے تھے آپ کی سیرت و کردار اور اخلاق کے نور سے روشنی حاصل کرتے رہے اور آپ کی معیت میں، امن و امان، محبت و رحمت کی خوشبو محسوس کرتے رہے۔

دارِفانی سے کوچ:

مگر اس کے بعد سخت دھچکا لگا کہ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات پا گئے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں دنیا ظلمت کدہ بن جاتی ہے اور غم سے ان کا کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں عبادت، زہد و تقویٰ، اور جہاد جاری رکھا اسے ایک لمحہ بھر بھی نہ بھلایا، اللہ کی راہ میں شوقِ شہادت ہمیشہ بیدار رہا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی تعلق کی وجہ سے بہت زیادہ قدر و منزلت جانتے تھے۔ اور اندازہ سے زیادہ ان سے محبت رکھتے تھے۔

آخر کار وہی لمحہ آتا ہے وہ وقت موعود قریب ہوا جس سے کسی بھی ذی روح کو چھٹکارا نہیں بستر مرگ پر لیٹ جاتے ہیں اور ان کی روح اطہر خالق حقیقی کی جانب پرواز کرتی ہے اور یہ اپنے حبیب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے ساتھیوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ان بہشتوں میں ملاقات کرتے ہیں جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے ان کی تعریف نہیں سنی اور نہ ہی کسی بندے کے دل پر اس کے حسن و جمال کا تصور آیا ہے۔

رضی اللہ عنہ و عنهم اجمعین

محنت و تدبر کو صورتِ گر تقدیر کر
عزم و استقلال سے دنیا نئی تعمیر کر

[1] مجمع: ۶/ ۱۵۹، طبرانی و رجالہ ثقات.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

52

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حسین پہلو

رسولِ کونین، تاجدارِ انبیاء، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے اللہ! ابو سلمہ کو بخش دے، اور ہدایت یافتہ لوگوں میں ان کے درجات بلند کر دے۔

مختصر تعارف:

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں یہ کبیر سید ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی (دودھ) بھائی ہیں۔ آپ کی پھوپھی برہ بنت عبد المطلب کے بیٹے ہیں اور اسلام میں پہلے پہلے آنے والوں میں سے ہیں، حبشہ کی جانب ہجرت کی پھر مدینہ کی جانب ہجرت کا شرف بھی حاصل کیا، بدر میں شریکِ معرکہ تھے اس کے چند ماہ بعد فوت ہوئے۔ [1]

صبح نو کا آغاز:

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اپنے ماحول میں جو کچھ دیکھ رہے تھے، اور جاہلیت کے ناپسندیدہ معاملات سے المناک ہو رہے تھے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

یہ امور ایسے تھے صاحبِ مروت اور بیدار مغز آدمی انھیں دیکھ کر کڑھتا تھا حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اپنے دل کی گہرائیوں سے اس چیز کے آرزومند تھے کہ کوئی جلدی ہی ایسی صبح نو کا آغاز ہو جو توحید اور ایمان کے نور کے ساتھ کائنات کے گوشہ گوشہ کو روشن کر دے اور ان کی تمنا کے مطابق یہ صبح نور افزا، حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ نمودار ہو چکی تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بہت جلد نورِ اسلام سے اپنا سینہ منور کرتے ہیں۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں بہت ساری اذیتیں برداشت کیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مکہ میں بہت مشکلات سے دوچار ہیں تو انھیں حبشہ کی جانب ہجرت کا مشورہ دیا۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں، جو قریش کی گرفت اور ان کی اذیت سے بچاؤ کرنے کے لیے

[1] السیر امام ذہبی: ۱/ ۱۵۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے دین کی حفاظت کی خاطر حبشہ کی جانب ہجرت کرتے ہیں تاکہ حبشہ کی آبشاروں کے آبِ خنک سے اپنے خونریز زخموں کو دھوئیں اور سکون پائیں۔

تاہم حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ حبشہ میں زیادہ دیر نہ رہ سکے، کیونکہ انھیں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہنا گوارا نہ تھا۔لہٰذا جلد ہی مکہ مکرمہ میں لوٹ آئے۔تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمنشینی کی خوشبو سے مشامِ ایمان معطر کریں اور خوشگوار فضا میں رہیں باقی قریش ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں جو ہوگا دیکھا جائے گا لیکن حبیبِ کبریاء کی جدائی ناقابل برداشت ہے۔اب مکہ مکرمہ میں قریش نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایذاءرسانی میں انتہاء کردی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اجازت دے دی تاکہ یہ اپنے انصار بھائیوں کے وسیع وعریض آنگن میں رہیں اور جب مہاجر اپنے ان انصاری بھائیوں سے ملتے تو یہ انصاری ان کی راہوں میں پلکیں بچھاتے ہیں اور ایسے محفوظ گھروں میں اتارتے ہیں اور دروازے بند کرلیتے ہیں کہ ہمارے ان مہاجر بھائیوں پر بادِ نسیم بھی ناگوار نہ گزرے اتنا پیار سے پیش آئے۔حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بھی مدینہ کی جانب ہجرت کرتے ہیں اور وہاں پہنچ جاتے ہیں۔

صبر واحتساب:

ہجرت کے وقت، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سخت اذیت برداشت کرتے ہیں تاہم اس تکلیف پر صبر کرتے ہیں اور اللہ کے پاس سے اسے ثواب کا کام سمجھتے ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے جب مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہونے کا پختہ ارادہ کیا تو اپنا اونٹ تیار کیا اور مجھے بھی سوار کیا اور میرا بیٹا سلمہ بن ابی سلمہ میری گود میں تھا اور ابوسلمہ اونٹ چلانے لگے جب بنو مغیرہ کے کچھ افراد نے انھیں دیکھا تو آگے کھڑے ہو گئے اور کہا تمھیں تو ہم نہیں روک سکتے مگر ہماری بیٹی اور یہ لڑکا تمہارے ساتھ نہیں جاسکتے خود جہاں چاہو چلے جاؤ، یہ ہمارے حوالہ کرو یہ کہاں تمہارے ساتھ مارا مارا پھرے گی اور اس کے ساتھ ہی انھوں نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے سواری کی لگام کھینچ لی اور مجھے نیچے اتارلیا۔حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بنو اسد اس وقت جوش میں آیا اور کہا اگر تم اپنی بیٹی پکڑتے ہو تو ہم اپنا بیٹا سلمہ بن ابوسلمہ اس کے ساتھ نہیں جانے دیں گے اور بچے کو آپس میں کھینچنا شروع کردیا، حتیٰ کہ انھوں نے اس کا گٹ نکال دیا اور بنو اسد میرا بیٹا لے گئے اور مجھے بنو مغیرہ میرا قبیلہ لے گیا اور میرے خاوند ابوسلمہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

میرے اور میرے بیٹے اور میرے خاوند کے درمیان ان لوگوں نے جدائی کرادی اب میرا معمول یہ تھا کہ مکہ میں ہر صبح باہر جاتی اور ابطح مقام پر بیٹھ جاتی جہاں میں اور میرے خاوند جدا ہوئے تھے اور صبح سے لے کر شام تک روتی رہتی اور واپس گھر آجاتی تقریباً ایک سال تک میرا یہ معمول رہا۔

میرے پاس سے ایک مرتبہ میرے چچا کے بیٹوں میں سے ایک آدمی گزرا اس نے میری پریشانی دیکھی تو اسے مجھ پر ترس آگیا اور بنو مغیرہ قبیلہ سے کہنے لگا: اس مسکین عورت کو کیوں تنگ کر رکھا ہے اور صدمہ سے دوچار کر رکھا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے اس کے بیٹے اور خاوند کو تم نے جدا جدا کر دیا ہے یہ کتنا بڑا ستم ہے۔ اس کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے میرے قبیلہ والوں نے کہا اگر چاہتی ہو تو اپنے خاوند سے مل سکتی ہو اور بنو اسد نے میرا بیٹا بھی مجھے واپس لوٹا دیا میں نے سواری تیار کی اور اپنا بیٹا لیا اسے گود میں رکھا اور مدینہ منورہ میں اپنے خاوند کے پاس پہنچنے کے لیے سفر پر روانہ ہوئی۔

ام سلمہ کا سفرِ مدینہ:

اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی میرے ساتھ نہ تھا اللہ کے سہارے تنہا ہی چل دی جب میں تنعیم میں پہنچی تو حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ جو کہ بنو عبدالدار میں سے تھے۔ مجھے ملے اور پوچھا اے ابو امیہ کی بیٹی! کہاں جا رہی ہو، میں نے کہا میں مدینہ منورہ میں اپنے خاوند کے پاس جانے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ انھوں نے پوچھا کوئی ساتھ بھی ہے میں نے کہا نہیں فقط اللہ کی ذات گرامی ہے یا پھر میرا یہ گود والا بچہ ہے کہنے لگے یہ تو بہت ہی نقصان دہ ہوسکتا ہے اور میرے اونٹ کی لگام تھام لی اور مجھے لے کر چلانا شروع ہوئے۔

واللہ! میں نے عرب میں ایسا آدمی نہیں دیکھا اور نہ ہی ایسے شریف آدمی کے ساتھ کبھی سفر کا موقع ملا ہے نہایت ہی کریم آدمی تھے جب کسی منزل پر رکتے تو سواری بٹھاتے اور مجھ سے دور ہٹ جاتے جب میں اونٹ سے اتر آتی تو اونٹ کا کجاوا اتارتے پھر اسے درخت کے ساتھ باندھتے اور خود دور کسی درخت کے نیچے آرام کرتے اور لیٹ جاتے۔ جب روانہ ہونا ہوتا تو اٹھتے اور اونٹ پر کجاوہ باندھتے پھر پیچھے ہٹ جاتے اور کہتے سوار ہو جاؤ جب میں سوار ہو جاتی اور سواری پر درست ہو کر بیٹھ جاتی تو آگے بڑھتے اور اونٹ کی مہار پکڑ لیتے اور چلانا شروع ہوتے۔ مدینہ پہنچنے تک ان کا یہی وطیرہ رہا۔ جب انھوں نے بنو عمرو بن عوف کا محلہ دیکھا جو کہ قباء میں رہتے تھے کہا یہ تمہارے خاوند کی بستی ہے ابوسلمہ یہیں اترے ہوئے تھے کہا اللہ تعالیٰ تمھیں یہ مبارک کرے اس میں چلی جاؤ، اور خود مکہ مکرمہ واپس لوٹ آئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں میرے علم میں اسلام میں کوئی بھی گھر والے ایسے نہیں جنھیں اتنی آزمائش سے گزرنا پڑا ہو جتنی بڑی آزمائش سے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو گزرنا پڑا ہے۔

اور میں نے آج تک عثمان بن طلحہ سے بڑھ کر معزز اور کریم انسان نہیں دیکھا۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت مدینہ کی اجازت دی تو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے سعادت تصور کیا یہ ایسی بڑی سعادت تھی کہ ان کے دل اور اعضاء اس سے لبریز ہو گئے اور حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے جیسا کہ سایہ انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ آپ کی سیرت اور آپ کے علم اور آپ کے شیریں اخلاق کی گھاٹ سے سیراب ہوتے رہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا اور یہ آرزو انگڑائی لینے لگی کہ اپنی جان، مال، اولاد اور ہر چیز جو بھی اختیار میں ہے سب کچھ آپ پر نثار کر دوں۔

[1] البداية والنهاية: ٣/ ١٦٩، ابن هشام: ٢/ ٧٥) اس کی سند میں مسلمہ بن عبداللہ بن عمر بن ابی سلمہ ہے۔ یہ ثقہ نہیں۔ صرف ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے تاہم حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے یہ مقبول ہے۔ (تقريب: ١/ ٣١٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کی سرکردگی میں دستۂ فوج کی روانگی:

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی جہادی زندگی کا پہلو بھی نہایت ہی روشن اور تابناک ہے بدر و احد کے معرکوں میں شریک ہوئے اور ان میں بے جگری سے لڑے کیونکہ یہ اللہ کی راہ میں جامِ شہادت نوش کرنے کے جذبہ سے معرکوں میں شریک ہوتے تھے اور احد میں تو زخمی بھی ہوئے تھے اور ایک ماہ تک ان کا علاج بھی ہوتا رہا۔

جنگ احد کے بعد بعض قبائل نے مسلمانوں کے خلاف چھیڑ چھاڑ کی جراُت کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک دستہ فوج بھیجا جو مشہور ہی ان کے نام سے ہے۔ جنگِ احد کی شکست کے بعد سب سے پہلے جو مسلمانوں کے خلاف اٹھے وہ بنو اسد بن خزیمہ تھے۔

مدینہ منورہ میں یہ خبریں گردش کر رہی تھیں کہ خویلد کے دو بیٹے، طلحہ اور سلمہ اپنی قوم لے کر اور جو بھی ان کے زیرِ اثر تھے انھیں لے کر بنو اسد بن خزیمہ کے پاس آئے ہیں تاکہ انھیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ پر ابھاریں۔

یہ سن کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت جلدی سے ایک دستۂ فوج تیار کیا جن کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب تھی جو مہاجرین اور انصار پر مشتمل تھا اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو اس پر امیر مقرر کیا اور انھیں جھنڈا عنایت فرمایا۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے، بنو اسد بن خزیمہ کے گھروں میں ہی ان پر چڑھائی کردی اور ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی انھیں جا دبوچا ان کی جمعیت بکھر گئی اور مسلمانوں کے ہاتھ بہت سارے اونٹ اور بکریاں لگیں جنھیں یہ ہانک کر لے آئے اور بغیر کسی لڑائی کے مدینہ کی جانب سلامتی سے مالِ غنیمت لے کر واپس آ گئے۔

یہ دستۂ فوج ۴ ہجری ماہِ محرم کے شروع میں روانہ ہوا تھا اس سے جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ واپس آئے تو جنگ احد میں جو زخم لگے تھے ان سے خون رسنے لگا ان کے زخموں کے صدمہ سے کچھ وقفہ بعد وفات پا گئے۔ [1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا شرف پایا:

یہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ بسترِ مرگ پر دراز ہوتے ہیں اس آخری لمحہ میں انھیں ایک عظیم الشان بشارت حاصل ہوتی ہے جو ایک مسلمان کی زندگی کا سرمایہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتے ہیں تو ان کی نظر پھٹ چکی ہے، آنکھیں بند کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: جب روح پرواز ہوتی ہے تو نظر اس کا پیچھا کرتی ہے اس سے پہلے لوگوں کو علم نہ تھا کہ ابوسلمہ وفات پا گئے ہیں یہ سن کر گھر والے رونا شروع ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر کی دعا کرنا، بددعا نہ کرنا کیونکہ جو بھی تم کہو گے اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں پھر دعا کی۔

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَۃَ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ وَ اخْلُفْہُ فِیْ عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَ لَہٗ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَافْسَحْ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ وَ نَوِّرْ لَہٗ فِیْہِ۔" [2]

---

[1] زاد المعاد: ۳/ ۲۴۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے میرے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کے درجات بلند کر، اور اس کے جانے سے جو خلا ہوا ہے باقی رہنے والوں میں اس کا نائب بنا اے رب العالمین! ہمیں اور اسے معاف کر دے اور اس کی قبر کشادہ کر دے اور اسے روشن کر دے۔''

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے صبر کا گراں بہا صلہ پایا:

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ کلمہ جاری ہوا کہ ابوسلمہ سے بہتر خاوند مسلمانوں میں سے اور کوئی نہیں، اس پیارے خاوند کی جدائی سے نڈھال بیوہ کے منہ سے یہ درد بھری آہ نکلی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ مسلمان جب بھی مصیبت سے دوچار ہو تو وہ وہی کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے یہ کہے: (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)

''یقیناً ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

اور یہ بھی کہے:

'' اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَأَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا۔''

''اے میرے اللہ! اس مصیبت کو میرے لیے اجر کا باعث بنا دے اور مجھے اس کا بہتر نائب عطا فرما۔''

یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا بہتر نائب دیتے ہیں۔ جب ابوسلمہ فوت ہوئے تو میں نے کہا، ابوسلمہ سے بہتر کون مسلمان ہوگا جو میرا نائب بنے کیونکہ ان میں یہ خوبیاں ہیں کہ یہ سب سے پہلا گھر ہے جس نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہجرت کی تاہم میں نے یہ دعائیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا فرما دیے۔

ہوا یوں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ مجھے پیغام نکاح بھیجا تو میں نے عرض کی تین تحفظات ہیں:

۱: میری بیٹی ہے اس کی پرورش کا معاملہ ہے۔

۲: مجھ میں غیرت ہے آپ کے لیے مسئلہ نہ بن جاؤں اور

۳: میری عمر ڈھل چکی ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹی کے لیے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا سامان پیدا کر دیں کہ اسے تمہاری ضرورت نہ رہے باقی رہی عمر تو یہ مجھے قبول ہے اور غیرت کے بارے میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اس کی شدت کو ختم کر دے۔ [2]

ایک روایت میں ہے مسلم ہی میں ہے کہ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی عدت ختم ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا انھوں نے یہ پیشکش قبول نہ کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے رابطہ کیا انھوں نے یہ پیغام بھی قبول نہ کیا۔ جب رسولِ

[1] مسلم: ۹۲۰۔ [2] مسلم: ۹۱۸، کتاب الجنائز۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا تو کہنے لگیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح ہے میں نے قبول کیا اور کہا مرحبا میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرتی ہوں۔

یہ تھے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جب دنیا سے کوچ کر رہے ہیں تو عابد و زاہد اور اللہ کی راہ کے مجاہد تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی سعادت کا تمغہ سینے پہ سجا رکھا تھا۔

یہ اس فانی دنیا سے جاودانی دنیا میں قدم رنجا فرماتے تھے مگر ان کا پاکیزہ خون شجر اسلام کی آبیاری کرتے ہوئے بہتا رہا تھا اور دینِ اسلام کی نصرت وحمایت میں زندگی بھر پر جوش رہے ہیں۔

آج یہ گناہوں سے صاف ہو کر اپنے اللہ سے ملاقات کر رہے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انھیں مغفرت سے نوازا ہے۔

رضی اللّٰہ عنه و عنھم اجمین

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

53

حضرت عبداللہ بن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی

یہ وہ فرزندِ اسلام ہیں جنھوں نے توحید کا علم بلند کیا ہے۔ دعوتِ اسلام مکہ کی وادیوں میں پھیلتی جا رہی ہے اور یہ بڑے بڑے لوگوں کے دلوں میں اثر دکھانے لگی، بہت جلد ہی لوگ پہلی جاہلیت کا طوق اپنے گلے سے پھینکنے لگے اور نئے دین کو تیز رفتاری سے اپنے گلے لگانے لگے۔ قرآنی آیات ان دلوں پر اتر رہی تھیں، جن میں ایمان کا بیج جگہ پکڑ چکا تھا اور بارانِ قرآن دلوں کی سرسبز و شاداب زمینوں پر روئیدگی پیدا کر رہی تھی۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَإِذَآ أَنزَلْنَا عَلَيْهَا ٱلْمَآءَ ٱهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنۢبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيجٍ ۝﴾ (الحج:۵)

''اور جب ہم نے پانی اتارتو زمیں لہلہانے لگی اور بڑھنے لگی اور ہر تازہ چیز کا جوڑا اگا یا۔''

اچھے عقائد والے، اپنے عقائد کے اردگرد بہت سکون کے ساتھ جمع ہو رہے تھے اور یہ اپنے امام کے گرد بڑی محبت اور پسندیدگی کے ساتھ لپٹے بیٹھے تھے اور نہایت ہی محتاط انداز پر اپنے فکری اصول کی شرح حاصل کر رہے تھے۔ ایمان ایک جادو اثر قوت ہے، یہ قوت جب دل کی گہرائیوں میں جگہ پکڑتی ہے تو اس کی پنہائیوں میں غلغلہ بپا کرتی ہے پھر ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتے ہیں۔ [1]

انہی بیدار مغز لوگوں میں سے جنھوں نے اس کائنات میں ثابت کر دیا کہ عقیدہ راسخ اور ایمان صادق کے سائے میں کام کریں تو کوئی چیز محال نہیں ایک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی نظر کی بصارت چھین لی تھی مگر روشن بصیرت کی نعمت سے نوازا تھا۔ یہ چوٹی کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے اس جہاں کا ہر ایک مسلمان ان کے نام گرامی سے واقف ہے۔

مختصر تعارف:

کتاب اللہ میں سورت عبس پر تبصرہ کرنے سے پہلے ہم چند لمحات کا وقفہ کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ کا تعارف پیش کرتے ہیں۔ یہ وہ صاحبِ جلالت صحابی رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بارے میں قرآنِ پاک نازل ہوا ہے جو روزِ قیامت تک تلاوت ہوتا رہے گا اور ساتوں آسمانوں کے اوپر سے ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا اور ان کی وجہ سے حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم

[1] فقه السيرة شيخ غزالي:١١١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو زیرِ عتاب لایا گیا۔

ہم حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے صفحۂ حیات پر نظر دوڑائیں تو ہمیں یہ نظر آرہا ہے کہ آزمائش میں مبتلا لوگ یہ جان لیں کہ عقیدہ کے سائے میں محال چیز بھی محال نہیں رہتی اور ایمان مضبوط ہو تو معجزات کا ظہور ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ مکہ کے عام آدمیوں میں سے تھے مسلمان ہونے سے پہلے زیادہ شان والے نہ تھے نہ ہی اپنی قوم کے سردار تھے لیکن اسلام لانے کے بعد اپنے ایمان کی بدولت سربلند ہوئے اور کائنات کے سردار بن گئے۔

حضرت ابن ام مکتوم کا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری کا تعلق بھی تھا یہ ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے ماموں کے بیٹے تھے۔ ان کے نام میں اختلاف تھا مدینہ والے انھیں عبداللہ بن قیس بن زائدہ کہتے تھے اور اہل عراق انھیں عمرو کہتے تھے۔ باپ کا نام قیس بن زائدہ ہی تھا اور والدہ عاتکہ بنت عبداللہ تھیں مگر ماں کو ام مکتوم کہتے ہیں کیونکہ ان کی والدہ نے جب انھیں جنم دیا تو عبداللہ نابینا ہی پیدا ہوئے تھے اس لیے ماں کا نام مشہور ہوا مکتوم نظر سے چھپا ہوا بچہ جنم دینے والی کا بیٹا جب کہ ان کی ماں کا اصل عاتکہ ہے۔

نورِ ایمان کی ضیاء باری:

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک ایسا قوی عزم اٹھائے ہوئے تھے جو کہ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کردے اور لوہے کا سینہ پھاڑ دے مگر انھیں ایک رسالت اور شریفانہ عادت کی ضرورت تھی جس میں یہ اپنی جدوجہد اور طاقت صرف کریں۔ الٰہی انوار و تجلیات اہل مکہ پر بلند ہو رہی تھیں اور کائنات کا گوشہ گوشہ جگمگا اٹھا تھا یہ عبداللہ بن ام مکتوم پاکیزہ دل انسان اس روشنی سے متاثر ہوتے ہیں اور دعوتِ حق کو قبول کرتے ہیں اور اسلام لے آتے ہیں اور اس عظیم دین میں سبقت لے جانے والوں کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو کیا علم تھا کہ یہ اسلام لا کر تاریخ کے سب سے بڑے اور شرف والے دروازے میں داخل ہو رہے ہیں اور یہ ایسی ایک حقیقی داستان بن چکے ہیں کائنات کا ذرہ ذرہ اسے دہراتا رہے گا اور یہ ایک مثال بن جائیں گے جس کے نقشِ قدم پر چل کر راہنمائی ملتی ہے اور ایسی قندیل راہ ہوں گے جو ہمیشہ روشن رہے گی۔

حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلایا تو یہ علانیہ طور پر اپنے اسلام لانے کا اظہار کر رہے تھے اور اس بات کا برملا اظہار کر رہے تھے کہ میں نے خود کو ایمان کے لشکر میں شامل کر دیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کرتا ہوں کہ اپنی روح تک بھی اللہ کی راہ میں قربان کر دوں گا اور اسلام لانے کے دن سے لے کر آج تک دین سمجھنے میں فکرمند رہتے تھے اور دین کی ہر بات کی پہچان میں مگن تھے۔

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت دینی سوال کرتے تھے جب کہ آپ کے گرد پہلے پہلے مسلمان ہونے والے آدمی موجود تھے جو یہ سوال سنتے اور سمجھتے تھے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر رہے ہیں آپ کعبہ کی طرف آنے والے راستے میں چل رہے ہیں اور یہ سوال کر رہے ہیں مقصد یہ تھا کہ رستہ میں موجود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آدمیوں کو اسلام کی دعوت دیں۔

ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بہت سارے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ ایک دن قریش کے بڑوں میں سے ایک بڑے سے مخاطب ہوتے ہیں آپ یہ طمع رکھتے تھے شاید یہ اسلام قبول کرے۔آپ ﷺ اس سے مخاطب ہیں اور سرگوشی کر رہے ہیں تو اچانک ابن ام مکتوم آتے ہیں یہ ان قدیم لوگوں میں سے تھے جو پہلے اسلام لائے تھے ابن ام مکتوم نے رسول اکرم ﷺ سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا۔اور اس پر اصرار کیا، نبی اکرم ﷺ کی آرزو یہ تھی کہ ابن ام مکتوم رک جائیں سوال نہ کریں، آپ کو رغبت اور طمع یہ تھا کہ وہ آدمی ہدایت سے ہمکنار ہو جائے، اس لیے آپ ﷺ اس کے ساتھ ہی محوِ گفتگو رہنا چاہتے تھے۔

ابن ام مکتوم سے اعراض کرتے ہوئے آپ نے اپنے چہرے پر شکن ڈالے اور دوسرے آدمی کے ساتھ ہی متوجہ رہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمادیں:

﴿عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤى ۙ۝۱ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ۝۲ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰۤى ۙ۝۳ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ؕ۝۴ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ۝۵ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ۝۶ وَ مَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ؕ۝۷ وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ۝۸ وَ هُوَ يَخْشٰى ۙ۝۹ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ۝۱۰ كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ۝۱۱ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۘ۝۱۲ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ۝۱۳ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ۝۱۴ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۙ۝۱۵ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ؕ۝۱۶﴾ (عبس:۱۔۱۶)

”تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا یہ کہ اس کے پاس نابینا آیا تجھے کیا معلوم ہے شاید کہ وہ پاکیزگی حاصل کرے یا نصیحت پکڑے تاکہ اسے نصیحت فائدہ دے لیکن جو لاپرواہ ہے تو اس کے درپے ہے یہ تیرے ذمہ نہیں کہ وہ پاک باز کیوں نہ ہوا لیکن جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا ہے اور وہ ڈرتا ہے تو اس سے بے خبر ہے۔ ہرگز نہیں یہ نصیحت ہے جو چاہے اس سے نصیحت پکڑے، عزت والے صحیفوں میں ہے جو بلند اور پاکیزہ ہیں سفید چہروں والے، عزت والے نیکوں کاروں کے ہاتھ میں ہے۔“

یہ وہ سولہ آیات مبارکات ہیں جو جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے قلبِ اطہر پر لے کر نازل ہوئے ہیں یہ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی شان میں اتری ہیں، اس وقت سے لے کر آج تک تلاوت ہو رہی ہیں اور آئندہ بھی پڑھی جاتی رہیں گی جب تک یہ زمین موجود ہے یہ گنگناتی رہیں گی۔اس وقت سے لے کر آج تک، حضرت رسولِ اکرم ﷺ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے مرتبہ و منزلت کی قدردانی کرتے رہے ہیں جب وہ آتے انھیں اپنی مجلس میں اپنے قریب کرتے ان کا حال پوچھتے اور ان کی ضرورت پوری کرتے۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ آپ ﷺ ان کی وجہ سے ہی ساتوں آسمانوں کے اوپر سے سخت ترین عتاب میں آئے تھے۔ [1]

---

[1] صور من حياة الصحابة: ۱۵۳.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

انصار کے آنگن میں:

کفارِ قریش نے نبی اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر جب ایذاء رسانی کی انتہاء کردی تو حبیبِ کبریاء ﷺ نے انھیں مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اجازت دے دی۔

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کی راہ کے اولیں سالکوں میں سے تھے۔ جو فتنہ کے خوف سے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر مکہ سے گئے اور مدینہ چلے گئے کیونکہ یہ فتنہ کا طوفان بہت تند و تیز تھا، ایمان والے دلوں کو پٹک دیتا تھا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مکہ سے ہجرت کرکے ہمارے پاس مدینہ آنے والوں میں حضرت مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما تھے اور انھوں نے آتے ہی ہمیں قرآن پاک پڑھانا شروع کردیا۔ [1]

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اسی طرح اپنے انصار بھائیوں کے آنگن میں ہی رہنے لگے۔

یہ وہ انصار تھے جنھوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کی راہوں میں آنکھیں بچھائیں اور انھیں اپنی پلکوں میں محفوظ کرلیا کہ کہیں انھیں گرم یا ٹھنڈی ہوا تک نہ لگے۔

ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اس عظیم پیغام کے ذریعہ لوگوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دیتے تھے اور دین کے احکام سے آشنا کرتے رہے تاکہ حبیبِ کبریاء ﷺ کے استقبال کے لیے دلوں کو تیار کریں۔ ابنِ اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو حبیبِ کبریاء ﷺ سے ملاقات کا بہت زیادہ شوق تھا، اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو جب مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اجازت دی تو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا دامن تو سعادت سے بھر گیا اور دل میں فرحت و مسرت کی لہریں اٹھنے لگیں۔

جب حبیبِ کبریاء ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابن ام مکتوم آپ کے ساتھ سائے کی مانند رہنے لگے اور آپ اسے سیرت اور علم و اخلاق حاصل کرتے رہے نبی ﷺ کے پیچھے ایک نماز بھی ضائع نہ ہونے دی اور آپ ﷺ کے علمی حلقوں میں سے کسی حلقہ میں بھی غائب نہ رہے۔

توحید کے علمبردار:

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشان ہمارا

رسولِ اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ میں آئے تو حضرت ابن ام مکتوم اور حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہما کو مؤذن بنالیا یہ پانچ وقتوں میں کلمۂ توحید کے ذریعہ مسلمانوں کو آگاہ کرتے اور بہترین عمل کی لوگوں کو دعوت دیتے اور انھیں کامیابی کی طرف بلاتے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ رمضان میں آذان دیتے تھے ان کی آذان سے لوگ کھانے پینے سے رکتے نہ تھے کیونکہ ان کی آذان فقط سونے والوں کو بیدار کرنے، اور بے خبروں کو خبردار کرنے کے لیے تھی اور جب حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ

[1] ابن سعد: ٤ـ١/ ١٥١، حاکم: ٣/ ٦٣٤، رجاله ثقات ارنؤوط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آذان کہتے تو یہ کھانے پینے سے رکنے کی اطلاع ہوتی اور روزے داروں کو آگاہی ہوتی کہ اب کھانا پینا چھوڑ دینا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَ كَانَ اَعْمٰى لَا يُنَادِيْ حَتّٰى يُقَالَ لَهٗ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ۔" [1]

"بے شک حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کو آذان کہتے ہیں اس کے بعد کھاؤ پیو، حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان کہیں تو پھر کھانا پینا چھوڑ دو یہ ایک نابینا آدمی تھے یہ تب اذان کہتے جب صبح صادق طلوع ہوتی تھی۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت:

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ان آدمیوں میں شامل ہیں، جن کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رچی بسی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اپنے اہل وعیال اور قبیلہ والوں سے بھی زیادہ محبوب تھے بلکہ اپنے پہلو میں جو دل تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اس سے بھی زیادہ پیارے تھے۔

صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فرد، اپنے اہل وعیال میں اور رشتہ داروں میں بدسلوکی کی برداشت کر لیتا تھا اور غصہ پی جاتا تھا معاف اور درگزر کر دیتا تھا لیکن وہ یہ برداشت نہ کرتا تھا کہ کوئی شخص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائے۔

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے تھے یہ جب مدینہ منورہ میں آئے تو ایک یہودی عورت کے پاس ٹھہرے وہ ان سے بہت نرم سلوک کرتی تھی اور بہت ہی اچھا پیش آتی تھی اور کھانے پینے میں تعاون کرتی تھی لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انھیں بڑی اذیت دیتی تھی، انھوں نے اسے پکڑا اور اتنا مارا کہ اسے قتل کر دیا۔

یہ معاملہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا واللہ! یہ مجھ سے بہت ہی نرم سلوک کرتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مجھے تکلیف زدہ کرتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس لونڈی کو اللہ دور کرے میں اس کا خون بے کار قرار دیتا ہوں۔ [2]

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی زیادہ محبت رکھتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ کے لیے مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو انھیں خلیفہ مقرر کرتے کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ عبادت، روزہ رات کے قیام اور قرآنِ پاک کی تلاوت میں ایک نمونہ تھے۔

مستجاب الدعوات:

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ آیات مبارکہ نازل کیں، جن میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی اور ان میں بتایا گیا کہ جو لوگ جہاد کی راہ میں نکلتے ہیں اور جو نہیں نکلتے اور گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں یہ برابر نہیں، راہِ جہاد

---

[1] بخاري: ٦١٧، ١٩١٨، مسلم: ١٠٩٢.

[2] ابوداؤد: ٤٣٦٢، كتاب الحدود، و رجاله ثقات، ارنؤوط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نکلنے والوں کا درجہ بلند ہے تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بہت زیادہ غمزدہ ہوئے اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا گو ہوئے۔

"اَیْ رَبِّ اَنْزِلْ عَذْرِی۔"

''اے میرے پروردگار میرا عذر اتار دے۔''

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور معذور لوگوں کو مستثنیٰ قرار دے دیا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ آیت لکھوا رہے تھے:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ (النساء:٩٥)

''وہ ایماندار جو بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں برابر نہیں۔''

ابھی یہ آیت تحریر ہو رہی تھی کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! واللہ! اگر میں جہاد کی طاقت رکھتا تو ضرور جہاد کے میدان میں اترتا یہ ایک نابینا آدمی تھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ معذوروں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ وحی اتری تو آپ کی ران مبارک میری ران کے اوپر تھی اتنا بوجھ پڑا کہ قریب تھا کہ میری ران ٹوٹ جائے پھر آپ سے وحی کی کیفیت دور ہوئی اور آپ نے یہ درج بالا جملہ لکھوایا کہ معذور اس کی زد میں نہیں آتے۔ [1]

دنیا سے رخت سفر باندھنا:

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بلند ہمت انسان تھے اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے ان کا عذر قبول کیا تھا اس کے باوجود اللہ کی راہ میں جہاد پر کمر بستہ ہیں ذرّہ برابر پست ہمیت نہیں ہوتے بلکہ ایسے وقت کی تلاش میں ہیں کہ اپنی تمام تر توانائیاں، اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت و حمایت میں صرف کر دیں جنگ میں شریک ہوتے اور کہتے، میں ایک نابینا آدمی ہوں بھاگ تو سکتا نہیں مجھے جھنڈا دے دو اور دو صفوں کے درمیان کھڑا کر دو کہ دشمن سے لڑ سکوں۔ [2]

جھنڈا ان کے سینہ سے لپٹا تھا:

۱۴ ہجری کی بات ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پختہ عزم کیا کہ اہلِ فارس کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ برپا کریں جو ان کی سلطنت کو تہہ و بالا کر دے اور ان کی بادشاہت کے زوال کا باعث ہو تا کہ مسلمانوں کے لشکر کے سامنے فتوحات کے دروازے کھل جائیں۔

انھوں نے اپنے گورنروں کو لکھا کہ جو بھی ہتھیار اٹھا سکتا ہے گھوڑے پر سوار ہونے کی سکت رکھتا ہے یا بہادری کا جوہر رکھتا ہو، یا رائے دے سکتا ہو اسے منتخب کریں اور میرے پاس روانہ کریں اور یہ کام جتنی جلدی ممکن ہو کریں جلدی کریں اس میں ذرہ برابر تاخیر نہ ہو۔

---

[1] بخاری:٤٥٩٢، کتاب التفسیر. [2] طبقات:٤ـ١/ ١٥٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مسلمانوں کی جماعتیں ہر جانب اور علاقہ سے مدینہ کی جانب اُمڈ آئیں، ان میں سے ایک نابینا مجاہد، حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اس لشکر جرار پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور انھیں خصوصی احکام دیے اور الوداع کہا۔ یہ لشکر قادسیہ پہنچا تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ زرہ زیب تن کیے اور ہتھیار بند ہو کر نمودار ہوتے ہیں اور خود کو مسلمانوں کا علم اٹھانے کے لیے پیش کرتے ہیں اور جذبہ ظاہر کیا کہ میں تو اس کی حفاظت کروں گا یا پھر جان لٹا دوں گا۔

قادسیہ میں مسلمانوں اور دشمنوں کی دونوں جماعتوں کا ٹکراؤ ہوتا ہے تین دن تک سخت اعصاب شکن جنگ بپا رہی تھی دونوں فریق ایسی جنگی تاریخ رقم کر رہے تھے کہ فتوحات کی دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ تیسرے روز مسلمانوں کو مضبوط غلبہ ملا اور اس بہت بڑی اہلِ فارس کی حکومت کا محل زمین بوس ہوا دنیا کا سب سے زیادہ مشکل اور سب سے بڑا پایۂ تخت زمین پر آن گرا اور بت پرستی کی زمین میں توحید کا علم سربلند ہوا۔ تاہم مسلمانوں کو اس عظیم الشان فتح کے لیے سینکڑوں شہداء کی جانوں کے نذرانے پیش کر کے اس کی قیمت چکانا پڑی۔

انہی شہداء میں سے ایک نامور اور نابغۂ روزگار شہید حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تھے یہ بھی اسی معرکہ میں خون میں لت پت مقتول پائے گئے اور مسلمانوں کا جھنڈا شہادت کے بعد بھی سینہ سے لگا رکھا تھا۔[1] ایک قول ہے قادسیہ میں زخمی ہوئے مدینہ لوٹ کر وفات ہوئی تھی علامہ ذہبی کی تحقیق یہی ہے کہ یہ قادسیہ میں شہید ہوئے۔[2]

ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تمہارے نصیب قابلِ رشک ہیں:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن! کیا ہی خوب تمہاری حیاتِ رنگا رنگ ہے جب تم شریکِ جنگ تھے نیزے جسموں میں پیوست ہو رہے تھے اور تیر وجود سے آر پار گزر رہے تھے اور تم نابینا ہو کر پھر بھی علمِ توحید تھامے میدان میں نظر آتے ہو۔ کتنی پاکیزہ خاک تھی جس سے تمہارا خمیر تیار ہوا۔ اور کتنی معطر وہ مٹی ہے جس سے تم تیار ہوئے ان ماؤں کے رحم بھی کتنے مبارک ہیں جنھوں نے تمھیں اپنے اندر چھپائے رکھا، اور ان باپوں کی پشتیں بھی کتنی خوش نصیب ہیں جن سے تم نکلے ہو۔ تمہارے کردار کی بلندی دیکھ کر ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے تم ہماری دنیا کی مخلوق نہیں تم عالم اعلیٰ سے آئے ہو یہاں کے مکیں نہیں۔ شاعر نے خوب عکاسی کی ہے:

فَالْقَادِسِيَّةُ مَا يَزَالُ حَدِيثُهَا
عِبَرٌ تَضِيءُ بِأَرْوَعِ الْأَمْثَالِ

”سرزمین قادسیہ کا معرکہ ایک سرگزشت بن گیا ہے اور ایسی روشن عبرتیں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جس کی مثال نہایت دلکش ہے۔“

[1] صور من حياة الصحابة:١٥٦.

[2] السير:١/ ٣٦٥.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تَحْكِيْ مَفَاخِرَنَا وَتَذْكُرُ مَجْدَنَا
فَتُجِيْبُهَا حِطِّيْنُ بِالْمِنْوَالِ

''سرزمین قادسیہ ہمارے قابل کارناموں کو دہراتی رہے گی اور ہمارے مجد وشرف کے تذکرے کرتی رہے گی اور حطین مقام بھی اسی ڈگر پر صدائے بازگشت دے گا۔''

صَفْحَاتُ مَجْدٍ فِي الْخُلُوْدِ سُطُوْرُهَا
تَاقَ الزَّمَانُ لَهَا بِغَيْرِ جِدَالِ

''ہماری بزرگی کے صفحات اس میں ہمیشہ تحریر ہو چکے ہیں زمانہ بغیر کسی جنگ و جدل کے انھیں سننے کا شوق رکھتا ہے۔''❶

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
تمھیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آنکھوں کی بینائی سے محروم تھے۔لیکن بصیرت میں بہت تیز تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں قرآن نازل کیا اس میں اس بات کا اشارہ تھا کہ ایمان داروں اور صالح کردار لوگوں توحید پرستوں اور فرمانبرداروں اور شریعت پر عمل پیرا لوگوں کی حکومت اس سرزمین پر قائم ہونے والی ہے۔

اس میں اطلاع تھی کہ اب ایمانی کرداروں کو ثابت قدمی، ملنے والی ہے کیونکہ اسی ایمان وتقویٰ میں مضبوطی کی وجہ سے ہی لوگوں میں برتری کی بنیاد قائم ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات:۱۳)

''بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔''

اسی دن سے جب سے ان کے بارے میں قرآن پاک نازل ہوا تھا۔

رسولِ اکرم ﷺ ناتوانوں پر خصوصی توجہ دیتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جن کی آواز زمین کے کونے کونے میں گونجی یہ انسانیت کے لیے خوف کے بعد امن ظلمت کے بعد روشنی اور ضلالت کے بعد ہدایت کے علمبردار تھے۔ دنیا نے ان کا بہت ہی اچھے انداز پر استقبال کیا اور یہ دنیا کی سطح پر قائد اور معلم بن کر نمودار ہوئے شاعر نے کہا ہے:

كَانُوْ رُعَاةَ جِمَالِ قَبْلَ نَهْضَتِهِمْ
وَ بَعْدَهَا مَلَاءُ وْا الْأَفَاقَ تَمْدِيْنًا

''اس اٹھان سے پہلے یہ اونٹوں کے چرواہے تھے اور اسلامی اٹھان کے بعد انھوں نے گوشہائے دنیا کو تمدن سے لبریز کردیا۔''

❶ صلاح الأمّة:۳/ ۳۵۳.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لَوْ كَبَّرْتَ فِيْ رُبُوْعِ الصِّيْنِ مِئْذَنَةً
سَمِعْتَ فِي الْغَرْبِ تَهْلِيْلُ الْمُصَلِّيْنَا ❶

''اگر تم چین کے گھروں کی اذان گاہ میں اللہ اکبر کی صدا بلند کردیں گے تو مغرب میں تم نمازیوں کے لا الہ الا اللہ کی آواز سنو گے یعنی ہر جگہ کلمۂ حق سنائی دے گا۔''

ہم دوبارہ کہتے ہیں دنیا سے کوچ کرنے والے یہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ دنیا میں نعمت بصارت سے محروم تھے مگر نعمت بصیرت میں اللہ نے انھیں ڈھانپ رکھا تھا بلکہ سب سے بڑی نعمت یہ عطا کی کہ انھیں اسلام سے آشنا کیا اور انسانیت کے سرتاج خیر الانام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے نوازا تھا۔ جنت میں جب یہ پہلا قدم رکھیں گے تو ان کی یہ دنیاوی کسر بھی اللہ تعالیٰ پوری کردیں گے انھیں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھا فرمائیں گے اور دنیا میں بصارت سے محرومی کے عوض جنت میں وہ صلہ دیں گے کہ پردہ اٹھائیں گے اور یہ اپنے کریم رب کے چہرہ کا دیدار کریں گے۔

اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ اب اس دعا کے بعد
رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

❶ رجال انزل اللّٰہ فیھم قرآنا: ۱/ ۳۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

54

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حیاتِ باوفا کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے خود ان کا دفاع کیا۔ بندہ جب اللہ عزوجل کے ساتھ قلبی لگاؤ پیدا کر لیتا ہے تو پھر وہ مالک عزوجل خود ہی اس کی حفاظت وحمایت کرتا ہے اور اس کا دفاع کرتا ہے۔

آیئے ہم اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کچھ وقت گزاریں۔ جن کا دل اللہ کی محبت سے لبریز تھا اور ان کے اعضاء اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت میں سراپائے حرکت تھے۔ جب ان کی یہ حالت تھی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا دفاع اور حمایت ایسی صورت میں کیا تھا کہ کسی انسان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔

مکہ والوں کا غیظ وغضب:

اہل مکہ، مسلمانوں کے خلاف، غیظ وغضب کی آگ میں جل رہے تھے کیونکہ معرکہ بدر میں انھیں سخت ہزیمت اور بہت ہی بری طرح شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا قریش کے اشراف اور سربرآوردہ سردار مارے گئے تھے انتقام کے زخم ان کے دلوں میں جوش زن تھے اور بدلہ لینے کی آگ ان کے سینوں میں سلگ رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قریش نے لوگوں کو منع کر رکھا تھا کہ وہ بدر کے مقتولوں پر آہ وبکا نہ کریں اور انھوں نے یہ بھی پابندی لگا رکھی تھی کہ قیدیوں کا فدیہ دینے میں بھی جلد بازی سے کام نہ لیا جائے تاکہ مسلمانوں کو ان کے دلی صدمات اور غم کا اندازہ نہ ہو سکے۔ غزوۂ بدر کے بعد قریش نے بالاتفاق یہ قرارداد پاس کی کہ مسلمانوں کے خلاف عام جنگ بپا کریں جس سے ان کے غضب کی شعلہ زن آگ ٹھنڈی ہو اور ان کے خلاف کینے کا ابلنے والا لاوئی جو ہے اس پر ٹھنڈک پڑے اب یہ اس معرکہ کی تیاری میں مکمل یکسوئی کے ساتھ مگن ہیں۔ [1]

جنگ کی تیاری کا منظر:

اس معرکہ میں قریش کی عورتوں نے برابر حصہ ڈالا تھا ان کی لیڈر ہند بنت عتبہ تھیں جو کہ ابوسفیان کی بیوی تھیں۔ یہ صفوں کے درمیان گھومتی تھیں دف بجاتی تھیں مردوں کو ابھارتی تھیں اور انھیں لڑنے پر ترغیب دلاتی تھیں، اور بہادروں کے جذبات برانگیختہ کرتی تھیں نیزہ بازوں، شمشیر زنوں اور تیر بازوں میں جنگ کی تحریک پیدا کرتی تھیں کبھی علمبرداروں کو مخاطب کرتیں اور کہتیں۔

[1] الرحیق المختوم:۲۶۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَیْهًا بَنِیْ عَبْدِ الدَّارِ
وَیْهًا حُمَاةَ الْاَدْبَارِ
ضَرْبًا بِکُلِّ بَتَّارِ

''اے بنوعبد الدار! خبردار، رہو، منہ موڑ کر بھاگنے والوں کے نگہبانوں! اور ہوشیار رہو، ایسی تلوار زنی کرو جو سخت کاٹ دار ہو۔''

اور کبھی اپنی قوم کو جنگ پر یوں آمادہ کرتیں:

اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقِ
وَ نَفْرِشُ النَّمَارِقُ

''اگر تم پیش قدمی کرو گے تو ہم تمھیں سینہ سے لگائیں گی اور راہوں میں قالین بچھائیں گی۔''

اِنْ تُدْبِرُوْا نُفَارِق
فِرَاقَ غَیْرِ وَامِق

''اگر تم پیٹھ دے کر میدان سے بھاگو گے تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گی۔ ایسی جدائی ہوگی جو اچھی نہ ہوگی۔''

ایک قریش عورت کی عجیب نذر:

دونوں فریق جنگ کی چکی کے پاٹوں کے درمیان تھے چیخ و پکار بلند ہو رہی تھی اور سر فضاؤں میں اڑ رہے تھے، اور شرف اور لڑائی کی سرزمین پر خون کے دھارے بہہ رہے تھے زبانیں خاموش تھیں اور تلواریں بول رہی تھیں اور دشمنوں کے سروں پر ان کی جھنکار اور پکار کا شور برپا تھا جب یہ ہنگامہ آرائی کا دور ختم ہوا اور جنگ نے ہتھیار ڈال دیے تو سلافہ بنت سعد اٹھی یہ قریش میں سے ایک مشرک عورت تھی، اپنے خاوند اور تین بچوں کو تلاش کر رہی ہے ان کی جستجو میں بھاگ رہی ہے اچانک دیکھتی ہے تو خاوند قتل ہو چکا ہے اب خوف اور گھبراہٹ میں اٹھتی ہے اپنے تینوں بیٹوں، مسافع، کلاب، اور جلاس کو ڈھونڈتی ہے تو وہ کوہِ احد کی گھاٹی میں پڑے ہیں۔ مسافع اور کلاب تو اس دار فانی سے رخصت ہو چکے ہیں اور جلاس آخری سانسیں لے رہا تھا۔

سلافہ اپنے اس بیٹے پر اوندھی ہوتی ہے جو موت کی غشی برداشت کر رہا تھا اور اس کی گود میں سر رکھتی ہے اور اس کی پیشانی اور منہ سے خون صاف کرتی ہے۔

اس ہولناک حادثہ نے سلافہ کی آنکھوں سے آنسو خشک کر دیے تھے۔ بیٹے پر متوجہ ہوتے ہوئے کہتی ہے۔

اے بیٹے! تجھے کس نے قتل کیا ہے اس نے جواب دینے کی کوشش کی مگر موت کی بے چینی نے بات نہ کرنے دی۔

ماں نے اصرار کیا تو بہت مشکل سے کہا مجھے اور میرے بھائی کو عاصم بن ثابت نے قتل کیا ہے اور بھی بات کرنا چاہتا تھا مگر آخری ہچکی لی اور خاموش ہو گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ سن کر سلافہ بنت سعد تو جنونی ہوگئی اعضاء اکڑ گئے تشنج کی حالت طاری ہوگئی اور چلانے لگی اور اس نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی اس وقت تک میری جلن کو آرام نہ ہوگا اور نہ ہی میری آنکھوں کے آنسو خشک ہوں گے روتی رہوں گی سکون تب ہی ملے گا جب عاصم بن ثابت سے انتقام نہ لے لوں گی اور اس کے سر کی کھوپڑی میں شراب نہ پیوں گی۔ [1] ابوجعفر طبری بیان کرتے ہیں: سلافہ نے اس آدمی کے لیے ایک سو اونٹ انعام دینے کا اعلان کیا جو عاصم کا سر اس کے پاس لائے گا۔ قریش میں سلافہ کی نذر پھیل گئی کہ اس نے عاصم کے قاتل کو سو اونٹ دینے کا اعلان کیا ہے اس کی وجہ سے مکہ کے ہر ایک نوجوان کی تمنا یہ تھی کہ وہ عاصم بن ثابت کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو اور ان کا سر سلافہ کے سامنے پیش کرے اور اتنا خطیر انعام پائے۔

عاصم کی طرح لڑو:

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ فقط اس لیے راہِ اللہ میں لڑتے تھے کہ جامِ شہادت نوش کریں اسی شوق کی آگ میں ان کا دل جلتا تھا اور یہ جذبات بھی کتنے ہی مبارک ہیں کہ ایک مومن کا دل اپنے اللہ کی ملاقات کے لیے روتا ہو اس سے تو ایمانداروں کے دلوں کو حیاتِ نو ملتی ہے۔ حسین بن سائب بیان کرتے ہیں کہ جب بدر کی رات تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم کس طرح لڑتے ہو۔

حضرت عاصم بن ثابت بن ابی افلح کمان اور تیر ہاتھوں میں پکڑتے ہیں اور کہا جب دشمن قریب ہو، تقریباً دو سو ہاتھ کے فاصلہ پر ہو تو تیر اندازی سے کام لیا جائے۔ اور جب وہ اور قریب ہو جائے جہاں تک نیزے رسائی حاصل کر لیں تو پھر نیزہ بازی ہو اور جب نیزے ٹوٹ جائیں تو پھر ہم انھیں چھوڑ دیں گے اور شمشیر بکف ہو جائیں گے اور پھر زور آزمائیں گے۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنگ کا یہی طریقہ ہے جو لڑے اسے عاصم کی مانند راہِ اللہ میں لڑنا چاہیے۔ [2]

اے اللہ! ہمارے نبی کو ہماری حالت بتا دینا:

۴ ہجری میں رجیع کا واقعہ پیش آتا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس افراد پر مشتمل ایک دستہ بھیجا کہ علاقہ کی خبر گیری کریں اور مجھے بتائیں، حضرت عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا، حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر مقرر کیا۔

یہ عسفان اور مکہ کے درمیان ''ہدہ'' مقام پر تھے کہ ہذیل کے ایک قبیلہ بنولحیان کو ان کی اطلاع ملی۔ تقریباً ایک سو آدمی جو کہ ماہر تیر انداز تھے۔ ان مسلمانوں کے نشاناتِ قدم ڈھونڈنے لگے ایک منزل پر جہاں مسلمان اترے تھے وہاں انھوں نے اس جگہ کو پہچان لیا جہاں یہ رکے تھے وہ ان کے کھجور کھانے کی جگہ تھی۔ ان سو آدمیوں نے جب گٹھلیاں دیکھیں تو کہا یہ مدینہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں ہیں انھوں نے مسلمانوں کا پیچھا کیا قریب پہنچ گئے تو حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں نے جب انھیں دیکھا تو ایک محفوظ مقام کی طرف پناہ گزیں ہو گئے۔ دشمنوں نے انھیں گھیر لیا اور کہا۔ نیچے اترو

[1] صور من حياة الصحابة: ٣٩٨. [2] الاصابہ: ٣/ ٤٦١.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور خود کو ہمارے حوالہ کردو، ہم تمھیں عہد اور پختہ یقین دلاتے ہیں کہ ہم تمھیں قتل نہیں کریں گے۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ساتھیو! میں تو کسی کافر کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا تم جو چاہو کرو اور دعا کی۔ اے ہمارے اللہ! ہماری صورتِ حال سے ہمارے نبی کو باخبر کردینا دشمنوں نے تیروں کی بوچھاڑ کردی اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا تین مسلمان ان کے عہد و پیمان کے دھوکہ میں آ گئے حضرت خبیب، حضرت زید بن دثنہ ایک اور آدمی تھے اور نیچے اتر آئے دشمنوں نے گرفتار کر لیے۔

شہادت سے پہلے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو سلافہ کی نذر یاد آئی جو اس نے ان کے متعلق مانی تھی کہ ان کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی۔ انھوں نے اپنی تلوار میان سے نکالی اور دعا کی: اے میرے پروردگار! میں تیرے دین کا دفاع کرنے اور اس کی حفاظت کرنے آیا ہوں تو میرے گوشت، پوست اور ہڈی کی حفاظت فرما، اللہ کا کوئی دشمن انھیں حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ❶

اے میرے اللہ! دن کے شروع میں میں نے تیرے دین کی حفاظت کی ہے اور اس کے آخر میں میرے جسم کی حفاظت کرنا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے: حضرت عاصم رضی اللہ عنہ جب جامِ شہادت نوش کر گئے تو ہذیل قبیلہ نے ارادہ کیا کہ ان کا سر کاٹ لیں اور سلافہ کو پیش کریں اور انعام حاصل کریں مگر شہد کی مکھیوں کی ایک جماعت نے ان کی حفاظت کی جب ان کا بس نہ چلا تو کہنے لگے چلو رات آئیں گے اور ان کا سر کاٹ لیں گے اس وقت تو مکھیاں نہ ہوں گی جب رات ہوئی تو وادی میں سیلاب آ گیا جو حضرت عاصم کی لاش مبارک کو بہا لے گیا۔

حضرت عاصم نے دعا بھی یہی کی تھی کہ انھیں مشرک نہ چھوئے اور نہ ہی یہ مشرک کو چھوئیں کیونکہ مشرک منحوس ہوتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب سنا کہ حضرت عاصم کی حفاظت شہد کی مکھیوں نے کی ہے تو فرمایا: مومن آدمی کی اللہ تعالیٰ خود حفاظت فرماتے ہیں حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے نذر مانی تھی کہ انھیں مشرک ہاتھ نہ لگائے اور نہ ہی ان کا ہاتھ کسی مشرک کو لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی ان کی نذر کو پورا کردیا ہے۔ ❷

اللہ تعالیٰ عمل کے مطابق ہی بدلہ دیتے ہیں:

وَ عِنَايَةُ الرَّحْمٰنِ تَعْصِمُ عَاصِمًا
عَنْ اَنْ يُّنَالَ بِرَاحَةٍ اَوْ اِصْبَعٍ

''یہ رب رحمان کی عنایت ہے جس نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو شرک کی ہتھیلی تو دور رہی ایک انگلی بھی نہیں لگنے دی۔''

بِا السَّيْلِ بَعْدَ الدَّبْرِ مِنْ اَعْدَائِهٖ
فِيْ مَصْرَعٍ اَكْرِمْ بِهٖ مِنْ مَّصْرَعٍ

❶ صور من حياة الصحابة: ٤٠٠. ❷ البدايه والنهاية: ٣/ ٦٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''صبح مکھیوں سے حفاظت کی اور رات سیلاب کے ذریعہ دشمنوں سے محفوظ رکھا اور وہ ایسی جگہ شہید ہوئے کیا ہی اچھی اور عزت والی ہے وہ قتل گاہ جہاں انھوں نے شہادت پائی۔''[1]

سیلاب نے ان کی لاش مبارک کو لے لیا اور بہت دور لے گیا اور وہاں لے گیا جہاں دشمن کو خبر تک نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے سر کو بچا لیا وہ شراب کا پیالہ نہ بن سکا، انھوں نے اللہ کے دین کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے ان کے جسد خاکی کا تحفظ فرما دیا کہ مشرک ہاتھ تک نہ لگا سکے۔

واقعۂ رجیع کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر صدمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لیے بد دعاء کی جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو قتل کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رعل اور ذکوان قبائل پر اور عُصیہ پر تیس دن تک بد دعاء فرمائی۔ ان کے بارے میں قرآنِ پاک بھی نازل ہوا جو ہم تلاوت کرتے رہے وہ پھر اس کے بعد منسوخ ہو گیا اس کے یہ الفاظ تھے۔

''بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَ رَضِيْنَا عَنْه''[2]

''ہماری قوم تک یہ پیغام پہنچا دو کہ جب ہماری ہمارے رب سے ملاقات ہوئی تھی تو وہ ہم سے راضی ہوا اور ہم اس سے راضی ہوئے۔''

قبر کی ظلمت میں ہے ان آفتابوں کی چمک
جن کے دروازوں پر رہتا تھا جبیں گستر فلک

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

[1] المقامات العلیۃ: ۷۲، منقول از الجزاء من جنس، العمل: ۲/ ٤٤.

[2] بخاری: ۲۸۱٤، مسلم: ٦۷۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

55

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی

سید الانبیاء، افضل الرسل، پیغمبر محتشم، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ وَ اَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيمًا."

"اے میرے اللہ! عبد اللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) کے گناہ معاف کر دے اور روزِ قیامت انھیں جنت میں داخل کرنا۔"

قارئین کرام! ہم آپ کے سامنے رقت آمیز دل رکھنے والے، زاہد و عابد، صحابی، جن کا نام گرامی عبد اللہ بن قیس ہے اور کنیت ابوموسیٰ اشعری ہے کا تذکرہ کرتے ہیں جو امام کبیر ہیں فقیہ اور قرآنِ پاک کے ماہر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔

یمن کا رہائشی مکہ مکرمہ میں:

سرزمین یمن میں یہ زندگی گزار رہے تھے یہ وہ لوگ ہیں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رقیق القلب ہونے کا شرف بخشا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً اَلْفِقْهُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ۔"[1]

"اہلِ یمن تمہارے پاس آئے ہیں یہ نہایت ہی رقت قلب والے ہیں فقہ بھی یمن والوں میں ہے اور حکمت بھی ان میں ہے۔"

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ باوجود نوعمر ہونے کے اپنی قوم کو بت پرستی سے منع کرتے تھے کہتے تھے یہ بت نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ ان کے دل کی گہرائیوں سے یہ آرزو اٹھتی تھی کہ شرک کی دلدل اور بت پرستی کی ظلمت بے محل سے انسانیت کو نکال کر توحید و اطاعت کی انوار و تجلیات سے ان کے سینوں کو منور کرنے کا معجزہ سرزد ہو۔ ان کی یہ قیمتی امنگ جلد ہی بار آور ہوئی اور یہ نامور معجزہ دنیا کے سامنے ظاہر ہوا کہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو گئے۔

جونہی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا سنا، انھوں نے ساز و سامان سفر اٹھایا، اور سفر کے گھوڑے کی باگ قدموں میں دبائی اور ہوا سے باتیں کرتے ہوئے مکہ پہنچے تا کہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدارِ دلدار

[1] بخاری، مسلم، صحیح الجامع: ٥٣، عن ابی ہریرۃ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے سرخرو ہوں اور آپ ﷺ کی رسالت کے ساتھ ایمان لائیں اور پھر اس کے ذریعہ لوگوں کو جہالت و اصنام پرستی کی تاریکیوں سے نکال کر غفور ورحیم رب کی عنایت سے انھیں دین کی روشنیوں سے ہمکنار کریں۔ مکہ مکرمہ پہنچتے ہی جب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو مسلمان ہو گئے۔

چچا، بھتیجا دونوں کی نبی ﷺ سے ملاقات:

مکہ آنے کے بعد، دوسری رات حضرت عبد اللہ بن قیس اور ان کے ساتھ ان کے نوجوان چچا حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہما نے حضرت رسولِ اکرم ﷺ سے ملاقات کی۔

نبی اکرم ﷺ ابو عامر کی جانب متوجہ ہوئے اور ان سے بھی اسی انداز پر گفتگو کی جس انداز پر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کی تھی اور ان پر آیات قرآنی کی تلاوت کی یہ بھی فوراً ایمان کے نور سے ہمکنار ہو گئے اور حق کی گواہی دی۔

نبی اکرم ﷺ ان دو یمنی نوجوانوں کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے اور اپنی قوم سے پہلے جو یہ اسلام سے وابستہ ہو گئے تھے اس پر ان کی تعریف کی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ پھر انھیں اپنی دعوت کے ابتدائی حالات بتائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق بتایا کہ انھوں نے بہت ہی زیادہ جانثاری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ہے اور اس دعوت کے سلسلہ میں جو انھوں نے مصائب و تکالیف برداشت کی تھیں ان کا تذکرہ ان کے سامنے کیا اور اس دعوت کے خلاف قریش نے جو موقف اختیار کیا تھا اس کی وضاحت کی اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین کے تحفظ کی خاطر راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے تھے ان کا ایمان پرور واقعہ انھیں سنایا اور بتایا کہ قریش کا دستِ ستم حبشہ تک بھی پہنچ چکا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے شل کر دیا اور ان کا مکر نہ چل سکا اور اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حمایت فرمائی اور آپ ﷺ نے انھیں یہ بھی بتایا کہ میرا دین غالب آئے گا اور عرب و عجم اس کے سامنے سرنگوں ہوں گے اور اسے گلے لگائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسے پوری روئے زمین پر مضبوط کریں گے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

ان دونوں نے جب یہ داستانِ حق سنی اور غلبہ دین کا جانفزا مژدہ سنا تو ان نوجوانوں کی ہر سلوٹ اور شکن سے فرحت و مسرت کی کرنیں پھوٹنے لگیں۔

خود سپردگی:

یہ ایمان افروز صورتِ حال، رسولِ اکرم ﷺ کی مبارک زبان سے سن کر کہنے لگے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! جو چاہیں حکم دیں ہم حاضر ہیں اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کے پاس رہتے ہیں اور اپنے بھائیوں کی مانند تکالیف کا سامنا کرتے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں تو ہم اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاتے ہیں اور اسے آپ کے دین کی دعوت دیتے ہیں۔

اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم حبشہ میں اپنے مسلمان بھائیوں کے پاس چلے جاتے ہیں آپ ﷺ نے ان کی اس پیشکش کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہت صلا حا اور ان کی ثنائے خیر کی اور انھیں اپنی قوم کے پاس واپس جانے کا انھیں حکم دیا اور کہا: وہاں جا کر میرے دین کی دعوت دو، تاکہ میرا یہ مشن غالب آ جائے اور جلدی چھا جائے۔ یہ دونوں نوجوان! عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کا حکم سر ماتھے پر! اور چند راتیں مکہ میں رہے ان راتوں میں انھیں نبی اکرم ﷺ نے کئی قرآنِ پاک کی سورتیں پڑھائیں اور انھیں نماز ادا کرنے کا طریقہ سکھایا۔ اب یہ دونوں واپس یمن لوٹ جاتے ہیں اور کائنات کا سب سے عظیم سرمایہ دامنِ سعادت میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ ایمان، یقین اور رب کائنات کے سامنے سرِ تسلیم خم ہونے کا تمغہ سجائے ہوئے تھے۔ [1]

ہم محبوب ساتھیوں سے ملیں گے:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ جب اپنے وطن یمن میں لوٹے تو اللہ عزوجل کے دین کی دعوت کا آغاز کیا اور آرزو یہ تھی کہ اپنے ماحول کے لوگوں کو بازوؤں سے پکڑ پکڑ کر ربِ رحمان کی جنت میں داخل کریں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت ابوموسیٰ نے جو کہ یمن میں گزارا تھا لوگوں کو کتاب وسنت کی تعلیم دی۔ مگر دل میں اس شوق نے انگڑائی لی کہ رسولِ اکرم ﷺ کے قدموں میں رہوں۔ دوبارہ رختِ سفر باندھا اور حبیب کبریاء ﷺ کے شہر کی جانب روانہ ہو گئے۔ جب ان کی نبی اکرم ﷺ سے ملاقات ہوئی آپ غزوۂ خیبر سے ابھی فارغ ہی ہوئے تھے اس کے بعد آپ سے ان کی ملاقات ہوئی ادھر یمن سے یہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آئے ادھر حبشہ سے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آئے تھے ساتھ دیگر ساتھی بھی تھے۔ نبی ﷺ نے ان سب کے لیے جنگ سے حاصل شدہ مالِ غنیمت میں سے حصہ مقرر فرمایا تھا حالانکہ یہ شریکِ جنگ نہیں تھے۔ آپ ﷺ کو ان کے آنے کی بہت زیادہ خوشی ہوئی تھی۔

اس کی تفصیل خود ابوموسیٰ کی زبانی:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم یمن میں ہی تھے کہ ہم تک یہ بات پہنچی کہ رسولِ اکرم ﷺ بطورِ نبی نمودار ہو چکے ہیں ہم اس وقت یمن میں تھے ہم نے آپ سے ملاقات کے لیے اپنے وطن کو چھوڑا میں تھا اور میرے دوسرے دو بھائی تھے ایک تو ابو بردہ تھے دوسرے ابو رہم تھے اور دیگر لوگ بھی ہمارے قافلہ میں تھے تقریباً کل تعداد ترپن تھی میں بھائیوں میں سے سب سے چھوٹا تھا۔ ہم ایک کشتی میں سوار ہوئے طوفان آ گیا ہماری کشتی حبشہ میں جا لنگر انداز ہوئی وہاں ہماری میل ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں سے ہوئی رضی اللہ عنہم جو کہ نجاشی کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ہمیں یہاں حبشہ میں خود بھیجا ہوا ہے اور ہمیں آپ نے یہاں ٹھہرنے کا حکم دیا ہوا ہے لہٰذا آپ بھی یہاں ہمارے پاس قیام پذیر ہو جائیں ہم ان کے ساتھ ہی رہے اور مدینہ منورہ میں ان کے ساتھ اکٹھے آئے۔

[1] محمد علی دولہ، ابو موسیٰ اشعری: ۱۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب ہم جانبِ مدینہ آئے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر سے کامگار ہو چکے تھے۔ آپ نے ہمارے لیے باقاعدہ فتح خیبر سے حاصل شدہ مالِ غنیمت میں سے حصہ تقسیم کر کے دیا جب کہ جو غزوہ میں شریک نہ تھا اور کسی کو یہ حصہ نہ دیا تھا صرف ہمیں کشتی والوں کو دیا تھا جو کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے تھے آپ نے اتنی زیادہ ہمیں اہمیت دی اور شریکِ معرکہ تصور کیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ کشتی والے ہجرت میں پیچھے رہ گئے ہیں ہم نے ہجرت کرنے میں ان پر سبقت حاصل کر لی ہے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یوں تسلی دی اور عظیم اعزاز سے نوازا فرمایا۔ یہ اعلان سبقت کرنے والے، تم سے زیادہ میرے قریب نہیں، یہ جو کہتے ہیں انھوں نے تو ایک ہجرت کی ہے جب کہ تم اے کشتی والو! دو ہجرت کرنے والے ہو، ایک یمن سے ہجرت حبشہ کی جانب اور دوسری حبشہ سے میری جانب ہجرت کر کے آئے ہو۔ [1]

آگے حضرت انس رضی اللہ عنہ مزید اضافہ فرماتے ہیں کہ جب یہ اشعر قبیلہ والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی پہنچنے والے تھے تو یہ رجز وردِ زبان تھا۔

"غَدًا نَلْقَى الْأَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَهُ"

"کل ہماری ہمارے پیارے دوستوں سے ملاقات ہوگی جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا گروہِ گرامی قدر ہے ان سے ملنے والے ہیں۔"

اور جب پہنچے تو انھوں نے لوگوں سے مصافحہ کیا یہ سب سے پہلے لوگ ہیں جنھوں نے مصافحہ کی رسم نیک ایجاد کی۔ [2] عیاض اشعری بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ﴾ (المائدة:٥٤)

"عنقریب اللہ تعالیٰ ایک قوم لائیں گے اللہ تعالیٰ ان سے محبت کریں گے اور وہ اس سے محبت کریں گے۔"

تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے ابوموسیٰ! اس سے تمہاری قوم مراد ہے۔ [3]

جب حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعریوں کو اپنا قرار دیا:

اب اشعریوں نے خود کو حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دیا اور آپ ہی کے ہو کر رہ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب دیکھا کہ ان کے کارنامے بہت ہی کریمانہ ہیں اور دل میں جذباتِ رحیمانہ ہیں اور صدق مقال ان کا شیوہ ہے اور شب و روز اللہ اکبر المتعال کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں تو آپ بھی ان سے ہر گوشۂ دل سے چاہت رکھتے تھے۔ اندازہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ میں اشعری رفقاء کو جب وہ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں پہچان

---

[1] بخاري: ٤٢٣٠، مسلم: ٢٥٠٢، یہ منقول الفاظ مسلم میں ہیں۔

[2] احمد: ٣/ ١٥٥، طبقات: ٤/ ١٠٦، اسناده صحيح ارنؤوط.

[3] ابن سعد: ٤/ ١٠٧، وصححه الحاكم: ٢/ ٣١٣، وافقه الذهبي.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہوں اگرچہ میں نے صبح کے اجالا میں ان کی رہائشگاہوں کو نہ بھی دیکھا ہو جب یہ رات کے سناٹوں میں اپنی رہائشگاہوں پر تلاوت قرآن کرتے ہیں تو میں ان کی مسحور کن آوازوں کی وجہ سے رات کو ان کے ٹھکانے معلوم کر لیتا ہوں۔ ❶

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان، ان اشعریوں کی تعریف فرمایا کرتے تھے کہ یہ اشعر قبیلہ والے غزوہ کے دوران جب خوراک میں قلت محسوس کرتے ہیں یا مدینہ میں اہل وعیال کے لیے بھی کھانے کی قلت آجائے تو یہ جو کچھ کھانا ان کے پاس ہوتا ہے اسے ایک کپڑے میں جمع کرتے ہیں اور پھر ایک برتن میں آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں یہ بہت ہی اچھا طریقہ ہے یہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ ❷

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جن تمغہ جات سے نوازا:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بار بار قرآن وسنت کے چشمۂ صافی سے شاد کام ہوتے رہے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب تلاوت قرآن کرتے تو ان کی آواز میں ایسا سحر تھا کہ ان کی نرم وشیریں آواز سے متاثر ہو کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا ساری دنیا خوشی سے جھوم اٹھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

اے ابوموسیٰ! تمھیں حضرت داؤد علیہ السلام والا سوز وساز عطا کیا گیا ہے۔ ❸

ابوعثمان نہدی کہتے ہیں: کوئی بانسری ستار اور جھانجھ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز کے حسن کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ یہ ہمیں نماز پڑھاتے تو ہماری تمنا ہوتی کہ یہ سورت بقرہ ساری پڑھیں اتنی خوبصورت اور دلکش آواز تھی۔ ❹

ابوسلمہ کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے اور سر مجلس کہتے ابوموسیٰ! ہمیں ہمارا رب تو یاد کروا دو، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ پھر تلاوت کرتے اور سنوار سنوار کر پڑھتے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جھوم جاتے۔ ❺

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مومن ہونے کی گواہی دی ہے اور یہ اعزاز بخشا کہ یہ اللہ کی طرف جھکنے والے ہیں۔

حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک رات کی بات ہے میں مسجد سے باہر آیا تو اچانک میری مسجد کے دروازے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی کہ آپ کھڑے ہیں ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا، اے بریدہ! آپ کا کیا خیال ہے یہ نماز پڑھنے والا دکھلاوا کر رہا ہے میں نے عرض کی مجھے تو علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور پھر اس کے بعد اس کے رسول کو ہی علم ہے۔ فرمایا: نہیں بلکہ یہ مومن ہے جو کہ اللہ کی بارگاہ میں جھکا ہوا ہے اور اسے داؤد علیہ السلام والا سوز وساز عطا کیا گیا ہے۔

---

❶ مسلم:١٦٦، فضائل الصحابة. ❷ مسلم:١٦٧، كتاب فضائل الصحابة.

❸ ترمذی،صحيح الجامع:٧٨٣١، وصححه الالبانی.

❹ ابن عساکر:٥٢٧، منقول از سیر: ٢/ ٣٩٢.

❺ ابن حبان، موارد الظمان: ٢٢٦٤ و له شاهد عند ابن سعد: ٤ـ١/ ٨١و رجاله ثقات (ارنؤوط)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو بردہ کہتے ہیں میں اس نماز پڑھنے والے کے پاس گیا تو میں نے دیکھا جن کے متعلق نبی اکرم ﷺ یہ تاثرات بیان کر رہے تھے وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے تو رسولِ اکرم ﷺ نے جو کچھ ان کے بارے میں کہا تھا میں نے انھیں بتا دیا وہ بہت خوش ہوئے۔ ❶

امہات المومنین رضی اللہ عنہن ان کی صدائے دلفریب غور سے سنتی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بہت ہی شیریں زبان تھے ایک رات مصروف قیام تھے کہ نبی اکرم ﷺ کی بیویوں نے ان کی آواز سنی اور ان کی تلاوت سننے کے لیے اٹھیں جب صبح ہوئی تو انھیں بتایا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کی بیویوں نے تمہارا قرآن سنا ہے تو انھوں نے کہا اگر مجھے یہ علم ہوتا تو میں بھرپور انداز پر شوق آفریں تلاوت کرتا، یہ تو میں عام معمول کے مطابق پڑھ رہا تھا۔ ❷ یہ وہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ہیں جو ایسے نصیب افزا لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کے کہنے پر آپ کو قرآن سنایا ہے اور یہ وہ ہیں جنھیں نبی اکرم ﷺ نے زبید اور عدن کے علاقوں میں جو کہ یمن میں ہیں گورنر مقرر کیا تھا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو قرآن پاک سے والہانہ محبت تھی اس حد تک شیفتگی تھی کہ قرآن پاک ان کی عقل و خرد اور اعضاء پر چھایا ہوا تھا اسے ہر وقت اور ہر لحہ پڑھتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب گورنر بنا کر بھیجا تو کہا:

"يَسِّرَا وَ لَا تُعَسِّرَا وَ تَطَاوَعَا وَ لَا تُنَفِّرَا۔"

"آسانی پیدا کرنا تنگی میں نہ ڈالنا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ سرنگوں رہنا نفرت نہ پیدا کرنا۔"

آپ ﷺ سے حضرت ابوموسیٰ نے پوچھا، ہماری سرزمین یمن میں ایک شراب ہے جو شہد سے تیار کی جاتی ہے اسے بتع کہتے ہیں اور ایک شراب جو جَو سے بنائی جاتی ہے اسے مِزر کہتے ہیں۔ یہ جائز ہیں یا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے حضرت ابوموسیٰ نے بتایا کہ مجھ سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ تم قرآن پاک کیسے پڑھتے ہو، میں نے کہا میں قرآن پاک نماز میں پڑھتا ہوں۔ سواری پر پڑھتا ہوں کھڑا ہوں تو پڑھتا ہوں بیٹھا ہوں تو پڑھتا ہوں میں اسے وقتاً فوقتاً پڑھتا ہی رہتا ہوں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو سو جاتا ہوں، پھر اٹھتا ہوں اور میں سونے کو بھی نیکی تصور کرتا ہوں۔ جس طرح کہ قیام کو نیکی تصور کرتا ہوں۔ اس لحاظ سے حضرت معاذ کو مجھ پر برتری حاصل تھی۔ ❸ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے لوگ جب کسی گھاٹی پر چڑھتے تو کہتے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر

---

❶ مسلم: ۷۹۳، ابن عساکر: ۴۶۹۔

❷ طبقات: ۴/ ۱۰۸، اسناده صحیح ارنؤوط ابن عساکر نے ان کا اقتباس بیان کیا ہے۔ (۴۸۱)

❸ بخاری: ۴۳۴۴، کتاب المغازی، مسلم: ۱۷۳۳، کتاب الاشربۃ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بہت بلند آواز میں کہتے تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ اپنی خچر پر سوار ایک پہاڑ کے درمیان سے گزر رہے تھے۔ فرمایا:

"اَیُّھَا النَّاسُ! اِنَّکُمْ لَا تُنَادُوْنَ اَصَمَّ وَ لَا غَائِبًا."

"اے لوگو! تم بہرے اور غائب رب کو نہیں پکار رہے۔ آہستہ پڑھو اور پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے عبداللہ! کیا میں تجھے وہ بات نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ کیوں نہیں ضرور بتائیں آپ نے فرمایا: کہو "لا حول و لا قوۃ الا باللہ" ہر قوت فقط اللہ کے ہاتھ میں ہے۔" [1]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ زینتِ حیاء سے بھی آراستہ تھے۔ ابومجلز بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تاریک گھر میں غسل کرتا ہوں اور اپنے رب سے حیاء کی وجہ سے میں اس تاریکی میں بھی کمر کو جھکائے رکھتا ہوں۔ [2] اور جب رات سوتے تو مکمل لباس پہن کر سوتے تھے یہ خدشہ تھا کہ کہیں شرمگاہ نہ کھل جائے۔

نبی اکرم ﷺ کے قرب میں رہنے کی وجہ سے بے حد و حساب خیر حاصل کر لی تھی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ خود ہی بیان کرتے ہیں کہ میں جعرانہ میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس تھا ایک دیہاتی آیا اور آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا آپ نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ پورا کریں۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا بشارت قبول کرو، اس نے کہا آپ بہت ساری بشارتیں ہی دیتے ہو، کچھ مال بھی دو۔

رسولِ اکرم ﷺ مجھ سے مخاطب ہوئے اور بلال پر بھی متوجہ ہوئے اور فرمایا اس دیہاتی نے تو بشارت واپس کردی ہے تم دونوں اسے قبول کرلو، ہم نے کہا ہم نے قبول کی۔ آپ ﷺ نے ایک پیالہ منگوایا اپنے ہاتھ دھوئے، اور اس میں اپنا چہرہ مبارک دھویا اور اس میں کلی کی اور کہا، دونوں پی لیں اور اپنے سروں پر ڈال لو اور سینوں پر چھڑکو ہم نے ایسا ہی کیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے آواز دی کہ اپنی ماں کے لیے بھی باقی رہنے دینا تو ہم نے ان کے لیے بھی پانی باقی چھوڑا۔ [3]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں ان کا مقام:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم ﷺ کی پوری زندگی نہایت ہی اعتماد والی جگہ پر رہے ہیں اور اس تمام وقفہ میں محبوب رہے ہیں اپنی وفات حسرت آیات تک رسولِ اکرم ﷺ ان سے راضی تھے۔ حضرت رسولِ اکرم ﷺ کی وفات سے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سخت رنجیدہ خاطر ہوئے، حبیبِ کبریاء کے دنیا سے اٹھ جانے سے بہت زیادہ دل گرفتہ ہوئے۔

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم کے دورِ خلافت تک زندہ رہے یہ سب ان کی قدر و منزلت

---

1. بخاری: ۷/ ۳۶۳، کتاب المغازی: ۱۱/ ۱۵۹، کتاب الدعوۃ، مسلم: ۲۷۰٤، کتاب الذکر والدعاء.
2. ابن سعد: ٤/ ۱۱۳، منقول از سیر: ۲/ ٤۰۱.
3. بخاری: ۸/ ۳۷، مسلم: ۲٤۹۷، ابن عساکر: ٤٦٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہچانتے تھے اور حبیبِ کبریاء ﷺ کی گواہی نے جس عظمتِ شان کا انھیں مستحق قرار دیا تھا یہ خلفائے کرام اس کے مطابق احترام دیتے تھے۔

ابو البختری بیان کرتے ہیں ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق دریافت کیا انھوں نے کہا کس صحابی کے متعلق پوچھتے ہو۔ ہم نے کہا ابن مسعود کے متعلق بتاؤ، انھوں نے کہا، وہ تو قرآن وسنت کے ماہر عالم تھے اور علم ان پر بس ہے ہم نے عرض کی ابوموسیٰ کے متعلق کیا خیال ہے، کہا وہ علم میں رنگے ہوئے ہیں۔ ❶

اسود بن یزید کہتے ہیں میں نے کوفہ کی سرزمین میں علی بن ابی طالب اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ ❷

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فقیہہ ذکی تھے اور روشن ضمیر تھے جمال وتازگی سے لبریز تھے فتویٰ ہو یا قضا دونوں میں پیکرِ عدل تھے۔ مسروق کہتے ہیں، صحابہ کرام میں سے چھ افراد پر عدالت ختم تھی۔ عمر، علی، ابن مسعود اور ابی، زید، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم۔

شعبی فرماتے ہیں، اس امت کے ماہر قاضی، عمر، علی، زید اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ❸

صفوان بن سُلَیم بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کے مبارک عہد میں مسجدِ نبوی میں صرف یہ حضرات فتویٰ دیتے تھے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت معاذ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم۔ ❹

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا جب میں ان کے پاس پہنچا تو مجھ سے پوچھا اشعری کیسے تھے میں نے کہا وہ تو لوگوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے میں مصروف ہیں کہا وہ بڑا زیرک اور دور اندیش آدمی ہے مگر اسے نہ بتانا وہ تعریف پسند نہیں کرتے۔ ❺

شعبی کہتے ہیں حضرت عمر نے اپنی وصیت میں لکھا ہے کہ کسی عامل کو ایک سال سے زیادہ ایک مقام پر نہ رہنے دیا جائے مگر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو چار سال تک رہنے دیا جائے۔ ❻

واہ، کتنا ہی عظیم اعتماد ہے جو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا ہے۔

جنگِ اوطاس میں جہادی کارنامہ:

اس کے باوجود کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے دل میں رقت تھی۔ حیاء کا دریا موجزن تھا اور شرم وحیاء ان کے قلب وقالب کا پہناوا تھا۔ مگر جب معرکہ آرائی اپنے جوبن پہ ہوتی جنگ کے دونوں پاٹ پوری تیزی سے چلنے لگتے، زبانیں گنگ اور سروں کے اوپر تلواریں چنگاڑ رہی ہوتیں تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بے پرواہ شاہسوار تھے جو خود شہادت کو شہادت

❶ قسوی فی تاریخہ:٢/ ٥٤٠. ❷ ابن عساکر:٤٩٩.
❸ تاریخ دمشق: ١٩٢٢، ابن عساکر: ٥٠٠، اسنادہ صحیح ارنؤوط، ابن عساکر: ٥٠١.
❹ ابن عساکر:٥٠٢.
❺ ابن سعد: ٤/ ١٠٨، تاریخ ابن عساکر:٥٠٦، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی بہت قدر کرتے تھے۔ اور ان پر بہت ہی اعتماد کرتے تھے۔
❻ ابن عساکر:٥٢٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گاہوں میں ڈھونڈتے پھرتے تھے اور اپنا حصہ شہادت طلب کرتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ جب جنگ حنین سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو اوطاس کے لشکر پر سالار مقرر کر کے بھیجا یہ درید بن صمہ سے ملاقات کرتے ہیں درید مارا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھیوں کو شکست فاش سے دوچار کیا ایک آدمی نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر تیر مارا اور پیوست کر دیا۔ میں نے کہا اے چچا! کس نے تیر مارا ہے انھوں نے اس آدمی کی جانب اشارہ کیا جس نے تیر مارا تھا میں نے اسے پالیا جب اس نے مجھے دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلا، میں نے اس سے کہا تجھے شرم نہیں آتی کیا تو عرب نہیں بھاگ رہا ہے ٹھہرتا کیوں نہیں وہ رک گیا میرا اور اس کا مقابلہ ہوا، ہم نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ آخر میں نے اسے قتل کر دیا پھر واپس ابو عامر کی طرف لوٹا اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے میرے ہاتھ سے مروا دیا ہے۔

میرے چچا نے کہا یہ تیر نکالو میں نے وہ تیر نکالا، تو اس سے پانی سا اچھلا کہا بھتیجے رسولِ اکرم ﷺ کے پاس جانا، اور میرا اسلام عرض کرنا اور آپ سے کہنا میرے لیے دعائے مغفرت فرمائیں اور ابو عامر نے مجھے نائب مقرر کر دیا کچھ دیر بعد وفات پا گئے۔ جب ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو میں نے چچا کا پیغام پہنچایا آپ ﷺ نے وضوء کیا اور ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدِكَ اَبِيْ عَامِرٍ"

"اے میرے اللہ! اپنے بندے ابو عامر کو معاف کر دے۔"

اور اتنی زیادہ آہ وزاری سے دعا فرمائی کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور کہا، اے میرے اللہ! اسے روزِ قیامت اپنی مخلوق میں سے بلند تر مقام پر سرفراز فرمانا۔

میں نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے لیے بھی دعا کیجیے۔ آپ نے کہا: اے میرے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہ معاف کر دے اور اسے روزِ قیامت کریم ٹھکانا عطا کرنا۔ [1]

فتح اصبہان میں کردار:

مسلمان فارس کا علاقہ فتح کرتے جا رہے تھے حتیٰ کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر اصبہان والوں پر اترے انھوں نے جزیہ دینے کا معاہدہ کیا اور صلح کا پیغام بھیجا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر لی۔ مگر یہ اپنی صلح میں مخلص نہ تھے۔ انھوں نے کاری ضرب لگانے کے لیے اور اپنی تیاری کے لیے صلح کو فرصت اور غنیمت جانا تھا۔

لیکن حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی فطانت و ذہانت سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی یہی وجہ ہے کہ حسبِ ضرورت وہ ان کے معاملہ کو باریک بینی سے دیکھ رہے تھے اور ان کی رات کی سرگرمیوں پر ان کی گہری نظر تھی۔ جب ان فارس والوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو مسلمان سپہ سالار بے خبر نہ تھا ان کا مقابلہ کیا ابھی آدھا دن نہ گزرا تھا کہ

[1] بخاري: ٨/ ٣٤، كتاب المغازي، مسلم: ٢٤٩٨، فضائل الصحابة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمایاں کامیابی حاصل کرلی۔ [1] ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نہاوند سے چلے اور اصبہان کو ۲۳ھ میں فتح کیا۔ [2]

مگر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان نے اصبہان کو فتح کیا تھا جو کہ کوفہ میں نائب امیر تھے۔ اسی دوران حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے قسم اور قاشان فتح کیا اور سہیل بن عدی نے کرمان، شہر فتح کیا۔ [3] وہ معرکہ آرائیاں جو اہل فارس کے خلاف بپا ہوئیں اور مسلمان ان میں مگن رہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان میں بہت اچھے جہادی کارنامے سرانجام دیے۔ اور عظیم دادِ شجاعت دی۔

تستر کا معرکہ:

یہ وہ معرکہ ہے جس میں ہرمزان اپنا لشکر لے کر آیا اور وہاں قلعہ بند ہوگیا اور وہاں بہت ساری مخلوق جمع کرلی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور مسلمانوں کی حیرت انگیز تعداد کے ساتھ ان کی مدد کی۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کا کئی ماہ تک محاصرہ کیا فریقین کے کافی تعداد میں لوگ قتل ہوئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس دن مبارزہ کے طور پر للکارنے والے سو افراد دشمن کے قتل کیے۔ (دوسرے قتل اس کے علاوہ ہیں جو انھوں نے دورانِ جنگ کیے۔ آخرکار جنگ کے آخری دن مسلمانوں نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا یہ چونکہ مستجاب الدعوات تھے اے براء اپنے رب سے التجاء کرو انھیں شکست سے دوچار کریں انھوں نے دعا کی۔ اے میرے اللہ! انھیں ہمارے ہاتھوں شکست فاش سے دوچار کر اور مجھے گواہ بنا کر کرنا۔

مسلمانوں نے اہلِ فارس کو شکست وریخت سے دوچار کیا اور دشمنوں کو خندقوں میں دھکیل دیا۔ اور وہاں بھی ان کا پیچھا کرتے چلے گئے اور مشرکوں نے ایک شہر میں پناہ لی اور قلعہ بند ہوگئے دوسرے شہران کے لیے تنگ پڑ گئے۔

شہر والوں میں سے ایک آدمی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے امان مانگی تو انھوں نے اسے امان دے دی اور وہ ساتھ گیا تاکہ مسلمانوں کو بتائے کہ کس جگہ سے یہ شہر میں داخل ہوسکیں یہ وہ جگہ تھی جہاں سے شہر میں پانی داخل ہوتا تھا۔ امراء نے لوگوں کو بلایا تاکہ اس معاملہ میں مشورہ کریں کہ اس جگہ سے کون اندر جائے اور کیسے جائے کچھ بہادروں اور شجاعت کے پہاڑوں نے اسے قبول کیا کہ ہم جاتے ہیں وہ پانی میں اس طرح تیرنے لگے جیسا کہ بطخے تیرتے ہیں اور رات کے وقت شہر میں اندر چلے گئے۔ بتایا جاتا ہے کہ سب سے اوّل جو داخل ہوئے وہ عبداللہ بن مغفل مزنی تھے یہ دربانوں کے پاس آئے اور انھیں موت کی نیند سلا دیا اور دروازے کھول دیے مسلمان نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور یہ قلعہ فتح ہوا۔ [4]

[1] رجال حول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم: ۷٤۷۔ [2] ابن عساكر: ٥١٧۔
[3] البداية والنهاية: ۷/ ۱۱٤۔ [4] البداية والنهاية: ۷/ ۸۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتنہ سے علیحدگی پسندی:

باوجود اس کے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ صاحبِ شجاعت اور میدانِ جنگ میں پیش قدم کرنے والے تھے یہ مردانگی اس وقت تھی جب اہل شرک وکفر کے خلاف جنگ آزما ہوتے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان آپس میں اختلاف کی وجہ سے فتنہ کا دور پیدا ہوا تو حضرت ابوموسیٰ اس فتنہ سے علیحدہ رہے نہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر لڑے اور نہ ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر لڑے۔

حضرت ابوبردہ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے لکھا۔ اما بعد! حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے تو میری بیعت کر لی ہے اور میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں، اگر آپ بھی میری اس چیز پر بیعت کریں گے جس پر حضرت عمرو نے کی ہے تو میں تمہارے ایک بیٹے کو کوفہ پر اور دوسرے کو بصرہ پر گورنر بنا دوں گا اور تمہارے لیے میرے دروازے کھلے رہیں گے اور تمہاری ہر ضرورت پوری ہوگی۔ یہ خط میں نے خود لکھا ہے تم بھی اس کے جواب میں خط خود ہی تحریر کرو۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا۔

اما بعد! آپ نے امت کے اہم معاملہ کے بارے میں مجھے لکھا ہے اگر میں اس میں حصہ دار بنتا ہوں تو جب میں اپنے رب کی بارگاہ میں پیش ہوں گا تو کیا جواب دوں گا جو پیشکش آپ نے کی ہے اس کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ والسلام۔

حضرت ابوموسیٰ کے بیٹے، حضرت ابوبردہ کہتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو میں ان کے پاس آیا تو واقعتاً انھوں نے میرے لیے دروازہ بند نہ کیا تھا اور میرا جو بھی کام ہوتا وہ اسے پورا کرتے۔ [1] یہ بات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق کریمانہ کا حصہ ہے جب کہ بہت سارے مسلمانوں نے ان سے برا سلوک ہی کیا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روزہ دار، شب زندہ دار، اور رب سے تعلق دار عابد و زاہد آدمی تھے۔ یہ وہ نابغۂ عصر ہیں جن میں علم وعمل، جہاد اور صحیح الصدر ہونے کے اوصاف یکجا ہیں انھیں امارت وحکومت بھی نہ بدل سکی اور نہ ہی دنیا اپنے دھوکہ میں پھنسا سکی۔ [2] ایک قول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو فیصلہ طے پایا تھا جو تاریخ میں (تحکیم) کے نام سے مشہور ہے یہ حضرت ابوموسیٰ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے ہی طے کیا تھا۔ اے میرے اللہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہو جا یہ وہ پیکرانِ اخلاص ہیں کہ جو دنیا جمع کرنے کا ارادہ نہ رکھتے تھے ان میں سے بعض مجتہد تھے۔ بعض اوقات ان کی رائے درست ہوئی بعض اوقات خطا کر گئی یہ قصداً برائی سے بہت دور تھے۔ آخرت پر ان کی نظر تھی۔

واللہ! ہم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے مکمل محبت کا مرکز تصور کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعاء ہیں اور اس کے اسمائے حسنیٰ کے واسطہ اور اس کی صفاتِ علیا کے رابطہ سے اس سے التماس کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی رحمت میں اور جنت میں ان کے ساتھ جمع کرے۔

---

[1] ابن عساکر: ٥٤١، ابن سعد: ٤/ ١١١، اسنادہ صحیح ارنؤوط. [2] سیر اعلام: ٢/ ٣٩٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت آخریں:

حضرت موسیٰ طلحی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل شدید محنت کی ان سے کہا گیا اب اتنی محنت سے رک جاؤ اور اپنی جان سے نرمی کرو۔ کہنے لگے۔ جب گھوڑا دوڑایا جاتا ہے تو جب وہ اپنی منزل کے قریب ہوتا ہے تو اس وقت اپنی تمام تر توانائیاں بروئے کار لاتا ہے۔

میری موت کا وقت بھی کم ہے زیادہ بیت چکا ہے اس لیے زیادہ جدوجہد کرتا ہوں۔ ❶

طویل اور مصروف زندگی گزارنے کے بعد جو عطاء وبخشش ایثار وقربانی اور جہاد سے لبریز تھی۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر دراز ہو جاتے ہیں اب یہ وہی مشہور شعر جو شہرت دوام پا گیا تھا۔ یہ انھوں نے اس وقت کہا تھا جب یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ یمن سے آئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے وقت کہا تھا اور یہ شعر کہتے ہوئے وہ یک زبان تھے۔

" غَدًا تَلْقَى الْأَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَهٗ"

''ہم کل اپنے دوستوں سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گروہ سے۔''

یہی کہتے کہتے ان کی روح اپنے خالقِ حقیقی کی جانب پرواز کر گئی۔

ماتھے پہ عیاں تھی روشنی کی محراب
رخسار لب جن کے تھے گوہر نایاب
مٹی نے انھیں بدل دیا مٹی میں
کتنے ہوئے دفن زمین میں آفتاب و مہتاب

ان کی اولاد کا اعزاز:

ابو بردہ جو کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں یہ بتاتے ہیں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوا یہ اس وقت کی بات ہے جب انھیں پھوڑا نکلا تھا مجھ سے کہنے لگے۔ بھتیجے آؤ! میں نے دیکھا تو وہ کافی گہرے زخم سے دوچار تھے۔ میں نے تسلی دیتے ہوئے کہا کچھ نہیں فکر نہ کیجیے۔ اتنی دیر میں ان کا بیٹا یزید آیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اگر تم امیر مقرر ہو جاؤ تو اس ابو بردہ سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ اس کے والد میرے بھائی تھے اور دلی دوست تھے۔ مگر ان کا نظریہ بلوائیوں سے لڑنے میں میرے خلاف تھا اس کے باوجود وہ میرے گہرے دوست تھے۔ ❷

اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کے بیٹوں اور نسل کی اسی طرح حفاظت فرماتے ہیں شرط صرف یہ ہے کہ ان کے اعمال صالح ہوں اور خالص اللہ کی رضا کے لیے ہوں پھر اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں کو بھی تحفظ دیتے ہیں۔

رضی اللہ عنہم و عنہ اجمعین

❶ ابن عساکر: ٥٣٤۔ ❷ ابن سعد: ٤/ ١١٢، رجاله ثقات ارنؤوط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

56

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی حیاتِ جاوداں کا تذکرہ

یہ اسلام کے وہ لعل و گوہر ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو مبارک ان کی وفات کے بعد ان کے رخسار پر گرے تھے اور یہ پہلے شخص ہیں جو بقیع میں دفن ہوئے۔

تفصیل ملاحظہ فرمائیں: واہ۔ کتنے ہی نصیب ور ہیں یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدارِ دلدار سے آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمنشینی کے شرف سے فیض یاب ہوئے۔

واللہ! اگر ہم میں سے کوئی بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک لحظہ بھر ہی دیکھ لیتا تو اس کے لیے یہ تصور بھی بہت بھیانک ہوتا کہ آپ سے دور رہ کر وہ کس طرح زندگی گزارے گا وہ ایک لمحہ کی جدائی برداشت نہ کرتا لہٰذا روزانہ اس حسنِ جہاں آراء کا دیدار کرنے والے آپ سے کیسے دور رہ سکتے تھے۔ ان سطور میں ہم صداقت کے وہ صفحات تحریر کر رہے ہیں اگر انھیں ہم وقتاً فوقتاً پلٹتے رہیں گے تو مایوسی ختم ہو جائے گی اور ہمارے دل محفوظ رہیں گے۔

ہم جس زمانہ میں زندگی گزار رہے ہیں جھوٹ اس میں ہماری زندگی کے لیے آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ ہمیں اجازت دیں ہم وہ صفحہ صداقت کھولیں تاکہ ہمارے دل کھل جائیں اور سعادت سے بھر جائیں اور کھل جائیں اور ان میں نور بسنے لگے جس کے ہم مدت دراز سے آرزو مند تھے کہ اس کا قرب حاصل ہو، تاکہ ہم بھی ان لوگوں میں شامل ہوں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (الانعام:۱۲۲)

''کیا جو شخص مردہ تھا ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے نور بنایا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا ہے اس شخص کی مانند ہے جو اندھیروں میں ہے ان سے نکلنے والا نہیں۔ اسی طرح کافروں کے لیے وہ چیز مزین کی گئی ہے جو یہ عمل کرتے تھے۔''

مختصر تعارف:

جلیل القدر صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جو مہاجروں کے سرکردہ لوگوں میں سے تھے۔ اللہ کے ان متقی اولیاء

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ میں سے تھے جنھوں نے اپنے نبی ﷺ کی زندگی میں وفات پائی اور آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور یہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابوسائب تھی۔ سب سے پہلے شخص ہیں جو بقیع میں دفن ہوئے۔ ❶

اللہ تعالیٰ کے حکم کو بڑی سبقت سے حاصل کرتے، اعلیٰ حالات کے طلب گار رہتے۔ عبادت میں مصروف کار رہتے، دنیا ان میں نقص نہ نکال سکی اور امورِ عالیہ میں حائل نہ ہوسکی۔ ابھی رسولِ اکرم ﷺ حضرت ارقم کے گھر میں داخل نہ ہوئے تھے جب یہ اسلام لے آئے، حبشہ کی جانب دو ہجرتیں کیں، جاہلیت میں بھی شراب کو خود پر حرام کردیا تھا، کہتے تھے میں شراب نہیں پیتا کیوں کہ یہ عقل مار دیتی ہے اور مجھ سے کم درجہ بھی میری ہنسی اڑائے گا اور یہ مجھے اس بات پر آمادہ کرے گی کہ میں اس سے شادی کروں جس سے میں نہیں کرنا چاہتا۔

معرکۂ بدر میں شریک ہوئے یہ بہت زیادہ عبادت گزار تھے یہ ماہِ شعبان کے شروع میں ہجرت کے تیس ماہ تقریباً (اڑھائی سال بعد) میں فوت ہوئے، نبی اکرم ﷺ نے ان کی وفات کے بعد ان کا رخسار چوما اور ان کا نام سلف صالح، (گزرے ہوئے نیک آدمی) قرار دیا۔ ❷

ہجرت حبشہ:

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے جب دیکھا کہ میرے صحابہ کام رضی اللہ عنہم سخت آزمائش میں مبتلا ہیں۔ عافیت میں صرف آپ ہی تھے وہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بڑا امکان و مرتبہ عطا کیا تھا۔ اور آپ کے چچا ابو طالب آپ کی پشت پناہی کرتے تھے۔ اس کے باوجود یہ آپ کے بس میں نہ تھا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع کرسکیں۔

اس لیے ان سے کہا: تم سرزمین حبشہ میں چلے جاؤ، وہاں کا بادشاہ اچھا ہے اس کی موجودگی میں کوئی ظلم نہ کرسکے گا اور یہ صداقت کی زمین ہے وہاں رہو۔ اتنی دیر تک وہاں رہو جب تک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی پیدا نہ کردے۔ ❸ اس اعلان کے بعد مسلمان سرزمین حبشہ میں چلے گئے انھیں فتنہ کا ڈر تھا اس لیے دین کی حفاظت کی خاطر راہِ ہجرت پر روانہ ہوگئے یہ اسلام کی پہلی ہجرت تھی۔

ان ہجرت کرنے والوں کے امیر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے امیہ بن خلف بن وھب بن حذافہ بن جمع کو سرزنش کی۔ یہ ان کا چچا کا بیٹا تھا اور انھیں اسلام لانے کی وجہ سے اذیت دیا کرتا تھا۔ امیہ اپنے زمانہ میں اپنی قوم کا بڑا رئیس آدمی تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کہا:

أَتِيمَ ابْنَ عَمْرٍو وَ لِلَّذِيْ جَاءَ بِغْضَةً
وَ مِنْ دُوْنِهِ السَّرْمَانُ وَ الْبِرَكُ أَكْتَعِ

❶ الاستیعاب: ٨/ ٦٣، الاصابہ: ٦/ ٣٩٥. ❷ صفة الصفوة: ١/ ١٨٥.

❸ ابن اسحاق، منقول از ابن ھشام: ١/ ٢٦٦، البداية والنهاية: ٣/ ٦٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اے تیم بن عمرو! وہ شخص کہ تو جس سے بغض رکھتا ہے اس کے اور تیرے درمیان سمندر کی گہرائیاں اور تالاب حائل ہیں۔

أَأَخْرَجْتَنِيْ مِنْ بَطْنِ مَكَّةَ آمِنًا
وَاَسْكَنْتَنِيْ فِيْ صَرْحٍ بَيْضَآءَ تَقْذَعُ

"کیا تو نے مجھے مکہ کی وادی سے امن کی حالت میں نکالا ہے اور تو نے مجھے سفید بلند محل میں بسایا ہے کہ تو مذمت کرتا ہے۔"

تَرِيْشُ نَبَالًا لَا يُوَاتِيْكَ رِيْشُهَا
وَ تَبْرِيْ نَبَالًا رِيْشُهَا لَكَ اَجْمَعُ

"تو وہ تیر چلاتا ہے جس کا پر تیری ہمنوائی نہیں کرتا اور تو ایسے تیر سیدھے کرتا ہے جس کا پر تیرے اندر ہی پیوست ہوگا۔"

وَ حَادَيْتَ اَقْوَامًا كِرَامًا اَعِزَّةً
وَ اَهْلَكْتَ اَقْوَامًا بِهِمْ كُنْتَ تَفْزَعُ

"تو نے ایسے لوگوں سے جنگ آزمائی کی جو کریم اور عزت والے تھے اور تو نے ایسے لوگوں کو ہلاک کروا دیا جن کی تو نصرت وحمایت لیا کرتا تھا۔"

وستَعْلَمُ اِنْ نَابَتْكَ يَوْمًا مُلِمَّةٌ
سَلَمَكَ الْاَوْبَاشُ مَا كُنْتَ تَصْنَعُ

"عنقریب تو جان لے گا کہ رشتہ دار کیا چیز ہیں جب تجھے مصیبت سے دوچار ہونا پڑے گا اور یہ اوباش قسم کے لوگ تجھے اسی چیز کے سپرد کر دیں گے جو تو کرتا تھا۔"

مہاجر حبشہ کے علاقہ میں امن واطمینان سے زندگی گزارنے لگے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس عادل بادشاہ کے پڑوس میں عافیت والی زندگی گزارنے کی نعمت کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔

ایک ایسا حادثہ نمودار ہوا جو وہم وگمان میں نہ تھا:

ایک دن حبیبِ کبریاء ﷺ بیت اللہ محترم میں داخل ہوتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور سورت نجم کی تلاوت کرتے ہیں جب یہاں تک پہنچے:

﴿اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿٦١﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ﴿٦٢﴾﴾ (النجم:٥٧ تا ٦٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”قریب آئی قریب آنے والی، اللہ کے سوا اسے کوئی کھولنے والا نہیں کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور تم ہنستے ہو روتے نہیں۔ اور تم راتوں کو افسانہ گوئی کرتے ہو، سجدہ کرو اللہ کے لیے اور عبادت کرو۔

یہاں پہنچ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور آپ کے پیچھے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے انھوں نے بھی سجدہ کیا اور آپ کے اور صحابۂ کرام کے پیچھے جو مشرک تھے انھوں نے بھی سجدہ کیا۔ یہ منظر دیکھنے والوں نے سمجھا کہ قریش بھی اسلام لا چکے ہیں انھوں نے یہ بات حبشہ کے مہاجر مسلمانوں تک پہنچا دی کہ قریش مسلمان ہو چکے ہیں تا کہ یہ مکہ میں امن کے ساتھ واپس لوٹ آئیں۔ حبشہ میں رہنے والے مہاجر جب سرزمین حبشہ سے نکل پڑے اور مکہ کے قریب آئے تو انھیں اطلاع ملی کہ قریش مکہ کے اسلام لانے کی خبر جھوٹی ہے تو وہ مکہ میں یا توکسی کی پناہ میں داخل ہوئے یا پھر چھپ کر داخل ہوئے کیونکہ یہاں مخالفت اسی طرح تھی، امن نہ تھا۔ [1]

مجھے صرف اللہ کی امان پسند ہے:

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ولید بن مغیرہ کی امان میں مکہ میں داخل ہوئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ میرے مسلمان ساتھی سخت آزمائش میں مبتلاء ہیں اور میں ولید بن مغیرہ کی امان میں صبح وشام مکہ کی سرزمین میں گھوم پھر رہا ہوں۔

واللہ! میں ایک مشرک آدمی کی پناہ میں امن سے صبح وشام پھر رہا ہوں اور میرے ساتھ اور دین کے متوالے اذیت اور آزمائش میں پڑے ہیں اور میں پر امن اور محفوظ ہوں، یہ میرے دل پر بہت گراں گزرتا ہے اور میں اسے اپنے لیے بہت بڑا نقص تصور کرتا ہوں۔ یہ سوچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ولید بن مغیرہ کے پاس جاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں اے ابوعبدشمس! آپ نے اپنی ذمہ داری پوری کی ہے مگر میں اسے واپس کرتا ہوں اس نے کہا بھتیجے! کیوں اس کی وجہ بتاؤ کیا میری قوم میں سے کسی نے آپ کو تکلیف دی ہے؟

انھوں نے کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں میں صرف اللہ عزوجل کی امان میں رہنا پسند کرتا ہوں اس کے بغیر کسی کی پناہ نہیں چاہتا۔ ولید نے کہا چلو پھر مسجدِ حرام میں چلو، وہاں جا کر علانیہ طور پر میری امان واپس کرو، جس طرح میں نے علانیہ طور پر تمھیں امان دی تھی۔

مسجد تک گئے، تو ولید نے لوگوں سے کہا: یہ عثمان بن مظعون ہیں، انھوں نے میری امان کو واپس لوٹا دیا ہے اسی لیے یہ آئے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ولید نے سچ کہا ہے یہ بڑا وفادار اور اچھی امان والا ہے ان میں کوتاہی نہیں لیکن میں صرف اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں، کسی غیر کی پناہ نہیں چاہتا اس لیے میں نے اس کی پناہ کو لوٹا دیا ہے۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس آئے تو لبید بن ربیعہ قریش کی ایک مجلس میں انھیں اشعار سنا رہا تھا۔ حضرت عثمان بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ لبید نے کہا:

---

[1] سیرت ابن هشام:۱/ ۳۰۰.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اَلَا کُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

’’خبر دار! اللہ کے سوا ہر چیز مٹنے والی ہے۔‘‘

تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا تم سچ کہتے ہو، پھر لبید نے کہا:

وَ کُلُّ نَعِيْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ

’’اور ہر نعمت لازمی طور پر زائل ہونے والی ہے۔‘‘

حضرت عثمان نے کہا یہ جھوٹ ہے جنت کبھی زائل نہ ہوگی۔

ولید نے کہا، اے گروہِ قریش! تمہارا یہ مجلس نشیں مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں یہ اذیت دیے جانے کے قابل نہیں یہ کب سے بدل چکا ہے۔ ایک آدمی نے کہا یہ ایک بیوقوف ہے جیسا کہ دیگر کئی بیوقوف ہیں۔ یہ ہمارے دین سے دور ہو چکے ہیں اس کی بات سے اے ولید! پریشان نہ ہونا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کی بات کا جواب دیا ان کا معاملہ شدت اختیار کر گیا۔ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر تھپڑ رسید کیا اور اس پر نیل پڑ گئے ولید قریب سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جہاں تک یہ آدمی پہنچ چکا ہے ولید نے کہا بھتیجے! واللہ! اگر تو مضبوط پناہ میں رہتا تو آج تجھے جو آنکھ کی تکلیف اٹھانا پڑی ہے نہ اٹھانی پڑتی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! جو میری آنکھ صحیح ہے اللہ کی راہ میں اسے بھی مصیبت زدہ ہونے کی ضرورت ہے۔ اے ابو عبد شمس! میں تجھ سے زیادہ معزز اور طاقتور کی پناہ میں ہوں، ولید نے کہا بھتیجے! میں تو پھر کہوں گا میری پناہ میں آجاؤ، کہا نہیں آؤں گا۔ [1]

جب حقیقت کی صاف ستھری زمین پر ایسا پختہ عقیدہ نمودار ہوتا ہے تو پھر اسے آندھیاں بھی ہلا نہیں سکتیں اور نہ ہی فتنہ پروریاں اور محن و مصائب انھیں حرکت دے سکتے ہیں ایسے عقیدہ کی اصل زمین میں گڑی ہوتی ہے اور اس کی شاخیں آسمان سے لگی ہوتی ہیں۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے تھا

مدینہ منورہ کی جانب ہجرت:

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے مکہ میں نہایت ہی پر مشقت حالات گزارے بڑی بڑی تکالیف سے دو چار ہوئے تو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی، یہاں انصار بھائیوں نے بہت فراخدلی سے ان کا استقبال کیا، انھوں نے ان کے لیے دل کے دریچے بھی کھول دیے اور گھروں کے دروازے بھی کھول دیے بلکہ انصار نے مہاجروں کو اپنی آنکھوں میں بسایا، اور پلکوں میں سمویا اور اوپر سے آنکھیں بند کرلیں کہ بادِ نسیم بھی انھیں نقصان نہ پہنچائے اور ارض و سما کے رب

[1] البداية والنهاية: ٣/ ٩٠.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کی رضا جوئی کے لیے ان سے بہت پیار کیا۔

حضرت عثمان جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو عبادت و اطاعت اور زہد و ریاضت کے چشمے پھوٹ پڑے، عبادت میں اتنی زیادہ مصروفیت تھی کہ اپنی جان اور اہل و عیال کا خیال رکھنا بھی انھیں گراں لگتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی جن کا نام خولہ بنت حکیم تھا یہ میرے پاس آئیں تو ان کی حالت بہت ہی پراگندہ تھی میں نے کہا کیا بات ہے اتنی پراگندگی کیوں اختیار کر رکھی ہے کہنے لگیں، میرے خاوند، رات کو قیام کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں، اتنی دیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے تو میں نے اس بات کا ذکر آپ سے کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت عثمان سے ہوئی تو فرمایا اے عثمان! رہبانیت اختیار نہ کرو، یہ ہم پر نہیں لکھی گئی، خبردار! میرے اندر تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ واللہ! میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور سب سے زیادہ اس کی حدود کا خیال رکھتا ہوں۔ [1]

دنیا سے روانگی کا وقت:

زندگی کا طویل سفر گزار کر جو عطاء و اطاعت اور عبادت سے لبریز تھا یہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر سو جاتے ہیں۔ خارجہ بن زید بن ثابت بیان کرتے ہیں ام علاء جو کہ ایسی عورت ہیں انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ یہ بتاتی ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے مکان میں رہائش رکھتے تھے۔ یہ بیمار ہوئے تو میں ان کی تیمارداری کرتی تھی حتیٰ کہ یہ فوت ہو گئے اور ہم نے انھیں کفن میں لپیٹ دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، میں نے کہا: اے ابو اسائب! عثمان بن مظعون! اللہ تم پر رحم کرے میں گواہی دیتی ہوں اللہ تعالیٰ تمھیں عزت سے نوازیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے پتہ ہے اللہ تعالیٰ نے انھیں کس قدر عزت دی ہے ام علاء نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں تو نہیں جانتی، کیا عزت دی ہے۔ فرمایا: ان کے پاس موت کا وقت آیا ہے واللہ! میں ان کے لیے خیر کی توقع رکھتا ہوں واللہ! حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، مجھے کوئی علم نہیں میرے ساتھ کیا ہوگا۔

ام علاء کہتی ہیں یہ سننے کے بعد میں نے کبھی کسی کو یقینی طور پر پاکباز قرار نہیں دیا۔ میں بہت غم میں ڈوبی ہوئی تھی میں سوئی ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا ایک چشمہ ہے جو حضرت عثمان کی جانب بہہ رہا ہے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ کو اس کا بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حضرت عثمان کے عمل ہیں جن کا اجر انھیں مل رہا ہے۔ [2]

بلکہ اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے اور سب سے نادر خوبی جو حاصل ہوئی ہے وہ یہ ہے

[1] ابن سعد:٣-١/ ٢٨٧، عبد الرزاق:١٠٣٧٥، رجاله ثقات، ارنؤوط.

[2] بخاري:٣٩٢٩، احمد:٦/ ٤٣٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ ان کی میت پڑی ہے اور نبی اکرم ﷺ نے انھیں بوسہ دیا اور آپ ﷺ کے آنسوان کے رخسار پر گرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا جب کہ وہ فوت ہوئے اور آپ ﷺ کے آنسو مبارک ان کے رخسار پر گر رہے تھے۔[1]

ابونضر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا جنازہ جا رہا تھا تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: عثمان! دنیا سے ایسی حالت میں رخصت ہوئے ہیں کہ دنیا کی کوئی چیز انھیں اپنی طرف مائل نہیں کر سکی۔[2]

مطلب بن عبداللہ کہتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا تو ایک آدمی سے کہا: وہ چٹان اٹھا لاؤ، اور میرے بھائی کی قبر کے قریب رکھ دو، تاکہ نشانی رہے میں اسے پہچان سکوں اور میرے گھر والوں میں جو بھی فوت ہوگا اسے میں یہاں دفن کر سکوں، وہ آدمی اٹھا کہ وہ چٹان لے آئے مگر وہ اسے اٹھا نہ سکا۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے بازو اوپر چڑھائے اور وہ چٹان اٹھائی اور ان کی قبر کے قریب رکھ دی۔ راوی کہتا ہے کافی دیر بیت چکی ہے مگر رسولِ اکرم ﷺ نے جب بازوؤں سے کپڑا اٹھایا تو وہ سفید بازو مجھے اب بھی نظر آ رہے ہیں۔[3]

حبیبِ کبریاء ﷺ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا کرتے تھے کبھی نہ بھولتے تھے۔ کیسے بھولیں، آپ تو ان کی وفات پر اتنے زیادہ غمگین تھے کہ آپ کے آنسو نکل پڑے اور یہ غم آنسو بن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رخسار پر گرے تھے۔

رسولِ اکرم ﷺ کی ایک بیٹی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فوت ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنی لختِ جگر کے لیے یہ دعا کی: ''اے میری بیٹی! ہمارے بہترین سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ اللہ تعالیٰ تجھے درجہ دے۔''[4]

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

---

[1] ترمذی: ٩٨٩، حدیث صحیح، احمد: ٦/ ٤٣، و ھو حسن، بشاھدہ عند البزار.

[2] موطا کتاب الجنائز: ١٦٦، رقم:٥٦، مرسلاً اسی سند سے ابن سعد : ٣۔١/ ٢٨٩، میں آتی ہے وصلہ ابن عبد البر من طریق یحییٰ بن سعید عن القاسم عن عائشہ، زرقانی.

[3] ابوداؤد:٣٢٠٦، کتاب الجنائز، بیھقی: ٣/ ٤١٢، و سندہ حسن، لکنہ مرسل، کما قال الذھبی، ابن ماجہ: ١٥٦١، و حسن اسنادہ البوصیری فی الزوائد.

[4] احمد: ١/ ٢٣٧، ابن سعد: ٣/ ١/ ٢٩٠، حاکم: ٣/١٩٠، و سکت عنہ و قال الذھبی سندہ صالح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

57

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی پرحکمت زندگی کی جھلک

یہ وہ نامور صحابی رسول ﷺ ہیں جنھیں رسولِ اکرم ﷺ نے اس امت کے حکیم کے لقب سے نوازا ہے اور فرمایا تھا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اسلام لائیں گے۔ یہ امام ہیں اس لائق ہیں کہ ان کی اقتداء کی جائے دمشق کے قاضی ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے خصوصی صحابی ہیں۔ (رضی اللہ عنہ)

یہ ان اصحابِ سعادت میں سے ہیں جنھوں نے رسولِ اکرم ﷺ کی زندگی مبارک میں قرآن پاک کو جمع کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اور اس سے پہلے بھی دمشق میں قرآنِ پاک پڑھانے میں پیش پیش ہیں۔

اسلام میں داخلہ:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جاہلیت میں بہت گہرے تعلقات تھے۔ حد درجہ دوستی اور محبت تھی۔ یہ دونوں آپس میں بھائی بنے ہوئے تھے۔

اب جب اسلام نمودار تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا مگر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وقت گزرتا گیا اور ابودرداء رضی اللہ عنہ شرک پر ہی قائم رہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اپنی عادت کے مطابق اپنی تجارت گاہ میں گئے اور خرید و فروخت کرتے رہے، پھر گھر واپس آئے تو انھیں سخت شوق پیدا ہوا کہ میں اپنے بت کا دیدار کروں، جس کی یہ عبادت کیا کرتے تھے۔ وہاں گئے تو وہ چیز دیکھی جس کی انھیں توقع نہ تھی اور ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ جو واقعہ ان سے پیش آیا۔

ہوا یوں کہ ابودرداء جب اس گھر میں داخل ہوئے جہاں انھوں نے اپنا بت رکھا ہوا تھا اور اس کی عبادت کیا کرتے تھے۔ دیکھا تو وہاں بت موجود نہ تھا یہ ان کے لیے ایک بہت بڑا بھونچال تھا یہ تو چکرا گئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما نے وہ بت توڑ دیا تھا۔ اب حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بت شکستہ کے ٹکڑے جمع کیے اور اسے کوستے ہوئے کہنے لگے: اے بت! بہت افسوس ہے تو نے اپنی ذات کا بھی دفاع نہ کیا حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر یہ دوسروں کو نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہوتا تو یہ اپنی جان کو بھی بچاتا اور نفع دیتا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ حضرت ام درداء سے کہا غسل خانہ میں میرے لیے پانی رکھو، غسل کیا جوڑا زیب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدن کیا پھر نبی اکرم ﷺ کے پاس گئے حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے انھیں آتے ہوئے دیکھا تو کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ یہ ابودرداء آتے ہیں میرا خیال ہے یہ ہمیں تلاش کرنے آئے ہیں تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں، یہ مسلمان ہونے آ رہے ہیں۔ میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ابودرداء اسلام لائیں گے۔ ❶

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے دل میں جب سے اسلام کا آفتاب چمکا تھا پھر اس میں نقص واقع نہیں ہوا یہ قلب وقالب کے ساتھ اسلام میں زندہ رہ رہے تھے۔ یہ آیاتِ قرآنی کا عملی مرقع تھے۔ آیاتِ قرآنی کی صحیح عملی ترجمانی کرتے تھے اسلام کا ایسا منظر تھا لوگ ان کے درمیان سے اسلام کو دیکھ سکتے تھے۔ سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بدر کے دن اسلام لائے پھر احد میں شریک ہوئے نبی اکرم ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ جو دشمن پہاڑی تک آ رہے ہیں انھیں پسپا کر دو تو انھوں نے تنہا انھیں پسپا کر دیا۔ ایک قول ہے۔

یہ بدر سے تھوڑی دیر بعد ہی اسلام لے آئے تھے۔ ❷

دنیا سے بے رغبتی:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے کہا گیا انصار میں سے ہر گھر میں اشعار کہے جاتے ہیں، آپ کیوں نہیں اشعار کہتے، کہا میں بھی کہتا ہوں غور سے سنیں:

يُرِيْد الْمَرْءُ اَنْ يُّعْطٰى مُنَاهُ
وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا مَا اَرَادَا

”ہر آدمی چاہتا ہے کہ اسے اس کی آرزو کے مطابق دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ اس کا انکار کرتے ہے وہ اتنا ہی دیتے ہیں جتنا کہ وہ خود چاہتا ہے۔“

يَقُوْلُ الْمَرْءُ فَائِدَتِيْ وَ مَالِيْ
تَقْوَى اللّٰهِ اَفْضَلُ مَا اسْتَفَادَا

”آدمی کہتا ہے کہ میرا فائدہ بس مَیں میں ہے اور اسے اپنے مال کی فکر ہے جب کہ اللہ کا تقویٰ، سب سے افضل چیز ہے جس کا استفادہ کیا جائے۔“

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے یہ اظہار صرف زبانی ہی نہ کیا تھا۔ بلکہ حقیقی اور عملی کیا تھا اور یہ جذبات ان کے قلب و قالب میں نمایاں تھے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جانب رخ کر لیا تھا اور علم وعمل پر ہی متوجہ ہو گئے تھے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بہت بڑے تاجر تھے۔ جب انھوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ تجارت انھیں رب کی اطاعت سے پھیر دے گی۔ تو تجارت چھوڑ دی، خود فرماتے ہیں۔

نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے میں ایک تاجر تھا جب اسلام نمودار ہوا تو میں نے تجارت اور عبادت دونوں کام کیے

❶ ابن عساکر: ۱۳/ ۳۶۹، مستدرک: ۳/ ۳۳۶. ❷ ابن عساکر: ۱۳/ ۳۷۰.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جب یہ دونوں نہ چل سکے تو میں نے تجارت چھوڑ دی اور عبادت کو لازم پکڑا۔ ❶

امام ذہبی رحمہ اللہ کا ایک زبردست تبصرہ ہے جو قابل سماعت ہے فرماتے ہیں: افضل طریقہ تو یہی ہے کہ تجارت بھی ہو اور عبادت بھی ہو اور ساتھ جہاد بھی ہو۔ مگر لوگوں کے مزاج مختلف ہیں بعض تو یہ سارے کام کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف تھے، تابعین میں ابن مبارک تھے۔ بعض ان تینوں کو اکٹھا کرنے سے بے بس ہوتے ہیں، صرف عبادت کرتے ہیں اور بعض صرف تجارت کرتے ہیں یہ سب طریقے جائز ہیں۔ سب سے افضل طریقہ یہی ہے جو ان تینوں کو ادا کرتا ہے۔ تجارت بھی، عبادت بھی اور جہاد بھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہر ایک کے لیے بیوی اور اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی سب کے لیے ضروری ہے۔ ❷

عبادت کی وجہ سے خود کو بھول گئے تھے:

عبادت میں اس قدر انہماک تھا کہ دنیا کے ہر سامان سے بے خبر ہو چکے تھے اور بیوی ام درداء رضی اللہ عنہا کو بھی بھول گئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تھا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک دفعہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے ان کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ ام درداء رضی اللہ عنہا پراگندہ حالت میں ہیں پوچھا کیا معاملہ ہے کہا آپ کے بھائی کو تو دنیا کی ضرورت نہیں رات کو قیام کرتے ہیں، دن میں روزہ رکھتے ہیں۔

اسی دوران حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ آئے تو انھوں نے حضرت سلمان کو مرحبا، کہا اور کھانا پیش کیا ان سے حضرت سلمان نے کہا تم بھی کھاؤ، انھوں نے کہا میں تو روزہ دار ہوں۔ حضرت سلمان نے کہا میں تمھیں قسم دیتا ہوں، روزہ افطار کرو اور میرے ساتھ مل کر کھانا کھاؤ، تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ کھانا کھایا اور رات وہیں گزاری، جب رات ہوئی تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے قیام کرنا چاہا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے انھیں روک دیا اور کہا، تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے روزہ بھی رکھو، افطار بھی کرو اپنے گھر والوں کے پاس بھی آؤ ہر ایک حق والے کو اس کا حق دو، جب صبح ہوئی تو حضرت سلمان نے کہا، اب کھڑے ہو جاؤ، یہ دونوں اٹھے اور وضوء کیا پھر نماز پڑھی اور فجر کی نماز کے لیے چلے گئے۔

نماز سے فراغت کے بعد حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے تاکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے جو کہا تھا آپ کو اس کی اطلاع دیں، تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان نے ٹھیک کہا ہے۔ ان حقوق کا خیال رکھو۔ ❸

محمد بن کعب بیان کرتے ہیں کچھ لوگ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس بطورِ مہمان اترے، رات بہت ہی زیادہ ٹھنڈی تھی ان کی طرف گرم گرم کھانا بھیجا مگر لحاف نہ بھیجے۔

---

❶ مجمع الزوائد:٩/ ٣٦٧، طبراني و رجاله رجال الصحيح، هيثمي.

❷ سير: ٢/ ٣٣٨. ❸ بخاري: ٤/ ١٨٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض نے کہا حضرت ابودرداء نے کھانا بھیج دیا ہے مگر سردی کا کوئی انتظام نہیں کیا، میں تو ان سے پوچھ کر چھوڑوں گا دوسرے نے کہا رہنے دو، نہ پوچھو وہ نہ مانا، آیا اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے دروازے پر ٹھہر گیا، دیکھا کہ حضرت ابودرداء بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کی اہلیہ بھی ساتھ ہی ہے یہ دیکھ کر وہ آدمی واپس چلا گیا اور کہنے لگا وہ بھی ہماری طرح بغیر لحاف کے ہی رات گزار رہے ہیں جب وہ جانے لگا اس سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارا ایک آگے گھر ہے ہم اس میں منتقل ہونے والے ہیں، وہاں ہم نے بستر اورلحاف آگے بھیجے ہوئے ہیں، جب وہ پائیں گے تو وہ ہم تمھیں بھیجیں گے ابھی تو ہمارے سامنے نہایت ہی مشکل گھاٹی ہے اسے سر کرنے کے لیے بھاری ہونے کی بہ نسبت ہلکا رہنا بہتر ہے میری بات سمجھ گئے ہو، کہا ہاں۔ آخرت کی طرف اشارہ ہے۔[1]

اقوالِ زریں:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اس امت کے حکیم تھے ہم آپ حضرات کی خدمت میں ان کے اقوالِ زریں کا معطر گلدستہ پیش کرتے ہیں۔ آپ کے یہ پرحکمت اقوال دلوں کی تختیوں پر سونے سے لکھنے کے قابل ہیں۔ عون بن عبداللہ کہتے ہیں، میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے کہا، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی زیادہ تر عبادت کونسی تھی۔ کہا غور وفکر کرنا اور عبرت حاصل کرنا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے ایک گھڑی غور وفکر کرنا رات کے قیام سے بہتر ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ذکرِ الٰہی سے اکتاتے نہ تھے ان سے پوچھا گیا ہر روز کتنی تسبیحات کہتے ہو کہا، ایک لاکھ مرتبہ سبحان اللہ کہتا ہوں اگر گننے میں انگلیاں خطا کر جائیں تو اس کا کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے آدمی مکمل فقیہ اس وقت ہوتا ہے جب اللہ کے لیے لوگوں کو ناراض کرتا ہے اور جب اپنے نفس کی طرف رجوع کرتا ہے تو اسے لوگوں سے بھی زیادہ ناراض کرتا ہے اللہ کو راضی رکھا جائے لوگ یا نفس راضی ہوں یا نہ ہوں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے لوگوں کو تو ایسے درخت کے پتے کی مانند پائے گا جس میں کانٹا نہیں پھر یہ کانٹا بن جاتے ہیں جسپر پتہ نہیں ہوتا اگر تو ان پر تنقید کرے گا یہ تجھ پر تنقید کریں گے اور اگر تم انھیں چھوڑ بھی دو گے یہ تمھیں نہیں چھوڑیں گے لوگوں نے کہا پھر ہم کیا کریں کہا، اپنی محتاجی کے دن کے لیے انھیں اپنی عزت کا قرض دو، یعنی ان سے بنا کر رکھو۔ ایک آدمی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا مجھے وصیت کرو، کہا خوشی میں اللہ کا ذکر کرو، وہ تمھیں تنگی میں یاد رکھے گا جب تم فوت شدگان کا ذکر کرو تو خود کو ان میں سے شمار کرو، جب تمہارا دل دنیا کی کسی چیز پر جھانکے تو انجام کی طرف دیکھو۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے مسلمہ بن مخلد کی طرف لکھا: السلام علیکم اما بعد: بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا عمل کرتا

---

[1] صفة الصفوة: ١/ ٢٦٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرتے ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ بندے سے بغض رکھتے ہیں تو اسے اپنے بندوں میں بھی مبغوض اور ناپسندیدہ کر دیتے ہیں۔

ابو وائل حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں تمھیں ایک کام کا حکم دیتا ہوں اور اسے میں کرتا نہیں لیکن اس میں بھی مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اجر سے نوازیں گے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کیا بات ہے میں دیکھتا ہوں کہ تمارے علماء جا رہے ہیں اور تم میں سے جاہل علم سیکھ نہیں رہے علم سیکھو، عالم اور متعلّم اجر میں دونوں حصہ دار ہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں عالم تب ہی ہوتا ہے جب وہ متعلّم ہو اور متعلّم تب ہی ہوتا ہے جب علم پر عمل کرے۔ میں سب سے زیادہ اس بات پر خوفزدہ ہوں کہ جب مجھے حساب کے لیے کھڑا کیا جائے مجھ سے یہی پوچھا جائے گا جو علم حاصل کیا تھا اس پر عمل کتنا کیا ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے جو بے علم ہے اس کے لیے ایک مرتبہ ہلاکت ہے اور وہ جو علم سیکھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر سات مرتبہ ہلاکت ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے اگر مجھے ایک آیت بھول جائے اور کوئی ایسا آدمی موجود نہ ہو جو اسے یاد دلا سکے مگر وہ آدمی برک الغماد (تقریبا مدینہ سے پانچ سو کلومیٹر) میں ہے تو یہ آیت یاد کرنے کے لیے میں اس کے پاس جاؤں گا۔

شرحبیل بیان کرتے ہیں، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جب کوئی جنازہ دیکھتے تو کہتے تم صبح جا رہے ہو، ہم شام کو جانے والے ہیں، یا تم شام کو جا رہے ہو ہم صبح جانے والے ہیں، یہ ایک بہت ہی موثر نصیحت ہے ہم میں غفلت بہت تیز ہے، موت کفایت کرنے والا واعظ ہے یہ پہلے جا رہے ہیں اور دوسرے باقی ہیں مگر ان میں عقل نہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اے میرے اللہ! میں دل کے تفرقہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں پوچھا گیا دل کا تفرقہ کیا ہے کہا کہ دل کی ہر وادی میں مال رکھ دیا جائے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا نفاق سے لبریز خشوع سے اللہ کی پناہ مانگو پوچھا گیا نفاق کا خشوع کیا ہے کہا: جسم سے خشوع کا اظہار کیا جائے اور دل میں خشوع نہ ہو۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تین چیزیں نہ ہوتیں تو میں دنیا کی بقاء نہ چاہتا۔

۱: دوپہر کی پیاس کی گھڑی ۲: رات کو سجدہ ریزی کرنا۔

۳: ان لوگوں کی مجالس جو عمدہ کلام کا انتخاب کرتے ہیں جس طرح کہ عمدہ پھل کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ [1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک ان کی قدر و منزلت:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں بہت بلند مقام پر اترے ہوئے تھے۔

[1] صفة الصفوة، سير اعلام النبلاء.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکحول بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے ہم سے سب سے زیادہ رحم دل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور حق کے ساتھ سب سے بڑھ کر قوتِ گویائی والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اور ہمارے سب سے بڑھ کر امین حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم تھے اور ہم میں سے سب سے زیادہ حرام اور حلال کے عالم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔ ہم میں سے سب سے زیادہ قاری، حضرت ابی رضی اللہ عنہ تھے اور وہ آدمی جن کے پاس علم تھا وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے ان میں سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، عقل وخرد کا پیکر تھے۔ [1]

ابن اسحاق کہتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے۔

ہم میں سے سب سے زیادہ علم وعمل کے تابع حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ تھے۔ [2]

یزید بن عمیرہ کہتے ہیں، جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت ہوا تو لوگوں نے کہا ہمیں کچھ وصیت کیجیے۔ کہنے لگے: علم اور ایمان دونوں کا اہم مقام ہے جو انھیں تلاش کرے گا وہ پالے گا۔ یہ بات تین مرتبہ دہرائی اور فرمایا علم چار اشخاص سے طلب کرو۔

۱: حضرت عویمر، ابودرداء رضی اللہ عنہ

۲: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ

۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

۴: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے جو پہلے یہودی تھے بعد میں مسلمان ہوئے۔ [3]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ اس دھرتی اور آسمان کے نیچے اے ابودرداء رضی اللہ عنہ آپ سے زیادہ عالم اور کوئی نہیں۔ [4]

حضرت مسروق کہتے ہیں، میرے نزدیک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علم چھ افراد میں موجود تھا:

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت ابی رضی اللہ عنہ (۴) حضرت زید رضی اللہ عنہ

(۵) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ (۶) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پھر ان کا علم بھی حضرت علی اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہما پر بس ہوتا ہے۔ [5]

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے، ہم سے دو عقلمندوں کی باتیں بیان کرو، آپ سے پوچھا گیا وہ دو عقلمند کون ہیں فرمایا، ایک حضرت معاذ رضی اللہ عنہ دوسرے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ہیں۔ [6]

---

[1] ابن عساکر: ۱۳/ ۳۷۱، منقول از سیرہ: ۲/ ۳۴۱.

[2] تاریخ البخاری: ۷/ ۷۷، ابن عساکر: ۱۳/ ۳۷۱.

[3] ابن عساکر: ۱۳/ ۳۷۳. [4] ابن عساکر: ۱۳/ ۳۷۳.

[5] ابن عساکر: ۱۳/ ۳۷۳، ابن سعد: ۲/ ۳۵۱، و اسنادہ صحیح.

[6] ابن سعد: ۲/ ۳۵۰، ورجالہ ثقات.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یزید بن معاویہ کہا کرتے تھے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ان علمائے فقہاء میں سے تھے جو بیماری کی تشخیص نہایت ہی باریک بینی سے کرتے ہیں۔ ❶

کسی کا حق مارنے کا خوف:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جب عہدۂ قضاء پر براجمان ہوئے، تو ظلم سے حد درجہ خوفزدہ رہتے تھے۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جب دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے اور وہ دونوں واپس چلے جاتے تو ان کی طرف دیکھتے رہتے تھے اور کہتے واپس آؤ، اور جو میں نے تمہارا فیصلہ کیا ہے یہ میرے اوپر دوبارہ پیش کرو، مزید تحقیق کے بعد فیصلہ صادر فرماتے۔ ❷

سچی اخوت کے آرزومند تھے:

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے تین سو ساٹھ دوست تھے جن سے اللہ کی رضا کی خاطر دوستی تھی نماز میں ان کے لیے دعا کرتے، میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو کہا کوئی بھی آدمی اپنے بھائی کے لیے اس کی موجودگی کے بغیر اگر دعا کرتا تو اللہ تعالیٰ اس دعا کرنے والے کے لیے دو فرشتے مقرر کر دیتا ہے کہ جو تو نے بھائی کے لیے کہا ہے تجھے بھی اس کی مانند ہی خیر حاصل ہو۔ مجھے شوق ہے کہ میرے لیے فرشتے دعا کریں اس لیے میں بھائیوں کے لیے دعا کرتا ہوں۔ ❸

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جب کسی مسلمان کو دیکھتے کہ اس نے گناہ کیا ہے تو اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیتے اور اللہ کی طرف اٹھوا دیتے اسے شیطان کے سپرد نہ کرتے تھے کہ یہ کہیں اسے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کر دے۔

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اس نے گناہ کا ارتکاب کیا تھا، لوگ اسے گالیاں نکال رہے تھے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: بتاؤ، اگر تم اسے کنوئیں میں گرا ہوا پاتے ہو تو تم نے اسے وہاں سے نکالنا تھا یا نہیں نکالنا تھا، انھوں نے کہا کیوں نہیں ضرور نکالنا تھا۔ کہا:

اپنے بھائیوں کو گالیاں مت دو، اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو کہ اس نے تمھیں عافیت دی ہے لوگوں نے آپ سے کہا تم اس سے بغض نہیں رکھتے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کے عمل سے بغض رکھتا ہوں، جب یہ اس عمل کو چھوڑ دے گا تو یہ بھی میرا بھائی ہے۔ ❹

رقتِ قلبی کا پیکر:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ رقیق القلب آدمی تھے، حتیٰ کہ کسی کافر قوم پر بھی عذاب نازل ہوتا تو پھر بھی رو پڑتے تھے۔ ان کی دل کی گہرائیوں سے یہ آرزو تھی کہ تمام لوگ اللہ عزوجل کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں، تاکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی وسیع

❶ ابن عساکر: ۱۳/ ۳۷۳۔
❷ ابن عساکر: ۱۳/ ۳۸۵۔
❸ ابن عساکر: ۱۳/ ۳۸۵۔
❹ صفة الصفوة: ۱/ ۲۶۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رحمت میں شامل ہو جائیں۔

ابن جبیر اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ جب قبرص کا علاقہ فتح ہوا تو ایک قیدی کو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزارا گیا تو ابودرداء رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے۔

میں نے پوچھا اس دن بھی رو رہے ہو یہ تو وہ خوش کن دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہلِ اسلام کو فتح سے ہمکنار کیا ہے۔ اور عزت سے نوازا ہے کہنے لگے جبیر بھائی! بات یہ ہے کہ یہ ایک ایسی قوم تھی جو غلبہ وقہر والی اور نمود و نمائش والی تھی، جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو تم دیکھ رہے ہو یہ کیسے عذاب سے دوچار ہوئی جب اللہ کے بندے اس کی نافرمانی کرتے ہیں تو اللہ کے نزدیک بہت حقیر ہو جاتے ہیں۔ [1]

اسی طرح جو قومیں بھی شکست سے دوچار ہوتی ہیں۔ تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ان کا بنیادی سبب یہی بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنے خالق کی نافرمانی میں مگن ہوتی تھیں اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے فرمان سے بھی ہوتی ہے:

﴿وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝﴾ (یونس:۱۳)

”البتہ تحقیق ہم نے تم سے پہلے زمانے والے لوگوں کو ہلاک کیا، جب کہ انھوں نے ظلم کیا اور ان کے پیغمبر ان کے پاس ظاہر دلائل لے کر آئے وہ ایمان نہیں لائے تھے اسی طرح ہم مجرم قوم کو بدلہ دیتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝﴾ (الطلاق:۸۔۹)

”کتنی ہی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور اس کے رسولوں سے بھی سرکشی کی ہم نے ان کا سخت محاسبہ کیا اور انھیں بہت ہی برا عذاب کیا انھیں ان کے معاملہ کا وبال چکھایا ان کے معاملہ کا انجام گھاٹا ہوا۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝﴾ (الحج:۴۵)

”کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کیا اور وہ ظالم تھیں، اور اپنی چھتوں کے بل گری پڑی تھیں، اور کنویں بےکار ہو گئے اور مضبوط محل زمین بوس ہو گئے۔“

[1] ابن عساکر: ۳۸۹/۱۳.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اہلِ دمشق کے لیے ایک تابندہ نصیحت:

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا ارادہ بنا کہ شام میں مجھے ولایت عطا کی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کردیا انھوں نے اصرار کیا اور کہا: کیا آپ کو یہ چیز پسند نہیں کہ میں شام والوں کے پاس جاؤں گا، انھیں ان کے رب کی کتاب اور ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعلیم دوں گا انھیں نماز پڑھاؤں گا اگر یہ کچھ پسند ہے تو مجھے جانے دو۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ انھیں بھیجنے پر رضا مند ہو گئے۔ اب حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ دمشق والوں کی جانب جاتے ہیں جب وہاں پہنچے تو انھیں خوشحالی کے شوقین اور ناز و نعمت میں ڈوبا ہوا پایا اس سے بہت افسردہ ہوئے، لوگوں کو مسجد میں بلایا اور جمع ہو گئے تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور کہا: اے دمشق کے باسیو! تم دینی بھائی ہو، اور گھر کے لحاظ سے ہمسائے ہو، اور دشمنوں کے خلاف ایک دوسرے کے اعوان و مددگار رہو۔

اے دمشق کے باسیو! مجھ سے محبت کرنے میں کیا چیز رکاوٹ ہے اور میری نصیحت کو قبول کرنے میں کیا ممانعت ہے میں تم سے کوئی چیز نہیں چاہتا۔

میں تمھیں فقط نصیحت کرتا ہوں میرا خرچہ تم پر نہیں وہ دوسروں کے ذمہ ہے یہ کیا وجہ ہے کہ تمہارے علمائے کرام دنیا چھوڑ کر جا رہے ہے اور تمہارے جاہل تعلیم حاصل نہیں کر رہے۔ میں تمھیں دیکھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ نے جو تمہاری کفالت اٹھا رکھی ہے تم اس پر پوری توجہ دیتے ہو، مگر جو تمھیں حکم دیا گیا ہے وہ تم نے چھوڑ دیا ہے یہ کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں تم وہ جمع کر رہے ہو جو تمھیں کھانا نصیب نہیں اور وہ تعمیر کر رہے ہو جس میں تمھیں رہنا مقدر نہیں۔ تم وہ امنگیں کر رہے ہو جن تک تمہاری رسائی نہیں تم سے پہلی قوموں نے بھی جمع کیا اور آرزوئیں کیں۔

وہ تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے کہ ہلاک ہو گئے اور ان کی آرزو نے انھیں دھوکا دیا اور قبریں ان کے گھروندے بنیں۔ اے دمشق کے باسیو......!! یہ عاد قوم ہے جس نے مال و اولاد سے زمین کو بھر دیا تھا آج کون ہے جو مجھ سے عاد قوم کا چھوڑا ہوا مال دو درہم میں ہی خرید دے۔

یہ سن کر تمام مجمع رونے لگا حتیٰ کہ مسجد کے باہر ان کے رونے کی آواز آنے لگی، اس کے بعد حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ دمشق میں مجالس میں گھومنے لگے اور بازاروں میں گردش کرنے لگے، اگر کوئی سوال کرتا اسے جواب دیتے اور جاہل کو تعلیم دیتے، غافل کو بیدار کرتے ہر مناسب موقع کی فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے انھیں مستفید فرماتے۔ [1]

رعایا کی خیر خواہی:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ یہ خوب جانتے تھے کہ میں عوام پر ذمہ دار ہوں اور اس رعایا کے متعلق اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوں۔ انھیں یہ فکر دامنگیر تھی کہ اپنی بیٹی کے لیے ایک ایسا خاوند منتخب کریں جو بعینہٖ اس جیسا دیندار ہوتا کہ اس کا دین کا معاملہ اصلاح پذیر رہے دنیا کا سامان اگرچہ نہ رکھتا ہو۔ اسی وقفہ کے دوران جو انھوں نے دمشق میں گزارا،

[1] صور من حياة الصحابة: ٢١١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو ان کی بیٹی کے رشتہ کا پیغام بھیجا کہ میرے بیٹے یزید کے لیے بیٹی کا رشتہ دو۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے یہ رشتہ کرنے سے انکار کر دیا اور بیٹی کا رشتہ ایک مسلمان سے کر دیا جس کا دین اور اخلاق پسندیدہ تھا یہ بات لوگوں میں پھیل گئی اور یہ کہنا شروع ہوئے کہ

یزید بن معاویہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے لیے پیغام منگنی بھیجا ہے تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اسے واپس لوٹا دیا ہے قبول نہیں کیا اور ایک عام مسلمان کے ساتھ بیٹی کی شادی کر دی ہے۔ ایک سائل نے اس پیغام کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے دریافت کی تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنی بیٹی کی صلاح کا قصد کیا ہے۔

اس نے کہا اس میں کیا صلاح سوچی ہے۔ کہا تمہارا کیا خیال ہے میری بیٹی درداء کے سامنے جب نوکر چاکر خدمت کے لیے حاضر باش ہوتے اور اپنے آپ کو ایسے محلات میں پاتی جن کے ہیرے جواہرات نگاہوں کو خیرہ کر رہے ہوتے تو اس میں دین کہاں باقی رہتا، اس لیے میں نے عام مسلمان سے بیٹی بیاہی ہے کہ اس کے دین کو دنیا خراب نہ کر سکے۔ [1]

دنیا سے رحلت:

طویل زندگی گزارنے کے بعد جو کہ جہاد، اطاعت، ایثار قربانی اور فدائیت سے معمور تھی اب حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اپنے رب کی جانب چل پڑتے ہیں اس نکمّی دنیا کو اپنے جسم سے خالی کر دیا، جب کہ دل سے تو دنیا پہلے ہی چھوڑ چکے تھے۔ یہ اپنے جسم کے ساتھ دنیا میں زندگی گزار رہے تھے دل تو پہلے ہی رب رحمان کی اس جنت میں اڑانیں بھر رہا تھا جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہ تھا کسی کان نے اس کا وصف سنا نہ تھا کسی انسان کے دل میں اس کا کبھی خیال تک نہ گزرا تھا۔

حضرت معاویہ بن قرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو ان کے پاس ان کے ساتھی تیمارداری کے لیے حاضر ہوئے۔ انھوں نے کہا کیا بیماری ہے کہا مجھے اپنے گناہوں کی بیماری ہے انھوں نے کہا، کیا چاہتے ہو، کہا مجھے جنت کی چاہت ہے۔ انھوں نے کہا ڈاکٹر کو بلائیں کہا ڈاکٹر ہی نے تو مجھے لٹایا ہے۔

ابودرداء رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے میں موت سے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں محبت رکھتا ہوں اور بیماری کو میں اس لیے پسند کرتا ہوں کہ یہ میری خطا کاریوں کو مٹاتی ہے۔

یہ ام درداء رضی اللہ عنہا ہیں اپنے خاوند زاہد و عابد جنھوں نے دنیا کو تمام سجاوٹوں اور بناوٹوں کے باوجود خیر آباد کہا تھا ان سے آخری وصیت حاصل کرتی ہیں۔

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا خود ہی بتاتی ہیں کہ میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے کہا اگر میں آپ کے بعد محتاج ہو جاؤں تو کیا میں صدقہ کھا لیا کروں، کہا نہیں محنت کر لینا اور کھانا صدقہ نہ کھانا۔ اگر میں کام سے کمزور پڑ جاؤں تو پھر کھاؤں۔ فرمایا نہیں۔ گندم کی بالیاں چن کر گزارہ کر لینا مگر صدقہ نہ کھانا۔

[1] صور من حياة الصحابة:٢١٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس زہد و تقویٰ کے پیکر کے آخری لمحات قریب ہوئے۔ تو کہنے لگے: کون ہے جو میرے اس دن کی مانند عمل کرے کون ہے جو میری اس گھڑی کی مانند عمل کرے، کون ہے جو میری اس خوابگاہ کی مانند عمل کرے اور کہا ہم ان کے دل اور آنکھیں پلٹ دیتے ہیں جیسا کہ یہ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے۔

جب ام درداء رضی اللہ عنہا رب کے ذریعہ خاوند سے مخاطب ہوئیں:

آرزو ہوگی ہزاروں کو تمہاری لیکن
چاہنے والا کوئی ہم سا دکھاؤ تو سہی

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا اپنے خاوند سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے محبت کرتی تھیں۔ یہ اندیشہ کرتی تھیں کہ اگر میں جنت میں داخل بھی ہوئی تو شاید ان کی بیوی رہوں گی یا نہیں رہوں گی جیسا کہ میں دنیا میں بیوی تھی۔ کھڑی ہوئیں اور اپنے رب سے مخاطب ہوئیں۔

اے میرے اللہ! ابودرداء نے مجھے پیغام منگنی بھیجا اور دنیا میں مجھ سے شادی کی، اے میرے اللہ! اب میں پیغام منگنی تیرے ذریعہ اسے بھیجتی ہوں اور میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ جنت میں مجھے اس کی بیوی بنانا۔

حضرت ابودرداء ابھی زندہ تھے کہا اگر تم یہ چاہتی ہو کہ جنت میں میری بیوی رہو، تو میرے بعد کسی سے شادی نہ کرنا۔ اس کے بعد حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا نہایت ہی حسن و جمال والی تھیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا مگر انھوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ واللہ! میں دنیا میں کوئی خاوند نہیں چاہتی میں تو ان شاء اللہ جنت میں ابودرداء رضی اللہ عنہ سے شادی کروں گی۔ [1]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روحِ اطہر سرزمینِ دمشق میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۳۲ھ میں پرواز کر گئی۔

ایسا سہانا خواب جو دل کو فرحت و مسرت سے معمور کر دیتا ہے:

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک سرسبز و شاداب چراگاہ میں آیا ہوں اس میں چمڑے کا ایک خیمہ ہے اس کے اردگرد کچھ بکریاں ہیں جو بیٹھی ہوئی ہیں اور جگالی بھر رہی ہیں اور عجوہ کھجور کی مانند مینگنیاں کر رہی ہیں میں نے پوچھا یہ کس کی ہیں بتایا گیا یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ہیں میں نے ان کا انتظار کیا حتیٰ کہ وہ خیمہ سے باہر آئے کہا اے عوف! یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآنِ پاک کی بدولت دیا ہے۔

اگر تم اس گھاٹی پر جھانکو گے تو وہ کچھ دیکھو گے جو تمہاری آنکھ نے دیکھا نہیں تمہارے کان نے سنا نہیں تمہارے دل پر کبھی اس کا خیال نہ گزرا ہوگا یہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے لیے تیار کیا ہے کیونکہ یہ دنیا کو اپنی دونوں ہتھیلیوں اور سینہ کے زور سے دور کرتے تھے۔ [2]

رضی اللہ عنه وعنهم اجمعين

---

[1] صفة الصفوة: ١/ ٢٦٨. [2] صفة الصفوة: ١/ ٢٦٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

58

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی حیاتِ دلبرانہ کا تذکرہ

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جو موت کو والہانہ طور پر چاہتے تھے اور اگر یہ اللہ کی قسم کہیں تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتے ہیں۔ وہ شخص جو لا الہ الا اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے لڑتا ہے اس کی عظمت کا راز یہی ہے وہ موت پر اتنا زیادہ حریص ہوتا ہے جتنا کہ اس کا دشمن زندگی پر حریص ہوتا ہے۔ ان سطور میں ہمارے مہمان حضرت براء رضی اللہ عنہ جو کہ پیکر شجاعت ہیں ان کی عظمت کا راز بھی یہی ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، احد میں شریک ہوئے اور درخت کے نیچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ [1]

حضرت براء رضی اللہ عنہ کو لڑتے ہوئے آدمی دیکھ کر یقین نہیں کر سکتا کہ ایک انسان ایسے بھی لڑ سکتا ہے کیونکہ انھیں لڑتے ہوئے دیکھ کر آدمی ایک ایسے انسان کو دیکھتا ہے جو صرف کامیابی یا فتح کے لیے ہی نہیں لڑتا بلکہ اس لیے لڑتا ہے کہ شہادت سے سرفراز ہو، یہ جنت کی جستجو میں لڑتا ہے وہ جنت جہاں بھی ہو اور اس کا راستہ جیسے بھی مل جائے، مشکل یا دشوار گزار ہو بس اس نے اس راہ کو تلاش کرنا ہے ان کی نشانی ہی جنگ میں یہ تھی۔ اللہ اور جنت۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کسی لشکر پر انھیں سربراہ مقرر نہ کرتے تھے۔ انھیں خوف تھا کہ یہ موت کی تلاش میں ہیں، کہیں نقصان نہ کر بیٹھیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لشکروں کے امراء کو لکھا تھا کہ براء کو کسی لشکر پر سپہ سالار نہ بنانا، کیونکہ یہ ہلاکت گاہوں میں گھس جانے والے ہیں کہیں لشکر کو بھی ان میں نہ گرا دیں۔ [2]

براء رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہسواروں میں سے ماہر گھوڑ سوار ہیں یہ چوٹی کے شاہسوار تھے اور ساتھ ساتھ نیکوکار اور بہترین و پاکباز بھی تھے۔ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کبار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے اور زہد حقیقی سے مزین تھے۔

[1] السیر: ۱/ ۱۹۵.

[2] مستدرک: ۳/ ۲۹۱، ابن سعد: ۷۔۱/ ۱۰، الاستیعاب، ب: ۲۸۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ شاہسواران پیکرانِ شجاعت اور شاہسوارانِ شرافت میں سے تھے۔ کہ جنھوں نے عظمت کے نشانات کی تاریخ رقم کی اور زمانۂ نبوت کے پائندہ معرکوں کے میدانوں میں گہرے نقوش ثبت کیے۔ یہ شاہسواری کی تاریخ میں ضرب المثل تھے اور جنگ کی شدتوں میں سامنا کرنے والوں میں سے نامور افراد میں شامل تھے۔

انصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے یہ صاحب فضل صحابی تھے، نیکوکار سرداروں میں سے ایک تھے۔ مشرکوں اور کافروں میں سے مبارزت میں آنے والے سو آدمیوں کو قتل کیا تھا اور گھوڑ سوار ایسے تھے کہ گھوڑے کو ہانک دیا جاتا تو یہ اس کی کمر پر نہایت ہی آسانی اور سہولت کے ساتھ سیدھے اور استوار ہو کر بیٹھ جاتے۔ [1]

بے مثال گھڑسوار:

وہ کارنامے جو حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ سے سرزد ہوئے ہیں وہ ان کی شخصیت کے نمایاں پن پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جرأت و فروسیت و گھڑسواری اور جنگ میں پیش قدمی میں یگانۂ روزگار تھے حضرت براء رضی اللہ عنہ کے واقعات و حالات شاہسواری، شجاعت سچی فدائیت کی تاریخ کے گرد گھومتے ہیں۔ یہ انصار کے بڑے بڑے نامور شاہسواروں میں سے تھے جو جنگ میں سخت گیری میں مشہور تھے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارکہ سراپائے دفاع و جہاد ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں سب سے پہلے جس غزوہ میں شرکت کی وہ غزوۂ احد ہے اس کے بعد غزوات میں حاضر ہوتے رہے، خندق میں شرکت کی اس میں بہت ہی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ جو ان کی جنگی شدت وقوت پر سچی شہادت ہے۔

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کی جانب روانہ ہوئے تو حضرت براء رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جب مسلمان درخت کے نیچے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت رضوان کر رہے تھے تو حضرت براء نے اپنا دایاں ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ کے نیچے رکھا ہوا تھا کہ آپ کا ہاتھ تھک نہ جائے اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی تھی۔ ادھر ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اللہ عزوجل نے، اس بیعت کو پاکیزگی کا سرٹیفکیٹ دیا اور بیعت کرنے والوں پر رضا مندی کا اظہار فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح: ۱۸)

”تحقیق اللہ تعالیٰ ان ایمانداروں سے راضی ہوا جو آپ کی درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے۔“

یہ بیعت مبارکہ جو کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نفوس میں گہرے ایمان پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ جہاد کی راہ پر گامزن رہے اور دین کے چشمۂ صافی کی حفاظت میں مگن رہے مکہ فتح میں شریک ہوئے غزوۂ حنین میں شرکت کی ان کے علاوہ دیگر معرکوں میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوتے رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت براء رضی اللہ عنہ کی شاہسواری اور بے مثال بہادری پر برکت کی دعا کیا کرتے تھے۔

[1] فرسان من عصر النبوة: ٤٨٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اس پیش قدمی کرنے والے شاہسوار کی شاہسواری کے فن کی رفتار رکی نہ تھی بلکہ نیا راستہ تلاش کرتی رہی ہے یہ آغازِ شباب میں اور عمر کے ابتدائی حصہ میں دشمن سے لڑنے اور ملاقات کرنے کے لیے بہادری کے اسلحہ سے مسلح ہی رہتے تھے جب بھی جنگ کی چنگاری مشتعل ہوتی تو حضرت براء رضی اللہ عنہ جوش سے بھڑک اٹھتے شرارت اور سرکشی کی جتنی بھی قوتیں سامنے پاتے انھیں نیست و نابود کر دیتے نہ تو گھڑسواروں کی پرواہ کرتے نہ مضبوط قلعوں کو رکاوٹ تصور کرتے، نہ نیزوں اور تلواروں کی جھنکار اور پھنکار کی پرواہ کرتے، جو بھی راہ میں آتا اسے قوتِ ایمانی، اور گہرے اخلاص اور پیش قدمی میں شرابور ہو کر اور قوتِ بازو سے تباہ کر دیتے اور شرارت کے قویٰ ایسے شل کرتے کہ وہ دست درازی تو دور کی بات ہے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتی تھی۔

معرکہ یمامہ میں ان کا اہم کارنامہ جو سامنے آیا تھا عن قریب وہ ہم بیان کریں گے۔ [1]

اللہ تعالیٰ ان کی قسم کی لاج رکھتے تھے:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو گرد آلود ہیں، پرانی سی چادر زیب تن کرتے ہیں، لوگ ان کی پرواہ نہیں کرتے، مگر یہ اگر اللہ پر قسم دیں تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کرتے ہیں یہ براء بن مالک بھی انہی میں سے ہیں۔ [2]

ایسے روشن کارنامے کہ گردشِ زمانہ مٹا نہ سکے گی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اور دنیا سے کوچ کر جانے سے قبائل عرب میں اسلام سے ارتداد سا پیدا ہوا۔ ہر طرف سے فتنوں کی آندھیاں اٹھنے لگیں قریب تھا کہ آفتابِ اسلام گہنا جائے یہ محفوظ اس لیے رہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کے تحفظ کی ذمہ داری لے رکھی تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کے لیے کمر بستہ ہوئے۔ کسی مؤرخ نے بالکل سچ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارتداد کے زمانہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کی نگہبانی کی ہے اور خلق قرآن کی آزمائش کے وقت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ذریعہ اسلام کی حفاظت فرمائی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان فتنوں کے سامنے کوہِ گراں بن کر ٹھہر گئے وگرنہ یہ فتنے ہر خشک و تر جگہ پر پھیل جاتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسلمان لشکروں کے سپہ سالاروں کو جھنڈے باندھ کر دیے کہ وہ اس فتنہ کی بیخ کنی کریں اور لوگوں کو اللہ عزوجل کے دین کی طرف واپس لائیں۔

ابن اسحق نے بہت ہی تاریخ ساز تبصرہ بیان کیا ہے کہتے ہیں: جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات ہوئی تو مسلمانوں کی مصیبت بہت بڑھ گئی عرب مرتد ہو گئے یہودیت و عیسائیت نے سر اٹھایا، منافقت کا بیج بار آور ہونے لگا مسلمانوں کی حالت یہ تھی، ٹھنڈی ترین رات ہو، موسلا دھار بارش ہو اس میں بکریاں پھنس جائیں یہی حالت

---

[1] فرسان من عصر النبوة:٤٨٢.

[2] ترمذی،والضیاء عن انس،صحیح الجامع: ٤٥٧٣، و صححه الالبانی، حاکم: ٣/ ٢٩٢، وصححه وافقه الذهبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کی تھی کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کی وجہ سے ان کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ انھیں یکجا کیا۔[1]

یہ ارتداد کی جنگیں تقریباً ایک سال تک بھڑکتی رہیں یہ عرب اور مسلمانوں کی عسکری تاریخ کی سخت ترین جنگیں تھیں جو شعلہ زن ہوئیں ان جنگوں نے بہت سارے مردانِ پیکار نمایاں کیے اور نسلی آدمی کھل کر سامنے آئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کسی بھی جنگ کے مقام پر اتنے اہتمام سے نہیں لڑے جتنا انھوں نے ارتداد والوں کے خلاف اہتمام کیا تھا اور ان کے فتنہ کی سرکوبی کے لیے کمربستہ تھے۔

ان کی سرگرمیوں کا بڑا میدان، بزاخہ کا علاقہ تھا جو بنو اسد کے شہر تھے، بطاح کا علاقہ تھا جو بنو تمیم کے گھروں میں تھا اور یمامہ کا علاقہ تھا جو کہ بنو حنیفہ کا وطن تھا یہ بہت ہی زیادہ سرکش قوت والے تھے جن سے زندگی میں حضرت خالد کو واسطہ پڑا تھا۔ سب سے پہلا لشکر عکرمہ بن ابی جہل کی قیادت میں تھا۔ مسیلمہ کذاب نے اسے شکست دے دی ان کی ناکامی کے بعد شرحبیل بن حسنہ بھی جو کہ مرتدوں پر فیصلہ کن کردار ادا کرنے گئے تھے یہ بھی ناکام ہوئے۔

ان کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دشمن کی جانب روانہ ہوئے جب یہ مسیلمہ کی لشکرگاہ سے ایک رات کی دوری پر تھے، تو بنو حنیفہ کے ایک دستہ فوج پر حملہ آور ہوئے، جن کی قوت تیس یا چالیس شاہسواروں پر مشتمل ہوگی یہ مجاعہ بن مرارہ حنفی کی امارت میں تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انھیں قید کیا اور مجاعہ کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور مجاعہ کو گروی کے طور پر زندہ رکھا، کیونکہ یہ بنو حنیفہ میں بڑا اشرف والا آدمی تھا۔

دونوں جماعتوں کا ٹکراؤ، عقرباء میں ہوا اور گھمسان کا رن پڑا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں، لڑائی شدت اختیار کر گئی اس کی سنگینی کی پہلے مثال نہیں ملتی ایک دفعہ تو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے حتیٰ کہ بنو حنیفہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں داخل ہو گئے۔

لیکن مسلمانوں نے واپس لوٹ کر ان پر قتل و غارت کا بازار گرم کیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا لوگو! علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ ہر قبیلہ علیحدہ ہو جائے اور جنگ کرے، تاکہ ہم ان کی بہادری کا معیار جان سکیں اور ہم جان سکیں، دشمن کہاں سے آتا ہے بڑی جدوجہد کے بعد غلبہ اللہ کے دین کے انصار و معاونین کا ہوا تیرہ ہزار مسلمان، مسیلمہ کے تقریباً چالیس ہزار جنگجوں پر فتح پا گئے۔ اس یمامہ کے معرکہ میں بنو حنیفہ کے تقریباً چودہ ہزار آدمی مارے گئے۔ اور سات ہزار کو طلب کر کے مارا گیا اور اللہ کا دشمن مسیلمہ بھی مارا گیا۔

مسلمان تین سو ساٹھ مہاجرین اور انصار میں سے شہید ہوئے اور تین سو وہ مہاجر تھے جو اہلِ مدینہ کے علاوہ تھے اور تین سو تابعین کی تعداد تھی جو اس معرکہ میں شہید ہوئی اور پانچ سو حفاظ قرآن شہید ہوئے کل تعداد مسلمان شہداء کی

[1] سيرة ابن هشام: ٤/ ٢٩١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارہ سو بنتی ہے یوں کہہ لیں مشرکوں کے مقتولین کی تعداد کے مقابلہ میں مسلمانوں کے شہداء کی تعداد چھ اور سو کے موازنہ پر ہے۔ مشرکوں کے مقتول سو ہوں تو مسلمان کے شہداء چھ تھے۔ یہ مناسبت فتوحات کی دنیا میں حیران کن ہے۔ [1] لیکن یہ تمام بہادری اور شجاعت کے کارنامے، حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی جوانمردی کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ یمامہ کے دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت براء سے کہا اے براء! کھڑے ہو جاؤ، براء اٹھے اور گھوڑے پر سوار ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور کہا:

اے مدینہ والو! آج کوئی مدینہ نہیں آج صرف یا تو اللہ وحدہٗ لاشریک ہے یا پھر جنت ہے یہ نظریہ قائم کرلو اور میرے ساتھ مل کر دشمن پر حملہ آور ہو جاؤ۔ اس کے بعد حملہ آور ہوئے اور ان کے ساتھ مل کر لوگوں نے بھی حملہ کیا یمامہ والے شکست کھا گئے۔

حضرت براء کی ملاقات یمامہ کے محکم کے ساتھ ہوئی یہ مسیلمہ کے لشکر کا سالار تھا اسے حضرت براء نے تلوار ماری اور بچھاڑ دیا اور اس کی تلوار پکڑ لی اس کے ساتھ ہی محکم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ [2]

بغوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے خود بتایا کہ مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑائی کے دوران میری ایک آدمی کے ساتھ ملاقات ہوئی جسے (حمار الیمامہ) کہا جاتا تھا بڑی جسامت والا تھا اس کے ہاتھ میں سفید تلوار تھی۔ میں نے اس کے پاؤں پر تلوار ماری۔ ایسے تھا کہ پہلے اس کے نیچے پاؤں تھے ہی نہیں اس طرح کٹ گیا اور گدی کے بل گر گیا میں نے اس کی ہی تلوار لی اور اپنی میان میں ڈال لی اور اسے کاٹ کر رکھ دیا۔ [3]

موت کے باغیچہ میں:

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مسلمانوں کی مشرکوں کے ساتھ جب مڈبھیڑ ہوئی تو مسلمانوں نے انھیں ایک باغیچہ میں دھکیل دیا اس میں اللہ کا دشمن مسیلمہ کذاب بھی تھا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا اے مسلمانو! مجھے ان باغیچہ والوں کے اندر پھینک دو، انھیں اٹھایا گیا اور ان میں گرا دیا گیا حتیٰ کہ جب دیوار پر جھانکا تو ان میں گھس گئے ان سے باغیچہ میں لڑائی کی۔ حتیٰ کہ باغیچہ کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے ان کے جسم مبارک پر اسی سے زائد زخم آئے تھے اس کے باوجود دروزہ کھول دیا مسلمان باغیچہ میں داخل ہو گئے اور مسیلمہ کذب مارا گیا مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ [4]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود ایک ماہ تک ان کے علاج کی نگرانی کرتے رہے تھے۔

اس کے باوجود کہ حضرت براء بن مالک کی ہر رگِ دل شوقِ شہادت سے پھڑکتی تھی مگر یہ شہادت سے فائز المرام نہ ہو سکے۔

ان کی خواہش تھی کہ یہ آنکھیں بند کریں تو خود کو سبز پرندوں کی پوٹوں میں پائیں جو انھیں عرش رحمن کے نیچے شہداء

---

[1] علوّ الهمة: ٣/ ٥٤٩، سيد حسين.
[2] حياة صحابه: ٢/ ١٢٧، الاصابه: ١/ ٤١٣.
[3] الاصابه: ١/ ٤١٤.
[4] الاصابة: ٤/ ٤١٣، ٢٣٦، الاستيعاب: ١/ ١٣٨، ٢٨٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مقامات پر موجود خیمہ میں لے کر اڑان بھریں پھر یہ ہیشگی کی جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں جس میں وہ کچھ ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے سنا نہیں کسی دل میں خیال نہیں آیا۔

بسا آرزو کہ خاک شدہ

میں بستر پر نہیں مروں گا:

حضرت براء رضی اللہ عنہ کو پختہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ انھیں شہادت سے نوازیں گے انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ بھی پتہ چل چکا تھا کہ یہ مستجاب الدعاء ہیں اور اگر یہ اللہ پر قسم اٹھائیں تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کرتے ہیں، اس وجہ سے وہ مکمل طور پر مطمئن تھے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پر امید تھے کہ مجھے شہادت کی موت نصیب ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے بھائی حضرت براء رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو وہ بلند آواز سے کچھ پڑھ رہے تھے، میں نے کہا: کیا گنگنا رہے ہو، کہا انس! کیا تمھیں اندیشہ ہے کہ میں بستر پر موت کی آغوش میں سو جاؤں گا جب کہ میں نے مبارزت میں مشرکوں کے ننانوے آدمی مارے ہیں جو میں نے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر عام جنگوں میں مارے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔ [1]

جب اپنے بھائی انس رضی اللہ عنہ کا بچاؤ کیا:

اللہ کی راہ میں شہادت کا قیمتی شوق ہمارے اس بطلِ جوانمردی میں انگڑائی لیتا رہتا تھا۔ تستر کے قلعہ کی فتح کا دن آیا یہ فارس کے علاقہ میں تھا، اہلِ فارس ایک سخت ترین قلعہ میں بند ہو گئے مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کیا اور انھیں اس طرح گھیرے میں لے لیا جس طرح کنگن کلائی کو لے لیتا ہے۔

جب یہ حصار اور گھراؤ طویل ہوا اور وہ سخت آزمائش میں پڑ گئے تو انھوں نے قلعہ کی منڈیوں کے اوپر سے لوہے کی زنجیریں لٹکا دیں، ان کے ساتھ سلاخیں تھیں جو لوہے کی تھیں، انھیں آگ میں گرم کر رکھا تھا وہ تو انگارے سے بھی زیادہ چمکنے لگیں وہ مسلمانوں کے جسموں میں پیوست کرتے اور انھیں ساتھ لٹکا دیتے اور انھیں اپنی طرف کھینچ لیتے مسلمان یا تو مردہ ہو چکے ہوتے یا موت کے قریب ہو جاتے۔ وہ سلاخیں انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھی چمٹا دیں، اچانک حضرت براء رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا قلعے کی دیوار پر چھلانگ لگائی اور اس زنجیر کو پکڑ لیا جو ان کے بھائی کو اٹھائے لے جا رہی تھی اور وہ سلاخیں بھائی کے جسم سے نکالنی شروع کر دیں ان کے ہاتھ جل رہے تھے اور دھواں نکل رہا تھا لیکن انھوں نے ذرہ برابر پرواہ نہ کی۔ حتیٰ کہ بھائی کو بچا لیا جب زمین پر اترے تو ہاتھ صرف ہڈیاں رہ گیا تھا اس پر ذرہ برابر گوشت نہ رہا تھا۔

---

[1] مستدرك حاكم: ٣/ ٢٩١، وصححه وافقه الذهبي.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شہادت کی موت کے لیے قسم کھائی:

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ اگر چہ ایک شاہسوار تھے اس میں شک وشبہ کی گرد و غبار کا ایک ذرہ بھی نہیں پڑا اس کے ساتھ ساتھ، یہ ایک پرہیز گار، صاف دل روشن ضمیر، انسان بھی تھے ان کی دعا اللہ تعالیٰ رد نہ کرتے تھے۔

ان کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ جب میری میرے اللہ سے ملاقات ہو تو میں شہید کی حالت میں ملوں، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کے لیے بہت کچھ تیار کر رکھا ہے۔ ظاہر ہے یہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بار بار دہراتے تھے۔

﴿بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ (آل عمران:١٦٩)

"بلکہ یہ شہداء زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں۔"

اقتدار والے شہنشاہ کے پاس یہ زندگی کتنی پر جمال ہوگی اور اس کا اتنا اعلیٰ مرتبہ ہوگا جس کا اندازہ مشکل ہے۔ [1]

جب معرکہ آرائی نے شدت اختیار کی اور دشمنوں سے زور آزمائی جوبن پر تھی اور دل ہنسلیوں میں آنے لگے تو ایک مسلمان نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا، اے براء!

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم اگر اللہ پر قسم اٹھاؤ گے تو وہ اسے پورا کر دیں گے لہٰذا اللہ کی قسم اٹھاؤ۔ کہا اے میرے اللہ میں تجھے قسم دیتا ہوں مجھے شہادت دے۔ اس کے بعد سوس کے پل پر ان کی دشمنوں سے ملاقات ہوئی انھوں نے مسلمانوں کو بہت دردناک کیا، لوگوں نے کہا، براء اب اللہ کو قسم دو کہا اے میرے اللہ میں تجھے قسم دیتا ہوں میرے ساتھیوں کو نجات دے اور مجھے میرے نبی کے ساتھ ملانے کے لیے شہادت کی موت دے ساتھیوں کو نجات ہوئی اور حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ [2]

اک روز تو چمکے گا ہمارا بھی مقدر
ایک روز تو رحمت کی نظر ہو کے رہے گی

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

---

[1] فرسان من عصر النبوة: ٤٩٣.

[2] حاکم: ٣/ ٢٩٢، وصححه وافقه الذهبي.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

59

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے یادگار لمحات

یہ وہ آفتاب نبوت کا چمکتا ہوا ستارہ ہیں جن کی تلاوت سننے کے لیے فرشتے کان لگایا کرتے تھے۔ یہ عقبہ کی رات ان بارہ افراد میں سے ایک تھے جنھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیب اور سردار مقرر کیا تھا۔ یہ پرانے اسلام لانے والوں میں شمار ہوتے ہیں ان کے باپ شرف وفضل والے اور پراثر آدمی تھے انھیں حضیر الکتائب کہ (لشکروں کو حاضر کرنے والے) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ حضیر بعاث کے دن اوس قبیلہ کے رئیس تھے بعاث مدینہ کے گردونواح میں ایک جگہ ہے جہاں اوس اور خزرج کے درمیان جاہلیت میں تاریخ ساز جنگیں رونما ہوتی رہی ہیں یہ جنگ جب ہوئی تو اوس کو خزرج پر کامیابی حاصل ہوئی اوس کے سردار اس وقت حضرت اسید کے والد ہی تھے اور خزرج کا سردار عمر بن نعمان بیاضی تھا۔ حضیر بھی اور یہ عمر بھی دونوں ہی قتل ہوگئے خفاف بن ندبہ نے حضیر الکتائب کا مرثیہ کہا تھا:

فَلَوْ كَانَ حَيٌّ نَاجِيًا مِّنْ حَمَامِهِ
لَكَانَ حُضَيْرُ يَوْمَ أُغْلِقَ وَاقِمَا

''اگر کسی زندہ نے اپنی موت سے نجات پانا ہوتی تو یہ حضیر ہوتے جس دن انھیں زمین میں بند کردیا گیا۔

أَطَافَ بِهِ حَتّٰى إِذَا اللَّيْلُ جَنَّهُ
تَبَوَّأَ مِنْهُ مَنْزِلًا مُّتَنَا عِمًا

''اسے لے کر گھمایا گیا حتیٰ کہ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو انھوں نے اسے منزل کو ٹھکانا بنا لیا جو نرم و نازک تھی۔''❶

یہ حضیر ہجرت سے چھ سال پہلے قتل ہوئے ان کے بعد ان کے بیٹے اسید بھی صاحب رائے اور ان اصحاب شرف میں شمار ہوتے تھے جو اصحابِ عقل و دانش تھے۔❷

انھیں شجاعت، سخاوت، اور عقل و دانش میں رجاحت اپنے باپ سے ورثہ میں ملی تھی یہ اسلام لانے سے پہلے ہی مدینہ کے لیڈروں اور اشراف میں شمار ہوتے تھے۔ جب مسلمان ہوگئے تو پھر ساری دنیا کے اشراف میں سے یگانہ

❶ معجم البلدان: ١/ ٤٥١، ابن سعد: ٣/ ٢/ ١٣٥۔ ❷ سیر ١/ ٣٤١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے یہ ایسے کیوں نہ ہوتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیائے کرام کے بعد ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔

دین کی طرف رغبت:

حضرت اسید رضی اللہ عنہ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔ یہ وہی مدینہ ہے جو دنیا کے نقشہ پر زندہ و جاوید ہوا یہ تاریخ کے وسیع دروازے میں داخل ہے اس کے ٹیلوں کی بلندیوں پر رات کو افسانہ گوئی ہوتی رہی اور اس سے لشکروں کو منظم کیا گیا اور اللہ کے دین کی نشر و اشاعت کے لیے دستے تیار کیے گئے۔ مدینہ منورہ کے حالات و واقعات جانتے تھے کہ اسید بن حضیر کون ہے یہ ایک بہادر نوجوان تھا جو گھوڑے کی پیٹھ پر سینہ تان کر سوار ہوتا ہے اور اچھے اخلاق کا دلدادہ ہے۔ جب بعاث کے دن ان کے والد قتل ہوئے تو قبیلہ نے ریاست کا تاج ان کے سر پر سجایا تھا کہ یہ اپنے باپ کے نائب ہیں، انھوں نے زندگی کے نشیب و فراز کو جلدی پالیا تھا اور افراد کی سیاست کی گتھیوں کو جلدی ہی سلجھا لیا تھا۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ کے بچپن کے اور جوانی کے دوست اور بڑے بڑے اہم معاملات میں مشیر اور بڑے بڑے حادثاتِ زمانہ کے پیش آنے کے وقت تسلی دینے والے، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے یہ بھی ایک صاحبِ مروّت نوجوانوں میں سے ایک جوانِ رعنا تھے اور جاہلیت کے بہادروں میں سے ایک ماہر گھڑسوار تھے۔

حضرت سعد اور حضرت حضیر رضی اللہ عنہما سفر و حضر کے ساتھی تھے اور صرف سوتے وقت ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے وگرنہ ایک دوسرے سے دور ہونا گوارا نہ کرتے تھے۔ مدینہ کے باہر بر مرق میں گھیرنے والی کھجوروں کے درختوں کے سائے کے نیچے ان دونوں کی مجلس ہوتی تھی۔ اس میں یہ روزانہ باتیں کرتے اور ایک دوسرے کی تکالیف دور کرنے کے منصوبے بناتے اوس کے معاملات میں تدبیریں سوچتے اور خزرج قبیلہ کے خلاف نئے حملہ کی تیاری کرتے کہ بعاث کی جنگ میں قتل ہونے والے میرے باپ حضیر کا بدلہ کیسے لیا جائے اس کی منصوبہ بندی کرتے تھے۔ ایک دن یہ دونوں حسبِ معمول بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس کعب بن حارث آیا اور انھیں ایک آدمی کے متعلق بتانے لگا جسے مصعب بن عمیر کے نام سے پکارتے ہیں، یہ مکہ سے آیا ہے اور اسعد بن زرارہ کے ہاں بطورِ مہمان اترا ہے اور وہ دینِ اسلام کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں جو مکہ میں نبی نمودار ہوا ہے اس کا ایلچی ہوں۔ [1]

جب آفتابِ ہدایت حضرت اسید کے دل میں جگمگا اٹھا:

جب حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی جانب بھیجا تاکہ یہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں، اور مسلمانوں کو ان کے دینی امور کی تعلیم سے آراستہ کریں، تو حضرت مصعب حضرت اسعد بن زرارہ کے ہاں اترے جو خزرج کے اشراف میں سے تھے۔ انھوں نے حضرت مصعب کو ایک ٹھکانہ دے دیا جس میں یہ دعوت الی اللہ کا کام کرتے تھے۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ خوب منظر، پاکیزہ عادت، شیریں بیان، واضح الحجۃ، نرم خصائل والے تھے ان کے دل سے

[1] صور من سیر الصحابة:٥٥٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھوٹنے والا نورِ ایمان، ان کے چہرے تک پہنچ جاتا تھا تو ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے ان کی جبینِ نیاز پر آفتاب روشن ہے آواز میں بہت مٹھاس تھی جب قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جاتے اس طرح انھوں نے نعمتِ اسلام کا شعور پیدا کر دیا، جب بھی کوئی آدمی ان کے پاس آتا خواہ کتنی زیادہ قدر و منزلت والا ہوتا خواہ کتنا ہی سنگدل ہوتا اور مضبوط ہوتا بس قرآن پاک کی ان سے تلاوت سنتا تو اس کا دل نرم ہو جاتا اور آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے اور اللہ عزوجل کے دین میں داخل ہو جاتا۔

اب ہمیں اجازت دیجیے ہم حضرت اسید کے اسلام لانے کا دلفریب واقعہ بیان کریں اور چند خوبصورت لمحات ان کے ہمراہ گزاریں۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اسعد بن زرارہ حضرت مصعب بن عمیر کو لے کر نکلے یہ بنوعبدالاشہل اور بنو ظفر کے محلوں میں جانا چاہتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی خالہ کے بیٹے تھے۔ یہ انھیں بنوظفر کے ایک باغ میں لے گئے۔ ایک کنواں تھا، جو بئر مرق کے نام سے مشہور تھا یہ دونوں اس باغ میں بیٹھ گئے اور جو مسلمان ہو چکے تھے وہ ان کے گرد جمع ہو گئے۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما اپنی قوم بنوعبدالاشہل کے سردار تھے یہ دونوں مشرک تھے اپنی قوم کے دین پر کاربند تھے۔ جب انھوں نے سنا کہ مصعب تبلیغ کرتے ہیں تو حضرت سعد نے حضرت اسید سے کہا ان دو آدمیوں کے پاس چلیں جو ہمارے محلہ میں آئے ہیں تاکہ ہمارے کمزوروں کو بے وقوف نہ بنائیں انھیں منع کریں کہ ہمارے محلہ میں نہ آیا کریں یہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ چونکہ میری خالہ کا بیٹا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو میں خود ہی سب کچھ کہہ دیتا میں اس کے خلاف کوئی پیش قدمی نہیں کرسکتا۔

یہ سن کر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اپنا آلۂ جنگ لیا اور حضرت مصعب اور اسعد کے پاس آئے جب حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے انھیں آتے ہوئے دیکھا تو حضرت مصعب سے کہا یہ اپنی قوم کا سردار ہے خود ہی آ گیا ہے اس کے بارے میں سعی کریں اور اللہ سے دعا کریں۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر یہ بیٹھے گا تو میں اس سے بات کروں گا اسی دوران اسید ان کے پاس جا کھڑے ہوئے اور گالیاں دینا شروع ہوئے اور کہا، یہاں ہمارے کمزوروں کو ناداں بنانے آئے ہو اگر تمھیں اپنی جانوں کی ضرورت ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا آپ بیٹھیں تو سہی ہماری بات تو سنیں اگر اچھی لگے قبول کر لینا اگر بری لگے تو روک دینا۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ تو آپ نے انصاف والی بات کی ہے اور اسید نے آلۂ جنگ گاڑ دیا اور بیٹھ گئے۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان سے اسلام کے بارے میں گفتگو کی اور انھیں قرآن پاک سنایا، مذکور ہے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اور حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ واللہ! اسید کے گرم و نرم کے دوران ان سے گفتگو سے پہلے ہی نورِ اسلام ان کے چہرے پر چمکتا ہمیں نظر آ گیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ سن کر اسید کہنے لگے یہ بات کتنی اچھی ہے اور خوبصورت ہے۔ کہنے لگے جب تم دین اسلام میں داخل ہوتے ہو تو کیا کرتے ہو۔ انھوں نے کہا غسل کرو، لباس پاکیزہ پہنو، پھر کلمۂ شہادت پڑھو، پھر نماز پڑھو، اسید کھڑے ہوئے غسل کیا، کپڑے صاف زیب بدن کیے اور کلمۂ شہادت پڑھا اور دو رکعات ادا کیں اور کہا میرے پیچھے ایک آدمی ہے اگر وہ تمھاری اتباع کرے گا تو اس کی قوم سے ایک آدمی بھی باقی نہ رہے گا سب مسلمان ہو جائیں گے میں اسے بھیجتا ہوں پھر اپنا حربہ لیا اور سعد کے پاس چلے گئے وہ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب حضرت اسید کی طرف دیکھا کہ وہ آ رہے ہیں تو کہنے لگے واللہ! اسید جو چہرہ لے کر گئے تھے وہ بدلا ہوا ہے جب اسید مجلس کے پاس پہنچے تو سعد نے ان سے پوچھا کیا کیا ہے کہا میں نے ان دونوں آدمیوں سے بات کی ہے مجھے تو کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی میں نے ان دونوں کو روکا تھا تو انھوں نے کہا تھا کہ ہم وہی کریں گے جو آپ چاہیں گے۔ اسی لحظہ میں حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اگر اسلام لے آتے ہیں تو ان کے ساتھ بہت ساری مخلوق بھی اسلام میں داخل ہوگی۔ انھوں نے اللہ سے سوال کیا کہ میرے سامنے کوئی حیلہ لے آئے جس کی وجہ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کے پاس جائیں اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنیں۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اگر میں نے سعد رضی اللہ عنہ سے یہ کہہ دیا کہ میں تو اسلام لے آیا ہوں تو یہ سمجھیں گے کہ اسید مجھے اسلام پر مجبور کر رہے ہیں اس لیے ہو سکے تو یہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو اچانک ملیں پھر ان کا سینہ کھلے اور یہ غور سے سنیں گے جیسا کہ مکمل طور پر میرا سینہ کھلا تھا۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ کی کامیاب تجویز:

حضرت اسعد رضی اللہ عنہ بن زرارہ جو کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی خالہ کے بیٹے تھے، انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا اور ان کا ارادہ صرف ان کی حمیت وغیرت کو بڑھکانے کا تھا۔ کہا: مجھے پتہ چلا ہے کہ بنو حارثہ، اسعد بن زرارہ کے قتل کے لیے نکلے ہیں انھیں پتہ چل گیا ہے کہ یہ سعد کی خالہ کا بیٹا ہے وہ عہد توڑنا چاہتے ہیں۔

سعد رضی اللہ عنہ غصہ میں لال پیلے ہو کر کھڑے ہوئے اور بہت جلدی سے سعد کی طرف چل پڑے کہ کہیں بنو حارثہ، سعد کو نقصان نہ پہنچائیں اور اسید کے ہاتھ سے وہ حربہ لے لیا اور کہا واللہ! تم نے کچھ کام نہیں دکھایا اور مصعب بن عمیر اور سعد بن زرارہ کی طرف چلے گئے۔

جب سعد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مصعب اور اسعد دونوں نہایت اطمینان میں ہیں تو سعد جان گئے کہ اسید نے مجھے بہانہ بنا کر ان دونوں کی بات سننے بھیجا ہے سعد انھیں سب وشتم کرنے لگے پھر اسعد بن زرارہ سے کہا: اے ابوامامہ! اگر میرے اور تمہارے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو تم اس حد تک نہ پہنچتے کیا تم ہمیں وہ چیز زبردستی سناتے ہو جو ہم سننا نہیں چاہتے۔

اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے کہا اے مصعب! آج تمہارے پاس وہ سردار آیا ہے جس کے پیچھے پوری قوم ہے اگر یہ اسلام میں داخل ہو جائے تو دو آدمی بھی پیچھے نہیں رہیں گے۔ حضرت مصعب نے حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ تشریف رکھیں گے اور کچھ سننا پسند فرمائیں گے اگر معاملہ دل کو لگے تو قبول کر لینا اگر ناپسند آئے تو ہم اس کام سے علیحدہ ہو جائیں گے جو آپ کو پسند نہ ہوگا۔

سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو بہت انصاف کی بات ہے پھر حربہ گاڑ دیا اور بیٹھ گئے حضرت مصعب نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن پاک کی تلاوت کی ان کے چہرے کی چمک اور اس پر نرمی کے آثار دیکھ کر ہم نے پہلے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ اسلام کی جھلک ان کے چہرے پر صاف نمایاں تھی۔ انھوں نے بھی حضرت اسید رضی اللہ عنہ کی طرح اسلام میں داخلہ کا طریقہ پوچھا، انھوں نے بتایا، یہ بھی ان کی مانند اسلام میں داخل ہو گئے۔ واپس آئے تو قوم سے کہا، اے بنو عبدالاشہل! میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے انھوں نے کہا تم ہمارے سردار ہو، رائے میں افضل ہو اور صلہ رحمی میں اعلیٰ ہو اور مبارک نفس ہو۔ کہا اگر تمہارے یہ تاثرات ہیں میں تم میں سے کسی مرد یا عورت سے بات حرام تصور کرتا ہوں جب تک تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان نہ لاؤ گے۔ رات سے پہلے پہلے، بنو عبدالاشہل کے محلہ میں ایک مرد اور عورت بھی ایسی نہ تھے جو مسلمان نہ ہوئے ہوں۔

اس کے بعد اسعد اور مصعب آزادی سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے حتیٰ کہ انصار کا ایک گھر بھی ایسا نہ تھا جس میں مرد یا خواتین مسلمان موجود نہ ہوں۔ [1]

اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت اسید رضی اللہ عنہ کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب بنایا، اور یہ اپنی قوم کے اسلام کا باعث ہوئے۔

جب ملائکہ ان کا قرآن سننے اترے:

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی جانب ہجرت کی اجازت دی، تو حضرت اسید رضی اللہ عنہ کا دل، حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی سے اڑنے لگا، کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے اور سیرت و اخلاق کے سرچشمۂ صافی سے سیراب ہوں گے سب سے بڑی سعادت یہ تھی کہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مستفید ہوں گے اور آپ کی مرافقت اور ساتھ نصیب ہوگا۔

اس یادگار لمحہ سے لے کر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اس شیریں گھاٹ سے تشنہ کامی دور کرتے رہے یہ دن میں روزہ رکھتے اور رات قیام کرتے، اور قرآنِ پاک کی آیات ان کی زندگی بن چکی تھیں، انھیں پوری محبت اور اخلاص کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اتنا اعلیٰ درجہ کا پڑھائی کا معیار تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان گھڑیوں کا انتظار کیا کرتے تھے جن میں حضرت اسید قرآنِ پاک تلاوت کیا کرتے تھے اور ان کی سماعت کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔ یہی بس نہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی تلاوت سنتے تھے، بلکہ رب رحمان کے فرشتے اللہ کے حکم سے نازل ہوتے تھے

[1] بیهقی دلائل النبوة: ٢/ ٤٣٨، مجمع الزوائد: ٦/ ٤٢،هیثمی،طبرانی مرسلاً، وفیه ابن لهیعه و فیه ضعف و هو حسن الحدیث.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تا کہ حضرت اسید رضی اللہ عنہ جب قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہوں تو وہ سنیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ایک رات اپنے اس مقام پر جہاں کھجوریں خشک کیا کرتے تھے وہاں تلاوت کر رہے تھے اچانک ان کا گھوڑا کودنے لگا، جوں جوں پڑھتے گئے وہ بدکتا رہا۔ حتیٰ کہ حضرت اسید بہت اندیشہ ناک ہوئے کہ بیٹے یحییٰ کو روند نہ دے حضرت اسید کہتے ہیں میں بیٹے کو دیکھنے اٹھا تو میرے سر کے اوپر سائے کی مانند کوئی چیز تھی جس میں چراغ روشن تھے جو فضا میں بلند ہو رہی تھی حتیٰ کہ مجھے نظر آنا بند ہو گئی۔ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ رات میں رات کے ایک حصہ میں اپنے ایک مقام پر قرآنِ پاک پڑھ رہا تھا اچانک میرا گھوڑا کودنے لگا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حضیر! پڑھا کرو، تقریباً چار مرتبہ یہ آپ نے مجھ سے کہا جب میں نے پڑھا تو وہ بدکنے لگا بیٹا یحییٰ قریب تھا۔ اس کے روندے جانے کا خدشہ تھا جب میں نے اوپر دیکھا تو چھتری کی مانند سایہ ہے جس میں چراغ روشن تھے اور فضا کی طرف بلند ہو رہا تھا حتیٰ کہ مجھے نظر آنا بند ہو گیا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ فرشتے تھے آپ کی تلاوت بغور سن رہے تھے اگر تم تلاوت کرتے رہتے تو وہ بھی صبح تک رہتے حتیٰ کہ لوگ انھیں دیکھتے یہ واضح نظر آتے۔ [1]

حضرت اسید رضی اللہ عنہ عبادت میں ایک بلند درجہ پر فائز تھے۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ ہم کہا کرتی تھیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بنو عبدالاشہل قبیلہ کے انصار میں ان تین آدمیوں پر کسی دوسرے کو برتری حاصل نہ تھی۔

۱: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، ۲: حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ

۳: حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ [2]

جب سے حضرت اسید رضی اللہ عنہ کا دل نورِ اسلام سے لبریز ہوا تھا وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ ساری کائنات ہی اس نور سے معمور ہے ایک دفعہ چل رہے ہیں اور ان کی لاٹھی سے نورِ چمک پڑا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما دونوں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کالی، سیاہ رات تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر آئے تو ان میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی، دونوں اس کی روشنی میں چلتے رہے، جب دونوں جدا ہوئے تو دونوں کی لاٹھیاں روشن ہوگئیں۔ [3]

نہایت ہی قیمتی آرزو:

حضرت اسید رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت رکھتے تھے حتیٰ کہ ہماری امی صاحبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں

[1] مسلم: ۷۹۶، احمد: ۳/ ۸۱۔ [2] حاکم: ۳/ ۲۲۹، وصححه و وافقه الذهبی.

[3] احمد: ۳/۱۹۰، حاکم: ۳/۲۸۸، یہ حدیث صحیح ہے، شرط مسلم پر ہے ولم یخرجاه وافقه الذهبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فاضل لوگوں میں سے ہیں۔

حضرت اسید کہا کرتے تھے کہ کاش تین حالات میں جیسا ہوتا ہوں ہر حالت میں ایسا ایسا ہو جاؤں۔

۱: جس وقت میں قرآنِ پاک سنتا ہوں، یا پڑھتا ہوں۔

۲: جس وقت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سن رہا ہوتا ہوں۔

۳: جب میں جنازہ میں حاضر ہوتا ہوں۔ [1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انھیں ان کی محبت کا بدلہ دیتے تھے اور اپنے دل میں ان کے ساتھ بے انداز محبت چھپا کر رکھتے تھے۔ آپ جب بھی حضرت اسید رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے تو فرماتے اسید بن حضیر کتنا اچھا آدمی ہے۔ [2]

لیکن حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے صرف اسی فضیلت پر ہی اکتفاء نہیں کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں یاد رکھتے تھے بلکہ ان کی تمنا تھی کہ میرا جسم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے ساتھ مس کر جائے۔ تاکہ برکت حاصل ہو۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ایک نیک آدمی ہیں، اس کے باوجود ہنس مکھ تھے اور پر ملاحت (نمکینی باتیں کرنے والے) تھے۔ ایک دفعہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اور انھیں ہنسا رہے تھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کوکھ میں مارا، تو حضرت اسید نے کہا، آپ نے مجھے دردناک کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قصاص لے لو، کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے قمیض مبارک پہن رکھی ہے۔ جب کہ میرے جسم پر قمیض نہ تھی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیض مبارک اتار لی، تو انھوں نے آپ کو بازوؤں میں لے لیا اور کوکھ کو چومنے لگے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں، باپ آپ پر قربان ہوں، میں یہی چاہتا تھا، جو کر لیا ہے۔ [3] غزوۂ بدر میں ان کی شرکت کرنے میں اختلاف ہے۔ راجح بات یہی ہے کہ یہ حاضر نہیں ہوئے۔ لیکن احد میں شرکت کی تھی۔ انھیں سات زخم آئے تھے اور یہ اس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب لوگ چھٹ گئے یہ نہ ہٹے تھے۔ خندق میں اور اس کے بعد تمام غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود رہے۔ [4]

منافق کے خلاف سخت نفرت کا اظہار:

غزوۂ بنو المصطلق کے موقع پر خبیث منافق عبداللہ بن ابی بن سلول کے دل سے نفاق کے گندے چشمے ابلنے لگے، یہ لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف اکسانے لگا، کہنے لگا: ہم واپس مدینہ لوٹ لیں پھر جو ہم

---

1. الاصابہ: ۱/ ۲۳۵.
2. طبقات: ۳/ ٤٥٤، وصححه الحاكم: ۳/ ۲۸۹، وافقه الذهبي.
3. مستدرك، حاكم: ۳/ ۲۸۸، صحيح الاسنادو لم يخرجاه وافقه الذهبي.
4. صفة الصفوة: ۱/ ۲۱۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عزت والے ہیں ان ذلیل لوگوں (مسلمانوں) کو مدینہ سے باہر نکال دیں گے اور وہاں موجود قوم کے لوگوں سے کہنے لگا یہ سب تمہارا ہی کیا ہوا بھگتنا پڑ رہا ہے تم نے انھیں اپنے شہر میں اتارا اور اپنے مال تقسیم کر کے دیے۔

واللہ! اگر تم ان مسلمانوں سے ہاتھ روک لیتے تو یہ کہیں اور جگہ چلے جاتے یہ اس کی ہرزہ سرائی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سنی تو رسولِ اکرم ﷺ کو جو کچھ اس نے کہا تھا وہ بتا دیا یہ اس وقت کی بات جب رسولِ اکرم ﷺ جنگ سے فارغ ہو چکے تھے حضرت زید نے جب یہ بات رسولِ اکرم ﷺ کو بتا رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی قریب تھے، عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ عباد بن بشر کو حکم کیجیے وہ اسے قتل کر دیں آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر میں اسے کیسے قتل کروں لوگ باتیں بنائیں گے محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ لہٰذا یہاں سے کوچ کرو، آپ نے کوچ کیا حالانکہ آپ اس وقت میں سفر کا آغاز نہیں کیا کرتے تھے جب آپ نے سفر کیا اور آپ کو دیکھ کر لوگ بھی سفر پر روانہ ہو گئے۔ [1] اب عبداللہ بن ابی کو جب خبر ہوئی کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جو کچھ مجھ سے سنا ہے وہ رسولِ اکرم ﷺ کو بتا دیا ہے تو اس نے اللہ کی قسم اٹھا کر کہا، نہ تو میں نے کچھ کہا ہے نہ ہی بات کی ہے یہ اپنی قوم کا ایک عظیم لیڈر تھا اس لیے اس سے یہ سن کر جو انصار میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے وہ بھی عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول ﷺ ہو سکتا ہے بچے کو بات، سننے میں غلطی ہوئی ہو جو اس نے کہا اسے اچھی طرح یاد نہ رہا ہو، انھوں نے بھی عبداللہ بن ابی کی طرف میلان ظاہر کیا اور اس کا دفاع کیا۔

اس موقف و مقام پر حضرت اسید رضی اللہ عنہ کی حکمت و دانائی عیاں ہوئی جب رسولِ اکرم ﷺ مدینہ کی طرف روانگی کا آغاز کر چکے تھے تو حضرت اسید بن حضیر آپ ﷺ سے ملے اور مبارک باد دی سلام کہا اور عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ایسے وقت میں روانہ ہوئے ہیں جو آپ کی مبارک عادت کے خلاف ہے، ان سے رسولِ اکرم ﷺ نے کہا، تمھیں اپنے ساتھی کی بات نہیں پہنچی۔ انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سا ساتھی فرمایا جو کہ عبداللہ بن ابی ہے عرض کی اس نے کیا کہا ہے آپ نے فرمایا: اس نے کہا کہ مدینہ جانے کے بعد عزت والے ان ذلیلوں کو نکال دیں گے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ واللہ! اگر آپ چاہیں تو اسے نکال سکتے ہیں واللہ! وہ ذلیل ہے آپ عزیز ہیں اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ اس سے نرمی کیجیے، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے پاس لایا ہے اس کی قوم نے موتی پرو کر ایک تاج تیار کیا تھا کہ اسے پہنائیں اس کا خیال ہے کہ اس کی سلطنت آپ کی وجہ سے برباد ہوئی ہے اس لیے یہ جل بھن کر آپ کی مخالفت کرتا ہے۔ [2]

حبیبِ کبریاء ﷺ کی وفات کے بعد صادق لوگوں کی راہ پر گامزن رہے، عابد، خاشع اور اللہ کی بارگاہ میں جھکنے والے بن کر رہے قرآنِ پاک کی تلاوت سے اور اللہ واحد القہار کے ذکر سے اکتاتے نہ تھے۔

---

[1] تفسیر طبری: ۲۸/ ۷۵، فتح الباری: ۸/ ۵۱۷، وعزاہ الی ابن ابی حاتم و قال ھو مرسل جید.

[2] سیرۃ ابن ھشام: ۳/ ۲٦٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پارلیمنٹ میں موقف:

جب رسولِ اکرم ﷺ فوت ہوئے تو آپ کے بعد آپ ﷺ کے خلیفہ کے انتخاب پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان آتشِ فتنہ مشتعل ہونے والی تھی۔ طویل بحث کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا رسولِ اکرم ﷺ مہاجروں میں سے تھے لہٰذا خلیفہ اور امام مہاجروں میں سے ہونا چاہیے۔ ہم اللہ کے انصار ہیں جیسا کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے بھی انصار و مددگار رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بات کا آغاز کیا اور کہا: اے سعد! آپ بھی بیٹھے ہوئے تھے آپ جانتے ہیں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: خلافت کے معاملہ کے امیر قریش ہوں گے، حضرت سعد نے اس بات کی تائید و تصدیق کی۔ [1] شور بڑھ گیا آوازیں بلند ہونے لگیں، اختلاف زیادہ ہونے کا اندیشہ تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں: اے ابوبکر! ہاتھ پھیلاؤ انھوں نے ہاتھ پھیلایا تو ان کی بیعت کی ان کی اتباع میں انصار اور مہاجرین نے اقتداء کی اور سب نے بیعت کر لی موسیٰ بن عقبہ نے اپنی کتاب مغازی میں کہا ہے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور بشیر بن سعد وغیرہ رضی اللہ عنہ انصار میں کھڑے ہوئے انھوں نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی پھر پارلیمنٹ ہاؤس والے سارے لوگ بیعت کے لیے لپک پڑے۔ اسی طرح حضرت اسید رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے والوں میں سے سب سے اول لوگوں میں شامل ہیں بلکہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے فتنہ کو جنم لینے سے پہلے ہی اسے درگور کر دیا تھا ورنہ اس فتنہ کی چنگاری ایسی آگ لگا دیتی کہ اس کے سرے اور انتہاء کا پتہ نہ چلتا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت اسید رضی اللہ عنہ کی بڑی قدر و قیمت جانتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی جب امیر المومنین ہوئے تو پھر بھی ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد عدل معہد میں ہی اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی جوارِ رحمت میں طلب کر لیا ان کی وفات ہوئی تو ان پر چار ہزار درہم قرضہ تھا ان کے ورثاء نے ارادہ کیا کہ ان کا قرض ادا کرنے کے لیے ان کی زمین فروخت کر دیں تو یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انھوں نے کہا میں اپنے بھائی اسید کے بیٹوں کو لوگوں کا محتاج نہیں ہونے دوں گا۔ پھر قرض خواہوں سے حضرت عمر نے بات چیت کی تو وہ راضی ہو گئے کہ یہ ان کی زمین کا پھل خرید لیں گے ہر سال ایک ہزار درہم لیں گے اور چار سال میں قرض ادا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کے بعد بھی ان کی حفاظت فرمائی جیسا کہ انھوں نے اپنی پوری زندگی اللہ کے نبی ﷺ کے دفاع میں صرف کی تھی۔

جو رکے تو کوہِ گراں تھے ہم
جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

[1] فتح الباری: ۳۸/۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

60

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حیاتِ پاکباز کا تذکرہ

یہ وہ زہد وتقویٰ کا پہاڑ تھے اور قلب باصفا کے مالک تھے کہ فرشتے انھیں سلام کہا کرتے تھے۔ میرے بھائیو! اور بہنو، واللہ! میں اس کتاب میں نبی ﷺ کے صحابۂ کرام کے حالات زندگی کے بارے میں تحریر کررہا ہوں اس کے دوران جو وقت گزار رہا ہوں گویا کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ میں آسمانوں کی جانب محو پرواز ہوں اور میں اس دنیا کے علاوہ کسی دوسری دنیا میں رہتا ہوں۔ اگر ان کے متعلق باتیں صحیح روایات سے منقول نہ ہوتیں تو میں انھیں خیال ہی تصور کرتا۔ ایک آدمی ہو اور اسے فرشتے سلام کہیں ہاں یہ ہیں، یہ جلیل القدر صحابی حضرت عمران بن حصین بن عبید بن خلف ہیں جو امام و نمونہ ہیں۔ رسولِ کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ ابونجید کنیت ہے خزاعی نسبت ہے۔ یہ اور ان کے اباجان اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک وقت میں ۷ ہجری میں مسلمان ہوئے تھے۔ [1]

جس سال یہ اسلام لائے وہ خیبر کی فتح کا سال تھا۔ اور انھوں نے متعدد غزوات کیے، فتح مکہ کے دن خزاعہ قبیلہ کا جھنڈا انھوں نے ہی اٹھا رکھا تھا۔ ابونعیم کہتے ہیں، حضرت عمران رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔ [2]

رسولِ اکرم ﷺ کے بہت مؤدب تھے:

یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے رسول اکرم ﷺ کا ادب کرنے میں ایک مثالی نمونہ تھے۔

یہ کہتے ہیں جب سے میں نے دائیں ہاتھ سے رسولِ اکرم ﷺ کی بیعت کی ہے اس وقت سے میں نے اسے ذکر کو نہیں لگایا۔ [3]

اللہ اکبر! یہ کتنا زیادہ ادب ہے، اور رسولِ اکرم ﷺ کی موجودگی اور عدم موجودگی میں اتنی توقیر اور عزت بجالاتے تھے۔ کاش! کہ آج بھی مسلمان رسولِ اکرم ﷺ اور آپ کی سنت کی قدر جان لیں۔

اتباع سنت کی فکر:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ حیاء ساری کی ساری خیر ہے۔

---

[1] السیر: ۲/ ۵۰۸.   [2] الاصابہ: ۴/ ۵۸۶.

[3] احمد: ۴/ ۴۳۹، وصححہ الحاکم: ۳/ ۴۷۲، ووافقہ الذھبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بشیر بن کعب نے کہا، ہم نے ایک کتاب میں یہ تحریر پائی ہے کہ بعض حیاء سکون اور وقار ہوتی ہے اور بعض کمزوری ہوتی ہے یہ سن کر حضرت عمران رضی اللہ عنہ غصہ میں آ گئے حتیٰ کہ آنکھیں سرخ ہو گئیں اور کہا: میں تمھیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا رہا ہوں اور تم اس کے مقابلہ میں اپنے صحیفوں کی بات کرتے ہو۔ میں آئندہ تم سے بات نہ کروں گا لوگوں نے کہا اے ابونجید! جانے دیں کافی ٹھنڈا کرتے رہے تب جا کر یہ ٹھنڈے ہوئے۔ ❶

عالی ہمتی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ خاصہ تھا کہ یہ کوئی بات بھی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سنتے تو اسے اسی وقت منہج حیات بنا لیتے۔ اس کی عملی مثال ہم پیش خدمت کرتے ہیں جس سے یہ واضح ہو گا کہ یہ عظیم لوگ اس بارے میں کتنے بلند ہمت تھے۔

حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو پوچھنے لگے حنظلہ کیسے ہو۔ میں نے کہا حنظلہ تو منافق ہوا، انھوں نے کہا سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہو، میں نے کہا جس وقت ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں آپ ہم سے دوزخ اور جنت کا تذکرہ فرماتے ہیں تو گویا کہ آنکھوں کے سامنے ان کا منظر آ جاتا ہے اور جب ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر آتے ہیں تو بیویوں، بچوں اور جاگیروں وغیرہ میں لگ جاتے ہیں اور بہت کچھ ہم بھول جاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ یہ تو ہماری حالت بھی ہے میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوئے تو میں نے پھر کہہ دیا، حنظلہ منافق ہوا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے وہی بات دہرائی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہی تھی۔ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اسی حالت میں ہمیشہ رہو جس میں میرے پاس ہوتے ہو اور مصروف ذکر ہی رہو تو رستوں اور بستروں پر تم سے فرشتے مصافحہ کریں۔ اے حنظلہ یہ لحات مختلف حالتوں میں طبعاً بدلتے رہتے ہیں یہ بات آپ نے تین دفعہ فرمائی۔ ❷

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے جس وقت یہ حدیث سنی تو اسے ایک عملی حقیقت میں بدل دیا جو سامنے نظر آتی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ پر توکل کا حق ادا کرتے ہیں تیس برس تک جسمانی مصیبت میں مبتلا رہے ہیں مگر صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بلکہ ایک تاریخ ساز جملہ کہا کرتے تھے مجھے وہ چیز سب سے زیادہ پسند ہے جو میرے اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں پانی پڑ گیا یہ تیس برس تک رہا، ان پر یہ تجویز پیش کی جاتی داغ لگواؤ تو انکار کر دیتے حتیٰ کہ موت سے دو برس پہلے داغ لگوایا۔ ❸

---

❶ بخاری، مسلم، ابن ابی دنیا.

❷ مسلم، احمد، ترمذی، صحیح الجامع: ۷۰۷۳، السلسلة الصحیحة: ۱۹۴۸.

❸ ابن سعد: ٤/ ٤٨٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطرف بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہا: آپ کی تکالیف دیکھ کر میرے پاس تمہارے گھر آنے کی ہمت نہیں۔ انھوں نے کہا ایسا نہ کرو تم آیا کرو، جو چیز اللہ کو پسند ہے وہ مجھے بھی پسند ہے۔ [1]

یہ نہ تو بیماری کی وجہ سے کھڑے ہو سکتے تھے نہ بیٹھ سکتے تھے۔ ان کی چار پائی میں قضائے حاجت کے لیے جگہ رکھ دی گئی تھی۔ مطرف اور ان کے بھائی آئے تو دونوں ان کی حالتِ زار دیکھ کر رونے لگے پوچھا روتے کیوں ہو کہا، تمہاری یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے کہا، آؤ میں تمھیں ایک حدیث سناتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ تمھیں نفع دیں میری موت تک اسے بیان نہ کرنا، کہا فرشتے میری ملاقات کے لیے آتے ہیں میں ان سے مانوس ہو چکا ہوں اور وہ مجھے سلام کہتے ہیں میں ان کا سلام سنتا ہوں اس کے مقابلہ میں میرے علم کے مطابق یہ آزمائش کوئی سزا نہیں بلکہ یہ بہت بڑی نعمت کا سبب ہے جو اپنی آزمائش میں فرشتوں سے مصافحہ کرے اور فرشتے اس سے سلام لیں وہ اس بیماری پر کیوں راضی نہ ہو۔ **(الاحیاء للغزالی)**

حضرت عمران نے تمام حیاتِ فانی کی ایک ایک گھڑی اللہ عزوجل کے نام کر دی تھی اور ہر لحظہ اس کے حکم کی فرمانبرداری کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝﴾ (الانعام: ۱۶۲-۱۶۳)

”کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں مجھے اس کے ساتھ حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں۔“

فرشتے آتے ہیں سلام کہتے ہیں یہ اللہ پر توکل کے ثمرات ہیں کہ یہ فضیلت ملی تھی۔

اللہ پر توکل:

اللہ پر توکل بھی ایک عظیم نعمت ہے مومن اور متقی ہی اس کے ساتھ کامیاب ہو سکتے ہیں اور وہی اسے اپنا سکتے ہیں ایمان جن کے دل کی گہرائی میں اتر چکا ہو، جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نعمتِ توکل سے نوازا تھا ان میں سے ایک حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

حضرت مطرف بیان کرتے ہیں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اپنی اس بیماری میں جس میں فوت ہوئے تھے مجھے پیغام بھیجا میں حاضر ہوا تو فرمایا مجھے ملائکہ سلام کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا اور یہ عمل برقرار رہا ہے نہ تو اللہ کی کتاب نے اور نہ ہی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نے بھی اس سے منع نہیں کیا باقی اس بارے میں آدمی جو چاہے

[1] الرضا عن اللّٰه: ۹۲.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رائے دیتا پھرے۔ [1] فرمایا، فرشتے مجھے سلام کہا کرتے تھے اور جب میں نے علاج کے لیے داغ لگوائے تو فرشتوں نے سلام کہنا چھوڑ دیتا۔ پھر میں نے داغ لگوانا چھوڑ دیا تو پھر فرشتوں کا سلام شروع ہو گیا۔ (حوالہ مذکور)

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عمران رضی اللہ عنہ کو بواسیر تھی یہ مہمات پر صبر آزمائی کرتے تھے تو فرشتے انھیں سلام کہتے جب انھوں نے داغ لگوایا تو ان کا سلام منقطع ہو گیا انھوں نے جب داغ لگوانا چھوڑ دیا تو فرشتوں نے سلام کہنا شروع کر دیا۔ (شرح مسلم)

میرے پیارے اور معزز بھائیو! اور میری فاضل بہنو! ساری کائنات کو شعور ہے جب ہم اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور جب ہم اس کی نافرمانی کرتے ہیں تو کائنات کو اس کا بھی احساس ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو پھر یہ کائنات تمہاری تابع ہو گی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ تمھیں جنت میں داخلہ بھی دیں گے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

عدل میں موقف:

حضرت عطاء بیان کرتے ہیں جو کہ حضرت عمران کے آزاد کردہ غلام تھے حضرت عمران نے ایک آدمی کو فیصلہ سنایا اس نے کہا تم نے ظلم کا فیصلہ کیا ہے۔

پوچھا کیسے؟ اس نے کہا: میرے خلاف جھوٹی گواہی دی گئی ہے۔ حضرت عمران نے کہا: یہ مال مجھ سے لے لینا اور قسم کھائی۔ آئندہ کبھی مجلس قضاء کے لیے نہ بیٹھوں گا۔ [2]

فتنہ سے علیحدگی:

یہ فتنہ میں سے علیحدہ رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر بھی جنگ نہیں کی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران نے مجھ سے کہا، مسجد میں رہو، میں نے کہا، اگر کوئی مسجد میں بھی آن ٹپکے تو کیا کروں، کہا گھر میں بیٹھ جاؤ، میں نے کہا اگر کوئی وہاں بھی آ جائے، کہا تو پھر اسے قتل کرنا حلال ہے کیونکہ وہ مال اور جان دونوں لوٹنا چاہتا ہے۔ [3] اس وہم غرور کی دنیا سے ان کی پاک روح پرواز کرتی ہے اور نعمت و سرور کی بہشتوں میں قرار پکڑتی ہے۔ ۵۲ ہجری میں وفات پائی۔

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

[1] مسلم: ۸۹۹.

[2] طبقات: ٤/ ۲۸۷، وذکرہ الذهبی فی تاریخه: ۳/ ۳۰۷، رجاله ثقات ارنؤوط.

[3] طبقات: ٤/ ۲۸۸، رجاله ثقات (ارنؤوط)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

61

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی حیاتِ وفاکیش کا تذکرہ

ان کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یوں خراج تحسین پیش کیا تھا ایمان کے بھی گھر ہوتے اور منافقت کے گھر بھی ہوتے ہیں۔ ایمان والے گھروں میں سے ایک نامور گھر حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا گھر ہے۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات انسان ایک طویل زندگی گزارتا ہے۔ مگر اس کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آتا، میرا مقصد کیا ہے اور نہ ہی اپنے وجود کے لیے کسی جہت کا تعین کرتا ہے، حالانکہ ایسے انسان کے اندر چھپی ہوئی خیر تقاضا کرتی ہے کہ یہ خیر پوری امت تک پہنچے۔ فی الوقت جو انسان اپنی قدر سے ناآشنا ہوتا ہے جو وہ وعدہ آتا ہے جو اس کے رب جل وعلا نے اس سے کیا ہوتا ہے تو ایسے ہی انسان کی فطرت بیدار ہوتی ہے گہری نیند سے انگڑائی لیتی ہے تو اسے اپنے اور اپنے ہدف ومقصد کا بھی پتہ چل جاتا ہے اور اپنی زندگی کی سمت کی بھی حد بندی کرتا ہے اور غفلت کی گرد وغبار چھٹتی ہے اور یہ دین کی امانت کندھے پر اٹھاتا ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالی اسلام اور اہلِ اسلام کو عزت بخشتے ہیں۔

انہی لوگوں میں سے جلیل القدر صحابی حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ ہیں۔

مختصر تعارف:

یہ مزینہ قبیلہ میں سے تھے جو کہ مدینہ کے قریب ہی تھا حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جب مکہ مکرمہ میں زندگی گزارنا اجیرن کردیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی تنگ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ کی جانب ہجرت کا مشورہ دے دیا، تاکہ یہ اپنے انصار بھائیوں کے وسیع آنگن میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن کی وسعت ظرفی کا تذکرہ قرآن مجید میں کیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۫ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ۝۹﴾ (الحشر: ۹)

’’اور وہ لوگ جنھوں نے گھر اور ایمان کو جگہ دی اور جو ان کی طرف ہجرت کرتے ہیں یہ ان سے محبت رکھتے ہیں اور یہ اپنے سینوں میں تنگی نہیں پاتے اس چیز پر جو یہ دئے گئے ہیں اور یہ دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ انھیں خود ضرورت ہو اور جو نفس کی بخیلی سے بچایا گیا وہی کامیاب ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مدینہ کی جانب ہجرت کی اجازت دی تو آپ ﷺ نے ادھر ہجرت فرمائی شاید وہاں ایسی شاداب سرزمین مل جائے جو اس دین کے مبارک بیج کو قبول کرے اور اپنے دل کو اس دعوت کی قبولیت کے لیے کھول دے وہ دعوت جو اپنی تہوں میں دنیا و آخرت کی سعادت لپیٹے ہوئے تھی۔

جب حبیبِ کبریاء ﷺ مدینہ منورہ میں پہنچے، تو وہاں ایسے دل پائے جو پاکیزہ تھے ایسے چہرے موجود تھے جو ایمان و توحید کے ساتھ چمکتے تھے۔ حبیبِ کبریاء ﷺ ان پاکبازوں کے درمیان رہے جنھوں نے مال و جان نچھاور کیے تاکہ اللہ کا کلمہ، لا الٰہ الا اللہ سربلند ہو، اور انھوں نے اس دین کی نصرت و حمایت میں شدید تکالیف بھی اٹھائیں۔

جب حضرت نعمان رضی اللہ عنہ دین سے آشنا ہوئے:

حبیبِ کبریاء ﷺ اور آپ ﷺ کے مہاجر و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خبریں، مزینہ قبیلہ کے کانوں تک پہنچتی رہتی تھیں۔ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ ان کے سردار تھے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس قبیلہ سے خیر کا ارادہ کیا تو ان کے سردار حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا دل نورِ ایمان کے لیے کھول دیا یہ اور ان کا قبیلہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کے انصار و مددگار بن گئے۔ اور ان کے حکم کی تابعداری کی۔ جب حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نعمتِ ہدایت سے ہمکنار ہوئے تو اسی لحظہ کھڑے ہوئے اپنے بھائیوں اور خاندان کو اکٹھا کیا اور ان سے یوں مخاطب ہوئے۔ اے میری قوم کے لوگو! واللہ! حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خیر ہی خیر لے کر آئے ہیں آپ کی دعوت میں احسان و رحمت اور عدل ہی عدل جھلکتا ہے ہم ایسا نہ کریں کہ سستی کریں اور لوگ جلدی سے اسے قبول کر لیں میں نے تو پختہ عزم کر لیا ہے کہ صبح آپ کے پاس جاؤں گا تم میں سے بھی جو جانا چاہے وہ سامانِ سفر تیار کر لے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو نے تیز دھار تلوار کی تاثیر دکھائی۔ صبح ہوئی تو دس بھائی حضرت نعمان کے اور مزینہ قبیلہ کے دیگر چودہ گھڑ سوار مکمل تیاری کے ساتھ مدینہ جانے کے لیے تیار کھڑے تھے تاکہ نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کریں اور اللہ کے دین میں داخل ہوں۔ [1]

سعادتِ ابدیہ کا حصول:

یہ وفد مبارک قدم اٹھاتے ہوئے سعادت ابدیہ کی جانب جا رہا ہے کہ حبیبِ کبریاء ﷺ کے سامنے اپنے اسلام میں داخلے کا اعلان کرے اور یہ دین جو اس دنیا کی جنت ہے اس میں داخل ہوں، جو ان کے لیے ان شاء اللہ، آخرت کی جنت کے حصول کا نتیجہ بنے گا۔

آتے ہوئے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کچھ تحائف اکٹھے کر لیتے ہیں بکریاں وغیرہ ساتھ لے لیں، تاکہ حبیبِ کبریاء ﷺ

---

[1] صور من حیاة الصحابة: ۱۹۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی خدمتِ اقدس میں یہ ہدایات پیش کریں، یہ آ رہے تھے اور ان کے قدم ہوا سے باتیں کر رہے تھے۔

جب حضرت نعمان اور ان کے بھائی اور قبیلہ والے مدینہ منورہ پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ سعادت، بہجت و تروتازگی اور فرحت و مسرت حبیبِ کبریاء ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں پر جھلک رہی ہے اور یہ ان کی آمد پر بے حد خوش نظر آ رہے تھے۔ جب اس پیکرِ سعادت وفد نے حبیبِ کبریاء ﷺ کے سامنے اپنے اسلام میں داخلے کا اعلان کیا پہلی مرتبہ ہی ایمان ان کے ہر گوشہ دل میں گھل مل گیا۔

نبی اکرم ﷺ بھی حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کو بڑی خوش بختی قرار دے رہے تھے اور یہ ایسی خوب صورت بختاوری تھی کہ قلم اسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلا اور واحد گھر تھا۔ جس سے اکٹھے گیارہ بھائی ایک وقت میں مسلمان ہوئے تھے۔ اس بنیاد پر حضرت عبداللہ نے وہ جملہ کہا تھا جسے ہم نے حضرت نعمان کے تذکرہ کا حرف اوّل بنایا ہے کہ ایمان کے گھر ہیں نفاق کے بھی گھر ہیں۔ ایمان والے گھروں میں سے سب سے نمایاں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا گھر ہے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے جب تحائف پیش کیے تو حبیبِ کبریاء ﷺ انھیں قبول فرما رہے تھے ادھر سے رب رحمن عرش بریں سے حضرت نعمان کی مدح سرائی میں قرآن پاک اتار رہے تھے۔ فرمایا:

﴿وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۟﴾ (التوبہ: ۹۹)

''بعض دیہاتی ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور جو وہ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے نزدیک قربت کا سبب بناتے ہیں اور رسولِ اکرم کی دعاؤں کے حصول کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ خبردار! یہ ان کے لیے قربت ہے عن قریب اللہ تعالیٰ انھیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ حبیبِ کبریاء ﷺ کے وسیع آنگن میں زندگی گزارتے ہیں کہ آپ ﷺ کی سیرت و کردار، اور علم اور اخلاق عالیہ جو شیریں اور معطر و آبدار ہیں حاصل کریں۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ سے شدید محبت تھی جو عقل و خرد پر چھا گئی تھی اس دین کی نصرت وحمایت میں ان کا دل آتشِ شوق سے جلتا تھا تاکہ جو خیر پہلے رہ چکی ہے اور نعمت ایمان اور دولت اسلام کے حصول سے پہلے جو کوتاہی ہو چکی ہے اسے دور کریں۔

جنگوں میں شرکت:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنی جان اور مال اللہ عزوجل کے لیے نثار کر دیے ایسے کھڑے ہوئے گویا کہ انھوں نے اپنی جان اللہ کے لیے فروخت کر دی تھی۔ اس لیے تمام مشہور معرکہ آرائیوں میں شرکت کرتے رہے یہ ایسے جانباز تھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ شیر جو اپنی کچھاڑ میں لڑتا ہے اس طرح دھاڑتے تھے مشرکوں کی صفوں کو چیر ڈالتے تھے، ان کی جرأت وشجاعت اور پیش قدمی کی وجہ سے دشمن کے دل میں ان کا بہت رعب تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خندق میں حاضر ہوئے اور بہت ہی عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ فتح مکہ کے غزوہ میں حضرت نعمان کے ہاتھ میں مزینہ قبیلہ کا جھنڈا تھا۔

کچھ وقفہ بعد جو کہ زیادہ طویل نہ تھا۔ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی اس دنیا سے کوچ فرما گئے اور آپ کی روح مبارک اپنے خالقِ حقیقی کی جانب پرواز کر گئی تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ شدید غمزدہ ہوئے قریب تھا کہ قلب وجگر چھلنی ہو جائے ان پر دنیا تنگ ہوگئی۔

اب وہی لمحات یاد آنے لگے جو یادگار تھے کہ جب یہ مدینہ آئے اور حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا تھا۔ اب حضرت نعمان باوجود جگر پاش جدائی کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنتوں کو تھامے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین وشریعت کے دفاع میں کمر بستہ رہے۔ اس کے بعد جب خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئی تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور ان کے دس بھائیوں اور بنومزینہ کے دیگر خاندان نے فتنۂ ارتداد کے خلاف بہت روشن کارنامے سرانجام دیئے یہ ایسا فتنہ تھا جو ہر تر وخشک کو کھا جانے والا تھا۔

مرتدوں نے جب مدینہ منورہ پر غارت گری کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ والوں اور مدینہ کے اردگرد راستوں کے امراء کو لیا اور جو کہ مدینہ کے اردگرد دیہاتیوں نے حملہ کا ارادہ کیا تھا۔ ان کی جانب گئے۔

جب بنوعبس، بنومرہ، بنوذبیان، وغیرہ دشموں سے آمنا سامنا ہوا اور جو قبائل ان کے تعاون میں کھڑے تھے۔ بنو کنانہ وغیرہ اور طلیحہ نے اپنے بیٹے جبال کے ساتھ ان مرتدوں کا ساتھ دیا تھا۔ ایسے تھا کہ ان دیہاتیوں نے ایک سازش تیار کر رکھی تھی جب جناب صدیق رضی اللہ عنہ کا ان سے مقابلہ ہوا تو ان مرتدوں نے مشکوں کی مانند چیزیں لیں اور ان میں ہوا بھری اور پہاڑوں کے اوپر سے انھیں لڑکھڑا دیا۔ جب جناب صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے اونٹوں نے وہ دیکھیں تو بھاگ گئے اور منہ اٹھائے ادھر ادھر چلے گئے، رات تک کچھ نہ ہوسکا بلکہ مدینہ لوٹنا پڑا مسلمان واپس آ گئے۔

جب یہ گھمبیر صورتِ حال سامنے آئی تو مرتدوں نے سمجھا کہ یہ مسلمان کمزوری کی بناء پر بزدل ہوکر میدان سے بھاگ گئے ہیں۔ انھوں نے اردگرد کے دیگر قبائل بھی جمع کر لیے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ساری رات نہ سوئے۔ لوگوں کی تیاری کا سوچتے رہے اور پچھلی رات تک مکمل تیاری کی۔ لشکر کے دائیں حصہ پر حضرت نعمان بن مقرن کا تعین کیا۔ بائیں جانب پر ان کے بھائی عبداللہ بن مقرن کو مقرر کیا اور سب سے لشکر کے آخری حصہ پر ان کے بھائی سوید بن مقرن کو سالار بنایا جب فجر طلوع ہوئی تو یہ مسلمان اور ان کا دشمن میدان میں تھے۔ دشمن مسلمانوں کی حس وحرکت بھی نہ سن سکے، حتیٰ کہ انھوں نے تلواریں نیچے رکھیں اور بے فکر تھے۔ جب سورج طلوع ہو رہا تھا ادھر دشمن پیٹھ پھیر کر جا رہے تھے اور مسلمان دشمن پر غالب تھے۔ ان کی اکثر سواریوں پر یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھا چکے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کا پیچھا کیا، حتیٰ کہ ذوالقصہ، مقام پر آ گئے یہ پہلی فتح تھی جس نے مشرکوں کو ذلت میں ڈال دیا اور مسلمانوں کو عزت ملی، بنو ذبیان اور بنو عبس نے یہ ظلم کیا کہ جو ان میں مسلمان تھے انھیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ اور جو ان کے پیچھے قبائل تھے۔ انھوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ جتنی تعداد میں انھوں نے مسلمان قتل کیے ہیں میں ہر قبیلہ سے اتنی تعداد میں مرتدوں کو ضرور ماروں گا اور ان سے زیادہ اور ماروں گا۔ یہ واقعہ اسلام اور اہلِ اسلام کی مدد کے لیے بہت بڑا تعاون تھا کہ ہر قبیلہ کے مسلمان معزز قرار پائے اور ہر قبیلہ کے کافر ذلیل قرار پائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مؤید و منصور ہو کر واپس مدینہ منورہ آئے اور صحیح و سلامت اور غنیمت سے مالا مال واپس لوٹے۔ [1]

قلعہ تستر کی فتح کے روز روشن کردار:

جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور خلافت حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی جانب لوٹی تو حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی ایک لحظہ بھر بھی اس دین کی خدمت اور اس کی عصمت کی حفاظت سے بے خبر نہ تھے۔ جب قادسیہ میں جنگ کے دیو نے پنجہ گاڑ دیا تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے وہاں بھی بہت ہی عمدہ جنگی کارکردگی ظاہر کی، جوانمردوں کا کردار ادا کیا اور شیروں کی طرح برسر پیکار رہے۔ یزدجرد جب اہلِ فارس کو ابھار کر اپنے شہروں کی حفاظت کے لیے لے آیا اور اس کی کوششوں سے اہل فارس اور اہلِ اہواز یکجا ہو کر مسلمانوں کو روکنے کے لیے وہاں جمع ہو گئے۔ اہواز، میں مسلمان سالاروں نے اس خطرناک صورت سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے تحریراً کہا: اہواز کی جانب ایک بڑا لشکر روانہ کرو، اور نعمان بن مقرن کو سالار بناؤ، جلدی کریں دیر نہ ہو، بہت تیزی سے ایسا کرو، اور یہ لشکر ہرمزان کے سامنے فروکش ہو اور اس کی حرکات پر نظر رکھے۔ [2]

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کو اہواز کی جانب حرکت کرنے کا حکم دیتے ہیں یہ خچروں پر سوار تھے۔ اور پہلو میں گھوڑے لے کر جا رہے تھے۔

جب وہاں پہنچے تو ہرمزان کی لشکر گاہوں پر اچانک ٹوٹ پڑے یہ لشکر ابھی ہرمز میں تھا۔ اہل فارس شکست خوردہ ہو کر بھاگ گئے اور شہر فتح ہو گیا۔ ہرمزان نے تستر، شہر میں پناہ لی۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کوفہ والی فوجیں لے کر اس کی جانب بڑھے اور بصرہ والی فوجیں تستر کی جانب روانہ ہوئیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ان کی مدد کی اور انھیں بصرہ والوں پر مقرر کر دیا کہ وہاں کا انتظام کریں اور حضرت ابوسبرہ بن رُھم رضی اللہ عنہ کو تمام فوجوں کا

[1] تاریخ طبری: ۲/ ٤٧٨۔ [2] الکامل لابن اثیر: ۲/ ۳۱۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سالارِ اعلیٰ بنایا۔ ایک ماہ کے حصار کے بعد یہ شہر تستر فتح ہوا اور ہرمزان نے شہر کے قلعہ میں پناہ پکڑی اور وہاں قلعہ بند ہو گیا، بعد ازاں اس شرط پر خود کو مسلمانوں کے حوالہ کیا کہ مجھے عمر بن خطاب تک پہنچایا جائے، میرے انجام کا وہ خود فیصلہ کریں۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے سوس کا محاصرہ کیا، حتیٰ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حکم آیا کہ اب نہاوند کی جانب حرکت کرو۔

معرکۂ نہاوند میں تاریخ ساز کردار:

ہرمزان کو جو تباہ کن شکست پہنچی تو اہلِ فارس کے امراء کو سکون نہ مل رہا تھا۔ اس کا انھوں نے ایک ہی علاج جانا کہ وہ اتحاد پیدا کریں اور شانہ بشانہ کھڑے ہو جائیں لہٰذا وہ نہاوند میں جمع ہو گئے ان کی تعداد ڈیڑھ لاکھ پر مشتمل تھی اور فیروزان کی قیادت میں اکٹھے ہوئے۔ یہ حالات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود ارادہ کیا کہ میں اس خوفناک خطرہ کا علاج کرتا ہوں۔ لیکن اصحابِ شوریٰ نے اس کی اجازت نہ دی۔ انھوں نے یہی مشورہ دیا کہ آپ مدینہ منورہ میں ہی رہیں اور ایسا قائد بھیجیں جو قابلِ اعتماد ہو تا کہ وہ فارس فوجوں کی وحدت کو بکھیر سکے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ! میں ایسے آدمی کو ان کا سالار مقرر کروں گا جو کل دشمن سے ملاقات کرے گا تو پہلا تیر ثابت ہوگا وہ ہے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سب اصحابِ شوریٰ نے بھی کہا یہ واقعتاً اہل ہیں۔ ❶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعمان کو لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے بندے، امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے یہ خط نعمان بن مقرن کی طرف ہے۔ السلام علیکم!

میں اپنے اس اللہ کی تعریفات کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد۔

مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ عجمیوں کی افواج جو کہ کثرت تعداد میں ہیں یہ نہاوند شہر میں جمع ہو چکی ہیں۔ جب میرا یہ خط آپ کو ملے اللہ کے حکم سے اسی وقت ان کے مقابلہ پر روانہ ہو جاؤ، اعانت و نصرت اللہ کی طرف سے ہے۔ اپنے ساتھ مسلمانوں کو بھی لے چلو، انھیں کسی مشکل راہ پر نہ ڈالنا۔ کہ اذیت میں مبتلا کر دو اور نہ ہی ان کے حقوق سے انھیں روکنا کہ تم انھیں کافر بنا دو، اور نہ ہی جھاڑیوں میں چلانا، کیونکہ ایک مسلمان آدمی مجھے ایک لاکھ دینار سے زیادہ محبوب ہے۔ (والسلام علیکم) ❷

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ لشکر لے کر چل پڑے کہ دشمن کا مقابلہ کریں اپنے آگے گھڑ سوار جاسوس بھیجے، تا کہ رستہ کے متعلق انکشاف کرتے رہیں۔

انھوں نے دیکھا کہ ان فارسی لوگوں نے نہاوند تک جانے والے تمام راستوں پر لوہے کی خاردار تاریں بچھا رکھی ہیں تا کہ مسلمانوں کے گھڑ سوار اور پیدل اس تک رسائی حاصل نہ کر سکیں۔ گھڑ سواروں نے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو اطلاع

❶ ابن اثیر: ۳/ ۲.
❷ تاریخ طبری: ۳/ ۲۵۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دی کہ دشمن نے اس طرح باڑ لگا رکھی ہے اور ان سے کہا اپنی رائے سے ہمارا تعاون کرو، اب ہم کیا کریں۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی جگہوں پر ٹھہر جائیں اور رات کو آگ جلا دیں۔ تاکہ انھیں دشمن دیکھ لے اور اظہار یوں کریں کہ تم دشمن سے خوفزدہ ہو۔ تاکہ دشمن تم سے ملنے کے لیے بھڑکے، اور وہ خود ہی اس خار دار تار کو دور کرے گا کہ تمھیں پکڑے۔ یہ حیلہ فارسیوں کے خلاف بہت کارگر ثابت ہوا۔ جونہی دشمن نے دیکھا کہ مسلمانوں کے لشکر کا اگلا حصہ ان کے سامنے شکست و ریخت کا شکار ہو کر بھاگ رہا ہے تو انھوں نے اپنے ملازم بھیجے، جنھوں نے رستہ کو خار دار سے صاف کر دیا، مسلمانوں نے پلٹ کر ان پر حملہ کیا اور انھیں ان رستوں میں ہی ڈھیر کر دیا۔

مشرک اپنے قلعوں میں بند ہو گئے۔ کوئی خندقوں میں روپوش ہو گئے اور کچھ شہروں میں محفوظ ہو گئے۔ ڈیڑھ لاکھ دشمن کے مقابلہ میں تیس ہزار مسلمان تھے۔ حضرت طلیحہ اسدی رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمان سے کہا: میری رائے یہ ہے کہ آپ ایک دستہ بھیجیں تاکہ وہ اسے گھیر لیں اور تیر اندازی کریں، تاکہ معرکہ آرائی کا آغاز ہو اور انھیں دلیری دیں، جب وہ خلط ملط ہو جائیں اور نکلنے کا ارادہ کریں تو یہ ہمارے پاس پناہ لینے پر مجبور ہوں گے کیونکہ دشمن اس نکلنے والے دستہ پر حملہ کرے گا، جب تک یہ لڑتے رہیں گے ہم حملہ آور نہ ہوں گے، جب ہم یہ کریں گے اور دشمن دیکھے گا کہ اس دستہ کی مدد کو کوئی نہیں آ رہا، یہ سمجھیں گے کہ ہمیں ہزیمت ہو چکی ہے انھیں ہماری شکست میں شک نہ رہے گا تو وہ باہر نکلیں گے جب وہ باہر آئیں وہ ہم سے اور ہم ان سے لڑیں گے، فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے جو چاہے وہ کرے۔

لوگوں نے حضرت نعمان سے کہا۔ اپنی اس منزل سے منتقل ہو جاؤ، تاکہ دشمن یہ سمجھے کہ تم راہِ فرار اختیار کر گئے ہو تو یہ تمہاری طلب میں نکلیں گے۔ [1]

اس رائے کو سب نے قبول کیا اس وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع بن عمرو کی سرکردگی میں گھڑسواروں کا ایک دستہ تیار کیا اور اسے اس رائے کو عملی جامہ پہنانے کا حکم دیا۔

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے لڑائی کی پنجہ آزمائی شروع کر دی۔ اور ان میں بھڑکاؤ پیدا کیا۔ ان عجمیوں سے اوٹ میں رہ کر ان پر تیر اندازی کر دی، اور دشمن کو محفوظ ٹھکانوں سے باہر نکال دیا۔ جب وہ باہر آئے تو انھوں نے لڑائی شروع کر دی جب کہ حضرت قعقاع پسپا ہونا شروع ہوئے، گویا کہ شکست خوردہ ہو کر پیچھے ہٹ رہے ہیں، اور مجوسی مسلمانوں پر تیر برسا رہے تھے اور مسلمان ڈھالوں کے ذریعہ بچاؤ کر رہے تھے اور حرکت نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ مسلمانوں کی بہت زیادہ تعداد زخمی ہوئی اور ایک دوسرے سے شکایت کرنے لگے، حضرت نعمان سے کہا: کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں کیا انتظار کر رہے ہو لوگوں کو لڑنے کا حکم دو۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے یہی جواب دیتے، تھوڑی دیر رک جاؤ، جب وہ لڑائی کی اجازت مانگتے آپ انھیں یہی جواب دیتے تھوڑی دیر انتظار کرو۔

---

[1] طبری: ٤/ ١١٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، حضرت نعمان نے فارسیوں کے لشکر کی کثرت بھی دیکھی اور جو وہ کرتے تھے وہ بھی حضرت نعمان نے دیکھ لی تھی پھر وہ کہتے جا رہے تھے۔ ٹھہر جاؤ۔ میں نے آج جتنا بزدل دن کبھی نہیں دیکھا تھا کہ دشمن کو کھلا چھوڑ دیا گیا وہ تیاری کرتے ہیں اور اعتماد سے کارروائی کرتے ہیں اور ہم انتظار کر رہے ہیں واللہ! اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں اس سے پہلے ہی ان کا کام کر دیتا، اور تمھیں پتہ چل جاتا کہ میں کیا کرتا ہوں، نعمان اگر میں تمہارے مرتبہ کا ہوتا تو میں پہلے ہی لڑائی کا آغاز کر دیتا۔

حضرت نعمان نے کہا: مغیرہ! اگر تم اپنی رائے کے مطابق کرتے تو اچھا کرتے۔ اور اگر ہم تاخیر کر رہے ہیں تو ہم نے بھی اچھا کیا ہے ہم تاخیر سے وہی امید رکھتے ہیں جو تم تیز روی سے رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نہ تو تمھیں بے یارو مددگار چھوڑے گا اور نہ ہی ہمیں چھوڑے گا۔

آپ جلدی لڑائی کریں تو ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو سرخرو کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ جیسے اور بھی پیدا کریں، آپ کا موقف کوئی غمزدہ کرنے والا نہیں، نہ ہی غضبناک ہے۔ واللہ میں بھی رکا ہوں تو ایک وجہ سے رکا ہوں حملہ نہیں کر رہا، کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ کرتے تو دن کے شروع میں نہ لڑتے تھے اور نماز سے پہلے نہ کرتے تھے۔ نماز پڑھیں یا پچھلے پہر کی ہوائیں چلیں تو لڑائی کا انجام اچھا ہوتا ہے میں نے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ پہلے پہر نہیں لڑتے تھے اس لیے میں لڑائی سے روک رہا تھا۔[1]

اب حضرت نعمان رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے اور لشکر سے مخاطب ہوئے۔ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس دین کی بدولت عزت سے نوازا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو تم سے غلبہ کا وعدہ کیا ہے وہ اسے ضرور پورا کرے گا۔ میں اپنا فیصلہ سناتا ہوں میں مکمل تیاری کر چکا ہوں گا تو تین دفعہ نعرۂ تکبیر بلند کروں گا۔

جب میں پہلی تکبیر کہوں تو ہر آدمی اپنے جوتے کا تسمہ باندھ لے۔ اور اپنا تمام معاملہ درست کرے اور جو ابھی تک مستعد نہ ہوسکا ہو، وہ مستعد ہو جائے اور جب میں دوسری تکبیر کہوں تو ہر آدمی اپنا تہبند باندھ لے، ہتھیار بند ہو جائے اور جنگ کے لیے تیاری کرے اور حملہ آور ہونے کے لیے چوکنا ہو جائے۔ جب میں تیسری دفعہ اللہ اکبر کہوں تو اس وقت میں دشمن پر حملہ آور ہوں گا تم اس وقت حملہ آور ہو جانا۔

اور ساتھ یہ دعا کی: اے میرے اللہ! آج فتح عطاء فرما کر میری آنکھیں ٹھنڈی کر دینا اسلام کو عزت بخشنا، کفار کو ذلت سے دوچار کرنا، اور اس کے بعد مجھے شہادت کی موت سے سرفراز فرما کر، میری روح قبض کر لینا اور نعمان کو آج کا سب سے پہلا شہید بنانا، جو تیرے دین کے اعزاز کے لیے اور تیرے بندوں کی حمایت کے لیے لڑا ہے۔ وہ بنا دینا۔

مجاہدو! اس دعاء پر آمین کہو۔ اللہ تم پر رحم کرے، سب مسلمانوں نے آبدیدہ ہو کر آمین کہی۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے تیسری تکبیر کہی۔ وہ جھنڈا لہرائے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے وہ جھنڈا دیکھا تو وہ فارسیوں کی طرف اس طرح گر

---

[1] طبری: ٤/ ١٥، منقول صلاح الامة، سید حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہا تھا جیسے عقاب پھڑ پھڑاتا ہے۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ ممتاز نظر آ رہے تھے انھوں نے سفید قباء پہن رکھی تھی۔ اور سفید ہی ٹوپی تھی۔ حضرت جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: واللہ! میں نے اس دن کسی مسلمان کو نہیں دیکھا کہ اس کا ارادہ ہو کہ وہ گھر لوٹے، بلکہ یہی ارادہ تھا یا تو کٹ جائے یا پھر کامیاب ہو جائے۔

ہم نے یکبارگی حملہ کیا۔ دشمن بھی ہمارے مقابلہ پر جم گیا تھا۔ ہم لوہے پر لوہا گرنے کی آواز سنتے تھے۔ مسلمان سخت مصائب میں گھرے ہوئے تھے۔ جب دشمن نے ہمارے صبر کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ ہم میدان میں پہاڑ کی مانند ثابت قدم ہیں تو وہ شکست خوردہ ہو کر بھاگا ایک گرتا تو سات اس کے اوپر گرتے یہ سب بیڑیوں میں پابند تھے۔ سب قتل ہو گئے۔ اور خاردار لوہے کی تاریں جو خود انھوں نے بچھائی تھیں وہ بھی انھیں زخمی کرنے لگیں شمشیر زنی ہوتی رہی، چشم دید گواہ بتاتے ہیں۔ کسی نے ایسا شدید رن برپا ہوتے نہیں سنا۔ دن کے نصف سے یہ لڑائی شروع ہوئی رات کی تاریکی تک جاری رہی۔ اہل فارس میں سے کافی تعداد میں فوجی قتل ہوئے۔

سرزمین معرکہ خون سے اٹ گئی، لوگوں اور جانوروں کے پاؤں پھسلنے لگے، اس میں مسلمانوں کے گھوڑے پھسل گئے اور ان کے سوار زخمی ہو گئے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھی پھسل گیا یہی ان کی شہادت کا باعث ہوا۔ ابن اسحاق اور ابن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی کوکھ میں تیر لگا تھا۔ جس سے یہ شہید ہوئے۔ ان کے بھائی نعیم بن مقرن ان کے قریب ہی تھے۔ نعیم یا معقل نے جلدی سے حضرت نعمان کو چادر میں لپیٹ دیا تاکہ بددلی نہ پھیلے۔ پھر لشکر کی دائیں جانب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آئے اور معقل یا نعیم کو جھنڈا تھما دیا کہ انھیں حضرت نعمان کے نائب ہونے کی حیثیت دی، حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے لشکر کو بے خبر رکھا تاکہ بزدلی نہ پھیل جائے۔ لڑائی جاری رہی حتیٰ کہ رات کی تاریکی چھا گئی، اہلِ فارس کا ہجوم چھٹ گیا۔ اور پسپا ہونے لگے اور مسلمان انھیں قتل کر رہے تھے اور ان کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے، ان سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔

دشمنوں پر پسپائی کا راستہ مشتبہ ہو گیا، انھیں اس کا سراغ نہ ملتا تھا وہ اس سے باہر ہوئے تو خندق کی جانب متوجہ ہو گئے، جو ان کے قریب ہی تھی۔ یہ اصفہان'' میں تھی اس میں گرنا شروع ہوئے جو بھی اس میں گرتا وہی کہتا واہ یہ'' کتنی چھوٹی جگہ ہے اس مقام کا یہی نام پڑ گیا۔

ایک لاکھ سے زیادہ فارسی قتل ہوئے ایک قول کے مطابق وضاحت ہے اسی ہزار تو خندق میں قتل ہوئے اور تیس ہزار معرکہ میں قتل ہوئے۔ جو پابہ زنجیر تھے جو مقابلہ کرتے مارے گئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ [1]

معرکہ کے بعد مسلمان جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے، ہمارے امیر کہاں ہیں۔ معقل بن مقرن نے کہا۔ یہ تمہارے امیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فتح کے ذریعہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی کی ہیں اور ان کا اختتام شہادت سے ہوا ہے۔

حضرت معقل بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت نعمان بن مقرن کے پاس آیا۔ آخری سانسوں پر تھے۔

[1] تاریخ طبری:٤/ ١٣٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نے ان کا چہرہ دھویا، میرے پاس لوٹا میں پانی تھا۔ انھوں نے کہا تم کون ہو میں نے کہا۔ میں معقل ہوں، کہا، مسلمانوں کا کیا بنا۔ میں نے کہا: خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے فتح دی ہے اور چند ہی بھاگ سکے ہیں باقی سب مارے گئے ہیں کہا تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خوشخبری جلدی تحریر کر دو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب نہاوند کا مالِ غنیمت لایا گیا تو کہا: اے ابو سائب اور کیا خبر ہے۔ میں نے کہا خبر ہے اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عظیم فتح سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اتنا زور سے روئے کہ کندھے کی شاخیں اوپر چڑھ گئیں ایسا روئے کہ گویا ان کا بہت قیمتی انسان شہید ہوا تھا۔ وہ فتح نہاوند، جسے سب سے بڑی فتح کہتے ہیں حضرت نعمان کی شہادت نے انھیں اس مسرت کو بھی بھلا دیا تھا۔ کہا اور کون کون فوت ہوا ہے میں نے کافی آدمیوں کے نام لیے۔

سائب کہتے ہیں جب میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پریشانی دیکھی تو میں نے کہا اے امیر لمومنین نعمان کے بعد کوئی دوسرا نامور شہید نہیں ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے کہا: کمزور تصور کیے گئے مسلمانوں کے لیے یہ کوئی نقصان دہ بات نہیں کہ عمر انھیں پہچان نہ سکے۔ لیکن جو بھی شہادت کا اعزاز پاتا ہے ان کے چہرے اور نسب اور ان کے کارنامے عمر کی پہچان کے محتاج نہیں۔ [1]

حضرت نعمان اس شان سے دنیا سے کوچ کرتے ہیں اور ان کا معزز اور قیمتی خون اللہ کی راہ میں بہا تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول کی محبت اور اللہ عزوجل کے دین کی نصرت وحمایت کے جذبۂ شوق کی آمیزش تھی۔ خود دنیا سے کوچ کر گئے مگر ان کے کارناموں نے رختِ سفر نہیں باندھا، یہ ہمیشہ تابندہ رہیں گے، نسلیں ان کی داستانیں دہرائیں گی۔ جو زندگی کے ہر موڑ کے لیے مینارۂ نور ہوں گی۔

آہ وہ کوچ کر گئے تاکہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سنگ نعمتوں سے مالا مال بہشتوں میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں۔

رضی اللّٰہ عنہ و عنھم اجمعین

تم سے تو میں دور ہوں، لیکن اتنا دور نہیں
جب یاد کرو گے آجاؤں گا آنسو بن کر آنکھوں میں

[1] الکامل ابن اثیر: ۳/ ٦، منقول از صلاح الامۃ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

62

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حیاتِ انقلاب انگیز

دین کی عداوت سے اس کی شہادت تک پلٹنے والے یہ حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ ہیں، جن کا تذکرہ ہونے والا ہے۔ ہم اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے سات تھوڑا سا وقت گزارتے ہیں۔ یہ قریش کے سادات میں سے تھے، ان کے خطیب اور فصیح اللسان ادیب تھے جاہلیت میں اسلام کے سخت ترین دشمن تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے یہ دعوتِ اسلام اور صادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو اکساتے تھے۔

اتنی سنگین مخالفت اسلام کے باوجود ان کے بیٹے ابوجندل، اسلام کی صدا قبول کرتے ہیں اور خود کو اللہ عزوجل کے سامنے مطیع کرتے ہیں۔ باپ انھیں قید و بند میں رکھتا ہے اور زنجیروں میں جکڑ دیتا ہے، مگر یہ اسلام پر ثابت رہتے ہیں۔ جب معرکۂ بدر ہوا تو سہیل بن عمرو مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہونے کے لیے نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدر میں فتح لکھ دی تھی۔ تو یہ سہیل قیدیوں میں گرفتار ہوئے سہیل نے جب اپنی جان کا فدیہ دینے کا ارادہ کیا کہ خود کو آزاد کرواؤں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے میں سہیل کے اگلے دو دانت توڑ دوں تاکہ یہ ہمارے خلاف جو ہر خطابت استعمال نہ کر سکے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! چھوڑ دو یہ کبھی آپ کو مسرت آمیز لحات سے آشنا کرے گا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات ہوئی تو حضرت سہیل بن عمرو، اٹھے اور کہا: جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے، وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے وہ جان لے، بے شک اللہ تعالیٰ زندہ رہنے والا ہے اسے موت نہ آئے گی۔ [1]

مکہ میں حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کا وہی موقف تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر مدینہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا موقف تھا یہ اتنے زیرک تھے۔

جب الجھن آسان ہوگئی:

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش نے صلح پختہ کرنے کے لیے سہیل کو بطورِ ایلچی بھیجا تھا۔ انھیں دیکھتے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشہور جملہ کہا تھا۔ کہ اب سہیل آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملہ کو آسان کر دیا ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سہیل رضی اللہ عنہ آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''سَهَّلَ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ'' تمہارے لیے معاملہ آسان ہو گیا ہے انھوں نے آتے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ لاؤ، معاہدہ نامہ لکھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب کو بلایا اور لکھنے کا حکم دیا۔ کہ لکھو۔

بسم الرحمن الرحیم

سہیل نے کہا ہم تو رحمان کو نہیں جانتے وہ کون ہے یہ لکھو۔

''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ''

''اے میرے اللہ تیرے نام کے ساتھ۔''

جیسا کہ عام طور پر لکھا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے اصرار کیا ہم تو بسم اللہ ہی تحریر کریں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو کوئی بات نہیں یہی سہیل والے الفاظ ہی تحریر کردو۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکھو: یہ وہ معاہدہ نامہ ہے جو قریش اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان طے پایا ہے۔ اب بھی سہیل بولے، اگر ہم آپ کو رسولِ اللہ تسلیم کرتے ہوئے تو آپ کو بیت اللہ میں آنے سے نہ روکتے، اور نہ ہی آمادہ قتال ہوتے محمد بن عبداللہ لکھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ!

میں اللہ کا رسول ہوں تمہارے جھٹلانے سے کچھ فرق نہیں آتا، لکھو۔ محمد بن عبداللہ ہی لکھو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اس بات کا اظہار فرما چکے تھے۔ یہ کوئی بھی شق ہو جس میں اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم ہو گی یہ مجھ سے اس کا سوال کریں گے تو میں اسے ضرور قبول کروں گا اس کے پیش نظر آپ نے نرمی فرمائی۔ اس کے بعد یہ شق آتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تم ہمارے سامنے رکاوٹ نہ بنو ہمیں بیت اللہ کی زیارت کرنے دو تا کہ ہم طواف کریں۔

اس کے جواب میں سہیل نے کہا ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے۔ کہ عرب کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بزور بیت اللہ میں داخل ہوئے ہیں۔ تم طواف کرو گے مگر آئندہ سال کرو گے اور سہیل نے لکھا دوسری شق یہ ہے کہ جو آدمی ہمارا آپ کے پاس آجائے خواہ وہ آپ کے دین پر ہی ہو اسے آپ نے واپس کرنا ہے مسلمان پکار اٹھے، یہ کیسے واپس کیا جائے، جب کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ اسی دوران ابو جندل آگئے جو کہ بیڑیوں میں جکڑے تھے۔ یہ مکہ کی نچلی جانب سے آئے اور خود کو مسلمانوں کے درمیان ڈال دیا۔

سہیل نے کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ پہلے معاہدہ پورا کرواسے واپس کرو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تو معاہدہ تحریر ہو رہا ہے پورا نہیں ہوا۔ اس کی تکمیل کے بعد عمل کا معاملہ ہے۔ سہیل نے کہا: تب پھر ہم مصالحت کے پابند نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے خصوصی اجازت دے دو کہ ابو جندل میں اپنے پاس رکھوں۔ سہیل نے کہا میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ فرمایا پھر درست ہے اسے لے جاؤ اور معاہدہ طے پا گیا۔[2]

---

[1] بیهقی دلائل نبوت منقول از اصابه: ۳/ ۱۷۸.

[2] بخاری: ۵/ ۳۸۸، کتاب الشروط، ابوداود: ۲۷۴۸، کتاب الجهاد.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

شرک سے توحید اسلام کی طرف سفر:

حضرت سہیل اسلام کے خلاف اپنے موقف پر قائم تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بغیر جنگ ہی فتح مکہ سے احسان مند کر دیا۔ آپ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو آپ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے پھر باہر تشریف لائے اور اپنا دستِ مبارک دروازے کی دہلیزوں پر رکھا۔ اور کہا: تم کیا کہتے ہو، میں کیا کروں گا۔ حضرت سہیل نے جواب دیا تھا ہم خیر ہی کہتے ہیں اور آپ سے خیر ہی کی توقع ہے۔ کریم بھائی ہو کریم بھتیجے ہو۔ اب آپ کو پوری طاقت حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہا تھا۔ آج تم پر کوئی ڈانٹ نہیں۔ [1]

اب یہ سہیل بن عمرو اور ان کے ساتھی شرمندگی کی حرارت سے پگھل رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق اور آپ کی رحمدلی نے عقلوں کو حیرت میں گم کر دیا تھا اور زبانوں میں ایک کلمہ کہنے کی سکت نہ تھی۔ نبی اکرم ﷺ پورا اختیار رکھتے تھے کہ اہلِ مکہ پر ایسا سخت فیصلہ کرتے جس میں ذرہ پر نرمی نہ ہوتی تو آپ حق بجانب تھے۔ اس کے باوجود آپ معاف کرتے ہیں اور درگزر سے کام لیتے ہیں حالانکہ اہلِ مکہ نے آپ سے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت برا سلوک کر رکھا تھا۔ یہ سن کر حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کا دل نبی اکرم ﷺ کی محبت سے لبریز ہو جاتا ہے اور اسلام میں رغبت پیدا ہوئی۔

سہیل اپنے بیٹے ابو جندل کو پیغام بھیجتے ہیں کہ میرے لیے رسولِ اکرم ﷺ سے امن طلب کرو۔ آپ ﷺ انھیں امن دیتے ہیں یہ پھر رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ حنین کی جانب روانہ ہوتے ہیں یہ ابھی اپنے شرک پر ہی قائم تھے جب رسولِ اکرم ﷺ حنین سے واپس لوٹے تو جعرانہ مقام پر مسلمان ہوئے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے انھیں اس دن حنین سے حاصل شدہ مالِ غنیمت سے ایک سو اونٹ دیئے۔ [2]

تلافی:

یہی وہ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ ہیں جب اسلام قبول کیا اور ایمان نے دل کی گہرائیوں میں جگہ پکڑی تو اب ان کی کوشش ہے کہ جو ان سے کمی ہوئی ہے اس کا معاوضہ اداء کریں اور ان کا دل المنا کی سے بے قرار ہو جاتا ہے اور ہر اس لحظہ پر غمزدہ ہوتے ہیں کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور گزرا ہے۔

ابن قمادین کا بیان ہے کہ قریش کے بڑے بڑے لوگوں میں سے جو دیر سے اسلام لائے ہیں یا فتح مکہ میں دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے ان میں سے کوئی بھی نماز میں، روزہ میں، صدقہ وخیرات میں اور آخرت کے متعلق کسی بھی اہم معاملہ کو قبول کرنے میں حضرت سہیل بن عمرو سے بڑھ کر اور کوئی نہ تھا۔ ان کا رنگ بدل چکا تھا۔ کثرت سے خوفِ الٰہی سے روتے تھے قرآن پاک کی تلاوت کے وقت ان پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ انھیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن پڑھنے کے لیے آتے جاتے دیکھا گیا۔ جب کہ یہ مکہ میں تھے۔

[1] بیهقی، دلائل: ٥/ ٥٨، الدر المنثور: ٤/ ٣٤، منقول از الاصابه: ٣/ ١٧٧.

[2] طبقات ابن سعد: ٧/ ٢٨٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مکہ سے چلے گئے تو حضرت سہیل سے ضرار بن خطاب نے کہا۔ تم اس خزرجی یعنی معاذ کے پاس جاتے ہو جو تمھیں قرآن پڑھاتا ہے قریش جو کہ اپنی قوم ہے ان میں سے کسی کے پاس قرآن کے لیے جانا تھا۔ کہا اے ضرار! یہی چیز یعنی خود کو برتر تصور کرنا ہے جس نے ہمیں پیچھے چھوڑ دیا۔ مجھے میری عمر کی قسم! میں ان کے پاس جاتا ہوں۔ اسلام نے جاہلیت کے معاملہ کو مات دے دی ہے اور اسلام نے ان قوموں کو بلندی عطا کی ہے جو جاہلیت میں قابل ذکر نہ تھے۔ کاش! ہم ان کے ساتھ ہوتے، ہم بھی آگے بڑھنے والوں میں سے شمار ہوتے۔ [1]

اشک ندامت:

یہی سہیل بن عمرو ہیں۔ جن کا دعوتِ حق کو دیر سے قبول کرنے کی وجہ سے دل پھٹنے لگتا ہے اور تاسف و افسوس اور پشیمانی و ندامت کے آنسو بہاتے نظر آتے ہیں۔

حسن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے در آستانہ پر سہیل بن عمرو حارث، بلال رضی اللہ عنہم حاضر ہوتے ہیں۔ وہاں وہ لوگ بھی تھے جو جنگِ بدر میں شامل ہوئے تھے اور آزاد کردہ غلام تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دربان آیا، اس نے انھیں اندر آنے کی اجازت دی اور اوپر والوں کو چھوڑ دیا۔

ابوسفیان نے کہا مجھے آج تک ایسا دن دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ ان غلاموں کو اجازت دی جارہی ہے اور ہمیں پوچھا نہیں جارہا۔ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نہایت ہی دانا تھے۔ انھوں نے کہا۔ ساتھیو! واللہ! میں تمہارے چہروں کے تیور دیکھ رہا ہوں ان پر آثارِ غضب نمایاں ہیں۔ اگر تم نے غصہ نکالنا ہے تو اپنی جانوں پر نکالو، دوسروں کو بھی دین کی دعوت دی گئی۔ اور تمھیں بھی دین کی طرف بلایا گیا انھوں نے اس دعوت کو جلدی سے قبول کرلیا تم نے تاخیر کردی۔

یہ تو دنیا میں ہوا ہے روزِ قیامت کیا ہوگا، جب یہ پہلے پکارے جائیں گے اور تمھیں چھوڑ دیا جائے گا۔ خبردار! شرف وفضل میں جو یہ لوگ تم سے آگے بڑھ گئے ہیں یہ تو اس امیر المومنین کے دروازے پر آگے بڑھے ہیں اس دن تو بہت زیادہ کمی ہوگی جو قیامت کا دن ہے یہ اس دن بھی آگے ہوں گے اور اپنے کپڑے جھاڑے اور چل دیئے۔

حسن نے کہا۔ حضرت سہیل نے سچ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کو جو تیزی سے نیکی میں داخل ہوتا ہے اس کی مانند نہیں کرتا جو دیر سے نیکی میں آتا ہے۔ [2]

جنت کا رستہ طے کرنے کا عزم:

حضرت سہیل رضی اللہ عنہ اپنا رستہ رب رحمان کی جنت کی طرف نکالتے ہیں اور جو کمی سرزد ہوئی تھی اس کا عوض پورا کرنا چاہتے تھے۔

ان کا مشہور مقولہ ہے: واللہ! جس موقف میں میں مشرکوں کی حمایت میں کھڑا رہا ہوں، اس کی مثل میں مسلمانوں کے ساتھ بھی کھڑا ہوں گا جو بھی میں نے مشرکوں کے لیے خرچ کیا ہے اس کی مثل ہی میں مسلمانوں پر خرچ کروں گا۔ اس

---

[1] صفة الصفوة:١/ ٣١٤. [2] صفة الصفوة:١/ ٣١٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح شاید کسر پوری ہو جائے۔ ❶

اللہ کی راہ میں شہادت کا سہرا:

یہ سعادت کی انتہاء ہے کہ انسان شہادت کی موت مرے۔ زبیر بن بکار کہتے ہیں۔

حضرت سہیل رضی اللہ عنہ بہت زیادہ نماز پڑھتے تھے۔ کثرت سے روزے اور صدقہ و خیرات کرتے تھے۔ شام کی جانب جانے والی جماعت کے ہمنوا جہاد کے لیے روانہ ہوئے۔ جنگ یرموک میں لشکر کے ایک بہت بڑے حصہ کے امیر تھے۔

مدائنی وغیرہ کا قول ہے جنگِ یرموک میں شہید ہوئے شافعی اور واقدی کا قول ہے عمواس کے مقام پر طاعون سے وفات پائی راجح یہی ہے یہ بھی تو شہادت کی موت ہے۔ ❷

ابو سعد بن ابو فضالہ بیان کرتے ہیں میں سہیل بن عمرو کا شام کے علاقہ تک شریکِ سفر رہا ہوں، میں نے ان سے سنا، وہ کہتے ہیں میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے ہیں۔ تم میں سے کوئی بھی اپنی عمر کی ایک گھڑی اللہ کی راہ میں اٹھا ہو تو اپنے گھر میں ساری عمر عمل کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے کہا، میں اللہ کی راہ میں جہاد پر گھوڑا باندھے رکھوں گا حتیٰ کہ موت آ جائے۔ میں مکہ نہ لوٹوں گا۔ ہمیشہ شام ہی میں رہے، حتیٰ کہ عمواس جگہ پر جو طاعون پڑی تھی اس میں فوت ہوئے۔ ❸

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ طاعون سے موت ہر مسلمان کی شہادت کی موت ہے۔ ❹

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاعون اللہ تعالیٰ کا عذاب ہوا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتے تھے اسے بھیج دیتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسے مومنوں کے لیے رحمت بنا دیا ہے جس کو بھی طاعون لگ جائے اور وہ صبر کرتے ہوئے ثواب کی نیت سے اپنے شہر میں ہی رہے وہ اس پر یقین رکھتا ہو کہ مجھے وہی پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے لکھا ہے تو اسے شہید کا اجر ملے گا۔ ❺

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

❶ الاصابہ:۳/ ۱۷۸.

❷ السیر:۱/ ۱۹۵.
❸ الاصابة:۳/ ۱۷۸.

❹ بخاری، مسلم، عن انس، صحیح الجامع:۳۹۴۷.

❺ بخاری، احمد، عن عائشہ، صحیح الجامع:۳۹۴۹.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

63

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حیاتِ زاہدانہ کا تذکرہ

امام الرسل، ہادی سبل، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کا فرمان ہے جسے یہ پسند ہو کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تواضع اپنی نظروں سے دیکھے تو وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذی شان ہے: تم میں سے جاہلیت میں بہترین وہ ہے جو اسلام میں بھی بہتر ہو بشرطیکہ جب دین میں سمجھ حاصل کی ہو۔ [1]

ہم اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی حیات شفاف اور سفید و صاف کا وہ صفحہ الٹنے والے ہیں۔ جنھوں نے اپنے زہد و ورع سے دنیا معمور کردی اور دنیا میں اتنی استطاعت ہی نہیں کہ ان کے قلبی واردات سے کچھ پا سکے پہلے سبقت حاصل کرنے والے مسلمانوں میں سے ایک ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک نجیب اور عمدہ شخصیت تھے۔

ایک قول کے مطابق یہ اسلام لانے میں پانچویں آدمی ہیں۔ انھیں اپنی قوم کی طرف لوٹا دیا گیا تھا۔ وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ٹھہرے رہے۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی اور آپ کو لازم پکڑا اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ زہد، صدق اور علم و عمل میں چوٹی کے انسان تھے، حق گو تھے۔ اللہ کے معاملہ میں ملامت والے کی ملامت سے ڈرتے نہ تھے۔ طبیعت میں کچھ تیزی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت المقدس کی فتح میں شریک تھے۔ [2]

جب اسلام سے ہمکنار ہوئے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جس قبیلہ میں زندگی گزار رہے تھے وہ ''غفار'' نام سے مشہور تھا۔ یہ قبیلہ قافلوں کی راہ گزر پر تھا۔ اگر قافلہ والے ان کی مرضی مطابق انھیں چیز دیتے تو قافلہ گزرنے دیتے، نہیں تو اس پر غارتگری کرتے اور سے ہر چیز چھین لیتے۔

[1] بخاری، مسلم، عن ابی ھریرۃ، صحیح الجامع: ٣٢٦٧.

[2] سیر اعلام: ٢/ ٤٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل ہیں، جو نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے عبادت کیا کرتے تھے۔ بلکہ تنہا بیٹھے رہتے اور تفکر کرتے رہتے تھے۔ یہ ایک دوسری ہی دنیا کی جستجو میں تھے۔ جس میں امن و امان ہو امانت و دیانت ہو، محبت و اخوت ہو۔ یہ ڈھونڈتے تھے اس فجر کو جو کائنات کے کونے کونے کو روشن کر دے اور جاہلیت کی تاریکیوں کو منتشر کر دے اور اسے ایک مثالی عالم بنا دے جس میں لوگ ایک آدمی کے دل کی مانند پیار سے زندگی گزاریں یہ آرزو صرف اس دین عظیم کے سائے میں آئے بغیر کسی طور ممکن نہ تھی کہ پوری ہو جائے۔

تھوڑا ہی وقفہ گزرا تھا کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے نبی آخر زماں ﷺ کی بعثت کا سنا کہ آپ تشریف لا چکے ہیں انھوں نے اس خبر کی تصدیق کرنا چاہی، یہ خوبصورت خواب تھا جس نے ان کے دل کو فرحت و سرور سے بھر دیا، اور سعادت سے معمور کر دیا، اگر اسے ساری کائنات پر تقسیم کر دیا جاتا تو ساری کائنات کی سعادت کے لیے کافی تھا اور انھوں نے ایسی تصدیق کی جو ستاروں کی بقاء تک ہمیشہ رہتی ہے۔

ہم اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے لیے گفتگو کا میدان خالی کرتے ہیں، تاکہ یہ خود اپنے اسلام لانے کا قصہ سنائیں۔

ایمان کی کہانی خود حضرت ابو ذر کی زبانی:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے پتہ چلا کہ مکہ میں ایک آدمی نمودار ہوا ہے۔ جو کہتا ہے کہ وہ نبی ہے میں نے اپنے بھائی کو بھیجا کہ وہ آپ سے بات چیت کرے، میں نے کہا، بھائی اس آدمی کے پاس جاؤ اور اس سے گفتگو کرو وہ گئے ان سے ملے، پھر واپس آئے میں نے دریافت کیا کہ کیا خبر لائے ہو اس نے کہا، واللہ میں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا ہے جو خیر کا حکم دیتا ہے اور شر سے روکتا ہے میں نے کہا تم نے میری تشفی نہیں کی۔

میں نے خوراک کا تھیلا لیا اور لاٹھی پکڑی اور میں مکہ میں آیا، میں انھیں پہچانتا نہ تھا اور میں سوال بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں آبِ زم زم پیتا رہا اور مسجد میں رہنے لگا۔ میرے پاس سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ گزرے، انھوں نے کہا یہ ایک اجنبی آدمی ہے میں نے کہا، ہاں کہا گھر چلو، میں ان کے ساتھ چلنے لگا نہ تو میں ان سے کچھ پوچھتا تھا اور نہ ہی وہ مجھے بتاتے تھے، جب صبح ہوئی تو میں مسجد میں آیا، میں نے کچھ نہ پوچھا اور نہ ہی کوئی موجود تھا کہ مجھے کچھ بتاتا۔ میرے پاس سے علی بن ابی طالب گزرے پوچھا جسے آپ ملنا چاہتے ہیں وہ آدمی نہیں لوٹا میں نے کہا نہیں انھوں نے کہا۔ تمہارا معاملہ کیا ہے آنے کی وجہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ میں تب بتاؤں گا، جب آپ میری اطلاع چھپا کر رکھنے کا وعدہ کریں، کہا میں کروں گا میں نے کہا۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک نبی نمودار ہوئے ہیں کہا تم صحیح راہ پر آئے ہو۔ یہ میری سمت ہے میرے پیچھے پیچھے آنا، جہاں میں داخل ہو جاؤں، وہاں داخل ہو جانا، اگر میں خوف محسوس کروں گا تو کسی دیوار کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا، گویا میں اپنا جوتا درست کر رہا ہوں تم گزر جانا وہ چلے، میں ان کے ساتھ چلتا رہا۔

ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس داخل ہوئے، میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ میرے سامنے اسلام پیش کریں آپ نے وہ پیش کیا، میں اسی جگہ مسلمان ہو گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے مجھ سے کہا، اے ابوذر! اس دین کو چھپا کر رکھنا اور اپنی قوم میں چلے جاؤ، جب ہمارے غلبہ کا سنو تو آ جانا میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں تو ان کے درمیان بانگ دہل اس کا اظہار کروں گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے، وہاں قریش تھے کہا اے گروہِ قریش! میں لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اس کا اقرار کرتا ہوں، یہ سن کر وہ کہنے لگے یہ بے دین ہے اسے پکڑو، انھوں نے مجھے اتنا مارا کہ میں مرنے کے قریب ہو گیا۔ حضرت عباس نے مجھے پہچان لیا اور مجھے بچانے کے لیے میرے اوپر اوندھے ہو گئے اور ان لوگوں سے کہا: افسوس تم اس آدمی کو مارنا چاہتے ہو، جو غفار قبیلہ کا ہے اور تمہاری تجارت گاہ اور گزرگاہ غفار ہی ہے تب انھوں نے مجھے چھوڑا، جب صبح ہوئی تو میں واپس لوٹا، جو میں نے کل ایک دن پہلے کہا تھا اس کی مانند آج بھی کھل کر اعلان کیا تو وہ پھر مارنے لگے اور حضرت عباس نے ہی مجھے بچایا۔ [1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اسلام لانے والوں میں سے چوتھا تھا مجھ سے پہلے تین آدمی مسلمان ہوئے تھے میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا۔

اے اللہ کے نبی ﷺ آپ پر سلام ہو، میں اسلام لایا ہوں، پوچھا تم کون ہو، میں نے کہا میرا نام جندب ہے۔ غفار قبیلہ میں سے ہوں۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ مبارک پر مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ وجہ یہ تھی کہ میں تو نہیں تھا مگر ہمارے قبیلہ والے حاجیوں کا مال چرا لیتے تھے اس لیے آپ کو خوشی ہوئی کہ ایسے قبیلہ کا فرد اسلام لے آیا ہے۔ [2]

مزید تفصیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے مکہ میں اتنا ہی پوچھا کہ جس شخص کو تم صابی (دین سے پھرا ہوا) کہتے ہو وہ کہاں ہے بس یہ پوچھتے ہی وہ لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے جس کے ہاتھ میں ہڈی تھی اس نے وہ دے ماری جس کے ہاتھ میں پتھر تھا وہ مار دیا۔ میں غش کھا کر گر پڑا، جب ہوش آیا اٹھا تو ایسے تھا جیسے گدھوں میں گرا ہوا ہوں۔

میں آب زمزم کے پاس آیا، خون صاف کیا اور پانی پیا، میں مکہ میں تیس دن رات رہا ہوں، اور کوئی کھانا نہ تھا۔ فقط آب زم زم پر ہی گزارا تھا مگر میں تو موٹا ہو گیا، نہ تو بھوک محسوس ہوئی اور میرے پیٹ کے شکن نکل گئے۔

اس دوران رسولِ اکرم ﷺ تشریف لائے، حجر اسود کو چوما، اور بیت اللہ کا طواف کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ جب آپ طواف کی نماز سے فارغ ہوئے تو میرا آپ سے تعارف ہوا۔ تو میں نے چاہا کہ آپ کے ہاتھ کو پکڑوں مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے حالات کو زیادہ بہتر جانتے تھے۔ انھوں نے منع کر دیا۔

آپ نے میرے یہاں رہنے کی مدت کا پوچھا کتنی دیر سے یہاں ہو میں نے بتایا تقریباً ایک ماہ ہونے کو ہے، پوچھا کھانا کہاں سے کھاتے تھے۔ میں نے بتایا میں آب زم زم پر اکتفاء کرتا تھا۔ کھانا نہیں تھا اور میری صحت میں

[1] بخاری: ٦/ ٤٠٠، ٧/ ١٣٢، کتاب المناقب، مسلم، ٢٤٧٤، فضائل الصحابة.

[2] طبرانی: ١٦١٧، حاکم: ٣/ ٣٤٢، و صححه علی شرط مسلم، ووافقه الذهبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اضافہ ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ آب زم زم مبارک پانی ہے اس میں کھانے کا ذائقہ بھی ہے۔ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر رات میرے کھانے کی مجھے دعوت دی، اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں وہاں سے چل دیے میں ساتھ تھا۔ گھر جا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا، ہم بیٹھ گئے۔ وہ ہمیں مٹھی بھر بھر کر طائف کا منقا کھلانے لگے۔ یہ پہلا کھانا تھا میں نے کھایا تھا جب سے میں مکہ میں آیا تھا۔ اسی طرح میں کچھ مدت مکہ میں باقی رہا ایک دن میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مجھے کھجوروں والی زمین دکھائی گئی ہے میرے خیال کے مطابق وہ یثرب ہے وہاں جاؤں گا، پھر میرے پاس آنا اب گھر جاؤ اور میرا یہ پیغام قوم تک پہنچانا یہ تمہارے لیے باعث اجر ہوگا اب میں قبیلہ میں گیا تو میرے بھائی انیس نے پوچھا کیا بنایا ہے میں نے کہا میں مسلمان ہو چکا ہوں، اور دین کی تصدیق کی ہے بھائی نے بھی دین میں داخلے کا اعلان کر دیا۔ تقریباً ہمارے کہنے پر نصف قبیلہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ ایماء بن رخصہ انصاری ہماری امامت کراتے رہے، یہ سردار بھی تھے اور جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہجرت کی نصف قبیلہ اس وقت اسلام لایا، اس وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاریخ ساز الفاظ فرمائے تھے۔

"غِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ۔" [1]

"غفار قبیلہ کو اللہ بخشے اور اسلم قبیلہ کو اللہ سلامت رکھے۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس طرح مسلمان ہوئے اور دین کی امامت کا بوجھ اپنے کندھے پر رکھا، اور اسے آگے پہنچایا۔ پہلی فرصت میں ہی ایمان ان کے دل کے شغاف میں اتر گیا، اور انھوں نے ایسا نور محسوس کیا کہ ساری کائنات اس کی روشنی میں زندگی گزار سکتی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ میں ہی عابد و زاہد کے دن گزارتے رہے۔ حتیٰ کہ بدر، احد اور خندق کے غزوات گزر گئے۔ ان کے بعد یہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آئے۔ اور خدمت کی اجازت مانگی آپ نے دے دی۔ اور یہ آپ ہی کے ہو کر رہ گئے۔

ابوذر پر اللہ رحم کرے:

تبوک غزوہ کی طرف چلتے ہوئے راستہ میں ایک آدمی پیچھے رہنے لگا۔ لوگوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فلاں پیچھے رہ گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چھوڑو اسے، اگر اس میں خیر ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسے تمہارے ساتھ ملا دے گا اگر نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس سے راحت میں رکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بھی پیچھے رہ گئے ہیں ان کا اونٹ دیر لگا رہا ہے ان کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی اوپر والے تاثرات بیان کیے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اونٹ نے زیادہ ہی تاخیر

[1] مسلم: ۲۴۷۳، احمد مطولا، ۵: /۱۷۴.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردی تو انھوں نے اس سے سامان اتارا اور کمر پر لادا، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نشاناتِ سفر پر پیدل ہی چلنا شروع ہو گئے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک منزل پر ٹھہرے تو ایک مسلمان نے دیکھا اور کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ایک آدمی اس راستہ سے پیدل چلتا نظر آرہا ہے۔ اکیلا ہی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ ابوذر ہی ہوں گے۔ لوگوں نے جب غور سے دیکھا تو کہا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! واللہ! یہ ابوذر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم کریں یہ تنہا ہی چل رہے ہیں یہ فوت بھی تنہا ہوں گے اور اٹھائے بھی اکیلے ہی جائیں گے۔ (1)

حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیتیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے شدید محبت رکھتے تھے ان کی محبت دل کی اتھاہ گہرائیوں میں رچی بسی تھی، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا: آسمان کی نیلگوں چھت کے نیچے اور اس دھرتی پر لہجہ میں زیادہ سچا اور زیادہ باوفا حضرت ابوذر سے بڑھ کر اور کوئی نہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی مانند ہیں۔ (2)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تواضع اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے تو وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ (3)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سات وصیتیں فرمائیں ہیں:

۱: مجھے مساکین سے محبت کا حکم دیا اور ان کے قریب ہو کر رہنے کا کہا ہے۔

۲: اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے سے نچلے کی طرف دیکھوں۔

۳: اور کسی سے کسی قسم کا سوال نہ کروں۔

۴: میں صلہ رحمی کروں اگرچہ رشتہ دار کمر دکھائیں۔

۵: اور میں حق کہوں اگرچہ وہ کڑوا لگے۔

۶: اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں۔

۷: اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ، کثرت سے کہوں یہ کلمات عرش کے نیچے والے خزانوں میں سے ہیں۔ (4)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بدنی قوت اور شجاعت والے تھے اس کے باوجود آپ نے کہا اے ابوذر! میں آپ کو کمزور دیکھ

---

(1) السیر: ٤/ ١٤٩.

(2) ترمذی، ابن حبان، حاکم عن ابی ذر، و حسنہ الالبانی فی صحیح الجامع: ٥٥٣٨.

(3) ابویعلی، ابن حبان، حاکم، عن ابی ہریرۃ، وصححہ الالبانی فی صحیح الجامع: ٦٢٩٢.

(4) احمد: ٥/ ١٥٩، ابن سعد: ٤/ ٢٢٩، و سندہ حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہا ہوں میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے کرتا ہوں دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا اور ہر گز یتیم کے مال کا سرپرست نہ بننا۔ [1]

امام ذہبی رحمہ اللہ کا تبصرہ:

اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ رائے کی کمزوری مراد ہے کیونکہ اگر انھیں یتیم کے مال پر سرپرست بنایا جاتا تو یہ خیر کی راہ میں سارا ہی خرچ کر ڈالتے، اور یتیم اسی طرح فقیر ہی رہتا۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نقدی مال ذخیرہ کرنے کے قائل نہ تھے۔ اور جو لوگوں پر امیر مقرر ہو اس میں حلم و بردباری اور مدارات کی ضرورت ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں تیزی تھی۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں نصیحت فرمائی تھی۔ [2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں بہت مقرب رکھتے تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ ایک گدھے پر ہم سوار تھے اور اس پر بس ایک چادر ڈال رکھی تھی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کی دلیل ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے شدید محبت کا اظہار ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا خیال ہے کہا۔ انھوں نے ایسا علم یاد کیا ہے جس تک رسائی مشکل ہے اور دین پر بہت فکرمند تھے۔ علم کے حریص تھے۔ اکثر علمی سوالات کرتے رہتے تھے۔ اور جو ان کے پاس علم تھا اسے وضاحت سے بیان کرنے سے قاصر تھے۔ [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اب سوائے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اور کوئی بھی نہیں رہا جو اللہ کے بارے میں ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرنے والا ہو، اپنے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا، میں بھی ان میں سے نہیں۔ [4]

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بس میں نہ رہا تھا۔ کہ مدینہ میں رہیں حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد مدینہ میں تاریکی چھا گئی تھی اور مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آوازِ شیریں سے خالی ہو چکا تھا اور اب وہ مبارک مجالس سونی ہو گئی تھیں۔ اس لیے انھوں نے جنگل کی طرف رختِ سفر باندھ لیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت تک وہیں رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں دمشق میں جا اترے جب انھوں نے دیکھا کہ زیادہ تعداد میں مسلمان دنیا پر توجہ دینے لگے ہیں اور نعمت پرستی میں مگن ہیں تو انھیں نصیحت اور یاددہانی کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے

---

[1] مسلم: ١٨٢٦، کتاب الامارۃ، احمد:٥/ ١٨٠، ابن سعد:٤/ ٢٣١.

[2] سیر:٢/ ٧٥.

[3] ابن سعد: ٤/ ٢٣٢، منقول از سیر:٢/ ٦٠.

[4] ابن سعد:٤/ ٢٣١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سے استدعاء کی کہ وہ یہاں مدینہ آجائیں مگر انھوں نے مطالبہ کیا مجھے ''ربذہ'' میں رہنے کی اجازت دیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔

ربذہ حضرت ابوذر خود گئے تھے۔

بصد افسوس کہنا پڑتا ہے کہ بہت سارے مؤلفین نے جنھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق لکھا ہے اور تالیفات کی ہیں وہ اپنی کتابوں میں ثابت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مجبوراً ربذہ کی جانب نکالا تھا۔ وہ نہیں جانا چاہتے تھے یہ حضرت عثمان پر عظیم ظلم ہے اور یہ کہنے والا بہت برے گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ افاضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نہایت ہی عدل اور فضل سے پیش آتے تھے جس سلوک کے یہ عظیم سپوت مستحق نہ تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کسی صورت ان سے یہ سلوک نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی انھیں کسی پریشانی میں مبتلا کرنا گوارا کرتے تھے۔ یہ جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ربذہ گئے ہیں خود اپنی مرضی سے گئے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زبردستی نہیں بلکہ ان کے مشورہ سے انھیں ربذہ بھیجا تھا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ میں ربذہ کے قریب سے گزرا تو میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اس مقام پر آپ کو کس نے اتارا ہے انھوں نے کہا۔

میں بتاتا ہوں، بات یہ تھی کہ میں شام میں تھا میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں اس آیت پر مذاکرہ کر رہے تھے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (التوبة: ٣٤)

''اور جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ کرتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یہ آیہ مبارک اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا یہ ان کے بارے میں بھی ہے اور ہمارے بارے میں بھی نازل ہوئی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا تو انھوں نے مجھے خط بھیجا کہ ابوذر یہاں میرے پاس آجاؤ، میں ان کے پاس مدینہ چلا گیا لوگ تو میرے اوپر اُمڈ آئے، جیسے کہ وہ مجھے پہچانتے نہ تھے میں نے لوگوں کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ یہ مجھے تنگ کرتے ہیں۔ انھوں نے مجھے اختیار دے دیا جہاں آپ کی مرضی رہو، ہم تعاون کریں گے۔ [1]

عبداللہ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک بنو غفار کے گروہ میں تھا۔ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے ہم اس دروازے سے گئے تھے جس میں سے کوئی داخل نہ ہوتا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوذر نے سلام کیا اور کہا۔ اے امیر المومنین! آپ نے مجھے روکا ہے یہ لوگ مجھ سے اختلاف کرتے ہیں میں کوئی خارجی نہیں، اس لیے آپ مجھے اجازت دے دیں میں سوار ہو جاتا ہوں اور موت تک دنیا

[1] ابونعيم: ١٣٩، تثبيت الامامه، حديث صحيح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں چکر لگاتا ہوں۔

انھوں نے کہا، اے ابوذر! آپ درست کہتے ہیں، ہمارا مقصد آپ کی بھلائی ہے اور ہم چاہتے ہیں، آپ ہمارے پڑوس میں مدینہ میں ہی رہیں کہا مجھے ضرورت نہیں اور ربذہ میں رہنے کی اجازت مانگی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھیک ہے ہم اجازت دیتے ہیں اور صدقہ کے جانور آپ کے پاس صبح وشام آئیں گے تاکہ آپ دودھ حاصل کرسکیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا اس کی مجھے ضرورت نہیں ابوذر کو اونٹوں کا ایک ریوڑ کافی ہے یہ کہا، اور باہر آ گئے اور قریش سے کہا، اے گروہِ قریش! تم اپنی دنیا میں رہو ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں، ہمیں اور ہمارے دین کو چھوڑ دو۔ [1]

غالب قطان کہتے ہیں میں نے حسن بصری سے کہا: کیا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ربذہ میں نکالا تھا، انھوں نے کہا نہیں، اللہ کی پناہ انھوں نے کیوں نکالنا تھا۔ [2]

محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے سامنے جب یہ ذکر کیا جاتا کہ حضرت عثمان نے حضرت ابوذر کو نکالا ہے تو وہ بہت پریشان ہوتے جیسا کہ کوئی بہت بڑا واقعہ ہوا ہے اور کہا کرتے تھے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بذاتِ خود گئے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انھیں نہیں نکالا۔ [3]

زہد وعبادت کا تذکرہ:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے زاہدانہ زندگی گزاری اور ربذہ میں ہی رہے اسی حالت پر رہے جس پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا۔ ابوبکر بن منکدر بیان کرتے ہیں، حبیب بن مسلمہ نے جو کہ شام کے امیر تھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو تین سو دینار بھیجے اور کہا انھیں اپنی ضروریات میں صرف کرلینا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے واپس کر دیئے اور کہا۔ ہمیں ایک سایہ کافی ہے اور بکریوں کا ایک ریوڑ ہے جو ہمارے پاس آتا ہے اور ہم دودھ پیتے ہیں اور ایک لونڈی ہے جو خدمت کرتی ہے مجھے ان دیناروں کی ضرورت نہیں۔ جعفر بن سلیمان کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوا اور ان کے گھر میں نظر دوڑائی اور کہا۔

اے ابوذر! تمھارا سامان کہاں ہے، کہا ہمارا ایک اور گھر ہے اس کے لیے ہم اچھا سامان بھیج رہے ہیں۔ کہا جب تک یہاں ہو، یہاں بھی تو سامان کی ضرورت ہے۔ کہا گھر کے مالک نے ہمیں یہاں رہنے ہی نہیں دینا سامان کیا کرنا ہے۔ عبداللہ بن سیدان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا، مال میں تین شریک ہیں۔ تقدیر، یہ ایسا شریک ہے یہ نہیں پوچھتی یہ بہتر ہے یا برا ہے ہلاک کرے یا موت دے، بس یہ چل جاتی ہے۔ وارث بھی شریک ہے یہ انتظار کرتا ہے کہ تو فوت ہو اور یہ مال اس سے کھینچ کر لے جائے اور مذمت تیری ہوتی رہے۔ آدمی خود شریک ہے اگر استطاعت

[1] طبقات: ٤/ ٢٣٢، ابن ابی شیبه فی تاریخ المدنیه: ٣/ ١٠٣٦، الحلیة: ١/ ١٦٠.

[2] تاریخ اسلام للذهبی، ابن شیبه: ٣/ ١٠٣٧، اسناده حسن.

[3] ابن شیبه: ٣/ ١٠٣٧، اسناده حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتو تینوں میں سے بے بس نہ ہونا۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا﴾ ہرگز تم نیکی نہیں پا سکتے جب تک کہ تم وہ خرچ نہ کرو جو تم پسند کرتے ہو۔ یہ اونٹ مجھے بہت پسند تھا، میرے سارے مال سے مجھے محبوب ہے پھر بھی میں یہی چاہتا ہوں، اسے اپنے لیے ذخیرۂ آخرت کے طور پر پیش کردوں۔ ❶

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہ اونٹ آخر صدقہ کردیا۔ ثابت بنانی بیان کرتے ہیں، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ایک رہائش گاہ بنائی اور اس کے پاس سے حضرت ابوذر گزرے اور کہا۔ یہ کیا تعمیر کررہے ہو، ایسا گھر تعمیر کررہے ہو، اللہ تعالیٰ نے جس کے برباد ہونے کا اعلان کررکھا ہے۔ تم گندگی میں لوٹ پوٹ ہوتے ہو اور میں تمھیں دیکھتا ہوں، یہ اس سے بہتر ہے جس میں میں تمھیں دیکھ رہا ہوں۔ ❷

ابو اسماء بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس ربذہ میں داخل ہوا، ان کے پاس ایک عورت تھی، سیاہ فام تھی اور پراگندہ لباس تھا کوئی رنگ وغیرہ نہ لگا رکھا تھا۔ کہا۔

تم نے دیکھا ہے یہ مجھے کیا کہہ رہی ہے یہ مجھے کہتی ہے کہ میں عراق جاؤں جب میں وہاں جاؤں گا تو لوگ دنیا لے کر میرے اوپر پل پڑیں گے جب کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ دوزخ کے پل پر رستہ پھسلنے والا ہے۔ ہم اس رستہ پر جائیں اور ہمارے اوپر اقتدار کا بوجھ بھی ہو ایسا ممکن نہیں اس لیے ہم اس پر اقتدار کا بوجھ لے کر نہیں جاتے تاکہ نجات پاسکیں۔ ❸

قیمتی پند ونصائح:

سفیان ثوری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کعبہ کے پاس تھے، کہا: اے لوگو! میں جندب غفاری ہوں، اپنے مشفق، خیرخواہ بھائی کی بات سنو۔ لوگوں نے انھیں گھیر لیا، تو کہا۔ بتاؤ! اگر تم میں سے کوئی ایک سفر کا ارادہ کرے تو وہ مناسب سامانِ سفر لیتا ہے جو اسے منزل تک پہنچائے۔ لوگوں نے کہا، ہاں، کہا: قیامت کا رستہ تو بہت دور کا ہے مناسب زادِ راہ لے لو، لوگ کہنے لگے مناسب زادِ راہ کیا ہے کہا: حج کرو، جو ایسا ہو جو کہ بڑے بڑے کاموں کے لیے ہو، روزہ رکھو، تو سخت گرمی میں رکھو، تاکہ طویل حشر نشر کے دن کام آئے اور رات کی تاریکی میں دو رکعات ادا کرو جو قبروں کی وحشت میں کام آئیں کلمۂ خیر کہو۔ اور جو کلمہ شر ہے بڑے دن میں ٹھہرنے کے لیے اس سے خاموش رہو۔ اپنے مال کا صدقہ کرو شاید اس دن کی تنگی سے نجات مل جائے۔ دنیا کی دو مجلسیں کرو ایک مجلس حلال کی طلب میں، دوسری مجلس آخرت کی طلب میں۔ تیسری نقصان دہ ہے اس کا ارادہ نہ کرو۔ مال دو قسم کا بنا لو ایک وہ حلال مال جسے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو، دوسرا وہ جسے اپنی آخرت کے لیے آگے بھیجو۔

تیسرا تمھیں نقصان دے گا اس کا ارادہ مت کرنا۔ پھر بلند آواز سے پکارا۔ اے لوگو! تمھیں حرص نے مار ڈالا ہے یہ

❶ صفة الصفوة:١/ ٢٤٦. ❷ سير اعلام:٢/ ٧٤.

❸ ابن سعد:٤/ ٢٣٦، احمد: ٥/ ١٩٥، رجاله ثقات.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پوری نہ ہو سکے گی۔ نافع طاحی کہتے ہیں میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا۔ انھوں نے مجھ سے کہا عبداللہ بن عامر کو جانتے ہو میں نے کہا ہاں جانتا ہوں حضرت ابوذر نے کہا وہ میرا گہرا ساتھی تھا اور میرے ساتھ ہی پڑھا کرتا تھا پھر امارت کی جستجو کی۔

جب تم بصرہ میں جاؤ تو ان سے ملنا، اور کہنا میں حضرت ابوذر کا ایلچی ہوں، وہ آپ کو سلام کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں: ہم کھجوریں کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں اور جس طرح تم زندگی گزارتے ہو اسی طرح ہم بھی گزارتے ہیں۔ جب میں ان کے پاس آیا تو عبداللہ بن عامر نے کہا کوئی کام ہو تو بتائیں میں نے بتایا میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ایلچی ہوں۔ وہ آپ کو سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم کھجوریں کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں اور اس طرح زندگی گزار رہے ہیں جس طرح تم گزار رہے ہو۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ نے گریبان میں منہ ڈال لیا اور رونا شروع کیا حتیٰ کہ دامن تر ہو گیا۔ [1]

کوچ کا وقت:

زہد و عطاء اور اطاعت سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر دراز ہوتے ہیں تاکہ روح اپنے خالقِ حقیقی کے حوالے کریں، اور حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ رب رحمان کی جنت میں رہیں۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی موت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ربذہ میں رہائش کی وہیں قیام پذیر رہے۔ حتیٰ کہ ۳۲ھ ماہِ ذوالحجہ میں وہیں فوت ہوئے۔ آپ کی بیوی اور اولاد کے سوا اور وہاں کوئی نہ تھا۔ اسی طرح تھے کہ ان کے دفن کرنے والا اور کوئی نہ تھا بیوی بچوں کے بس میں نہ تھا کہ دفن کرسکیں اچانک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عراق سے ادھر آئے، صحابہ کی ایک جماعت ساتھ تھی یہ ان کے جنازہ میں شریک ہوئے انھیں غسل دیا اور دفن کیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا تھا کہ میری موت کے بعد بکری کا گوشت تیار کرنا اور اسے پکانا اور کھانا اور جو جماعت آئے اسے بھی کھلانا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے اہل و عیال کی طرف پیغام بھیجا اور انھیں آبادی میں ملا لیا۔ [2] اسی طرح اللہ تعالیٰ مومن بندے کی اولاد کی خود حفاظت فرماتے ہے۔ جس طرح مومن بندہ پوشیدہ اور علانیہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی حفاظت کرتا ہے اور خوشی اور ناخوشی میں اس کے احکام کی پابندی کرتا ہے۔

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور
رکھ لی میرے خدا نے میری بے بسی کی شرم

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

---

[1] صفة الصفوة: ١/ ٢٤٦۔ [2] البدایه والنهایة: ٧/ ١٧٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

64

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی حیاتِ روشن کا تذکرہ

یہ وہ ہستی ہیں جنھوں نے سب سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی اور جب انھوں نے جامِ شہادت نوش کیا تو ان سے ایک نور آسمان کی جانب بلند ہوا تھا۔ اللہ عزوجل زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے یہ اس کی قدرت ہے ارادہ ہے دیکھیں ایک آدمی مردہ تھا، داغدار زندگی کا لباس پہنتا تھا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کے پہلوؤں میں سے ایک مومن زندہ آدمی نکالتے ہیں جو اپنا ایمان وعقیدہ پختہ اور اعلیٰ رکھتا ہے۔ یہ سعید بن عاص ہے جو کہ حالتِ کفر میں مرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کی صلب سے حضرت خالد کو نمودار کرتے ہیں جو کہ جلیل القدر صحابی ہیں اور زمانے کی جبیں پر علامت جاودانی ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ایک ایسے گھرانے میں پروان چڑھتے ہیں جس میں دنیوی تمام انعامات موجود تھے اور سیادت بھی تھی۔ ان کا باپ سعید بن عاص ان سرداروں میں سے تھا۔ جو لیڈری اور اپنی قوم کی ریاست میں پیش پیش تھا اس کی بات کو اہمیت دی جاتی تھی۔

سعید بن عاص، حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت بغض رکھتا تھا اور مکمل کوشش کرتا تھا کہ اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو آغاز ہی سے زندہ درگور کر دے۔ تاکہ یہ ہر جگہ پر پھیل نہ سکے۔ لیکن ہمارے پیارے فرزند اسلام حضرت خالد رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی شدید خواہش رکھتے تھے۔ تاکہ آپ کا دعوتی کلام سنیں، آپ کی دعوت جانیں، تاکہ پتہ چل سکے کہ میرے باپ کو اس دعوت کا کس چیز نے بدترین دشمن بنا دیا ہے۔

جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو انھیں علم ہوا کہ یہ تو ایسے نبی ہیں روئے زمین کے ہر انسان کو ان سے دلی محبت کرنی چاہیے۔

ایک سہانا خواب:

حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام تھے۔ اور بھائیوں میں سے سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔ ان کے اسلام لانے کی ابتداء یہ ہے کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ میں آگ کے کنارے کھڑا ہوں اس کی کشادگی کو اللہ ہی جانتا ہے۔

انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آنے والا آیا ہے اور انھیں اس آگ میں دھکیلتا ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کمر سے پکڑے ہوئے ہیں کہ میں آگ میں نہ گر جاؤں۔

اس خواب سے بہت گھبرائے اور کہا، میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ یہ سچا خواب ہے۔ میں حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما سے ملا، اور اس خواب کا ان سے ذکر کیا انھوں نے کہا۔ خالد! یہ تم سے بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے کہ یہ خواب نظر آیا ہے۔ یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کی اتباع کرو، اور عن قریب تم آپ کی اتباع کرو گے اور اسلام میں داخل ہو جاؤ گے اور اسلام تمھیں آگ میں جانے سے روکے گا اور تمہارا باپ آگ میں جائے گا۔

خالد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اجیاد جگہ پر ملے کہا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ فرمایا۔ میں اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف دعوت دیتا ہوں اور یہ دعوت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور جو تم پتھروں کی عبادت کرتے ہو جو نہ تو نفع پہنچاتے ہیں نہ ہی نقصان پہنچاتے ہیں نہ دیکھتے ہیں، نہ سنتے ہیں اور یہ نہ تو یہ جانتے ہیں کہ کون ان کی عبادت کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ انھیں چھوڑ دو۔ حضرت خالد پکار اٹھے۔

"اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اسلام میں آنے کی بہت مسرت ہوئی۔ اور اس کے بعد خالد رضی اللہ عنہ چھپ گئے۔

ان کے باپ کو ان کے اسلام لانے کا علم ہوا تو انھیں طلب کرنے کے لیے آدمی بھیجے، انھیں لایا گیا، باپ نے بہت ڈانٹا اور لاٹھی جو کہ ہاتھ میں تھی اس سے مارا حتیٰ کہ ان کے سر پر یہ ڈنڈا توڑ دیا اور کہا: میں تمہاری خوراک بند کردوں گا، خالد نے کہا اگر تم میری روزی بند کرو گے تو اللہ تعالیٰ مجھے رزق دے گا جس سے میری گزران ہوگی۔

اس کے بعد خالد رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ ان کی بہت عزت کرتے تھے اور یہ آپ کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ [1]

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسلام لانے والوں میں سے پانچویں ہیں۔ ام خالد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میرے باپ پانچویں مسلمان تھے۔ ان سے پہلے حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ، اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم ایمان لا چکے تھے۔ [2]

حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، سب سے پہلے جنھوں نے بسم اللہ لکھی وہ میرے باپ تھے۔ [3]

اللہ کی راہ میں مصائب جھیلے:

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد خود کو سخت آزمائش میں مبتلا کر لیا تھا۔ ان کے باپ کو جب علم ہوا کہ یہ اسلام لا چکے ہیں تو اس نے اپنے مولیٰ رافع اور حضرت خالد کے بھائی ابان اور عمرو کو ان کی تلاش میں بھیجا، جب انھوں نے دیکھا کہ خالد نماز پڑھ رہے ہیں تو ان کے دل نور سے بھر گئے ان کے لیے یہ منظر بڑا مہیب تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ اپنے باپ کے پاس آئے تو اس نے دین چھوڑنے کا حکم دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے

[1] البدایه والنهایة:۳/ ۳۱.   [2] الاصابه:۲/ ۲۰۳.

[3] السیر:۱/ ۲۶۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انکار کردیا۔ باپ نے کہا، میں روزی بند کردوں گا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اللہ بہترین رازق ہے۔

اب والد نے انھیں مارنا شروع کیا، اتنا شدید مارا کہ پاکیزہ جسم سے لہو بہنے لگا، پھر انھیں باندھ دیا اور تاریک کمرہ میں بند کرکے اس کا کواڑ لگا دیا اور تین دن تک کھانا اور پانی بند کردیا ان کے پاس گھر والے آئے اور کہا، خالد کیسے ہو۔ کہا، میں اللہ تعالیٰ کے انعامات میں الٹ پلٹ رہا ہوں۔ انھوں نے کہا۔ اب کوئی سمجھ آئی ہے۔ اپنے باپ کی بات مانو گے۔ کہا میری عقل میرے ساتھ ہے جدا نہیں ہوئی۔ باقی میں اپنے باپ کا وہ کہا نہیں مانتا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والا ہے۔ انھوں نے کہا: باپ سے لات اور عزت کے بارے میں ایسی نرم بات کرو کہ یہ خوش ہوجائیں اور تمھیں کشائش دیں۔ کہا، لات اور عزیٰ دو گونگے اور اندھے پتھر ہیں، ان کے بارے میں وہی بات کہوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کرے۔ جو مرضی ہوجائے۔

ابو اُمیمہ چوہدری نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بیڑیاں اور سخت کردیں اور اپنے ماننے والوں سے کہا۔ دوپہر کے وقت اسے مکہ کی بطحاء وادی میں لے جایا کریں اور پتھروں کے درمیان پھینک دیا کریں تاکہ آفتاب انھیں پگھلا کر رکھ دے۔ یہ جب دوپہر کے وقت انھیں لے کر جاتے اور انھیں کڑکتی دھوپ میں ڈالتے تو یہ کہتے۔

تمام تعریفات اس اللہ کے لیے جس نے مجھے اسلام کا اعزاز بخشا۔ اور ایمان سے محترم ومکرم بنایا۔ یہ سزا معمولی ہے اس سزا کی بہ نسبت جو ابوامیمہ کی بات مان کر دوزخ میں ملے گی یہ تو کوئی چیز ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور چنے ہوئے پیغمبر ﷺ کو میری اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا دے۔

موقع پا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ باپ کی قید سے فرار ہوکر اپنے نبی ﷺ کے پاس چلے گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کے دو بھائی، حضرت عمرو اور حضرت ابان بھی ان سے آن ملے اور خیر ونور کی جماعت میں شامل ہوگئے۔

اس وقت ابوامیمہ حیران وششدر رہ گیا اور بے بس ہوکر کہنے لگا مجھے لات اور عزیٰ کی قسم، جو میرا مال مکہ سے باہر ہے میں وہاں چلا جاتا ہوں یہی بہتر ہے تاکہ یہ بے دین جو میرے معبودوں کو عیب ناک کہتے ہیں۔ انھیں چھوڑ کر دور چلا جاتا ہوں۔ اس کے بعد طائف کے قریب ایک بستی میں منتقل ہوگیا اور وہیں شرک کا غم لے کر مرا۔

جب رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حبشہ کی جانب ہجرت کی اجازت دی، تو حضرت خالد بن سعید بن عاص اور ان کے ساتھ ان کی اہلیہ امنیہ بنت خلف خزاعیہ بھی تھیں وہاں دس برس سے زیادہ رہے۔ اللہ کی طرف دعوت دیتے رہے حبشہ چھوڑ کر مدینہ منورہ اس وقت آئے جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیبر کی فتح سے نوازا تھا۔

رسولِ اکرم ﷺ ان کے مدینہ آنے سے بہت خوش ہوئے اور حد درجہ مسرت ہوئی اور انھیں خیبر کے مال غنیمت سے اسی طرح مال تقسیم کرکے دیا جس طرح جنگ کرنے والوں کو دیا تھا۔ پھر انھیں یمن کا گورنر بنایا، رسولِ اکرم ﷺ جب اپنے رب کی جوارِ رحمت میں جگہ پکڑ چکے تھے اس وقت تک یہ وہاں کے والی تھے۔ [1]

[1] صور من حياة الصحابة:٤٥٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب جام شہادت نوش کیا:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے خلاف کئی معرکہ آرائیاں بھی کی تھیں۔ یہ شجاع ترین شاہسوار تھے۔ ان کے ساتھ دونوں بھائی ابان اور عمرو بھی تھے۔ عمرو معرکہ فحل میں شہید ہوئے، مضروب تھے، ان کے ابرو میں تلوار لگی تھی خون نے آنکھیں بند کر رکھی تھی وہ جھپک نہ سکتے تھے اور نہ ہی چشم خانہ کھلتا تھا۔ رومی ان کی لڑائی کی شدت دیکھ کر بہت غصہ میں تھے۔ انھوں نے ایک فریق عمرو پر مقرر کیا تھا یہ ان سے لڑے کچھ دیر ان کے ساتھ شمشیر رانی کی ان کے درمیان گرد وغبار اٹھنے لگی۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا تو ان رومیوں نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو اپنی تلواروں سے کاٹ ڈالا۔

انھیں تیس سے زیادہ تلواروں کے زخم آئے تھے۔ ❶

ہمارے بطل حریت حضرت عمرو اپنے رب کی طرف چل دیے یہ کوئی نقصان دہ نہ تھا اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے ان کے مسلمان بھائیوں کو رومیوں کے کندھے دے دیے انھوں نے ان کے سپہ سالاروں سکلاریوس کو قتل کر دیا تقریباً دس ہزار رومی قتل کیے۔ ❷

باقی رہے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابان صحیح قول کے مطابق یہ اجنادین میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جس نے انھیں قتل کیا تھا وہ بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اسلام لانے کے بعد اس قاتل نے کہا یہ کون آدمی تھا جسے میں نے قتل کیا میں نے دیکھا ان سے ایک نور نکلا ہے اور آسمان کی طرف بلند ہوا ہے۔ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ بہت حسین وجمیل اور خوبصورت تھے۔ ❸

اس طرح یہ ہمارے محبوب بہادر لوگوں کی دنیا سے رخت سفر باندھ گئے تھے۔ انھوں نے باپ کی دولت وثروت کو ٹھکرا دیا اور اس متاع زوال پر اسلام کی متاعِ گرانمایہ کو ترجیح دی۔ اسی وجہ سے یہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وہم نشینی اور رضائے الٰہی سے کامگار ہوئے۔

اور ایسی دائمی بہشتوں میں جگہ پائی جن میں ایسی نعمتیں ہیں جو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ ہی کسی کان نے ان کی تعریف سنی ہے اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں ان کا خیال گزرا ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

---

❶ الطریق الی دمشق:٣٤٤. ❷ علو الھمة:٣/ ٤١٣.
❸ السیر: ٢٦٠.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

65

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مدبرانہ زندگی کے نشیب وفراز

سیدنا الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لوگ اسلام لائے ہیں اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ایمان لائے ہیں۔

مختصر تعارف:

کسی انسان کی یہ سب سے بڑی سعادت ہے کہ وہ خیر کا منبع بن جائے اور ایسا مقتدا اور پیشوا ہو جائے کہ لوگ اسے اپنے لیے اسوہ اور نمونہ بنالیں اور اس کے لیے یہ بھی ایک سعادت وخوش نصیبی ہے کہ اللہ کی طرف دعوت دینے میں اور لوگوں کو خیر آشنا کرنے کے لیے ہر زمان و مکان میں سرفہرست آجائے۔ ہماری تحریر کے مہمان جن کا ہم درج ذیل صفحات میں تذکرہ کرنے والے ہیں یہ لوگوں تک خیر پہنچانے میں اور علی وجہ البصیرت، دعوت دینے میں سر برآوردہ افراد میں سے ہیں۔ سرزمین مصر کا کوئی بھی شخص جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے وہ روزِ قیامت ہمارے اس مبارک مہمان کی میزان میں نیکیاں بن کر آئے گا۔ آپ جانتے ہوں گے ہمارے یہ مہمانِ کریم کا تعارف کیا ہے آئیے ہم بتائیں یہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو قریش کے مدبروں اور دانشمندوں میں شمار ہوتے ہیں اور فہم وفطنت دور اندیشی اور حزم واحتیاط میں ضرب المثل تھے۔

۸ ہجری کے آغاز میں مسلمان ہوئے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ہمنوائی میں اور کعبہ کے کنجی بردار، حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے انھوں نے ہجرت کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آنے اور اسلام لانے سے بے حد مسرور ہوئے اور آپ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بھی مقرر کیا اور انھیں غزوہ کے لیے تیار کروائی۔ [1]

جولوگ اسلام کو ایک مضبوط اور عمدہ دین خیال کرتے ہیں اور یہ خیال رکھتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سراپائے رحمت ہیں اور پیکر نعمت ہیں اور عظیم صداقت کے رسول ہیں اور آپ نے پوری بصیرت افروزی سے دعوت دین پیش کی ہے اور حیات انسانی کو رشد وہدایت اور زہد وتقویٰ سے معمور کیا ہے اور جولوگ محبت ودوستی سے لبریز ایمان کے علمبردار

[1] سیر اعلام: ۳/ ۵۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اگر وہ یہ غور کریں گے کہ مصر کو دین اسلام کا تحفہ کس نے دیا ہے یا یوں کہہ لیں اسلام کو مصر تحفہ میں کس نے دیا قضاء و قدر نے کس آدمی کو اس کا باعث بنایا۔

واہ یہ ہدیہ کتنا ہی اچھا ہے اور کتنا ہی اچھا ہے جو اس ہدیہ دینے والا ہے تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ یہی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہی تھے جنھوں نے مصر کو اسلام آشنا کیا۔ ❶

حضرت عمرو کا والد عاص بن وائل جاہلیت میں عرب کے حکام میں شامل تھا اور قابل رشک سرداروں میں سے ایک اہم سردار تھا۔ ان کی والدہ، نابغہ بنت عبداللہ انھیں جاہلی عرب کی جنگجوئی نے یہاں تک پہنچا دیا کہ اچھی بھلی خاندانی عورت تھی اس لڑائی نے اسے عکاظ بازار میں برائے فروخت پیش کر کے لونڈی بنا دیا اسے عبداللہ بن جدعان نے خریدا تھا اور عاص بن وائل کو ہبہ میں دے دی۔ پھر یہ عمرو اس سے پیدا ہوئے۔

مہاجروں کے تعاقب میں حبشہ آمد:

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سخت آزمائش کے دور سے گزر رہے ہیں اور میں ابھی عافیت میں ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک اعلیٰ رتبہ سے نواز رکھا تھا اور آپ کے چچا ابو طالب بھی موجود تھے اس وجہ سے آپ تو محفوظ تھے مگر اتنی طاقت نہ تھی کہ ساتھیوں کو بچا سکیں۔ اس وجہ سے انھیں کہا۔

اگر تم سرزمین حبشہ میں چلے جاؤ تو بہت ہے کیونکہ وہاں کا بادشاہ جو ہے اس کی موجودگی میں ظلم نہ ہوگا یہ صداقت کی زمین ہے اس وقت تک رہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی پیدا کردے۔ ❷ اس وقت مسلمان سرزمین حبشہ کی جانب روانہ ہوئے۔ خوف تھا کہ یہاں فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائیں اور اپنا دین لے کر راہِ فرار اختیار نہ کرلیں۔ اسلام میں یہ سب سے پہلی ہجرت تھی۔ جب قریش نے دیکھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امن و اطمینان سے سرزمین حبشہ میں رہنے لگے ہیں اور انھیں تو گھر اور قرار مل گیا ہے تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ قریش میں سے دو مضبوط دل آدمی نجاشی کے پاس بھیجیں تاکہ وہ انھیں ہمیں واپس کردیں اور ہم ان کے دین کی آزمائش کریں اور انھیں اس امن و اطمینان کے مقام سے باہر نکال لائیں اور انھیں بے چین کریں اس مہم پر انھوں نے عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن عاص بن وائل کو بھیجا اور انھیں نجاشی اور اس کے خاص درباریوں کے لیے تحائف جمع کر دیے تاکہ وہ ہماری معاونت کریں۔

مزید تفصیل:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب ہم سرزمین حبشہ میں نازل ہوئے ہم نے بہترین پڑوسی نجاشی کی ہمسائیگی میں رہنا شروع کر دیا۔ ہمیں اپنے دین پر امن ہوا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا آغاز کیا، کوئی اذیت نہ ملتی تھی، ہم ایسی آہٹ بھی نہ سنتے تھے جو ہمیں پریشان کرے۔ جب ہماری یہ اطمینان والی صورتِ حال قریش تک پہنچی تو مکہ کے سامان میں سے عمدہ سامان اس وقت چمڑا تھا یہ دے کر ان دو ایلچیوں کو نجاشی کے پاس بھیجا۔ انھوں نے ہر افسر

❶ رجال حول الرسول: ٧٦٩.　❷ البداية والنهاية: ٣/ ٦٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاص کو ہدیہ دیا اور قریش نے ایلچیوں کو یہی کہا تھا نجاشی سے بات چیت سے پہلے ہر افسر خاص کو ہدیہ دے دینا اور بعد میں نجاشی کو تحائف پیش کرنا اور اس سے مطالبہ کرنا کہ ان مسلمانوں کی بات سنے بغیر انھیں ہمارے حوالے کردو۔ ان ایلچیوں نے اسی طرح کیا۔

ایلچیوں کی بادشاہ سے گفتگو:

بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے ایلچیوں نے کہا: اے بادشاہ! آپ کے ملک میں کم عقل نوجوانوں نے پناہ حاصل کی ہے یہ وہ ہیں جنھوں نے اپنی قوم کے دین سے علیحدگی اختیار کی ہے اور یہ تمہارے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے۔ یہ ایک ایسا دین لے کر آئے ہیں جو انھوں نے نیا گھڑا ہے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ ہی آپ جانتے ہیں۔ ہمیں آپ کے پاس، ان کے بارے میں ان کی قوم کے اشراف نے بھیجا ہے جو ان کے باپ، چچے اور خاندان والے ہیں اس لیے ہمیں بھیجا ہے کہ آپ انھیں واپس لوٹائیں کیونکہ ان کے بڑے ان کے متعلق زیادہ آگاہ ہیں ان کے عیب وہی جانتے ہیں اور وہ انھیں سرزنش کرنا چاہتے ہیں۔ ان دونوں ایلچیوں کی تائید میں ہر درباری نے آواز بلند کی اور کہا، اے بادشاہ یہ سچ کہتے ہیں ان کے بڑے ہی انھیں زیادہ جانتے ہیں لہٰذا ان مسلمانوں کو ان دونوں کے حوالہ کیا جائے تاکہ یہ انھیں ان کے شہروں میں لے جائیں اور ان کی قوم کے حوالے کریں۔

بادشاہ کا جواب:

یہ سن کر نجاشی غصہ میں آ گیا اور کہا، واللہ! میں اس طرح مسلمانوں کو ان کے حوالے ہرگز نہ کروں گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک قوم میری ہمسائیگی میں آئی ہے اور میرے مسلک میں اتری ہے اور دوسروں کو چھوڑ کر فقط انھوں نے میرا انتخاب کیا ہے۔ اور میں ان کی بات سنے بغیر ہی انھیں ان کے حوالہ کردوں۔ میں انھیں بلاتا ہوں جو کچھ انھوں نے ان کے بارے میں کہا ہے میں ان سے پوچھتا ہوں اگر انھوں نے یہی بات بتائی جو ان ایلچیوں نے کہی ہے تو میں انھیں ان کے حوالہ کردوں گا اور یہ اپنی قوم کے پاس انھیں واپس لے جائیں اور اگر اس کے علاوہ صورت سامنے آئی تو میں ان مسلمانوں کو ان سے تحفظ دوں گا اور جب تک یہ میرے پڑوس کا حق ادا کریں گے میں ان سے اچھا سلوک کروں گا۔ اس کے بعد نجاشی نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیغام بھیجا اور انھیں پاس بلایا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حق گوئی:

جب نجاشی کا ایلچی مسلمانوں کے پاس آیا تو وہ آپس میں اکٹھے ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا۔ کہنے لگے جب بادشاہ کے پاس جائیں گے تو اسے کیا کہیں گے۔ کہنے لگے:

واللہ! جو ہمارا علم تقاضا کرتا ہے ہم وہی کہیں گے اور وہی کہیں گے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے پھر کیا ہوتا ہے یہ ہمیں فکر نہیں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اب یہ مسلمان نجاشی کے پاس آتے ہیں نجاشی نے اپنے علماء کو بلا لیا انھوں نے اپنے صحیفے نجاشی کے اردگرد پھیلا دیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر کی تقریر:

مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نمائندۂ گفتگو تھے بادشاہ نے سوال کیا۔ یہ کونسا دین ہے جس کی وجہ سے تم اپنی قوم کے دین سے جدا ہو چکے ہو اور نہ ہی میرے دین میں داخل ہو اور نہ ہی کسی اور ملت اور دین میں داخل ہو۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ اے بادشاہ! ہم جاہلیت کی دلدادہ قوم تھے بتوں کی پرستش کرتے تھے مردار کھاتے تھے بے حیائیوں کے مرتکب ہوتے تھے قطع رحمی کے خوگر تھے حق ہمسائیگی سے ناآشنا تھے ہمارا طاقتور، ناتواں کو کھا جاتا تھا۔ ہم اس حالت پر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہمارے اندر ایک رسول مبعوث کیا ہم اس کے نسب، صداقت، امانت، اور پاکدامنی سے آگاہ تھے۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی کہ اسے ایک مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور جو ہم اور ہمارے آباؤ اجداد، پتھروں اور بتوں کو پوجتے تھے ان سے کنارہ کش ہو جائیں اور ہمیں حکم دیا ہم سچ بولیں امانت اداء کریں صلہ رحمی کریں پڑوسی سے حسنِ سلوک کریں حرام کاموں سے رک جائیں، خونریزی نہ کریں اور ہمیں فواحش سے منع کیا جھوٹی بات سے روکا، یتیموں کا مال کھانے سے منع کیا، پاکدامن عورتوں پر تہمت زنی سے منع کیا اور ہمیں حکم دیا، اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں اور ہمیں حکم دیا نماز پڑھیں، زکوٰۃ ادا کریں اور روزے رکھیں تو ہم نے آپ کی تصدیق کی اور آپ کے ساتھ ایمان لائے اور جو کچھ آپ اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں ہم نے اس کی اتباع کی ہے ہم نے اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی، جو آپ نے ہم پر حرام قرار دیا، ہم نے اسے حرام قرار دیا، اور جو آپ نے ہمارے لیے حلال قرار دیا، وہ ہم نے اپنے اوپر حلال کر دیا۔ جب ہم نے یہ کیا تو ہماری قوم ہم پر چڑھ آئی انھوں نے ہمیں سزائیں دیں ہمارے دین کو آزمائش میں ڈال دیا ان کا مقصد یہ تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے موڑ کر بتوں کی عبادت پر لگائیں اور ہم پھر انہی خبائث کا ارتکاب کریں جو ہم کیا کرتے تھے۔

جب انھوں نے ہم پر قہر ڈھایا، اور ہمیں ظلم وستم کا نشانہ بنایا اور سرزمین مکہ ہم پر تنگ کر دی اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہونے لگے تو ہم تمہارے ملک میں آ گئے اور ہم نے ساری دنیا چھوڑ کر آپ کا انتخاب کیا ہے اور ہم نے آپ کے پڑوس کو پسند کیا ہے۔ اے بادشاہ! ہم امید رکھتے ہیں آپ کے ہاں ہم پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔

جب نجاشی تلاوت کلام سے آبدیدہ ہو گیا:

نجاشی نے حضرت جعفر سے کہا، جو اللہ کی طرف سے قرآنِ پاک نازل ہوا ہے کچھ یاد ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں نجاشی نے کہا، مجھے اس کی تلاوت سناؤ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورت مریم کا ابتدائی حصہ تلاوت کیا تو نجاشی اتنا زیادہ رویا کہ داڑھی بھیگ گئی اور علمائے نصاریٰ بھی رونے لگے۔ اتنا روئے کہ سامنے پڑے ہوئے صحیفے تر ہو گئے تلاوت کا اتنا اثر ہوا اس کے بعد نجاشی نے اپنے تاثرات بیان کیے۔ یہ قرآنِ پاک اور جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے ہیں یہ ایک ہی چراغ کا عکس ہیں اور دونوں قریش کے ایلچیوں سے بادشاہ نے کہا: تم چلے جاؤ، یہ کسی صورت ممکن نہیں کہ میں ان مسلمانوں کو تمہارے حوالہ کروں۔ جب یہ ایلچی بادشاہ کے دربار سے باہر آئے تو عمرو بن عاص نے کہا: واللہ! کل میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک ایسی تدبیر کروں گا جس کے ذریعے مسلمانوں کی جڑ کٹ جائے گی۔ ان سے عبداللہ بن ابی ربیعہ نے کہا اور یہ عبد اللہ ذرا تقویٰ کے نزدیک تر تھے کہا نہ کرو، آخر یہ ہمارے رشتہ دار ہیں۔ اگرچہ ہمارے مخالف ہیں عمرو نے کہا نہیں میں بادشاہ کو ضرور آگاہ کروں گا کہ ان کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم بندہ ہیں۔ اب یہ بادشاہ کے دربار میں دوسرے دن گئے اور اس سے کہا اے بادشاہ! یہ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں بہت بڑی جسارت کرتے ہیں کہ انھیں بندہ قرار دیتے ہیں۔

ان کی طرف پیغام بھیجو اور ان سے پوچھو تم عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ بادشاہ نے مسلمانوں کو بلایا اور ان سے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پوچھا یہ مسلمانوں کے لیے ایک سخت ترین پریشان کن لمحہ تھا شاید اتنا کٹھن معاملہ کبھی پیش نہ آیا ہو۔ مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ بادشاہ نے جب عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سوال کیا تو کیا جواب دو گے وہ عیسائی ہے اور ہمارا محسن ہے اب کی بار بھی ان کا یہی فیصلہ تھا ہم وہی کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اور جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں خواہ کچھ بھی ہو جائے جب مسلمان نجاشی کے دربار میں آئے تو اس نے سوال کیا تم عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: ہم ان کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی روح ہیں اور اللہ کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم بتول دوشیزہ میں ڈالا تھا۔ نجاشی نے ہاتھ زمین پر مارا اور ایک تنکا اٹھایا اور کہا۔ تم نے جو کہا ہے عیسیٰ علیہ السلام میں اس تنکا جتنا بھی فرق نہیں تم نے درست کہا ہے۔ یہ سن کر اس کے درباریوں کے غصہ سے نتھنے پھول گئے۔ بادشاہ نے کہا اگرچہ تم نفرت کرتے ہو اس کی پرواہ نہیں عیسیٰ علیہ السلام حقیقت میں یہی ہیں جو مسلمانوں نے نظریہ دیا ہے اور مسلمانوں سے کہا، جاؤ! تم میری زمین میں امن والے ہو۔ جہاں چاہو رہو، جو تمھیں گالی دے اسے اس کا جرمانہ بھگتنا ہوگا یہ جملہ تین بار دہرایا، میں یہ چیز پسند نہیں کرتا کہ پہاڑ جتنا سونا دیا جاؤں اور پھر تم میں سے کسی ایک آدمی کو اذیت دوں، یعنی تمھیں ستانے کے عوض پہاڑ جتنا سونا بھی ملے تو قبول نہ کروں گا۔

اور ساتھ ہی بادشاہ نے دونوں ایلچیوں کے تحائف واپس کر دیئے اور کہا مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ نے جب مجھے سلطنت دی تھی تو مجھ سے رشوت نہ لی تھی کہ آج میں اس میں رشوت قبول کروں اور نہ ہی یہ فرمانروائی مجھے لوگوں نے دی ہے کہ میں ان کی بات مانوں میں اپنی مرضی کروں گا۔ یہ دونوں ایلچی بدترین ناکامی سے دوچار ہو کر واپس آئے اور مسلمان بہترین پڑوس میں بہترین گھر میں رہنے لگے۔[1]

اسلام کی چھاؤں میں:

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں خندق سے جتھوں کے ساتھ جب ہم واپس آئے تو میں نے قریش کے آدمیوں کو اکٹھا کیا جو کہ میری رائے کو اہمیت دیتے تھے اور میری بات سنتے تھے میں نے ان سے کہا: تم جانتے ہو کہ محمد

[1] السیرۃ لابن ہشام: ۱/ ۲۷۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کا معاملہ ہر معاملے پر غالب آتا جا رہا ہے میری ایک رائے ہے باقی تم بتانا تمہاری کیا رائے ہے انھوں نے کہا تمہاری کیا رائے ہے بتاؤ میں نے کہا۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم نجاشی سے جا ملیں اور اس کے پاس رہیں اگر محمد رسول اللہ ﷺ ہماری قوم پر غالب آ جائیں تو ہم نجاشی کے پاس ہوں گے محمد ﷺ کی ماتحتی سے بہتر ہے کہ ہم نجاشی کے ماتحت رہیں۔

اگر ہماری قوم غالب آ گئی تو پھر بھلا ہی بھلا ہے انھوں نے کہا یہ تو بہت اچھی رائے ہے میں نے کہا میرے ہاں تحائف جمع کرو جو ہم نجاشی کو دیں ہمارے علاقہ میں چمڑا ایک بہت بڑا ہدیہ تھا ہم نے بہت زیادہ چمڑا اکٹھا کیا پھر ہم نجاشی کے پاس چلے گئے۔ ہم اس کے پاس تھے تو اس کے پاس عمرو بن امیہ ضمری آئے رسولِ اکرم ﷺ نے انھیں جعفر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نجاشی کے پاس بھیجا تھا یہ آئے اور نجاشی سے مل کر چلے گئے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ عمرو بن امیہ ضمری ہے اگر میں نجاشی کے پاس جاؤں اور اس سے مانگ لوں اگر وہ مجھے دے دے تو میں اس کی گردن اڑا دوں۔ جب میں یہ کروں گا تو قریش مطمئن ہوں گے کہ میں نے ان کا کام کر دیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ایلچی کو مار دیا ہے۔ میں نجاشی کے پاس گیا، جس طرح میں کرتا تھا حسبِ معمول اسے سجدہ کیا۔

بادشاہ نے کہا، مرحبا! دوست! اپنے ملک سے میرے لیے کچھ لائے ہو۔ میں نے کہا ہاں اے بادشاہ! میں آپ کے لیے بہت زیادہ چمڑا لایا ہوں اور میں نے وہ تحفہ پیش کر دیا بادشاہ نے اسے بہت ہی زیادہ پسند کیا۔

اس کے بعد میں نے کہا۔ اے بادشاہ! میں نے ایک آدمی کو دیکھا ہے وہ تمہارے پاس آیا ہے اور باہر چلا گیا ہے وہ ایک ہمارے دشمن آدمی کا ایلچی ہے وہ مجھے دے دو تاکہ میں اسے قتل کر دوں اس نے ہمارے اشراف اور بہتر لوگوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ اتنا زیادہ غضبناک ہوا اور اپنا ہاتھ اپنے ناک پر مارا مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ ناک توڑ دے گا اتنا غصہ سے بھر گیا۔ میں اتنا خوفزدہ ہوا کہ تمنا کی کہ زمین پھٹ جائے میں اس میں چلا جاؤں۔ میں نے کہا اے بادشاہ! اگر آپ کو یہ مطالبہ ناگوار گزرا ہے تو میں اس سے دستبردار ہوتا ہوں۔

بادشاہ نے کہا: کیا تم اس آدمی کے ایلچی کو قتل کرنا چاہتے ہو جس کے پاس ناموسِ اکبر حضرت جبریل آتے ہیں جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی آتے تھے۔ میں نے کہا۔ اے بادشاہ! یہ ایک حقیقت ہے جو آپ بتا رہے ہیں اس نے کہا: اے عمرو! میری بات مانو تو ان کی اتباع کر لو۔ واللہ! یہ حق پر ہیں اور اپنے مخالفین پر غالب آ کر رہیں گے جس طرح موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کی فوجوں پر غالب آئے تھے۔

میں نے کہا، تم اسلام پر مجھ سے بیعت لیتے ہو، کہا، ہاں بادشاہ نے ہاتھ پھیلایا تو میں نے اس سے اسلام پر بیعت کی میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو میری رائے بدل چکی تھی تاہم میں نے ساتھیوں سے اسلام کا معاملہ چھپائے رکھا۔ میں نکلا ارادہ تھا کہ رسولِ اکرم ﷺ سے ملوں اور اسلام لاؤں میری ملاقات حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ہوئی یہ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے وہ مکہ سے آ رہے تھے میں نے کہا: اے ابوسلیمان! کہاں جا رہے ہو کہا واللہ! اب جادۂ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حق روشن ہو۔چکی ہے یہ آدمی سچا نبی ہے میں جا رہا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں کب تک بھٹکتے رہیں گے۔

میں نے کہا میں بھی اسلام لانے ہی حاضر ہوا ہوں۔ ہم مدینہ آئے، رسولِ اکرم ﷺ سے ملے حضرت خالد رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور مسلمان ہو گئے، بیعت بھی کر لی۔ پھر میں قریب ہوا میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ میں اس شرط پر آپ کی بیعت کروں گا کہ میرے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں آئندہ کا میں ذکر نہیں کرتا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! بیعت کرو، اسلام پہلے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور ہجرت بھی پہلے سارے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔ میں نے آپ سے بیعت کی اور واپس آ گیا۔ ❶

اس کے بعد ایسے مخلص ہوئے کہ کہتے ہیں واللہ! رسولِ اکرم ﷺ سے مجھے اتنی زیادہ حیاء آتی ہے کہ نہ تو میں نے کبھی آپ سے تکرار کی ہے اور نہ ہی کبھی نظر بھر کر چہرہ دیکھا ہے۔ ❷

حبیب کبریاء کی مردم شناسی:

حبیبِ کبریاء ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نفسیات کو خوب جانتے تھے اور انھیں ایسا استعمال کرتے کہ اس کی مثال معدوم ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے محسوس کیا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ذکاء، دور اندیشی اور دانشوری کی بلند پایہ صلاحیت رکھتے ہیں تو انھیں غزوۂ ذات السلاسل میں مسلمان فوج کا امیر مقرر کر دیا۔

اس غزوہ میں کارکردگی:

اس غزوۂ ذات السلاسل میں جو موقف حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا تھا، وہ واقعتاً ان کی سمجھداری کی علامت ہے۔

ابو قیس بیان کرتے ہیں جو عمرو بن عاص کے آزاد کردہ غلام ہیں یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو ایک دستہ فوج پر سالار تھے سخت سردی تھی کبھی دیکھنے میں اتنی سردی نہ آئی تھی۔ یہ نمازِ صبح کے لیے نکلے تو کہا میں گزشتہ شب جنبی ہو گیا تھا لیکن سردی شدید ہے اپنے جسم کے جوڑوں کو دھویا اور نماز کے لیے وضوء کیا اور لوگوں کو نماز پڑھا دی۔

جب یہ دستہ فارغ ہو کر رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آیا تو رسولِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا۔ بتاؤ۔عمرو اور اس کے ساتھیوں کو کیسا پایا لوگوں نے اچھی تعریف کی اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ انھوں نے ہمیں حالتِ جنابت میں نماز پڑھوا دی ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا وہ آئے تو ان سے پوچھا، انھوں نے کہا۔ سردی سخت تھی، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾﴾ (النساء:۲۹)

’’اپنی جانوں کو مت قتل کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ رحم کرنے والا ہے۔‘‘

❶ مسند: ٤/ ١٩٨، سنن بیہقی: ٩/ ١٢٣، مستدرك: ٣/ ٤٥٤، و حسن اسنادہ الالبانی فی الارواء: ٥/ ١٢٢.

❷ مسند: ٤/ ٢٠٤، وله شاهد فی صحیح مسلم: ١٢١، کتاب الایمان باب کون الاسلام یهدم ما قبله.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں نے اسے مدنظر رکھا۔ اگر میں غسل کرتا تو مر جاتا۔ اس لیے وضوء سے کام چلایا یہ سن کر رسولِ اکرم ﷺ مسکرائے یہ رضامندی کا اشارہ تھا۔ ❶

قیس ہی بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو غزوہ ذاتِ سلاسل امیر بنا کر بھیجا لوگوں کو سخت سردی سے دو چار ہونا پڑا، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے پابندی لگادی کہ کوئی بھی آگ نہ جلائے۔ جب یہ دستہ واپس آیا تو انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ عمرو ہمیں آگ نہیں سینکنے دیتے تھے آپ ﷺ نے ان سے پوچھا یہ پابندی کیوں لگائی تھی۔ انھوں نے کہا: مجھے اندیشہ تھا اگر انھوں نے آگ جلائی تو ان کی تعداد کم تھی۔ دشمن دیکھ لیتا تو انھیں مار دیتا۔ میں نے پابندی لگادی کہ دشمن کمین گاہ سے تمھیں نقصان نہ پہنچائے اس لیے آگ فروزاں نہ کرو۔ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت عمرو کی اس تجویز کو بہت پسند فرمایا۔ ❷

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ رسول اکرم کے ہی ہو کر رہ گئے تھے اور نبی اکرم ﷺ بھی ان سے دل سے پیار کرتے تھے۔ اتنا زیادہ پیار تھا کہ آپ کی عقل و دل پر چھایا تھا اسی کا نتیجہ ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے مناقب و فضائل کا گلدستہ ان کے سینۂ نور خزینہ پر سجایا ہے۔

فضائل:

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: لوگ اسلام لائے ہیں اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ایمان لائے ہیں۔ ❸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عاص کے دو بیٹے، حضرت عمرو اور حضرت ہشام دونوں مومن ہیں۔ ❹

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ قریش کے صالح لوگوں میں سے ہیں۔ ❺ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مدینہ منورہ میں خوف و ہراس کی فضا پیدا ہوئی میں حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مولیٰ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ اپنے گھٹنے ہاتھوں میں پکڑے تلوار حمائل کیے بیٹھے تھے، میں نے بھی تلوار لے لی اور ان کے قریب گھٹنوں کو پکڑ کر بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگو! اس گھبراہٹ کی گھڑی میں تم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آؤ، اس کے بعد اس کے رسولِ ﷺ کی طرف پلٹو۔

تم کو چاہیے تھا کہ ان دونوں حضرت سالم اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہما کی مانند مستعدی دکھاتے۔ ❻ شعبی کہتے ہیں عرب

❶ ابو داؤد: ۳۳۵، کتاب الطھارۃ، باب اذا خاف الجنب البرد تیمم اسنادہ صحیح (ارنؤوط) مستدرک: ۱/ ۱۷۷، وصححه وافقه الذهبی و حسنه المنذری. ❷ ابن عساکر: ۱۳/ ۲۵۴، منقول از سیر: ۳/ ٦٦.

❸ احمد ترمذی، عن عقبه بن عامر، و حسنه الالبانی فی صحیح الجامع: ۹۷۱.

❹ احمد، ابن سعد، حاکم و صححه الالبانی فی صحیح الجامع: ٤٥.

❺ ترمذی عن طلحة و صححه الالبانی فی صحیح الجامع: ٤٠٩٥.

❻ احمد: ٤/ ۲۰۳، تاریخ ابن عساکر: ۱۳/ ۲۵۲، اسنادہ حسن ارنؤوط.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے دور اندیش چار ہیں۔

۱: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۲: حضرت عمرو بن

۳: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ۴: حضرت زیاد رضی اللہ عنہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سوچ بچار اور حلم و بردباری میں مشہور ہیں۔

اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ مشکل معاملات کو حل کرنے میں شہرت یافتہ ہیں اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ حاضر جوابی میں مہارت رکھتے تھے اور حضرت زیاد ہر چھوٹی اور بڑی بات کے ماہر تھے۔ ابوعمر بن عبدالبر کہتے ہیں۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ قریش کے مشہور شاہسوار تھے اور جاہلیت میں ان کے نامور بہادر تھے اچھے شاعر بھی تھے۔ مختلف مقامات پر ان کے کہے ہوئے اشعار لوگوں نے محفوظ کیے ہیں۔ ❶

امام ذہبی رحمہ اللہ کا خراج عقیدت:

حضرت عمرو قریش کے افراد میں سے بہت جلیل القدر رائے والے تھے دور اندیش اور محتاط آدمی تھے اور جنگوں کے ماہر تھے عرب کے بادشاہوں میں سے صاحبِ شرف تھے اور چوٹی کے مدبر تھے۔ اللہ تعالیٰ انھیں معاف فرمائے اور ان سے درگزر کرے اگر ان کے دل میں دنیا کی محبت اور چند دیگر متنازعہ امور میں مداخلت نہ ہوتی تو یہ خلافت کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ان کے ایسے سربرآوردہ کارنامے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ معاملات میں گہری بصیرت اور دوراندیشی کی وجہ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ان سے مشورہ طلب کرتے رہے ہیں۔ ❷

اخلاص کا پیکر:

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پیغام بھیجا کہ اپنا لباس پہنو اور ہتھیار بند ہو کر میرے پاس آؤ میں آیا تو آپ وضوء کر رہے تھے آپ نے اوپر نیچے نگاہ اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اور کہا: عمرو! میں تمھیں ایک لشکر دے کر بھیج رہا ہوں۔ اللہ تمھیں صحیح وسلامت رکھے گا اور مال غنیمت سے نوازے گا اور مال میں بہت زیادہ معاون ہوگا۔ میں نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں مال کے لیے اسلام نہیں لایا میں تو محبت اور رغبت سے اسلام لایا ہوں اور اس لیے مسلمان ہوا ہوں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخ ساز بات کی۔ فرمایا: اے عمرو!

"نِعِمَّا بِالْمَالِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ۔" ❸

"اچھا مال نیک آدمی کے لیے ایک اچھی نعمت ہے۔"

---

❶ الاستیعاب:۱۱۸۸۔ ❷ سیر اعلام: ۳/ ۵۹۔

❸ مستدرك: ۲/ ۲، وصححه و وافقه الذهبي۔ احمد: ٤/ ۱۹۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبادت کا سراپا:

ابوقیس جو کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے یہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بہت زیادہ روزے رکھتے تھے۔شام کا کھانا عشاء سے پہلے کم ہی کھاتے تھے کہتے تھے۔میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں ہمارے روزے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان فرق یہ ہے کہ اہل کتاب سحری نہیں کھاتے ہم کھاتے ہیں۔ ❶

اخلاق اور زہد کا مرقع:

موسیٰ بن علی اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے سنا، فرماتے تھے۔ جب تک میرا لباس مجھے ڈھانپنے کے قابل رہتا ہے میں اس سے نہیں اکتاتا اور نہ ہی میں بیوی سے اکتاتا ہوں جب تک وہ مجھ سے حسن معاشرت اختیار کیے رکھے اور جب تک میری سواری مجھے سوار کرنے کے قابل ہوتی ہے میں اس سے بھی نہیں اکتاتا۔ اکتاہٹ بری عادتوں سے پیدا ہوتی ہے۔ ❷

جب رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اس وقت عمان میں تھے۔انھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خط لکھا جس میں انھیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی اطلاع تھی۔ ❸

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بہت زیادہ اثر لیا۔ جب خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ارتداد کی جنگوں میں بہت عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

اللہ کی راہ میں جہاد:

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے رب کے حکم کو قبول کرتے ہوئے دنیا سے رخصت سفر باندھا تو زمام خلافت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھما دی۔ یہ بھی ایک خیر و برکت والا ہاتھ تھا جس کے ہاتھ میں امت کی باگ ڈور آئی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی صلاحیتوں اور تجربات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور انہیں خدمت اسلام میں استعمال کیا ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے فلسطین کے ساحل اور دیگر یکے بعد دیگرے شہر فتح سے ہمکنار کیے اور روم کے ایک ایک لشکر کو شکست سے دوچار کیا اور اس کے بعد بیت المقدس کا گھیراؤ کیا۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کا محاصرہ اتنا شدید کردیا کہ روم کے لشکر کے جرنیل ارطبون کے دل میں مایوسی کی تاریکی چھا گئی جس سے اس نے یہ مقدس شہر خالی کرنے کا ارادہ کیا اور راہِ فرار اختیار کرنے میں ہی عاقبت چاہی اور بیت المقدس مسلمانوں کے حوالے کردیا۔ اپنی عزت کی خاطر یہ بہانہ بنایا کہ خلیفہ المسلمین بذاتِ خود معاہدہ کے لیے تشریف

❶ مسلم: ۱۰۹۶، ترمذی: ۷۰۸، ابوداؤد: ۲۳۴۳.

❷ سیر اعلام: ۳/ ۵۷. ❸ سیر اعلام: ۳/ ۶۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لائیں گے تو میں بیت المقدس ان کے حوالے کر دوں گا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ ارطبون بیت المقدس حوالہ کرنے کے لیے آپ کی حاضری کا تقاضا کرتا ہے آپ حاضر ہوئے اور بیت المقدس کی سپردگی کا معاہدہ تحریر کیا۔ ۱۵ ہجری میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بیت المقدس مسلمانوں کی دسترس میں شامل ہو گیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب بھی بیت المقدس کے محاصرہ کا تذکرہ کرتے تو کہا کرتے تھے کہ جو مہارت اس کی فتح میں حضرت عمرو نے دکھائی ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے روم کے ارطبون جرنیل پر عرب کے ارطبون کے ذریعہ بیت المقدس پر قبضہ کیا ہے۔

ان کی ان عظیم الشان فتوحاتِ مصر اور اردگرد کے علاقہ میں جو انھوں نے غلبہ پایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو تاج پہنایا تھا۔ حضرت عمرو نے اس کے قیمتی موتی اسلام کے ہار میں پرو دیئے۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد اب مسلمان لشکروں کے سامنے افریقہ اور بلاد مغرب ہسپانیہ وغیرہ کی فتوحات کے دروازے بھی کھل گئے۔ یہ ساری فتوحات نصف صدی کے اندر اندر حاصل کی تھیں۔ [1]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عمرو رضی اللہ عنہ جنگِ یرموک میں حاضر تھے اس میں انھوں نے خوب دادِ مردانگی دی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ انھیں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا۔ انھوں نے حلب اور انطاکیہ والوں سے صلح کی اور قنسرین کے تمام علاقے انھوں نے زبردستی زیرنگیں کیے۔ [2]

خلیفہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو فلسطین اردن کا والی مقرر کیا اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں لکھا مصر جاؤ یہ مصر روانہ ہو گئے اسے فتح کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی مدد کے لیے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ [3]

ابن لہیعہ کہتے ہیں۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ۲۱ ہجری کو اسکندریہ فتح کیا اور ۲۵ ہجری میں اسکندریہ والوں نے عہد شکنی کی۔ انھیں پھر سرنگوں کیا۔ فسوی کا بیان ہے مصر کی بستی لیون ۲۰ ہجری میں فتح ہوئی اس کے امیر حضرت عمرو تھے۔ خلیفہ کہتا ہے حضرت عمرو نے طرابلس غرب ۲۴ ہجری میں فتح کیا ایک قول ۲۳ ہجری کا ہے۔ [4]

معرکۂ اجنادین میں دادِ مردانگی:

اجنادین کے معرکہ میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنی دوراندیشی اور فہم و ذکاء کا خوب مظاہرہ کیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر چلے تو تقسیم لشکر یوں تھی کہ حضرت عمرو کے بیٹے حضرت عبداللہ لشکر کی دائیں جانب تھے اور بائیں جانب پر جنادہ بن تمیم مالکی تھے۔ جو بن مالک بن کنانہ میں سے تھے ان کے ساتھ شرحبیل بن حسنہ تھے اور دائیں جانب پر ابواعور سلمی کو نائب بنایا۔ جب حضرت عمرو رملہ پہنچے تو وہاں روم کی جمعیت موجود تھی جن کا سپہ سالار ارطبون تھا۔ یہ روم

[1] صور من حیاۃ الصحابۃ:۵۷۸. [2] سیر اعلام:۳/ ۷۰.
[3] تاریخ خلیفہ:۱۴۲. [4] تاریخ خلیفہ:۱۵۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے دور اندیش سالاروں میں سے تھا اور بڑی گہری نظر کا مالک تھا اور اس کی کارکردگی دشمن کے لیے بڑی زخم لگانے والی ہوتی تھی اس نے رملہ میں ایک بہت بڑا لشکر ڈال رکھا تھا ایک ایلیاء میں ڈال رکھا تھا۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ صورتِ حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھی۔ جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ خط بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا ہم نے روم کے ارطبون کے مقابلہ میں عرب کا ارطبون ڈال دیا ہے دیکھو۔ معاملہ کس کے لیے حل ہوتا ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے علقمہ بن حکیم فراسی اور مسروق بن بلال علی کو ایلیاء والوں کے ساتھ لڑنے کے لیے بھیجا اور ابو ایوب مالکی کو رملہ بھیجا۔ رملہ میں تدارق تھا یہ ان کے مقابلہ میں گئے تاکہ انھیں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کی طرف سے مصروف رکھیں۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر سے جو امداد بھی آتی کچھ حصہ اس کا ایک لشکر کو بھیج دیتے دوسرا حصہ دوسرے لشکر کو بھیج دیتے۔

خود حضرت عمرو اجنادین میں رہے۔ ارطبون کے پاس کسی ایلچی کو امن نہ تھا۔ اس لیے خود ایلچی بن کر گئے، اس کے پاس داخل ہوئے تو ایک ایلچی ظاہر کیا۔ جو چاہتے تھے اس تک پیغام پہنچایا اور اس کی گفتگو سنی اور اس کے ارادے بھانپ لئے ارطبون نے دل میں کہا۔ واللہ! یہ ایلچی نہیں یہ عمرو ہے یا یہ وہ ہے عمرو اس کی رائے کو اختیار کرتا ہے۔ مسلمان قوم کو اگر میں عظیم نقصان سے دو چار کر سکتا ہوں وہ یہ ہے اسے قتل کر دوں ایک باڈی گارڈ ان کے قتل پر مقرر کیا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ ارطبون مجھے قتل کروانا چاہتا ہے۔ ارطبون سے کہنے لگے: اے امیر آپ نے میری بات سن لی میں نے تمہاری بات سن لی ہے میں ان بارہ افراد میں سے ایک ہوں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جنھیں بھیجا ہے میں چاہتا ہوں کہ انھیں بھی آپ کے پاس لے آؤں تاکہ وہ بھی آپ کی بات سنیں اور جو میں نے دیکھا ہے وہ بھی مشاہدہ کر لیں ارطبون نے کہا۔ ٹھیک ہے لے آؤ اس کا خیال یہ تھا کہ وہ سب آئیں گے اور میں سب کو اکٹھا قتل کروا دوں گا اور جو آدمی قتل پر مامور تھا۔ اس کے پاس آدمی بھیج کر ارطبون نے اسے قتل سے روک دیا۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنے لشکر میں واپس چلے گئے اس کے بعد ارطبون نے تحقیق کی یہ تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ تھے کہنے لگا واللہ! جو مجھے چکر دے گیا ہے یہ واقعتا عرب کا ہوشیار ترین آدمی ہے یہ بات حضرت عمرو نے حضرت عمر تک پہنچائی تو انھوں نے کہا۔ اے عمرو! کیا ہی خوب آدمی ہو۔ [1]

صبح کے وقت حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے پاس قلعہ تک پہنچے اپنے اس گھوڑے پر سوار تھے جو دشمن کی سازشوں کو اپنی آوازوں قہقہوں اور ہنسی مذاق سے اڑاتا ہوا آ رہا تھا گویا کہ اسے بھی علم تھا کہ ہرا سوار بہت زیادہ ہوشیار ہے۔ جو کارکردگی حضرت عمرو نے صفین کے دن دکھائی تھی وہ تو بیان سے باہر ہے۔

---

[1] البدایہ والنہایۃ:۷/ ۵۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی بھی حالت میں دنیا کے طلبگار نہ تھے مجتہد تھے بعض کا اجتہاد درست ہوا بعض نے خطا کی جس کا اجتہاد درست ہوا اسے دو اجر ملیں گے اور جس کے اجتہاد سے غلطی کی اسے ایک اجر تو ضرور ملے گا اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہو۔

دنیا جب سے رختِ سفر باندھ لیا:

اسلام کے دفاع میں، ایثار و قربانی سے مصروف زندگی، گزارنے کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، بستر مرگ پر سو گئے، تاکہ اپنے رب عزوجل سے ملاقات کریں، اور حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملیں۔

عوانہ بن حکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے تھے جس پر موت نازل ہوئی ہو اور اس کی عقل قائم ہو اور پھر کیفیت بیان نہ کرے یہ بڑی تعجب کی بات ہے۔

جب حضرت عمرو بن عاص کی موت کا وقت قریب ہوا تو ان کے بیٹے نے انھیں ان کی بات یاد دلائی اور کہا اب آپ بیان کریں کہا بیٹے! موت وصف سے بالاتر ہے لیکن میں کوشش کرتا ہوں میں خود کو اس حال میں پا رہا ہوں گویا کہ رضویٰ پہاڑ میری گردن پر ہے اور میرے پیٹ میں کانٹے چبھ رہے ہیں اور ایسے محسوس کر رہا ہوں گویا کہ میری جان سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ابا جان کی موت کا وقت قریب ہوا تو کہنے لگے۔ اے میرے اللہ! تو نے چند امور کا حکم دیا ہے اور کچھ امور سے روکا ہے جو تو نے ہمیں حکم دیا ہے وہ ہم نے کئی کام چھوڑ دیئے اور جن امور سے تو نے منع کیا ہے اس میں ہم نے منہ ماری کی ہے۔ اے میرے اللہ! نہیں کوئی معبود مگر تو ہی پھر اپنا انگوٹھا پکڑا اور لا الہ الا اللہ کہتے رہے۔ حتیٰ کہ روح پرواز کر گئی۔ [2]

ابونوفل بن ابی عقرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت سخت جزع فزع، شروع کر دی، ان کے بیٹے عبداللہ نے کہا یہ جزع فزع کیوں کر رہے ہو جب کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قریب رکھا اور عامل بنایا کہا۔ بیٹے! یہ تو ہوا تھا میں بتاتا ہوں یہ نہیں پتہ محبت سے تھا یا الفت ڈالنے کے لیے تھے میں دو آدمیوں پر گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے گئے تو ان دو آدمیوں ابن سمیہ (عمار) ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) سے محبت رکھتے تھے۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو جب جلدی ہوئی تو اپنا ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھا۔ اور کہا اے میرے اللہ! تو نے ہمیں حکم دیا ہم اسے نہ بجا لائے اور تو نے ہمیں منع کیا ہم نے اس کا ارتکاب کیا ہمارے اوپر تیری مغفرت ہی چھائے گی یہی باتیں کرتے کرتے موت کی آغوش میں چلے گئے۔ [3]

[1] طبقات: ٤/ ٢٦٠۔ [2] ابن عساکر: ١٣/ ٢٦٨، منقول از سیر: ٣/ ٧٥۔

[3] مسند: ٤/ ١٩٩، ابن عساکر: ١٣/ ٢٦٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابا جان نے وصیت کی جب میں فوت ہو جاؤں، مجھے پانی سے غسل دینا پھر مجھے کپڑے میں خشک کرنا، پھر دوسری مرتبہ صاف پانی سے مجھے غسل دینا پھر خشک کرنا پھر تیسری مرتبہ پانی میں کافور ڈال کر مجھے غسل دینا پھر مجھے خشک کر دینا اور مجھے کفن پہنا دینا میں جھگڑنے والا ہوں، جب مجھے چار پائی پر اٹھاؤ تو درمیانی چال لے کر چلنا اور جنازہ کے پیچھے رہنا آگے فرشتے ہوتے ہیں اور میت کے پیچھے والا حصہ آدم کے بیٹوں کے لیے ہے جب مجھے قبر میں رکھنا تو میرے اوپر مٹی ڈال دینا۔ پھر ذکر الٰہی کرتے ہوئے فوت ہو گئے۔ [1]

اس شان سے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے دنیا سے کوچ کیا اور بہت ساری بھلائی پیچھے چھوڑ گئے۔

سرزمین مصر میں جو مسلمان بھی زندگی گزارتا ہے روز قیامت یہ ان کی نیکیوں کی میزان میں ترازو ہوگا۔ واہ یہ کتنی بڑی کرامت ہے ساری دنیا اپنی متاع گرانمایہ کے ساتھ بھی مل جائے تو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

رضی اللہ عنہ و عنهم اجمعين

---

[1] طبقات: ٤/ ٢٦٠، ابن عساکر: ١٣/ ٢٦٩، اسناده قوی ارنؤوط.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

66

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ پاکیزہ کے روشن پہلو

یہ وہ بطل حریت ہیں جنھیں رحمٰن کے فرشتوں نے غسل دیا تھا۔ واللہ! ہم خود کو بے بس پاتے ہیں کہ ایسا ہیبت ناک منظر بیان کرسکیں کہ ایک آدمی سرزمین شرف و جہاد میں شہید ہوتا ہے اور اللہ جل وعلا کے حکم سے فرشتوں نے اسے نہلایا ہے۔ واہ! یہ کتنا بڑا اشرف ہے یہ کتنا بڑا فخر ہے۔ یہ بلندی حاصل کرنے والے حضرت حنظلہ بن ابی عامر راہب ہیں۔

حضرت حنظلہ کا والد، ابو عامر نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے جب کہ ابھی آپ نے ظہور نہ فرمایا تھا اور علمائے یہود سے پوچھتے رہتے تھے کہ آپ کی صفات کیا ہیں کہ آپ کب نمودار ہوں گے تاکہ پہچان سکوں اور لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ میں منتظر نبی پر ایمان لاؤں گا اور اس کی اتباع کروں گا۔ جب فجر کا نور چمکا اور سرزمین جزیرہ پر اسلام کا آفتاب نمودار ہوا ساری کائنات نورِ ایمان و توحید سے جگمگائی، حبیبِ کبریاء ﷺ مبعوث ہوئے تو یہی ابو عامر نبی اکرم ﷺ سے حسد کی آگ میں جلنے لگا اور آپ کی رسالت کو تسلیم کرنے سے انکاری ہوگیا۔ نبی ﷺ کے خلاف اس کے سینہ میں حسد، کینہ اور نفرت کی آتشِ شعلہ زن بھڑکنے لگی۔

حق جل جلالہ کی مرضی تھی جو بندوں کے دلوں کی چابیاں اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے کہ اس کے بیٹے حنظلہ کا دل ایمانی نورانیت سے روشن کردے تاکہ اس کے دل میں سکون گھر کر جائے۔ حضرت حنظلہ مسلمان ہوگئے۔ ایمان ان کے دل کی رگ رگ میں پیوست ہوگیا اور انھوں نے محسوس کیا کہ اسی لحظہ نئی زندگی کا آغاز ہوا ہے۔

اللہ کے دوست:

جب حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ میرا باپ، نبی اکرم ﷺ کے مقابلہ میں اپنے دل میں کراہت دبائے بیٹھا ہے تو یہ کھڑے ہوئے تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اپنی دوستی کا برملا اظہار کریں اور نبی اکرم ﷺ سے اجازت کی طلب کہ میں اپنے باپ کو قتل کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ تمہارا دشمن ہے لیکن حبیب کبریاء ﷺ نے انھیں باپ کو قتل کرنے سے روک دیا۔ واہ! یہ کتنا جلیل القدر موقف ہے جو اس عظیم صحابی نے اپنایا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا ایمان کتنا گہرا تھا اور اللہ عزوجل کے لیے اخلاص سے لبریز تھے فقط وہی ان کے دل میں بستا تھا ان کا ارادہ یہی تھا کہ اپنی جان اور مال اللہ کے لیے صرف کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے کامل دوستی کا اعلان کرتے ہیں اور جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن ہے اس سے دشمنی کا اعلان کرتے ہیں خواہ وہ دشمن باپ ہی ہو۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کرنے کا موقف اس لیے اختیار کیا ہے وہ قرآن پاک کی یہ آیاتِ مبارکات تلاوت کرتے تھے۔

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (المجادلہ:۲۲)

”جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت نہیں رکھتے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا خاندان والے ہوں۔ یہ لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور جبریل سے ان کی مدد کی ہے اور انھیں ان بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوئے اور یہ اللہ سے راضی ہوئے یہ اللہ کا گروہ ہیں۔ خبردار! اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہے۔“

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ٰ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾ (التوبة: ۲٤)

”کہہ دو، اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، اور تمہارے قبیلہ والے اور تمہارے وہ مال جنھیں تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس کے گھاٹے سے تم ڈرتے ہو اور رہائش گاہیں جنھیں تم پسند کرتے ہو یہ تمھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ پسند ہیں اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے۔ اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔“

وہ رات جس کی صبح جنت میں بدل گئی:

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ اسی طرح رہتے تھے جس طرح ایک آنکھ دوسری کے ساتھ ہے، آپ کی سیرت و کردار، علم و اخلاق کے شیریں سرچشمہ سے سیراب ہوتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ سے ان کی محبت روز بروز ترقی کرتی جا رہی تھی ان کی یہی آرزو تھی اپنی جان، مال ہر چیز آپ پر قربان کردوں۔ یہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آرزومند تھے کہ رسولِ اکرم ﷺ کوئی حکم دیں اور میں فوراً اس پر عمل پیرا ہو جاؤں۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے ضرورت محسوس کی کہ ایک نیک بیوی ہو جو دین اور دنیا کے امور میں تعاون کرے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی بن سلول سے شادی کی جس صبح جنگ احد تھی اس رات شبِ زفاف تھی جب صبح ہوئی تو احد میں گئے، جنبی تھے ہتھیار بند ہوئے نبی اکرم ﷺ ابھی صف بندی کر ہی رہے تھے کہ یہ آپ سے جا ملے۔ جب دورانِ جنگ مسلمان پسپا ہوئے تو یہ ابوسفیان پر حملہ آور ہوئے۔ ان کے گھوڑے کی کھونچ پر تلوار ماری ابوسفیان نیچے گر گئے ان میں سے ایک آدمی نے حضرت حنظلہ پر حملہ کر دیا اس نے ان میں نیزہ پیوست کر دیا۔ اس سے پہلے بیوی نے کہا میں نے خواب میں دیکھا تھا گویا کہ آسمان پھٹا ہے۔ حنظلہ اس میں داخل ہو گئے ہیں۔ پھر اس کی پھٹن مل گئی ہے۔ میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا شہادت ہو گی۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے وہ حنظلہ کو آسمان اور زمین کے درمیان بادلوں کے پانی کے ساتھ، چاندی کے برتنوں میں غسل دے رہے ہیں۔

اس کی بیوی سے پوچھو، جب پوچھا گیا تو اس نے کہا۔ انھوں نے جب جنگ کی آواز سنی تو جنبی تھے فوراً لپک کر میدان میں اترے، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ فرشتے انھیں غسل دے رہے تھے۔ [1]

مومن ایسا ہی ہوتا:

وہ مومن جس کا دل زندہ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی بجا آوری میں ایک لحظہ بھر تاخیر بھی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝﴾ (الانفال: ۲۴)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو قبول کرو اللہ تعالیٰ اور رسول کو جب وہ تمھیں اس لیے پکاریں کہ وہ تمھیں زندہ کریں، جان لو، بے شک اللہ تعالیٰ بندے اور اسکے دل کے درمیان حائل ہے اور بے شک وہی ہے جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔“

ارشاد ربانی ہے:

﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝﴾ (الشوریٰ: ۴۷)

”اپنے رب کی بات کو قبول کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جسے اللہ سے کوئی بھی واپس کرنے والا نہیں۔ تمہارے لئے اس دن کوئی جائے پناہ نہیں اور نہ ہی تمہارے لیے انکار کرنے والا ہے۔“

ارشاد باری ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ

[1] مستدرک: ۳/ ۲۰۴، صفة الصفوة: ۱/ ۲۵۳، اسناده حسن شیخ مصطفی العدوی، فی فضائل الصحابة.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾ (التوبة:۳۸)

''اے ایماندارو! تمھیں کیا ہو گیا ہے جب تمھیں کہا جاتا ہے اللہ کی راہ میں نکلو تم زمین کی طرف بوجھل ہو جاتے ہو، کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی سے خوش ہو گئے ہو، دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں تھوڑی سی ہے۔''

ایک مومن کو یہ علم ہوتا ہے کہ میری پیدائش کا مقصد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾﴾ (الذاریات:۵۶)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ یہ میری عبادت کریں۔''

ایک ایماندار اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی قبولیت میں سستی کرے تو وہ ڈرتا ہے کہیں دوزخی لوگوں میں شمار نہ ہو جائے۔

﴿سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿١٤٦﴾﴾ (الاعراف:۱۴۶)

''عنقریب میں اپنی نشانیاں ان سے پھیر لوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اگر یہ نشانی دیکھ لیں اس کے ساتھ ایمان نہیں لاتے اور اگر یہ ہدایت کی راہ دیکھ لیں اسے بطور راہ اختیار نہیں کرتے، اگر یہ گمراہی کی راہ دیکھ لیں تو اسے رستہ بنا لیتے ہیں یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور یہ ان سے منہ پھیرتے تھے۔''

یا انھیں خوف ہے کہ اس آیت کی زد میں نہ آ جائیں:

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾﴾ (الاعراف:۱۷۹)

''اور ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے بہت سارے دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں ان کے دل ہیں ان کے ساتھ سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں ان کے ساتھ دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں، ان کے ساتھ سنتے نہیں یہ لوگ چار پائیوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ ہیں یہ لوگ غافل ہیں۔''

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ غافل قرار دیتے ہیں، دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ﴿١﴾ مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿٢﴾ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۗ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٣﴾﴾ (الانبیاء:۱ تا۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"لوگوں کے حساب کا وقت قریب ہے اور یہ غفلت میں منہ پھیر رہے ہیں انکے رب سے جو بھی نیا ذکر آتا ہے اسے سنتے اور یہ کھیلتے ہیں ان کے دل غافل ہیں اور پوشیدہ سرگوشی کرتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا نہیں ہے یہ مگر تم جیسا بشر ہے کیا تم جادو کو آتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو۔"

انسان کو اپنے اللہ کے حکم کو قبول کرنا چاہیے کیونکہ ساری کائنات اس کی اہمیت کو جانتی ہے اور اللہ جل جلالہ کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہے زمین وآسمان کو اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں:

﴿ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿١١﴾﴾ (فصلت:١١)

"آجاؤ، خوشی سے یا ناخوشی سے انھوں نے کہا، ہم فرمانبردار ہو کر آگئے۔"

ارشاد ربانی ہے:

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿٤٤﴾﴾ (الاسراء:٤٤)

"ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں نہیں کوئی چیز مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں بے شک وہ بردبار بخشنے والا ہے۔"

سورنور (۴۱) میں پرندوں کا بھی آتا ہے کہ یہ بھی نماز اور تسبیح جانتے ہیں سورت الحج:۱۸، میں زمین آسمان آفتاب و ماہتاب ستارے پہاڑ درخت جانور سب کا آتا ہے کہ یہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ بلکہ کاروانِ کائنات رواں دواں ہے اور ہر ایک منکر کے کان میں پکار پکار کر کہتا ہے۔

﴿هَٰذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ (لقمان:١١)

"یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جو اس کے سوا کسی نے پیدا کیا ہے وہ مجھے دکھاؤ۔ بلکہ ظالم ظاہر گمراہی میں ہیں۔"

پیارے بھائیو! اور پیکرِ طہارت بہنو! شب و روز اور ماہ و سال گزر رہے ہیں اور عمر کی گاڑی کو کھینچ کر لے جا رہے ہیں اور نسل بعد نسل زندگی کی بساط لپیٹی جا رہی ہے۔ ربِ جلیل کے سامنے خسارہ والے کھڑے ہوں گے جنھوں نے لہو و لعب شہوات، شبہات میں زندگی بسر کی ہوگی۔ اس وقت انھیں زندگی کی قدر و قیمت ہوگی، یہ آرزو کریں گے ہمیں ایک مرتبہ دوبارہ دنیا میں لوٹایا جائے میں ہر ایک دقیقۂ عمر نیکی میں گزاروں گا لیکن یہ آرزو پوری نہ ہوگی۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ندامت نے ہر طرف سے گھیرا ہوگا۔ لیکن یہ وہ وقت ہوگا ندامت کام نہ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی نقشہ کشی فرماتے ہیں۔

﴿قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ ﴿١١٣﴾ قَالَ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١٤﴾ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ (المؤمنون:۱۱۲ تا ۱۱۶)

''کہا تم زمین میں سالوں کی کتنی تعداد ٹھہرے ہو، کہا نہیں ٹھہرے تم مگر تھوڑا کاش کہ تم جانتے۔ کیا تم نے گمان نے کیا تھا کہ ہم نے تمھیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف انھیں لوٹائے جاؤ گے، بلند ہے اللہ تعالیٰ جو سچا بادشاہ ہے نہیں کوئی معبود مگر وہی جو عرش کریم کا رب ہے۔''

سورت طٰہٰ آیات ننانویں تا ایک سو بارہ میں بھی یہی تصور دیا ہے کہ روزِ قیامت مجرموں کی آنکھیں نیلی ہوں گی آپس میں آہستہ کہیں گے تم دنیا میں دس دن ٹھہرے ہو جو سب سے صحیح بتائے گا وہ کہے گا ایک دن ٹھہرے ہو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے زمین ہموار ہو جائے گی آوازیں پست ہو جائیں گی، زندہ رہنے والے قائم رہنے والے رب کے سامنے گردنیں سرنگوں ہوں گی۔ مومن اور نیک عمل والا ہی بچے گا سورت روم (۵۵) میں یہی ہے مجرم روزِ قیامت قسمیں اٹھا کر کہیں گے ہم صرف دنیا میں ایک گھڑی ٹھہرے ہیں۔

حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ ہر روز جب فجر کی پو پھوٹتی ہے تو زبان حال سے پکارتی ہے۔ اے آدم کے بیٹے! میں صبح نو ہوں تیرے عمل پر گواہ ہوں، میں جو گزر گئی تو روزِ قیامت تک نہ لوٹوں گی۔ [1]

ہر لمحہ اور ہر لحظہ ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اللہ کی اطاعت کریں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو فوراً قبول کریں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کریں۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شکل میں کوئی آدمی پیدا کر دیں۔ ہمیں وہ سزا یاد رکھنی چاہیے جس کا ارتکاب ہر وہ آدمی کرتا ہے جو اپنے مقصد زندگی سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو قبول نہیں کرتا۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٥٧﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَ اسْتَكْبَرْتَ وَ كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٩﴾ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٦٠﴾ وَ يُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾﴾ (الزمر:۵۶ تا ۶۱)

''یہ کہے گی جان! ہائے حسرت، اس پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کوتاہی کی ہے۔ میں تو ٹھٹھا کرنے والوں میں سے تھا۔ یا کہے اگر اللہ نے مجھے ہدایت دی ہوتی تو میں پرہیز گاروں میں سے ہوتی۔ یا کہے گی جب عذاب دیکھے گی کاش کہ میرے لیے دوبارہ لوٹنا ہو میں احسان کرنے والوں میں سے ہو جاتی۔ کیوں نہیں تیرے پاس میری آیات آئیں تو نے انھیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو کافروں میں سے تھی۔ قیامت کے دن تو ان لوگوں کو دیکھے گا جنھوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ان کے چہرے سیاہ ہیں کیا دوزخ میں متکبروں

[1] اختاہ انما انت ایام للمصنف: ۲۳.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ٹھکانا نہیں اللہ تعالیٰ نجات دے گا ان لوگوں کو جو ڈر گئے ان کی کامیابی کے ساتھ انھیں برائی نہیں چھوئے گی اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے۔‘‘

یہ ہے حقیقی فخر:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے دو قبیلے اوس اور خزرج آپس میں فخر جتانے لگے۔

اوس نے کہا: ہمیں یہ شان حاصل ہے کہ حنظلہ بن راہب جسے فرشتوں نے غسل دیا وہ ہم میں سے ہے۔ اور رحمٰن کا عرش جس کے لیے جھوم گیا تھا وہ سعد بن معاذ بھی ہم میں سے ہے اور عاصم بن ثابت بن ابوافلح مکھیوں نے جس کی لاش کی حفاظت کی تھی وہ بھی ہم میں سے تھا اور خزیمہ بن ثابت انصاری جس کی گواہی دو شہادتوں کے برابر قرار دی گئی وہ بھی ہم میں سے تھا۔ خزرج والوں نے کہا۔ ہم میں سے چار آدمی ہیں جنھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں قرآن کو جمع کیا ہے کسی اور نے جمع نہیں کیا۔ ایک زید بن ثابت، ابوزید ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم [1]

رضی اللّٰہ عنہ و عنھم اجمعین

تر دامنی پہ ہماری اے شیخ نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضوء کریں

[1] طبرانی کبیر: ٤/ ١٠، ابو یعلی: ٥/ ٣٢٩، اسنادہ صحیح العدوی.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

67

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی سرگزشتِ حق پرست کا تذکرہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تب سنت ہیں یہ وہ خوش خو انسان ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے انھیں سلام کا جواب دیا تھا۔ ہم نے جونہی اس جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حیاتِ مبارکہ کا آغاز کرتے ہوئے جب پہلی بات ہی لکھنا چاہی ہے تو زہد وعبادت کی بادنسیم کے جھونکے محسوس کر رہے ہیں۔

یہ عبادت کی قوت اور اطاعت میں اجتہاد کی کثرت میں ایک مثال تھے۔ روزہ قیام اور تلاوتِ قرآن سے اکتاتے نہ تھے۔ دنیا ان کے دل میں ذرہ برابر گھر نہ بنا سکی۔ انھوں نے اپنی ساری عمر عبادت کے لیے وقف کر رکھی تھی اور انھوں نے ایمان کی شیرینی کا شعور حاصل کر لیا تھا۔ عبادت، تلاوت صیام وقیام کی اتنی زیادہ کثرت تھی کہ وقت پورا نہ آتا تھا۔ جب منادی جہاد کی صدا بلند کرتا تھا تو یہ اگلی صفوں میں بہادرانہ طور پر برسر پیکار نظر آتے ہیں۔ یہ شہادت کے تمنائی تھے ساری عمر کا ہر لحظہ اسی شوق میں گزارتے تھے اور جب جنگ سامانِ حرب وضرب رکھتی تو پھر ہمہ وقت عابد و ذاکر، نظر آنے لگتے یہ امام تھے۔ ایک بہت بڑے عالم تھے، عابد تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کے بیٹے اور خود بھی صحابی تھے۔ یہ اپنے باپ سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ ایک قول ہے ان کا پہلا نام عاص تھا۔ جب یہ اسلام لائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تبدیل کیا اور عبداللہ نام رکھا۔ [1]

ان کے بے شمار فضائل ومناقب ہیں۔ علم وعمل میں پختہ قدم ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مقدار میں حصول علم کیا۔ قرآن پاک سے انھیں بہت زیادہ محبت تھی وہ ان کے عقل و دل پر چھایا ہوا تھا۔ اس کی مکمل حفاظت کی اور اس میں فہم پیدا کیا۔ انھوں نے قرآنِ پاک کو عملی نمونہ میں بدل دیا تھا جو نظر آتا تھا اور اس میں سے لوگ اسلام کی جھلک دیکھتے تھے۔

سنت کی کتابت کا شوقِ فراواں:

ہمارے اس دور میں ایسے منکر پیدا ہو گئے ہیں کہ جو انکار کرتے ہیں کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفارش نہیں کریں گے اور دیگر سنتوں کو بھی نہیں مانتے وجہ یہ بتاتے ہیں کہ آپ نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو سنت کی تدوین اور

[1] ابن عساکر: ۲۰۵، منقول از سیر: ۳/ ۸۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریر سے منع کر دیا تھا۔ جو شخص نبی ﷺ کی سنتوں کا انکار کرتا ہے اس پر بہت زیادہ تعجب ہے کیونکہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے یہ نبی ﷺ کی احادیث میں سے کسی نہ کسی حدیث سے خود استدلال کرتا ہے۔ یہ سنت کے انکار کا فتنہ ہمارے زمانے میں ہی پیدا نہیں ہوا بلکہ یہ پرانی عادت بد ہے۔

ہمارے سلف صالح علمائے کرام نے حبیبِ کبریاء ﷺ کی سنت کے چوہوں کو جو اسے کٹ کر رکھتے ہیں اور اس کے خلاف جنگ برپا کر رکھی ہے انھیں ان کی بلوں میں ایسا داخل کیا ہے کہ یہ باہر نہ آ سکیں گے۔

ان منکرین سنت کے دلائل کا انحصار اس پر ہے کہ سفارش والی سنت ثابت نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے سنت کی تدوین سے روک دیا تھا۔ یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی وفات کے بعد تحریر ہوئی ہیں یہ بادشاہوں کے زمانہ میں لکھی گئی ہیں علمائے کرام ان بادشاہوں سے حسنِ سلوک کرتے تھے ان کے دین کے حساب سے جو چاہتے سنت نقل کر دیتے اور جسے چاہتے مٹا دیتے۔ یہ بات صحت سے گری ہوئی ہے اس میں ذرہ برابر، صداقت نہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے سامنے بیٹھ کر احادیث لکھا کرتے تھے۔

نبی ﷺ کی طرف منسوب حکم تھا کہ سوائے قرآن کے نہ لکھو اس کے باوجود حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی اجازت سے احادیث لکھتے تھے۔ اختلاف کے باوجود کہ احادیث لکھیں یا نہ لکھیں اب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ احادیث کو تحریر کے ذریعہ محفوظ کرنا جائز ہے اور مستحب ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کتابت حدیث کی ممانعت شروع میں تھی تاکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا پورا اہتمام تنہا قرآن پاک پر رہے۔ اور سننِ نبویہ اور قرآن میں امتیاز رہے۔ گڈمڈ نہ ہو۔ جب یہ التباس اور خطرہ دور ہوا اور یہ واضح ہو چکا تھا کہ قرآنِ پاک لوگوں کے کلام سے اشتباہ نہیں رکھتا تو حدیث کی کتابت کی اجازت دے دی گئی۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے صحیح طریق سے ثابت ہے کتابتِ حدیث سے آپ نے منع کیا تھا اور بعد میں اس کی اجازت دے دی تھی۔ لہٰذا جس حدیث میں سنت کی تحریر کی ممانعت آئی ہے وہ پہلے کی ہے اور جس میں اجازت ہے یہ بعد کی ہے پہلی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ میں خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ ابوشاہ یمنی نے اسے لکھنے کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ابوشاہ کو لکھ دو اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو کتابت سنت کی اجازت دی تھی انکی حدیث بھی ممانعت سے بعد والی ہے کیونکہ یہ احادیث لکھتے رہتے تھے یہ جب فوت ہوئے ہیں تو ان کے پاس ان کا صحیفہ تھا، جسے صادقہ کہتے تھے۔ اگر ممانعت بعد والی ہوتی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے اس حکم پر کہ سوائے قرآن کے لکھا ہوا مٹا دو عمل کرتے ہوئے انھیں مٹا دیتے۔ جب انھوں نے مٹایا نہیں اور ثابت رکھا ہے یہ بات دلالت کرتی ہے کہ ممانعت پہلے تھی بعد میں سنت لکھنے کی اجازت تھی۔ الحمد للہ یہ بات بالکل واضح ہے۔ [1]

---

[1] تهذيب السنن: ٥/ ٢٤٥، منقول از سير: ٣/ ٨١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بات دلالت کرتی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اقوال لکھ لیتے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ایک چھوٹے سے صحیفہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث لکھتے ہیں اور اسے اپنی تلوار کے ساتھ حمائل رکھتے۔ ❶

اس کا بقیہ حصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا ہمارے پاس صرف کتاب اللہ اور یہ صحیفہ ہے جو ہم پڑھتے ہیں۔ اس میں یہ لکھا تھا مدینہ منورہ عیر سے ثور تک حرم ہے جو مدینہ میں نیا حادثہ پیدا کرے گا یا بدعتی کو جگہ دے گا اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے روزِ قیامت اس سے اللہ تعالیٰ فرض اور نفل قبول نہ کریں گے اور مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے ان میں سے ادنیٰ بھی اس بارے میں کوشش کرے گا اور جس نے اپنے باپ کے غیر کی طرف اپنی نسبت کی اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اس سے فرض و نفل قبول نہ کریں گے۔ ❷

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جو بھی آپ سے سنوں وہی لکھ لوں۔ فرمایا ہاں لکھو۔ میں نے کہا غصہ اور خوشی میں دونوں حالتوں میں لکھوں۔ فرمایا، ہاں لکھو، میں صرف حق بولتا ہوں۔ ❸

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ احادیث والا نہ تھا۔ سوائے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ لکھ لیتے تھے میں لکھتا نہ تھا۔ ❹ جو ہم نے بیان کر دیا ہے اس بارے میں اس سے زیادہ دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ دلائل آفتاب نیمروز کی مانند روشن ہیں۔ ہم نے اس بحث کو اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے حالات میں اس لیے درج کیا ہے کہ یہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں سے سنت کی تدوین میں سب سے زیادہ حصہ دار ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہمیں حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش نصیب کر دے۔

نفیس باتیں:

ابو عبدالرحمٰن حبلی بیان کرتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا۔ فرماتے ہیں۔ روز قیامت میں مساکین میں سے دسواں ہو جاؤں یہ مجھے زیادہ پسند ہے کہ میں مالداروں میں دسواں شمار ہوں۔ کیوں کہ زیادہ مال و دولت والے، روزِ قیامت قلت والوں میں سے ہوں گے مگر وہ درست رہے گا جو دائیں بائیں مال کا صدقہ کرے۔ ❺

عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم علم کا صحیح حق جان لو تو تم اس کا

---

❶ بخاري: ١٣/ ٢١٧، كتاب الديات، مسلم: ١٣٧٠.

❷ بخاري: ٤/ ٧٣.

❸ احمد: ٢/ ٢٠٧، ابن عساكر: ٢٣١، و اسناده صحيح.

❹ بخاري: ١/ ١٨٤، كتاب العلم، باب كتابة العلم.

❺ الحلية: ١/ ٢٨٨، ابن عساكر: ٢٤١، رجاله ثقات.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شکریہ ادا کرتے ہوئے اتنا لمبا سجدہ کرو کہ تمہاری کمریں ٹوٹ جائیں اور تم اتنا چلاؤ کہ تمہاری آوازیں بیٹھ جائیں۔ روتے رہو، اگر رونا نہیں آتا تو رونے کا انداز اپناؤ۔

عبید اللہ بن ہبیرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ میں خوف الٰہی سے ایک آنسو بہاؤں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک ہزار دینار صدقہ دوں۔ ❶

تواضع کے پیکر:

سلمان بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ بصرہ کے قراء کے ساتھ مل کر میں نے حج کیا، انھوں نے کہا ہم واپس تب آئیں گے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کسی صحابی سے ملاقات کریں گے اور وہ ہمیں حدیث سنائے ہم پوچھتے رہے کہ صحابی کہاں ملیں گے ہمیں بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہیں جو مکہ کے نشیبی علاقہ میں اترے ہوئے ہیں ہم نے ان سے ملنے کا قصد کیا ہم نے دیکھا بہت بڑا سامان ہے تین سو سواریاں سفر کر رہی ہیں ان میں ایک سو تو سواریاں ہیں جن پر سوار ہیں اور دو سو وہ سواریاں ہیں جن پر سامان لدھا ہوا تھا۔ ہم نے پوچھا یہ سامان کس کا ہے انھوں نے بتایا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا ہے ہم نے کہا یہ سارا ان کا ہے ہمیں تو بتایا گیا ہے وہ بہت زیادہ تواضع والے ہیں انھوں نے کہا: یہ سو سواریاں ان کے بھائیوں کی ہیں انھوں نے انھیں سوار کیا ہے اور یہ دو سوریاں سامان والی جو ہیں یہ ان کے لیے ہیں جو لوگ ان کے پاس شہروں سے آئیں گے اور مہمان آئیں گے۔

ہم بہت حیران ہوئے انھوں نے کہا اس میں حیرانگی کی کون سی بات ہے حضرت عبداللہ ایک مالدار آدمی ہیں وہ یہ اپنا حق تصور کرتے ہیں کہ جو ان کے پاس مہمان آئے اسے زادِ راہ زیادہ دیتے ہیں۔ ہم نے پوچھا وہ کہاں ہیں انھوں نے بتایا کہ وہ بیت اللہ میں ہیں۔ ہم ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچے ہم نے دیکھا کہ کعبہ کے پیچھے بیٹھے ہیں دو چادریں اور ایک پگڑی زیب تن کر رکھے ہیں، قمیض نہ تھی اور جوتے بائیں ہاتھ میں لٹکائے تھے۔ ❷

یعلی بن عطاء اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لیے سرمہ تیار کرتا تھا کیونکہ وہ رات کو چراغ بجھا لیتے تھے۔ پھر روتے تھے جس کی وجہ سے ان کی آنکھیں خراب رہتی تھیں۔ ❸

خوبیوں کے پیکر:

ان کے فضائل اعداد و شمار سے باہر ہیں لیکن ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ ہم ان کی یہی خوبی لکھیں کہ آپ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو قلمبند کرتے تھے۔

---

❶ صفة الصفوة: ١/ ٢٧٧، بيهقي في شعب الايمان، و اسناده حسن.

❷ صفة الصفوة:١/ ٢٧٧.

❸ حلية الاولياء: ١/ ٢٩٠، ابن عساكر: ٢٤٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو بھی انھیں پڑھے گا اس کے بعد ان پر عمل کرے گا ، یہ ان کی نیکی کی میزان میں شامل ہوں گی یہی خوبی سب سے اعلیٰ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں آپ کے گھر میں تھا۔ آپ نے فرمایا: تم جانتے ہو گھر میں ہمارے ساتھ اور کون ہے میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! بتایئے کون ہے۔ فرمایا جبریل علیہ السلام ہیں۔ میں نے کہا: اے جبریل ! السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبریل نے تمھیں سلام کا جواب دیا ہے۔ [1]

امت کی افراتفری سے آبدیدہ ہوگئے:

یہ ایک واقعہ ہوا ہے ابن عمرو جس سے بہت متاثر ہوئے۔ اس حادثہ پر آنسو غم کی صورت میں چھلک پڑے۔ کیونکہ آپ اس امت کے فرد تھے جسے اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ قرار دیا ہے۔

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾

(آل عمران:۱۱۰)

”تم بہترین امت تھے جو لوگوں کے لیے نمودار کی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ کے ساتھ ایمان لاتے ہو۔“

عبید بن سعید بیان کرتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوا۔ حصین بن نمیر کا لشکر جب پسپا ہوا۔ تھا تو کعبہ جل گیا تھا اور اس کے پتھر بکھر رہے تھے۔ کیونکہ کعبہ پر قبضہ کے لیے حملہ ہوا تھا۔ کھڑے ہو گئے اور رونے لگے میں نے دیکھا کہ ان کے آنسو رخساروں پر گر رہے تھے۔ کہا۔ لوگو! واللہ! اگرچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تمھیں بتاتے کہ تم اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کرنے والے ہو، اور اپنے رب کے گھر کو جلانے والے ہو۔ کیونکہ حضرت حسین کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ تم نے کہنا تھا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اور کوئی غلط بیانی کرنے والا نہیں۔ میں کہتا ہوں تم نے بہت زیادتی کی ہے اللہ تعالیٰ کے انتقام کا انتظار کرو وہ تمھیں گروہوں میں بانٹ دے گا اور تمہارا بعض تمہارے بعض کو عذاب چکھائے گا۔ [2]

تقویٰ کی انتہاء:

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما تقویٰ کو زادِ راہ تصور کرتے تھے اور اسے عملی طور پر اپنایا تھا قلب و قالب اسی کے حصول میں مصروف تھے۔ آپ جب بھی انھیں دیکھیں گے اللہ کی عبادت یا ذکر الٰہی میں ہمہ وقت مگن ہیں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں۔ لوگ جب سے پیدا ہوئے ہیں مسافر ہی ہیں ۔ یہ سفر کی سواری سے اس وقت ہی اتریں گے جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں جائیں گے ہر عقلمند جانتا ہے کہ سفر میں مشکلات

---

[1] طبرانی، مجمع: ۱۵۹۰٤، اسنادہ حسن۔ [2] سیر اعلام: ۳/ ۹٤.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور خطرات درپیش ہوتے ہیں دورانِ سفر نعمت، لذت اور راحت ڈھونڈنا مشکل ہے۔ ہاں یہ تمام چیزیں سفر کے اختتام پر حاصل ہوتی ہیں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ قدم کی حرکت دورانِ سفر کسی لمحہ رکتی نہیں۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ انسان اب مسافر ہے تو اسے اتنا زادِ راہ لینا چاہیے جو اسے منزل تک پہنچائے جب یہ سفر سے اترے یا سوئے یا آرام حاصل کرے تو چلنے کی استعداد کے مطابق قدم اٹھائے۔ ❶

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما عبادت میں اتنے زیادہ مشغول تھے کہ اتنی گنجائش نہ پاتے تھے کہ وہ لذیذ چیزیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے حلال کیا تھا ان سے فائدہ اٹھائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما خود ہی بتاتے ہیں کہ میرے ابا جان نے قریش کی عورت کے ساتھ میری شادی کردی جب وہ میرے پاس آئی تو میں نے کوئی توجہ نہ دی کیونکہ میری تمام تر توانائی عبادت کے لیے وقف تھی۔

میرے باپ اپنی بہو، میری بیوی کے پاس آئے پوچھا بیٹی! خاوند کیسا ہے کہنے لگی۔ بہت ہی بہترین آدمی ہے اس نے توجہ نہیں کی۔ اور بستر کے قریب نہیں آئے۔ یہ سن کر والد محترم میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے زبانی طور پر ڈانٹا۔ اور کہا میں نے تمہاری شادی ایک اچھے حسب والی عورت سے کی ہے اور تم نے یہ کام دکھا دیا ہے اور اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور میری شکایت کی، آپ نے مجھے طلب کرلیا۔ میں حاضر ہوا۔ کہا۔

تم دن کو صیام اور رات کو قیام کرتے ہو میں نے کہا۔ ہاں۔ جی ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں روزہ بھی رکھتا ہوں۔ افطار بھی کرتا ہوں میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں بیویوں سے ملتا بھی ہوں جو میرے طریقہ سے بے رغبتی کرے گا وہ مجھ سے نہیں اور فرمایا ہر ایک مہینہ میں قرآنِ پاک کی منزل ختم کیا کرو۔ میں نے کہا مجھے اس سے زیادہ طاقت ہے۔ فرمایا دس دن میں ختم کرلیا کرو۔ میں نے کہا، مجھے اس سے زیادہ طاقت ہے فرمایا تین دن میں قرآنِ پاک تلاوت کیا کرو۔ اور فرمایا۔ ہر ماہ تین روزے رکھو، میں نے عرض کی مجھ میں اس سے زیادہ قوت ہے آپ مجھ سے کہتے رہے حتیٰ کہ فرمایا: ایک دن روزہ رکھو۔ اور ایک دن افطار کرو یہ سب سے افضل روزہ ہے یہ میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ ❷

حضرت حسین نے بیان کیا ہے۔ ہر عبادت گزار میں تیزی ہوتی ہے اور ہر تیزی میں سستی ہوتی ہے یہ تیزی یا تو سنت کی طرف ہوتی ہے یا بدعت کی طرف ہوتی ہے اور جس کی سستی سنت کی طرف ہو وہ ہدایت پا جاتا ہے اور جس کی سستی اس کے علاوہ ہو تو وہ ہلاک ہوا۔ ❸ مطلب ہوا بدعت تباہی ہے خواہ اس پر سستی سے ہی چلیں اور سنت نجات ہے خواہ اس پر سستی سے ہی عمل کیا جائے۔

---

❶ الفوائد: ۲۷۰.

❷ مسند: ۲/ ۱۵۸، و رجاله ثقات و اصله فی البخاری: ۵۰۵۲، کتاب فضائل القرآن .

❸ ابن ابی عاصم، ابن حبان فی صحیحه و اسناده صحیح ، ظلال الجنة: ۵۱ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ کی قرآن کی منزل تین رات میں ہوتی تھی۔ آپ نے منع کیا ہے کہ اسے تین رات سے کم میں پڑھا جائے۔ ❶

یہ حکم قرآنِ پاک کے اس حصہ میں تھا جتنا ابھی نازل ہوا تھا اور جو اس حکم کے بعد قرآن نازل ہوا ہے اس کا کم از کم مرتبہ یہ ہے کہ سارے قرآن کی تلاوت تین دن سے کم میں کرنا مکروہ ہے کیونکہ جو اس سے کم میں پڑھے گا وہ نہ تو اسے سمجھے گا اور نہ تدبر کر سکے گا۔

اگر کوئی تلاوت کرے گا اور ایک ہفتہ میں ترتیل سے پڑھے اور اسے معمول بنا لے تو یہ ایک فاضل عمل ہے، دین آسان ہے۔ واللہ! تہجد میں قرآنِ پاک کا ساتواں حصہ ترتیل سے پڑھنا اور مؤکدہ نوافل پر محافظت بھی کرنا، نماز چاشت پڑھنا، مسنون طور پر منقول اذکار پڑھنا تحیۃ المسجد اداء کرنا اور سوتے وقت اور بیدار ہوتے وقت کے اذکار پڑھنا فرض نماز اور سحری کے بعد کے اذکار کرنا، ساتھ ساتھ نفع بخش علم میں نظر رکھنا اور اس کے ساتھ مشغول ہونا۔ امر بالمعروف کرنا، جاہل کی راہنمائی کرنا اور اس دین کو سمجھانا اور فاسق کو فسق سے روکنا وغیرہ۔ اور فرائض باجماعت ادا کرنا، خشوع وخضوع اور اطمینان مدنظر رکھنا اور انکساری بھی اختیار کرنا اور ایمان رکھنا، واجبات ادا کرنا کبائر سے اجتناب کرنا، کثرت سے دعا واستغفار کرنا صدقہ کرنا صلہ رحمی کرنا، تواضع اپنانا اور ہر کام میں اخلاص پیدا کرنا یہ ایک عظیم شغل ہے۔

یہ دائیں جانب والے اور اللہ کے پرہیز گار بندوں کا مقام ہے یہ سب چیزیں مطلوب ہیں اور محبوب ہیں۔ جب ایک عابد انسان روزانہ ایک قرآن ختم کرنے میں مصروف ہوگا تو وہ بہ آسانی یک طرفہ دن کی مخالفت والا ہوگا جو ہم نے ذکر کیا ہے اس سے زیادہ نہ کر سکے گا اور نہ ہی تلاوت میں تدبر کر سکے گا۔ ❷

مجاہد کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جب ناتواں ہو گئے اور عمر بڑی ہوگئی تو کئی دنوں کے روزے رکھتے تھے اور روزے سے روزہ ملاتے تھے تاکہ قوت حاصل کریں اور پھر اتنے دن ہی روزے کی چھٹی کرتے تھے۔ اسی طرح اپنا وظیفہ بھی کم وبیش کرتے تھے ہاں تعداد پوری کر لیتے تھے سات دن میں یا تین دن میں تلاوت کا وظیفہ پورا کر لیتے تھے۔ اس کے بعد کہتے تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا تو یہ سب سے اچھی تھی۔ مگر جس عمل پر میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوا ہوں اب میں اسے بدلنا پسند نہیں کرتا وہی جاری رکھوں گا۔ ❸

صفین کے دن پر اشکِ ندامت:

اس عابد وزاہد کے دن گزرتے گئے، جس نے اپنی ساری زندگی اللہ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ ساری عمر کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جس میں اپنے نفس کے فوائد یا خواہشات اٹھانے کی ذرہ برابر آمیزش ہو۔

عمر دراز ہوئی، حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت پایا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت

❶ ابوداؤد: ۱۳۹۴، کتاب الصلاۃ والترمذی: ۲۹۵۰، حدیث حسن، صحیح.

❷ سیر اعلام: ۳/ ۸۴. ❸ صفۃ الصفوۃ: ۱/ ۲۷۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کی ایک شرط تھی کہ قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ پیش کرو تب ہم تمہاری بیعت کریں گے۔ اس طرح دونوں کے درمیان فتنہ پیدا ہو گیا۔ اس فتنہ میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب مجتہد تھے اور تاویل والے تھے جو ان کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ انھوں نے قصداً نافرمانی کرتے ہوئے اختلاف برپا نہیں کیا اور ان کا کسی طور دنیا حاصل کرنے کا ارادہ نہ تھا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ کو معلوم ہونا چاہیے جو خونریزیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جاری ہوئی تھیں یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ڈانٹ میں داخل نہیں کہ جب دو مسلمان آپس میں تلواریں لے کر سامنا کرتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں دوزخ میں ہیں۔

اہلِ سنت کا مذہب صحابہ کرام کے متعلق یہی ہے کہ ان کے ساتھ حسنِ ظن رکھا جائے اور ان کے آپس کے اختلاف سے ہم رک جائیں بحث نہ کریں اور ان کی لڑائی کی تاویل کریں کہ یہ مجتہد تھے انھوں نے قصداً نافرمانی نہیں کی اور نہ ہی محض دنیا کا حصول ان کے مدنظر تھا ان میں سے ہر فریق کا یہی عقیدہ تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف باغی ہے لہٰذا اس پر لڑائی فرض ہے تاکہ یہ فریق اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ ان میں سے بعض درست موقف والے تھے بعض غلط والے تھے اور غلطی میں معذور ہیں کیونکہ یہ مجتہد ہیں مجتہد جب غلطی کرے تو اس پر گناہ نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر اور ان جنگوں میں درست موقف پر تھے یہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ یہ معاملات مشتبہ تھے حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اس میں حیران تھی یہ دونوں گروہوں سے علیحدہ رہے تھے۔ انھوں نے لڑائی نہیں کی اور نہ ہی انھیں راہِ صواب کا یقین ہو سکا تھا۔ اس لیے انھوں نے تعاون کا ہاتھ کھینچ لیا۔ (شرح مسلم)

دونوں گروہوں کے درمیان جنگ جمل ہوئی پھر اس کے بعد صفین واقع ہوئی۔ حضرت عمرو بن عاص، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فریق میں تھے یہ جانتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ پر اعتماد کرتے ہیں حضرت عمرو نے حضرت عبداللہ سے کہا میرے ساتھ چلو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے ان کا ارادہ لڑائی کا نہ تھا یہ تو بس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے تابع ہو کر گئے تھے کہ آپ نے انھیں ایک دن کہا تھا۔

جب تک باپ زندہ ہے اس کی اطاعت کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔ لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کسی کے خلاف تلوار نہ اٹھائی تھی۔ اور کچھ عرصہ وہاں ٹھہرے پھر معرکہ کی زمین چھوڑ کر آ گئے۔ یہ اس وقت پیچھے ہٹے تھے جب انھیں علم ہوا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت میں تھے۔ انھیں یاد آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ افسوس! ابن سمیہ! (عمار) تجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ صفیں چیرتے ہوئے گئے اور شیر کی مانند دھاڑ رہے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد دلاتے تھے تاکہ وہ پہچان لیں کہ ان کا اجتہاد غلط ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے جو انھیں قتل کریں گے باغی ہونے کی گواہی دی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اپنی یہ بات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچائی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ اور ان کے والد حضرت عمرو رضی اللہ عنہما دونوں کو بلایا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا دل غم سے بھرا ہوا تھا۔ کہ حضرت عمار شہید ہو چکے ہیں۔

حنظلہ بن خویلد عنبری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ ان کے پاس دو آدمی، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کے بارے میں مقدمہ لے کر آئے تھے۔ ہر ایک کا یہ دعویٰ تھا کہ میں نے انھیں قتل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارا حق ہے کہ خود کو خوش کرو میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کہا تھا کہ تجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔ حضرت معاویہ نے حضرت عمرو سے کہا اے عمرو! ہمیں اپنے اس دیوانے بیٹے سے معاف رکھو۔ اور عبداللہ سے کہا اگر یہ بات ہے تو پھر ہمارے ساتھ کیوں ہو؟ اس کے جواب میں حضرت عبداللہ نے کہا کہ میرے ابا جان نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جب تک باپ زندہ ہے اس کی بات مانو، میں اس حکم کے تحت آیا ہوں۔ میں کوئی لڑنے نہیں آیا۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جب صفین سے واپس لوٹے تو یوں محسوس کر رہے تھے کہ یہ میری زندگی کا سیاہ ترین صفحہ ہے۔ جس نے ان کی زندگی کی صاف بہار کو گدلا کر دیا ہے۔ ان کا دل غم سے لبریز تھا اور افسوس سے معمور تھا حالانکہ وہ اس دن لڑے نہیں تھے اس کے باوجود جب اسے یاد کرتے تو کہتے۔

صفین کا دن کیا ہے مسلمان اس دن باہم لڑے، کاش! میں اس سے دس بیس سال پہلے ہی مر گیا ہوتا اگرچہ میں نے نہ تو اس میں شمشیر زنی کی ہے اور نہ ہی میں نے تیر پھینکا ہے۔ پھر بھی مجھے یہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ [2]

وعدہ وفائی:

ہم جس دور میں سانس لے رہے ہیں الا ماشاء اللہ کوئی ہے جو ایفائے عہد کرے اور اپنے اقوال و اعمال میں سچا ہو، وگرنہ اکثریت اس کی پرواہ نہیں کرتی۔ یہ ہیں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جو وفائے عہد میں ہمارے لیے ضرب المثل اور لائق تقلید ہیں۔ ہارون بن رئاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی وفات کا وقت قریب ہوا تو کہا قریش کے ایک آدمی نے میری بیٹی سے رشتہ کا پیغام بھیجا تھا یہ تقریباً وعدہ ہی ہو چکا تھا۔ واللہ! میں اللہ عزوجل کو نفاق کا تیسرا حصہ لے کر نہیں ملنا چاہتا کیونکہ یہ وعدہ پورا نہ کرنا نفاق کی تین نشانیوں میں سے ایک ہے گواہ رہو، میں نے اپنی بیٹی اس قریشی سے بیاہ دی ہے۔ [3]

---

[1] مسند احمد: ۲/ ١٦٤، ابن عساکر: ٢٤٨، و اسناده صحيح.

[2] ابن سعد: ٤/ ٢٦٦، ابن عساکر: ٢٥٧، رجاله ثقات.

[3] صفة الصفوة: ١/ ٢٧٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقتِ رحلت:

عمر دراز گزارنے کے بعد جو اطاعت، زہد، عطاء و بخشش اور اللہ کی راہ میں جہاد سے معمور تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بستر مرگ پر لیٹ جاتے ہیں اللہ کی رحمت سے پر امید ہیں۔ اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمنشینی کے شوق سے رحمٰن رب کی جنت میں جانے کے لیے آہیں بھر رہے تھے۔ وہ جنت جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے سنا نہیں کسی دل میں خیال نہیں گزرا وہاں آپ سے ملاقات ہو۔ یحییٰ بن بکیر کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما مصر میں فوت ہوئے۔ ور ۶۵ ہجری میں اپنے چھوٹے سے گھر میں دفن ہوئے۔ شیخ شعیب ارنؤوط نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ کندی نے کتاب الولاۃ (۶۵) پر بیان کیا ہے۔ اکدر بن حمام جسے مروان بن حکم نے قتل کیا تھا۔ جب یہ ۶۵ ہجری کو مصر آیا تھا۔

موسیٰ بن علی بن رباح اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں مروان کے دروازے پر کھڑا تھا کہ اکدر کو لایا گیا اسے ۶۵ ہجری ماہِ جمادیٰ کی نصف تاریخ کو قتل کیا گیا تھا اسی دن حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے وفات پائی تھی یہ مروان حضرت عبداللہ کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکا تھا کیونکہ لشکر نے مروان کے خلاف شور و شغب بپا کر رکھا تھا۔ اور حضرت عبداللہ کو ان کے گھر میں دفن کیا گیا۔[1]

یہ ہے اس دنیا فانی سے زاہد و عابد، پرہیز گار کا سفر یادگار، جو حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا کاتب تھا اور یہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جا ملا۔

اللہ تعالیٰ اپنی جنت میں اور کرامت کے گھر میں اور رضوان کے باغوں میں ہر کمی سے پاک انعامات سے نوازیں۔ (آمین)

رضی اللہ عنه و عنهم اجمعين

[1] سیر اعلام: ۳/ ۹۴.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

68

حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کی روح پرور زندگی کی جھلک

انھوں نے کہا تھا۔ اللہ اکبر کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہوا۔ واہ! ان کا ایک ایسا بے مثال کارنامہ ہے جو صدیاں بیت جائیں نادر ہی رونما ہوتا ہے۔ جو اوپر ہم نے کلمات نقل کیے ہیں یہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ حرام بن ملحان کے منہ سے نکلے تھے۔ جب انھوں نے شہادت کا رتبہ پایا تھا اور اپنا خون دیکھا جو قرآنِ پاک کی مقدس آیات اور پاکیزہ حروف میں آمیزاں تھا اور اسلام سے متاثر تھا۔ پیچھے سے ایک نیزہ آیا وہ جسم شریف میں پیوست ہو گیا اور اس سے خون نچڑنے لگا اس سعادت کو انھوں نے ایسے یادگار الفاظ سے ادا کیا کہ اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا۔ یہ الفاظ ہی اس لمحہ ان کے وردِ زباں ہونے چاہیے تھے کیونکہ انھوں نے حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر تربیت حاصل کی تھی جو انھیں وہی آیاتِ مبارکات سامعہ نواز کراتے رہتے تھے جو ایمانداروں کو اللہ کی راہ میں جہاد پر ترغیب دلاتی تھیں اور شہداء کے لیے اجر عظیم بتاتی تھیں اور رحمان ورحیم کی جنت میں ان شہداء کا مقام بیان کرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے جہاد سے پہلے ایمان کا ذکر کیا ہے کیونکہ جہاد کے لیے سعی تب ہی ہو سکتی ہے اور ثابت قدمی تب ہی ممکن ہے جب ایمان صادق ہو اور نیت ثواب کی ہو اسلام سب سے پہلے عقیدہ کا دین ہے اور ایسے کٹھن مقامات پر وہی ٹھہر سکتا ہے جس آدمی کا عقیدہ راسخ ہو۔ ارشاد باری ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ هَلۡ أَدُلُّكُمۡ عَلَىٰ تِجَٰرَةٖ تُنجِيكُم مِّنۡ عَذَابٍ أَلِيمٖ ۝١٠﴾ (الصف: ١٠)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو کیا میں تمھیں وہ تجارت بتاؤں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچائے۔“

برادرانِ گرامی قدر! اس منافع بخش تجارت پر غور کرو، جس کی شرائط اللہ تعالیٰ نے سورت توبہ (۱۱۱) میں بیان کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں سے ان کی جانیں مالِ جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔ کسی گزرے ہوئے نیک بزرگ نے کمال نکتہ بیان کیا ہے کہ جان کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے مال بھی اسی نے دیا ہے اس کے بعد یہ اس کی دی ہوئی چیزیں ہم اسے واپس لوٹا دیں وہ ہمیں جنت کی بخشش کرتا ہے۔

واہ یہ کتنی بڑی کامیابی ہے۔ یہ سود جو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے بڑی ہی شرف والی کتابوں میں ذکر ہوا ہے تورات، انجیل اور قرآن مجید میں۔ ذرا غور کریں۔ خریدار اللہ تعالیٰ ہے قیمت جنت ہے اس کا سامان اللہ کی راہ میں جہاد ہے کہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جان و مال اس میں صرف کرو۔ جنت دوں گا۔ اور یہ دستاویز قرآن جیسی سچی کتاب میں ہے۔ اس سے زیادہ مضبوط معاہدہ کہاں سے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔ اگر تم اپنی جانیں ہمارے ہاں فروخت کرتے ہو تو ہم جان اور مال وافر مقدار میں تمھیں دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝﴾ (آل عمران:١٦٩، ١٧٠)

”ہرگز نہ تو گمان کر ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔ خوش ہونے والے ہیں اس کے ساتھ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے اور ان لوگوں کے ساتھ خوشی کا اظہار کرتے ہیں جو ان کے پیچھے ہیں اور انھیں ملے نہیں یہ کہ ان پر خوف نہیں اور نہ ہی یہ غم کھائیں گے۔“

جہاد کے متعلق رسولِ کرم ﷺ کی احادیث کا معطر گلدستہ ہے جس پر بار بار غور کرو۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے شہید کو سات عادات عالیہ سے نوازا ہے۔

١: اس کا قطرۂ خون کے گرتے ہی اسے بخش دیا جاتا ہے اور یہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے۔

٢: اسے ایمان کا جوڑا زیب تن کرایا جاتا ہے۔

٣: بہتر حوروں سے اس کی شادی کی جاتی ہے۔

٤: اسے عذاب قبر سے پناہ دی جاتی ہے۔

٥: بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہتا ہے۔

٦: اور اسے ایک یاقوت کا تاج وقار پہنایا جاتا ہے۔ جو ساری دنیا سے بہتر ہے۔

٧: اپنے گھر والوں میں سے ستر آدمیوں کی سفارش کرتا ہے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو بھی اس دارِ فانی سے چلا جاتا ہے اور جنت میں داخل ہو تو کوئی بھی اس دنیا میں واپس آنا پسند نہیں کرتا۔ اگرچہ اسے ساری زمین دے دی جائے صرف شہید تمنا کرتا ہے کہ اسے دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے اور دس مرتبہ راہِ اللہ میں کٹ مرے۔ کیونکہ یہ دیکھتا ہے کہ شہادت کی موت میں بہت عزت ہے۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنت میں سو درجات ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے

---

[1] ترمذی، وصححه الالبانی فی صحیح الجامع:٥١٨٢.

[2] بخاری مسلم، صحیح الجامع:٥٥١٩.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

والوں کے لیے تیار کیا ہے دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس مانگنا، یہ جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔ ❶

اس کے برعکس جو جہاد چھوڑ دیتا ہے اور غزوہ کی سوچ بھی نہیں رکھتا۔ اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جو غزوہ کیے بغیر مر جاتا ہے اور نہ ہی غزوہ کا خیال دل میں لاتا ہے وہ نفاق پر مرا ہے۔ ❷

حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ ان آیات اور احادیث کے ساتھ زندگی کے لمحات معطر کر رہے تھے جو صادق و مصدوق پیغمبر ﷺ کے منہ مبارک سے نکلی تھیں جو اپنی خواہش پر بولتے ہی نہیں تھے حرام کی تمنا ہی یہ تھی اللہ تعالیٰ مجھے اپنی راہ میں شہادت سے نواز دیں۔ یہ ایک ایسی کامیابی ہے جس کے بعد خسارہ کا خوف نہیں۔ یہ نہایت ہی تذلل، اخلاص اور گڑگڑاہٹ کے ساتھ اللہ سے شہادت مانگتے تھے۔ شب و روز گزر گئے آخر یہ وعدہ کا دن آ گیا وہ گھڑی آن پہنچی جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں اس عظیم نعمت شہادت سے شاد کام کیا۔

بئر معونہ کا جانکاہ حادثہ:

اس حادثۂ جانکاہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو براء عامر بن مالک جسے تیروں کا کھلاڑی کہتے تے یہ مدینہ میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آیا آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی یہ اسلام نہ لایا۔ اور نہ ہی دور ہوا کہ نفرت ظاہر ہو کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ اگر آپ اپنے ساتھیوں کو اہلِ نجد کی طرف بھیجیں جو انھیں دین کی دعوت دیں امید ہے وہ قبول کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ڈر ہے وہ اہلِ نجد نقصان پہنچائیں گے ابو براء نے کہا میں انھیں پناہ دیتا ہوں۔ آپ نے اس کے ساتھ ستر آدمی بھیجے اور منذر بن عمرو کو ان پر امیر مقرر کیا جو بنو ساعدہ میں سے تھے۔ ان کا لقب تھا۔ موت کے لیے آزاد ہونے والے یہ بہترین مسلمان فاضل سردار، اور عمدہ قاری تھے۔

یہ روانہ ہوئے یہ دن کو ایندھن اکٹھا کر کے فروخت کرتے تھے اور اصحابِ صفہ کے لیے کھانا خریدتے تھے اور قرآنِ پاک پڑھتے پڑھاتے تھے۔ رات کو نماز پڑھتے حتیٰ کہ معونہ کے کنوئیں پر اترے یہ بنو عامر اور حرہ بن سلیم کے درمیان جگہ ہے یہ وہاں اترے اور حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو بھیجا جو کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ وہ پیغام لے کر گئے جو رسولِ اکرم ﷺ نے اللہ کے دشمن، عامر بن طفیل کی طرف بھیجا تھا اس ظالم نے اس مکتوب کو دیکھا تک نہیں اور اس نے ایک آدمی کو حکم دیا جس نے حضرت حرام کے پیچھے سے انھیں ایک نیزہ مارا جو پار گزر گیا۔ اور جب حضرت حرام نے خون دیکھا تو کہا۔ اللہ اکبر۔ کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہوا۔ اور یہ مقدس خون چہرے اور سر پر مل دیا۔ ❸

---

❶ بخاري، احمد، صحيح الجامع: ٢١٢٩، الصحيحة: ٩٢١.

❷ مسلم، احمد، ابوداود، عن ابى هريرة، صحيح الجامع: ٦٥٤٨.

❸ بخاري: ٤٠٨٨، مسلم: ٣٠٢، (٦٧٧) (٣١٧٠) سيرت ابن هشام: ٣/ ٦٧٨، بخاري: ٧/ ٤٤٦، كتاب المغازي.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پردۂ برزخ سے صدا:

اس دلفگار حادثہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت المناک ہوئے اور دوسرا واقعہ رجیع کا تھا یہ دونوں چند دنوں کے وقفہ سے رونما ہوئے تھے۔ آپ کو سخت صدمہ ہوا، غم اور بے قراری آپ پر چھا گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قوموں اور قبائل پر بددعاء کی جنھوں نے آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے غدر کیا اور دھوکہ دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے بئر معونہ کے قاتلوں پر تیس روز بددعاء کی فجر کی نماز میں رعل، ذکوان، لحیان، اور عصیہ پر بددعاء کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ عصیہ قبیلہ نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنِ پاک نازل کیا کہ ہماری قوم تک یہ پیغام پہنچا دو ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی ہے وہ ہم سے راضی ہوا ہے۔ ہم اس سے راضی ہوئے ہیں۔ اس کے بعد یہ منسوخ ہو گیا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت چھوڑ دی۔ [1]

انتباہ:...... یہاں وضاحت کر دیں کہ قنوت نازلہ منسوخ نہیں ہوئی یہ آج بھی قومی سانحہ پر کی جاسکتی ہے۔ (مترجم)

معزز برادرانِ کرام! یہ ہیں حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ جو شہادت کی تمنا کرتے ہیں کیونکہ انھیں شہادت کی قدر و قیمت کا پتہ تھا۔

آہ آج کے حالات کا تقاضا ہے کہ کوئی اٹھے اور شہادت کی یہ آرزو لیے آئے اور جب یہ آرزو پوری ہو تو کہے۔ میں کعبہ کے رب کی قسم کامیاب ہوا۔ ہم اپنے اور سب کے لیے شہادت کی موت کا سوال کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں نصیب کرے۔

رضی اللہ عنہ و عنهم اجمعين

---

[1] بخاري:٢٨١٤، مسلم:٢٩٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

69

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی پیاری زندگی کی جھلک

حضرت محمد مصطفی، سید الانبیاء ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تمغہ عطا کیا تھا۔ واللہ! اے معاذ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے دین میں سمجھ عطا کر دیتے ہیں۔ (1) علم کی نعمت ایک عظیم نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ مزید علم طلب کریں۔ فرمایا:

﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴿١١٤﴾﴾ (طٰہٰ:١١٤)

''اور کہہ دو! اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما دو۔''

یہ بھی علم اور علماء کی عظمت ہے اور اللہ کے نزدیک قابلِ قدر بات ہے کہ توحید پر شہادت کے وقت جو کہ ایک عظیم شہادت ہے اللہ پاک نے علماء کی گواہی بیان کی ہے پہلے اللہ تعالیٰ نے گواہی دی پھر دوسرے نمبر پر فرشتوں کی گواہی دی اس کے بعد اہلِ علم کی گواہی دی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٨﴾﴾ (آل عمران:١٨)

''اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں نہیں کوئی معبود مگر وہی اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اہل علم بھی گواہی دیتے ہیں وہ انصاف کے ساتھ قائم ہے نہیں کوئی معبود مگر وہی غالب حکمت والا ہے۔''

علمائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ خوفِ الٰہی سے لبریز قرار دیا ہے۔

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ﴾ (فاطر:٢٨)

''بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے سب سے زیادہ علماء ڈرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾﴾ (الزمر:٩)

(1) بخاری، مسلم و عن معاویة، صحیح الجامع: ٦٦١١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''کہہ دو! وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر نہیں۔ نصیحت وہی پکڑتے ہیں جو عقل والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ (المجادلہ:۱۱)

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بلند کرتا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور وہ لوگ جو علم دیئے گئے ان کے درجات میں بلند کرتا ہے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابِ علم سے رشک کرنے کی اجازت دی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ رشک دو آدمیوں کا کیا جائے ایک وہ آدمی جسے اللہ نے حکمت دی ہے وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔ دوسرا وہ آدمی جو مال اللہ کی راہ میں صرف کرتا ہے۔ [1]

اللہ کے نزدیک علمائے کرام کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے وہ حاکم قرار دیا ہے جن کی جانب رجوع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء: ۵۹)

''اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسولِ اکرم کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر کی بھی اطاعت کرو۔''

حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اولوا الامر سے مراد علماء اور فقہاء ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کیا ہے کہ ہم علمائے کرام کی طرف جوع کریں اور جب حادثات نازل ہوں ہم ان سے رابطہ کریں۔

﴿وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ (النساء: ۸۳)

اگر یہ معاملہ رسول اللہ کی طرف لوٹاتے اور ان میں سے اولی الامر کی طرف لوٹاتے جو اس کی گہرائی میں اترتے ہیں تو وہ اسے جان لیتے بھائی جان لو۔ طلب علم دخولِ جنت کا نزدیک ترین راستہ ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو ایسی راہ کی جستجو کرتا ہے جو علم کی طرف جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی طرف رستہ آسان کر دیتے ہیں۔ [2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو علم کی راہ پر رواں دواں ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ جنت کی راہ پر چلاتے ہیں اور طالب علم سے خوش ہو کر فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کے لیے زمین اور آسمان کی ہر چیز بخشش مانگتی ہے اور مچھلیاں پانی کے اندر اس کے لیے دعاء مانگتی ہیں اور ایک عالم کی فضیلت ایک عبادت گزار پر اس طرح ہے جس طرح چودھویں کے چاند کی فضیلت ستاروں پر ہے۔ علماء انبیائے کرام کے وارث ہیں۔

❶ بخاری، مسلم عن ابن مسعود صحیح الجامع: ۷۴۸۸.

❷ ترمذی عن ابی ہریرۃو صححہ الالبانی فی صحیح الجامع: ۶۲۹۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انبیائے کرام درہم و دینار کے وارث نہیں بناتے بے شک یہ علم کا وارث بناتے ہیں جو یہ علم حاصل کرے گا وہ وافر حصہ پائے گا۔ [1]

ہم ان سطور کی روشنی میں علمائے کرام کے سرخیل اور امام اور علم حلال وحرام کے ماہر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا جائزہ لیں تو ان کی قدر و قیمت دو چند ہو جاتی ہے۔

امام الفقہاء کنز العلماء ہیں عقبہ میں حاضر تھے۔ بدر اور دیگر معرکوں میں شریک ہوئے۔ آپ انصار کے نوجوانوں میں سے افضل جوانِ رعنا تھے۔ حلم، حیاء جود وسخا کے پیکر تھے خوبصورتی اور جمال کا سراپا تھے۔ رنگ سفید، چہرہ روشن تھا، دانتوں سے چمک اٹھتی تھی۔ سرمگین آنکھیں تھیں نرم خو تھے۔ واہ۔ کیا ہی خوب تھے سید تھے۔ گوئے سبقت لے جانے والے تھے ایمان ویقین کا مجسم تھے۔ واہ کتنے ہی خوب معلم تھے یمن کے فاتح تھے ان کی خوبیاں دلکش ہیں اور ان کے خصائص عظیم ہیں۔ فقہ میں اتنے بلند کہ اس امت میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ اگر حضرت معاذ بن جبل نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب باتیں کرتے تھے اور ان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم بھی ہوتے تو ان کی اتنی ہیبت تھی لوگ انھیں دیکھتے تھے۔ ان کے منہ سے ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے موتی جھڑ رہے ہیں اور نور نکلتا ہے۔ علم کے عظیم منصب پر فائز تھے مسلمان ان کے لیے اپنے دل میں بڑی جلالت رکھتے تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں اور آپ کے بعد لوگ ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ جس دن فوت ہوئے ان کی عمر تینتیس برس سے زیادہ نہ تھی۔ بے شمار علم حاصل کیا اتنی چھوٹی عمر میں فقہ اور حلال وحرام جاننے میں امت سے آگے بڑھتے گئے تھے۔ اور نو سال میں یہ سارا علم حاصل کیا تھا۔ [2]

اسلام کے سایہ میں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، دعوت الی اللہ کے ثمرہ کا مبارک نتیجہ تھے۔ یہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام لائے تھے۔ یہ اپنی دعوت میں حکمت اچھی موعظت اور رحمت پر اعتماد کرتے تھے اور یہ بہترین اسلوب ہے جو دعوت الی اللہ میں کارگر ہے۔

عقبہ کی رات میں حاضر تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ان بہتر (۷۲) آدمیوں میں شامل تھے۔ جنھوں نے اس عقبہ کی مبارک بیعت میں شرکت کی تھی۔ انھوں نے حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور بیعت کی اور تاریخ کی پیشانی پر روشن کارنامہ تحریر کیا۔

---

1. کتاب صدقوا ما عاهدوا الله: ۱۰۷، احمد و اصحاب السنن عن ابی درداء وصححه الالبانی فی صحیح الجامع (۶۲۹۷)
2. ترطيب الافواه بذكر من يظلهم الله: ۱/ ۲۷۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعوت الی اللہ کی برکت:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب عقبہ سے واپس مدینہ منورہ لوٹے تو یقین کر لیا، جو خیر ان کے دامن میں آئی ہے یہ صرف دعوت الی اللہ کی برکت سے ہوئی ہے۔ یہ کھڑے ہوئے اسلام کا جھنڈا لہرایا تاکہ لوگوں کو ہاتھوں سے پکڑ کر رحمان جل و علا کی جنت میں داخل کریں۔ اسی دعوت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انھیں بنو سلمہ کے ایک سردار کے ایمان لانے کا سبب بنا دیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ دوسرے اسلام لانے والے جب مدینہ میں آئے تو انھوں نے اسلام کا اظہار کیا۔ ان کی قوم میں کچھ بوڑھے تھے جو اپنے شرک والے دین پر تھے۔ ان میں عمرو بن جموح تھے۔ ان کا بیٹا معاذ بن عمرو یہ بھی عقبہ میں حاضر تھا۔ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ عمرو بن جموح بنو سلمہ کے سردار تھے اور ان کے اشراف میں شمار ہوتے تھے۔ انھوں نے اپنے گھر میں لکڑی کا ایک بت رکھا ہوا تھا۔ جسے منات کہا جاتا تھا۔

یہ بھی اشراف کی مانند اس کی تعظیم کرتے تھے۔ اسے معبود قرار دیتے تھے۔ اور اسے پاک و صاف رکھتے تھے۔

بنو سلمہ کے نوجوان حضرت معاذ بن جبل اور معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور دیگر نوجوان جو اسلام لائے تھے۔ یہ عمرو کے بت کے پاس رات کو جاتے اسے اٹھا لاتے اور قبیلہ کے قریب کسی گڑھے میں پھینک دیتے اس میں گندگی ہوتی اس میں اوندھے منہ پھینک دیتے، صبح ہوتی تو عمرو کہتے افسوس ہے رات ہمارے معبود کو کون لے جاتا ہے پھر اسے تلاش کرتے وہ مل جاتا تو اسے دھوتے پاک و صاف کرتے اور کہتے واللہ! اگر مجھے پتہ چل جائے یہ تیرے ساتھ کون کرتا ہے میں اسے رسوا کر دوں گا۔ نوجوان پھر یہی کرتے اور یہ تلاش کرتے اسے نہلاتے جب یہ زیادہ ہی ہو گیا تو اکتا گئے۔ تو اس کے گلے میں تلوار لٹکا دی اور کہا: مجھے تو پتہ نہیں چلتا یہ کون کرتا ہے اگر تجھ میں خیر ہے تو اسے روک لینا۔ یہ تلوار تیرے پاس ہے۔ رات کو ان نوجوانوں نے بت کی گردن سے تلوار پکڑ لی پھر ایک مردہ کتا لیا اور بت کو اس کتے کے ساتھ باندھ دیا اور کنوئیں میں پھینک دیا۔ عمرو اسے تلاش کرنے نکلے تو اسے وہیں پایا جہاں سے پہلے لے کر آتے تھے کہ اوندھا پڑا ہے ساتھ مرا ہوا کتا بھی ہے جب اسے اس حال میں دیکھا تو بصیرت نے کام کیا اور اللہ کی رحمت سے اسلام لے آئے اور اسلام میں حسن پیدا کیا۔ [1]

بارگاہِ رسالت سے ملنے والے اعزازات:

جب حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ کی آمد سے بہت خوش ہوئے اور جس طرح ایک آنکھ دوسری کے ساتھ ہوتی ہے اس طرح ساتھ رہنے لگے اور آپ کے چشمۂ صافی سے بہت زیادہ علمی پیاس بجھائی بلکہ حلال و حرام کی پہچان میں گہری باریک بینی پیدا کر لی اور دیگر اسلامی طریقے بھی سیکھے حتیٰ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ جاننے والے ہو گئے۔

ہمیں بس اتنا ہی کافی ہے کہ ہم ان تمغوں کا ذکر کر دیں جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سینہ

[1] سیر: ۱/ ۲۵۳، اسد الغابہ: ٤/ ۲۰۷، سیرت ابن کثیر: ۲/ ۲۰۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علم خزینہ پر سجائے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآنِ پاک چار افراد سے حاصل کیا کرو۔

۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ۲: حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے۔

۳: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

۴: اور حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے میری امت کے ساتھ سب سے زیادہ بڑھ کر رحمدل، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور دین میں سب سے زیادہ پابند حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور حیاء میں سب سے زیادہ سچے پیکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور حلال اور حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہیں۔ [2]

بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اپنے بہت قریب کیا کرتے تھے۔ اور ہر طرح کی عزت سے نوازتے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک گدھے پر سوار تھا جسے عُفیر کہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! تم جانتے ہو اپنے بندوں پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے۔

میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں یا پھر اس کے رسول جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ یہ اس کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی قسم کا شریک نہ لائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے اسے عذاب نہ کرے میں نے کہا میں یہ بشارت لوگوں کو سنادوں۔ فرمایا: نہ بتاؤ۔ اسی پر توکل کرلیں گے اور عمل میں سست پڑ جائیں گے۔ [3]

اس میں اس پر دلالت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حد درجہ متواضع تھے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے ہاں بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے۔ برادرانِ گرامی قدر! ہمارے ساتھ مل کر آپ بھی غور فرمائیں یہ منقبت اور فضیلت جس کا ہم تذکرہ کرنے لگے ہیں ساری دنیا میں بھی اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا اے معاذ! واللہ! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ اور فرمایا میں تجھے وصیت کرتا ہوں۔ نماز کے بعد یہ کہنا نہ بھولنا۔

"اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَ شُکْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ۔" [4]

"اے میرے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور اپنی اچھی عبادت پر میری مدد کرو۔"

---

[1] بخاری: ٤٩٩٩، کتاب فضائل القرآن، مسلم: ٢٤٦٤، کتاب الفضائل.

[2] احمد ترمذی، نسائی عن انس، وصححه الالبانی فی صحیح الجامع: ٨٩٥.

[3] بخاری: ٦/ ٤٤، کتاب الجهاد، باب اسم الفرس والحمار.

[4] ابوداود: ١٥٣٢، نسائی: ٣/ ٥٣، مستدرك: ٣/ ٢٧٣، صحیح الاسناد و لم یخرجاه ووافقه الذهبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ نبی کریم ﷺ روز قیامت جو علمائے کرام کے درمیان حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو مقام ملے گا وہ بیان فرماتے ہیں: محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ درجہ کے لحاظ سے علمائے کرام کے امام ہوں گے۔ حبیب کبریاء ﷺ ایک دن تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں۔ [1]

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں حضرت معاذ کی بہت قدرومنزلت تھی یہ بہت زیادہ ان سے محبت رکھتے تھے ان کے دلوں میں انکی بہت زیادہ قدر تھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تنہا ایک امت تھے۔

اشجع قبیلہ کا ایک آدمی تھا جسے فروہ بن نوفل کہا جاتا ہے۔ یہ کہتا ہے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آدمی کو امت کہتے ہیں وہ کیا ہے کہا: خیر کا معلم ہو، فرمانبردار ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا مطیع ہو۔ [2]

محمد بن سہل بن ابی حثمہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کے عہد بارک میں فتویٰ دینے والے تین مہاجروں میں سے تھے اور تین انصار میں سے تھے۔ جو مہاجروں میں سے تھے۔ ان میں:

۱: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۳: حضرت علی رضی اللہ عنہ

اور انصار میں سے جو تین ہیں ان میں:

۱: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ۲: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ۳: حضرت زید رضی اللہ عنہ

حضرت نیاز اسلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن افراد سے مشورہ لیا کرتے تھے ان میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

موسیٰ بن علی بن رباح، اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں خطبہ دیا اور کہا جو فقہ حاصل کرنا چاہتا ہو۔ وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ [3]

دلوں میں بسنے والے:

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبریل علیہ السلام کو بلاتے ہیں اور کہتے ہیں میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو تو جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمان میں منادی کردیتے ہیں کہ فلاں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو پھر آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں پھر زمین پر بھی اس کی قبولیت عام ہوجاتی ہے۔ [4]

---

1. ترمذی:۳۷۹۷، ابواب المناقب و صححه ابن حبان: ۲۲۱۷.
2. مستدرک: ۳/ ۲۷۲، صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاه وافقه الذهبی۔
3. حاکم: ۳/ ۲۷۱، وصححه وافقه الذهبی.
4. مسلم عن ابی هريرة: صحيح الجامع:۱۷۰۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی اس کریم وصف رکھنے والوں میں سے تھے جو بھی انھیں دیکھتا پہلی بار ہی ان سے محبت کرتا تھا۔ ابوسلمہ خولانی کہتے ہیں میں حمص کی مسجد میں داخل ہوا اس میں تقریباً تیس افراد جو ادھیڑ عمر تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے موجود تھے۔ ان میں جوانِ رعنا تھا جو سرمگیں آنکھوں والا، خاموش طبع اور چمکدار دانتوں والا تھا۔ لوگ جب کسی چیز میں شک میں پڑ جاتے تو اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اس سے پوچھتے میں نے پوچھا یہ جوان کون ہے بتایا گیا یہ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ سنتے ہی ان کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی۔ [1]

ایک دوسری روایت میں ہے میں دوسرے دن پہلے پہلے مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا وہ مجھ سے پہلے ہی پہنچے ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں، میں نے انتظار کیا حتیٰ کہ انھوں نے نماز پڑھ لی، میں ان کے چہرے کی طرف سے سامنے ہوا سلام کیا اور میں نے کہا۔

واللہ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں، کہا اللہ کو حاضر سمجھ کر کہہ رہے ہو میں نے کہا۔ ہاں! اور میری چادر پکڑ کر مجھے اپنی طرف کھینچا اور کہا۔ خوش ہو جاؤ، میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ ذی شان ہے: میں نے ان دو اشخاص کے لیے اپنی رحمت واجب کر دی ہے جو آپس میں محبت فقط میری رضا کے لیے کرتے ہیں اور میری رضا کے لیے بیٹھتے ہیں میرے لیے باتیں کرتے ہیں اور میرے لیے ہی ملاقاتیں کرتے ہیں۔ [2]

یمن روانگی:

حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم آدمی کو نہایت ہی مناسب مقام پر مقرر کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں کی صلاحیتوں کو جانتے تھے ان صلاحیتوں کو مسلمانوں اور اسلام کی خدمت میں مکمل طور پر استعمال کرتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اب مشاہدہ فرما رہے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد قریش اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہو رہے ہیں تو آپ نے مناسب تصور کیا کہ ان نومسلم حضرات کو ایک بڑے معلم کی ضرورت ہے جو انھیں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرے اور اس کی شریعتوں کو سمجھائے تو اپنے نائب کے طور پر مکہ میں حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور ان کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو باقی چھوڑا کہ وہ لوگوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دیں اور اللہ کا دین انھیں سمجھائیں۔ جب یمن کے شہزادے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے انھوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور کہا ہمارے پیچھے جو وہاں موجود لوگ ہیں وہ بھی مسلمان ہو چکے ہیں اور انھوں نے مطالبہ کیا کہ ہمارے ساتھ ایسے افراد بھیجو جو لوگوں کو دین سکھائیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہم کے لیے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے راہنما داعی منتخب کیے۔ ان پر امیر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ [3]

---

1. مستدرك: ٣/ ٢٦٩، ابن سعد: ٣ـ٣/ ١٢٥، الحليه:١/ ٢٣٠.
2. ابن سعد: ٣/ ٢/١٢٣، الحلية:١/ ٢٣٠، اسناده صحيح (العدوى)
3. صور من حياة الصحابة: ٥١٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی جانب بھیجا تو مجھ سے پوچھا۔ اگر کوئی قضیہ آیا تو فیصلہ کیسے کرو گے۔ میں نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا اگر اس میں نہ ملا تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فیصلہ کیا ہوگا اس کے مطابق فیصلہ کروں گا اگر اس میں بھی نہ مل سکا تو میں اپنی رائے بروئے کار لاؤں گا کوشش میں کمی نہ کروں گا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر تھپتھپایا اور کہا: تمام تعریفات کے لائق وہ اللہ ہے جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ کو اس چیز کی توفیق دی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے ہیں۔ [1]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب بھیجا تو ہم سے فرمایا آسانی کرنا تنگی نہ کرنا۔ آپس میں موافقت رکھنا۔ نفرت نہ پیدا کرنا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہماری یمن کی زمین میں شہد سے شراب تیار ہوتی ہے اسے تبع کہتے ہیں اور ایک شراب جو سے تیار ہوتی ہے اسے مزر کہتے ہیں اس کے متعلق بتادیں فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ مجھ سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ آپ قرآنِ پاک کی کیسے قراءت کرتے ہیں میں نے کہا میں اسے اپنی نماز میں پڑھتا ہوں سواری پر پڑھتا ہوں۔ کھڑا پڑھتا ہوں۔ بیٹھا پڑھتا ہوں۔ وقفہ بعد وقفہ پڑھتا رہتا ہوں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں اور میں اپنی نیند کو بھی اپنے قیام کی طرح کارِ ثواب تصور کرتا ہوں۔ یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ان پر اپنی افضلیت ظاہر کر رہے تھے کہ میرا عمل افضل ہے اور سنت کے مطابق ہے۔ [2]

جب پیارا پیارے سے جدا ہوا:

جس وقت حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو الوداع کر رہے تھے انھوں نے محسوس کیا کہ شاید آج کے بعد کبھی آپ کو دیکھنا نصیب نہ ہو۔ اور شاید یہ دنیا میں آخری اجتماعی ملاقات ہو یہ سوچ کر بڑی ہی اثر انگیز بات کی۔ عاصم بن حمید سکونی بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں الوداع کرنے کے لیے خود باہر نکلے۔ آپ پیدل چل رہے تھے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خصوصی باتوں سے فارغ ہوئے تو کہا: اے معاذ! شاید تم مجھے اس کے بعد نہ مل سکو اور ہو سکتا ہے آپ میری مسجد یا قبر کے پاس سے گزریں زندہ ملاقات نہ ہو۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا تصور کر کے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بلبلا کر رونے لگے فرمایا۔ اے معاذ! نہ رو رونا شیطان کی طرف سے ہے کہیں اس عظیم سفر سے تمہیں نہ روک دے۔ [3]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن پہنچے وہاں دعوت الی اللہ کا آغاز کیا لوگوں کو احکام دین سکھائے کچھ وقفہ بعد رسولِ

---

[1] احمد: ٥/ ٢٣٦، ابوداؤد: ٣٥٩٢، ترمذی: ١٣٢٧.

[2] بخاری: ٤٣٤٤، کتاب المغازی مسلم صلی اللہ علیہ وسلم ١٧٣٣، کتاب الاشربه.

[3] مسند: ٥/ ٢٣٥، سيرة ابن كثير: ٤/ ١٩٣، رجاله ثقات (ارنؤوط)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکرم ﷺ وفات پا گئے۔ یہ ابھی یمن میں ہی تھے جب آپ کی وفات ہوئی جب مدینہ لوٹے تو وہاں حبیبِ کبریاء ﷺ کو نہ پایا تو ایسا احساس ہوا گویا کہ جسم سے روح پرواز کر جائے گی اور محسوس ہوا آج ساری دنیا تاریک ہوگئی ہے اب وہ دن یاد کرتے تھے جو پیارے حبیب ﷺ کی ہمنشینی میں گزارے تھے۔ کہ آپ کے ہاتھوں علم سیکھا، رحمت کی تعلیم لی اخلاق کریمانہ حاصل کیے جو اس کائنات میں اور کسی کے پاس نہیں تھے۔

حبیبِ کبریاء ﷺ کی وفات کے بعد، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے سرپرست مقرر ہوئے، انھوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی بہت قدر و منزلت کی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کشادہ دست تھے۔ وسعت ظرفی کے مالک تھے اور نرم اخلاق کے پیکر تھے۔ جو بھی مانگتا اسے دیتے۔ آپ کے جود و سخا نے ان کا سارا مال ختم کر دیا تھا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب یمن سے لوٹے تو کچھ مال اور غلام پاس تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مکہ میں ملاقات ہوئی انھوں نے کہا یہ کیا ہے کہا مجھے ہدیہ میں ملے ہیں۔ انھوں نے کہا۔ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے دو۔ انھوں نے انکار کر دیا، جب رات گزری تو دیکھا کہ خواب میں انھیں دوزخ میں کھینچا جا رہا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ انھیں بچانے کے لیے کھینچ رہے ہیں۔ صبح ہوتے ہی کہنے لگے اے ابن خطاب! میں آپ کی بات مانتا ہوں انھوں نے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وہ مال پیش کیا تو انھوں نے انھیں واپس دے دیا۔ صبح دیکھا تو وہ غلام نماز پڑھ رہے ہیں کہا تم نماز کس لیے پڑھتے ہو انھوں نے کہا۔ اللہ کے لیے کہا پھر تم اس کے نام پر آزاد ہو۔ ❶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر تہمت یا بدگمانی نہ کمائی تھی وہ ایک مثالی زمانہ کے لوگ تھے وہ کمال کی چوٹیوں کی طرف لپکنے والے تھے۔ ان میں سے کئی ایسے تھے جن کی پرواز منڈے ہوئے پرندے کی تھی۔ بعض تیز رفتار تھے۔ بعض میانہ رو تھے۔ تاہم تمام کے تمام قافلۂ خیر کی شاہراہ پر ہی گامزن تھے۔ ❷

امانت کا پیکر:

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بنو کلاب پر عامل زکوۃ بنا کر بھیجا تو انھوں نے سارا مال فیٔ بنو کلاب میں ہی تقسیم کر دیا، خود وہی پرانی سی چادر لے کر ہی واپس آئے تھے جو گھر سے گردن پر لپیٹ کر گئے تھے۔ ❸

اللہ تعالیٰ کا ادب:

عبداللہ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا جب سے میں مسلمان ہوا ہوں اپنی دائیں جانب میں نے تھوکا نہیں۔ ❹

❶ ابن سعد: ٤-٢/ ١٢٢، الحلیة: ١/ ٢٣٢، ووصله الحاکم وصححه ووافقه الذهبی.

❷ رجال حول الرسول: ١٧٦. ❸ السیر: ١/ ٤٥٤.

❹ مجمع: ٩/ ٣١١، طبرانی و رجاله رجال الصحیح (هیثمی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذکر الٰہی کی کثرت:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آدمی کو عذاب الٰہی سے نجات دینے والا کوئی عمل ایسا نہیں جو ذکر الٰہی سے بڑھ کر ہو۔ لوگوں نے کہا۔ اے ابوعبدالرحمٰن! اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں کہا نہیں وہ بھی نہیں۔ ہاں ایک صورت میں ہوسکتا ہے کہ تلوار چلاتا رہے حتیٰ کہ خود ختم ہو جائے۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ (العنكبوت:٤٥)

''البتہ اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔''[1]

عبادت:

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں، جب ایک کے گھر میں باری ہوتی تو دوسری کے گڑھے سے پانی بھی نہیں پیتے تھے کہ اس کے حق میں کہیں کمی نہ آ جائے۔ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں، جب ان میں سے ایک کی باری ہوتی تو دوسری کے گھر میں وضوء بھی نہ کرتے تھے۔ یہ دونوں شام کے علاقہ میں جو بیماری آئی اس میں فوت ہوگئیں۔ لوگ مصروف تھے دونوں ایک گھڑے میں دفن کی گئیں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی گئی کہ ان میں سے قبر میں کس کو پہلے دفن کیا جائے۔ ثور بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب رات کو تہجد پڑھتے تھے کہتے۔ اے میرے اللہ آنکھیں سوگئی ہیں ستارے غروب ہو گئے ہیں تو زندہ رہنے والا، قائم رہنے والا ہے۔ اے میرے اللہ! جنت کے لیے میری جستجو سست ہے اور دوزخ سے دور بھاگنے کی رفتار بہت کم ہے۔ اے میرے اللہ! میرے لیے اپنے پاس سے قیامت تک کے لیے راہنمائی کر دے بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔[2]

قیمتی باتیں:

حضرت ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کے پاس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گزرے، اس نے کہا۔ مجھے وصیت کرو، یہ اسے وصیت کرنے لگے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ صحابہ کے آخر میں تھے۔ اس آدمی نے ان سے بھی کہا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت کرے، مجھے وصیت کرو۔ انھوں نے کہا۔ میرے ساتھیوں نے تجھے وصیت کرنے میں کوتاہی نہیں برتی۔ تاہم میں ایک جامع بات کہتا ہوں۔

یہ جان رکھو تمھیں اپنی دنیا کے نصیب سے بے پرواہی نہیں اور تمھیں اپنے آخرت کے حصہ کی زیادہ ضرورت ہے اس لیے آخرت کے نصیب سے آغاز کرو تو یہ تمہاری دنیا کے نصیب سے جب گزرے گا تو اسے بھی منتظم کر دے گا۔ مگر

---

1. احمد فی الزهد: ١٨٤، الحلية: ١/ ٢٣٥.
2. صفة الصفوة: ١/ ٢٠٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں تم اسے کاٹ دو گے یہ کٹ جائے گا۔ ❶

یعنی آخرت کا حصہ درست کریں گے تو دنیا کا حصہ خود بخود درست ہو گا۔ عبد اللہ بن سلمہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے کچھ تعلیم دو، کہا تم میری بات مانو گے اس نے کہا میں تو آپ کی اطاعت کا بہت دلدادہ ہوں۔ کہا: روزہ بھی رکھو، افطار بھی کرو، نماز بھی پڑھو اور آرام بھی کرو۔ کماؤ لیکن گناہ نہ کماؤ مرو تو حالتِ اسلام میں مرو اور مظلوم کی آہ سے بچو۔ معاویہ بن قرہ کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے بیٹے! جب تم نماز پڑھو تو الوداع کرنے والے کی مانند نماز پڑھو۔ یہ گمان نہ کرو کہ اس میں کبھی واپس آؤ گے۔ بیٹے، جان رکھو، مومن دو نیکیوں کے درمیان میں مرتا ہے ایک نیکی جو اس نے آگے بھیجی ہوتی ہے۔ ایک نیکی جو اس نے پیچھے چھوڑی ہوتی ہے۔ ❷

وہم و گمان سے بھی اونچا ایثار:

مالک دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار لیے اور غلام سے کہا انھیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ پھر کچھ دیر انتظار کرنا وہ کیا کرتے ہیں۔ وہ لے گیا اور کہا، یہ دینار امیر المومنین نے آپ کے لیے بھیجے ہیں۔ انھیں پکڑ لو۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ انھیں اس کا صلہ دیں اور رحم کریں اور لونڈی سے کہا۔ یہ سات دینار لے جاؤ فلاں کو دے دو یہ پانچ فلاں کو دے دو حتیٰ کہ سارے خرچ کر دیئے۔

غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور جو حضرت ابوعبیدہ نے کیا تھا وہ بتا دیا۔

اس کے بعد چار سو دینار گن کر غلام کو دیئے اور اس سے کہا یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو دے دو۔ انھوں نے بھی حضرت ابوعبیدہ کی مانند دعا دی اور لونڈی سے کہا جاؤ فلاں گھر والوں کو اتنے دے دو، فلاں کو اتنے دے دو، سارے تقسیم کر دیئے حتیٰ کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے بھی کہا۔ ہم بھی مسکین ہیں ہمیں بھی دو کپڑے میں صرف دو دینار باقی تھے یہ بیوی کی طرف پھینک دیئے۔ غلام واپس گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی مسرت کا اظہار کیا اور کہا۔ یہ سب بھائی ہیں ان کے کام ملتے جلتے ہیں۔ ❸

جہادی کارنامے:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ شہادت کو شہادت گاہوں سے تلاش کرتے رہے تھے اور اس طرح ادھر متوجہ تھے جس طرح ایک پیاسا سخت گرمی کے دن آبِ شیریں پر دھیان دیتا ہے۔

معرکۂ اجنادین میں لشکر کے دائیں حصہ کے سالار تھے۔ اپنے ساتھیوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا: اے مسلمانوں کے گروہ! آج اپنی جانیں اللہ کی راہ میں فروخت کر دو اگر تم نے دشمن کو آج شکست دے دی تو یہ علاقے

---

❶ احمد: فی الزهد:١٨٢، منقول از سير:٦/ ٤٥٥.

❷ صفة الصفوة:١/ ٢٠٧.

❸ طبقات: ٣-١/ ٣٠٠، الحلية: ١/ ٢٣٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ کے لیے اسلام کا گہوارہ بن جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضوان اور عظیم ثواب ملے گا اور فحل بیسان جنگ میں بھی مسلمانوں کے لشکر کی دائیں جانب پر مقرر تھے۔ تاکہ لوگوں کو درس کی تلقین کریں کہ اہل علم دیگر تمام لوگوں سے بڑھ کر جہاد کے علمبردار ہیں اور مصائب و تکالیف میں سب سے بڑھ کر ثابت قدم ہوتے ہیں۔ ثابت بن سہل بن سعد کہتے ہیں کہ اس دن حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ ہماری فکر میں تھے۔ اور رومیوں کی گردنوں پر شمشیر زنی میں سب سے زیادہ کاٹ دار تھے۔ جب یہ مسلمانوں کے لشکر کی دائیں جانب میں مصروف پیکار تھے کہ روم کے لشکروں نے مسلمانوں کے لشکر کو گھیر لیا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنے آدمی لے کر ان کے مقابلہ میں نکلے اور پکارا اور اپنے فوجیوں کو حوصلہ دیا۔ اے لوگو! اللہ تم پر رحم کرے، جان لو۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے نصرت کا وعدہ کیا ہے اور ایمان کے ساتھ تمہاری تائید کی ہے تم اللہ کے دین کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم ثابت رکھے گا۔ جان لو! اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور بتوں کے پرستاروں پر تمھیں غلبہ دے گا۔ معرکہ فحل سے پہلے انھوں نے روم کے معزز لوگوں سے کہا تھا جب کہ ان کے ساتھ عمدہ بچھونوں پر بیٹھنے سے انکار کر دیا تھا کہا۔

میں اس لیے کھڑا ہوں کہ ان بچھونوں پر چلنا میرے لیے بڑا مشکل کام ہے اور ان قالینوں پر بیٹھنا جنھیں تم نے اپنے کمزوروں پر برتری دی ہے اور اہلِ ملت پر انھیں بلند درجہ دیا ہے۔ یہ دنیا کی زینت اور دھوکہ ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا سے بے رغبتی دی ہے اور اس کی مذمت کی ہے اور سرکشی اور اسراف سے منع کیا ہے میں یہاں زمین پر بیٹھوں گا اور مجھ سے یہیں گفتگو کرو۔ انھوں نے کہا تم اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ جاؤ امید ہے کل ہم تمھیں پہاڑوں میں فرار ہونے پر مجبور کر دیں گے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: پہاڑ تو نہیں جانتے نہ فرار ہوں گے، یا تو ہم اوّل تا آخر قتل ہو جائیں گے یا پھر ہم تمھیں تمہاری زمین میں سے ذلیل اور رسوا کر کے نکال دیں گے۔ [1]

جنگِ یرموک میں کردار:

جنگِ یرموک میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ لشکر کے دائیں حصہ پر سالار تھے معرکہ کی صبح کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطاب کیا۔ کہا

اے قرآنِ پاک کے قرائے کرام! اور کتاب اللہ کے نگرانو! ہدایت کے مددگارو! اور حق جل وعلا کے دوستو! اللہ کی رحمت تک رسائی اور جنت میں قدم رنجہ فرمائی فقط آرزؤں سے نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت اور وسیع رحمت، صرف سچوں کو دیتے ہیں۔ اور ان کو دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو سچا جانتے ہیں تم نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان نہیں سنا۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ

[1] الطریق الی دمشق، احمد عادل کمال: ۳۲۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٥﴾ (النور: ۵۵)

''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کیے ہیں وعدہ کیا ہے انھیں زمین میں ضرور خلیفہ بنائے گا جس طرح کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط کرے گا جسے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ان کے خوف کے بعد ضرور امن لائے گا یہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد بھی کفر کیا بے شک یہ لوگ فاسق ہیں۔''

تم ان شاء اللہ غالب آ ؤ گے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، تنازع نہ کرو تم بزدل ہو جاؤ گے تمہارا رعب ہوا ہو جائے گا صبر کرو اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ اپنے رب سے حیاء کرو کہ وہ تمھیں اس حال میں دیکھے کہ تم اللہ کے دشمن سے بھاگ رہے ہو تم اس کے قبضہ میں ہو اور اس کی رحمت میں ہو، کہاں بھاگو گے اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی عزت بخشنے والا نہیں۔ [1]

جب لشکر کی دائیں جانب پر رومی ٹوٹ پڑے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے چلّا کر کہا: اے اللہ کے مسلمان بندو! یہ رومی تم پر سخت حملہ آور ہوئے ہیں۔ واللہ! انھیں پسپا کرنے کے لیے سچے دل سے ان سے ملاقات ہوگی اور صبر سے کام لینا ہوگا۔ پھر گھوڑ سے اترے اور کہا: جو چاہتا ہے میرا گھوڑا لے جائے اور اس پر لڑائی کرے میں اس بات کو ترجیح دیتا ہوں میں پیدل چلنے والوں کے ساتھ مل کر لڑوں ان کا بیٹا عبدالرحمٰن بالغ لڑکا تھا یہ گھوڑے کی طرف کود پڑا اور کہا۔

ابا جان! مجھے امید ہے میں شاہسوار ہو کر پیدل لڑنے کی بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ کام آؤں گا اور آپ ابا جان شاہسوار کی بہ نسبت پیدل زیادہ مفید ثابت ہوں گے جب یہ آپ کو دیکھیں گے کہ آپ صابر اور محافظ ہیں تو ان شاء اللہ! مسلمان بھی زیادہ صبر و شکیبائی والے اور حفاظت والے ثابت ہوں گے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے بیٹے! اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے ایسا ہی بننے کی توفیق دے۔ [2]

سفر آخرت:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بلاد شام میں جا بسے تاکہ وہاں کے باسیوں کو عظیم پیغام سے آشنا کریں انھیں امور دین سکھائیں اپنے رب کی شریعت سے آگاہ کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے روشناس کرائیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو شام پر نائب مقرر کیا تھا چند ماہ ہی گزرے تھے کہ یہ بھی جھکتے ہوئے اور رجوع کرتے ہوئے اپنے رب سے جا ملے۔ تفصیل سماعت فرمائیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ان کی جگہ خلیفہ بنائے گئے یہ عمواس میں جب طاعون کی وبا آئی تھی اس وقت کی بات ہے یہ تکلیف وباء بہت بڑھ گئی۔ لوگ چلا چلا کر

---

[1] الطریق الی دمشق:۴۷۲۔ [2] الطریق الی دمشق:۴۷۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے اللہ سے دعا کیجیے وہ ہم سے یہ وباء اٹھا لے، کہا: یہ عذاب نہیں یہ تو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے اور تم سے پہلے نیک آدمیوں کی موت ہے اور اللہ کے خاص بندوں کی شہادت ہے۔

لوگو! چار خصلتوں کو جس میں طاقت ہو وہ انھیں نہ اپنائے لوگوں نے کہا۔ وہ کیا ہیں کہا: (۱) ایک زمانہ آئے گا اس میں باطل رونما ہوگا۔ (۲) ایک زمانہ آئے گا آدمی کہے گا واللہ مجھے بھی معلوم نہیں میں کون ہوں۔ (۳) بصیرت پر زندگی نہ ہوگی بلکہ اس سے محروم زندگی ہوگی۔ (۴) اور نہ ہی موت بصیرت پر آئے گی۔ ❶

جب لشکر شام میں طاعون اتری حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وہیں تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا۔

یہ تمہارے رب کی رحمت ہے، تمہارے نبی کی دعا ہے تم سے پہلے نیک لوگوں کی موت ہے۔ اے میرے اللہ! اس رحمت سے آلِ معاذ کو وافر حصہ دے۔ شام ہوئی تو بیٹا عبدالرحمٰن جس سے بہت زیادہ محبت تھی اور انہی کے نام سے کنیت بھی رکھی تھی یہ طاعون کی زد میں آ گیا۔

بہت زیادہ تکلیف اور بے چینی میں تھا۔ اس سے کہنے لگے۔ عبدالرحمٰن! کیسے ہو، انھوں نے جواب دیا۔ ابا جان:

﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴾ (البقرۃ:۱۴۷)

''حق تیرے رب سے ہے نہ ہو جا شک کرنے والوں میں سے۔''

یہ کیفیت ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بیٹا ادھر بھی یہ ہے۔

﴿سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ (الصافات: ۱۰۲)

''میں بھی ان شاء اللہ صبر کروں گا۔ تم مجھے ان میں پاؤ گے جو صبر کرتے ہیں۔''

بیٹا رات ہی فوت ہو گیا اور دوسرے دن دفن کیا گیا۔ ❷

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سن کر کہ نیک آدمی کے لیے طاعون رحمت ہے اپنے رب کی ملاقات میں اتنے زیادہ شوق و وجد میں آ گئے کہ دعا کی اے میرے اللہ! میں نے یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے یہ رحمت ہے تو میرے گھر والوں کو اس کا پورا حصہ دے۔ ایک بھی باقی نہ بچا تھا سب گھر والے طاعون سے شہید ہوئے اپنی انگلی میں جب طاعون کی پھنسی نکلی تو کہا۔ یہ مجھے سرخ اونٹوں کے ملنے سے زیادہ مسرت ہوئی ہے۔ جب نزعِ موت میں شدت آئی یہ وقت نزع بہت ہی المناک اور شدید تھا جب غشی سے افاقہ ہوتا تو آنکھ کھولتے اور کہتے: جتنا چاہے گلا گھونٹ دے اللہ! تیری عزت کی قسم تو جانتا ہے میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو کہا: میں اس شب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس کی صبح دوزخ میں لے جائے۔

اے موت! مرحبا مرحبا! تو ایک غائب ہونے والے سے ملاقات کر رہی ہے تو ایسا محبوب ہے جو ضرورت اور فاقہ

❶ طبقات: ۳۔۲/ ۱۲۴.

❷ بذل الماعون فی فضل الطاعون: ۲۶۷، حافظ ابن حجر.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے وقت آیا ہے۔ اے میرے اللہ! میں تجھ سے ڈرا کرتا تھا مگر آج تجھ سے رحمت کا امیدوار ہوں۔

اے میرے اللہ! اگر تو جانتا ہے میں دنیا سے محبت کرتا تھا اور عمر دراز تک باقی رہنا پسند کرتا تھا تو نہروں کو جاری کرنے، درختوں کو گاڑنے کے لیے نہیں پسند کرتا تھا۔

میں تو صرف اس لیے پسند کرتا تھا کہ دوپہر کی پیاس بجھاؤں اور وقت کی تکالیف برداشت کروں اور ذکرِ الٰہی کے وقت علماء کرام کے گھٹنے پکڑوں میں تو اس لیے زندہ رہنا چاہتا تھا یعنی خدمت خلق کروں اور ذکرِ الٰہی کروں میں اس لیے زندہ رہنا چاہتا تھا۔ اور کوئی مقصد نہ تھا۔ [1]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ دنیا سے رختِ سفر باندھ گئے مگر علم کی روشنی سے ایک دنیا کو منور کرتے ہوئے باقی چھوڑ گئے اور اپنی شیریں اور دلکش سیرت کے نقوش جاوداں باقی چھوڑ گئے تا قیامت لوگ ان سے تاریک زندگی کے پہلو روشن کریں گے۔ ان شاء اللہ دنیا سے چلے گئے اور نعمتوں سے لدی جنت میں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

رضی اللّٰہ عنہ و عنھم اجمعین۔

[1] الزهد لاحمد:١٨٠، ترطيب الافواه: ٢٧١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

70

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی تابناک زندگی

یہ وہ باسعادت انسان ہیں جو کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اور انھوں نے جنت میں گھر خریدا۔ حضرت ام حکیم کچھ عورتوں کے ساتھ کعبہ کے اندر داخل ہوئیں انھیں وہیں دردِ زہ شروع ہو گیا جو ولادت کا درد ہے وہ لگ گیا ایک چمڑا سالا یا گیا کیونکہ ولادت کا معاملہ بہت جلدی سے ہوا تھا۔ انھوں نے کعبہ کے اندر ہی بچہ جنم دیا۔ [1]

ان کے ہاں یہی حضرت حکیم بن حزام پیدا ہوئے یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور اچھا اسلام تھا۔ غزوۂ حنین اور طائف میں شریک ہوئے یہ قریش کے اشراف میں سے تھے اور ان کے اصحاب عقل و دانش میں شمار ہوتے تھے۔ اور پیکرانِ شرافت میں سے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کی پھوپھی تھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ان کے چچا کے بیٹے تھے۔ [2]

حضرت حکیم رضی اللہ عنہ، جس خاندان میں پیدا ہوئے وہ بڑے جاہ و منصب والا اور صاحب ثروت تھا۔ حضرت حکیم بن حزام، قریش کے سرداروں میں شمار ہوتے ہیں۔ نہایت عقلمند اور سخی تھے انھوں نے حجاج کی دیکھ بھال کا منصب انھیں دیا تھا کہ حجاج کی مدد کریں۔ ان کے والد آخری جنگِ فجار میں قتل ہوئے تھے۔ یہ لڑائی چونکہ ماہ محترم میں ہوئی تھی اس لیے اس کا نام فجار، گناہ والی لڑائی رکھا گیا۔ عرب میں یہ چار جنگیں ہوئی ہیں ان میں آخری جنگ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے چچاؤں کے ساتھ شریک تھے۔ اس وقت آپ کی عمر بیس برس تھی۔ یہ جنگ قیس عیلان اور قریش کے درمیان تھی۔ [3]

یہ جاہلیت میں ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے تھے:

حکیم بن حزام بیان کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جاہلیت میں ہی مجھے سب سے زیادہ پیارے تھے۔ پھر انھیں نبوت ملی اور ہجرت کی حکیم موسم حج میں ابھی کافر تھے انھوں نے جوڑا دیکھا جو ذی یزن بادشاہ کا تھا وہ فروخت ہو رہا ہے۔ اسے پچاس دینار میں خریدا تاکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ میں دیں یہ لے کر مدینہ میں آئے تو ہدیہ میں دینے کا ارادہ کیا تو آپ

[1] جمهرة نسب قریش: ٣٥٣. [2] السیر: ٣/ ٤٤.
[3] سیرة ابن هشام: ١/ ١٨٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا: ہم مشرکوں سے ہدیہ قبول نہیں کرتے اگر آپ نے دنیا ہے تو پھر قیمت لو، کہا جب آپ نے ہدیہ میں لینے سے انکار کر دیا تو میں نے قیمتاً دیا۔ [1]

آپ نے اسے زیب تن کیا میں نے آپ کو منبر پر دیکھا۔ بہت خوبصورت لگا اس سے پہلے میں اتنا حسین نہیں دیکھا۔ اس کے بعد آپ نے وہ جوڑا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دیا۔ حضرت حکیم نے وہ جوڑا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر دیکھا تو کہا: اے اسامہ! تم ذی یزن کا جوڑا پہنے ہوئے ہو۔ انھوں نے کہا ہاں واللہ! میں ذی یزن سے بہتر ہوں۔ اور میرا باپ اس کے باپ سے بہتر ہے۔

حکیم کہتے ہیں میں مکہ گیا اسامہ کی بات سے میں بہت متعجب تھا۔ حضرت حکیم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان گہری دوستی تھی اور بعثت سے پہلے کی محبت تھی۔ یہ محبت اس وقت اور ترقی کر گئی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد سے شادی کر لی۔ اس محبت کے باوجود حضرت حکیم فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے۔ جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر بیس برس گزر چکے تھے۔

حضرت حکیم رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے میں تاخیر پر بہت زیادہ غمزدہ تھے تمنا یہ تھی کاش میں نبی کی بعثت کے پہلے لمحہ میں ہی اسلام لایا ہوتا تاکہ آپ کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک ہوتا اور اپنا جان مال اللہ کی راہ میں صرف کرتا لیکن انھوں نے اسلام لانے میں فتح مکہ تک تاخیر کر دی۔

حضرت حکیم رضی اللہ عنہ شب و روز محنت کرتے تھے کہ جو کسر رہ گئی ہے اسے پورا کریں اب یہ ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزارنے کو غنیمت تصور کرتے تھے اور ہر درہم اللہ کے دین کی حمایت میں صرف کرنا سعادت تصور کرتے تھے۔

وفائے عہد:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ خود ہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا، آپ نے مجھے عطا کیا پھر مانگا تو دیا، پھر مانگا تو دیا، آپ نے مجھ سے کہا۔ اے حکیم! یہ مال سرسبز و شاداب ہے اور میٹھا ہے جو اپنے نفس کی سخاوت سے لے گا اس کے لیے اس میں برکت ہوگی اور جو اسے نفس کے لالچ سے لے گا اس میں برکت نہ ہوگی یہ اس شخص کی مانند ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اوپر والا ہاتھ یعنی دینے والے لینے والے سے بہتر ہے۔

حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں آپ کے بعد کسی سے چیز نہ مانگوں گا حتیٰ کہ میں دنیا سے جدا ہو جاؤں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کو بلاتے کہ عطیہ دیں یہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ انھیں بلاتے کہ عطیہ دیں یہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے روبرو کہتے کہ میں حضرت

[1] احمد: ۳/ ۴۰۲، و صححه الحاکم: ۳/ ۴۸۴، وافقه الذهبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکیم کو ان کا حصہ دیتا ہوں وہ نہیں لیتے ہیں۔ وفات تک حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے کسی سے کوئی چیز نہیں لی۔ ❶

وفات کے وقت قریش میں سے سب سے زیادہ مال والے تھے۔ ❷

ابو حازم کہتے ہیں ہم نے یہ کسی سے نہیں سنا کہ مدینہ میں اللہ کی راہ میں حکیم سے بڑھ کر کسی نے سواریاں دی ہوں۔

جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ملے اور کہا میرے بھائی زبیر کا کتنا قرض ہے کہا دس لاکھ درہم ہے حضرت حکیم نے کہا پانچ لاکھ میں ادا کروں گا۔ ❸

حکیم کہا کرتے تھے: جب صبح ہوتی ہے اور میرے دروازے پر کوئی حاجتمند نہ آئے تو میں اسے وہ مصیبت سمجھتا ہوں جس سے میں اللہ سے اجر کا مطالبہ کرتا ہوں۔ ❹

یعنی سائل نہ آنا میرے لیے پریشانی کا باعث ہے آئے تو پریشانی دور ہو جاتی ہے۔

سابقہ خیر بھی اسلام میں حاصل ہوگئی:

یہ اللہ تعالیٰ کی کمال رحمت ہے کہ کافر جب اسلام لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر خیر جو اس نے اسلام سے پہلے کی ہوتی ہے اسلام لانے کے بعد اس کی نیکیوں کی میزان میں رکھ دیتے ہیں۔ یہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ہیں، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں مجھے بتائیں وہ امور جو میں جاہلیت میں بطور عبادت سرانجام دیا کرتا تھا کیا مجھے ان کا کچھ ملے گا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پہلے نیکی ہے آپ اسی پر اسلام لائے ہیں۔ ❺

حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے کہا جو نیکی میں نے جاہلیت میں کی ہے وہ میں اسلام میں ضرور کروں گا انھوں نے سو گردنیں جاہلیت میں آزاد کی تھیں۔ اسلام میں بھی اتنی ہی آزاد کی تھیں۔ جاہلیت میں سو اونٹ دیئے تھے اسلام میں بھی سو اونٹ دیئے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ جاہلیت کا ہر موقف جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں اختیار کیا تھا اسے نیکی کے ذریعہ مٹانا چاہتے تھے جب گہری قسم اٹھاتے تو کہتے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے بدر کے دن قتل سے بچایا۔ ❻

اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے تھے کہ اس نے مجھے اسلام لانے تک باقی رکھا اور بھلائی کے نیک کاموں کے ذریعے جاہلیت کی خطاؤں کو مٹانے کا موقع دیا۔

جنت میں گھر خریدا:

تم دار الندوہ کو تو جانتے ہوں گے جس میں قریش اپنی میٹنگز کیا کرتے تھے ان میٹنگوں میں سے بدترین میٹنگ وہ تھی جس میں انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش تیار کی تھی۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس سیاہ

---

❶ بخاری: ٣/ ٢٦٥، کتاب الزکاۃ، مسلم: ١٠٣٥. ❷ عبد الرزاق طبرانی: ٣٠٧٨.

❸ تهذيب ابن عساكر: ٤/ ٤٢٤. ❹ تهذيب ابن عساكر: ٤/ ٤٢٤.

❺ بخاری: ٥/ ١٢٢، مسلم: ١٢٣، واللفظ له. ❻ جمهره نسب قريش: ٣٦٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاریخ اور ناپسندیدہ ماضی کا دروازہ ہی بند کر دیں۔ جب دار الندوہ کا معاملہ ان کی طرف لوٹا اور ان کی ملکیت میں آیا تو اسے ایک لاکھ درہم میں فروخت کر دیا۔ ان سے ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے قریش کا اعزاز فروخت کر دیا ہے۔ کہا: بھتیجے! تمام اعزازات اب ختم ہو گئے صرف تقویٰ کا اعزاز باقی ہے۔ میں نے اس کے بدلہ میں جنت میں گھر خریدا ہے میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے اللہ کے لیے وقف کر دیا ہے۔ ❶

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ رب کتنا اچھا ہے معبود کتنا اچھا ہے میں اس سے محبت رکھتا ہوں اور اس سے ڈرتا ہوں۔ ❷

ہرم بن حیان کہتے ہیں: مومن جب اپنے رب عزوجل کی پہچان کر لیتا ہے تو اس سے پیار کرتا ہے جب اس سے پیار کرتا ہے تو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور جب توجہ کی مٹھاس پاتا ہے تو پھر دنیا کی طرف شہوت کی نظر نہیں ڈالتا۔ اور نہ ہی آخرت کی طرف سست نگاہ ڈالتا ہے یہ نظر اسے دنیا میں حسرت دلاتی ہے اور آخرت میں راحت دیتی ہے۔

ابو سلیمان دارانی کہتے ہیں: اللہ کی مخلوق میں سے ایک ایسی مخلوق ہے جسے جنت کے باغات بھی مصروف نہیں کرتے اور نہ ہی اس میں موجود نعمتیں مشغول کرتی ہیں دنیا کیسے مشغول کر سکے گی۔ ❸

دنیا سے کوچ:

اسلام کے لیے عطاء ونوازشات کا طویل سفر طے کرنے کے بعد حضرت حکیم رضی اللہ عنہ موت کے بستر پر سو گئے جب لوگ داخل ہوئے تو یہ کہہ رہے تھے۔ لا الہ الا اللہ میں اللہ کریم تجھ سے ڈرا کرتا تھا آج میں تجھ سے امید رکھتا ہوں۔ ❹

اسی دوران ان کی روح قصر عنصری سے پرواز کرتے ہوئے اپنے رب کی بارگاہ میں پہنچ گئی۔ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ ساٹھ برس جاہلیت میں اور ساٹھ برس اسلام میں زندگی گزاری۔ (تاریخ بخاری)

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسلام میں چالیس سال سے اوپر زندگی گزاری ہے۔ ❺

حضرت حکیم رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنھوں نے کعبہ کے پیٹ میں زندگی کا آغاز کیا اور جب ان کی زندگی کا خاتمہ ہوا اسلام کا نور دل میں چمک رہا تھا اور رب رحمان کی جنت میں گھر خریدا اور حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہمیشگی کی بہشتوں میں جا ملے ہیں۔

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین۔

❶ طبرانی باسنادین احدھما حسن مجمع الزوائد: ۹/ ۳۸٤.

❷ استنشاق نسیم الانس: ۱۲۹. ❸ احیاء علوم دین: ٤/ ۳۱۳.

❹ جمهرة نسب قريش: ۳۷۷. ❺ السیر: ۳/ ٤٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

71

حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی وفاء سے معمور زندگی کا ذکر

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ابو العاص نے جب بات کی سچ کہا اور جب بھی مجھ سے وعدہ کیا اسے وفا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: جو جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ دین سمجھ جائیں۔ [1]

اس حدیث کی روشنی میں ہم اپنے اس کریم النفس، ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کا جو کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں جائزہ پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ مکہ کے گنے چنے افراد میں سے تھے۔ مال امانت تجارت میں اہم آدمی تھے۔ ان کی والدہ ہالہ بنت خویلد تھیں جو کہ حضرت خدیجہ کی بہن ہیں اس لحاظ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کی خالہ تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بیٹی کی ان سے شادی کر دیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ ان کی مخالفت نہ ہو اس لیے بیٹی زینب کی ان سے شادی کر دی۔ یہ وحی کے نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو اپنے بچے کی جگہ پر تصور کرتی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا اعزاز دیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی بیٹیاں آپ پر ایمان لے آئیں اور تصدیق کی اور گواہی دی کہ جو آپ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور آپ کے دین کے تابع ہوئیں مگر حضرت ابو العاص اپنے شرک پر ثابت رہے۔

وفادار داماد:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ یا ام کلثوم دخترانِ نیک اختر ان کا نکاح ابو لہب کے بیٹے عتبہ سے کیا تھا مگر رخصتی نہ ہوئی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے اللہ تعالیٰ کے حکم کا اظہار کیا تو انھوں نے عداوت ظاہر کی آپس میں کہنے لگے تم نے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلا چھوڑ دیا ہے اس کی بیٹیاں واپس کرو تاکہ کچھ پریشانی میں لگ جائیں۔ یہ سب مل کر ابو العاص کے پاس گئے۔ اور کہنے لگے اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لو۔ آپ قریش کی جس عورت کے ساتھ چاہیں گے تمہاری شادی کر دیں گے انھوں نے کہا واللہ! میں اپنی بیوی سے علیحدہ نہیں ہوں گا اور نہ ہی میں اس کے سوا کسی قریش کی عورت کو پسند کرتا ہوں۔

---

[1] بخاری، مسلم عن ابی ہریرۃ، صحیح الجامع: ٣٢٦٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے کردار کو بہت سراہا کرتے تھے اور دامادی میں ان کے بہترین ہونے کی تعریف کیا کرتے تھے۔ پھر یہ قریش عتبہ بن ابی لہب کے پاس گئے اس سے کہا۔ محمد ﷺ کی بیٹی کو طلاق دے دو، قریش کی جس عورت سے چاہو گے تمہارا نکاح کر دیں گے اس نے کہا بنت ابان بن سعید بن عاص یا بنت سعید بن عاص سے میرا نکاح کر دو تو میں اس سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہوں۔ انھوں نے بنت سعید بن عاص سے اس کا نکاح کر دیا اور اس نے بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی پہلے ہی طلاق ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں نبی ﷺ کی بیٹی کو رہائی دلائی اور کرامت وعزت سے نوازا، اور عتبہ کے دامن میں رسوائی ڈالی۔ اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے آپ کی اس لختِ جگر کی شادی ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ مکہ میں ابھی اپنے دین میں مغلوب تھے نہ تو کسی چیز کو حلال قرار دیتے تھے اور نہ ہی کسی چیز کو حرام قرار دیتے تھے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے تو رسولِ اکرم ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب مسلمان ہوئی تھیں تو ان کے اور ان کے خاوند ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان جدائی ہو چکی تھی۔ مگر رسولِ اکرم ﷺ ان کے درمیان جدائی کا کہنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔ کیونکہ حالات ایسے تھے۔

وعدہ وفا کیا:

اس لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے اسلام پر قائم رہتے ہوئے بھی ان کے پاس ہی رہیں اور خاوند ابھی اپنے شرک پر قائم تھے۔ حتیٰ کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ہجرت کی اس کے بعد قریش مقامِ بدر، تک پہنچے ان میں ابو العاص بن ربیع بھی تھے یہ بھی بدر کے قیدیوں میں تھے۔ یہ مدینہ میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس ہی رہے تھے۔

اس کی تفصیل ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سماعت فرمائیں۔ کہتی ہیں: اہلِ مکہ نے جب اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند ابو العاص بن ربیع کا جو فدیہ بھیجا تھا اس میں ایک ہار تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ انھوں نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو داماد ابو العاص کے ہاں رخصت کیا تھا تو یہ ہار حضرت زینب کو دیا تھا یہی انھوں نے بھیج دیا۔ جب رسولِ اکرم ﷺ نے وہ ہار دیکھا تو شدید رقت آمیز صورت حال پیدا ہوگئی اور کہا۔ اگر تم پسند کرو تو زینب کے قیدی کو ویسے ہی رہا کر دو اور اس کا مال واپس کر دو۔ یہ اس کی ماں نے ہار دیا تھا۔ انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! ٹھیک ہے جس طرح آپ چاہیں اسی طرح کرتے ہیں انھوں نے ابو العاص رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا اور ہار وغیرہ ہر چیز واپس کر دی۔[1]

جب یہ واپس چلے تو نبی ﷺ نے ابو العاص رضی اللہ عنہ سے وعدہ لیا کہ زینب کو میرے ہاں بھیج دینا۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ جب مکہ گئے تو انھوں نے وعدہ کے مطابق حضرت زینب کو بھیج دیا رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک

---

[1] ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی فداء الاسیر بالمال: ۳/ ۲۶۹۲، مسند: ٦/ ۲۷٦، سنن کبریٰ: ٦/ ۳۲۲، واسناده حسن مستدرك: ٤/ ٤٥، صحيح ووافقه الذهبی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور آدمی کو بھیجا کہ مکہ کے قریب (یاجج) جگہ پر جانا تمہارے پاس حضرت زینب رضی اللہ عنہا آئے گی اسے ساتھ لے کر میرے پاس آنا۔ ❶

یہ دونوں گئے یہ بدر کے ایک ماہ بعد کی بات ہے۔ ادھر ابوالعاص رضی اللہ عنہ جب مکہ پہنچے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اجازت دے دی کہ تم اپنے ابا جان کے ساتھ مل سکتی ہو، انھوں نے تیاری شروع کر دی، جب یہ اپنی تیاری سے فارغ ہوئیں، ان کے دیور نے اونٹ سامنے پیش کیا یہ اس پر سوار ہوئیں، اس نے اپنی کمان لی اور ترکش لی دن کے وقت نکلا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا سواری کے ہودج میں تھیں۔

قریش کے آدمیوں کو اس بات کا پتہ چلا کہ حضرت زینب جا رہی ہیں یہ ان کی طلب میں نکلے حتیٰ کہ ذی طویٰ، جگہ میں انھیں پالیا، سب سے پہلے ھبار بن اسود نے انھیں ہودج میں بیٹھے ہوئے خوفزدہ کیا۔ یہ حاملہ تھیں جب اس طرح خوفزدہ ہوئیں تو حمل گر گیا اب ان کا دیور کنانہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور اپنے ترکش کے سامنے تیر بکھیر دئے اور کہا: واللہ! کوئی بھی میرے قریب آیا میں اس کے جسم میں تیر پیوست کردوں گا لوگ پچھلے پاؤں ہٹ گئے۔

ابوسفیان قریش کے جلیل القدر افراد لے کر آیا اور کہا: اے کنانہ! اپنے تیر روکو، ہم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں یہ رک گیا۔ ابوسفیان آگے بڑھے اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور کہا۔ کنانہ تو! کام غلط کر رہا ہے ایک عورت سر عام لوگوں کے سامنے ہمارے پاس سے چلی جائے یہ تو ہمارے لیے ایک مصیبت سے کم نہیں اور یہ ہماری ناکامی اور بدنامی ہے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں آنے کی اجازت نہیں دے رہے۔ اور لوگ یہ دیکھ لیں کہ ان کی بیٹی بر سر عام چلی گئی ہے یہ تو بڑی ذلت ہے کمزوری اور بزدلی ہے۔

مجھے میری عمر کی قسم! ہمیں اس بیٹی کے اپنے باپ کے پاس جانے سے روکنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی ہم اسے انتقام کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔ بات یہ ہے جو ہم نے بتائی ہے کہ ہماری رسوائی ہے لہٰذا اسے واپس لوٹاؤ، جب آوازیں خاموش ہو جائیں، رات کا سناٹا ہو پھر اسے لے جانا، لوگ یہ تو کہیں گے کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر کو واپس لوٹایا ہے۔ واپس چلو رات کے سناٹے میں چپکے سے لے جانا۔ کنانہ نے یہ بات مان لی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کچھ راتیں مکہ میں ٹھہریں جب رات کا سکوت طاری ہوا کنانہ انھیں لے کر نکلے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی انصاری رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آ گئے۔ ❷

ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سے ملاقات:

ابوالعاص رضی اللہ عنہ مکہ میں رہے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کیونکہ اسلام نے

❶ ابوداؤد: ۲۶۹۲، مستدرك: ۳/ ۲۳٦، وصححه وافقه الذهبی.

❷ تاریخ طبری: ۲/ ۴۳، بیهقی فی الدلائل: ۳/ ۱۵۵، البدایه والنهایة: ۳/ ۳۳۰، وهذا اسناد منقطع، ووصله والبیهقی: ۳/ ۱۵٦، و اسناده حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں کے درمیان جدائی کرادی تھی۔

فتح مکہ سے کچھ دیر پہلے ابوالعاص رضی اللہ عنہ شام کی جانب تجارت کے لئے گئے یہ بڑے محفوظ آدمی تھے انھوں نے قریش کے بہت سارے آدمیوں کو مال دے رکھا تھا جو ان کے شریک تجارت تھے۔ جب ابوالعاص رضی اللہ عنہ تجارت سے فارغ ہوئے واپس لوٹے تو ان کی ملاقات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستہ کے ساتھ ہوگئی انھوں نے جوان کے پاس تھا سب لوٹ لیا اور انھیں بھاگنے پر مجبور کردیا جب دستہ فوج مال لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو رات کی تاریکی میں ابوالعاص رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور امان طلب کی انھوں نے امان دے دی یہ اپنے مال کی طلب میں آئے تھے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز کے لیے تشریف لائے آپ نے اللہ اکبر کہا۔لوگوں نے بھی ساتھ اللہ اکبر کہا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عورتوں کے چبوترہ سے چلا کر کہا۔لوگو! میں نے ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کو پناہ دی ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز کا سلام پھیرا تو لوگوں پر توجہ فرمائی اور کہا: اے لوگو! جو میں نے سنا ہے وہ تم نے بھی سن لیا ہے انھوں نے کہا۔ ہاں سن لیا ہے۔فرمایا۔

خبردار! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے مجھے پہلے اس چیز کا کوئی علم نہ تھا یہ کوئی سازش نہیں جو میں نے تیار کی ہے۔ جب تم نے سنا ہے میں نے بھی اسی وقت سنا ہے تاہم ایک ادنیٰ مسلمان کی پناہ سب مسلمانوں کی پناہ ہے۔

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے پاس گئے اور کہا بیٹی ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو اچھی طرح رکھنا،لیکن یہ تیرے تک رسائی نہ کرے کیونکہ اس حالت میں تو اس کے لیے حلال نہیں۔ [1]

اور کلمہ پڑھ لیا:

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دستہ فوج بھیجا جو ابوالعاص بن وائل کے مال کو لوٹ کر لایا تھا۔ ان سے کہا: یہ آدمی یعنی میرا داماد ابوالعاص رضی اللہ عنہ ہم میں سے ہے تم جانتے ہو اور تم نے اس کا مال لوٹ لیا ہے اگر تم احسان کرو تو لوٹا دو، یہ ہمیں بھی پسند ہے اگر تم دینے سے انکار کرو تو تم زیادہ حقدار ہو یہ اللہ کا دیا ہوا وہ مال ہے جو فئے کا ہے یہ اس نے تمھیں دیا ہے۔

لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہم واپس لوٹاتے ہیں اور انھوں نے لوٹا دیا اور ہر ایک پائی پائی واپس کردی۔ حتیٰ کہ ہر کوئی ڈول تک لا رہا ہے۔ مشک بھی واپس کر رہا ہے پانی والا لوٹا لا رہا ہے حتیٰ کہ جو اونٹ پر لدے ہوئے بورے کی لکڑی تھی وہ بھی لا رہا ہے تمام مال انھوں نے واپس کردیا ایک چیز بھی کم نہ تھی۔

ابوالعاص رضی اللہ عنہ وہ مال لے کر مکہ گئے قریش میں سے جس کا مال تھا وہ اسے ادا کردیا۔ اور جس کے سامان میں

[1] سنن بیهقی: ۹/ ۹۰،مستدرك: ۳/ ۲۳۶، نصب الرایه: ۳/ ۲۱۱، و مال الی التصیحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شراکت تھی وہ بھی صاف کردی اور کہا گروہ قریش! تم میں سے کسی کا میرے ساتھ لین دین تو نہیں رہا۔ انھوں نے کہا نہیں۔ اللہ تمھیں جزائے خیر دیں آپ بڑے وفادار اور کریم ہو۔ کہا: میں کلمہ پکارتا ہوں اور مسلمان ہوں واللہ! میں نے پہلے ہی اسلام قبول کرنا تھا میں ڈرتا تھا یہ نہ کہو کہ میں تمہارا مال کھا گیا ہوں۔ اب جب اللہ نے توفیق دی ہے میں نے تمہارے مال تمہارے تک لوٹا دئے ہیں اور اس سے فارغ ہوا ہوں تو میں نے اب اسلام میں قدم رکھا ہے پھر روانہ ہوئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ [1]

واہ کیا خوش نصیب داماد ہے:

مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دامادی کے لحاظ سے حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بہت تعریف کی ہے۔ فرمایا۔ ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بات کی تو سچی کی، وعدہ کیا تو وفا کیا۔ [2]

یہ ہے امانت، یہ ہے وفائے عہد، اس طرح ہوتا ہے اللہ عزوجل کا خوف کہ حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ وفاداری، اور امانت میں ضرب المثل بن گئے یہ سارا اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا ثمرہ ہے۔ ہاں ہاں، اے پیارے بھائیو! یہ شعور رکھنا کہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا، ہر چھوٹی اور بڑی چیز پر مطلع ہے یہ مراقبہ ہے جو ظاہر و پوشیدہ طور پر اللہ کا ڈر جنم دیتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴾ (الملک:۱۲)

''بے شک جو لوگ غیب کے ساتھ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔''

حق تعالیٰ کی رقابت ونگہبانی کا تصور ایسا ہے کہ انسانی رقابت ونگہبانی اس کے سامنے ہیچ ہے انسان سو بھی جاتا ہے بے خبر بھی ہو جاتا ہے بھول جاتا ہے مر جاتا ہے جب کہ اللہ جل وعلا زندہ رہنے والا ہے مرے گا نہیں یہ تو سیاہ چیونٹی کی وہ آہٹ بھی سن لیتا ہے جو ٹھوس پتھر پر رات کی تاریکی میں رینگتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ (المجادلہ:۷)

''کیا تو نے دیکھا نہیں بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے نہیں کتنے تین آدمی سرگوشی مگر وہ چوتھا ہے پانچ ہوں تو وہ چھٹا ہے نہ اس سے کم ہوں نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہے اور یہ جہاں بھی ہوں وہ ان کے ساتھ ہے پھر وہ انھیں خبر دے گا روز قیامت جو یہ عمل کرتے رہے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

---

1. مستدرك: ۳/ ۲۳۷، و اسناده صحیح والبیهقی فی الدلائل: ٤/ ٨٥.
2. بخاری: ۳۷۲۹، فضائل الصحابة، کتاب النکاح: ۵۲۳۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ امانت تب پیدا ہوتی ہے جب یہ تصور ہو کہ وہ خالق جل وعلا، جس نے اس وقت تم سے عہد لیا تھا۔ جب تم اپنے باپ آدم علیہ السلام کی صلب میں تھے۔

﴿وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾﴾ (الاعراف:۱۷۲۔۱۷۳)

''وہ وقت یاد کرو، جب تیرے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پشتوں سے اسکی اولاد سے عہد لیا تھا اور انھیں ان کی جانوں پر گواہ بنایا تھا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں، انھوں نے کہا کیوں نہیں، ہم گواہی دیتے ہیں یہ ہم نے عہد لیا تاکہ تم روز قیامت یہ نہ کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔ یا تم کہو اس سے پہلے ہمارے باپوں نے شرک کیا ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے کیا تم ہمیں ہلاک کرنا چاہتے ہو جو باطل پرستوں نے کیا ہے۔''

اللہ وہ خالق ہے جب تم اپنی ماں کے پیٹ میں نطفہ ہوتے ہو تو وہ پھر بھی دیکھتا جانتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ وَ كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّیْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾﴾ (الرعد:۸۔۱۰)

''اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ اٹھاتی ہے اور جو رحم کم کرتے ہیں اور زیادہ کرتے ہیں ہر ایک اس کے پاس مقدار کے ساتھ ہے۔ غیب اور حاضر کو جاننے والا ہے بہت بڑا اور بلند ہے برابر ہے تم میں سے جو بات کو پوشیدہ رکھتا ہے اور جو ظاہر کرتا ہے اور جو رات کو چھپتا ہے اور دن کو چلتا ہے وہ سب جانتا ہے۔''

جب آپ کے سامنے یہ مطالب حاضر ہوں گے تو آپ کو علم ہو گا اللہ کی آنکھ تمہاری ہر حرکات و سکنات کا پیچھا کر رہی ہے تو پھر تمہاری ہر حرکت اور فعل ہر مکان و زمان میں اللہ عزوجل کی اطاعت میں گزرے گا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی زندہ تصویر بن جائیں گے۔

''اِتَّقِ اللّٰهَ حَیْثُمَا كُنْتَ۔'' ❶

''جہاں بھی تم ہو، اللہ سے ڈرو۔ اور اس فرمان کا نقشہ ہوگا۔''

''اِحْفَظِ اللّٰهَ یَحْفَظْكَ۔'' ❷

''تم اللہ کے حکم کی حفاظت کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔''

❶ احمد، ترمذی، عن ابی ذرو معاذ، و حسنه الالبانی فی صحیح الجامع.

❷ احمد، ترمذی،عن ابن عباس،صحیح الجامع: ۷۹۵۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طویل حدیث میں جو آتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا، احسان کیا چیز ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ تصور کرو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ [1]

کاش! ہر چیز میں ہم اللہ کی نگرانی کا تصور رکھیں تا کہ زندہ ضمیر کی ایک مثال بن جائیں جو جس سے آدمی ہمیشہ صادق امین تقویٰ والا اور پرہیز گار بن جاتا ہے۔

ہمیں اللہ کی نگرانی کا تصور رکھنا چاہیے خرید وفروخت میں، اماموں اور عہدوں میں ہر چیز میں یہ تصور رہے۔ واللہ! آج ہمیں اس مراقبہ کی بہت ضرورت ہے اور اس امانت کی سخت حاجت ہے کیونکہ ایک مومن کے لیے سچے انسان کو پانا ، یا امانتدار کو تلاش کرنا اس غربت کے دور میں بہت کمیاب ہو چکا ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

---

[1] بخاری، مسلم، عن ابی ہریرۃ، صحیح الجامع:۲۷۶۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

72

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حیاتِ جاوداں کا تذکرہ

یہ وہ نابغہ روزگار شخصیت ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ساتوں آسمانوں کے اوپر سے یاد فرمایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ انھیں قرآن پاک سناؤ۔ آیئے اب ہم کچھ وقت گزارتے ہیں جلیل القدر صحابی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کہ سید القراء ہیں ان کی کنیت ابومنذر ہے۔ انصاری نجاری المدنی المقری، البدری وغیرہ نسبت ہے ابوطفیل بھی ان کی کنیت بیان کی گئی ہے۔ عقبہ اور بدر میں شریک تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں قرآنِ پاک جمع کیا اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر قرآن پاک پیش کیا انھوں نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا مبارک علم حاصل کیا۔ حتیٰ کہ علم وعمل میں سربرآوردہ ہو گئے۔ [1]

نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کے کاتب تھے، یہ بھی ان میں سے ایک تھے جنھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فتویٰ دینے کی سعادت ملی ہے۔ اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی پرورش مدینہ کے بالائی حصہ میں ہوئی یہ لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر زندگی بسر کر رہے تھے اس کائنات کے مدبر اعلیٰ کی جستجو میں رہتے تھے۔

اسی غرض کے لیے انھوں نے قراءت اور کتابت سیکھی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تورات کے چند اوراق پر ہی اکتفاء کر رکھا تھا جنھیں یہودی دست بدست منتقل کر رہے تھے لیکن ان سے ان کی پیاس نہ بجھتی تھی ان کے خیالات کی کھیتی میں ابھرنے والے سوالات کا جواب دینے سے یہ اوراق قاصر تھے۔ یہ حیرانگی کے میدان میں ہدایت ڈھونڈتے تھے۔ پیاسے تھے سرچشمہ کی تلاش میں رہتے تھے۔ زندگی کے معاملہ سے معمور معاشرہ میں بھی اجنبی تھے ایک لحظہ بھر آسمان کے معاملہ پر غور نہ کیا تھا۔ انھیں ابوالفضل کنیت سے بھی پکارا جاتا تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ابو المنذر کنیت دی تھی۔

عقل مند لوگ ہمیشہ دنیا سے معرکہ آراء رہے ہیں اور لوگوں کے ساتھ بھی ان کا ٹکراؤ رہا ہے انھیں ہمیشہ ایسے امور درپیش ہوتے ہیں ان کے اندرون سے انکا جواب نہیں ملتا۔ تو یہ قلق و اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ معاشرتی زندگی سے بھاگتے ہیں اور بے کار زندگی اور کھیل تماشہ میں لگ جاتے ہیں۔

---

[1] سیر اعلام: ۱/ ۳۹۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابی رضی اللہ عنہ بھی اسی طرز کے آدمی تھے انھوں نے محسوس کیا انسانیت ایسے وقفہ میں ہے کہ رستہ بھول چکی ہے انھوں نے اپنی تقدیر حجر وشجر سے وابستہ کرتے ہوئے عقل کو مار دیا ہے۔ یہ وہ سوچتے تھے۔ ان جمادات میں نفع ونقصان کی کیا طاقت ہوسکتی ہے۔ جو کہ انسان نہیں رکھتا۔ ان مشرکوں کے تصور کے مطابق اگر ان جمادات میں اتنی قوت ہے کہ اس کمزور انسان کی زندگی کو جمال آراء کرسکیں اور اس کے دنوں کو سعادت یاب کرسکیں تو تو پھر آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے زمین کو وجود میں کون لایا ہے۔

وہ کون ہے جس نے بلند و بالا پہاڑ کھڑے کر رکھے ہیں اور جوش مارتے سمندر ٹھہرائے ہیں کون ہے جو زمین سے انگور یا اگاتا ہے کون ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے اور بارش بھیجتا ہے۔

وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے۔ یہ وہ سوالات تھے جو رات دن ان کے دل میں اٹھتے تھے۔ [1]

جب سینہ نور اسلام سے بھر گیا:

ایک رات اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی کہ اپنے اس نیک بندے کو ہدایت سے ہمکنار کریں اور جلیل القدر عطیہ سے نوازیں تو ان کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا۔

ان کے کانوں تک یہ اطلاع پہنچی کہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نمودار ہوئے ہیں حضرت ابی رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کے دروازے کو دستک دی تاکہ اس دین کے بارے میں ان سے دریافت کریں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا پتہ بتایا یہ مصعب وہ تھے۔ جنھوں نے حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا تھا کہ اللہ کی طرف دعوت میں کس حکمت اور اچھی نصیحت کی ضرورت ہے حضرت مصعب نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو دعوت دی ان کا سینہ کھلا، یہ اسلام لے آئے اور حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عقبہ کی بیعت میں شرکت کی۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ عابد وزاہد کی زندگی گزار رہے تھے۔ ان کا دل دنیا کی رنگینیوں اور اس کی فانی زیبائشوں کی طرف مائل نہ تھا۔ وہ ہر گھڑی اور ہر لحہ طلب علم اور قرآن کی تلاوت میں گزارتے تھے۔

اسی حالت پر کاربند رہے۔ حتیٰ کہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت کی حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ ایسی سعادت تھی کہ اگر ساری کائنات پر تقسیم کردی جائے تو کافی تھی یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے رہنے لگے جیسے انسان کے ساتھ اس کا سایہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت وکردار اور بلند علم و اخلاق کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوتے رہے۔

جب غزوۂ بدر تھا تو یہ عابد وزاہد اس میں ایسے دھاڑ رہا تھا جیسے شیر اپنی کچھار میں دھاڑتا ہے اور اس غزوہ میں مکمل بسالت وشجاعت اور فداکاری کا مظاہرہ کیا۔ صحبت کے طویل عرصہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر رہے اور آپ کی عطا وبخشش کے آبِ شیریں سے شادکام ہوتے رہے۔ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال

---

[1] صور من سير الصحابة: ٥٧٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوا۔ آپ رفیق اعلیٰ کے مہمان ہوئے تو یہ حضرت ابی اپنے پختہ عہد کے تحت، عبادت، دینی قوت اور اخلاق حسنہ پر مضبوط طور پر ڈٹے رہے۔ ہمیشہ اپنی قوم کو آگاہ کرتے رہتے تھے انھیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے یادگار لمحات یاد کرواتے تھے۔ اور اس عہد کے لوگ جس راہ پر گامزن تھے وہ بیان کرتے اور ان کا زہد بتاتے۔ آپ کی وہ باتیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کی تھیں انکی یاد دہانی کراتے اور کہتے تھے جب ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو ہم میں اتحاد تھا جب آپ ہم سے جدا ہوئے تو ہمارے چہرے دائیں، بائیں پھر گئے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے تقویٰ اور زہد، کا دامن نہ چھوڑا تھا دنیا میں اتنی طاقت ہی نہ تھی کہ انھیں فتنہ میں ڈال سکے یا فریب دے سکے کیونکہ یہ دنیا کی حقیقت کی انتہاء تک رسائی حاصل کر چکے تھے۔ آدمی خواہ کتنی بھی زندگی گزارے اور کتنی ہی ملائم نعمتوں میں کروٹیں بدل لے آخر ایک دن یہ سب کچھ ہوا کے ذرّات میں تبدیل ہونے والا ہے سامنے صرف بھلائی آئے گی یا برائی آئے گی جو کیا ہوگا وہی آئے گا۔ ❶

قرآنِ پاک سے محبت کا درجہ:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا دل، ان کے اعضاء سے پہلے اسلام لا چکا تھا، ان کی ایک ایک سانس آیاتِ قرآنی اور ان کے حروف میں رچی بسی تھی۔ حتیٰ کہ قرآنِ پاک نے انھیں اعلیٰ منازل تک پہنچا دیا یہ ان چار افراد میں شمار ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے متعلق حکم دیا تھا کہ ان سے قرآنِ پاک حاصل کرو۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: قرآن پاک چار اشخاص سے سیکھو۔

۱: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ۲: حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ،

۳: حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے، ۴: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ❷

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چار آدمیوں نے قرآنِ پاک جمع کیا سب کے سب انصار میں سے تھے۔ حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابو زید رضی اللہ عنہم جو میرے چچاؤں میں سے ہیں۔ ❸

ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قریش اور انصار میں سے بارہ آدمی جمع کیے ان میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ ❹

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بھی زیادہ

---

❶ رجال حول الرسول: ٦٦٢. ❷ بخاری: ٣٨٠٦.

❸ بخاری: ٥٠٠٣، فضائل القرآن مسلم: ٢٤٦٥، فضائل الصحابة.

❹ فسوی: ٢/ ٤٨٧، فی المعرفة والتاريخ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قاری تھے۔ ❶

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں۔ ابو مہلب نے بتایا کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ آٹھ دنوں میں قرآن ختم کرتے تھے۔ (اسنادہ صحیح)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے سب سے زیادہ میری امت کے ساتھ رحم کرنے والے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کتاب اللہ کے سب سے بڑے قاری ہیں۔ ❷

ایک عظیم الشان شرف:

واہ! یہ کتنا بڑا شرف ہے جس کے بیان کرنے سے زبان قاصر ہے اور قلم احاطۂ تحریر میں لانے سے عاجز ہے۔

پیارے برادران! ذرا تصور کی دنیا میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کسی کا ذکر ساتوں آسمانوں کے اوپر کیا ہوتا، یہاں تک ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا ہوتا کہ وہ آپ کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور کہیں، مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تم پر قرآن پاک پڑھوں۔

واللہ! اگر تم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتے تو آپ آرزو کرتے کہ میں اسی لمحہ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں اور اس فضیلت سے لبریز سعادت کے ساتھ میرا خاتمہ ہو۔

آیے! ہم مسرت سے بھرپور لحات جنھوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے دل کو سعادت و مسرت سے مالا مال کیا تھا، انکا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ پر قرآن پاک کی تلاوت کروں۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیکر آپ سے کہا ہے فرمایا، ہاں نام لیا ہے کہا رب کائنات کے ہاں میرا نام لیا گیا ہے۔ فرمایا، ہاں تو آنکھیں مسرت کے آنسوؤں سے چھلک پڑیں۔ مجھ سے بہتر میرا ذکر ہے کہ ان کی محفل میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابی سے کہا جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کا کہا تھا تو آپ خوش ہوئے ہوں گے کہا خوش کیوں نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ (یونس:۵۸)

”کہہ دو، اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ تمھیں خوش ہونا چاہیے۔“ ❸

امام نووی رحمہ اللہ کا ایمان افروز تبصرہ:

فرماتے ہیں: یہ ایک عظیم فضیلت ہے اس میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوگوں میں سے کوئی شریک نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کی کوتاہی پر آبدیدہ ہوئے تھے اور سورت بینہ، پڑھنے کا حکم اس لیے تھا کہ اختصار کے

❶ معرفة القراء الكبار.

❷ احمد ، ترمذی، نسائی، عن انس و صححه الالبانی فی صحیح الجامع: ۸۹۵.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

باوجود یہ اصول اور قواعد اور عظیم مہمات کی جامع ہے حالات بھی اختصار کا تقاضا کرتے تھے اور اس بات کی حکمت کی نبی اکرم ﷺ کو حضرت ابی پر تلاوت کا حکم دیا گیا وہ یہ ہے کہ تاکہ ماہر حفاظ اور قرآنِ پاک عمدہ پڑھنے والوں سے لوگوں کو یہ سیکھنے کی تعلیم دی جائے اور دوسرا یہ ہے کہ لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے شرف سے آگاہی ہو کہ یہ ان سے قرآن سیکھیں یہی ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد یہ تلاوت قرآن کے سربرآوردہ اور امام تھے۔ مشہور تھے لوگ قصداً ان سے قرآنِ پاک سیکھنے آتے تھے۔ ❷

علم مبارک ہو:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابو منذر! آپ کے نزدیک قرآن پاک کی کونسی آیت عظمت والی ہے۔ میں نے عرض کی یہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا پھر اس کے رسول ﷺ جانتے ہیں۔ آپ نے دوبارہ پوچھا تو میں نے عرض کی آیۃ الکرسی ہے۔ آپ ﷺ نے میرا سینہ تھپتھپایا اور فرمایا: اے ابو منذر! تمھیں تمہارا علم مبارک ہو، درست کہا ہے۔ ❸

وہ دعاء جو مقبول ہوئی:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں بتائیے یہ جو بیماریاں ہمیں لگ جاتی ہیں ہمیں ان سے کیا فائدہ ہوتا ہے آپ گرامی ﷺ نے فرمایا یہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر تھوڑی سی بیماری بھی ہو۔ فرمایا اگرچہ کانٹا بھی چبھ جائے یہ بھی کفارہ ہے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے دعا کی اے میرے اللہ میری موت تک بخار رہے لیکن ایسا ہو جو حج عمرہ، جہاد، نماز باجماعت میں رکاوٹ نہ ہو۔

جب بھی انھیں کوئی آدمی ہاتھ لگاتا تو بخار کی حرارت ان میں محسوس کرتا تھا۔ موت تک ان کی یہی کیفیت رہی تھی۔ انھوں نے سوال بھی کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ بخار کا کیا صلہ ہے کہا یہ نیکیاں ہیں جو جاری رہتی ہیں۔ دعا کی: اے میرے اللہ! میں تجھ سے ایسے بخار آنے کا سوال کرتا ہوں، جو مجھے تیری راہ میں نکلنے سے نہ روکے۔ جب ہاتھ لگاؤ یہ بخار زدہ ہوتے تھے۔ ❹

---

❶ مسلم: ۷۹۹، صلاۃ المسافرین والبخاری: ٤٩٥٩، کتاب التفسیر، احمد:۳/ ۱۳۰، احمد: ٥/ ۱۲۲، الحلیۃ: ۱/ ۲٥۱.

❷ شرح مسلم:۱٦/ ۳۰.

❸ مسلم: ۸۹۱، ابوداود:۱٤٦۰، الحلیۃ:۱/ ۲٥۰.

❹ احمد: ۳/ ۲۳، وصححہ ابن حبان:٦۹۲، الحلیۃ:۱/ ۲٥۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اتباع سنت کا بے پناہ جذبہ:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں بہت زیادہ آگے نکلنے والوں میں تھے۔

قیس بن عباد بیان کرتے ہیں میں مدینہ منورہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کے لیے آیا ان میں سے سب سے زیادہ جن سے میں ملاقات کا خواہش مند تھا وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے نماز کھڑی ہو چکی تھی میں پہلی صف میں کھڑا تھا۔ ایک آدمی آیا اس نے لوگوں کے چہرے دیکھے میرا سوا سب کو پہچان لیا اور مجھے جگہ سے دور کر دیا۔ غصہ سے میں تو نماز نہ سمجھ سکا جب نماز ہوئی تو کہا: بیٹے برا نہ ماننا، میں نے جو بھی کیا ہے جہالت و نادانی سے نہیں کیا بلکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا تھا کہ تم لوگ جو میرے نزدیک کھڑے ہوا کرو، میں نے لوگوں پر نظر ڈالی تو تمہارے سوا سب جانے پہچانے تھے اس لیے میں نے دور کیا ہے اور وہاں کھڑا ہوں۔ یہ آدمی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ [1]

اتنی زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے تھے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ سنت کی راہ لازم پکڑو کوئی بھی روئے زمین کا آدمی اگر سنت کی راہ پر گامزن ہو گا اور اس کی آنکھوں سے خوف الٰہی سے آنسو بہہ پڑیں تو اللہ تعالیٰ اسے کبھی عذاب نہ کریں گے۔ اسی طرح کوئی بندہ روئے زمین کا جو سنت کی راہ پر ہو گا۔ خوف الٰہی سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو جس طرح درخت کے خشک پتے بادتند و تیز سے جھڑتے ہیں۔ اسی طرح اس بندے کے گناہ گرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں اور سنت میں میانہ روی، اللہ کی راہ اور سنت کی خلاف ورزی سے بہتر ہے۔ غور کیا کرو اگر کوئی عمل کرنا ہے تو انبیائے کرام اور ان کی سنت کے مطابق اور ان کے طور وطریقہ پر کرو، خواہ یہ عمل اجتہاد کا ہو یا اقتصاد کا ہو۔

اقوالِ زریں:

- ابونضرہ عبدی بیان کرتے ہیں ایک آدمی نے بتایا جس کا نام جابر یا جویبر تھا کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک کام تھا ان کے پہلو میں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا سفید لباس میں ملبوس تھا۔ بال بھی سفید تھے۔ اس نے کہا: دنیا تو ایک رسائی کا ذریعہ ہے اصل ہمارا توشۂ آخرت ہے ہمیں ہمارے اعمال کی جزاء آخرت میں ہی ملے گی۔

  میں نے پوچھا اے امیر المومنین! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ سید المسلمین حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔ [2]

- ابو عالیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا۔ مجھے وصیت کیجئے۔ کہا: کتاب اللہ کو امام بناؤ اسے قاضی اور حاکم کے طور پر پسند کرو یہی وہ کتاب ہے۔ جو تمہارے رسول تمہارے لیے بطور نائب چھوڑ گئے ہیں۔ یہ سفارش کرنے والا ہے۔ اس کی اطاعت کی جاتی ہے یہ ایک ایسا شاہد ہے جس پر تہمت کی

---

[1] مسند احمد: ٥/ ١٤٠، نسائی: ٢/ ٨٨، سناده صحیح (ارنؤوط)

[2] ابن سعد: ٣۔٢/ ٦٠، منقول از سیر: ١/ ٣٩٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گنجائش نہیں اس میں تمہارا اور تم سے پہلوں کا ذکر ہے اور اس میں تمہارا اور تم سے پہلوں کا حکم ہے اس میں تمہاری اور تم سے بعد والوں کی خبر ہے۔ ❶

❀ ابو عالیہ بیان کرتے ہیں حضرت ابی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰٓ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ﴾ کہہ دو وہ قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے۔

کہا یہ چار چیزیں ہیں اور لامحالہ واقع ہوں گے۔ رسولِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پچیس برس بعد، دو تو ہو چکی ہیں کہ لوگ فرقوں میں بٹ گئے اور ایک دوسرے کا عذاب چکھا اور دو باقی ہیں لامحالہ یہ بھی وقوع پذیر ہوں گے۔

ایک زمین میں دھنستا ہے دوسرا پتھر برستا ہے۔ ❷

عبداللہ بن حارث بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسان کے ٹیلوں کے سائے میں کھڑا تھا اور بازار وہ تھا جو آج پھل والا بازار ہے۔ کہا: تم دیکھ رہے ہو دنیا کی طلب میں مختلف لوگوں کی گردنیں نظر آرہی ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں دیکھ رہا ہوں۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں: قریب ہے کہ دریائے فرات سونے کا پہاڑ نمایاں کرے گا لوگ اس کی طرف روانہ ہوں گے جو بھی وہاں ہوگا وہ کہے گا۔ ہم اسے کھلا چھوڑ دیتے ہیں وہ جتنا چاہیں لے جائیں چاہیے کچھ بھی نہ چھوڑیں وہاں بہت لوگ قتل ہوں گے حتیٰ کہ سو میں سے ننانویں قتل ہو جائیں گے۔ ❸

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ امتِ مسلمہ پر فتنوں کے برپا ہونے سے بہت ڈرا کرتے تھے جو دلوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں ان کا دل غم سے نچڑ جاتا تھا، الم ناکی سے بکھر جاتا تھا جب وہ احادیث بیان کرتے جن میں فتنوں کا ذکر آتا ہے۔ ان کی قیمتی وصیتوں میں سے ایک یہ وصیت ہے، فرماتے ہیں: جو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کوئی چیز چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا اچھا بدل دیتے ہیں وہاں سے عطا کرتے ہیں جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا اور جو بندہ بھی نیک کام میں سستی کرتا ہے اور جسے اللہ اچھا نہیں کہتا اسے اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ایسی سختی کرتے ہیں جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتی۔ ❹

دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ حضرت ابی مسلمانوں کے سید ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی دلی قدر کرتے تھے، اور بڑی محبت رکھتے تھے۔ ابو ادریس خولانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اہلِ دمشق کے افراد میں سوار ہو کر مدینہ منورہ آئے تو انھوں نے ایک دن حضرت

❶ الحلیة: ١/ ٢٥٣. ❷ احمد: ٥/ ١٣٥، طبری: ٧/ ٢٢٦، الحلیة: ١/ ٢٥٣.

❸ احمد: ٥/ ١٣٩، مسلم: ٢٨٩٥، کتاب الفتن.

❹ صفة الصفوة: ١/ ١٩٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ آیت پڑھی:

﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ (الفتح:٢٦)

''جب ان لوگوں نے جنھوں نے اپنے دلوں میں حمیت پیدا کی جو کہ جاہلیت کی حمیت ہے۔''

اگر تم ایسی حمیت اختیار کرتے جس طرح انھوں نے کی ہے تو مسجد حرام میں بھی فساد مچ جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تمھیں کس نے پڑھایا ہے انھوں نے کہا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پڑھایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں بلایا، آئے تو کہا: اب بھی پڑھو۔ انھوں نے پڑھا تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! واللہ! آپ جانتے ہیں میں حاضر رہتا ہوں۔ یہ غائب ہوتے ہیں میں قریب ہوتا ہوں یہ روکے جاتے ہیں اور میرے ساتھ یہ یہ کیا جاتا ہے۔ جب کہ یہ محروم ہیں اس لیے انھیں علم نہیں میں بتاتا ہوں۔

واللہ! اگر آپ پسند فرمائیں تو میں گھر بیٹھ جاتا ہوں، کچھ بیان نہیں کرتا اور میں موت تک کسی کو نہ پڑھاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! معاف کرنا، ہم جانتے ہیں اللہ پاک نے آپ کو علم سے نوازا ہے۔ لوگوں کو سکھاؤ جو جانتے ہو اس کی تعلیم دو۔ ❶

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ مجھے عامل کیوں مقرر نہیں کرتے کہا، اس لیے کہ تمہارا دین داغدار نہ ہو۔ ❷

علمی خراج تحسین:

معمر کہتے ہیں حضرت ابن عباس کا زیادہ تر علم ان تین افراد سے حاصل کردہ تھا۔

١: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٢: حضرت علی رضی اللہ عنہ ٣: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔

ذہبی کہتے ہیں: میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خبریں طبقات القراء میں ذکر کی ہیں۔

حضرت ابن عباس، ابو عالیہ، اور عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہم نے حضرت ابی سے سیکھا تھا۔

عبد اللہ بن عیاش نے بھی ان سے پڑھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور ان کے ساتھ ادب سے پیش آتے تھے۔ اور انھیں فیصلہ میں شریک کیا کرتے تھے۔ ❸

دنیا سے چل چلاؤ:

پھیلی ہیں فضاؤں میں اس طرح تیری یادیں
جس سمت نظر اٹھی آواز تیری آئی

❶ مستدرک: ٢/ ٢٢٥، تفسیر ابن کثیر: ٤/ ١٩٤، عن النسائی۔ الدر المنثور: ٦/ ٧٩، و نسبه الی النسائی والحاکم، رجاله ثقات (ارنؤوط)

❷ ابن سعد: ٣-٢/ ٦٠، منقول از سیر: ١/ ٣٩٨۔ ❸ ابن سعد: ٣-٢/ ٦٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قرآنِ پاک کے ایک ایک حرف کے ساتھ زندگی گزاری جب یہ خلافتِ عثمانی میں فوت ہوئے تو تمام لوگوں نے کہا آج مسلمانوں کے سید حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فوت ہوئے ہیں۔

اور اسی طرح ہوتا ہے جو قرآنِ کی قدر شناسی کرتا ہے۔موت کے وقت بھی سیّد ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی سید ہوتا ہے روزِ قیامت اہلِ جنت کے بادشاہوں کے ساتھ بھی سید کی حیثیت سے ہوگا۔جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔اس کے کلام سے محبت کی،تو اللہ تعالی بھی ان سے محبت کریں گے اور جنت میں انھیں اپنے قریب کریں گے۔

رضی اللہ عنہ و عنهم اجمعين

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

73

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی بے مثال زندگی کا تذکرہ

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ، اپنے رب کے وعدہ پر اعتماد رکھتے تے۔ جب موت آئی تو حالت سجدہ میں تھے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو سارے لوگ نہ جانتے ہوں، لوگوں کے ہاں یہ غیر معروف ہو سکتے ہیں۔ لیکن ربِ کائنات کے پاس یہ بہت معروف ہیں۔

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ، قلب و قالب سے اسلام کے ہمنوا ہوئے تھے اور اس دین کی نصرت و حمایت میں ان کے دل میں اعتماد بھرا تھا اور انھیں یقین تھا کہ ساری دنیا عن قریب اللہ عزوجل کے سامنے جھک جائے گی اس اعتماد نے ان کے دل میں یہ درجہ حاصل کر لیا تھا کہ ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، آپ سے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! سرزمینِ شام میں فلاں فلاں زمین کا ٹکڑا میرے نام کر دو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حیران ہوئے۔ لوگوں سے کہا تم سن رہے ہو، ابو ثعلبہ کیا کہہ رہا ہے۔

ابو ثعلبہ نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میری دور رس نگاہ دیکھ رہی ہے تمہارا اس پر ضرور غلبہ ہوگا۔ آپ نے ان کے نام یہ لکھ دیا۔ [1]

یہی وجہ ہے یہ ان لوگوں میں شامل تھے جو ہر موقع پر نصرتِ اسلام میں تیز رفتار تھے۔ انھوں نے بیعتِ رضوان میں شمولیت کی سعادت حاصل کی ہے۔ جنگ خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حصہ بھی مقرر کیا تھا۔ اور آپ نے انھیں ان کی قوم کی طرف بھیجا ان کے بھائی عمرو بن جرہم بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں مسلمان ہوئے تھے۔ [2]

اقوالِ زریں:

اسماعیل بن عبید اللہ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ابو ثعلبہ نے کہا۔ اے ابو اسحاق! جو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ ہوگا، اللہ تعالیٰ دنیا کی مؤونت و مشقت سے اسے کفایت کرتے ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی اتاری گئی کتاب میں ہے۔ جس نے ایک ہی غم رکھا اور اسے بھی اللہ کی

[1] مسند: ٤/ ١٩٣، اسنادہ صحیح (ارنؤوط) [2] الاصابہ: ٧/٢٧٦، ترجمہ عمرو بن ثعلبہ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اطاعت میں صرف کیا، تو اس کا جو بھی غم ہو گا اللہ اسے کفایت کریں گے اور جو کچھ زمین و آسمان ضمن میں لیے ہیں۔ ان سے ان سے بھی کفایت کرے گا اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے اور اس کا عمل اپنے لیے ہے اور جس نے اپنے غم کئی بنا لئے۔ ہر وادی میں غم رکھا۔ اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتے وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کا تبصرہ:

میں کہتا ہوں عبادت کے لیے فراغت کا مطلب یہ نہیں کہ رزق کے اسباب ہی اختیار نہ کریں بلکہ مطلب یہ ہے کہ سبب کی کوشش کرنا ہے۔ خصوصاً جس کے اہل و عیال ہوں اسے سبب ضرور تلاش کرنا چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ آدمی کی سب سے افضل کمائی وہ ہے جو یہ اپنے دائیں ہاتھ سے کماتا ہے۔ ہاں جو سبب حاصل کرنے سے عاجز ہو۔ حیلہ کم کرنے یا ناتواں ہونے کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے زکاۃ میں اس کا حصہ رکھ لیا ہے۔ اس طرح اللہ پر بھروسہ رکھنے سے رزق کا سامان اللہ پاک مہیا کرتے ہیں اسے عبادت کی فکر کرنی چاہیے روزی کی فکر نہ کرے۔ ہاں اسباب ضرور تلاش کریں۔

موت کی شان:

اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کو یقین کامل تھا کہ لامحالہ ان کی ملاقات اپنے رب سے ہوگی، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہے:

﴿وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝﴾ (الانبیاء: ۳۴۔۳۵)

’’آپ سے پہلے ہم نے کسی بشر کے لیے ہمیشگی نہیں کی۔ اگر آپ کو موت آئے گی تو کیا یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ہر ایک جان موت چکھنے والی ہے اور ہم تمھیں برائی اور اچھائی کے ساتھ آزماتے ہیں اور تم ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔‘‘

انھوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ آرزو کی تھی کہ ان کی موت سجدہ کی حالت میں آئے۔ یہ کہا کرتے تھے امید ہے موت کے وقت اللہ تعالیٰ تمہاری طرح میرا گلا نہیں گھونٹیں گے۔ رات کے پہر میں یہ نماز پڑھ رہے تھے وہیں روح قبض کر لی گئی ان کی بیٹی نے دیکھا کہ ان کے ابا تو فوت ہو چکے ہیں۔ وہ گھبرا کر اٹھی اور امی کو آواز دی۔ میرے ابو کہاں ہیں کہا وہ تو نماز کی جگہ میں ہیں۔ بیٹی نے کہا نہیں لگتا ہے اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ اس نے آواز دی۔ انھوں نے جواب نہ دیا۔ دیکھا تو وہ فوت ہو چکے تھے۔ [1]

واہ! یہ کتنا سعادت بھرا خاتمۂ حیات ہے عموماً یہ ہوا ہے جس چیز پر کوئی زندگی گزارے، اسی پر مرتا ہے اور جس چیز کو سرانجام دیتے کوئی مرتا ہے۔ اسی پر وہ اٹھایا جاتا ہے۔

[1] الاصابہ: ۱۱/ ۵۶۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ جل وعلا کو سجدہ کرتے ہوئے فوت ہوئے ان شاء اللہ عن قریب وہ آخرت میں حالتِ سجدہ ریزی میں ہی اٹھیں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴾ (ابراهيم:٢٧)

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ثابت بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

میرے پیارے بھائیو اور بہنو! ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں وہ مجھے بھی اور تمھیں بھی حسنِ خاتمہ کی توفیق دے انسان کے ادراک میں نہیں کہ اس کا خاتمہ کیسا ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: آدمی طویل عرصہ اہلِ جنت کا سا عمل کرتا رہتا ہے۔ مگر اس کا خاتمہ دوزخ والے عمل پر ہوتا ہے۔ ایک آدمی طویل عرصہ دوزخ والے لوگوں کے کام کرتا ہے اس کا خاتمہ اہلِ جنت کے عمل پر ہوتا ہے۔ [1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اضافہ فرمایا ہے:

''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِخَوَاتِيْمِهَا۔'' [2]

''کہ اعمال کا دارو مدار خاتموں پر ہے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اے دلوں کو پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو آپ کے ساتھ ایمان لائے اور جو کچھ لے کر آئے ہو، اس پر بھی ہمارا یقین ہے۔ کیا آپ کو خطرہ ہے کہ ہم بدل جائیں گے فرمایا ہاں میں ڈرتا ہوں۔ کیونکہ دل، اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جیسے چاہتا ہے انھیں پلٹتا ہے۔ [3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب دیکھتے کہ جنازہ اٹھایا گیا ہے تو اس سے کہتے۔ اپنے رب کی طرف گزر جا، ہم بھی تیرے پیچھے گزرنے والے ہیں۔

حضرت مکحول دمشقی جب بھی جنازہ دیکھتے تو کہتے۔

تم صبح جا رہے ہو ہم پچھلے پہر جانے والے ہیں۔ یہ نصیحت تھوڑی ہے مگر بہت موثر ہے ہے، ہماری غفلت بہت بری ہے وہ پہلے جا رہے ہیں بعد والے عبرت نہیں۔ پکڑ رہے ہے۔

---

1. مسلم عن ابی هريرة، صحيح الجامع: ١٦٢٣.
2. بخاری مسلم، صحيح الجامع: ١٦٢٤.
3. ترمذی، مستدرك عن انس، صحيح الجامع: ٧٩٧٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: ہم جب جنازہ میں شرکت کرتے تو جنازے، کا چہرہ منہ لپیٹ کر روتے ہوئے دیکھتے تھے کیونکہ لوگوں کو خود اپنا جنازہ یاد آتا تھا۔ میت پر انھوں نے کیا رونا تھا وہ تو اپنی جانوں پر روتے تھے۔

موت جس کی قتل گاہ ہو، قبر جس کی خواب گاہ ہو، کیڑے جس کے انیس جاں ہوں منکر اور نکیر جس کے ہمنوا ہوں اور قبر جس کی قرار گاہ ہو اور زمین کا پیٹ جس کی رہائش گاہ ہو اور روزِ قیامت وعدہ گاہ ہو۔ جنت یا دوزخ خواب گاہ ہو۔ یہ پھر بھی اس کی فکر نہ کرے تو افسوس ہے اس کی تو ساری تیاری ہی اس کے لیے ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا﴾ (فصلت:۳۰)

''بے شک جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کی ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں مت ڈرو اور مت غم کھاؤ۔''

بعض سلف سے منقول ہے کہ یہ فرشتے اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور جو اس سے کوتاہی ہوئی ہے اس پر غمزدہ ہو یہ خوشخبری اسے دی جاتی ہے مگر جو اللہ عزوجل سے ڈرتا نہیں اور نہ ہی خیر میں کوتاہی اور تقصیر پر غمگین ہوتا ہے انھیں یہ نہیں کہا جاتا۔ ❶

کیا ہی خوب ہے وہ آدمی جسے اللہ نے اپنی اطاعت کی توفیق دی اور اس کی موت بھی اسی حالت میں آتی ہے۔ وہ ہولناکیاں، جو غفلت شعاروں کے انتظار میں ہیں۔ وہ بہت بڑی ہیں اور شدید ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: دوزخ کو لایا جائے گا اس کی ستر ہزار لگامیں ہیں، ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے مقرر ہیں جو اسے کھینچ کر لا رہے ہیں۔ ❷

مہیب منظر سے بچو:

یہ منظر کتنا ہی ہیبت ناک ہے۔ اس کا تصور ہی دل چیر دیتا ہے۔ جب دوزخ کو لایا جائے گا کوئی مقرب فرشتہ باقی نہ بچے گا نہ ہی مرسل نبی ہوگا مگر یہ گھٹنوں کے بل ہوں گے اور کہیں گے اے رب سلامت رکھنا، سلامت رکھنا حق تبارک وتعالیٰ کا بیان ہے:

﴿كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٢٣﴾ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿٢٤﴾﴾ (الفجر:۲۱ تا ۲۴)

''ہرگز نہیں جب زمین ریزہ ریزہ ہوگی تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف درصف ہوں گے اس دن دوزخ کو لایا جائے گا اس دن انسان نصیحت پکڑے گا اس کے لیے کہاں نصیحت ہوگی یہ کہے گا اے کاش! کہ میں اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجتا۔''

❶ اقتربت الساعة، للمصنف: ۱۸.

❷ مسلم عن ابن مسعود، كتاب صفة النار، صحيح الجامع: ۸۰۰۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قارئین کرام! آپ بھی ہمارے ساتھ ذرا غور فرمائیں، جس نے اللہ تعالیٰ کے حقوق میں تقصیر کی ہوگی اس کی حسرت کتنی شدید ہوگی، جب دوزخ چیختی چنگھاڑتی اسے نظر آئے گی تو کہے گا کاش کہ میں نے کچھ آگے بھیجا ہوتا یہ وہ آدمی کہے گا جس نے نماز میں کوتاہی کی ہوگی، جس نے ماں باپ کی نافرمانی کی ہوگی، جس نے بندوں پر ستم ڈھائے ہوں گے جس نے اللہ تعالیٰ سے جنگ کی ہوگی اور ہر وہ عورت کہے گی جس نے پردہ نہ کیا ہوگا۔ بناؤ سنگار کرکے برہنہ منہ باہر نکلتی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بھول جانے والی کہے گی۔

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝﴾ (الاحزاب: ٥٩)

''اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور ایمانداروں کی عورتوں سے کہہ دو یہ اپنی چادریں اپنے اوپر نزدیک کرلیں یہ اس کے لائق تر ہے کہ یہ پہچانی جائیں گی اذیت نہ دی جائیں گی اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

یہ خواتین رسولِ اکرم ﷺ کے اس فرمان کو بھی بھول چکی ہیں دو قسم کے لوگ دوزخی ہیں، میں نے انھیں دیکھا نہیں مگر ایسا ہوگا۔ ایک وہ لوگ جن کے پاس کوڑے ہوں گے جو گائیوں کی دموں کے مطابق ہوں گے جس کے ساتھ لوگوں کو ظلم سے ماریں گے۔ دوسری وہ عورتیں جو لباس میں ہوں گی مگر ننگی ہوں گی مائل کرنے والی ہوں گی مائل ہونے والی ہوں گے ان کے سر اس طرح مٹکیں گے جس طرح بختی اونٹوں کی کہانیں ہوتی ہیں۔ یہ جنت میں داخل نہ ہوں گی نہ ہی جنت کی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو کئی میلوں تک فضا کو معطر کر رہی ہوگی۔ [1]

فرصت کو غنیمت جانو:

آہ، میری بہنو! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ حجاب میں آجاؤ۔ تاکہ یہ حجاب آتشِ دوزخ سے پردہ بن جائے۔ کیا وہ گھڑی کب آئے گی جب تم ستر والا، اور پاکدامنی والا لباس پہنو گی۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کے فرمان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرو گی تاکہ تم اوپر والی حدیث میں بیان کردہ جنھیں آپ ﷺ نے دوزخی عورتیں قرار دیا ہے ان میں نہ ہو جاؤ۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو بھی مسلمان خاتون اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتی ہے اس کے کان میں گونج رہی ہے۔ چلانے سے پہلے خود کو دوزخ سے بچاؤ۔ یہ فرصت کی گھڑی ہے جو آپ کے سامنے کھڑی ہے اللہ کی طرف توبہ کرو اور تیز قدم اٹھاؤ۔ زبان حال سے کہو۔

اے میرے رب میں جلدی سے تیری طرف آتی ہوں تاکہ تو راضی ہو جائے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریزہ ہو جاؤ۔ اس سے مغفرت اور رحمت طلب کرو۔ وہ تو کہتا ہے۔

﴿نَبِّئْ عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝﴾ (الحجر: ٤٩-٥٠)

''میرے بندوں کو خبر دو، بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں اور بے شک میرا عذاب بڑا دردناک ہے۔''

---

[1] مسلم، صحيح الجامع: ٣٧٩٩.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لوگو! تم میں سے جو بھی ظلم و جبر کرتا ہے اس ہیبت ناک منظر کو نہ بھولے کہ جب دوزخ آئے گی اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرلو۔ مظالم، معاف کروالو، وگرنہ ندامت ہوگی اور اس وقت ندامت کام نہ آئے گی یہ ندامت سزاؤں سے نہ بچا سکے گی۔ آہ وہ آگ ہوگی جسے ہزار سال جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی اور ایک ہزار سال پھر جلایا گیا وہ سفید ہوگئی اور ایک ہزار سال پھر اسے جلایا گیا حتیٰ کہ سیاہ ہوگئی یہ ہمیشہ سیاہ ہی رہے گی پتھر اس کی پہنائی میں ستر برس بعد پہنچتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ کسی چیز کی آہٹ سی ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آہٹ تم جانتے ہو کیسی ہے ہم نے کہا اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا پھر اس کے رسول جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ ایک پتھر تھا جسے ستر برس ہوئے دوزخ میں پھینکا گیا تھا وہ اب تک دوزخ میں گر رہا تھا۔ آج اس کے پیندے تک پہنچا ہے۔ ❶

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی، اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمھیں موت نہ آئے حتیٰ کہ تم مسلمان ہو تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے گھر میں ٹپکا دیا جائے تو دنیا والوں پر ان کی معیشت خراب ہو جائے۔ جس کا کھانا ہوگا اس کا کیا بنے گا۔ ❷

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ والوں میں سے سب سے ہلکا عذاب اسے ہوگا جسے دو جوتے آگ سے پہنائے جائیں گے جس سے اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح جوش مارے گا یہ تو ہلکے عذاب والے کی سزا ہے جو سخت عذاب والا ہوگا اس کا اندازہ لگائیں کیا ہوگا۔ ❸

اس کے بعد بھی ہم راہنمائی نہیں لیتے۔ اللہ کی طرف توبہ نہیں کرتے۔ اور راہِ حق کی طرف نہیں لوٹتے، قیامت سے پہلے لمحات کو غنیمت نہیں تصور کرتے، روزِ قیامت پکاریں گے کاش ہم نے کچھ اپنی اس زندگی کے لیے بھی کچھ بھیجا ہوتا۔ اس سے پہلے ہی کچھ کرلیں۔

آئیں ہم اپنی اس زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجیں جو ہمیں روزِ حشر کام آئے، آئیں ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس قول کی تعبیر بن جائیں۔

﴿وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝٣١﴾ ❹

''اے ایماندارو! سب اللہ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

---

❶ مسلم، باب فی بعد قعر جهنم كتاب صفة النار.

❷ احمد، ترمذی، وصححه الالبانی فیصحیح الجامع:٥٢٥٠.

❸ مسلم، باب اهون اهل النار عذابا۔ كتاب صفة النار.

❹ (النور:٣١)، وانذرهم يوم الحسرة:٦٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

74

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی حیاتِ دلبرانہ کا تذکرہ

یہ وہ فرزندِ اسلام ہیں جنھیں سب سے پہلے امیر المومنین کے لقب سے پکارا گیا۔ آفتاب اسلام سرزمین جزیرۂ عرب پر کرن ریز تھا۔ پاکیزہ دلوں نے اپنے دروازے بمع دہلیزوں کے کھول دیے تھے تاکہ اس کی ضوء افگن ہونے والی سنہری کرنوں سے ہر گوشۂ دل تابناک ہو جائے۔ انھی میں سے ایک پاکیزہ قلب انسان کی زندگی کی جھلک پیش کرنے والے ہیں۔ جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت کے لیے چن لیا تھا۔ یہ ہیں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جو کہ مکہ کی سرزمین میں کعبہ کے قریب پروان چڑھے تھے۔

یہ حضرت رسولِ اکرم ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے تھے اور یہ رسولِ اکرم ﷺ کے سسرالی رشتہ دار بھی تھے۔ حبیبِ کبریاء ﷺ نے ان کی ہمشیرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو حکم دیا تھا ان سے نکاح کریں۔ یہ امہات المومنین سے کہا کرتی تھیں اور فخر و اعزاز جتلاتی تھیں کہ تمہاری شادیاں تمہارے گھر والوں نے کی ہیں جب کہ میری شادی اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کی ہے۔ [1]

اسلام میں سبقت:

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف کے قریب ترین پرورش پائی تھی انھوں نے رسولِ کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے، مکہ میں رونما ہونے والے حادثات کا بچشم خود مشاہدہ کیا تھا۔ انھوں نے دیکھا کہ کعبہ کی تعمیر کی تجدید ہوئی ہے۔ قبائل آپس میں حجر اسود کے نصب کرنے پر جھگڑ رہے ہیں پھر وہ ایک اپنے میں سے حاکم بناتے ہیں تاکہ اس قبیلہ کو حجر اسود کے نصب کرنے کا شرف ملے۔

انھوں نے یہ دیکھا تھا کہ حضرت محمد ﷺ اس کے رکھنے میں تمام قبائل کو حصہ دار بناتے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی چادر بچھا دی اور ہر قبیلہ کے سردار سے کہا وہ اس چادر کا ایک کنارہ پکڑ لے اور خود حجر اسود اس کی جگہ پر ٹکا دیا اس طرح ایک ایسی مشکل جو خون آشام جنگ رونما کر سکتی تھی اس کا حل پیش کر دیا۔ خفیہ طور پر دعوتِ اسلام جاری رہی جب اسلام لانے والوں کی تعداد تیس مرد و خواتین پر مشتمل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل تھے۔ ان

[1] بخاري: ١٣/ ٣٤٧، كتاب التوحيد.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے رسولِ اکرم ﷺ نے دارِ ارقم بن ابی ارقم کا انتخاب کیا۔ تین برس تک خفیہ دعوت رہی اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کو یہ تکلیف دی گئی کہ جو حق ان کے پاس آیا ہے اسے واشگاف بیان کرو قریش کے عقیدۂ باطل اور ان کے بتوں کا مقابلہ کریں۔ [1]

دین کی امانت اٹھائی:

جونہی حبیب کبریاء ﷺ مبعوث ہوئے ادھر بغیر کسی تاخیر اور رکاوٹ کے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے۔ یہ اس وقت مسلمان ہوئے تھے حبیبِ کبریاء ﷺ ابھی دارارقم میں داخل نہ ہوئے تھے۔ یہ اسلام میں سبقت لے جانے والوں میں سے تھے۔ اسلام کے بعد دین کی امانت اپنے کندھوں پر اٹھائی تاکہ اپنے ماحول کے لوگوں کو دنیا اور آخرت کی جنت کی طرف دعوت دیں۔ اپنے دونوں بھائیوں اور اپنی دونوں بہنوں کو اسلام کی دعوت دی، ان سب نے ان کی دعوت کو قبول کرلیا اور اللہ کے دین میں داخل ہوگئے اور سب کے دلوں میں سعادت نے گھر کرلیا۔

راہِ ہجرت پر:

قریش نے جب حبیبِ کبریاء ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سختی کی اور ان کی ایذاء رسانی انتہائی حد تک پہنچی تو آپ ﷺ نے انھیں ہجرتِ حبشہ کا مشورہ دیا۔ تاکہ بادشاہ نجاشی کے وسیع ملک میں زندگی گزاریں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان مہاجروں تک یہ اطلاعات پہنچیں کہ قریش نے اپنی گمراہی سے رجوع کرلیا ہے اور اللہ عزوجل کے دین میں داخل ہو چکے ہیں اور انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ کی متابعت اختیار کر لی ہے تو یہ مہاجر، مکہ کی جانب واپس لوٹ آئے جب یہ مکہ کے دروازوں تک پہنچے تو انھیں علم ہوا۔ یہ تمام اطلاعات ایک فریب ہیں کفارِ قریش کا ارادہ یہ تھا کہ مہاجرین حبشہ سے واپس آجائیں تاکہ انھیں اچھی طرح تنگ کر سکیں۔ تاہم حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کا خاندان مکہ میں ہی رہے حبشہ واپس نہ گئے۔ اس وقت تک مکہ میں ہی رہے حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی تو حضرت عبداللہ اور ان کا خاندان، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے اوّل ہجرت کرنے میں سے تھے۔

رحمان کی جنت میں گھر:

جب یہ حضرت عبداللہ بن جحش بن رئاب بمعہ خاندان بنوجحش اپنے گھر سے نکلے تو ابوسفیان بن حرب نے ان کے گھر پر قبضہ کرلیا اور اسے عمرو بن علقمہ کے ہاں فروخت کردیا جب اس خاندان تک یہ خبر پہنچی کہ ابوسفیان نے چند درہموں میں ان کا گھر بیچ دیا ہے تو حضرت عبداللہ نے اس بات کا ذکر، رسولِ اکرم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے عبداللہ! کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اس گھر سے بہتر گھر جنت میں دیں۔ کہا کیوں نہیں فرمایا بس پھر یہ ہوگا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے جب مکہ فتح کرلیا تو حضرت عبداللہ کے بھائی ابو احمد رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے بارے میں بات

[1] رجال مبشرون بالجنة: ٢٦٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی تو آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی، تو ابو احمد سے لوگوں نے کہا۔ اے ابو احمد! آپ ﷺ کو زیادہ زیر نہ کرو۔ رسولِ اکرم ﷺ ناپسند کرتے ہیں کہ تم اپنے ان مالوں کی طرف رجوع کرو جو اللہ عزوجل کی راہ میں دیے جا چکے ہیں تو ابو احمد نے اس بارے میں خاموشی اختیار کی۔ اور ابوسفیان سے کہا:

اَبْلِغْ اَبَا سُفْيَانَ عَنْ أَمْرٍ عَوَاقِبُهُ نَدَامَة

"ابوسفیان تک میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ جو کام تم نے کیا ہے اس کا انجام ندامت ہے۔"

دَارَ ابْنَ عَمِّكَ بِعْتَهَا
تَقْضِيْ بِهَا عَنْكَ الْغَرَامَة

"تو نے اپنے چچا کے بیٹے کا گھر فروخت کر دیا ہے اس کے ساتھ و اپنی چٹی پوری کرنے لگا ہے۔"

وَ حَلِيْفُكُمْ بِاللّٰهِ رَبِّ
النَّاسِ مُجْتَهِدُ الْقَسَامَة

"تمہارا حلیف اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے جو لوگوں کا رب ہے، جو قسم تقسیم کرتا ہے۔"

اِذْهَبْ بِهَا اِذْ هَبْ بِهَا
طُوِّقْتَهَا طَوْقَ الْحَمَامَة

"لے جا اسے جا لے جا اسے تجھے کبوتری کے گلے میں پڑی ہوئی گانی کی طرح طوق پہنایا جائے گا۔"

انصار کے آنگن میں:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے انصار بھائیوں کے آنگن میں زندگی گزارنا شروع کی۔ اور راحت سے ذوق آشنا ہوئے اور اللہ کی رضا کے لیے چلنے والی محبت کی بادِ نسیم کے جھونکوں سے مشامِ جان معطر کرنے لگے۔ انصار کی سچی اخوت کا مشاہدہ کیا جن کے متعلق قرآن پاک خود کہتا ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (الحشر:۹)

"اور جن لوگوں نے گھر اور ایمان کو جگہ دی اور ان سے محبت رکھتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں اور یہ جو وہ دیے گئے ہیں اپنے سینے میں تنگی نہیں پاتے اور یہ خود پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں خود بھی ضرورت ہو اور جو نفس کی بخیلی سے بچایا گیا وہی کامیاب ہے۔"

تو ایسے پرہیزگار، باصفا لوگوں میں رہ کر سکون محسوس کر رہے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دستۂ فوج لے کر جانے کا یادگار واقعہ:

غزوۂ بدر اولیٰ سے واپسی کے بعد، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں حضرت عبداللہ بن جحش بن رئاب اسدی رضی اللہ عنہ کو آٹھ مہاجروں پر مشتمل دستہ فوج پر امیر مقرر کرتے ہوئے بھیجا ان میں انصار میں سے ایک آدمی بھی نہ تھا اور ایک خط تحریر کرکے دیا اور انھیں حکم دیا اور دو دن سفر کرنے تک اسے نہیں پڑھنا دو دن تک سفر کرلیں تو اسے پڑھیں اور جو اس میں حکم ہو خود اس پر عمل کے پابند ہیں اسے کرگزریں، مگر اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو مجبور نہ کریں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب دو دن کی مسافت طے کرلی تو خط کھولا، اسے پڑھا اس میں یہ تحریر تھا۔ جب تم میرا یہ خط پڑھو تو چلتے رہو حتیٰ کہ تم طائف اور مکہ کے درمیان، نخلہ، مقام پر اترو۔ قریش کی نقل و حرکت کی گہری نگرانی کریں، اور ہمیں ان کی سرگرمیوں سے آگاہ کریں۔ جب حضرت عبداللہ نے خط دیکھا تو کہا۔ میں اس کی حکم بجا آوری پر بدل و جان حاضر ہوں۔ اور ساتھیوں سے کہا: مجھے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں نخلہ تک چلوں اور قریش کی دیکھ بھال رکھوں اور ان کی خبر آپ تک پہنچاؤں اور آپ نے مجھے منع کیا ہے کہ میں تم میں سے کسی کو مجبور کروں، لہٰذا تم میں سے جسے شہادت مطلوب ہو وہ چلے۔ اور جو نہیں جانا چاہتا وہ واپس لوٹ جائے۔ میں تو ہر صورت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کروں گا جب عبداللہ گئے تو ایک ساتھی بھی باقی نہ رہا۔ سب ساتھ چلے تھے۔

حجاز پہنچے، حتیٰ کہ فرع، کے بالائی حصہ، معدن میں پہنچے، جسے بحران کہا جاتا ہے۔ تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کا اونٹ گم ہوگیا۔ یہ دونوں اس پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ یہ دونوں اس کی تلاش میں پیچھے رہ گئے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور باقی ساتھی نخلہ میں اترے، وہاں سے قریش کا ایک قافلہ گزرا، جو منقا اور چمڑا اٹھائے ہوئے تھا۔ اور قریش کی دیگر تجارتی اشیاء تھیں اس کا امیر عمرو بن حضرمی تھا۔

ان قافلہ والوں نے جب مسلمانوں کو دیکھا تو یہ ڈر گئے۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے ان پر جھانکا، انھوں نے سر منڈوایا تھا جب قریش نے انھیں دیکھا تو امن و امان میں آگئے، کہنے لگے یہ تو عمرہ کرنے والے ہیں ان سے مت ڈریں یہ کچھ نہ کہیں گے۔

رجب کا آخر تھا۔ لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ کہ اس قافلہ کا کیا کریں۔ بعض نے کہا۔ اگر تم اس رات انھیں چھوڑ دیتے ہو تو یہ حرم میں داخل ہو جائیں گے اور محفوظ ہو جائیں گے۔ اور اگر تم قتل کرتے ہو تو یہ محترم مہینہ میں قتل ہوگا یہ بھی منع ہے لوگ متردد تھے اور پیش قدمی سے ڈرتے تھے۔ آخر انھوں نے دلیری کی اور عزم کرلیا جسے قتل کر سکتے ہیں، اسے قتل کریں جو ہوگا دیکھ لیں گے انھوں نے قافلہ والوں کا سارا مال لوٹ لیا اور واقد بن عبداللہ تمیمی نے عمرو بن حضرمی کو تیر مارا اور قتل کردیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو قیدی بنا لیا۔ نوفل بن عبداللہ نکل گیا۔ وہ ہاتھ نہ آیا۔ اب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی، قافلہ اور قیدی لے کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے پہلے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ اس مال میں رسولِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچواں حصہ ہے حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے پانچواں حصہ مقرر نہ کیا تھا۔ انھوں نے قافلہ کے مال کا پانچواں حصہ الگ کر دیا اور دوسرا مال مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ جب یہ مدینہ منورہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تو تمھیں حرمت والے مہینہ میں لڑنے کا حکم نہ دیا تھا۔ قافلہ اور قیدی تو موقوف کر دیئے اور اس مال کو لینے سے انکار کر دیا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تاثرات جب انھوں نے سنے تو وہ تو سرگردان رہ گئے اور کہنے لگے، ہم تو برباد ہو گئے اور ان کے مسلمان بھائیوں نے بھی انھیں طعن و تشنیع کی کہ یہ تم نے کیا کر دیا ہے۔ قریش نے کہا: اب تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ماہ محترم کی حرمت بھی پائمال کر دی ہے اور اس میں خونریزی کی ہے مال چھین لیے ہیں آدمیوں کو قید کر لیا ہے۔ جو مسلمان مکہ میں تھے، انھوں نے کہا، کہ مسلمانوں نے قافلہ پر حملہ شعبان میں کیا ہے۔ جو کہ ماہ محترم نہیں۔ لوگ اس بارے میں کثرت سے چہ میگوئیاں کرنے لگ گئے تو قرآن پاک نے تبصرہ کیا:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ﴾ (البقرۃ: ۲۱۷)

”یہ آپ سے محترم مہینہ کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس میں لڑائی کرنا کیسا ہے کہہ دو اس میں لڑنا، بہت بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو اس سے نکالنا، اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا گناہ ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ اگر تم ماہِ محترم میں قتل کیے گئے ہو تو یہ بھی غور کرو کہ تم نے کفر بھی کیا اور ساتھ اللہ تعالیٰ کے گھر سے روکا بھی ہے مسجد حرام سے بھی تم نے روکا ہے اور یہاں کے باسیوں کو تم نے گھروں سے نکالا یہ جرائم قتل سے زیادہ سنگین ہیں۔ فتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے یعنی جو تم مسلمانوں کو دین کی وجہ سے آزمائشوں میں ڈالے ہوئے تھے اور انھیں کفر کی طرف لوٹانا چاہتے تھے یہ کوئی کم جرم نہیں۔

جب قرآنِ پاک یہ حکم لے کر نازل ہوا اور مسلمانوں کے دلوں میں جو خوف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کھول دیا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قافلہ کا مال اور قیدی بھی قبضہ میں لیے۔

ادھر قریش نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کا فدیہ بھیجا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اس وقت تک تم سے فدیہ قبول نہ کریں گے جب تک ہمارے ساتھی حضرت سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان نہیں آ جاتے تمھیں نہیں چھوڑیں گے ہمیں اندیشہ ہے تم نے انھیں قتل نہ کر دیا ہو، تاہم یہ دونوں تشریف لے آئے تو دونوں قیدیوں کا فدیہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کر لیا۔ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان دونوں قیدی تھے، انھیں آزاد کر دیا۔ حکم بن کیسان تو مسلمان ہو گئے اور اچھے مسلمان ہو گئے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہے حتیٰ کہ بئر معونہ میں شہید ہو گئے۔

عثمان بن عبداللہ مکہ چلا گیا وہاں حالت کفر میں مر گیا۔ جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سامنے قرآنِ پاک نے صورت حال واضح کی تو اجر حاصل کرنے کا طمع پیدا ہوا۔ کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا ہم طمع رکھ سکتے ہیں کہ ہماری قسمت میں بھی غزوہ ہو جس میں ہمیں مجاہد کے کردار کا ثواب دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۱۸﴾(البقرۃ: ۲۱۸)

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہ لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی امید کے مقام پر رکھا ہے کہ تمھیں اجر ملے گا۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے مال فئی تقسیم کیا اور جب اسے لوگوں کے لیے حلال قرار دیا تو ۴/۵ اس کے لیے کر دیا جو اسے لے کر آیا ہے اور پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے رکھا۔ جس طرح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اسی طرح ہی اللہ تعالیٰ نے کیا۔

طبرانی میں اس کی تائید میں روایت آئی ہے، حضرت زر فرماتے ہیں، سب سے پہلے اسلام میں جو جھنڈا بلند ہوا وہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا جھنڈا تھا۔ اور سب سے پہلا مال خمس (پانچواں حصہ) جو اسلام میں تقسیم ہوا وہ عبداللہ بن جحش والا مال تھا۔[2]

ابن ہشام کہتے ہیں۔ پہلا مالِ غنیمت جو مسلمانوں نے حاصل کیا اور عمرو بن حضرمی کا قتل پہلا قتل ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں ہوا۔ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان پہلے آدمی ہیں جو مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے۔ یہ پہلا دستہ فوج تھا جس کے عبداللہ بن جحش امیر تھے۔ اور انھیں سب سے پہلے امیر المومنین کے لقب سے پکارا گیا۔

اللہ کی راہ میں جہاد:

جب غزوۂ بدر ہوا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس میں سخت لڑائی لڑی اور اس میں بہت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور ولید بن ولید بن مغیرہ کو قید کیا، جو مسلمانوں کا حسنِ معاملہ مشاہدہ کر کے اسلام لے آئے۔

دنیا سے چل چلاؤ:

جب غزوۂ احد، ہوا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایسی لڑائی کی جو خود شہادت کی جستجو میں ہو۔ اور اس کا شوق رکھتا ہو۔ جب انھوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان کے درمیان یہ گفتگو چلی، قلم جسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے خود ہی بیان کیا کہ جب جنگ احد کا دن تھا۔ مجھے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

---

[1] مجمع الزوائد: ۶/ ۱۹۸، والطبرانی ورجالہ ثقات، بیهقی فی السنن الکبریٰ: ۹/ ۵۸، عن عروۃ و اسنادہ صحیح، هیثمی.

[2] مجمع الزوائد: ۶/ ۶۷، اسنادہ حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملے۔ کہا تم اللہ سے دعا کرو میں نے کہا کیوں نہیں ہم ایک کونہ میں علیحدہ ہو گئے۔ میں نے دعاء کی: اے میرے رب! جب میں دشمن سے ملوں تو میری ملاقات ایسے آدمی سے کرانا جس میں جنگی سختی ہو اس کا غصہ سخت ہو۔ میں اس سے لڑوں وہ مجھ سے لڑے پھر مجھے اس پر کامیابی دے حتیٰ کہ میں اس کو قتل کر دوں اور اس کا مال سلب کرلوں۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے میری دعاء پر آمین کہا۔ پھر عبداللہ نے کہا: اے میرے اللہ! مجھے سخت آدمی دے میں تیری راہ میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے وہ مجھے پکڑے اور میرا ناک کان کاٹ دے۔ جب میری تجھ سے ملاقات ہو جائے تو تو مجھ سے پوچھے، تیرا ناک اور کان کس لیے کاٹا گیا ہے میں کہوں، تیری وجہ سے اور تیرے رسول کی وجہ سے کاٹا گیا ہے اور تو کہے تو نے سچ کہا: حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعاء میری دعاء سے بہتر تھی۔ میں نے دن کے آخر میں کہا، وہ قتل ہوئے اور ان کا مثلہ کیا گیا تھا اور ان کی ناک اور کان، ایک درخت پر دھاگے کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔ ❶

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے میرے اللہ! میں تجھ پر قسم دیتا ہوں کہ میں کل دشمن سے ملاقات کروں تو وہ مجھے قتل کریں اور میرے ناک اور کان کاٹ دیں پھر تو مجھ سے پوچھے یہ کیوں کاٹے گئے ہیں میں کہوں گا تیرے لیے کٹے ہیں۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں مجھے امید ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کا اوّل حصہ پورا کیا ہے اس کا آخر حصہ بھی پورا کرے گا۔ ❷

جنگ کی چکی گھوم رہی تھی، حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے معرکہ میں جلدی سے شرکت کی اپنے ماموں کے پیچھے تھے۔ حمزہ بن عبدالمطلب آپ کے ماموں تھے۔ ان کی طرف سے حملہ آور ہو رہے تھے اور جولانی دکھا رہے تھے اور دشمن سے پوری شدت اور سختی سے لڑ رہے تھے شہادت کا عزم لیے ہوئے تھے۔ قریب تھا کہ قریش شکست کھا جائیں مگر جب تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور میدان میں اتر کر مال و دولت اکٹھا کرنے لگے، تو معرکہ کا رخ بدل گیا بڑی تعداد میں مسلمان شہید ہوئے۔

اس دورانِ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شمشیر زنی کر رہے تھے حتیٰ کہ ان کی ملاقات ابوحکم بن اخنس بن شریق سے ہوئی، اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا کاری وار کیا یہ اپنے پاکیزہ خون سمیت اللہ کی راہ میں شہادت کا درجہ پاتے ہوئے گر پڑے، جب یہ شہید ہوئے ان کی عمر چالیس برس سے اوپر تھی۔ ❸

یہ مردانگی کا وہ شاندار محل ہے جس کے ساتھ کفر ٹکرایا، معرکہ کے آغاز پر بھی اور آخر پر بھی مگر کفر اس کے سامنے بچھ گیا اور اس کے قدموں کے نیچے سے زمین نکل گئی نہ تو لڑائی کے شروع میں فائدہ اٹھایا اور نہ ہی آخر میں اسے فائدہ ہوا۔

---

❶ صفة الصفوة: ١/ ١٥٩.

❷ مستدرك: ٣/ ١٩٩، له شاهد موصول، الباني.

❸ الروض الانف: ٣/ ١٧٩ ، صفة الصفوة: ١/ ٣٨٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جوانمردی کی یہ آب و تاب تاریخ اسلام کی دیواروں کے نیچے دفن ہے جس پر اسلام کی خوبصورت عمارت کھڑی ہے۔ جب تک قصر اسلامی قائم ہے اس کے خلاف سیل رواں کی طغیانی تب ہی دور ہوگی جب یہ ذخیرہ کردہ قوی اور صدیقین اور شہداء کے دلوں کی دھڑکن دوبارہ حاصل ہو۔

آہ! یہ الہام کتنا پرمسرت تھا یہ روشنی کتنی زیادہ چمکدار تھی اور اس اقتدار کی کیا شان تھی۔ یہ سب کچھ رسولِ معظم، رہبر کامل پیغمبر اعظم محمد ﷺ ہی ہیں جنھوں نے اس نسل کی تربیت کی اور آپ نے اپنے دل کے سمندر سے ان کے دلوں کو سیراب کیا تھا۔ یہ ذات الٰہ میں فنا تھے۔ اور جو کچھ اس کے پاس ہے اسے ترجیح دیتے تھے۔ [1]

جنگِ احد ختم ہوئی حبیبِ کبریاء ﷺ، حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے تھے۔ سخت غم و اندوہ میں ڈوبے ہوئے تھے اور آپ نے حکم دیا انھیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کردو۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ دعاء میں اور جہاد میں اپنے پیارے دوست حضرت عبداللہ کو کبھی نہ بھولتے تھے۔ ہمیشہ انھیں یاد رکھتے اور ان کی قبر اور دیگر شہدائے احد کی قبروں کی ہمیشہ زیارت کرتے رہتے تھے اور ساتھیوں کو بھی ان کی زیارت پر ترغیب دلاتے تھے۔ اور کہتے: تم انھیں سلام کہو۔

کوہِ احد کے دامن میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آرام فرما ہیں۔ جو شجاعت و فداء کاری میں ایک مثالی انسان ہیں اور بطولت و بہادری کی علامت ہیں یہ ان لوگوں میں سے ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ (الاحزاب:۲۳) [2]

''ایمانداروں میں سے وہ آدمی بھی ہیں جنھوں نے جو اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا اسے سچا کیا ہے ان میں سے جس نے اپنا مقصد پالیا ہے اور ان میں سے منتظر ہیں انھوں نے اسے ذرہ برابر تبدیل نہیں کیا۔''

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دنیا سے کوچ کیا اور جنت میں اپنے حبیب ﷺ سے ملاقات کے بعد ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور ان نعمتوں سے لدی جنت میں محمد بن عبداللہ ﷺ کے ساتھ یہ عبداللہ ہمیشہ خوش باش رہیں۔ آمین

رضی اللہ عنه و عنهم اجمعين

---

[1] فقه السيرة للغزالي: ٣٠١.
[2] رجال مبشرون بالجنة: ٢٨٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

75

شاہسوارِ رسولِ ﷺ کی حیاتِ شاہانہ کا تذکرہ

یہ سب سے پہلے فرزند اسلام ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھوڑے کو دوڑایا۔ حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ جو کہ رسول اکرم ﷺ کے صحابی ہیں سابقون الاوّلون میں سے ہیں۔

پورا نام یہ ہے مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ قضاعی کندی، بہرانی ہے۔

انھیں مقداد بن اسود کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی پرورش اسود بن عبد یغوث زہری نے کی تھی اور اس نے انھیں متبنّیٰ بنا لیا تھا۔ ایک قول ہے کندہ کے ایک آدمی کو انھوں نے قتل کیا وہاں سے بھاگ کر مکہ آئے اور اسود کے حلیف بن گئے۔

بدر اور دیگر تمام معرکوں میں شریک ہوئے اور ثابت قدم رہے۔ یہ جنگِ بدر کے دن بہترین شاہسوار تھے۔ [1]

اسلام میں بڑی سبک رفتاری سے داخل ہوئے بلکہ یہ ان سات آدمیوں میں سے ہیں جن کے متعلق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ سب سے پہلے جنھوں نے اسلام کا اظہار کیا وہ سات ہیں:

۱: رسول اکرم ﷺ۔
۲: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔
۳: حضرت عمار رضی اللہ عنہ۔
۴: ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا۔
۵: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ۔
۶: حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔
۷: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ۔

وہ کردار ساری دنیا جس کے سامنے ہیچ ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت مقداد کے پاس حاضر تھا اور میں ان کے ساتھ شریکِ جنگ رہوں یہ مجھے ساری دنیا سے محبوب تھا۔

یہ ایک شاہسوار آدمی تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم آپ سے وہ نہیں کہیں گے جو بنو اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تم اور تمہارا رب جاؤ ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ ہم کہتے ہیں، اس ذات کی

[1] السیر: ۱/ ۳۸۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قسم جس کے ہاتھ میں ، میری جان ہے آپ چلیں ، ہم آپ کے دائیں بھی ہوں گے ، بائیں بھی ہوں گے اور پیچھے بھی ہوں گے اور اس وقت تک رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ آپ کو فتح عطا نہیں کرتا ، ساتھ رہیں گے۔ ❶

یہ بات سن کر رسولِ اکرم ﷺ کا چہرہ دیکھا کہ مسرت سے چمک اٹھا۔ یہ بدر کا معرکہ تھا، نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ، قافلہ کی گرفتاری کے لیے چھاپہ مارتے ہیں۔ مگر معاملہ قافلہ سے بڑھ کر کفارِ قریش کے کفر کے مقابلہ اور تصادم میں بدل گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارادہ کیا کہ صفوں کو جمع کریں اور اس تاریخی معرکہ میں مصروف ہونے سے پہلے آپ صفوں کے اتحاد پر اطمینان کرنا چاہتے تھے۔

اس اچانک خطرہ کے رونما ہونے پر نظر کرتے ہوئے، رسولِ اکرم ﷺ نے ایک فوجی میٹنگ بلائی جو اعلیٰ مشیروں کی تھی۔ آپ نے اس جنگ کے بارے میں مشورہ طلب کیا اس پیش آنے والی صورت حالات سے کیسے نپٹا جائے، اور آپ نے لشکرِ عام میں تبادلہ خیال کیا اور سالاروں سے رائے طلب کی اس وقت ایک فریق کا دل بھی ہل گیا تھا اور اس دائمی لڑائی سے خوفزدہ تھے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ ﴾ (الانفال:٥۔٦)

”جس طرح تجھے تیرے رب نے نکالا تیرے گھر سے حق کے ساتھ اور بے شک ایک فریق ایمانداروں سے البتہ ناپسند کرتا ہے۔ یہ آپ سے جھگڑتے ہیں حق میں جب کہ وہ ظاہر ہو چکا ہے گویا کہ یہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں۔“

قائدین لشکر میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے بہت اچھی بات کی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے بہت عمدہ بات کی۔ اس کے بعد حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انھوں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! جو اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے وہ کر گزریئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

واللہ! ہم آپ سے یہ وہ نہ کہیں گے جو بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تم اور تمہارا رب جاؤ، لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں لیکن آپ چلیں اور آپ کا رب بھی ہم آپ کے حکم پر لڑیں گے، ساتھ نہ چھوڑیں گے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم ساتھ جائیں گے جو رکاوٹ بنے گا اس کا مقابلہ کریں گے رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے لیے دعائے خیر کی۔ ❷

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی گفتگو جو قلب صادق کی گہرائیوں سے اٹھی ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں بہت زیادہ اثر

---

❶ بخاری: ٤٦٠٩، احمد: ١/ ٤٥٧.

❷ بخاری: ٣٩٥٢، نسائی فی التفسیر الکبریٰ: ٦/ ١١٤٠، احمد: ١/ ٢٩٠، منقول از الرحیق المختوم: ٢١٧.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

انداز ہوئی۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اٹھے جو انصار کے لیڈر تھے، جبین تاریخ پر ایسی سطور رقم کرتے ہیں جو کبھی نہ مٹیں گی جو ایسی نورانی ہیں کبھی نہ بجھیں گی اور جس گفتگو میں اللہ کے دین کی عظمت ونصرت کی جھلک نمایاں تھی۔

رسولِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں: لوگو! مجھے مشورہ دو۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہم سے مشورہ پوچھ رہے ہیں آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ فرمایا ہاں۔ کہا ہم آپ کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے اور ہم نے گواہی دی جو آپ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور ہم نے آپ سے عہد باندھ رکھا ہے کہ آپ کی بات سنیں گے اور آپ کی اطاعت کریں گے۔

اے اللہ کے رسول ﷺ! جہاں آپ کا ارادہ ہے جائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ اس سمندر میں گھسنے کا حکم دیں ہم اس میں گھس جائیں ایک فرد بھی باقی نہ رہے گا ہمیں اس بارے میں ذرہ برابر بھی گھبراہٹ نہیں کہ ہم کل اپنے دشمن سے ملاقات کریں۔ ہم جنگ میں صبر آزما، اور دشمن کی ملاقات میں باوفا ہیں، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سے ایسا کارنامہ سرزد کروائے کہ جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ ہمیں اللہ کی برکت کے ساتھ لے کر چلو۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بات سے رسولِ اکرم ﷺ بہت ہی خوش ہوئے اور آپ کے جسم اطہر میں نشاط اور مسرت پھیل گئی اور فرمایا۔ چلو اور خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو گروہوں میں سے ایک گروہ میرے حوالہ کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ واللہ! میں دشمن کی قتل گاہوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ (حضرت سعد بن معاذ کے حالاتِ زندگی میں حوالہ گزر چکا ہے۔) غزوہ بدر میں مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے ایک گھوڑا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا تھا۔ دوسرا گھوڑا حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے لشکر کی دائیں جانب کی قیادت حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تھی اور بائیں جانب حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی، سارے لشکر میں تنہا یہ دونوں ہی شاہسوار تھے۔

زیادتی کرنے سے خوف:

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا معاملہ بھی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والا معاملہ تھا، آپ مظالم سے اور کسی کا حق مارنے سے بہت خوفزدہ تھے۔ اس خشیت نے اتنا سخت پریشان کیا کہ نبی اکرم ﷺ سے دریافت کرتے ہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بتائیں میری ایک کافر آدمی سے ملاقات ہوتی ہے وہ مجھ سے لڑتا ہے وہ تلوار سے میرا ایک ہاتھ کاٹ دیتا ہے اور درخت کے پیچھے پناہ لیتا ہے اور کہتا ہے میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اسے قتل کردوں یا نہ کروں، جب کہ اس نے کلمہ پڑھ لیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے قتل نہ کرو، میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اس نے میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے اس کے بعد اس نے اسلام کا اعلان کیا ہے میں اسے قتل کردوں، فرمایا اسے قتل نہ کرو۔ اگر تم اسے قتل کرو گے تو اس کا مرتبہ وہ ہوگا جو قتل کرنے سے پہلے تمہارا تھا اور تمہارا مرتبہ وہ ہوگا جو اس کے کلمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے سے پہلے تھا۔ یعنی یہ ایک مسلمان کا قتل تصور ہو گا۔ ❶

امارت کا ڈر:

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اپنے نفس کے دانا تھے۔ اسے ہلاکت خیزیوں میں نہیں ڈالتے تھے یہ جانتے تھے۔ امارت ایک اہم ذمہ داری ہے اور امانت ہے روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اس کے متعلق دریافت کریں گے ان کا ارادہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو بندوں کے حقوق مارنے سے خالی ہوں اور امارت کی ذمہ داری سے خالی ہوں۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں رسولِ اکرم ﷺ نے مجھے ایک کام پر عامل مقرر کیا جب میں لوٹا تو کہا، امارت کیسی پائی، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! تمام لوگ میرے نگہبان بن گئے تھے اور غلاموں کی مانند ہو گیا واللہ! جب تک میں زندہ رہا میں والی نہ بنوں گا۔ ❷

جہاد کی فکر:

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اللہ کی راہ میں جنگ کرنے پر بہت حریص تھے انھیں شہادت کا شوق فراواں تھا یہ ہر معرکہ میں شریک ہونے کے آرزومند تھے۔

ابو راشد حبرانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو جو کہ رسولِ اکرم ﷺ کے خصوصی شاہسوار تھے۔ حمص میں پایا کہ وہ سناروں کے ایک صندوق کے اوپر کھڑے تھے جو بہت بڑا تھا۔ ان کا ارادہ غزوہ کا تھا میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور بنایا ہے۔ آپ جہاد پر نہ جائیں کہا یہ حکم دے کر کہ ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا﴾ (التوبۃ:۴۱) ”ہلکے ہو یا بوجھل ہو نکلو۔“ یہ کہہ کر ہمارا عذر ختم کر دیا ہے۔ ان کا بدن بھاری تھا۔ اس لیے انھیں معذور کہا۔ مگر انھوں نے آیت کے ذریعہ اپنے ذوق جہاد کا اظہار فرما دیا۔ ❸

رسولِ اکرم ﷺ سے والہانہ محبت:

ان کا دل رسولِ اکرم ﷺ کی محبت سے لبریز تھا۔ اپنی جان سے بھی زیادہ انھیں آنحضرت ﷺ کی فکر ہوا کرتی تھی۔ مدینہ منورہ میں کوئی بھی خوف و ہراس یا گھبراہٹ کی آواز آتی، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ لمحہ بھر میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آجاتے تاکہ آپ کو کوئی پریشانی نہ آجائے لیکن یہ ان کے بس میں نہ تھا کہ رسولِ اکرم ﷺ سے موت کا دفاع کر سکیں۔ جب نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی تو ساری دنیا ان کی آنکھوں کے سامنے تاریک ہو گئی حبیبِ کبریاء ﷺ کے فراق میں قریب تھا کہ غم سے جان نکل جائے۔ لیکن ان کا خیال تھا کہ نبی اکرم ﷺ تو دنیا سے اوجھل ہوئے ہیں مگر آپ ﷺ کی سنت مبارکہ ایک لحظہ بھر میں غائب نہیں ہوئی۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو ہر سنت میں، نبی اکرم ﷺ نظر آتے

---

❶ بخاری: ۴۰۱۹، کتاب المغازی، مسلم:۹۵، کتاب الایمان واللفظ له.

❷ حاکم: ۲/ ۳۴۹ وصححه واقره الذهبی.

❸ ابن سعد: ۳ـ۱/ ۱۱۵، الحلیة: ۱/ ۱۷۶، حاکم: ۳/ ۳۴۹، وصحح ابن جریر: ۱۰/ ۱۳۹.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک حبیبِ کبریاء ﷺ کی ہر سنت کی اقتداء کرتے رہے۔

روشن بصیرت:

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی اس موقف پر حکمت واضح ہوتی ہے جسے میں اسلام کی امت کے لیے پیش کرتا ہوں، جو ہر زمانہ کے لیے مفید ہے اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ یہ ایک خیالی چیز ہے اور حقیقت حال اور چیز ہے۔

عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں ایک دن ہم حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ ایک آدمی گزرا، اس نے کہا ان آنکھوں کو مبارک ہو جنھوں نے رسولِ اکرم ﷺ کا دیدار کیا ہے۔ واللہ! ہماری تمنا بھی یہی تھی کہ ہم بھی رسولِ اکرم ﷺ کو دیکھتے، میں نے یہ بات سنی اور مجھے بہت پسند آئی۔ کہ اس نے بہت بہتر بات کی ہے۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا، چونکہ اس نے ان کی طرف ہی اشارہ کیا تھا جس چیز کو اللہ نے تم سے غائب رکھا ہے۔ اس میں حاضر ہونے کی تمنا نہ کرو۔ اسے کیا پتہ ہے اگر وہ اس میں ہوتا تو وہ کن لوگوں میں ہوتا۔ واللہ! رسولِ اکرم ﷺ کے پاس ایسے لوگ بھی حاضر تھے انھوں نے آپ کی بات کو قبول نہ کیا اور نہ ہی تصدیق کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں نتھنوں کے بل دوزخ میں پھینک دیا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کی تعریف نہیں کرتے۔ تم ایسے لوگوں میں ہو جو صرف رب تعالیٰ کو پہچانتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ جو لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرنے والے ہیں، تم یہ سمجھو کہ دوسروں کی آزمائش نے تمھیں کفایت کردی ہے۔

واللہ! نبی اکرم ﷺ جب مبعوث ہوئے تھے تو بہت سخت حالات تھے جس وقفہ اور جاہلیت میں آپ مبعوث ہوئے تھے ان کے نزدیک سب سے بہتر دین بتوں کی پرستش تھی۔ آپ ایسی تمیز والی چیز لے کر آئے، کہ آدمی اپنے والد اور اولاد میں اور اپنے بھائی میں تمیز کرسکے یہ کافر ہے یا مسلمان ہے۔ اس سے اللہ نے آدمی کے دل کے قفل ایمان کے لیے کھول دئے تاکہ یہ پہچان سکے کہ جو دوزخ میں داخل ہوا وہ ہلاک ہوگیا اسے کبھی چین نہ آئے گا جس کا پیارا دوزخ میں ہو اور اسے علم ہو تو وہ بے قرار رہے گا۔ اسی لیے دعاء سکھائی گئی ہے۔

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ﴾ (الفرقان:٧٤)

''اے ہمارے رب ہمارے لیے ہماری بیویاں اور اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے۔''[1]

معزز بھائیو! ہر مسلمان کی دلی تمنا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں ہوتا اور آپ کا دیدار کرتا۔ لیکن کیا وہ اس چیز کی ضمانت رکھتا ہے کہ اگر وہ ہوتا تو وہ صحابی ہوتا۔ رسولِ اکرم ﷺ کی مدد کرتا۔ آپ کا دفاع کرتا اور آپ کی شریعت کا دفاع کرتا یا وہ ان لوگوں میں ہوتا جنھوں نے آپ کے خلاف میدانِ کارزار بپا کیے بارہا آپ کے قتل کے منصوبے بنائے ہوتے۔ اس لیے ہمیں اللہ جل وعلا کی تعریف کرنی چاہیے اس نے ہمارے اوپر سب سے بڑی نعمت یہ کی ہے کہ نعمتِ اسلام سے بغیر مشقت اور تھکاوٹ نصیب کردی ہے اب ہمیں بھی یہی فکر ہونی چاہیے کہ ہم ملت اسلام پر مریں اور

[1] الحلیة: ١/ ١٧٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کریں۔

﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران:۱۰۲)

''نہ تمھیں موت آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔''

بے مثال کرم:

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت کریمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیے چھبیس ہزار درہم دینے کی وصیت کی۔ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں سے ہر ایک کو سات سات ہزار درہم دینے کی وصیت کی ہے۔ ❶

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ ۳۳ ہجری میں فوت ہوئے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور بقیع میں ان کی قبر تیار ہوئی۔ ❷

اس شان سے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے دنیا سے کوچ کیا۔ یہ وہ انسان تھے جنھوں نے اللہ کی راہ میں سب سے پہلے گھوڑا دوڑایا۔ ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے یگانۂ روزگار تھے۔ جو سب امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور بفضل اللہ حبیبِ کبریاء ﷺ کے چہرے کا رحمان کی جنت میں دیدار کر رہے ہیں۔

رضی اللہ عنه و عنهم اجمعين

---

❶ السیر: ۱/ ۳۸۹.

❷ ابن سعد: ۳ـ۱/ ۱۱۵، مستدرك: ۳/ ۳٤۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

76

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی خوش کن زندگی

پیکرِ مہر و وفا سید الانبیاء و خاتم الرسل سید ولد آدم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ اے کعب! جب سے تمھاری ماں نے تمھیں جنم دیا ہے اس سے بہتر دن تم پر نہیں گزرا ہو گا اس بہترین دن پر خوش ہو جاؤ۔ وہ توبہ کتنی ہی خوبصورت ہوتی ہے جو قلبِ صادق کی گہرائیوں سے اٹھے جب یہ دل اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے اللہ عزوجل کے لیے نیت خالص کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کی دعوت دیتے ہیں:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ تُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾ (التحریم:۸)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی طرف توبہ کرو جو پختہ توبہ ہو۔''

حبیب کبریاء ﷺ کا فرمان ہے۔ اللہ جل وعلاء فرماتے ہیں اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور امید رکھے گا میں تجھے بخشتا رہوں گا تجھ سے جو بھی سرزد ہو، مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تیرے گناہ، آسمان تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے گا تو میں تجھے بخش دوں گا، مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

اے آدم کے بیٹے، اگر تو میرے پاس زمین کی بھرائی کے برابر گناہ لے آئے پھر تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ میرے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں زمین کی بھرائی کے مطابق مغفرت لے کر آؤں گا۔ [1]

جب بھی ہم توبہ کا ذکر کریں گے تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ ضرور یاد آئیں گے۔

نام ونسب:

کعب بن مالک، نسب خزرجی، اُحدی رسولِ کریم ﷺ کے شاعر ہیں، آپ کے صحابی ہیں۔ ان تینوں میں سے ایک ہیں، غزوۂ تبوک میں جن کی توبہ کو مؤخر کیا گیا تھا۔ بعد میں ان کی توبہ قبول ہوگئی۔ ایک قول ہے ان کی کنیت جاہلیت میں ابوبشیر تھی۔ ابن حاتم کا قول ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ اصحابِ صفہ میں سے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کی نظر جاتی رہی۔ عروہ نے انھیں ان ستر افراد میں شامل کیا ہے جو عقبہ کی بیعت میں حاضر ہوئے تھے۔ [2] شروع

---

1. ترمذی، و الضیاء و عن انس صحیح الجامع: ٤٣٣٨.
2. الجرح والتعدیل: ٧/ ١٦٠، السیر: ٢/ ٥٢٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ہی مسلمان ہو گئے ان کا دل اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کی محبت سے معمور تھا، انھوں نے اپنی شعری قوت دعوت الی اللہ میں صرف کی۔

ہر مسلمان قبیلہ میں ان کے شعر تھے:

ابن سیرین کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں اہم شعراء حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم تھے۔

عبدالرحمٰن بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! قرآن پاک میں شعراء کی مذمت بیان ہوئی ہے ہم بھی ان میں شامل ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم تو مجاہد ہو، اپنی تلوار اور اپنی زبان سے جہاد کرتے ہو۔ اس ذات کی قسم! میری جان جس کے ہاتھ میں ہے تم تو دشمنوں پر شاعری کے ذریعے تیر برساتے ہو۔ ❶

ابن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ جب جنگ کا ذکر کرتے تو فرماتے ہم نے یہ کیا ہم یہ کریں گے دشمنوں کو دھمکی دیا کرتے تھے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ، دشمنوں کے عیوب اور ان کے واقعات سنایا کرتے تھے۔

اور حضرت ابن رواحہ، دشمنوں کو کفر کی عار دلایا کرتے تھے۔ دوس قبیلہ والے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے ایک شعر کے خوف سے ہی اسلام لائے تھے۔ حضرت کعب نے کہا:

نُخَيِّرُهَا　وَ　لَوْ　نَطَقَتْ　لَقَالَتْ
قَوَاطِعُهُنَّ　دَوْسًا　اَوْ　ثَقِيْفًا ❷

”ہم ان تلواروں کو اختیار دیتے ہیں اگر یہ قاطع تلواریں بولتیں تو کہتیں کہ ہم نے دوس اور ثقیف سے لڑنا ہے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت کہا تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ، حنین سے فارغ ہوئے تھے اور طائف کی جانب سفر کرا عزم کیا تھا۔ ❸

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ تمھیں تمہارا رب نہیں بھولے گا اور نہ ہی تمہارا رب بھولنے والا ہے۔ اس کی وجہ سے ہے کہ تم نے ایک شعر کہا ہے۔ انھوں نے کہا وہ کونسا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! انھیں سناؤ۔ انھوں نے سنایا:

زَعَمَتْ　سَخِيْنَةُ　اَنْ　سَتَغْلِبُ　رَبَّهَا
وَ　لَيُغْلَبَنَّ　مُغَالِبُ　الْغِلَابِ ❹

---

❶ مصنف عبد الرزاق: ٢٠٥٠٠، احمد: ٦/ ٣٨٧، اسناده صحيح، ارنؤوط.

❷ اسد الغابه: ٤/ ٤٨٤، الاصابه: ٨/ ٣٠٥. ❸ سيرة ابن هشام: ٢/ ٤٧٩.

❹ كنز العمال: ٣/ ٥٨١، ابن منده، ابن عساكر.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''سخینہ (قریش) کیونکہ یہ آٹا اور گھی ملا کر کھاتے تھے۔ خیال کرتے ہیں کہ یہ اپنے رب پر بھی غلبہ پا لیں گے۔ غلبہ کا مقابلہ کرنے والا خود مغلوب ہوگا۔

(واہ) یہ کتنا بڑا اشرف و فضل ہے کتنی عظیم منقبت ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روشن جبیں پر سجائی ہے۔ یہ ایک ایسا تاج ہے جس کی ضیاء پاشی کے سامنے آفتاب و ماہتاب کی روشنی بھی گہنا جاتی ہے۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے درمیان رشتہ اخوت پیدا کیا تھا۔

ایک قول ہے حضرت کعب اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارگی پیدا کی تھی۔ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارگی پیدا کی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ احد کے دن معرکہ میں زخمی ہوئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ انھیں لائے، کھینچ رہے تھے۔ اگر یہ اس دن وفات پا جاتے تو ان کے وارث، حضرت زبیر ہوتے کیونکہ اس وقت انھیں وراثت ملتی تھی مگر بعد میں اللہ تعالیٰ کا حکم آیا۔

﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ (الانفال:۷۵)

''رشتہ داران کا بعض، بعض کا وارث بننے کا اللہ کی کتاب میں زیادہ حقدار ہے۔''[1]

تو یہ اسلامی اخوت والی وراثت منسوخ ہوگئی۔

اللہ کی راہ میں جہاد:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے احد کے دن نہایت ہی عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور اپنی جان، اللہ جل وعلا کے لیے خالص طور پر مصروف رکھی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں، جب ہم احد کے دن چھٹ گئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے ہٹ گئے تو میں سب سے پہلا تھا، جس نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا تھا اور میں نے ایمانداروں کو آپ کے زندہ ہونے کی بشارت دی اور تندرست ہونے کا بتایا۔ میں ایک گھاٹی میں تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، زرد رنگ کی زرہ دی یہ زرہ میں نے پہن لی اور سخت لڑائی کی، حتیٰ کہ سترہ زخم آئے۔[2]

جب غزوۂ تبوک میں جانے میں سستی ہوئی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تک یہ خبریں مسلسل آرہی تھی۔ کہ رومی مدینہ منورہ پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کے لیے تیاری کر رہے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ ان کے مدینہ منورہ تک آنے سے پہلے ہی ان کی طرف نکلیں۔ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے

[1] ابن کثیر: ۳/ ٤٦٨، الدر المنثور: ۳/ ۲۰۷، ابن سعد، حاکم، ابن مردویه، رجال ثقات (ارنؤوط)

[2] سیرة ابن هشام: ۲/ ٤۳، مستدرك : ۳/ ٤٤١.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ اللہ عزوجل نے جب رسولِ اکرم ﷺ پر یہ آیت نازل کی:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝﴾ (التوبة: ۲۹)

''ان لوگوں سے لڑائی کرو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو حرام قرار دیا ہے اسے حرام کرتے ہیں، اور نہ ہی دین حق کے مطیع ہوتے ہیں ان لوگوں میں سے جو کتاب دیئے گئے ہیں حتیٰ کہ اپنے ہاتھوں سے ذلیل ہو کر جزیہ دیں۔''

۹ ہجری، ماہِ رجب کی بات ہے رسولِ اکرم ﷺ نے اہلِ مدینہ اور اردگرد کے دیہاتیوں کو جہاد کی طرف بلایا اور انھیں رومیوں کے غزوہ کی خبر بھی دی۔ [1]

غزوۂ تبوک ایک ایسا غزوہ تھا، جسے غزوۂ عسیرہ (تنگی کا غزوہ) کہتے ہیں بڑے سخت حالات تھے۔ شدید گرمی تھی اور مدینہ میں اس وقت قحط بپا تھا طویل سفر تھا جس میں آپ نکلے تھے اور لوگوں کو آپ نے حکم دیا کہ خرچ کرو، آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو تنگی کے لشکر کو تیار کرے گا اس کے لیے جنت ہے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار لائے، اور نبی اکرم ﷺ کے دامن میں ڈال دیئے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ آج کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کوئی عمل نقصان نہ دے گا۔ [2] اس غزوہ میں مسلمان فقراء بھی صدقہ کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے اگرچہ معمولی سی چیز بھی پاتے وہ بھی لے آئے، حتیٰ کہ منافقوں نے دونوں فریق کو ٹھٹھا کا نشانہ بنایا جو مالدار تھے اور زیادہ مال خرچ کرتے تھے انھیں ریاء کا کہنے لگے، اور شہرت پسند ہونے کا طعنہ دیا اور فقراء کے متعلق کہنے لگے، اللہ تعالیٰ کو ان کے صدقہ کی کیا ضرورت پڑی ہے تو سورت توبہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے راز فاش کیے اس وجہ سے اسے فاضح (رسوا کرنے والی) سورت بھی کہا جاتا ہے کہ اس سورت نے منافقوں کو رسوا کر دیا ہے اور منافقوں کی نیتوں کا فساد اور ان کے برے اقوال اور اعمال کی خرابی اس نے نمایاں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ (التوبة: ۷۹)

''جو لوگ ان ایمانداروں کو عیب لگاتے ہیں جو خوشی سے صدقات کرتے ہیں اور ان کو بھی جو اپنی محنت پاتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں یہ ان سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے ٹھٹھا کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا ہم مزدوری کرتے تھے۔

---

[1] الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول، ابن کثیر: ۱۸۷.

[2] بخاری: ۵/ ۴۷۷، کتاب الوصایا، ترمذی: ۱۳/ ۱۵۳، ابواب المناقب.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ نے آدھا صاع صدقہ کیا ایک اور آدمی آئے انھوں نے زیادہ صدقہ کیا، منافق کہنے لگے۔ ابو عقیل کے صدقہ کی اللہ کو کیا ضرورت ہے یہ دوسرا آدمی جو زیادہ خرچ کر رہا ہے، یہ ریاء کار ہے تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مذمت کی۔ [1]

ان سنگین حالات میں اور پے در پے رونما ہونے والے شدید واقعات میں سچوں کی صداقت اور مومنوں کے ایمان کی حقانیت اور منافقوں کے نفاق کا فرق واضح ہوتا ہے جیسا کہ احد اور خندق کے دن ظاہر ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سورت توبہ کے آخر میں جس کا زیادہ تر حصہ نازل ہی اس غزوہ کے بارے میں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچے ایمان داروں کی تعریف فرمائی ہے:

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۟﴾ (التوبہ:۱۱۷)

''اللہ تعالیٰ نے نبی، مہاجروں اور انصار پر جنھوں نے تنگی کی گھڑی میں نبی کی اتباع کی جب قریب تھا کہ ایک فریق کے دل ٹیڑھے ہو جائیں اللہ نے ان کی توبہ قبول کی بے شک وہ ان کے ساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان تین سچے ایمانداروں کی بھی توبہ قبول کی، جو نفاق کی وجہ سے پیچھے نہیں رہے تھے۔ صرف سستی کی بناء پر رہے تھے۔ دلی طور پر انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے سچ کہا تھا۔ ان کے ہاں کوئی عذر نہ تھا جس کی وجہ سے وہ غزوہ سے پیچھے رہے تھے بس سستی تھی، سچائی ان کی نجات کا باعث بنی۔ یہ تین حضرت کعب بن مالک، حضرت مرارہ بن ربیع عمری اور حضرت ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت کعب ان میں بھی شامل ہیں جو عقبہ میں حاضر ہوئے۔ مرارہ اور ہلال دونوں بدری ہیں۔

یہ تینوں سعادت سے فوراً ہمکنار ہوئے اور ایمان و عبادت کی طرف سبقت لے گئے منافق کئی راہوں پر چلے، بعض نے جنگ میں نکلنے سے پہلے عذر پیش کیے۔ جھوٹ بہانے بنائے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کہا:

﴿وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ (التوبة:۴۹)

''ان میں سے جو کہتے ہیں مجھے اجازت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالیے۔ خبردار! فتنہ میں تو پہلے ہی گرے پڑے ہیں، بے شک دوزخ کافروں کو گھیرنے والی ہے۔''

منافقوں کے دل میں جو دوگلا پن تھا اللہ تعالیٰ نے اسے ظاہر کر کے انھیں رسوا کیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْۤا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ

[1] مسلم: ۷/ ۱۰۵، کتاب الزکاة.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سَبِيلِ اللهِ وَقَالُوا لَا تَنفِرُوا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَّوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴿٨١﴾ (التوبہ:۸۱)

''رسولِ اکرم ﷺ کے پیچھے جنگ سے بیٹھ رہنے والے بہت خوش ہیں اور انھوں نے ناپسند کیا ہے کہ اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں، اور کہتے ہیں گرمی میں جہاد کے لیے نہ نکلو، کہو، دوزخ کی آگ گرمی کے لحاظ سے بہت سخت ہے۔ اگر یہ سمجھتے ہوتے۔''

غزوہ سے پیچھے رہنے میں حقیقی باعث یہ تھا کہ یہ اللہ کی راہ میں قربانی سے گریز کرتے تھے کیونکہ ان میں سچے ایمان کا فقدان ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے اس کے حاصل کرنے میں رغبت نہیں کہ اس نے جو ثواب عظیم رکھا ہے اور مقام کریم تیار کیا ہے اس پر یقین نہیں۔

اللہ کی راہ میں قربانی اور جہاد کا جذبہ ایمان یا حصولِ ثواب کی نیت پیدا کرتی ہے۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾﴾ (الحجرات:۱۵)

''بے شک وہ لوگ مومن ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لاتے ہیں پھر شک میں نہیں پڑتے اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں۔''

ان منافقوں میں سے ایسے تھے، جو رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ باہر نکلے تھے لیکن آپ سے استہزاء کرنے اور ایذاء رسانی میں ایک دقیقہ بھی فروگزاشت نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾﴾ (التوبہ:۶۵۔۶۶)

''اگر تو ان سے سوال کرے کہ ٹھٹھا مذاق کیوں کرتے تھے تو کہیں گے ہم ویسے ہی سفر میں مصروف تھے اور دل لگی میں تھے۔ کہو کیا اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے تم مذاق کرتے ہو اور کوئی نہیں ملا۔ عذر پیش نہ کرو تم نے ایمان کے بعد کفر کیا ہے اگر ہم ایک گروہ سے درگزر کرتے ہیں تو دوسرے گروہ کو عذاب کریں گے اس وجہ سے کہ یہ مجرم تھے۔''

ان کے مقابلہ میں سچے ایمانداروں کا کردار ہے یہ وہ معزز لوگ ہیں جنھیں جہاد کا شوق ہے اور سید العباد پیغمبر ﷺ کی ہمنشینی میسر آئی تھی۔ ان کا جذبۂ جہاد تو موجزن تھا لیکن فقر و فاقہ نے اس حد تک مجبور کیا تھا کہ ان کے پاس غزوہ کی تیاری کے لیے ساز و سامان نہ تھا اور نہ ہی سواریاں تھیں جن پر آپ ﷺ انھیں سوار کرتے۔ یہ جب آپ ﷺ سے سواریاں نہ ملنے کی وجہ سے واپس آ رہے تھے تو ان کی کیا حالت زار تھی۔ نہایت ہی مؤثر اور پاکیزہ انداز پر قرآن پاک بیان کرتا ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَّ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ۹۲﴾ (التوبہ:۹۲)

''اور یہ لوگ جو آپ کے پاس آئے تھے کہ آپ انھیں سوار کریں اور یہ جہاد کریں تم نے ان سے کہا، میں تمھارے لیے سواریاں نہیں پاتا، جن پر تمھیں سوار کروں، وہ واپس گئے جب کہ ان کی آنکھیں غم کی وجہ سے آنسو بہا رہی تھیں کہ جنگ میں جانے کے لیے وہ خرچہ نہیں پاتے۔''

یقیناً ان لوگوں کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ یہ وہی ہیں۔ نبی ﷺ نے غزوۂ تبوک سے واپسی پر جن کے متعلق فرمایا تھا۔ مدینہ میں تمہارے پیچھے وہ لوگ ہیں تم نے جو وادی بھی طے کی ہے اور جس راہ پر تم نے قدم رنجا فرمائی کی ہے وہ ہر مقام پر تمہارے شریک اجر رہے ہیں انھیں بیماری نے روک رکھا تھا۔ وہ بھی تمہاری طرح ہی جذبہ رکھتے تھے اگر معذور نہ ہوتے تو یہ بھی جاتے۔ [1]

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں نیکی میں حسنِ نیت کی فضیلت بیان ہوئی ہے جس نے غزوۂ یا کسی بھی نیکی یا اطاعت کے کام میں نیت کر لی ہو پھر کوئی عذر پیدا ہوا ہو تو نیت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اس نیکی کے رہ جانے پر معذور جتنا زیادہ تاسف کرے گا اللہ تعالیٰ اتنا ہی اس کا ثواب بڑھا دیتے ہیں۔ [2]

غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے کی کہانی حضرت کعب کی زبانی:

نبی ﷺ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا تھا جب ان کی توبہ نازل ہوئی تھی کہ تم خوش ہو جاؤ، جب سے تمہاری ماں نے تمھیں جنم دیا ہے ایسے پُرمسرت لمحات تمھیں کبھی میسر نہ آئے ہوں گے۔ یہ نہایت ہی شیریں کلمات ہیں جو تازگی اور شیرینی میں گندھے ہوئے ہیں جو رسولِ کرم ﷺ نے حضرت کعب کو پیش کیے تھے۔

آیئے ہم حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قصہ درد سنتے ہیں۔ فرماتے ہیں: میں رسولِ اکرم ﷺ سے کسی غزوہ میں پیچھے نہ رہا تھا صرف غزوۂ تبوک میں رہا تھا۔ یا پھر غزوۂ بدر سے رہا تھا کیونکہ اس میں جانے کی پابندی نہ تھی وہ تو نبی اکرم ﷺ قریش کا قافلہ پکڑنے گئے تھے۔ اتفاقاً بغیر وقت متعین کیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ کن جنگ کی صورت پیدا کر دی۔ میں عقبہ کی رات بھی حاضر تھا۔ جب ہم نے رسول اکرم ﷺ سے عہد و پیمان باندھے تھے کہ ہم اسلام پر کاربند رہیں گے یہ مجھے بدر میں حاضری سے بھی زیادہ پسند عمل تھا۔ اگر بدر کا معرکہ لوگوں کے زیادہ زبان زدِ عام ہے۔

میری داستانِ حق شناس یہ ہے کہ میں بہت زیادہ طاقتور اور خوشحال تھا میں پھر بھی اس غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گیا۔ واللہ! اس سے پہلے مجھے کبھی دو سواریاں میسر نہ آئی تھیں، صرف اس میں حاصل ہوئی تھیں اور رسولِ اکرم ﷺ جس غزوہ میں جاتے تو جدھر جانا ہوتا اس کی دوسری جانب جاتے مگر اس غزوہ میں صاف بتا دیا تھا کہ ہم نے تبوک جانا ہے

---

[1] احمد:۳/ ۳۰، مسلم: ۱۳/ ۵۷، کتاب الامارۃ، تصرف من وقفات تربویۃ مع السیرۃ النبویۃ: ۳۶۱.

[2] شرح مسلم: ۱۳/ ۵۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گرمی شدید تھی سفر طویل تھا، میدان درمیان میں حائل تھے، دشمن بہت زیادہ تعداد میں تھا اس لیے آپ ﷺ نے مسلمانوں کے سامنے راز نہ رکھا واضح کر دیا کہ لوگ غزوہ کی اچھی تیاری کر لیں۔ مسلمانوں کی تعداد کافی زیادہ تھی کسی رجسٹر میں جمع شدہ نہ تھی۔ ہر آدمی کا خیال تھا اگر وہ غائب بھی ہوگا تو پتہ نہ چلے گا الا کہ وحی اس کے متعلق آگاہ کر دے تو الگ بات ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے جب یہ غزوہ کیا تو پھل پک چکے تھے۔ سائے بہت اچھے لگتے تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ اور مسلمانوں نے تیاری کی میں نے بھی تیاری کی کہ اس کے ساتھ جاؤں مگر میں فیصلہ نہ کر سکا۔

میں اپنے دل میں کہتا تھا کوئی بات نہیں میں مکمل طور پر قدرت رکھتا ہوں یہی بات لمبی ہوتی رہی حتیٰ کہ لوگ عملاً چل پڑے، اور مسلمان بھی ساتھ تھے۔ میں اپنی تیاری کا فیصلہ نہ کر سکا۔ صبح ہوئی میں فیصلہ نہ کر سکا میں نے کہا میں ایک دو دن بعد ہی مل سکتا ہوں، وہ جا چکے تھے اب میں نے تیاری کی مگر میں فیصلہ نہ کر سکا۔ میں اسی آج کل میں رہا، مسلمان تیز رفتاری سے جا چکے تھے۔ میں نے کوچ کا ارادہ کیا کہ انھیں پالوں، کاش میں ایسا کرتا مگر نہ کر سکا، میرے مقدر میں نہ تھا۔ اب رسولِ اکرم ﷺ کے بعد جب میں لوگوں میں جاتا تو یہ دیکھ کر میں اور غمگین ہو جاتا کہ یا تو نفاق سے داغدار آدمی تھا یا پھر معذور تھے جو باقی تھے۔ دوسرے سب روانہ ہو گئے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے مجھے تبوک میں پہنچ کر یاد کیا آپ لوگوں میں بیٹھے تھے کہا، کعب نے کیا کیا ہے۔ بنوسلمہ کے ایک آدمی نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ اس کی چادروں نے اسے یہاں آنے نہیں دیا۔ انھیں پہن کر دیکھتا ہوگا اور کندھوں پر نگاہ ڈالتا ہوگا اور ٹہلتا ہوگا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے بھائی تم نے بری بات کہی ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم تو اس کے متعلق اچھا گمان ہی رکھتے ہیں رسولِ اکرم ﷺ خاموش رہے۔ جب سے مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ رسولِ اکرم ﷺ مہم سے فارغ ہو کر واپس آ رہے ہیں مجھے فکر لاحق ہو گئی میں جھوٹ گھڑنے کی سوچ رہا تھا اور میں سوچتا تھا کہ کل آپ آئیں تو میں کس طرح آپ کے غصہ سے بچ سکتا ہوں اور اپنے گھر کے ہر صاحب رائے سے میں مشورہ کرتا تھا۔ جب یہ پتہ چلا کہ رسولِ اکرم ﷺ پہنچنے ہی والے ہیں تو جھوٹ اور باطل سب چھٹ گئے میں اس نتیجہ تک پہنچا کہ جھوٹ کے ذریعے کبھی نجات نہیں پا سکتا، لہٰذا میں نے سچ بولنے کا پختہ عزم کر لیا۔

رسولِ اکرم ﷺ تشریف لاتے ہیں، آپ جب سفر سے آتے تو پہلے مسجد میں تشریف لاتے اس میں دو رکعات نماز ادا کرتے پھر لوگوں کی ملاقات کے لیے بیٹھ جاتے۔ جب آپ اس عمل سے فارغ ہوئے تو وہ لوگ آئے جو جنگ میں نہ گئے تھے۔ عذر پیش کرتے ہیں قسمیں اٹھاتے ہیں ان کی تعداد اسی سے اوپر تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی ظاہری باتوں پر اعتماد کیا اور ان سے بیعت لی اور ان کے لیے استغفار کیا اور ان کے اندرونی راز اللہ کے سپرد کیے۔ میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کہا تو آپ زیرِ لب مسکرائے مگر اس تبسم میں غضب جھلک رہا تھا۔ فرمایا کعب! آگے آؤ میں چلتا ہوا آیا، اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ مجھ سے کہا: پیچھے رہنے کی وجہ کیا ہے۔ کیا سواری نہ خریدی تھی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے کہا میں نے خریدی تھی۔ میں نے عرض کیا: واللہ! اگر میں آپ کے علاوہ کسی غیر کے سامنے جو دنیا دار ہے بیٹھا ہوتا تو میں اس کی ناراضگی سے کسی نہ کسی عذر کے ذریعے بچ جاتا، کیونکہ میں مہارتِ سخن رکھتا ہوں۔ لیکن واللہ! میں جانتا ہوں اگر میں آپ کو جھوٹ کے ذریعے مطمئن کرلوں گا اور آپ راضی ہوں گے مگر ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو حقیقت سے آگاہ کردیں گے، اور آپ مجھ پر ناراض ہوں گے اور اگر میں سچ بات کہتا ہوں تو آپ مجھ پر ناراض ہوں گے میں سچ ہی کہوں گا میں اللہ تعالیٰ سے پر امید ہوں کہ وہ مجھے معاف کردے گا۔ میں یہ اعتراف کرتا ہوں مجھے کوئی عذر نہ تھا واللہ میں اتنا خوشحال اور اتنا قوی کبھی نہ تھا پھر بھی میں پیچھے رہ گیا ہوں۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے کھڑے ہوجاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرلو۔ میں آپ کے سامنے سے اٹھا اور واپس چل پڑا، بنو سلمہ کے کچھ آدمی میرے پیچھے ہو لیے اور کود کر سامنے آ گئے، کہنے لگے: ہمارے خیال کے مطابق اس سے پہلے آپ نے کبھی گناہ نہیں کیا تم سے یہ بھی نہ ہوسکا کہ دوسرے پیچھے رہنے والوں کی مانند معذرت کر لیتے اور تمہارے اس گناہ کو ختم کرنے کے لیے رسولِ اکرم ﷺ کا استغفار ہی کافی تھا۔ مجھے یہ اتنا زیادہ زجرو توبیخ کرتے رہے کہ میں نے ارادہ کرلیا کہ واپس لوٹتا ہوں اور اپنی پہلی بات کو غلط قرار دے کر کوئی بہانہ سنادوں۔ تاہم میں نے یہ ارادہ ترک کردیا اور لوگوں سے کہا میرے جیسا کوئی اور بھی ہے انھوں نے بتایا ہاں، دو آدمی ہیں انھوں نے بھی تمہاری طرح سچ کہا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہیں۔ انھوں نے بتایا: ایک مرارہ بن ربیع عمری ہے دوسرا ھلال بن امیہ واقفی ہیں یہ وہ دونوں آدمی تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے، انھیں میں نے اپنے لیے نمونہ پایا۔ جب لوگوں نے مجھے ان دونوں آدمیوں کے نام بتائے تو مجھے اور سہارا ہوا۔ میں گھر چل دیا۔ اب رسولِ اکرم ﷺ نے ہم تینوں آدمیوں سے لوگوں کو بات چیت سے روک دیا جو بھی پیچھے رہے تھے ان میں سے ہم تینوں سے لوگوں کے بات کرنے پر پابندی لگائی گئی تھی دوسروں پر نہیں لگائی تھی۔ لوگ ہم سے اجتناب کرنے لگے اور ان کے طور طریقے ہی بدل گئے۔ حتیٰ کہ میرے لیے یہ زمین ہی ویران ہوگئی، ہم پچاس دن تک اسی حالت میں رہے میرے دونوں ساتھی وہ تو ہمت ہار گئے اور اپنے گھروں میں بیٹھ گئے اور روتے جارہے تھے۔

میں ان میں سے نوجوان تھا اور قوت والا تھا میں باہر جاتا۔ مسلمانوں کے ساتھ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ بازاروں میں گھومتا تھا۔ مگر مجھ سے کوئی بات نہ کرتا تھا۔ میں رسولِ اکرم ﷺ پر سلام کہتا آپ نماز کے بعد اسی جائے نماز پر ابھی تشریف فرما ہوتے تھے۔ میں کہتا شاید آپ نے جواب لوٹانے کے لیے لب مبارک کو حرکت دی ہے یا نہیں حرکت دی اور پھر میں آپ ﷺ کے قریب ہی نماز پڑھتا اور چریلی نظروں سے دیکھتا تو جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف توجہ فرماتے اور جب میں مڑ کر دیکھتا تو آپ منہ پھیر لیتے۔

لوگوں کی سختی حد تک پہنچ گئی میں ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھا یہ میرے چچا کے بیٹے تھے اور مجھے ان سے بے حد پیار تھا۔ میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب نہ دیا میں نے کہا اے ابو قتادہ! میں آپ کو اللہ کا واسطہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہوں مجھے بتاؤ تم جانتے ہو میں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ وہ خاموش تھے میں نے دوبارہ اللہ کا واسطہ دیا پھر خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ یہ بات لوٹائی تو جواب دیا اللہ تعالیٰ جانتے ہیں یا اس کے بعد اس کے رسول جانتے ہیں ہمیں نہیں علم یہ سن کر میری آنکھیں بہہ پڑیں اور میں دیوار سے نیچے اتر آیا۔ اسی دوران میں مدینہ کے بازار میں چل رہا تھا ایک جاٹ جو اہلِ شام میں سے تھا جو مدینہ میں اناج فروخت کرنے آتا تھا۔ یہ پوچھ رہا تھا مجھے بتاؤ کعب بن مالک کہاں ہے لوگوں نے اشارہ سے بتایا یہ کعب ہے وہ میرے پاس آتا ہے اور غسان کے بادشاہ کا خط مجھے تھما دیا اس میں یہ تحریر تھا۔

اما بعد......!! مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ تمہارے پیغمبر نے تم سے سخت رویہ اپنایا ہے تم اتنے کم تر نہیں ہو، نہ ہی ضائع کرنے کے قابل ہو، تم ہم سے ملاقات کرو ہم ہمدردی کا سلوک کریں گے۔ جب میں نے پڑھا تو کہا یہ بھی ایک آزمائش ہے میں نے وہ رقعہ لیا اور تنور کے پاس آیا، اس میں یہ رقعہ جلا دیا۔ چالیس دن گزر گئے، تو رسولِ کرم ﷺ کا ایلچی آیا اور کہا رسولِ اکرم ﷺ کا آپ کو حکم ہے کہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہو میں نے کہا طلاق دے دوں یا کیا کروں، کہا نہیں بس اس سے علیحدہ رہو۔ قریب نہ جانا۔

میرے دونوں ساتھیوں کو بھی آپ نے یہی حکم بھیجا۔ میں نے بیوی سے کہا: تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک کہ فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ حضرت ہلال کی اہلیہ آئیں کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہلال ایک بہت ہی بوڑھا ہے اس کا خادم بھی نہیں، اگر میں اس کی خدمت کروں آپ ناپسند تو نہ فرمائیں گے فرمایا، نہیں لیکن وہ تمہارے قریب نہ آئے، کہنے لگی، واللہ! وہ تو صدمہ سے حرکت کے قابل نہیں وہ تو اس وقت سے لے کر اب تک روتے ہی جا رہے ہیں مجھ سے بھی میرے عزیز نے کہا۔ بیوی کے بارے میں تم بھی رسولِ اکرم ﷺ سے اجازت لے لو، جس طرح ہلال نے لے لی ہے کہنے لگے میں نے کہا واللہ! میں رسولِ اکرم ﷺ سے اجازت طلب نہ کروں گا مجھے پتہ نہیں رسول اکرم ﷺ مجھے کیا جواب دیں گے وہ تو بوڑھے تھے میں ایک نوجوان ہوں۔ بیوی سے جدائی پر بھی میں دس دن رہا پچاس راتیں گزر گئیں تھیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ہم سے لوگوں کو باتیں کرنے سے منع کر رکھا تھا۔

ایک دن میں نے صبح کی نماز پڑھ لی میں گھر کے اوپر بیٹھا تھا اللہ کا ذکر کر رہا تھا مجھ پر میری جان بھی تنگ تھی زمین بھی تنگ تھی باوجود کشادہ ہونے کے یہ اپنی تنگی داماں کی شکایت کر رہی تھی۔ میں نے ایک چلانے والے کی آواز سنی، جو سلع پہاڑ پر چڑھا ہوا تھا وہ اپنی بلند آواز سے پکارتا ہے۔

اے کعب! خوش ہو جاؤ، میں سجدہ ریز ہو گیا اور میں نے جان لیا کہ کشادگی کے دن آ گئے ہیں اور رسولِ اکرم ﷺ نے ہماری توبہ کی قبولیت کی اطلاع دی ہے لوگ ہمیں بشارتیں دینے کے لیے اُمڈ آئے۔ میرے دونوں ساتھیوں کی طرف بھی بشارت والے بھیجے اور میری طرف ایک گھڑسوار نے ایڑ لگائی اور اسلم قبیلہ کا یہ آدمی پوری کوشش سے بھاگ رہا تھا۔ اور پہاڑ پر چڑھا اس کی آواز گھوڑے کی رفتار سے بھی تیز تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ میرے پاس آیا اس نے مجھے توبہ کی بشارت دی، میں نے اپنا لباس اتار کر اسے دے دیا اور اسے پہنا دیا کہ اس نے مجھے خوشخبری سنائی ہے میرے پاس اس وقت اور کچھ نہ تھا۔ میں نے لباس ادھار لیا اور رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آیا تو لوگ مجھے فوج درفوج ملنے لگے، اور توبہ کی مبارک باد دی۔

میں مسجد میں داخل ہوا تو رسولِ اکرم ﷺ تشریف فرما تھے اردگرد لوگ بیٹھے تھے۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی، مہاجروں میں سے ان کے سوا اور کوئی نہ کھڑا ہوا تھا یہ نہ ان کا احسان میں زندگی بھر نہ بھولوں گا۔ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو سلام کیا تو آپ کا رخِ تاباں مسرت سے تابناک تھا اور کہا۔ اے کعب خوش ہو جاؤ، ایسا دن تجھ پر کبھی نہیں آیا جب سے تمہاری ماں نے جنم دیا ہے۔ میں نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہا نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے رسولِ کرم ﷺ جب خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ مبارک دمک اٹھتا تھا گویا کہ چاند کا ٹکڑا ہے یہ ہمیں صاف پتہ چل جاتا تھا۔ جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میں اپنا مال بطورِ صدقہ نکال دیتا ہوں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: کچھ مال روک لو یہ بہتر ہے۔ میں نے کہا: میں اپنا وہ حصہ روک لیتا ہوں جو خیبر میں سے ہے۔ میں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اللہ تعالیٰ نے سچائی کی بدولت نجات دلائی ہے اور میری توبہ کا حصہ ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا سچ بولوں گا۔ واللہ! میں نہیں جانتا سچی بات کہنے میں مجھ جیسا کبھی کوئی آزمائش سے دوچار ہوا ہو میں نے جب سے رسولِ اکرم ﷺ سے یہ معاہدہ کیا ہے بحسن وخوبی اسے پورا کر رہا ہوں۔ واللہ! اس وقت سے لے کر آج تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور مجھے امید ہے میں جب تک زندہ رہوں اللہ تعالیٰ مجھے محفوظ ہی رکھیں گے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ ﴾

(التوبہ: ۱۱۸)

”ان تینوں کی توبہ بھی قبول ہوئی جن کا معاملہ پیچھے چھوڑا گیا تھا حتیٰ کہ جب ان پر زمین تنگ ہوئی باوجود کشادہ ہونے کے اور ان پر ان کی جانیں بھی تنگ ہو گئیں انھوں نے یقین کیا کہ اللہ سے کوئی جائے پناہ نہیں مگر اسی کی طرف ہے۔ پھر اس نے ان پر توبہ کی تاکہ یہ بھی توبہ کریں بے شک اللہ تعالیٰ ہی توبہ کرنے والا، مہربان ہے۔“

واللہ! مجھ پر سب سے بڑا اللہ کا احسان یہ ہے کہ اس نے مجھے اسلام کی طرف راہنمائی فرمائی اور ایک یہ ہے کہ میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ میں نے سچ بولا، رسولِ اکرم ﷺ سے میں نے جھوٹ نہ بولا تھا وگرنہ میں نے بھی ہلاک ہونے والوں کی مانند ہلاک ہونا تھا جو جھوٹ بولے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی تو انھیں بدترین قرار دیا۔ اللہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾ (التوبة:٩٥-٩٦)

''عن قریب یہ قسم اٹھا کر کہیں گے جب تم ان کی طرف لوٹ آؤ گے تاکہ تم ان سے رخ پھیر لو، ان سے رخ پھیر ہی لو، بے شک یہ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلہ ہے جو یہ کماتے ہیں۔ یہ قسم اٹھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ فاسق قوم سے راضی نہیں ہوتا۔''

قرآنِ پاک نے ہمارے جنگ سے پیچھے رہنے کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ہماری توبہ کے معاملہ کے مؤخر ہونے کا ذکر کیا ہے اور پھر ہماری توبہ کے قبول ہونے کا ذکر ہے۔[1] توبہ صادقہ اسی طرح ہوتی ہے جس میں جھوٹ اور نفاق کی آمیزش نہیں ہوتی۔ یہ سچی توبہ ہی ایسی توبہ ہے کہ جس کا نتیجہ اور ثمر یہ ہے کہ دنیا میں مغفرت ملتی ہے اور آخرت میں رحمت حاصل ہوتی ہے بلکہ ایسی دائمی نعمت حاصل ہوتی ہے جسے کبھی زوال نہیں آتا اور نہ ہی فنا ہوتی ہے۔ ہمیشہ کی جنت ملتی ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ طویل عمر سچے تائب بن کر رہے۔ اللہ کی جانب جھکنے والے تھے۔ اللہ جل وعلا کے سامنے عبادت گزار بن کر رہے آخر بستر مرگ پر دراز ہوتے ہیں اور دنیا سے رحلت فرما کر اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے ساتھیوں سے رحمان کی جنت میں جا ملے۔

رضی اللہ عنہ و عنهم اجمعين

[1] بخاری: ٤٤١٨، مسلم: ٢٧٦٩، احمد: ٦/ ٣٨٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

77

حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کی کارگہِ حیات

وحشی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا میں نے بہترین آدمی کو شہید کیا ہے اور بدترین کو بھی قتل کیا ہے۔ یہ وہ صحابی ہیں رضی اللہ عنہ جو زندہ بھی غمزدہ ہو کر رہے اور فوت بھی حالتِ غم میں ہی ہوئے۔

وحشی حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ یہ ایک ہی تمنا رکھتے تھے کہ میں آنکھ جھپکنے میں آزاد ہو جاؤں، انھیں یہ فرصت میسر آئی مگر افسوس صد افسوس کہ اس آزادی کی قیمت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا، اللہ تعالیٰ کے شیر اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں ادا کرنا پڑی۔ یہ حادثہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں سیاہ داغ ہے۔ اسلام سے پہلی اور بعد والی زندگی دونوں میں دھبہ ہے۔

آئیے یہ دلفگار واقعہ خود ان کی زبانی سنتے ہیں:

جعفر بن عمر بن امیہ ضمری بیان کرتے ہیں میں اور عبید اللہ بن عدی بن خیار جو کہ بنو نوفل بن عبد مناف میں سے تھے۔ یہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی بات ہے۔ شام کے علاقہ میں آئے۔ ہم نے لوگوں کے ساتھ سرحد پار کی تو ہم حمص میں رکے، وحشی بھی وہاں تھے۔ یہ جبیر بن مطعم کے مولیٰ تھے۔ ہم ان کے پاس پہنچے اور ان سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق دریافت کیا کہ انھیں کیسے شہید کیا تھا۔ جب ہم ان کے گھر پہنچے تو دیکھا اپنے گھر کے آنگن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ چٹائی بچھائی ہوئی تھی اور بوڑھے تھے اور بغاث پرندے کی مانند سیاہ رنگ تھا۔ ہم نے سلام کہا۔ انھوں نے اپنا سر اٹھایا اور عبید اللہ بن عدی کو دیکھا اور کہا تم عدی بن خیار کے بیٹے ہو، انھوں نے کہا، ہاں کہا، میں نے تمھیں اس وقت دیکھا تھا جب میں نے تمھیں تمھاری ماں سعدیہ کے حوالہ کیا تھا اور اس نے تمھیں ذی طویٰ جگہ پر جو کہ مکہ کے قریب ہے وہاں دودھ پلایا تھا۔ میں نے تمھیں اسے پکڑایا تھا کیونکہ وہ اونٹ پر تھی اس نے تمھیں تمھارے دونوں پہلوں سے پکڑا تھا جب اس نے اٹھایا تو تمھارے قدم ظاہر ہوئے تھے بس اتنا ہی دیکھا تھا مجھے اتنی پہچان ہے آج تمھارے آتے ہی میں نے تمھیں پہچان لیا ہے۔

خیر ہم بیٹھ گئے ہم نے کہا، ہم اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمیں بتائیں، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کیسے شہید کیا تھا، انھوں نے کہا، میں تمھیں اسی طرح یہ واقعہ سناتا ہوں جس طرح میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ ان کے چچا طعیمہ بن عدی بدر میں قتل ہوئے تھے۔ قریش احد کی جانب روانہ ہوئے تو جبیر نے مجھ سے کہا اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرو گے میرے چچا کے عوض تو تم آزاد ہو، میں بھی لوگوں کے ساتھ نکلا، میں ایک حبشی آدمی تھا، حربہ پھینکا کرتا تھا جیسا کہ حبشی اس کے بہت ماہر ہوتے تھے۔ اس کا نشانہ کم ہی خطا ہوتا تھا۔ جب جنگ میں لوگ آپس میں ٹکرائے تو میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ہی دیکھتا تھا اور میری نگاہیں فقط انھیں ڈھونڈتی تھیں، میں نے دیکھا لوگوں کی ایک جانب ہیں خاکستری رنگ کے اوٹ کی مانند نمایاں تھے اور اپنی شمشیر آبدار سے لوگوں کو گراتے جا رہے ہیں ان کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہ بن رہی تھی میں نے مکمل تیاری کر لی، وہی میرا نشانہ تھے میں ایک درخت یا پتھر کی اوٹ میں چھپ گیا کہ وہ میرے قریب آ جائیں، اچانک ان کے سامنے سباع بن عبدالعزیٰ آ گیا، اسے جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو کہا، او ختنے کرنے والی عورت کے بیٹے! ادھر آ ؤ اور اسے تلوار کی ایسی ضرب کاری لگائی کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اب میں نے اپنا حربہ لہرایا، حتیٰ کہ وہ میرے پسندیدہ نشانے پر آئے تو میں نے وہ حربہ (نیزہ) پھینک دیا وہ ان کی ناف میں لگا اور ران میں پار ہو گیا۔ میری طرف اٹھ کر بڑھنے کی ہمت کی مگر اٹھ نہ سکے۔ میں نے چھوڑ دیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے میں آیا اور وہ حربہ لیا اور لشکر کی طرف لوٹا اور بیٹھ گیا میرا اور کوئی کام نہ تھا اور میں نے انھیں شہید بھی صرف اپنی آزادی کے لیے کیا تھا۔

جب میں مکہ آیا تو مجھے آزاد کر دیا گیا میں مکہ ہی میں ٹھہرا۔ حتیٰ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا، تو میں طائف بھاگ گیا، وہاں ٹھہرا۔ جب طائف کا وفد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہ مسلمان ہو جائے تو میرے لیے نکلنے کی راہیں بند ہو گئیں، میں نے کہا، میں شام چلا جاتا ہوں۔ میں اسی فکر میں تھا کہ ایک آدمی نے مجھ سے کہا افسوس ہے تجھے پتہ نہیں کہ جو بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو جاتا ہے اور کلمہ پڑھ لیتا ہے وہ اسے قتل نہیں کرتے۔ یہ سن کر میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آیا۔ آپ کو اطلاع نہ ہوئی اچانک میں آپ کے پاس پہنچا اور حق کی گواہی دی جب آپ نے مجھے دیکھا تو کہا کیا تم وحشی ہو، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں ہی ہوں، فرمایا، میرے چچا کو کس طرح قتل کیا تھا۔ بیان کرو، میں نے یہ سارا واقعہ سنایا تو کہا: مجھ سے دور رہا کرو میں تمھیں دیکھتا ہوں تو چچا کی تکلیف یاد آ جاتی ہے۔ میں آپ سے ایک طرف بیٹھا کرتا تھا جہاں سے نظر نہ آ ؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہی کیا کرتا تھا۔ [1]

وحشی رضی اللہ عنہ نے اپنے دل کی بات بتائی کہ مجھے علم ہے کہ اسلام پہلے گناہ مٹا دیتا ہے میں پھر بھی محسوس کرتا ہوں کہ میں نے ایک سخت گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو ایک بہت ہی بڑی مصیبت سے دوچار کر دیا ہے۔ میں اس وقت کے انتظار میں تھا کہ مجھے وہ فرصت میسر آئے جس سے میں اس داغ کو مٹا سکوں۔ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ کی طرف سفر فرما گئے تو آپ کی وفات کے بعد مسلمانوں کی خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں لوٹ آئی تو بنو حنیفہ مرتد ہو گئے اور مسیلمہ کذاب بھی رونما ہوا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] بخاري: ٧/ ٤٠٧٢، مع فتح الباري، كتاب المغازي.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ کے لیے اور بنو حنیفہ کو اسلام آشنا کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا تو میں نے دل میں کہا، وحشی! یہ فرصت غنیمت ہے ضائع نہ ہو جائے۔ جب مسلمان یمامہ والے مسیلمہ کذاب کے لیے روانہ ہوئے تو میں بھیان کے ساتھ نکلا، میں نے وہی حربہ (نیزہ) لیا جس کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ جب لوگ آپس میں ٹکرائے تو میں نے دیکھا مسیلمہ ہاتھ میں تلوار لیے کھڑا ہے میں اسے پہچانتا نہ تھا تاہم اندازہ تھا میں نے اسے مارنے کی تیاری کرلی، دوسری طرف سے ایک انصاری آدمی نے تیاری کی، دونوں کا نشانہ وہی تھا میں نے نیزہ کو حرکت دی حتیٰ کہ وہ میرے نشانہ پر آیا تو میں نے نیزہ مار دیا وہ اس میں پیوست ہوگیا اور انصاری نے اس پر حملہ کیا اور اسے تلوار سے کاٹ دیا۔

اب رب ہی جانتا ہے ہم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے اگر میں نے کیا ہے تو پھر ایک طرف اگر میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے تو دوسری طرف لوگوں میں سے بدترین مسیلمہ کذاب کو قتل کیا ہے۔[1] مسلمان پر واجب ہے کہ جو نقصان کیا ہے اس کی تلافی کرے۔ برائی کے بعد نیکی کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ ۚ﴾ (ھود:۱۱٤)

"دن کے دونوں کناروں میں نماز قائم کرو اور رات کی گھڑیوں میں بھی بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں یہ نصیحت یاد کرنے والوں کے لیے۔"

مسلمان کو چاہیے طویل عمر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزارے، اور اپنی عمر عزیز کا ہر لمحہ اس دین کی خدمت میں صرف کرے۔ انسان اصل میں دنوں پر قائم ہے جو دن گزر جاتا ہے وہ انسان کا حصہ ہے جو گزر گیا

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
اللہ نے عمر کی گھڑی اک اور گھٹا دی

انسان جب قبر میں اپنی حقیقت دیکھتا ہے اور روزِ قیامت اس کا معائنہ کرے گا تو اللہ کی اطاعت کے علاوہ اس کی عمر کا جو لحظہ بھی گزرا ہوگا اس پر پشیمان ہوگا اور اللہ کے دین کی نصرت کے علاوہ جو بھی عمل ہوگا اس پر اشک ندامت بہائے گا اس لیے پہلے ہی تلافی مافات کرے۔ وحشی رضی اللہ عنہ نے جنگ یرموک میں بھی شرکت کی اور حمص میں رہائش رکھی وہیں فوت ہو گئے۔

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین۔

---

[1] سیرۃ ابن ھشام:۳/ ۳۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

78

حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ کا تذکرہ

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یہ جلیبیب مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ [1]

ہم ایک ایسے آدمی کی داستانِ حیات کی جھلکیوں کو نمایاں کرنے کا وعدہ کرتے ہیں جو پیدائشی جمال آرائی سے محروم تھا لیکن اخلاقی حسن سے مالا مال تھا یہ جسمانی جمال سے خالی تھا لیکن صاف ضمیر تھا دل میں پختہ ایمان رکھتا تھا اور کوہِ گراں سے زیادہ مضبوط اسلام والا تھا۔

یہ انصار میں سے جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت کو اپنی محبت کا سبب قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم، میری جان جس کے ہاتھ میں ہے جو آدمی بھی انصار سے محبت کرتا ہے وہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کریں گے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی انصار سے بغض رکھتا ہے اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھتے ہیں۔ [2]

بشری پیمانے قاصر ہیں اور الٰہی پیمانے کامل ہیں ایک انسان لوگوں کی نگاہ میں مذموم ہوتا ہے مگر وہ اللہ کے نزدیک افضل ہے یہی وجہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

بعض آدمی دو پرانی چادریں لپیٹنے والے لوگ ان کی پرواہ بھی نہیں کرتے اگر یہ اللہ کی قسم اٹھائیں تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتے ہیں۔ [3]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہیں، جلیل القدر صحابی حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ یہ اپنے رب کے ہاں بڑی قدر و منزلت والے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے۔ جنھیں جلیبیب کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

---

[1] مسلم ابن ماجه عن ابی هریرة صحیح الجامع ۱۸۶۲.

[2] احمد، طبرانی کبیر عن الحارث بن زیاد انصاری، و حسنه الالبانی فی صحیح الجامع: ۱۹۷۹.

[3] بزار، عن ابن مسعود، و صححه الالبانی فی صحیح الجامع: ۳۴۸۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ خوبصورت نہ تھے ان سے نبی ﷺ نے کہا شادی کر لو یہ کہنے لگے۔ میں تو ایک کم قیمت ہوں مجھے کون رشتہ دے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن اللہ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں ہو۔ [1] یہ الٰہی پیمانے میں جن کے مقابلے میں بشری پیمانے سرنگوں ہیں کیونکہ بشر کی عقول ناقص ہیں اور ان کے ملکات وتجربات محدود ہیں۔

حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ اسلام لائے ایمان نے ان کے دل کے رگ و پے میں جگہ پکڑ لی، انھوں نے اس نعمت کو محسوس کیا اور نماز، روزہ اور تلاوت قرآن ذکر رحمان اور لوگوں سے احسان کرنے اور ہر چیز سے حسن سلوک کرنے میں انھوں نے زندگی گزار دی۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ بہت بلند و بالا تھا۔ اس کے باوجود مال و جمال سے محروم تھے لیکن دل ایسا تھا کہ جو کبیر المتعال رب کی محبت سے لبریز تھا۔

آج کے دور میں جس میں لوگ مال و جمال کے مالک ہیں۔ اعلیٰ مناصب اور درجات پر فائز ہیں لوگوں کی نظر میں یہ بہت اعلیٰ درجہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ جانوروں اور رینگنے والے کیڑوں مکوڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں کیونکہ یہ نعمتِ اسلام سے ناآشنا ہیں اور سید الانام ﷺ کی اتباع نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ جل وعلا کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ جب سے حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے ہو کر رہ گئے تھے۔ آپ کے علمی چشمہ سے پیاس بجھاتے رہے اور آپ کے سیرت و اخلاق کے منبع سے فائدہ حاصل کرتے رہے اور دنیا و آخرت کا سامانِ سفر بناتے رہے۔ انھیں نبی اکرم ﷺ سے بے حد محبت تھی، حتیٰ کہ ان کے عقل و قلب پر آپ کی محبت غالب آچکی تھی ایک لحظہ بھر آپ سے آگے پیچھے ہونا پسند نہ کرتے تھے اور حبیب کبریاء ﷺ جو بھی حکم صادر فرماتے۔ جلیبیب رضی اللہ عنہ اسے پورا کرتے تھے۔

حوروں سے شادی:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝﴾ (الاحزاب: ٣٦)

”کسی مومن مرد یا عورت کے لائق نہیں جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ایک کام کا فیصلہ کریں یہ کہ انھیں اپنے معاملہ کا اختیار رہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے۔ تحقیق وہ ظاہر گمراہ ہوا۔“

اس آیۂ مبارکہ کی روشنی میں ہم یہ نتائج دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نتیجہ اچھا ہی نکلتا ہے۔

[1] ابو یعلی: ٦/ ٨٩، اسنادہ حسن (عدوی)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ ہیں دنیا کی ایک عورت سے شادی کا ارادہ رکھتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے ان کا ارادہ ہے کہ وہ ان کی حور سے شادی کریں۔

ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جلیبیب رضی اللہ عنہ انصار کے ایک آدمی تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عادت تھی کہ جو عورت بھی بیوہ ہوتی وہ اسے شادی کا پیغام نہیں بھیجتے تھے حتیٰ کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ کر دیتے تھے تاکہ پتہ چل جائے کہ آپ کو ضرورت ہے یا نہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ایک انصاری آدمی سے کہا۔ اے فلاں! مجھ سے اپنی بیٹی کی شادی کر دو۔ کہا درست ہے یہ تو سر ماتھے پر کہا میں خود نہیں کرنا چاہتا کہا کس کے لیے کہہ رہے ہو۔ کہا جلیبیب کے لیے کہا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں لڑکی کی والدہ سے مشورہ کرلوں۔ یہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور کہا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری بیٹی کے لیے پیغام منگنی بھیجا ہے اس نے کہا بہت اچھا، یہ تو سکون ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹی کی شادی کر دو، کہا اپنے لیے نہیں، کہا کس کے لیے، کہا جلیبیب کے لیے کہنے لگی، جلیبیب کے لیے میں تو اس سے نہیں کروں گی اس لڑکی کا باپ اٹھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور بیوی کا فیصلہ سنائیں۔

بیٹی نے پس پردہ سے ماں باپ سے کہا میری منگنی کا پیغام تمھیں کس نے دیا ہے انھوں نے جواب دیا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا ہے کہنے لگی کیا تم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو رد کر دو گے۔ مجھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دو۔ وہ مجھے ضائع نہیں کریں گے۔ اس لڑکی کا باپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور کہا یہ آپ کی بیٹی ہے جس سے چاہو اس کا نکاح کرو، جلیبیب سے ہی کر دو، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ اس کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیٹی کے لیے دعائے خیر کی۔ اے میرے اللہ! اس پر خیر و برکت کی برکھا برسا دے اور اس کی زندگی گدلے پن سے صاف کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی لڑکی کا نکاح حضرت جلیبیب سے کر دیا۔ اس کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک غزوہ درپیش آیا، کہا کیا تم کسی کو جنگ میں گم پاتے ہو، لوگوں نے گن گن کر بتائے کہ فلاں فلاں گم ہیں آپ نے پھر پوچھا انھوں نے اور آدمیوں کے نہ ملنے کی اطلاع دی۔ آخر لوگوں نے کہا اور تو کوئی نہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے جلیبیب نظر نہیں آ رہے۔ انھیں مقتولوں میں سے طلب کرو۔ انھوں نے دیکھا کہ سات آدمی ان کے پہلو میں قتل شدہ پڑے ہیں پھر یہ شہید ہوئے ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میرا ہے اور میں اس سے ہوں، کیا انھوں نے سات قتل کیے ہیں پھر یہ شہید ہوئے ہیں یہ مجھ سے ہے، میں اس سے ہوں۔

یہ تین مرتبہ جملہ آپ نے دہرایا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے بازوؤں پر رکھا۔ لوگوں نے قبر کھودی ان کے لیے چار پائی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو مبارک تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں لحد میں اتارا۔ انصار میں اس خاتون سے زیادہ کوئی بھی برکت والا نہ تھا۔ [1]

---

[1] احمد و رجاله رجال الصحيح، مجمع الزوائد: ١٥٩٧٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گویا کہ اس خاتون نے اپنے ماں باپ کی مشکل حل کردی تھی، جب پیغام منگنی قبول کرلیا تھا۔ یہ تمام سمع واطاعت کے ثمرات تھے۔ باقی رہے جلیبیب رضی اللہ عنہ انھیں شہادت سے سرفراز فرما کر یہ اشارہ دیا تھا کہ وہ ان کی شادی حور سے کرنا چاہتا ہے واہ! جب انھوں نے جہاد کے منادی کو سنا، اے اللہ کے لشکرو! لڑنے کے لیے سوار ہو جاؤ۔

تو ادھر وہ دن تھا کہ یہ اپنی جمال آراء دلہن کے پاس داخل ہونے والے تھے اس کے پاس نہیں گئے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کو ترجیح دی۔ اللہ کی راہ میں شہادت پائی اور اس نایاب جنت میں حوروں سے نکاح کی سعادت حاصل کی۔

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

79

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حیات مایہ ناز کا تذکرہ

فخر کائنات، سرور دو جہاں، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا۔ اے میرے اللہ! عبداللہ کو دین میں سمجھ عطا فرما اور قرآنِ پاک کی تفسیر سکھا۔ علم ایک سب سے اشرف رغبت والی چیز ہے اور ایک طالب اور کوشش کرنے والے کے لیے افضل طلب ہے اور ایک کمانے والے کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش کمائی ہے۔ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کُمیل سے کہا تھا۔ میری بات یاد کرلو۔ لوگ تین اقسام پر ہیں:

۱: ایک عالم ربانی ۲: ایک عالم جو نجات کی راہ سیکھنے والا ہے۔

۳: چلو تم ادھر کو جدھر کو ہوا ہو۔ ہر ایک چیخنے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔

نورِ علم سے ضیاء حاصل نہیں کرتے نہ پختہ محل میں پناہ پکڑتے ہیں علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے جب کہ مال کی تم حفاظت کرتے ہو۔ علم، عمل کو بڑھاتا ہے جب کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ عالم کی محبت ایک ایسا قرض ہے جس کا بدلہ اپنی زندگی میں اطاعت کیشی کی صورت میں مل جاتا ہے اور موت کے بعد اچھی صورت حال پیدا ہوتی ہے اور اس کی کارکردگی یادگار رہوتی ہے مال کی کارکردگی مال والے کی موت کے ساتھ ہی زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ مال کو خزانہ کرنے والے مردہ ہوتے ہیں اگرچہ وہ زندہ بھی ہوں اور علماء مدتوں باقی رہتے ہیں اگرچہ ان کے وجود نیست و نابود ہو چکے ہوں اور ان کی مثالیں دلوں میں زندہ ہوتی ہیں اگرچہ وہ خود نہیں ہوتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما امت کے جید عالم اور علم کے بحر زخار ہیں۔ فقیہہ العصر اور امام التفسیر ہیں، رسولِ اکرم ﷺ کے چچا زاد ہیں۔ ان کی کنیت ابو العباس ہے۔ شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے تھے۔ جب کہ بنو ہاشم وہاں محصور تھے۔ یہ آزاد ہونے سے کچھ دیر پہلے ہوئے تھے۔ ہجرت سے تین برس پہلے ان کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔ جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تھی۔ یہ تیرہ برس کے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جہاں اہلِ بدر کو مشورہ کے لیے بلاتے تھے۔ وہاں انھیں بھی بلاتے تھے اور مشورہ لیتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان دونوں کے عہدِ عدل مہد میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور وفات تک فتویٰ دیتے رہے۔ [1]

[1] صفة الصفوة:١/ ٣٢١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم ﷺ کی ہم نشینی صرف تین برس تک حاصل رہی۔ خوبصورت تھے، حسین وجمیل تھے دراز قد تھے۔ پر ہیبت شخصیت والے تھے کامل عقل، ذکی النفس تھے مردانِ کمال میں سے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فتح مکہ کے سال اپنے والدین کے ساتھ دارالہجرت کی طرف منتقل ہوئے، یہ فتح مکہ سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ یہ فرماتے ہیں: میں اور میری امی، ان لوگوں میں سے تھے۔ جنھیں مستضعفین (ناتواں تصور کیا جاتا تھا) میں بچوں میں ہونے کی وجہ سے اور میری امی عورتوں میں سے ہونے کی وجہ سے کمزوروں میں شمار ہوئے۔ [1]

نبی اکرم ﷺ سے پہلے لحظہ سے لے کر جب ملاقات ہوئی تھی آخر تک طلبِ علم کا ایک لحہ بھی ضائع نہ ہونے دیتے تھے نہ ہی صحابۂ کرام سے علم لینے میں کمی کی اپنی عمر کے ہر لحہ کی طلب علم کے لیے غنیمت تصور کرتے تھے یہ کام کسی عالی ہمت ہی کو نصیب ہوتا ہے۔

عظیم بشارت:

نبی اکرم ﷺ نے ان کی ولادت سے پہلے ان کے متعلق ان کے والدین کو بشارت دی تھی کہ پیدا ہونے والا بچہ شان والا ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ام فضل بنت حارث نے بیان کیا کہ میں گزر رہی تھی اور نبی اکرم ﷺ حطیم میں تھے۔ آپ نے فرمایا: اے ام فضل! میں نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر ہوں۔ فرمایا: تم لڑکے سے حاملہ ہو، میں نے کہا یہ کیسے پیدا ہوگا جب کہ قریش نے تو آپس میں قسمیں اٹھا رکھی ہیں کہ یہ عورتوں کو بچے بھی نہ جننے دیں گے۔ فرمایا میں جو کہتا ہوں وہی ہوگا (مترجم چونکہ آپ وحی کے ذریعہ اطلاع دے رہے تھے یہ غلط نہ ہوسکتی تھی) جب اسے جنم دو تو اسے میرے پاس لے آنا، ام فضل، کہتی ہیں جب میں نے بچے کو جنم دیا تو میں اسے نبی اکرم ﷺ کے پاس لے آئی، آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا، اور خود گھٹی دی اور فرمایا: ام فضل اسے لے جاؤ، اسے تم دانا پاؤ گی ام فضل کہتی ہیں میں اسے حضرت عباس کے پاس لے گئی اور میں نے نبی ﷺ والا واقعہ بھی سنایا وہ مسکرائے اور بچہ لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ حضرت عباس بھی بہت خوبصورت، دراز قد تھے۔ جب نبی ﷺ نے انھیں دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور دائیں جانب بٹھا لیا۔ اور کہا۔ یہ میرے چچا ہیں جو چاہے اپنے چچا میرے چچا کے مقابلہ پر لے آئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کیوں کہتے ہو۔ فرمایا: میں کیوں نہ کہوں کہ تم میرے چچا ہو تم ہی تو چچا ہو دوسرے تو آباء ہیں اور چچا والد ہی ہوتا ہے۔ [2]

طلبِ علم کا ذوق:

اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ ان کا علم میں نابغۂ روزگار بن جانا اور علم میں رسوخ حاصل کرنا، یہ نبی اکرم ﷺ کی

[1] بخاری: ۸/ ۱۹۳، تفسیر طبری: ۱۰۲۷۰۔

[2] مجمع: ۱۵۵۱٤، طبرانی و اسناده حسن۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعاء ہی کا کامیاب ثمرہ تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینۂ اطہر سے ملایا، اور کہا:

"اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْحِکْمَۃَ۔" [1]

''اے میرے اللہ، اسے حکمت آشنا کر دو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے میں نے رات آپ کے لیے وضوء کا پانی رکھا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ وضوء کا پانی آپ کے لیے حضرت عبداللہ نے رکھا ہے تو آپ نے دعاء دی۔ اے میرے اللہ! انھیں دین میں سمجھ دے، اور تفسیر قرآن سکھا دے۔ [2] یہ دعاء، آپ نے دو مرتبہ دی۔ [3]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رات کا آخر تھا میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، میں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے میرے بازو سے پکڑا اور مجھے کھینچ کر اپنے برابر کر دیا۔ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پر متوجہ ہوئے تو میں چھپ کر پیچھے لوٹ آیا، جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو کہا، کیا معاملہ تھا۔ میں نے برابر کیا تھا۔ تم پیچھے کھسک گئے تھے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ کسی کے لائق ہے کہ وہ آپ کے برابر نماز پڑھے۔ آپ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں یہ سن کر آپ بہت ہی خوش ہوئے اور میرے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے علم وفہم میں ترقی دیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، میں نے دیکھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محوِ خواب ہیں۔ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی پھر آپ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے۔ کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! نماز کا وقت ہے۔ آپ اٹھے اور نماز پڑھائی، وضوء نہ لوٹایا تھا کیونکہ آپ کو وضوء کے ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کا نیند میں بھی پتہ چل جاتا تھا یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ [4]

جبریل علیہ السلام کا دیدار:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں اپنے ابا جان کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ آپ نے ابا جان کی طرف توجہ نہ دی، ہم آپ کے پاس سے باہر آگئے تو ابا جان نے کہا۔ عبداللہ تم نے دیکھا ہو گا تمہارے چچا کے بیٹے نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ میں نے کہا۔ ان کے پاس ایک آدمی تھا، جو آپ سے سرگوشی کر رہا تھا کہا۔ ان کے پاس

---

1. بخاری: ٣٧٥٦، ترمذی: ٣٨٢٤، ابن ماجه: ١٦٦.
2. احمد: ١/ ٣٢٨، مستدرك: ٣/ ٥٣٤، صحيح الاسناد و لم يخرجاه وافقه الذهبی.
3. ترمذی: ٣٨٢٣، حسن غريب طبقات: ٢ـ٣/ ١١٩.
4. احمد: ١/ ٣٣٠، الحلية: ١/ ٣١٤، اسناده صحيح (عدوی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی تھا یہ صحیح بات ہے میں نے کہا ہاں ابا جان پھر واپس آئے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب میں ملنے آیا تھا کیا آپ کے پاس کوئی موجود تھا۔ عبداللہ! کہتے ہیں آپ نے مجھ سے کہا۔ اے عبداللہ! تم نے دیکھا تھا۔ میں نے کہا ہاں میں نے دیکھا تھا۔ فرمایا۔ وہ جبریل علیہ السلام تھے انھوں نے ہی مجھے مصروف کر رکھا تھا۔ ❶

وصیت جاوداں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے آپ کے دل پر ان کی محبت غالب آ چکی تھی۔ ایک دن حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ انھیں ایک جامع وصیت کریں جو ان کے دین میں اور دنیا میں مفید ہو، جو کہ درج ذیل ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود ہی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لڑکے! میں تمھیں چند باتیں بتاتا ہوں سنو۔

۱: تم اللہ کے دین کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کریں گے۔ تم اللہ تعالیٰ کی حفاظت کرو گے تو اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔

۲: جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

۳: جب مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔

جان لو ساری امت بھی جمع ہو کر تمھیں نفع پہنچانا چاہیں تو نہ پہنچا سکے گی صرف وہی نفع پہنچائے گی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھا ہے اور اگر ساری امت اس چیز پر جمع ہو کہ تمھیں نقصان پہنچائے تو یہ کچھ نقصان نہ پہنچائے گی مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ قلمیں اٹھالی گئی ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں جو کچھ ہونا تھا وہ تحریر ہو چکا ہے ان کے مطابق ہی ہوگا۔ ❷ ایک دوسرے مقام پر اس کے علاوہ مزید فرمایا، آسانی میں اس کی طرف رجوع کرو۔ شدت میں وہ تمہارا خیال رکھے گا اور مصیبت کے وقت صبر بہت بھلائی ہے۔ اور نصرتِ الٰہی صبر سے ہی حاصل ہوتی ہے اور تکلیف کے بعد کشادگی ہے اور تنگی کے بعد آسانی ہے۔ ❸

باپ کی نصیحت:

عبداللہ بن ابراہیم قریشی کہتے ہیں کہ جب حضرت عباس بن عبدالمطلب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے اپنے بیٹے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: بیٹے! میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا اور اس کی اطاعت کو

❶ مجمع: ۹/ ۲۷۹، احمد، طبرانی باسانید و رجالها رجال الصحیح.

❷ احمد، ترمذی، مسند ابی یعلی، ابن سنی، فی عمل الیوم واللیلة، وصححه الالبانی فی صحیح الجامع: ۷۹۵۷.

❸ احمد بیهقی شعب الایمان، و فی الاسماء والصفات.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پسند کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا اور اس کی نافرمانی سے ڈرنا، جب تم اس پر قائم رہو گے تو تمھیں موت کا ڈر نہ ہو گا جب بھی موت آئے گی۔ [1]

طلبِ علم کی انتہا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو عقلی استعداد، ان کی فہم و ذکاء انھیں طلب علم کے لیے ثابت قدمی سے رواں دواں رکھتے تھے اور یہ سبک رفتاری سے علم طلب کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ چند سالوں میں انھوں نے وہ علم حاصل کیا جو دوسرے ساری عمر نہ کر سکے۔ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مسلسل میل جول رکھا، تاکہ جو علم رہ گیا ہے وہ حاصل کریں اس معاملہ میں بہت عالی ہمت تھے۔ علم کی جستجو میں سفر کرنے اور کثرت سے سوال کرنے سے اکتاتے نہ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود ہی ہمیں بتاتے ہیں کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو میں نے ایک انصاری آدمی سے کہا آؤ چلتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے علم ڈھونڈتے ہیں کیونکہ ابھی تو ان کی تعداد بہت زیادہ ہے پھر پتہ نہیں یہ ملیں یا نہ ملیں۔

اس انصاری نے کہا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہما بڑی تعجب کی بات ہے کہ لوگ تو علم میں تمھاری ضرورت محسوس کرتے ہیں، اور تم دوسروں کو تلاش کر رہے ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے آپ کی رائے میں کون ہے جس کے آپ محتاج ہیں۔ اس انصاری نے تو طلب علم نہ کیا مگر میں علم پوچھتا رہا۔ اگر مجھے پتہ چلتا کسی کے پاس حدیث ہے تو میں اس آدمی کے پاس آتا۔ بعض اوقات وہ دوپہر کے وقت آرام کر رہا ہوتا تو میں اس کے دروازے پر چادر کا تکیہ بنا کر بیٹھ جاتا۔ ہوائیں میرے چہرے پر مٹی اڑاتیں میں بیٹھا رہتا وہ آدمی آرام سے فارغ ہو کر باہر آتا تو مجھے دیکھ کر کہتا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد! آپ کیوں آئے ہو، مجھے پیغام بھیجتے میں خود ہی آ جاتا۔ میں کہتا، آپ کے پاس آنا میرا حق تھا کیونکہ میں نے علم لینا ہے پھر میں اس سے حدیث پوچھتا۔ وہ آدمی جو علم چھوڑ گیا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ لوگ علم کے حصول کے لیے میرے پاس ہجوم کے ہجوم لگا رہے ہیں تو وہ کہنے لگا۔ یہ نوجوان مجھ سے زیادہ عقلمند ہے۔ [2]

شہروں پر فتوحات کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ اس کے باوجود، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما علم کے لیے دوپہر کی پیاس برداشت کیے ہوئے مدینہ کی راہوں اور گلیوں میں پھر رہے ہیں۔ شام کے باغوں کے پر فریب اور گھنے سایوں میں، عراق کے علاقے دریائے نیل، دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے کناروں پر اسلامی فتوحات کی گونج بپا تھی۔ مگر یہ علم دین حاصل کر رہے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب شہر فتح ہوئے تو لوگ دنیا پر متوجہ ہو گئے لیکن میں نے اپنی ساری توجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب موڑ لی۔

---

[1] استنشاق نسیم الانس: ۱۳۸.

[2] دارمی: ۱/ ۱۴۱، احمد فی الفضائل و اسنادہ صحیح (ارنوءوط)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر آتا وہ سوئے ہوتے تو میں ان کے دروازہ پر ہی قیلولہ (دوپہر کا آرام) کرتا۔ اگر انھیں میرا پتہ چل جاتا تو وہ اٹھ جاتے لیکن میں انھیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں میں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کہ مہاجرین اور انصار میں سے تھے، انھیں کے ساتھ رہتا میں ان سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے متعلق پوچھتا اور اس بارے میں جو قرآنِ پاک نازل ہوا ہے وہ دریافت کرتا میں جس کے پاس بھی جاتا وہ میرے آنے سے بہت خوش ہوتے، کیونکہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قریبی رشتہ دار تھا۔ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک دن پوچھا۔ یہ رسوخ فی العلم رکھتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا مدینہ منورہ میں کتنا قرآن نازل ہوا ہے۔ انھوں نے فرمایا: مدینہ میں ستائیس سورتیں نازل ہوئیں دوسرے ساری سورتیں مکہ میں اتریں۔ [1]

یہاں تک ذوق تھا ایک مسئلہ ہوتا اور اس کے متعلق سوال زیادہ کرتے۔

خود ہی بیان کرتے ہیں میں ایک معاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ کرام سے دریافت کرتا تھا۔ ایک سے پوچھا پھر دوسرے سے پوچھا اس طرح جستجو کرتے کرتے پھر دل میں جواب تلاش کرتا۔ پھر عقل میں لاکر مناقشہ اور بحث کرتا، تب سکون ہوتا۔ روز بروز ان کے معارف اور حکمت میں ترقی ہو رہی تھی۔ حتیٰ کہ ابھی جوانِ رعنا تھے کہ ان کی نگاہ میں پستی اور حیاء تھی عمر رسیدہ افراد کی مانند حکمت افروزی ورٹھہراؤ تھا اور رائے میں پختگی تھی۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر اہم معاملہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے۔ وہ انھیں ادھیڑ عمر نوجوان کے لقب سے پکارا کرتے تھے ایک دن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: تم نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا۔ جواب میں کہا۔ سوال کرنے والی زبان اور سمجھنے والے دل کے ساتھ۔ [2]

ایک مسلمان جو کہ اہلِ بصرہ میں سے تھا۔ ان کا وصف بیان کرتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں والی مقرر کیا تھا وہ بیان کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تین چیزیں گرفت میں لینے والے تھے اور تین چیزیں چھوڑنے والے تھے۔

۱: جب بات کرتے تو لوگوں کے دلوں پر قبضہ کر لیتے۔

۲: جب ان کے سامنے حدیث بیان کی جاتی تو حسنِ سماع (سننے کے خوبصورت انداز سے) سے دل موہ لیتے۔

۳: جب ان کی مخالفت کی جاتی تو آسان معاملہ اختیار کرتے۔

۱: جھڑتے نہیں تھے۔

۲: کمینوں سے کلام نہ کرتے تھے۔

---

[1] منقول از علو همت محمد اسماعیل: ۱٤٦.

[2] رجال حول الرسول: ۷۱٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳: معذرت نہ کرتے تھے کیونکہ ایسا موقع ہی پیدا نہ ہونے دیتے تھے۔

معززِ مطلوب:

مخلص داعی جو ہیں، ان کی ابتداء ایسی ہوتی ہے کہ یہ طلبِ علم میں بہت زیادہ وقت اور گھڑیاں صرف کرتے ہیں اور علمائے کرام کے علمی حلقوں میں وہ گھٹنے ٹیک کر بیٹھتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ انھیں نفع بخش علم میسر کرتا ہے تو پھر یہ اس کے ذریعے قلب و قالب آباد رکھتے ہیں اس کے بعد لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور یہاں سے سیدھے جنت میں چلے جاتے ہیں۔

عبادت و ریاضت:

ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ سے مدینہ تک رہا ہوں۔ جب یہ کہیں اترتے تو آدھی رات قیام کرتے، ان سے حضرت ایوب نے پوچھا۔ حضرت ابن عباس کی تلاوت کیسی تھی، کہا، انھوں نے پڑھا۔

﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝﴾ (ق:۱۹)

''موت کی غشی آئی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو پہلوتہی کرتا تھا۔''

یہ آیت ترتیل سے پڑھتے جاتے تھے اور زار و قطار روتے جاتے تھے۔ سماک بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی آنکھوں میں موتیا اتر آیا۔ آنکھوں کے ماہرین نے کہا۔ ہم آپ کا موتیا ٹھیک کر دیتے ہیں پانچ دن کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھیں، کہا نہیں یہ تو پانچ دن کی نمازیں ہیں۔ میں تو ایک رکعت بھی نہ چھوڑوں گا کیونکہ جو ایک نماز قصداً چھوڑ دے گا جب وہ اللہ سے ملے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔ [1]

حیاء کے پیکر:

حضرت عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حمام میں صرف اکیلے داخل ہوتے تھے اور گہرا کپڑا اوپر لے کر داخل ہوتے تھے۔ کہتے تھے مجھے اس سے حیاء آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حمام میں مجھے برہنہ دیکھیں۔ حیاء کے متعلق ان کا مقولہ تھا کہ حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں جانے کی ضمانت ہے۔ [2]

کہا کرتے تھے: حیاء اور ایمان دونوں ساتھی ہیں ان میں سے ایک اٹھ جائے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے۔ [3]

کہا کرتے تھے، حیاء سراپائے خیر ہے۔ [4]

---

1. سیر اعلام: ۳/ ۳۵۵.
2. ترمذی، حاکم بیھقی عن ابی ھریرۃ، صحیح الجامع:۳۱۹۹.
3. ابو نعیم، حاکم ،بیھقی صحیح الجامع: ۳۲۰۰.
4. بخاری، مسلم، صحیح الجامع: ۳۲۰۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سراپائے تواضع اور غمگساری کا پیکر:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مستودہ صفات ذاتِ گرامی سے تربیت پائی تھی۔ جن کی تربیت خود رب کائنات نے کی تھی اور پھر انھیں مربی کائنات بنا کر بھیجا جنھوں نے امتوں اور نسلوں کی ایسی تربیت کی کہ زمانہ بھر یہ اسے بھلا نہ سکیں گے۔ یعنی ان کی تربیت گاہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی گود تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما برائی کا مقابلہ برائی سے نہ کرتے تھے۔ بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیتے ان کے سامنے اعلیٰ مثال رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار تھا۔

ابن بریدہ اسلمی بیان کرتے ہیں، ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو گالی دی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تم مجھے گالی دیتے ہو، میرے اندر تین عادات ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کی کسی آیت کے متعلق علم پالوں تو میری تمنا ہوتی ہے کہ جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے لوگ بھی اس آیت کا وہ علم پائیں۔

مسلمان حکام کے متعلق میں جب سنتا ہوں کہ اس نے اپنے فیصلہ میں عدل و انصاف کیا ہے تو میں اس کے ساتھ خوش ہوتا ہوں۔ حالانکہ ہوسکتا ہے مجھے اس سے کبھی بھی فیصلہ کرانے کا موقع نہ ملے۔ بس انصاف کی صفت مجھے پسند ہے میں خوش ہوتا ہوں۔ مسلمانوں کے کسی شہر میں سنتا ہوں کہ وہاں بارش ہوئی ہے تو میں خوش ہوتا ہوں۔ حالانکہ میں وہاں جانور نہیں چراتا صرف دوسرے مسلمانوں کی ہمدردی ہے۔ [1]

صاف دلی:

میمون بن مہران بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا فرماتے ہیں۔ مجھے جب بھی میرے کسی بھائی سے ناپسندیدہ حرکت پہنچی میں اسے تین مقامات پر اتارتا ہوں۔

۱: اگر وہ مجھ سے بلند تر ہو تو میں اس کی قدر کرتا ہوں۔

۲: اگر میرا ہم مثل ہو تو میں اس پر احسان کر دیتا ہوں۔

۳: اگر مجھ سے کم تر ہو تو میں پرواہ ہی نہیں کرتا۔

یہ میرا کردار میرے اپنے بارے میں ہے جو اس سے بے رغبتی کرے تو پھر اللہ کی زمین بہت وسیع ہے جہاں چاہے رہے اسے کون روک سکتا ہے۔ [2]

کرم و زہد کا کوہ گراں:

حضرت عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا تھا مسلمانوں میں سے کسی خاندان کی ایک مہینہ یا ایک جمعہ یا جتنی مدت اللہ کی مرضی ہو میں پرورش کروں یہ عمل مجھے ایک حج کے بعد دوسرا حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور ایک درہم کے چھٹا حصہ کے برابر اس بھائی کو دوں جو اللہ کی رضا کے لیے بھائی ہے یہ مجھے اس ایک دینار سے زیادہ

[1] طبرانی کبیر: ۱۰۶۲۱، الحلیة: ۱/ ۳۲۱، اسنادہ حسن (عدوی)

[2] صفة الصفوة: ۱/ ۳۳٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیارا ہے جسے اللہ کی راہ میں خرچ کروں۔

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا۔ جب درہم و دینار بنائے گئے تو ابلیس نے انھیں پکڑا اور اپنی آنکھوں پر رکھا اور کہا تو تو میرے دل کا ٹکڑا ہے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تیرے ذریعے تو میں سرکشی کرواؤں گا تیری وجہ سے کفر کرواؤں گا تیری وجہ سے لوگوں کو دوزخ میں پہنچاؤں گا اور میں آدم کے بیٹے کو دنیا کی محبت میں مگن کروں گا کہ وہ میری عبادت کرے گا۔ ❶

قیمتی پند و نصائح:

حضرت عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا۔ حکمت خواہ کسی سے بھی سنے وہ لے لے بعض آدمی بات حکمت کی کرتے ہیں خود حکیم نہیں ہوتے۔ یہ حکمت ایسی ہی ہوتی ہے جیسے تیر پھینکا جائے مگر پھینکنے والا کوئی نہ ہو۔ یعنی بے ساختہ حکمت مل جاتی ہے۔ ❷

حرمتِ الٰہی کی تعظیم:

طاؤس بیان کرتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرنے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ ❸

علم نے سر بلند کر دیا:

حَبر الامت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں سے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس علم کی وجہ سے رفعتِ درجات سے نوازا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے بدر میں شرکت کرنے والے عمر رسیدہ آدمیوں میں شامل کیا کرتے تھے۔ بعض نے اعتراض کیا کہ آپ انھیں ہمارے ساتھ کیوں شامل کرتے ہیں یہ تو ہمارے بچوں کی مانند ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم خود ہی جان لو گے کہ میں انھیں تمہارے ساتھ کیوں بٹھاتا ہوں۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان عمر رسیدہ لوگوں میں لا بٹھایا۔ میں سمجھ گیا انھوں نے مجھے ان کے سامنے نمایاں کرنے کے لیے بلایا ہے بزرگوں سے پوچھا ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝۱﴾ سورت کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ ان میں سے بعض نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جب میں نے تمہاری مدد کی اور فتح ہوگئی ہے تو ہم اس سے استغفار کریں اور اس کی تعریف کریں۔

اور بعض خاموش رہے کچھ نہ کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا اے ابن عباس! تم اس بارے میں کیا کہتے ہو، میں نے کہا اس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل کا پیغام ہے آپ کو بتایا گیا ہے کہ جب اللہ کی مدد آ گئی اور فتح مکہ ہوئی تو یہ آپ کی اجل کی علامت ہے۔ لہٰذا آپ اپنے رب کی تسبیح کریں اور اس سے استغفار کریں، وہ توبہ قبول کرنے والا

❶ صفة الصفوة: ١/ ٣٢٥. ❷ صفة الصفوة: ١/ ٣٢٥.
❸ صفة الصفوة: ١/ ٣٤٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میری رائے بھی یہی ہے جو ابن عباس تمہاری رائے ہے۔ [1]

جب میں نے یہ تفسیر بتائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معترض حضرات سے کہا مجھ پر اعتراض کرتے تھے کہ اسے ہمارے ساتھ بٹھاتے ہو جب کہ یہ بچہ ہے اب بتاؤ، جو اس بچے نے بتایا ہے وہی درست ہے تمہاری رائے غلط ہے۔ [2]

حضرت عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرتد لوگوں کو آگ میں جلا دیا۔ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک پہنچی تو کہا میں ہوتا تو انھیں آگ میں نہ جلاتا کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مانند عذاب نہ دو۔ میں انھیں قتل کر دیتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو دین بدل ڈالے اسے قتل کر دو۔ اس بات کا علم جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوا تو فرمایا۔

ام فضل رضی اللہ عنہا کے بیٹے کو ان کا علم مبارک ہو اس نے درست کہا ہے۔ یہ بحر علم کے غواص ہیں انھیں چھوٹی چھوٹی جزئیات تک علمی رسائی حاصل ہے۔ [3]

قوتِ استدلال:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قوی یادداشت جو کہ ایک انوکھی حیثیت رکھتی تھی کے مالک تھے۔ دور رس فہم و ذکاء اور موثر سمجھ رکھتے تھے۔ ان کی حجت، آفتاب کی مانند ضوء افگن ہوتی تھی اور واضح اور پر رونق ہوتی تھی۔ اپنی گفتگو میں، مد مقابل کو صرف قناعت آور خاموشی ہی سے دو چار نہ کرتے تھے بلکہ گفتگو میں قابل رشک بانکپن ہوتا تھا اور بات چیت میں گہری سوچ کا فن ہوتا تھا۔ [4]

حضرت عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور سوال کیا کہ قرآن میں آتا ہے کہ زمین و آسمان رتق تھے۔ اس کا کیا مطلب ہے انھوں نے کہا اس شیخ کے پاس جاؤ۔ اور ان سے پوچھو جو وہ بتائیں وہ مجھے بھی بتانا، وہ گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آسمانوں کے رتق ہونے کا مطلب ہے کہ وہ بارش نہ برساتے تھے زمین کے رتق ہونے کا مطلب ہے کہ یہ کچھ بھی اگاتی نہ تھی۔ آسمان سے بارش نکالی اور زمین میں نباتات اگائے یہ آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور انھیں یہ تفسیر بتائی تو کہنے لگے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما واقعتاً سراپائے علم ہیں انھوں نے سچ بتایا۔ یہی مطلب ہے۔ [5]

---

1. بخاری: ٤٩٧٠، ترمذی، ٣٣٦٢، احمد: ١/ ٣٣٧.
2. مصنف ابن ابی شیبہ: ١٢٢٧٤، اسنادہ صحیح (عدوی)
3. بخاری: ٦/ ١٠٦، کتاب الجهاد، باب لا یعذب بعذاب اللّٰه اور ٢/ ٢٣٧، فی استقابة المرتدین باب حکم المرتد المرتدة نسائی: ٧/ ١٤٠، فی تحریم الدم، باب الحکم فی المرتد، ابوداؤد (٤٣٥١) فی اوّل الحدود۔ حاکم: ٣/ ٥٣٨.
4. رجال حول الرسول: ٧١٩.
5. صفة الصفوة: ١/ ٣٢٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طاؤس بیان کرتے ہیں میں نے تقریباً پانچ سو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا کہ جب وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے علمی مذاکرہ کرتے تو اختلاف کرتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان سے ایسی تقریری چاشنی سے لبریز بات چیت کرتے اور دلائل فراہم کرتے کہ وہ سب ان کی بات کو تسلیم کرتے۔

اعمش کہتے ہیں: ابووائل نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہمیں خطاب سے نوازا اس سال یہ امیر حج تھے۔ انھوں نے سورت نور کی تشریح شروع کی۔ تلاوت کرتے اور تفسیر بیان کرتے جاتے تھے۔ میں نے کہا میں نے آج تک کسی آدمی سے ایسی بات چیت نہیں سنی اگر اسے فارس اور روم والے اور ترک لوگ سن لیتے تو مسلمان ہو جاتے۔

یہ ہے اصل فخر:

ابو صالح بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ایک مجلس میں دیکھا، اگر تمام قریش بھی اس پر فخر کریں تو کم ہے میں نے لوگوں کو دیکھا ان کے گرد جمع ہیں حتیٰ کہ رستہ تنگ پڑ گیا۔ آنے جانے کی گنجائش نہ رہی تھی۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا۔ کہ تمہارے دروازے کے سامنے کافی جگہ ہے۔ وہاں نشست لگا لیا کریں۔ انھوں نے کہا۔ وضوء کا پانی رکھو۔ انھوں نے وضوء کیا اور بیٹھ گئے اور مجھ سے کہا باہر نکلو اور لوگوں سے کہو۔ جو قرآن پاک اور اس کے متعلقہ علم پوچھنا چاہے وہ اس جگہ آجائے اور پوچھ لے۔ میں باہر گیا انھیں اطلاع دی لوگ آئے گھر اور حجرہ لوگوں سے معمور ہو گئے وہ جو پوچھتے انھیں بتاتے تھے۔ اور مزید بھی انھیں بتاتے جاتے تھے جب ان سے فارغ ہوئے تو کہا تمہارے دوسرے بھائی بھی پوچھنے کے انتظار میں ہیں اب انھیں آنے دو، یہ پہلے چلے جاتے تو مجھ سے کہا۔ باہر جاؤ اور کہو جو قرآنِ پاک کی تاویل وتفسیر پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے۔ میں باہر گیا لوگوں کو بتایا وہ آئے اسی طرح رش تھا انھوں نے جو بھی سوال کیا اس کا جواب دیا اور مزید بتایا۔ جب یہ باہر گئے تو کہا ان لوگوں کو اندر آنے کا کہو۔ جو حلال اور حرام کے متعلق پوچھنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی آئے انھیں فارغ کیا۔

پھر کہا جو فرائض کا یا وراثت کا پوچھنا چاہتے ہیں اسے آنے کا کہو۔ اسی طرح یہ لوگ بھی آئے جو انھوں نے پوچھا وہ جواب دیئے گئے یہ فارغ ہوئے تو کہا اب ان سے کہو آجائیں جو عربی زبان شعر اور کلام میں اجنبی الفاظ وغیرہ پوچھنا چاہتے ہیں وہ آجائیں اسی طرح وہ بھی اتنی تعداد میں تھے۔ سب کو جواب دیئے۔

ابو صالح کہتے ہیں اگر سارے قریش ان پر فخر کریں تو یہ حقیقی فخر ہے، میں نے دوسرے لوگوں میں ایسا کسی کو نہیں دیکھا۔ [2]

حاضر جوابی کا واقعہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جب جنگیں ہوئیں تو ان کے درمیان سے ایک فریق پیدا ہوا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو کافر قرار دیتا تھا اور اس کے علاوہ بھی کئی نئے امور نکال لیے۔ حضرت ابن

---

[1] المستدرك: ٣/ ٥٣٧، الحلية: ١/ ٣٢٤. [2] صفة الصفوة: ١/ ٣٢٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عباس رضی اللہ عنہما ان کے پاس گئے کہ ان کے شبہات دور کریں اور حق واضح کریں یہ خارجی کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود ہی بیان کرتے ہیں جب حروراء فرقہ علیحدہ ہوا تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! نماز ذرا تاخیر سے پڑھنا میں نے ان سے گفتگو کرنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ مجھے ڈر ہے یہ آپ کو نقصان نہ پہنچائیں میں نے کہا ان شاء اللہ کچھ نہ ہوگا۔ میں نے بہترین لباس زیب تن کیا اور ان کے پاس گیا وہ دوپہر کے وقت آرام کر رہے تھے۔ میں نے ان سے بڑھ کر عبادت میں کسی کو اتنا مستعد نہیں پایا ان کے ہاتھوں میں اونٹوں کے گھٹنوں کی مانند نشان تھے اور سجدوں کے نشانات سے ان کے چہروں پر سخت نشان تھے میں داخل ہوا تو انھوں نے کہا: مرحبا! ابن عباس! کیسے آنا ہوا۔ میں نے کہا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس سے آیا ہوں، جو نازل ہونے والی وحی کے سب سے زیادہ عالم ہیں۔

بعض تو کہنے لگے ان سے بات نہ کرو بعض نے کہا نہیں ضرور بات کرو بات شروع ہوئی تو میں نے کہا۔ تم مجھے بتاؤ، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے، حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تمھیں کیا اعتراض ہے جب کہ یہ آپ کے داماد ہیں ایمان دار ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کے ساتھ ہیں۔

انھوں نے کہا سب سے پہلی غلطی ان کی یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کے دین میں بندوں کو حاکم مانا ہے جب کہ اللہ کا حکم ہے حکم صرف اللہ کا ہے میں نے کہا اور کیا اعتراض ہے۔

کہنے لگے وہ لڑے ہیں انھوں نے نہ تو قیدی بنائے نہ مال غنیمت لوٹا اگر وہ کافر تھے تو ان کے مال ان کے لیے حلال تھے۔ اگر وہ ایماندار تھے تو ان کا خون بہانا حرام تھا۔ میں نے کہا وہ کیسے کہا انھوں نے اپنے آپ سے امیر المومنین کا لقب دور کر دیا ہے اگر یہ امیر المومنین نہیں تو پھر امیر الکافرین ہوئے۔ یہ ہیں ہمارے اعتراضات۔

میں نے کہا اگر میں اللہ کی کتاب اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے کچھ پڑھوں اور تمھیں اس پر انکار نہ ہو تو کیا تم رجوع کرو گے، انھوں نے کہا ہاں قبول کریں گے۔ میں نے جواب دیا جو تمہارا یہ کہنا ہے کہ انھوں نے اللہ کے دین میں مردوں کو حاکم بنایا ہے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾

"فیصلہ کریں دو عدل والے تم میں سے۔"

یعنی حالتِ احرام میں شکار حرام ہے اگر کوئی کرتا ہے تو دو عدل والے اس کا فیصلہ کریں کیا جرمانہ ہے۔ میاں بیوی کے لیے فرمایا:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا﴾

"اگر تم ان کے درمیان اختلاف سے ڈرتے ہو تو ایک حاکم مرد کے گھر والوں سے اور ایک حاکم عورت کے گھر والوں سے بھیجو۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہا میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں لوگوں کے خون محفوظ کرنے کے لیے ان کی اصلاح کے لیے مردوں کو حاکم بنانا زیادہ حق رکھتا ہے یا خوگوش جو شکار ہوا ہے جس کی قیمت درہم کا چوتھائی حصہ ہے اس میں حاکم بنانا زیادہ حق دار ہے۔ انھوں نے کہا۔ لوگوں کا جان و مال محفوظ رکھنے کے لیے حاکم بنانا زیادہ حقدار ہے تو پھر حضرت علی نے اس لیے حاکم مقرر کیا تھا۔ میں نے کہا، یہ جواب درست ہے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اعتراض رد کر دیا ہے انھوں نے کہا، بالکل درست ہے۔ میں نے کہا تم کہتے ہو، وہ لڑے ہیں نہ قیدی بنائے نہ مال لوٹا تو اس بارے میں گزارش ہے۔ کیا تم اپنی روحانی ماں کو قید کرنا چاہتے تھے اور اسے حلال تصور کرنا چاہتے تھے۔ اگر تم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ماں تسلیم نہیں کرتے تو تم کافر ہو اور اسلام سے باہر ہو۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ط﴾

”نبی ایمانداروں کے لیے ان کی جانوں سے بھی زیادہ خیر خواہ ہیں اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔“

تم دو گمراہیوں میں سے ایک کے درمیان ہو، جسے چاہو اختیار کر لو، یا ماں کی بے حرمتی یا پھر ماں کا انکار فیصلہ تمہارا تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ میں نے کہا، یہ اعتراض بھی حل ہوا۔ انھوں نے کہا۔ ہاں میں نے کہا۔ تمہارا یہ اعتراض کہ انھوں نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: تمہارا یہ اعتراض کہ انھوں نے امیر المومنین کا لقب مٹا دیا ہے۔ سنئے! رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن قریش کو بلایا کہ معاہدہ نامہ تحریر کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا محمد رسول اللہ! تو انھوں نے کہا اگر ہم آپ کو رسول مانتے ہوتے تو نہ آپ سے لڑتے نہ ہی بیت اللہ سے روکتے۔

محمد بن عبد اللہ لکھو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اگرچہ تم انکار کرتے ہو میں محمد رسول اللہ ہوں، لیکن تم اے علی، محمد بن عبد اللہ لکھو۔ اب بتاؤ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل تھے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں، جب آپ نے رسول اللہ کا لقب مٹا دیا تھا تو یہ تو آپ سے کم تر ہیں کہ امیر المومنین مٹایا یہ اعتراض بھی حل ہوا۔ انھوں نے کہا۔ ہاں! یہ گفتگو سن کر بیس ہزار آدمی مسلمانوں کی طرف لوٹ آئے۔ چار ہزار باقی رہے جو بعد میں قتل کر دیے گئے۔ [1]

واہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جو کہ امام ہیں قرآن کے اس ترجمان اور عالم سے اللہ راضی ہو۔

آج حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسے علماء کرام کی بہت ضرورت ہے جو کہ اہلِ باطل کے دروازوں پر دستک دے کر تہلکہ مچائیں اور ان کے شبہات دور کریں، ان کے سامنے راہِ حق واضح کریں۔ ناامیدی نہیں امت کے بقیہ لوگوں میں خیر باقی ہے یہ کسی وقت بھی ہو سکتا ہے اللہ اپنے معاملہ پر غالب ہے ہر قسم کی قوت و طاقت فقط اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ [2]

نہیں نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

---

[1] طبرانی: ۱۰۵۹۸، الحلیة: ۱/ ۳۱۸، اسنادہ حسن (عدوی)

[2] صلاح الامة: ۳/ ۱۰۶.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حضرت حسان بن ثابت کا منظوم خراجِ عقیدت:

إِذَا مَا ابْنُ عَبَّاسٍ بَدَا لَكَ وَجْهُهُ
رَأَيْتَ لَهُ فِيْ كُلِّ أَقْوَالِهِ فَضْلًا

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا رخ تاباں جب بھی آپ کے سامنے نمایاں ہوگا تو آپ دیکھیں گے ان کے ہر قول سے شرف وفضل جھلکتا ہے۔"

إِذَا قَالَ لَمْ يَتْرُكْ مَقَالًا لِقَائِلٍ
بِمُنْتَظِمَاتٍ لَا تَرَى بَيْنَهَا فَصْلًا

"جب بات کرتے ہیں کسی دوسرے کے لیے بات کی گنجائش نہیں چھوڑتے بڑی نپی تلی، اور مربوط بات کرتے ہیں بے ربط نہیں ہوتی۔"

كَفٰى وَ شَفٰى مَا فِي النُّفُوْسِ فَلَمْ يَدَعْ
لِذِيْ أَرَبٍ فِيْ الْقَوْلِ جِدًّا وَّ لَا هَزْلًا

"جو لوگوں کے دل میں ہوتا وہی بیان کرتے تھے ایسی بات کرتے تھے خواہ حقیقت ہو یا مذاق ہو ضرورت والے کے لیے کمی نہ چھوڑتے تھے کافی وشافی بات کرتے۔"

دیکھنا تقریر کی لذت جو کچھ اس نے کہا
میں نے جانا یہ بھی میرے دل میں تھا

والا معاملہ تھا

سَمَوْتَ إِلَى الْعَلْيَا بِغَيْرِ مُشَقَّةٍ
فَنِلْتَ ذُرَاهَا لَا دَنِيًّا وَ وَعَلَا

"بغیر کسی مشقت کے تم نے بلندیاں طے کرلیں، اور نزدیک والی اور پستی والی چوٹی پر تمہارا بسیرا نہیں بلکہ تم نے بلند و بالا چوٹی تک رسائی کی ہے۔"

خُلِقْتَ حَلِيْفًا لِلْمُرُوْءَةِ وَالْبَذٰى
بَلِيْجًا وَ لَمْ تُخْلَقْ كُهَامًا وَلَا خَبْلًا

"تم پیدائشی طور پر جوانمردی اور سخاوت لے کر آئے ہو، کشادہ رو ہو۔ سست اور خراب عقل پیدا نہیں ہوئے۔ [1]"

[1] الاستيعاب: ٢/ ٣٥٤، مجمع الزوائد: ٩/ ٢٨٥، ديوان حسان: ٢١٢، انسان الاشراف: ٣/ ٤٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابہ و تابعین کے دلوں کی دھڑکن:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، قرآنِ پاک کے ترجمان حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بہت ہی اچھے ہیں۔ ❶

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ہماری عمریں بھی لگ جائیں تو پھر بھی کوئی آدمی ان کا ہم پلہ نہ ہوتا۔ ❷

حضرت مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب کسی چیز کی تفسیر بیان کرتے تو میں ان پر نور دیکھتا۔ ❸

حضرت یزید بن اصم بیان کرتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی حج کے لیے ان کے ساتھ نکلے۔ ایک جماعت تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی اور ایک جماعت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی تھی یہ صرف فقہ کے متعلق دریافت کرتے تھے۔ ❹

حضرت طاؤس فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ ورع وتقویٰ والا نہیں یکھا اور نہ ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ علم والا دیکھا ہے۔ ❺

مجاہد کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس کی مثل کبھی نہیں دیکھا یہ جس دن فوت ہوئے تو وہ اس امت کے حَبر (سب سے بڑے عالم) تھے۔ ❻

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کثرت علم کی وجہ سے بحر (سمندر) کہتے تھے۔ ❼

حضرت مسروق کہتے ہیں کہ میں جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھتا تو کہتا تھا۔ سب سے بڑھ کر جمال آراء تھے، بولتے تو میں کہتا فصاحت کا سراپا ہیں، جب بیان کرتے تو میں کہتا سب سے بڑھ کر علم آشنا ہیں۔ ❽

سفرِ آخرت:

عمر دراز گزار کر جو کہ عطاء و بخشش اور ایثار و قربانی، علم کی نشر و اشاعت اور دعوت الی اللہ سے لبریز تھی۔ یہ جب بستر مرگ پر دراز ہوتے ہیں۔ ابن عبدالبر ان کے حالات زندگی کا تجزیہ اشعار میں کرتے ہیں اور یہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہے تھے:

---

❶ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۶۹، حاکم: ۳/ ۵۳۷، صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاه و وافقه الذهبی موقوف صحیح.

❷ حاکم: ۳/ ۵۳۷.

❸ زوائد فضائل الصحابة: ۱۹۳۵، صحیح عدوی.

❹ زوائد فضائل الصحابة: ۱۹۳٤، صحح عدوی.

❺ تاریخ فسوی: ۱/ ٤۹٦، ابن سعد: ۲/ ۳٦٦.

❻ حاکم: ۳/ ۵۳۵.

❼ انساب الاشراف: ۳/ ۳۳، مستدرك: ۳/ ۵۳۵، الحلیة: ۱/ ۳۱٦.

❽ حاکم: ۳/ ۵۳۷، صحیح الاسناد.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِنْ يَّاْخُذِ اللّٰهُ مِنْ عَيْنِيَّ نُوْرَ هُمَا
فَفِي لِسَانِيْ وَ قَلْبِيْ مِنْهُمَا نُوْرٌ

''اللہ تعالیٰ نے اگر میری آنکھیں چھین لی ہیں تو کیا ہوا میرے دل اور میری زبان میں آنکھوں کا نور اتر آیا ہے۔''

قَلْبِيْ ذَكِيٌّ وَ عَقْلِيْ غَيْرُ ذِيْ دَخَلٍ
وَفِي فَمِيْ صَارِمٌ كَالسَّيْفِ مَأْثُوْر

''میرا دل ذہین ہے اور میری عقل میں کوئی خرابی نہیں۔ میرے منہ میں تلوار کی مانند کاٹ دار زبان ہے۔''

سالم بن ابی حفصہ کہتے ہیں ابوکلثوم نے بتایا کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دفن کیا گیا تو ابن حنفیہ نے کہا تھا۔ آج اس امت کا ربانی عالم زیر خاک دفن ہو رہا ہے۔ [1]

موت کے وقت کرامت کا ظہور:

سعید بیان کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف میں فوت ہوئے ایک پرندہ آیا اس طرح کا پرندہ کبھی نظر نہیں آیا ان کی میت والی چارپائی میں داخل ہوا اس سے نکلتا ہوا نہیں دیکھا گیا، جب دفن کیے گئے تو ان کی قبر کے کنارے یہ آیت تلاوت ہوئی تھی یہ پتہ نہیں چل سکا تلاوت کرنے والا کون تھا:

﴿يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾﴾ (الفجر:٢٧)

''اے اطمینان پکڑنے والی جان اپنے رب کی طرف لوٹ جا تو خوش ہونے والی ہے اور پسندیدہ ہے۔'' [2]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اوپر پرندہ والا واقعہ متواتر آ رہا ہے۔ [3]

جب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات کی اطلاع ملی تو افسوس سے ہاتھ ملنے لگے اور کہا۔ آج وہ شخص فوت ہوا ہے جو سب سے بڑا عالم تھا جو سب سے بڑھ کر بردبار تھا ان کی موت سے امت ایسی مصیبت کی خلیج سے دوچار ہوئی ہے جو کبھی نہ پاٹی جائے گی۔ [4] اے اللہ کریم ہمیں نفع بخش علم اور عمل صالح سے نواز اور ہمارے ذریعہ لوگوں کے دل کھول دے۔ ہمیں ہادی و راہنما بنا دے۔ رب العلمین ہمیں تیری طرف دعوت دینے والوں میں شمار کر دے۔ اور ہمیں اپنے دین کی نصرت وحمایت میں مصروف فرما دے۔ اس امت کو مخلص علمائے کرام نصیب فرما جو باعمل ہوں جو لوگوں کو بازوؤں سے پکڑ پکڑ کر تیری جنت اور تیری رضا کی طرف لائیں آمین۔

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

---

1. الاستیعاب: ٢/ ٣٥٦، ابن سعد: ٢/ ٣٦٨، بلاذری: ٣/ ٥٤.
2. مجمع: ٩/ ٢٨٥، و رجاله رجال الصحيح.
3. سير: ٣/ ٣٥٨.
4. صفة الصفوة: ١/ ٣٢٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

80 حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی حیات ہدایت یافتہ کا تذکرہ

سید اولاد آدم فداہ ابی و امی ﷺ نے فرمایا تھا۔ اے میرے اللہ! جریر کو ثابت قدم رکھنا اور انھیں راہنما اور ہدایت یافتہ بنانا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: حضرت جریر رضی اللہ عنہ اس امت کے یوسف علیہ السلام تھے۔ ان کا نسب یہ ہے کہ جریر بن عبداللہ بجلی، اعیانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ یہ حسن بدیع اور جمال کامل کے حامل تھے یہی ہیں، جنھوں نے رسولِ اکرم ﷺ کی بیعت اس بنیاد پر کی تھی کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔

اسلام کی چھاؤں میں:

مغیرہ بن شبل بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے خود ہی بتایا تھا کہ جب میں مدینہ منورہ کے قریب ہوا اور میں نے اپنی سواری بٹھالی۔ میں نے اپنا بیگ کھولا۔ اور جوڑا زیب بدن کیا، بعد میں میں مسجد میں داخل ہوا تو نبی ﷺ خطاب فرما رہے تھے۔ لوگوں نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا، میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے سے پوچھا۔ اے اللہ کے بندے! تو نے سنا ہو کہ رسولِ اکرم ﷺ نے میرے بارے میں کچھ کہا ہو۔ اس نے بتایا، ہاں تمہارا آپ نے بہت اچھے انداز پر ذکر کیا ہے۔

خطبہ کے دوران رسولِ اکرم ﷺ نے تمہاری طرف روئے سخن موڑتے ہوئے کہا تھا۔ عن قریب اس کشادہ راستہ سے یمن والوں میں سے بہترین آدمی داخل ہوگا۔ اس کے چہرے پر بادشاہ کی وجاہت ہوگی تب ہی ہم نے گہری نظر سے دیکھا تھا یہ سن کر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ میرا ذکر خیر ہوا ہے۔ [1]

عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں جب حضرت جریر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ان کے لیے تکیہ رکھا لیکن یہ زمین پر بیٹھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں گواہ ہوں کہ جریر! تم نہ تو زمین میں بغاوت کرو گے نہ ہی فساد کرو گے یہ اسلام لے آئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: تم میں سے ایک کے پاس جب کسی قوم کا کریم آدمی آئے تو اسے اس کی شان کے

[1] احمد: ٤/ ٣٦٤، نسائی فی فضائل الصحابة: ١٩٩، مصنف ابن ابی شیبه: ١٢٣٩١) و اسناده صحیح (عدوی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطابق اعزاز دیا کرو۔ ❶

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا آغاز اسلام اس شان سے ہوا ہے یہ پہلا درخت ہی پھلدار تھا جس سے بعد میں وفات تک انھوں نے خیر کے تمام ثمرات سے دامن بھرا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں جب سے میں مسلمان ہوا ہوں اس وقت سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بے حجاب ملتے تھے۔ اور جب بھی مجھے دیکھا تو مسکراہٹیں بکھیریں۔ ❷

جب شرک کدہ ویران کر دیا:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد جوں جوں دن گزار رہے تھے ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور دن بدن آپ کا ان پر اعتماد بڑھتا جا رہا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ایک دن ایک عظیم مہم پر روانہ کرتے ہیں تاکہ ان کے ہاتھوں توحید کی نشر و اشاعت ہو اور شرک اور آثار شرک مٹ جائیں اور یہ نامور عامل ثابت ہوں۔ اس کی وضاحت خود ان کی زبان سے سماعت فرمائیں۔ کہتے ہیں: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: جریر! ذوالخلصہ بت سے تو مجھے سکون پہنچاؤ میں نے عرض کی کیوں نہیں ضرور! میں حاضر ہوں۔ میں احمس قبیلہ سے ایک سو پچاس سوار لے کر روانہ ہوا۔ میں گھوڑے پر ثابت ہو کر اور جم کر بیٹھ نہ سکتا تھا۔ میں نے اپنی اس کوتاہی کا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر مارا حتیٰ کہ اس کا اثر مجھے سینہ پر محسوس ہوا اور کہا: اے میرے اللہ! جریر کو ثابت رکھ اور اسے ہادی اور مہدی بنا دے اس کے بعد میں کبھی کسی گھوڑے سے نہیں گرا۔ ذوالخلصہ یمن میں ایک گھر تھا جو خثعم اور بجیلہ قبائل کا تھا اس میں بت نصب تھے۔ جن کی پرستش ہوتی تھی یہ کعبہ کے نام سے مشہور تھا۔ میں اس کے پاس آیا اسے آگ سے جلا دیا اور توڑ پھوڑ دیا۔

جریر کہتے ہیں میں جب یمن آیا تو وہاں ایک آدمی تھا جو تیروں کے ذریعے حصے تقسیم کیا کرتا تھا اس سے کسی نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ یہاں آیا ہوا ہے اگر اس نے تجھے گرفت میں لے لیا تو تیری گردن اڑا دے گا یہی ہوا وہ تیروں سے حصے تقسیم کر ہی رہا تھا تو میں اس کے قریب پہنچ گیا میں نے کہا ان تیروں کو توڑ دے اور لا الٰہ الا اللہ پڑھ لے وگرنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ اس نے تیر توڑ دیئے اور کلمہ پڑھ لیا میں نے ایک ارطاۃ نامی آدمی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ کو ذوالخلصہ کی شکستہ حالی کی اطلاع دے یہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو کہا۔

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ جب ذوالخلصہ سے میں آیا تھا تو اس کا ایسا ستیاناس کیا ہے جیسا کہ خارش زدہ اونٹ ہے اس کی مانند چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احمس کے تمام گھوڑوں اور سواروں کے لیے پانچ مرتبہ دعائے برکت کی۔ ❸

❶ ابن ماجہ:۳۷۱۲، طبرانی: ۲۲۶۶، ابن عدی. اس میں سوار بن مصعب ہمدانی کوئی ضعیف ہے۔ مگر شواہد کی بناء پر حدیث حسن ہے۔

❷ بخاری:۳۸۲۲، مسلم:۳۴۷۵. ❸ بخاری:۴۳۵۷، مسلم:۲۴۷۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت جریر رضی اللہ عنہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی طرح وابستہ ہو گئے جیسے ایک آنکھ دوسری کی رفیق ہوتی ہے۔ سفر و حضرت میں جدا نہ ہوتے تھے اور آپ کے علم و کردار اور شریفانہ اور شیریں اخلاق کے بحرِ زخار سے سیراب ہوتے رہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت روز بروز ترقی کر رہی تھی ان کی تمنا یہ تھی میرا مال جان اور میری ہر چیز آپ پر فدا ہو جائے۔ جس دن حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے آخرت کو سدھارے تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی نظر میں ساری دنیا تاریک ہوگئی کشادہ زمین تنگ محسوس ہونے لگی اور یہ معروف زمین بدلی ہوئی سرزمین نظر آنے لگی۔ قریب تھا کہ ان کا دل غم کے پتھر سے ریزہ ریزہ ہو جائے۔ تاہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ ہی کو اسوہ بنالیا اور آپ کی سنتوں کے چراغوں کی روشنی میں اپنی حرکات وسکنات بلکہ ہر سانس کو منور رکھا۔

اس کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے سرپرست بنے تو یہ بھی حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی بہت قدر و منزلت جانتے تھے۔ وفات تک ان سے راضی رہے ہیں اس طرح ان سے حضرت اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی راضی رہے۔

اس امت کے حسن یوسف کے محافظ:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال میں بھی بڑی شان دے رکھی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انھیں اس امت کا یوسف کہتے تھے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ خود کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بغیر چادر کے دیکھا تو بلایا اور آواز دی، چادر اوڑھو، چادر واوڑھو میں نے چادر لی میں آیا تو لوگوں سے پوچھا حضرت عمر مجھے چادر اوڑھنے کا کہہ رہے تھے کیا بات تھی، انھوں نے بتایا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بغیر چادر دیکھا تو کہا۔ جریر سے بڑھ کر حسن تصویر والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جو یوسف علیہ السلام کا حسن ذکر کیا جاتا ہے وہ ایسا ہوگا اور کوئی نہیں۔ [1]

اخلاقِ بلند کا مرقع:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بلند و بالا اخلاق کا بہت ہی زیادہ اعلیٰ رتبہ رکھتے تھے۔ خواہ کسی بھی قدر و منزلت کا آدمی ہو کسی کی حیاء پر خراش نہ آنے دیتے تھے۔

شعبی بیان کرتے ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک گھر میں تھے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، دیگر احباب بھی تھے۔ ایک آدمی نے ہوا ماری حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدبو محسوس کی۔ کہا اس ہوا مارنے والے سے میں کہتا ہوں جو ابھی تک نہیں اٹھا۔ وہ جائے اور وضوء کرے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں آپ ہم سب کو حکم دیں کہ ہم سب اٹھیں اور وضوء کریں اور نماز پڑھیں یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جریر اللہ تم پر رحم کرے تم جاہلیت میں بھی اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی اچھے سردار ہو۔ [2]

---

[1] الاصابہ: ۲/ ۷۷، رجالہ ثقات، ارنؤوط.

[2] السیر: ۲/ ۵۳۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی محبت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں رچی بسی تھی۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ جریر ظاہر و باطن کے لحاظ سے ہمارے اہل بیت سے ہیں۔ یہ تین مرتبہ کہا تھا۔ ❶

راہِ جہاد پر:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل ہمیشہ اللہ عزوجل کی راہ میں شہادت کے جذبہ سے سرشار تھے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی بھی یہی آرزو تھی کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس شہادت سے نوازیں، جس کی وجہ سے تمام گناہ مٹ جائیں۔ خصوصاً وہ یہ تلافی کرنا چاہتے تھے کہ اسلام دیر سے لانے کی کمی دور ہو جائے۔

شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قادسیہ کی جنگ میں لشکر کی دائیں جانب پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ یزید بن جریر اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے کہا: لوگ عراق والوں اور عجم والوں سے جنگ کرنے سے پہلوتہی کرتے ہیں تم اپنی قوم لے کر جاؤ، جتنی سرزمین پر قبضہ ہوگا اس کا چوتھا حصہ تمہارا ہوگا جب جلولاء جنگ سے مال غنیمت حاصل ہوا تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے دعویٰ کیا تھا کہ اس کا چوتھا حصہ مجھے دو۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی بات لکھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جریر سچ کہتے ہیں میں نے یہ ان سے وعدہ کیا تھا۔ اگر اور ان کی قوم انعام چاہتی ہے تو انھیں انعام دے دو اگر انھوں نے اللہ کے لیے اور اس کے دین اور جنت کے حصول کے لیے لڑائی کی تو پھر انھیں مسلمان کی مانند حصہ ملے گا۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا تو انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کا پیغام، حضرت جریر تک پہنچایا تو انھوں نے کہا۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے درست کہا ہے مجھے اس چوتھے حصہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں بھی ایک عام مسلمان ہوں، ان جیسا حصہ لوں گا۔ ❷

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو فتنہ بپا ہوا تھا۔ اس سے علیحدہ اور کنارہ کش رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا دامن نہ چھوڑا وفات تک ہاتھ میں پکڑے رکھا اور اس امت کے یوسف کی یہی آرزو تھی جو مصر کے یوسف نبی علیہ السلام نے کی تھی:

﴿تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾ (یوسف:۱۰۱)

''مجھے مسلمانی کی حالت میں فوت کرنا اور مجھے نیکوں کے سنگ ملانا۔''

رضی اللّٰہ عنہ و عنھم اجمعین

---

❶ طبرانی:۲۲۱، مجمع:۹ /۳۷۳، ابو بکر بن حفص اور سلیمان بن ابراہیم نے حضرت علی کو نہیں پایا۔ وبقیۃ رجالہ ثقات(ارنؤوط) ❷ صفة الصفوة:۱ /۳۷۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

81

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کی حیات کرامت افزاء کا تذکرہ

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ وہ ہستیٔ روزگار ہیں جن کی لاٹھی روشن ہوئی اور یہ ذوالنور کہلائے اور یہ شہید ہیں اور شہید کے باپ ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور وہ سید تھے جن کی بات مانی جائے۔ عرب کے اشراف میں سے تھے۔ دوس ازد قبیلہ کا ایک چھوٹا قبیلہ تھا۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ ذوالنور کے لقب سے مشہور تھے ہجرت سے پہلے مکہ ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔

اسلام قبول کرنے کا واقعہ:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کرنے میں مصروف تھے اور انھیں دعوت نجات دے رہے تھے۔ مگر قریش انکار کر رہے تھے اور نہ صرف خود انکاری تھے دوسروں کو بھی روکتے تھے اور کوئی بیرونِ مکہ سے عرب آدمی آتا تو اسے بھی آپ سے ہوشیار رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں آیا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تھے۔ میرے پاس قریش کے چند آدمی خود چل کر آئے۔ کہا تم ایک شریف آدمی ہو، دانا، شاعر ہو، تم ہمارے شہر میں آئے ہو، ہمارے ہاں ایک آدمی ہے، اس نے ہمارے لیے بڑی مشکل پیدا کر رکھی ہے اور اس نے ہماری جمعیت کو پارہ پارہ کر رکھا ہے اور ہمارا معاملہ الجھا دیا ہے اس کی بات میں جادو کا سا اثر ہے آدمی اور اس کے باپ کے درمیان، آدمی اور اس کے بھائی کے درمیان، آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہم تم پر بھی اندیشہ ناک ہیں، یہ تمھیں اور تمھاری قوم میں بھی یہ چیز پیدا ہو اس سے بات نہ کرنا اور نہ ہی اس کی بات سننا۔ مجھے اتنا خبردار کرتے رہے کہ میں نے تو پختہ عزم کر لیا میں نہ تو اس سے بات کروں گا نہ ہی اس کی بات سنوں گا۔ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس دی، خوف یہ تھا کہ اس کی بات شنوائی نہ دے۔ اسی حالت میں، میں مسجد حرام میں گیا میں اس سے کچھ نہ سننا چاہتا تھا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تھے۔ کعبہ کے قریب کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، میں ان کے قریب کھڑا ہوا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کچھ سنا۔ اللہ کو منظور نہ تھا کہ میں ان کی کلام سے محروم رہوں، جب میں نے بات کا کچھ حصہ سنا تو بہت اچھا کلام تھا۔ میں نے دل میں کہا، میری امی مجھے گم پائے، میں ایک عقلمند شاعر ہوں، بات کے حسن و قبح کو پہچانتا ہوں اس آدمی کی بات سننے میں حرج کیا ہے۔ مجھے سننا چاہیے کلام اچھا ہوا تو قبول کروں گا اگر برا ہوا تو چھوڑ دوں گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نے کلام سنا، میں وہیں ٹھہرا رہا جب کہ رسولِ اکرم ﷺ اپنے گھر واپس چلے گئے میں بھی پیچھے ہولیا، آپ گھر میں داخل ہوئے تو میں بھی داخل ہوگیا۔ میں نے کہا۔

اے محمد ﷺ! مجھ سے تمہاری قوم نے یہ یہ باتیں کی ہیں واللہ مجھے تو وہ خوفزدہ کرتے رہے ہیں میں نے تو اپنے کانوں میں روئی ڈال رکھی تھی کہ آپ کی بات نہ سن سکوں۔ اللہ کو منظور تھا اس نے مجھے آپ کا کلام سنا دیا میں نے سنا ہے بہت اچھی بات ہے مزید اپنے دین کا معاملہ پیش کرو۔ رسولِ اکرم ﷺ نے میرے سامنے اسلام کا تصور پیش کیا اور قرآنِ پاک کی تلاوت سنائی واللہ! میں نے اس سے اچھا کلام کبھی نہیں سنا اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی عدل پر مبنی معاملہ دیکھا ہے۔ میں نے اسلام قبول کرلیا، اور شہادتِ حق کا اقرار کیا۔ میں نے کہا۔ اے اللہ کے نبی ﷺ! میں ایک ایسا آدمی ہوں جو اپنی قوم میں با اثر ہوں۔ لوگ میری بات مانتے ہیں میں ان کے پاس جاتا ہوں اور انھیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں، آپ دعا فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے میرے اندر کوئی نشانی پیدا کردے تاکہ میں جو انھیں دعوت دوں یہ اس پر معاون ہوجائے آپ نے دعا فرمائی۔ اے میرے اللہ! ان کے لیے نشانی بنادو۔

قوم کی طرف واپسی کی شان:

میں قوم کی جانب روانہ ہوا، جب میں اس گھاٹی پر پہنچا جو چشمہ پر جھانک رہی تھی تو میری آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند روشنی نمودار ہوئی میں نے کہا اللہ میرے چہرے کے علاوہ وہ اس علامت کو کہیں اور کردو لوگ کہیں اسے سزا ہی تصور نہ کرنے لگیں کہ میں نے ان کے دین کو چھوڑا ہے تو مجھے یہ سزا ملی ہے اس دعا کے بعد وہ نور میرے کوڑے (لاٹھی) کے سرے پر منتقل ہوگیا لوگوں نے وہ نور دیکھا جو کہ میرے کوڑے میں ایک قندیل کی مانند معلق ہے اور میں گھاٹی سے ان کی طرف اتر رہا ہوں میں ان کے پاس آیا۔

صبح میرے پاس میرے والد صاحب آئے جو بہت ہی بوڑھے تھے میں نے کہا ابا جان! دور رہیں میرا اور آپ کا کوئی واسطہ نہیں کہنے لگے۔ بیٹا کیوں کیا وجہ ہے میں نے کہا میں نے دین محمد ﷺ کی اتباع اختیار کرلی ہے۔ کہا بیٹا! یہ کونسی بات ہے میرا دین بھی وہی ہے جو تمہارا دین ہے میں نے کہا جائیں، غسل کریں اور پاکیزہ لباس زیب بدن کریں پھر آئیں میں آپ کو وہ تعلیم دوں گا جو میں سیکھ کر آیا ہوں۔

ابا جان، گئے غسل کیا، لباس بدلا، آئے تو میں نے اسلام پیش کیا تو وہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ اس کے بعد میری بیوی آئی، اس سے بھی میں نے والد صاحب والی گفتگو کی پہاڑی کی اوٹ میں ذوالشریٰ بت کے قریب تھوڑا سا پانی تھا وہاں سے اہلیہ نے غسل کیا اور آئی تو کہنے لگی۔ طفیل میرے ماں باپ قربان ہوں۔ اسلام لانے میں تو آپ کی بات کا انکار نہیں۔ یہ ذوشریٰ بت کہیں میرے بچوں کو نقصان نہ پہنچائے کہ یہ کہے کہ میں اس کا دین چھوڑ رہی ہوں۔ میں نے کہا میں ضامن ہوں، کچھ نہیں ہوتا، میں نے اس پر سلام پیش کیا تو وہ اسلام میں آگئی۔ میں نے اس کے بعد دوس قبیلہ کو دعوتِ اسلام دی اور انھوں نے کچھ تاخیر کی میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس گیا۔ عرض کی: اے اللہ کے نبی ﷺ! دوس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبیلہ پر زنا کاری کا غلبہ ہے ان پر بددعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا۔"

"اے میرے اللہ! دوس کو ہدایت دے۔"

اور مجھے کہا، قوم کے پاس جاؤ اور ان سے نرم سلوک کرو۔

میں سرزمین دوس میں انھیں دعوتِ اسلام دیتا رہا۔ اتنی دیر میں رسولِ اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو چکے تھے۔ غزوۂ بدر غزوۂ احد اور غزوۂ خندق گزر چکے تھے۔

میں ان لوگوں کو لے کر جو میرے ساتھ مسلمان ہوئے تھے رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آیا تو جب ہم آپ سے ملے تو آپ خیبر میں تھے۔ میں ستر یا اسی دوس کے گھرانے لے کر مدینہ آیا تھا تو آپ ﷺ نے خیبر سے حاصل کردہ مال غنیمت سے ہمیں بھی حصہ دیا۔

شہادت گہِ الفت میں:

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس رہا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مکہ فتح کرنے کی نعمت سے نوازا، میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے ذوالکفین برباد کرنے کے لیے بھیجو، یہ عمرو بن حممہ کا بت ہے۔ میں اسے جلا کر خاکستر بنا دوں۔ ابن اسحاق نے بتایا کہ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ اس بت کی بربادی کے لیے روانہ ہوئے، اسے برباد کیا اور اسے آگ سے خاکستر بنا دیا اور کہا۔

یَا ذَاالْکَفَیْنِ لَسْتُ مِنْ عُبَّادِکَا
مِیْلَادُنَا اَقْدَمُ مِنْ مِّیْلَادِکَا
اِنِّیْ حَشَوْتُ النَّارَ فِیْ فُؤَادِکَا

"اے ذوالکفین میں تیری پرستش کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ ہماری پیدائش تیری پیدائش سے زیادہ پرانی ہے۔"

اور میں نے تیرے دل میں آگ بھر دی ہے۔"

اس کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کے پاس واپس لوٹ آئے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی وفات تک مدینہ میں ہی رہے تھے۔ جب عرب نے راہِ ارتداد اختیار کی تو مسلمانوں کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لیے یہ بھی روانہ ہوئے۔ طلیحہ سے فارغ ہوئے اور اہلِ ردت کو راہِ راست پر لے آئے اور سرزمینِ نجد سے فارغ ہوئے۔ تو پھر حضرت طفیل رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ساتھ یمامہ کی جانب گئے ا، ان کے ساتھ، ان کے بیٹے حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ جب یمامہ کی جانب روانہ ہوئے۔ تو انھوں نے خواب دیکھا۔ ساتھیوں سے کہا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر بتاؤ۔ میں نے دیکھا ہے کہ میرا سر مونڈھ دیا گیا ہے اور میرے منہ سے ایک پرندہ نکلا ہے اور ایک عورت مجھے ملی ہے اس نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجھے اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا ہے اور میں دیکھتا ہوں میرا بیٹا بہت تیز رفتاری سے مجھے ڈھونڈ رہا ہے پھر میں دیکھتا ہوں، یہ مجھ سے روک لیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ بہتر خواب ہے۔

میں نے کہا، میں نے اس کی تعبیر کی ہے لوگوں نے کہا وہ کیا ہے کہنے لگے میرے سر کا منڈھا ہوا ہونا، اس کا گرنا ہے اور پرندہ کا نکلنا یہ میری روح کا پرواز کرنا ہے اور عورت کا شرمگاہ میں مجھے داخل کرنا وہ یہ ہے کہ میرے لیے زمین میں گڑھا کھودا جائے گا جس میں مجھے دفن کیا جائے اور میرے بیٹے کا مجھے طلب کرنا اور پھر مجھ سے رک جانا۔ وہ یہ ہے کہ وہ بھی میرے والی کوشش کرے گا یا اسے بھی وہی پہنچے گا جو مجھے پہنچے گا حضرت طفیل رضی اللہ عنہ یمامہ میں شہید ہوئے اور ان کا بیٹا شدید مجروح ہوا پھر تندرست ہوا اور جنگِ یرموک کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں شہید ہوا۔ [1]

جس وقت قریش نے چاہا کہ حضرت طفیل شرک پر رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا ان کا سینہ نورِ سلام سے روشن کریں اور اپنی راہ میں شہادت سے سرفراز کریں وہی ہوا جو اللہ کا ارادہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ راہِ شہادت پر کوچ کرتے ہیں اور ان کا بیٹا بھی شہید ہوا اور آخرت کی منزل پر قدم رکھا اور نعمتوں سے لدی بہشتوں میں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے دونوں باپ بیٹا جا ملے۔

رضی اللّٰه عنهما و عنهم اجمعين

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

---

[1] الاصابه: ٣/ ٢٨٧، ابن سعد: ٤/ ١٧٥، اسد الغابه: ٣/ ٧٨، البداية والنهاية: ٣/ ٩٩، مسلم: كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل غفار و اسلم و جهينة: ٤/ ١٩٧، ١٩٥٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

82

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حیاتِ جفاکش کا تذکرہ

حضرت محمد مصطفی ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی میں فرمایا تھا۔ ہمارے پیادہ لوگوں میں سے سب سے بہترین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ایک منفرد انداز کے آدمی تھے۔ یہ دوڑتے ہوئے گھوڑے سے اپنے پاؤں پر دوڑ کر آگے بڑھ جاتے تھے۔ ان کے مولیٰ یزید کہتے ہیں، میں نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ اپنی داڑھی کو زرد کرتے تھے۔ اور کہتے تھے میں نے رسولِ کرم ﷺ سے موت پر بیعت کی تھی اور آپ ﷺ کے ساتھ مل کر سات غزاوت میں شرکت کی۔ [1]

ایاس بن سلمہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اہل ہوازن پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر شبخون مارا تو میں نے اس رات، اپنے ہاتھ سے دشمنوں میں سات گھر والے مارے تھے۔ [2]

موت پر بیعت:

حدیبیہ میں یہ خبر پھیل گئی کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے وجہ یہ تھی نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا کہ یہ قریش سے کہیں کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہم عمرہ کرنے آئے ہیں، انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا۔ شاید ان کا خیال تھا، ہم مشورہ کر لیں تب چھوڑیں گے جب تاخیر ہوئی تو مسلمانوں کا گمان تھا، شاید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیعت کی دعوت دی تو انھوں نے موت پر آپ ﷺ سے بیعت کی لیکن حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے موت پر آپ کی تین مرتبہ بیعت کی تھی۔ آیئے ہم اس دلچسپ واقعہ کو ان کی زبانی سنتے ہیں۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم حدیبیہ میں رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہماری تعداد چودہ سو تھی، پچاس بکریاں تھیں، ان کے پاس سیرابی کے لیے پانی نہ تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ ایک کنوئیں کے گرد بیٹھے اور دعاء کی اور کنوئیں میں لب مبارک ڈالی۔ اس میں پانی جوش مارنے لگا، ہم نے جانوروں کو پلایا، اور خود بھی پیا۔

---

1. بخاری: ۷/ ۳٤٦، کتاب المغازی، مسلم: ۱۸٦۰، کتاب الامارة.
2. احمد: ٤/ ٤٦، ابوداود: ۲٦۳۸، ابن ماجه: ۲۸٤۰، اسناده حسن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیعت کے لیے بلایا۔ ایک درخت کی اصل میں آپ بیٹھے تھے میں نے سب لوگوں سے پہلے بیعت کی پھر دوسروں نے باری باری بیعت کی، جب لوگوں کی تعداد درمیان میں پہنچی تو فرمایا اے سلمہ! بیعت کرو، میں نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے سب لوگوں سے پہلے بیعت کی تھی۔ فرمایا، اب بھی بیعت کرو، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غیر مسلح دیکھا تو مجھے ڈھال دی اور لوگوں سے بیعت لینا، شروع کردی۔ جب لوگوں میں آخری آدمی رہ گئے تو مجھ سے کہا۔ اے سلمہ! تم میری بیعت کیوں نہیں کرتے، میں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کی بیعت شروع اور درمیان میں کی ہے۔ فرمایاں اب بھی بیعت کرو، میں نے تیسری مرتبہ بیعت کی۔ کہا، سلمہ وہ ڈھال کہاں ہے جو میں نے دی تھی۔

میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے میرے چچا عامر غیر مسلح نظر آئے تھے وہ ڈھال میں نے انھیں دے دی تھی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ فرمایا سلمہ! تمھاری مثال اس کی طرح ہے جو پہلے ہی مرحلہ میں کہتا ہے اے اللہ مجھے ایسا پیارا دے۔ جو میری جان سے بھی مجھے زیادہ پیارا ہو۔ اس کے بعد مشرکوں نے ہم سے صلح کے مسلسل پیغامات کا سلسلہ جاری رکھا اور صلح طے پا گئی۔

جب چار آدمی بھیڑ بکریاں بنا لئے:

میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو پانی پلاتا اور اسے کھرکنا کرتا تھا اور حضرت طلحہ کی خدمت کرتا، اور ان سے ہی کھانا کھاتا تھا میں نے اپنا مال اور اہل و عیال اللہ کی راہ میں ہجرت کی وجہ سے چھوڑ دیئے تھے۔ جب ہمارے اور اہلِ مکہ کے درمیان صلح طے پا گئی ایک دوسرے سے ملنے جلنے لگے تو میں ایک درخت کے پاس آیا اس کے کانٹے دور کیے اور اس کی اصل میں لیٹ گیا میرے قریب مکہ کے مشرکوں میں سے چار آدمی آ گئے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنے لگے، مجھے یہ بہت ہی برے لگے، میں دوسرے درخت کے نیچے چلا گیا۔ انھوں نے اپنے ہتھیار درخت پر لٹکائے اور لیٹ گئے اچانک ایک منادی نے آواز دی کہ مہاجرو مدد کو آؤ، ابن زنیم قتل ہوا ہے میں نے تلوار سونت لی اور ان چاروں پر کود پڑا وہ سوئے ہوئے تھے۔ میں نے ان کے ہتھیار قبضہ میں لیے اور انھیں اپنے ہاتھ میں مٹھی بنا لیا اور کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو عزت بخشی ہے تم میں سے کوئی بھی سر نہ اٹھائے اگر اٹھایا تو میں اڑا کر رکھ دوں گا۔ میں انھیں ہانک کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا، میرے چچا عامر بھی مکرز کو ہانک کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے یہ ایک زین والے گھوڑے پر سوار تھا۔ یہ اسے اور دوسرے مشرکوں کے ستر آدمیوں کو لائے تھے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا اور کہا انھیں چھوڑ دو۔ برائی کا نہ تو آغاز ان سے ہوا ہے اور نہ ہی انجام کے یہ ذمہ دار ہیں اور انھیں معاف کر دیا اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"وہی ہے جس نے تم سے ان کے ہاتھ روکے، اور تمہارے ہاتھ ان سے روکے، مکہ کی وادی میں، بعد اس کے کہ تم نے ان پر کامیابی حاصل کر لی تھی۔"

نادرۂ روزگار بہادری:

اس کے بعد ہم مدینہ واپس لوٹ رہے تھے۔ بنولحیان کے درمیان ایک منزل پر ہم نے پڑاؤ ڈالا۔ ایک پہاڑ تھا۔ یہ مشرک وہاں تھے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے اس شخص کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی جو رات اس پر نگرانی کرے، گویا کہ یہ نبی ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا خبر گیری کرنے والا تصور ہوگا۔ اس رات میں دو تین مرتبہ اس پہاڑ پر چڑھا تا ہم اس کے بعد ہم مدینہ کی طرف چل پڑے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے اونٹ حضرت رباح کے ساتھ بھیجے جو کہ آپ کے غلام تھے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار تھا میں اسے اونٹوں کے ساتھ ہی چراتا اور پانی پلاتا رہا۔ صبح ہوئی تو عبدالرحمن فزاری نے رسولِ اکرم ﷺ کے اونٹوں پر یلغار کردی، چرواہے کو قتل کر دیا اور تمام اونٹ ہانک کر لے گیا میں نے کہا۔ رباح یہ گھوڑا پکڑ لو اور اسے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تک پہنچا دینا اور رسولِ اکرم ﷺ کو بتا دینا کہ مشرکوں نے آپ کی چراگاہ پر حملہ کر دیا ہے میں ان کا پیچھا کرنے جا رہا ہوں میں اٹھا اور ایک گھاٹی پر کھڑے ہو کر مدینہ کی جانب منہ کر لیا اور تین دفعہ آواز دی، اور میں دشمن کے پیچھے نکل پڑا ان پر تیر پھینکتا تھا اور یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعْ

وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعْ

"میں اکوع کا فرزند ہوں اور آج کے دن دودھ پینے والوں کا پتہ چل جائے گا۔"

میں ان میں سے جس آدمی سے بھی ملتا اس کی سواری پر تیر پھینکتا اور تیر کا پھل اس کے کندھے سے پار ہو جاتا اور میں اسے کہتا یہ پکڑ لے میں بھی اکوع کا بیٹا ہوں میں ان پر تیر برساتا رہا اور انھیں کاٹتا رہا۔

جب کوئی سوار آتا تو میں درخت کی اوٹ میں بیٹھ جاتا اور اسے تیر مارتا اسے کاٹ کر رکھ دیتا جب پہاڑ پر ان کا چلنا تنگ ہو گیا تو پھر وہ ان کی تنگنائیوں میں داخل ہو گئے میں پہاڑ پر چڑھ گیا اور ان پر پتھروں کی بارش کر دی۔

اسی طرح میں ان کا پیچھا کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کا ایک ایک اونٹ ان کے قبضہ سے چھڑا لیا میں مسلسل ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ اور تیر اندازی کرتا رہا۔ وہ اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے تیس چادریں، تیس نیزے پھینک گئے، وہ جو چیز بھی گراتے، میں اس پر پتھروں کی نشانیاں رکھتا رہا، تا کہ رسولِ اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پہچان سکیں۔ وہ ایک گھاٹی کی تنگنائی میں بیٹھ گئے اور کھانا کھانے لگے تھے۔ اتنی دیر میں میں ان کے سر کی چوٹی پر جا کھڑا ہوا۔

فزاری نے کہا میں کیا دیکھ رہا ہوں، انھوں نے کہا ہمارے پیچھے یہ مصیبت پڑی ہے واللہ یہ رات کی تاریکی سے ہمارے پیچھے پڑا ہے۔ اور تیر برسا رہا ہے، جو چیز بھی ہمارے ہاتھ میں ہے وہ اس نے چھین لی ہے اس نے کہا چار آدمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھڑے ہو جاؤ، ان میں سے چار آدمی میری طرف پہاڑ کی جانب چڑھے، جب ان کے لیے مجھ سے کلام کرنا ممکن ہوا تو میں نے کہا تم مجھے جانتے ہو، میں کون ہوں، انھوں نے کہا نہیں، بتاؤ تم کون ہو۔ میں نے کہا میں سلمہ بن اکوع ہوں۔

اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کے چہرے کو عزت بخشی ہے تم میں سے کوئی بھی مجھے نہیں پا سکتا، جو کہ میری طلب میں آئے گا میں ضرور پالوں گا یہ سن کر وہ واپس چلے گئے، میں اپنی جگہ پر ہی رہا۔ میں نے دیکھا کہ رسولِ اکرم ﷺ کے شاہسوار درختوں کے درمیان سے آ رہے ہیں ان میں سے سب سے اوّل اخرم اسدی تھے ان کے پیچھے حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے پیچھے حضرت مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے حضرت اخرم کے گھوڑے کی لگام تھام لی، اخرم نے کہا کیا وہ پیٹھ پھیر کر چلے گئے میں نے کہا اے اخرم! احتیاط کرنا یہ کہیں آپ کو اچک نہ لیں۔ رسولِ اکرم ﷺ اور صحابہ کو ملنے دو۔

انھوں نے کہا، اے سلمہ! اگر تمہارا اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے اور تم جانتے ہو، جنت اور دوزخ حق ہیں تو آپ میرے اور میری شہادت کے درمیان حائل نہ ہوں۔ میں نے اخرم کے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی ان کی اور عبدالرحمن فزاری کی مڈبھیڑ ہو گئی انھوں نے عبدالرحمن کے گھوڑے کو زخمی کر دیا، عبدالرحمن نے انھیں تیر مارا انھیں شہید کر دیا اور اخرم کے گھوڑے کی طرف بڑا، حضرت ابوقتادہ شاہسوار رسولِ ﷺ آ گئے انھوں نے عبدالرحمن کو نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کے چہرے کو عزت بخشی ہے میں پیدل ہی اتنا زیادہ تیز دوڑا کہ مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی غبار تک بھی نظر نہ آتی تھی۔ میں نے دشمن کا پیچھا کیا حتیٰ کہ غروب آفتاب سے پہلے ایک پانی والی گھاٹی میں جسے (ذاقرد) کہتے ہیں ادھر پھرے کہ اس سے پانی پئیں کیونکہ یہ پیاسے تھے۔ انھوں نے جب مجھے دیکھا کہ میں ان کے پیچھے دوڑ رہا ہوں تو وہ بھاگنے لگے ایک پانی کا قطرہ نہ پی سکے نکلتے تھے اور گھاٹی کی طرف بھاگتے تھے میں بھاگ کر انھیں پالیتا، میں ان میں سے ایک آدمی کو ملتا اس کے کندھے کی نازک ہڈی میں تیر مارتا، اور کہتا، یہ پکڑ لے میں ابن اکوع ہوں، آج ماں کے دودھ پینے کی طاقت دکھانے کا دن ہے۔

وہ کہتا، تو ہی وہ اکوع ہے جو دن کے آغاز سے ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے میں جواب دیتا، اے جان کے دشمن! میں ہی ہوں۔ ایک گھاٹی پر دو گھوڑے بھی چھوڑ گئے، میں یہ گھوڑے ہانکتے ہوئے رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آیا، میرے ساتھ چچا عامر بھی آن ملے، ان کے پاس ایک مشک تھی جس میں دودھ تھا ایک مشک میں پانی تھا۔ میں نے وضوء کیا، پانی پیا آپ اسی چشمہ پر تھے۔ جہاں میں نے آپ کو چھوڑا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے وہ اونٹ بھی لئے جو میں نے مشرکوں سے چھینے تھے اور ہر نیزہ اور ہر چادر لی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹنی ذبح کی جسے میں نے دشمنوں سے چھینا تھا اور وہ رسولِ اکرم ﷺ کے لیے اس کا جگر اور کوہان بھون رہے تھے۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اجازت دیجئے میں دشمنوں سے سو آدمی منتخب کرتا ہوں ایک بھی باقی نہ چھوڑوں گا جو بھی مخبر ہوگا اسے مار دیتا ہوں، یہ سن کر رسولِ اکرم ﷺ مسکرائے حتیٰ کہ دن کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجالے میں بھی آپ کے دندان مبارک چمکنے لگے اور کہا اے سلمہ! کیا خیال ہے واقعتاً ایسا کرو گے میں نے کہا ہاں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت بخشی ہے میں ایسا ہی کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تو وہ ہاتھ سے نکل چکے ہوں گے وہ تو غطفان کی زمین میں پہنچ چکے ہوں گے ان دشمنوں کے پاس غطفان کا ایک آدمی آیا اور ان کے لیے اونٹ ذبح کیے ابھی انھوں نے ان کی کھالیں اتاری تھیں کہ انھیں اٹھتی ہوئی گردوغبار نظر آئی تو کہنے لگے یہ تو دشمن آ گیا ہے اور وہ وہاں سے بھاگ گئے صبح ہوئی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے آج کے گھڑسواروں میں بہترین گھڑسوار، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اور پیادہ لڑنے والوں میں سے بہترین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو حصے دیئے ایک شاہسوار کا حصہ دوسرا پیدل والا حصہ، دونوں اکٹھے دیئے اس کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی عضباء اونٹنی پر اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ اور مدینہ واپس لوٹ آئے۔ ہم چل رہے تھے کہ انصار میں سے ایک آدمی تھا ان سے کبھی کوئی آگے نہ بڑھا تھا۔ وہ للکارنے لگا کوئی دوڑ میں مقابلہ کرنے والا ہے ہے کوئی جو مدینہ تک دوڑ لگائے یہ بار بار للکار رہا تھا۔ میں نے کہا تجھے کسی کریم کی کرامت، اور شریف کی شرافت کا خیال نہیں، اس نے کہا نہیں۔ صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے اجازت دیجئے میں اس کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کروں، فرمایا اگر تمھاری مرضی ہے تو کوئی حرج نہیں۔

میں نیچے اترا اور چھلانگ لگائی اور بھاگنا شروع کر دیا ایک دو جستیں لیں پھر سانس لی پھر اس کے پیچھے بھاگا ایک دو جست لینے کے بعد پھر سانس لی اسی طرح میں اس سے کرتا رہا، پھر میں نے سرپٹ بھاگنا شروع کیا اور اس سے جا ملا اور اس کے کندھوں کے درمیان ہاتھ مارا اور کہا آج ہارا ہے میں اس سے پہلے مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ [1]

واہ! حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا کارنامہ کتنا انوکھا ہے تنہا ایک لشکر کو بھگا دیتے ہیں اور جو انھوں نے لوٹا تھا وہ بھی واپس لیتے ہیں اور پیدل ہیں اور ان سے مال غنیمت بھی لوٹ لیتے ہیں اور انھیں پانی کا گھونٹ پینے کی بھی فرصت نہیں دیتے۔

اس کے برعکس آج یہودیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت نے لاکھوں عرب لوگوں کو جانوروں کی مانند ہانک رکھا ہے۔ ان کی ہر چیز انھوں نے چھین رکھی ہے سوائے پیاس کے اور کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی۔ اس نے ان کے مقدس مقامات چھین رکھے ہیں اور انھیں ان کی سرزمین میں ہی ذبح کر رہے ہیں اور ان کی عزتوں کو پامال کر رہے ہیں اور ان کے پیٹ چاک کر رہے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمان پھر بھی خوابِ غفلت میں سوئے ہوئے ہیں اور یاد رکھنا جس قوم کو حادثاتِ زمانہ بھی بیدار نہ کر سکیں اور انھیں بلند ہمت نہ بنا سکیں تو پھر جتنی دیر چاہے خواب غفلت میں مست رہے اسے کوئی چیز بیدار نہیں کر سکتی۔ [2]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے بیٹے ایاس کہتے ہیں کہ ابا جان نے بتایا کہ مشرکوں کا ایک جاسوس، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مسلم: ۱۸۰۷، احمد: ٤/ ٥۳.　[2] علو همت: ۳/ ۳٦٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پاس آیا جب کھانا کھالیا تو کھسک گیا، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا، اس آدمی کو میرے پاس لاؤ اور اسے قتل کرو، لوگ بھاگے اور میرے والد صاحب بھی بھاگے، میرے ابا جان گھوڑے سے تیز رفتار تھے یہ سب پر سبقت لے گئے اس آدمی کی اونٹنی کی لگام تھام لی اور اسے قتل کر دیا، رسولِ اکرم ﷺ نے اس کا مال میرے ابا جان کو دے دیا تھا۔ ❶

ان کے وہ تمغے جو سینہ پر سجے:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ خود ہی بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے مجھے کئی مرتبہ اپنی سواری کے پیچھے سوار کیا۔ اور کئی دفعہ میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے ہاتھوں کی انگلیوں کی تعداد کے برابر میرے لیے مغفرت کی دعا کی۔ ❷

عبدالرحمن بن رزین بیان کرتے ہیں، ہم ربذہ میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انھوں نے ایک بہت موٹا سا ہاتھ نکالا جیسے کہ اونٹ کا ہاتھ ہوتا ہے مراد ہے کھلے اعضاء والے تھے۔ اس کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، میں نے اپنے اس ہاتھ سے رسولِ اکرم ﷺ کی بیعت کی ہے۔ عبدالرحمن کہتے ہیں ہم نے ان کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔ ❸

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے حبیبِ کبریاء ﷺ کے نورِ سیرت و کردار اور علم و اخلاق سے اقتباس کیا۔ حضرت حبیبِ کبریاء ﷺ نے وفات پائی تو حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سخت غمگین ہوئے، قریب تھا کہ دل کے ہزاروں ٹکڑے ہو جاتے آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے سنت کو اور کردار کو مضبوط تھامے رکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ان سے بہت پیار کرتے تھے اور ان کی تعظیم بجا لاتے تھے اور اسلام کے محل کی نگرانی اور اس کے دفاع کے لیے انھیں استعمال کرتے تھے۔

فتنہ سے علیحدگی:

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید ہوئے تو یہ اس عظیم فتنہ سے کنارہ کش رہے تھے اور اپنا سامان اٹھالیا اور مدینہ سے ہجرت کر لی ربذہ میں جا بسے۔ یزید بن ابی عبید بیان کرتے ہیں، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ربذہ چلے گئے، وہاں ایک عورت سے شادی کی اور ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی موت سے چند راتیں پہلے مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے۔ ❹

انتباہ:...... ربذہ مدینہ سے تین میل دور، ذات عرق کے قریب حجاز کے رستہ پر ہے، جب مدینہ سے مکہ جائیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی دیہاتی زندگی تقریباً چالیس برس ہے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ۳۵ ہجری میں ہوئی اور حضرت سلمہ کی وفات ۷۴ ہجری کو ہوئی اس طرح یہ وقفہ

---

❶ بخاری مختصر ۳۰۵۱، احمد: ٤/ ٥٠، ابوداود: ۳۶۵۳.

❷ مجمع: ۹/ ۳۶۳، طبرانی و رجاله رجال الصحیح علی بن یزید ثقہ ہے۔

❸ ابن سعد: ٤/ ۳۰٦، تاریخ ابن عساکر: ۷/ ۲٤۹، سنده حسن ارنؤوط.

❹ بخاری: ۱۳/ ۳۵، کتاب الفتن، ابن عساکر: ۷/ ۲٥٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریباً چالیس برس ہوا۔ ❶

ایسے لگتا ہے جیسے مدینہ منورہ نے اپنے اس فرزند کو بلا لیا تھا کہ آخری نیند میرے دامن میں ہوا اور مومنوں کی اس مبارک جماعت کے ساتھ ہو جن کے کردار نے صداقت کا بول بالا کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں سچا قرار دیا۔

یہ بطلِ اسلام بسترِ مرگ پر سوتا ہے اور روح پرواز کر جاتی ہے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جا ملتی ہے اور زبان حال سے پکارتی ہے۔

غَدًا نَلْقَى الْأَحِبَّةَ
مُحَمَّدًا وَّ صَحْبَهٗ

''ہم کل دوستوں سے ملاقات کرنے والے ہیں، جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔''

ہم تو آئے مثل بلبل سیر گلشن کر چلے
سنبھال رکھنا باغ مالی ہم تو اپنے گھر چلے

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

---

❶ فتح الباری.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

83

حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کی حیات بہشت زار کا تذکرہ

اگر کسی مومن کو یہ علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا ایک گناہ معاف کر دیا ہے تو یہ مسرت سے اڑنے لگے گا اور اگر اسے یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک عمل قبول کر لیا ہے تو پھر بھی اس قبولیت کی نعمت سے یہ بلندیوں کو چھونے لگے گا۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے اگر میں یہ جان جاؤں کہ اللہ جل و علا نے میرا ایک سجدہ قبول کر لیا ہے تو یہ ساری دنیا سے بڑھ کر میرے لیے باعثِ سعادت ہے لوگوں نے کہا۔ یہ کیوں، کہا اس لیے کہ اگر اس نے یہ سجدہ قبول کر لیا تو مجھے یہ یقین ہو جائے گا کہ میں متقی لوگوں میں سے ہوں۔ تم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان نہیں سنا۔

﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے قبول کرتا ہے۔''

یہ تو عام کی بات ہے اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جسے یہ پتہ چل جائے کہ حبیبِ کبریاء خلاصۂ کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ اہلِ جنت میں سے ہے یہ کتنا بڑا سعادت مند ہوگا۔ واللہ! اس احساس کو رقم کرنے سے ہمارا قلم قاصر ہے اور جسے یہ علم ہو کہ وہ اہلِ جنت میں سے ہے اس کی سعادت و نیک بختی کا مقام بلند تصور سے بھی ماوراء ہے۔

آیئے، ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ ایک کریم صحابی رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی تھی کہ یہ اہلِ جنت میں سے ہیں۔ یہ خوشخبری سن کر وہ ہمیشہ شرف و جوانمردی کی سرزمین پر تاحیات جہاد کرتے رہے۔

یہ حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو انھوں نے اسلام کے کشادہ دامن میں تربیت پائی اور آبِ وحی سے خود کو سیراب کیا۔ یہ صادق و مصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے تروتازہ قرآن سنتے تھے۔ اور تازگی حاصل کرتے تھے ان کا دل اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق سے اڑان لیتا تھا۔ اور جنت کے نعمتوں بھرے گھر کے لیے اور نیکوکار بندوں کے لیے جو کرامت کا گھر تھا اس میں پہنچنے کے لیے بے تاب تھا۔

عرصۂ دراز سے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ، حبیبِ کبریاء، رسول وریٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیاتِ مبارکات سن رہے تھے۔ جو جنت کے متعلق تھیں اور اس کے اوصاف بیان کرتی تھیں اور جنت کے وہ انعامات بیان کرتی تھیں، جن کا خیال بھی کبھی کسی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دل میں نہ گزرا ہوگا۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی تمنا تھی اور یہ اس جستجو میں تھے کہ رب رحمان کی جنت میں رسائی کے لیے قریب ترین رستہ مل جائے اور ہر چیز سے پہلے اس کی رضوان حاصل ہو۔

اس سعادت ابدیہ کے لمحات انھیں جنگِ بدر میں میسر آئے جو لحظہ بھر میں انھیں جنت میں چلا کر لے گئے۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے جہاں سے کہ جنھیں
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے سنا تھا کہ اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی زمین اور آسمان کے برابر ہے۔ ان شیریں اور تروتازہ آیات نے ان کے سامنے جنت کی یاد تازہ کر رکھی تھی۔ ادھر حبیبِ کبریاء ﷺ سے جنت کے اوصاف سن رکھے تھے ان کے دل میں یہاں تک شوق پیدا ہوا کہ خود کو اللہ جل وعلا کے ہاں فروخت کر دیا مکمل سچائی، اخلاص، اور اللہ تعالیٰ کی ہی فقط رضا لے کر اٹھے اور تاریخ کی پیشانی پر اپنے خونِ جگر سے ایسے چراغ روشن کیے جو کبھی نہ بجھیں گے۔

آیئے کچھ وقت ہمارے ساتھ گزاریں تا کہ اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ نے جو رب رحمان کی جنت میں شبِ زفاف گزاری ہے اس کا شاندار تذکرہ کریں۔

طویل زندگی کی فکر:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے بُسَیسہ کو جاسوسی کے لیے بھیجا کہ یہ دیکھیں ابو سفیان والا قافلہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ جب وہ اطلاعات لے کر آئے تو گھر میں میرے اور رسول اکرم ﷺ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ باہر نکلے اور بات چیت کی اور کہا ہم ایک مطلوب قافلہ کے لیے جانا چاہتے ہیں جس کے پاس سواری ہو وہ سوار ہو جائے کچھ لوگوں نے سواریوں کی اجازت مانگی، کہ مدینہ منورہ کے بالائی حصہ میں ہماری سواریاں ہیں وہ لے آئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بس جس کے پاس سواریاں حاضر ہیں وہی روانہ ہوں۔

رسولِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشرکوں کے آنے سے پہلے ہی بدر میں پہنچ چکے تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا، میری اجازت کے بغیر کوئی بھی قدم نہ اٹھائے۔ جب مشرک قریب آئے تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اٹھو، اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی زمینوں اور آسمانوں کے برابر ہے۔

حضرت عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا جنت کی چوڑائی حقیقتاً زمینوں اور آسمانوں کے برابر ہے۔ فرمایا ہاں کہا واہ واہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا یہ واہ واہ کیوں کہہ رہے ہو، عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! اس امید پر کہ میں بھی اس جنت کا امیدار ہوں۔ فرمایا، تم ان میں سے ہو جو اس کے امیدوار ہیں۔

اپنے توشہ دان سے کھجوریں نکالیں اور ان سے کھانا شروع کر دیا۔ اور معاً خیال آیا اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہا بھی تو یہ زندگی تو تھوڑی ہے لیکن آگے والی زندگی بہت طویل ہے۔ جو کھجوریں پاس تھیں انھیں پھینک دیا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دشمن سے لڑنا شروع کر دیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ ❶

امام نووی رحمہ اللہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ دوران جنگ کفار میں گھس جانا جائز ہے اور شہادت کے حصول کے لیے پیش قدمی کرنا بھی جائز ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک اس میں کراہت نہیں۔ ❷

اس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قوتِ یقین اور صداقت بہت زیادہ تھی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا کیونکہ خواہ کتنا بڑا مسلمان ہو دنیا کو قربان تب ہی کرتا ہے جب اس کا آخرت پر یقین کامل ہو اور کسی حقیر چیز کی محبت دل سے اس وقت ہی مٹتی ہے جب اس کی جگہ پر بہتر چیز ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایثار و قربانی اور فداء کاری کے واقعات کثرت سے اسی وجہ سے انجام پائے ہیں کہ ان میں قوتِ یقین بے مثال تھی ان کا ایمان باکمال اور ان کا زہد لازوال تھا۔ جب ان کے بعد والی نسل میں یہ واضح آیات اور یقین، زہد، اور صداقت پر براہین ظاہر ہونے کے باوجود وہ بلندی پیدا نہیں ہو سکی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھی کیونکہ ان کا یقین اتنا کامل نہیں ہو سکا جتنا ان کا تھا۔ ❸

یہ زندگی طویل ہے:

یہ تاریخی کلمات، جو جلیل القدر صحابی حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے ہر اس مسلمان کے لیے ایک ہدیہ کے طور پر دیئے ہیں جو دنیا کی فانی زیبائش پر فریفتہ ہے۔

حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ بعض کھجوریں کھا کر اس زندگی کی بقاء کو طویل قرار دے رہے ہیں اس کا کیا حال ہوا جو ساری دنیا میں جمع کرنے کی فکر میں ہے اور اسے یہ بھی پرواہ نہیں یہ حلال ہے یا حرام وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کا گمان رکھتا ہے تب ہی ایسا کرتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم ہر لحظہ اللہ کی اطاعت کے کام میں گزاریں۔ پشیمانی سے بچنے کا یہی طریقہ ہے قیامت کے دن نہ تو پشیمانی نفع دے گی اور نہ ہی حسرت مفید ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان مدنظر رکھیں:

﴿اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝﴾ (الزمر: ٥٦)

''یہ کہ کہے گی جان، اے حسرت! جو میں نے اللہ کے بارے میں کوتاہی کی ہے بے شک میں ٹھٹھا کرنے والوں میں سے تھا۔''

اعتبار اعمال کی کثرت کا نہیں ہوتا، اعتبار اللہ کے لیے خالص عمل کا ہوتا ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے ایک آدمی بڑے عظیم اعمال سرانجام دیتا ہے لیکن ان میں اخلاص نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ انھیں ریت کے ذرات کی مانند اڑا دیتے ہیں۔ کبھی ایسا

❶ مسلم: ١٩٠١، احمد: ٣/ ١٣٦۔ ❷ شرح مسلم: ١٣/ ٦٩۔

❸ مواقف ایمانیہ، لاحمد فرید: ١٩٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے ایک انسان ایک ہی عمل کرتا ہے لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا ہوتا ہے مگر ربِ کائنات کے ہاں وہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ جس کی قیمت جنت ہوتی ہے جیسا کہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے ہمیں بہت زیادہ ضرورت ہے کہ ہم اللہ کے لیے خالص عمل کریں اور اللہ تعالیٰ سے کیے وعدے سچے کریں تا کہ ہم بھی ان لوگوں میں شامل ہوں جو اس آیت میں بیان ہوئے ہیں:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ (الاحزاب:۲۳)

”ایمانداروں میں سے وہ آدمی بھی ہیں جنھوں نے جو اللہ سے عہد کیا تھا وہ سچا کیا ان میں سے جس نے اپنا مقصد پالیا اور ان میں سے بعض منتظر ہیں انھوں نے تبدیل نہیں کیا تبدیل کرنا۔“

رضی اللہ عنہ و عنھم اجمعین

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

84

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ امن پرور کا تذکرہ

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوکیدار تھے اور یہ وہ انسان باصفا ہیں جنھیں فتنہ نقصان نہیں دیتا۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو ہر مقام پر ترجیح دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے ساری دنیا پر ترجیح دیتے ہیں اور ہر مومن کو چاہیے کہ وہ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اپنی اولاد، اپنے والدین اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت رکھیں اور اپنی جان سے بھی زیادہ ان سے محبت رکھیں۔

ہم ایک آدمی کی ایسی کریم صفت کا تذکرہ کرنے چلے ہیں جو اتقیاء اور انقیاء میں بھی انقیاء ہے۔ یعنی نہایت ہی باصفا ہے۔ یہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ہیں، جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دی، اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فتنوں کو دور کر دیا، حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ صادق و مصدوق ہیں، آپ نے بھی ان کے متعلق فرمایا ہے کہ انھیں کوئی فتنہ نقصان نہ پہنچائے گا۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کون ہیں:

ہمارے یہ شاہسوار ایمان میں سبقت والوں میں سے ہیں۔ یہ انصار کے شیروں میں سے ایک شیر تھے، یہ اس وقت مسلمان ہو چکے تھے، جب ابھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہجرت نہ کی تھی یہ وہ ہجرت ہے جس نے تاریخ کا رخ بدل دیا۔

ایمان کی بادِ نسیم ان کے دل سے اٹکھیلیاں کرنے لگی ان میں ایک ایسے انسان نے جنم لیا جس کے ساتھ اسلام جتنی بھی عزت جتائے کم ہے اور انصار بھی فخر کریں تھوڑا ہے بلکہ صدیاں بیت جائیں تمام مسلمان فخر کریں یہ فخر بجا ہے۔

ہمارے اس شاہسوار نے اس وقت سے حق کو پہچان لیا ہے جب شہادت توحید ان کے کانوں سے ٹکرائی اور ان کے دل نے بھی گواہی دی۔ کارگاہِ حیات میں ان کی روانی دوپہر کے آفتاب کی مانند واضح تھی۔ یہ مشہور تھے کہ ان کی سیرت پاک ہے اور ضمیر باصفا ہے حتیٰ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ انھیں فتنہ نقصان دہ نہیں۔ بیان کرنے والے، بیان کرتے ہیں، کہ دراز قد تھے وجود معتدل تھا۔ گندمی رنگت تھی۔ پیشانی کے بال اڑے ہوئے تھے۔ باوقار اور اچھی صحبت اور جسم والے تھے بہت پر عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ یہ نجیب الطرفین اور باوقار شاہسوار، مدرسہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد یہ ﷺ کے چوٹی کے آدمیوں میں سے تھا۔ یہ جنگوں کا دلدادہ اور تجربہ کار تھا۔ میدانِ معرکہ کی کوئی خفیہ چیز اس پر چھپی نہ تھی۔ ❶

امام ابن کثیر رحمہ اللہ ان کا وصف بیان کرتے ہیں کہ یہ سادات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ ان کے عظیم کارنامے ہیں، بڑی مؤثر امانت وحفاظت کے مالک تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے ان کے درمیان اور اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارگی قائم کی تھی۔ ❷

ابدی سعادت:

آیئے ہم آپ کے سامنے اس واقعہ مبارک کا آغاز کریں، جس سے ہمیں پتہ چلے گا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کے سامنے فداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے، اس دنیائے فانی کو خیرباد کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اس پر ترجیح دیتے ہیں۔

جب حبیبِ کبریاء ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی جانب، دعوت اسلام کے لیے بھیجا تاکہ یہ اسلام کے احکام کی تعلیم دیں دین میں تفہیم پیدا کریں اور انھیں قرآن پاک سکھائیں تو یہ دعوتِ مبارکہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے قلبِ اطہر تک بھی پہنچی انھوں نے اس ندائے حق کو پہلی آیت کے سنتے ہی قبول کرلیا۔ اسی لمحہ اسلام قبول کیا۔ اللہ کے حکم کو قبول کرنے میں ایک لحظہ بھر کے لیے بھی رکے نہیں۔

اب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو سخت شوق تھا اور حبیبِ کبریاء ﷺ کے دیدار کی تڑپ تھی کہ جس ہستی نے لوگوں کو شرک وکفر کی تاریکیوں سے نکالا ہے اور توحید وایمان کے انوار وتجلیات سے وابستہ کیا ہے اسے دیکھوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا دل تو خوشی سے جھوم اٹھا آپ کی آمد کے وقت جب یہ آپ کے استقبال کے لیے کھڑے تھے تو یہ محسوس کررہے تھے کہ میں نے ساری دنیا سمیٹ لی ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اب تو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ ہی رہتے ہیں آپ سے علم سیکھتے ہیں آپ کے سیرت وکردار، اور علم واخلاق کے بحر بے کراں سے موتی چنتے ہیں۔ دلوں میں قربت ونزدیکی پیدا کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما رشتہ اخوت پیدا کیا، یہ دونوں سچی اخوت کے وسیع آنگن میں پرسکون زندگی گزارنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب نے اس پر یہ تبصرہ کیا ہے۔

﴿وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴾ (الانفال: ٦٣)

❶ فرسان من عصر النبوة: ٥٣٣. ❷ البداية والنهاية: ٨/ ٢٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کے درمیان الفت ڈالی۔ اگر آپ زمین کی ہر چیز خرچ کرتے تو ان کے دلوں کے درمیان الفت نہیں ڈال سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان الفت ڈالی ہے بے شک وہ غالب حکمت والا ہے۔''

جہادی روشن کارنامے:

جب بھی جہاد کی نداء بلند ہوئی حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کے دفاع میں فوراً کمر باندھ لی۔ غزوۂ بدر میں اور بعد میں راہِ اللہ میں لڑے، صرف غزوۂ تبوک میں شرکت نہیں کی وہ بھی رسولِ اکرم ﷺ نے انھیں حکم دیا تھا کہ مدینہ منورہ میں رہیں۔ غزوۂ بدر میں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے خوب کارکردگی کا مظاہرہ کیا، غزوۂ احد میں بھی بے پرواہی سے شرکت کی اور ان کی کوشش اس میں قابلِ قدر ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے انھیں پچاس آدمیوں پر جو کہ چوکیدار تھے۔ امیر مقرر کیا تھا۔

غزوۂ احد میں جب مسلمانوں کی پامردی میں اضمحلال آیا، شکست سے دوچار ہوئے تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے، جو نبی اکرم ﷺ کے گرد ثابت قدم رہے تھے۔ انھوں نے آپ سے موت پر بیعت کر رکھی تھی۔ جب معرکہ ختم ہوا تو جا کر شیریں پانی لائے۔ رسول اکرم ﷺ نے نوش کیا اور ان کے لیے دعائے خیر کی۔ [1]

نبی اکرم ﷺ نے جب بنو قینقاع کے یہودیوں کا محاصرہ کیا اور انھیں شام کے علاقہ اذرعات میں جلا وطن کیا تو تمام مالِ غنیمت کے سرپرست حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

جب بنو نضیر نے عہد شکنی کی اور رسولِ اکرم ﷺ سے باندھے ہوئے عہد و میثاق توڑ ڈالے تو رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ہی ان کی طرف بھیجا تھا کہ ان سے کہیں کہ مجھے رسولِ اکرم ﷺ نے بھیجا ہے کہ میرے شہر سے نکل جاؤ، یہ گئے پیغام ان تک پہنچایا، تو انھوں نے نکلنے سے انکار کر دیا، تو رسولِ اکرم ﷺ نے پندرہ دن، ان کا محاصرہ کیا پھر انھیں مدینہ سے جلا وطن کر دیا۔

ان کے نکالنے کی سربراہی، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی انھوں نے ان کے مال قبضہ میں لے لیے، ان کے ہتھیار چھین لیے اور انھیں مدینہ سے دور نکال دیا۔ [2]

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق میں بہت عمدہ کارکردگی دکھائی تھی اسی طرح غزوۂ بنو نضیر میں بھی کارنامے سرانجام دیے۔ جب خندق کھودی گئی تو محمد بن مسلمہ رات اور دن مدینہ منورہ کی چوکیداری میں شریک رہے۔ کیونکہ مسلمانوں کو یہ خوف تھا کہ بنو قریظہ عہد شکنی کریں گے اور عورتوں اور بچوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ [3]

---

[1] المغازی: ۱/ ۲۵۰. [2] البدایة والنهایة: ٤/ ٧٥.

[3] فرسان من عصر النبوة: ٥٣٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فضائل کا گلدستہ:

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے مناقب جلیلہ اور فضائل عالیہ بہت ہیں اور مختلف میدانوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ ان کے مناقب میں سے خوبصورت فضیلت یہ ہے کہ حضرت ثمامہ بن اثال حنفی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا باعث یہی تھے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ محرم ۶ ہجری میں تیس آدمیوں کا دستہ فوج دے کر جو کہ شاہسوار تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو نجد کے علاقہ میں بنو بکر بن کلاب پر شبخون مارنے کے لیے بھیجا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے جب اچانک ان پر جا دھمکے تو ان کے حواس قائم نہ رہے۔ ان میں سے دس آدمی قتل کیے۔ باقی بھاگ گئے مسلمانوں نے ان کے اونٹ اور بکریاں قبضہ میں لیں اور مدینہ کی جانب واپس لوٹے، دورانِ راہ، ان کی ملاقات حضرت ثمامہ بن اثال حنفی سے ہوئی جو کہ بنو حنیفہ کے سردار تھے۔ مسلمانوں نے انھیں قید کر لیا مگر انھیں پہچانتے نہ تھے کہ یہ ثمامہ ہیں، جب یہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پہچان لیا اور ان سے حسنِ معاملہ سے پیش آئے۔ ان پر اسلام پیش کیا وہ انکار کرتے رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رہا کرنے کا حکم دیا رہائی کے بعد لوٹے اور اسلام قبول کر لیا اور بہترین مسلمان ثابت ہوئے۔ [1]

ایک عظیم شرف حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یہ بھی حاصل ہے کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبانِ وحی میں سے ہیں اور امانتداری کا پیکر ہیں۔ [2]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع:

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستی اور دفاع میں بلند درجہ رکھتے ہیں۔

یہ جاتے ہیں اور کعب بن اشرف کو قتل کرتے ہیں مقصد فقط اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودگی تھی۔ حالانکہ یہ کعب ان کا بہت قریبی تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ہے جو کعب بن اشرف سے میری جان چھڑائے اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو بہت اذیت دی ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اٹھے۔ عرض کی۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ اسے قتل کروانا چاہتے ہیں۔ فرمایا ں ہاں۔ عرض کی مجھے کچھ دھوکہ دینے کی اجازت دیجئے فرمایا۔ اجازت ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، کعب بن اشرف کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں اس نبی نے ہم سے صدقات مانگ مانگ کر تھکا دیا ہے میں تم سے کچھ قرض مانگنے آیا ہوں۔ کعب نے کہا ابھی اور تھکو گے۔ اس کے جواب میں حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا۔ اب ہم اس کے پیچھے چل چکے ہیں چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔ ہم انجام دیکھ رہے ہیں اس کا کیا ہوتا ہے پھر فیصلہ کریں گے ہم چاہتے ہیں تم ہمیں کچھ ادھار اناج دو۔ اس نے کہا کوئی بات نہیں کچھ گروی رکھو اناج مل جائے گا انھوں نے پوچھا کیا گروی رکھیں، کہا عورتیں رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم عرب کے خوبصورت ترین انسان ہو،

---

[1] تاریخ اسلام للذہبی(المغازی: ۳۵۰.

[2] البدایہ والنہایۃ: ۵/ ۳۵۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورتیں کیسے گروی رکھیں، کہا بیٹے گروی رکھ دو۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ہمارے لیے گالی بن جائے گی کہ تھوڑے سے اناج کی خاطر انھوں کے بیٹوں کو گروی رکھ دیا ہے۔ ہم ہتھیار گروی رکھتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے وعدہ کیا کہ آ جانا حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ رات کعب کے پاس آئے، ساتھ ابونائلہ بھی تھا جو کہ کعب کے رضاعی بھائی تھے کعب کو نیچے بلایا وہ آیا تو اس سے پہلے اس کی بیوی نے کہا اس وقت کعب کہاں جا رہے ہو۔ کہا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور میرا بھائی ابونائلہ ہے۔ انھیں ملنے جا رہا ہوں۔ بیوی نے کہا مجھے اس آواز سے خون کے ٹپکنے کی آواز آ رہی ہے کہا میرا بھائی محمد بن مسلمہ اور میرا رضاعی بھائی ابونائلہ ہے۔ کریم آدمی کو رات کے وقت کسی ضرورت کے لیے جب بلایا جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔ محمد داخل ہوئے دو آدمی ساتھ تھے۔ محمد نے ان سے کہا میں کعب کے بالوں کو سونگھوں گا جب مجھے دیکھو کہ میں نے اسے جکڑ لیا ہے تو اسے پکڑ کر مار دو۔

جب کعب رضی اللہ عنہ نیچے اترا تو چادر بدن پر لے رکھی تھی خوشبو مہک رہی تھی۔ محمد نے کہا میں نے اس جیسی اچھی خوشبو آج تک نہیں سونگھی۔ مجھے اجازت ہے میں بھی سونگھ لوں اس نے کہا سونگھ لو کہا دو دفعہ ایسا کیا پھر میں نے اسے قابو کر لیا اور ساتھیوں سے کہا پکڑ لو۔ انھوں نے اسے قتل کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے اور اس کے قتل کی آپ کو اطلاع دی۔ [1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس پر تبصرہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا۔ کہ مجھے کچھ خلاف بات کرنے کی اجازت دو یہ اجازت مانگی تھی کہ اس کے ساتھ کچھ حیلہ سازی کرلوں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب باندھا ہے:

"اَلْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ"

''کہ جنگ میں دھوکہ کرنا جائز ہے۔ [2]

ابن سعد نے وضاحت کی ہے کہ محمد بن مسلمہ نے آپ سے آپ کے خلاف شکایت کرنے اور آپ کی رائے پر تنقید کرنے کی اجازت لی تھی۔ اس تنقید کی وضاحت ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ اور ساتھیوں نے جو اجازت لی وہ یہ تھی کہ کہہ سکتے ہو جب سے یہ آدمی (نبی) آیا ہے ہر طرف سے آزمائش لایا ہے اور عرب سے جنگ کی آگ جلا دی ہے جو کہ ہمارے خلاف متحد ہو گئے ہیں۔ ابن اسحاق کا بیان ہے جو کہ حسن سند سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ بقیع الغرقد تک گئے اور انھیں کعب کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا اللہ کا نام لے کر جاؤ۔ اے میرے اللہ! ان کی مدد فرما۔ (حوالہ مذکور)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کسی کو فتنہ سے دو چار ہونا پڑے تو مجھے ڈر ہے وہ اس سے متاثر ہو گا۔ صرف محمد بن

---

1. بخاری: ٤٠٣٧
2. فتح الباری: ٧/ ٣٩٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمہ رضی اللہ عنہ متاثر نہ ہوں گے کیونکہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا۔ محمد کو فتنہ نقصان نہ دے گا۔ [1]

خلافتِ راشدہ کے سائے میں:

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔ اپنے دین پر ثابت رہے، حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے تھام رکھا۔ ایک لحظہ بھر اسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنت بھی سیکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اس میں نظر آتے تھے۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ان کے حق اور شرف وفضل کو پہچانتے تھے جہینہ قبیلہ کی زکوٰۃ کی وصولی پر انھیں عامل مقرر کیا انھوں نے اپنا کام نہایت ہی باریک بینی سے ادا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب بھی کسی عامل کی شکایت کی جاتی وہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجتے جو اس کے معاملہ کی چھان پھٹک کرتے اور اس کام کے متعلقہ معلومات حاصل کرتے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، عابد وزاہد بن کر رہے۔ اس دنیا سے بے رغبتی اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس تھا۔ اس کی رغبت رکھتے ہوئے اللہ کی راہ کے مجاہد بن کر رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جب فتنہ پیدا ہوا تو یہ فتنہ سے کنارہ کش رہے، ان میں سے کسی کے ساتھ مل کر نہ لڑے۔ اب وہ وقت آن پہنچا تھا کہ یہ دنیا سے کوچ کریں اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملیں جو کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔

وقتِ رحیل:

شاہسواری کی تاریخ کی وسیع جولانگاہ میں سفر کرنے کے بعد اب ان کی زندگی کا گھوڑا ٹھہر گیا اور ہمیشگی کے سفر پر رختِ سفر باندھ لیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ گئے۔ ماہِ صفر ۴۳ ہجری میں محمد بن مسلمہ انصاری فوت ہو گئے۔ ۷۷ برس کی عمر تھی۔ مروان بن حکم نے نمازِ جنازہ پڑھی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ [2] سفر زندگی جب آغاز کرتا ہے تو اس کا انجام ضرور ہوتا ہے۔

جو تھا آغاز تیرا وہی تیرا انجام تھا

لیکن وہ انتہاء حد درجہ خوبصورت ہے جو رب رحمان کی جنت میں سیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہو۔

رضی اللہ عنہ و عنهم اجمعين

---

[1] الاصابہ: ۹/ ۱۳۲، رجاله ثقات ارنؤوط.

[2] طبقات: ۳/ ٤٤٥.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

85

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی حیاتِ تابدار کا تذکرہ

سید الانبیاء، خاتم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی لاٹھی عطاء کی تھی تاکہ یہ قیامت کے دن ان کے لیے نشانی بن جائے یہ بات کتنی زیادہ خوشنما اور جمال آراء ہے کہ ایک داعی اپنی دعوت کے ثمرات اپنی زندگی میں پالے۔ جو آدمیوں کی صورت میں نظر آئے کہ اس کے ہاتھوں ایمان کے لیے ان کے دل کھل جائیں اور اس عظیم دین کی امانت لے کر یہ اٹھ کھڑے ہوں۔ ظاہر ہے جو کچھ بھی یہ کریں گے یہ سب اس کی نیکیوں کی میزان میں جمع ہوگا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان تھا یہ مقبولیت کی نعمت سے مالا مال ہیں ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو اور شہروں کو کھولا تھا کیونکہ ان کی دعوت سراپائے رحمت تھی اور ان کی بات پاکیزہ اور مبارک تھی اور خاص بات یہ تھی کہ اللہ کے لیے خلوص نیت تھی۔

ہماری تحریر کی محفل کے آج کے مہمان جن کا ذکر ہم کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بھی، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی دعوتِ مبارکہ ہی کا ثمر ہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے شجاعت و بطولت جوانمردی اور جرأت اور پیش قدمی کرنے والوں میں سے یکتائے روزگار تھے۔ جب لوگوں سے لڑائی کے لیے مڈبھیڑ ہوتی تو موت سے نہیں ڈرتے تھے ان کی پیش قدمی مشہور تھی انھوں نے جب سے اس دنیا میں ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے دلیری میں نامور ہیں۔ مخلوق کا خوف تو ان کی چمڑی میں کبھی آیا ہی نہیں۔ یہ دلیر، شاہسوار، اسلام اور ایمان کے آنگن میں سبقت رکھنے والے ہونہار اور رب رحمان کے دسترخوان کے زلّہ خوار ہیں۔ [1]

حضرت عبداللہ کا نسب یہ ہے کہ عبداللہ بن انیس بن اسعد۔ ان کے نسب کی انتہاء قضاعہ تک ہے، یہ انصار میں سے بنوسلیم قبیلہ جا کہ انصار میں سے ہے اس کے حلیف تھے، اس وجہ سے انھیں انصاری اور جہنی کہا جاتا ہے۔ یہ مدینہ منورہ میں آئے تو وہاں بہت اچھا مقام پیدا کیا اور یہاں ساتھی بنا لیے۔ ان کے ساتھیوں میں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ثعلبہ بن عنمہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

---

[1] فرسان من عصر النبوة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن اُنَیس رضی اللہ عنہ نے ہُزَیلہ بنت مسعود بن زید جو کہ بنوسلمہ میں سے تھیں ان سے نکاح کیا۔ انھوں نے اسلام قبول کیا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی، ان کی کنیت ابویحییٰ تھی۔ ان کے چار بچے تھے۔ (۱) عطیہ (۲) عمر (۳) ضمرہ (۴) عبداللہ۔ [1]

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ، صاحبِ فطرت سلیمہ تھے صرف قرآنِ کریم کی آیات مبارکات سنتے ہیں جو کہ مکمل خشیت و رقت سے لبریز تھیں اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے شیریں منہ سے نکلتی ہیں اور حضرت عبداللہ بے ساختہ، اپنے دل و زبان سے پکار اٹھتے ہیں

"اشهد ان لا اله الا اللّٰه و اشهد ان محمدا رسول اللّٰه"

بیعتِ عقبہ میں شرکت:

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے دل کے ہر گوشے میں ایمان جاگزیں ہوا تو انھوں نے محسوس کیا کہ اپنا مال اور جان اس دین عظیم کے لیے وقف کر دیں، اور سب کچھ اس کے غلبہ کے لیے نچھاور کر دیں، جس کے لیے ساری کائنات پیاسی تھی کہ اس کے آب شیریں سے سیراب ہو، اور اس کے جھنڈے کی چھاؤں میں آرام و راحت پائے۔

اسی دوران لوگ حج کی ادائیگی کے لیے تیاری کرتے ہیں تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان لمحاتِ سعادت سے قلب و اعضاء کے ساتھ لبریز ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب جانے والے تھے تاکہ ان کا دیدار کریں اور زندگی میں پہلی بار دیکھیں۔

عبداللہ کو علم نہ تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ملاقات کے بعد تاریخ کے بہترین دروازے میں داخل ہوں گے اور زمانہ کی جبین پر ایسی نورانی سطور رقم کریں گے جس سے زمانہ منور رہے گا اور ان کے پاکیزہ خون کی عطر بیز خوشبوؤں سے مہکتا رہے گا۔ یہ قافلہ جو حج کے لیے روانہ ہوا تھا حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے سفر طے کر رہا ہے ان کے قدم ملاقات کے لیے ہواؤں سے تیر اٹھتے ہیں حقیقت میں یہ ان کا جنت کے رستہ پر پہلا قدم تھا۔

جب عقبہ ثانیہ کی بیعتِ میں یہ لوگ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے آپ نے ان سے عہد و پیمان لیا کہ تم نے میری اس طرح حفاظت کرنا ہے جس طرح تم اپنے بیوی بچوں کی کرتے ہو، جب میں مدینہ منورہ آؤں تم میری حفاظت کرنا، اس کی قیمت تمھیں جنت کی صورت میں ملے گی۔ اس موقع پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے ہیں اور بیعت کرنے والوں میں بیعت کرتے ہیں اور حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں بیعت کے لیے ہاتھ دیتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں تو یہ وہ سعادت تھی جو زندگی بھر دوبارہ حاصل نہ ہو سکتی تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس مدینہ لوٹ آتے ہیں جب کہ ان کا دل اس دن کے لیے شوق سے تڑپ رہا تھا کہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کر کے آئیں گے یہ آپ کی ہمنشینی اور ہمسائیگی کی لذت سے فائدہ اٹھائیں گے۔

---

[1] صور من سير الصحابة: ٣٢١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ سعادت بھی مل گئی:

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی اجازت دی تو انصار آپ کے استقبال کے لیے تشریف لائے جن کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی۔ ان کے دل سعادت سے لبریز تھے ایسی سعادت وخوش بختی تھی اگر ساری کائنات پر تقسیم کی جائے تو اس کے لیے کافی تھی۔

ان خوش نصیبوں میں جو حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے نکلے تھے ان میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو انھوں نے محسوس کیا گویا کہ ان کا دل شادمانی سے ساتوں آسمانوں سے بھی بلند تر اڑنے لگا تھا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں قرار پایا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ اس طرح ہو گئے جس طرح ایک آنکھ کے ساتھ دوسری آنکھ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیرت وکردار اور علم واخلاق حاصل کرتے رہے۔

حضرت عبداللہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہتے تھے۔ آپ کا دفاع کرتے، آپ کے دشمنوں کے خلاف جنگ آزما رہتے اور ہر معرکہ میں حاضر ہوتے اور اسلام کے چمن کی حفاظت کرتے، اور غزوات میں قابلِ تحسین دادِ مردانگی دیتے، ایک قول ہے بدر کے علاوہ ہر معرکہ میں شریک ہوئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری محبت رکھتے تھے۔ اور اس چیز کے تمنائی تھے اپنی جان اور مال اور ہر چیز جو میری ملکیت میں ہے سب کچھ آپ پر فدا ہو جائے۔ یہ جب بھی کسی آدمی کو سنتے کہ یہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھتا ہے ان کی آرزو ہوتی تھی کہ اللہ کی رضا کے لیے میں اسے قتل کر دوں۔

خالد بن سفیان ہذلی کا قتل:

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر غزوۂ احد کیا تو ایک دیہاتی کے دل میں یہ خیال آیا کہ مدینہ منورہ کو تاخت وتاراج کر دوں، اسے سفیان بن خالد بن نبیح ہذلی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس نے اس برے مقصد کی برآری کے لیے مختلف کناروں سے دیہاتی بھی جمع کر لیے۔ بنو ہذیل وغیرہ سے بھی لوگ اکٹھے کیے یہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے۔

یہ لوگ برے طمع اور بری طبع والے جمع ہوئے، یہ شہوات کے سمندر میں غرق تھے۔ محرمات اور فواحش خفیہ وظاہرہ میں مگن تھے۔ حتیٰ کہ ہذیل کی ایک جماعت نے اسلام لانے کا ارادہ کیا تو انھوں نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اجازت مانگی تھی کہ ہمیں زنا کی اجازت دو، یہ اتنے بے باک تھے۔ ان اشرار وبدقماش لوگوں کی بے حیائی نقطہ عروج کو چھو رہی تھی اور سب کچھ ان کے رئیس اور سردار سفیان بن خالد ہذلی کی لیڈری میں ہو رہا تھا۔ لیکن سانپ کے سر سے قضاء وقدر کے فیصلہ کون ٹال سکتا ہے۔ وباء اور بلاء کے جراثیم آخر ختم ہوتے ہیں۔

اس کے لے فداکاری کے میدان میں اور شاہسواری کے آنگن میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی صورت میں، بے باک بہادر اور جرأت مند انسان نمودار ہوتا ہے۔ جو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے ڈرتا نہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلاتے ہیں۔ اور سوموار کے دن، ماہِ محرم کے پانچ دن گزر چکے تھے۔ ۴ ہجری میں، خالد بن سفیان کی سرکوبی اور اس کے قتل کے لیے روانہ کرتے ہیں۔ تاکہ اسے بھی ابوجہل، عتبہ، ابی بن خلف اور دیگر اکابر مجرموں کے ساتھ ملادیں یہ فیصلہ آپ نے اس کے بعد کیا تھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو متواتر اطلاعات مل رہی تھیں کہ یہ فاجر، خبیث اور بہتان طراز، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے جنگ کرنا چاہتا ہے اور اپنے اس کمینے خبیث اور ردی ہدف کو پورا کرنے کے لیے جماعتوں کو یکجا کررہا ہے۔ [1]

واہ! عبداللہ کو ایک ایسی فضیلت حاصل ہوئی، جس کے سامنے الفاظ شرمندہ ہیں کہ اس کی تعبیر کرسکیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لیے جارہے ہیں، تو آپ انھیں ایک لاٹھی دیتے ہیں کہ یہ روزِ قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ کے درمیان نشانی بن جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور کہا مجھ تک یہ اطلاع آئی ہے کہ سفیان بن نبیح ہذلی مجھ سے لڑنے کے لیے فوجیں اکٹھی کررہا ہے یہ وادی نخلہ یا عرکہ میں ہے۔ اس کے پاس جاؤ اور اسے قتل کردو۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حلیہ بیان کردیں تاکہ میں پہچان سکوں، فرمایا جب تم اسے دیکھو گے تو تمھیں شیطان یاد آجائے گا۔ تمہارے اور اس کے درمیان یہ علامت ہے کہ جب تم اسے دیکھو گے تو اس کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں وہ کپکپی محسوس کرے گا میں نے اپنی تلوار گلے میں حمائل کرلی اور روانہ ہوا۔ تو میں نے اس تک رسائی پالی، میں نے دیکھا وہ عورتوں میں تھا۔ ان کے لیے منزل تلاش کررہا تھا کہ اسے کہاں ٹھہرائے۔ عصر کا وقت تھا۔ جب میں نے دیکھا تو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کپکپی کی علامت بتائی تھی وہ میں نے دیکھ لی میں اس کی طرف مڑھا تو مجھے سوچ آئی کہ میری مصروفیت طویل ہوسکتی ہے نماز ہی نہ رہ جائے میں نے نماز پڑھی، اور اس کی جانب چل پڑا اور میں سر سے اشارے کررہا تھا جب میں اس تک پہنچا تو اس نے کہا تم کون ہو، میں نے کہا میں ایک عرب آدمی ہوں میں نے سنا ہے تم اس آدمی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فوج جمع کررہے ہو، اس لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔ اس نے کہا ہاں۔ میں اسی مہم میں مصروف ہوں۔ میں اس کے ساتھ کچھ دیر چلا۔ میں نے جب دیکھا کہ اب یہ قابو میں ہے تو میں نے تلوار سے حملہ کردیا اور اسے قتل کردیا۔ میں نے اس کی عورتوں کو چھوڑ دیا کہ وہ اس پر اوندھی ہوکر رو رہی تھیں۔ میں جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا:

"اَفْلَحَ الْوَجْهُ" "یہ چہرہ کامیاب ہے۔"

میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خالد کو قتل کردیا ہے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ پھر مجھے لے کر اٹھے اور اپنے گھر لے گئے، مجھے ایک لاٹھی دی، اور کہا: اے عبداللہ! یہ لاٹھی پکڑلو، میں لے کر باہر آیا تو لوگوں نے پوچھا یہ لاٹھی کیسی ہے میں نے کہا یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسے اپنے پاس روک لوں،

[1] فرسان من عصر النبوة: ۷۲۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں نے کہا واپس جا کر پوچھ سکتے ہو کہ یہ لاٹھی مجھے کیوں دی ہے، میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس گیا، آپ سے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ لاٹھی مجھے کس لیے عنایت فرمائی ہے فرمایا: یہ میرے اور تمہارے درمیان روزِ قیامت علامت ہوگی بہت کم لوگ ہیں جو کوکھ میں کوئی چیز رکھے سہارا لیے ہوں۔ میں نے اپنی تلوار کے ساتھ وہ لاٹھی ملا دی اور موت تک میرے پاس ہی رہی ان کی موت کے دن لوگوں نے لاٹھیں ان کے کفن میں ملا کر اکٹھے دفن کر دی۔ [1]

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے خالد بن سفیان کے قتل کے بارے میں کہا تھا:

تَرَكْتُ ابْنَ ثَوْرٍ كَالْحُوَارِ وَ حَوْلَه
نَوَائِحُ تَفْرِيْ كُلَّ جَيْبٍ مُقَدَّدِ

”میں نے ابن ثور (خالد) کو اونٹنی کے بچے کی مانند چھوڑا تھا جب کہ اس کے اردگرد نوحہ کرنے ولی عورتیں اپنا اپنا گریبان کاٹ کر ریزہ ریزہ کر رہی تھی۔“

تَنَاوَلْتُهٗ وَالظُّعْنُ خَلفِيْ وَ خَلفَهٗ
بِاَبْيَضَ مِنْ مَّاءِ الْحَدِيْدِ مُهَنَّدِ

”میں نے اسے اس وقت مارا جب عورتیں میرے اور اس کے پیچھے تھیں۔ لوہے کی آبدار سفید ہندی تلوار تھی جس سے میں نے اسے کاری ضرب لگائی۔“

عَجُوْمِ لِهَامِ الدَّارِ عِيْنَ كَاَنَّهٗ
شِهَابُ غَضَّی مِنْ مُّلْهَبٍ مُّتَوَقِّدِ

”زرہ پوشوں کی کھوپڑیوں کو کاٹنے والی ہے گویا کہ وہ روشن ہونے والی شعلہ زن آگ کا ٹکڑا ہے جسے غضی درخت نے اور بھڑکا دیا ہو۔“

اَقُوْلُ لَهٗ وَالسَّيْفُ يَعْجُمُ رَأْسَهٗ
اَنَا ابْنُ اُنَيْسٍ فَارِسًا غَيْرَ قُعْدُدِ

”میں نے اس سے کہا تھا اور تلوار اس کے سر میں پیوست ہو رہی تھی۔ میں انیس کا بیٹا ہوں۔ شاہسوار ہوں کوئی کمینہ بے کار نہیں۔“

اَنَا ابْنُ الَّذِیْ لَمْ يُنْزِلِ الدَّهْرُ قِدْرَهٗ
رَحِيْبُ فِنَاءِ الدَّارِ غَيْرُ مُزَنَّدِ

”میں اس کا بیٹا ہوں، زمانہ جس کی ہنڈیا نیچے نہیں اتار سکا، یعنی مہمان نواز تھا۔ اس کے گھر کا آنگن کشادہ

[1] احمد۔ ابو داؤد، مختصر بیہقی، حسن الحافظ سندہ الفتح الربانی: ۷/ ۲۸، للساعاتی۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تھا اور وہ تنگ دل بخیل نہ تھا۔“

وَقُلْتُ لَهُ خذْهَا بِضَرْبَةِ مَا جِدٍ
حَنِيفٍ عَلَى دِيْنِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٖ

”میں نے اس سے کہا یہ ضرب کاری ہے اسے پکڑ لے، یہ ایک بزرگی والے کی شمشیر زنی ہے جو یکطرفہ ہے اور نبی محمد ﷺ کے دین پر کاربند ہے۔

وَ كُنْتُ اِذَاهَمَّ النَّبِيُّ بِكَافِرٍ
سَبَقْتُ اِلَيْهِ بِاللِّسَانِ وَ بِالْيَدِ

”میں وہ ہوں جب نبی ﷺ کسی کافر کے ساتھ ارادہ کرتے تھے تو میں سب سے پہلے زبان اور ہاتھ کے ساتھ انتقام کے لیے لپکتا ہوں۔“ [1]

سلام بن ابی الحقیق کا قتل:

ابن اسحاق کا بیان ہے جب غزوۂ خندق اختتام پذیر ہوا۔ اور بنو قریظہ کا معاملہ بھی حل ہوا تو سلام بن ابی الحقیق، جس کی کنیت ابو رافع تھی۔ یہ بھی جتھوں کو تربیت دے رہا تھا، کہ رسولِ اکرم ﷺ کے خلاف چڑھائی کرنا چاہتا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ سے عداوتِ رکھنے کی وجہ سے اس سے پہلے اوس نے کعب بن اشرف کو قتل کیا تھا۔ اب خزرج نے اجازت مانگی کہ ہمیں سلام بن ابی الحقیق کے قتل کی اجازت دی جائے۔ آپ ﷺ نے ابھی خیبر میں تھے۔ آپ نے اس کے قتل کی اجازت دے دی۔ [2]

حضرت کعب بن مالک کے بیٹے، حضرت عبد اللہ بیان کرتے ہیں انصار کے دو قبیلے اوس اور خزرج اللہ کی کرنی ایسی تھی یہ دونوں رسولِ کرم ﷺ کے ساتھ مل کر آپس میں دو سانڈوں کی حیثیت اختیار کر گئے تھے یہ فخر میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے تھے۔

اوس جو بھی کارنامہ سرانجام دیتے تو خزرج والے کہتے ہم بھی ایسا کارنامہ کریں گے خواہ مالداری کا ہو یا اسلام کے بارے میں کچھ بھی ہو جب اوس نے کعب بن اشرف کو قتل کیا تو خزرج نے کہا تم بھی ایسا آدمی دیکھو جو محمد رسول اللہ ﷺ سے کعب کی مانند ہی عداوت رکھتا ہو۔ انھوں نے کہا ہم خیبر میں ہیں اور ابن ابی الحقیق بھی خیبر میں ہے۔ یہ آپ ﷺ سے کعب کی مانند ہی عداوت رکھتا ہے۔ انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت مانگی آپ ﷺ نے انھیں اس کے قتل کی اجازت دے دی۔

---

[1] سیرت ابن هشام: ٤/ ٢٤٢، البدایه لابن کثیر: ٤/ ١٤٢۔

[2] تاریخ ابن کثیر: ٤/ ١٣٧ ابن سید الناس فی عیون الاثر: ٢/ ١٢٠، طبقات: ٢/ ١٩١، متا الاسماع للمقریزی: ١٨٤، المنتظم للجوزی: ٣/ ٢٦١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خزرج میں سے بنوسلمہ قبیلہ کے پانچ افراد نکلے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک، حضرت مسعود بن سنان، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی، وخزاعی ابن اسود یہ ان کے حلیف تھے۔ خود قبیلہ اسلم سے تھے۔ (رضی اللہ عنہم)

یہ سب روانہ ہوئے ان پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور انھیں حکم دیا نہ تو کسی عورت کو مارنا نہ ہی بچہ قتل کرنا۔ یہ خیبر میں آئے۔ اور رات کو ابن ابی الحقیق کے گھر آئے اور ہر گھر میں تالے لگا دیئے اور گھر والوں کو تالا بند کر دیا۔ اس ابن ابی الحقیق کے بالا خانے میں ایک تنا تھا جس سے سیڑھی کا کام لیا جاتا تھا ان سب نے اس کا سہارا لیا اور اس کے دروازے پر ٹھہر گئے اور اس کے پاس آنے کی اجازت مانگی ان کے پاس اس کی بیوی آئی اور پوچھا تم کون ہو۔ انھوں نے کہا ہم عرب ہیں۔ اناج کی تلاش میں ادھر آئے ہیں کہنے لگی صاحب ادھر ہیں چلے جاؤ۔ جب یہ اندر گئے تو کمرے کو تالا بند کر دیا کہ کہیں کوئی حرکت آڑے نہ آجائے اس کی بیوی چلائی اور ہمارا راز فاش کرنا چاہا کہ شور مچائے ہم نے جلدی سے ابن ابی الحقیق کے بستر پر تلواروں کی بوچھاڑ کر دی رات کی تاریکی تھی، اس میں صرف ایک سفید سا کپڑا نظر آتا اور کوئی پتہ نہ چلتا تھا یہ کہاں ہے اس کی بیوی شور ڈال رہی تھی۔ ہم میں سے ایک آدمی نے اس پر وار کرنے کے لیے تلوار بھی اٹھائی مگر اسے یاد آگیا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو قتل کرنے سے روکا ہوا ہے اسی وقت ہاتھ روک لیا، وگرنہ ہم اس سے نجات پا چکے ہوتے۔

جب ہم نے تلواروں سے اس پر حملہ کیا تو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار اس کے پیٹ میں رکھی اور سارے وجود کا بوجھ اس پر ڈال دیا اور تلوار پار گزار دی وہ کہنے لگا بس کرو بس کرو۔ ہم اپنا مشن پورا کرنے کے بعد اس کے پاس سے نکلے تو حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی نظر اچھی نہ تھی۔ وہ سیڑھی سے نیچے اترے تو ان کے ہاتھ کا گوشت پھٹ گیا ایک قول ہے ٹانگ زخمی ہوئی تھی۔

ابن ہشام کہتے ہیں حضرت عبداللہ کہتے ہیں ہم نے اسے اٹھایا اور نہر پر لے آئے۔ اور ہم اس نہر میں داخل ہو گئے۔ ابن ابی الحقیق کے کارندوں نے آگ جلائی اور ہر طرف ہماری تلاش میں آدمی دوڑائے۔ جب وہ ناامید ہو گئے تو اپنے لوگوں کے ہاں چلے گئے، انھوں نے ابن ابی الحقیق کو پہلوؤں میں لیا اور وہ موت کی وادی میں اتر رہا تھا۔ ہم نے کہا ہمیں یہ کیسے پتہ چل سکتا ہے کہ یہ اللہ کا دشمن مر گیا ہے ہم میں سے ایک آدمی نے کہا۔ میں جاتا ہوں، دیکھتا ہوں اور تمھیں بتاتا ہوں۔

وہ گیا اور لوگوں میں مل جل گیا یہ کہتا ہے میں نے دیکھا کہ اس کی بیوی اور کچھ یہودی آدمی اس کے اردگرد ہیں اور عورت نے ہاتھ میں چراغ تھام رکھا ہے اور اس کا چہرہ دیکھ رہی ہے اور ان سے باتیں کر رہی ہے کہ ان آنے والوں میں، میں نے عبداللہ بن عتیک کی آواز بھی سنی ہے۔ پھر میں نے یقین نہ کیا کہ ابن عتیک یہاں ان شہروں میں کب آسکتا ہے اور ابن ابی الحقیق کے چہرے پر نظریں گاڑے ہوئے تھی اور کہنے لگی ابن ابی الحقیق مر گیا ہے مجھے یہودیوں کے الٰہ کی قسم! یہ بات مجھے سب سے زیادہ اچھی لگی کہ وہ مر گیا ہے پھر اس نے آکر ساتھیوں کو بتایا کہ وہ مر گیا ہے۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد ہم نے اپنے ساتھی کو اٹھایا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے تو ہم نے اللہ کے اس دشمن کے قتل کی تفصیل بتائی۔ اور اس میں مختلف ہوئے کہ ہر ایک اسے قتل کرنے کا مدعی تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی تلواریں لاؤ۔ ہم لے آئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تلوار دیکھی تو فیصلہ جاری کر دیا کہ اس نے اسے قتل کیا ہے کیونکہ اس کی تلوار میں اثرات نظر آ رہے ہیں۔ [1]

ابن اسحق نے مرسل صحیح سند سے بیان کیا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف کے قتل اور سلام بن ابی الحقیق کے قتل کا تذکرہ کیا ہے۔

لِلّٰهِ دَرُّ عِصَابَةٍ لَاقَيْتَهُمْ
يَابْنَ الْحُقَيْقِ وَاَنْتَ يَابْنَ الْاَشْرَفِ

اے ابن حقیق، اور اے ابن اشرف! وہ جماعت کیا ہی خوب ہے جس سے تمہاری ملاقات ہوئی ہے۔“

يَسْرُوْنَ بِالْبِيْضِ الْخِفَافِ اِلَيْكُمْ
مَرَحًا كَاُسْدٍ فِيْ عَرِيْنٍ مُّغْرَفِ

”وہ باریک اور ہلکی تلواریں لے کر رات کو تمہاری طرف چلے گئے۔ چاک و چوبند تھے اور گھنے درختوں میں اپنی جھاڑی میں شیروں کی مانند تھے۔“

حَتّٰى اَتَوْكُمْ فِيْ مَحَلِّ بِلَادِكُمْ فَسَقَوْكُمْ حَتْفًا
بِبِيْضٍ ذُفَّفِ

”وہ تمہارے پاس آئے تمہارے شہروں میں اترے اور تمھیں تیز رفتار کاٹنے والی تلواروں سے موت کے جام پلا رہے تھے۔

مُسْتَبْصِرِيْنَ لِنَصْرِ دِيْنِ نَبِيِّهِمْ
مُسْتَصْغِرِيْنَ لِكُلِّ اَمْرٍ مُّخَفَّفِ

”اپنے نبی کے دین کی نصرت وحمایت بڑی گہری بصیرت سے کرتے ہیں اور اس کی راہ میں مال و جان ہر چیز کو حقیر جانتے ہیں۔“ [2]

المناک جدائی:

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی دل کی گہرائیوں سے یہ آرزو تھی کہ نفس ونفیس اور ہر چیز حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیں۔ اس لیے وہ ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے حتیٰ کہ وہ دن آیا جس میں مدینہ منورہ تاریک ہو گیا۔ بلکہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ساری کائنات ہی تاریکی میں ڈوب گئی۔

[1] مالك في الموطا: ٢/ ٤٤٧. [2] سيرة ابن هشام: ٣/ ٢٤٤، البدايه لابن كثير: ٤/ ١٣٩.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بہت غمگین ہوئے، قریب تھا کہ غم سے جگر پاش پاش ہو جائے؟ لیکن اللہ کے دین پر ثابت رہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اپناتے رہے۔

حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی بہت قدر و قیمت جانتے تھے اپنے دلوں میں ان کی محبت، مودّت اور عزت و توقیر رکھتے تھے۔ ان کی زندگی اطاعت، عبادت، جہاد اور نفس و مال کی قربانی سے معمور ہے۔

دنیا سے روانگی کا وقت:

اپنی زندگی کے آخری دور میں، حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ شام کے علاقہ میں چلے گئے کہ وہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں اور وہاں پھر یہ اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہو گئے وفات کے وقت تک ایک لحظہ بھر اللہ کی اطاعت میں سستی نہ کی، نہ ہی ان کے دل میں محبتِ الٰہی میں فرق آیا، نہ ہی ان کی زبان ذکرِ الٰہی سے اکتائی۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی اس دنیا سے پہلے، جس میں یہ طویل مدت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع اور اسلام کے سرچشمۂ حیات کے دفاع میں جان لڑاتے رہے، اپنی موت سے چند گھڑیاں پہلے اپنی وہ لاٹھی جو حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے لی تھی کہ یہ روزِ قیامت علامت ہوگی پکڑتے ہیں اور گھر والوں کو بلا کر وصیت کرتے ہیں کہ یہ لاٹھی میرے ساتھ دفن کر دینا۔ اس کے بعد پاکیزہ روح پرواز کر جاتی ہے اور رحمان کی جنت میں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے ہیں۔

رضی اللّٰہ عنہ و عنہم اجمعین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

86

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روح پرور زندگی کا تذکرہ

سید العرب والعجم، نبی معظم، پیغمبر مکرم، حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تھا اے حسان! جب تک تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا دفاع کرتے رہو گے جبریل تمہاری تائید کرتے رہیں گے۔

شعر ایک ایسا شعبۂ گفتگو ہے اچھا بھی ہے اور برا بھی ہے اللہ تعالیٰ نے شعر کی مذمت کی ہے کیونکہ اس میں مبالغہ آرائی اور کوتاہی استعمال ہوتی ہے کسی کی مدح سرائی میں مبالغہ ہوتا ہے کسی کی ہجو آرائی ہوتی ہے حدِ اعتدال سے شاعر گزر جاتا ہے جی چاہے تو سب سے بزدل کو سب سے زیادہ بہادر قرار دے دیں اور کنجوس ترین آدمی کو حاتم طائی ثابت کردیں، بری پر بہتان لگا دیں اور متقی کو موردِ الزام ٹھہرا دیں ایک شخص کو محبت کی وجہ سے اوجِ ثریا پر پہنچا دیں جب اس سے ناراض ہوں تو اسے تحت الثریٰ تک پہنچا دیں۔ یہ ایک مشاہدہ ہے اور اکثر شعراء میں یہ عادت ہے سوائے ان کے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ شاعر کبھی تو ایک چیز کی تعریف کرتا ہے اور اسی چیز کی اسی وقت اپنی شیریں بیانی اور قوتِ لسانی سے کام لیتے ہوئے مذمت کرتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝٢٢٤ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝٢٢٥ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝٢٢٦﴾ (الشعراء: ٢٢٤ تا ٢٢٦)

''شعراء جو ہیں گمراہ ہی ہیں ان کی پیروی کرتے ہیں کیا تو نے دیکھا نہیں یہ ہر وادی میں حیران پھرتے ہیں اور جو یہ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔''

لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک اور قسم کے شعراء بتائیں ہیں۔

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝٢٢٧ۧ﴾ (الشعراء:٢٢٧)

''مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کیا اور مظلوم ہونے کے بعد انتقام لیا

[1] صفة التفاسير: ٢/ ٣٩٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عن قریب ظالم جان لیں گے کونسی پلٹنے کی جگہ پر پلٹیں گے۔"

جلیل القدر صحابی حضرت حسان بن ثابت، رضی اللہ عنہ بھی اسی صنف کریم میں سے ایک شاعر ہیں یہ سید الشعراء المومنین ہیں۔ روح القدس کے ساتھ ان کی تائید کی گئی ہے۔ ابو الولید ان کی کنیت ہے ایک قول ہے ابو حسام کنیت ہے۔ انصاری، خزرجی، نجاری، مدنی ان کی نسبت ہے۔ ابن فریعہ بھی کہلواتے ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر اور صحابی ہیں۔ (رضی اللہ عنہ) [1]

ساٹھ برس جاہلیت میں اور ساٹھ برس زندگی اسلام میں گزاری ہے۔

انھوں نے اپنی زبان، اشعار، کلام، اسلام کے دفاع، اور حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں استعمال کیے تھے اور جزاء بھی عمل کے مطابق ہوتی ہے۔ جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اپنے کلام سے کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید جبریل علیہ السلام کے ساتھ کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا حسان! تم ان کی ہجو کرو جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔ [2]

ایک دفعہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ مسجد میں شعر سنا رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف گہری نظر سے دیکھا، حضرت حسان نے کہا تم کیوں گھورتے ہو، میں تو اس میں اس وقت بھی اشعار پڑھتا تھا جب تم سے بہتر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کرتے تھے۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مشرکوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زبان درازی کی تو آپ نے فرمایا۔ ابن رواحہ کو بلاؤ وہ آئے۔ انھوں نے قریش کی مذمت کی مگر آپ راضی نہ ہوئے۔ پھر آپ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا۔ مگر آپ کو تسلی نہ ہو رہی تھی۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا یہ آئے تو کہا اب ہی وقت تھا کہ تم نے دم کو حرکت دیتے ہوئے شیر کو بلایا ہے اور اپنی زبان کو حرکت دی اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں انھیں اس طرح ادھیڑ کر رکھ دوں گا جیسے چمڑے کو ادھیڑا جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جلدی نہ کرنا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، قریش کے نسب کے ماہر ہیں۔ ان سے نسب پوچھ لینا تاکہ وہ علیحدہ کر دیں، کیونکہ جن کی تم نے مذمت کرنا ہے میں بھی ان میں سے ہوں، حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان سے نسب پوچھا پھر واپس آئے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے انھوں نے نسب میں تمیز بتا دی ہے میں آپ کو ان لوگوں سے ایسے نکال لوں گا جیسے آٹا سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسان تم جواب دو جب تک تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرو گے جبریل علیہ السلام تمہاری تائید کریں گے۔ انھوں نے قریش کی ہجو کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشفی ہوئی۔

---

[1] السیر: ۲/ ۵۱۲.

[2] بخاری: ۴۱۲۳، مسلم: ۲۴۸۶، عن البراء.

[3] بخاری: ۳۲۱۲، مسلم: ۲۴۸۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے دفاعی اشعار:

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ
وَ عِنْدَ اللّٰهِ فِيْ ذَاكَ الْجَزَاءِ

"تو نے محمد ﷺ کی ہجو کی ہے میں نے اس کا جواب دیا ہے اس کارِ خیر پر میں نے اللہ سے اجر لینا ہے۔"

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا تَقِيًّا
رَسُوْلُ اللّٰهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءِ

تو نے محمد ﷺ کی ہجو کی ہے جو کہ نیکو کار اور پرہیز گار ہیں اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کی عادت ہی وفاء کرنا ہے۔"

فَاِنَّ اَبِىْ وَوَالِدَهُ وَ عِرْضِىْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ الْوَقَاءِ

"بے شک میرا باپ اور اس کا باپ اور میری عزت و آن، تمہارے مقابلہ میں محمد ﷺ کے بچاؤ پر قربان ہے۔"

ثَكِلْتُ بُنَيَّتِىْ اِنْ لَّمْ تَرَوْهَا
تُثِيْرُ النَّقْعَ مِنْ كَنَفِىْ كَدَاءِ

"میں اپنی بیٹی کو گم پاؤں، اگر تم نہیں دیکھتے تو نہ سہی۔ میرے پہلو سے کداء کی گرد و غبار اٹھ رہی ہے۔"

يُبَارِيْنَ الْاَعِنَّةَ مُصْعِدَاتٍ
عَلٰى اَكْتَافِهَا الْاَسْلُ الظَّمَاءُ

"بھاگنے میں ان کی سواریاں لگاموں کا مقابلہ کر رہی ہیں اور بلندیوں پر چڑھ رہی ہیں۔ ان کے کندھوں پر ایسے نیزے ہیں جو دشمن کے خون کے پیاسے ہیں۔"

تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ
تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءِ

"ہمارے گھوڑے ان پر تیروں کی بارش برسا رہے تھے اور عورتیں انھیں اپنے دوپٹوں کے ساتھ تھپیڑے مار رہی تھیں۔"

فَاِنْ اَعْرَضْتُمُوْ عَنَّا اِعْتَمَرْنَا
وَكَانَ الْفَتْحُ وَانْكَشَفَ الْغِطَاءُ

"اگر تم نے ہم سے اعراض کیا ہم نے پھر بھی عمرہ کیا اور فتح ہوئی پردے کھل گئے۔"

وَ اِلَّا فَاصْبِرُوْا لِضِرَابِ يَوْمٍ
يُعِزُّ اللّٰهُ فِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''نہیں تو صبر کرو اور دن کی شمشیر زنی کے لیے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔''

وَقَالَ اللّٰهُ قَدْ اَرْسَلْتُ عَبْدًا
يَقُوْلُ الْحَقَّ لَيْسَ بِهٖ خِفَاء

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں نے ایسا بندہ رسول بنا کر بھیجا جو حق بات کرتا ہے جس میں پوشیدگی نہیں۔''

وَ قَالَ اللّٰهُ قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا
هُمُ الْاَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَآء

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں نے ایک لشکر میسر کیا ہے جو انصار ہیں اور ان کا نشانہ وغرض ہی دشمن سے ملاقات ہے۔''

لَنَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مِّنْ مَّعَدٍّ
سِبَابٌ اَوْ قِتَالٌ اَوْ هِجَاءٌ

''معد قبیلہ قریش کی جانب سے ہمیں ہر روز گالیاں لڑائی، یا ہجو کا سامنا ہے۔''

فَمَنْ يَّهْجُو رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْكُمْ
وَ يَمْدَحُهٗ وَ يَنْصُرُهٗ سَوَاءٌ

''جو تم میں سے حضرت محمد ﷺ کی ہجو کرتا ہے یا تعریف کرتا ہے یا مدد کرتا ہے سب برابر ہے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ آپ لائق ستائش ہیں۔''

وَ جِبْرِيْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْنَا
وَ رُوْحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهٗ كِفَاء

''جبریل علیہ السلام ہمارے لیے اللہ کی طرف سے پیغام لانے والے ہیں اور روح القدس جبریل کی برابری رکھنے والا کوئی بھی نہیں۔''[1]

منکروں اور ادیبوں سے التجاء:

میں ہر ادیب مفکر اور صحافی سے نہایت ہی باادب ہو کر اور آہستہ سے اس کے کان میں یہ درخواست کرتا ہوں، اور میڈیا سے متعلقہ افراد سے التماس کرتا ہوں اور جس کی تحریر بھی پڑھی یا دیکھی جاتی ہے اور جس کی آواز بھی سنی جاتی ہے۔ ان سے عرض گو ہوں کہ تم بھی کلمہ حق کے ذریعہ اسلام کی خدمت کر سکتے ہو، اسلام کے دفاع، حبیب کبریاء ﷺ کی سنت کے دفاع، علمائے کرام جو کہ اسلام کی سرحدوں پر کھڑے، اپنی جان اور مال سے اسلام کے لیے کام کر رہے ہیں، ان کا دفاع کر سکتے ہو۔

[1] مسلم: ٢٤٩٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم یہ بھی کر سکتے ہو کہ ایک ہی کارواں کی صورت اختیار کر جاؤ، اور اسلام کا ہلالی پرچم بلندیوں پر لہراؤ، تم نفاق، اور منافقوں کے پردے چاک کر سکتے ہو، اور وہ جراثیم جو اس مبارک امت کے جسد خاکی میں فساد بپا کر رہے ہیں انھیں نیست و نابود کر سکتے ہو۔ ہم سب کے لیے، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بہترین اسوہ اور عظیم الشان قدوہ ہیں۔ انھوں نے اپنی زبان، اپنے اشعار اور اپنا کلام و بیان سب کچھ اللہ کے دین کی نصرت میں صرف کیے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام جیسے فرشتوں کے سردار کے ذریعہ ان کی تائید فرمائی۔

جان رکھو! اللہ جل جلالہ وہ بادشاہ ہے وہ اب بھی قادر ہے کہ جبریل میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کے ذریعہ تمھاری تائید کر سکے۔ بشرطیکہ تم اللہ کے دین کی نصرت وحمایت میں ایک آدمی کے دل کی مانند ہو جاؤ۔ ان صفاتِ بد سے بچنا جن کے بارے میں اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝﴾ (البقرة: ٢٠٤)

”بعض لوگ ہیں دنیا کی زندگی میں تمھیں ان کی بات بہت بھلی لگے گی اور جو ان کے دل میں ہے۔ اللہ کو اس پر گواہ بناتے ہیں حالانکہ یہ سخت جھگڑالوں ہیں اور جب یہ سرپرست بنتے ہیں، تو زمین میں فساد کرتے ہیں اور کھیتی اور نسل کو برباد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے۔

جب ان سے کہا جاتا ہے اللہ سے ڈرو تو انھیں گناہ کے ساتھ اکڑ پکڑ لیتی ہے ان کے لیے دوزخ کافی ہے جو کہ برا بچھونا ہے۔“

مبارک باد کے مستحق ہی وہ لوگ جو اپنا قلم، زبان اور ہر چیز اس دین کے چشمۂ صافی کے دفاع میں استعمال کرتے ہیں جس طرح حضرت حسان اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے استعمال کیے تھے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

87

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی جمال آراء زندگی کا تذکرہ

سردارِ دو جہاں، سرور پیغمبراں، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اے میرے اللہ! اسے جمال پوش کردے۔ یہ صفحات در صفحات جنھیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تاریخ کی جبین دلنشین پر رقم کیا ہے اور جن کی نورانیت سے اس کا چہرہ دمک رہا ہے۔ انھیں صفحات میں سے ہم جلیل القدر صحابی حضرت قتادہ بن نعمان بن زید بن عامر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا روشن باب بیان کرتے ہیں۔ یہ امیر المجاہد، ابو عمر، انصاری، ظفری، بدری ہیں۔ یہ نجیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ یہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے ماں کی طرف سے بھائی تھے۔[1]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس فجر کے انتظار میں تھے۔ جس میں کائنات کا ہر گوشہ نورِ توحید و ایمان سے جگمگا اٹھے۔ جب کہ زمین مکہ شرک، سرکشی اور زیادتی کی تاریکی سے بھری پڑی تھی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں اس بات کو پختہ کر رکھا تھا کہ اس کائنات کا ایک الٰہ ہے جو بہت عظیم ہے اور یہ شب تاریک دراز نہیں۔ اس رات کے تاریک لحظوں کی ابتداء صبح نو کی نوید لے کر آئے گی۔

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

اللہ حق جل وعلا کی مشیت ہوئی تو اس نے نورِ فجر طلوع کر دیا تاکہ کائنات کی بشریت اپنے دلوں کو نورِ توحید و ایمان سے منور کرے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو چکی ہے اسی وقت فوراً اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کے دریچے واہ کردیئے اور اس دینِ عظیم کے لیے ان کا سینہ کھول دیا اور یہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دعوتِ اسلام قبول کرنے کا اعلان فرماتے ہیں۔

ادھر ایمان ان کے گوشہائے دل کی گہرائیوں تک رسائی حاصل کرتا ہے تو اِدھر یہ اپنی تمام زندگی اللہ جل وعلا کے لیے وقف کردیتے ہیں۔ اور دین کی نصرت وحمایت میں کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ تمام معرکوں میں شریک ہوتے ہیں اور

[1] السیر: ۲/ ۳۳۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے حوض کا دفاع کرتے ہیں اور کائنات کو بتا دیتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم صرف بطولت و جوانمردی، فدا کاری اور قربانی اور بذل وعطا جانتے ہیں اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔

غزوۂ بدر ہوا تو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس میں گھس جاتے ہیں اور ان کا دل شوق شہادت میں تڑپ رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ قیمتی آرزو پوری نہ کی تھی لیکن اللہ کا ارادہ انھیں ایک بڑا اعزاز دینے کا تھا۔ اس شہادت کے عوض انھیں یہ شان دیتے ہیں کہ ان کی آنکھ کی پتلی ان کے رخسار پر بہہ گئی حبیبِ کبریاء ﷺ اٹھے اور ان کی آنکھ کو اللہ کے حکم سے اس کی جگہ پر لوٹا دیا۔

تفصیل سماعت فرمائیں:

عاصم بن عمر اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں اور اپنے دادا حضرت نعمان بن قتادہ ان کی آنکھ جنگ بدر میں بہہ گئی اور رخسار پر گر گئی، لوگوں کا ارادہ تھا اسے کاٹ دیں، انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ سے پوچھا، آپ نے فرمایا نہیں اسے کاٹنا نہیں، انھیں بلایا اور اپنی ہتھیلی سے آنکھ کو اس کی جگہ پر ٹکا دیا۔ انھیں پتہ نہ چلتا تھا میری کون سی آنکھ زخمی ہوئی ہے۔ کیونکہ آپ نے دعا فرمائی تھی اے میرے اللہ! اسے جمال پوش کر دے یہ آنکھ دوسری سے بھی زیادہ تیز نظر تھی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ احد میں ہوا تھا۔ [1]

جہادی سرگرمیاں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ تمام معرکوں میں حاضر ہوئے۔ بنوظفر کا جھنڈا فتح مکہ کے دن ان کے ہاتھ میں تھا۔

حبیبِ کبریاء ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ کے سیرت و کردار اور علم و اخلاق کے مینارۂ نور سے اقتباس کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حبیب کبریاء ﷺ نے وفات پائی تو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ غمگین ہوئے۔ قریب تھا کہ جگر ریزہ ریزہ ہو جائے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، اپنا مال اور جان، اللہ کے لیے اور اس کے دین کی نصرت میں صرف کرتے رہے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت تک اس میں مصروف رہے۔ یہ دونوں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی بڑی قدر کرتے تھے اور بہت اونچا مقام دیتے تھے۔

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب شام کی طرف گئے تو مقدمۃ الجیش پر حضرت قتادہ کو مقرر کیا تھا یہ قابلِ ذکر تیر اندازوں میں سے تھے۔ پینسٹھ برس زندہ رہے۔ مدینہ منورہ میں ۲۳ ہجری میں فوت ہوئے اور انھیں دفن کرنے کے لیے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ خود ان کی قبر میں اترے۔ [2]

[1] سیرۃ ابن ھشام: ۳/ ۶۰۰، طبقات: ۳/ ۳۴۶، بیھقی فی الدلائل: ۳/ ۲۵۱، الاصابہ: ۸/ ۱۳۹، البدایۃ: ۴/ ۳۸.

[2] السیر: ۲/ ۳۳۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معطر سیرت:

جو سیرت و کردار، ایمان اور اللہ کی راہ میں جہاد سے لبریز ہو، اس کی مہک تا دیر رہتی ہے۔ ایسے صاحب کردار کو یادگار بنا دیتی ہے۔ اور مومن دلوں میں اس کی یاد کو پائیدار کر دیتی ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے، حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس آتے ہیں، ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا۔ نوجوان آپ کون ہو؟ انھوں نے کہا: میں اس کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ اس کے رخسار پر بہہ پڑی تھی، حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اسے اپنے دستِ مبارک سے اسے اپنی جگہ پر لوٹایا تھا۔ وہ اس حالت میں لوٹ آئی جو پہلے تھی اس سے بھی بہتر حال تھی۔ واہ کیا خوب ہے وہ آنکھ اور کیا خوب ہے وہ ہاتھ جس نے آنکھ واپس لوٹائی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا: ایسے آدمیوں کو ہم سے کچھ لینے کا وسیلہ ڈھونڈنا چاہیے اور کہا۔ یہ اچھے کارنامے ہیں کوئی دودھ کے پیالے نہیں جن میں کچی لسی ڈالی گئی ہو جو بعد میں پیشاب میں بدل جاتی ہے۔ [1]

یعنی جن کے بڑوں نے دین کے لیے کارنامے سرانجام دیئے ہوں، ہم ان کی قدر کرتے ہیں جو کارنامے سرانجام نہیں دیتے وہ بے فائدہ ہیں۔

[1] صفة الصفوة: ۱/ ۹۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

88

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حیاتِ بلند پایہ کا تذکرہ

یہ وہ بلند پایۂ پیکر محبت ہیں کہ ان کی گواہی مسلمانوں میں سے دو آدمیوں کے برابر قرار دی گئی ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا فرض قرار دی ہے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راہ اپنائے گا اس پر جنت کی راہ بند کردی ہے۔

اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا
گلے میں پہن لو کرتہ محمد کی غلامی کا

جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلے گا اللہ تعالیٰ اس کا سینہ کھول دیتے ہیں اور اس کا بوجھ اٹھا لیتے ہیں اور جو آپ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اس پر ذلت و پستی مسلط کردیتے ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے تمام لوازمات اداء کرنے پر مستعد رہتے تھے۔ انھوں نے اپنے باپ، اپنی مائیں اور اپنے بیٹے سب آپ کی محبت پر فدا کردیے تھے اور آپ کی حفاظت میں لڑتے رہے، آپ کے جھنڈے کو بلند کیا، آپ کی سنت کی عزت کی، آپ کی شریعت کی حمایت کی۔ یہی وجہ ہے آپ دنیا سے رخصت تب ہوئے تھے۔ جب جزیرۂ عرب اسلام کے زیر اثر آچکا تھا اور اس کے ہر کونے میں توحید کا پرچم لہرا رہا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین باحسان رحمہم اللہ نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔ لا الٰہ الا اللہ کی تیغ آبدار سے دلوں کو فتح کرتے جارہے ہیں اور صحابۂ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کی آپ سے سچی محبت کی علامات نمایاں ہوچکی تھیں۔

آہ! آج بھی مسلمانوں کو اس کی بہت ضرورت ہے کہ ہم بھی ان ایمانی مواقف پر ڈٹ جائیں جن سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنے کی ہمت پیدا ہوتی ہے اور آپ کی سنت کی اتباع میں جلدی جلدی عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور آپ کی شریعت کی پابندی جنم لیتی ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کی بنیادی گرہ ہے آپ کی سنت کی پابندی اور آپ کی سیرت کی اتباع، اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کی شناخت ہے۔

کتاب و سنت کے دلائل بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے وجوب پر دال ہیں بلکہ باپوں، بیٹوں اور تمام لوگوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ محبت واجب ہے۔ ❶

ہم درج ذیل سطور میں یگانۂ روزگار آدمی کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی محبت اور تصدیق رسولِ اکرم ﷺ سے حد درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ حضرت خزیمہ بن ثابت بن فاکہ بن ثعلبہ بن ساعدہ، فقیہ اور جلیل القدر صحابی تھے۔ ابو عمارہ ان کی کنیت ہے۔ انصاری، خطمی، مدنی اور ذوالشہادتین نسبت تھی۔ ایک قول ہے بدری تھے، مگر صحیح یہی ہے کہ یہ احد اور بعد والے معرکوں میں شریک ہوئے تھے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکروں میں سے کبار آدمیوں میں شمار ہوتے تھے۔ صفین کے دن شہید ہوئے تھے۔ ۳۷ ہجری میں شہید ہوئے۔ بنو خطمہ کے علمبردار تھے اور موتہ میں بھی حاضر ہوئے۔ ❷

یہ ہے حقیقی فخر:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے دو قبائل نے آپس میں فخر میں مقابلہ کیا۔ اوس نے کہا ہمارے اندر حضرت حنظلہ بن راہب رضی اللہ عنہ ہیں جنھیں فرشتوں نے غسل دیا اور ہم میں سے وہ ہیں جن کے لیے عرش الٰہی جھوم اٹھا، ہم میں سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہیں اور ہم میں سے وہ بھی ہیں عاصم بن ابی افلح ہیں جن کی میت کی بھڑوں نے حفاظت فرمائی اور ہم میں سے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں جن کی گواہی دو شہادتوں کے برابر قرار دی گئی ہے۔ ❸

دو گواہیوں کا شرف کیسے حاصل ہوا:

امام زہری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عمارہ بن خزیمہ انصاری نے بتایا کہ اس کے چچا نے بیان کیا کہ جو کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک گھوڑا ایک دیہاتی سے خریدا۔ نبی ﷺ نے اسے پیچھے آنے کے لیے کہا کہ آؤ میں گھوڑے کی قیمت ادا کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے تیزی سے چلنا شروع کیا مگر دیہاتی سست رفتار تھا۔ لوگوں کو علم نہ تھا کہ آپ نے یہ خرید لیا ہے وہ اس دیہاتی سے بھاؤ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ بعض نے دیہاتی کو اس سے بھی زیادہ قیمت دینے کی آواز دے دی جتنے میں نبی اکرم ﷺ نے خریدا تھا۔

دیہاتی نے نبی اکرم ﷺ سے کہا اور پکارا کہ اگر تم نے یہ گھوڑا خریدنا ہے تو خرید لو، وگرنہ میں اسے فروخت کردوں۔ اس کی آواز سن کر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں نے یہ گھوڑا تجھ سے خرید لیا ہے دیہاتی نے کہا واللہ! میں نے نہیں فروخت کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے تجھ سے یہ گھوڑا خریدا ہے۔ نبی ﷺ اور اس دیہاتی کے درمیان تکرار ہو رہی تھی لوگ جمع ہو گئے، دیہاتی نے کہا چلو اگر میں نے فروخت کیا ہے تو اس پر گواہ لاؤ کہ جو گواہی دے کہ میں نے یہ آپ کے ہاں فروخت کیا ہے جو مسلمان بھی آتا تو دیہاتی سے کہتا افسوس ہے نبی ﷺ ہمیشہ سچی بات ہی کرتے ہیں۔ اتنی دیر میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ آ گئے نبی ﷺ اور دیہاتی کے درمیان تکرار کو غور سے سنا، دیہاتی نے کہا: گواہ لاؤ، گوہی دے کہ میں نے یہ گھوڑا تم سے فروخت کیا ہے۔

❶ التوبة:٢٤، مواقف ایمانیہ، احمد فرید:١٩٠. ❷ السیر: ٢/ ٤٨٥.

❸ الاصابہ:٣/ ٩٤، اسنادہ صحیح، العدوی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دے دی کہ میں گواہی دیتا ہوں تم سے یہ گھوڑا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ سے کہا تم کیوں گواہی دیتے ہو تم تو موجود نہ تھے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تصدیق پر میں نے بھی گواہی دے دی ہے اس دن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دی۔ ❶

دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب آپ نے کہا خزیمہ تم تو موجود نہ تھے گواہی کیوں دیتے ہو کہا، اگر میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کہ آپ کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے تو میں آپ کی اس زمین والی بات کی کیوں تصدیق نہ کروں۔ خطابی تبصرہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی پر حکم اپنے علم کے ذریعہ لگایا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نیکوکار اور سچے تھے۔ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی اس میں تاکید کے قائم مقام تھی اور مد مقابل پر اس گواہی کے ذریعہ غلبہ کا اظہار تھا۔ اس کی صورت یہی بنتی ہے کہ یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کے لیے تمام قضیہ جات میں دو آدمیوں کی گواہی کے برابر ہوئی اس لیے آپ نے ان کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا۔ ❷

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی فرمانبرداری:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جب علم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر ہے تو فوراً اسی لحظہ انھوں نے اس پر عمل کیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قرآنِ پاک کو جمع کر رہے ہیں وہ آیت کو اس وقت تک درج نہ کرتے تھے جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دو عدل والے گواہی نہ دیتے تھے جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو یہ علم ہوا کہ حضرت خزیمہ کی گواہی دو آدمیوں کے برابر ہے تو ان سے قرآن پاک لینے اور گواہی نہ لیتے تھے۔

حضرت خارجہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ دوسرے مصاحف سے میں ایک مصحف تیار کر رہا تھا میں سورۃ الاحزاب کی ایک آیت سنا کرتا تھا وہ مجھے صرف حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس سے ملی کسی کے پاس نہ تھی اور ان کی گواہی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا اس لیے میں نے انہی پر اکتفا کیا۔ ❸

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے عابدانہ اور قیام والی صیام والی اور اللہ کی راہ میں مجاہد کی حیثیت سے زندگی گزاری اور شہادت گاہوں کی جستجو میں تھے تاکہ ایک انسان کا جو خاتمہ ہوتا ہے وہ بہترین اختتام والا ہو جس کے ساتھ وہ زندگی ختم کرے۔ یہ شہادت جنگِ صفین میں حاصل ہوگئی اس دن شہید ہوئے اور بہشتوں میں حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا بیٹھے۔

رضی اللہ عنہ و عنھم اجمعین

❶ احمد: ۵/ ۲۱۵، ابوداؤد: ۳۶۰۷، اسنادہ صحیح ارنؤوط۔

❷ صفۃ الصفوۃ: ۱/ ۲۹۹۔ ❸ بخاری: ۲۸۰۷، ترمذی: ۳۱۰۳، طبرانی کبیر: ۳۷۱۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

89

حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی حیاتِ سرفروش کا تذکرہ

یہ دونوں نوجوانانِ باوفا اس امت کے فرعون، ابوجہل کو مارنے والے ہیں ہم درج ذیل سطور میں ایک مبارک نمونہ پیش کرتے ہیں جو اس امتِ مسلمہ کے نونہالوں کے لیے بہترین اور پاکیزہ طریقہ ہے جس پر یہ گامزن ہوں۔ یہ ان سے سیکھیں، اللہ کے دین کے لیے دوستی کیسے ہوتی ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیسے حاصل ہوتی ہے اور غیرت کس چیز کا نام ہے۔ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس میں اکثر مسلمانوں کے دلوں کی فطرت کا پیمانہ الٹ چکا ہے۔ الا ماشاء اللہ کم ہیں جو سیدھے ہیں۔ آج کے وقت میں ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی گلوکار سے پیار رکھتا ہے تو اس کے بارے میں تنقید کی ایک بات سننا گوارا نہیں کرتا یا کسی کھلاڑی سے اسے محبت ہے تو اس کی مہارت پر حرف گیری کا ایک لفظ سننے کو تیار نہیں۔ مگر ان کے سامنے جب کوئی حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ٹھٹھا کرتا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت یا سیرت کی تنقیص کرتا ہے تو یہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ آہ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

میں اپنے ان تمام لوگوں کی خدمت میں یہ تاریخی واقعہ ہدیہ کر رہا ہوں۔ قلم کے الفاظ جسے شرمندۂ تعبیر کرنے سے بے بس ہیں۔ یہ اتنا عظیم اور پرہیبت واقعہ ہے زبان قلم سے اسے بیان نہیں کر سکتی۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دولڑکے ہیں۔ سنتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل گالیاں دیتا ہے یہ سن کر ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے ایک لمحہ برداشت نہیں ہوا کہ وہ خبیث اس دھرتی پر زندہ ہو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے انھوں فوراً یہ عزم کیا کہ جائیں اور اسے قتل کر دیں۔

آیئے ہم جلیل القدر صحابی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ داستانِ حق سنتے ہیں جو کہ اس کے چشم دید گواہ ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جنگِ بدر کے دن میں ایک صف میں کھڑا ہوں۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو میری دائیں جانب بھی ایک نوجوان ہے اور میری بائیں جانب بھی ایک نوجوان ہے۔ میں دل میں سوچ رہا ہوں کہ میری دونوں جانب جنگی نقطہ نظر سے غیر محفوظ ہیں۔ میں ابھی اسی خیال میں مگن تھا کہ اچانک ایک خفیہ انداز پر پوچھتا ہے تاکہ دوسرے کو علم نہ ہو چچا جان! مجھے ابوجہل دکھاؤ میں نے کہا! بھتیجے۔

تمھیں اس سے کیا کام ہے اس نے کہا مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اس نے یہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک ہی بس نہیں کیا بلکہ کہا۔ اس ذات کی قسم میری جان جس کے ہاتھ میں ہے اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو پھر میں نہیں یا وہ نہیں یہ وقت ہی بتائے گا پہلے کس کا کام ہوتا ہے اور کیا انجام ہوتا ہے یہ سن کر میں حیران ہوا اور تعجب میں پڑ گیا۔ ابھی میری حیرانگی دور نہ ہوئی تھی کہ دوسرے نے اشارہ کیا اور یہی بات دہرائی۔

قسم کھائی ہے کہ مرجائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے کہ وہ گالیاں دیتا ہے محبوب باری کو

اچانک میری نظر اٹھی تو میں نے دیکھا کہ ابوجہل لوگوں میں گھوم رہا ہے میں نے کہا کیا یہ آدمی دیکھ رہے ہو یہی وہ آدمی ہے جس کے متعلق تم پوچھ رہے تھے یہ سنتے ہی اپنی تلواروں کو لیے وہ شاہینوں کی مانند دوڑے اور ایسے کاری وار کیے کہ اسے قتل کر دیا۔

اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آ گئے تو آپ نے دریافت کیا تم میں سے کس نے قتل کیا ہے دونوں نے کہا میں نے قتل کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تم نے تلواریں صاف تو نہیں کر دیں کہا نہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلواروں کو دیکھا تو فرمایا تم دونوں نے قتل کیا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل سے حاصل ہونے والا مال سلب جو اس کی تلوار وغیرہ یا دیگر سامان جو اس کے پاس تھا یہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح کو دیا تھا۔ [1]

ابن اسحاق نے مزید تفصیل بیان کی ہے کہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح کہتے ہیں، میں نے اپنی قوم کے لوگوں سے سنا تھا کہ ابوجہل درختوں کے ایک جھنڈ میں محفوظ ہے اسے قتل کرنا اور اس تک رسائی حاصل کرنا ممکن نہیں اور پھر مشرکوں کی تلواریں اور نیزے اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ میں نے نشانہ ہی اسے رکھا، جب ممکن ہوا تو میں نے اس کے قدم پر تلوار ماری اس کا قدم اس طرح اڑ گیا جس طرح گٹھلی کوٹنے کے آلہ کے نیچے سے نکل جاتی ہے۔

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر ضرب لگائی اور میرا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس کا چمڑا میرے پہلو میں چمٹا ہوا تھا۔ جو لڑائی میں رکاوٹ ڈال رہا تھا۔ میں نے اس پر پاؤں رکھا اور وجود کا دباؤ ڈالا وہ بازو میں نے الگ کر دیا ابوجہل زخمی ہو کر گرا تو معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے بھی اسے مارا مگر ابھی مرا نہیں تھا آخری سانسوں پر تھا۔ تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا اس کے بعد حضرت معوذ رضی اللہ عنہ لڑتے رہے آخر شہید ہو گئے اسی لیے ابوجہل کا مال سلب بھی مجھے ہی ملا تھا۔ معوذ تو شہید ہو گئے تھے۔ [2]

واہ! یہ کیسی نادر المثال شجاعتیں ہیں اور راہِ حق پر ثابت قدمی کی عظیم مثالیں ہیں۔

امت کی اٹھان کی طرف قدم کیسے ممکن ہے:

واللہ! یہ ایک مہیب منظر ہے جو کہ ایک ایماندار کو برانگیختہ کرتا ہے اور ایک سوال بار بار ذہن میں آتا ہے کہ میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اپنی اولاد کی تربیت اس انداز پر کروں کہ وہ بھی ان ہونہار معاذ اور معوذ جیسی پاکباز ہو جائے۔

[1] بخاري: ٣١٤١، مسلم: ٤٢، (١٧٥٢) [2] سيرة ابن هشام: ٢/ ٤٦٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقیناً آج ہمیں اشد ضرورت ہے ہم اپنی اولاد کی تربیت اللہ تعالیٰ سے محبت اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنیاد پر کریں تاکہ ہماری اولاد پاکیزہ اور مبارک بن کر پروان چڑھے یہ اللہ سے ایسی محبت کرے جو نافرمانی کرنے کے لیے رکاوٹ ہو، اور یہ محبت اسے بالوں سے پکڑ کر اللہ کی اطاعت و رضوان کی طرف لائے اور اس دین کی نصرت و حمایت میں اس کی سرگرمی کو ہمت پر ابھارے۔ ہمیں آج اس چیز کی بھی سخت ضرورت ہے کہ ہم بچوں کو ایک پیشوا دیں اور اس سے وابستہ کریں اس بارے میں معلم اوّل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ سب سے بہترین قدوہ اور اسوہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝﴾ (الاحزاب:۲۱)

”تمہارے لیے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نمونہ ہیں اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہے اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔“

روزانہ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی اولاد کو حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نہ کوئی سنت کی تعلیم دیں تاکہ یہ نسل سنت آشنا ہو۔ بدعت سے نفرت کناں ہو، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوہ بنانے والی اور آپ کے عمل کو قدوہ بنانے والی ہو۔ آج ہمیں اس چیز کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ ہم اپنی اولاد کو دامن سے پکڑ کر حفظ القرآن اور اس پر عمل کی طرف رغبت دیں کیونکہ نصرت الٰہی آیات قرآنی کے ساتھ زندگی گزارنے سے ہی نازل ہوتی ہے کیونکہ یہ قرآن کریم ہی مثالی مبارک اور حقیقی زندگی سے ہمکنار کرتا ہے۔

حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسی قرآن کے سائے میں تربیت پائی تھی ان کے جسم کا ہر قطرۂ خوں اور ان کی چشم پرسوز کا ہر آنسو، قرآنِ پاک کے حروف کی آمیزش سے رواں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝﴾ (الفرقان:۳۰)

”اور رسول کہے گا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو بے قدر چھوڑ دیا تھا۔“

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، اہل فارس کے خلاف جنگوں میں ایک جنگ کے دوران مسلمانوں کے ایک خیمہ کے پاس سے گزرتے ہیں رات کا وقت تھا، انھیں سنا وہ قرآنِ پاک پڑھ رہے ہیں تو کہنے لگے اس طرح رب کی مدد اترتی ہے۔ ایک دوسرے خیمہ کے پاس سے گزرے وہاں کے لوگ سوئے ہوئے تھے کہا یہ ہے ناکامی کا طریقہ۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کی والدہ ماجدہ ان سے کہتی تھیں ابھی یہ چھوٹے تھے۔ بیٹے! جو آیت بھی سیکھو خود کو اس پر پیش کیا کرو، اگر اپنے علم سے خشیت پاؤ اور اس میں اضافہ ہو تو ٹھیک ہے، وگرنہ جان لینا یہ علم و بال جان بن جائے گا۔ ہمیں آج اس چیز کی بھی سخت ضرورت ہے کہ ہم اپنے بیٹوں کو انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرت سکھائیں، خصوصاً پیغمبر آخر زماں حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ضرور سکھائیں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت بھی سکھائیں انھیں غزوات کا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ کرائیں تاکہ یہ جان سکیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح اپنے مال اور جان کی قربانی دیتے تھے۔ اور لا الہ الا اللہ کی سربلندی اور اللہ کے دین کی خاطر کس طرح جفاکش تھے۔ ایک سلفی کا قول ہے ہم اپنی اولاد کو سیَر و مغازی ایسے ہی سکھاتے تھے جس طرح ہم انھیں قرآنِ پاک کی سورت سکھاتے تھے۔

برادرانِ گرامی قدر! اپنی اولاد کی ایسی تربیت کرو، یہ قائد بنیں، غلام نہ ہوں اور انھیں اس قابل بنادو کہ یہ خلیفہ بن جائیں اور امت مسلمہ کی صفوں میں اتحاد پیدا کریں اور چھینے گئے مقدس مقامات دشمن سے واپس لے سکیں۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب ہم اپنی اولاد کی تربیت اس نہج پر کریں گے اگر ایسا نہیں کریں گے تو پھر ناممکن ہے کہ ہم کامیاب ہوں۔

امت کی اٹھان تب ہی ہوگی جب یہ کام کرے گی ایسی نسل تو تیار کرے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھے اس سے محبت رکھے، تو پھر ان سے اللہ تعالیٰ اسلام کی نصرت اور ہر جگہ اور مسلمانوں کی عزت دوبالا کرنے کا کام لے گا۔

سبق پڑھ پر صداقت کا شجاعت کا امانت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت پائی اور ان کی اولاد نے ان سے تربیت پائی اور قرآن و سنت پر عمل پیرا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو ان کے ذریعہ معزز بنایا تھا۔

وہ معزز تھے زمانہ میں مسلمان ہوکر
خوار ہوئے ہم آج تاریک قرآں ہو کر

رضی اللہ عنہما و عنہم اجمعین

ہم اللہ تعالیٰ سے التماس کرتے ہیں کہ وہ اس امت کی پشتوں سے ایسے مردانِ کار نکالیں جو حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہما جیسے نوجوانِ غیرت نشاں ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

90
حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کی خیر سے معمور زندگی کا تذکرہ

سرتاج قریش فخر اولیاء پیکر مہر و وفا، سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ ہمارے آج کے شاہسواروں میں سے بہترین شاہسوار حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ انصاری صحابہ کرام میں سے ایک آدمی، رسولِ اکرم ﷺ کا شاہسوار ہونے کا لقب پانے کی سعادت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ تمام شاہسواروں میں سے یگانہ اور نامور ہے۔ مضبوط عادت والا ہے۔ علو ہمت کا پیکر ہے۔ اور نیزہ بازی اور شمشیرزنی کا ماہر بھی ہے۔ مگر رسولِ اکرم ﷺ کا شاہسوار ہونا یہ ایک ایسا شرف و تکریم ہے جس کے لیے کسی دوسری عظمت کی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

اس نے غزواتِ نبوی کی تاریخ کے میدانوں میں بہت دلکش صفحات رقم کیے ہیں اور تاریخ اسلام میں بہادری کے نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ یہ اس وقت سے میدانِ وغا میں گردش کر رہے ہیں جب سے اللہ تعالیٰ مظلوم مسلمانوں کو قتال کی اجازت دی ہے اور ان ستم رسیدگان کی نصرت پر اپنی قدرت کا اعلان کیا ہے اور اس وقت تک گھومتا رہا۔ جب تک اس کا تر و تازہ چہرہ یقین کے انوار و تجلیات سے چمکتا ہے، جسے رسولِ اکرم ﷺ کی دعائے مستجاب کی کرامت و برکت کے غازہ نے اور تابدار بنا دیا تھا یہ مسکراتا رہا ہے۔ یہ نجیب اور پاکیزہ سادات میں سے تھا۔

اس شاہسوار کی سیرت ایسی شیریں اور دلربا ہے کہ دامن دل کو کھینچتی ہے وجہ یہ ہے یہ مؤثر نصیحتوں اور شاہسواری کی تاریخ حصہ میں مناسب وقفوں سے لبریز ہے اور جہادِ اسلامی کے غلغلوں سے معمور ہے۔ یہی کافی ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو لوگوں میں شجاع ترین ہیں اور مردوں کے رمز شناس ہیں وہ اس کا نام اللہ کا شیر تجویز کرتے ہیں۔ ہاں ہاں ہمارا یہ بطل اسلام سید الفرسان، اور بہادروں میں سے سب سے زیادہ بہادر، اخیار ابرار اور فضلائے صحابہ میں سے تھے جس کی شجاعت، فروسیت اور قوت کی تعریف، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمائی کہ ہمارا بہترین شاہسوار، ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ہے۔ [1]

یہ حضرت ابوقتادہ انصاری سلمی رضی اللہ عنہ، فارس رسولِ ﷺ ہیں، احد، حدیبیہ میں حاضر تھے۔ متعدد احادیث روایت کی ہیں ان کا اصل نام حارث بن ربعی ہے صحیح یہی ہے ویسے ایک قول نام کے متعلق ہے کہ لقمان تھا ایک قول ہے عمرو تھا۔ [2]

[1] فرسان من عصر النبوة: ٦٨٩۔ [2] السیر: ٢/ ٤٤٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سعادت کی ابتداء:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے فتنوں کی تلاطم خیز موجوں میں گھس کر نجات تلاش کی وگرنہ جس جاہلیت میں انسان زندگی گزار رہا تھا اس سے نکلنا آسان نہ تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور ساری کائنات ایمان و توحید کے نور سے چمک اٹھی۔ وہ لمحہ آن پہنچا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو سعادتِ دارین سے ہمکنار کریں تو ان کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا یہ اسلام کی جانب چلے تاکہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسلام کی چھاؤں میں راحت پائیں تو ان کے قدم ہوا سے باتیں کر رہے تھے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ایک ایسے شاہسوار تھے جن کی غبار راہ تک رسائی پانا بھی آسان نہ تھا۔ انھوں نے خدمتِ دین کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ ان کی تمنا تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں حکم دیں اور یہ اسی لمحہ، اس دین کو پوری محبت و فاداری، قربانی اور اخلاص کے ساتھ دنیا میں نافذ کریں۔ اس میں اختلاف ہے یہ غزوۂ بدر میں شریک تھے یا نہیں، تاہم یہ بالاتفاق احد اور بعد والے معرکوں میں شریک تھے۔ اور ان غزوات میں بہت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا اور اس طرح مصروف پیکار ہوئے کہ دل کی گہرائیوں سے شہادت کے تمنائی تھے۔

فداکاری کی راہ میں چلتے ہوئے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سلام بن ابی الحُقَیق یہودی کے قتل میں شریک ہوئے، یہ یہودیوں میں سے بڑا مجرم تھا جس نے مسلمانوں کے خلاف گروہ اکٹھے کیے اور یہودیوں کی مؤونت بھی کی اور بہت زیادہ مالی اعانت بھی کی۔ یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی کرتا تھا۔ بنو خزرج میں سے انصار کے شاہسواروں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے قتل کی اجازت چاہی کیونکہ کعب بن اشرف کے قتل میں اوس نے کردار ادا کیا تھا۔ [1]

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر سجے تمغے:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہا دعاؤں سے باریاب ہوئے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بہترین شاہسوار کے لقب سے نوازا۔ ہم مختصر طور پر آپ کے سامنے ان تمغوں کا ذکر کرتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینۂ صدق خزینہ پر سجائے تھے۔

آج کا بہترین شاہسوار:

غزوۂ غابہ یا غزوۂ ذی قرد کی بات ہے اس میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی معطر کارنامہ سرانجام دیا اس میں ایک شریف لقب سے بہرہ ور ہوئے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شرف بخشا کہ جو قیامت تک ساتھ رہے گا۔

غزوۂ غابہ پہلا غزوہ ہے جو حدیبیہ کے بعد اور خیبر سے پہلے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں غزوۂ غابہ، خیبر سے تین برس پہلے ہوا، جمہور اہل مغازی اور اہلِ سیر کا خیال ہے کہ غزوہ غابہ حدیبیہ سے پہلے تھا۔ میرا اعتقاد ہے کہ صحیح بخاری والی بات زیادہ صحیح ہے۔

[1] فرسان من عصر النبوة: ٦٩.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان روایات کا خلاصہ درج ذیل ہے جو غزوہ غابہ کے بارے میں آئی ہیں۔ میدانِ شاہسواری کے بطلِ حریت اور بنو عدی کے سردار حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

بنو فزارہ نے مدینہ کی چراگاہ پر عبدالرحمن بن عیینہ فزاری کی قیادت میں غارت گری کی۔ میں نے اہل مدینہ کو آگاہ کرتے ہوئے پکارا اور جتنا ممکن تھا لوگوں کو تیر کی زد میں رکھا۔ اور ٹھیک نشانہ پر تیر مارتا رہا۔ اور سنگ باری کرتا رہا۔ اتنی دیر میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہسوار مل گئے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ اور دیگر افراد آ گئے اپنے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پکڑ لیا۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن عیینہ کو نیزہ کا نشانہ مارا اور اسے قتل کر دیا دوسرے لوگ راہِ فرار اختیار کر گئے اور مسلمان مدینہ منورہ کی طرف لوٹے۔ مگر بنو فزارہ کو ایسا سبق دیا کہ وہ ساری زندگی نہ بھول سکتے تھے۔ اس دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہمارے آج کے گھڑ سواروں میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بہترین قرار پائے ہیں اور ہمارے پیادوں میں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بہترین ہیں۔ [1]

وجود اور بالوں میں برکت کی دعا:

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ جنگل کے غازیوں اور شیروں کے شہسوار تھے۔ انھوں نے غزوات کی تاریخ میں نئے باب رقم کیے اس کے ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک دعا سے بھی بہرہ ور ہوئے ہیں جو کہ مستجاب ہوئی تھی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جرأت اور قبولیتِ حکم کی سرعت اور کلمۂ حق اور دین کی بلندی کے لیے دائمی جہاد کو دیکھتے ہوئے یہ دعا کی تھی۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنا سر دھو رہا تھا ایک پہلو دھو لیا تھا کہ میں نے سنا کہ ایک کتیا بھونک رہی ہے اور میرے گھوڑے کے کھر کو تلاش کر رہی ہے میں نے سمجھ لیا یہ جنگ کا وقت ہو گیا ہے۔

میں اٹھا، سر کی دوسری جانب بھی نہ دھوئی تھی میں سوار ہوا۔ ایک چادر زیب بدن تھی اچانک میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے پکار رہے ہیں کہ ابو قتادہ خطرہ ہے خطرہ ہے۔

میں بھاگتا جا رہا تھا حتیٰ کہ میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے ملا اور کچھ دیر ان کے برابر چلتا رہا اس کے بعد میرا گھوڑا ان سے آگے نکل گیا، کیونکہ یہ ان کے گھوڑے سے زیادہ عمدہ تھا۔ حضرت مقداد نے مجھے بتایا کہ مسعدہ نے حضرت محرز کو قتل کر دیا ہے میں نے حضرت مقداد سے کہا۔ یا تو میں مر جاؤں گا یا پھر محرز کے قاتل کو نابود کر دوں گا اور میں نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور مسعدہ سے قریب کیا تو مسعدہ ٹھہر گیا میں نے اتر کر اسے قتل کر دیا اور اس کا گھوڑا اپنے گھوڑے کے پہلو لگا کر لے آیا ابھی میں آ رہا تھا کہ لوگ آپس میں ملے تو انھوں نے میری چادر کی طرف دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ مسعدہ ہے اور ابو قتادہ شہید ہو گئے کیونکہ میں نے مسعدہ والی چادر پہن لی تھی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ ابو قتادہ نے جس کو قتل کیا ہے انھوں نے اس کی چادر پہن رکھی ہے اس کا گھوڑا اور مال رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دے دیا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملے تو دعا کی۔ اے میرے اللہ! ان کے بالوں اور چمڑے میں برکت کر دے اور کہا ابو قتادہ

---

[1] فرسان من عصر النبوة: ٦٩٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہارا چہرہ کامیاب کا چہرہ ہے۔ مسعدہ کو تم نے قتل کیا ہے میں نے کہا۔ ہاں آپ نے کہا۔ تمہارے چہرے میں یہ کیا ہے میں نے کہا مجھے تیر لگا ہے فرمایا۔ میرے قریب ہو جاؤ، آپ نے وہاں لب مبارک لگائی نہ تو وہ زخم رہا نہ ہی کبھی پیپ پڑی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے تو ۷۰ برس کے تھے اور پندرہ برس کے نوجوان معلوم ہوتے تھے۔ اتنا تازہ وجود تھا۔ ❶

اللہ کے شیر:

ایک نہایت ہی خوبصورت بات ہے کہ شہسوار ایک دوسرے کی قدر کریں اہلِ فضل کی برتری اہلِ فضل ہی جانتے ہیں۔ دیکھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو بہت بڑے صاحبِ فضل و افضال ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رضوان کی برکھا برسائے اور بارانِ مغفرت کے بادل برسائے یہ شہسواری کی دنیا میں ان کی قدر و منزلت کرتے ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ شہسواری کے میدان میں بہت زیادہ بلند مقام پر جلوہ گر ہیں۔ غزوۂ حنین کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو اللہ کا ایک شیر قرار دیتے ہیں اور اس لقب کے مستحق تھے۔ ❷

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو کافر کو قتل کرتا ہے اس کافر کے مال کا وہی مالک ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے ایک آدمی کے کندھے کی رگ پر تلوار ماری ہے اس پر زرہ تھی وہ زرہ مجھے نہیں دی گئی۔ ایک آدمی بولا، ہاں میں نے لے لی ہے۔ اسے کچھ دے کر راضی کر دو۔ او یہ زرہ مجھے دے دو۔

رسولِ اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ سے کچھ مانگا جاتا تو آپ دے دیتے تھے یا پھر خاموش رہتے۔ آپ حسبِ عادت خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے، اللہ تعالیٰ اپنے شیروں میں سے ایک شیر کو مال دیتا ہے اور وہ تجھے دے دے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ رسولِ اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا عمر نے سچ کہا ہے۔ ❸

بخاری کی روایت میں، شیر کہنے کی بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

مترجم کہتا ہے مختلف حالتوں میں دونوں نے کہا تھا اور بخاری میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جب وہ زرہ مجھے ملی تو میں نے بنوسلمہ قبیلہ میں اس سے ایک باغ خریدا۔ اسلام میں یہ سب سے پہلا مال ہے جو مجھے بطورِ جاگیر حاصل ہوا۔

ابوقتادہ اللہ تمہاری حفاظت کرے:

یہ ایک مبارک دعا ہے جو نبی اکرم ﷺ کے بابرکت منہ سے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے لیے نکلی ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ہم سے خطاب کیا اور فرمایا: تم نے ایک دوپہر اور ایک رات

---

❶ مستدرک: ۲/ ۴۸۰، الاصابہ: ۷/ ۳۰۳، معجم الصغیر طبرانی: ۲/ ۱۵۲.

❷ فرسان من عصر النبوۃ: ٦٩٧.

❸ احمد: ۳/ ۱۹۰، باسناد صحیح (ارنؤوط)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چلنا ہے اور تم کل ایک چشمہ پر آ ؤ گے۔ ان شاء اللہ

یہ سن کر لوگ چل دیئے ایک دوسرے کو مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ بھی سفر پر رواں دواں تھے۔ رات تاریک ہو چکی تھی میں آپ کے پہلو میں تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ اونگھنے لگے اور سواری کی ایک جانب مائل ہو گئے میں آیا، میں نے آپ کو سہارا دیا۔ بیدار بھی نہ کیا اور آپ سواری پر برابر ہو گئے۔

دوبارہ پھر ایسا ہوا میں نے سہارا دیا اور بغیر جگائے آپ برابر ہو گئے سحری کے وقت اتنے زیادہ مائل ہوئے کہ گرنے کے قریب ہو گئے میں نے سہارا دیا۔ آپ نے سر اقدس اٹھایا اور کہا کون ہے میں نے عرض کی ابوقتادہ ہوں کہا کب سے میرے ساتھ رہے ہو، عرض کی ساری رات سے فرمایا:

" حَفِظَكَ اللّٰهُ بِمَا حَفِظْتَ بِهِ نَبِيَّهُ "[1]

''ابوقتادہ! اللہ تعالیٰ تمہاری نگہبانی فرمائے جس طرح تم نے اس کے نبی کی حفاظت کی ہے۔''

بے انتہاء شجاعت کا پیکر:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فتوحاتِ اسلامیہ کے عظیم شہسوار تھے۔ اور ان سرداروں میں سے ہیں جن پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اعتماد کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں اہلِ فارس کی جانب بھیجا تو انھوں نے خود اپنے ہاتھ سے فارس کے بادشاہ کو قتل کیا اس بادشاہ کے اوپر ایک کمر بند تھا جس کی قیمت پندرہ ہزار درہم تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ انھیں ہی عطاء کر دیا۔[2]

ابن سعد کہتے ہیں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ایک دستۂ فوج لے کر حفرہ جو نجد میں ہے۔ ۸ ہجری میں یہاں گئے، صرف پندرہ آدمی تھے۔ دوسو اونٹ اور دو ہزار بکریاں اور بہت سارے قیدی لے کر آئے۔ اس کے ایک ماہ بعد ایک دستہ بطن اضم کی طرف لے کر گئے۔[3]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو یہ بھی نصیبہ ملا تھا کہ مدینہ منورہ کے والی بھی ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ مروان بن حکم جب مدینہ کے والی ہوئے تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا اور ان سے مطالبہ کیا کہ مجھے وہ مقامات دکھاؤ، جن میں نبی ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے معرکے سرانجام دیے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ان کی ضرورت کے مطابق ان کے ساتھ رہے۔

تاریخی مصادر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے معاون اور مددگار تھے۔ جنگِ جمل میں بھی ان کے ساتھ رہے۔ اور ان کے ساتھ مل کر خارجیوں کے خلاف بھی معرکہ آراء ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کا درجہ بہت بلند تھا۔ اور دیگر تمام معرکوں میں حاضر ہوتے رہے۔[4]

---

1. مسلم: ٦٨١.
2. مختصر تاریخ دمشق: ٢٩/ ١١٦، رجاله ثقات، ارنؤوط.
3. طبقات: ٢/ ١٣٣.
4. فرسان من عصر النبوة: ٧٠١.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور سات تکبیرات کہیں۔ [1]

انتباہ:...... جنازہ میں زیادہ تر عمل چار تکبیرات پر ہے اضافہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا اس کا بھی جواز ہے، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اگرچہ فوت ہو چکے ہیں۔ مگر ان کی سیرت سے عطر بیز خوشبو مہکتی رہے گی۔ اور زمانہ کی جبین کشادہ پر نور بن کر بلند ہوتی رہے گی۔

رضی اللّٰہ عنہ و عنہم اجمعین

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/ ۳۰٤، و رجالہ ثقات (ارنؤوط)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

91

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی حیاتِ باصفا کا تذکرہ

ممدوح عالم، خواجۂ یثرب، امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا: اے میرے اللہ! میں عبداللہ سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ انسان کی اس بات پر معرفت رکھنا اور پھر یقین کا ہونا کہ میں حق پر ہوں، یہ اس دین پر ثابت قدمی کا عظیم سبب ہے۔ دنیا کا ساز وسامان اور اس کی زیبائش بناوٹ اور سجاوٹ کے متعلق تو اس کا خالق خود فرماتا ہے:

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝۲۰﴾ (الحدید:۲۰)

''جان رکھو! دنیا کی زندگانی کھیل اور تماشا ہے زینت اور آپس میں فخر جتانا اور مال اور اولاد میں کثرت جتانا ہے۔ یہ بارش کی مانند ہے جو بونے والوں کو اچھی لگتی ہے انگوری اس کی پھر وہ رنگ بدلتی ہے تو اسے دیکھتا ہے وہ زرد ہے پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ آخر میں سخت عذاب ہے اور اللہ سے مغفرت ہے اور رضا مندی ہے دنیا کی زندگانی صرف دھوکے کا سامان ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ اسلام کو ایک نعمت قرار دیتے ہیں، فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدۃ:۳)

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا ہے۔''

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ نے نعمتِ اسلام کو قلب وقالب سے زندگی کا مشن بنا لیا تھا۔ اس فانی دنیا کی سجاوٹ کو چھوڑ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر کے نکل گئے یہ یتیم تھے ان کے پاس مال نہ تھا۔ ان کے والد فوت ہو چکے تھے۔ کوئی وراثت نہ چھوڑ گئے تھے۔ اس لیے ان کے چچا نے ان کی پرورش کی یہ خوشحال ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ان کا دل اسلام لانے کے لیے بے تاب تھا۔ لیکن چچا کی وجہ سے مسلمان نہ ہوتے تھے حتیٰ کہ کئی سال بیت گئے اور معرکے بھی بپا ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے چچا سے کہا۔ اے چچا جان! میں نے آپ کے اسلام لانے کا بہت انتظار کیا ہے مگر میں دیکھ رہا ہوں تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ مجھے اجازت دو کہ میں دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاؤں چچا نے کہا واللہ! اگر تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تو میں تیرے ہاتھ میں کچھ نہ رہنے دوں گا۔ جو کچھ دیا ہے سب واپس لے لوں گا۔ حتیٰ کہ میں تمہارا لباس بھی اتروا لوں گا۔ ذوالبجادین نے کہا۔ واللہ! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کروں گا اور پتھروں کی پرستش چھوڑ دوں یہ لو جو کچھ میرے پاس ہے وہ لے لو، چچا نے سب کچھ لے لیے حتیٰ کہ تہبند بھی اتروا لیا۔ یہ اپنی ماں کے پاس آئے اس نے ایک چادر کے دو ٹکڑے کیے اور ذوالبجادین کو دے دی۔ انھوں نے ایک ٹکڑا بطور چادر اوپر اوڑھ لیا اور دوسرا تہبند کے طور پر باندھ لیا اور مدینہ آ گئے کیونکہ یہ مدینہ سے باہر ورقان، مقام پر تھے۔ سحری کے وقت مسجدِ نبوی میں آ کر لیٹ گئے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر گہری نظر رکھتے تھے۔ صبح کی نماز سے فراغت کے بعد آپ نے انھیں دیکھا اور پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے اپنا نام عبد العزیٰ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ کا نام اب عبد اللہ ذوالبجادین ہے اور فرمایا میرے قریب ہی قیام رکھنا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں میں سے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ قرآن پاک سیکھا۔ [1]

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ نے بڑی سعادت مندی پالی، ایمان ان کے شغافِ دل میں داخل ہو گیا اور دل نورِ ایمان سے روشن ہوا۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ لحظہ بھر اکتاتے نہ تھے۔ پیارا، پیارے کے ذکر سے کب سیر ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ہو کر رہ گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دل میں بہت زیادہ اثر پا چکی تھی۔ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب میں گزرتے ہوئے ان کے لمحات بہت ہی زیادہ خوشگوار تھے گویا کہ ساری دنیا کی خوشیاں، ان کے دامن میں سمٹ آئی تھیں۔

ریاء کار نہیں اخلاص کا شاہکار ہے:

شرف کا ایک خاص تمغہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ذوالبجادین کے سینہ پر سجایا ہے کہ انھیں اللہ کی طرف رجوع کرنے والا قرار دیا ہے۔

ادرع بیان کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکیداری کرتا تھا ایک رات آپ کسی ضرورت کے لیے باہر تشریف لائے مجھے دیکھا تو میرا ہاتھ پکڑ لیا ہم چلے، تو ایک آدمی کے پاس سے ہمارا گزر ہوا۔ جو نماز پڑھ رہا ہے اور قرآنِ پاک بلند آواز سے پڑھ رہا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید اس وقت اتنی بلند آواز میں تلاوت کرنے سے یہ ریاء کاری کر رہا ہے میں نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ نماز پڑھ رہا ہے اور بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔ پھر بھی ریا کار ہے، آپ نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور کہا تم اس دین کے معاملہ کو ریاء کارانہ غلبہ کے اظہار سے نہیں پا سکتے اس میں اخلاص کی ضرورت ہے۔

اسی طرح ایک اور رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کے لیے پھر تشریف لائے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہم ایک آدمی کے

[1] صفة الصفوة: ١/ ٢٨٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قریب سے گزرے جو نماز پڑھ رہا تھا اور اونچی آواز سے قرآن پڑھ رہا تھا میں نے کہا ہوسکتا ہے یہ کوئی ریاء کار ہو تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں یہ اللہ کی طرف خلوص سے جھکنے والا ہے۔ میں نے دیکھا کہ یہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین تھے۔ جن کے متعلق آپ نے یہ تاثرات بیان کیے۔ ❶

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ایک آدمی سے کہا۔ جسے عبداللہ ذوالبجادین کہا جاتا ہے کہ یہ آہیں بھرنے والے ہیں کیونکہ یہ کثرت سے قرآنِ پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے اور دعاء میں آواز بلند کیا کرتے تھے۔ ❷

لحد میں اترنے کی شان:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مطمح نظر ہی یہ تھا کہ وہ ہمیشہ اس چیز کے آرزومند تھے کہ بہشتوں میں اعلیٰ درجات پائیں انھیں اس فانی دنیا سے زیادہ وابستگی نہ تھی۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ اپنے بھائی عبداللہ ذوالبجادین پر رشک کرتے ہیں جو کہ انھیں عظیم مرتبہ ملا تھا۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادین غزوۂ تبوک میں بغرض جہاد شرکت فرماتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ سے کہتے ہیں۔ میرے لیے شہادت کی دعا فرمائیں نبی اکرم ﷺ نے ان کے بازو پر درخت کا ایک چھلکا باندھا اور کہا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحَرِّمُ دَمَهٗ عَلَى الْكُفَّارِ۔"

"اے میرے اللہ میں اس کا خون کافروں پر حرام کرتا ہوں۔"

عبداللہ کہنے لگے، میرا مقصد یہ نہیں میرا مقصد تو شہادت کا حصول ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عبداللہ! جب تم غازی بن کر گھر سے روانہ ہوں گے تو آپ کو بخار بھی مار دے گا تو تم شہید ہو، یا جانور بھی گرا دے تو شہادت کی موت ہے۔ تبوک میں کچھ دنوں قیام رہا۔ اسی دوران حضرت عبداللہ فوت ہو گئے۔

یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کاش جس قبر میں عبداللہ دفن ہوئے وہ میں ہوتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رات کا نصف ہو گا۔ میں غزوۂ تبوک میں رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ تھا میں نے آگ کا ایک شعلہ سا دیکھا کہ لشکر کے ایک کونہ میں بلند ہوا ہے میں گیا کہ دیکھوں کیا معاملہ ہے دیکھا تو رسولِ اکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور کہتے ہیں کہ عبداللہ ذوالبجادین مزنی رضی اللہ عنہ فوت ہو چکے ہیں۔ ان کے لیے قبر کھودی گئی تو دفن کرنے کے لیے خود رسولِ اکرم ﷺ قبر میں اترتے ہیں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما انھیں لحد میں دفن کے لیے اتار رہے ہیں۔ اور رسولِ اکرم ﷺ انھیں کہہ رہے ہیں اپنے بھائی کو میرے قریب کرو وہ قبر میں ڈالتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ نے عبداللہ کو زمین پر پہلو کے بل لٹا دیا تو کہا: اے میرے اللہ! میں عبداللہ سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔ اس وقت میں نے کہا کاش! اس قبر میں میں ہوتا۔ ❸

---

❶ مجمع: ۱۵۹۸۲، هيثمي، رواه احمد و رجاله رجال الصحيح.

❷ مجمع: ۱۵۹۸۱، احمد، طبراني باسناده حسن.

❸ البدايه: ۲۸/۵، مجمع: ۳۶۹/۹، رواه البزار عن شيخه عباد بن احمد عرزمي و هو متروك الاصابه: ۹۹/۴.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا یہ پہلو کتنا ہی زیادہ درخشاں ہے کہ دنیا سے رخصت ہوئے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلبگار رہیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ کے نزدیک دنیا مچھر کے پر کی حیثیت نہیں رکھتی یہ ایک ایسا سامان ہے جو زوال پذیر ہے۔ اور یہ دنیا عارضی ہے واپس لے لی جائے گی اس کی سعادت بدلتی رہتی ہے چچا کی دولت کو خیر باد کہا۔ تاکہ نعمت اسلام سے وابستہ رہیں جو کہ کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ جو بھی سعادت کا تمنائی ہو اسے یہ ٹھان لینی چاہیے کہ جب وہ دنیا سے جا رہا ہو تو ہر مقام پر اللہ جل وعلا کو ترجیح دے۔ تب کامیاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ﴾ (الانفال: ٢٤)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ اور رسول کی بات قبول کرو تاکہ وہ تمھیں زندہ کریں۔''

اے برادرانِ گرامی شانِ! اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو جاؤ جب لوگ دنیا کی غنا طلب کر رہے ہوں تم اپنے رب کی غنا میں آجاؤ۔ جب یہ دنیا کے حصول سے مسرت کا اظہار کریں تم اللہ سے وابستگی پر خوش رہو جب یہ لوگ اپنے احباب سے مانوس ہو رہے ہوں تم اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو جاؤ، جب لوگ بڑے بڑوں اور بادشاہوں کی دہلیز پر دستک دے رہے ہوں ان کی قربت میں پھر رہے ہوں کہ عزت و رفعت پائیں، تم اللہ سے دوستی گانٹھ لو، عزت و رفعت کے تمام محل تمہارے قدموں میں ہوں گے۔

ایک زاہد کا قول ہے میں اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ایک آدمی یہ سنتا ہے کہ جنت ہے اور دوزخ بھی ہے اور اس پر پھر ایک گھڑی بھی ایسی گزرے جس میں وہ اللہ کی اطاعت کے کام نہ کرے، ذکرِ الٰہی نہ کرے نماز، تلاوت یا حسن سلوک نہ کرے۔ ان سے ایک آدمی نے کہا میں اکثر روتا ہوں، ڈرتا ہوں۔ انھوں نے کہا۔ تم مسکراؤ اور اپنی خطاؤں کا اقرار کرو، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم روو اور اپنے عمل پر اعتماد رکھو کہ یہ مجھے بچائے گا، رحمت کی امید نہ ہو۔ فقط عمل پر سہارا ہو کیونکہ ایسا سہارا سراسر سے او پر نہیں جاتا اللہ کیسے قبول کریں گے۔ اس آدمی نے اس زاہد سے کہا مجھے وصیت کرو۔ فرمایا۔ تم دنیا کو دنیا والوں کے لیے چھوڑ دو، جس طرح انھوں نے آخرت کو آخرت والوں کے لیے چھوڑ دیا ہے۔

دنیا میں شہد کی مکھی کی مانند ہو جاؤ، اگر وہ کھاتی ہے تو پاکیزہ کھاتی ہے اگر شہد کھلاتی ہے تو عمدہ کھلاتی ہے اگر وہ کسی چیز پر گر جاتی ہے تو اتنی ہلکی ہوتی اس چیز کو خراش تک نہیں آتی اس طرح تعمیری زندگی گزاروں۔ [1]

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

---

[1] الفوائد، امام ابن القیم: ١٧٢.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

92

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ کی اہم جھلکیاں

ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ حیران ہوں گے کہ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، ان کے حالات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ شامل کیا ہے۔

لیکن جب یہ آئندہ صفحات میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں تو ان کا یہ تعجب دور ہو جائے گا ہم سب کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ تنہا شخصیت ہیں جنھیں نبوت اور صحابیت کا شرف حاصل ہے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی شب دیدار کیا تھا اور وہ اب زندہ ہیں آخر زمانہ میں وہ نازل ہوں گے دجال کو قتل کریں گے اور شریعتِ اسلامی کے مطابق فیصلہ کریں گے اس طرح وہ آخری ہوں گے جو حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے فوت ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اس لیے کہتے ہیں کہ یہ زمین پر سیاحت کرتے رہے ہیں اور فتنوں سے دین کو بچاتے ہوئے بھاگتے رہے ہیں کیونکہ یہودی آپ کی شدید تکذیب کرتے تھے اور آپ کی والدہ پر سخت گندے جھوٹ باندھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مسیح کا وصف رقم ہوا ہے یہ انھیں دنیا میں اچھا عوض ملا ہے اور جزا عمل کے مطابق ہی ملتی ہے۔ [1]

آغازِ واقعہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور عمران کی بیوی سے ہم ان کے قصہ کا آغاز کرتے ہیں۔

محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت مریم کی والدہ کو امیدواری نہ ہوتی تھی انھوں نے ایک دن ایک پرندہ دیکھا جو اپنے بچے کو چوغہ دے رہا ہے تو اس سے اولاد کی خواہش اور زیادہ ہوئی انھوں نے نذر مان لی کہ اگر میں حاملہ ہوئی جو بچہ ہوگا میں اسے بیت المقدس کی خدمت میں آزاد کردوں گی۔ کہتے ہیں فوراً انھیں حیض آیا جب پاک ہوئیں تو ان کے خاوند نے ان سے ہم بستری کی تو یہ حاملہ ہوگئیں۔ اور بچی مریم کو جنم دیا، قرآنِ پاک کہتا ہے:

﴿فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ﴾

(آل عمران: ۳۶)

"جب اس نے مریم کو جنم دیا تو کہا اے میرے رب میں نے اسے عورت جنا ہے اللہ خوب جانتا ہے جو اس

[1] قصص الانبیاء، بن کثیر، اور اشراط الساعۃ لیوسف وابل اور مسیح الدجال للمصنف.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے جنا ہے، نر مادہ کی طرح نہیں۔"

یعنی بیت المقدس کی خدمت کے لیے عورت، مرد برابر تو قرار نہیں پا سکتے۔

﴿وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ (آل عمران: ۳۶)

"میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور اسے تیری پناہ میں دیتی ہوں اور اس کی اولاد کو بھی مردود شیطان سے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو چلاتا ہے کیونکہ اسے شیطان چھوتا ہے۔ حضرت مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام اس سے مستثنیٰ ہیں۔

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾ (آل عمران: ۳۷)

"اسے اس کے رب نے اچھا قبول کیا اور اسے اچھا بڑھایا اور اس کی کفالت زکریا علیہ السلام نے کی۔"

مفسرین کا بیان ہے کہ جب مریم کی والدہ نے انھیں جنا اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر مسجد کی جانب گئیں جو وہاں عبادت گزار تھے۔ انھیں سونپا چونکہ یہ لڑکی ان کے امام کی بیٹی تھی اس لیے سب نے تنازع کیا کہ میں اس کا کفیل بنوں گا۔

حضرت زکریا علیہ السلام اس زمانہ کے نبی تھے ان کا ارادہ تھا صرف میں ہی اس کا کفیل ہوں اور کوئی نہ بنے اور مریم کی ہمشیرہ حضرت زکریا کی اہلیہ تھیں۔ تاہم انھوں نے اختلاف کیا اور قرعہ کا مطالبہ کیا تقدیر نے ان کی یاوری کی قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکل آیا۔ اب جب حضرت مریم حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس رہنے لگیں تو انھوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے لیے مسجد میں ایک ایسی جگہ بنا دی جہاں کوئی دوسرا نہ جا سکتا تھا۔ وہ اس میں عبادت کرتی تھیں اور جب ان کی باری ہوتی تو مسجد کی خدمت کرتی تھیں۔ شب و روزہ عبادت میں مصروف رہتیں حتیٰ کہ عبادت میں ضرب المثل بن گئیں۔ ان کے کریمانہ احوال اور شریفانہ اخلاق نمایاں ہو گئے۔

حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی ان کے پاس داخل ہوتے تو عجیب و غریب بے موسم پھل وہاں پاتے گرمیوں والے پھل سردیوں میں سردیوں والے پھل گرمیوں میں۔ انھوں نے حضرت مریم علیہا السلام سے پوچھا:

﴿أَنَّى لَكِ هَذَا﴾

"یہ کہاں سے ہیں وہ کہتیں۔"

﴿مِنْ عِنْدِ اللَّهِ﴾

"یہ اللہ کے پاس سے ہے۔"

﴿إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (آل عمران: ۳۷)

"بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بغیر حساب رزق دیتا ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جہاں کی خواتین میں سے بہترین چار عورتیں ہیں:

۱: حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام ۲: حضرت آسیہ علیہا السلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳: حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ۴: حضرت فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ❶

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں میں سے بہت کامل ہوئے ہیں مگر عورتوں میں سے کامل تین ہیں حضرت مریم بنت عمران، حضرت آسیہ، حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برتری اس طرح ہے جس طرح ثرید کھانے کی تمام کھانوں پر برتری ہے۔ ❷

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر:

سورت مریم آیت: ۱۶، تا ۳۰، میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باطہارت کی مکمل تفصیل ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام اپنے حیض کے زمانہ میں یا کسی دوسرے کام کے لیے مسجد سے باہر جاتیں، پانی استعمال کے لیے اور غذاء کھانے کے لیے باہر جانا ضروری ہوتا تھا ایک دن اسی طرح ایک کام کے لیے چلی گئیں مسجدِ اقصیٰ کی مشرقی جانب میں خود کو تنہا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اچانک ان کی جانب جبریل علیہ السلام کو بھیج دیا۔ ایک تندرست بشر ان کے سامنے کھڑا تھا۔ کہنے لگیں:

﴿إِنِّيٓ أَعُوذُ بِٱلرَّحۡمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيّٗا ۝١٨﴾ (مریم:۱۸)

''کہ میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو متقی ہے تو چلا جا۔''

انھوں نے کہا میں اللہ کا ایلچی فرشتہ ہوں۔ میں بشر نہیں'' اللہ نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے تاکہ تجھے پاکیزہ لڑکا دوں۔'' یہ کہنے لگیں میرے ہاں، لڑکا کیسے ہوگا نہ تو مجھے کسی بشر نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ ہی میں بے حیا ہوں۔

فرشتہ جواب میں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ تم سے بیٹا پیدا کرتا ہے اور بغیر خاوند کے پیدا کرنا ہے اور نہ ہی تم نے برائی کرنا ہے اس کے بغیر اللہ بیٹا دے گا کیونکہ یہ اس کے لیے آسان ہے جو چاہے کرے، وہ تجھے اپنی نشانی بنانا چاہتا ہے اور قدرت کا کمال دکھانا چاہتا ہے اس نے آدم علیہ السلام کو بغیر عورت اور مرد کے پیدا کیا اور حضرت حواء کو بغیر عورت کے صرف مرد سے پیدا کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف عورت سے بغیر مرد کے زندہ کرنا چاہا ہے اور بقیہ مخلوق کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔

اس کے ذریعہ ہم بندوں پر رحم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیں گے بچپن میں بڑھاپے میں ہر دور میں اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت بتائیں گے اسے بیوی سے اولاد سے شرکاء نظراء اور مدمقابل بنانے سے اس کی طہارت بیان کریں گے اور یہ فیصلہ اٹل ہے قضاء وقدر میں طے پاچکا ہے ایسا ہوگا۔

اس پر عمل یوں ہوا جیسا کہ بہت سارے اسلاف نے بیان کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے دامن میں پھونک ماری وہ پھونک ان کی شرمگاہ میں اتری اور یہ فوراً حاملہ ہوگئیں جیسا کہ ایک عورت جماع سے حاملہ ہوتی ہے۔ اب حضرت مریم علیہا السلام حاملہ ہوئیں تو تنگ دل ہوئیں کہ لوگ سخت قسم کی الزام تراشی کریں گے۔ ایک قول ہے کہ ان

❶ احمد طبرانی کبیر و صححه الالبانی فی صحیح الجامع: ۳۳۲۸.

❷ بخاری، مسلم، صحیح الجامع: ٤٥٧٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے حاملہ ہونے کا سب سے پہلے علم بنو اسرائیل میں سے ایک عبادت گزار کو ہوا جس کا نام یوسف بن یعقوب نجار تھا یہ ان کی خالہ کا بیٹا تھا۔ اس نے بہت زیادہ حیرانگی ظاہر کی کیونکہ وہ جانتا تھا یہ ایک صاف دیانت ونزاہت اور صاحب عبادت دوشیزہ ہے وہ دیکھ رہا تھا کہ حضرت مریم حاملہ ہیں اور ان کا خاوند بھی نہیں ایک دن پوچھ ہی لیا اے مریم! کیا بغیر بیج کے بھی کھیتی ہو جاتی ہے کہا ہاں، سب سے پہلی کھیتی کو کس نے پیدا کیا تھا۔ اور پھر کہا، کیا بغیر مرد کے ملاپ کے بھی لڑکا ہوتا ہے کہا۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بغیر مرد اور عورت کے پیدا کیا اس نے کہا مجھے اپنے متعلق بتاؤ، ماجرا کیا ہے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے خوشخبری دی ہے۔

﴿بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝﴾

(آل عمران: ٤٥ تا ٤٦)

''یہ اس سے کلمہ ہے اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے دنیا میں اور آخرت میں عزت والا ہے اور مقرب لوگوں میں سے ہے۔ لوگوں سے بھنگوڑے میں اور ادھیڑ عمر میں بات کرے گا اور نیکوں میں ہوگا۔''

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں اب سارے بنو اسرائیل میں مشہور ہو چکا تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام حاملہ ہیں حضرت زکریا علیہ السلام کی آل کے لیے یہ بہت بڑا صدمہ تھا۔ بعض بے دینوں نے کہا یہ یوسف کی کارستانی ہے جو اس کے ساتھ مسجد میں عبادت کیا کرتا تھا۔

حضرت مریم علیہا السلام ان سے علیحدہ ہوئیں اور دور جگہ پر چلی گئیں ان سے چھپ گئیں اور دردِ زہ کے وقت کھجور کے ایک تنا کے پاس چلی گئیں اور کہنے لگیں کاش! میں اس سے پہلے مرچکی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔

اس سے ثابت ہوا فتنوں کے طوفانوں میں پھنس جائیں تو موت کی آرزو کی اجازت ہے۔ انھیں پتہ تھا یہ لوگ انھیں تہمتوں کا نشانہ بنائیں گے اور ان کی کسی بات کی تصدیق نہ کریں گے بلکہ تکذیب ہی کریں گے۔ انھیں یہی فکر تھی میں جب ایک لڑکا اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ان کے سامنے جاؤں گی وہ یہ ضرور کہیں گے ہمارے نزدیک تو یہ عبادت گزار اور مسجد میں الگ تھلگ ہو کر اعتکاف کرنے والی عورتوں میں سے تھی اور نبوت و دیانت کے گھر سے اس کا تعلق ہے یہ کہاں سے لائی ہے یہ غم انھیں اس آرزو پر آمادہ کرتا تھا کہ میں مر گئی ہوتی یا میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے تسلی دی کہ غمزدہ نہ ہوں کھجوریں کھاؤ اور نہر سے پانی نوش کرو۔

عمرو بن میمون کہتے ہیں نفاس والی عورتوں (بچہ جننے والی) کے لیے کھجور سے عمدہ اور کوئی چیز نہیں اور کہا اگر کوئی انسان پوچھے یہ کہاں سے لائی ہو تو اسے کہنا میں نے خاموشی کا روزہ رکھا ہے جو کہ ان کی شریعت میں جائز تھا میں نے کسی سے بات نہیں کرنا۔ اب لوگوں نے دیکھا کہ حضرت مریم بچہ گودی میں اٹھائے آ رہی ہیں۔

تو کہا، مریم یہ کہاں سے لائی ہو، یہ تو بہت ہی برا کام کیا ہے اور ان کے زمانہ کے ایک عبادت گزار ہارون نامی آدمی کی بہن قرار دیتے ہوئے انھیں بہت بڑا طعنہ دیا اور کہا تمہارے ماں، باپ بھی ایسے نہ تھے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جب صورتِ حال تنگ ہوئی مجال نہ رہی اور بات کرنا بھی مشکل ہوگئی تو اللہ ذوالجلال پر توکل کرتے ہوئے ، کہا اسی سے پوچھ لو یہ کہاں سے آیا ہے انھوں نے کہا کیا ایک ایسا بچہ جو بے سمجھ ہے اور گود میں دودھ پیتا ہے اسے ابھی کسی چیز کی تمیز نہیں ہم اس سے بات کیسے کریں کہا تم ہم سے مذاق کررہی ہو۔ اور حقارت سے استہزاء کرتی ہو۔

اس وقت عیسیٰ علیہ السلام خود ہی بول اٹھے اور اس دنیا میں سب سے پہلی گفتگو کی۔ کہا: میں اپنے رب کی عبودیت کا اعتراف کرتا ہوں، یہ کہہ کر ان ظالموں کی تردید کی جو انھیں اللہ کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے جوان کی امی کی جانب جاہلوں نے باتیں منسوب کی تھیں اور تہمتیں دھری تھیں۔ سب سے بری قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے نبوت دیں گے کتاب دیں گے جس طرح یہ لعنتی لوگ کہہ رہے ہیں ایسا شخص کو نبی نہیں بن سکتا میں مریم صدیقہ کا بیٹا ہوں۔ پانچ اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہوں۔ اور مجھے مبارک بنایا ہے کہ میں اللہ کی طرف دعوت دوں گا۔

اللہ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے نماز کے ذریعہ بندہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہے اور زکاۃ کے ذریعہ مخلوقِ خدا پر احسان ہوتا ہے اس سے نفوس پاکیزہ اور اخلاقِ رذیلہ سے صفائی ہوتی ہے اور مال پاک ہو جاتے ہیں۔ ضرورت مندوں کی ضرورت، مہمانوں کی مہمانی، بیویوں کے اخراجات، قرابتدروں کے حقوق اور تمام اطاعت وقربت کے کام اسی سے سرانجام پاتے ہیں اور کہا مجھے اللہ نے اپنی والدہ کے ساتھ نیکی والا بنایا ہے۔ یہ والدہ سے نیکی کی تاکید اسی لی ہے کہ والد نہ تھا میں بدخلق اور سخت طبیعت نہیں ہوں مجھ سے کوئی عمل یا قول ایسا سرزد نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے منافی ہو۔ الغرض! اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام والا معاملہ، رسولِ اکرم ﷺ پر بالکل عیاں کردیا کہ یہ ایک عورت سے پیدا ہونے والے اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کوئی عاجز نہیں اسے کسی بیوی یا اولاد کی ضرورت ہو، وہ قادر ہے جو چاہے وہ کرتا ہے بس ایک اشارہ کردے تو وہی ہوجاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی اس تقریر کے اختتام پر یہی کہا تھا کہ اللہ ہی میرا رب ہے اور وہی تمہارا رب ہے وہی میرا معبود ہے وہی تمہارا معبود ہے۔ اس کے باوجود اس زمانہ میں اور بعد والوں نے اختلاف کیا۔

یہودی کہتے ہیں یہ ولد الزنا ہیں اور اسی کفر وعناد پر قائم ہیں ان کے مقابلہ میں کفر والوں نے کہا یہ اللہ ہیں اور کچھ نے کہا یہ اللہ کے بیٹے ہیں ایمانداروں کا عقیدہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس کی لونڈی کے بیٹے ہیں اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی روح ہیں۔ یہ عقیدہ والے نجات پائیں گے، انھیں ثواب ہوگا، یہی تائید شدہ اور مدد کیے جائیں گے۔ ان کے مخالف، کافر، گمراہ، اور جاہل ہیں اللہ علی العظیم اور حکیم وعلیم انھیں ڈانٹتا ہے۔

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝٣٧﴾ (مریم: ۳۷)

''ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا۔ بڑے دن میں حاضر ہوں گے۔''

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے اور یہ گواہی دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مریم کی طرف ڈالا، اور اس کی روح ہیں، جنت حق ہے دوزخ حق ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کریں گے خواہ یہ کسی عمل پر تھا۔ ❶

عیسائیوں کے لیے لازم تھا کہ یہ بھی عقیدہ رکھتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس کنواری لونڈی مریم بتول کے بیٹے ہیں جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف جبریل کو بھیجا انھوں نے اس میں اللہ کے حکم سے روح پھونکی جس سے وہ اپنے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں اور عیسیٰ علیہ السلام بندے اور رسول ہیں ان کی امی صدیقہ ہے فاجرہ نہیں جس طرح کہ لعنتی یہودی کہتے ہیں۔ ایک مقام پر ہے:

﴿كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾ (المائدۃ: ۷۵)

''یہ دونوں ماں بیٹا کھانا کھاتے تھے۔''

جو ایسی صورت میں ہوں وہ معبود نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے روزِ قیامت ان سے عزت کے طور پر اور ان کے پرستاروں سے زجر و توبیخ کے انداز پر پوچھیں گے جو یہ جھوٹ بولتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ یا اللہ ہیں، یا اس کے شریک ہیں۔ ان سے پوچھیں گے۔ اے عیسیٰ تم نے اور تمہاری ماں نے کہا تھا کہ اللہ کے سوا ہمیں معبود بنا لو، وہ کہیں گے اللہ کریم تو ہر شریک سے بلند و بالا ہے اور نہایت ہی ادب سے عرض پرداز ہوں گے۔ میں نے تو ان سے وہی کہا ہے جو تو نے اپنی کتاب میں کہا تھا اور مجھ پر اتارا تھا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو، جو میرا اور تمہارا خالق ہے اور میرا اور تمہارا رازق ہے۔ جب انھوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا تھا اور مجھے صلیب پر لٹکانا چاہتے تھے تو نے مجھ پر رحمت کی اور مجھے خلاصی دلائی اور ان پر میری مشابہت ڈالی تو نے میرا انتقام لیا اور تو نے مجھے آسمانوں پر اٹھا لیا۔ اس کے بعد معاملہ رب کے سپرد کرتے ہوئے اور عیسائیوں سے اعلان بیزاری کرتے ہوئے کہا، اگر تو عذاب کرے یہ اس کے مستحق ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو غالب حکمت والا ہے۔ ❷

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات:

ہر نبی کا معجزہ اس زمانہ کے لوگوں کی مناسبت سے ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادوگر تھے جو بڑے ذہین تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے معجزات عطا کیے گئے، جنھوں نے آنکھوں کو خیرہ اور دلوں کو گرویدہ کر لیا۔

جادوگر فنونِ سحر کے ماہر تھے، اپنے فن کی انتہاء تک پہنچے تھے۔ جب انھوں نے ایک ظاہر و باہر اور ہولناک معجزہ دیکھا تو انھیں یقین ہوا کہ یہ اس شخص سے ہی صادر ہو سکتا ہے جس کی تائید اللہ تعالیٰ نے کی ہو اور ان کے ہاتھوں خرق عادت کام کروایا تاکہ ان کے لیے تصدیق بن جائے تو یہ جادوگر بہت جلدی سے مسلمان ہو گئے ذرہ برابر تاخیر نہ کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکماء کے دور میں آئے تھے۔ انھیں ایسے معجزات دیئے گئے جو اس وقت کے حکماء ظاہر کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔

❶ بخاری، مسلم، احمد، صحیح الجامع: ۶۳۲۰۔ ❷ المائدۃ: ۱۱۶ تا ۱۲۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدائشی اندھے کو صحت یاب کرنا ان کے بس میں نہ تھا۔ کوڑھ کی بیماری والے کو ٹھیک کریں اور مخلوق کے بس میں یہ کہاں تھا کہ قبر سے میت کو اٹھائے یہ ایک معجزہ تھا جس سے یہ سرزد ہوا ہے اس کی صداقت پر دلالت کرتا تھا اور بھیجنے والے اللہ کی قدرت کا پتہ دیتا تھا۔

حضرت محمد ﷺ فصحاء او بلغاء کے دور میں مبعوث ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن پاک نازل کیا جس کے سامنے اور پیچھے باطل نہیں ٹھہر سکتا حکیم وحمید رب نے اسے اتارا تھا۔ اس کے الفاظ بھی معجزہ تھے ان کے ذریعہ جن وانس کو چیلنج کیا گیا کہ یہ اس کی مثل پیش کریں۔ اور قطعی فیصلہ دے دیا کہ یہ نہ تو فی الحال لا سکتے ہیں اور نہ ہی مستقبل میں لا سکیں گے نہ یہ لائے اور نہ ہی ہرگز لا سکیں گے کیونکہ یہ خالق کا کلام تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور افعال میں کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب ان پر حجتیں اور براہین قائم کیے تو ان کی اکثریت اپنے کفر اور ضلالت پر اور اپنے عناد اور بغاوت پر رہی۔ ان میں سے ایک نیک گروہ بھی پیدا ہوا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار واعوان تھے۔ جو ان کی متابعت، نصرت ونصیحت میں کمر بستہ تھے۔

جب بنو اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف اس وقت کے ایک بادشاہ کے ہاں چغلی کھائی اور ان کو سولی دینے اور قتل کرنے کا مکمل عزم کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بچا لیا اور ان کے درمیان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور ان کے منافق ساتھیوں میں سے ایک پر ان کی مشابہت ڈال دی، انھوں نے اسے پکڑا اور قتل کر دیا اور سولی چڑھا دیا اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تصور کر لیا تھا۔ کہ وہ سولی پر آئے ہیں حالانکہ یہ غلط کہتے ہیں، اور حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ عیسائیوں نے بھی ان کی بات کو تسلیم کیا ہے۔ (یہ دونوں فریق خطا کار ہیں)

دستر خوان کا اترنا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو حکم دیا کہ یہ تیس دن کے روزے رکھیں، جب انھوں نے یہ تیس روزے پورے کر لیے تو انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ آسمان سے ان پر دستر خوان نازل کروائیں، تاکہ ہم کھائیں، اور ہمارے دل مطمئن ہوں کہ ان کے روزے قبول کر لیے گئے ہیں اور افطاری کے بعد یہ ہمارے لیے عید بن جائے، ہمارے پہلوں اور بعد والوں کے لیے، ہمارے مالداروں اور فقیروں کے لیے کافی ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس بارے میں وعظ ونصیحت کی۔ اور خوف ظاہر کیا کہ اگر تم اس کی صحیح قدر نہ کر سکو گے اور اس کی شرائط وحقوق پورے نہ کیے تو عذاب آ جائے گا۔

اس کے باوجود انھوں نے اصرار کیا کہ رب عزوجل سے ضرور مطالبہ کریں۔ جب یہ نہ رکے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی جائے نماز کی طرف کھڑے ہوئے اور بالوں اور اون سے بنا ہوا ٹاٹ پہن لیا اور صف بندی کی اور اپنا سر جھکا لیا اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اور دعا ومطالبہ میں گڑگڑائے کہ اللہ کریم ان کی التماس قبول کر لے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان سے دستر خوان اتارا، اور لوگ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ دو بادلوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اتر رہا ہے اور آہستہ آہستہ قریب ہوتا جا رہا ہے جب یہ دستر خوان قریب ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا کہ اسے رحمت بنا دے۔ عقوبت نہ بنانا اور اسے برکت و سلامتی بنانا۔ یہ دستر خوان قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے آ کر ٹھہر گیا یہ دستر خوان رومال میں ڈھانپا ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے اس سے رومال کھولا اور کہا: بسم اللّٰہ خیر الرازقین۔

اس میں سات مچھلیاں تھیں، سات روٹیاں تھیں ایک قول ہے سرکہ بھی تھا ایک قول ہے انار تھا اور دیگر پھل تھے اور خوشبو بہت عمدہ تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کھاؤ وہ کہنے لگے ہم اس وقت تک نہ کھائیں گے جب تک تم نہ کھاؤ گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تم نے ہی مانگا تھا تم ہی ابتداء کرو، انھوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقراء اور حاجتمندوں، بیماروں اور کوڑھ والوں کو جمع کیا جن کی تعداد تقریباً تیرہ سو تھی۔ انھوں نے کھایا تو ہر بیماری اور آفت اور مرض کوڑھ والے، سب تندرست ہو گئے۔ لوگ پشیمان ہوئے کہ ہم نے کیوں نہ کھایا کیونکہ اس سے تو ان کو صحت حاصل ہوئی ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ دستر خوان ہر روز اترتا تھا لوگ اس سے کھاتے تھے۔ ان میں سے آخری آدمی بھی اسی طرح کھاتا تھا جس طرح ان کا اوّل کھاتا تھا۔ ایک قول ہے کہ سات ہزار افراد اس سے کھاتے تھے۔ پھر ایک دن چھوڑ کر ایک دن بعد اترنا شروع ہوا، جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی تھی۔ ایک دن لوگ پانی پیتے تھے ایک اونٹنی پیتی تھی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ یہ دستر خوان صرف فقراء اور محتاجوں کے لیے ہے اغنیاء اور مالداروں کے لیے نہیں، یہ بات بہت سارے لوگوں پر گراں گزری۔ منافقوں نے اس بارے میں تنقید کی، تو یہ دستر خوان کلی طور پر اٹھا لیا گیا اور جنھوں نے تنقید کی تھی انھیں خنزیر بنا دیا گیا۔ سورت مائدۃ: ۱۱۲ تا ۱۱۵، میں قرآنِ پاک میں آیات بھی اس کا مختصر ذکر ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۠ ۝ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝﴾ (آل عمران: ٥٤-٥٥)

''انھوں نے مکر کیا اللہ تعالیٰ نے مکر کیا، اللہ تعالیٰ بہترین مکر کرنے والا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کہا۔ اے عیسیٰ، بے شک میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں، جنھوں نے کفر کیا اور جن لوگوں نے آپ کی اتباع کی ان کو ان لوگوں کے اوپر کرنے والا ہوں۔ جنھوں نے کفر کیا قیامت کے دن تک پھر میری طرف لوٹنا ہے پس فیصلہ کروں گا تمہارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درمیان جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔"

یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہو یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں کے دشمن تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا﴾ (المائدہ: ۱۵۶)

"ان کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر عظیم بہتان کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔"

یہ ظالم حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تھوکتے تھے۔ ان پر کانٹے ڈالتے تھے حالانکہ وہ دنیا و آخرت میں بڑی آن والے ہیں۔ ایک کافر بادشاہ، داؤد بن نورا کے ہاں، انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چغلی کھائی اس نے ان کے قتل کرنے اور سولی پر لٹکانے کا حکم دیا۔ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک گھر میں محاصرہ کیا جو کہ بیت المقدس میں تھا یہ جمعہ کی پچھلی گھڑی تھی رات ہفتہ کی تھی، ان کے ساتھیوں میں سے جنھوں نے منصوبہ بندی کی تھی۔ ایک پر ان کی شبیہہ ڈال دی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیت المقدس کے ایک روزن سے آسمان کی جانب اٹھا لیا گھر والے دیکھ رہے تھے پولس والے اندر آئے تو انھوں نے اس جوان کو پکڑا جس پر ان کی شبیہہ تھی۔ انھوں نے اسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خیال کرتے ہوئے گرفتار کر لیا اور سولی پر لٹکا دیا اور اس کی اہانت کے پیش نظر اس کانٹے ڈال دیئے اور یہودیوں کو سونپ دیا زیادہ تر ان میں عیسائی تھے۔ یہ کہنے لگے کہ حضرت عیسیٰ سولی دیے گئے ہیں اس وجہ سے یہ بہت ہی فحش گمراہی کا شکار ہو گئے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝﴾ (النساء: ۱۵۷۔۱۵۸)

"یہ کہتے ہیں ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کیا ہے جو کہ اللہ کے رسول ہیں، انھوں نے قتل نہیں کیا اور نہ ہی سولی دی ہے لیکن ان کے لیے شبہہ ڈالا گیا ہے بے شک جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے وہ شک میں ہیں اس کا انھیں علم نہیں صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ انھوں نے یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب قتل کرنے کے لیے ان کے پاس آئے تو اس وقت گھر میں بارہ افراد تھے جو کہ حواری تھے۔ وہ گھر کے ایک چھوٹے سے رستہ سے آئے ان کے سر سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے کہا تم میں سے ایسا آدمی بھی ہوگا میرے اوپر بارہ دفعہ ایمان لانے کے بعد پھر کفر کرے گا۔ تم میں سے کون ہے جس پر میری شبہہ ڈالی جائے۔ اور وہ میری جگہ پر قتل کیا جائے وہ میرے ساتھ ہوگا۔ ان میں سے ایک جوانِ رعنا اٹھا جو کہ سب سے نوعمر تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تم بیٹھ جاؤ، یہ بات پھر ان پر لوٹائی وہی نوجوان اٹھا۔ تیسری بار پھر دہرائی تو جوان اٹھا۔ اس نے کہا میں شبیہ بننا چاہتا ہوں۔ فرمایا تم ٹھیک ہو اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈالی گئی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھر کے روشندان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

یہودی آئے جو جستجو میں تھے۔ انھوں نے مشابہہ شخص کو لیا قتل کیا اور سولی پر لٹکا دیا۔ ان میں سے ایک بارہ مرتبہ ایمان لانے کے بعد بھی کفر کیا اور تین فرقوں میں بٹ گئے۔

۱: نے کہا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تھے، جتنی دیر اللہ کو منظور تھا وہ رہے۔ پھر آسمان پر چڑھ گئے یہ یعقوبیہ فرقہ ہے۔

۲: فرقہ نے کہا یہ اللہ کے بیٹے تھے جتنی دیر اللہ کی مرضی تھی اتنی دیر رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی طرف اٹھالیا۔ یہ قسطوریہ تھے۔

۳: فرقہ نے کہا، یہ اللہ کے رسول اور اس کے بندے تھے جب تک اللہ نے چاہا رہے پھر انھیں اپنی طرف اٹھالیا یہ مسلمان ہیں۔ دونوں کافر فرقے مسلمان فرقہ پر چڑھائی کرتے ہیں اور اسے قتل کر دیتے ہیں، اس کے بعد اسلام مٹتا ہی رہا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں:

﴿فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ﴾ (الصف:١٤)

''کہ ہم نے ایمانداروں کی ان لوگوں پر جو ان کے دشمن تھے تائید کی۔ جس سے یہ ان پر غالب آ گئے۔''

یہی بیان ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دشمنوں پر غلبہ پایا۔''

آخر زمانہ میں نزول:

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم کو نازل کریں گے تو وہ منارۂ بیضاء پر اتریں گے جو کہ دمشق کے مشرقی جانب ہے۔ انھوں نے زعفران سے رنگی دو چادریں زیب تن کی ہوں گی دو فرشتوں کے پروں پر ہتھیلیاں رکھے ہوں گے۔ جب سر جھکائیں گے تو قطرات ٹپکتے ہیں اور جب سر اٹھاتے ہیں تو اس سے موتی، جواہرات گرتے ہیں جو کافر بھی ان کی سانس پائے گا وہ مر جائے گا اور ان کی سانس وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام، دجال کو ڈھونڈیں گے اور لُد، دروازہ پر انھیں پائیں گے اور قتل کر دیں گے اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک قوم آئے گی جسے اللہ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا، یہ ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور ان کے جنت میں درجات بتائیں گے۔

ان کا نزول اس گروہ پر ہوگا، جس کی مدد کی جائے گی۔ جو حق پر لڑے گا اور دجال کے قتل پر جمع ہوگی۔ نماز کا وقت ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس گروہ کے امیر کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشہور ترین یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی جگہ دمشق کے مشرقی سفید منارہ پر اترنے کی ہے اور ابن کثیر نے اپنے زمانہ میں کہا تھا جو ۱۴۱ ہجری میں ہوئے ہیں کہ یہ منارہ جو سفید پتھروں سے بنا ہے اسے عیسائیوں کے مال سے تعمیر کیا تھا جنھوں نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اسے جلا دیا تھا۔ مسلمانوں نے اس مینارہ کی ان کے مال سے ہی تجدید کی۔

یہ بھی نبوت کے دلائل میں سے ایک معجزہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس مینارہ کو عیسائیوں کے مال سے ہی مسلمانوں کے ہاتھوں اسے درست کروایا تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس پر اتریں گے خنزیر کو ماریں گے صلیب توڑیں گے۔ ان سے جزیہ قبول نہ کریں گے یا تو لوگ مسلمان ہوں گے یا پھر انھیں قتل کر دیں گے۔ اسی طرح کافروں سے سلوک کریں گے۔ [1]

نزول عیسیٰ علیہ السلام کے دلائل قرآن سے:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں اتریں گے یہ کتاب وسنت اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور یہ قیامت کبریٰ کی علامات میں سے ایک اہم علامت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝﴾ (الزخرف: ٥٧ تا ٦١)

”اور جب ابن مریم کو بطور مثال بیان کیا گیا، اچانک تیری قوم (کے لوگ) اس پر شور مچا رہے تھے۔ اور انھوں نے کہا کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ انھوں نے تیرے لیے یہ (مثال) صرف جھگڑنے ہی کے لیے بیان کی ہے، بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں۔ نہیں ہے وہ مگر ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنا دیا۔ اور اگر ہم چاہیں تو ضرور تمھارے عوض فرشتے بنا دیں، جو زمین میں جانشین ہوں۔“

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے اترنا یہ قرب قیامت کی علامت ہے۔ اس پر دوسری قراءت بھی دلالت کرتی ہے۔

﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ﴾ (الزخرف: ٦١)

”لام کے فتح کے ساتھ ہے یعنی ان کا اترنا قیامت کی علامت و امارت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے ظہور ہے۔ [2]

ارشاد باری ہے:

﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝﴾ (المائدة: ١٥٩)

”اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا مگر ان کے ساتھ ایمان لائے گا ان کی موت سے پہلے اور روز قیامت

---

1. النهاية في الفتن والملاحم ابن كثير: ١/ ١٤٥.
2. قرطبی: ١٦/ ١٠٥، تفسیر طبری: ٢٥/ ٩٠، احمد: ٤/ ٣٢٩، رقم: ٢٩٢١، اسناده صحيح احمد شاكر.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پہ ان پر گواہ ہوں گے۔“

اس سے ثابت ہوا کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا ہے نہ ہی سولی دیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف اٹھایا ہے اور اہل کتاب میں سے لوگ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے یہ اس وقت ہوگا جب آپ اپنے جسم وروح کے ساتھ موت سے پہلے دنیا میں آئیں گے۔

سنتِ مطہرہ سے نزول مسیح کا ثبوت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم! میری جان جس کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے اندر حاکم عادل بن کر نزول فرمائیں گے صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے، جنگ بندی کریں گے، مال آب رواں کی طرح بہے گا۔ حتیٰ کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ (ایک سجدہ ساری دنیا سے بہتر ہوگا۔ [1]

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے آدمی کو دیتا ہے نجات

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں۔ میری امت کا ایک گروہ راہِ حق پر لڑتا رہے گا اور قیامت تک غالب آتا رہے گا۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اس وقت کے لوگوں کا امیر کہے گا ہمیں نماز پڑھاؤ، وہ کہیں گے نہیں، میں نہیں پڑھاؤں گا تم ایک دوسرے پر امیر ہو تم پڑھاؤ۔ یہ اس امت کو اللہ نے عزت دی ہے۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انبیائے کرام ان بھائیوں کی مانند ہیں جو صرف باپ کی طرف سے بھائی ہوں۔ (علاتی) ان کی مائیں مختلف ہیں، دین ایک ہے۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نزدیک تر ہوں کیونکہ ان کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں آیا۔ وہ اترنے والے ہیں، جب تم انھیں دیکھو گے تو پہچان لوگے۔ [3]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول ہی کی حکمت:

بعض علمائے حکمت نے، آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر حکمت تلاش کی ہے کہ صرف یہی کیوں اتریں گے دوسرا کوئی بھی نبی نہیں اترے گا۔

حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کے اس گمانِ بد کی تردید کے لیے کہ انھوں نے کہا ہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام

---

[1] بخاری: ۹/ ۴۹۰، مع فتح مسلم: ۲/ ۱۸۹، مع نووی.

[2] مسلم: ۲/ ۱۹۳، مع شرح باب نزول عیسی حاکما.

[3] احمد: ۲/ ۴۰۶، مستدرك: ۲/ ۵۹۵، صحیح الاسناد.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کو قتل کر دیا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے جھوٹ کا پردہ چاک کریں گے کہ انھوں نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انھیں قتل کریں گے اور ان کے رئیس دجال کو بھی ماریں گے۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی بات کو ترجیح دی ہے۔ حکمت یہ بتاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں اس امت کی فضیلت سنی تھی۔

﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۚ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ﴾ (الفتح: ٢٩)

''انجیل میں ان کی صحابہ کی مثال ایک کھیتی کی مانند ہے جو کونپل نکالتی ہے اسے مضبوط کرتی ہے پھر سخت ہو کر اپنے تنے پر کھڑی ہوتی ہے۔''

یہ دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خود درخواست کی تھی کہ انھیں اس امت میں کر دیں اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء کو قبول کیا اور انھیں آخر زمانہ تک باقی رکھا تا کہ اسلام کے معاملہ کی تجدید کر سکیں۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ ان عیسائیوں نے جو شام میں رہتے تھے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے فتح کیا تو انھوں نے ان صحابہ کرام کو دیکھ کر یہ کہا تھا۔ واللہ! یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے بہتر ہیں۔ ❶

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں انھوں نے سچ کہا ہے کیونکہ یہ امت پہلی کتابوں میں اور مسلسل روایتوں میں قابل تعظیم قرار دی گئی ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام جو کہ صحابی اور نبی ہیں کیونکہ انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات دیکھا ہے اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے آخری وفات پانے والے ہیں۔ ❷

حکمت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے کیونکہ ان کا وقت وفات قریب ہو چکا ہوگا۔ اس لیے اتریں گے کہ زمین میں دفن ہوں گے کیونکہ یہ اصول ہے مٹی سے پیدا ہونے والا مٹی میں ہی فوت ہوگا کہیں اور نہیں ہو سکتا۔ یہ اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ حکمت یہ ہے کہ یہ عیسائیوں کی تکذیب کے لیے نازل ہوں گے ان کے باطل دعویٰ کو غلط ثابت کریں گے ان کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ تمام باطل ملتوں کو تباہ و برباد کر دیں گے صرف اسلام باقی رہے گا۔ یہ حکمت بھی بتائی گئی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خصوصی قربت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی بشارت دی ہے اور لوگوں کو آپ کے ساتھ ایمان لانے اور تصدیق کرنے کی دعوت دی ہے۔ ❸

---

❶ تفسیر ابن کثیر: ٧/ ٣٤٣.
❷ تجرید اسماء الصحابة: ١/ ٤٣٢.
❸ الصف: ٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں ہے۔لوگوں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں اپنی ذات گرامی کے متعلق بتائیں، کہا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء اور اپنے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں جو انھوں نے اپنی قوم کو سنائی تھی۔ ❶

دجال کی ہلاکت:

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اس امت کے دجال کو حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام ہلاک کریں گے۔ دجال ساری روئے زمین پر غالب آئے گا صرف مکہ اور مدینہ میں غالب نہیں آئے گا اس کے پیروکار بہت زیادہ تعداد میں ہوں گے۔ فتنہ چھایا ہوگا جس میں سب مبتلا ہوں گے صرف چند ایماندار محفوظ ہوں گے۔

اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دمشق کے مشرقی مینارہ پر نزول فرمائیں گے۔ اللہ کے ایماندار بندے انھیں اپنے گھیرے میں لے لیں گے۔ آپ انھیں لے کر مسیح دجال کے قتل کا ارادہ لے کر روانہ ہوں گے ان کے اترنے کے وقت دجال بیت المقدس کی جانب بڑھ رہا ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ،لد، دروازے کے قریب یہ فلسطین میں بیت المقدس کے قریب ہے اور آج کل اسرائیل کا ایئر پورٹ بھی یہاں ہے اس دجال سے ملیں گے جب دجال انھیں دیکھے گا تو اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پگھل جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ اس سے کہیں گے میں نے تجھ پر ایک ہی وار کرنا ہے جو خالی نہ جائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام اسے پائیں گے اور اس کے نیزے کے ساتھ اسے قتل کر دیں گے۔

اس کے پیروکار شکست کھائیں گے اور ایماندار ان کا پیچھا کریں گے اور انھیں قتل کر دیں گے۔ حتیٰ کہ ہر درخت اور پتھر بھی کہے گا۔ اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے آگے بڑھ اور اسے قتل کر دے۔ صرف غرقد درخت نہیں بتائے گا یہ یہودیوں کا درخت ہے ان کی حمایت کرے گا۔ ❷

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تو سحری کے وقت نداء لگائیں گے کہ اس کذاب، خبیث کے لیے نکلو، لوگ تصور کریں گے شاید یہ کوئی جن کی آواز ہے یہ جائیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے نماز کھڑی ہونے والی ہوگی لوگ کہیں گے جماعت کرائیں لیکن یہ فرمائیں گے تمہارا امام جماعت کرائے۔ صبح کی نماز پڑھیں گے تو پھر دجال کے قتل کے لیے روانہ ہوں گے اور اسے قتل کریں گے اور مسلمان اس کے پیروکاروں کو برباد کر دیں گے۔ ❸

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اس لعنتی دجال کو قتل کریں گے تو یہ عظیم فتنہ اختتام کو پہنچے گا اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو اس کی شر اور اس دجال کے پیروکاروں کی شر سے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں جو روح اللہ، اور اس کا کلمہ ہیں اور ان کے پیروکاروں کے ہاتھوں نجات دلائی۔

---

❶ تفسیر ابن کثیر: ٨/ ١٣٦، مسند احمد: ٤/ ١٢٧، اسناده جيد.

❷ النهاية فى الفتن والملاحم: ١/ ١٢٨.

❸ الفتح الربانى ترتيب مسند احمد: ٢٤/ ٨٥، رواه احمد باسنادين رجال احدهما رجال الصحيح مجمع الزوائد: ٧/ ٣٤٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معیار حکومت:

آپ شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلہ کریں گے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں میں سے ہوں گے کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آئیں گے کیونکہ دین اسلام ادیان میں سے آخری دین ہے قیامت تک باقی رہے گا۔ منسوخ نہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے حاکموں میں سے ایک حاکم ہوں گے اور دین اسلام کے مجدد ہوں گے کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ واہ! یہ کتنا عظیم مقام مسرت ہے کہ اس امت کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء میں سے عظمت میں اعلیٰ ہیں اور اس امت کے مجدد، ایک نبی ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت و ملت کے تابع ہوں گے بلکہ صرف مجدد ہی نہیں اپنے وقت کے نبی اور اس امت کے آخری صحابی ہیں۔ (علیہ السلام)

بیت اللہ کا حج:

حضرت حنظلہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم! میری جان جس کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت ابن مریم علیہ السلام مکہ اور مدینہ کے درمیان جگہ فج الروحاء سے احرام باندھیں گے۔ حج یا عمرہ کریں گے، یا حج اور عمرہ اکٹھے کریں گے۔ [1]

ان کے نزول سے پہلے جزیہ لینا منسوخ نہ تھا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کفار سے جزیہ نہیں لیا، حالانکہ یہ ان کے نزول سے پہلے اسلام میں جائز ہوگا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جزیہ کا حکم منسوخ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اس میں نیا حکم لے کر آئے ہیں کیونکہ جزیہ لینے کا حکم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے ساتھ مشروع ہے اور مفید ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبردار کیا ہے وہ ان کے آنے کے بعد جزیہ منسوخ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا: واللہ! ابن مریم ضرور نازل ہوں گے، عدل والے حاکم ہوں گے، صلیب توڑیں گے خنزیر قتل کریں گے اور جزیہ ختم کریں گے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے ان سے پہلے نزول تک جزیہ حلال تھا۔ یہ نزول کے بعد اسے ختم کریں گے یہ کوئی نیا حکم نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے۔ انھوں نے آپ کے حکم کے تحت ایسا کرنا ہے۔ [2]

امن عام ہوگا:

ساری کائنات اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطیع ہے۔ انسان جتنا زیادہ اللہ کی اطاعت کے کاموں میں مصروف ہوگا۔ اتنی زیادہ کائنات اس کے تابع ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت لوگوں کو علم ہوگا کہ ان کا نزول قرب قیامت کی علامت ہے تو تمام لوگ عبادات اور اطاعات کے کاموں میں مصروف ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دیں گے کہ وہ اپنی برکات نکالے اور آسمان کو حکم دیں گے کہ وہ اپنی برکتوں کو اتارے، مال آب رواں کی طرح بہے گا اسے کوئی نہ لے گا

---

1. مسلم مع شرح: ٨/ ٢٣٤، كتاب الحج، باب جواز التمتع فى الحج والقرآن.
2. فتح البارى: ٦/ ٤٩٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کینہ پروری اور بغض اور حسد سینوں سے نکل جائے گا اور اتنی برکت ہو گی کہ ایک جماعت کے لیے ایک انار کفایت کرے گا اور اس کے چھلکے سے لوگ سایہ حاصل کریں گے دودھ میں اتنی برکت ہو گی ایک اونٹنی لوگوں کی کئی جماعتوں کو کفایت کرے گی ایک گائے قبیلہ کو کفایت کر جائے گی۔ ایک بکری دودھ میں ایک چھوٹے قبیلہ کو کافی ہو گی۔ ❶

ایک دوسری روایت میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں اتنا زیادہ امن ہو گا سانپ اونٹ اکٹھے چریں گے چیتے اور گائیں اکٹھے چلیں گے بھیڑیئے اور بکریاں یکجا ہوں گے بچے سانپوں سے کھیلیں گے کوئی نقصان نہ دیں گے۔ ❷ الغرض، لوگ قرب قیامت کی وجہ سے مال، کی کثرت اور مال کی قلت کی وجہ سے اسے حاصل کرنے میں کوشش نہ کریں گے نہ ہی انھیں ضرورت ہو گی۔ ❸

دنیا سے رخصتی:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیا میں بقا کی مدت بعض روایات میں آتا ہے سات برس ٹھہریں گے بعض میں آیا ہے چالیس برس رہیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجیں گے زمین میں سات برس رہیں گے، ایسی طمانیت ہو گی کہ دو آدمیوں کے درمیان عداوت نہ رہے گی اس کے بعد اللہ تعالیٰ ٹھنڈی ہوا بھیجیں گے جو شام کی جانب سے آئے گی جو بھی روئے زمین پر آدمی ہو گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی ہو گی یا ایمان ہو گا وہ ہوا سے اخذ کرے گی۔ ❹ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس برس زمین پر رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔ ❺

یہ روایات دونوں ہی صحیح ہیں۔ اور آپس میں ٹکراؤ ہے ان میں مطابقت کی یہ صورت ہے سات برس ٹھہرنے کی وہ مدت ہے جو ان کے آسمان سے نزول کے بعد ہے اور جب آسمان پر اٹھائے گئے تھے اس وقت بھی یہ زمین پر تھے۔ وہ ملائیں تو چالیس برس بنتی ہے جب انھیں اٹھایا گیا تھا اس وقت ان کی عمر تینتیس برس تھی۔ اس طرح سات اور تینتیس (۳۳) کل جمع کریں تو زمین پر ٹھہرنے کی مدت چالیس برس بن جاتی ہے۔ اترنے کے بعد چالیس بنتی ہے۔ ❻

رضی اللہ عنہ و علیہ السلام

---

❶ مسلم: ۱۸/ ٦۳، کتاب الفتن.
❷ احمد سندہ صحیح، فتح الباری: ٦/ ٤۹۳.
❸ شرح نووی: ۲/ ۱۹۲.
❹ مسلم، باب ذکر الدجال، مع شرح: ۱۸/ ۷۵)
❺ مسند احمد: ۳/ ٤۰٦، ابوداود منتخب الکنز، صحیح (ابن حجر: ٦/ ٤۹۳.
❻ النہایۃ، کتاب الفتن: ۱/ ۱٤٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختتامی کلمات

یہ تو تھے آباء تمھارے مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

ہم نے اپنے دلوں اور اعضاء کے ساتھ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں طویل سفر کیا ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝﴾ (الاحزاب: ۲۳)

''ایمانداروں میں سے ایسے آدمی بھی ہیں جنھوں نے جو اللہ سے عہد کیا تھا وہ سچا کیا، بعض نے مقصد شہادت کو پالیا، بعض منتظر ہیں، انھوں نے ذرہ برابر تبدیلی نہیں کی۔''

اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی رضوان حاصل کر لی۔ ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال و اخبار، جاننے کے بعد یہ حاصل کیا ہے کہ ان کی ساری کائنات صداقت و سخاوت، ایثار و قربانی سے بھری ہے تو آج اس امت کی حالت زار پر خون کے آنسو روتے ہیں یہ امت شریعت سے بہت دور ہو چکی ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے کوسوں دور جا گری ہے۔ اور اس جادۂ حق سے برگشتہ ہو چکی ہے جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رواں دواں تھے۔

اور اب یہ بے دین مشرق اور کافر مغرب کی دہلیز سے عزت ڈھونڈتی ہے۔ نتیجہ صاف یہ نکلا ہے کہ جو امتیں خود شرق و مغرب میں ذلیل ہیں یہ ان سے بھی زیادہ ذلت میں ڈوبی ہے۔ لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ

ہمیں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ہم عزت و قوت کی راہ پر کس طرح گامزن ہو سکتے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ (انعام: ۱۵۳)

''بے شک یہ میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے اس کی اتباع کرو اس کے سوا دوسرے رستوں کی اتباع نہ کرو۔ وہ تمھیں متفرق کر دے گا۔''

اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے کہ ہدایت و توفیق راہِ راست پر چلنے کی صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے اور اسوہ پر چلنے سے ہی حاصل ہو گی۔ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، جو نبی امی ہیں جو کہ خود بھی اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے کلمات کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور اس کی اتباع کرو تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔ (الاعراف: ۱۵۸)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حبیب کبریاء ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی ہے:

''میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت بھی لازم پکڑو اسے مضبوط تھام لو اور اسے دانتوں میں دبا لو، بدعات سے بچنا ہر بدعت گمراہی ہے۔''❶

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں تمھیں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والوں تابعین سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میری سنت، ان سے علیحدہ نہ ہونا حتیٰ کہ تم میرے پاس حوض کوثر پر ملاقات کرو۔❷

امت مسلمہ، اللہ تعالیٰ کے منہج سے پیچھے ہٹ گئی اور فضولیات آشنا لوگوں کے پاس فیصلہ لے کر جاتی ہے۔ بلکہ یہ غیر اللہ کی عبودیت سے پھر گئی ہے اس کا خیال یہ ہے کہ اسلام بس چند عبادات کا مجموعہ ہے۔

امت یہ نہیں جانتی کہ اسلام ایک عقیدہ کا مذہب ہے جس سے شریعت کے سوتے پھوٹتے ہیں یہ ایسی شریعت ہے جو تمام حیاتِ انسانی کو منظم کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس قوم کی شریعت ہی قبول نہیں کرتی۔ جس کا عقیدہ درست نہ ہو۔ عقیدہ درست ہو تو شریعت قبول کرتا ہے جو امت اپنا عقیدہ ضائع کر دے وہ امت خود ضائع ہو جاتی ہے جس دن حق ضائع ہو اور جس دن امت اپنے رب کی شریعت چھوڑ دے اور جس دن اپنے نبی کی اقتداء چھوڑ کر غیر نبی کا اسوہ اپنائے۔ تو یہ امت ضائع ہو جاتی ہے۔ یہ امت اپنے شرف وعزت کو بھول گئی ہے اور اپنی کرامت کے تازہ چشمے سے دور رہ کر پیاسی ہے۔ یہ اپنے خالق کے اس اعزاز کو بھول گئی ہے اور اپنی کتاب میں اس امت کی تعریف کرتا ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾

(آل عمران: ۱۱۰)

''تم بہترین امت تھے جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ کے ساتھ ایمان لاتے ہو۔''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حبیب کبریاء ﷺ نے فرمایا: روزِ قیامت نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا وہ کہیں گے اے میرے رب! میں حاضر ہوں، سعادت مند ہوں۔ اللہ تعالیٰ کہیں گے۔

کیا تم نے پیغام رسالت پہنچایا ہے۔ یہ کہیں گے ہاں میں نے پہنچا دیا ہے۔ ان کی امت سے کہا جائے گا۔ کیا انھوں نے تمھیں پیغام پہنچایا ہے۔ وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ کہیں گے نوح علیہ السلام سے کہ تمہارا گواہ کون ہے یہ کہیں گے۔ محمد ﷺ اور آپ کی امت گواہ ہے پھر یہ امت والے گواہی دیں گے کہ حضرت نوح علیہ السلام

❶ احمد، ابوداود، ترمذی، عن العرباض بن ساریہ، وصححه الالبانی فی صحیح الجامع: ۲۵۴۹.

❷ حاکم و صححه الالبانی فی صحیح الجامع: ۲۹۳۷.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نے نے پیغام رسالت پہنچا دیا ہے اور رسولِ اکرم ﷺ اپنی امت پر گواہی دیں گے۔ اللہ کے اس پیغام کی یہی وضاحت ہے:

﴿كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرة:١٤٣) [1]

''اسی طرح ہم نے تمھیں بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔ اور رسول تم پر گواہ ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ (مریم: ۵۹)

''ان کے بعد نالائق آئے جنھوں نے نماز ضائع کی اور خواہشات کی پیروی کی عن قریب وہ غی میں گریں گے۔''

بنو اسرائیل کے متعلق فرمایا:

﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا﴾ (الاعراف: ١٦٩)

''ان میں ایسے نالائق آئے۔ جو اس کمینی دنیا کا مال پکڑتے ہیں، اور کہتے ہیں عن قریب ہمیں معاف کر دیا جائے گا۔''

لیکن واللہ! ہم قطعاً مایوس نہیں کیونکہ ہمیں یقین ہے یہ میمون و مبارک امت بیمار تو ہوتی ہے مردہ نہیں ہوتی یہ علم توحید لہراتے ہوئے زمین کے مشرق و مغرب میں اعلان کر دے گی کہ حضرت محمد ﷺ ایسے آدمی چھوڑ گئے ہیں جو آج بھی اپنے دلوں میں اتنا قوی عقیدہ رکھتے ہیں جو پہاڑوں سے زیادہ مضبوط اور آب باراں سے زیادہ صاف ہے۔

نہیں نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

یہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے وارثان میں سے ہوں گے جنھوں نے تھوڑے سے وقفہ میں ایسی جست لگائی کہ زمین کو نورِ حدایت اور علمی قوت سے مالا مال کر دیا، جس سے یہ ساری کائنات کے سادات بن گئے۔ قلعوں اور دشمن کی پناہ گاہوں کو چکنا چور کر دیا اور اس کتاب عظیم اور قرآن وسنت کے بادِ بہاری کے جھونکوں سے دلوں کو کھول دیا اور مخلوق کو ہاتھ سے پکڑ پکڑ کر رحمان کی جنت کی راہ دکھائی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنت کی راہ پر چلے تو یہ وجہ ہے کہ وہ اس راہِ کی علامات کو پہچان گئے تھے۔ یہ جس مقصد کے لیے پیدا ہوئے تھے اس کی غرض و غایت کو حاصل کیا تھا اور یہ عقیدہ راسخہ، ایمان ثابت، یقین، قربانی، ایثار و قربانی اور دوستی

[1] بخاري: ٤٤٨٧، كتاب التفسير.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین کی وجہ سے اس راہ جنت کا زادِ راہ لیے ہوئے تھے۔ ہم دیکھ رہے ہیں ان شاء اللہ ایسی نسلیں آئیں گی جو دنیا والوں کے سامنے برملا اعلان کریں گی۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

''ہم وہ ہیں جنھوں نے حضرت محمد ﷺ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے راہِ جہاد پر ثابت قدم رہیں گے۔

حبیب کبریا ﷺ نے اللہ کے حکم سے، صدی کے چوتھے حصہ سے کم تقریباً تئیس برس میں ایسے قبائل کی قیادت کی جو انتہائی نفرت کی آگ میں جل رہے تھے اور ایک دوسرے کو لتاڑ بچھاڑ رہے تھے اور دین سے بالکل بے بہرہ تھے ان کی دنیا میں ہر برائی کا داغ تھا۔

آپ کی قیادت کی برکت سے ایسی ملت وحکومت وجود میں آئی اس کے مقابلہ میں ساری کائنات سینکڑوں صدیاں بھی صرف کر دے اس جیسی سلطنت قائم نہ کر سکے گی۔

ایک سوال:...... یہ ہے کہ یہ سلطنت اسلامیہ کیسے وجود میں آئی تھی۔

جواب:...... ہم اس کا فیصلہ کن واضح اور نصف النہار کے آفتاب کی مانند روشن جواب دیتے ہیں۔ سماعت فرمائیں۔

ایمان تنہا ہی ایک بنیاد ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اس عظیم سلطنت کو استوار کیا جب ہماری یہ مبارک امت کے دلوں میں ایمان کا بیج گہرا ہوگا تو یہ شجر اسلام کائنات کے سامنے بلندی پر لہلہاتا نظر آئے گا جو جوزاء ستارے کو چھوئے گا دنیا اس کی چھاؤں میں آرام کرے گی اور یہ اتنا ثمر آور ہوگا کہ جو اس کی شیرینی کا ذائقہ حاصل کرنا چاہے گا ایمان کی مٹھاس اس کی دنیا کو جنت بنا دے گی ابھی آخرت کی جنت تو بعد میں آئے گی۔

میں اپنے بہن بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں۔ آج ہمیں حبیب کبریا ﷺ کے اسوۂ کو اپنانے کی ضرورت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہم دولت اسلام قائم کر سکیں، اور غفلت کا غبار چھٹ جائے اور ہم کائنات کے لوگوں کے لیے مشعلِ اسلام روشن کریں تاکہ یہ بھی اللہ کی طرف اور اس کی جنت کی طرف اور اس کی رضوان کی طرف راہ پائیں گے اور اللہ کے لیے مطیع فرمان بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے حبیب کبریاء ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کی ہے کہ وہ وعدہ نبھانے والے تھے اللہ تعالیٰ کی کمال رحمت ہے کہ اس نے ابھی تک وہ دروازہ بمع دہلیزوں کے ہر ایک کے لیے کھلا رکھا ہے جو ان صداقت پیکروں سے راہ ورسم رکھنا چاہے وہ عمل کرے اور ان سے مل جائے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىِٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ (النساء:٤٩)

''اور جو اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی اطاعت کرتا ہے یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے انبیاء میں سے صدیقوں میں سے شہداء اور صالح کرداروں میں سے ان کا ساتھ ہوگا یہ ساتھ کتنا اچھا ہے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ قیامت کب ہوگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے۔

اس نے کہا، نماز، روزہ، صدقہ کی کثرت تو نہیں پورے پورے ہی ہیں، لیکن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا۔

((اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ))

تو جس سے محبت کا دم بھرتا ہے اس کے ساتھ ہوگا۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے یہ سن کر ہماری خوشی کی انتہاء نہ رہی کیونکہ ہمارے دلوں میں مہر و وفا اور محبت باصفا کا مرکز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تھی یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

اگرچہ ہمارے عمل ان کے معیار پر نہ ہوں گے پھر بھی ہمیں مکمل امید ہے کہ ان سے محبت کی وجہ سے ہم ان کے ساتھ ہوں گے۔ [1]

[1] بخاری، مسلم، صحیح الجامع: ٦٦٨٩.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دعاء والتجاء

اے اللہ......!! ہم تجھے گواہ بنا کر اعلان کرتے ہیں کہ ہم تیرے رسول سے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتے ہیں۔

- ہم التجاء کرتے ہیں ہمیں اپنی جنت میں ان کے ساتھ ملانا اگرچہ ہمارے اعمال ان جیسے نہ بھی ہوں۔
- اے اللہ! تو نے ہمیں ان پاکبازوں کے دیدار سے دنیا میں محروم رکھا ہے آخرت میں ہمیں ان کی صحبت صالح سے تہی دامن نہ رکھنا۔
- اے اللہ! ان سطور بالا میں ہم نے جو ان کے ساتھ وقت گزارا ہے اس کا ہمیں سعادت اور مسرت کے گھر میں صلہ دینا۔
- اے اللہ! ہمارے اس تحریر کے عمل کو جس دن ہم کفن پوش ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں، ہماری نیکیوں کی میزان میں ترازو کرنا۔
- اور مؤلف کی پیاری امی اور جو بھی قارئین کرام اسے پڑھیں ان کی میزان میں اسے نیکیاں بنا دینا۔
- اور جو بھی میرے لیے مغفرت اور دوزخ سے آزادی کی دعاء کرے اس کے لیے بھی اسے باعث اجر بنانا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

وصلی اللّٰہ علی سیدنا محمد و علیٰ آلِہٖ و صحبہ وسلم

مولف: **محمود المصری، ابو عمار**

مترجم

فراغت از ترجمہ:

اس ایمان پرور اور پر بہار کتاب کے ترجمہ سے راقم محمد عباس انجم گوندلوی شعبان ۵ /۱۴۲۹ ہجری۔ 2008-8 -9، بروز ہفتہ آذان مغرب کے ساتھ فارغ ہوا۔ الحمد للہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "